بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم
سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا
اور بہترین خدمت گذار
رسالہ
رہنمائے تعلیم
لاہور
مینجنگ پروپرائٹر
ماسٹر جگت سنگھ
ششماہی چندہ
قیمت فی پرچہ
سالانہ چندہ

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)، ششماہی تین روپے (سے۳) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ کے ٹکٹ آنے پر ارسالِ خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں، ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں۔ جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام جی جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیے۔ اور دیگر امور و ترسیل زر منیجر کے نام ہونی چاہیے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹/	معہ ۲۷/	۵۰/	۹۰/
نصف صفحہ	۵/	۱۵/	معہ ۲۷/	۵۰/
چوتھائی صفحہ	سے ۳/	لعہ ۹/	۱۵/	معہ ۲۷/

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے)

منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۴ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد ۲۹

نمبر ۳

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (عہ) — فی پرچہ آٹھ آنہ (۸/)

فہرست مضامین

اخلاقی تعلیم اور مدارس

(۳)

اگر بغور دیکھا جائے تو تمام مذہبی تعلیم کا انحصار اخلاقی تعلیم پر ہے۔ روحانیت کے لاینحل۔ پیچیدہ اور حیران کُن مسائل پر ہمیشہ ہی سے لوگوں میں ذہنی اختلاف رائے رہا ہے اور تا ابد رہیگا۔ اور ہر ایک شخص روحانیت کے اصول ذہنی طور پر حسب خیالات خود ترک و اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن یہ تفاوت نمایاں اثر نہیں رکھتا۔ اگر انسانی زندگی میں اخلاقی زندگی کی حقیقی جھلک موجود ہے۔

ہم اپنے خیال کی تشریح ایک ادنے مثال سے کرنا چاہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دُنیا میں تین ہستیاں ہیں۔ اوّل خدا (جس کو پرماتما وغیرہ خواہ کسی نام سے لوگ یاد کریں) دوئم آتما (روح) سوئم مادہ (پرکرتی) اس دُنیا میں صرف ایک کا وجود ہے یا ایک سے زیادہ کا۔ اُن کا باہمی کیا تعلق ہے۔ کیا قدرت یا مادہ کا قانون ہی دُنیا کے چلانے اور انسان کے افعال کا بدلہ دینے کے لئے کافی نہیں؟ خدا کی صفات حسنہ کونسی کونسی ہیں یا نہیں ہو سکتیں۔ روح ہی خدا ہے یا نہیں تناسخ یا غیر تناسخ وغیرہ وغیرہ ایسے مسائل ہیں جن کو انسانی طبیعت ذہنی طور پر کسی طرح سے تسلیم کرے یا نہ کرے۔ لوگوں کے ایسا کرنے سے کسی کی اخلاقی زندگی بن یا بگڑ نہیں سکتی۔ خدا کو ماننے والے بھی کئی قسم کے افعال بد کے مرتکب ہوئے ہیں۔ نہ ماننے والے سب کے سب بدمعاش نہیں ہوتے۔

مزید امثال وتفصیلات کو چھوڑتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ قانون اخلاق اور قانون روحانیت ہر دو مختلف ہیں۔ اگرچہ عملی طور پر بغیر اخلاق عملی روحانیت بے معنی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ روحانیت کے اصول محض ذہنی اصول ہیں۔ جبکہ اخلاقی اصول اُس کی عملی تصویر ہیں۔ عملی روحانیت کی کامیابی کا انحصار عملی اخلاقی زندگی پر ہے۔ لیکن عملی اخلاقی زندگی کے لئے ضروری نہیں کہ روحانیت بالضرور ہو۔ بالخصوص مدارس میں جہاں قوم کے نونہال زیر تعلیم ہیں۔ اس امر کی زیادہ ضرورت ہے کہ اُن کی اخلاقی زندگی سانچے میں ڈھالی جائے۔ وہ بیچارے روحانیت کے اصولوں سے قطعی نابلد ہیں۔ اور ایک عرصہ دراز تک اُن کو ان روحانی باریکیوں کا قطعی علم نہیں ہوتا۔ جس امر کی زیادہ تر ضرورت ہے اُن میں وہ اخلاقی زندگی کی تعمیر ہے۔

جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ظاہر کیا کہ اخلاقی زندگی کا اگر ایک طرف روحانیت سے کوئی براہ راست تعلق نہیں تو دوسری طرف لباس اور سامان خورد نوش سے بھی براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ انگریزی لباس رکھنے والے بھی اخلاق سے

ویسے ہی مزین ہو سکتے ہیں جیساکہ خاص خاص قسم کے دیسی لباس رکھنے والے۔ یہ ضروری نہیں کہ بیسویں صدی کا ایک فیشن ایبل جنٹلمین ضرور بدمعاش اور فقیرانہ لباس میں ملبوس چور۔ راہزن اور بدمعاش نہیں ہو سکتا۔ اخلاق اور اخلاقی زندگی کا تعلق لباس سے ہرگز نہیں۔ کیا نیک خلیق اور مؤدب انسان جرمنی۔ فرانس۔ جاپان۔ امریکہ اور انگلستان وغیرہ ممالک میں نہیں پائے جاتے اور ہندوستان۔ برما۔ تبت۔ افغانستان اور ایران کے لوگ سب کے سب نیک مرد۔ خلیق اور مؤدب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لباس کا اخلاقی زندگی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح سے مختلف سامان اور طرز خورد ونوش کا بھی اخلاقی زندگی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ ایک گوشت خور بھی ویسا ہی اخلاقی زندگی سے مزین ہو سکتا ہے۔ جیساکہ ایک سبزی خور۔ ممکن ہے کہ بلحاظ آب وہوا و خاصیت غذا صحت پر اور طبیعت پر بُرا اثر پیدا ہو جائے۔ لیکن اندریں صورت اس کا تعلق جسمانی ترقی سے بالضرور ہے۔ اخلاقی ترقی پر انکا کوئی اثر نہیں۔ کیا سبزی خور بالضرور نیک۔ مؤدب اور خلیق ہوتے ہیں اور گوشت خور اس کے برعکس؟

المختصر لباس اور غذا کا تعلق مجلسی ترقی۔ مُلکی حالات اور رواجات سے ہے۔ اخلاقی زندگی اور اخلاقی ترقی کا تعلق انسانی دل سے ہے۔ اس لئے مدارس میں دماغی ترقی کے پہلو بہ پہلو مجلسی اور اخلاقی ترقی کے سانچے میں طلباء کو ڈھالنا فرض لازمی ہے۔

ہر ایک شخص جانتا ہے کہ جب کسی قوم کی دماغی ترقی ہو رہی ہو اور اخلاقی ومجلسی ترقی کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو۔ تو نتیجہ بداعمالی اور بداخلاقی ہوتا ہے۔

ورثا بچوں کو سکول میں محض دماغی ترقی کے لئے نہیں بھیجتے۔ اُن کا ہرگز یہ منشاء نہیں۔ اُنکے نونہالوں کی جسمانی۔ مجلسی اور اخلاقی ترقی سے قطعی غفلت کی جائے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مدارس میں ان پہلوؤں سے قطعی آنکھیں بند کرلی جائیں۔ ع

نہ ہو جس میں ادب اور ہو کتابوں سے لدا پھرتا ظفر اُس آدمی کو ہم تصور بیل کرتے ہیں

انگریزی کہاوت ہے۔

"اگر انسان کے پاس سے دولت جاتی رہے تو اُس کا کچھ نقصان نہیں۔ اگر صحت جاتی رہے تو کسی قدر نقصان ہے۔ لیکن اگر کیریکٹر (چلن یا اخلاق) جاتا رہے تو سب کچھ برباد ہو جاتا ہے۔"

جب کیریکٹر کی یہ قدر ہے۔ تو پھر ہر ایک طالب علم کو علم کے علاوہ کیریکٹر کے زیور سے کیوں مزین نہ کیا جائے۔ کیا اس کی طرف سے غفلت ادائیگی فرائض سے ناقابل معافی خطا نہیں ہے۔

اگر مجلسی اور اخلاقی امور کتابوں کے نفس مضمون کا جزو نہیں۔ تو ایسی کتابیں ہرگز زباندانی کے نصاب میں نہ رکھی جائیں۔

جن ٹیچروں کے پاس نیک اطوار۔ نیک اخلاق اور نیک چلنی کے سارٹیفکیٹ موجود نہیں یا جن کے [illegible]۔ اخلاق اور کیریکٹر پوشیدہ ہو۔ اُن کے سپرد نونہالان قوم ہرگز نہ کئے جائیں۔ "نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم مُلا خطرۂ ایمان" محض تعلیمی اسناد

اور ڈگریاں ٹیچرز بننے کے لئے کس طرح سے کافی ہو سکتی ہیں؟

ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جملہ درسی کتب مدارس نیک اطوار۔ اخلاق اور نیک چلنی کی تعلیم سے پُر ہیں۔ انتخاب کتب ہر پہلو سے درست ہے۔ لیکن پھر مدارس کی پیداوار کیوں ناقص اور خراب ہوتی ہے؟ آج عوام الناس کو مدارس کی پیداوار سے کیوں شکایت ہے؟ مدارس کی پیداوار (باوجود مذہبی سکولوں کے) کیوں نیک شہری نہیں بنتی؟ خلقت کا معیار اخلاق کیوں گر رہا ہے؟

ظاہر ہے کہ اس تعلیمی پیداوار کا قصور ہے۔ اس کے لئے کون ذمہ وار ہے؟ ہماری رائے میں مدارس کا کرہ ہوائی اسکا کما حقہٗ طور پر ذمہ وار ہے۔ اس کے لئے خاص طور پر اساتذہ ذمہ وار ہیں جو تزئین اخلاق کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ اس کے لئے اساتذہ کی اپنی عملی زندگیاں ذمہ وار ہیں۔ جب اساتذہ بذات خود مجلسی اور اخلاقی خوبیوں سے بے بہرہ ہوں یا نقائص سے مبرا نہ ہوں تو وہ طلباء کے روبرو نیک مثال کیونکر پیش کر سکتے ہیں؟ یا وہ کس مُنہ سے اُنکے روبرو زبان کھول سکتے ہیں۔ جب وہ خود اطوار حسنہ۔ خلق پاکیزگی۔ پرہیزگاری۔ راست بازی۔ ایمانداری۔ نیک برتاؤ۔ ہمدردی۔ نیک چلنی۔ دماغی سرور کی زندگی۔ اعلےٰ تندرستی وغیرہ وغیرہ صفات حسنہ کی مجسم تصاویر طلباء کے روبرو پیش نہیں کرتے تو پھر طلباء یعنی اُن کی دماغی پیداوار۔ اخلاق و ادب اور کیریکٹر کی تصویر کس طرح بن سکتے ہیں۔

آئندہ آرٹیکل میں ہم ثابت کرینگے کہ کُتب درسی کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ بلکہ ٹیچرز کس طرح سے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی سے غافل ہیں۔　　　(باقی آئندہ)　　　(چیف ایڈیٹر)

افسانہ نمبر

اعلان مندرجہ رسالہ دسمبر ۱۹۳۳ء کے مطابق جملہ خریداران سے افسانہ نمبر کی زائد قیمت ایک روپیہ لی گئی ہے۔ اور جنہوں نے صرف افسانہ نمبر خریدا ہے اُن سے اس کی قیمت دو روپے وصول کی گئی ہے۔

مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ میرے ناظرین کرام نے میری محنت کی داد دی ہے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک جملہ اصحاب کرام نے افسانہ نمبر کو نہایت عمدہ و مؤثر الفاظ میں سراہا ہے۔ جب میں ان تعریفی خطوط کو پڑھتا ہوں تو مجھے گونہ تسلی ہو جاتی ہے۔ کہ میری محنت اکارت نہیں گئی۔

راقم جگت سنگھ

ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی

میت سے نہ مدفن دیکھی نہ ملنساری — اسباب کو پہنچا کر چلتے ہوئے بے کاری

میرے جگر و دل میں ہے وجہ ضیا باری — ارمان کا انگارا اُمید کی چنگاری

کیوں کر وہ لگائے دل ہو جان جسے پیاری — بیمار نہیں بچتا مہلک ہے یہ بیماری

مایوس کیا اُن سے کم مائگی دل نے — تھوڑی سی بضاعت پر یوسف کی خریداری

دیکھیں رہِ عرفاں میں کیا ہم کو دکھاتی ہے — اوہام کی سرجوشی انفاس کی بیداری

زنداں سے کہیں باہر ہیں جا نہیں سکتا — دیوار بھی ہے اونچی زنجیر بھی ہے بھاری

بھر جام و سبو آئے گھر کو ترے آنے سے — اے ابرِ سیہ سوجھی رندوں کو سیہ کاری

بندوں کا تو کیا چرچا اللہ نے بھی پوچھا — ناکردہ گناہی سے اچھی تھی گنہ گاری

یوں عاشقِ بے کس نے دم عشق میں توڑا ہے — ایک آہ فقط نکلی چند اشک ہوئے جاری

آگاہ کیا مجھ کو قسمت نے تپ غم سے — بھڑکے تو یہ ہے شعلہ دب جائے تو چنگاری

جینے کی خوشی کیا ہو مرنے کا قلق کیوں ہو — مرنے میں ہے آسانی جینے میں ہے دشواری

اے عشق اثر اتنا آزار میں پیدا کر — بیمار کو جو دیکھے اُس کو بھی ہو بیماری

کیا سوگ منائیں گے برسوں وہ مرے دل کا — چالیس دنوں ہی تک ہو کاش عزاداری

اُمڈا جو ہمارا دل تو اشک نہ پھر ٹھہرے — دریائے محبت سے اک نہر ہوئی جاری

اے داورِ محشر دے جنت میں جگہ مجھ کو — شرمندہ نہ رکھ یعنی رکھ شرمِ گنہ گاری

پھینکا جو محبت میں الٹا وہ پڑا پانسہ — تقدیر مری جیتی تدبیر مری ہاری

شکریۂ ایذا میں زخموں کے دہن کھلتے — لازم تھا ادا کرنا یوں حقِ نمک خواری

نظروں کے ملاتے ہی غائب جو کریں دل کو — آسان نہیں ایسے چوروں کی گرفتاری

حسرت سے ہمارا دل محفوظ رہے کیونکر — اس گھر کے جلانے کو کافی ہے یہ چنگاری

اے نوح خدا جانے طوفانِ حوادث میں
پہنچے گی کہاں یہ کرکشتی مری بیچاری

افسانہ نمبر

مجھے یقین ہے کہ میرے معزز ناظرین افسانہ نمبر کا ملاحظہ کر چکے ہونگے۔ اور انہوں نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ میں نے بساط بھر اس بات کی کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دلچسپی کا سامان مہیا کروں۔ پانچسو صفحہ کا ٹھوس مسالا نہایت خوشرنگ اور خوشنما صورت میں بہم پہنچانا کارے دارد۔ مگر چونکہ میں ہمیشہ سے اس امر کا متمنی رہا ہوں۔ کہ اگر کوئی کام کیا جائے تو وہ مکمل صورت میں ہی کیا جائے۔ بیگار ٹالنا یا زید بکر کی طرح محض دکھاوے کی ڈینگ مارنا اور رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرنا میرا مسلک نہیں۔ ملک وقوم کی خدمت کرنے کا مدعی بننا مخول نہیں نہ خالہ جی کا گھر ہے۔ جب تک ہم لوگوں میں جذبۂ خدمت گزاری اور ایثار کا مادہ موجود نہیں ہم کسی کام کو پبلک نقطہ نگاہ سے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے۔ اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا تو ہر کسی کو آتا ہے۔ اور محض لفاظی کے جامہ میں سامنے آنا آسان کام ہے مگر حقیقی خادم کہلانا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ کام وہ جسے لوگ سراہیں۔ خدمت وہ جو دوسروں کو بھلی معلوم ہو۔

باوجود انتہائی زیرباری اور موجودہ تنگ حالی کے ہمارے ناظرین کرام اور عوام نے اچھی طرح سے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ **جوبلی نمبر** کی اشاعت کے بعد **فسانہ نمبر** کی اشاعت بھی کسی طرح کم دلچسپی کا سامان لئے ہوئے نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایک فسانہ نہایت دلچسپ قیمتی جذبات کا مرقع اور دلخوش کن خیالات سے لبریز درج رسالہ کیا گیا ہے۔

اب میرے کرم فرما دوستوں کا فرض ہے کہ وہ میری امداد کریں اور جس خلوص دلی سے میں نے انکو خوش کرنے اور مسرت اندوز ہونے کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ اسی نیک دلی اور سچی محبت سے وہ مجھے خوش کریں۔ تاکہ آئندہ بھی میں انکی خدمت زیادہ سے زیادہ ایثار کے ساتھ کر سکوں؟ اور بیش از بیش لٹریچر بہم پہنچا سکوں؟

میرے بعض دوست مجھے یہ کہتے ہیں کہ جب جوبلی نمبر کی ہزاروں کاپیاں اب تک باقی پڑی ہیں۔ اور تم ہزاروں روپوں کے زیربار بنے ہوئے ہو تو اب **فسانہ نمبر** نکال کر مزید زیرباری کاہیکو اُٹھائی۔ تو میں صرف یہ جواب دیتا ہوں۔ کہ بھائی صاحب! یہ من کی موج ہے۔ پیسہ تو ساتھ جانے کا نہیں۔ مگر یہ کارگزاری ضرور میرا ساتھ دیگی۔ اور جب تک میری خدمات کے یہ نمونے (جوبلی نمبر اور افسانہ نمبر اور نہ معلوم اور کتنے نمبر جو مستقبل قریب میں نکالنے کا ارادہ رکھتا ہوں) قائم رہینگے۔ میرا نام قائم رہیگا اور لوگ جوں جوں انکا مطالعہ کرینگے۔ وہ مجھے یاد کرینگے۔ بس یہی ایک جذبہ ہے جس کے بل پر یہ کھیل کھیل رہا ہوں۔ کوئی زمانہ تھا کہ رہنمائے تعلیم نے مجھے کافی روپیہ دیا تھا۔ اور اب وہ زمانہ ہے کہ یہی میرا رہنما مجھے زیربار کر رہا ہے۔ اور میری رہی سہی سکت بھی چھین رہا ہے۔ مگر مجھے تسلی ہے کہ دُنیا ایک حال پر کبھی قائم نہیں رہتی۔ یہ نشیب و فراز بیسیوں آئے اور چلے گئے۔ میرا یقین ہے کہ مستقبل قریب میں حالات پلٹا ضرور کھائینگے اور میرے موافق

ہو جائینگے - اور جیسے خدائے بزرگ و برتر پر بھروسہ ہے اُسے کوئی کمی نہیں - ہاں یہ ضرور ہے کہ طبیعت میں بد نیتی نہ ہو - اور دھوکے و فریب کے ساتھ دنیا کو اندھا بنانے کی کوشش نہ کی جائے - یاد رکھو - دُنیا کی کوئی تجارت کامیاب نہیں ہو سکتی جبکی تہ میں بدنیتی ہو اور محض روپیہ بٹورنے کا خیال مخفی ہو جس کے ساتھ پیٹ لگا ہُوا ہے - اسے مالی منفعت کا خیال ضرور دامنگیر رہتا ہے - مگر محض مالی منفعت کے لئے کسی کام کو شروع کرنا اور گوناگوں چالاکیوں دھوکوں چکنی چپڑی باتوں اور دکھاوے کی تحریروں سے لوگوں کو گرویدہ کرنا موزوں نہیں - روپیہ کمانا ہر شخص کو بھاتا ہے - مگر جن کی جیب سے ہم لوگ روپیہ نکالنے کی جدوجہد کرتے ہیں - اُن بھلے مانسوں کو بھی تو کچھ اس روپے کا معاوضہ دینا چاہیئے - ہم لوگ دوسرے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہہ کر انکی خدمات کی تضحیک کر کے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے - اور نہ ہماری تجارت فروغ پا سکتی ہے - جب تک روپیہ کمانے کے ساتھ ساتھ ایثار و خدمت گزاری کے جذبات موجود نہ ہوں - ہم میں قربانی کے جذبات کا ہونا نہایت ضروری ہے - ورنہ ہم کبھی ملک و قوم کی خدمت نہیں کر سکتے -

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری صحافت یا تو روپیہ کمانے کا ذریعہ بن رہی ہے - یا اپنے دوسرے ہمعصروں کو بُرا بھلا کہہ کر انکو نیچا دکھانے کے درپے ہو رہی ہے - بھائی اگر خدا نے تمہیں ایڈیٹر بننے کی توفیق دی ہے - تو ایسی تحریریں اور ایسی تجویزیں پبلک کے پیش کرو - جن سے تمہاری نیک نامی ہو - اور وہ یہ سمجھے کہ واقعی تم ملک و قوم کی اصلاح و بہبودی کے لئے اس میدان میں کود سے ہو - بھلا یہ کہاں کی صحافت ہے کہ تم کو دوسرونکی ترقی ایک آنکھ نہ بھائے اور انکو پچھاڑنے کے لئے انکے معاونوں اور سرپرستوں کے گرد مارے مارے پھرو - کہ بھئی خدا کے لئے اسکی مدد نہ کرو - اس کو مضمون نہ دو - وہ عیسائی ہے - وہ مسلمان ہے - وہ سکھ ہے - تم اپنی قوم کا پاس کرو - اور ہم کو مدد دو - یاد رکھو اس قسم کی حرکات تمہاری نیک نامی کا ہرگز موجب نہیں ہو سکتیں - بلکہ یہ طریقے ننگِ صحافت کا باعث ہوتے ہیں -

لہٰذا میں اپنے معزز ناظرین کی خدمت میں یہ درخواست کرونگا کہ وہ خود اپنی سمجھ سے اندازہ لگائیں کہ حقیقی طور پر انکا خادم کون ہے - اُس کی طرف گرویدہ ہوں - اور اُس کی امداد کریں -

فسانہ نمبر میں میری اپیل مندرجہ صفحہ ۱۹ - ۲ کو بغور ملاحظہ فرمائیں - اور اس کے بعد سب سے پہلی فرصت میں رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت کے لئے قدم بڑھائیں - اپنے حلقہ اثر میں سے دو دو چار چار دوستوں کو خریدار بنا کر شاد کریں - میں نے اس مطلب کے لئے صفحہ ۴۶۸ پر ایک درخواست فارم شامل افسانہ نمبر کر دیا ہے - اس کی خانہ پُری کر کے دفتر رسالہ ہذا میں بھیج دیں تاکہ آپ کی وساطت سے میں پھر بھی آپ کی خدمت کرنے کے قابل بن سکوں -

مجھے اُمید ہے کہ آپ فسانہ نمبر کے مطالعہ کے بعد اپنی اپنی رائیں بھیج کر میری حوصلہ افزائی کا موجب بنینگے -

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ جن جن اصحاب نے فسانہ نمبر کے وی پی واپس کئے ہیں - وہ اپنے فیصلہ پر مزید غور کریں - انکو یہ سودا ہرگز مہنگا نہیں پڑیگا - بلکہ فسانہ نمبر کی کاپی انکی لائبریری کی زینت ثابت ہوگی -

لوگوں کی توجہ عام طور پر فحش مضامین و ناکارہ قصے پڑھنے اور عریاں تصاویر کے دیکھنے کی طرف لگ رہی ہے۔ جو نئی پود کی اخلاقی گراوٹ کا باعث ہے۔ آپ ہمارا فسانہ نمبر لے کر بیٹھ جائیں اور اپنے گھر کے تمام ممبروں کو ارد گرد بٹھالیں پھر شروع سے اس کے قصوں اور کہانیوں کو پڑھنا شروع کردیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ لوگ اسقدر عش عش کر اُٹھینگے کہ جس کی حد نہیں۔

فسانہ نمبر کا ایک فسانہ بھی اگر آپ کے پسند خاطر ہوگیا تو میں سمجھونگا میری محنت سپھل ہوئی۔ خادم جگت سنگھ

نوائے راز

(از ابو الفاضل راز چاندپوری (مصنف "دنیائے راز" وغیرہ)

یہ سچ ہے یقیناً کہ تو باہنر ہے　　مگر آہ! دُنیا بہت خوش نظر ہے

خبر ہے، یقیناً مجھے سب خبر ہے　　کوئی سرّ اُلفت کا جویا مگر ہے؟

یہ دَورِ مُسلسل کہ دورت بگردم　　کہاں ہے، کہاں ساقیٔ خوش نظر ہے

نہ فکرِ مراحل، نہ پروائے منزل　　کہ گم گشتگی اب مری راہبر ہے

کہاں ہوں، خدا جانے اب میں کہاں ہوں　　کہ اک عالم نور پیشِ نظر ہے

رموز محبت سے ہے کون واقف　　مگر شمع سوزاں کہ شعلہ بسر ہے

مقدر، حریف وفا کا مقدر!　　بڑا بے ہنر ہے مگر نامور ہے

میں واقف ہوں اُس شاہد اہل دل سے　　بایں بے نیازی بڑا خوش سِیَر ہے

میں تنہا نہیں دشت پیمائے غربت　　کوئی ہمقدم ہے، کوئی ہم سفر ہے

مُسلّم، تری خوش نوائی مُسلّم　　خبردار، یہ بزمِ اہل نظر ہے

کہاں ہے، کہاں رازِ میکش خدارا
کہ یہ دَور آخر ترے نام پر ہے

حُسنِ اِصلاح

(۲۴)

اصلاحات حاضر کرنے سے پہلے آج اپنے اس مسلسل مضمون کے متعلق چند باتیں ہم کہنا چاہتے ہیں۔

پہلی بات۔ یہ سلسلہ ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت سے چھڑا ہوا ہے۔ اس لئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ستمبر ۱۹۳۳ء کی اشاعت تک یعنی دو سال کی مدت کے اختتام پر پوری چوبیس قسطیں شائع ہو جانی چاہئے تھیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ چوبیسویں یعنی موجودہ قسط اب ۱۹۳۴ء میں شریکِ اشاعت ہو رہی ہے۔ اس کمی کا باعث یہ ہے کہ کبھی کبھی رسالہ رہنمائے تعلیم کی یکجائی اشاعتیں بھی نکلی ہیں یعنی دو دو مہینے کا پرچہ ایک ساتھ شائع ہوا ہے۔ جن لوگوں کو اردو صحافت کے حالات کا علم ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بعض اوقات ایسی صورتیں ناگریز ہوتی ہیں۔ باوجود کوشش انتہائی کبھی کبھی ہمارے ادارت اور مہتمم صاحبان مجبور ہو جاتے ہیں۔ رسالۂ مذکور کو اس مدت میں جب ایسی صورت پیش آئی ہے تو ہمارے مضمون کی صرف ایک ہی قسط درجِ اشاعت ہوئی ہے یعنی دو دو ماہ کی یکجائی اشاعتوں میں ایک ایک قسط نکلی ہے۔ ایک حد تک اس صورتِ حالات کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ لہذا جن احباب کو مذکورۂ بالا کمی کی وجہ سے ملال ہوا ہو اُن سے ہم نادم ہیں اور خواستگار معافی۔

دوسری بات۔ بعض احباب کی اصلاحیں مدت تک ہمارے پاس رکھی رہیں۔ اصلاحاتِ مذکورہ کے جلد شائع نہ ہونے سے شائد ہمارے ان دوستوں کو رنج پہنچا ہو۔ اس امر مخصوص میں مضامین مسلسل کے مُرتّب اکثر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بہ طور معذرت ہم صرف دو صورتیں اپنی مجبوری کی عرض کرتے ہیں۔ اول۔ مختلف اقساط کی ترتیب کا ایک خاص نقشہ برابر ہمارے ذہن میں رہا جس کی وجہ سے اپنے احباب کی مرضی یا توقعات کا پورا پورا لحاظ ہم سے نہیں ہو سکا۔ دوم مضمون کی ہر قسط وقتِ اشاعت سے اکثر ایک ڈیڑھ یا کبھی کبھی دو ماہ قبل ہمیں روانۂ لاہور کرنی ہوتی ہے ورنہ مضمون کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورتوں میں ہم اگر مجبور رہیں اور اصلاحاتِ موصولہ کو فوراً پیش نہ کر سکیں تو قابلِ معافی ہیں۔ ہم کو اُمید واثق ہے کہ ہمارے جن احباب کو امرِ زیرِ گزارش سے رنج پہنچا ہو گا۔ وہ ہماری معروضۂ بالا مجبوریوں پر نظر کر کے ہمیں معاف فرما دینگے۔

تیسری بات۔ اپنے احباب کی عنایت کردہ اصلاحات کے انتخاب اور تشریح و توضیح میں ہمارا اصول برابر یہی رہتا ہے کہ ہماری زبان سے ایسی کوئی بات نہ نکلے جو ہمارے دوستوں کی دل شکنی کا مُوجب ہو یا کسی طرح اُنکی شان کے منافی ہو پھر بھی بفحوائے اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ اگر اس طویل مضمون کے دوران میں ہم کسی دانستہ

یا نادانستہ غلطی کے مُرتکب ہوئے ہوں تو صدق دل سے مُعترف بہ قصور ہو کر اس کی معافی چاہتے ہیں۔

چوتھی بات۔ رسالہ رہنمائے تعلیم کے مالک و مہتمم صاحب عالی جناب محترمی سردار جگت سنگھ صاحب کا شکریہ ہم پر واجب ہے۔ جناب موصوف نے ایک ایک قسط کی رسید سے ہم کو برابر اور جلد از جلد مُطلع فرمایا ہے۔ تواتر مضمون کے قائم رہنے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔ سردار صاحب موصوف اُن معدودے چند بزرگوں میں ہیں جو مضامین کی رسید دینا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ اہل بر مخصوص میں اکثر حضرات کی جو روش ہے وہ اہل صحافت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس طور کی بہت سی تفاصیل ہیں جن پر ہماری صحافت کی کامیابی کا دارومدار ہے لیکن ان کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔

پانچویں بات۔ ہمارے مضمون کو اکثر احباب اور بزرگوں نے پسند فرمایا ہے۔ حضرت نوح مدظلّہ نے جن بزرگانہ الفاظ میں ہمت افزائی فرمائی ہے وہ ہمارے لئے خاص طور پر مُوجب فخر و مُباہات ہے۔ اپنے کُل دوستوں اور بزرگوں کا شکریہ ادا کرنا ہم فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری گزارش یہ ہے کہ زیر بحث سلسلۂ مضمون کے مُرتب کرنے میں ہمارا مُدعا اپنے کرم فرماؤں کی تحسین و تعریف حاصل کرنا نہیں ہے۔ ہماری اصلی غرض ادب اُردو کی خدمت ہے۔ لہٰذا جیسی توقع ہے ہمارے مضمون کی اقساط سے اگر کسی صاحب کو کچھ بھی فائدہ پہنچا ہو تو ہمارے لئے اتنا ہی اجر کافی ہے۔

ناظرین۔ معاف فرمایئے کہ اصل مضمون سے ہٹ کر ہم نے اپنے ان معروضات کے پڑھنے کی زحمت دی۔ اب مضمون کی طرف آتے ہیں۔ ہمارا قصد تھا کہ اس قسط میں جناب وَلی گوالیاری و جناب فیاض گوالیاری کی اصلاحات سے بحث شروع کردیں۔ لیکن ان کرمفرماؤں کی مزید اصلاحیں ابھی تک ہمیں موصول نہیں ہوئیں۔ لہٰذا اب عالی جناب منشی وکیل احمد صاحب حافظ غازی پوری کا کلام مع اصلاح جو کئی ماہ سے ہمارے پاس محفوظ ہے پیش کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت حافظ موصوف ہماری جانب سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کے فسانے اور نمونۂ کلام فصحائے اُردو کے عالی پایہ رسائل کی زینت ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کا شمار مشہور اہل قلم اور خدام اُردو میں ہے۔ اُردو تو غیر مادری زبان ہے۔ حضرت موصوف انگریزی اور فارسی کا بھی اچھا علم رکھتے ہیں اور باوجود قابلیت ہمارے کرم فرما اخلاق و تواضع کے مجسّمے ہیں۔ مولانا شمسی سکندرپوری کی طرح حضرت حافظ بھی مسائل تصوّف و حکمت سے اپنے کلام فصاحت التیام کو خوب آراستہ فرماتے ہیں۔ سلاستِ زبان کے ساتھ ساتھ اگر لطافتِ مضمون کا لُطف اُٹھانا ہو تو حضرت موصوف کا کلام ملاحظہ فرمایئے۔ اپنے اس مضمون میں حضرت حافظ غازی پوری کے کلام کو شامل کرنے سے جو خوشی ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ اُس کو ہمارا دل جانتا ہے۔ ۱۶ر جنوری ۱۹۳۳ء کو عنایت فرمائے موصوف نے اپنی اصلاحیں لُطف فرمائی تھیں اپنے کرم نامے میں آپ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت اُستاد مدظلہ العالے کی تمام اصلاحیں جمع کر رکھی تھیں اور میرا خود ارادہ تھا کہ ان کو منظرِ عام پر لاؤں۔ لیکن وہ سب کی سب چوہوں نے ہضم کرلیں۔ - - - جو کچھ زبانی یاد ہے اور محفوظ ہے بھیج رہا ہوں" اس بیان کے بعد جناب موصوف کی اصلاحات عنایت کردہ کو مغتنم سمجھتے ہیں ہم بالکل حق بجانب

ہیں اور اُمید ہے کہ ناظرین بھی ایسے حالات کے بروئے کار آنے پر ہماری موجودہ تحریک اشاعت اصلاحات کی معقولیت کو ضرور تسلیم فرمائینگے۔ جن حضرات کے پاس اساتذہ کی اصلاحیں محفوظ ہیں۔ کاش ہماری ان سطور کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ان حضرات کو اشاعت اصلاحات کی اہمیت کا احساس ہو جائے۔ اب حضرت حافظ غازی پوری کا کلام مع اصلاح ملاحظہ فرمائیے

جناب حافظ کا مطلع ؎ پہلے دل کی توصفائی کیجئے پھر اُمید پارسائی کیجئے

اصلاح حضرت نوحؔ مدظلہٗ ؎ پہلے دل کی توصفائی کیجئے پھر خیال پارسائی کیجئے

ہمارے نزدیک مقرر یا کے مصرع ثانی کی ردیف پہلو دار ہوگئی تھی یعنی اس مصرع میں (رکھئے) کا پہلو بھی پیدا ہو گیا تھا۔ فصیح العصر حضرت نوحؔ ناروی نے لفظ (اُمید) کو لفظ (خیال) سے بدل دیا۔ اب ردیف مضبوط ہوگئی۔ اس مسئلہ ردیف کے متعلق ایک نکتہ ہم عرض کرنا چاہتے ہیں۔ واضح ہو کہ کسی ردیف کے پہلو دار ہو جانے کا عیب صرف اُسی وقت تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب ردیف مذکور میں دو یا دو سے زائد برابر کے پہلو پیدا ہوتے ہوں یعنی از روئے محاورۂ زبان پیدا شدہ پہلوؤں کی گنجائش یکساں طور پر اُس زمین میں ہو۔ ورنہ ردیف مذکور پہلو دار نہیں سمجھی جائیگی۔ فرض کیجئے کہ کسی ردیف میں اصل پہلو کے علاوہ ایک اور ہلکا سا پہلو پیدا ہوتا ہو تو ردیف مذکور (پہلودار) نہیں کہلائے گی۔ درحقیقت یہ ایک نازک بحث ہے۔ صرف ضمنی طور پر ہم نے یہ چند جملے عرض کر دیئے ہیں۔ ورنہ اس مسئلے کی بحث کا حق اُسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے۔ جب اس کے متعلق ایک علیحدہ اور مستقل مضمون سپرد قرطاس کیا جائے۔

حافظ ؎ رُخ پہ مثل نقاب ہے سہرا پرتو آفتاب ہے سہرا

اصلاح ؎ رُخ پہ مثل نقاب ہے سہرا جلوۂ آفتاب ہے سہرا

ہمارے نزدیک جناب حافظ صاحب کا مطلع بالکل صحیح تھا۔ حضرت نوحؔ نے (پرتو) کی جگہ (جلوہ) اس لئے بنا دیا کہ اُردو زبان میں عام طور پر لفظ (پرتو) صرف (سایہ) یا (پرچھائیں) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (دھوپ) کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ فارسی زبان میں بیشک یہ لفظ (پرتو) بمعنیٔ (آفتاب) یعنی (دھوپ) بھی استعمال ہوتا ہے۔ فارسی جاننے والے بعض اوقات فارسی کے مخصوص لغات و تراکیب اُردو میں استعمال کر جاتے ہیں لیکن تاج الشعراء حضرت نوحؔ مدظلہٗ ایسے مخصوص محاورات فارسی سے احتراز فرماتے ہیں۔ یہ درحقیقت فصاحت زبان کی بحث ہے اور بڑی وسیع بحث ہے۔ حضرت نوحؔ مدظلہٗ کا عمل اس امر مخصوص میں قبلہ حضرت داغؔ علیہ الرحمہ کے شعر ذیل پر ہے۔ ؎

کہتے ہیں اُسے زبان اُردو جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا

یہ اپنی اپنی روش اور اپنی اپنی پسند ہے۔ اکثر اساتذۂ وقت اصول مذکورۂ صدر کے پابند نہیں ہیں۔ لیکن اُنکی یہ روش کسی طرح اُن کی اُستادی کے منافی نہیں سمجھی جا سکتی۔ کیونکہ شروع سے ہزاروں فارسی محاورے داخل زبان اُردو ہیں۔ کُل اساتذہ کا احترام ہم پر واجب ہے۔ اصلاح کے بعد ہمارے عنایت فرما جناب منشی وکیل احمد صاحب حافظ غازیپوری

کے مصرعِ ثانی میں لفظ (لیکن) مُقدّر ہے اور جناب حافظ کے مخصوص رنگ سخن کے لحاظ سے لفظ مذکور کا اس طرح مقدر ہونا بالکل معقول ہے۔ اپنے اس مُسلسل مضمون کی دوسری قسط مندرجۂ اشاعت نومبر ۱۹۳۱ء میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اساتذہ کا قاعدہ ہے۔ شاگردوں کا کلام بناتے وقت اپنے اصلی رنگ کے علاوہ شاگردوں کے مخصوص رنگِ سخن کو بھی وہ ملحوظ رکھتے ہیں۔ کیونکہ کُل تلامذہ اپنے اُستاد کے رنگِ سخن کا پورا اتباع نہیں کرتے۔ ہمارے ان الفاظ سے حضرت حافظ کے مخصوص رنگِ کلام پر اشارہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ اقساط میں خود بخود آ جائے گی۔

(عابد مسیح مُراد آبادی)

غزل

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ)

آج موقع حساب کا کیا ہے　　حشر کے دن جزا سزا کیا ہے
نگہِ ناز پھر حیا کیا ہے　　وہ ادا کیا تھی یہ ادا کیا ہے
اپنے ہاتھوں جو آپ مرتا ہو　　ایسے بیمار کی دوا کیا ہے
جرم سے پہلے پوچھ لیتا ہوں　　مجرمِ عشق کی سزا کیا ہے
کیا بتاؤں تری محبّت میں　　دیکھتا کیا ہوں سوجھتا کیا ہے
اُن کے آنے میں اس قدر تاخیر؟　　جذبۂ دل یہ ماجرا کیا ہے
میری عشرت کا اور کچھ ساماں　　حسرت و یاس کے سوا کیا ہے
بے وفائی کا آپ کی چرچا　　اور ہوگا ابھی ہُوا کیا ہے
تیری غمّاز ہے نظر تیری　　جُرم میرا مری خطا کیا ہے
تو نے زاہد کبھی نہ پی ہوگی　　کیا بتاؤں تجھے مزا کیا ہے
مجھ کو دُنیا بُرا کہے تو کہے　　مجھ کو دُنیا سے واسطا کیا ہے
دل پر اپنے جب اختیار نہیں　　پھر کسی اور سے گلا کیا ہے
داغؔ سے تھا نیاز جن کو عزیزؔ　　اُن کے کہنے کا پوچھنا کیا ہے

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم اے ۔ بی ٹی)

خط نمبر ۲۲

عزیز گرامی ۔ سلام و رحمت ۔ کھیل کے متعلق میں کیا لکھوں ۔ انکی اہمیت کا تعلیمی دنیا میں ہر سو غلغلہ بلند ہے ۔ طریقۂ تعلیم کی کتابیں نئی ہوں یا پرانی کھیلوں کی ضرورت اور اہمیت پر یک زبان ہیں ۔ آپنے یہ فقرہ ضرور پڑھا ہوگا کہ واٹرلو کی فتح ایٹن کے کھیل کے میدانوں میں حاصل کی گئی تھی ۔ اس کا مطلب میں تو یہی سمجھا ہوں کہ جو تربیت فاتح واٹرلو کی مدرسہ کی کھیلوں میں کی گئی تھی وہ بعد کی زندگی میں بیحد ممد و معاون ثابت ہوئی ۔ شائد میرا خیال صحیح ہو یا اس کا کوئی اور مطلب ہو ۔ بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کھیل کا میدان تربیت میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو مدرسہ کا تعلیمی کمرہ اور اسی وجہ سے کھیل کے میدان کو مدرسہ کا کھلا کمرہ کہتے ہیں۔

کھیل کے متعلق ماہرین تعلیم کے جدید نظریے گوناگوں ہیں ۔ ایک طبقہ کا خیال یہ ہے کہ بچہ میں قوت کار ENERGY زیادہ ہوتی ہے ۔ لیکن اس کے استعمال کے مواقع بہت کم ۔ اس لئے فالتو انرجی کھیل کی شکل میں نکلتی رہتی ہے ۔ اس کو ایک عام فہم مثال میں یوں سمجھئے کہ بچہ ایک انجن ہے کہ جس میں سٹیم زیادہ ہونے کی وجہ سے ڈرائیور سٹیشن پر آ کر اُس کو باہر نکال دیتا ہے ۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس زائد بھاپ کو بھی بیکار نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اس سے گاڑیوں کو گرم کیا جاتا ہے یا اس سے چھوٹا سا پریس چلا لیتے ہیں۔ جس سے تھوڑی بہت چھپائی ہو جاتی ہے ۔ اس سے خواہ کچھ ہی کام لیا جائے ۔ لیکن بذات خود انجن کو یہ کوئی خاص فائدہ نہیں دیتی ۔ اُس کے کل پُرزوں کو نہ مضبوط بناتی ہے اور نہ اس کو کسی خطرہ سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسانی دماغ نے اس ذرا سی زائد بھاپ کو بیکار نہیں چھوڑا تو وہ احسن الخالقین اس سے کیا فائدہ بخشتا ہے ۔ بچہ کے کھیل کو شروع سے ملاحظہ فرمائیں ۔ ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اس کا یہ کھیل اُس کے ہاتھ پاؤں میں حرکت اور طاقت بخشتا ہے ۔ اس کے بعد کھیل کو درجہ

بدرجہ غور سے دیکھتے چلے جائیں وہ ہر وقت اور ہر صورت میں آئندہ زندگی کی تیاری میں ہماری امداد کرتا ہے۔

کارل گروس کا یہی نظریہ ہے کہ کھیل حیوانات کو آئندہ زندگی کے واسطے تیار کرتا ہے۔ اس کا یہ خیال ہے کہ کھیل کے محتاج ...... انہیں حیوانات کے بچے ہوتے ہیں جو پیدائش کے وقت اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنے واسطے خوراک حاصل کر سکیں۔ جو پیدا ہوتے ہی چرنے چگنے لگ جاتے ہیں۔ انہیں کھیل کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ وہ کہتا ہے کہ چوزہ اور بلی کے بچے کی زندگی کو غور سے دیکھو وہ انڈے سے نکلتے ہی زمین پر ٹھونگیں مارنے لگتا ہے۔ بلی کا بچہ چند ماہ تک اس قابل نہیں ہوتا کہ اپنے واسطے خوراک حاصل کر سکے۔ اس لئے اُسے قدرت کھلاتی ہے اور کھیل کھیل میں اس کو دوڑنا۔ داؤ گھات سکھاتی ہے۔ دیکھو وہ گیند کے پیچھے کس طرح دوڑتا ہے۔ اُسے پکڑتا ہے پھر چھوڑ دیتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ گھات سے نکل کر ایک دم اُسے جا دبوچتا ہے۔ کیا آئندہ زندگی میں اُسے اس طرح چوہے کا شکار کرنا نہیں ہے اور وہ کھیل ہی کھیل میں اس کی مشق نہیں کر رہا ہے۔

کارل گروس کہتا ہے حیوانات کے کھیلوں کو غور سے دیکھو وہ اسی قسم کے کھیل قدرتاً کھیلتے ہیں جو اُس کام سے ملتے جلتے ہیں ۔ جو آئندہ زندگی میں انہیں کرنے ہیں۔ چونکہ انسان کو مختلف اور گوناگوں کام زندگی میں انجام دینے ہیں۔ اس لئے اس کے بچے کھیل بھی صدہا قسم کے کھیلتے ہیں۔ لڑکیوں کو دیکھو گڑیاں کھیلتی ہیں ہنڈکلھیاں پکاتی ہیں کبڈی نہیں کھیلتیں لڑکوں کو دیکھو وہ کھیل بھی مردانہ کھیلتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کھیل سے صرف یہی فائدہ نہیں ہے کہ اس سے بدن میں پھرتی۔ اعضا میں طاقت آتی ہے بلکہ اس سے دیگر زیادہ اہم فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ مدرسہ میں کیا کیا مقاصد ان کھیلوں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب انشا اللہ اگلے خط میں کسی قدر تفصیل سے تحریر کرونگا۔ السلام مع الاکرام

خط نمبر ۲۳

عزیز گرامی۔ پچھلے عریضہ میں واضح کیا گیا تھا کہ کھیل سے جسمانی نشو و نما بوجہ اتم حاصل ہوتی ہے۔ اعصاب میں قوت آتی ہے۔ قوائے ہاضمہ کو تقویت ملتی ہے۔ خون صاف ہوتا ہے۔ دل اور پھیپھڑے مضبوط ہوتے ہیں۔ جسم پر بچّہ کو قابو حاصل ہوتا ہے۔ حرکات زیادہ منضبط ہوتی ہیں۔ قوت برداشت بڑھتی ہے لیکن اس کے فوائد محض جسمانی تربیت تک ختم نہیں ہو جاتے بلکہ آگے بڑھ کر اخلاقی اور مجلسی فوائد بھی اس سے مترتب ہو سکتے ہیں۔

بچہ کھیل میں آزاد ہوتا ہے۔ کوئی بیرونی مجبوری اور پابندی اس کی حرکات پر عائد نہیں ہوتی۔ وہاں اس سے وہ سرزد ہوتا ہے جو اس کا دل چاہتا ہے وہ اسی کے احکام بطیب خاطر مانتا ہے جس کو وہ خود اپنا کپتان

منتخب کرتا ہے۔ انہیں قواعد کی پابندی کرتا ہے جو خود اس کی برادری نے قرار دیئے۔ مدرسے کے کمرے سے کھیل کا میدان اس کے واسطے قطعی طور پر نرالی دُنیا ہوتا ہے۔ وہاں اُستاد کی مرضی قانون ہے۔ یہاں خود اس کی اور اس کے بھائیوں کی مرضی وہاں شخصی حکومت ہے۔ یہاں جمہوری سلطنت۔ وہاں اس سے بیرونی قوانین کی پابندی کرائی جاتی ہے۔ یہاں اپنے قواعد کی خود عزت کرتا ہے۔ اور اس لئے انکا انتہادرجہ کا پابند ہوتا ہے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ صحیح معنی میں فرمانبرداری کا سبق کھیل کے میدان میں سیکھتا ہے۔ اس کے کپتان کے احکام کی بلا حیل وحجت پابندی آئندہ اس میں قوانین شہریت کی پابندی کا مادہ پیدا کرتی ہے۔

معمولی حالات میں کھیل مصاوقت اور حسنِ صحبت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر منظم کھیل خرابیاں پیدا کرتے ہیں لیکن منظم کھیل بہت سے مجلسی فوائد کے ثمر ہوتے ہیں۔ مدرسہ کی دُنیا میں غیر منظم کھیل کا توسرے سے نام ہی نہیں اس لئے اُن نقصانات کا اندیشہ ہی نہیں جو اس صورت میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

تیسرا فائدہ کھیل سے یہ ہے کہ تعاونِ عمل کی صلاحیت طلبا میں پیدا ہوتی ہے۔ گروہوں کے کھیل اس بات میں بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ بچہ محسوس کرتا ہے کہ اپنی ٹیم کے سب کھلاڑی ہار اور جیت میں برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے کام بھی دوش بدوش اپنی بہترین کوشش اور طاقت سے کرنا چاہئے۔ مختلف اقوام و مذاہب سے تعلق رکھنے والے بچے ایک ٹیم میں ہوتے ہیں۔ انکا نصب العین ایک ہی ہوتا ہے۔

ایک ٹیم میں کھیلنے والوں کو احساس ہوتا ہے کہ ہم سب کے حقوق مساوی ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ مارنا انکی ٹیم کے واسطے مضر پڑتا ہے بلکہ بعض مرتبہ انہیں ضرورت پڑتی ہے کہ ذاتی فوائد کو جماعت کے فوائد پر قربان کردیں گویا انفرادیت جماعت میں محو ہو جاتی ہے اور اکثرت میں وحدت پیدا ہوتی ہے جو کسی نہ کسی شکل میں دُنیا کی ہر جماعت اور ہر طبقے کا مطمح نظر ہے۔ جو شہری اپنے ذاتی فوائد پیش نظر رکھتا ہے وہ خود غرض آدمی اچھا شہری نہیں۔ جو کھلاڑی ذاتی فوائد خیال کرتا ہے۔ وہ اچھا کھلاڑی نہیں بلکہ اپنی ٹیم کی شکست کا موجب ہوتا ہے۔ کیا یہ احساس بڑے ہو کر ایک اچھے شہری بننے کا مادہ بچہ میں پیدا نہیں کر سکتا۔

ضبط وتنظیم کا بہترین سبق کھیل کے میدان میں حاصل ہوتا ہے۔ کرکٹ میں دیکھ لو ذرا فیلڈنگ خراب ہُوا اور کھیل بگڑا۔ فٹبال اور ہاکی میں ذرا بے قاعدگی ہوئی اور گول ہُوا۔ کبڈی کو لے لو ذرا کھلاڑیوں نے قلعہ توڑا اور پالا ہاتھ سے گیا۔

کھیل کے میدان میں ٹیم اپنے سکول کے نام پر مرتی ہے۔ مدرسہ کی عزت کو قائم اور برقرار رکھنے شہرت کو استوار کرنے میں بہترین کوشش کرتی ہے۔ کیا درسگاہ کی محبت کا اس سے زیادہ اظہار کسی اور جگہ ہو سکتا ہے۔ اور کیا یہی خیال آئندہ دردِ ملت اور حُبِ وطن کی بُنیاد ثابت نہیں ہو سکتا۔

کھیل میں امپائر کا فیصلہ ناطق ہوتا ہے۔ کسی کو مجال نہیں کہ اس کے خلاف دم مار سکے۔ باہر سے آنے والی ٹیم کی عزت بطور مہمان کے کرنی ہوتی ہے۔ ہار جانے کی صورت میں انتقام کے جذبات کو اور فتح کی حالت میں جذبات خوشی کو قدرے دبانا پڑتا ہے۔ کیا یہ دوسرے کے جذبات کے احترام کا بہترین عملی سبق نہیں ہے +

رمزی

اُستاذ السلطان حضرت جلیل القدر جلیل مدظلہ جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم

کی رہنمائے تعلیم کے "جوبلی نمبر" میں تصویر دیکھ کر

قطعہ

یہ انہیں معجز بیاں کی بولتی تصویر ہے
جن کا لوہا مانتے ہیں شاعرانِ نکتہ داں

نام سے جن کے ہوا نام و نمودِ شاعری
جن کا ہے ملکِ سخن میں آجکل سکہ رواں

جن کی ہے معجز بیانی باعثِ احیائے نظم
جن کی ہے جادو بیانی۔ بے قرین و بے قراں

فخر ہے جن پر فصاحت کو۔ بلاغت کو ہے ناز
ہند بھر میں شستہ و برجستہ ہے جن کی زباں

ہیں جو کسریٰ رازدارِ مشربِ رازِ سخن
نکتہ سنج و نکتہ داں شیریں سخن شیریں بیاں

دھوم ہے چرچا ہے جن کا عالمِ ایجاد میں
گلشنِ معنی کے ہیں جو بلبلِ رنگین بیاں

جن کے دم سے لہلہاتا ہے گلستانِ کمال
فخر کرتی ہے زباں پر جن کی خود اُردو زباں

جن کا ہر اک شعر سحرِ سامری کا ہے جواب
جن کی معنی آفرینی ہو نہیں سکتی بیاں

حاسدوں کے حق میں جن کے شعر ہیں تیرِ غضب
دوستوں کے حق میں جن کے شعر ہیں آرامِ جاں

ہیں یہی حضرت جلیل شاہِ اقلیمِ سخن
جانشینِ حضرتِ مینائی مینو مکاں

ہیں یہی جن سے تلمذ کا مجھے ہے افتخار
ہیں یہی جن سے لیا کرتا ہوں میں درسِ زباں

ہے دعا شام و سحر کسریٰ کی اے ربِ جلیل
یہ رہیں آباد جب تک مہر و مہ ہیں ضوفشاں

غلام حسن کسریٰ

عورتوں کی تعلیم

(از لالہ تیج رام صاحب ڈیروی ہیڈ ماسٹر بستی سبانی ضلع مظفر گڑھ)

تعلیم نسواں کے متعلق اس وقت ہمارے ملک میں ایک شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ضرورت سے کسی کو انکار نہیں۔ رسوم باطلہ او ہام فاسدہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ عورتوں کی تعلیمی کمی کا بھاری ثبوت ہیں۔ عورت ہو یا مرد قوائے عقلیہ کی ترقی ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ انسانی زندگی بمنزلہ ایک گاڑی کے ہے۔ مرد اور عورت اس کے دو پہیئے ہیں۔ اگر گاڑی کے دونو پہیئے درست حالت میں نہ ہوں۔ تو گاڑی کا چلنا مشکل ہے۔ مرد اور عورت کا تعلق چولی دامن کا ہے۔ زندگی کی دوڑ دھوپ میں ہر دو کا ہم خیال ہونا ضروری ہے۔ جب تک عورت مرد کی معاون اور صلاح کار نہ ہو۔ اس کے اعلےٰ خیالات کی تائید نہ کرے۔ اور زندگی کی مشکلات میں مرد کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہو کر مددگار نہ ہو۔ مرد کا کامیاب ہونا مشکل ہے۔ ابتدا سے اس وفادار ہستی نے مرد کا ساتھ پکڑا۔ اس پاک ہستی نے دنیا کو پیدا کیا۔ مگر انسانی نسل کو اپنے کارخانہ میں ڈھالنے والی مشینیں یہی عورتیں قرار دی گئیں۔ جیسا چاہیں اولاد کو بنا سکتی ہیں۔ اس لئے انسان کو اس کی بھلائی کے وسائل اختیار کرنے ضروری ہیں۔ جب تک عورتوں کی بہتری میں کوشش نہ کی جائیگی ملکی ترقی محال ہے۔ مردوں کا یہ خیال کہ عورتیں ناقص العقل ہیں۔ ان میں کسی بڑے کام کے کرنے کی صلاحیت اور قابلیت ہی نہیں درست نظر نہیں آتا۔ دور حاضرہ میں مہذب ملکوں میں عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور وہ جملہ روحانی۔ دماغی۔ جسمانی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قدرت نے عورتوں میں اہم سے اہم کام کرنے کی صلاحیت بخشی ہے۔ پس انکو علم جیسی نعمت غیر مترقبہ سے محروم رکھنا قرین مصلحت نہیں۔ بلکہ یہ ظلم ہے کہ ہم ان پر اصلی خوشی کے دروازے بند کر دیں۔

گھر کی سلطنت میں عورت وزیر ہے۔ جس سلطنت کا وزیر ان پڑھ ہو اس کا خدا حافظ۔ آج نہ بگڑی کل بگڑی۔ اگر وزیر تعلیم یافتہ ہو۔ تو اس کا ہر ایک کام خوش اسلوبی سے سرانجام ہوتا رہیگا۔ بعض پوشیدہ امورات میں مرد کو عورت سے ضرور ہی مشورہ لینا پڑتا ہے۔ بیٹا بیٹی کے لین دین تو اکثر عورت کی رائے پر موقوف ہیں۔ اگر یہ رائے تیر بہدف ہو۔ تو راحت۔ ورنہ ہمیشہ کی کلفت۔ لوگ ہنستے ہیں۔ نام و نمود گھٹ جاتا ہے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ عورتوں کو تعلیم دلانے سے کیا حاصل؟ کیا ان سے نوکریاں کرانی ہیں؟ بلکہ وہ علم پڑھ کر آزاد ہو جائینگی۔ ان کا اخلاق بگڑ جائیگا۔ خط و کتابت شروع ہوگی۔ شوخ چشم اور گستاخ بن جاتی ہیں۔ قابو سے باہر ہو

جاتی ہیں۔ اپنے مردوں کی پوری طرح تعظیم نہیں بجالاتیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ علم بگاڑنے والی شے نہیں۔ بلکہ علم ایک نور ہے جو جہالت کے اندھیرے کو دُور کرکے چاہ میں گرنے سے بچاتا اور شاہراہ شرافت کی طرف لے جاتا ہے تعلیم سے انسان دانا اور خوش اخلاق بنتا ہے۔ نیکیوں کی ترغیب اور بُرائیوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور تعلیم کا اصلی مدعا یہ ہے۔ کہ انسان انسان بنے۔ راہ حقیقت کو پہچانے۔ دیانتداری اور ایمانداری سیکھے۔ جائز اور ناجائز کی تمیز کرے۔ کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ پس اس میں علم کا قصور نہیں۔ بلکہ بُری صحبت اور غافل ماں باپ کا قصور ہے۔ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

بُرائی ہمیشہ بُری صحبت اور ناہموار فطرت اور ناخوشگوار واقعات سے حاصل ہوتی ہے۔ چند نیم خواندہ عورتوں کی مذموم مثالوں سے یہ کُلیہ بنالینا۔ کہ تعلیم عورتوں کے اخلاق پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ درست نہیں تعلیم یافتہ مردوں میں ایسی بہت سی مذموم مثالیں موجود ہیں۔ جنہیں سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن آج تک مردوں کی تعلیم کے برخلاف کوئی کلیہ نہیں بنایا گیا۔

ہندوستان میں بچّوں کی اموات کی کثرت یہاں کے طبقہ نسواں کی جہالت کا پتہ دیتی ہیں۔ اگر ماں خود تربیت یافتہ۔ حفظان صحت کے طریقوں سے واقف اور بچّوں کی سرشت اور اُن کی پرورش کے اصولوں سے آشنا ہوگی۔ تو وہ بچّے کی پرورش اور اس کی اہم اور نازک ذمہ واریوں کو بطریق احسن سرانجام دے سکیگی۔ بچّے کی صحت کا دارومدار زیادہ تر اُس کی ماں کی قابلیت پر موقوف ہے۔ جس گھر میں ماں باپ تعلیم یافتہ ہونگے۔ ان کی اولاد بچپن سے آداب گفتگو۔ خورد و نوش۔ نشست و برخاست بزم و مجلس سے آشنا۔ رموز حقیقی سے واقف ہوتی ہے۔ تعلیم یافتہ مہذب گھرانوں کے ہونہار جب عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔ تو وہ اپنے حسن سلوک سے لوگوں کو گرویدہ کر لیتے ہیں۔ ہندوستان کی دیہاتی آبادی کا کثیر حصہ تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ عورتیں حساب کتاب نہیں جانتیں۔ اور انہیں اپنے مردوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کو فضول رسم و رواج اور کاروبار میں خرچ کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں ہوتا۔ وہ مردوں کی تکالیف کا اندازہ نہیں کرسکتیں اپنے غیر ضروری زیورات اور پارچات پر خرچ کرنے سے ذرا بھی فرق نہیں کرتیں۔ جب اُن کے سمجھانے بجھانے کی کوئی تدبیر یا اصلاحی کام شروع کیا جاتا ہے۔ تو وہ مردکی مخالفت پر تیار ہو جاتی ہیں۔ جس سے کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔ پس عورتوں کے خیالات اعلےٰ بنانے اور اُن کو تعلیم دینے کی بہت ضرورت ہے۔ کار خیر کے اصولوں کی پابندی مرد اور عورت دونو پر یکساں فرض ہے۔ اعمال اور افعال کی ذمہ واریاں دونو پر یکساں ہیں۔ جب یہ دونو باتیں یکساں ہوں۔ تو تحصیل علم کا حق بھی دونو پر یکساں ہے۔ مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں ابتدائی تعلیم کا کام طبقہ نسوان کے سپرد ہے۔ اُن کا یہ فطرتی انتخاب نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ بچّے عورتوں سے مانوس ہوتے ہیں۔ اور وہ اُنہی کی گود میں پلے ہیں۔ عورتیں بچّوں کی فطرت سے بخوبی واقف ہیں۔ کیونکہ فطرت نے بچّے کی پرورش کا کام انہی کے سپرد کر رکھا ہے۔ عورتیں

مختلف حیثیتوں سے مختلف اوقات میں مرد کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ عالی خیال عورت مرد کے چال چلن پر اچھا اثر ڈالتی ہے
دُنیا کی تاریخ میں نمایاں حصہ عورتوں کا ہے۔ مردوں نے جتنے کام کئے۔ وہ عورتوں کی بدولت۔ نپولین بونا پارٹ جسکی بہادری
کی دھاک سارے یورپ میں تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی بہادری اور بزرگی کی داد اپنی ماں کو دیا کرتا تھا۔ قوانین اور قواعد بنانے
والا لارڈ میکالے اپنی ماں کے سبب اس درجے پر پہنچا۔ عرب کے معرکوں میں عورتوں نے جو تیغ زنی کے جوہر دکھائے۔
اُن پر ہمیشہ تحسین اور حیرت کا اظہار کیا گیا۔ چاند بی بی کے فوجی کارنامے دُنیا کے سورماؤں کے لئے عبرت آموز ہیں ملکہ
الزبتھ۔ ملکہ وکٹوریا۔ نور جہاں۔ رضیہ بیگم۔ اہلیا بائی نے نظام سلطنت میں جس خوش اسلوبی اور دور اندیشی سے جہانبانی
کی اہم ذمہ داریوں کو سرانجام دیا۔ وہ تاریخ سے ظاہر ہے۔

ٹاک ول وزیر اپنی بیوی کی بدولت نیک دل بنا رہا۔ مہاکوی کالیداس نے اپنی بیوی کی بدولت شہرت پائی۔ رکمنی جی
شری کرشن سے سنسکرت میں خط وکتابت کرتی تھی۔ لیلاوتی کی حساب دانی مشہور ہے۔ چندر ہارس کی بیٹی بکیا نے ایک
سنسکرت کے چھوٹے سے حرف سے ایک بے گناہ کی جان بچالی۔ باپ کے نامۂ اعمال پر خون کا الزام نہ آنے دیا۔
سیواجی کو چھتر پتی بنانے والی اس کی ماں تھی۔ ترکوں کو بہادری کا سبق پڑھانے والی اُن کی مائیں تھیں۔ راجپوت انیاں
اپنی لوری میں بچوں کو تعلیم دیا کرتی تھیں۔ مندالسہ دیوی نے لوری کے ذریعے اپنے بچوں کو ودوان بنا دیا۔ گورو نانک۔
سری کرشن۔ رامچندر جی۔ پڑھی لکھی مائیں پیدا کر سکتی ہیں۔ اسلاف کے زریں کارناموں سے پایا جاتا ہے کہ عورتیں مردوں کی
نسبت کم عقل واقع نہیں ہوئی ہیں۔ اس لئے اگر ان کو بڑھایا جائے تو ممکن نہیں۔ کہ یہ لڑکوں سے پیچھے رہیں۔ لوگ لڑکیوں
کو اُن کے سسرال میں عزت کے لئے بھاری بھاری زیور دیتے ہیں۔ مگر زیور علم اُن کو ہمراہ نہیں دیا جاتا۔ جو حقیقی عزت کا
باعث ہے۔ ان پڑھ مائیں جہاں گائے اور بکری کی فرضی من گھڑت کہانیاں بچوں کو سناتی ہیں۔ بی لاؤں سپاہی
آیا۔ ہوّا سے ڈراتی ہیں۔ اس کی بجائے پڑھی لکھی مائیں اسلاف کے زریں کارنامے سُنا کر بچوں کو دلاور اور شجاع
بنا دینگی۔ لڑکیاں جس قدر تعلیم یافتہ۔ پاکیزہ خیال۔ ذکی الطبع اور زود فہم ہونگی۔ اُسی قدر آنے والی نسلیں راستباز اور
نڈر پیدا ہونگی۔

جاہل بیوی کی تنک مزاجی۔ بدسلوکی۔ تلخ کلامی سے گھر کے ارکان میں تو تو میں میں نت کے بدتمیز۔ مرد گھر میں داخل ہوُا۔
اور شکایتوں کا طوفان بپا ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب تک عورتوں کی جہالت کا قلع قمع نہ ہو۔ تو گھر گلزار ارم نہیں بن سکتا
گھروں کی رونق اور خوشی کا انحصار عورتوں پر ہے۔ مرد دن بھر کی محنتوں سے تھکا ماندہ گھر میں داخل ہوتا ہے۔ گھر کی
چیزوں کی باقاعدگی اور خاندان کے ارکان کی باہمی محبت۔ بچوں کی خوشی اور صحت۔ عورت کی محبت آمیز گفتگو۔ خیر اندیشانہ
مشوروں سے اُس کی تمام کلفتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی اسی خوشی پر ناز کرتا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ آنے والی نسلیں نیک
اور بہادر ہوں۔ تو لڑکیوں کو تعلیم دلا کر پڑھی لکھی مائیں پیدا کرو۔ پڑھی لکھی مائیں بچوں کو پڑھا ہوُا سبق یاد کرا دیتی ہیں۔

اُٹھتے بیٹھتے ۔ پھرتے چلتے بے تکان بچے کو وہ کچھ سکھا سکتی ہیں ۔ جو مدرسے کا ماسٹر پاٹھ شالہ کا پنڈت ۔ مکتب کا مولوی دنوں میں انہیں سکھا سکتا ۔ یہ صفائی اور محبت کی تصویریں ۔ شرم اور حیا کی پتلیاں تعلیم پا کر قوم کی قوت کا باعث ہوتی ہیں ۔ گھر کی پیچیدگیاں خود ہی سلجھا لیتی ہیں ۔ گھر کا حساب کتاب رکھ کر بچت کے ذرائع سوچتی ہیں ۔ بچوں کو صحت کے اصولوں کے مطابق خوراک اور لباس دیتی ہیں ۔ مردوں کی مصیبتوں میں ممد و معاون ہو کر آلام و تفکرات سے بچاتی ہیں ۔ جہاں کہیں تعلیم یافتہ لڑکیاں موجود ہوں ۔ اُن کے لئے تعلیم یافتہ وروں کو ترجیح دینی چاہیئے ۔ تعلیم یافتہ ور کو رشتہ ناطہ کے لئے زیادہ پسند کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح لڑکی کے دل میں بھی یہ زبردست خواہش ہوتی ہے کہ پڑھے لکھے کے ساتھ نسبت ہو ۔ مگر اس ملک کی رسم ہے کہ لڑکیاں زبان سے ور کا انتخاب نہیں کر سکتیں ۔

تعلیم یافتہ عورت جاہل مرد سے بھی نباہ نہیں کر سکتی ۔ اس سے گھریلو زندگی میں خلل پڑ جاتا ہے ۔ تعلیم یافتہ جوڑے کی گھریلو زندگی اور اولاد کی روحانی طاقت قابل رشک ہوتی ہے ۔ مردوں کو اپنی تعلیم کا بہت شوق ہے یہ تعلیم اس وقت تک نامکمل ہے جب تک عورتیں پڑھی لکھی نہ ہوں ۔ پس اگر گھروں میں صفائی اور سلیقے کے دل خوش کُن منظر دیکھنے منظور ہوں ۔ تو تعلیم نسواں کو ترقی دو ۔ اور لڑکیوں کو تعلیم دلاؤ ۔

فطرۃً عورت اور مرد کے فرائض مختلف ہیں ۔ جو کام فطرت نے عورتوں کے واسطے مخصوص کئے ہیں ۔ اُسے مرد نہیں کر سکتے ۔ اس لئے تعلیم نسواں کا مقصد وہی نہیں ہو سکتا ۔ جو مردانہ تعلیم کا ہے ۔ ان میں ایسی تعلیم کی ضرورت ہے ۔ جو انکی نسوانیت کو مکمل کرے ۔ اور انہیں مکمل اور مفید عورت بنا دے ۔ اور اُن نازک اور اہم ذمہ داریوں کو سرانجام دینے میں مفید ثابت ہوں ۔ جو ان پر ماں ۔ بہن اور عورت کی حیثیتوں سے واقع ہوتی ہیں ۔ اور جو انہیں اعلےٰ اخلاق اور روحانی مدارج کے حاصل کرنے میں خضر راہ کا کام دیں ۔ خواتین سلف کے واقعات سے اُن پر روشنی ڈالی جائے ۔ کہ اُنکے لئے صرف وحدہٗ لاشریک کی ذات پاک لائق پرستش ہے ۔ اگر ابتدا میں یہ رنگ اُنکی روح اور قالب پر چڑھ گیا ۔ تو کبھی پھر زائل نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ کوئی رنگ اس پر غالب آ سکتا ہے ۔ علاوہ اس کے سلیقہ شعاری ۔ قوت انتظامی ۔ حب قومی و ملکی شیوہ زندگی حسن معاشرت ۔ کفایت شعاری کا سبق سیکھیں ۔ ان میں خودداری کا مادہ پیدا ہو ۔ ضبط کی طاقت حاصل ہو ۔ تاکہ وہ خود اور اپنے بچوں کی فیشن پرستی فضول خرچی اور مخرب اخلاق کے زہر آلود اثر سے حفاظت کر سکیں ۔ اپنے اور اپنے بچوں کو مفید ملک و ملت بنا سکیں ٹریننگ انسٹی ٹیوشنوں یا پرائمری سکولوں میں ایسی قابل اُستانیاں تیار ہوں ۔ جو عملی زندگی کا ان لڑکیوں پر جو آئندہ مائیں یا بیویاں ہونے والی ہیں ۔ اثر ڈال سکیں ۔ سینا پرونا ۔ لکھنا ۔ پڑھنا ۔ بزرگوں کا ادب ۔ گھریلو دستکاری ۔ اُصول خانہ داری ۔ ایسے طریقوں سے سکھائے جائیں کہ نیک بیبیوں کی قابل رشک زندگی معلوم ہو ضروریات

زندگی کے مطابق حساب سکھلایا جائے۔ اس سے بیوی گھر میں کوڑی کوڑی کا حساب رکھیگی۔ خدمتگار کو چوری کا موقعہ کم ملیگا۔ آمد و خرچ پر نظر رہے گی۔ جائز اور ناجائز اخراجات کا موازنہ ہوگا۔ کیونکہ عورتیں قدرتاً جزورس واقع ہوئی ہیں۔

اگرچہ اس وقت تعلیم نسواں جیسی اہم اور ضروری تحریک کے راستے میں بہت سی روکاوٹیں حائل ہیں۔ قابل اُستانیوں کا فقدان ہے۔ لوگ تعلیم نسواں کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔ مالی مشکلات در پیش ہیں۔ مگر یہ تجاویز اس تحریک کی ترویج اور کامیاب بنانے میں مفید ثابت ہونگی۔

(۱) محکمہ کی طرف سے جیسا کہ مردوں کی تعلیمی دلچسپی کے پیدا کرنے کے سامان مہیا کئے جارہے ہیں۔ کم از کم ویسے ہی عورتوں کے لئے بھی کر دیئے جائیں۔

(۲) قابل معلمات پیدا کرنیکے لئے ضلع کے بڑے بڑے مقامات میں زنانہ مڈل مدارس کھولے جائیں۔ جہاں ہندی اور اُردو دونو زبانیں پڑھائی جائیں۔ اور ان میں پرائمری پاس لڑکیاں داخل ہوں۔ اور اُن کو پڑھانیوالی تجربہ کار۔ ٹرینڈ اور نیک معلمات ہوں۔

(۳) نارمل کے داخلہ کا معیار لوئر مڈل یا اپر مڈل ہو۔

(۴) سُست اور بدنام معلمات کی بجائے کارکن۔ محنتی اور نیک چلن اُستانیاں رکھی جائیں۔

(۵) زنانہ مڈل مدارس میں مقابلے کے امتحانوں میں کامیاب ہونے والی لڑکیوں کے وظیفوں کی تعداد بڑھائی جائے۔

(۶) زنانہ مدارس میں کوئی فیس نہ ہو۔ غریب اور نادار لڑکیوں کے لئے سامان نوشت و خواند مفت مہیا کیا جائے۔

(۷) میجک لینٹرن کے نظارے دیہاتی عورتوں کو دکھائے جائیں۔ اور تعلیم یافتہ عورتیں علم کا پرچار کریں۔

(۸) دیہات میں بے بی شو کے ہفتے منائے جائیں۔ تربیت اولاد کے متعلق عورتوں کو اسباق دیں۔

(۹) نیک چلن ریٹائرڈ مدرسین کو معقول امداد دیکر انہیں امدادی زنانہ مدارس کھولنے کی جرأت دلائی جائے۔

(۱۰) زنانہ امدادی مدرسہ کھولنے والے کو مردانہ مدرسہ کھولنے والے پر ترجیح دی جائے+

ضروری گذارش

جن جن اصحاب کرام کو نسوانہ نمبر پسند آیا ہے وہ اپنی اپنی رائے گرامی سے جلد شاد کریں۔ اور جن اصحاب کو کوئی بات اس میں ناپسند دکھائی دی ہے۔ وہ بھی اپنی رائے سے مطلع کریں تاکہ اس کی اصلاح کی جائے۔ (منیجر)

جذباتِ دعا

دماغ آسماں سے بھی اُنکا اُدھر ہے — بھلا ایسی نخوت کا کیا ہے ٹھکانہ
کوئی میری جانب سے جا کر یہ کہدے — رہے گا نہ یکساں ہمیشہ زمانہ
وہ کہتے ہیں کیا گوش دل سے سنیں ہم — تمہاری کہانی تمہارا فسانہ
جسے جاں نثاری کا ہوتا ہے دعوےٰ — قضا کا نہیں ڈھونڈھتا وہ بہانہ
گرفتار ہیں آج قید قفس میں — مگر کوئی گذرا ہے ایسا زمانہ
ہمیں رات دن لطف گلشن تھا حاصل — چمن میں ہمارا بھی تھا آشیانہ
مجھے اُن کی باتوں کا کیونکر یقیں ہو — نہیں اُن کی باتوں کا کوئی ٹھکانہ
نہ آنا نہ جانا نہ ملنا ملانا — کبھی کوئی حیلہ کبھی کچھ بہانہ
مجھے جن سے اُمید تھی دوستی کی — اُنہیں نے مرے ساتھ پہلو تہی کی
اِدھر صبحدم کوئی گھر کو سدھارا — اُدھر ہو گئے حضرتِ دل روانہ
تمنائے ناوک میں دونوں تھے مضطر — جگر چھد گیا آنچ آئی نہ دل پر
مگر کیا ہے میری خطا بندہ پرور — خطا کر گیا آپ ہی کا نشانہ
ذرا ہوش میں آؤ اے حضرت دل — اُمیدِ وفا عشق و اُلفت میں مشکل
ابھی تم زمانے سے واقف نہیں ہو — ابھی تم نے دیکھا نہیں ہے زمانہ
وفا پر جفا ہے گلے پر ستم ہے — نہ عقبےٰ کا ڈر ہے نہ دُنیا کا غم ہے
حسینوں کی باتیں ہی سب سے جدا ہیں — نرالی حکومت نیا کارخانہ

حقیقت میں اتنا ہے بس قصۂ غم
محبت تھی لیلےٰ و مجنوں میں باہم
مگر حاشیئے اہل الفت کے دیکھو
اسی بات کا کر دیا اِک فسانہ
جو رندوں میں آئے تو پی لو ذرا سی
نہیں بے محل ایسی تکرار اچھی
ابھی سے قیامت کا کیا خوف زاہد
ابھی اُس کے آنے میں ہے اک زمانہ
غریبی میں فکرِ رسا آسماں پر
نہیں بختِ بد کی شکایت زباں پر
دعاؔ ہم بھی شاعر ہیں فضلِ خدا سے
ہماری طبیعت بھی ہے شاعرانہ

(محمد مرتضیٰ حسن دعاؔ ڈبائیوی)

مآلِ حُسن

(از نسیم نور محلوی)

باغ میں دوشیزہ کلیوں کا تبسم دیکھئے
غنچۂ لب بستہ کی شانِ تکلّم دیکھئے
واصفِ گلزار ہے مُنہ بند کلیوں کا جمال
داد کے قابل ہے خاموشی میں یہ حُسن مقال
یہ چمن ۔ یہ پھول ۔ یہ پھولوں کے ہنسنے کی ادا
یہ عنادل کی زباں پر نغمۂ راحت فزا
موتیا کا نازِ رعنائی ۔ یہ چمپا کا جمال
منظرِ گلشن نظر آتا ہے فردوسِ خیال
جھومتا ہے سبزۂ بیگانہ کس انداز سے
بے خبر شاہد ہے بے چارہ فنائے راز سے
چشمِ ظاہر بیں میں ہے یہ ساونی پھولی ہوئی
نو بہارِ باغ ہے جورِ خزاں بھولی ہوئی

یہ فروغِ روئے گُل عبرت نشاں ہو جائیگا
ایک دن گلزار پامالِ خزاں ہو جائیگا

۲۰ مارچ کی چھپی

اطلاع مفید عام

۳۱ مارچ

یکم مارچ سے ۳۱ مارچ تک جو صاحب اپنا خط دنیا کے کسی بھی ڈاکخانہ میں ڈالیں گے۔ اُن کو
کوی ونود وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید کی تیار کردہ

امرت دھارا و اس کے پانچ مرکبات و کشتہ سونا

۳/۴ قیمت پر یعنی روپیہ میں ۴؍ کمی پر اور دیگر ادویات و کتب

نصف قیمت پر دیجاوینگی

جو اصحاب اس عرصہ میں روپیہ جمع کرادیں گے اُن کو جب تک وہ روپیہ ختم نہ ہو۔ اس رعایت
کا مستحق سمجھا جاوے گا۔ چاہے جتنی بار میں وہ ادویات و کتب منگوا دیں!
اس وقت تک جن کے پاس فہرست نہ پہنچی ہو۔ وہ ایک کارڈ لکھ کر منگوا سکتے ہیں!

خط و کتابت و تار کیواسطے پتہ:۔ "امرت دھارا" لاہور

المشتہر
مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا سٹرک۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور

رباعیات

(فخر الشعراء جناب بسمل الہ آبادی)

ہر وقت نیاز راز سے ناز کرتا ہوں
بیٹھا ہوا اک ساز سے ناز کرتا ہوں
بسمل کوئی غم خوار نہیں دل کے سوا
سے اپنی ہی آواز سے ناز کرتا ہوں

(اعتبار الملک لسان الہند حکیم الشعراء جناب دل شاہجہانپوری)

پہنچا چمن دہر میں پیغام بہار
ہے جام بکف ساقی شیریں گفتار
مستوں کی طرح جھوم رہی ہیں شاخیں
اب سبزہ خوابیدہ بھی ہوگا بیدار

بیٹھے ہوئے بس اپنا وضا کرتے ہیں
اچھی تری باتوں کو سنا کرتے ہیں
ہے باغ جہاں میں یہی کام اے بسمل
ہر رنگ سے ہم پھول چنا کرتے ہیں
(بسمل)

ساعت تھی جو جوش گل کی پھر آ پہنچی
شام شب اختلاط پھر آ پہنچی
کلیوں نے چٹک کے یہ عنادل سے کہا
دیکھو تو سہی پھر سے بہار آ پہنچی
(دل)

پالش والا

(از جناب مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی)

(۱)

شام کا سہانا وقت میری تفریح کے لئے مخصوص تھا۔ میں جلد جلد ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد لباس تبدیل کر کے سیر کو نکل گیا۔ شہر کے خوبصورت بازار میں تجارتی اصول پر سجی ہوئی دکانیں نظر فریبی کا جال بچھائے ادھر سے گزرنے والوں کو اپنی رعنائی و زیبائی کی مسحور کن کشش میں جذب کر رہی تھیں اور کوئی شبہ نہیں کہ اکثر فیشن نواز بے ضرورت بھی باپ دادا کا اندوختہ اُن کی خریداری میں تلف کر رہے تھے۔ مَیں ان مناظر سے متاثر ہوتا ہوا فرحناک تفرج گاہوں میں داخل ہوا اور وہاں کی صحت آفریں فضا سے مستفید ہوتا ہوا تقریباً دو ڈیڑھ گھنٹے میں مکان کی طرف واپس ہوا۔

یہ میرا روزمرہ کا معمول تھا جس میں خاص خاص اوقات کے سوا کبھی فرق نہیں پڑتا تھا۔ چراغ جلنے کے بعد گھر آ کے گھنٹہ دو گھنٹے بے تکلف احباب سے کسی لطیف و دلچسپ موضوع پر گفتگو رہتی تھی۔ اُس کے بعد آرام کا وقت آ جاتا تھا۔ لیکن ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔

سیر سے آ کر مکان میں داخل ہونے کے ارادے سے جیسے ہی میں نے دروازے میں قدم رکھنا چاہا ویسے ہی کسی طرف سے ایک شکستہ حال لڑکے نے سامنے آ کے سلام کیا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کی ہوگی۔ گلے میں ایک پھٹا کرتا اور پیوند دار شیروانی تھی۔ مگر اتنی ڈھیلی جو کسی طرح اُس کی معلوم نہ ہوتی تھی۔ گمان ہوتا تھا کہ کسی سخی داتا نے اُس کی زندہ حالت پر ترس کھا کے اپنی اُترن عنایت کر دی ہے جو استعمال کی کثرت سے اس حال کو پہنچ چکی ہے۔ پاؤں میں ایک پیوند دار پائجامہ تھا۔ وہ بھی کفالت کا حق ادا کر چکا تھا اور عنقریب ساتھ چھوڑ دینے پر مجبور ہونے والا تھا۔ موسمی برودت نے اُس کے نازنین جسم کو پالا مارے ہوئے پودے کی طرح خشک کر دیا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ٹین کا بکس تھا۔ جسے مضبوطی سے سنبھالے ہوئے تھا۔

میں نے ظاہری وضع دیکھ کے اُس کو فقیر تصور کیا۔ چونکہ زدی حالت اُس کی عسرت زدہ زندگی کا آئینہ تھی اور شکستگی اعانت کی سفارش کر رہی تھی۔ اس لئے سوال کرنے سے پہلے ہی مَیں نے جیب سے اکنّی نکالی اور بکمال لاپروائی سے اُس کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب وہ اُس طرح جھجک کے پیچھے ہٹ گیا گویا میری مٹھی میں اکنّی کے بدلے زہریلا سانپ دبا ہوا ہے۔ مَیں حیران ہو کے اُس کی صورت دیکھنے لگا۔ اُس نے حسرت آلود نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے خودداری کی شان سے کہا۔

"جناب! مَیں فقیر نہیں ہوں!"

"پھر کون ہو؟" میں نے تعجب آمیز لہجہ میں دریافت کیا۔ اُس نے کسی قدر فخریہ طور پر جواب دیا۔
"ایک غریب پالش والا۔ آج کا سارا دن پھیری لگاتے گزرا لیکن کہیں کام نہ ملا آہ! بے چارہ نعیم میرا منتظر ہوگا!"
"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"
"آپ کے جوتے گرد آلود ہو رہے ہیں جو صرف دو پیسے میں آئینے کی طرح چمک سکتے ہیں"
"میرے یہاں پالش کا سامان موجود ہے اور میرا خادم ہر روز دن میں ایک بار یہ خدمت انجام دے دیتا ہے۔
"لیکن وہ اتنی صفائی نہیں کر سکتا۔ جتنی میں کر سکتا ہوں"
اُس کا سبب؟"
"بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ اپنی روزی کی طرف سے مطمئن ہے اور میں غیر مطمئن؟

(۲)

اُس کی شریف صورت، ہقیم حالت اور شائستہ گفتگو نے مجبور کیا کہ میں اُس کی استعانت کا فریضہ ادا کروں۔ اس لئے اُسے عقب میں آنے کا اشارہ کرتا ہُوا مکان میں داخل ہوا اور بیٹھک میں پہنچ کر جوتا اُس کے حوالے کیا۔ وہ چوکھٹ کے پاس بیٹھ گیا بکس کھول سامنے رکھ لیا۔ اُس کے اندر کوبرا پالش، برش اور جھاڑن سلیقے سے رکھے تھے، اُس نے جوتوں کی ڈوریاں کھول کر اولاً گرد صاف کی۔ پھر بڑی تمیز داری سے پالش لگا کے برش پھیرنا شروع کیا۔ چند منٹ کے عرصے میں دونوں جوتے شیشے کی مانند جھلکنے لگے، اگرچہ میرا ملازم روزانہ جوتے صاف کرتا تھا۔ لیکن اُس سے کبھی اتنی صفائی ظاہر نہیں ہوئی تھی پالش والے نے تھوڑی دیر قبل جس خیال کا اظہار کیا تھا وہ لفظ بلفظ صحیح ثابت کر دکھایا۔ چونکہ اُس کی شریف صورتی اور شائستگی پہلے ہی متاثر کر چکی تھی اور اب محنت و سنعدی نے میری ہمدردی کے جذبے کو بیش از بیش کر دیا اور میں نے اُس کی مطلوبہ اُجرت دو پیسوں کے بدلے وہی اکنی جو فقیر سمجھ کے دینا چاہی تھی، اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لڑکے! تمہارے کام نے مجھے بہت خوش کیا۔ واقعی! تم سچے اور محنتی لڑکے ہو اس لئے میں نے تم کو دونی اُجرت دینا تجویز کیا ہے، کل سے تم ہر روز شام سے کچھ پہلے یہاں آ کے جوتے صاف کر جایا کرو۔ مجوزہ اُجرت روز کی روز تم کو مل جایا کریگی"۔

" لڑکے نے شکر گزارانہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ گویا اس کریمانہ سلوک پر اپنی ممنونیت ظاہر کر رہا ہے۔ پھر پالش کی ڈبیا، برش، جھاڑن احتیاط سے بکس میں محفوظ کیا اور ادب آموز عنوان سے فرشی سلام کرتا ہوا چلا گیا۔

اُس دن سے وہ روزانہ شام سے کچھ پہلے میرے یہاں حاضر ہو کے جوتوں پر پالش پھیر جایا کرتا تھا۔ جتنی آمد و رفت بڑھی اُتنے ہی اُس کے شریفانہ جوہر بے نقاب ہونے لگے۔ اُس کی ذات میں محض محنت و دیانت ہی کی صفات موجود نہ تھیں۔ بلکہ غیرت اور خود داری بھی کافی طور پر پائی جاتی تھی۔ اُس کی ظاہری حالت، باطنی کیفیت سے بالکل ہی مختلف تھی وہ تجارت کی طرف بہت زیادہ راغب تھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ خواہش بھی تھی کہ قوتِ بازو سے ترقی کا میدان طے کرے۔ یہی باعث تھا کہ

میرا مالی احسان لینا گوارا نہ ہوا اور جب کبھی میں نے کچھ دینے کا ارادہ کیا تو اُس نے شکریہ کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک روز وہ معمولاً جوتوں پر پالش پھیرنے آیا۔ اتفاق سے مجھے اُس دن ایک دوست کا انتظار تھا جو اُس وقت ایک ضروری معاملے پر گفتگو کرنے والے تھے۔ اس لئے ہواخوری کا عزم فسخ ہو چکا تھا۔ پالش والا اپنی خدمت سے فارغ ہو کے جانے لگا۔ ازبسکہ اُس کی بات چیت میں حلاوت محسوس ہوتی تھی، میں نے خالی وقت اُس کی مہذب باتوں میں گزارنا طے کیا اور اُسے آواز دی۔ وہ فوراً واپس آیا۔ میں نے کمال مہربانی سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ پائیں فرش پر دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے سوال کیا۔

"بھلا! اس کام میں ہر روز کتنی آمدنی ہو جاتی ہے؟"

"پہلے گاہکوں کی کمی تھی مگر اب زیادہ سے زیادہ چھ آنے اور کم سے کم دو آنے روز مل جاتے ہیں۔"

"اُن پیسوں کو کیا کرتے ہو؟"

"کھانے پینے میں صرف کرتا ہوں۔"

"کیا سب خرچ کر ڈالتے ہو؟"

"جی نہیں، آدھی آمدنی خوراک میں صرف ہوتی ہے۔"

"نصف کیا کرتے ہو؟"

"اُسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ نعیم کی تعلیم میں لگاتا ہوں اور دوسرا حصہ سیونگ بنک میں جمع کر دیتا ہوں۔"

"واقعی؟ تم بہت سمجھدار لڑکے ہو ــــــ ہاں نعیم تمہارا کون ہے؟"

"وہ چھوٹا بھائی ہے۔ اُس کا سن نو برس کا ہے اور خدا کے بعد میرے سوا اُس کا کوئی پُرساں بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم ملازمت پسند کرتے ہو؟"

"بالکل نہیں۔"

"کیوں؟"

"میں نوکری پر تجارت کو ترجیح دیتا ہوں۔"

"اُس کے لئے سرمائے کی ضرورت ہے۔"

"اسی لئے آمدنی سے تھوڑا تھوڑا پس انداز کر رہا ہوں۔"

"اچھا، جب تمہیں میری امداد کی ضرورت محسوس ہو تو کہنا۔"

(۳)

پالش والے کے ان خیالات نے میرے جذبات میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ بے اختیار دل سے آواز پیدا ہوئی۔"

"شریف لڑکے! خدا تیرے عزائم کی تکمیل کرے" اگر قوم میں اس خیال اور اس قلب و دماغ کے افراد پیدا ہونے لگیں تو وہ یقیناً اپنے اعمال سے اسلاف کے محو ہو جانے والے کارناموں کو نئے سرے سے تازہ کر سکتے ہیں اور ہم گمنامی کے ماحول سے نکل کر زندہ قوموں سے ہمدوش ہو سکتے ہیں۔ مٹی ہوئی تجارت ایک دفعہ پھر اقصائے عالم میں فروغ پا سکتی ہے۔ لیکن ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

میں دیر تک تخیل میں ڈوبا رہا حتیٰ کہ میرے دوست آئے اور پالش والا گھر واپس گیا۔ دوست کو جس باب میں تبادلۂ خیال کرنا تھا کیا اور پھر ملنے کا وعدہ کر کے مرخص ہوئے۔ اسی طرح دنوں سے ہفتے اور ہفتوں سے مہینے بنتے رہے۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا۔ پالش والے سے موانست زیادہ ہوتی گئی۔ جب وہ آتا تھا میں شوق کی پیاس بجھانے کو اُسے روک کر تھوڑی دیر ادھر اُدھر کی باتیں ضرور کر لیتا تھا۔ گفت و شنید کے سلسلے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اب اُس کا کام بتدریج ترقی کر رہا ہے۔ آمدنی کی فراوانی سے تحصیل علم بھی شروع کر دی ہے۔ اور شب کو ایک نائٹ اسکول (مدرسہ شبینہ) میں پڑھنے جاتا ہے۔ اُس کا نام حلیم ہے، وہ کمسنی میں یتیم ہو گیا تھا۔ چچا نے امانت میں خیانت کی اور اُس کے باپ کا متروکہ غصب کرنے کے بعد اُسے اور اُس کے چھوٹے بھائی نعیم کو گھر سے نکال دیا۔ بے گھر ہونے کے وقت حلیم کی اُنگلیوں میں چاندی کی دو تین انگوٹھیاں تھیں۔ اُن انگوٹھیوں کو اونے پونے بیچ کے پالش کا سامان خریدا۔ دن کو کچہریوں، کارخانوں، کالجوں اور اسکولوں میں جا کے جوتے صاف کرنا شروع کئے اور سہ پہر سے بازاروں میں گھوم پھر کے کام جاری کیا۔ رفتہ رفتہ آمدنی کی صورت نکل آئی اور دونوں بھائی غریبانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ کفایت شعاری اور سلیقہ مندی اُس میں بخوبی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ محنتی اور جفاکش بھی تھا۔ اُنھیں اوصاف کی بدولت اُس نے دو برس میں تھوڑا بہت سرمایہ جمع کر لیا اور اتنے دنوں کی مزاولت میں کچھ لکھ پڑھ بھی گیا۔ حساب وغیرہ کی بھی کچھ لیاقت ہو گئی۔ اب اُس کی فطری ہمت نے ایک قدم اور بڑھانا چاہا اور اُس نے تجارتی دنیا میں قسمت آزمائی کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ ایک روز معمول کے مطابق میرے یہاں آیا اور روزانہ خدمت سے فارغ ہونے کے بعد مجھ سے کہا۔

"آج آپ کو ایک قدیم وعدہ یاد دلانا چاہتا ہوں"۔

"کیسا وعدہ؟"

"امداد کے متعلق"۔

"شوق سے —— کہو مجھے کس طرح مدد کرنا چاہیئے"۔

"ضرورت کے موافق روپے کا انتظام ہو چکا ہے۔ آپ سے محض سفارش کا اُمیدوار ہوں"۔

"نہایت خوشی سے"۔

"فی الحال کباڑیہ کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کثیر الاحباب ہیں۔ اپنے دوستوں سے سفارش فرما دیجئے کہ وہ اپنے گھر کی ناکارہ اور ٹوٹی پھوٹی چیزیں مجھے عنایت کر دیں میں بہت جلد اُنھیں فروخت کر کے اپنا کمیشن لینے کے بعد قیمت حاضر کر دیا کروں گا"۔

اُس کام میں شدید محنت کرنا ہو گی"۔

"اُس کام کے لیے میں پہلے ہی سے آمادہ ہو چکا ہوں"۔

(۴)

گدڑی بازار میں نیا کباڑ خانہ کھل گیا۔ حلیم نے اس کام میں کمال ہوشیاری، دیانت اور محنت کا ثبوت پیش کیا۔ میں نے جن احباب سے سفارش کر کے پرانا مال دلوایا تھا۔ وہ سب اُس کی دیانتداری کے مداح تھے، چونکہ اُنہیں بھی ایسی اشیاء کے دام وصول ہونے لگے تھے جو بظاہر کسی مصرف کی نہ تھیں۔ اس لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کے کہنہ و بوسیدہ چیزیں حلیم کے لئے رکھ چھوڑتے تھے۔ ایک دوسرے سے اُس کا تذکرہ کر کے ترغیب وتحریص کرتا تھا۔ ان وجوہ سے وہ بہت جلد مشہور ہو گیا۔ جہاں کوئی چیز خراب خستہ یا مصرف سے بیکار ہوتی تھی۔ وہ حلیم کے واسطے رکھ لی جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسے افراط سے مال ملنے لگا اور وہ قلیل منافع پر جلد جلد فروخت کرنے لگا۔

اب اُس نے بوٹ پالش کا پیشہ ترک کر دیا تھا۔ گدڑی بازار میں اُس کی دکان تمام دکانوں سے بہتر حالت میں تھی۔ خریدار اُس کی یک سخنی اور معاملت کی صفائی سے بہت خوش تھے۔ صبح اور شام کو اُس کی دوکان کے سامنے گاہکوں کے ٹھٹھ لگے رہتے تھے۔

دکان جمانے کے بعد اُس نے اسٹیشنری کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ تھوک فروشوں سے مال لے کر اسکولوں، مدرسوں، اور کالجوں نیز بڑے بڑے کارخانوں میں آرڈر سپلائی د تعمیل فرمائش کرنے لگا تھا۔ اُس نے بڑی دانائی سے اپنے اوقات کی تقسیم کر دی تھی۔ چھ بجے صبح سے دس بجے دن تک کباڑ خانے کا کام کرتا تھا۔ پھر ایک گھنٹہ آرام کر کے گیارہ بجے سٹیشنری کا سامان لیکر نکل جاتا تھا۔ اور تین بجے تک بڑے بڑے کارخانوں اور اسکولوں کے چکر لگایا کرتا تھا۔ اُس کے بعد چار بجے شام سے آٹھ بجے رات تک پھر دکانداری کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

اس درمیان میں وہ تحصیل علم سے بھی غافل نہیں ہوا۔ اُس نے ایک ماسٹر کو نوکر رکھ لیا تھا۔ جو ساڑھے آٹھ بجے رات سے ساڑھے نو بجے شب تک درسیات کی کتابیں پڑھاتا تھا۔ اب وہ مفلوک الحال پالش والا نہ تھا، بلکہ متوسط حیثیت کا ایک تاجر تھا۔ اُس نے چھوٹا سا ایک گھر بھی خرید لیا تھا۔ اور فراغت سے بسر کرنے لگا تھا۔

اُن دنوں جب حلیم جلد جلد عروج کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ تبادلہ ہو جانے کی وجہ سے مجھے سفر کی ضرورت پیش آئی اور غیر معین مدت کے لئے نقل سکونت کرنا پڑی۔ اگرچہ حلیم کے حالات سے یک گونہ دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن معیشت کے سلسلے نے مجبور کر دیا۔ اور مجھے طویل زمانہ پردیس میں بسر کرنا پڑا۔ اس عرصہ میں بارہا حلیم کا خیال آیا۔ مگر واقعات نے اُسے عمل کا لباس نہ پہنانے دیا۔ مختصر یہ ہے کہ اس طول وطویل مدت میں ایک دفعہ بھی حلیم کی خیر خبر دریافت نہ ہو سکی، پرکار کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتا رہا۔ قطب کے مانند کہیں قدم جمانا نصیب نہ ہوا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ گذشتہ واقعات کی یاد محو ہونے لگی۔

(۵)

انسانی زندگی میں بہت سے چھوٹے چھوٹے اہم ترین واقعات رونما ہوتے ہیں جو بادی النظر میں کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اور حافظہ اُنہیں بہت جلد فراموش کر دیتا ہے۔ اگر احساس و ذکاوت کی روشنی میں اُن پر تبصرہ کیا جائے تو اُن سے علمی رُوح کو بیدار کرنے کا عجیب وغریب مواد حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر زمانے کی غفلت پاشیاں کس و ناکس کو اُن پر غور و فکر کر کے سبق لینے کا موقع نہیں دیتیں اور وہ بشریت کے فراموش کُن خصائل میں جذب ہو کے حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔

یہی صورت حلیم کے معاملات کی پیش آئی۔ باوجود اُس کے حالات سے دلچسپی رکھنے کے بھی چند سال کی مصروفیت نے اُس کی یاد کو محو کر دیا۔ اور آئندہ اُس کے متعلق تفتیش کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہوا۔ زمانہ اپنی مُعینہ رفتار سے آگے بڑھتا رہا اور دنیا دن بدن پُرانی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ مَیں ملازمت کی اُس آخری منزل تک پہنچ گیا جس کے بعد فرائض سے سبک دوش کرتے ہوئے وظیفہ (پنشن) عطا کر دیا جاتا ہے اور وہیں سے کاروباری مصروفیت ختم ہو کے پُرسکون زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔

پورے پندرہ برس مختلف شہروں کا دانہ پانی کھانے پینے کے بعد بال بچّوں کو لیکر وطن واپس آیا اور بسر گزر کے قابل ایک گھر بنا کے امن و آرام کی زندگی بسر کرنے لگا۔ معلوم ملازمت کے دَوران میں کتنے ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جن کی صحبت بادی النظر میں ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔ لیکن زمانے کا سیلاب اُس یکرنگی کو بہا لے گیا۔ حتیٰ کہ اُن کے نام تک یاد نہ رہے۔ گویا مجلس کا رنگ ہی بدل گیا تھا۔ نئے نئے دوست احباب پیدا ہو چکے تھے۔ معاش کی جانب سے تو پنشن نے بے فکر ہی کر دیا تھا۔ رہی اولاد؟ وہ خدا کی مہربانی سے اپنے اپنے کام سے لگ چکی تھی اور مجھے یکسوئی کے ساتھ اللہ اللہ کرنے کے سوا کوئی کام باقی نہ تھا۔

ایک دن شام سے کچھ پہلے مجھے ایک وزیٹنگ کارڈ ملا اُس کارڈ پر "حلیم الدین" مرقوم تھا۔ مَیں نے حافظے پر زور ڈالا لیکن بالکل یاد نہ آیا کہ میرے شناساؤں میں کوئی حلیم الدین بھی شامل ہے! چند لمحہ سوچنے کے بعد بیٹھک میں پہنچا۔ وہاں نہیں تیس برس کے ایک وجیہہ و شکیل جوان کو منتظر پایا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ احتراماً اپنی نشست سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا۔ مَیں نے اپنی مُتجسس نگاہیں اُس کے جمیل چہرے پر گاڑ دیں۔ اُس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے اس شکل و شمائل کے کسی شخص کو پہلے دیکھ چکا ہوں۔ دفعتہً ایک عجیب خیال پیدا ہوا مگر مَیں اُس خیال کو زبان سے ادا نہ کر سکا۔ کیونکہ میرا ملاقاتی کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ اُس کی اُنگلیوں میں الماسی انگوٹھیاں جگمگا رہی تھیں۔ نفیس لباس ثروت و امارت کا آئینہ دار تھا اور کھڑکی سے اُس کی بیش قیمت کار نظر آ رہی تھی، جو زرین پوش شوفر کی حفاظت میں میرے دروازے پر کھڑی اپنے مالک کا انتظار کر رہی تھی۔ جب تک میں اُس کی صورت پر نظریں جمائے رہا۔ وُہ خاموش کھڑا مسکراتا رہا۔ اُس کا تبسّم دل پسند تھا۔ جی چاہتا تھا وہ اسی طرح مسکرائے جائے اور میں دیکھا کروں۔ آخر چند لمحوں کا توقف کر کے میں نے اجنبیت نما انداز سے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ایک کُرسی کھینچ کے خود بھی بیٹھ گیا۔ اُس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید آپ نے اپنے قدیم نیاز مند کو پہچانا نہیں!"

(۶)

اس سوال نے .... غیر ارادی طور پر میری توجہ پالش والے لڑکے کی طرف پھیر دی۔ واقعی! وہی حلیہ تھا وہی آواز؟ پندرہ سال کی مدت انسانی پیکر میں جو انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔ اُتنا ہی اُس کی صورت میں تفرقہ نظر آتا تھا۔ میں نے دلی انبساط ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بیشک؟ میں نے پہلے تو شناخت کرنے میں ضرور غلطی کی تھی۔ مگر اب پہچان لیا۔ —— کہو اچھے تو رہے؟ خدا کے فضل سے تمہاری حالت میں بڑا فرق محسوس ہوتا ہے۔"

"جی ہاں، فی زمانہ یہاں کا سب سے بڑا تاجر شمار کیا جاتا ہوں۔ ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں تجارتی کوٹھیاں موجود ہیں۔"

"اور —— وُہ —— کباڑ ——"

اُس نے مجھے ہچکچاتے دیکھ کے جلدی سے جواب دیا۔

"ہنوز دوکان موجود ہے۔ اگرچہ اُس کی ظاہری صورت میں بڑا تفاوت ہو گیا ہے۔ میں نے وہ مکان خرید کے نئے سر سے بنوایا ہے آپ کی دعا سے نعیم گریجویٹ ہو گیا ہے اور (خوش نما کارڈ پیش کرتے ہوئے) اسی مہینے اُس کے عقد کی تقریب پائی ہے۔ آپ کو شرکت کرنا ہو گی"

"میں بہت خوشی سے شریک ہوں گا —— مجھے تمہارا پتہ معلوم نہ ہو سکا۔ ورنہ بہت پہلے مل کر سب حالات دریافت کرتا۔"

"آپ کی نوازش ہے۔ ورنہ آپ کی تلاش کرنا میرا فرض تھا۔ اگرچہ میں نے مصروفیت کے باوجود اس فریضے کو ادا کرنے میں تغافل نہیں کیا۔ لیکن آپ کا سراغ نکالنے میں آج صبح سے پہلے کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔"

"مجھے تمہاری سعادتمندی سے یہی اُمید تھی حقیقت یہ ہے کہ تم ہمت و عمل کا بہترین نمونہ ہو۔ قوم کے افراد کو تمہاری تقلید کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تمہارے نقوش قدم پر چلنا اُن کی اقبال مندی کی دلیل ہے۔

حلیم نے سر جھکا کے سکوت اختیار کیا۔ میں نے چائے تیار کرائی۔ ہر چند وہ اس تکلف پر راضی نہ تھا لیکن میرے اصرار سے قبول کرنا پڑا۔ باتوں باتوں میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس کا خائن چچا غصب کیا ہوا تمام سرمایہ تلف کرنے کے بعد روٹیوں کو محتاج ہو چکا تھا۔ لیکن اُس نے چچا کی بے عنوانیوں سے درگزر کرتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ رکھ لیا ہے اور اپنے مرحوم باپ کی طرح اُس کی عزت کرتا ہے۔ وہ کبھی کوئی کلمہ ایسا نہیں کہتا جس سے اُس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ اور اب اُسی کی لڑکی سے اُس کا عقد ہونے والا ہے۔

عقد کی تقریب میں کافی تکلف برتا گیا۔ خصوصاً ولیمہ کی دعوت اتنے وسیع پیمانے پر ہوئی جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ سربرآوردہ اور عام مسلمانوں کے علاوہ غیر مذاہب کے لوگوں کو بھی اُن کے قومی اصول پر کھانا کھلایا گیا اور تین شبانہ روز عوام الناس کے لئے الوانِ نعمت کی تقسیم جاری رہی۔

وہ تابناک جواہر جس کا نام "کامیابی" ہے استقلال، محنت اور ایمانداری کے سمندروں میں پایا جاتا ہے +

سراسر منظرِ عبرت مرا چاکِ گریباں ہے

(از جناب مولوی تبارک علی صاحب صدیقی عبرت بریلوی)

مری وحشت کا عالم ذرہ ذرہ سے نمایاں ہے
نگاہیں جس طرف اٹھتی ہیں بربادی کا ساماں ہے

یہاں تک اے جنوں اب شوقِ بربادی فراواں ہے
مرا چاکِ جگر بھی صورتِ چاکِ گریباں ہے

نہ جانے راز کیا اے وحشتِ دل تجھ میں پنہاں ہے
کہ اپنے گھر کا ہر گوشہ بیاباں در بیاباں ہے

سکونِ دل کی اُس کو آخری منزل سمجھتا ہوں
جہاں کا ذرہ ذرہ اے جنوں محشر بداماں ہے

نظر آئیں جہاں اڑتے ہوئے پرزے گریباں کے
سمجھ لینا دلِ وحشی وہی حدِ بیاباں ہے

خبر لوں آستیں کی یا میں دیکھوں جیب و داماں کو
بہار آئی اُمنگوں پر جنونِ فتنہ ساماں ہے

وہاں ہوں اب تو میں اے بیخودیٔ شوقِ نظارہ
جہاں کے ذرہ ذرہ میں بھی اک عالم نمایاں ہے

اُٹھا کر آنکھ بحرِ غم میں جب دیکھا یہی دیکھا
تلاطم میں ہے کشتی اور مخالف موجِ طوفاں ہے

حقیقت میں یہ دنیا ہے خیال و وہم کا نقشہ
یہی تعبیر ہے اس کی کہ اک خوابِ پریشاں ہے

محبت میں مری حرماں نصیبی رنگ اب لائی
دلِ محزوں کا ہر شعلہ چراغِ راہِ عرفاں ہے

کھنچی ہیں ہر تارپر اب یاس و ناکامی کی تصویریں
سراسر منظرِ عبرت مرا چاکِ گریباں ہے

مری دنیا پلٹ دی اُس نگاہِ جو پرور نے
کبھی کہتے تھے دل جس کو وہ اب شکلِ بیاباں ہے

لئے ہے ساتھ اک دنیائے غم ہر اشکِ خوں میرا
جسے قطرہ سمجھتے ہو حقیقت میں یہ طوفاں ہے

کروں کیوں چاک دامن کیوں اُڑاؤں خاک صحرا کی
نوازش سے جنوں کی اب مرے گھر میں بیاباں ہے

عبث اے بحرِ غم ہیں یہ تلاطم خیزیاں تیری
جو ہو بیگانۂ ساحل اُسے ہر موج طوفاں ہے

پہنچ کر جس جگہ قیدِ حواس و ہوش اُٹھ جائے
وہیں تک اے جنوں افسانۂ چاکِ گریباں ہے

مرے خرمن پہ لہراتی ہیں لاکھوں بجلیاں عبرت
تجلی ریز دل میں آج شاید حسنِ جاناں ہے

سیاحتِ مُلکِ ہند

(مسٹر) خورشید بہادر سیّاح ایم۔ اے۔ او۔ ایل)

اِمسال مے خواستم کہ بسیاحتِ کشمیر بروم لاکن رفیقِ راہ پیدا نہ شُد۔ ازیں رُو بجائے رفتن در علاقۂ کوہستانی عزم دیدن شہرہائے مشہور و معروف ملکِ ہند کردم۔ اگرچہ در تمام ہند آفتاب خیلے گرم بُود لاکن من دامنِ شوق را گرفتہ رُو براہ نہادم۔ بساعتِ یازدہ بست و دوم ماہِ جون یکہزار و نہصد سی و سوم میلادی از لاہور سوارِ ماشین شدم۔ نخستین بہ اُستاسیونِ بالامئو کہ در راہِ لکنہو است رسیدم۔ دو ساعت اینجا گذریدم۔ باز بہ ہردوئی آمدم۔ از ہردوئی قریۂ بلگرام بہ مسافتِ پنج فرسخ است۔ از اینجا گردونۂ خود رد بسوئے بلگرام مے رود۔ کرایۂ اتوموبیل فی کس ہشت آنہ است۔ من بوقتِ چاشت بہ بلگرام رسیدم۔ چند روز اینجا لنگ کردم۔ بلگرام قریۂ قدیم است۔ بعد از گرفتار و اسیر شدنِ راجہ پرتھی راج بدستِ محمود غزنوی مسلمانان از دیارہائے دیگر در ہند آمدن شروع نمودند۔ قریہ بلگرام اوّل بہ تصرفِ ہندو راجہ بُود۔ اما سید صغرا با راجہ جنگ و جدال کرد۔ راجہ از دستِ سید صغرا ہزیمت خوردہ فرار کرد۔ قریۂ مزبور بہ قبضہ سید موصوف آمد۔ گورِ سید صغرا بہ مسافتِ سہ یک فرسخ از قریہ بجانب استاسیون نزدِ تحصیل خانہ بحالتِ خراب و شکستہ اُفتادہ است۔ مسلمانانِ اینجا سید صغرا را فاتحِ بلگرام مے گویند۔ بہ پہلوئے ایں قبر جائے ہندواں است موسوم بہ "مزارِ منسا ناتھ"۔ دورش ہمہ گورہا است۔ مے گویند کہ قبل از چہار قرن سنگے از زیرِ زمین آشکارا شد۔ ہندواں خیال کردند کہ "رشی منسا ناتھ" سر بدر کردہ است۔ ہندواں آں اراضی را بہ تصرفِ خود آوردہ یک جائے مرتفع از خشت و آجرہا ساختند و عبادت و پرستش کردن گرفتند۔ حالا ہم ہندواں چہ زن و چہ مرد ہر روز علی الصباح آنجا مے روند۔ برگ و گل آنجا مے افشانند۔ ایں قریہ بہ سببِ عُلما کہ در فضل و کمال و حسنِ سیرت شان صاحبِ کمالانِ ہند و عالم متفق اند۔ شہرتِ جہانگیر دارد۔ اسمائے علمائے ایں قریہ حسبِ ذیل اند۔ علامہ عبدالجلیل۔ غلام علی آزاد۔ اوحدالدین ادیب۔ سید حسن عماد الملک۔ سید علی مؤلفِ تمدنِ عرب و ہند۔ سید نظام الدین متخلص بہ مدنائیک۔ غلام حسنین قدر۔ حکیم سید علی نقی و مولوی کرّار علی وغیرہ سید علی و دیگر بسیارے از آنان میانِ شہر در حسینیہ ساختۂ حکیم بندہ مہدی لکنہوی کہ اہلِ شیعہ در ماہِ محرم آنجا روضہ خوانی مے کنند۔ مدفون ہستند۔

حالا بجز یادگارِ اسلاف مولانا سید اولاد حسین صاحب شاداں محقق بلگرامی کہ در جامع العلوم شرقی لاہور معلّم فارسی اند۔ کسے دریں عالم حیات ندارد۔ جمعیتِ ایں قریہ بہ یازدہ ہزار متنفس مشتمل است۔ قنوج شہر قدیم از اینجا بہ فاصلۂ دو فرسخ بہ لبِ رودِ گنگ واقع است۔

از بلگرام بہ مادھو گنج کہ دو فرسخ از اینجا مسافت دارد۔ سوارِ اتوموبیل شدہ رفتم۔ ایں دہ برابرِ بلگرام است۔ و مرکزِ تجارت و داد و ستد است۔ مردمان از قُرب و بُعد مے آیند۔ اشیائے نفیسہ خود ساختہ مے آرند و مے فروشند۔ اینجا قبرِ جنابِ ابیرجن ہنؔو

سی۔ بی کہ سالارِ عسکر ہائی لینڈر بود۔ دیدنی است۔ بر لوحِ تربتش نوشتہ اند کہ در سنِ یک ہزار و ہشت صد و پنجاہ و ہفت میلادی صاحبِ موصوف بہ راجہ نرپت سنگھ والئے روہیا بر سرِ پیکار آمد و از دستِ راجہ بہ قتل رسید۔ نعش (لاشہ) او را ایک وزیر سنگھ کہ از نوشہرہ ضلع امرتسر بود و در عسکرِ نمبرہ لبست و نہم منصبِ کوچک داشت۔ بہ حفاظت تمام او را بہ مادھو گنج آورد۔ و او را العوض ایں خدمت اعلائے یک قریہ موسوم بہ "روا ہو مو" بطورِ تنبول مرحمت شدہ بود۔ وزیر سنگھ از فرقۂ سیکھاں بود۔ و از دینِ خود برگشتہ عیسائیت قبول کرد۔ در سنِ یک ہزار و نہ صد و سہ میلادی جانِ خود را بہ جاں آفریں سپرد و ہمیں جا بہ پہلوئے تربتِ آقائے خود برائے دوام خوابیدہ است۔ اسمِ پسرش پتنیر سنگھ بود۔ او ہم در سنِ یک ہزار و نہ صد و چہار دہ عیسوی مُرد۔ حالا دو سہ پسر زادہ اپس گذاشتہ است۔ جائے کہ جنگ شدہ بود۔ بفاصلۂ نیم فرسخ از مادھو گنج دور است۔ اوّل اینجا ارک و قصرِ شاہی بود کہ با خاک یکساں کردہ شدہ است۔ حالا فقط اپتہ ایست کہ از سطحِ زمین یک صد ذرع بلند است۔ بر آں پتہ درختِ نیم است کہ زیرِ سایۂ اَشس در تابستان چوپاناں و حوش آرام مے گیرند۔ آنجا خیلے ماراں وافاعی بہ نظر مے آیند۔ مے گویند کہ راجہ نرپت سنگھ بسیار شجاع بود۔ از یک پالنگ بود۔ بعد از بسیار زد و خورد راجہ مغلوب گردید۔ و سوارِ فیل شدہ سوئے دشت رو بہ گریز نہاد۔ پس ازاں ہیچ ازو معلوم نہ شد۔ دریں جدال و قتال متعدد مردمانِ انگلیس کشتہ شدند۔ بالآخرہ دولتِ انگلیس ایں دیار را فتح کردہ ضمیمۂ ملکِ مقبوضہ و محروسہ خود ساخت۔ برگہائے تنبول اینجا با فراط پیدا مے شود۔ بسیار ارزاں است۔ بہ دو آنہ دو صد برگ سے ارزد۔ از مادھو گنج لکھنور (لکھنؤ) رفتم و مہمانِ مولانا سید حسن اختر المدعو بہ مولوی سید رضی المتخلص بہ ہدف اجتہادی کہ فردے محترم و قابل از خاندانِ اجتہاد است۔ شدم۔ شہر لکھنؤ از شہرہائے قدیمِ ہند است۔ بر لب رود گومتی واقع۔ لکھنؤ وقتیکہ زیرِ تسلطِ نواب ہا بود۔ پُر رونق بود۔ حالا ہم بہ روضہ خوانی و عزاداری شہرت ہر چہ تمام تر دارد۔ در ماہِ محرم چہ ہندو چہ مسلمان بلا امتیازِ مذہب و ملت در سوگواری شراکت دارند۔ اہلِ تشیع کہ بہ یکے از فرقہ ہائے مسلماناں تعلق دارند۔ بوقتِ مرثیہ و نوحہ خوانی بحدے آہ و بکا و شیون و شین کنند کہ حالتِ شان بینندگاں را بر قت مے آرد۔ یواش یواش از ہر خانہ صدائے نالہ و گریہ بلند مے شود و کار بجائے مے رسد کہ بعضے از ایشاں با شمشیر ہائے کوتاہ کہ آنہا را قمہ مے نامند۔ جبین سر و کلہ ہائے خود شاں را مے شگافند کہ خون جاری مے شود۔ و سینہ با زنجیر ہائے آہنی بہ ہر دو دست چنداں مے کوبند کہ بر بدن ہائے بینندگان لرزہ مے افتد۔ ایں شہر پُر از حسینیہ ہا و کا یا است۔ از آنجملہ حسین آباد مشہور ترین و دیدنی است۔ موزہ و باغِ وحش ہم دارد۔ آنجا مرداں و زناں طرفِ غروبِ آفتاب برائے تماشا و تفریح مے روند۔ مردمانِ اینجا ایں قدر نازک طبع و لطیف اند کہ چوں بعضے از ایشاں برگِ تنبول مے خورند سفلش وقتِ فرو بردن از گلوئے شاں دیدہ مے شود۔ با ایں ہمہ شیریں زباں ہم اند و ایشاں بالعموم خوش اخلاق۔ خوش اطوار۔ خوش گفتار و رفتار و خوش پوشاک مے باشند۔ و وضع دار ہم ہستند۔ حالا ہم وضعِ کہنہ را از دست نہ دادہ اند خواہ از گرسنگی بمیرند۔ بوقتِ شب امین آباد پارک و چہار سوئے نواب برائے تفریح خوب است۔ در امین آباد یک منارِ ساعت است کہ سر بفلک کشیدہ است۔ زیرِ ایں منار صندلیہائے چوبین گذاشتہ اند۔ و در موسمِ گرما بوقتِ شب مردماں آنجا مے نشینند۔

برہمنے بدستِ خود دلوِ آبِ خنک گرفتہ مے گردد۔ وکسے کہ حاجتِ آبِ خنک خوردن دارد۔ بعوضِ یک پولِ سیاہ مے تواند بخورد۔

اینجا یکے نگارخانہ است کہ با عکس ہائے قدِ آدم از نواباں وشاہانِ لکھنؤ آراستہ ومزین است۔ تصویرِ نواب واجد علی شاہ زیرِ پردہ مے باشد۔ رازش پنہاں است۔ بعد از اقامتِ دو روز من۔ ....

..... بتوسطِ ٹرن بہ بنارس رفتم۔ آنجا در کارو انسرائے منزل کردم۔ بنارس شہرِ قدیم ہندواں وپیروان بدھ است۔ اینجا موتی دریاچہ۔ مطبخِ سیتا ودھرراہ مادھو راج کہ مسجدے است برلبِ رودِ جمنا قابلِ ذکر است۔ مینارہائے مسجد خیلے بلند است۔ دارالعلومِ ہندواں دیدنی است کہ منتظمش فخرِ قوم ومبازرِ ملت پنڈت مدن موہن مالوی است۔ اینجا دیرِ وشوا ناتھ است کہ بسببش بنارس برائے ہندواں زیارت گاہ است۔ بہ پہلوئے ایں صنم کدہ مسجدے است بزرگ کہ اورنگ زیب شاہِ ہندوستان بت خانہ را مسمار کردہ ایں را بنا کرد۔ از دیوارہایش آثارِ حرفِ ہندی ودیگر علامات حالا ہم ظاہر است۔ دیرِ موجودہ وکنونی سہ تا برج دارد۔ دو برج مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب بہ حسنِ عقیدت زراندودہ ومطلا کردہ بود۔ ایں شہر را ازمنۂ قدیم مرکزِ اشاعت وتبلیغِ دینِ بدھ بود۔ در نواحیِ ایں شہر مہاتما بدھ وعظ وتلقین نمودہ بود وکثیر التعداد مقلدین خود پیدا کرد۔ از مدتِ سی سال در عہدِ لاٹ کرزن نایب السلطنتِ ہند اقدام سعی امر حضر۔ کاویدن وکشفِ دیرِ سارناتھ بعمل آمدہ است وتا بہ حال بیشتر از چہار یک خرابہ ہائے دیہِ مذبور را از زیرِ خاک بیروں آوردہ اند۔ چیزہائے کہ در آنجا آشکارا شد۔ ظروفِ مسی وگلی بطرزِ ساختِ قدیم ومسکوکات بود کہ بہ ہماں حالت بدون ہیچ تغیر ماندہ بود۔ نیز بت ہائے سالم وشکستہ از مہاتما بدھ کشف شدہ است۔ حالا ایں ہمہ اشیا در موزہ سارناتھ دیدہ مے شود۔ سارناتھ از بنارس دو فرسخ دور است۔ مقلدین بدھ اینجا زمین پسندیدہ وخوش کردہ مجدداً دیرِ کلاں از صرفِ مصارفِ منگفت احداث نمودہ اند۔

علاوہ بریں اینہا ایں شہر مرکزِ علومِ سنسکرت است۔ درسگاہ ہائے زیاد برائے افادۂ جویان وتشنگانِ علومِ قدیم دارا است۔ از ممالکِ دور دراز طلاب جوق درجوق اینجا برائے تحصیلِ علم مے آیند وبہ نیلِ مرام بجائے خود شاں باز پس مے روند۔ (باقی دارد)

تجلیات

(افضل الشعرا مصورِ حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری تلمیذ اعتبار الملک لسان الہند حضرت دل شاہجہانپوری)

خامشی در پردہ اک آواز ہے
میں سمجھتا تھا کہ پنہاں راز ہے

حُسنِ دلکش گوشِ بر آواز ہے
اب نیازِ عشق بھی اک راز ہے

سب کی نظریں ہیں مری رُوداد پر
ہر صدائے دل تری آواز ہے

اے دلِ مضطر جہاں تک دیکھئے
حُسن کی فطرت وہیں تک راز ہے

تم سنا دو اک صدائے دلنواز
ساری دنیا گوشِ بر آواز ہے

دل ہُوا نا آشنائے اضطراب
کاوشِ پیہم یہاں سے راز ہے

کہئے ہر ذرّہ کو فردوسِ نظر
سامنے شاید حریمِ ناز ہے

دیکھئے کیا انتہائے عشق ہو
حشر تو ہنگامۂ آغاز ہے

دل کو دل کہیئے حدودِ ہوش تک
آگے بڑھ کر اک طلسمِ راز ہے

بیخودی میں کس کو احساسِ جواب
حاصلِ افسانہ اک آواز ہے

ہو چلیں ناکامیاں بھی دلنواز
اے نگاہِ شوق یہ کیا راز ہے

اور بڑھتی دیر و کعبہ سے نظر
دل ابھی بیگانۂ پرواز ہے

اک نظر انجام پر اے بے خبر
اب مرا ہر راز تیرا راز ہے

دیکھئے تو ہو چلی رنگیں فضا
یہ تبسّم ہے کہ اک اعجاز ہے

دل کی بربادی پہ بھی تسکیں نہیں
اب تک ایمائے نظر اک راز ہے

کب تک اے دل انتہائے آرزو
اور آگے وسعتِ پرواز ہے

لب ہیں اے عابد تبسّم آشنا
گو دل اک دنیائے سوز و ساز ہے

(غیر مطبوعہ) (عابد)

حسنِ تخیل

(از جناب سید دل محمد صاحب فضا جالندھری)

اے دلِ بیتاب یہ کیا راز ہے
حاصلِ نغمہ بھی سوز و ساز ہے

بیخودی میں جانے کیا سمجھا ہوں میں
ہر صدائے بازگشت اک راز ہے

اک فضائے نور ہے پیشِ نظر
جنتِ نظارہ بزمِ ناز ہے

جانتا ہوں مدعائے التفات
سامنے نظروں کے شکلِ ناز ہے

رازِ حسن و عشق مجھ سے پوچھئے
مختلف پردوں میں اک آواز ہے

امتیازِ ہوش خود ہے اک حجاب
اور آگے جلوہ گاہِ ناز ہے

ہو چکی چشمِ تمنا مطمئن
حسن کا ہر فلسفہ اک راز ہے

یہ بھی الزام اُٹھتا اے جوشِ وفا
آج تک احساسِ سوز و ساز ہے

کوئی بولا ئیں یہ سمجھا آپ ہیں
اب سکونِ قلب پر آواز ہے

کیا بڑھے آگے نگاہِ جستجو!
خود مری ہستی ابھی تک راز ہے

سوچتا یہ ہوں کہاں پہنچی نظر
ہر فضا ابدل حدِ پرواز ہے

ہوش تک تو ہیں تعین کی حدیں
داستانِ زندگی پھر راز ہے

دیکھ تو ہے کوئی سرگرمِ نوا
اے فضاؔ گوش آشنا آواز ہے

(غیر مطبوعہ) (فضاؔ)

نوائے درد

(جناب درد شاہجہانپوری تلمیذ اعتبار الملک لسان الہند حضرت دل شاہجہانپوری)

اے لب خاموش یہ کیا راز ہے　　اک زمانہ گوش بر آواز ہے
دشت بھی زنداں نظر آنے لگا　　اب مری وارفتگی اک راز ہے
نغمۂ دلکش سے گونج اٹھی فضا　　سوچتا ہوں کس کی یہ آواز ہے
دل کے مٹنے تک رہا کچھ امتیاز　　آگے رُودادِ وفا اک راز ہے
نالۂ بے اختیار اک اور بھی　　کوئی اہل گوش بر آواز ہے
بن گئی ناکامیِ پیہم جواب　　ہر سوال اب تک طلسم راز ہے
نالہ نالہ ہے حدود ہوش تک　　آگے بڑھے تو تری آواز ہے
کوئی دیکھے تو سہی جوش وفا　　اک نشاطِ روح سوز و ساز ہے
ہر صدا پر اب تڑپ اٹھتا ہوں میں　　مدعائے دل یہاں سے راز ہے
اُٹھ گئیں جب سے تعین کی حدیں　　حاصل پرواز ہر پرواز ہے
لن ترانی تک تو ہم سمجھے جواب　　اب مآلِ التجا اک راز ہے
اُس فضا میں اے دلِ بیتاب ہوں　　ہر نظر اک داستانِ راز ہے
سب سمجھتے ہیں جسے میری صدا　　وہ پسِ پردہ تری آواز ہے
بڑھ گیا کچھ اور جوشِ آرزو　　جانے کیا انجام سوز و ساز ہے

دردؔ کوئی سننے والا ہی نہیں
ورنہ خاموشی میں بھی اک راز ہے

(درد)

(غیر مطبوعہ)

پند نامہ حضرت نواب فصیح الملک داغ رح دہلوی

اُستادِ جہاں۔ فصیح الملک نواب محمد میرزا خاں صاحب داغؔ دہلوی کی پیدائش شہر دہلی میں اور وفات حیدرآباد دکن میں ۱۴ر فروری ۱۹۰۵ء کے روز ہوئی۔ آپ کے رشید شاگرد علامہ احسن مارہروی مدظلہٗ نے آپ کی سوانح عمری ۱۹۰۴ء میں "جلوۂ داغ" نام سے تالیف فرما کر شائع کی۔ مذکور سوانحعمری میں دہلی۔ رام پور اور حیدرآباد دکن کے جملہ واقعات جو حضرت داغؔ دہلوی سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریر ہیں۔ حضرت کے نامور شاگردوں کی فہرست بھی درج ہے۔ طریقۂ اصلاح سخن بھی دکھایا گیا ہے۔ حضرت کے جنت نشین ہو جانے پر اور بھی کئی سوانحعمریاں شائع ہوئیں۔ اکبر علیخاں اکبر وانسوی شاہجہانپوری شاگرد حضرت داغؔ دہلوی نے "یادگار داغ" نام سے جو سوانحعمری شائع کی ہے۔ وہ قابل دید اور قابل قدر ہے۔ "جلوۂ داغ" کی ایک کاپی کتب خانہ جامع مسجد بمبئی اور "یادگار داغ" کی ایک کاپی محمڈن پبلک لائبریری مدراس میں میری نظر سے گذری۔ جناب داغؔ کی وفات کے بعد اُن کے بہت سے شاگردوں نے اُن کے اُستاد بھائی راقم الدولہ حضرت ظہیرؔ دہلوی یادگار جناب ذوقؔ دہلوی کو اپنا اپنا کلام دکھایا۔ اُن کے انتقال کے بعد وہ لوگ اپنے اپنے اُستاد بھائیوں کو اپنا اپنا کلام دکھانے لگے۔ اور اب تک دکھاتے ہیں۔

ذیل کا پندنامہ "جلوۂ داغ" میں درج ہے۔ یہ قطعہ منتہی اور مُبتدی شعرا کے لئے بے حد مفید ہے۔ اس لئے بغرضِ اشاعت بھیج رہا ہوں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ اور لطف اُٹھائیں (ہارون ابن محمدؐ) انصاف شاگرد جناب نوحؔ ناروی مدظلہٗ جانشین حضرت داغؔ دہلوی۔

اپنے شاگردوں کی ہے مجھ کو ہدایت منظور ... کہ سمجھ لیں تہ دل سے وہ بجا و بے جا

شعر گوئی میں رہیں پیشِ نظر یہ باتیں ... کہ بغیر اِن کے فصاحت نہیں ہوتی پیدا

چُست بندش ہو۔ نہ ہو سُست یہی خوبی ہے ... وہ فصاحت سے گرا شعر ہیں جو حرف دبا

عربی۔ فارسی۔ الفاظ جو اُردو میں کہیں ... حرفِ علّت کا بُرا اُن میں ہے گرنا دبنا

الفِ وصل اگر آئے تو کچھ عیب نہیں ... لیکن الفاظ میں اُردو کے یہ گرنا ہے روا

جس میں گنجلک نہ ہو تھوڑی بھی صراحت ہو وہی ... وہ کنایہ ہے جو تصریح سے بھی ہو اُولیٰ

عیب و خوبی کا سمجھنا ہے اِک امرِ نازک ... پہلے کچھ اور تھا اب رنگ زباں اور ہُوا

یہی اُردو ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے ... اہلِ دہلی نے اسے اور سے اب اور کیا

مستند اہلِ زباں خاص ہیں دہلی والے
اس میں غیروں کا تصرف نہیں مانا جاتا

جوہری نقدِ سخن کے ہیں پرکھنے والے
ہے وہ ٹکسال سے باہر جو کسوٹی نہ چڑھا

بعض الفاظ جو دو آئے ہیں اک معنی میں
ایک کو ترک کیا ایک کو قائم رکھا

ترک جو لفظ کیا اب وہ نہیں مستعمل!
اگلے لوگوں کی زباں پر وُہی دیتا تھا مزا

ہے یہ تعقید بُری بھی مگر اچھی ہے کہیں
ہو جو بندش میں مناسب تو نہیں عیب ذرا!

شعر میں حشو و زوائد بھی بُرے ہوتے ہیں
ایسی بھرتی کو سمجھتے نہیں شاعر اچھا

جو کسی شعر میں ایطائے جلی آتا ہے!
وہ بڑا عیب ہے کہتے ہیں اُسے بے معنی

استعارہ جو مزے کا ہو مزے کی تشبیہ
اس میں اک لطف ہے اس کہنے کا پھر کیا کہنا

اصطلاح اچھی - مثل اچھی - بندش اچھی
روزمرہ بھی رہے صاف فصاحت سے بھرا

ہے اضافت بھی ضروری مگر ایسی تو نہ ہو
ایک مصرع میں جو ہو چار جگہ بلکہ سوا

عطف کا بھی ہے یہی حال یہی صورت ہے
وہ بھی آئی متوالی تو نہایت ہے بُرا

لف و نشر آئے مرتب وہ بہت اچھا ہے
اور ہو غیر مرتب تو نہیں کچھ بے جا

شعر میں آئے جو ایہام کسی موقع پر
کیفیت اسمیں بھی ہے وہ بھی نہایت اچھا

جو نہ مرغوبِ طبیعت ہو بُری ہے وہ ردیف
شعر بے لطف اگر قافیہ ہو بے ڈھنگا

ایک مصرع میں ہو تم - دوسرے مصرع میں ہو تو
یہ شتر گربہ ہُوا میں نے اُسے ترک کیا

چند بحریں متعارف ہیں فقط اُردو میں!
فارسی میں عربی میں ہیں مگر ان سے سوا

شعر میں ہوتی ہے شاعر کو ضرورت اس کی
جب عروض اس نے پڑھا وہ ہے سخنور دانا

مختصر یہ کہ ہوتی ہے طبیعت اُستاد
دین اللہ کی ہے جس کو یہ نعمت ہو عطا

بے اثر کے نہیں ہوتا کبھی مقبول کلام
اور تاثیر وہ شے ہے جسے دیتا ہے خدا

گرچہ دنیا میں ہوئے اور ہیں لاکھوں شاعر
کسبِ فن سے نہیں ہوتی ہے یہ خوبی پیدا

سید احسن جو مرے دوست بھی شاگرد بھی ہیں
جن کو اللہ نے دی فکرِ رسا طبعِ رسا

شعر کے حسن و قبائح جو اُنھوں نے پوچھے
اُن کی درخواست پر اک قطعہ یہ برجستہ کہا

پندنامہ جو کہا داغؔ نے بیکار نہیں
کام کا قطعہ ہے یہ وقت پہ کام آئے گا!

فوہی

(جناب سید امتیاز علی صاحب تاج بی اے)

اسکاٹ لینڈ میں دریائے فورتھ کا پُل تیار ہونے کی تجاویز ہو رہی تھیں۔ پُل کا تیار کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ دریا کا عرض وعمق انجینیروں کی تدابیر کے قابو کا نہ تھا۔ دوسرے پُل شمالاً جنوباً تیار ہونا تھا۔ اور اس رُخ ہواؤں کا وہ زور شور تھا۔ کہ اگر پُل تیار ہو بھی جاتا۔ تو طوفان کے چند تُند جھونکے اُسے پاش پاش کر دینے کو کافی تھے۔ انجینیروں نے بڑے غور خوض سے ایک اسکیم بنائی۔ اور ۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ مصارف کا تخمینہ کیا۔ ہزاروں معمار اور انجینیر اس کی تعمیر میں مصروف ہُوئے۔ انجینیروں کی ذہانت وفطانت کی تعریف میں اخباروں کے ایڈیٹروں نے تعریف کے پھول برسانے شروع کر دیئے۔ سب کو یقین تھا۔ کہ یہ تعمیر سلطنت برطانیہ کی عجائبات میں ایک حیرت انگیز اضافہ ہوگی ؛

پُل کا کام اختتام کے قریب ہے۔ کہ ایک مشرقی سیاح آتا ہے۔ وہ پُل کو مسرت واستعجاب کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ اور اس حیرت انگیز صنعت پر جو سائنس کے بازوؤں پر قائم ہو رہی تھی۔ تحسین ومرحبا کہتا ہے۔ لیکن اُس کی نگاہیں اُس طرز تعمیر کو کچھ آشنا سا پاتی ہیں۔ اس کے خیالات بے اختیار ممالک مشرق کی جانب پھرتے ہیں۔ اور وہ آہستہ سے انجینیر سے کہتا ہے "اس پُل کی بنیادیں اُستوار کرنے میں آپ شاید سلطنت چین کے ممنونِ احسان ہیں" ننانوے فیصدی لوگ اس اختراع کو انجینیر کی رُوحِ ذہانت کا نتیجہ سمجھے بیٹھے تھے۔ متعجب انجینیر مان لیتا ہے۔ اور کہتا ہے "ہاں صدیاں گذریں کہ اول مرتبہ چین میں اس قسم کے پُل اختراع ہُوئے تھے"

پندرھویں صدی کے درمیانی حصے میں یورپ نے طباعت واشاعت کا فن سیکھا۔ لیکن قدیم سلطنت چین اسے نہ معلوم کب سے حاصل کر چکی تھی۔ تاریخ چین سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دسویں صدی میں چینیوں نے علوم قدیمہ کی کتابیں لکڑی کے بلاکوں کے ذریعے چھاپ کر شائع کیں۔ لیکن اسمیں شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں۔ کہ جس زمانے میں خاقان چین نے نوعلمی کتابیں شائع کرنے کا حکم دیا۔ اس سے بہت پیشتر چین طباعت کا فن ایجاد کر چکا تھا۔ قطب نما کا اختراع یورپ میں بہت عرصہ بعد ہوا۔ لیکن چینی جہاندان ہزاروں برس پیشتر اپنے جہازوں کو قطب نما کے ذریعے محفوظ کر چکے تھے ؛

چینی لوگ ہی ریشم کی پیداوار واستعمال کے اسرار کے سب سے پہلے راز داں تھے۔ غرضکہ سینکڑوں باتیں جو سائنس نے دیگر اقوام وممالک کو صدیوں بعد بتائیں چین اُنہیں بہت پیشتر حاصل کر چکا تھا ؛

چین اُس زمانے سے ایک متمدن اور اصلاح یافتہ ملک ہے۔ کہ سلطنت روما بھی ایک ہنگامہ وحشت سے زیادہ حقیقت نہ رکھتی تھی چینیوں کے علوم حکمت قدامت میں یونان کو مات کرتے ہیں۔ اور ابھی مصر کی تعلیم نے جنم بھی نہ لیا تھا کہ چین کا تمدن عالم شباب پر پہنچ چکا تھا۔

ان حالات میں یہ کچھ حیرت انگیز نہیں کہ زمانہ قدیم کے تاریک ایام میں اس ملک نے ایک ایسا بینظیر شخص پیدا کیا۔ جو خیالات میں اپنے ہمعصروں سے صدیوں آگے بڑھا ہؤا تھا۔ اُس نے اپنی قوت واثر سے چین میں باقاعدہ سلطنت کی بنیادیں اُستوار کیں۔ اور کاریگر کمہار کی طرح اس مٹی سے ایک نہایت خوشنما ظرف بنا دیا۔

یہ شخص "فوہی" تھا جو "چین کا باپ" کے لقب سے مشہور ہے۔ اور یہی شخص چین کا سب سے پہلا شہنشاہ ہے۔ "فوہی" ایسے عجیب دل ودماغ کا شخص تھا۔ اور اُسکے کارنامے ایسے حیرت انگیز تھے۔ کہ مؤرخین اُسکے وجود کے متعلق شُبہ میں پڑ گئے۔ اور پُوچھنے لگے۔ کہ "فوہی" حقیقت میں کسی شخص خاص کا نام ہے۔ یا اس سے کوئی نامور عہد مراد ہے؟ کیا واقعی وہ گوشت۔ پوست۔ خون اور ہڈی کا بنا ہؤا انسان اور کسی کا باپ۔ بیٹا۔ بھائی اور شوہر تھا۔ یا محض ایک زمانے کا نام ہے؟ کیا وہ دیگر مشاہیر کی طرح انسانی ہستی رکھتا تھا۔ یا پتھر کے زمانے "عہد معدنیات" یا "زمانہ احیاؤ" کی طرح ایک عصر خاص کا نام تھا؟

حال کی تحقیق وتفتیش نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ فوہی انسان تھا۔ اور جو نادر اور بے مثل کارنامے اس سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ اس نے ان سب کو سرانجام دیا تھا۔

جہاں تک تقویمات سے صحیح حساب مرتب ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مسیح سے ۲۹۵۰ برس قبل چین کا حکمران تھا۔ اور اُس نے ایک ایسے تمدن کی بنا ڈالی۔ کہ ہر ملک کسی نہ کسی حیثیت سے اس کا رہین احسان رہیگا۔

فوہی کی سلطنت دُنیا میں قدیم ترین ہے۔ وہ اب سے تقریباً ۵۰۰۰ سال پیشتر موجود تھی۔ مصر۔ بابل۔ اسیریا۔ یونان اور رُوما کے طوفان چڑھے اور اُتر گئے۔ وُہ اَوج ترقی پر بلند ہُوئے۔ اور قعر گمنامی میں جا پڑے۔ مگر چین کی سلطنت میں کسی تغیر وتبدل نے راہ نہ پائی۔ دُنیا کی کوئی قوم اہل چین کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ اور ازمنۂ قدیم میں کوئی دوسری قوم بلحاظ اپنی جائے وقوع کے تسخیر ہونے سے اس قدر محفوظ نہ تھی۔

جب فوہی نے جنم لیا تو چین ایسے بیشمار لوگوں سے بھرا پڑا تھا جن کی حالت وحشت کے عالم طفولیت سے زیادہ نہ تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بغیر پکایا ہُوا گوشت کھاتے تھے۔ اور آوارہ گردی اُن کا کام تھا۔ ان میں کوئی آداب معاشرت منضبط نہ تھے۔ شادی تک کا ان میں رواج نہ تھا۔ لوگوں کو صرف اپنی ماؤں کا علم ہوتا تھا۔ مگر اپنے باپوں کے متعلق وہ محض لاعلم ہوتے تھے۔ زراعت کا کوئی طریق مروّج نہ تھا۔ حصول معاش کے کوئی باقاعدہ ذرائع نہ تھے۔ غرضکہ تمام چین پر وحشت وجہالت کی تاریک گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

فوہی کو قوانین وضع کرنے۔ معابد کی بنا ڈالنے اور اس مخلوط گروہ خلائق میں سے ایک قوم پیدا کرنے کا عظیم الشان کام کرنا پڑا۔ اُس نے ہونان کے صوبے میں بودوباش اختیار کی۔ ہرچند وہ بے یارو مددگار تھا۔ لیکن جو لوگ اُس کی تلقین پر عمل پیرا تھے۔ اُن پر وہ کامل اقتدار رکھتا تھا۔

ہر قوم میں ہمیشہ ایک ہی غیر معمولی شخص ہوتا ہے۔ جو قوم کو خاکِ ذلت سے اُٹھا کر آسمانِ شہرت و عزت پر پہنچا دیتا ہے۔ اُس کے خیالات گو اپنی ایجاد سے نہ ہوں۔ اور اُس کا میلان بھی اگرچہ عوام کے معتقدات کی طرف ہو۔ لیکن اُس کی بلند خیالی اور عالی دماغی کا جادو لوگوں پر چل جاتا ہے۔ اور وہ اپنی اصلاحات عمل میں لاتا ہے۔

"فوہی" تجاویز و تدابیر کا بادشاہ تھا۔ اسمیں صبر اور ترغیب کی طاقت اس درجہ کی تھی۔ کہ کسی سے اس کا موازنہ کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ جن لوگوں پر وُہ اعتماد رکھتا تھا۔ وہ اُن کا امیر بن بیٹھا۔ یا شاید اُس کے زیرک احباب نے اُسے امیر بنا دیا۔ غرضکہ وہ اور بہت سے گروہوں کو حلقہ اطاعت میں لے آیا۔ اور یہ سب اُس کی قوم بن گئی۔ اور یوں درجہ بدرجہ قوت و طاقت حاصل کرتا کرتا چین کا شہنشاہ اول قرار دیا گیا +

وُہ عقل و دانش میں اپنے ہمعصروں سے اس قدر ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ کہ وہ اُسے درجہ اُلوہیت دینے لگے۔ اگر چینیوں کا یہ خیال تھا۔ کہ فوہی کا نسب دیوتاؤں سے جا ملتا ہے۔ تو یہ چنداں بیجا نہ تھا۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر عالی دماغ انسان چین میں پیدا نہیں ہوا تھا +

سب سے پہلے اُس نے قانون ازدواج وضع کیا۔ جو معاشرت میں درحقیقت ایک عظیم الشان اصلاح تھی۔ اور جس سے اَن گنت فوائد مترتب ہوئے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ مستقل گھر قائم ہو جائیں۔ اور شوہر اور والد بیوی اور بچوں کو امن و حفاظت میں لے لیں۔ لیکن یہ قوم اب بھی بے ترتیب افراد کا انبوہ عظیم تھی۔ اور تعداد میں اس قدر زیادہ تھی۔ کہ اس کو قابو میں لانا ممکن نہیں۔ تو بے حد مشکل ضرور تھا۔ چنانچہ فوہی نے لوگوں کو مختلف قبائل۔ جماعتوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر فرقے کا ایک سردار ذمہ دار مقرر کیا۔ جو قوانین عامہ پر عمل پیرا ہو کر اُن پر حکومت کرتا تھا +

فوہی نے اُنہیں آدابِ مطبخ سکھائے۔ اور شکار کرنے اور مچھلی پکڑنے کے طریق بتائے۔ تاکہ اہل صنعت و حرفت کو فاقہ کشی کی نوبت نہ آئے +

وہ شاید سب سے پہلا شخص تھا جس نے اُنہیں لوہے کے ہتھیار دیئے۔ کہ وہ اُن سے شکار کریں۔ اور وحشیوں کے مقابلے میں اپنی حفاظت کر سکیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ "فوہی" خواص الادویہ میں بھی کچھ دخل رکھتا تھا۔ کیونکہ اُس نے رعایا کو خوراک میں نمک استعمال کرنے کی ہدایت کی۔ اور نمک پر بہت سے تجربے کرنے کے بعد خوراک کے ذخیروں کو نمک کے ذریعے محفوظ کرنے کا نسخہ نکالا۔ دیکھنے میں یہ ذرا سی بات ہے۔ مگر استحکام قوم میں بڑی اہمیت رکھتی

ہے۔ کیونکہ آبادی کی تعداد اکثر خوراک کی ہی کمی بیشی پر منحصر ہے +

اس کی سلطنت کے آغاز میں لوگ وحشی تھے۔ اور غاروں اور جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ لیکن "فوہی" نے اُنہیں مستقل گھر بنانے کا طریق بتایا۔ زراعت نے بھی اس کے عہد میں ترقی کی۔ مگر فوہی کے کارناموں کی بھی حد تھی۔ چنانچہ وہ ہل کا اختراع نہ کر سکا۔ اور یہ کام اُس کے جانشین "چینگ ناؤنگ" نے انجام دیا۔

فوہی نے لوگوں کی محض جسمانی حالت کا ہی خیال نہ کیا۔ بلکہ ذہنی حالت کا بھی۔ وُہ چینی موسیقی کا عاشق تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی رعایا کے لئے کئی قسم کے باجے بھی ایجاد کئے۔

اِتنے کارناموں کو ناکافی سمجھ کر فوہی کی متجسس نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھیں۔ اور تاروں اور سیاروں کے مختلف مشاہدات کر کے فوہی نے دنیا میں پہلی تقویم بنائی۔ اور اپنی رعایا کو دی۔ جس کے ذریعے وہ سال کی مختلف حالتوں کا علم حاصل کرتے تھے +

یقیناً جو دماغ اس قسم کے عجیب و غریب کام کرنے کے قابل ہو۔ اُس کے لئے دن اور رات کو گھنٹوں میں تقسیم کر دینا کچھ مشکل امر نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی قوم کے لئے ایک قسم کی گھڑی بھی ایجاد کی +

یہ تمام ترقیاں اس زمانے کی تھیں۔ جب لکھنے کا فن ایجاد نہ ہُوا تھا۔ اور تبادلۂ خیالات محض ملفوظات اور اشارات سے ہی ہوتا ہے۔ فوہی باوجود اس عالی دماغی کے اپنے عہدِ حکومت میں فنِ کتابت ایجاد نہ کر سکا۔ لیکن اس فن کے آغاز کی عزت کا سہرا فوہی کے ہی سر ہے۔ اس نے مدوّر اشکال کا ایک سلسلہ وضع کیا۔ جو اب تک چینیوں میں "پاکوآ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سلسلے کے ذریعے اس نے گو خیالاتِ مجردہ کا تو نہیں۔ لیکن الفاظ کے اظہار کا طریق چینیوں کو بتا دیا۔ یہ الفاظ کاغذ پر نہیں لکھے جاتے تھے۔ بلکہ جس چیز پر اِن دنوں کتابت ہوتی تھی۔ اُس پر ان کو لکھتے تھے +

یہ کارنامے یا اُن کا کچھ حصہ جو "فوہی" نے اہلِ چین کے لئے انجام دیا۔ اس کے اپنے ایجاد کردہ طریق تحریر میں لکھے گئے یا نہیں۔ اس کا بتانا مشکل ہے۔ غالباً نہیں۔ وہ عرصہ دراز تک صرف لوگوں کے دماغوں اور حافظہ میں موجود رہے۔ لوگ اس کی عجیب و غریب عقل و دانش کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ اُس نے اہلِ چین کے دلوں میں ایک دیوتا کا رُتبہ حاصل کر لیا۔ اسکی شہرت و ناموری کی دُھوم نسلاً بعد نسلٍ زبان زدِ خلائق ہو گئی۔ شروع شروع میں چونکہ کوئی علم ادب نہ تھا۔ اس لئے اس کی شُہرت لوگوں کے حافظہ میں ہی محفوظ رہی۔ یہاں تک کہ فنِ تحریر نے وجود میں آکر قلمبندی سے اس کی تقدیس کی +

کہتے ہیں کہ "فوہی" نے ۱۱۵ سال حکومت کی۔ لیکن جو لوگ عہدِ تاریخ سے پہلے دُنیا میں ہو گذرے ہیں۔ اُن کے سالِ حکومت ہمیشہ مبالغے سے بیان کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اغلباً فوہی کا زمانۂ حکومت اس سے کم ہے +

اس کا زمانہ حکومت خواہ کتنا ہی ہو۔ لیکن اُس عہد میں درحقیقت ایسی عجیب و غریب اصلاحات عمل میں آئیں۔

جو کسی اور فرمان روا کے عہد میں نہ آئی ہونگی۔ فوہی جن لوگوں کا محافظ و راہبر تھا۔ وہ غالباً ایسے ہی تھے۔ جیسے موجودہ اہلِ چین ہیں۔ جنہوں نے ہمت کر کے یک لخت افیون کا استعمال ترک کر دیا ہے۔

اب تک فوہی کا نام چین میں نہایت عزت سے لیا جاتا ہے۔ اور اس کا مقبرہ تقریباً ۵۵ صدیوں کا زمانہ گزرنے پر بھی مقام چن چو میں خوشی اور فخر سے دکھایا جاتا ہے۔ بیشک اہلِ چین کا فوہی پر فخر و ناز بالکل بجا ہے۔ کیونکہ اگر ان کی تواریخ غلط نہیں۔ تو اس مقبرہ میں قدیم ترین تمدن کی یادگار کی باقیات ہیں +

اس نے چینیوں کو وحشی سے ایک متمدن قوم بنا دیا۔ اس نے اُن کے لئے طریقِ معاشرت و سیاسیات کے ایسے نظام بنائے۔ جو اپنی خوبیوں میں بعد کی تمام سلطنتوں سے گوئے سبقت لے گئے +

چین کے لئے اس شہنشاہ عالیجاہ کا وجود بلا تمثیل ایسا ہی تھا۔ جیسا موسیٰؑ کا بنی اسرائیل کے لئے۔ اور اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ جو اعیان و مشاہیر جلوہ افروز بزم عالم ہُوئے ہیں۔ فوہی اُن کی صفِ اول میں جگہ رکھتا ہے +

بہن محترمہ ممتاز رفیع بیگم صاحبہ ماہروی

اپنے ایک عطوفت نامہ میں لکھتی ہیں کہ

"افسانہ نمبر" پہنچا میں آپ کی ہمت اور آپ کی علمی بلند حوصلگی پر حیران رہ گئی۔ آپ واقعی رستمِ ادب ہیں بے اختیار مُنہ سے نکل گیا کہ

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اگر آج علم و ادب آپ کی ان علمی و ادبی خدمات اور اس ایثار عظیم کی قدر کرے تو ہندوستان کی دولت آپ کے قدموں پر لا ڈالے۔ ——— ہاں آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ آپ کے یہ ادبی کارنامے، یہ محنت، یہ درد، یہ جانفشانی رنگ لائے بغیر نہیں ہنگی اور دنیا علم و ادب خود اس صحافتی کارو بار میں جنسِ گرانمایہ و لطیف کی قدر دانی کریگی۔ خدائے پاک آپ کو اس محنت و ایثار کا اجرِ عظیم دیگا۔ اور بے شک دے گا۔

"افسانہ نمبر" میں نے اب تک سرسری طور پر دیکھا ہے اور جناب محمد اسمعیل صاحب کی امداد جو ممدوح نے اس نمبر کی ترتیب میں فرمائی ہے اس نمبر کے سرسری مطالعہ ہی سے میرے دل پر بڑا اثر ہے اور حقیقت میں صاحب ممدوح کا یہ بڑا احسان ہے جو ممدوح نے آپ کا ہاتھ بٹا کر اس اولوالعزمی کے ساتھ اس نمبر کو حقیقی معنوں میں کامیاب بنایا ——— میں افسانہ نمبر پڑھتی جا رہی ہوں اور ہر ہر صفحہ پر آپ کے لئے دل سے خلوص بھری دُعائیں نکلتی ہی جا رہی ہیں ——— یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شاداب چمن کی سیر میں مصروف ہوں۔ جہاں گلہائے رنگا رنگ کی بھینی بھینی خوشبو سے دل و دماغ معطر ہو رہا ہے اور طبیعت کو ایک تازہ فرحت حاصل ہے ماشاءاللہ یہاں جو کوئی بہن صاحبہ رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر اور افسانہ نمبر دیکھتی ہیں تو دنگ رہ جاتی ہیں اور آپ کی اس ہمت ادبی پہ مرحبا کہتی ہیں۔

آپ کا انہماک ظاہر ہے۔ اتنا بڑا کام۔ میں تو یہ سوچتی ہوں کہ یہ کیسے ہو گیا۔ خدا کی قدرت ہی سمجھئے۔ لاہور والے بھی حیران ہی ہونگے۔ کہ کس قدر جرأت و جوانمردی کا کام ہے۔ آج عرفی و فردوسی کو پتہ لگتا کہ میدانِ صحافت میں بازی لے جانا بڑے دل والے کا کام ہے +

مشرقی تہذیب

(پنڈت اندرجیت شرما چھرہ ضلع میرٹھ)

تھا کسی بنگلہ میں اک صاحب بہادر کا قیام / وقف جنکی زندگی تھی نیک کاموں پہ مدام
خُلق کے پُتلے تھے وہ تہذیب کی تصویر تھے / گیان کے بھنڈار تھے ہر علم کی تفسیر تھے
ان کا تھا سائیس قسمت سے کوئی ہندی غریب / تھا فروکش پاس ہی بنگلہ کے وہ بھی بدنصیب
وقف تھا کچھ وقت اُسکا گھاس لانے کیلئے / اور کچھ رہوار کے ملنے ملانے کے لئے
وقت جو ملتا تھا کچھ ان دونوں کاموں سے اُسے / تھا وہ سب بیچاری بیوی پر حکومت کیلئے
ایک تو دُکھیا کے ذمہ گھر کے سارے کام تھے / دوسرے شوہر کے جاری ہر گھڑی احکام تھے
عذر ہوتا ہی نہ تھا لیکن کسی تعمیل سے / پھرتی تھی احکام پر پُتلی سی وہ تعجیل سے!
کام کرتے کرتے بھی ہوجاتی تھی کچھ دیر اگر / لاٹھی ڈنڈے سے لیا کرتا تھا وہ اُسکی خبر!
مشغلہ تھا روز کا یہ روز کا دستور تھا / اس کی عادت تھی یہی عادت سے وہ مجبور تھا
شکوہ لاتی تھی کبھی لب پر نہ بیکس زینہار / آہ وزاری کرکے ہوجاتی تھی پھر مصروف کار
دیکھتے تھے روز یہ صاحب بہادر ماجرا / اور کیا کرتا تھا وہ احباب سے اس کا گلہ
بیٹھے بیٹھے ایک دن پیدا ہوا دلمیں خیال / پیٹتا ہے روز بیوی کو یہ ظالم بدخصال!
آج دونگا میں بھی اس کمبخت کو ایسی سزا / بھول جائے یہ عمر بھر پیٹنا معصوم کا
سوچ کر یہ وقت کا کرنے لگے وہ انتظار / دیکھ لیتے تھے اُنہیں کرسی سے اُٹھ کر بار بار
ڈنڈے بیدردی سے جب مظلوم پر پڑنے لگے / لیکے ہنٹر ہاتھ میں صاحب بہادر بھی گئے
اور پہنچتے ہی کیا ظالم کے اک ہنٹر رسید / لیکن اس منظر کی بیوی کو کہاں تھی تاب دید
اپنے دُکھ کو بھول کر کہنے لگی للکار کر / جان کھو دونگی مرے شوہر کو مارو گے اگر
یہ پتی میرا ہے میری زندگی کا آسرا / جیتے جی پِٹتا ہوا مجھ سے نہ دیکھا جائے گا
پرورش میری ہوئی ہے مشرقی تہذیب میں / بات یہ جائز نہیں ہرگز مری تادیب میں
دیکھ کر یہ حال صاحب رہ گئے ششدر کھڑے / آگے اس تہذیب کے پاسخ نہ اُن سے بن پڑے
نیک دل پر کرگئی یہ بات کچھ اپنا اثر! / سحر تھا پنہاں کوئی اسمیں کہ جادو منتر
بولے وہ "تہذیب انساں مشرقی تہذیب ہے / اور جو تہذیب ہے وہ پردۂ تکذیب ہے!

جغرافیہ اور اس کے پڑھانے کے جدید طریق

(از لالہ رامچندر صاحب اگروال بی اے - ایس اے وی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ھٹو کلاں ضلع حصار)

معنے - جغرافیہ کے معنے زمین کے حالات کا مطالعہ ہے - لیکن یہ مطالعۂ زمین اس طریق سے ہونا چاہئیے کہ اس کے ہر شعبے و شاخ کا تعلق انسانی زندگی سے وابستہ ہو -

مدعا - اس مضمون کو موجودہ نصاب تعلیم میں داخل کرنے کے کئی وجوہات ہیں -

(۱) اس مضمون کا تعلق انسانی زندگی سے بعید ہے - بغیر جغرافیہ کے علم کے اخباری دُنیا بے معنے ہے - اخبار پڑھنے کا حظ صرف جغرافیہ جاننے والا ہی اُٹھا سکتا ہے - آجکل ترقی و تمدن کے زمانہ میں ہر ملک آگے آگے بڑھ رہا ہے - دوسرے ملکوں کی ترقی وہاں کے آئین و قوانین - طریق السلطنت وغیرہ کی بابت جان کر ہم بھی انکی تقلید کرتے ہوئے ترقی کی شاہراہ پر گام زن ہو سکتے ہیں -

(۲) آجکل تجارت صنعت و حرفت وغیرہ میں ہر ایک ملک دوسرے ملک پر انحصار رکھتا ہے - بغیر جغرافیہ کے کوئی ملک تجارت میں ترقی نہیں کر سکتا - اگر کسی سال ہندوستان میں گندم کی فصل کم پیدا ہوتی ہے - تو آسٹریلیا روس اور کنیڈا سے منگوائی جا سکتی ہے - اور ملک قحط سے بچ سکتا ہے - اور نرخ سب جگہ تقریباً یکساں ہی رہتے ہیں اسی طرح زمین کی دھاتوں اور دیگر معدنی اشیاء جن کو ترقی دینے پر ملک کی بہبودی کا انحصار ہے - کا علم جغرافیہ کی ایک شاخ ہے - آج کھیوڑہ کی کان سے کروڑوں من نمک نکالا جا چکا ہے - لاکھوں مزدور اپنا پیٹ پالتے ہیں - اور پنجاب کو یہ کوہ نمک یہ صرف نمک ہی مہیا نہیں کرتا ہے بلکہ پتھر کا کوئلہ مٹی کا تیل - چونا اور سیمنٹ وغیرہ بھی اسی سے نکلتے ہیں - اور تیار کئے جاتے ہیں - برطانیہ نے کوئلہ اور لوہے کی کانوں کو ترقی دیکر طرح طرح کے کارخانے جاری کئے ہیں - اور دُنیا میں سب سے اعلےٰ ترقی کر رہا ہے - لیکن دوسری طرف چین ہے - جو اپنے لوہے کی کانوں سے لوہا نکالنا پسند نہیں کرتا - اور اسی وجہ سے دوسرے ملکوں سے پیچھے رہ گیا ہے -

(۳) اس علم سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نے کس طرح اور کہاں تک قدرتی طاقتوں پر قابو پا کر فائدہ اُٹھایا ہے - ہوائی جہاز - دُخانی کشتیاں - زمین دوز ریلیں چلا کر جنگلوں کو صاف کر کے - دریاؤں سے بجلی پیدا کر کے پہاڑوں کو کاٹ کر نہر نکالی اور دو سمندروں کو ملا دیا - غرضیکہ سوائے موت کے ہر قدرتی بات پر قابو پانے کی کوشش کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے -

(۴) اس علم سے لڑکوں میں بحث کرنے اور سوچنے کی طاقت بڑھتی ہے۔ وہ ہر ایک بات کے لئے وجہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۵) قوت متخیلہ بڑھتی ہے۔ اور نئی نئی باتوں کو معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

پُرانے زمانے میں جغرافیہ کا علم — اس علم کی موجودہ زمانہ میں ہی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہے بلکہ پُرانے زمانہ کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اس علم میں کافی مہارت حاصل کی ہوئی تھی۔ اور بہت فائدہ اُٹھایا تھا۔ مثلاً رامچندر جی کے بن باس کا راستہ۔ ہنومان جی کا لنکا پہنچنا اور سیتا جی کی تلاش کرنا اسی علم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ارجن کا الوپی شاہزادی مہاراجہ پاتال لوک یعنی امریکہ سے شادی کرنا ظاہر کرتا ہے کہ نہ صرف پُرانی دُنیا بلکہ نئی دُنیا کا علم بھی ہمارے بزرگوں کو تھا۔ بعد ازاں کالیداس میگھ دوت میں بادل کو کیلاش پربت پر جانے کے لئے جو راستہ بیان کرتا ہے آجکل بھی سندھیاچل سے ہمالیہ پربت تک وہی چھوٹا راستہ ہے۔ نیز راستہ کے مقامات کا ذکر بھی ٹھیک ترتیب سے کیا ہُوا ہے۔

پُرانے طریق تعلیم اور موجودہ طریق تعلیم میں فرق — (۱) موجودہ طریق کے مطابق ہم مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ جبکہ پُرانے طریق کے مطابق ہم نتیجہ سے وجوہات کی طرف واپس چلا کرتے تھے۔ مثلاً پہلے طریق کے مطابق بحیرۂ روم کے خطہ کی بابت لڑکے صرف یہ جانتے تھے کہ یہاں سردیوں میں بارش ہوتی ہے۔ اور بحیرہ روم کے نزدیک واقعہ ہے۔ وجہ نامعلوم۔ لیکن آجکل جدید طریق کے مطابق لڑکوں کو وجہ معلوم ہے۔ کہ جو خطہ ۳۰° اور ۴۰° شمال اور جنوب میں واقع ہے۔ گرمیوں میں تجارتی ہواؤں کے زیر اثر ہوتا ہے۔ اور سردیوں میں غیر منقلب تجارتی ہواؤں کے جو سمندر پر سے آتی ہیں۔ اور ساحل پر بارش برساتی ہیں۔ اسی طرح وہ وجہ کی کسوٹی پر پرکھ کر بتا سکتے ہیں کہ فلاں مقام کس خطہ میں واقع ہے۔ اور فضول ملکوں اور جگہوں کے نام یاد کرنے سے بچ جاتے ہیں۔

(۲) جدید طریق کے مطابق مقامی جغرافیہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ لڑکے اپنے گاؤں یا گردو نواح کی زمین کے ٹکڑے کا پورا سروے Survey کرتے ہیں۔ اور اسی علم پر آئندہ جغرافیہ کی بُنیاد رکھی جاتی ہے۔ سروے کے معنے ہیں۔ کہ لڑکے کسی زمین کے ٹکڑے کی خاصیت۔ قسمیں۔ ڈھلان۔ پیداوار۔ نہریں۔ سڑکیں۔ کھیت جنگلات و خاص مقامات۔ مثلاً سٹیشن۔ سکول۔ مندر۔ ڈاک خانہ وغیرہ کو مطالعہ کرکے نقشہ پر ظاہر کریں یعنی عملی کام پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔

(۳) اٹلس۔ نقشہ اور خاکہ کی مدد کے بغیر جغرافیہ کا سبق کچھ معنے نہیں رکھتا۔ یہ مضمون خشک اور غیر دلچسپ اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ پڑھایا جاتا ہے۔

(۴) اس کو روزانہ زندگی کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جاتا۔ محض FACTS بتلا دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک کپڑا جو لنکا شائر سے آیا ہو یا ایک قینچی جو شفیلڈ کی بنی ہو لڑکوں کو دکھلائیں۔ اور پوچھیں کہ یہ چیزیں وہاں سے کیوں آئیں۔ ہمارے یہاں کیوں نہیں بن سکتیں۔ وہاں پر صرف انہی مقامات پر کیوں بنتی ہیں۔ ہمارے پاس کس راستے سے پہنچتی ہیں۔ ان مقامات اور راستوں کو نقشہ پر دکھلاؤ۔ اگر لڑکے خود ہی نقشہ پر جگہوں کو معلوم کریں۔ اٹلس دیکھیں اور خاکوں پر پُر کریں۔ تو زیادہ دلچسپی کا موجب ہوتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اُستاد کا اپنا علم اس مضمون میں مکمل اور اپ ٹو ڈیٹ ہو۔ نئی معلومات سے لڑکوں کو بہرہ ور کرتا رہے۔ جو عام طور پر ان کے تعلیمی کورس میں درج نہیں ہوتیں۔ مثلاً کراچی کی بندرگاہ پر نئی نئی ترقیاں۔ ہوائی جہاز کا سب سے بڑا اسٹیشن۔ وزیگاپٹم۔ او کھا بنڈری بندر نئی بندرگاہوں کی اہمیت جزائر سے۔ سمندر کے نیچے نیچے ریل جاری کرنے کی سکیم۔ ہالینڈ میں زوڈر جی سے زمین حاصل کرنے کا نیا طریق۔ یعنی ملک سطح سمندر سے نیچا ہے اہل ہالینڈ نے سمندر کے کنارے پر ایک دیوار بنا کر کچھ حصہ روک لیا ہے۔ اُس کا پانی پمپ کر دیا ہے۔ اور اس زمین کو قابل کاشت بنایا جا رہا ہے۔ وغیرہ۔

جغرافیہ کا اور مضامین سے تعلق جغرافیہ اور تاریخ کا تو بہن بھائی کا تعلق ہے۔ ایک کی مدد کے بغیر دوسرا کچھ معنی ہی نہیں رکھتا۔ جب جغرافیہ میں کسی مقام کا ذکر آئے تو بتلاؤ کہ تاریخ میں اُس کی بابت کیا پڑھا ہے۔ کوئی لڑائی ہوئی تھی یا کسی بادشاہ کا دارالسلطنت رہا ہے۔ یا کوئی اور مشہور واقعہ گذرا ہو تو ذکر کرو۔ اسی طرح بتاؤ کہ کسی مقام کو لڑائی کا میدان بنانے میں کن کن جغرافیہ کی باتوں نے مدد دی مثلاً پانی پت۔

کسی ملک کے طبعی حالات اور قدرتی پیداوار کا اس ملک کے باشندوں کی عادات۔ توہمات۔ مذہب اور دوسرے مجلسی حالات پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً بوجہ زیادتی بارش اور جنگلات۔ دکن میں لوگ درختوں کی پوجا کرنے لگے۔ میدانوں میں بارش کی کمی کی وجہ سے۔ کھیتوں کے پکنے اور پیدا ہونے میں مدد دینے والی طاقتوں۔ مثلاً سورج۔ ہوا۔ اور اندر وغیرہ دیوتاؤں کی پرستش شروع ہوگئی۔ عرب میں لوگ ایسا نہیں کرتے۔ کیونکہ وہاں کے حالات کسی طرح بھی موافق نہیں۔ بنگال کے ہندو بوجہ سمندر کے قُرب کے مچھلی کو بطور خوراک استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یو پی کے ہندو اس کو عیب شمار کرتے ہیں۔ پہاڑی لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ گورکھے اور پٹھان ہر طرح علیحدہ رہنے کی وجہ آزادی پسند ہیں۔ مسلمانی حملے ہند پر صرف مغرب کی سمت سے ہوئے۔ اور وہ بھی سردیوں کے موسم میں۔ کیونکہ گرمیوں میں گرمی کی زیادتی اور دریاؤں میں پانی کی کثرت انکو حملے میں کامیابی سے روکتی تھی۔ تجارت کا انحصار ایک ملک کے ذرائع آمد و رفت پر جو بذات خود ملک کے طبعی حالات پر مبنی ہیں ہو جاتا ہے۔ جیسے تبت اور ہندوستان کے

دریاں تجارت بوجہ ہمالیہ کم ہے - چین میں بھی تجارت کی کمی کی یہی وجہ ہے -
اسی طرح اگر کسی ملک کی معدنی پیداوار زیادہ ہوگی تو وہاں کے باشندے خوشحال ہونگے اور صنعت و حرفت میں آگے بڑھے ہوئے پائیں گے - اچھی آب وہوا اور پوزیشن کی وجہ سے برطانیہ اور جاپان ترقی کر رہے ہیں بہت سے واقعات کی تاریخ پڑھنے سے اُن کی اصلیت سمجھ میں آجاتی ہے - مثلاً بمبئی میں روئی کے کارخانوں کے قائم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ شمالی اور جنوبی ریاستہائے متحدہ میں لڑائی ہونے سے لنکا شائر نے روئی بمبئی سے منگوانی شروع کردی - صلح کے بعد بمبئی کی روئی کی مانگ جاتی رہی - بمبئی نے بوجہ موجودگی کافی سٹاک روئی اپنے کپڑے کے کارخانے جاری کردیئے - وہاں کی مرطوب آب وہوا نے اور بھی مدد دی -
بھاپ اور انجن کے استعمال سے صنعت اور حرفت میں زیادہ ترقی ہوئی - جس کا اثر یہ ہُوا کہ آبادی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلی گئی - نئے شہر آباد ہوگئے - نئی آبادیاں قائم ہوگئیں - تیار شدہ مال کو فروخت کرنے کے لئے اور خام اشیاء منگوانے کے لئے دُنیا کے سب حصوں میں بندرگاہیں اور تجارتی شہر قائم ہوگئے - طول - ماپ اور وزن کے سمانے وغیرہ سمجھانے میں حساب کی مدد لو - رقبہ اور نسبت فاصلہ جو نقشہ میں ظاہر کیا ہوتا ہے کو حساب کی مدد سے سمجھاؤ - نیز حساب میں سوالات فرضی نہ ہوں - بلکہ اصل فاصلوں اور نرخوں کے ہوتے چاہئیں - ٹمپریچر چارٹ - گراف وغیرہ بنانے - ہوا کے پھیلنے - اور بارش وغیرہ ہونے کی وجہ سمجھانے میں سائنس اور جغرافیہ میں تعلق ظاہر کرو -

جغرافیہ پڑھانے کے طریق

(۱) مشاہدہ - مقامی جغرافیہ اور طبعی جغرافیہ پڑھانے میں جہاں تک ممکن ہو مشاہدہ کی مدد لو - نیچر سٹڈی سے شروع کرو اور اسی پر ختم کرو -
(۲) بیان - کہانیوں کے طور پر تصویریں دکھلاکر - پکچر کارڈ دکھلاکر اور سینما دکھاکر لڑکوں کو دوسری جگہوں سے واقفیت دلاؤ - کہ وہاں بچے کس طرح رہتے ہیں - میگزین اور رسالہ جات پڑھنے کی عادت ڈالو - اور ان میں سے دلچسپ مضامین چھانٹ کر سُناؤ -
(۳) سائنٹیفک - تجربہ اور روجہ بات کی مدد سے نتیجہ نکلواؤ - اور ایک واقعہ کا دوسرے سے اور دوسرے کا تیسرے سے تعلق جتلاؤ - مثلاً سطح پر آب وہوا - اور ذرائع آمدورفت کا انحصار - بارش پر پیداوار کا پیداوار پر مویشیوں کا - ریلیوں پر ملک کی تجارت کا اور تجارت پر لوگوں کی خوشحالی - طرز حکومت اور ترقی کا انحصار دکھلاؤ - جس سے یاد کرنے میں بھی آسانی ہو - اور سمجھنے میں سہولیت -
(۴) ریجنل یا قدرتی تقسیم - اس کے معنی یہ ہیں کہ دُنیا کو یا کسی ملک کو بلحاظ آب وہوا و پیداوار ایسے حصوں میں تقسیم کردینا جہاں کی سطح آب ہوا پیداوار - جانور - اور پیشے یکساں ہوں - یہ طریق اس وقت استعمال

کرنا چاہئے۔ جبکہ ملکوں کے نام اور انکے حصّوں سے لڑکوں کو واقفیت ہو چکے۔ اس کے فوائد یہ ہیں :۔
(۱) چونکہ قدرتی ہے اس لئے آسان ہے۔ اور اس کے ذریعہ کم وقت میں زیادہ پڑھایا جا سکتا ہے مثلاً لڑکوں کو مون سون ہواؤں یا بحیرہ روم یا استوائی خطّے کی وجہ اور خاصیت معلوم ہونے پر وہ خود بخود نقشہ دیکھ کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کون کون ملک کس خطہ میں ہیں۔

پرائمری کا سلیبس۔ جماعت دوم۔ اس جماعت میں کوئی کتاب بطور جغرافیہ کا کورس نہیں ہوتی چاہئے۔ مقامی جغرافیہ پر توجہ دی جانی چاہئے۔ تعلیمی کام اپنے گاؤں یا گرد و نواح کی بابت بات چیت سے شروع کرو۔ اور مشاہدہ اور گفتگو کا سلسلہ جاری رکھو۔ لڑکوں کو بازار میں لے جاؤ وہاں مختلف اجناس اور سبزی دکھلاؤ۔ کھیتوں کی سیر کراؤ۔ زمین کی خاصیت اور مختلف قسمیں دکھلاؤ۔ کنوئیں کی سیر کراؤ۔ اور واقفیت دلاؤ کہ پانی کس کس طرح نکالا جاتا ہے۔ بنئے کی دکان پر لے جاؤ۔ اور مختلف سامان جو وہاں موجود ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ سٹیشن پر لے جاؤ۔ ندی نالے کی سیر کراؤ۔ اور بتلاؤ کہ کدھر سے آتے ہیں۔ اور کدھر جاتے ہیں۔ کون کون پالتو جانور ہیں؟ ہمارے گھر کس چیز کے بنے ہوئے ہیں؟ پہاڑی اور عرب کے گھروں سے مقابلہ کرو۔ ہماری پوشاک اور خوراک کیا ہے؟ دوسرے ملکوں کے بچے کیا پہنتے ہیں۔ اور کیا کھاتے ہیں۔ گاؤں کے کمین اور کاریگروں کے پاس لے جاؤ۔ ترکھان۔ لوہار۔ جولاہا۔ کمہار کس طرح اور کیا کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکوں کو فاصلہ اور طرفوں کا علم دلاؤ۔ سکول سے مختلف مقامات کے فاصلے ماپو اور طرفیں پوچھو اور خاکہ کا تصور دلاؤ۔ سورج کا روزانہ راستہ یعنی کدھر سے نکلتا ہے۔ کدھر چھپتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تیسری جماعت۔ مختلف فصلوں کے موقع پر کھیتوں کی سیر کراؤ۔ بارش کے بعد ندی۔ نالہ۔ دریا معاون۔ دایاں کنارہ۔ بایاں کنارہ۔ جزیرہ۔ دیگر جغرافیہ کی اصطلاحات وغیرہ جو کہ ضروری ہیں۔ بتلاؤ۔ اور روزانہ زندگی میں ان سے کیا فائدہ ہے جتاؤ۔ مختلف درخت اور ان کے نام۔ ان کے فائدے۔ درخت کے مختلف حصّے۔ جڑ۔ تنا۔ پتے۔ پھل پھول اور انکا مشاہدہ۔ اجناس کس طرح کھیت سے لاتے ہیں۔ نقشہ کے معنی سمجھاؤ۔ ایک سرانت لے کر اس میں سکول کو ایک اینٹ سے ظاہر کرو۔ چاک کے ساتھ لائن کھینچ کر گلیوں کو۔ اور دیگر مقامات کو بھی اینٹ سے۔ یہ ایک چھوٹا نقشہ بن گیا ہے۔ اس کے بعد سکول کو بلیک بورڈ پر نقطہ سے۔ اور سڑکوں اور گلیوں کو لائن سے اور دیگر مقامات کو بھی نقطہ سے ظاہر کرو۔ اور دونو کا مقابلہ کرو۔ اب چھپا ہوا نقشہ ضلع کا یا گاؤں کا پیش کرو۔ لیکن شمال جنوب اوپر اور نیچے ہوگئے ہیں۔ اس کو پہلے نقشہ زمین پر لٹا کر سمجھا دو۔

گاؤں اور ضلع کے نقشہ پر سوالات۔ اس جماعت ہیں گاؤں کا پورا جغرافیہ پڑھاکر اس کو ضلع کے جغرافیہ کی بُنیاد بناؤ۔ لڑکوں کو اپنے مشاہدہ کا اظہار مختلف اقسام سے کرنا سکھلاؤ۔ کہکر لکھ کر۔ موڈل بناکر۔ خاکہ اور نقشہ بناکر۔ غرضیکہ عملی کام زیادہ ہونا چاہئے۔

چوتھی جماعت۔ اس جماعت میں پنجاب کا جغرافیہ مقرر ہے۔ اس کو مندرجہ ذیل طریق سے پڑھاؤ۔ پہلے پنجاب کا ایک مٹی کا موڈل بناؤ۔ جس میں پہاڑ اور دریا دکھلائے ہوئے ہوں۔ تینوں قدرتی حصوں کو یعنی شمال مشرقی پہاڑی۔ شمال مغربی سطح مرتفع اور باقی میدان ظاہر کرو۔ ہر علاقہ کی زمین کی خاصیت۔ بارش فصل۔ لوگوں کے پیشے۔ طرز رہائش ذرائع آمدورفت۔ گھروں کی بناوٹ۔ موسم۔ جانور۔ دھات وغیرہ جتلاؤ۔ اور ایک دوسرے سے نیز مقامی حالات سے مقابلہ کرو۔ دوسرے ملکوں کے لئے پنجاب کیا کرتا ہے اور دوسرے ملک پنجاب کے لئے کیا کرتے ہیں؟

اس جماعت میں پریکٹیکل کام کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ کھیتوں کی سیر۔ دھوئیں سے ہوا کا رُخ معلوم کرنا۔ عموداً سلاخ پر مشاہدات۔ بارش کو جانچنے کے دیسی طریقے۔ آبپاشی کے مختلف طریق۔ دریاؤں کی سیر۔ گرمیوں میں پانی کی زیادتی اور سردیوں میں کمی وغیرہ۔

چونکہ لڑکے عام طور پر پرائمری کے بعد سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہندوستان اور دُنیا کا بھی مختصر حال مثلاً زمین کی شکل۔ مختلف براعظم۔ دن رات کا پیدا ہونا۔ تری اور خشکی کی نسبت وغیرہ کچھ پندرہ بیس ایسی چیزیں بازار سے خریدو۔ جو مختلف ممالک سے آئی ہوں۔ ان کی مدد سے دُنیا کا نقشہ لے کر مختلف ممالک کا حال سُناؤ۔ اور ان کی بابت اور وہاں کے بچوں کی بابت کہانیاں سُناؤ۔ مڈل کے حصہ میں سائنٹیفک اور قدرتی طریق استعمال کرو۔ لیکن عملی کام ساتھ ساتھ ہو رہا ہے۔

جغرافیہ کی تعلیم میں عموداً سلاخ کی قیمت کے VERTICAL ROD کی مدد سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس پر تیسری سے دسویں جماعت تک ایکسرسائز ہوتی رہنی چاہئے۔ مثلاً

(۱) اصل شمال معلوم کرنا اور اس سے دیگر اطراف (قوس قطع کرکے)۔

(۲) سایہ صبح شام لمبا ہوتا ہے۔ اور دوپہر کو سب سے چھوٹا۔ یعنی گرمی کی زیادتی اس وقت ہوتی ہے۔ جب سورج سر پر ہو۔ اور سایہ چھوٹے سے چھوٹا ہو۔

(۳) دوپہر کے وقت سورج کا زاویہ بلندی یعنی دوپہر کو سلاخ کی لمبائی اور سایہ کی لمبائی ماپ کر تکون بناؤ۔ قاعدہ پر کا زاویہ سورج کی بلندی ظاہر کریگا۔ یہ زاویہ بلندی اگر ہم نوٹ کرتے رہیں۔ تو موسموں کے تغیر و تبدل

سمجھنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح روزانہ مقررہ وقت پر سایہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سایہ ۲۲ مارچ اور ۲۴ ستمبر کو ٹھیک شمال کو ہوتا ہے۔ نیز سب سے چھوٹا سایہ دوپہر کو ۲۱ جون کے روز اور سب سے لمبا ۲۲ دسمبر کو سلاخ کے سایہ سے ہم وقت بھی معلوم کر سکتے ہیں۔

سیر و سیاحت اور جغرافیہ کی تعلیم میں اسکی قیمت ؎ اُستاد صاحبان کو چاہیئے کہ کبھی کبھی لڑکوں کو تاریخی مقامات یا کسی کان یا کارخانہ وغیرہ کی سیر کو لے جایا کریں۔

(۱) اس سے لڑکوں میں FIRST HAND علم حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے۔ اور عام واقفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) لڑکے اکیلا رہنا اور سفر میں اپنا انتظام کرنا سیکھ جاتے ہیں۔

(۳) مشاہدہ کی ہوئی باتوں کے اظہار کرنے کی لیاقت بڑھتی ہے۔

(۴) اُستادوں اور لڑکوں میں دوستانہ تعلقات بڑھتے ہیں۔

(۵) بوجہ ساتھ رہنے کے مدرس لڑکوں کی سب عادات سے واقف ہو جاتا ہے۔ جو اس کو مدرسہ میں بوقت تعلیم اور انتظام میں مدد دیتے ہیں۔

(۶) لڑکوں میں خوشی سے تکلیفات برداشت کرنے کی عادت بڑھ جاتی ہے۔

(۷) اپنے سکول میوزیم کے لئے کوئی نمونہ کی چیز لاتے ہیں۔

اگر کسی کارخانہ یا کان کا مشاہدہ کرایا جائے تو یہ باتیں لڑکوں کو نوٹ کرنے کی ہدایت کرنی چاہیئے۔

(۱) کارخانہ یہاں پر کیوں لگایا گیا ہے؟ (۲) خام اشیاء کہاں سے آتی ہیں؟ (۳) ذرائع آمد و رفت کیا ہیں؟ (۴) چلانے کے لئے کیا طاقت استعمال کی جاتی ہے۔ آیا بھاپ۔ تیل۔ بجلی۔ پانی۔ ہوا یا حیوانی؟ (۵) تیار شدہ مال باہر بھیجا جاتا ہے۔ یا لوکل استعمال ہوتا ہے؟ (۶) کارخانہ کی مختصر ہسٹری۔ مزدوروں کی حالت۔ کارخانہ کی بناوٹ وغیرہ؟

جغرافیہ پڑھانے میں عجائب گھر چڑیا گھر اور لائبریری کا درجہ ؎ جن شہروں میں عجائب گھر اور چڑیا گھر ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ تو ہر طرح سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ جہاں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ وہاں پر اُستاد کو چاہیئے کہ لڑکوں کی مدد سے سکول میں ایک عجائب گھر تیار کرے اس میں سب اقسام کے اناج۔ وزن کے باٹ۔ طول کے پیمانے۔ مختلف قسم کی مٹی۔ پتھر۔ دھات اور ان سے تیار ہونے والی چیزیں۔ سب قسم کی لکڑیاں۔ گوند۔ پھل۔ پھول پتے وغیرہ۔ نزدیک تر کارخانہ کا

تیار شدہ مال گھونگے۔ کپڑے کے نمونے۔ غیر ممالک کے ٹکٹ۔ سکہ جات۔ پرندوں کے پر اور گھونسلے۔ مٹی کے موڈل۔ سروے چارٹ۔ گاؤں کے نقشہ جات۔ گراف۔ فزیکل۔ جغرافیہ کے متعلق سب شکلیں۔ جانوروں اور پرندوں کے موڈل اور ان کی خاصیت و مقابلہ کے مضامین وغیرہ رکھے۔ ہر چیز پر لڑکے کا نام لکھو تاکہ لانے کا شوق ہو۔

اسائن مینٹ سسٹم کیا ہے؟ اور جغرافیہ میں اسکا اطلاق } یہ ایک انگریزی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں مقرر کرنا۔ اس سسٹم کے مطابق کوئی کام خاص مقدار میں خاص پیریڈ یعنی ہفتہ یا دس دن کے لئے مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور لڑکوں کی رہنمائی کے لئے ٹیچر مختلف ذرائع تجویز کر دیتا ہے۔ لڑکے اپنی محنت سے خود اس کام کو پورا کرتے ہیں۔ یہ سسٹم مڈل حصہ میں زیادہ موزوں طریق پر برتا جا سکتا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

(۱) لڑکے آزادی سے اور اپنی محنت سے کام کو پورا کرتے ہیں جس سے ان کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔

(۲) لڑکوں کو اپنے آپ پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ (۳) کوآپریشن کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

(۴) لائبریری سے کتب لے کر ان کا استعمال سیکھ جاتے ہیں۔ (۵) مقررہ کام کو مقررہ وقت پر ختم کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان کے جانوروں اور جنگلات پر آٹھویں جماعت کو یہ اسائن مینٹ دیا جا سکتا ہے۔

(۱) خالی خاکہ ہند پر مختلف رنگوں سے دکھلاؤ (۱) جنگلات (۲) گھاس کے میدان (۳) کاشت شدہ علاقے۔ (۴) ریگستان۔

(۲) اس نقشہ کا ہند کے بارش کے نقشہ سے مقابلہ کرو۔ اور بتاؤ کہ دونو نقشوں میں کیا مشابہت ہے۔

(۳) دیودار۔ ناریل اور ربڑ کے لئے کس قسم کی زمین اور آب و ہوا کی ضرورت ہے۔ یہ کہاں پائے جاتے ہیں۔ دکن کے جنگلات برہما اور آسام جیسے مشہور کیوں نہیں۔ ہند میں اور خاص کر پنجاب میں جنگلات کی وجہ سے کہاں کہاں کیا کیا کارخانے جاری ہیں۔ جنگلات کے فوائد بیان کرو۔ (رسالہ جنگلات پنجاب مرتبہ رائے صاحب لالہ سوہن لال پڑھو)۔

(۴) ہندوستان کے کس حصہ میں اچھے مویشی ملتے ہیں۔ اور کیوں؟ کس صوبے میں اُون اچھی ہوتی ہے اور کیوں؟ ہاتھی کس جگہ باربرداری کا کام دیتا ہے اور کیوں؟

گھر پر جغرافیہ کا کام } جہاں اسائن مینٹ سسٹم جاری ہے۔ وہاں تو اسی کو پورا کرنے کا کام سکول میں اور گھر پر کافی ہے۔ اس کے علاوہ نقشہ بھرنا۔ مشاہدہ اور سیر کا کام زیادہ دینا چاہئے۔ لڑکوں کو فصلوں کا اندازہ۔ کھیتوں کی لمبائی چوڑائی۔ جنسوں کا نرخ وغیرہ معلوم کرنا۔ کسی موڈل کا تیار کرنا۔ وغیرہ کام دو۔ جو لڑکوں کی روزانہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ اور والدین کو مفید ثابت ہو۔

حضرتِ فیاض

بہار آئی ہے گُلِ خنداں ہے سرگرمِ نوا بلبل
صبا اٹکھیلیاں کرتی ہے اور گلشن مہکتا ہے

ہوا ہے وہ توہّمِ آمدِ صیاد کا مجھ کو
دہل جاتا ہے دل پتّا اگر کوئی کھڑکتا ہے

جلا دے اے تپِ غم! تن ہوا ہے سوکھ کر کانٹا
یہ اب تک ناتواں بینوں کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے

جگر پر اک چھری سی صاف چل جاتی ہے اے ہمدم
کوئی مقتل میں اس انداز سے دامن جھٹکتا ہے

لگی ہے چوٹ دل پر عشق کی بیخود ہوا ہوں میں
نہ غش ہے چارہ گر! مجھ کو نہ ضربہ ہے نہ سکتہ ہے

غیر مطبوعہ

تصوّرِ مفتوں

(لالہ شنکر سروپ صاحب مفتوں شکوہ آبادی تلمیذ فصیح العصر ناخدائے سخن تاج الشعراء حضرت نوح ناروی مدظلہٗ)

ناشاد نہیں ہوں کبھی مضطر بھی نہیں ہوں
لیکن ہوں بشر میں کوئی پتھر بھی نہیں ہوں

کیا ظن ہے کہ ناراض ہوئے جاتے ہیں احباب
میں گردِ کدورت کے برابر بھی نہیں ہوں

آزاد کریں کیا مجھے آزاد ہوائیں
زنداں میں کوئی سلسلۂ در بھی نہیں ہوں

محروم کیا گردشِ قسمت نے سکوں سے
پھر کر جو ٹھہرتا ہے وہ چکّر بھی نہیں ہوں

کیا جانئے کیا آئے مصیبت دمِ آخر
میں نزع کی تکلیف کا خوگر بھی نہیں ہوں

سب دل میں جگہ دیتے ہیں بربادیٔ غم سے
رکھتا نہیں گھر کوئی تو بےگھر بھی نہیں ہوں

مانا کہ مرے دل کو ہے دنیا کی تمنّا
دنیا کے کسی بندے پہ دو بھر بھی نہیں ہوں

مفتوںؔ یہ فنا اپنی حقیقت میں فنا ہے
کیا طرفہ تماشہ ہے کہ ہو کر بھی نہیں ہوں

بچوں کی تربیت کے ذرائع

ہمارے بچے ہی ہماری آئندہ آنے والی نسل کے سچے رہنما ہیں۔ اُن کے طاقتور اور ذہین ہونے سے ہماری قوم کی بنیاد مضبوط ہو سکتی ہے۔ انہی بچوں نے بڑے ہو کر اپنے خاندان میں ایسے اہم امور کو سرانجام دینا ہے جو ہمارے لئے باعثِ فخر و عزت ہیں۔ اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے کامیاب شہری بن سکیں تو ہمیں چاہئے کہ انکی تربیت کے لئے اعلےٰ معیار کے وسائل تجویز کریں۔

سب سے پہلے ہمیں اس امر کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ ہماری قوم کے بچوں کو لوازماتِ زندگی کے حصول میں کوئی دِقت تو پیش نہیں آتی؟ کیا انہیں کھانے کے لئے کافی خوراک دستیاب ہو جاتی ہے؟ کیا انہیں پہننے کے لئے صاف ستھرا لباس میسر ہو جاتا ہے؟ اگر ان ہر دو امور کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہماری قوم کے بچے کبھی بھی بامِ ترقی پر نہیں چڑھ سکتے۔ جو شخص پیٹ سے بھوکا ہو وہ کبھی بھی کسی کام میں اپنی انتہائی کوششیں صرف نہیں کر سکتا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والدین مفلس ہونے کے سبب مندرجہ بالا امور کی طرف متوجہ ہونے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اُن کے دل میں یہ شوق تو موجزن ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تندرست و توانا بنانے کے لئے ہر ممکن وسیلہ اختیار کریں۔ لیکن مفلسی اور قلاشی انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے نیک خیالات کو بالائے طاق رکھ دیں۔ یہ مانا کہ کسی ایک قوم کے تمام افراد ہرگز آسودہ حال نہیں ہو سکتے۔ اور ہر قوم میں تقریباً پچاس فیصدی اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو بڑی مشکل سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان حالات کے زیر اثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح وہ اپنے بچوں کی تربیت کا خیال رکھ سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ ایک یا دو اشخاص کی مشکلات نہیں بلکہ انکی ذمہ داری کا بوجھ تمام قوم پر مشترکہ ہے۔ ہمارے بچوں کا طرزِ معاشرت ہی کا کام اپنے ذمہ لیں۔ اور ان اخراجات کے لئے ہر شخص کا فرض ہونا چاہئے۔ کہ اپنی توفیق کے مطابق ہر ماہ کچھ نہ کچھ رقم بطور چندہ ادا کرے۔ مشترکہ کام کرنے سے ایک تو ہمارے بچوں کا جو حقیقت میں ہماری قوم کے نمائندے ہیں مستقبل شاندار ہو سکتا ہے۔ دوسرے اس بارے میں مفلس اشخاص کی مشکلات بھی رفع ہو جاتی ہیں۔

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایسے مدرسے ہونے چاہئیں جو ہمارے بچوں کو درسی کتب کی تعلیم کے علاوہ کامیاب شہری بننے کے اصولوں سے واقفیت بہم پہنچائیں۔ اُن کو صحت کے قوانین سے مطلع کریں۔ تنگ و تاریک اور غیر کشادہ مکانات اور غلیظ عادات کے نقصانات سے آگاہ کریں۔ امریکہ میں ایسے مدرسے جو "پبلک سکول" کے نام سے موسوم ہیں کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ وہاں درسی کتب کی تعلیم کے علاوہ طلبا کو لوہار۔ ترکھان وغیرہ کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ طلبا کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے جمناسٹک اور دیگر کھیلوں کا باقاعدہ انتظام ہے۔ انکے علاوہ ہر مدرسے میں ایک ایک ڈاکٹر مقرر ہے جو کمزور

اور دبلے پتلے طلبا کی صحت کا خاص خیال رکھتا ہے۔ اس طرح وہاں کے طلبا ذہین۔ دانشمند اور جسمانی حالت میں بھی طاقتور ثابت ہوتے ہیں۔ وہ اپنے علم۔ اپنے اساتذہ اور سب سے بڑھ کر اپنے ملک پر جتنا فخر کریں بجا ہے۔

بیشک بیمار اور کمزور بچوں کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے لیکن اس کے علاوہ تندرست بچوں کو مضبوط اور توانا رکھنے کے لئے فائدہ بخش وسائل تجویز کرنا بھی قوم کا اخلاقی فرض ہے۔ گاؤں یا شہر کے باہر ایسی بازی گاہیں ہونی چاہئیں جہاں بچے اپنا فرصت کا وقت کھیل کود میں گذار سکیں۔ تمام دن دماغی کام کرنے کے بعد اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ دماغ کو آرام دیا جائے۔ اور کچھ عرصے فکری سے کھیل کود میں صرف کیا جائے۔ موسم گرما میں بچوں کے نہانے اور تیرنے کے لئے عمدہ اور صاف تالاب ہونے چاہئیں جہاں وہ اپنی خواہش کے مطابق نہائیں۔ چھلانگیں لگائیں وغیرہ۔ اُن کی نگہبانی کے لئے۔ پانی میں غوطہ لگانے اور تیرنے وغیرہ کی تراکیب بتانے کے لئے اُستاد مقرر ہونے چاہئیں۔

ان کے علاوہ بچوں کی تفریح طبع کے لئے ایسا سامان بہم ہونا چاہئے۔ جس سے وہ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر بھی اپنے آپ کو محظوظ کر سکیں۔ ہمارے ہاں تاش اور چوپٹ ایسے مروج ہیں۔ میرے خیال میں ان کھیلوں سے سوائے فضول وقت بسری کے اور کچھ مقصود نہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ کھیل کا کھیل ہو اور کام کا کام بھی ہوتا رہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے کھیل رائج کئے جائیں جن میں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم تھوڑی بہت دماغی لیاقت تو ضرور ہو۔ کچھ اور نہیں تو بچوں میں غور و خوض کا مادہ ہی بڑھے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ صرف بچوں کی جسمانی صحت اور کھیل کود ہی قابل توجہ امور ہیں۔ بلکہ ساتھ ساتھ دماغی نشو ونما بھی ایک لازمی اور لابدی جزو ہے۔ اس مقصد کے لئے کتب خانے مخصوص ہونے چاہئیں۔ جن سے بچوں کو حصول علم کی ترغیب ملے۔ ہم کو چاہئے کہ ایسے ایسے وسائل اختیار کریں جن سے اُن کے دلوں میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ کتب خانوں میں بہادر۔ جری اور صاحب عقل و دانش اصحاب کی سوانح عمریاں موجود ہونی چاہئیں۔ تاکہ طلبا اُن کے حالات زندگی کے مطالعہ سے اپنی زندگی بہتر اور کامیاب بنا سکیں۔ اور اُن کے دلوں میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دینے کا شوق موجزن ہو۔ بچوں کو مطالعہ کے لئے ہمیشہ اخلاقی کتب مہیا کرنا چاہئیں تاکہ وہ اچھے بُرے میں تمیز کر سکیں۔ بچپن کی عادات ہی ہر شخص کے مستقبل کا آئینہ ہوتی ہیں۔ بچپن میں طبیعت جس طرف راغب ہو جائے۔ بس پھر تمام عمر اُسی کی دھن لگی رہتی ہے۔ اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ وہ جھڑکنے اور بُرا بھلا کہنے سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ بچوں کو کسی عادت سے منع کرنے کے لئے کبھی بھی انہیں جھڑکنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُن کے دلوں میں خوف و تشویش کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ برعکس اس کے دلچسپ حکایات سُنا کر یا پیار سے سمجھا کر اس کے نقصانات سے مطلع کرنا چاہئے۔

لارڈ رسل جو بچوں کی تعلیم و تربیت کے فن کے بڑے ماہر تصور کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ایک غلطی یہ ہے کہ جب بڑے بڑے لوگوں کے حالاتِ زندگی بچوں کے سامنے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ انہیں

یہ یقین دلایا جاتا ہے۔ کہ وہ معصوم۔ سراپا نیک اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا ہیں۔ مگر جب بڑے ہو کر انہیں ہر قسم کے لوگوں کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے اور انہیں بڑے بڑے لیڈروں کی اندرونی زندگی کے ناگوار واقعات کا علم ہوتا ہے۔ تو اس کے بعد انہیں کسی پر بھروسہ نہیں رہتا۔ تمام اشخاص ریاکار۔ فریبی۔ اور مشتبہ نظر آتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ بچوں کو نیکی اور بدی کے دونو پہلو دکھائے جائیں۔ بعض اشخاص کی بلند سیرت اور بعض کی بدکاری کے نمونے پیش کر کے اوّل الذکر قسم کے اشخاص کی ناکامی کا سبب بتایا جائے۔ تاکہ اُن پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے کہ دُنیا نیکیوں کی آماجگاہ نہیں بلکہ اس میں بدکاری بھی ہے مگر نیکی اور بدی کے انجام پر پوری پوری توجہ دلانی ضروری ہے تاکہ وہ بدی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

ہمارے ملک میں اوّل تو چھوٹے چھوٹے شہروں میں کوئی کتب خانہ ہے ہی نہیں جس جگہ طلبا اپنی درسی کتب کے علاوہ دیگر کتب کا مطالعہ کر سکیں۔ بڑے بڑے شہروں میں بھی جہاں کتب خانے عام ہیں۔ بچوں کی ضروریات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے وہاں اُن کی دلچسپی کے لئے کوئی سامان نہیں۔ برعکس اس کے آپ امریکہ میں جا کر دیکھئے۔ بچوں کو حصول علم کی ترغیب دینے کے لئے جملہ ممکن وسائل اختیار کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک کتب خانے میں ایک قصہ گو بھی ملازم رکھا جاتا ہے۔ جس کا کام بچوں کے روبرو شجاعت اور بہادری کی دلچسپ حکایات بیان کرنا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ قصہ گو آدھی کہانی بیان کرنے کے بعد بچوں سے کہہ دیتا ہے کہ باقی حصہ فلاں اخبار یا رسالے میں پڑھیں۔ اس طرح بچوں میں اخبارات پڑھنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اُن کو کبھی بھی ایسے رسائل یا اخبارات پڑھنے کے لئے نہیں دیئے جاتے جن سے اُن پر بُرا اثر ہو۔

وہ کیا ہی دلفریب منظر ہوتا ہے۔ جب رات کو سونے وقت بچے اپنی اماں کی گود سے لپٹ کر کہانی سُننے کے لئے اصرار کرتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اماں گھر کے کاروبار سے فارغ ہو کر اپنے بچوں کے اخلاقی سدھار کے لئے غور وخوض کرتی ہے اور دلچسپ حکایتوں سے اُنہیں محظوظ کرتی ہے۔ زمانۂ قدیم سے یہ سلسلہ بدستور چلا آتا ہے۔ لیکن اس میں بھی چند ایک باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ عقلمند مائیں اپنے بچوں کو دلیری اور بہادری کی کہانیاں سُناتی ہیں تاکہ اُن کے بچوں کے حوصلے بلند ہوں اور وہ بلند معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے کارزارِ ہستی میں گامزن ہوں۔ برعکس اس کے ناخواندہ اور کم فہم مائیں اپنے بچوں کو چڑیا۔ کوّے کی داستانیں سُنانے پر اکتفا کرتی ہیں۔ اُن کا مطمع نظر پستی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو ہوّا اور جنات کے خوف دلانے والے قصوں سے بُزدل اور ڈرپوک بنا دیتی ہیں +

(روشن نکودری)

ضروری گذارش

میرے جن مربیوں، کرم فرماؤں اور سرپرستوں کو مجھ سے سچی دلی محبت ہے یا وہ اصحاب جو میری ان خدمات کو جو میں رہنمائے تعلیم کے ذریعہ کر رہا ہوں۔ دِل سے پسند کرتے ہیں۔ وہ مہربانی فرما کر افسانہ نمبر کا صفحہ ۱۹ اور ۲۰ بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس کے بعد اس نمبر کا صفحہ ۲۶۸ پڑھیں تاکہ مجھے اندازہ لگانے میں آسانی ہو کہ میرے احباب و اصحاب کرام کی تعداد کس قدر ہے۔

آپ کا ناچیز خادم جگت سنگھ

فضیلتِ خواتین

(از لالہ بھیم سین صاحب سرشار تلمیذ حضرت جوش ملسیانی)

مداوائے آزارِ پنہاں یہی ہیں　　الم کی دوا دکھ کا درماں یہی ہیں
یہی چارہ گر ہیں مریضانِ غم کی　　یہی ہیں مسیحائے دوراں یہی ہیں
جو بیتابیوں کو سکوں سے بدل دیں　　وہ کلفت میں راحت کا ساماں یہی ہیں
انہیں سے مصیبت کی کٹتی ہیں گھڑیاں　　مصیبت میں ہمدردِ انساں یہی ہیں
جنہیں جان سے ہے عزیز اپنی عصمت　　وہ مریم صفت پاک دا ماں یہی ہیں
محبت سے معمور ہیں جن کے سینے　　وفا جن کا ہے جزوِ ایماں یہی ہیں
نگاہوں میں جادو زباں میں حلاوت　　پرستانِ عالم کی پریاں یہی ہیں
انہیں سے ہے سرسبز گلزارِ ہستی　　یہی ہیں بہارِ گلستاں یہی ہیں
اگر یہ نہ ہوں تو ہو تاریک دُنیا　　تجلیٔ خورشیدِ تاباں یہی ہیں

نہیں ایک سرشار ہی انکا واصف
زمانہ ہے جن کا ثنا خواں یہی ہیں

حفظانِ صحت

(ترجمہ از رسالہ ہیلتھ مدراس بابت ماہ مارچ ۱۹۲۹ء مترجم شیاما چرن ورما۔ ایل ایم پی)

نسخہ تندرستی

بنا بر زوجہ خواستگارِ صحتِ کُلی

تازہ ہوا ۔ ۳ ہزار مکعب فٹ فی گھنٹہ سونگھنے کے لئے ۔ روشنی آفتاب ۔ کافی مقدار میں ۔ دن میں دو مرتبہ
خالص پانی ۔ ۰ء۴۲ گیلن فی یوم ۔ صرف پینے کے لئے ۔ جب ضرورت ہو ۔ ۰ء۱۶ گیلن فی یوم کھانا پکانے کے لئے ۔
سادہ پانی ۔ ۲ر۹ گیلن غسل، دھونے، وغیرہ کے لئے ۔
روٹی یا چاول اور دال ۔ ترکاریاں ۔ تیل (اگر بجائے گھی کے لیا جائے) اچھی طرح پکاکر ۔ نمک ۔ مکھن یا گھی بخوبی ملاکر
دُودھ جوشیدہ ۔ پھل کافی مقدار میں ۔ دن میں تین بار
ورزش ۔ نصف گھنٹہ ۔ یومیہ دو مرتبہ ۔ سونا اور آرام آٹھ گھنٹے یومیہ ۔ صاف مکان، لباس اور ہر چیز صاف ستھری
غسل دن میں دوبار ۔ خوشی (تفریح) غیر محدود ۔ مناسب وقفہ پر ۔ حسب ہدایت ۔　محکمہ حفظان صحت مدراس

علاجِ خارش

راقم اِس مرض خارش کو کئی ماہ سے پھیلا ہُوا دیکھ رہا ہے ۔ اور اس دوران میں باہر گیا ۔ تو وہاں بھی دیکھا ۔ اور کئی صاحبان سے بھی سُنا ہے کہ دُور دُور پھیلا ہُوا ہے ۔ اس لئے بغرض افادہ عوام چند نسخہ درج کئے جاتے ہیں ۔ بعض صاحبان کا خیال ہے کہ یہ مرض فساد خون سے پیدا ہوتا ہے ۔ چنانچہ اسی خیال سے وہ مصفی خون ادویہ اور جلاب کا استعمال شروع کردیتے ہیں ۔ مگر ڈاکٹری حکمت کے رُو سے تحقیق ہوگیا ہے کہ یہ صرف جِلد کا مرض ہے اور نہ تو خون کا اور کسی اور جسمانی عضو یا نظام کا ہے ؛ یہ دوسری بات ہے کہ اِس مرض کے ساتھ کوئی اور مرض شامل ہو جائے ۔

البتہ جلد میں یہ مرض بہت گہرا ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ اِس کا بانی ایک کیڑا ہے وہ بہت اندر گھستا ہے ۔ اور علاوہ جسم انسانی کے، اُن کپڑوں اور چارپائی کے بانوں میں لگا رہتا ہے کہ جن میں مریض خارش رہتا ہے ۔ اگر اِس کیڑے کو جسم، کپڑوں اور بانوں وغیرہ ہر شے سے پاک و ہلاک کردیا جائے تو ازالہ ممکن ہے ۔ ورنہ دشوار ۔ اور ایسا نہ کرنا ہی سبب ہے کہ مہینوں مرض بنا رہتا ہے ۔

یہ بات درست ہے کہ ہندی یونانی اور ڈاکٹری (ایلوپیتھک) تینوں طبوں کے مطابق خارش کے کیڑے کو مارنیوالی دوا گندھک ہے اور جہاں گندھک لگ جائےگی وہاں کیڑا ہلاک ہو جائیگا - اور جب بانی مرض ہلاک ہوگیا - تو مرض جاتا رہے گا - لیکن اگر کپڑوں، بانوں وغیرہ میں سے کیڑا پھر بدن پر لگ گیا تو پھر مرض بحال ہو جائیگا - چنانچہ جن کپڑوں (لباس اور بستر) کو پانی میں ڈال کر اُبال سکتے ہیں انکو اُبالیں جن کو نہ اُبال سکتے ہوں اُن کو تیز دھوپ میں کم ازکم تین گھنٹے اُلٹ اُلٹ کر رکھیں - اور مریض کو کسی بھی دوا کا استعمال کرادیں -

پہلے صابون پانی سے غسل کرائیں اور کھُردُرے کپڑے سے رگڑ رگڑ کر کھرنڈ صاف کردیں کہ دوا کے اندر سے اندر پہنچنے کا راستہ جائے - پھر ذیل کی ادویہ میں سے کوئی سی لگادیں - کم ازکم نصف گھنٹہ - بعدہٗ صابون پانی سے پھر غسل کرائیں پھر اُبلے یا گرم کئے ہوئے کپڑے پہنادیں -

بچوں کو یہ مرض بہت جلد لگتا ہے - اس لئے انکو بچائیں - نہ تو مریض کسی تندرست کو چھوئے اور نہ تندرست مریض کو - ادویہ کے استعمال سے اگر جلد میں کھجلی پیچھے سے رہ جائے تو یا تو چرونجی کا اُبٹن کرادیں، یا چرونجی کو چنبیلی یا تلی کے تیل میں پیس کر ملاکر لگادیں - ادویہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) ڈاکٹر بینر جی صاحب بہادر سول سرجن مین پوری کا نسخہ - کڑوے تیل میں سفید کنیر کے پتے جلاکر اور تیل کے گنگنے رہتے پر اسی میں گندھک ڈال کر خوب رگڑیں کہ سب اجزا مل کر ایک ہو جائیں - تب اس کو کانچ یا چینی یا مٹی کے برتن میں ڈھک کر رکھیں - خارش پر لگایا کریں -

(۲) ڈاکٹر (کپتان) کے - پی - سنہا صاحب میڈیکل آفیسر مین پوری کا نسخہ - گندھک اور چونا ہر یک دو چھٹانک - تین پاؤ پانی میں اوٹادیں اور جب چوتھائی پانی کم ہو جائے تو گھڑا نیچے اُتارلیں - اسی حساب سے جس قدر ضرورت ہو تیار کریں اور لگائیں -

(۳) ڈاکٹر بھگوان دیال صاحب پریکٹشنر مین پوری کا نسخہ - ایک گھڑا پانی گرم کریں اور تب اس میں ایک چھٹانک سلفیوریٹیڈ پٹاش ملادیں - اس سے مریض کو غسل دیں - عندالضرورت گرم پانی ملاتے جائیں - کہ مریض اسی دوا کے گرم پانی میں گردن تک ڈوبا رہے - پہلے مرض اُبھریگا - تب آرام ہوگا -

(۴) راقم کو بچپن کی ایک یاد ہے - ناگ پھنی کے ٹکڑے گرم کڑوے تیل میں جلاکر اور رگڑ کر ملادیئے جائیں - دفعہ (۱) متذکرہ بالا کی طرح تیار کر کے رکھیں - اور خارش پر لگایا کریں -

اگر شاملات ہوں یعنی کوئی اور تکلیف شامل ہو جائے تو اس کا بھی ساتھ ساتھ علاج کریں - خیال کرتے ہیں کہ اگر پوری پابندی کی گئی تو تین دن میں بلکہ تین گھنٹوں میں مرض خارش جاتا رہتا ہے - بغرض اطلاع عام اس مضمون کو اخباروں میں نقل کیا جائے -

شیاما چرن ورما

غزل

(افضل الشعرا حضرت عابد شاہجہانپوری)

شور محشر ہو یا نوائے سروش — عشق میں ہر صدا ہے نغمۂ گوش
اک قیامت تھی بیرخی نظر — اور اُس پر تبسّم خاموش
جوش پر ہیں بہار کے جلوے — آگیا پھر پیام رخصتِ ہوش
اک طلسم سکوت ہے لب پر — بن گئے تم تو پیکرِ خاموش
اُس فضا میں ہوں اے دلِ مضطر — ذرّہ ذرّہ ہے محشرِ خاموش
مئے کوثر گری نگاہوں سے — ہائے کیا شئے ہے بادۂ سرجوش
دل کا ہر ذرہ ہے اک افسانہ — کوئی سُنتا یہ سرگزشتِ خموش
اِمتیازِ حواس اُٹھتے ہی — اس کے جلووں سے تھا میں ہم آغوش
دیکھ تو اے نگاہِ بے پروا — اشکِ پیہم ہیں شکوۂ خاموش
ہوش تک تو جو چاہیئے کہئے — آگے ہے راز بادۂ سرجوش
اُس کا نقشِ قدم ہے پیشِ نظر — سُن رہا ہوں فسانۂ خاموش
دلِ وارفتہ تجھ کو کیا کہئے — کہ نہ ہے بیخودی نہ عالم ہوش

ہو سکیں پردہ داریاں عابد
اک فسانہ ہُوا لب خاموش

(غیر مطبوعہ)

غزل

حضرت کوکبؔ شاہجہانپوری

اللہ اللہ تکلم خاموش — بزم کی بزم ہے سراپا گوش
لطفِ ساقی سے مست ہیں مے نوش — ہر نظر ہے پیامِ رخصتِ ہوش
اپنی ہستی ہے اب سراپا گوش — ہر نفس ہے فسانۂ خاموش
آہِ دلسوز ہے کہ شعلۂ برق — غمِ اُلفت ہے یا مئے سرجوش
اُف یہ حالِ شکستگیِ دل اُف — کہ تبسم بھی ہے اک آہ خموش
ساقیا پھر وہی نگاہِ کرم — پھر وہی جامِ بادۂ سرجوش
بوئے گل سے قفس مہک اُٹھا — مرحبا اے نسیمِ خلد بدوش
اللہ اللہ خرامِ فتنہ طراز — ذرہ ذرہ ہے محشرِ خاموش
شورشِ شوق ہے نہ جوشِ نیاز — محفلِ ناز میں کہاں یہ ہوش

میرے پہلو میں ہے وہ دل کوکبؔ
کہ خزاں میں بھی ہوں بہار آغوش

شاگردانِ حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی رح

(۱۲)

(از خسرو حسن ہارون صاحب انصافؔ سیکرٹری بازار ٹیننٹس ایسوسی ایشن رنگون برما)

ناظرین رہنمائے تعلیم لاہور کی نظر سے اب تک ان شاگردانِ داغؔ کے حالات گذر چکے ہیں۔

(۱) محمد الدین فوقؔ لاہوری ایڈیٹر پیسہ فولاد لاہور
(۲) نواب ناظم علی خاں تیحرؔ شاہ جہانپوری
(۳) مولانا حسن رضا خاں صاحب حسنؔ بریلوی
(۴) ریاض الدین احمد صاحب ریاضؔ دہلوی
(۵) حبیب اللہ صاحب عشقؔ نیلوری
(۶) ڈاکٹر مہدی حسن صاحب اکمؔ حیدرآبادی
(۷) حکیم امیرالدین صاحب آرامؔ سورتی
(۸) احمد حسین صاحب امجدؔ حیدرآبادی
(۹) نواب رکن الدین جاؔدو رئیس بڑودہ
(۱۰) حاجی عبداللطیف صاحب منیرؔ رئیس بمبئی
(۱۱) کاظم علی صاحب باغؔ بریلوی
.. ..

مولانا غلام یسین صاحب آہؔ رح دہلوی شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی شہر بمبئی میں سالہا سال قیام پذیر تھے۔ آپکے والد مولانا خیرالدین رح صاحب دہلوی اور چھوٹے بھائی مولانا ابوالکلام (غلام محی الدین) آزاد دہلوی بھی بمبئی میں برسوں رہ چکے ہیں۔ شہر بمبئی میں انہیں بزرگوں نے مخالفانِ اسلام سے مباحثے اور مناظرے کئے تبلیغ اسلام کے علاوہ ادب اردو کی خدمت میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ "تحفہ بمبئی" نامی ماہوار رسالہ انہیں کی سرپرستی میں سالہا سال نکلا۔ اُس زمانے میں شہر بمبئی گویا شاگردانِ داغ سے بھرا ہوا تھا۔ "نظام محل بمبئی" میں سن ۱۹۰۲ء میں حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی بھی آکر ٹھہرے تھے حضرت کی صدارت میں کئی مشاعرے بھی ہوئے۔ حضرت کے استاد بھائی راقم الدولہ جناب ظہیرؔ دہلوی کی صدارت میں بھی کئی بار بزم مشاعرہ منعقد ہو چکی ہے۔

جناب آہؔ دہلوی اور اُن کے والد صاحب قبلہ کے مریدین بمبئی اور کلکتہ میں کئی ہزار ہیں۔ سن ۱۹۰۸ء میں آپ بمبئی سے کلکتہ گئے اور وہیں سے ملکِ عدم کی راہ لی۔ شہر بمبئی میں آپ کے والد صاحب کی یادگار "پریل کی خوشنما مسجد" ہے۔ آپکے انتقال کی خبر سُنکر آپکے یادگار شاگرد شیخ احمد قطب الدین صاحب واہؔ وارثی جنیری حال مقیم بمبئی نے جن کی عمر اس وقت ساٹھ برس سے زیادہ ہے۔ رو کر تاریخی قطعہ کہا جو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

(قطعۂ تاریخ وفات استادی قبلہ امام الشعرا ابوالنصر مولانا غلام یسین صاحب آہؔ دہلوی شاگرد حضرت داغؔ دہلوی)

وہ جنابِ آہ بھی افسوس دنیا سے اُٹھے	منتظر تھی ہائے کیا جنت جنابِ آہؔ کی

کن کے وہ فرزند تھے؟ مولانا خیرالدین کے
اللہ اللہ عزت و عظمت جناب آہؔ کی

اُس پہ طرّہ وہ جناب داغؔ کے شاگرد تھے
کیوں نہ ہوتی اور بھی شہرت جناب آہؔ کی

بمبئی میں اُنکے والد کی ہے مسجد یادگار
اس پہ بھی قرباں ہوئی دولت جناب آہؔ کی

حضرتِ آزاد و اختر اور یہ واہؔ و سلیم
رات دن کرتے رہے خدمت جناب آہؔ کی

اُن کی ذاتِ پاک سے تھی رونقِ بزمِ سخن
چھُپ گئی وہ چاند سی صورت جناب آہؔ کی

یک بیک آواز آئی کس لئے روتا ہے تو
واہؔ کیا تجھ کو بھی ہے الفت جناب آہؔ کی

کر دعائے مغفرت لکھ کر یہ تاریخ وصال
"سامنے ہے دیکھ یہ تربت جناب آہؔ کی"

جناب آہؔ دہلوی اور اُن کے والد صاحب قبلہ شہر کلکتہ کے مانک تلہ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ مجھے بھی کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان کا دیوان واہؔ وارثی کے پاس تھا۔ لیکن کسی نے اُڑا دیا۔ ورنہ دیوان واہؔ "کرشمۂ وارث" جو زیرِ طبع ہے کے ساتھ وہ بھی زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر نکلتا۔ ۱۹۰۳ء کے ایک مشاعرہ میں جناب آہؔ دہلوی نے ذیل کی غزل سرِ مشاعرہ سُنائی تھی جسے میں ناظرین کی تفریحِ طبع کے لئے حاضر کرتا ہوں۔

(از امام الشعرا۔ ابوالنصر۔ مولانا غلام یٰسین صاحب آہؔ دہلوی شاگرد حضرتِ نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی)

کبھی تپاک سے اُن سے کبھی ہے اَن بن بھی
کبھی وہ دوست ہیں میرے کبھی ہیں دشمن بھی

بھڑک اُٹھی نفسِ سرد سے یہ آتشِ عشق
کہ جل کے خاک ہُوا دل بھی خانۂ تن بھی

فراقِ یار میں بے لطف ہے فضائے جہاں
ہمیں تو ایک ہے صحرا بھی اور گلشن بھی

بتا رقیب نے مجھ کو بتا دیا تیرا
خدا کی شان خضر ہو گیا ہے رہزن بھی

خرامِ ناز سے محشر بپا ہے دُنیا میں
تڑپ رہے ہیں ہزاروں ہی زیرِ مدفن بھی

حضور ہنس کے نہ باتیں کریں سرِ محفل
گرے گی برق تو جلنے لگیں گے دشمن بھی

رقیب آئیں عیادت کو۔ آہؔ کی۔ توبہ
ہے اس میں چال بنے ہیں جو دوست دشمن بھی

نصاف از بمبئی

حضرت صابر الہ آبادی

شرح تصحیح حدائق البلاغت مدخلہ امتحان منشی عالم ومنشی فاضل پنجاب و کامل الہ آباد یونیورسٹی بابت امتحان ۳۴-۱۹۳۳ء

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعراء مولنا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال محلہ لکڑ خانہ منیاں شہر لشکر گوالیار

عنوان بالا کے تحت میں حضرت صابر الہ آبادی کا یہ سلسلہ مضامین کئی مہینوں سے متواتر اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ مگر ہندوستان کے کسی گوشے سے کسی صاحب نے اس کی کوئی تردید اب تک پیش نہیں کی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صابر الہ آبادی کے اقوال صحیح اور ناقابل تردید ہیں۔ اس لئے اب ان مضامین کی مزید اشاعت ملتوی کی جاتی ہے۔ آئندہ حضرت محقق اعظم موصوف کی ارسال کردہ تنقیدات متعلقہ رسالہ شاعر آگرہ شروع کی جائینگی۔ ناظرین آئندہ اشاعت کا انتظار فرمائیں۔ جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

فقرہ ص ۱۰۹ دریں وزن چندیں زحاف بجائے یک دیگر مے آید دریں بیت انوری

ع اے زریں نعل آہنی سُم　　اے سوسن گوش خیزراں دُم

بروزن مفعولن فاعلن فعولن = میشود دریں جا صدر و ابتدا اخرم عروض وضرب محذوف وحشو اُشتر آمدہ۔

ہم اس سے پہلے ہزج مثمن اُشتر ص ۱۰۸/۱۵ ص ۱۰۵/۱۷ پر متعلق شتر بحث کر چکے ہیں۔ اس کا عروض وضرب محذوف صدر وابتدا اخرب حشو مقبوض مجبّق مفعولن فاعلن فعولن دو بار ہے۔

فقرہ۔ دریں بیت جامی ص ۱۰۹ ع اے خاکِ تو تاج سربلنداں　　مجنونِ تو عقلِ ہوشمنداں

ایں جا عروض وضرب مقصور باقی مثل بیت اول است۔ حشو میں اُشتر غلط ہے۔

فقرہ دریں بیت فقیر ص ۱۰۹ ع شیریں کار کند چو بُنیاد　　صد مزدور آورد چو فرہاد

اینجا عروض وضرب مقصور باقی مطابق بیت دوم است۔

حضرت فقیر دہلوی کا خیال ہے کہ اس شعر کا وزن مفعولن فاعلن مفاعیل یا فعولان صدر وابتدا اخرم عروض وضرب مقصور حشو اُشتر ہے۔

مگر شُتر کا لانا حشوین وعروض وضرب میں محض غلط ہے۔ اُشتر تو محض صدر وابتدا کے لئے مخصوص ہے۔ پہلا مصرع اُنکا مفعولن فاعلن فعولان ہے یوں۔

تقطیع۔ شیری کا مفعولن ر سے کند فاعلن چو بنیاد فعولان۔

لیکن ثانی مصرع اُنکا وزن متذکرہ بالا میں نہیں آتا اُس کا وزن مفعولن مفاعلن فعولان ہے جس کا ابتداء اخرم حشو مقبوض ضرب مقصور ہے یوں ۔ تقطیع صد مزد و معفولن را اورد مفاعلن ج فرہاد ۔ فعولان ۔

اس کے متعلق حضرت یہ نوٹ فرماتے ہیں کہ (کلیہ دریں وزن انیست کہ اگر صدرو۔ ابتدا خرب آید حشوش مقبوض خواہد بود و اگر اخرم آید حشوش اُشتر خواہد بود)

مگر یہاں حشو میں زحاف شتر غلط ہے بلکہ مقبوض محق ہے ۔

(و لا غیر د عروض یا مقصور خواہد آمد یا محذوف دریں اختلاف زحاف را عوام سکتہ شعر گویند)

عوام ناواقفِ فن ایسے اختلاف زحاف کو سکتہ کہتے ہیں مگر میرے نزدیک اس سکتہ کی کوئی اصلیت نہیں ۔

بحر رمل

رمل مثمن مخبون مقطوع مرزا ثاقب گوئد سالہ عاشق از طعنۂ اغیار چہ پرواه دارد آتش از سرزنشِ خار چہ پرواه دارد

تقطیعش مثل بیت سابق است مگر عروض و ضرب مقطوع آمده بروزن فعْلن بسکونِ عین ۔

حضرت فقیر کا یہ فرمانا ہے کہ عروض و ضرب مقطوع بروزن فعْلن بسکون عین وحشو مخبون و صدر و ابتدا سالم یعنی فاعلاتن فعلاتن فعْلن ۔

مگر عروض و ضرب کو مقطوع فرماتے ہیں تو اس کا عمل قطع فعِلن بقول اُن کے ہوتا ہے تو اغلب ہے کہ فعْلن بسکون عین جو اُنہوں نے فرمایا ہے اس کی تشریح باب زحافات میں ہم کر چکے ہیں کہ یہ عمل صریح غلط ہے ۔ کیونکہ وہ کن مزاحف کو بتر کے نام سے موسوم فرماتے ہیں ۔ اور بتر کی تعریف میں فعولن میں حذف و قطع کا عمل چلاتے ہیں اور مفاعیلن میں جب و خرم کا اجتماع بتاتے ہیں ۔ جب مخصوص عروض و ضرب ہے ۔ اور اکثر عروض و ضرب ہی میں پایا گیا ہے ۔

فصحائے عروض میں سے کسی نے جب کو علاوہ عروض و ضرب کے حشو وغیرہ میں نہیں دکھایا ۔ اور خرم صدر و ابتدا کے لئے مخصوص ہے ۔ لہٰذا ان دونو کا خلط باہم نہیں ہو سکتا ۔ اگر کاش ایسا ہوتا کہ تو یہ مخصوص بحر ہزج ہو جاتا پھر اور کسی بحر میں اس کا عمل نہ چل سکتا ۔

پس ان معنوں میں قول حضرت فقیر بے اصل ثابت ہوتا ہے ۔

اب رہا فعولن میں اگر جب چلایا جائے تو جب کے لئے اوّل وتد مجموع اور پھر سببین خفیفین متوالی کی ضرورت ہے جن کو جب سے ساقط کیا جائے ۔

لہٰذا فعولن میں دو سبب خفیف کہاں ہیں کہ جن کو جب سے گرایا جائے یہاں بھی اُنکا قول غلط ہوتا ہے ۔

اب اس وزن مزاحف کا نام ہم سے سُنئے اسکا عروض ضرب مخبون محذوف و صدر و ابتدا سالم باقی مخبون ہے یعنی فاعلاتن فَعِلاتن فعِلاتن فَعِلن ۔

رمل مسدس مخبون مشعث مقصور۔ انوری گفتہ صفحہ ۱۱۲ سے

روئے عیش و طرب بستان است   روز بازار گل و ریحان است

بروزن فاعلاتن فعِلاتن بسکون عین ودیگر زحاف در اوزان رمل مسدس مثل مثمن است کہ شرح دادہ شد ودر اعادۂ آں تحصیل حاصل است۔

حضرت فقیر فرماتے ہیں کہ اِس کا وزن فاعلاتن فعِلاتن فعِلان۔ یعنی فاعلاتن مخبون سے فعِلاتن بتحریک عین اور مشعث سے فعلاتن بسکون عین اور مقصور سے فعِلان"۔ فاعلاتن فعِلاتن فعلان جس کی تقطیع روئے عیشو فاعلاتن طَرَبے بس فعِلاتن نانست فعْلان۔ روز بازا فاعلاتن رگلو رے فعِلاتن حانست فعْلان۔ مگر چونکہ وہ بروزن فاعلاتن فعلاتن بسکون عین فرماتے ہیں۔ یہ سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔اصل میں تحریک [illegible] ہے۔

بحر سریع

سریع حشو مقطوع وضرب مطوی موقوف خاقانی سے

حلقۂ از کم شود از زلف تو   خاتم جم خواہی ناوان آں

وزن مصرع اوّل مفتعلن مفتعلن فاعلن = ومصرع دوم مفتعلن مفعولن فاعلات آمدہ۔ ویک رکن حشو دریں مصرع مقطوع وضرب مطوی موقوف آمدہ۔ باقی مطوی موقوف است ودریں تغیر عوام سکتہ شعر خوانند۔

چونکہ حضرت فقیر اور اُن کے ہم خیال حشو کو مقطوع فرما کر مستفعلن کا مستفعل منقول بہ مفعولن بناتے ہیں ہم جا بجا کہہ چکے ہیں کہ قطع عروض وضرب کے لئے مخصوص ہے اور کسی رکن میں نہیں آسکتا۔

پس قول حضرت فقیر ہم محض لغو اور بے بُنیاد ہے

میرے نزدیک یہ مطوی مسکن ہے یعنی مستفعلن کو مطوی سے مستعلن بنا کر مسکن سے عین ساکن کر کے مفعولن بنالو اب اِس عمل میں کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے۔

اور چونکہ خاقانی کا پہلا مصرع مفتعلن مفتعلن فاعلن بناتے ہیں۔ تقطیع حلقۂ از مفتعلن کم شود و مفتعلن زلف تو فاعلن = اور ثانی مصرع مفتعلن مفعولن فاعلات فرماتے ہیں۔ تقطیع خاتم جم مفتعلن خاہی نا مفعولن وان آں۔ فاعلات۔ بتاکر عوام اس کو سکتہ کہتے ہیں فرماتے ہیں۔

مگر واقعی وہی عوام ناواقف فن اس کو سکتہ کہینگے۔ ماہر فن اس کو موزوں کہیگا۔

اور عروض وضرب مکشوف بشین معجمہ تسکین اوسط جائز ہے۔

میرا خیال عوام کے غلط فہمی سکتہ کے متعلق یہ ہے کہ مطوی مسکن مکرر لاکر اُن کے خیال خام کو مٹا دینا چاہئے جیسے شمس الدین فقیر ؎

قمری از دستاں خاموش گشت　　　فاختہ از لحن فرو ایستاد

تقطیع قمری از مفعولن دستا خا مفعولن موش گشت فاعلات ۔

اس شعر کو بھی صاحب حدائق البلاغت مقطوع سے نامزد فرماتے ہیں جو مطوی مسکن ہے ۔

سریع مطوی مقطوع مجدوع مولنا جامی ؎

اے گل رویت آتش بیز　　　زلف سیاہت سنبل خیز

بروزن مفتعلن مفعولن فاع ۔ دریجا صدر و ابتدا مطوی عروض و ضرب مجدوع حشو مقطوع آمدہ ۔ دریں وزن گاہے مکفوف بجائے مقطوع و منحور بجائے مجدوع آرند دریں بیت فقیر ؎

تیغ نگاہت از نازیبا　　　تا نہ شدہ عمرم سپرے

بروزن مفتعلن مفعولن فع

چونکہ شعراء اولے مولنا جامی کا نام مطوی مقطوع مجدوع حضرت فقیر دہلوی بتاتے ہیں ۔

چونکہ قطع درمیانی اور مجدوع کی ترکیب غلط ہے کہ جس کا ذکر باب زحافات میں ہم کر چکے ہیں کہ طوسی علیہ الرحمتہ جدع کو مجموعہ اصلم مقصور عروض و ضرب میں ۔ فرماتے ہیں ۔

پس اِن بے موقعہ زحافات اصلم کی دقت سے بحر سریع میں یہ وزن نہایت طوالت خیز ہے ۔

اب دوسرے شعر حضرت فقیر کے متعلق کہ جو مجدوع فرماتے ہیں کہ دریں وزن گاہے مکفوف بجائے مقطوع آید یعنی اُن کا فرمانا ہے کہ بجائے قطع کے کف سے یہی کام لیا جا سکتا ہے ۔

اور جناب کف کی تعریف میں رقم فرماتے ہیں کہ کف عبارت است از اسقاط ترخیم سببے ۔

تو اب میں کہتا ہوں کہ مستفعلن میں سبب خفیف آخرہ کہاں ہے کہ جس کو کف سے گرا کر مستفعل بنایا جائے ۔

پس میری رائے میں متذکرہ بالا دونوں وزن سریع میں رکھنے کے قابل نہیں ہیں ۔

حضرت جامی کا شعر **متقارب** ہشت رکنی صدر و ابتدا اثرم حشو دوم و چہارم قبض ماقبل کے باعث تجبیق عروض و ضرب مقصور محبق باقی سالم ۔ فاع فعولن فعلن فاع = دوبار

مگر مقصور محبق ۔ طوسی علیہ الرحمتہ نے کہیں نہیں بتایا ۔ لیکن تین متحرک متوالی کی وجہ سے میرے نزدیک تجبیق کا عمل چلانے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا اور عروض و ضرب میں بھی آئیگا ۔ **تقطیع**

اے گل فاع رویت فعولن آتش فعلن بیز فاع + زلف فاع سیاہت فعولن سنبل فعلن خیز فاع ۔

اور حضرت فقیر کا شعر بحر متقارب مثمن اول اثرم دوم سالم سیوم مخبّن چہارم محذوف - نلع فعولن نازطع - بیا فعل باقی الخ
لہذا ان دونو کو بحر متقارب میں رکھنا اولے ہے۔

بحر منسرح

مطوی مکشوف موقوف (انوری گوید صفحہ ۱۱۲) ؎

نوش لب لعل تو قیمتِ شکر شکست چین سر زلف تو رونق عنبر شکست

تقطیعش چنیں میشود - نوش بے مفتعلن لعل تونا علن قیمتِ شکّ مفتعلن رشکست فاعلات - الخ و در ینجا
رکن مستفعلن ہمہ جا مطوی آمدہ و رکن مفعولاتُ در عروض و ضرب مطوی موقوف در حشو مطوی مکشوف آمدہ۔
کشف اور وقف مخصوص عروض و ضرب ہیں - یہ درمیانی ارکان میں نہیں آسکتے اور حضرت فقیر دہلوی در حشو
مطوی مکشوف فرماکر اور حشو بن کو فاعلن بناکر شعر انوری کی تقطیع بلا دغدغہ فرماتے ہیں۔
محقق طوسی علیہ الرحمتہ درمیانی ارکان میں وقف اور کشف باعلان صاف ناجائز قرار دیتے ہیں: کما قال النصیر
چوں ایں وزن چہار خانہ شود مسمط یا غیر مسمط رکن دوم ہر دو مصراعہم مطوی مکشوف یا موقوف بکار دارند بر قیاس
عروض و ضرب عبارت مندرجہ بالا سے نصیر المحقق کا یہ فرمانا ہے کہ جب وقف اور کشف درمیانی آجاوے تو اُس کو مسمط
چہار خانہ کا مضاعف خیال کرو پس ایسی صورت میں - فاعلات درمیانی وہ بالمقابل عروض و ضرب سمجھا جاکر اُس کا
مضاعف مثمن کہلانے کا مستحق ہو جائیگا - پھر تو وقف اور کشف درمیانی جائز کہلائیگا۔
لہذا میرے نزدیک یہ بحر بسیط مثمن مستفعلن ہر جگہ مطوی اور فاعلن سالم یعنی مفتعلن فاعلن چار بار کا شعر ہے۔
اور اس کو بسیط ہی میں رکھنا اولے اور مناسب ہے - پس ایں صورت بسیط میں درمیانی مطوی مکشوف کا عیب
بالکل رفع ہوگیا۔
اگر نظم کے کسی شعر میں وقف یا کشف درمیانی واقعہ ہو تو وہ البتہ بحر منسرح مسمط چہار خانہ کی مضاعف خیال کرکے
مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دو بار سے تقطیع صحیح مان لی جائیگی - جیسے ملّا ظہوری ؎

بند نقابے کشم تیغ ترنج آورم یوسف و یعقوب را کف ببریدن دہم

گو یہ شعر اُن کا مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار سے تقطیع ہوتا ہے - مگر اس کے ساتھ کا شعر ؎

فرق ببر دم چو پیش زخم نگہداشت خم در پس زانوئے حیف لب بگزیدن دہم

میں فاعلات درمیانی آگیا ہے - لہذا یہ تمام نظم مسمط چہار خانہ کی مضاعف مان کر منسرح میں شمار ہوگی یوں تقطیع
فرق ببر مفتعلن دم چو پیش فاعلات داشت زخم فاعلات -

دریں را مفتعلن نوئے جیف فاعلات لب بگری مفتعلن دل دہم فاعلن ۔

منسرح مطوی موقوف مکشوف خاقانی گوید　س۵

عشق بیفشردہ پائے برنمط کبریا　　　برد بدست نخست ہستی ما راز ما

بروزن مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلن و ایں عکس بیت اول است ۔

ہم اس قسم کے اوزان کے متعلق بحر منسرح مطوی مکشوف موقوف انوری کے شعر پر کافی بحث کر چکے ہیں ۔ لہذا اُسی قبیل سے اس کو سمجھنا چاہئے کہ یہ مشطو کا مضاعف ہے اس کے بعد ہی خاقانی کا دوسرا شعر درج کیا گیا ہے وہ یہ ۵

گیرم چوں گل نہ ساختہ خویں لباس　　　کم زبنفشہ مباش دوختہ نیلی وطا

(بکسر واؤ بہمزۂ آخر بمعنی بستر و لباس) اس کے لئے فرماتے ہیں کہ صدر دریں بیت مقطوع آمدہ باقی فعل مطلع مقطوع کے لئے بھی ہم ادھر بحث کر چکے ہیں کہ سوائے عروض و ضرب کے قطع اور کہیں نہیں آسکتا ۔

اور مقطوع سے اُنکا خیال ہے کہ صدر مفعولن ہے ۔ پس گیرم چو مفعولن ۔ گل نیہی فاعلن ۔ الخ

میرے نزدیک اِس کا صدر مخبون مسکّن ہے باقی مثل سابق ایسے اوزان میں جس قدر مفتعلن ہوں اُس کو مسکّن کرنے کا اور مفعولن بنانے کا ہر رکن میں اختیار ہے ۔ اور نشان نمبر ۲ کا دیگر حاشیہ پر محمد عبدالاحد شمشاد یہ عبارت رقم فرماتے ہیں (باقی مثل مطلع مذکور الخ و دریں مقام ہم تسامح است چہ در مطلع حشو موقوف و عروض و ضرب مکسوف است و دریں بیت حشو مصرع اوّل مکسوف و عروض و ضرب موقوف و حشو مصرع ثانی موقوف و ضرب مکسوف است ۔

جبکہ ہماری یونیورسٹیوں میں ایسی غلط کتابیں داخل ہیں تو وہاں کے پاس یافتہ عالم فاضل وغیرہ بھی انہیں غلط کتابوں کے ہم خیال ہیں اور اُنکی رائیں بھی بابہ مسائل عروض ایسے ہی ہیں جیسے کہ ہمارے فاضل مولنا محمد عبدالاحد شمشاد حشویں میں موقوف اور مکسوف بتا رہے ہیں ۔ اور محقق طوسی کے اقوال سے غافل ہیں کہ وہ باعلان صاف فرما رہے ہیں کہ سوائے عروض و ضرب کے موقوف مکسوف حشویں یا صدر و ابتدا میں نہیں آسکتے ۔ پھر بھی بلا کسی ثبوت و تردید محققین کے ارکان کو غلط احکام زحافات کے کند چھریوں سے حلال کر رہے ہیں ۔

منسرح مثمن مطوی مجدوع خاقانی گوید ص۱۱۴　س۵

یافتن ریسماں نہ معجزہ باشد　　　معجزۂ داؤد بیں کہ آہن باف است

بروزن مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع ۔ دریجا عروض منحور و ضرب مجدوع ۔

حضرت مصنف حدائق البلاغت اِس وزن کے تفصیل زحافات میں فرماتے ہیں ۔ کہ عروض منحور و ضرب مجدوع ہیں ۔ مگر کتاب میں منحور کی کوئی تعریف نہیں فرماتے ۔ اب شائقین منحور کے کیا معنی سمجھینگے ۔

منحور اجتماع صلم و حذف ہے ۔ اوّل صلم سے لاتُ کو مفعولات سے خارج کر کے فعلن بنا لو ۔ پھر فعلن سے بحکم حذف

لن کا سقوط کرکے فع بنا لو یہ فع مزاحف منحور ہے۔

چونکہ جدہ کی تعریف میں تو وہ فاع بسکون عین بتا چکے ہیں جس کو محقق طوسی اصلم مقصور فرماتے ہیں۔

لہذا اس کا وزن عروض منحور ضرب اصلم مقصور باقی مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن فع۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع ہے۔
تقطیع بافتنے مفتعلن ریسمانِ فاعلات معجز با مفتعلن شدفع۔ معجز دا مفتعلن او دبیک فاعلات اا ہن با مفتعلن فست فاع

منسرح مسدس مطوی مقطوع صفحہ ۱۱۴ سے ۵

بسکہ بہوبت اسیر شد جانم گر بگذاری گریخت نتوانم

بروزن مفتعلن فاعلات مفعولن۔ و در ینجا عروض و ضرب مقطوع باقی مطوی سالم آمدہ۔

مطوی پر نشان نمبر (۳) کا دیگر حاشیہ صفحہ (۱۱۴) پر یہ عبارت ثبت ہے۔

(کہ حشو مطوی موقوف است زیرا کہ ری ریخت دبیت خیز بروزن فاعلات بسکون تا است۔ پس دریں وزن قید موقوف ہم زائد کردن است (محمد عبد الاحد شمشاد)

اے سبحان اللہ کیا بہترین تصحیح فرمائی ہے کہ قلم توڑ دی۔ کیوں نہ ہو۔ ذرہ جناب سے دریافت فرمایئے کہ ری گریخت میں کتنے حرف ہیں جس کو بروزن فاعلات فرما کرتے کو ساکن فرماتے ہیں۔

اے گریخت میں سات حرف خدا مرے کے جیتے جاگتے موجود ہیں اور فاعلات میں چھ حرف لولے لنگڑے اندھے موجود ہیں۔ واہ کیا بے نظیر تقطیع فرمائی ہے۔

ری گریخت میں او آخر تین ساکن موجود ہیں اور فاعلات میں ایک اور اُن کے قول موقوف سے دو ہوئے جاتے ہیں۔ آپ کا بھی کیا موازنہ فرمایا ہے۔

خیابان سیوم درمیان تقطیع شائد جناب بھول گئے۔ وہاں ارقام ہے کہ (چوں سہ ساکن جمع شوند مثل لفظ سوخت دربیت مذکور دریں صورت یکے را از آخرین ساقط کنند و یکے را متحرک سازند و اول را بحال گذارند ایں درجائے است کہ اجتماع سہ ساکن در وسط مصرع باشد اما اگر در آخر سہ ساکن بیارند یکے را ساقط باقی را بحال گذارند) اور جناب کا بھی وہاں حاشیہ موجود ہے۔

حضرت عبد الاحد شمشاد کہ بہ بھی ڈگری یافتہ یونیورسٹی اور عالم و فاضل عروض کے معلوم ہوتے ہیں۔ حشو کو مطوی موقوف اور ری گریخت کو بروزن فاعلات فرما کر اور قید موقوف لگا کرتے کو ساکن فرماتے ہیں۔
تقطیع سے ری گریخت کاتے کہ جو ساکن سیوم ہے۔ حسب قاعدہ تقطیع درمیان مصرع گر جائیگا اور ری گریخ فاعلات بکنکنا سے خ رہ جائیگا۔

درمیان مصرع حسب قاعدہ تقطیع کہ جس کا ذکر انشاء اللہ ہم بحر مضارع مثمن مکفوف مقصور صفحہ ۱۱۶ پر بحث کرینگے وہاں

ملاحظہ ہو یہاں ری گر تیغ کا تے بھی متحرک کردیا جائیگا۔ درمیان مضارع ساکن دوم بحال نہیں رہ سکتا۔ تقطیع
بسکہ بہو مفتعلن بیت اسیر فاعلات شد جانم مفعولن + گر بگذا مفتعلن ری گر تیغ فاعلات تو انم مفعولن۔

بحر مضارع

مضارع مثمن اخرب خاقانی گوید ؎

ازتو وفا نیاید دانی کہ نیک دانم وزمن جفا نہ خیزد دانم کہ نیک دانی

درینجا رکن مفاعیلن اخرب آمدہ و فاعِ لاتن سالم مفعولُ فاعِ لاتن مفعول فاعِ لاتن دو بار۔
چونکہ حضرت مصنف حدائق البلاغت ہر رکن مفاعیلن کو اخرب فرماتے ہیں اور مفعولُ سے نامزد کرتے ہیں۔
اور خرم کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ (عبارت از اسقاط متحرک اول از وتد مجموع کہ در صدر رکن واقعہ شود)۔
بقول مصنف موصوف خرم رکن صدر کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ رکن صدر و ابتدا کے لئے اخرب اجتماع خرم
وکف ہے جو مفعول بضم لام بنا تا ہے۔ کسی قدر صحیح ہے۔ اب حشو دوم و چہارم کہ جو وہ بھی مفعولُ ہیں۔ یہاں صدر و
ابتدا کا زحاف حشوین میں نہیں آسکتا۔ اگر لایا جائیگا تو زحاف بے موقعہ کے لحاظ سے غلط ہو جاتا ہے۔ لہذا اُنکا
حشوین میں اخرب فرمانا غلط ہے۔

پس بقول محقق طوسی اِس بحر کا وزن صدر و ابتدا اخرب حشو دوم و چہارم مکفوف مجبق باقی سالم ہے۔

فقرہ حکیم خاقانی در مطلع و دیگر ابیات ایں غزل زحاف را تغیر دادہ و آں اینست ولہ ص۱۱۵ ؎

کردی نخست با ما عہدے چنانکہ دانی ماند بآنکہ بر سر آں عہد خود نمانی
از خونِ من نوالہ فرستی برائے ہجراں یکسرہ بخوان وصلم ناکردہ مہمانی

در مصرع ثانی مطلع و مصرع اول از بیت دوم و حشو مکفوف آمدہ و پائے ہر دو بیت مثل سابق است
در مصرع ثانی پر نشان نمبر (۲) کا دیگر حضرت شمشاد حاشیہ صفحہ (۱۱۵) میں فرماتے ہیں کہ (تقطیع مصرع ثانی
مطلع چنیں است ماند بہ مفعولُ آکہ بر س فاعلات را عہد مفاعیل خد نمائی فاعلاتن۔ و تقطیع مصرع اول از بیت
بدیں گونہ است از خون مفعول من نوالہ فاعلات فرستی بہ مفاعیل رائے ہجراں فاعلات در حشو فاعلات مفاعیل
مکسوف آمدہ۔ در عروض فاعلات مقصور است و عروض بیت سابق فاع لاتن سالم ہما نلت کسی ماند۔ محمد عبد الاحد
شمشاد) یعنی حضرت شمشاد کا یہ فرمانا ہے کہ ع ماند بآنکہ بر سر آں عہد خود نمائی۔ کی تقطیع میں جو فاعلات مفاعیل
حشوین میں آیا ہے یعنی، اآکہ بر س فاعلات را عہد مفاعیل یہ مکسوف ہے۔
اور ع از خون من نوالہ فرستی برائے ہجراں۔ کی تقطیع میں جو فاعلات عروض میں آیا ہے۔ یعنی رائے ہجراں فاعلات

اس کو وہ مقصور فرماتے ہیں۔

قول اولے کے متعلق کہ مکسوف ہے فاع لاتن منفصل میں دو سبب خفیف آخرہ ہیں۔ اس میں وتد مفروق آخرہ کہاں ہے کہ مکسوف کا عمل چلایا جائے۔

اسی طرح دوسرا حشو رکن مفاعیلن ہے۔ اس میں تو قطعی وتد مفروق کو گنجائش نہیں۔

سوم وہ عروض میں فاعلات مقصور فرماتے ہیں۔ رائے ہجراں میں آٹھ حرف ہیں اور فاعلات میں کل چھے ہیں۔ رائے ہجراں بروزن فاعلات کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ رائے ہجراں بروزن فاعلیان کے ہے۔

لہٰذا جبکہ ایسے قابل عروضین کی یہ حالت ہے تو ہمہ شمہ کے لئے کیا کہا جائے۔

پس حشوین میں جو فاعلات مفاعیل آیا ہے وہ بقول حضرت فقیر مکفوف صحیح ہے۔ اور مکسوف بقول حضرت شمشاد قطعی غلط ہے۔

اور جہاں کہ حضرت شمشاد نے عروض میں فاعلات بنایا ہے۔ وہاں مسبّغ فاعلیان صحیح ہے اور مقصور بقول اُنکے محض غلط ہے۔

چنبیلی سے سوال

بھونرا چنبیلی کے پھول پر نہیں آتا اس خیال کو مدِ نظر رکھ کر حسب ذیل شعر لکھے گئے ہیں۔

اے چنبیلی اے سراپائے جمالِ دل نشیں — تو عروسانِ چمن میں ہے عروسِ مہ جبیں
دامنِ یوسف ہے تیرا پیرہن اے گلبدن — تیری آب و تاب پر قربان ہے دُرِّ عدن
سبز پتوں میں عیاں ہیں تیری کلیاں اس طرح — آسماں پر رات کو روشن ہوں تارے جس طرح
عطرِ خالص کا خزانہ ہے تیری ہر پنکھڑی — تیری دولت سے ہے مالامال ہر گل کی کلی
الغرض تو ہے چمن میں پیکرِ حُسن و جمال — مِل نہیں سکتی گلستاں میں کہیں تیری مثال
مجھ کو لیکن اس معمہ نے کیا ہے بے قرار — اور رہ رہ کر خیال آتا ہے اس کا بار بار
تیرے مشتاقوں میں کیوں آتا نہیں بھونرے کا نام — کچھ سبب اس کا بتا دے مجھ کو اے شیریں کلام

وہ ازل سے گُل رخوں کے حُسن کا دیوانہ ہے
لیکن اے جانِ چمن کیوں تجھ سے وہ بیگانہ ہے

چنبیلی کا جواب

دُور رکھتی ہیں مجھے اُس سے میری خودداریاں — ورنہ مَیں نامہرباں اِتنی نہیں اے مہرباں
روسیاہوں کی محبت کیوں رہے دل میں مکیں — بوالہوس کو مُنہ لگاؤں یہ کبھی ممکن نہیں
توڑ دیتا ہے وہ اُلفت کج اداؤں کی طرح — چھوڑ دیتا ہے محبت بے وفاؤں کی طرح
بے وفاؤں کی محبت لائقِ مدحت نہیں — فاسقوں کا عشق ہرگز باعثِ عزت نہیں
جانتا ہوگا جو اُس آوارۂ گلزار کو — مُنہ لگائیگا نہ وہ ایسے خدائی خوار کو
بدگہر۔ بدخلق۔ بد اطوار بدطینت ہے وہ — پاک دامن کے لئے نا قابلِ صحبت ہے وہ

اُس کا دامانِ ہوس گلشن میں جس نے بھر دیا
اُس نے اپنا حُسن دُنیا بھر میں رُسوا کر دیا

سادھو سنگھ
[illegible] از فرید کوٹ

ایڈیٹر رسالہ شاعر کی غلط شاہراہی

از قلم برق مضطر حضرت غنی

رسالہ شاعر آگرہ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۳ء صفحہ (۵)

الوداع اور شروع کا عین

حضرت فاضل ایڈیٹر رسالہ شاعر آگرہ اپنی اشاعت ماہ جولائی میں رقمطراز ہیں کہ (اکثر شعراء اپنے اشعار میں الوداع اور شروع کا عین وزن سے گرا دینا جائز سمجھتے ہیں۔ انہیں دھوکا ہوتا ہے کہ الف کے ساتھ عین بھی وزن میں آ گیا مگر یہ ایک بڑی غلطی ہے۔

ع الوداع اے صحنِ گلشن الوداع

پہلے مصرع میں الوداع کا عین ساقط البحر ہے اور دوسری جگہ تقطیع میں آتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایسے حضرات کہ جن کو فن عروض میں کافی معلومات نہیں ہیں۔ وہ بلا وجہ دخل درمعقولات کیوں فرماتے ہیں۔

مصرع مذکورہ میں شاعر کی قابلیت پر اتہام لگایا جا رہا ہے۔ حالانکہ شعر اپنی صحت لفظی کا ثبوت دیتے ہوئے اس غلط اعتراض پر ہنس رہا ہے۔ اور شاعر کی ایسے سخت مشکل مقام سے صاف بچ کر نکل جانے پر داد دے رہا ہے۔

حضرت ایڈیٹر متنبہ ہوں کہ الوداع کے دونوں ساقط التقطیع نہیں ہیں بلکہ وہ بحال ہیں حضرت فاضل ایڈیٹر کی غلط فہمی ملاحظہ فرمائیے کہ (اے) کی الف کو تو بحال رکھتے ہیں اور عین کو ساقط کرتے ہیں۔ کس قدر فاش غلط فہمی ہے

تقطیع ۔ الوداعے ۔ فاعلاتن ۔ صحن گلشن فاعلاتن ۔ الوداع فاعلات

یہ مصرع بحر رمل مسدس عروض مقصور باقی سالم کا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ فاضل معترض خود **عین گرانیکا ثبوت**

دیوان قیصر اکبر آبادی ۔ **شعر ۵** ارسطو منش سید اولاد علی بصورت فرشتہ بصورت ولی

دیوان میں "ارسطو" نے ہی سے لکھا ہے) اولاد علی کی دال علی کی لام سے مل گئی اور عین درمیان سے غائب ہو گیا۔

تقطیع ۔ ارسطو فعولن منش سے فعولن بدولا فعولن دلی فعَل ۔ یہ شعر متقارب مثمن عروض وضرب محذوف باقی سالم ہے

مثال دیگر ۔ مشاعرہ ڈبائی مطبوعہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۲ء صفحہ (۵۰) حضرت نشتر بلرامی ایڈیٹر زندگی علیگڈھ ۔

۵ کر رہے ہیں وہ پس وعدہ اب عذر دلفریب سو بہانے ڈھونڈھتے ہیں اک بہانہ کے لئے

تقطیع کر رہے ہیں۔ فاعلاتن وہ پسے وع فاعلاتن وہ ایذرے فاعلاتن دلفریب فاعلات۔ اب کی بے اور عذر کی ذال منقوط آپس میں وصل ہو گئے اور عین درمیان سے بھاگ نکلا۔

بہ وزن بحر رمل مثمن عروض مقصور ضرب محذوف باقی سالم کا ہے۔

اگر حضرت ایڈیٹر کو زبردستی ہی کرنا ہے تو حضرت قمر بدایونی کے اس شعر کی یائے کو بحال رکھ کر عین کو ساقط سمجھ لیں۔ کون روک سکتا ہے۔ **قمر** اپنے عاشق کو وہ مظلوم کہا کرتے ہیں اور کیلہے یہ اگر ظلم کا اقرار نہیں

تقطیع۔ اپنےعاشق فاعلاتن ک و مظلو فعلاتن م کہا کر فعلاتن تے ہیں۔ فعلان = حضرت زبردستی نہیں چل سکتی عروض ایک کانٹا وزن تولنے کا ہے۔ وہ سب کے لئے یکساں ہے کیا اُستاد کیا شاگرد۔

اگر یہ نظیر آپ کے لئے ناکافی ہے تو لیجئے آتش کے اس شعر کی بھی گردن توڑ ڈالئے کیونکہ قلم اور رسالہ دونو آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ **شعر** شرطِ وفا کی کس بیوفا سے آتش سا عارف آگاہ بھولا

تقطیع۔ آتش فعلن سارف فعلن اا فعلن ہ بولا فعولن اور مصرع کو بھی یوں ترمیم فرمایئے۔

آتش سارف آگاہ بھولا فقط

کبرنی موت الکبار (بڑوں نے مر کر مجھے بڑا بنا دیا)

اس تحریر کا مستدعی جس بات کی تمنا کرتا ہے اُس کو میری آرزو سے بھی ایک گونہ تعلق ہے۔ اُس کا مقصود اعتماد و اعتبار فی ابنائے روزگار ہے۔ میرا مدعا اُس کی ناموری اور شہرت۔ لہٰذا میں بطیب خاطر یہ چند سطریں اُسے لکھ کر دیتا ہوں جو متضمن بہ نصائح سہ گانہ ہیں۔ اللہ کرے وہ انکو فراموش نہ کرے۔

مرتضیٰ حسن دعا تخلص سلمہ اللہ تعالےٰ متوطن قصبہ ڈبائی میرے برادر عزیز منشی محمد نوح صاحب نوح تخلص رئیس نارہ کا وہ تلمیذ ہے جس پر اعتصادی نوح صاحب کو جتنا ناز ہو بجا ہے۔ یہ نونہال ہر اعتبار سے اپنے لائق اُستاد کا پیرو ہے۔ تصنیف میں سادہ گوئی میں بتا دیتا ہے کہ میں نوح کا بچہ ہوں۔ ایسی ہی ہستیاں ایسی ہو جاتی ہیں جو اسلاف کی روحیں خوش کرتی ہیں اور خلف محمود کہی جاتی ہیں۔ میں اکثر و بیشتر اس کے شعر اس کے منہ سے سنتا ہوں اور اس کی خوش فکری پر زبان سے داد اور دل سے دعا دیتا ہوں[1]۔ نصائح اپنے معاصرین پر اپنی ذات کو فوق نہ دینا اپنے احترام کو برقرار رکھنا ہے۔ اپنے اُستاد بھائیوں کو اپنے قوتِ بازو سمجھنا اپنی تقویت ذوقی ہے۔ اپنے بڑوں کو بڑا جاننا عین سعادت ہے

روزِ پنجشنبہ ابو المعظم سراج الدین احمد خاں سائل ۴ جنوری ۱۹۳۴ء

---

[1] جناب حضرت سائل دہلوی کے اس اظہار رائے کو تمام اصحاب ذوق کی تائید حاصل ہے۔ جوش ملسیانی

صابر الہ آبادی کا دُنیا کو پیام

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعراء مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار

اودھ اخبار پرتاب گڈھ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء یا دیگر اخبارات یا رسائل میں بعنوان

(آل انڈیا مشاعرہ گوالیار کے اکھاڑے میں سمجھ سوچ کر قدم رکھو)

کی یا دیگر سرخیوں میں خلاف مشاعرہ گوالیار کے حضرت ایس ایم قریشی یا دوسرے اصحاب نے اپنے خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ مجھ کو اُن اخبارات کے دیکھنے سے غلط فہمی ہوئی اور اُس کے متعلق میں نے بھی ترکی بترکی اودھ اخبار و دیگر رسائل کو اپنے جوابات بغرض اشاعت بھیجے ہیں۔

مخفی نہ ہو کہ جب کوئی قابل کمیٹی کسی جدید خیال کو پبلک کے سامنے پیش کرتی ہے تو دشمنان اجتہاد اُس کے خلاف طوفان برپا کر کے اراکین بزم کے توڑنے اور اُن میں بد اخلاقی پھیلانے اور نفاق ڈالنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ایس ایم قریشی گوالیار نے بھی اُسی قانون کا ارتکاب کیا ہے کہ فضول اس اشاعت کے مرتکب ہوئے اور مجھ کو بھی مغالطہ میں ڈال کر دُنیائے شاعری کے روبرو آماجگاہ بنا کر کھڑا کر دیا۔

اب تحقیقات سے ثابت ہوا کہ حضرت ایس ایم قریشی کہ جنہوں نے اودھ اخبار میں ایسی بے بُنیاد اور لغو اشاعت فرمائی کہ جس کے اعتبار پر مجھ کو بھی دُنیائے شاعری کے مقابل کھڑا ہونا پڑا۔ انکی تحریر کوئی اصلیت نہ رکھتی تھی۔

اور جانچ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اراکین مشاعرہ سے کسی متنفس کا خیال مثل خیال اشاعت اودھ اخبار وغیرہ نہیں ہے۔ اور مشاعرہ نہایت صبر و سکون کے ساتھ تا دمِ آخر ختم ہوگا جس میں ایسے لغویات قطعی ناجائز قرار دیئے گئے ہیں۔

مجھے بھی ایسی فضول اشاعت اخبارات پر سخت تعجب و افسوس تھا کہ ایسے ادبی مشاعرہ میں ایسے گندہ خیال کو کیوں جگہ دی گئی۔ جبکہ میں بذات خاص اس مشاعرہ میں دل و جان سے شریک ہوں۔

لہٰذا بوجوہات بالا میرے شکوک کی قطعی صفائی ہو چکی ہے اور کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ اس لئے بذریعہ اشاعت ہذا بخلوص خاطر بہ ثبت اپنی مہر خاص و دستخط جمیع حضرات سے عرض ہے کہ مجھے کسی متنفس سے کوئی تعرض نہیں ہے بلکہ جو حضرات اس مشاعرہ میں شرکت فرمائینگے وہ میرے خاص مہمان ہونگے اور اُن سے میرے تعلقات مساوات و برادرانہ ہونگے۔ میری طرف سے کسی کو بدگمان نہ ہونا چاہئے۔ فقط

مصطفٰے ندیم کی فارسی شاعری پر تنقیدی نظر

از قلم حافظ غنی محمد صاحب المتخلص غنی گوالیاری برق مضطر تلمیذ حضرت اعتبار الملک افتخار الشعراء مضطر خیر آبادی

رسالہ نیرنگ خیال لاہور مطبوعہ اپریل ۱۹۳۳ء صفحہ (۴۹) مصطفٰے ندیم کی سُرخی میں (اُردو زبان کا ایک ترک شاعر) کے عنوان میں جناب حضرت چراغ حسین صاحب مدیر تہذیب لاہور کا ایک مضمون شائع ہُوا ہے جس میں ندیم کہ ترکی کا جدید دَور میں ایک مشہور شاعر ہُوا ہے۔ اُس کے فارسی اشعار کے متعلق حضرت مدیر موصوف نے جو فیصلہ اُسی رسالہ نیرنگ خیال صفحہ ۵۱-۵۲ میں کیا ہے۔ وہ عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(ندیم فارسی اشعار میں اکثر مقامات پر جدید فارسی شعراء کی طرح حروف صحیح بھی گرا دیتا ہے۔ فکِ اضافت کی مثالیں بھی کثرت سے ملتی ہیں لیکن اُس کے اُردو اشعار میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ فارسی میں اُس کی ایک طویل غزل ہے جس کا مطلع ملاحظہ ہو۔

دوش در خواب دم ہمدم دلدار شدم　　　کاش مے مُردم ہماں لحظہ کہ بیدار شدم

دوسرے مصرع میں ہائے ہوز گرادی ہے)

فاضل مدیر کا خیال ہے کہ صدر و ابتدا سالم باقی مخبون یعنی فاعلاتن فِعلاتن فَعِلاتن فِعلن دو بار سے اس کی تقطیع ہوگی۔ اس طرح = کاش مے مُرفاعلاتن دَمِ ہالح فِعلاتن ظہ کہ بیدا فِعلاتن رشدم فَعِلُن

اس تقطیع متذکرہ بالا سے جناب کے خیال سے ہماکی ہائے۔ ملفوظ تقطیع سے گرگئی جس کی اُن کو ناظرین رسالہ سے شکایت ہے۔

چونکہ ایسے اوزان میں اکثر لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے اور عوام کا تو قطعی فیصلہ ہے کہ شعر ناموزون ہے یا سکتہ ہے۔ اور اُس کو شاعر کی عدم استعداد کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے مگر شاعر کی باریک بین نظر پر خیال نہیں فرمایا جاتا۔

اس زمانے کے شعراء اِنی گِنی سیدھی سادی ایک آدھ بحر پر تمام دیوان ختم کر دیتے ہیں۔ اُن کے دیوان میں حال کے غیر مروجہ وزن میں ایک مصرع بھی نہیں پایا جاتا کہ جس سے ناظرین استفادہ حاصل کر سکیں اور ایسے اوزان میں نیک و بد کا امتیاز کر سکیں۔

ندیم کے جس شعر کو ہمارے فاضل مدیر صاحب نے آئینہ سکندری بنا کر ناظرین کو صورت کریہہ ملاحظہ کرائی ہے۔ اُن کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس شعر میں ندیم کی قابلیت کی بفراخ دلی میں داد دیتا ہوں۔

ندیم کے ثانی مصرع - کاش ہی مردم ہماں لحظہ کہ بیدار شدم - میں حضرت مدیر نے مُردم کے میم پر ایک موٹی سی اضافت دیگر مصرع کا خون کردیا ہے - یوں - کاش ہی مردِم ماں لحظہ کہ بیدار شدم اور مصرع کے مُردم ماں کے درمیان سے ہائے ملفوظ کو صاف اُڑا دیا -

اصل میں مُردم کی میم بالسکون ہے - اس مقام پر ذرا ٹھہر کر میم اشباع کے ساتھ یوں پڑھئے - کاش ہی مُردم - ہماں لحظہ کہ بیدار شدم -

اب ہمارے فاضل مدیر یہی فرمائینگے کہ اس میں سکتہ ہے -

حضرت اس کو سکتہ نہیں کہتے عوام ناواقف فن تو ضرور اس کو سکتہ ہی کہتے ہیں لیکن وہ بیچارے فن سے ناواقف ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں اپنے خیال واستعداد کے موافق صحیح کہتے ہیں مگر اُنکا کہنا ایسا ہے کہ جیسے لمبی بحر کہ جس کو اصطلاح عروض میں ۱۶ شانزدہ رُکنی یا ۳۲ بتیس رُکنی وغیرہ کہتے ہیں - اُس کو وہ بحر طویل بولتے ہیں - ذرا انصاف فرمایئے کیا ہم بھی اُنکے ہم خیال ہو کر اُس کو بحر طویل کہہ سکتے ہیں - نہیں اور ہرگز نہیں ہم تو اُس کو اصل نام سے پکارینگے -

اس شعر ندیم کی حضرت ندیم کے خیال کے موافق تقطیع نہیں ہو سکتی -

پہلا مصرع تو ضرور حضرت مدیر کے خیال کے موافق صحیح اُترتا ہے مگر ثانی مصرع میں پہلے ۲ رکن سالم فاعلاتن ہیں باقی ہم خیال حضرت مدیر یوں تقطیع کاش ہی مر - فاعلاتن دم ہمالح - فاعلاتن ظ ک بیدا - فعلاتن - رشدم فعلن

ناظرین توجہ فرمائیں کہ با ایں صورت حروف صحیح کہاں گرتا ہے - اس کی دلیل

حضرت سعدی علیہ الرحمت فرماتے ہیں - شعر

زر بدہ مرد سپاہی را تا سر بدہد وگرش زر نہ دہی سر بنہد در عالم

سب وزن ہم خیال حضرت مدیر مگر ایک رکن درمیانی مسکن مفعولن ہے - تقطیع

زر بدہ مر فاعلاتن د سپاہی فعلاتن را تا سر مفعولن بدہد فعلن

وگرش زر فعلاتن نہ دہی سر فعلاتن بنہد در فعلاتن عالم فعلن

اُردو کا شعر ملاحظہ ہو جبکہ حضرت شیخ امداد علی بحر اپنے وطن مالوف فیض آباد کو ترک کرکے لکھنؤ پہنچے تو احبائے لکھنؤ نے اُنکا وطن دریافت کیا - آپ فرماتے ہیں - شعر

پوچھنا بھی ہے عبث حالِ خرابیٔ وطن بحر ہی جب نہ رہے کیا فیض آباد رہے

اس میں بھی ایک رکن مسکن مفعولن ہے - تقطیع

پوچھنا بی فاعلاتن - عبث حا فعلاتن لِ خرابی فعلاتن یِ وطن فعلن

بحر ہی جب فاعلاتن نہ رہے کا فعلاتن فیضا یا مفعولن در ہے فعِلن
اب ان نظیر کے شعروں پر بھی سکتہ یا حرف ملفوف گرانے کی قید لگا دیجئے۔
ہم کو ایسے اوزان میں بالکل حق ہے کہ ہم کسی رکن کو سالم یا کسی کو مخبون یا کسی کو مسکن بترتیب یا بلاترتیب کر سکتے ہیں اور ہمارا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ جس طرح شعر بالا یا حضرت بحر کے یہاں صدر مخبون ابتدا سالم اور عروض محذوف مخبون اور ضرب محذوف مخبون مسکن مسبغ باقی مخبون ہے۔

شعر ؎
نہ چھٹے کشمکش زلف سے بے جان ہوئے صدقہ دیتے ہیں جو ردِّ بلا کرتے ہیں

تقطیع - ن چھٹے کش فعِلاتن مکشِ زل فعِلاتن ف سِ بے جا فعِلاتن ن وی بے فعِلن
صدق اے وے فاعلاتن ت ہ جو رد فعِلاتن و بلاکر فعِلاتن تے ہیں فعِلان

ایک جگہ صدر میں فعِلاتن اور اُس کے بالمقابل ابتدا میں فاعلاتن آیا ہے اور عروض میں فعِلن بحرکت عین اور ضرب میں فعْلان بسکون عین آیا ہے۔ غرضکہ ایسے متقدمین و متاخرین اساتذہ کے ہزاروں اشعار موجود ہیں۔ اس کے لئے آپ دواوین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

دوسری بات

شائد حضرت ندیم کے آفتاب کمال کو ایک بدنما دھبہ لگانے کے لئے یہ عمل کسی کاتب سے سہواً یا عمداً سرزد ہوا ہو کہ مُرد کے سامنے ایک میم اضافہ کر کے تنقیدی نظر قائم کی ہو ورنہ حضرت ندیم کا مصرع یوں بھی بامعنی ہے۔ کاش می مُرد ہماں لحظہ کہ بیدار شدم۔[1]

حضرت زبردستی کے موسیٰ بننے سے کوئی فائدہ نہیں۔ انسان کو ہمیشہ حق بات کہنی چاہئے کسی پر خاک ڈال کر اپنے آپ کو شہرت حاصل نہیں ہوتی اور چاند پر دھوڑ ڈالنے سے اپنا ہی چہرہ غبار آلودہ ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک ہم کو اور آپ کو نیک توفیق عطا کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

---

[1] جب متکلم ایک جگہ بیدار شدم کہتا ہے۔ تو دوسری جگہ وہ بہ حیثیت متکلم مے مُردم کے بجائے مے مُرد کس طرح کہہ سکتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کہ مصرع مے مُرد بھی بامعنی ہے۔ درست نہیں ہو سکتا۔ ورنہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ مے مُرد کا فاعل کون ہے۔ (مدیر حصہ نظم)

تذکرہ خواتین

۱۲- ملکہ پونجی خاتون

(سید محمود مورخ بی ۔ اے)

فطرت کی بیشمار فیاضیوں میں سب سے گراں بہا عطیہ یہ ہے کہ وہ جس ہستی کو فروغ دینا چاہتی ہے ۔ اُسے ایک ایسے ماحول کے سپرد کردیتی ہے ۔جہاں اخلاقی اور ذہنی نشو ونما کے سب سامان اسے مکمل بنانے میں مصروف کار رہتے ہیں ۔ انہی حدود میں دماغی اور ذہنی تعمیر کی وہ داغ بیل پڑتی ہے جسے ہم تربیت کہتے ہیں ۔اور وہ اپنے دور مستقبل میں گوناگوں اثرات وکیفیات کے ماتحت نشو ونما پاتی رہتی ہے ۔ اس ابتدائی منزل کے وہ دوچار نقوش جن کو بچہ اپنی دماغی بضاعت اور صلاحیت کے مطابق قبول کر لیتا ہے ۔تاحیات اس کے دماغ سے زائل نہیں ہوتے ۔اور یہ بات ملکہ پونجی خاتون پر سولہ آنے پوری اُترتی ہے ۔ اس نے مرہٹہ قوم کے ایک نامور اور معزز خاندان میں جنم لیا تھا جس کی شجاعت کے کارنامے تاریخ دکن میں جلی قلم سے لکھے گئے ہیں۔ اس لئے ملکہ پونجی خاتون سے تاحیات شجاعت اور ہمت مردانہ کا اظہار ہوتا رہا ۔اس نے اپنی مختصر زندگی میں ایسے ایسے مصائب اور مشکلات کا سامنا کیا جن کے مقابلہ میں بڑے بڑے مردوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں ۔لیکن وہ کبھی مایوس اور بددل نہ ہوئی اور اُس نے ہر موقعہ پر اپنی شجاعت اور قوت ارادہ کے زور سے مشکلات پر فتح پائی۔

جہاں فطرت نے اسے حُسن میں اپنی آپ مثال بنانے میں فیاضی سے کام لیا تھا ۔ وہاں اسے عقل و دانش اخلاق و آداب میں بھی اس قدر برتر و مکمل بنایا تھا کہ وہ نہ صرف اپنے عہد کی جملہ خواتین سے بازی لے گئی بلکہ بڑے بڑے سورماؤں کو بھی اس سے نظر ملاتے خوف معلوم ہوتا تھا ۔ اس کا بھائی مکٹ راؤ ۔ احمد شاہ بہمنی کے دربار میں ایک معزز عہدہ پر فائز تھا ۔جب وہ سولہ سال کی ہوئی تو اس کی شادی یوسف عادل شاہ والئے بیجا پور کے ساتھ ہوگئی۔

ملکہ نے حرم شاہی میں داخل ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اپنی صفات حسنہ کے زور سے اپنے شوہر کو اپنا گرویدہ کر لیا ۔فطرت نے اس کی گود بھرنے میں بھی کافی فیاضی سے کام لیا ۔اس کے لطن سے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔اس کی اولاد میں اس کا بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ (جو جوان ہوکر بہت بہادر اور سخی دل ثابت

ہٹوا) اور اس کی بیٹی بی بی ستی (جو فارسی زبان کی ایک مستند شاعر تھی) بہت مشہور ہیں۔

چرخ کج رفتار بھلا کب کسی کو ہمیشہ عیش و آرام سے بیٹھنے دیتا ہے۔ اسمٰعیل عادل شاہ ابھی کمسن ہی تھا کہ یوسف عادل شاہ نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا۔ یوسف عادل شاہ کی بیوقت موت خاندان شاہی کے لئے گوناگوں مصائب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ لیکن ملکہ پونجی خاتون نے جس ہمت، شجاعت اور استقلال سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور آخر تمام مشکلات کو اپنی ہمت مردانہ کے زور سے حل کر دیا۔ دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔

یوسف عادل شاہ کو کمال خاں دکنی کی وفاداری پر بہت بھروسہ تھا۔ چنانچہ جب اسکا آخری وقت آپہنچا تو اس نے کمال خاں کو وکیل سلطنت مقرر کر کے شہزادہ کو اس کے سپرد کر دیا۔ یوسف عادل شاہ نے کمال خاں پر ہزارہا احسانات کئے تھے۔ لیکن طمع ایسی بری چیز ہے کہ جس کے دامنگیر ہو جائے۔ اسے دنیا و عقبےٰ کے انجام سے اندھا کر دیتی ہے۔ وہ جملہ احسانات کو یک قلم فراموش کر کے اپنے محسن کی ہی بیخ کنی کرنے لگتا ہے۔ بادشاہ کی آنکھیں بند کرنے کی ہی دیر تھی کہ کمال خاں سلطنت کے خواب دیکھنے لگا۔ اور [illegible] کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دیگر غدار امرائے دربار بھی شہزادہ کا ساتھ چھوڑ کر کمال خاں کے ساتھ مل گئے۔ وفادار سرداروں نے پہلے تو کمال خاں کو اپنے اس ناپاک ارادہ سے باز رکھنے کی بیحد کوشش کی لیکن جب وہ اس طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو وہ اپنی عزت و آبرو بچا کر وہاں سے بھاگ گئے۔ اب کمال خاں ہر وقت اسی فکر میں رہنے لگا کہ کسی تدبیر سے ملکہ پونجی خاتون اور شہزادے کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ لیکن ملکہ نے اپنی دانائی اور دور اندیشی سے کچھ ایسا انتظام کیا کہ کمال خاں کی ہر تدبیر الٹ ہی پڑتی تھی۔

کمال خاں نے سلطنت کے وفادار مغل اور ترک عہدہ داروں کو معزول کر کے ملک بدر کر دیا اور انکی جگہ اپنے خویش و اقارب اور خوشہ چینوں کو مقرر کیا۔ اس نے تیس ہزار دکنی رحبشیوں کی ایک فوج مرتب کی۔ جب وہ ان کاموں سے فارغ ہو گیا تو اس نے ملکہ پونجی خاتون اور شہزادے کو قلعہ ارک بیجاپور میں نظر بند کر دیا۔ اب وہ یہ سازش کرنے لگا کہ کسی طرح ملکہ کو ہلاک اور شہزادے کو نابینا کرادے تاکہ بلا روک ٹوک تخت نشین ہو سکے۔ جب وہ ہر طرح کا انتظام کر چکا تو اس نے تاج پوشی کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے جوتشیوں کو طلب کیا۔ جنہوں نے حساب لگا کر حکم دیا کہ آئندہ دو ہفتہ کمال خاں کے لئے نہایت خطرناک ہیں۔ اور اگر وہ اس دوران میں زندہ بچ رہا تو تاحیات آرام سے زندگی بسر کریگا۔ جوتشیوں کی اس پیشنگوئی سے کمال خاں بہت متفکر ہوا۔ اور اپنی حفاظت کی تدبیر سوچنے لگا۔ آخر وہ خود کو علیل مشہور کر کے قلعہ ارک میں ہی پناہ گزیں ہو گیا۔ اور اپنے عزیزوں کو حکم دیا کہ قلعہ کی سخت نگرانی کریں۔

ادھر ملکہ پونجی خاتون بھی بے فکر نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ کمال خاں نمک حرامی اور غداری کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں ہے۔ لیکن اس مصیبت کے وقت وہ ذرا بھی نہ گھبرائی بلکہ خوف سے ہوش و حواس کھو بیٹھنے کی بجائے مدافعانہ تدابیر سوچنے لگی۔ ایک دن اس نے اپنے جاں نثار اور نمک حلال خادم یوسف ترک کو تخلیہ میں بلا کر جملہ حالات سے آگاہ کیا اور مدد کی درخواست کی۔ یوسف اپنے مالک کے خاندان کی بے بسی اور مصائب کی داستان سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے انکی حفاظت میں اپنی جان تک قربان کر دینے کا وعدہ کیا۔ اب وہ دونو اپنی حفاظت اور دشمن کو زیر کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ انہیں معلوم تھا کہ کمال خاں نے کچھ اس طرح کا انتظام کیا ہے کہ اس کی زندگی میں انکی مشکلات اور مصائب کا ختم ہونا غیر ممکن ہے۔ علاوہ ازیں معاملات نے کچھ ایسی نازک اور ناگوار صورت اختیار کر لی تھی کہ شہزادہ اور کمال خاں تخت کے دو دعوے دار بیک وقت زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے ملکہ کو طوعاً و کرہاً یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ کسی تدبیر سے کمال خاں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ کام نہایت خطرناک اور جان جوکھوں کا تھا لیکن وفادار یوسف نے اس اہم مہم کو انجام دینے کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے لی۔ اس نے ملکہ کے مشورہ سے یہ چال چلی کہ شہزادے کی طرف سے عیادت اور اپنے لئے زیارت کعبہ کی اجازت لینے کے لئے کمال خاں کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کی اور جس طرح بھی بن آیا کمال خاں کے پاس پہنچ گیا۔ کمال خاں یوسف کے ساتھ ظاہری تپاک سے پیش آیا۔ اور چندے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اسے زیارت کعبہ کی اجازت دیدی۔ اور اس کی عزت افزائی کی غرض سے رخصتی پان کی گلوری بدست خود پیش کی۔ یوسف نہایت ادب سے قریب آیا۔ اس وقت وہ دکن کے رواج کے مطابق چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس نے ہاتھ سے گلوری لی اور دوسرے ہاتھ سے نہایت پھرتی اور چالاکی سے بیش قبض کمال خاں کے سینہ میں بھونک دی۔ ہاتھ اس قدر بھرپور پڑا کہ کمال خاں فوراً جان بحق ہو گیا۔ لیکن یوسف بھی وہاں سے جان سلامت لے کر واپس نہ آسکا۔ کمال خاں کے ملازموں نے اسے پکڑ لیا اور وہیں اسی وقت شہید کر دیا۔

کمال خاں کی ماں ایک باہمت اور دل گردہ کی عورت تھی۔ جب اسے اپنے بیٹے کی بیوقت موت کی اطلاع ملی تو مایوس ہو جانے کی بجائے وہ ملکہ کا مقابلہ کرنے کو کمربستہ ہو گئی۔ اس نے یہ احتیاط کی کہ کمال خاں کے قتل کی خبر کو محل سے باہر مشہور نہ ہونے دیا۔ اور اس کے بے روح جسم کو فوجی لباس پہنا کر ایک ایسے کمرہ کی کھڑکی کے مقابل بٹھا دیا کہ جہاں سے اہل قلعہ بہ آسانی اس کے درشن کر سکتے تھے۔ اس کے بعد اس نے کمال خاں کی طرف سے فوج کو حکم دیا کہ جنگ کے لئے آراستہ ہو کر محل کے سامنے صف بستہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک صبا رفتار قاصد بھیج کر اپنے پوتے صفدر خاں کو بلا لیا۔

ملکہ پونجی خاتون اپنے وفادار خادم کے واپس آنے کی منتظر تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کمال خاں کے سامنے فوج اور

صف بستہ کھڑی جنگ کے لئے آخری حکم کی منتظر ہے تو اُسے بہت فکر ہوا۔ اور یوسف کی ناکامی اور افشائے راز کا اُسے یقین ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے کور نمک اور غدار خادم کمال خاں کے ہاتھوں بے عزتی کی موت مرنے کی بجائے اپنے آخری سانس تک دشمن کا جوانمردی سے مقابلہ کرنے اور اپنے شوہر کے تاج و تخت اور اپنے کمسن بیٹے اسمٰعیل عادل شاہ کی حفاظت میں لڑکر شہید ہو جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نے اسمٰعیل کی پھوپھی دل شاد آغا کو بلاکر اپنی داستانِ غم سُنائی اور مشورہ طلب کیا۔ دل شاد آغا بھی ایک مستقل مزاج اور بہادر عورت تھی۔ اس نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور دونو فوجی لباس اور اسلحۂ جنگ سے آراستہ ہوکر محل کے دروازہ پر آئیں۔ اور صندل نامی خواجہ سرا کے ذریعہ ان لوگوں کو جو محل کی حفاظت کے لئے متعین تھے بُلایا۔ ملکہ نے ایک نہایت مختصر لیکن پُر درد پُر اثر تقریر کرکے ان سے اس نازک موقعہ پر مدد کی درخواست کی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ شاہی ملازمین میں سے صرف تین سو مغلوں اور ترکوں نے ملکہ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور باقی سب غداروں کے ساتھ جا ملے۔ ملکہ اپنے وفادار ساتھیوں کو ہمراہ لے کر محل میں چلی گئی اور تمام دروازے احتیاط سے بند کروا دیئے۔ اس کے بعد وہ محل کی چھت پر گئی اور دشمن کے حملہ کا انتظار کرنے لگی۔ اس کے کچھ دیر بعد صفدر خاں نے تیس ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر محل کا محاصرہ کر لیا۔ اور پھاٹک توڑ دینے کا حکم دیا۔ لیکن ملکہ کی مختصر فوج نے پتھروں اور تیروں کی اس شدت سے بارش کی کہ دشمن اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔

عین اسی وقت جبکہ ملکہ اور صفدر خاں کی فوجیں زور آزمائی میں مصروف تھیں۔ قلعہ ارک کے ایک برج کا محافظ مصطفٰے آغا رومی معہ پچاس بندوقچیوں کے محل کی پشت کی طرف سے ملکہ کی مدد کے لئے آیا۔ اور کمندوں کے ذریعہ محل کی چھت پر چڑھ گیا۔ اب دشمن پر پتھروں اور تیروں کے ساتھ گولیاں بھی برسنے لگیں۔ کمال خاں کی ماں نے بندوقوں کی آواز سُنکر صفدر خاں کو مشورہ دیا کہ وقت اور آدمی فضول ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ توپیں منگوا کر محل کو مسمار اور اس مختصر جماعت کو توپ دم کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت چند آدمی توپیں لانے کے لئے بھیجے گئے۔ اور فوج محل کا محاصرہ چھوڑ کر فاصلہ پر چلی گئی۔ جب ملکہ پونجی خاتون کو دشمن کی اس نئی تدبیر کا علم ہوا تو اس کا دل بیٹھ گیا ہر طرف مایوسی چھا گئی۔ لیکن اب بھی اس نے ہمت نہ ہاری۔ بہت دیر تک غور کرنے کے بعد ایک تدبیر اس کے ذہن میں آئی اور اس نے اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو سمجھا کر ایک مقام پر چھپا دیا اور خود معہ اسمٰعیل عادل شاہ کے دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ جب صفدر خاں نے ملکہ کے ہمراہیوں کو نہ پایا تو اسے خیال ہُوا کہ وہ توپوں کے خوف سے فرار ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ توپوں کے آجانے کا انتظار کئے بغیر ہی آگے بڑھا اور محل کا پہلا پھاٹک توڑ کر معہ کئی سرداروں اور سپاہیوں کے دوسرا دروازہ توڑنے لگا۔ یہ مقام بہت ہی تنگ اور تاریک تھا۔ اب ملکہ کی تدبیر کے مطابق مغل اور ترک بہادر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور ناگہاں دشمن پر آپڑے۔

اس زور کا حملہ کیا کہ چشم زدن میں ہزاروں کو کھیت کر دیا۔ دشمن بدحواسی میں بھاگنے لگا۔ لیکن جگہ کی تنگی اور کثرت تعداد سد راہ ہوئی۔ اس وقت ایک تیر صفدر خاں کی آنکھ میں پیوست ہوگیا اور وہ پریشانی اور گھبراہٹ میں اس چھت کے نیچے آگیا جس کے اوپر اسمٰعیل عادل شاہ کھڑا تھا۔ ملکہ نے دشمن کو پہچان کر شہزادہ کو تیر و کمان دیتے ہوئے کہا کہ "بیٹا اپنے دشمن کو خود ہلاک کرو"۔ شہزادہ نے تیر جوڑ کر چلایا جو صفدر خاں کے سینہ پر لگا اور دل کو چیرتا ہوا کمر کی طرف نکل آیا۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ جب صفدر خاں کی فوج نے اپنے سردار کو نشانۂ اجل ہوتے دیکھا تو انکے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ صفدر خاں کی نعش اٹھا کر کمال خاں کے محل کی طرف بھاگے لیکن وہاں کمال خاں کو بھی مُردہ پا کر منتشر ہو گئے۔

مذکورہ بالا جنگ کے دوسرے دن بڑے تزک و احتشام سے شہزادہ اسمٰعیل عادل شاہ کی مسند نشینی کا جشن منایا گیا۔ اور ملکہ کے حکم سے ان جانبازوں کو جنہوں نے سر دھڑ کی بازی لگا کر اس نازک موقعہ پر اس کا ساتھ دیا تھا۔ جاگیریں اور خطابات عطا ہوئے اور اسی خوشی میں اس نے کمال خاں کی ماں اور دیگر غداروں کی جان بخشی کر دی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ملکہ کے حکم سے اس کے وفادار ملازم یوسف ترک کی تجہیز و تکفین نہایت شان و شوکت سے کی گئی۔ اور اس کی قبر پر ایک خوبصورت گنبد تعمیر کیا گیا۔ ملکہ نے ایک جاگیر مقبرہ کے مصارف کے لئے وقف کر دی۔ بادشاہ ہر ماہ اس مقبرہ پر آتا اور خیرات کر کے اس کی روح کو ثواب پہنچاتا تھا۔

ملکہ پونجی خاتون نے بہت عمر پائی۔ وہ امور سلطنت میں اپنے بیٹے کو مشورہ دیا کرتی تھی۔ اور اس نے اپنے پوتے کے زمانہ میں رحلت کی اور بیجاپور کے قریب ہی ایک عالیشان مقبرہ میں مدفون ہوئی۔ افسوس ہے کہ زمانہ کی دست برد سے آج اس کی قبر کا نشان تک موجود نہیں ہے۔ لیکن اس کی ہمت مردانہ۔ اس کی جرأت۔ اس کے استقلال۔ اسکی سخاوت اور اس کے اخلاق حمیدہ کی داستانیں آج بھی زبان زد خلائق ہیں اور جب تک یہ دُنیا موجود ہے زندہ رہیں گی۔

جناب فیض لدھیانوی منشی فاضل

دل ہے پہلو میں تری ترچھی نظر ہونے تک — اس کی ہستی ہے مرے خاک بسر ہونے تک

دیکھ لے کوئی سرِ شام تڑپنا اُس کا — دم نکل جائیگا بسمل کا سحر ہونے تک

کون احسان مسیحا کا اُٹھائے یارب! — موت آجائے مجھے اُس کو خبر ہونے تک

حضرتِ مضطرب احوال کو معلوم نہیں — وقت درکار ہے قطرے کو گہر ہونے تک

بیقراری ہے عبث فیض کسی کے غم میں — کام لے صبر سے آہوں کا اثر ہونے تک

سرکلرات

چٹھی نمبر ۱۷۵۹۱ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۳ء منجانب صاحب چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بخدمت افسران اعلیٰ جملہ سررشتہ ہائے پنجاب (ماسوائے ہائی کورٹ، و ڈسٹرکٹ و سیشن جج اصحاب) کمشنر اصحاب قسمت ہائے پنجاب و ڈپٹی کمشنر اصحاب پنجاب

مضمون:- فرقہ وارانہ تعطیلوں کا خاتمہ

گذارش ہے کہ میرے سرکلر نمبر ۱۵۶۵۶ ایچ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۳۳ء کے جواب میں جو خطوط موصول ہوئے ہیں۔ ان پر غور کرنے کے بعد جناب گورنر صاحب باجلاس کونسل نے فیصلہ فرمایا ہے کہ فرقہ وارانہ تعطیلات کا سلسلہ ۱۹۳۴ء سے بند کر دیا جائے اور اس کی بجائے پہلے کی طرح مقامی طور پر برسات چھٹیوں کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔

سی ایم نمبر ۱۶۶۸۸ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۳۳ء

جے ای پارکنسن صاحب بہادر ایم اے آئی ای ایس قائمقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے

بخدمت جملہ ڈویژنل انسپکٹر اصحاب پنجاب

جناب من! - مجھے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کی ہدایت ہوئی ہے۔ کہ کھیل کے میدانوں کی صفائی اور آبپاشی کے متعلق جو خرچ ہو وہ سپورٹس فنڈ کا جائز خرچ تصور کیا جائے اور اس غرض کے لئے نیا چندہ نہ لیا جائے۔ میدان کھیل کو طالب علم خود ہموار کریں۔ اگر کام زیادہ ہو تو پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ سے کرایا جائے۔

مسٹر اینڈرسن کے سرکلر نمبر ۷۵۵۔ آر۔ مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۳۱ء جو سرکلر نمبر ۱۷۷۵۸۔ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۳۱ء کے ہمراہ بھیجا گیا تھا۔ منسوخ تصور کیا جائے۔

گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم)

جے ای پارکنسن صاحب بہادر ایم اے قائمقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے

بخدمت پرنسپل صاحب ملتان کالج ملتان سی ایم نمبر ۲۱۰۹۸ جی۔ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء

جناب من! بحوالہ آپ کی چٹھی نمبر ۹۱۰ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۳ء مجھے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) نے اطلاع دینے کی ہدایت کی ہے کہ آئندہ اس کالج کا نام "ایمرسن کالج" ملتان ہوگا۔

نمبر ۲۱۶۹۳-ای- مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء

ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن سال ۱۹۳۲ء کے تیسرے باب کی دفعہ ۹۶ کے بعد مفصلہ ذیل نوٹ اضافہ کیا جائے:-

"امدادی مدارس میں اس قاعدے کے مطابق ایسے مدرس کی گرانٹ۔ ان۔ ایڈ نہیں ملے گی جس کی عمر پچپن سال ہو گئی ہو سوائے اس صورت کے کہ اس کی ملازمت کی منتظمان کو خاص ضرورت ہو جس کے لئے ہر سال مردانہ کی حالت میں ڈویژنل انسپکٹر صاحب کے اور زنانہ سکول کی صورت میں سرکل انسپکٹرس صاحبہ سے درخواست کی جائے جن کی منظوری فائنل ہوگی"۔

نمبر ۲۱۳۶۹-ای- مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء ضابطہ پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن سال ۱۹۳۲ء کی دفعہ ۱۷۱ ای کی تجویز و ترتیب کے بعد اتنا اضافہ کیا جائے:-

"جونیئر اینگلو ورنیکلر (دو سال) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵"

پنجاب یونیورسٹی

رائے بہادر کپتان دیوان دینا ناتھ صاحب بیرسٹر ایٹ لاء، وزیر تعلیم و حفظان صحت پٹیالہ کو ریاست کی طرف سے یونیورسٹی ہذا کے سینٹ میں نمائندہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔

شیخ اصغر علی صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لا سی بی ای آئی سی ایس (ریٹائرڈ) سر ظفر علی خاں صاحب مرحوم کی جگہ یونیورسٹی کے معمولی فیلو مقرر ہوئے ہیں۔ آپ اورینٹل اور آرٹس فیکلٹیوں میں شامل کئے گئے ہیں۔

مسٹر ڈبلیو ایچ ایف آرمسٹرانگ ایم اے ایف سی ایس آئی ای آئی ایس مسٹر ڈبلیو اے بارنس کی جگہ ۱۹۳۳ء کے باقی حصے کے واسطے سکول بورڈ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔

اسلامیہ کالج پشاور کو مئی ۱۹۳۳ء سے خاص شرائط کی پابندی پر زراعت کے امتحان اول کی تعلیم دینے کی اجازت ملی۔

اسی طرح سری پرتاپ کالج سری نگر کو ۱۹۳۴ء کے واسطے خاص شرائط کی بجا آوری پر انگریزی میں آنرز کلاسیں جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔

مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جو تجویز کرے گی کہ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کو کونسی جماعتیں یا خاص مجالس زیر غور لاکر سینٹ کے سامنے تجاویز پیش کریں۔

(۱) وائس چانسلر صاحب (۲) آنریبل جسٹس بخشی ٹیک چند صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ (۳) آنریبل جسٹس سر عبد القادر نائٹ کے بی اے بیرسٹر ایٹ لاء اور (۴) لفٹنٹ کرنل ایچ ایل او گیرٹ ایم اے آئی ای ایس۔

ایف اے اور بی اے کے امیدواران کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ امتحان میں داخلے کی درخواست کے ہمراہ اپنے کالج کے پرنسپل صاحب کی اس امر کا سرٹیفکیٹ بھی پیش کیا کریں کہ انہوں نے دوران تعلیم میں اپنی جماعت کا کام تسلی بخش طور پر کر لیا ہے۔

ان تمام کالجوں کے جو یونیورسٹی سے وابستہ ہیں فزیکل ٹریننگ انسٹرکٹروں کو اس بات کی اجازت دینے کے لئے کہ وہ بعض خاص امتحانات میں شامل ہو سکیں۔ قواعد و ضوابط میں ترمیم کی جا رہی ہے۔

ملتان کالج (ایمرسن کالج) ملتان انٹرمیڈیٹ امتحان کے لئے بیالوجی کے پریکٹیکل امتحان کا سنٹر مقرر ہوا ہے۔

یونیورسٹی کے اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب اورینٹل اور آرٹس فیکلٹیوں کے سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔

راج شاہی کالج اپنی پنجاہ سالہ یادگار منانے والا ہے۔ اس تقریب میں پنجاب یونیورسٹی کی نمائندگی پروفیسر جی ڈی سوندھی ایم اے آئی ای ایس کریں گے۔

یونیورسٹی جوبلی :- جیسا کہ پہلے اعلان ہوا۔ یونیورسٹی نے اپنی جوبلی اسی شان سے منائی جو اس کی شان کے شایان اور اس تقریب کے لئے ضروری ہوا کرتی ہے۔ ہز ایکسیلنسی سر ہربرٹ ایمرسن صاحب گورنر پنجاب نے بحیثیت چانسلر ۱۹ دسمبر کو جو تقریر کی اس کا اقتباس ذیل میں قارئین کرام کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا "میرے لئے یہ امر بڑی مسرت کا باعث ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے مجھے جو پہلا فرض تفویض ہوا ہے وہ معاصر یونیورسٹیوں اور علمی انجمنوں کا جن کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں ہماری طرف سے دلی شکریہ ادا کریں۔ کہ انہوں نے آپ لوگوں کو یہاں بھیج کر اور اپنے پیغامات ارسال کر کے ہمیں عزت بخشی ہے۔ تقریباً تمام ہندوستانی یونیورسٹیوں کی یہاں نمائندگی ہو رہی ہے اور یہ اعلیٰ تعلیم کی سریع الرفتار

توسیع کا ثبوت ہے کہ آج سے پچیس برس پہلے جب کلکتہ یونیورسٹی نے جشن جوبلی منایا تو ہندوستان میں صرف چار یونیورسٹیاں تھیں اور آج اٹھارہ سے کسی طرح کم نہیں۔ اسی طرح وہ متعدد انجمنیں جن کے نمائندے آج یہاں موجود ہیں۔ اس وقت قائم نہ ہوئی تھیں ہمیں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کی طرف سے پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کے نمائندوں کی موجودگی کا ہمیں اس وقت فخر حاصل ہے ۱۱ میں آکسفورڈ کیمبرج۔ پیرس اور جرمنی کی متعدد قدیم یونیورسٹیاں بھی شامل ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی چاہتی ہے کہ میں اس کی طرف سے انکا دلی شکریہ ادا کروں۔ اور انکی مسلسل کامیابی کے لئے اس کی بہترین خواہشات ان تک پہنچاؤں۔

یونیورسٹی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اس میں نشو ونما کی ایک زبردست طاقت ہو اور اس کے اثرات مسلسل طور پر علم و حکمت کے نئے میدانوں میں اور نئی نسلوں کے دماغوں پر نمایاں ہوں۔ ایک جگہ ساکن رہکر یہ کامیاب نہیں ہوسکتی یا تو اسے آگے بڑھنا چاہئے یا پیچھے ہٹنا چاہئے اور ہم فیصلہ کرچکے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی آگے بڑھے گی۔ ترقی کی راہوں میں رائے کا اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا

لیکن اس وقت ایک موضوع ہمارے سامنے ایسا بھی ہے جو بحث مباحثے کی حدود سے باہر ہے۔ میرا اشارہ اس وقت طلبا کی جماعتی زندگی کی ہیئت اجتماعی کی ترقی کی طرف ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں اس جانب کافی توجہ کی گئی ہے۔ خصوصاً کھیل اور ورزش کی طرف۔ لیکن دماغی اور معاشرتی پہلو کی طرف بہت کم توجہ رہی ہے اور ایک شدید ضرورت جو مدت سے ہمیں محسوس ہورہی تھی اس جوبلی کے موقع پر تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ یہ ایک یونین ہال کی تعمیر کی تجویز ہے جو امید ہے کہ یونیورسٹی کی بہت سی سرگرمیوں کا مرکز بن کر رہے گی۔ اگر یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی تو اس سے طلبا کو کالج کی زندگی کے تنگ دائرے کے باہر بھی دوستی کے مواقع حاصل ہونگے۔ ان میں وسعت نظر پیدا کرے گی۔ تبادلۂ خیالات سے ان میں رواداری کو ترقی دیگی اور مختلف جماعتوں۔ ان کے مفادات اور روایات کی ترقی میں مدد دیگی۔ یہ زندگی کے شریفانہ عناصر کو فروغ دیگی اور جس بات کو ہم اکثر بھول جاتے ہیں یعنی یہ کہ یونیورسٹی کا سب سے بڑا یا سب سے اہم مقصد صرف تعلیم پھیلانا نہیں بلکہ طلبا کی عمر کے اس حصے میں جب وہ ہر قسم کا اثر قبول کرسکتے ہیں۔ اپنا ایک مستقل نقش چھوڑ جانا بھی ہے۔ تقویت دیگی۔

اُن لوگوں کے لئے جو آئندہ چل کر اس صوبے کی قسمت کے مالک ہونگے۔ ہماری نگاہیں یونیورسٹی کی طرف اٹھتی ہیں یہی لوگ ہیں جو ملکی انتظام پر۔ معاشرت کی تہذیب و ترقی پر۔ افراد اور اقوام کے باہمی تعلقات پر اور اپنے علم اور قدرتی ذرائع کی مدد سے اپنے صوبے کی مادی ترقی پر اپنے نقوش چھوڑ جائیں گے۔ اگر ہم اپنی یونیورسٹی کی گذشتہ نصف صدی کی تاریخ پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں بہت سی قابل تحسین باتیں نظر آئیں گی مستقبل کے پچاس سال پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں ابھی باقی ہیں۔

آئندہ چند ماہ کے دوران میں ہمارے آئندہ نظام تعلیم کے متعلق کسی قطعی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے مختلف نقطہ ہائے نظر ہمارے سامنے آئیں گے۔ اور بہت سی بحث و تمحیص ہوگی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر تمام اصحاب اپنے دل میں یہ سمجھیں گے کہ ان کا مقصد یونیورسٹی میں بہترین مرد اور بہترین عورتیں حاصل کرنا اور جب تک وہ وہاں رہیں انکی بہترین قابلیتوں کو بیدار کرنا اور جب وہ تعلیم سے فارغ ہوں تو ملک کے لئے ان سے بہترین خدمات حاصل کرنا ہے تو جو فیصلے کئے جائیں گے وہ ضرور درست ہونگے۔ (ماخوذ ا۔ و)

اعزازی ڈگریاں

۲۴ دسمبر کو ہز ایکسیلنسی نواب چانسلر صاحب بہادر پنجاب یونیورسٹی نے مفصلہ ذیل بزرگواروں کو اعزازی ڈگریاں عطا کیں۔

(۱) ایل ایل ڈی (۱) ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر جموں و کشمیر (۲) ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر پٹیالہ۔ (۳) ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر بہاولپور (۴) آنریبل میاں سر فضل حسین صاحب کے سی ایس آئی وزیر تعلیمات ہند (۵) آنریبل سر شادی لال صاحب چیف جسٹس ہائی کورٹ پنجاب لاہور

(ب) ڈی او ایل (۱) آنریبل کپتان سر سکندر حیات خانصاحب ریونیو منسٹر پنجاب (۲) سردار بہادر سر سندر سنگھ صاحب مجیٹھیہ

(ج) ڈی لٹ (۱) ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب لاہور - (۲) مسٹر اے سی وولنر سی آئی آئی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی

(د) ڈی ایس سی - (۱) رائے بہادر پروفیسر شیو رام صاحب کشپ آئی ای ایس یونیورسٹی پروفیسر آف باٹنی -

چار بجے شام کو اسی روز گورنمنٹ کالج لاہور کے میدان میں دعوت دی گئی - اور گیارہ بجے صبح سے چھ بجے شام تک مینارڈ ہال میں قدیم ہندوستانی نقاشی کی نمائش رہی اور شام کے نو بجے گورنمنٹ کالج میں ڈرامہ ہوا -

۵ دسمبر کو دس بجے صبح سے ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر تک سیریں کی گئیں - تین بجے شام سے چھ بجے شام تک علمی گفتگو ہوئی - ساڑھے چار بجے شام کو یونیورسٹی یونین کلب کے ہال کا سنگ بنیاد نصب کیا گیا کل کی طرح آج بھی گیارہ بجے صبح سے چھ بجے شام تک مینارڈ ہال میں نمائش رہی - اور آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر شام کو دعوت ہوئی -

۶ دسمبر کو سیریں اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ۹ بجے صبح سے ساڑھے بارہ بجے دوپہر تک - چار بجے شام سے چھ بجے شام تک یونیورسٹی گراونڈز میں دو بجے بعد دوپہر سے چار بجے شام تک جسمانی تربیت کی نمائش ہوئی -

یونیورسٹی گراونڈز میں چار بجے شام سے ساڑھے پانچ بجے شام تک طلباء کا تماشا ہوا - اور بدستور اول گیارہ بجے صبح سے چھ بجے شام تک نقاشی کی نمائش مینارڈ ہال میں عمل میں آئی - کل کی طرح آج بھی سوا آٹھ بجے یونیورسٹی ہال میں طلباء کو ضیافت دی گئی - مینارڈ ہال والی نمائش ۱۰ دسمبر تک بدستور ہوتی رہی - ۸ دسمبر کا دن خواتین کے لئے مخصوص تھا - پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ آفس ۵ دسمبر سے ۷ دسمبر تک کھلا رہا - اور پبلک کے مندوبین کو اسے دیکھنے کی عام اجازت تھی -

امیدواروں کا اخراج

مندرجہ ذیل امیدوار امتحانات متعلقہ سے خارج کردیئے گئے ہیں :-

ا - میٹریکولیشن سال ۱۹۳۳ء

(۱) رول نمبر ۲۷ سال ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء کے لئے - غلط اطلاع پر امتحان میں داخل ہونے کے سبب سے

(۲) " ۱۰۶۵ " " " " کسی امیدوار سے مدد لینے کے سبب سے

(۳) " ۲۴۵۵ " " " " ایضاً ایضاً

(۴) " ۵۵۶۶ " " " " ایضاً ایضاً

(۵) " ۱۲۸۸۷ " " " " نقل کرنے کی وجہ سے

(۶) " ۱۳۵۶۵ " " " " کسی امیدوار کو مدد دینے کی وجہ سے

(۷) " ۱۶۹۶۶ " " " " افسروں اور ممتحنوں سے سفارش کرانے کے سبب سے

ب - امتحان انٹرمیڈیٹ ۱۹۳۳ء

(۱) رول نمبر ۴۵۵۸ از ۱۹۳۳ء لغایت ۱۹۳۶ء تک کے امتحانوں سے - نقل کرنے کے سبب سے -

(۲) " ۵۷۸۶ صرف ۱۹۳۳ء کے لئے - لکھے ہوئے کاغذات پاس رکھنے کی وجہ سے -

امتحانات کی منظوری

مندرجہ ذیل مدارس کو امتحان میٹریکولیشن میں شمولیت کی اجازت دی گئی ہے -

(۱) صفیہ ہائی سکول اسلام آباد ۱۹۳۴ء - ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے لئے

(۲) سری سناتن ہائی سکول رینواڑی ۱۹۳۴ء - ۱۹۳۵ء کے لئے - (۳) گورنمنٹ ہائی سکول سوپور بشرح صدر

(۴) سری ہری سنگھ نیشنل سکول بارہمولا ۱۹۳۴ء کے لئے (۵) زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نارمل سکول سرینگر ۱۹۳۴ء لغایت ۱۹۳۶ء تک

(۶) گورنمنٹ ہائی سکول بھمبر ۱۹۳۴ء کے لئے (۷) سری سری سنگھ ہائی سکول جموں بشرح نمبر ۱ - ۲ - ۳ و ۵

(۸) اسلامیہ ہائی سکول جموں بشرح صدر (۹) سری ہری سنگھ ہائی سکول اکھنور ۱۹۳۴ء و ۱۹۳۵ء کے لئے
(۱۰) گورنمنٹ ہائی سکول کہونہ بشرح نمبر ۶ ایک سال کے لئے (۱۱) اسلامیہ ہائی سکول پونچھ
نمبر ۱ و ۲ سکول کے لئے سال ۱۹۳۴ء کے امتحان کی بھی اجازت دی گئی۔

(۱) لفٹیننٹ کرنل سی ایچ ایچ ہولڈ ایم سی ایف آر سی ایس۔ آئی ایم ایس۔ انسپکٹر جنرل شفاخانجات پنجاب کرنل ڈی پی گوئل۔ آئی ایم ایس کی بجائے یونیورسٹی کے سرکاری فیلو مقرر ہوئے۔

(۲) یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی نے جو سر جارج اینڈرسن صاحب بہادر سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی صدارت میں مامور ہوئی تھی اور جس نے اپنی رپورٹ مئی ۱۹۳۳ء میں مرتب کرکے پیش کی تھی۔ ایک خاص تجویز پیش کی تھی کہ ہائی سکولوں کو جماعت نہم تک محدود رکھا جائے۔ اور ہائر سیکنڈری ایجوکیشن کے نام سے ایک علیحدہ بورڈ جماعت دہم اور الف۔ اے کی دونو سال اول و سال دوم کی جماعتوں کا مشترکہ کورس ہو جس کا ہائی سکول سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور میٹرکولیشن بورڈ کی طرح یہ بورڈ بھی ایک خاص نظام کے ماتحت ہو۔ اس ذیل میں ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ یونیورسٹی نے وائس چانسلر صاحب کی ایک تحریر پر غور کرنے کے بعد متذکرہ صدر اہم تبدیلی کے متعلق تنقیحات ذیل وضع کی ہیں۔

(۱) کیا تمام تعلیمی کورس دسند کے امتحان تک) چودہ سال کی بجائے پندرہ سال کا کردیا جائے۔
(۲) اس عرصہ تعلیم کی تقسیم کیا کی جائے؟ کمیٹی کی رائے میں چھ۔ نو اور بارہ سال کی تعلیم کے بعد خاص امتحانات ہوا کریں۔ یعنی لوئر مڈل۔ میٹرکولیشن اور ہائر سیکنڈری امتحان۔
(۳) اگر ہائر سیکنڈری مدارس جاری کئے جائیں تو انکا انتظام کس طرح سے ہو؟
(۴) کیا یہ ضروری ہے کہ تحقیقاتی کمیٹی کی تجویز کے مطابق ہائر سیکنڈری ایجوکیشن کے لئے خاص بورڈ قائم کیا جائے۔ یا یونیورسٹی کے ماتحت ہی ایک انٹرمیڈیٹ بورڈ قائم کیا جائے۔

ان تنقیحات پر غور کرنے کے لئے جو حقیقتاً بحث طلب ہیں مندرجہ ذیل نمائندگان کی ایک کمیٹی تجویز ہوئی ہے۔

(۱) وائس چانسلر صاحب (۲) جسٹس ٹیک چند صاحب (۳) جسٹس سر عبد القادر صاحب (۴) پرنسپل گیرٹ گورنمنٹ کالج لاہور (۵) پرنسپل پارکنسن سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور (۶) پرنسپل رام رتن صاحب ڈی اے وی کالج لاہور (۷) پروفیسر جودھ سنگھ صاحب خالصہ کالج امرتسر (۸) پرنسپل ڈاکٹر دتا منن کالج لاہور اور (۹) مولوی محمد شفیع صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ لاہور

(۳) **یونیورسٹی امتحانات ۱۹۳۴ء کی تاریخ آغاز**۔ ایم اے ایل سی ۱۰ مارچ۔ انٹرمیڈیٹ ۲ اپریل بی اے ایل بی اے اور بی ایس سی ۱۲ اپریل۔ ایم او ایل۔ ایم اے اور ایم ایس سی ۱۸ اپریل۔ بی ٹی ۱۶ اپریل۔ ایم بی بی ایس کا تیسرا اور آخری امتحان ۲۶ اپریل۔ بیچلر آف کامرس۔ ایل ایل ایم اور زراعت کا پہلا و آخری امتحان یکم مئی۔ الف ای ایل ۸ مئی۔ ایل ایل بی اور خاص قانونی امتحان ۹ مئی۔ ایم بی بی ایس (اول و دوم) ۱۴ مئی۔ ہر سہ امتحانات (سنسکرت۔ عربی۔ فارسی) اور دو رنیکلر زبانوں کے امتحانات ۱۲ مئی۔ انجنیئرنگ (اول دوم اور آخری) ۱۴ جون۔ ایم ایس سی (زراعت) اکتوبر ۱۹۳۴ء۔ ایم ڈی اور ایم ایس اکتوبر ۱۹۳۴ء

(۴) **چیف اگزامینرس** (پرچہ بنانے والے اعلیٰ ممتحن اصحاب) کو امداد

یونیورسٹی نے قرار دیا ہے کہ ان اصحاب کو مندرجہ ذیل کاموں کی امداد کے لئے ایک ایک مددگار بہم پہنچایا جائے۔
(۱) نمبروں کا جمع کرنا (۲) اس امر کی پڑتال کے لئے کہ کوئی ایسا سوال رہ تو نہیں گیا جس کے نمبر نہ لگے ہوں اور (۳)

کیا جوابات کے پرچوں سے فہرستوں میں نمبر صحیح نقل کئے گئے ہیں ؟

اس امداد کی اُجرت پچیس روپے فی ہزار پرچہ کے حساب سے دی جائیگی۔ کنٹرولر صاحب امتحانات ہر اعلےٰ ممتحن صاحب کی مرضی کے مطابق ان کے مددگار مقرر کرینگے جن کا عہدہ ایم ایس ایل سی کے نائب ممتحنوں کے مساوی ہوگا۔ انہیں اعلےٰ ممتحن صاحب کے مکان پر پہنچ کر کام کرنا ہوگا اور جو غلطیاں انہیں معلوم ہوں وہ ان کی توجہ میں لائیں گے۔ انہیں جوابات کی ہر کاپی کے صفحہ اوّل پر دستخط کرنے ہونگے۔

(۵) قرار پایا ہے کہ امتحان انٹرمیڈیٹ میں سائنس کے پریکٹیکل امتحانات تحریری امتحان سے ایک ہفتہ پہلے شروع ہؤا کریں۔ اس تبدیلی کا عملدرآمد سنہ رواں سے ہی ہوگا اور بصورت امکان دیگر امتحانات میں بھی اس شرط کو عمل میں لایا جائیگا۔

شملہ انٹرمیڈیٹ امتحان کے تحریری اور پریکٹیکل امتحانات کا سنٹر مقرر ہؤا ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی کی بی ایس سی کی ڈگری کو ایم ایس سی میں داخلے کے لئے یونیورسٹی ہذا کی اسی ڈگری کے برابر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور ایل ایل ایم میں داخلے کے لئے لنڈن یونیورسٹی کی ایل ایل بی ڈگری کو یونیورسٹی پنجاب کی اس ڈگری کے برابر وقعت دی گئی ہے۔ اور اس کے مطابق قواعد میں ترمیم کی جا رہی ہے۔

خالصہ کالج امرتسر کو اجازت دی گئی ہے کہ یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء سے اپنے کالج میں ہسٹری (آنرز) کی تعلیم کا بندوبست کرے۔

یونیورسٹیوں کی پنج سالہ کانفرنس ۶ لغایت ۸ مارچ ۱۹۳۴ء کو دہلی میں ہونے والی ہے۔ اس میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے اصحاب ذیل نمائندگی کرینگے۔

(۱) ڈاکٹر اے سی وولنر سی آئی ای - ایم اے۔ ڈی لٹ ایف اے بی ایس۔ (۲) پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے لاہور (۳) ڈاکٹر ایس ایس بھٹناگر ڈی ایس سی ایف آئی پی (۴) خان بہادر ڈاکٹر خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ایم بی سی بی۔ ڈی پی ایچ انڈین میڈیکل کونسل کی ممبری کے لئے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے منتخب ہوئے ہیں۔

کنٹرولر امتحانات کا گریڈ ۵۵۰ - ۴۰ - ۷۵۰ کی بجائے ۶۰۰ - ۴۰ - ۸۰۰ روپیہ مقرر ہؤا ہے اور مسٹر ایس پی سنگھا ایم اے ایل ایل بی موجودہ کنٹرولر کو یکم جنوری ۱۹۳۳ء سے چھ سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پر کنٹرولر مقرر کیا گیا ہے۔

مسٹر محمد بشیر بی ایس سی (آنرز) بحیثیت اسسٹنٹ رجسٹرار اپنے عہدہ پر مستقل ہوئے۔ آپ کا گریڈ یکم جنوری ۱۹۳۳ء سے چار سو روپیہ ماہوار مقرر ہؤا ہے۔

مسٹر شمبھو ناتھ ایم ایس سی ریسرچ سکالر کو فزکس (لیبوریٹری) میں تجربہ کرتے ہوئے حادثہ پیش آیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ ان کی بیوی کے لئے دو ہزار روپیہ زر امداد تجویز ہو کر منظور کیا گیا۔

لالہ دینا ناتھ صاحب بھابڑہ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کا انتقال پُرملال

ہمیں یہ سُنکر نہایت رنج ہؤا کہ لالہ دینا ناتھ صاحب بھابڑہ بی اے بی ٹی پی ای ایس (ریٹائرڈ) سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ بابا نانک ۱۸ فروری کو صبح پونے چھ بجے اڑھائی ماہ کے قریب امراض جگر و دل میں مبتلا رہ کر انتقال فرما گئے ہیں۔ سورگباشی جی کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے صرف سوا سال کا عرصہ ہؤا تھا۔ ہمیں اس واقعہ میں آپ کے تمام متعلقین سے عموماً اور آپکے فرزند اکبر ڈاکٹر سرداری لعل صاحب جین ایم بی بی ایس میڈیکل پریکٹیشنر شہر سیالکوٹ اور آپکے بڑے بھائی صاحب لالہ پرسرام جی بھابڑہ بی اے ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر و اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس ریاست کشمیر سے خصوصاً ہمدردی ہے۔ خدائے برتر مرحوم کو جو کئی خوبیوں کے مالک تھے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت بخشے۔ (نرندر سین جین)

رہنمائے تعلیم لالہ دینا ناتھ صاحب بھابڑہ کی بے وقت رحلت پر انکے تمام پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

اصلاح دیہات

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

ملک میں سیاسی زندگی کی بتدریج توسیع و ترقی کی وجہ سے بنیادی اصلاح کی اشد ضرورت بہت زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ اس لئے دیہات کی ازسرنو ترتیب و تنظیم کے سوال نے خاص اہمیت اختیار کرلی ہے۔ لیکن اس کے متعلق ابھی تک ہمہ گیر پیمانہ پر کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی۔ اس ضمن میں اس وقت تک جو کچھ کیا گیا ہے وہ اُن افراد کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جو خدمت عامہ کے جذبہ سے معمور ہیں اور جن میں غریب دیہاتیوں کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے مواقع کو بہترین طریق پر استعمال کرنے کا ولولہ پایا جاتا ہے تاہم یہ منظم کوشش عمل میں لائی جا رہی ہیں اور کم از کم پنجاب میں اس مسئلہ کے متعلق ہمہ گیر پیمانہ پر کام شروع ہونے والا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق متعدد کتابیں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع کی جا چکی ہیں۔ اور اس سال ان میں مسٹر ڈی سپر اینچ کی کتاب "اپ فرام پاورٹی" کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو زوردار طریق میں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے اور سدھار کے اس کام کی وضاحت کی گئی ہے جو موضع مارتنڈم (ٹراونکور۔ جنوبی ہند) کے پانچ میل کے اندر کیا گیا ہے۔ حسب ذیل بڑے بڑے اصولوں کی تصریح کی گئی ہے۔

(۱) دیہاتی رقبوں میں اصلاح کے کام کو کامیاب بنانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں کے متعلق کام کیا جائے اور عوام کے معاشرتی۔ تعلیمی۔ روحانی اور اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے بڑا سوال لوگوں کی مفلوک الحالی اور افلاس کا ہے اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو ہندوستان بھر میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ بہتر صورت حالات کے لئے مانگ پیدا کرنی چاہئے۔ تمام اصلاحات ماہرین کے مشورہ سے اپنی مدد آپ کرنے کے ذریعہ عمل میں لائی جائیں۔ گاؤں کے اندر اور باہر سے رہنمائی معرض وجود میں آنی چاہئے اور تمام کوششوں کی تہ میں امداد باہمی کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

(۲) عوام کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ضمنی مصنوعات جاری کرنی چاہئیں تاکہ وہ اپنے فالتو وقت میں مصروف رہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک پنجابی کسان کو سال میں صرف ۱۵۷ دن کے لئے کام ہوتا ہے۔

(۳) اصلاح دیہات کی کوششوں میں امداد باہمی کو وسیع پیمانہ پر استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً تجرباتی مرکز میں مرغیوں کی پرورش اور عمدہ بیلوں کے لئے کواپریٹو کلبیں ہیں۔ قرضہ کی سوسائٹیاں ہیں اور کواپریٹو پنچائتیں ہیں۔ اطلاعات مظہر ہیں کہ تعلیم۔ آپس میں میل ملاپ اور تفریح طبع کے مواقع بہم پہنچانے کے لئے دیہاتی ناٹک نہایت مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ مرکز اور زیر سر گاؤں کے رقبہ کی سرگرمیوں کو ظاہر کرنے کے لئے دیہاتی نمائشیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ان نمائشوں سے نتائج کے مظاہرہ میں مدد ملتی ہے۔

(۴) محدود رقبہ میں گہرے اور مسلسل کام سے قطع نظر اصلاح دیہات کے کام کو وسیع کرنے کے لئے تجاویز مرتب کی جاتی ہیں اور ان سرگرمیوں کے دائرہ کار سے باہر کے مواضعات میں دیہات کی فلاح و بہبود کے لئے انجمنیں قائم کی جاتی ہیں۔

(۵) کتاب مذکور کے آخری تین ابواب میں مواضعات میں رہنمائی کے سوال پر بحث کی گئی ہے اور اس غرض کے لئے موزوں اشخاص کے انتخاب اور تعلیم کے متعلق مشورے دیئے گئے ہیں۔

(۶) کتاب میں مفصل طریق پر بیان کیا گیا ہے کہ ہر سرگرمی کس طرح بروئے کار لائی جاتی ہے۔ کون کونسی ابتدائی تیاریاں لازمی ہیں اور وہ کون سے درمیانی مدارج ہیں جنہیں طے کرنے کے بعد آخری کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ یہ کتاب ان اشخاص کے تجربہ کا مجموعہ ہے جو اصلاح دیہات کے مسئلہ کے متعلق نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں اور بعض مشورے جو اس میں دیئے گئے ہیں وہ توجہ کے قابل ہیں۔ کتاب کے ساتویں اور آٹھویں باب کا وجود ہمارے کے تجربات [illegible] اصلاح دیہات [illegible] (از محکمہ اطلاعات پنجاب) [illegible]

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

آرمسٹس ڈے یعنی یوم صلح ۱۱- نومبر کو یورپ کی جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا اور فریقین میں صلح ہو کر عہد نامہ ورسیلز وجود میں آیا۔ ہر سال اس مبارک یوم کو صلح کی یادگار میں گیارہ بجے دن کے دو منٹ کے لئے تمام کاروبار بند رکھ کر خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ کلیساؤں میں خاص پرارتھنا کی جاتی ہے۔ اور خاموشی کا منشا دل ہی دل میں خدائے پاک کا شکریہ اور جنگ کے شہیدوں کی یادگار اور ان کی نجات کے لئے دعا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۱۱- نومبر ۱۹۳۳ء کو حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند کی ہدایات بموجب یہ تقریب عمل میں آئی۔ اور **لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ** میں لالہ پنڈیداس صاحب کیو و ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں دو منٹ کی خاموشی میں اساتذہ نے دل ہی دل میں حضور شہنشاہ معظم کی درازی عمر کے لئے خداوند کریم کے حضور میں دعا مانگی۔ بعد میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے گورنمنٹ انگلشیہ کی برکات پر مختصر مگر جامع تقریر کی۔ حکومت برطانیہ کے عنوان سے ایک نظم گائی گئی۔ (محمد حسین)

مڈل سکول لودی ضلع لدھیانہ میں سردار تارا سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا اساتذہ اور تلامذہ نے دو منٹ خاموشی اختیار کر کے ہمدردی و صدق دل سے بارگاہ ایزدی میں استدعا کی کہ بار خدایا ان شہیدان جنگ کی روح کو بہشت میں جگہ عطا فرما اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما۔ (شیر محمد)

لوئر مڈل کیلاسکے ضلع گوجرانوالہ ۱۲- نومبر کو اجلاس خاص بصدارت چوہدری محمد نذیر صاحب سربراہ ذیلدار منعقد ہوا مقامی زمینداران اور دیگر معززین کے علاوہ ذیل کے نمبرداران شامل ہوئے۔ پنڈت سندر داس صاحب ہیڈ ماسٹر نے حمد الٰہی کے بعد ترک نلیی صحت و صفائی اور کفایت شعاری کے متعلق بذریعہ تمثیلات موثر لیکچر دیا۔ ضلع کی خوش قسمتی کی تصدیق میں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی تعلیمی دلچسپیوں اور ان کے تعلیمی مشیر شیخ رحیم بخش صاحب بی اے ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس۔ منشی محافظان صحت سید ریاض علی شاہ صاحب ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ اور انتظامی افسر دیوان نوبت رائے صاحب انڈین پولیس ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کے وجود کو مغتنمات سے مانا۔ منشی امرناتھ نے زراعت کے متعلق جدید آلات کشاورزی کو رواج دینے زمینداروں کی مفلسی کے اسباب اور ان کے انسداد۔ پارٹی بازی کے نقصانات واضح کئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اعلان کیا کہ چوہدری فقیر احمد صاحب ایم بی بی ایس ڈیرہ موضع ہذا اور اس کے گردونواح کے باشندگان کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ایک ہیلتھ کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کا مقصد بیماروں کی تیمارداری طبی امداد کی بہم رسانی اور بصورت ضرورت مالی امداد کرنا اور دیہات کی صفائی رکھنا ہے۔ اس کے پریذیڈنٹ صاحب صدر جلسہ اور سیکرٹری ہیڈ ماسٹر سکول ہذا ہیں۔ منشی دلیا رام ٹھیکیدار۔ میاں حبیب اللہ خاں حکیم اور لالہ بیلی رام اوپل انتظامیہ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ صاحب ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ نے اس کمیٹی کی کارگزاری سے متاثر ہو کر ایک صد ٹکیا کونین اور تین بوتل کونین مکسچر مرحمت کیا ہے جس کے سبب بکثرت مریض ملیریا سے نجات پا چکے ہیں۔ باغیچہ مدرسہ کی سرسبزی۔ پھولوں کی رنگینی اور ریڈ کراس سوسائٹی کی شاندار کارگزاری پر تمام حاضرین نے اظہار مسرت کیا۔ باہر سے آئے ہوئے اصحاب کے دوپہر کے کھانے کا انتظام صاحب صدر نے اعلیٰ پیمانہ پر کیا اور تمام نمبرداران سے اپنے ہاں ہیلتھ کمیٹیاں بنانے اور صحت کے اصولوں پر کاربند ہونے اور صفائی رکھنے کی آرزو کی۔ (امرناتھ سوری)

سودھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر سیالکوٹ آج کل اخبارات میں بعض خود غرض اور متعصب اشخاص سیالکوٹ کے فرشتہ سیرت ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس

سودھی جگت سنگھ صاحب کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ مگر کسی کو محض بُرا کہہ دینے سے کوئی بُرا نہیں بن جاتا۔ تمام ضلع کے مدرس اس بات کے شاہد ہیں کہ سودھی صاحب غیر متعصب اور ہمدرد حاکم ہیں۔ آپ ہر گھڑی ضلع کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے میں سرگرم رہتے ہیں اور تمام مدرسین سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں کہ ہر ایک اپنے اپنے حلقہ میں اپنے فرائض کو پوری سرگرمی اور تندہی سے سرانجام دے۔ جو مدرسین سودھی صاحب کی روشن مثال کی تقلید کرتے ہوئے اپنے فرائض کو پوری طرح نبھاتے ہیں۔ بلا تفریق مذہب و ملت سودھی صاحب سے صلہ پاتے ہیں۔ مگر بعض مدرسین اپنے فرائض کو فرائض نہیں سمجھتے۔ ایسے اشخاص بلا تفریق مذہب و ملت سودھی صاحب کو سخت ناپسند ہیں اور ان سے مناسب طریقہ سے باز پُرس کی جاتی ہے۔ ان میں بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ جب اپنی بدعنوانیوں کی سزا پاتے ہیں تو اپنے کئے پر نادم ہونے کی بجائے سودھی صاحب کو متعصب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بالکل غیر متعصب ہیں۔ ہاں انتظامیہ معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے اور ہندو مسلمان سکھ عیسائی سب آپ سے یکساں فیض اُٹھاتے ہیں۔ (ایک حقیقت آشنا مسلمان)

شکریہ — لالہ دینديال صاحب ہیڈ کلرک دفتر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کانگڑہ رقمطراز ہیں۔ "میرے پوجنیہ بزرگ پتا جی مہاراج کا دیہانت ہو گیا ہے۔ اس موقعہ پر میرے بہت سے مہربان ضلع ہذا کے ماسٹر صاحبان کی طرف سے افسوس کے خطوط اور ریزولیوشن موصول ہوئے ہیں۔ چونکہ بوجہ کثرت کار میں فرداً فرداً جواب دینے سے مجبور ہوں۔ اس لئے انکی ہمدردی و پیار تھا کے لئے رسالہ رہنمائے تعلیم کے ذریعہ ان تمام مہربانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

جین ہائی سکول انبالہ شہر — بہی خواہان جین ہائی سکول انبالہ شہر اس بات کو سُنکر خوش ہونگے کہ اس سکول کی ہائی کی دو نو جماعتیں مستقل طور پر منظور ہو گئی ہیں۔ معزز مینیجنگ کمیٹی حکام بالا دست خصوصاً حضور وزیر تعلیم جناب ملک سر فیروز خاں صاحب نون ایم اے اور جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر نیز پردر انسپکٹر صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف مبارکباد کا مستحق ہے۔ (رامجی داس)

شکایت یا مشورہ — ہمارے پاس اس امر کی شکایات موصول ہوئی ہیں کہ بعض سیکنڈری مدارس میں بلا امتیاز ڈسٹرکٹ بورڈ یا امدادی وغیرہ اوقات مدرسہ سے بہت پہلے سکول لگا کر بہت دیر سے سکول بند کیا جاتا ہے۔ اور چھ گھنٹے کی بجائے سات بلکہ ساڑھے سات اور آٹھ گھنٹے روزانہ تعلیم دی جاتی ہے جس سے تمام طلبا اور ممبران سٹاف سکول کو تکلیف ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ موسم سرما میں اگر نو بجے کے قریب سکول کھولا جائے اور شام کو پانچ بجے بند ہو تو طلبا کا بوجھ کا رہنا کیسا جانکاہ ہے۔ اس طرح گرہستی مدرسین کے لئے دن کی تمام روشنی سکول میں ہی بسر کرنا اور گھر گھاٹ سے بے فکر ہونا کہاں کا انصاف ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ خاص حالات کے سوا ہیڈ ماسٹر اصحاب روزانہ کام کی مقدار کو متواتر اس قدر طوالت نہ دیں۔ جو متعلقین کی تکلیف یا بےچینی کا موجب ہو۔

ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس (مسیح لوا)

بائیں ہاتھ چلو — (۱) بموجب حکم صاحب ڈسٹرکٹ فزیکل انسپکٹر کامونکی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ورنیکلر مڈل سکول ضلع گوجرانوالہ کے سکاؤٹ ٹروپ نے زیر کمان ایم محمد شریف و لالہ کانشی رام صاحب سکاؤٹ ماسٹران بائیں ہاتھ چلو کا ہفتہ منایا۔ بوائے سکاؤٹس کو باوردی جلوس کی صورت میں ۲۲ دسمبر کو لاکر اڈا لاریوں پر بائیں طرف چلو کے گیت گائے گئے۔ اور بذریعہ لیکچر حاضرین کو اس اصطلاح کے معنی اور فوائد سمجھائے گئے۔ سکاؤٹس کو سڑک پر مختلف جگہوں میں کھڑا کر کے عملی طور پر بائیں طرف چلنے کی ہدایات دیں۔ نیز "بائیں ہاتھ چلو" کتوں پر خوشخط لکھ کر درختوں سے لٹکائے گئے۔ (محمد شریف)

(۲) ورنیکلر مڈل سکول لوزہ - ۱۵ دسمبر سے ۲۲ دسمبر تک خارج از وقت مدرسہ ایک گھنٹہ صبح و شام بڑی دھوم دھام سے ہفتہ بائیں ہاتھ چلو منایا گیا جس میں نہ صرف عوام الناس کو بائیں طرف چلنے کی ہدایت کی بلکہ دیگر تمام ضروری امورات کی بیخ کنی کا چارہ بذریعہ بھجن منڈلی کیا گیا۔ علاوہ بریں دیر سے لوزہ تک تین پلوں کی مرمت پتھر کی سلوں اور ... سے کی جس میں ہزار ہا جانوں کے نقصان کا احتمال تھا جسکے لئے اہالیان دیہہ اور رہگزر مداح ہیں۔ غرض جو کام خرچ کثیر کے صرف سے نہ ہو سکتا تھا وہ معصوم ہستیوں نے مفت کر دیا۔ (چوڑامنی)

اولمپک ٹورنمنٹ تاندلیانوالہ وگوجرہ ضلع لائل پور

اولمپک ٹورنمنٹ ایسوسی ایشن لائل پور ضلع کا وجود چند سال سے معرض وجود میں آیا ہے۔ ضلع کی وسعت کو مدنظر رکھ کر ایسوسی ایشن نے اب کے دو نئے مرکز تاندلیانوالہ اور گوجرہ میں بھی مقرر کئے۔ اور سال حال میں اپنے پروگرام کی تکمیل کا کام میرے سپرد کیا۔ جس کے سرانجام میں میں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ضلع کے ہر گوشہ تک اطلاع پہنچائی گئی۔ چنانچہ ہجوم کا ٹھٹ اس امر کا گواہ تھا۔ پروگرام میں کھیلوں کے علاوہ دیہات سدھار یعنی صفائی۔ حفظان صحت۔ افزائش اور عمدگی نسل مویشیاں۔ دستکاری کے مفید نمونے تبلیغ علمی وعملی اچھا اور بُرا گنواں۔ اچھا گھوڑا گھر انسانی اور فصلی بیماریوں کے بے انتہا چارٹ مہیا کئے گئے جو اہل دیہات کے لئے بیحد معنی خیز اور سبق آموز ثابت ہوئے۔ سکاؤٹس نے دیہات سدھار نظموں کو ایسی خوبی سے گایا کہ سامعین نہایت محظوظ ہوئے۔

مندرجہ ذیل امور شامل پروگرام تھے۔ کبڈی۔ رسہ کشی۔ گولہ پھینکنا۔ ۱۰۰ گز ۴۴۰ گز کی دوڑ۔ ایک میل کی دوڑ۔ لمبی چھلانگ۔ بوری دوڑ۔ کشتیاں۔ بھنگڑا۔ سکول ڈرل وغیرہ۔ ۲۲ ٹیمیں کبڈی۔ ۲۶ رسہ کشی کی ۳۲ پہلوان کشتی میں شامل ہوئے۔ ۴۰ شخص سو گز کی دوڑ میں۔ ۴۸ شخص ۴۴۰ گز کی دوڑ میں اور ۱۲ نے ایک میل دوڑ میں حصہ لیا۔ گولہ اندازی میں ۲۸۔ لمبی چھلانگ میں ۴۷۔ بوری دوڑ میں ۱۵ آدمی شامل ہوئے۔ کبڈی اور رسہ کشی کے مقابلے ہنگامہ خیز تھے۔ خاص کر کبڈی میں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی دلی توجہ نے ایسوسی ایشن کے کام کو ہمہ گیر بنا دیا۔ سردار بہادر سردار جوالا سنگھ صاحب رئیس سمندری۔ سردار سرونت سنگھ صاحب سفید پوش ۷۴ گ۔ سردار رام سنگھ صاحب آڑھتی تاندلیانوالہ اور معززین منڈی نے اپنی دریادلی سے چار کپ انعام کے لئے مہیا کر دیئے۔ دیوان مولراج صاحب تحصیلدار نے شامل ٹورنمنٹ ہو کر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمایا۔ مسٹر آر۔ بی سیٹھ آنریری سیکرٹری ایسوسی ایشن کی تشریف آوری کا شکریہ واجبات سے ہے۔ ملک منظور احمد صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی مخلصانہ مساعی بھی قابل داد ہیں۔ مرزا عبدالحکیم صاحب فزیکل ٹریننگ اے ڈی آئی نے کھیلوں کے انصرام اور اہتمام میں خاص تگ ودو سے کام لیا۔ اور ہمیں ممنون فرمایا۔ لالہ شانتو لال صاحب ہیڈ ماسٹر سمندری نے اپنی ہر دلعزیزی اور ایثار نفسی سے تمام متعلقین کو گرویدہ کئے رکھا۔ شیخ ناظر حسین صاحب مقامی ہیڈ ماسٹر نے سکول کی زینت۔ نمائش کے اہتمام اور پبلک کی دلبستگی کے لئے اپنی مساعی جمیلہ کو شب و روز جاری رکھا اور ہم سب کو رہین منت کیا۔ چوہدری نند لال صاحب۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب۔ چوہدری نظام الدین صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ چوہدری خیر دین صاحب ممبر۔ شیخ فضل حسین صاحب۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب اوورسیر۔ مرزا غیاث بیگ صاحب سب انسپکٹر پولیس۔ لالہ کلیانداس صاحب۔ لالہ جگن ناتھ صاحب اے ڈی آئی جڑانوالہ۔ سید علی اکبر شاہ صاحب اے ڈی آئی کمالیہ۔ سردار پال سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر ڈچکوٹ۔ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب سعید ہیڈ ماسٹر رکھ ۲۶۷۔ سردار گوربنت سنگھ ہیڈ ماسٹر ۴۵ گ۔ چوہدری فضل داد صاحب افسر حاضری۔ سردار امر سنگھ صاحب ڈرل ماسٹر سرجن پورہ۔ سیکرٹری صاحب میونسپلٹی تاندلیانوالہ رائے دتو ۴۲ گ رائے جہانگیر رائے ساون خاں اور محمد عیسٰے خاں صاحب کے فرداً فرداً ہم ممنون احسان ہیں کہ آپ سب کے تعاون نے ٹورنمنٹ کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اخیر میں مسٹر اور مسز میکڈانلڈ صاحبہ کا بہت بہت شکریہ ضروری ہے جنہوں نے تکلیف گوارا فرما کر یہاں پہنچ کر تمام ایسوسی ایشن کو سرفراز فرمایا۔ اور جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضور کا وجود ضلع کی بہتری کا ضامن اور متعلقین کی خوش قسمتی پر دال ہے۔

گوجرہ میں گوجرہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ اور لائل پور غربی کی پبلک نے خاص ذوق شوق سے کام لیا۔ عوام کے استفادہ کے لئے ہائی سکول کے تین کمروں میں نمائش کا سامان بہترین طریق پر فراہم کیا گیا ہزاروں کی تعداد نے نمائش سے بیحد فائدہ اُٹھایا۔ حفظان صحت۔ زراعت۔ سکاؤٹنگ اور جونیر ریڈ کراس سوسائٹی کی اشاعت کے لئے بیرونی مظاہرات عام آگاہی اور تقلید کا باعث ہوئے۔ امید کامل ہے کہ زمینداران ان مشاہدات سے پورا فائدہ حاصل کرینگے۔ مشن سکول گوجرہ چک نمبر ۳۰۵ ج ب اور کلویا مڈل سکول نے اپنے ڈراموں سے پبلک کے سامنے دیہاتی اور عام اخلاقی زندگی کا نظارہ نہایت خوبی سے پیش کیا۔ اوّل الذکر سکول کا ڈرامہ خاص سبق آموز تھا۔ یہاں بھی تقریباً

تمام میچ ہوئے جوتا لیانوالہ میں ہوئے۔

کبڈی میں ۲۳ ٹیمیں۔ رسہ کشی میں ۲۶۔ کشتیوں میں ۳۰ پہلوانوں نے شمولیت کی۔ ۱۰۰ گز کی دوڑ میں ۲۴ اشخاص۔ ۴۴۰ گز میں ۲۸۔ اور ایک میل کی دوڑ میں ۱۷ اشخاص نے حصہ لیا۔ اس طرح بھنگڑہ کی تین ٹیمیں۔ پوری دوڑ میں ۱۰۔ لمبی چھلانگ میں ۲۵ اشخاص شامل ہوئے۔ غرض مقابلہ میں کل ۷۴۶ آدمی شامل ہوئے جن کی تعداد بمقابلہ تالیانوالہ زیادہ تھی۔ یہاں بھی کبڈی اور رسہ کشی کے مقابلے ہنگامہ خیز تھے۔ ۲۱۶ گ اور ۲۵۳ ج ب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب کی عنایت قابل صد شکریہ ہے۔ چوہدری محمد قاسم صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ انجمن اسلامیہ گوجرہ اور خالصہ سبھا گوجرہ کی توجہات بھی قابل شکریہ ہیں جنہوں نے ٹیموں کے لئے کپ عطا کئے۔ آنریری سیکرٹری صاحب نے یہاں بھی تشریف لاکر ہمیں ممنون کیا۔ مرزا منظور العزیز بیگ صاحب اے ڈی آئی علاقہ اور فزیکل ٹریننگ اے ڈی آئی صاحب کی مساعی جمیلہ ہمارے شکریہ کے خاص مستحق ہیں۔ شیخ محمد مبارک اسماعیل صاحب نے ہر ممکن امداد سے بہرہ ور فرمایا۔ سردار صاحب سردار بھجن سنگھ صاحب انچارج سول ہسپتال گوجرہ۔ سردار سرائن سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ سید محبوب حسین صاحب مہدی آباد۔ خلیفہ محمد عیسےٰ صاحب پریزیڈنٹ میونسپلٹی گوجرہ۔ لالہ نند لعل صاحب میونسپل کمشنر گوجرہ۔ شیخ غلام محمد صاحب سیکرٹری میونسپلٹی۔ لالہ سری رام صاحب اے ڈی آئی غربی۔ سردار محمد یار خاں صاحب تحصیلدار آغا صفدر علی خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس۔ شیخ ذکاءاللہ صاحب ہیڈ ماسٹر ۳۱۰۔ چوہدری فضل داد صاحب۔ سردار دھنا سنگھ۔ ماسٹر عبدالغنی صاحب ڈرائنگ ماسٹر۔ سردار گوربنس سنگھ۔ لالہ جھانگی رام صاحب۔ سردار امر سنگھ ڈرل ماسٹر۔ مولوی عبدالحکیم صاحب ہیڈ ماسٹر ایم بی پرائمری سکول۔ کارکنان اسلامیہ و خالصہ بورڈنگ ہوس۔ سٹاف ہائی سکول و پرائمری سکول گوجرہ کا فرداً فرداً شکریہ واجبات سے ہے کہ آپ کے تعاون نے ٹورنمنٹ کو پورے طور پر کامیاب بنایا۔ جناب مسز میکڈانلڈ صاحبہ نے سفر کی تکلیف گوارا فرماکر تقسیم انعامات کے فرض کو سرانجام دیا۔ اور ہم سب کو ممنون احسان فرمایا۔

(سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب بی اے پی ای ایس)

تحصیلی کانفرنس گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کی

بصدارت جناب سردار بکرم سنگھ صاحب بی اے۔ بی ٹی۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور منعقد ہوئی۔ جس کے فرائض صدارت انجام دیتے ہوئے آپ نے ضلع میں ٹورنمنٹ جاری کرنے کی نسبت یوں ارشاد فرمایا۔ کہ اس سال مڈل سکولوں کے ٹورنمنٹ پھر جاری ہونگے۔ جو دو حصوں میں تقسیم ہونگے۔ پہلا حصہ مڈل سکولز ماہل پور۔ باڑیاں کلاں۔ کھوڑا چھرووال۔ خالصہ مڈل سکول پالدی بمقام ماہل پور کھیلیں۔ دوسرا حصہ اینگلو ورنیکلر مڈل سکولز صاحبہ۔ ٹروعہ۔ بینے والی۔ پدی سوار سنگھ بمقام گڑھ شنکر کھیلیں۔ دونو مقامات کی جیتی ہوئی ٹیموں کا فائنل گڑھ شنکر میں ہوگا۔ چنانچہ پہلے حصے نے ۲۹ و ۳۰ نومبر خالصہ ہائی سکول ماہل پور کی گراؤنڈ میں فٹ بال۔ والی بال۔ رسہ کشی اور کبڈی کے میچ کھیلے۔ فٹ بال میں باڑیاں کلاں۔ والی بال میں کھوڑا چھرووال۔ رسہ کشی میں ماہل پور اور کبڈی میں پالدی سکول اول رہے۔ خالصہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر سردار ہربھجن سنگھ صاحب بی اے۔ بی ٹی نے بیرونجات کے مدرسین کو مٹھائی اور چائے کی عمدہ تواضع کی جن کا شکریہ موزوں طریق پر ادا کیا گیا۔ دوسرے حصے نے ۵ و ۶ دسمبر کو سردار چنچل سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے ماتحت میچ کھیلے۔ فٹ بال میں اگرنچ ٹروعہ والی بال پدی رسہ کشی اور کبڈی میں صاحبہ اول رہے۔ ۶ دسمبر کو فائنل میچ ہوئے جو بہت دلچسپ تھے اور باڑیاں کلاں سکول کامیاب رہا۔ گڑنچ میں ٹروعہ والے جیتے۔ کبڈی صاحبہ والے جیتے۔ والی بال پدی والی ٹیم جیتی۔ سوگز۔ ۴۴۰ گز لمبی چھلانگ اونچی چھلانگ نصف میل کی دوڑ کے مقابلوں میں اول درجہ میں باڑیاں کلاں اور دوسرا درجہ پدی سوار سنگھ سکولوں کے حصے آیا۔ ۴½ بجے شام کو جناب سردار صاحب کی تشریف آوری پر رسہ کشی کا میچ ہوا۔ اور ماہل پور ٹیم جیتی۔ آپ کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ سردار چنچل سنگھ صاحب نے ٹورنمنٹ رپورٹ پڑھی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ جو نقدی کی بجائے کپڑے۔ برتن۔ لیمپ اور شیشے وغیرہ کی صورت میں تھے۔ بعد تقسیم آپ نے کھیلوں کی نسبت رائے زنی کی جو موقع کے مناسب اور نہایت سبق آموز تھی۔ چونکہ آپ خود کھلاڑی ہیں۔ لہذا کھیلنے والوں کی قدر دانی و حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔

(رام سنگھ)

تحصیل لودھیانہ کے مدرسین کی کانفرنس ۳۰ ۔اکتوبر کو لوئر مڈل سکول بھولاپور کے وسیع کمرہ میں انجمن معلمین کا غیر معمولی اجلاس چوہدری **احمد خاں** صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں ہُوا ۔ساٹھ مدرسین سنٹر مڈل ،انگنٹ ،جنڈیالی اور سانہ وال کے شامل ہوئے ۔دعا کے بعد صاحب صدر نے فرمایا ۔کہ سکول کھلنے پر تمام طلبار کو جمع کرکے دُعا کہلائی جایا کرے ۔ طلبار کا دعا میں حصہ لینا باعث خوشی ہوگا ۔خدائے پاک کا خوف ہر وقت دل میں ہونا چاہئیے جس کا نتیجہ یہ تمام کام نیک اور قابل تعریف ہونگے ۔بد دیانتی اور غنڈہ پن کا نام باقی نہ رہیگا ۔کامیابی آپ کے پاؤں چومے گی ۔پھر چال چلن کی نسبت فرمایا کہ یہ صفت بڑی اہم ہے انسان کی نیک چلنی ہی ذاتی سفارش ہے اور اسے اعلےٰ درجہ تک پہنچاتی ہے ۔مدرس کی ہستی تمام شکوک سے بالاتر ہونی چاہئیے ۔کسی فرد کو شبہ تک نہ ہو کہ ہمارے مدرس بدچلن ہو سکتے ہیں ۔مدرس ملنسار شریف اور نیک چلن ہونا چاہئیے ۔پبلک کی شادی غمی میں اسکا شریک ہونا اس کے رسوخ کو چار چاند لگاتا ہے ۔حاضر باشی سب سے ضروری چیز ہے جو مدرس کی ذات میں موجود ہونی چاہئیے ۔ فراہمی طلبا بھی ایک ضروری جزو فرائض کا ہے ۔ افسوس ہے کہ بعض مدرسوں میں تعداد طلبا بمقابلہ تعداد ماہ مارچ کم ہے ۔رجسٹرات مدرسہ پر مناسب ہدایات دیں ۔تعلیم کی ضرورت جتلا کر تمام تعلیمی مضامین کا ذکر کیا ۔پنڈت گوبر رام ہیڈ ماسٹر مڈل سکول جنڈیالی نے "مدرس کی مشکلات اور انکا حل" پر مضمون سُنایا ۔ہیڈ ماسٹر صاحب لوئر مڈل سکول تاجپور مسلماناں نے فراہمی طلبا اور حاضری کو بہترین بنانے کے وسائل پر مضمون سُنایا جس سے پہلے ایک نظم پڑھ کر سُنائی ۔آخیر میں صاحب صدر نے پھر تقریر کی اور مدرسین کے شکوک کو رفع کیا ۔فراہمی طلبا کے لئے از سر نو ہدایت کی ۔ہیڈ ماسٹر صاحب بھولاپور نے حاضرین کی چائے سے تواضع کی ۔ (عبداللہ خاں)

گورنمنٹ نورمل سکول گکھڑ کی لاثانی قدر افزائی نورمل سکول گکھڑ فلاح وبہبودی عامہ کے لئے خاص طور پر مشہور ہے ۔اور اسی لئے اپنے عنایت فرماؤں کے حلقہ میں خاص قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ۔ اور اُن سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے ۔لیکن حال ہی میں اس نے حضور وائسرائے و گورنر جنرل ہند کے دربار سے وہ بے بہا اعزاز حاصل کیا ہے اس کی ہندوستان بھر کے سکولوں کی تاریخ میں مثال ملنا محال ہے ۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ نورو کشیتر کے پچھلے میلے میں سکول نے اپنے چند سکاؤٹس بنی نوع انسان کی خدمت گزاری کو بھیجے تھے جن کی کارگزاریاں دیر تک اخبارات کا مبحث رہیں ۔لیکن ان میں جگن ناتھ اور اننت رام دو سکاؤٹوں کے جانبازانہ کارنامے خاص طور پر ممیز تھے (لالہ جگن ناتھ سوہدری نے اتھاہ تالاب میں ایک نوجوان کو جو ڈوب کر کیچڑ اور کنول کی جڑوں میں پھنس رہا تھا غوطہ لگاکر بلا امداد احدے نکالا اور پنڈت اننت رام بیدنگری نے ایک اندھے کو جو راستہ سے بھٹک کر اندھیارے کوئیں میں گر گیا تھا بلا مدد غیرے تنہا نکالا) ان شاندار خدمات کا اعتراف جہاں ایک طرف ہز ایکسلنسی نواب گورنر بہادر پنجاب نے خاص طور پر اس چٹھی میں کیا جو سیکرٹری بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن پنجاب کے نام لکھی گئی وہاں دوسری طرف صاحب ڈائرکٹر بہادر محکمہ تعلیم پنجاب اور دیگر افسران محکمہ تعلیم نے [illegible] ان بہادر نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ۔اب حضور نواب مستطاب ہز ایکسلنسی لارڈ ولنگڈن صاحب بہادر وائسرائے چیف سکاؤٹ قلمرو ہند بھی ان جانبازانہ کارناموں سے خاص طور پر متاثر ہوئے ہیں ۔ اور اس کے لئے ان دونوں جری نوجوانوں کو آرڈر آف دی سلور کراس او آرڈر آف دی برانز کراس سے مزین فرمایا ۔

سکول کی اس قدر افزائی کے لئے جہاں میں حضور وائسرائے کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ وہاں جناب ٹی ۔لارنس صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے رفقائے کار کو دلی مبارکباد عرض کرتا ہوں جن کی اعلےٰ تعلیم نے ان نوجوانوں میں یہ جرأت پیدا کی ۔ (بنی نوع انسان کی خدمت کا حامی)

شری گورو [illegible] اے سکول ابوہر منڈی ضلع فیروزپور یہ درسگاہ عرصہ بیس سال سے پبلک کی خدمت کر رہی ہے ۔تعداد طلبار میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے ۔تعلیمی پہلو میں دیگر درسگاہوں سے خاص امتیاز ہے ۔چنانچہ گذشتہ سال ۱۹۳۳ء میں سکول کے تین طالبانے وظائف حاصل کئے ۔ایک طالب علم مسمی گوپال سنگھ نے اوپن سکالرشپ حاصل کرکے سکول کی شہرت کو دوبالا کیا ۔یہ امور سکول کے کارکنان اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے لئے باعث تحسین ہیں ۔ (سرجن سنگھ براڑ)

خوشاب کا تحصیلی ٹورنمنٹ

۲۹ نومبر سے یکم دسمبر تک ہوتا رہا۔ مڈل سکولوں کی ٹیمیں دور دراز سے شامل ہوئیں۔ والی بال۔ فٹ بال اور گراؤنڈ کی بڑی کھیلوں کے علاوہ کبڈی۔ رسہ کشی اور کلائی پکڑنے کی ٹیمیں بھی شامل تھیں۔ متواتر تین دن میچ جاری رہا۔ گرد و نواح کے لوگ جوق در جوق آتے رہے۔ شہر اور تحصیل کے رؤسا بھی شامل ہوئے۔ جن میں رائے صاحب لالہ دولت رام ایس ڈی او تحصیل خوشاب۔ رانا عبد المجید صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہ پور۔ ملک محمد حسین صاحب ڈی آئی شاہ پور۔ ملک محمد نذیر خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ مٹھا ٹوانہ اور ملک شیر باز خاں صاحب وکیل سرگودھا خاص نامی تھے۔ ٹورنمنٹ کے منتظم تحصیل کے اے ڈی آئی مسٹر محمد شریف منظور تھے جن کی امداد لالہ سوہن لعل صاحب بالی فزیکل ٹریننگ اے ڈی آئی شاہ پور۔ لالہ برج لعل صاحب کوہلی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب اور ان کا سٹاف موجود رہا۔ اور اس کی کامیابی ان اصحاب کے تعاون کا نتیجہ ہے۔ منظور صاحب نے بیرونجات کے طلباء اور مدرسین کے کھانے کا عمدہ طریق سے انتظام کیا جس سے انکو وقت پر عمدہ اور صاف کھانا میسر آتا رہا۔ اور ان کی صحت عمدہ رہی۔ دن کے وقت کھیلیں ہوتی تھیں اور رات کو خاص پروگرام عمل میں آتے رہے۔ چنانچہ پہلی رات کو گراموفون سے دلچسپ ڈرامہ دکھایا گیا دوسری رات کو ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کی صدارت میں ہیڈ ماسٹر صاحبان کی کانفرنس ہوئی جس میں بہت سی باتوں پر بحث ہوئی تیسری رات کو کیمپ فائر اور مشاعرہ ہوا جس میں کوہلی صاحب لالہ سوہن لعل صاحب بالی مسٹر منظور اے ڈی آئی ایس اور دیگر اصحاب نے خاص حصہ لیا اور اپنی خوش مذاقی اور زندہ دلی کا پورا پورا ثبوت دیا۔ علاوہ ازیں منظور صاحب نے اپنی ہر دلعزیزی سے اپنی تحصیل کے رؤسا سے ہر ایک گیم کے لئے کپ اور انعامات مہیا کئے جو انعامات کے طور پر تقسیم ہوئے۔ انتخاب انعامات بہت عمدہ تھا یعنی نقدی کی بجائے لیمپ لیٹرن۔ سوٹ کیس ٹرنک۔ برتن۔ سویٹر اور ٹکٹ بکس تھیں جنہیں سید ممتاز علی نے ارسال کیا تھا۔ ۲ دسمبر کو انعامات رائے صاحب لالہ دولت رام صاحب ایس ڈی او نے تقسیم فرمائے۔

(سیکرٹری پبلسٹی کمیٹی خوشاب)

سب ڈویژنل ٹورنمنٹ لائل پور شرقی

۱۱ دسمبر سے ۱۳ دسمبر تک مڈل سکول کھوڑ ریانوالہ میں ہوتا رہا جس میں کھوڑ ریانوالہ ۲۴۲ ج ب۔ ۱۰۲ ج ب۔ ۲ ج ب مڈل سکولز شامل تھے۔ فٹ بال۔ والی بال۔ رسہ کشی اور سپورٹس مڈل سکول کھوڑ ریانوالہ نے جیتے۔ کبڈی کا کپ مڈل سکول برج نے حاصل کیا۔ آخری یوم کو دیہاتی ٹیموں کی کبڈی اور رسہ کشی کے مقابلے ہوئے۔ کبڈی ۱۴۴ رکھ نے اور رسہ لاٹھیانوالہ نے جیتا۔ سردار آسا سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے اپنی گرہ سے اچھے کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ٹیچروں کی دوڑوں میں انعامات دیئے۔ فزیکل ٹریننگ شعبہ کے اے ڈی آئی صاحب کی مفید اور کار آمد ہدایات بیحد سبق آموز تھیں۔ ۱۳ دسمبر کو تمام مقابلے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے شوق سے دیکھے۔ انعامات تقسیم کئے۔ دیہاتی ٹیموں کی توجہ آنے والے اولمپک ٹورنمنٹ کی طرف دلائی۔

(برکت علی)

سب ڈویژنل مڈل سکولز ٹورنمنٹ جڑانوالہ

۱۵ تا ۱۷ دسمبر۔ اس میں مڈل سکولز ۵۲۹ گ ب ۵۶۲ گ ب۔ ۳۲۸ گ ب ۹۷ گ ب۔ ۲۸۲ گ ب۔ ۲۴۴ گ ب۔ سیال ۳۲۴ ستیانہ شامل ہوئے۔ ۱۷ دسمبر کو زمینداران کی دلچسپی حوصلہ افزائی اور ترقی کے لحاظ سے زمیندارہ نمائش بھی ہوئی جس میں دیسی اور امریکن کپاس۔ شکر۔ گڑ۔ گنا۔ مکی اور باجرہ کا ٹہیہ وخوشہ دیسی اور انگریزی شلغم۔ مولی۔ گوبھی۔ شکر قندی۔ اچھے پھول۔ گلدستے۔ مجنوں کھیس وغیرہ گلی برتن اور دیہاتی دستکاریوں کے عمدہ نمونے مہیا ہوئے۔ ۹۷ گ اور ستیانہ میں فائنل والی بال اور فٹ بال میچ ہوئے۔ کبڈی ۲۸۲ گ اور ستیانہ کی ٹیموں میں ہوئی۔ ۱۷ دسمبر کو دوڑیں ہوئیں۔ آئندہ سال کے لئے گرلز جاری کرنے کا ریزولیوشن پاس ہوا۔ لالہ جگن ناتھ صاحب سہگل اے ڈی آئی علاقہ کا انتظام اور حسن سلوک قابل تعریف تھا۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب اور انکے ماتحت عملہ کے تعاون کی بدولت وقت پر تمام کام انجام پذیر ہوا چنانچہ نمائش کی عمدہ اور نمایاں کامیابی اس تعاون کا نتیجہ ہے منتظمین کی طرف سے اعلےٰ اقسام کی اشیا کی فراہمی کے لئے دو خلعتیں انعام بھی مقرر تھا۔ شائقین نے خوب دلچسپی کا اظہار کیا۔ ٹورنمنٹ کی یہ کامیابی سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس

کی سرگرمی اور دلچسپی کا نتیجہ ہے۔ آپ کے ماتحت ضلع بھر میں کھیلوں اور ورزش جسمانی کے کاموں میں بیش از بیش توجہ دی جا رہی ہے۔ دیہات میں کبڈی اور رسہ کشی کی ٹیمیں خوب جاری ہو رہی ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ہائی سکول جنڈانوالہ نے اپنے سکول کے کھیل کے میدان عطا کئے۔ ماسٹر ہزارہ سنگھ صاحب ڈرل ماسٹر اور لالہ گردھاری لال صاحب انگلش ماسٹر نے ریفری کے فرائض انجام دیکر ممنون فرمایا۔ پنڈت رام رتن صاحب ہیڈ ماسٹر ایم بی سکول جنڈانوالہ اور ان کے سٹاف کا شکریہ بھی ضروری ہے جنہوں نے بیرونجات کی ٹیموں کی رہائش اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا۔ منتظمین کمیٹی اور دیگر ہیڈ ماسٹر صاحبان نے بھی اپنے فرائض کو صدق دلی سے انجام دیکر کسی بدنظمی کو آنے نہ دیا۔ ۷ر دسمبر کو سردار صاحب سوہن سنگھ صاحب نے انعامات تقسیم فرمائے۔ اور ٹورنیمنٹ کے شاندار نتائج پر موزوں تقریر کی۔ (نرنجن سنگھ)

خالصہ اے وی مڈل سکول چک نمبر ۲۹۔ ایس بی سرگودھا

۱۱ر نومبر کو لالہ شام چند صاحب سیتیر ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن راولپنڈی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور رائے ڈی آئی صاحب علاقہ کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ طلبا نے پُر جوش سلامی دی۔ معززین دیہہ اور ہیڈ ماسٹر صاحب منیجر صاحب و سیکرٹری صاحب نے پُر تپاک خیر مقدم کیا۔ چند کم سن بچوں نے ویل کم راگ گایا۔ ایک لڑکے نے اور خوش آمدید کی نظم گائی۔ سردار سندر سنگھ صاحب ممبر سکول کمیٹی نے لالہ جی کی صدارت میں گرانٹ ان ایڈ کے بارے میں نظم گائی جس کے بعد تمام لڑکوں نے میوزک فار آل دکھانے کے لئے پرماتما کی تعریف میں شبد گا کر سُنایا جسے صاحب ممدوح نے بہت پسند کیا۔ پھر آپ ہر کمرے میں تشریف لے گئے۔ اور عام واقفیت کے چارٹ اور تصاویر دیکھ کر خوش ہوئے۔ گیانی ہرونت سنگھ نے سکول ڈرل دکھائی۔ بعد امتحان مفصلہ ذیل ریمارک درج لاگ بک فرمائے "مڈل ڈیپارٹمنٹ کی حاضری ۸۹/۸۹ تھی۔ سٹاف چھ اُستادوں پر مشتمل ہے۔ جو نہایت تندہی سے کام کر رہے ہیں۔ ڈرل ماسٹر کا کام بہت اچھا ہے۔ آپ نے ریفریشر کورس میں ٹریننگ حاصل کی ہوئی ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ایک قابل اور کارکن نوجوان اور دل و جان سے سکول کی بہتری میں کوشاں ہیں۔" (سند لعل)

ورنیکلر مڈل سکول پنڈی عمرا ضلع گورداسپور

۱۰ر دسمبر کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر۔ معززین اراکین ذیلداران۔ سفید پوشاں اور افسران امداد باہمی شکر گڑھ کے ہمراہ اتوار کو پونے آٹھ بجے تشریف لائے سٹاف سکول حاضر تھا اور چند طلبا بھی۔ نمائش سکول اور باغیچہ سکول کی خوب تعریف فرمائی۔ احاطہ سکول میں پھولوں کا ہار آپ کے پیش کیا۔ موجودہ طلباء سکول نے باقاعدہ سلامی دی نظمیں پڑھیں۔ چوہدری محمد ابراہیم ذیلدار نے دس روپے شیرینی تقسیم کرنے کے پیش کئے جسے صاحب بہادر نے منظور فرما کر عطا کیا۔ باغیچہ سکول کے لئے طلبا نے واٹر پمپ کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے درج لاگ بک فرمایا۔

"میں پنڈی عمرا سکول کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ سکول نے گاؤں کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ باغیچہ کے لئے میں واٹر پمپ کی ضرورت خاص طور پر محسوس کرتا ہوں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول معاملات میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔" دوسرے دن آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں سکول میں رخصت منائی گئی۔ (حامد علی)

مشن سکول رائے ونڈ ضلع لاہور

(۱) پنجاب میں لڑکے اور لڑکیوں کا پُرجوش کیمپ۔ ۲۹ر نومبر سے ۳ر دسمبر تک مونٹ موریسی پارک میں بوائے سکاؤٹ ایسوسی ایشن بلڈنگ میں لڑکے اور لڑکیوں کا پُرجوش کیمپ فراہم ہُوا۔ مفصلہ ذیل سکولوں کے نمائندے شریک تھے۔ ایوین گرلز ہائی سکول پٹھانکوٹ حاجی پورہ گرلز مشن ہائی سکول سیالکوٹ ایم ای مشن گرلز سکول لاہور۔ سی ایم ایس مشن گرلز سکول کلارک آباد۔ جے ایم بی مشن سکول رائے ونڈ۔ ایم بی ہائی سکول فرنگ لاہور۔ ہائی سکول سی ٹی آئی سیالکوٹ۔ یوئنگ ہائی سکول لدھیانہ۔ اے پی مشن سکول موگا۔ یوپی مشن ہائی سکول راولپنڈی کل ۵۴ لڑکے اور ۳۰ لڑکیاں شامل ہوئیں انتظام اعلےٰ اور قابل تعریف تھا۔ مندرجہ ذیل بزرگوار وں نے شمولیت فرما کر کیمپ کی شان کو دوبالا کیا۔

ریورنڈ ڈاکٹر ای ایل کنگ۔ ریورنڈ آر ایم یوئنگ۔ ریورنڈ اے ٹھاکر داس۔ پروفیسر لطیف۔ مسٹر برائن دیہات کمشنر۔ ریورنڈ شا۔ ریورنڈ فاسٹر صاحب۔ ریورنڈ ای ایم رگ۔ (گربخش سنگھ)

(۲) ۲۴، ۲۵ نومبر کو سکول گراؤنڈ میں ٹورنیمنٹ ہوا۔ اور مفصلہ ذیل سکولوں نے حصہ لیا۔ گورنمنٹ انڈسٹریل سکول قصور۔ جے ایم بی مشن سکول رائے ونڈ۔ ڈی بی مڈل سکول رائے ونڈ۔ مشن کلب رائے ونڈ۔ ریلوے کلب رائے ونڈ۔ میتھوڈسٹ چرچ کلب لاہور۔ مشن کلب قصور۔ فٹ بال کپ جے ایم بی مشن سکول رائے ونڈ نے اور والی بال کپ ڈی بی مڈل سکول رائے ونڈ نے حاصل کیا۔ کلبز میں فٹ بال کپ میتھوڈسٹ چرچ کلب لاہور اور والی بال کپ ریلوے کلب رائے ونڈ نے حاصل کیا۔ ٹورنیمنٹ کا انتظام اعلےٰ تھا۔ ممبران کمیٹی نے تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مشن سکول رائے ونڈ اور مسٹر ای ال نے خاص حصہ لیا۔ ۲۵ نومبر کی شام کو محترمہ … نے انعامات تقسیم فرمائے۔ (اکبر علی شکیل)

لوئر مڈل سکول بستی سبانی ضلع مظفر گڑھ ۱۱ نومبر کو بصدارت خان عبد اللہ خاں صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ وسربراہ ذیلدار جلسہ ہوا۔ جس میں نمبرداران اور باشندگان دیہہ کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ طلبانے حمدیہ نظم گائی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب قابل ادخال اور غیر حاضر باش طلبا کی فہرست صدر کے حوالے کی۔ صاحب صدر نے طلبا کے سرپرستوں کو بچوں کو سکول میں داخل کرانے اور حاضر رہنے کی بہت تاکید کی۔ طلبانے دیہات سدھار کے گیت گائے۔ حضور کمشنر صاحب کو دیہات سدھار کے سولہ زریں احکام سنائے گئے۔ نظم خوانی کی جس سے حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔ صاحب صدر نے طلبا کی خوشخطی کو دیکھا۔ پہاڑے سنے۔ اردو کتاب پڑھائی گئی اور نتیجہ سے خوش ہو کر ہیڈ ماسٹر صاحب کے کام کی تعریف کی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے صاحب صدر کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین کو بچوں کے بروقت سکول بھیجنے اور تعلیم دلانے اور داخل کرانے کی ترغیب دلائی۔ زیورات پہننے کے نقصان۔ قرض کی خرابیاں اور گھروں اور مکانوں کی صفائی پر مدلل تقریر کی۔ اور مقدمہ بازی سے بچنے کے طریق بتائے۔　　(نور محمد)

گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب ضلع شاہ پور ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ کے موقعہ پر سکول نے جو کارنامے دکھائے نمبر ۲ پر درج ہیں۔ لالہ برج لعل صاحب کوہلی ہیڈ ماسٹر نے روسائے شہر سے اپنے سٹاف کے تعاون سے متعدد کپ اور ایک شیلڈ پچھلے سال تیار کرائی۔ سکول کے طلبا اور اساتذہ کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ جو اپنے تعلیمی جلسے ہر ہفتہ کے دن الگ الگ کرتے ہیں اور کھیلوں کی بھی مشق کرتے ہیں۔ سال کے اخیر میں دونو گروہوں کے مقابلے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس سال ۵ نومبر سے ۸ نومبر تک سکول ٹورنیمنٹ ہوا۔ جس میں فٹ بال کا اول نمبر کا کپ اے گروپ نے حاصل کیا۔ ہاکی۔ والی بال اور اگرٹیچ کی شیلڈ فریق ثانی نے حاصل کی۔ جونیر ہاکی کا کپ فریق اول اور فٹ بال کا جونیر کپ فریق دوم نے حاصل کیا۔ انعامات جناب رائے صاحب لالہ دولت رام صاحب ایس ڈی او نے تقسیم فرمائے۔ لڑکوں کی محنت ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف کے حسن انتظام کی داد دی۔

(۲) **سکول کی تعلیمی حالت** - نتائج آئے سال عمدہ سے عمدہ ترین ہو رہے ہیں۔ سکاؤٹنگ اور کھیلوں میں نئی روح پھونکی گئی ہے۔ گویا سکول ضلع کے سکولوں کے سکاؤٹنگ کا مرکز ہے۔ ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ کے موقعہ پر سکول نے تین بڑی کھیلوں میں حصہ لیا۔ فٹ بال ٹیم میں بھاگٹانوالہ سکول نے جو دو سال سے متواتر فٹ بال کپ حاصل کر چکا تھا مقابلہ تھا۔ جسے شکست فاش دے کر ضلع میں دوسرے درجہ کی ٹیم بنی۔ ہاکی ٹیم کا مقابلہ کرپارام ہائی سکول ۲ ہذا کی ٹیم کا مقابلہ نہ کر سکی۔ فائنل میچ گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا سے ہوا۔ جو دوران سال میں ضلع بھر کی ٹیموں کو مات کر چکی تھی۔ لیکن میدان کھیل میں اسے ٹیم سے ان کو نیچا دیکھنا پڑا اور خوشاب سکول نے اس کھیل میں بھی دوسرا درجہ حاصل کیا۔ اگرٹیچ کھیل میں بھی ڈی اے وی ہائی سکول شہر شاہ پور اور ڈی بی ہائی سکول بھاگٹانوالہ کو شکست پر شکست دیکر ضلع میں دوم درجہ کی ٹیم ہوئی۔ یہ تمام کامیابی لالہ برج لعل صاحب کوہلی کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں کا نتیجہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدائے پاک آپ کے زیر سایہ سکول کو خاص کامیابی عطا کرے۔　　(ناصر)

ڈی بی مڈل سکول ترنتارن ضلع امرتسر ۲۵ لغایت ۲۷ نومبر کو سکول ہذا کا سکاؤٹ ٹروپ امرتسر سکاؤٹ ریلی میں شامل ہوا اور تمام مڈل سکولوں کے مقابلے میں اعلےٰ درجے کے نمبر حاصل کئے اور ریفریز کے فیصلہ کے مطابق جناب صاحب ڈپٹی کمشنر نے اسے ہر طرح سے عمدہ ٹروپ کا کپ عطا فرمایا۔ بیگ پایپ بینڈ کے مقابلہ میں بھی تمام مڈل

سکولوں سے یہی سکول ٹروپ اول رہا۔ اور صاحب بہادر نے نہایت ہی اچھا باجہ کا کپ عطا کرتے ہوئے سکول کی خوب تعریف کی۔ یہ سب کامیابی ماسٹر محمد طفیل صاحب کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ جناب لالہ ٹھاکر دت صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر خاص مبارک باد کے مستحق ہیں جنکی ہدایات کے ماتحت سکول ہر طرح سے ترقی کر رہا ہے۔ اس سال بھی سکول نے اپنی گذشتہ روایت کے مطابق دو اوپن ڈل سکالرشپ حاصل کئے۔ (جگن ناتھ شرما)

ڈی بی مڈل سکول عبد اللہ پور ضلع شیخوپورہ چوہدری قادر بخش صاحب ذیلدار سابق ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی ناگہانی وفات حسرت آیات کا توجہ کرنے کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں ماتمی جلسہ منعقد ہوا۔ مرحوم کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا ذکر پُر درد الفاظ میں کیا گیا اور بتایا گیا کہ آپ بڑے خلیق غریب نواز مربی اور خلق خدا کے سچے ہمدرد ہونے کے علاوہ تعلیمی معاملات میں خاص دلچسپی سے کام کیا کرتے تھے۔ سکول ہذا کا مڈل درجہ تک ترقی کرنا آپ کی ہی کوشش اور جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ خاص خاص موقعوں پر سکول مفاد اور طلبا کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ جیب خاص سے امداد فرماتے رہے۔ سکول کو انکی موت سے سخت صدمہ پہنچا ہے دعا ہے کہ رب العالمین ان کو اپنے قرب رحمت میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق۔ کہ وہ اس صدمہ کو صبر اور شکر کے ساتھ برداشت کر سکیں۔ (برکت رام)

ڈی بی پرائمری سکول کلو چوہدری کرنار سنگھ صاحب بی اے بی ٹی سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کلو کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ حاضری چھ سو کے قریب تھی۔ ماس ڈرل اور تفریحی کھیلوں کے بعد طلبا نے پرارتھنا کی۔ ماسٹر بال مکند نے اغراض و مقاصد جلسہ بیان کئے اور بتایا کہ طلبا کی تعلیمی ترقی کی تمام مشکلات باہمی تعاون سے دور ہو سکتی ہیں۔ والدین اور مدرسین کے تعاون پر روشنی ڈالی گئی۔ پنڈت اماچرن ودیارتھی اور پنڈت کرشن دت جی نے سریلے بھجن گائے۔ منشی جگدیش چندر نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر مضمون پڑھا جس میں طلبا کے والدین کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا گیا تھا۔ طلبا نے کہانیاں لطیفے نظمیں سنائیں۔ انکی خوشخطی کے نمونے پیش ہوئے۔ طلبا نے مشاعرہ کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور سکول کی ترقی کناں حالت پر توجہ دلائی۔ والدین کے فرائض اور تعلیم کے فوائد پر مؤثر تقریر کی۔ سکول کی موجودہ ترقی اور تعلیمی معیار کو سراہا۔ (جگدیش چندر کائستھ)

سنٹرل ٹورنمنٹ علاقہ لاہل ضلع کانگڑہ ہر سال مڈل سکول کیلنگ کی طرف سے علاقہ ہذا کے طلبا کی خاص خاص کھیلوں کے ٹورنمنٹ کا انتظام کیا گیا۔ علاقہ کے تمام اپر مڈل۔ لوئر مڈل پرائمری اور برانچ سکولوں نے حصہ لیا۔ ٹورنمنٹ کے مجوزہ پروگرام کی سرانجام دہی میں لفٹننٹ ٹھاکر پرتاپ چند صاحب وزیر لاہل نے قابل قدر حصہ لیا۔ آپکی سعی بلیغ سے پوری شان حاصل ہوئی۔ دیگر امداد کے علاوہ آپ نے پندرہ روپے نقد اپنی جیب سے عطا کر کے مالی سرپرستی فرمائی۔ آپکے علاوہ اصحاب ذیل نے خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔

(۱) مسٹر واٹر ابس بو۔ لیڈی انچارج لوکل چرچ (۲) چوہدری دھنی رام صاحب اے ڈی آئی مدرس کلو (۳) ٹھاکر پرتھی چند صاحب ضامیس (۴) ٹھاکر فتح چند صاحب جاگیردار (۵) ڈاکٹر پورن سنگھ صاحب بھاٹیہ (۶) لالہ مہر چند صاحب ٹھیکہ دار (۷) پنڈت درگا داس صاحب شرفا و عوام علاقہ مزید برآں تھے۔ تقسیم انعامات کے جلسہ کی صدارت لیڈی انچارج صاحبہ نے فرمائی اور انعامات تقسیم فرمائے۔ بہونجت کے طلبا میں شیرینی تقسیم کی گئی اور معزز حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل سکول کیلنگ نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا جن کی کوشش قربانی وقت اور مالی امداد سے یہ ٹورنمنٹ بخوبی انجام پذیر ہوا۔ ٹھاکر پرتاپ چند صاحب اور چوہدری دھنی رام صاحب خاص شکریہ کے مستحق ہیں جو علاقہ کی ہر تعلیمی تحریک میں بیش از بیش حصہ لیتے ہیں۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ سنٹرل ٹورنمنٹ منعقد ہوا۔ اور سٹاف سکول نے اپنا فرض مستعدی سے سرانجام دیکر علاقہ میں مثال قائم کردی۔ (دھرمانند)

لوئر مڈل سکول بوہنی تحصیل ہمیر پور ۱۹ رنومبر کو ٹھاکر امر سنگھ صاحب قائمقام ذیلدار کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔

پرارتھنا کے بعد بچوں کی صفائی جسم اور لباس کا ملاحظہ ہوا۔ اچھے نمبر حاصل کرنے والی جماعتوں کو حاضری کے جھنڈے۔ صفائی۔ خدمت خلق اور باغیچے تقسیم کئے گئے۔ ٹھاکر گنگا سنگھ صاحب مرحوم ذیلدار اور جاگیردار کی بے وقت اور ناگہانی موت پر اظہار ہمدردی کرتے ہوئے انکی روح کی شانتی کے لئے دعا کی گئی۔ اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی التجا کی گئی۔ پنڈت بھگت رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے اغراض جلسہ حاضرین پر واضح کئے۔ طلبا کا کیا ہوا کام حاضرین کو دکھایا گیا۔ بچوں نے دیہات سدھار کے راگ گائے۔ پنڈت پینوں رام صاحب نے والدین کی طرف سے پیدا شدہ تکالیف کا ذکر کیا اور مناسب تدابیر بتائیں۔ پنڈت رام دتا مل شرما سکاؤٹ ماسٹر نے سکاؤٹنگ پر اور ڈاکٹر شمبھو ناتھ جی نے حفظ صحت کے گروں پر روشنی ڈالی۔ چند سکاؤٹ کھیل دکھائے گئے۔ حاضری پانچ چھ سو کے قریب تھی۔ انکی تواضع مٹھائی اور چائے سے کی گئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نووارد ہونے کے باوجود عوام کی ہردلعزیزی اور اعتبار کو حاصل کر رہے ہیں۔　　(رام دتا مل شرما)

مڈل سکول چرخی دادری ریاست جیند

۲۷ نومبر کو سکول کے پاس سے ایک گڈا جس میں ایک آدمی دو عورتیں اور دو بچے سوار تھے گذرا۔ مگر نزدیک ہی ایک گہرے پانی میں پھنس گیا۔ اور تمام سوار ڈوبنے کو تھے کہ کسی راہرو کی چیخ پکار سُنائی دی۔ سکاؤٹ ماسٹر صاحبان اور سکاؤٹس اسے سُنتے ہی موقع پر پہنچے اور سب کو موت کے مُنہ سے نکالا۔ حتیٰ کہ رسیاں کھول کر بیل بھی صحیح سلامت نکال دیئے۔ چونکہ ایک عورت اور ایک بچہ بیہوش تھے۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب کو بلا کر طبی امداد دی گئی۔ اور انکے پیٹ سے پانی نکالا گیا۔ سکاؤٹوں نے پانی میں سے تیر کر ان کا سب اسباب نکالا اور سب چیزیں بالکل اصل حالت میں نکال دی گئیں۔　　(بشن سروپ جین)

مڈل سکول گلوڑ ضلع کانگڑہ

۲۹ نومبر کو میاں ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں نمونے کا یوم والدین منایا گیا سنٹر گلوڑ کے اساتذہ کے علاوہ سنٹر دھنیہ اور چوڑہ امپ کے اُستاد بھی شامل تھے۔ علاقہ کے رؤسا اور معززین کے علاوہ دُور دراز سے اہل دیہات شامل ہوئے۔ حاضرین ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھے۔ دعائیہ نظم کے بعد ہائی جین ڈرل ہوئی۔ جسم اور لباس کی صفائی کے بعد غلیظ طلبا کو موقعہ پر فہمائش کی گئی۔ مختلف جماعتوں نے دلچسپ کھیل دکھائے۔ سکاؤٹس نے اپنے کرتب دکھلائے۔ کمرہ نمائش طلبا کی خود ساختہ اشیائے اور دستکاری کے نمونوں۔ نقشہ جات اور فوٹوز سے آراستہ تھا اور ایک عجائب گھر کا منظر دکھاتا تھا۔ حاضرین دیکھ کر بے اختیار عش عش کر اُٹھے۔ باقاعدہ اجلاس میں پنڈت باٹکو رام نے پرارتھنا کرائی۔ لالہ گوری شنکر نے بھجن گایا۔ صاحب صدر نے جلسہ کی غرض دغایت مؤثر الفاظ میں بیان کی۔ طلبا کی تعلیم انکی جسمانی صحت اور باقاعدہ حاضری پر حاضرین کی توجہ دلائی۔ ٹھاکر دیارام صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسین اور والدین کے باہمی تعلقات والدین کے فرائض اور اہم ذمہ داری پر روشنی ڈالی۔ اور سالانہ رپورٹ سُنائی۔ جس میں تمام تحریکات سکول پر پوری روشنی ڈالی گئی۔ طلبا نے سبق آموز کہانیاں سُنائیں۔ رسومات بد کو ترک کرنے کے مضمون پڑھے۔ دیہات سدھار راگ گائے۔ جماعت ہفتم کے طلبا نے تمباکو کے بداثرات پر مؤثر اور نصیحت آموز ڈرامہ کیا۔ یہ امر موجب خوشی ہے کہ سکول سٹاف کا کوئی ممبر تمباکو نہیں پیتا۔ وقتاً فوقتاً انگریزی باجہ کی پارٹی اور ماسٹر تاراچند صاحب گراموفون ریکارڈ اور لالہ گوری شنکر اپنے بھجنوں سے حاضرین کی دلچسپی کا موجب ہوتے رہے۔ ماسٹر گنگا رام صاحب نے سکول کی مکمل تاریخ پڑھ کر سُنائی۔ ماسٹر جگت سنگھ صاحب نے تعلیم کی ضرورت اور اہمیت پر مؤثر تقریر کی۔ مبلغ عہ ۳۲ روپے کے انعامات صاحب صدر نے مستحق طلبا کو عطا فرمائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے حاضرین اور معطی اصحاب کا شکریہ ادا کیا۔ جلسے کے خاتمہ پر مدرسین کی میٹنگ صاحب صدر کی صدارت میں ہوئی۔ آپ نے حاضرین کو فرائض منصبی کی ادائیگی۔ سامان کی ترتیب۔ کمروں کی آرائش وزیبائش۔ ہدایات آمدہ دفتر کی فوری تعمیل باہمی اتفاق اور یکجہتی سے کام کرنے کے متعلق خاص نصیحتیں دیں۔ رات کو بورڈران نے بدی کا انجام نامی ڈرامہ کیا اور اچھے اچھے راگ گائے۔ مہاشہ کھنیالال صاحب سیکنڈ ماسٹر نے چمٹا بھجن اور دل خوش کن لطیفے سُنائے۔　　(دیارام شرما)

مڈل سکول رائے پور ضلع لودھیانہ چوہدری علی محمد صاحب اے ڈی آئی حلقہ غربی کی صدارت سنٹر کے ورنیکلر مدرسین کی رہنمائی کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ مدرسین سنٹر گل سنز گوجروال اور سنٹر ... دوال کے مدرسین جن کی تعداد تیس تھی موجود تھے۔ چوہدری صاحب نے جلسہ کی غرض وغایت بیان کی۔ ماسٹر پریتم سنگھ جی نے جماعت اوّل کو پراجیکٹ طریق پر نمونے کا سبق دیا۔ لالہ حکم چند صاحب کوشل ہیڈ ماسٹر سکول ہذا نے اُردو پڑھانے میں عام نقائص اور اُردو تعلیم کو بہتر بنانے کی تجاویز پر قابل تقلید مضمون پڑھا۔ منشی نوہریا رام صاحب نے تاریخ جغرافیہ کی تعلیم پر بحث کی۔ ماسٹر فتح محمد صاحب نے انشاپردازی کی تعلیم پر مضمون سُنایا۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ مدرس وہی کامیاب ہو سکتا ہے جو بچوں کو ان کے طبعی محرکات کا لحاظ رکھتے ہوئے مشغول رکھنا جانتا ہو۔ پہلی جماعت کو مدرسہ سے لائق ترین مدرس تعلیم دے۔ خود بطور نمونہ پہلی جماعت کی تعلیم کے طریق کی تشریح کی۔ خود ساختہ چارٹ پیش کئے۔ تعداد طلبا بڑھانے پر زور دیا کہ بچوں میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ بیرونجات کے مدرسین کی تواضع سکول سٹاف نے چائے سے کی۔ (نوہریا رام)

استفسار جدید اُردو کورس میں ایک نظم "نمود بے بود" ہے اس میں ایک شعر ہے زینت کاخ مصور بکار سیرے بست زلیخائے شود میں بے بست سے کیا مراد ہے اور اس کا زلیخا سے کیا تعلق ہے نیز اس کا صحیح تلفظ کیا ہے۔ لفظ فاجعہ کے معنی کیا ہیں اور اس کا مادہ کیا ہے (نوہریا رام سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول رائے پور)

گورنمنٹ مڈل سکول پسرور ضلع سیالکوٹ (۱) **ایک خاص لیکچر** سکول میں ماہانہ لیکچروں کا سلسلہ شروع ہے۔ جس کی سرپرستی میں مسٹر جے سی ہنرک جو سکاؤٹنگ اور دیہات سدھار کے کام میں صوبجاتی شہرت کے مالک ہیں۔ یہاں تشریف لائے اور ملک ٹیک چند صاحب سب جج کی صدارت میں "رہنما بننے کی خصوصیات" پر لیکچر دیا۔ آپ نے مضمون کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح روشنی ڈالی جسے طلبا اساتذہ رؤسائے شہر اور عام پبلک نے بہت پسند کیا۔ مضمون کو ان سُرخیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(ا) زندگی کے ہر شعبہ میں رہنماؤں کی ضرورت (۲) رہنما بننے کی خصوصیات (ا) عوام الناس کی بے معاوضہ خدمت (ب) فتح وشکست کا خیال نہ کرتے ہوئے کام کئے جانا (ج) پبلک ہنسی مذاق سے بے اعتنائی (د) عوام کے جذبات کا ابھارنا اور انہیں متحرک کر کے مفید کاموں میں لگانا۔ لالہ رچھپال صاحب پلیڈر اور قاضی اکرام حسین صاحب ہیڈ ماسٹر نے تبصرہ کیا اور مقرر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

(۲) **یوم صلح** سید فتح علی شاہ صاحب اے ڈی آئی کی صدارت میں یادگاری جلسہ منایا گیا۔ قاضی اکرام حسین ہیڈ ماسٹر نے جنگ عظیم کے بواعث نتائج اور آرمسٹس ڈے کے متعلق طلبا اور اساتذہ کو پوری واقفیت بہم پہنچائی۔ لالہ منشی رام صاحب سینیر انگلش ماسٹر نے جنگ کے نقصانات پر توجہ دلائی۔ صاحب صدر نے برکات گورنمنٹ پر لیکچر دیا۔ اور دعا کی گئی کہ اس کا سایہ دیر تک قائم رہے۔ مسٹر علی ابن بھنور تحصیلدار کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ دیگر مقامی محاکم کی آگہی کے لئے سکول میں ٹھیک گیارہ بجے بگل بجایا جائے۔ کہ دو منٹ کے لئے تمام کام کلیۃً بند کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور دو منٹ کامل خاموشی اختیار کر کے دل ہی دل میں برٹش راج کے قیام اور جنگ کے شہیدوں کی نجات کے لئے دعا کی گئی۔

(۳) مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ نے رؤسا و افسران شہر اور معزز اصحاب کی موجودگی میں طلبا کی جسمانی ورزش کا ڈیڑھ گھنٹہ ملاحظہ فرمایا۔ ماس ڈرل کے بعد ہر جماعت کی ڈبل ڈرل۔ ورینڈ ڈرل۔ پول ڈرل ــــ لیزیم ڈرل۔ کلاب ڈرل۔ فلیگ ڈرل فینسی مارچ اور دیسی کسرت سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ خاتمہ پر آپ نے فرمایا کہ سکول کی جسمانی تعلیم باقی مدارس کے لئے رہنمائی کا کام دیگی۔ سکول کا نظم ونسق اور ضبط قابل تقلید ہے۔ پنڈت دینا ناتھ صاحب پی ٹی کے آرڈر قدرتی لہجے میں ہیں۔ کمانڈ اور ٹریننگ قابل تعریف ہے۔ آج سے تین سال پیشتر اور موجودہ وقت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پھولوں کی کثرت گلزار کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ جونیر ریڈ کراس سوسائٹی اور سکاؤٹنگ کا کام قابل تعریف ہے۔ قاضی اکرام حسین صاحب قابل مبارکباد ہیں۔

(۴) کمشنر صاحب بہادر لاہور ڈویژن کی آمد - ۱۵ نومبر کی صبح کو تشریف فرما ہوئے - رؤسائے شہر نے آپ کے اعزاز میں بورڈنگ ہوس سکول کے باغ میں چائے پارٹی کا انتظام کیا - تمام مقامی رؤسا، و امرا ممبران میونسپلٹی و ڈسٹرکٹ بورڈ اور محاکم کے افسران جمع تھے - چائے نوشی کے بعد کپتان کرتار سنگھ صاحب ممبر پراونشل سو بجر بورڈ اور شیخ محمد نواز خاں صاحب ریٹائرڈ پی ای ایس ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ میونسپل کمشنر و پریذیڈنٹ سنٹرل کواپریٹو بنک نے صاحب موصوف کا خیر مقدم اور پارٹی کی قبولیت کا اظہار شکریہ کرتے ہوئے مختلف محاکم کا ذکر کیا - سکول کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی اور اس کی تحاریک روزمرہ کا ذکر خیر کیا - صاحب ممدوح نے بورڈنگ کی عمارت کا ملاحظہ فرمایا - کمروں کی صفائی اور انتظام پر اظہار مسرت کیا - رہٹ پر گدھوں کی جوڑی کا کام کرتے ہوئے آپ کمال محظوظ ہوئے اور اس طریق کار کو کسانوں کے لئے قابل تقلید فرمایا (میلا رام شرما)

انجمن معلمین سنٹر سدھواں کلاں ضلع لودھیانہ

کے مدرسین کا اجلاس صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لودھیانہ کی صدارت میں ہوا - اے ڈی آئی صاحب علاقہ بھی شامل تھے - سنٹر سدھواں کلاں - غالب کلاں - سدھواں - ہیبٹ سودی اور جنگراؤں - سردار سندر سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عام طور پر مدرسین طلبا کے اضافہ کی اہمیت محسوس نہیں کرتے - موجودہ حالات میں یہ اضافہ اکتوبر اور نومبر میں ہوتا ہے - اور اپریل لغایت جون کی سہ ماہی میں ادھر کم توجہ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے جماعت دوم میں تعداد کافی نہیں ہو سکتی - اگر اس سہ ماہی میں تعداد بڑھانے پر پوری توجہ دی جائے تو یہ طالب علم آئندہ اپریل میں جماعت دوم میں بخوبی ترقی پا سکتے ہیں - لہٰذا اس نقص کو رفع کر کے اس سہ ماہی میں داخلہ پر خاص زور دیا جائے - رجسٹرات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ انکی صفائی اور درستی پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے - اس لاپرائی سے بچنا چاہئے - ان میں اندراجات صاف اور صحیح ہونے چاہئیں - غلطیوں کو درست کرتے وقت چاقو سے ہرگز تراشا نہ جائے - بلکہ سرخ روشنائی سے قلمزن کر کے اپنے دستخط کر دینے چاہئیں - بعض مدرسین رجسٹر حاضری میں وقت پر حاضری نہیں لگاتے - آئندہ ایسا تغافل کرنے والے جرمانہ کے مستوجب ہونگے - ہر ماہ کے آخیر میں رجسٹروں کی پڑتال کی جائے - اور ہر قسم کے بوائز فنڈ کو کسی نزدیک کے بنک میں جمع کیا جایا کرے - سرکلرات محکمہ پر توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان کا بغور مطالعہ کیا جایا کرے - ایسا نہ کرنے کی وجہ سے مدرسین بار بار ان کے لئے علاقہ افسر سے استفسار کرتے رہتے ہیں جن سے فیمابین وقت ضائع ہوتا ہے - مدرسین کو کسی حالت میں اپنی ملازمت کی جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہئے - ہاں اگر اسکول کے پاس جگہ سے دو میل کے اندر ہوں تو اجازت لے کر آمد و شد کر سکتے ہیں - اس امر کی پابندی ضروری ہے - ورنہ جرمانہ کی سزا دی جائیگی - صاحب صدر نے بھی ان امورات پر مزید روشنی ڈالی - (دسیلوا سنگھ)

ڈی بی مڈل سکول فتح آباد ضلع حصار

کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے سالانہ معائنہ فرمایا - حاضری ۱۲۷/۱۵۰ اور گذشتہ حاضری میں سال گذشتہ سے تیرہ کا اضافہ رہا - سکول کے ہر شعبہ میں ترقی دیکھ کر آپ نے رائے بک میں درج فرمایا -

"سکول کا ضبط اچھا ہے ورزش جسمانی کھیل اور سکاؤٹنگ کی طرف مناسب توجہ دی جاتی ہے - ہیڈ ماسٹر صاحب بذات خود ان چیزوں میں گہری دلچسپی لیتے ہیں - جونیر ریڈ کراس سوسائٹی اچھا کام کر رہی ہے جس کے ماتحت فرسٹ ایڈ کلاس جاری کی گئی ہے - تعلیم بالعموم تسلی بخش ہے"

آغا شیر احمد خانصاحب تحصیلدار کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ قرار پایا - مقامی افسران اہلکاران اور شرفائے علاوہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور لیڈی ڈاکٹر صاحبہ بھی موجود تھے - اس دن سکول نے سکاؤٹنگ کرتب اور کھیل دیہات سدھار کے نمونے اور تقریر فرسٹ ایڈ و ہوم نرسنگ ایڈ اور پیغام رسانی کے کام سے حاضرین خاص محظوظ ہوئے - انعامات تقسیم کرنے کے بعد صاحب صدر نے ایک روپیہ جیب خاص سے راجکمار طالب علم کو اس کی خوش ادائیگی تقریر پر عطا فرمایا - مسٹر آر آر اگروال بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور تمام شعبوں کا ذکر کیا - صاحب صدر نے سکول کی کامیاب حالت پر ہیڈ ماسٹر اور ممبران سٹاف کو مبارکباد دی - اور حاضرین سے سکول کی امداد کی

اپیل کی اور ماں باپ نے بچوں کو سکول بھیج کر اس کی تعداد بڑھانے کی تلقین کی۔

ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر صاحب نے سکول کا معائنہ کیا اور فرسٹ ایڈ میں طلبا کا امتحان لیا اور وزیٹر بک میں درج فرمایا۔ "میں نے آج میں طلبا کا فرسٹ ایڈ میں امتحان لیا۔ میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ اکثر طلبا نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ احاطہ سکول اور بلڈنگ صاف ستھرے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب طلبا کی صحت میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔" (مہر محمد خاں)

مول چند گورنمنٹ انڈسٹریل سکول انبالہ چھاؤنی — ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں سٹاف اور طلبا کا غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس ہوا۔

سکول سٹاف اور طلبار عالی جناب آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب وزیر لوکل سلف گورنمنٹ پنجاب سے ان کی محترمہ دھرم پتنی جی کی بے وقت وفات پر دلی افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور پرماتما سے ملتجی ہیں کہ مرحومہ دیوی جی کی آتما کو سچی شانتی پردان کریں اور آنریبل ڈاکٹر صاحب اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا کریں۔" مزید برآں قرار پایا کہ اس کی نقل آنریبل ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں اور پریس میں بھیجی جائے۔ (دھرم چند آریہ)

رہنمائے تعلیم اس سانحہ جانکاہ میں آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب وزیر لوکل سلف گورنمنٹ پنجاب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

گوردت اینگلو ورنیکلر ہائی سکول کانگڑہ — جناب ڈویژنل انسپکٹر صاحب مدارس جالندھر نے سالانہ معائنہ فرما کر ذیل کے ریمارکس درج لاگ بک فرمائے۔

بورڈنگ ہاؤس نہایت صاف ستھرا ہے۔ میں یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوا کہ اس کا انتظام نہایت اعلےٰ ہے۔ بورڈران بہ نسبت سابق ۲۲ زیادہ ہوئے ہیں۔ ضبط اور انتظام مدرسہ تسلی بخش ہے۔ ورزش باقاعدہ کرائی جاتی ہے۔ ڈرل ماسٹر چست چالاک اور اپنے کام میں نہایت ہوشیار ہے۔ طلبار تندرست۔ خوشباش اور چلنے پھرنے میں چست چالاک ہیں۔ سکول کا اپنا بینڈ ہے جس میں چار بیگ پائپس آٹھ فلوٹس تین بگل ایک بگ ڈرم دو سائڈ ڈرم ایک سنبل اور ایک ٹرائی اینگل ہے جن کا استعمال اچھی طرح کیا جاتا ہے۔ سکول میں سیکنڈری جماعتوں کے طلبار ماس ڈرل میں نہایت شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ مارچنگ گراموفون اور باجے کے ساتھ کرائی جاتی ہے اور نہایت تسلی بخش ہے۔ سکول میں درزی کلاس اچھا کام کر رہی ہے جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ لڑکے تعلیم چھوڑنے پر اس کام کو سیکھ کر روٹی کما رہے ہیں۔ طلباء کی تعداد میں بہ نسبت سال گذشتہ بیس کا اضافہ ہوا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ سکول ہر پہلو میں ضلع بھر میں نمایاں شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل کر رہا ہے۔ پچھلے سال کا نتیجہ امتحان میٹریکولیشن اس بات کا عملی ثبوت ہے۔ کہ سکول میں کس قدر محنت۔ تندہی اور جانفشانی سے کام کرایا جاتا ہے۔ جس کے لئے میں تمام متعلقین کو مبارک باد دیتا ہوں۔ رجسٹر نہایت صاف ستھرے اور تسلی بخش ہیں۔ یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ جماعت اول میں کوئی لڑکا بھی ایک سال سے زائد عرصہ کا نہیں ہے۔ مجھے اپنے سابق ہم جماعت لالہ درگا سہائے صاحب ایڈوکیٹ منیجر سکول سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ وہ نہایت تجربہ کار ہیں اور میرا یقین ہے کہ انکے رسوخ اور پرنسپل صاحب سکول کے ہمدردانہ رویہ سے سکول اس غریب علاقہ میں مالی حالت کی تنگی کے دنوں میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی اور شہرت حاصل کریگا۔" (نامہ نگار)

پرائمری سکول اندریٹہ تحصیل پالم پور — لالہ پربھدیال صاحب سود کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ پرارتھنا کے بعد حفظ صحت کی ڈرل یعنی طلبا کے ناخن۔ دانت۔ ناک۔ کان۔ بال۔ نہانے کے بغیر۔ داتن کے بغیر۔ میلے لباس والے۔ اور بٹن کے بغیر وغیرہ کی پڑتال ہوئی۔ میدان میں پہلے فارآل کرائی گئی۔ نمائشگاہ کا دلچسپ نظارہ جس میں لڑکیوں نے اعلےٰ اعلےٰ سرہانے۔ رومال۔ ٹوپیاں۔ آزار بند وغیرہ اشیاء جمع کی تھیں۔ لڑکوں کی دستکاری کی اشیاء بھی قابل داد تھیں لڑکوں اور لڑکیوں نے مل کر دیہات سدھار کے راگ اور بھجن گائے۔ طلبا نے اس کے بعد ایک نصیحت آموز ڈرامہ کیا جس کے دوران میں چند طلباء نے فرداً فرداً نظمیں۔ کہانیاں اور لطیفے سنائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے حاضرین پر اس دن کے منانے کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ پنڈت رام رکھا انچارج گرلز برانچ نے تعلیم نسواں کی اہمیت پر مضمون پڑھا۔ بعد میں مستحق طلبار کو انعامات تقسیم کئے گئے۔ لالہ رگھناتھ صاحب سود کی

طرف سے تمام لڑکیوں کو ایک ایک ہولڈر اور ایک ایک پنسل بطور انعام دی گئی - صاحب صدر کی طرف سے ہر ایک طالب علم کو ایک ایک پنسل دی گئی ٹی پارٹی کے بعد جلسہ برخاست ہوا -　　(جگن ناتھ پرشاد)

لوئر مڈل سکول موہی پنڈت لیکھ رام صاحب ہیڈ ماسٹر کے تبادلہ پر معززین دیہہ کی طرف سے سردار سر بھگت سنگھ صاحب جمعدار کی صدارت میں الوداعی پارٹی دی گئی - نمبردار - انڈین آفیسرز اور ممبران پنچائت تشریف فرما تھے - سب سے پہلے مٹھائی - میوہ جات اور چائے سے حاضرین کی تواضع کی گئی - اس کے بعد پبلک کی طرف سے ہیڈ ماسٹر کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا - اور انکی چھ سالہ خدمات کا شکریہ ادا کیا گیا - انکے حسن سلوک - حسن کارکردگی - ہر دلعزیزی اور شرافت کا ذکر خیر کر کے انکے فوری تبادلہ پر رنج اور افسوس کا اظہار کیا گیا - انکے حق میں دعائے خیر کی گئی - آپ نے نہایت زوردار الفاظ میں پبلک کی قدرشناسی کا شکریہ ادا کیا -　　(سرجیت سنگھ سابق اوورسیر)

لاجپت رائے دستکاری سکول سائڈ ولخورد ضلع حصار آنریبل سر جوگندر سنگھ صاحب وزیر زراعت پنجاب نے ہمراہی میسرز کے ائن وکے اور نوجاپانی ٹیکسٹائل ڈیلیگیشن ورائے بہادر لالہ ارجن داس صاحب ڈپٹی کمشنر حصار سکول ہذا کا معائنہ فرما کر مندرجہ ذیل ریمارک تحریر فرمائے -

"قابل تعریف کوشش - ہر ایک حوصلہ افزائی و مدد کا مستحق - اس قسم کے دیہاتی سکول سینکڑوں کی تعداد میں ہونے چاہئیں جو گاؤں والوں کو کام مہیا کر کے انکی زائد آمدنی کا ذریعہ بن سکتے ہیں -"　　دستخط جوگندر سنگھ (سر آنریبل) وزیر زراعت پنجاب

قالین - کمبل اور کھدر بننے کا اعلیٰ ہندوستانی طریق قابل تعریف ہے -　　(دستخط کے ائن وکے اونو)　　(منیجر ودیا پرچارنی سبھا حصار)

خالصہ ہائی سکول شہر راولپنڈی ۲۵ نومبر کو جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب تشریف فرما ہوئے - پرتپاک استقبال کیا گیا - بینڈ نے پُرجوش سلامی دی - ہال کی دیواروں کو جو گوناگوں رنگین تصاویر سے مزین تھیں ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے - برآمدہ سے ہوتے ہوئے تمام کمروں کو دیکھتے ہوئے سائنس روم میں چند آلات دیکھے - ازاں بعد ماس ڈرل کو دیکھا بینڈ ماسٹر صاحب نے ناؤ تھ آرگن بجا کر صاحب بہادر اور دیگر افسران معائن کو بیحد محظوظ کیا - آپ نے دوران معائنہ میں نہایت قابل قدر خیالات کا اظہار فرما کر مندرجہ ذیل ریمارکس درج لاگ بک فرمائے -

"میں نے آج سکول کا معائنہ کیا - پچھلے معائنوں کی رپورٹ نہایت تسلی بخش اور قابل اطمینان ہے - میں یہ دیکھ کر بیحد خوش ہوا کہ اس بڑے سکول نے اپنی اعلےٰ شان کو بدستور برقرار رکھا ہوا ہے -"　　(گوپال سنگھ کلرک)

لوئر مڈل زکر تحصیل پالم پور ٹھاکر کپور چند صاحب رئیس کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا جس میں عملہ وطلبا سکول کے علاوہ دیگر بانصد معززین جمع تھے - پیرا رتھنا کے بعد حفظان صحت کی ڈرل - پلے فار آل اور میوزک فار آل کے بعد پروگرام خوشی سے ختم کیا - حاضرین کو سال بھر کی دستکاری کے سٹور اور عجائب گھر کا ملاحظہ کرایا - جس سے وہ بہت خورسند ہوئے - میاں رنگا سنگھ صاحب نمبردار کا دوران سال میں دیہات سدھار کے کام میں قابل قدر امداد دینے کا شکریہ ادا کیا -

سیکرٹری جونیر ریڈ کراس سوسائٹی سے معلوم ہوا کہ ہمارے مہربان اور ہر دلعزیز پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کو اپریل گزشتہ میں ہز ایکسیلنسی نواب گورنر بہادر پنجاب نے تحریک ریڈ کراس اور سکاؤٹ موومنٹ میں مفید خدمات سرانجام دینے پر - ونے کا تمغہ عطا فرمایا ہے - جس خوشخبری سے خوش وقت ہو کر صاحب صدر ممبران سٹاف طلباء سکول اور حاضرین نے اتفاق رائے سے صاحب ممدوح کو دلی مبارکباد دی - اور قرار پایا کہ اس کی ایک نقل ممدوح کی خدمت میں بھیجی جائے اور تعلیمی رسائل میں شائع کرائی جائے -　　(چونی لال شرما)

مڈل سکول فتح پور ضلع کرنال لالہ ٹیک چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں فزیکل ٹریننگ کورس منعقد ہوا - جس میں سیون - راجوند - فتح پور - ہابڑی - کول - پائی - کیوڑک اور گوہنر سنٹر کے ۴۷ مدرسین شامل ہوئے - ۳ نومبر سے ۱۰ نومبر تک ٹریننگ جاری رہی - لالہ صاحب نے اپنی قابلیت - محنت اور تندہی کا ثبوت دیا - لالہ جے کشن داس صاحب ہیڈ ماسٹر

سکول نے اپنے خاص اثر اور رسوخ سے اساتذہ کی مناسب مدد فرمائی اور انکی رہائش کا انتظام اپنے بورڈنگ ہوس میں نہایت عمدگی سے کرایا۔ اے ڈی آئی صاحب نے فزیکل کورس کے مطابق تمام جماعتوں کی ڈرل اور کھیلوں کی درسی اور عملی ٹریننگ سے اُستاد صاحبان کو ایسا چست چالاک اور ماہر کردیا کہ حاضرین عش عش کر اُٹھے۔ تمام متعلقین آپ کے مربیانہ سلوک اور ہمدردانہ رویہ کے مدّاح ہیں۔ آخیر میں آپ نے تمام کورس کا اعادہ کرایا۔ کورس کے خاتمہ پر ٹی پارٹی دی گئی تقریریں ہوئیں۔ (بابو رام پھار دواج)

مڈل سکول کول ضلع کرنال

پنڈت کرم چند صاحب اے ڈی آئی کیتھل نے سکول کا معائنہ فرمایا۔ رسہ کشی، ماس ڈرل اور کھیلیں دیکھ کر خاص محظوظ ہوئے۔ دوسرے دن بعد دوپہر نال رجسٹرات سکول کا معائنہ ہوا۔ جماعت چہارم پنجم اور ششم کا مقابلہ ہوا۔ اور ہر جماعت سے تین تین طالب علم اول دوم سوم منتخب فرمائے۔ جلسہ بزم ادب کی صدارت کے فرائض آپ نے سرانجام دیئے ہیں۔ اس کے بعد طلبا نے مختلف موضوع پر اخلاقی اور تاریخی مضمون پڑھے۔ اخلاقی نظمیں گائیں۔ اور لطائف و ظرائف سے سب کو خوشنود کیا۔ لوئر مڈل سب ناوہ کے تین لڑکوں نے جو سکول سٹاف کے ہمراہ موقع پر آئے ہوئے تھے۔ مختلف مضامین نظم و نثر سنائے۔ صاحب صدر نے مستحقین کو انعامات تقسیم کئے۔ اور اپنی فاضلانہ تقریر میں دلچسپ اخباری خبریں سُنا کر حاضرین کو مستفید کیا۔

انجمن معلمین کے اجلاس میں سٹاف سکول کے علاوہ مدرسان علاقہ نے شرکت کی مگر اے ڈی آئی صاحب کو جلدی واپس ہونا تھا۔ لہذا مضامین اور اسباق منتقی کو آئندہ جلسہ پر ملتوی کر کے منشی مختار سنگھ صاحب۔ منشی بابو رام صاحب اور پنڈت نتھو رام صاحب شرما نے علم کے فوائد اور اس کے حاصل کرنے کے وسائل پر مضامین سُنائے۔ پنڈت برہما نند صاحب ہیڈ ماسٹر نے لازمی تعلیم اس کے اجراء اور اس کے قوانین و ضوابط پر لیکچر دیا اور اہل دیہہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے طلبا کو پڑھانے کے لئے قائل کیا جن میں سے لالہ بسرام صاحب رئیس کول چوہدری کرتا رام صاحب نمبردار لالہ منشی رام صاحب ٹیکس گذار اور ممبر حاضری سکول کمیٹی اور ساتو رام صاحب نمبردار قابل ذکر ہیں۔ صاحب صدر نے جدید سرکلرات کا مفہوم سمجھایا اور فتح پور فزیکل ریفریشر کورس کے لئے ہدایات دیں۔ آپ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور تمام کارروائی پر اظہار طمانیت فرمایا۔ (نتھو رام شرما)

موضع کالک ماجری ضلع لدھیانہ میں دیہات سدھار

رورل کمیونٹی کونسل لدھیانہ کی توجہ کے صدقے دیہات والے صفائی اور رول ورتن کے پیرو ہوگئے ہیں اور زراعت۔ تعلیم اور حفظان صحت کے اصولوں پر حقیقی معنوں میں عمل پیرا ہیں۔ عرصہ سے کالک ماجری کے باشندے مصر تھے کہ انکے گاؤں میں دیہات سدھار ڈرامہ کیا جائے۔ چنانچہ چوہدری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی علاقہ شرقی نے جو اس بارے میں خاص دلچسپی لیا کرتے ہیں۔ مقامی پرائمری سکول کا ملاحظہ فرمایا۔ مدرسہ کی تعداد حالت اور ضبط سے خوش ہوئے اور مدرسہ چھپار کی ڈرامہ پارٹی کو مدعو کیا۔ ڈرامہ سے پہلے دو یوم گاؤں میں منادی کرائی گئی اور گاؤں کی دھرم سالہ میں سٹیج تیار کی گئی۔ پردے لٹکائے گئے اور سب سامان مہیا کیا۔ روشنی کا معقول انتظام تھا۔ رات کے آٹھ بجے آپ کی صدارت میں منشی رام جیداس صاحب ہیڈ ماسٹر کا خود ساختہ دیہات سدھار ڈرامہ "بدی کا انجام" کیا گیا۔ حاضرین کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی اور دو یا سو مستورات حاضر تھیں۔ ڈرامہ میں تقریباً گیارہ کومک پارٹ تھے جن میں سے ان پڑھ صوبیدار۔ عورتوں کا میلہ۔ گو منتری۔ ستھرے۔ پھٹا ہوا خط۔ اچھوت۔ ازدار عمدہ فقیر وغیرہ قابل ہیں۔ پنڈال تمام و کمال بھر گیا۔ نصیحت آموز مکالمے بھی وقتاً فوقتاً ہوئے۔ عوام پر تعلیم کی ضرورت۔ مقدمہ بازی۔ جوابازی اور رسومات بد کے قبیح نتائج اور اتفاق کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ دوران ڈرامہ میں چوہدری صاحب نے تعلیم کے فوائد پر خوب موزوں تقریر فرمائی۔ حاضرین کو نیک زندگی بسر کرنے۔ بُری عادات سے بچنے اور ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کی تلقین اور فرمایا کہ تعلیم کا مدعا ملازمت نہیں بلکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ذی شعور اور اعلیٰ شہری بنانا ہے۔ فراہمی طلبا پر بھی خاص زور دیا گیا۔ عوام خاص متاثر ہوئے۔ سردار جوالا سنگھ صاحب ذیلدار پریذیڈنٹ لازمی تعلیمی کمیٹی نے فرمایا کہ ہماری خوش قسمتی ہے ایسا موقع نصیب ہوا ہے۔ ہمیں اسے غنیمت جان کر جناب چوہدری صاحب کے فرمان کی پوری تعمیل کرنی چاہئے۔ ڈرامہ کی پہلے تشریح منشی رام جیداس جی خود کرتے تھے اور انکے طلبا اپنے اپنے پارٹ اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ حاضرین محو حیرت ہو ہو جاتے تھے۔ ڈرامہ [illegible] سردار ہیرا سنگھ [illegible] ذیلدار صاحب کے خیالات

کی تائید کرتے ہوئے حاضرین کی توجہ اطفال کو سکول میں داخل کرانے کی طرف دلائی۔ منشی لیکھرام ہیڈ ماسٹر کا کی کارگزاری کو بنظر تحسین سراہا بھائی ہری سنگھ صاحب مدرس نے عوام پر تعلیم کی اشد ضرورت کا اظہار کیا۔ ڈرامے اور لیکچروں کا خاص اثر ہوا۔ سردار جوالا سنگھ اور سردار سرنام سنگھ نے ایک ایک روپیہ ڈرامہ پارٹی کو انعام دیا۔ دوسری رات کو ذیلدار صاحب کی صدارت میں "ناک کی کرتوت" نامی ڈرامہ کیا گیا۔ لوگ بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔ اس ڈرامہ میں تو کو یک پارٹ دکھائے گئے۔ سکندر کی موت۔ بھوت کی اصلیت جٹ اور مراسی۔ گھیٹا سنگھ کا غصہ۔ مسٹر پیٹلی۔ ان پڑھ بڑھیا۔ اُستاد اور ان پڑھ جٹ۔ لڑکوں کا سکولوں میں داخلہ وغیرہ قابل شنید تھے۔ منشی عمر الدین نے دیہات سدھار نظمیں گائیں سردار لال سنگھ صوبیدار اور مستری پرتاب سنگھ نے ایک روپیہ ڈرامہ پارٹی کو دیا۔ منشی لیکھرام نے باہر سے آئے ہوئے مدرسین اور طلباء کی رہائش وغیرہ کا انتظام عمدگی سے کیا اور دیگر سرپرستوں کا اس امداد کا خاص شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ (عمر الدین)

مڈل سکول چک نمبر ۲۸۳ گ ب ضلع لائل پور — جناب سردار امرت سنگھ صاحب ہیلتھ آفیسر ضلع کے حکم کی تعمیل میں ایک میلہ لگایا گیا جس میں سنٹر کے تمام مدارس کے اساتذہ۔ علاقہ کے نمبردار اور زمینداروں کے علاوہ طلباء رخاص تعداد میں شامل ہوئے۔ دکانیں لگائی گئی تھیں۔ ایک جانب ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے نمائش کا سامان آراستہ کیا تھا جس میں کئی مفید اور قابل دید اشیا کے علاوہ مختلف بیماریوں کے چارٹس آویزاں کئے گئے۔ دو بجے سردار صاحب ممدوح کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا جس میں خانصاحب چوہدری نورالدین صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اور معززین کے علاوہ سید علی اکبر شاہ صاحب اے ڈی آئی حلقہ کمالیہ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب وٹیرنری اسسٹنٹ جٹیانہ اور چوہدری محمد علی صاحب سب انسپکٹر بنک بھی موجود تھے۔ حاضرین کی تعداد اُمید سے بہت بڑھ کر تھی۔ طلباء نے حمد الٰہی کی نظم گائی۔ سکول ہذا اور دیگر مدارس کی گانے والی پارٹیوں نے یکے بعد دیگرے اپنے گیت گائے۔ خان صاحب نے کھڑے ہو کر میلہ کے انعقاد کی غرض وغائت بیان کی۔ شاہ صاحب نے علم کی فضیلت پر تقریر کرتے ہوئے ثابت کیا کہ علم کا حاصل کرنا ہر کہ ومہ کے لئے لازمی اور لابد ہے۔ آپ نے حیرت کا اظہار کیا کہ اس زمانۂ امن وامان میں کیوں لوگ حصول علم سے محروم ہیں اور اپنی اولاد کو اس سے محروم کر رہے ہیں۔ وٹیرنری اسسٹنٹ صاحب نے مویشیوں کی افزائش نسل اور ان کی اچھی طرح نگہداشت کرنے کی ہدایات دیں اور فرمایا کہ غیر علاقوں کے اعلےٰ نسل کے بیلوں کا شوق کیا جاتا ہے۔ مگر عام الناس اس امر سے بے پرواہ رہتے ہیں کہ کیوں وہ سرکاری سانڈوں کی بدولت اپنی گایوں سے اچھے بچھڑے پیدا نہ کریں۔ آپ نے مویشیوں کی متعدد امراض کی تشریح کرتے ہوئے انکے علاج بتلائے۔ بعد ازاں صاحب صدر نے بہ نفس نفیس عام فہم زبان میں عوام کو حفظان صحت کے زریں اصول سمجھاتے ہوئے جسم۔ لباس۔ مکان اور خورد ونوش وغیرہ کی صفائی کے متعلق قیمتی ہدایات دیں اور بتایا کہ زندگی کا راز ہی صفائی میں مضمر ہے۔ خانصاحب چوہدری نورالدین نے جلسہ کی مجموعی حالت پر سرسری نظر کرتے ہوئے اظہار مسرت کیا اور حقہ نوشی اور دیگر عادات قبیحہ کو بنظر استحقار دیکھتے ہوئے ان سے احتراز کی تلقین کی۔ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی تعلیم کو بھی والدین کے لئے لازمی ماننے کی ہدایت کی۔ والی بال اور کبڈی کے مقابلوں میں دیہاتی ٹیموں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ شام کے سات بجے میجک لینٹرن سے چیچک طاعون اور ہیضہ وغیرہ امراض پر لیکچر دیئے گئے۔ تصاویر دیکھ کر اور لیکچر سُنکر عوام الناس بہت محظوظ ہوئے۔ سکول طلباء نے نہایت سبق آموز ڈرامہ دکھایا۔ جس میں ملیریا بخار۔ قرض کی خرابیاں۔ لاعلمی کے نتائج۔ جہالت کا انجام اور بد رسومات وغیرہ موضوعات پر خاص روشنی ڈالی۔ ڈرامہ میں دیہات سدھار اور دیگر اصلاحی تماشوں کے علاوہ دلچسپی کا کافی سامان مہیا کیا تھا۔ تمام ایکٹروں نے اپنے پارٹ خوبی سے ادا کئے۔ اور نظمیں ایسی عمدگی سے گائے۔ کہ قابل شنید تھے۔ میلہ خوب کامیاب رہا اور چوہدری محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر اور انکے سٹاف کی محنت ٹھکانے لگی۔ (محمد شریف)

لوئر مڈل سکول رقبہ ضلع لدھیانہ — بزم ادب کا اجلاس چوہدری بوٹے خاں صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ہوا۔ طلباء کے علاوہ دو صد اہالیان دیہہ نے شرکت فرمائی۔ حمد وثنا کی نظم کے بعد طلباء نے اپنے اپنے مضامین سُنائے۔ مدرسین نے فرداً فرداً پند ونصائح کیں۔ آقا دنامدار سردار رگوگند سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور

شیخ علی محمد صاحب اے ڈی آئی حلقہ غربی کا اس اجلاس کی انعقاد کی منظوری کے لئے شکریہ ادا کیا گیا۔ مزید براں آپنے مدرسین کی قلیل تنخواہوں میں جو تخفیف عرصہ سے چلی آرہی تھی اسے دُور کرایا اور رسالہ ڈسٹرکٹ میگزین کو ماہواری شکل دیکر ضلع کے حالات ان پر منکشف فرمائے۔ انجمن فراہمی طلباء کے اجلاس میں آپ نے اشاعت تعلیم اور دیہات سدھار پر پُر جوش تقریر کی۔ حاضرین نے فراہمی اطفال کا وعدہ کیا اور بدرو کی جگہ پختہ نالی بنا دینے کا یقین دلایا۔ (نرنجن سنگھ جگپال)

مڈل سکول غزنی خیل ضلع بنوں

لالہ گھنی شام داس صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں غیر معمولی جلسہ شراکت رؤسا شہر اور علاقہ کے خوانین و معززین ہوا۔ سیکرٹری نے اس غیر معمولی دعوت کی غرض و غائت اسی طرح بتائی کہ موسم گرما کی تعطیلات میں پیرزادہ نور حسین صاحب آنرری ایم اے۔ بی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے جدید سکیم کے مطابق سکول کے صحن میں تالاب کی فرمائش کی تھی کہ ایسے صحرائی علاقے میں ایک نمونہ کا تالاب ضروری ہے جس میں صاف پانی جمع ہو۔ چنانچہ اس تالاب کی تکمیل کی خوشی میں آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ تالاب کی کھدائی کا روزنامچہ ایک رجسٹر پر سے سنایا گیا جو دلچسپی سے خالی نہ تھا۔ روزانہ اسباق سطحات۔ اوسط پیمائش بغایت اتفاق۔ ہمدردی۔ صحت جسمانی وغیرہ اور ہیڈ ماسٹر صاحب سیکنڈ ماسٹر صاحب اور دیگر اساتذہ کا اپنے ہاتھوں کدال اور بیلچے مارنا اور مٹی نکالنا وغیرہ نوٹ قابل ذکر تھے۔ منشی سعد اللہ خاں سیکنڈ ماسٹر نے برجستہ الفاظ میں تقریر کی اور تمام کارگذاری کے لئے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کو شکرگذاری کا مستحق ٹھہرایا۔ ہاں محترم ہیڈ ماسٹر صاحب کو فخر حاصل ہوا کہ انکے عہد میں یہ قابل قدر اور ثواب کا کام انجام پذیر ہوا۔ محمد اعظم طالب علم جماعت ہشتم ٹروپ لیڈر نے ہیڈ ماسٹر صاحب اور سیکنڈ ماسٹر صاحب کے اخلاق حسنہ پر نظم سُنائی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ خاکسار نے ۳۳ء کو اس کام کا بیڑا اُٹھایا گیا۔ اب ہمت مرداں مدد خدا کا مقولہ آپ کے سامنے واضح ہورہا ہے کہ ۲۸×۲۸×۱۰ مکعب فٹ تالاب مکمل ہوچکا ہے۔ تالاب درحقیقت اس علاقہ میں نظارہ کی سیرگاہ اور نمونہ ثابت ہوگا۔ جب یہ صاف پانی سے بھرجائیگا تو طلباء مدرسہ کے لئے کم ازکم دو ماہ کے لئے کافی ہوگا اور طلباء نارو ایسی موذی مرض سے محفوظ رہیں گے۔ آپ نے تمام ممبران سٹاف کا عموماً اور سیکنڈ ماسٹر صاحب کا خصوصاً شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے دلی تعاون سے ایک نمونہ کی چیز تیار کر دکھائی۔ معززین اور حوصلہ افزائی کرنے والے اصحاب کا شکریہ ادا کیا گیا۔ ٹی پارٹی کے بعد چھوٹے بچوں کو شیرینی تقسیم کی گئی۔ خان شیر مست خاں نے اپنی جیب سے پانچ روپے مٹھائی کے لئے عطا فرمائے قرار پایا کہ

(۱) حکام بالا سے اس تالاب کے پختہ کرانے کی درخواست کی جائے۔

(۲) کارروائی اجلاس کی نقل جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر صوبہ سرحد۔ جناب انسپکٹر صاحب بہادر صوبہ سرحد اور صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے دفاتر اور اخبارات میں بھیجی جائے۔ (بسنت رام)

ڈی بی مڈل سکول بڑوہ ضلع کانگڑہ

میاں بسنت سنگھ صاحب نمبردار کی صدارت اور سرکل رجسٹرار صاحب کواپریٹو بنکس کی شرکت میں یوم والدین اور کواپریشن ڈے منایا گیا۔ چار سو سے زیادہ حاضری تھی پیرا تھا کے بعد پنڈت باسدیو صاحب ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ طلبا نے امداد باہمی اور دیہات سدھار کے راگ گائے۔ میاں ہری سنگھ صاحب انسپکٹر کواپریٹو بنکس نے بنکوں کی اہمیت کے متعلق پُر جوش اور مؤثر تقریر کی۔ پنڈت سرو متر صاحب سب انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز نے تعلیم کی ضرورت اور فوائد واضح کئے۔ لچھمی رام طالب علم نے کفایت شعاری پر مضمون پڑھا۔ سیتا دیوی نے ہندی دوہے گائے۔ چلیم رام دھن صاحب نے تعلیم کے فوائد اور امداد باہمی کی ضرورت پر مضمون پڑھا۔ ماسٹر جیشی رام نے یوم والدین اور اس کی ضرورت واضح کی۔ سکاؤٹس نے اپنے کرتب دکھائے۔ طلبا میں انعامات تقسیم ہوئے۔ بعد میں گراموفون کے راگوں سے سب کو خوش کیا گیا۔ چائے نوشی اور شیرینی کی دعوت میں سب نے بخوشی حصہ لیا۔ (جیشی رام)

مڈل سکول باسی

مڈل سکول ہیبٹ واڑ کے اساتذہ اپنی والی بال اور کبڈی ٹیم دوستانہ مقابلے کے لئے لائے۔ ہر دو سکولوں کے طلباء اور اساتذہ اور سنٹر کے ممبران کی موجودگی میں لالہ جگلال گوئل نے آکسیجن گیس پیدا کرنے اور اس کے خواص پر لیکچر دیا۔

جو بڑا کامیاب رہا۔ تجربات حاضرین کی دلچسپی کا موجب ہوئے۔ پرائمری حصہ کے طلباء خاص خوش ہوئے۔ والی بال ٹیموں کے مقابلہ میں اگرچہ دونوں ٹیمیں زبردست اور معرکے کی تھیں۔ بالآخر مڈل سکول پاس کی ٹیم غالب رہی۔ اسی طرح کبڈی میں بھی پاس ٹیم تین نمبروں سے جیت گئی۔ پلیٹ وار سکول سے پرائیویٹ والی بال ٹیم پاس بھی جس میں چند ممبران سٹاف اور اہالیان دیہہ تھے مقابلہ ہوا۔ مگر اول الذکر سکول مغلوب ہوا۔ پنڈت امر سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور انکا سٹاف و ممبران ٹیم مبارکباد کے مستحق ہیں اور ڈاکٹر صاحب کمپونڈر صاحب چوہدری بھرت سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ چوہدری نانک چند نمبردار اور لالہ سورج بھان رئیس بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جو سکول کو ہر قسم کی امداد دیتے رہتے ہیں۔ (امیر سنگھ مور)

قابل توجہ صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ تعلیم پنجاب

پیشتر ازیں دو تین بار آپ کے نوٹس میں اس شکایت کا اظہار ہوا ہے۔ کہ پرائمری اور لوئر مڈل مدارس پنجاب میں عام شکایت ہے کہ جے وی کی کچی سندات زمانہ تربیت سے تین چار سال کے بعد جاری ہوتی ہیں اور مدرسین بیچارے ٹرینڈ سرٹیفکیٹ ہوتے ہوئے اپنی کارگذاری کے ریمارک حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں جس سے انکی سندات کے پکا کرانے کے عرصہ میں خاص توقف ہو جاتا ہے اور انکی دل شکنی کا موجب ہوتا ہے۔ براہ عنایت ماتحت عملہ پر زور دیا جائے۔ کہ سندات ہر سال کے امتحانات کی دوسرے سال کے شروع ہونے سے پہلے متعلقین کو ملجایا کریں اور اس شکایت کا دوبارہ وجود نہ رہے۔ (سیجد یوا)

ورنیکلر مڈل سکول کالی صوبہ خاں

(۱) لالہ بدری ناتھ صاحب انچارج ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں سنٹر کے مدرسین کا اجلاس منعقد ہوا۔ مقررہ ماہواری کارروائی کے علاوہ ذیل کے ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہوئے۔

(۱) سنٹر ہذا کے مدرسین ننانشل سب کمیٹی کی نئی گریڈ بندی اور مزید تخفیف کے برخلاف جو اجلاس عام میں ۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کو پیش ہونے والی ہیں، پر زور صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے مدرسین کے حقوق کو پامال کرنے کی بہت بری کوشش کی گئی ہے۔

(۲) کارروائی کی نقل صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر اور صاحب بہادر چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں بوساطت ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس بھیجی جائے۔

(۳) ایک نقل ایڈیٹر صاحب رہنمائے تعلیم کی خدمت میں بھیج کر التماس کی جائے کہ آپ کارروائی مذکورہ کو رسالہ میں درج کرنے کے علاوہ مدرسین کے سرپرست کی حیثیت رکھتے ہوئے گذشتہ امداد کی طرح اس آڑے وقت میں بھی امداد فرما کر مشکور کریں۔ (سید ناظر حسین شاہ سیکرٹری)

نوٹ رہنمائے تعلیم ریزولیوشن نمبرا بجائے خود بڑا افسوسناک ہے۔ مدرسین کی قلیل تنخواہوں پر موجودہ تخفیف کا کلہاڑا ہی کم ضرب نہیں ہے مگر اس میں مزید تخفیف کرنا اور سفید پوش عیالداروں کو از سر نو پریشان کرنا شائد قرین مصلحت ہو؟ رہنمائے تعلیم آرزومند ہے کہ حتی الامکان نئی گریڈ بندی سے موجودہ سٹاف کو معاف رکھا جائے۔ اگر اس کا اجراء ضروری ہے تو وہ نئے ملازمین اور نئی اسامیوں کے لئے وقف کیا جائے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اگر براہ عنایت اپنے ماتحت مدرسین کی سرپرستی فرمائیں اور انکے حقوق کو اپنی خاص اور پرزور سفارشوں سے افسران والاشان کی خدمت میں پیش کرینگے تو کوئی وجہ نہیں کہ حکام بالادست انکی سفارشوں کو ملحوظ نہ رکھیں اور انکے غریب ماتحتوں سے کسی قسم کی سختی روا رکھیں۔ یقین کہ آپ ضرور غربا نوازی کو کام فرما کر اپنے ماتحت عملہ کی حوصلہ افزائی کا موجب ہونگے۔ (سیجد یوا)

(۲) مولوی محمد عالم صاحب ہیڈ ماسٹر کے تبادلہ پر الوداعی پارٹی کا اجلاس چوہدری صاحب حاجی شیر علی خاں صاحب رئیس کی صدارت میں منعقد ہوا۔ معززین دیہہ کے علاوہ دیگر مضافات کے برگزیدہ اصحاب اور ڈاکٹر صاحب ڈسپنسری قلعہ سوبھا سنگھ شامل ہوئے۔ دعا نظم کے بعد جماعت ہشتم کے دو طلباء نے صاحب موصوف کے حسن سلوک۔ بچوں سے ہمدردی اور انکی ہر دلعزیزی اور پسندیدہ اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے انکے تبادلہ پر اظہار افسوس کیا۔ لالہ بدری ناتھ صاحب سیکنڈ ماسٹر نے اپنی جامع اور دلخوش کن تقریر میں صاحب موصوف کی قابلیت، حسن اخلاق اور ماتحت پروری پر روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ آپنے ایک قلیل عرصہ میں اپنی ذاتی شرافت اور حسن سلوک سے تمام سٹاف اور پبلک کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ آپ کی مثال بتاتی ہے کہ محبت نرمی اور یکجہتی سے جو کام نکل سکتا ہے وہ درشتی بدظنی اور بدسلوکی سے کبھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ ایسے ہمہ صفت موصوف افسر کا تبادلہ ہمارے لئے رنجیدہ کن ہے مگر خوشی اس بات سے ضرور ہے کہ آپ اپنی حسب منشاء اپنے گھر کے

نزدیک مڈل سکول کاموں کے میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ صاحب صدر نے بھی مولوی صاحب کے حسن انتظام اور قابلیت کی داد دیتے ہوئے انکے تبادلہ پر افسوس اور انکی حسب منشا تبدیلی پر خوشی کا اظہار کیا۔ حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔ (سید ناظر حسین)

اپر مڈل سکول ڈیگھل ضلع رہتک

جناب چوہدری دیوا سنگھ صاحب بی اے۔ بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے حکم بموجب چوہدری رام مہر صاحب فزیکل ٹریننگ سٹاف ڈی آئی کی نگرانی میں ریفریشر کورس عمل میں آیا۔ مدرسین سنٹر ڈیگھل دکر و نتھو جبار گڑھ۔ ماٹن ہیل۔ ماجرہ۔ کاہنور شریک ہوئے اور چوہدری ہری سنگھ صاحب سپروائزر پہلے فاراں بھی آپکی امداد کو حاضر تھے۔ مدرسین نے ایام تربیت میں نہایت جوش سے کام کیا اور ہر ایک کے وزن میں معقول بیشی ہوئی۔ ۲۰ دسمبر کی رات کو پنڈت بے دیو صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے میجک لینٹرن سے دو ہزار کی حاضری میں دلچسپ لیکچر دیا جس سے حاضرین نہایت خوش ہوئے۔ ۲۱ دسمبر کی رات کو سکول ہذا نے چوہدری نتھو سنگھ صاحب پردیسی کی نگرانی میں دلچسپ ڈرامہ تیار کیا۔ چوہدری ولی رام صاحب ہیڈ ماسٹر آسودہ چوہدری رام مہر صاحب اور پنڈت لکھشمی نارائن صاحب نے مذاقیہ پارٹ سے حاضرین کو خوب ہنسایا۔ ڈرامہ کا موضوع چیچک کے ڈاکٹری علاج سے فائدہ ہونے اور اپنی رسوم توہم آمیز کو مذموم قرار دینا تھا۔ ۲۲ دسمبر کو سرکاری پڑاؤ میں عظیم الشان جلسہ ہوا۔ علاقہ کے معزز اصحاب فوجی افسران اور قریباً دو ہزار حاضرین شریک جلسہ تھے۔ تین بجے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر تشریف لائے۔ ریفریشر کورس کے زیر تربیت مدرسین کے کھیل ہوئے۔ بعد میں طلباء سکول نے کرتب دکھائے۔ رسہ کشی۔ کبڈی اور کشتی کی دیہاتی ٹیموں کے مقابلے ہوئے۔ صاحب بہادر اس سے بہت محظوظ ہوئے۔ کپتان چوہدری دلیپ سنگھ صاحب۔ چوہدری دیوا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور چوہدری نتھو سنگھ پردیسی نے کھیلوں کی عظمت اور تعلیم کے فوائد پر لیکچر دیئے۔ صاحب بہادر نے بھی لیکچر دیا اور انعامات تقسیم فرما کر دس روپے طلباء ڈیگھل کے لئے اور سنٹر کے تمام مدارس کے لئے بحساب دو روپیہ فی مدرسہ شیرینی عطا فرمائی اور حکم دیا کہ دیہاتی لوگوں کے مقابلے پہلے تحصیلوں میں اور پھر ضلعوں میں ہوا کریں۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس بھی تمام وقت تشریف فرما رہے۔ (رسال سنگھ)

ورنیکلر مڈل سکول کیلانگ علاقہ لاہول ضلع کانگڑہ

۲۴ دسمبر کو بمقام رنگیہ مذہبی بگیہ کے موقعہ پر چند سکاوٹس اپنے سکاوٹ ماسٹر صاحب اور انچارج جونیر ریڈ کراس سوسائٹی صاحب اور پنڈت پریم داس صاحب دیہات سدھار اور پروپیگنڈا ورک کے لئے شامل ہوئے۔ لوٹ مڈل سکول لوٹ کا سٹاف اور طلبا بھی چونکہ موقعہ پر موجود تھے۔ لہذا انکے ساتھ ملکر مشترکہ طور پر کام کرنا مناسب جانا۔ گیا لوٹ کے طلبا نے پیار تھا کی اور وہاں کے ایک لڑکے نے اپنی مادری زبان میں تعلیم نسواں پر مضمون پڑھا اور وہاں کے سکاوٹ ماسٹر نے اسی زبان میں اسی موضوع پر خوب دلکش تقریر کی۔ دو ہزار نفوس کی حاضری نے نہایت شوق اور پریم سے مضمون سُنے پنڈت پریم داس نے صغیرسنی کی شادی پر علاقہ کی زبان میں لیکچر دیا۔ عوام نے جسے غور سے سُنا اور صغیرسنی کی شادی کے نقصانات کو محسوس کیا۔ سکاوٹس نے اپنے لطیفوں سے حاضرین کو خوش کیا۔ پنڈت سکھداس صاحب انچارج ریڈ کراس نے اپنی لائی ہوئی دوائیوں کو مستحق لوگوں میں تقسیم کیا۔ شام کے پانچ اور چھ بجے کے درمیان چند شرارتی فساد کرنے پر آمادہ تھے مگر مدرسین علاقہ لاہول نے مداخلت کر کے فساد نہ ہونے دیا۔ (بیلی رام)

نجف گڑھ صوبہ دہلی میں بچونکی نمائش

۱۲ دسمبر کو ڈاک بنگلہ قصبہ نجف گڑھ بچونکی نمائش ہوئی۔ نارمل سکول کے سکاوٹس دس بجے انتظام کے لئے آئے اور تمام ممبران ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ صوبہ دہلی کا استقبال کیا۔ انکے سامان کو باقاعدہ رکھوایا۔ عوام الناس کو بٹھانے میں مدد دی۔ بارہ بجے پروگرام شروع ہوا۔ دو سکاوٹ دس دس لڑکوں کے گروہ کو عورتوں کی امداد کے لئے جاتے رہے۔ آمد و شد کے دروازوں کی عدم موجودگی سے سکاوٹس نے مقامی مڈل سکول کے سکاوٹس کی امداد کے لئے دو دروازے بنا کر پبلک کی آمد و رفت کا خوب انتظام کیا۔ بعض کم سن بچے اپنے والدین سے بچھڑ گئے۔ چند سکاوٹس ان کی تلاش میں لگ گئے اور انہیں انکے والدین تک پہنچایا۔ نمائش کے خاتمہ پر زچگی کے ڈرامہ کے موقعہ پر سکاوٹس نے مستورات کو دائرے میں بٹھایا۔ انکے پیچھے لڑکے بیٹھے اور بعد میں مرد۔ ڈرامہ کے ختم ہونے پر تمام سامان موٹر کسی پر رکھدیا اور ڈاکٹر کے ایس بھسا ہیلتھ افسر اور سکاوٹ کمشنر صوبہ دہلی کو الوداعی سلامی دی۔ آپ نے محترم خواتین اور دیگر معزز

حضرات کے روبرو ٹروپ کی ناچیز مگر پر خلوص خدمات پر تحسین و آفرین کی۔ (ایس ایچ زمان)

مڈل سکول رام دیوالی مسلمانان ضلع امرتسر

جناب سید عجائب علی شاہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے سکول کا سالانہ معائنہ فرمایا۔ اور تمام تحاریک حاضرہ اور مدرسین کی کارگزاری پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ ۲½ بجے آپکی صدارت میں جلسہ ہوا جس میں سنٹر کے اساتذہ اور معززین دیہہ نے شرکت کی۔ حمد خدا کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔ رام پرکاش طالب علم نے ملیریا بخار پر تقریر کی اور سردار محمد نے چند تازہ خبریں زبانی سنائیں۔ پیارا سنگھ نے بندوبست اراضی پر مختصر تقریر کی بلکراج نے لطیفہ سنایا۔ صاحب صدر نے تعلیم کا اصلی مدعا جامع اور مؤثر الفاظ میں بیان فرمایا اور پلیگ کے متعلق موٹی موٹی باتیں بتا کر مفید ترین انسدادی تدابیر بیان فرمائیں۔ اللہ دتا طالب علم نے پلیگ پر مختصر تقریر کی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ شیرینی تقسیم ہو کر جلسہ برخاست ہوا۔ (عبدالرحیم خان)

ڈی اے وی ہائی سکول پٹی ضلع لاہور

نقل ریمارکس جناب انسپکٹر صاحب مدارس ڈویژن لاہور بر موقعہ معائنہ سالانہ دسمبر ۱۹۳۳ء
"سکول کی عمارت صاف ہوادار اور موجودہ ضروریات کے لئے کافی ہے۔ بورڈنگ ہاؤس سکول کے بالکل نزدیک ہے۔ جگہ کافی ہے۔ تعداد بورڈران ۷۲ ہے۔ خوراک کا انتظام تسلی بخش ہے۔ میٹریکولیشن کے نتائج نہایت شاندار ہیں۔ ایک لڑکے نے ۷۶۹ نمبر لے کر یونیورسٹی سکالرشپ حاصل کیا ہے۔ سکول میں ایک ڈسپنسری ہے جو طلباء کے لئے بہت مفید ہے۔ سکول میں سکاؤٹنگ اور ریڈ کراس سوسائٹی بھی ہے۔ ٹیچرز ڈائری کا استعمال نہایت تسلی بخش ہو رہا ہے فیکلٹی میٹنگ بھی گاہے بگاہے ہوتی رہتی ہیں۔ ضبط مدرسہ تسلی بخش ہے۔ سکول کی تعلیمی حالت بہت اچھی ہے جس کا سہرا مہتہ رام نارائن سروانہ ہیڈ ماسٹر اور انکے قابل سٹاف کے سر پر ہے۔ مجھے دستکاری کی کلاسوں میں جن میں جلد سازی۔ لفافہ بنانا اور صابون سازی کا کام سکھایا جاتا ہے۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے ہیڈ ماسٹر صاحب اور سکول مینجنگ کمیٹی کے ممبران سے مل کر بہت خوش ہوا ہوں۔ (ہیڈ ماسٹر)

ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول کڑا انگاں ضلع انبالہ

تحصیل کھرڑ کے ٹورنمنٹ منعقدہ ۱۳ و ۱۴ دسمبر کی دیہاتی ٹیمز اور آٹھ ورنیکلر مڈل سکولوں کی ٹیموں فٹ بال۔ والی بال۔ رسہ کشی اور کبڈی کا مقابلہ سکول ہذا کی چاروں ٹیموں نے علے الترتیب کیا۔ اور اپنے حریفوں سے انکو شکست دیکر فائنل میں پہنچیں۔ رسہ کی ٹیم نے فائنل میں فتح حاصل کی۔ کبڈی اور فٹ بال کے کھلاڑی بھی بہت اچھا کھیلے۔ صورت سنگھ جماعت ہشتم جلیبی ریس اور لانگ جمپ میں اول گولہ اور آدھ میل کی دوڑ میں دوم رہا۔ سرمکھ سنگھ اور عبدالعزیز تین ٹانگ کی دوڑ میں اول رہے۔ یوم اول صبح سے شام تک کھیل کا میدان شاباش کڑا انگاں کے نعروں سے گونجتا رہا جس کے لئے لالہ روپ لعل صاحب جے ہائی اے ایس اے وی ہیڈ ماسٹر اور انکا سٹاف مبارکباد کا مستحق ہے۔ (بہاری لال)

لوئر مڈل سکول چوبارہ ضلع سیالکوٹ

اس معمولی قصبہ میں باوجود پرانا سکول ہونے کے صفائی نام کو نہیں۔ مدرسین کے پراپیگنڈے دھرے رہ گئے اور اہل قصبہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ مگر ہمکے جاؤ کوشش میرے دوستو کے مقولہ کی تعمیل میں قریشی غلام احمد صاحب اے ڈی آئی نارووال کی ہدایت بموجب ممبران پنچایت کمیٹی اور مدرسین کی ایک سوسائٹی بنائی گئی جس نے اپنے پہلے اجلاس ماہ اگست میں معززین قصبہ کو دعوت دی اور ایک گلی کا خاص ذکر کیا گیا جس میں کئی نلکے اور آبنوشی کے کنوئیں تھے۔ چنانچہ گہرا اثر ہوا اور بابو محمد صادق صاحب نے بنک کے رفاہ عام فنڈ سے چالیس روپے دینے کا وعدہ کیا۔ چوہدری نذیر حسین صاحب نے اپنی گرہ سے پندرہ روپے دینے کا وعدہ کیا اور اس سوسائٹی نے لالہ گنج لال صاحب ساہوکار کے ہمراہ یکصد روپیہ فراہم کرکے ایک گلی کا فرش پختہ کرایا۔ صفائی کے لئے ایک خاکروب مقرر کیا جو ہر گھر سے ایک ایک پیسہ ماہوار لیتا ہے۔ اروڑیوں کے لئے خاص طور پر گڑھے کھدوائے جو گاؤں سے کم از کم سو گز کے فاصلہ پر تھے۔ نمونہ کی ایک روڑی شاملات دیہہ میں بنانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ آبنوشی کے کنوئیں کے اردگرد ضائع شدہ پانی کے مصرف کے لئے پھلدار پودے لگائے گئے ہیں جن کی حفاظت چوہدری فیروزدین اور لال چند نمبرداران نے کی۔ لوئر مڈل کے طلباء کا فرض ہے کہ روزانہ کوئی نیک کام کرکے اپنی ڈائری میں درج کریں۔ (سید غلام حسین)

سب ڈویژن ظفروال ضلع سیالکوٹ — اصلاح دیہات کے پروگرام کا خیر مقدم ۱۶ ر دسمبر کو بمقام دھتل ایک دیہاتی میلہ کیا گیا۔ جس کے اشتہار ایک ہفتہ پہلے گرد نواح میں پہنچائے گئے۔ ۱۳ ر دسمبر تک گیارہ دیہاتی کلبیں اور سولہ مڈل سکولوں کے علاوہ دو لوئر مڈل سکولوں نے بھی کبڈی۔ والی بال۔ رسہ کشی اور اگرتھ ٹیموں کی فہرستیں ارسال کیں۔ ۱۵ ر دسمبر کو مرینڈ گراؤنڈ کو صاف کیا گیا۔ اسی روز شام کو تمام ٹیمیں پہنچ گئیں۔ جن کی رہائش کا انتظام قصبہ میں مختلف جگہوں پر کیا گیا۔ خوراک کا انتظام اور تمام خرچ منشی نانک چند صاحب سیکنڈ ماسٹر دھتل نے اپنے ذمے لیا۔ چنانچہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے زیر سایہ اے ڈی آئی صاحب فزیکل ٹریننگ نے ۱۶ ر دسمبر کو میچ شروع کرائے۔ حاضری سات آٹھ ہزار تھی۔ میچ بڑے دلچسپ تھے۔ دیہاتیوں نے پورے غور اور شوق سے مقابلے کئے۔ حال ہی میں ریفریشر کورس کے تربیت یافتہ مدرسین بھی بلائے گئے۔ انہوں نے اور مڈل سکول خان پور سیداں کے سکاؤٹس نے عمدہ انتظام کیا۔ اڑھائی بجے بعد دوپہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بھی تشریف لائے اور فائنل میچ توجہ اور دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے رہے۔ پی ٹی ٹرینڈ اساتذہ کی جدید ڈرل کی نمائش کو بہت پسند فرمایا۔ اور بخشی سنسار چند صاحب کی سرگرمیوں اور کارگزاریوں کو سراہا۔ ستر روپے انعامات کے لئے جمع ہوئے۔ جن میں سے ۵۶ روپے کے انعامات اور ۱۴ روپے کی مٹھائی تقسیم ہوئی۔ سردار امر سنگھ صاحب ذیلدار دھتل اور سردار گنڈا سنگھ صاحب درباری نے سکول دھتل کے لئے تین روپے کی مٹھائی دی اور سردار جمعدار خزان سنگھ صاحب نے ایک روپیہ انعام وزن اٹھانے والے کے لئے دیا۔ سنکھترہ۔ خانپور سیداں اور دھتل سکول کی پارٹیاں دیہات سدھار کے راگ اصلاح دیہات۔ صحت صفائی اچھے بیج اچھے بیل انگریزی ہل تعلیم نسواں۔ فوائد تعلیم امداد باہمی وغیرہ موضوع پر ماسٹر کریم بخش اور منشی نانک چند صاحبان کی نگرانی میں میچ سے پہلے اور بعد میں گاتی رہیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے اہل دیہات کو انکی رہائشی خرابیوں سے آگاہ کیا اور تدارک کے طریق سمجھائے۔ قریشی غلام احمد صاحب اے ڈی آئی ظفروال کا حسن انتظام اور چندہ کی فراہمی کے لئے شکریہ ادا کیا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے روشندان کا نمونہ دکھایا۔ جو صاحب کمشنر بہادر راولپنڈی ڈویژن نے ارسال کیا ہوا تھا۔ مکانات میں ہوا کی آمد و رفت کا طریق اور فائدہ ذہن نشین کرایا اور ہدایت فرمائی کہ دیہاتی زندگی کیونکر خوشگوار ہو سکتی ہے اور دیہاتی کس طرح عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ منڈا باجوہ اور دولم کی ٹیموں کا مقابلہ ہوا۔ طلباء میں مٹھائی تقسیم ہوئی۔

(قریشی غلام احمد صاحب اے ڈی آئی)

ڈی بی مڈل سکول کلوڑ تحصیل ہمیرپور — سالانہ معائنہ جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے فرمایا ۸ تا ۱۱ بجے کے اجلاس میں پانسو کی حاضری میں لڑکوں نے دیہات سدھار کے راگ گائے۔ بورڈران نے صفائی اور بدی کے انجام نامی دو ڈرامے کئے۔ ہارمونیم کے ساتھ دو مدرسین نے اور بعد میں پنڈت چاند کشور صاحب پی ٹی اے ڈی آئی نے راگ گائے۔ صاحب صدر نے صفائی اور بچوں کی پرورش کے متعلق بیجک بنشن سے نہایت مفید اور مؤثر لیکچر دیا۔ روزانہ داتن اور غسل کرنے کے فوائد واضح کئے۔ بچوں کی پرورش و نگہبانی کے خاص خیال پر توجہ دلائی۔ سالانہ معائنہ میں سکول ہر طرح سے ترقی کناں ثابت ہوا۔ عجائب گھر خوشنودی کا موجب ہوا۔ سنٹر دھنیٹہ اور سنٹر ہذا کے تمام مدرسین کو بھی بلایا گیا تھا جنہیں پی ٹی صاحب نے عملی طور پر فزیکل ٹریننگ دیکر جدید کھیل کرتب اور باقاعدہ پروگرام ڈرل کے مطابق کام کرنا بتلایا۔ اور سکول کے پروگرام کو ملاحظہ فرماتے ہوئے انہیں ہدایات دیں کہ اپنے مدارس میں پہنچ کر باقاعدہ کام کرایا کریں۔ مدرسین کو عملی طور پر خوب ٹریننگ دی۔ سکاؤٹس نے اپنے کھیل اور کرتب دکھائے۔ آپ نے ٹھاکر دیا رام صاحب ہیڈ ماسٹر کے حسن انتظام اور ڈسپلن کو بہت سراہا۔ طلباء میں حلوہ تقسیم ہوا۔ اور بیرونجات کے مدرسین کی بھی تواضع حلوے سے کی گئی۔　　(دیا رام شرما)

پرائمری سکول اوکھلی تحصیل ہمیرپور — یوم والدین ایک سو بیس سرپرستوں کی حاضری میں منایا گیا۔ اول مدرس نے یوم والدین کا مقصد سمجھایا۔ بابو لکھو رام صاحب سب انسپکٹر ٹیلیگراف نصتی نے چند مثالوں کے ذریعہ لڑکوں اور پبلک کو بائیں طرف چلنے کے فوائد سے آگاہ کیا۔ طلباء اور منشی چوہدری رام نائب مدرس نے صغیر سنی کی شادی کی مضرتوں کو بذریعہ ڈراما واضح کیا۔ طلباء نے دیہات سدھار گانے گائے۔ دیسی کھیلوں کے بعد طلباء کو خوشخطی۔ حاضر باشی اور صفائی کے انعامات دیئے گئے۔　　(دیا رام)

جناب راجہ فاضل محمد خانصاحب بی اے پی ای ایس درجہ اوّل ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن کی خدمت میں خان بہادری کے خطاب پر

مُبارک باد

(۱) افسران معائنہ و ہیڈ ماسٹر اصحاب ہائی سکولز ضلع ہوشیار پور نے سردار بکرم سنگھ صاحب بی اے بی ٹی۔پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیار پور کی صدارت میں مجتمع ہو کر اتفاق رائے سے جناب راجہ صاحب ممدوح کی خدمت میں مبارک باد عرض کی۔ اور قرار پایا کہ مبارک باد ریزولیوشن کی ایک نقل جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور خان بہادر ممدوح کی خدمت میں ارسال کی جائے۔

(۲) تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر کے ابتدائی اور ثانوی مدارس کے ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ اصحاب جناب لالہ شنکر لال صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول راہوں کی صدارت میں جمع ہوئے۔ ڈی بی سکول نواں شہر کے ہیڈ ماسٹر چوہدری یوسف علی صاحب بی اے اس جلسہ کے داعی تھے۔ آپ نے اغراض و مقاصد جلسہ کے اظہار کے بعد جناب خان بہادر راجہ فاضل محمد خاں کے صفات حسنہ بے نظیر قابلیت اور بے عدیل خدمات کا ذکر خیر کرتے سرکار عالیہ کا شکریہ ادا کیا جس نے راجہ صاحب کی خدمات کا اعتراف خوش اسلوبی سے فرمایا ہے۔ لالہ جگن ناتھ صاحب کمال ہیڈ ماسٹر ڈی بی سکول پھرالہ نے اس موقعہ پر خود ساختہ نظم مبارکباد پڑھی۔ خاتمہ بر چند رباعیات میں ممدوح کی ترقی درجات و ترقی عمر کے لئے دعا کی گئی تھی۔ پنڈت سلامت رائے صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر ڈی بی ہائی سکول بنگہ نے سرکار عالیہ کے شکریہ کا ریزولیوشن پیش کیا۔ سب صاحبان نے نہایت ادب اور عقیدت سے کھڑے ہو کر مبارک باد کا ریزولیوشن پاس کیا اور خان بہادر کی خدمت میں بذریعہ تار مبارک باد عرض کی۔ بعد خاتمہ چوہدری یوسف علی صاحب محرک کی طرف سے تمام مہمانوں کی مٹھائی پھل اور چائے سے تواضع کی گئی۔ اور تمام روئداد کی نقل ہیڈ ماسٹر صاحبان حاضر کے دستخطوں سے خان بہادر کی خدمت میں ارسال کی گئی۔

(۳) گورنمنٹ مڈل سکول ہوشیار پور کے مدرسین اور طلبا جناب سردار بکرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں جمع ہوئے۔ بر چند رموہن جماعت ہفتم کی دعائیہ نظم کے بعد چوہدری برکت علی صاحب اور مولوی محمد امین صاحب نے یکے بعد دیگرے اپنی اپنی نظمیں پڑھیں۔ اور خان بہادر کی خدمت میں مبارک باد عرض کی۔ مہتہ رام نارائن صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے اپنی دلچسپ اور جامع تقریر میں صاحب ممدوح کے اوصاف حمیدہ کی تعریف کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں جناب ممدوح کے عمر دراز اور مال و دولت سے حصہ وافر عنایت فرمانے کے لئے دعا کی۔ اور اتفاق رائے سے مبارک بادی کا ریزولیوشن پاس کیا۔

(۴) مڈل سکول صاحبہ ضلع ہوشیار پور کا اجلاس چوہدری محمد بخش صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ریزولیوشن پاس ہوا جس کی ایک ایک نقل خان بہادر موصوف۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور اے ڈی آئی صاحب علاقہ کے علاوہ پریس میں بھیجی گئی۔ آپ کی درازی عمر اور ترقی درجات کی دعا کی گئی۔

(۵) ڈی بی ہائی سکول نورپور ضلع کانگڑہ میں مبارک بادی کا ریزولیوشن پاس کرنے کے بعد خوشی میں باقی وقت کے لئے سکول بند کیا گیا۔ اور تعطیل منائی گئی۔

(۶) ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول دصمیٹہ ضلع کانگڑہ میں غیر معمولی اجلاس میں اظہار خورسندی کیا گیا۔ مبارک باد عرض کرنے کے لئے ریزولیوشن کی نقل صاحب انسپکٹر مدارس کی خدمت میں اور پریس میں بھیجی گئی۔

(۷) مڈل سکول ریلو ضلع کانگڑہ میں پنڈت اجودھیالال صاحب بی ایس سی (آنرز) ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ریزولیوشن پاس ہؤا۔ اور نقل خان بہادر اور پریس کو ارسال کی گئی۔

(۸) اینگلو ورنیکلر مڈل سکول بدھنی کلاں ضلع فیروزپور کا غیر معمولی اجلاس سردار کیہر سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں منعقد ہو کر اتفاق رائے سے ریزولیوشن پاس کیا۔

(۹) ڈی بی مڈل سکول بھرانہ ضلع جالندھر کا تمام سٹاف اور سکول کے طلبا لالہ جگن ناتھ صاحب کمال کی صدارت میں جمع ہوئے۔ اور ریزولیوشن پاس کیا۔ حکام سررشتہ تعلیم اور سرکار عالیہ کا شکریہ ادا کیا۔ باقی وقت کے لئے سکول میں تعطیل روا رکھی گئی۔

(۱۰) ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول آدہ ضلع جالندھر میں خاص ریزولیوشن پاس کیا گیا جس کی ایک نقل خان بہادر ممدوح کی خدمت میں اور پریس میں ارسال ہوئی۔

(۱۱) انجمن معلمین سنٹر بھونتر کلو ضلع کانگڑہ میں غیر معمولی اجلاس منعقد کر کے ریزولیوشن پاس ہؤا اور اعلےٰ حکام کا شکریہ ادا کیا گیا اور اس کی کاپی صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب۔ خان بہادر ممدوح اور پریس کو ارسال کی گئی۔

(۱۲) مڈل سکول سنجار تحصیل سراج میں بھی ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں اساتذہ اور تلامذہ نے اتفاق رائے سے ریزولیوشن مبارک باد پاس کیا اور اس کی نقل ممدوح کی خدمت میں ارسال ہوئی۔

(۱۳) لوئر مڈل سکول دھنیٹہ تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ میں بھی اظہار عقیدت میں ریزولیوشن پاس کیا گیا اور گورنمنٹ عالیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے راجہ صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کی گئی۔

(۱۴) لوئر مڈل سکول بجھڑی نے بھی ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کیا۔ گورنمنٹ عالیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نقل ممدوح کی خدمت میں اور پریس میں بھیجی گئی۔

(۱۵) ڈی بی لوئر مڈل سکول ریل تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ صدق دلانہ مبارک باد عرض کرتے ہوئے گورنمنٹ عالیہ کا شکریہ ادا کیا گیا اور خان بہادر کے حق میں دعائے خیر کی گئی۔

دربار ڈے ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۳ء کو دربار ڈے کے یوم سعید کو کئی سکولوں نے تعطیل منائی اور مزید برآں برکات راج انگلشیہ اور دربار تاجپوشی کی یاد میں جلسے کئے۔ اور اس خوشی بھرے دن کی یاد اس کی شان کے مطابق منائی۔ مفصلہ ذیل مدارس نے اپنے ہاں کی خوشی کی کارروائی کو پریس میں بھیجا ہے۔

(۱) مڈل سکول باڑیاں کلاں تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور۔

(۲) لوئر مڈل سکول سہنہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات زیر صدارت حاجی کرم داد صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر۔

(۳) مڈل سکول چیراڑی ضلع سیالکوٹ بصدارت چوہدری گوجر سنگھ صاحب نمبردار جن کی طرف سے خاتمہ اجلاس پر طلبا میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

دیہاتی ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ انبالہ تحصیل روپڑ ۱۵-۱۶ر دسمبر کو گورنمنٹ ہائی سکول روپڑ کی گراؤنڈ میں پوری شان و شوکت سے منعقد ہؤا۔ تمام شامل شدہ دل نئے جوش اور تازہ زندگی سے معمور تھے حاضرین کے بشرے سے اظہار خورسندی و طمانیت نمایاں تھی۔ چنانچہ والی بال کی نو ٹیمیں رسہ کشی کی سات اور کبڈی کی چھ ٹیمیں تھیں جو تعداد میں باقی تحصیلوں کی ٹیموں سے زیادہ تھیں۔ روپڑ کے چاروں مقامی سکولوں نے بھی ٹورنمنٹ میں حصہ لیا یعنی نصف میل کی دوڑ۔ لمبی چھلانگ۔ گولہ پھینکنا وغیرہ۔ نتائج حسب ذیل ہیں۔ کبڈی میں موضع پھلیاں کی ٹیم غالب رہی ہے۔ رسہ کشی میں موضع سنگھ کی ٹیم اول رہی۔ ایس ڈی او صاحب روپڑ نے انعامات تقسیم فرمائے۔ لالہ دینا نو داس صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور پنڈت سورج بل صاحب اے ڈی آئی روپڑ کی سرگرمیاں حسن انتظام اور دلچسپی قابل داد ہے۔ (نامہ نگار)

ورنیکلر مڈل سکول سنتوکھگڑھ ضلع ہوشیارپور ۔ شریمان پنڈت نند لال صاحب جی ہیڈ ماسٹر سکول کی وفات حسرت آیات پر بصدارت پنڈت بال مکند جی رئیس طلباء سکول ممبران سٹاف اور اہالیان قصبہ کا مشترکہ جلسہ ہوا۔ پنڈت جی کے حالات زندگی و ملازمت۔ انکے حسن اخلاق نیک برتاؤ اور محاسن حسنہ کے گن گائے گئے پبلک اور حکام کو ان کی ذات پر جو اعتماد تھا اس کا ذکر خیر ہوا۔ ہر نئے سکول کے اجراء پر آپ ہی وہاں ہیڈ ماسٹر ہو کر جاتے تھے اور اس کی ابتدا آپ کے یونہار ہاتھوں ہوا کرتی تھی۔ آخر آپ کے لئے سب حاضرین نے کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کی اور پسماندگان سے اظہار افسوس کیا گیا۔ حقیقت میں آپ اپنی مثال تھے۔ مگر ع　　اے بسا آرزو کہ خاک شدہ　　(رام چند)

رہنمائے تعلیم بھی پنڈت نند لال جی کی وفات پر انکے پسماندگان سے اظہار افسوس کرتا ہے　　(سیکرٹری)

مڈل سکول چیپراڑ ضلع سیالکوٹ ۔ بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی پی ٹی کے ایماء بموجب ۱۸ر دسمبر کو دیہاتی منسٹر ٹورنمنٹ قرار پایا۔ منادی کرادی گئی۔ یوم مقررہ کو پی ٹی صاحب موصوف مولوی عبدالرحمٰن صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ طلبائے سکول کی کھیلوں کا مقابلہ ہوا۔ دیہاتی سنٹر کی ٹیموں کا کبڈی کا مقابلہ ہوا۔ کانپور نے دس نمبر نخوال نے ۹ نمبر حاصل کئے۔ مقابلہ زبردست اور دلچسپ تھا۔ سب انسپکٹر صاحب سمانہ نے انعامات تقسیم کئے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے ٹورنمنٹ کی غرض وغایت واضح کی اور حاضرین کو بتایا کہ پی ٹی صاحب کی تقرری بھی اس غرض کے لئے ہے۔ آپ نے اپنے کارہائے نمایاں سے ضلع کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ بخشی سنسار چند صاحب نے ٹیموں کی توجہ کھیلوں پر دلا کر کہا کہ ہر مدرسہ میں مدرسین کے زیر اثر ایک ایک اکھاڑہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ گورنمنٹ عالیہ کی ہدایات "بائیں چلو" کی نسبت پبلک کو اچھی طرح سمجھایا گیا۔ صاحب صدر نے ورزش جسمانی کے فوائد واضح کئے کہ اُن سے دھڑے بندی کی وبا کم ہو جاتی ہے اور دیگر شرارتیں جاتی رہتی ہیں۔ کیونکہ بیکاری سب عیبوں کی ماں ہے۔ نمبرداروں اور ذیلداروں سے آپ نے توقع کا اظہار کیا کہ وہ اس کار خیر میں امداد دیں۔ ہر گاؤں میں کھیلوں کی تنظیم باقاعدہ ہو۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے حاضرین اور ذمہ وار افسران کا شکریہ ادا کیا۔ رات کو طلبا نے دیہاتی سدھار کا ڈرامہ دکھایا جس کا اچھا اثر ہوا۔ بخشی صاحب نے اس کے خاتمہ پر سینیٹ پلیگ۔ ملیریا اور چیچک کے متعلق عالمانہ لیکچر دیا۔ اور جلسے کی کامیابی اور ڈرامے کی پسندیدگی پر ہیڈ ماسٹر صاحب کو مبارک باد دی۔ (چونی لال)

مڈل سکول باڑیاں کلاں ضلع ہوشیارپور ۔ (۱) فراہمی طلبا کے لئے حسب ذیل کوشش عمل میں آئی۔ پنڈت رام سرنداس صاحب ہیڈ ماسٹر نے اپنے رسوخ سے معززین قصبہ سے مل کر اور انہیں سمجھا بجھا کر فراہمی میں قابل قدر اضافہ کیا۔ ممبران سٹاف نے ایک ایک شخص کو فوائد علم و تہذیب بتا کر خاندان کی ترقی کا انحصار خواندہ اولاد پر رکھا جس سے کئی نئے اور تقریباً بہت خارج شدہ طلباء سکول میں آ گئے۔ طلباء نے بھی اس کار خیر میں نمایاں امداد دی۔ انچارج ماسٹر اول جماعت اول نے اس شعبہ میں نہایت عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ تعداد طلباء اور اوسط حاضری میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔　　(ماسٹر محمد حسین)

(۲) پولی ہفتہ کی طرح قواعد سڑک کے بارے میں سکاؤٹس اور ممبران جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی کا ہفتہ منایا گیا۔ دو سو اشتہار لگائے گئے سڑکوں اور راستوں پر عملی اور علمی طور پر مسافران کو سمجھایا گیا۔ انچارج ماسٹر صاحبان نے بڑے شوق سے اس کام کو سرانجام دیا۔ (مرزا اندز علی بیگ)

(۳) ۶ اور ۷ دسمبر کو تحصیلی مڈل مدارس کا ٹورنمنٹ گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر کی گراؤنڈ میں ہوا۔ انعامات کا زائد تہائی حصہ مڈل سکول ہذا نے حاصل کیا۔ ۷ر دسمبر کی شام کو سردار بکرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں جلسہ تقسیم انعامات عمل میں آیا۔ مسٹر ارجن سنگھ صاحب اے ڈی آئی گڑھ شنکر نے سکول کا نمایاں حیثیت حاصل کرنا بخوبی بیان کیا۔ سکول نے ہر ایک کھیل میں کوئی نہ کوئی انعام ضرور حاصل کیا جس کے لئے پنڈت رام سرنداس صاحب ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ۸ر دسمبر کو اس نمایاں کامیابی کی خوشی میں باجے کے ساتھ جلوس نکالا گیا۔ معززین قصبہ نے شمولیت فرمائی۔ ماسٹر عبدالحمید زراعت ماسٹر نے تقریر کی جس میں فٹ بال ٹیم اور دیگر کھلاڑیوں کی شاندار کامیابی کا بیان کرتے ہوئے سکول کو ہر شعبہ میں ترقی کناں ثابت کر کے فراہمی طلباء اور اشتیاق علم کا مناسب الفاظ میں پراپیگنڈا کیا۔ گذشتہ سال کے

نتائج ورنیکلر فائنل بھی بیان کئے۔ سردار گوردت سنگھ صاحب پنشنر جمعدار نے پنجابی زبان میں سکول کو اس کامیابی پر دو بائی دی۔ معززین نے حوصلہ افزائی کے لئے ٹیم کی فوٹو کا صلاح و مشورہ کیا۔ (ماسٹر جگت سنگھ انچارج)

ورنیکلر مڈل سکول بھیڑی ضلع کانگڑہ

(۱) طلباء سکاؤٹس اور ممبران ریڈ کراس کو دو پارٹیوں میں تقسیم کرکے ایک پارٹی نے بسر کردگی ہیڈ ماسٹر صاحب و پنڈت موتی رام ایس وی ٹیچر موضع گرساہڑ میں جس کی گلیاں گندی تھیں کے متعلق پروپیگنڈا کیا۔ لوگوں نے آئندہ گلی کوچے صاف کرنے کا وعدہ کیا۔ دوسری پارٹی نے بھیڑی سے ٹیکہ پیلاہ کے راستہ کی صفائی و مرمت پنڈت پرسرام صاحب سیکنڈ ماسٹر کی سرکردگی میں کی۔ (ہری داس ایس وی)

(۲) سالانہ معائنہ جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے بہمراہی لالہ بھگوانداس صاحب اے ڈی آئی حلقہ لازمی تعلیم پنڈت چاند کشور صاحب بی ٹی اور کنور ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی ہمیر پور فرمایا۔ سکول کو گذشتہ سالوں کی نسبت ہر پہلو میں روبہ ترقی پایا۔ سکاؤٹس کے کرتب اور کھیلیں دیکھ کر جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت فرمائی۔ طلباء نے تعلیمی اور دیہات سدھار مکالمہ سے سب کو محظوظ کیا۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرما کر طلباء کو حاضری تعلیمی لیاقت اور جسمانی صحت کے بارے میں برجستہ تقریر کی لالہ نتھو رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے صاحب صدر و حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ طلباء میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ شام کو بمقام و ہمیر ول ارد اصاحب مہر نا مائن لال صاحب ذیلدار حلقہ میوہ کے ہاں تشریف لے جاکر میجک لینٹرن کا لیکچر دیا۔ (ہری داس بترا)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول رہلو ضلع کانگڑہ

سیفٹی فرسٹ ویک ۱۵ تا ۲۲ دسمبر کو منایا گیا۔ غلط راستہ پر چلنے کے نقصانات سے پبلک کو آگاہ کرنے کے لئے رہلو سکاؤٹ گروپ نے گیت گاتے ہوئے سڑک اعظم کے کناروں پر سکول سے ایک گھنٹہ پہلے اور ایک گھنٹہ بعد گشت لگائی۔ اور مسافروں کو درست راستہ پر چلنے کی تلقین کی اور غلط راستہ پر چلنے کے نقصانات واضح کئے۔ غلط طرف چلنے والوں کا پکٹنگ بھی کیا گیا۔ موٹر ڈرائیوروں۔ گڈا اور ٹانگہ والوں۔ سائیکل سواروں اور دیگر پبلک میں اپنے ہی ہیکٹوگراف پر چھپے ہوئے خوش رنگ سینکڑوں کی تعداد میں ضلع کی مختلف زبانوں میں ہینڈ بل اشتہارات راستہ پر چلنے کے اصول۔ ہدایات اور مقولے جلی حروف میں لکھ کر لگائے گئے۔ تاکہ لوگوں کے دلوں سے فراموش نہ ہو جائے۔ تمام کارروائی بڑی سڑک کے علاوہ سکول سے سات میل کی دوری تک راستوں پر کی گئی۔ ٹھیک راستہ پر چلنے کا نمونہ ایکٹنگ ولٹریچر نے عوام پر بڑا اثر کیا اور دو ہی دن میں یک طرفہ کارروائی کا منظر نظر آنے لگا۔

(۲) سیفٹی فرسٹ میلہ کے سلسلے میں ڈاکٹر نورالدین صاحب میڈیکل آفیسر شاہپور سول ہسپتال کی صدارت میں منعقد ہوا۔ معزز شرفا۔ رؤسا جاگیرداران۔ اور جنرل پبلک نے شمولیت فرمائی جن میں سے کنور شفیق اللہ خاں بی اے۔ مرزا منیر اللہ خاں۔ چوہدری باشی رام صاحب بی آنرز انسپکٹر کوآپریٹو بنک ابالہ اور پنڈت سالگ رام صاحب بی اے سب انسپکٹر بنکس کے نام قابل ذکر ہیں۔ حاضری کافی تھی۔ چھٹی جماعت کے دو طلباء نے "مالک میرے کہاں ہے تو" کا راگ گایا۔ لالہ منگت رام صاحب نے غلط راستہ پر چلنے کے نقصانات اور ٹھیک راستہ کو نباہنے پر ایک مدلل اور پُر از معلومات اور پُرمعنی تقریر کی۔ چوتھی جماعت کے طلباء نے "ٹانگہ کھینچے ہاتھ چلاؤ" کا کورس گایا۔ مولوی فیروز الدین صاحب جے اے وی نے پھر اسی مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اعلےٰ تقریر کی نیز والدین کے تعاون کی اہمیت کی علم کی روشنی اور تعلیم پر بھی اپنے خیالات اظہار فرمائے۔ طلباء نے بائیں طرف چلو کا گانا گایا۔ مولوی فضل الدین صاحب ہیڈ ایس وی نے ہم کس طرح بلا خرچ دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں پر ایک پُرمعنی تقریر کرتے ہوئے سیوا کی زنجیر کی اہمیت بیان کی۔ لوگوں کو صفائی کی برکات اور صحت کے قاعدے اور فائدے بتلائے۔ سکاؤٹس نے اپنے کھیل اور کرتب دکھلائے۔ امر سنگھ طالب علم کی ایجاد کردہ کھیل پر سب حیران ہوئے پنڈت نتھو رام ڈرل ماسٹر کی نگرانی میں دیہاتی کھیلوں کی کلب نے اپنے کھیل دکھلائے۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ سکول میں زندگی ہے اور سب نئی تحریکوں کا مخزن ہے۔ اگر اسے کانگڑہ کا گنگھر کہا جائے تو غلط نہیں۔ انہوں نے پنڈت اجودھیا لال صاحب بی ایس سی کو اس

نمایاں کامیابی پر مبارکباد دی اور خدائے پاک سے دعا کی کہ سکول کو اور ترقی عطا ہو۔ حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس کارروائی میں حصہ لے کر بنی نوع انسانی کے کام میں مدد دی ہے۔ صاحب صدر کے شکریہ پر اجلاس برخاست ہوا۔ (کے ایل گپتا)

مڈل سکول ملانہ ضلع انبالہ

تحصیلی ٹورنمنٹ منعقدہ ۱۸ و ۱۹ دسمبر میں اپر مڈل مدارس کے طلبا اور دیہاتی ٹیموں کے الگ الگ مقابلے ہوئے۔ جس میں مڈل سکول ہذا نے والی بال۔ فٹ بال۔ کبڈی اور رسہ کشی کے میچ جیت کر چاروں میں کامیابی حاصل کی۔ اور اعزازی کپ حاصل کئے۔ تین ٹانگوں کی دوڑ کے سوا باقی تمام انعامات کھیلوں کے بھی اسی سکول کے حصے آئے۔ اس مکمل اور شاندار کامیابی کے لئے لالہ چونی لال صاحب ہیڈ ماسٹر اور ممبران سٹاف مبارکباد کے مستحق ہیں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع انبالہ نے بہمراہی ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس تشریف لا کر انعامات تقسیم فرمائے۔ ضلع کے افسران معائن بھی تشریف فرما تھے۔ چوہدری خزان سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے رپورٹ پڑھی۔ ان معززین کا نام بنام شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے بڑی فراخ دلی سے چار کپ طلباء مدارس کے لئے اور تین کپ دیہاتی ٹیموں کے لئے عطا فرمائے تھے۔ خواجہ محمد تقی صاحب پی ٹی اے ڈی آئی اور چوہدری خزان سنگھ صاحب نے بامداد اے ڈی آئی صاحبان و ہیڈ ماسٹر صاحب تمام کارروائی کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ (نظام الدین)

ٹریننگ سکول نسواں یوپی اور ریفریشر کورس

بسواں قصبہ بوجہ افتتاح سکول نسواں اور سنٹرل ٹریننگ سکول بسواں بنی تعلیمی نمائش کی وجہ سے جو ریفریشر کورس کے موقعہ پر عمل میں آئی جس کے سلسلے میں خان بہادر حضرت قاضی نواب سر عزیز احمد صاحب سی آئی ای۔ او بی ای۔ آئی ایس او دیوان ریاست دتیا اور جناب جی کے ڈارلنگ صاحب بہادر کمشنر ڈویژن لکھنؤ تشریف فرما ہوئے۔ یہ کورس ۱۶ دسمبر لغایت ۳۰ دسمبر جاری رہا۔ ڈویژن کے چیدہ مدرسین سکاؤٹنگ میجک لینٹرن۔ فزیکل ڈرل۔ میموری ڈرائنگ۔ دھوپ گھڑی بنانا۔ کٹنگ اور اپیریٹس کا استعمال سیکھ کر مستفیض ہوئے۔ دیہات سدھار کے متعلق بھی ہیڈ ماسٹر صاحب کے روزانہ لیکچر ہوتے رہے۔ اور بیحد جذبات انگیز اور نتیجہ خیز تھے۔ کلاس کے روبرو یونین جیک بڑی آب و تاب سے لہراتا رہا۔ نمائش کا اسباب کمروں میں نہایت قرینے سے سجایا گیا۔ ایک طرف بیوپل ٹیچروں کے کارنامے تھے دوسری طرف جغرافیہ کے متعلق نقشہ جات اور فوٹو تھے۔ پنڈت چھوٹے لال صاحب کی تیار کردہ متعدد دھوپ گھڑیاں تھیں جس کی ہر گھڑی تمام دنیا میں صحیح وقت بتاتی تھی اور عرض البلد بھی ظاہر کرتی تھی۔ اسے کمشنر صاحب نے بہت پسند فرمایا۔ کہ واقعی یہ شے بڑے کام کی ہے۔ لطف یہ کہ قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ اس کے آگے انڈیا موڈل، اصطلاحات موڈل۔ چارٹ۔ باغیچہ کے اندر ایک دوسری قسم کی گھڑی اور بارش کا پانی ناپنے کا آلہ وغیرہ موجود تھے۔ تیسرے کمرے میں سنیوئل ٹریننگ کا سامان اور منشی جورافن صاحب کے تیار کردہ دفتی کے صندوق۔ ڈلیاں اور قلمدان وغیرہ تھے جنہیں بلا مبالغہ کم خرچ بالانشین کہہ سکتے ہیں۔ چوتھے کمرے میں مدرسین کی نئی ایجادیں دستی کام اور دیگر سامان تعلیمی رکھا تھا۔ چار چارٹ اور کارڈ متعلقہ ابجد خوانان رکھے تھے۔ جسے پسند کیا گیا اور مائل انصاری صاحب کو ممنون فرمایا گیا۔ ہیڈ ماسٹر روم طرح طرح کے نہایت ضروری آلات اور سامان تعلیم سے مزین تھا۔ اس میں قاضی صاحب اور ہز ایکسیلنسی نواب گورنر بہادر یوپی کے فوٹو جگمگا رہے تھے۔ اس کمرے کی ہر چیز قابل داد و لائق تحسین و آفرین تھی۔ دوران کورس میں ۲۸ دسمبر کو جناب راجہ مہیشر دیال صاحب کنٹرہ چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ سیتاپور تشریف لائے۔ اور بیحد مسرور ہوئے۔ بیوپل ٹیچروں اور دیگر اضلاع سے آئے ہوئے مدرسین کو پندرہ روپے انعام عطا فرمائے۔ ۳۰ دسمبر کی شام کو گارڈن پارٹی کے بعد مدرسین نے اپنے اپنے ضلع کی راہ لی اور سکول سٹاف کو سب نے علیحدہ علیحدہ ایڈریس دئے۔ پنڈت اما پرشاد صاحب نے معذرت چاہی۔ باقی تمام ممبران نے بصد شکریہ انہیں قبول کیا۔ ۲ جنوری ۱۹۳۴ء کو جناب قاضی صاحب موصوف الصدر سکول میں تشریف فرما ہوئے۔ معزز مہمان کی شان کے شایاں استقبال کیا گیا۔ سکول پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے آپ جلوہ فگن ہوئے۔ عقیدت کیش مسٹر مائل انصاری نے گل عقیدت پیش کیا جسے آپنے قبول فرما کر سرخروئی بخشی۔ سکول کے طلبا اور سٹاف کی طرف سے آپکی خدمت میں ایڈریس کیا جسے آپنے قبول فرما کر سرخروئی بخشی۔ سکول طلبا اور سٹاف کی طرف سے آپکی خدمت میں

ایڈریس پیش کیا گیا۔ جسے قبول فرما کر سکول کا بغور ملاحظہ فرمایا۔ اور مبلغ پچیس روپے بیوپل ٹیچرس کو عطا فرمائے۔ ۲۸ جنوری کو گرلز سکول کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد ڈاکٹی صاحب موصوف نیز راجہ صاحب لٹرہ کے تعریف کرنے پر صاحب کمشنر بہادر نے سکول کا معائنہ فرمایا۔ آپکے ہمراہ آپکی لیڈی صاحبہ راجگان و روساء ڈپٹی کمشنر صاحب مع لیڈی صاحبہ۔ ڈپٹی کلکٹر صاحب اور دیگر معزز حضرات۔ نے سکول کو زینت بخشی۔ صاحب بہادر کی خدمت میں بھی ایڈریس پیش کیا گیا۔ جمال احمد بیوپل ٹیچر نے گیارہ مرتبہ شعر پڑھے۔ (مائل انصاری)

ایم بی ہائی سکول بوسر ضلع فیروزپور کے ہائی سکولز ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ فیروزپور سے فٹ بال اور والی بال کی دو شیلڈوں کے جیتنے کی خوشی میں شہر میں جلوس نکالا گیا۔ پبلک کے لئے یہ جلوس کوئی نیا نہ تھا۔ کیونکہ ہر سال اس سکول کا اس قسم کا جلوس نکلا کرتا ہے۔ عام طور پر وہ تین شیلڈیں اس کے پاس رہتی ہیں۔ پچھلے سال تین شیلڈوں کے علاوہ اولمپک ٹورنمنٹ تحصیل فاضلکا اور ضلع فیروزپور میں سے بھی متعدد انعامات اسی سکول کے حصے میں آئے تھے۔ گویا کھیلوں کے امتحان میں یہ سکول ضلع بھر میں اول رہتا ہے۔ تعلیمی شعبہ میں اس سال ۷۹ کے ۲۹ امیدوار کامیاب رہے۔ ۶ اول درجہ ۱۹ درجہ دوم اور ۴ درجہ سوم نتیجہ سو فیصدی۔ مسمی بچتر سنگھ نے ۳۴۱ نمبر حاصل کئے اور گورنمنٹ سکالرشپ حاصل کیا۔ انٹرنس کا نتیجہ بالعموم نوے فیصدی سے زیادہ ہی رہتا ہے۔ ورنیکلر فائنل امتحان میں ۱۵/۱۴ پاس تھے۔ مسمی جیمل سنگھ نے اوپن وظیفہ حاصل کیا اور ضلع بھر میں اول رہا۔ مڈل سکول سکالر شپ میں سکھچین سنگھ نے کاوز وظیفہ حاصل کیا۔ گویا کھیلوں اور تعلیمی میدان میں سکول ہر طرح سے اول اول ہے۔ اس کامیابی کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کے ہمراہی کارکنان کی سرگرمی اور دلچسپی ہر طرح سے قابل داد ہے اور وہ بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ لگاتار چھ سالوں سے سکول والی بال شیلڈ جیت رہا ہے۔ (سیتا رام کالیہ)

سری گورو رامداس خالصہ ہائی سکول امرتسر کے ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کی استدعا پر رائے صاحب لالہ سوہن لعل صاحب لیکچرار سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور تشریف لائے۔ آپنے بعد ملاحظہ سکول جغرافیہ کا کمرہ دیکھ کر اظہار خورسندی کیا۔ سکول کے صحن میں جماعت نہم اور دہم کے سامنے آپ نے لنڈن سے ہندوستان تک ہوائی جہازوں کے ذریعہ ڈاک کا راستہ پر ایک دلچسپ سبق دیا۔ جس سے پہلے آپنے طلباء کو فرمایا کہ سکول کو دیکھ کر مجھ پر خاص اثر ہوا ہے۔ ایک عرصہ قلیل میں سکول نے نمایاں ترقی کی ہے۔ اور علم جغرافیہ کی علمی و عملی تعلیم کے لئے میرے خیال میں یہ سکول خاص درجہ رکھتا ہے۔ جہاں سردار ابھے سنگھ بی اے۔ بی ٹی ایل ایل بی ہیڈ ماسٹر اور سردار بنچا سنگھ بی۔ اے جغرافیہ ٹیچر ہوں وہاں سکول کی بہتری اور شہرت میں شبہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ میں امید کرتا ہوں کہ سکول عنقریب صوبہ کے ممتاز سکولوں میں جگہ حاصل کر لیگا۔ سبق کے وقت طلباء خاص متوجہ رہے اور سبق بڑی کامیابی سے ختم ہوا۔
آپ نے وزیٹر بک میں رقم فرمایا۔

میں یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوا ہوں کہ سکول نے اپنی تھوڑی سی عمر میں بہت ترقی کی ہے۔ جغرافیہ کی تعلیم اس سکول میں خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جغرافیہ کا کمرہ الگ ہے۔ وہ تصویروں نقشہ جات اور لیبارٹری سے آراستہ ہے۔ اس مضمون کو عملی طور پر پڑھانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ طلباء کے ہاتھوں سے بنے ہوئے نقشے اور اشکال نہایت صاف ہیں۔ بہت سے نقشے طلباء کی بڑھی ہوئی قابلیت کو واضح کرتے ہیں۔ سردار ابھے سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور سردار بنچا سنگھ صاحب سائنس اور جغرافیہ کی تعلیم میں خاص دلچسپی لیتے ہیں۔ طلباء کے سوالات سے ترشح ہوتا ہے کہ ان میں نئی باتیں سیکھنے کی خواہش پیدا کی گئی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ سکول جلدی ہی پنجاب کے اعلے سکولوں میں شمار کیا جائیگا۔ (گوپال سنگھ کلرک)

سنٹر بگووالہ ضلع سیالکوٹ کا دیہاتی ٹورنمنٹ پبلک ہائی سکول گھڑتل میں بگووالہ سنٹر کا دیہاتی ٹورنمنٹ بموجودگی مسٹر ایل ڈی بھنوٹ پی ای ایس ڈپٹی انسپکٹر سکولز لاہور ڈویژن بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ سنٹر کے تمام پرائمری سکولوں نے شرکت کی اور علاقہ کی تمام دیہاتی ٹیمیں مقابلہ میں شریک ہوئیں۔ حاضری پانچ ہزار سے زیادہ تھی

ٹورنمنٹ ایک کامیاب میلہ بن گیا۔ دیہاتی کبڈی اور کشتی کے مقابلے قابل دید تھے۔ پرائمری سکولوں کی ٹیمیں بھی خوب تیار تھیں مشاعرہ خصوصیت سے قابل داد تھا۔ ٹورنمنٹ پبلک سکول کی گراؤنڈ میں ہوا۔ انتظام تمام و کمال لالہ شانتی سروپ صاحب چوپڑہ کی ذات سے متعلق تھا۔ اور آپ نے اپنی قابلیت سے اسے احسن طریقے سے سرانجام دیا۔

جلسہ تقسیم انعامات میں سردار ایشر سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے نہایت موزوں الفاظ میں دیہاتی ٹورنمنٹ کے متعلق تقریر فرمائی۔ ایم ممتاز حسین بسمل نے ایک نظم پڑھی۔ لالہ شانتی سروپ صاحب ہیڈ ماسٹر نے موزوں تقریر کی۔ مسٹر ھنوٹ صاحب صدر نے کامیاب ٹیموں کو انعامات تقسیم فرمائے اور اپنی صدارتی تقریر میں سوڈھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع سیالکوٹ۔ سردار ایشر سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ اور بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی کامیاب کوششوں کو سراہتے ہوئے ٹورنمنٹ کی بے نظیر کامیابی پر ہدیہ مبارکباد پیش کیا۔ لالہ شانتی سروپ صاحب کے اعلےٰ انتظامات کو دل سے سراہا۔

اس بے مثال کامیابی کا سہرا سوڈھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے سر ہے۔ آپکے قابل معاونین سردار ایشر سنگھ صاحب علاقہ افسر اور بخشی سنسار چند صاحب فزیکل ٹریننگ اے ڈی آئی خصوصیت سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ سہ اصحاب کی عنایت کے صدقے ضلع کی تعلیمی حالت روز بروز ترقی پر ہے اسکے علاوہ دیہات سدھار کے متعلق آپکے کارنامے بیحد نمایاں ہیں۔ جا بجا دیہاتی ٹورنمنٹ منعقد کرکے اس مقدس مشن کی تکمیل میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ پبلک کی طرف سے اس دیہاتی ٹورنمنٹ کی بیجا کامیابی پر آپکی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔ (ممتاز حسین بسمل)

مڈل سکول حسن گڑھ ضلع روہتک ۲۲ر دسمبر کی شام کو جناب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع رہتک اور اے ڈی آئی صاحب حلقہ رہتک کی تشریف آوری پر مڈل سکول ہذا کے مدرسین اور طلبا کی طرف سے ایک نہایت شاندار دھارمک ڈرامہ "پرہلاد بھگت" کھیلا گیا۔ جس میں دیہات سدھار کے متعلق نہایت مفید ورشیہ دکھلائے گئے۔ رسومات بد کے نتائج واضح طور پر سمجھائے۔ موضع حسن گڑھ کے علاوہ گردو نواح کے مواضعات سے بھی کافی تعداد میں لوگ ڈرامہ دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ دو ہزار سے زیادہ آدمی موجود تھے۔ عورتوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ ڈرامہ بہت کامیاب رہا۔ خاتمہ پر پنڈت چندن لال صاحب ہیڈ ماسٹر نے باشندگان حسن گڑھ سے سکول کی بہبودی کے لئے اپیل کی۔ اور مختلف اصحاب کی تشریف آوری اور امداد کا شکریہ ادا کیا۔ جناب چوہدری دیوا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے فاضلانہ تقریر کی جس میں بچپن کی شادی۔ قرض کی خرابیاں۔ جہالت اور ناخواندگی وغیرہ رسومات بد کے نقصانات واضح طور پر لوگوں کو سمجھائے۔ تعلیم کی اشاعت اور دیہات سدھار کے متعلق لوگوں کو مشورے دیئے۔ پنڈت دونی چند صاحب اے ڈی آئی حلقہ رہتک نے بھی مختصر الفاظ میں ڈرامہ کی کامیابی کا ذکر کیا۔ سکول کی رائے بک میں چوہدری صاحب نے حسب ذیل ریمارک دیئے۔

۲۲ر دسمبر کی رات کو میں نے حسن گڑھ میں ایک ڈرامہ دیکھا جو طلبا اور مدرسین مدرسہ حسن گڑھ نے کھیلا تھا۔ اس میں اکثر سین دیہات سدھار کے متعلق تھے۔ دو ہزار سے زائد آدمی موجود تھے۔ اچھی کوشش کی گئی۔ میں عملہ مدرسیان اور طلباء کو مبارکباد دیتا ہوں۔" (چندگی رام)

گورودت اینگلو ویدک مڈل سکول سلیانہ ضلع کانگڑہ امسال کرسمس ٹورنمنٹ پالم پور ۲۱ر دسمبر سے ۲۴ر دسمبر تک جاری رہا۔ سکول والی بال اور کرکٹ ٹیم شامل میچ ہوئی کرکٹ میں سکول ٹیم نے اول رہکر کپ جیتا اور ہاؤ لنگ اور بیڈ ٹاس کے اول انعامات حاصل کئے۔ کمیٹی دوڑ میں ہمارے سکول کے طالب علم نے اول رہکر انعام حاصل کیا۔ (امرناتھ شرما)

ڈی بی پرائمری سکول کدور ضلع شملہ ۲۱ر دسمبر کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ نے سکول کا سالانہ معائنہ فرمایا۔ اور مدرسین کو مفید ہدایات سے مالا مال کیا۔ رات کو میجک لینٹرن سے ملیریا اور چیچک کی بیماریوں کے متعلق تصاویر دکھا کر مکمل واقفیت دی اور انکے انسداد کے طریقے بتلائے۔ حاضری کافی تھی۔ جسپر خاصہ اثر ہوا۔ (فقیر چند شرما)

لبھو رام دوابہ ہائی سکول جالندھر شہر کا سالانہ جلسہ انعامات زیر صدارت رائے صاحب چوہدری اتم چند ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز ایم ایس آریہ سماج مندر واڈہ ہوشیار پور میں بڑی شان سے منعقد ہوا۔ سکول کے طلباء نے نظموں کے علاوہ انگریزی اور ہندی ڈرامے دکھائے۔ ہندی ڈرامہ سورگباشی شری سوامی شردھانند جی کے جیون کے تیاگ پر تھا جس کا حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ کھیل دکھائے گئے۔ لالہ کرپا رام صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں اور باتوں کے علاوہ سکول کی بتدریج ترقی کا ذکر تھا۔ صاحب صدر نے اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم کئے۔ اور یکم جنوری ۱۹۳۴ء سے دو وظائف پانچ پانچ روپے دینے کا اعلان کیا جس کے لئے سکول ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔　　(متھرا داس چوپڑہ پردھان آریہ کمار سبھا)

ڈی بی ہائی سکول اٹاری ضلع امرتسر کا سیفٹی فرسٹ اور بائیں ہاتھ چلو کی تقریب میں سکاؤٹس نے حسب ذیل کارگذاری سرانجام دی۔ صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن کی ہدایات موصول ہوتے ہی سکاؤٹس نے صدق دل سے تیاری شروع کی۔ انہوں نے بارہ گیت جو مختلف ممبران سٹاف کے تیار کردہ تھے یاد کر لئے اور انکا اعادہ روزانہ کرتے رہے۔ تقریباً دو درجن مقولے پنجابی اور اردو میں کارڈ بورڈوں (گتوں) پر خوشخط لکھ کر اور بانسوں پر لٹکا کر راہگزروں کے لئے تیار کئے۔ تقریباً اسی قدر پنسلی خاکے اور نظارے تیار کئے جن سے معلوم ہو کہ کیا ہوا ہوں پر کس طرح حادثے رونما ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے انسداد کے طریق بھی پنجابی میں تیار کئے۔ ہر ایک لڑکے نے بالا امتیاز سکاؤٹ یا کب اپنے اپنے مقولے کے مطابق اپنی زبان میں متعلقین کی آگہی کے لئے مختصراً مگر جامع الفاظ اور فقرے تیار کئے۔ اس مکمل تیاری کے ساتھ اور صوبجاتی بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن کے مہیا کردہ گیتوں اور دیگر ذریعوں سے باخبر ہو کر ۱۵ دسمبر سے ۳۲ سکاؤٹس اور کبوں نے اس کار خیر کو شروع کر دیا۔ وہ اپنے یونیفارم میں ملبوس ہو کر روزانہ جلوس بنا کر جاتے اور مناسب موقعوں پر ہارمونیم اور ڈھولکی سے گیت گاتے ایک گروپ ریلوے سٹیشن اور منڈی کو گیا۔ دوسرا موٹروں اور لاریوں کے اڈے کو ہو لیا۔ تیسرا وینکی اور راہسروال کی سڑک پر پہنچا۔ خوشی کی بات ہے کہ بچوں کی محنت اکارت نہ گئی اور لاری ڈرائیوروں۔ گاڑی بانوں اور یکہ بانوں نے انکے الفاظ بڑے غور سے سنے اور ہدایات کو حرز جان بنایا۔ کئی دفعہ مسافروں۔ لاری ڈرائیوروں اور گاڑی بانوں نے بچوں سے سوال کئے۔ اور انکے معقول اور دلکش جواب سنکر بیحد محظوظ اور متاثر ہوئے۔ ہر گروپ کے ہمراہ ایک اسسٹنٹ سکاؤٹ ماسٹر یا کب ماسٹر ہوتا تھا جو ضرورت پر خود بھی متعلقین کو مخاطب کرنا اور ضروری ہدایات سے مالا مال کرتا۔ یہ کام پورا ہفتہ ۱۵ سے ۲۲ دسمبر تک اسی باقاعدگی اور دلچسپی سے انجام پذیر ہوتا رہا۔ مزید برآں سکول کی جونیر اور سینیر ریڈ کراس سوسائٹی نے قریباً ایک ہزار کاپی پنجابی اور اردو گیتوں کی شائع کی اور تقسیم کی۔ غرض سکول اور اس کے نونہالوں نے اس ہفتہ کو اس کے مناسب اور صحیح شان کے مطابق منایا اور خلق اللہ کی رہنمائی اور امداد کا موجب ہوئے۔　　(سردار ایشر سنگھ ہیڈ ماسٹر)

اظہار شکریہ و معذرت جناب مولوی امام بخش صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ڈیرہ غازیخاں کے مشکوئے دولت میں بڑی مدت کے بعد گوہر شب چراغ فروزاں ہوا۔ مگر بدقسمتی سے ۴۲ دن کے بعد تمام متعلقین اور احباب کو داغ مفارقت ابدی دے گیا۔ اس سانحۂ جانکاہ پر ممدوح کی خدمت میں بے شمار خطوط تعزیت موصول ہو رہے ہیں۔ آپ اپنے احباب اور کرمفرماؤں کی ہمدردی کا انفرادی طور پر اس حالت یاس میں شکریہ ادا کرنے سے قدرتاً معذور ہیں اور رہنمائے تعلیم کے ذریعے مشترکہ طور پر تمام عنایت فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اپنی مجبوری پر معذرت کے خواہاں ہیں۔　　(سپیڈیوا)

قرارداد مبارکباد کہ ہم جملہ اساتذہ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی مڈل و پرائمری سکولز ضلع جالندھر آج مورخہ ۱۴/۱/۳۴ کو بمقام جالندھر اکٹھے ہوئے اور متفقہ رائے سے مندرجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

(۱) ہم جملہ اساتذہ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی مڈل و پرائمری سکولز ضلع جالندھر نہایت خلوص اور عقیدت سے جناب راجہ فاضل محمد خاں صاحب بی اے پی ای ایس انسپکٹر آف سکولز جالندھر ڈویژن کی خدمت اقدس میں خطاب "خان بہادر" کے حصول پر ہدیۂ مبارکباد پیش کرتے ہیں

اور سرکار عالیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے راجہ صاحب کی خدمات حسنہ کی داد دی ہے۔

(۲) قرارداد نمبرا کی نقول بخدمت جناب خان بہادر راجہ فاضل محمد خاں صاحب ۔ چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ' وزیر تعلیم پنجاب جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بھیجی جائیں۔

(۳) قرارداد نمبرا کی نقل پریس کو بھیجی جائے۔

(دستخط) شیخ مہر علی قریشی ہیڈ ماسٹر ڈی بی ہائی سکول نکودر ضلع جالندھر پریسیڈنٹ اجلاس ہذا

سنٹرل موڈل سکول لاہور کا سالانہ معرکۂ ورزش جسمانی

اس نامی سکول کے سالانہ جسمانی معرکے بدستور سابق سکول کی روایت قائم رکھتے ہوئے ۸ جنوری سے ۶ فروری تک مختلف ٹورنمنٹوں کی صورت میں ہوتے رہے۔ اور بدستور سابق ۱۲ سال سے زیادہ اور کم عمر کے ہر دو گروپوں کے علیحدہ علیحدہ مقابلے ہوئے۔

آخر کار ۱۰ فروری ۱۹۳۴ء کو رؤسا و عمائد شہر اور عملہ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی شمولیت میں آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون ایم اے نائٹ بیرسٹرایٹ لاء وزیر تعلیم پنجاب نے مستحقین کو انعامات تقسیم فرمائے۔ معزز حاضرین میں سررشتہ تعلیم کے تمام اعلےٰ افسران یعنی خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے۔ آئی ای ایس اسسٹنٹ ڈائرکٹر۔ رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور۔ چوہدری محمد حسین صاحب انسپکٹر ورنیکلر ایجوکیشن اور کرنیل ڈبلیو ٹی رائٹ صاحب بہادر ریٹائرڈ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب رونق افروز تھے۔ معززین کے روبرو جو کھیل۔ سائیکل دوڑیں۔ رسہ کشی فائنل۔ ڈنڈ۔ ڈمبلز (جماعت نہم) چوبی گھوڑے [illegible] کی مسرت و انبساط کا موجب ہوئے۔ فتح علی طالب علم نے سمنتھ ورزشی کپ' حاصل کیا۔ اس کی لمبی چھلانگ بقدر ۱۹ فٹ ۷ انچ سابقہ تمام ریکارڈ کو مات کر گئی۔ اسی طرح معراج دین نے بھی اپنے کرتبوں سے سابقہ ریکارڈ مات کر دیئے۔ تقسیم انعامات کے بعد لالہ موہن لال صاحب بھلہ ہیڈ ماسٹر نے آنریبل وزیر صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کیا۔ اور حاضرین کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ سکول کی ہسٹری میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ آنریبل وزیر صاحب نے اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرما کر سکول۔ سٹاف اور طلباء کو ممنون احسان کیا ہے۔

آنریبل ملک صاحب نے اپنی تقریر دلپذیر کے دوران میں فرمایا۔ کہ سکول ہذا کا اس خوبی اور زمدگی سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہونا مسٹر موہن لعل بھلہ کی دلچسپیوں اور سرگرمیوں کی زندہ شہادت ہے۔ یہ سکول صوبہ بھر میں کیا بلحاظ قابلیت و شہرت اور کیا بلحاظ عمدہ نتائج و کارگزاری اپنی مثال آپ اور تمام ہائی سکولوں کے لئے فی الحقیقت نمونہ کا سکول ہے۔ اور یہ تمام نمایاں کامیابی مسٹر بھلہ ہیڈ ماسٹر کی موجودگی کا نتیجہ ہے۔ جو سکول کے حق میں ابر رحمت کا کام دے رہی ہے"۔ آپ نے پنڈت رام نرائن صاحب ڈرل انسٹرکٹر کو بھی مبارکباد دی۔ جو ایک نمایاں اور دیرینہ خدمات کی باحسن وجوہ بجا آوری کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہونے والے ہیں۔ اور فرمایا کہ "استاد ملازمت سے سبکدوش ہوتے رہتے ہیں اور طلبا کے چال چلن پر اپنے بے شمار نقوش اور اثرات چھوڑ جاتے ہیں پنڈت رام نارائن صاحب نے سکول کے تعلیمی کمروں سے باہر کھیل کے میدان میں اپنے طالب علموں کے چال چلن کے بنانے میں نہایت محنت اور سرگرمی کا اظہار کیا ہے۔ جو باقی استاد صاحبان تعلیمی کمروں کے اندر کیا کرتے ہیں"۔ اپنی تقریر کے خاتمہ پر آنریبل وزیر تعلیم نے ممبران سٹاف اور طلباء سکول کو اس نمایاں کامیابی پر صدق دل سے مبارکباد دی اور صوبہ کے اس نمونے کے سکول کے نمونے کے معرکوں کا یہ بینظیر جلسہ سکول کی شان کے شایاں نہایت خوبی سے انجام پذیر ہوا۔ اور عرصہ تک سکول کی تاریخ میں یادگار ہوگا۔ (نامہ نگار)

اس نمایاں کامیابی پر اور سررشتہ تعلیم پنجاب کی تعلیمی کشتی کے ناخدا آنریبل وزیر تعلیم پنجاب کے ان قابل قدر ریمارکوں کے حصول پر ہم اپنے محترم ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ جب ان کی خدمات حسنہ کا ایسے تحسین و آفرین بھرے الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے۔ انہیں پی ای ایس کے درجہ اول میں ترقی دیکر سنٹرل موڈل سکول کا مستقبل اور زیادہ شاندار بنایا جائے پنڈت رام نرائن صاحب بھی خاص مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی سرگرمیوں پر آنریبل وزیر تعلیم نے اس طرح سے روشنی ڈالی ہے۔ جو شائد سررشتہ تعلیم کی تاریخ میں پہلی مثال ہے۔ (ایڈیٹر)

مبارک باد کے ریزولیوشن جناب خان بہادر راجہ فاضل محمد خاں صاحب ڈویژنل انسپکٹر جالندھر خدمت میں :-

(۱) ورنیکلر مڈل بنی تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں غیر معمولی جلسہ میں مبارکباد کا ریزولیوشن پاس ہوا اور دوسرے ریزولیوشن میں نقل ریزولیوشن ہذا کا خان بہادر صاحب ممدوح الصدر کی خدمت میں اور پریس میں بھیجنا قرار پایا۔

(۲) انجمن معلمین سنٹر نرمنڈ نے بصدارت ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل سکول نرمنڈ مشترکہ اجلاس میں مبارکباد کے بعد صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور گورنمنٹ پنجاب کے شکریہ کا بھی ریزولیوشن پاس کیا۔

(۳) انجمن معلمین سنٹر سینجہ علاقہ سراج ضلع کانگڑہ نے چوہدری دھنی رام صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ڈیپٹی بزرق کلو کی صدارت میں مبارکباد عرض کی۔

(۴) انجمن معلمین سنٹر بھورانہ تحصیل پالم پور ضلع کانگڑہ نے بھی مشترکہ اظہار عقیدت کیا۔

(۵) مڈل سکول نادوں ضلع کانگڑہ نے میاں برج سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں بشمولیت ممبران سٹاف و طلبا اظہار مسرت کیا۔ اور آپ نے مبارکباد اس اشعار میں عرض کی۔

یہ خطاب عالی و اعزاز لے عالی وقار ہو مبارک ہو مبارک ہو مبارک لاکھ بار

زلزلہ فنڈ صوبہ بہار اور نیپال پر جو مصیبت جنوری ۱۹۳۴ء کے بھونچال سے آئی ہے۔ ناگفتہ بہ ہے۔ بھونچال کیا تھا۔ تباہی کا طوفان عظیم تھا جو پانچ دس منٹ کے اندر صوبہ بھر کی حالت کیا سے کیا کچھ کر گیا۔ تباہی زدگان کی امداد کے لئے حضور وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے جو امدادی فنڈ کھولا۔ اس میں ملک نے کھلے دل سے چندہ دیا۔ مفصلہ ذیل مدارس نے اپنی شرکت کا اظہار کیا ہے جو درج رسالہ کیا جاتا ہے۔

(۱) بزم معلمین مدارس بلدیہ امرتسر نے اپنے جمع شدہ سرمایہ سے مبلغ پچیس روپے اس فنڈ میں بھیجنے منظور کئے۔

(۲) گورنمنٹ مڈل سکول پسرور ضلع سیالکوٹ کے طلبا نے قاضی اکرام حسین صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں اپنے تفریح کے جیب خرچ سے پیسہ پیسہ دو دو پیسہ جمع کر کے سات روپے چندہ جمع کیا اور ریڈ کراس سوسائٹی کے فنڈ سے سوا اٹھارہ روپے منظور کئے۔ چنانچہ پچیس روپے بذریعہ منی آرڈر بخدمت آنریبل نیرنگ سیکرٹری صاحب ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب برانچ لاہور ارسال کئے گئے۔

(۳) معلمین و متعلمین آر۔ ایس خالصہ ہائی سکول بنوں (صوبہ سرحدی) نے ڈیڑھ سو روپیہ زلزلہ فنڈ میں اپنی طرف سے چندہ دیا اور پچاس روپے سکول سکاؤٹس نے لوکل شرفا اور افسران سے جمع کئے۔ کل دو سو روپیہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر بنوں کی معرفت حضور وائسرائے ریلیف فنڈ میں ارسال ہوا۔

(۴) جین ہائی سکول انبالہ شہر طلبا اور اساتذہ نے ۱۱۹ روپے ۱۰ آنے ۹ پائی چندہ جمع کیا۔ نیز زیر اہتمام شری آتما نند جین نوجوان منڈل ۱۱۳ روپے ۲ آنے چندہ فراہم ہوا۔ تو کل رقم ۲۳۲ روپے ۱۲ آنے ۹ پائی ۳ فروری کو پریزیڈنٹ صاحب صوبہ بہار ریلیف فنڈ کی خدمت میں ارسال ہوئی۔

(۵) اے ڈی مڈل سکول گیدڑ بہا نے سردار گورنام سنگھ صاحب سدھو بی اے ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں جلسہ کیا۔ طلبا نے للعہ ۱۲ روپے چندہ دیا۔ جونیر ریڈ کراس سوسائٹی نے اپنے فنڈ سے سات روپے چندہ دیا۔ طلبا نے کیپٹن تلسی داس صاحب انچارج سول ڈسپنسری و پریزیڈنٹ سمال ٹاؤن کمیٹی کے ایما سے شہر کے معززین سے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ کیپٹن صاحب نے اپنی گرہ سے گیارہ روپے دیئے اور اس طرح کل چندہ شہر سے ۷۵ روپے جمع ہو گیا۔ کل ایک سو دس روپے بعد وضع کمیشن منی آرڈر ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب فیروزپور کی معرفت وائسرائے ریلیف فنڈ میں ارسال ہوئے اور ۲ روپے ۶ پائی ریڈ کراس فنڈ میں جمع ہوئے۔

(۶) کنگ جارج ہندو ہائی سکول گوجرانوالہ کے طلبا اور اساتذہ نے تقریباً تین سو روپیہ چندہ جمع کیا اور براہ راست بذریعہ بنک ارسال کیا۔ خوشی کی بات ہے کہ بعض بچوں نے اس موقعہ پر اپنی ضروریات پر تباہی زدگان کی امداد کو ترجیح دی۔ سکول کے ماتحت جو ہندی گرلز سکول ہے اس کی طالبات نے بھی دل کھول کر چندہ دیا۔

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعراء مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال لکڑ خانہ منتیان شہر لشکر گوالیار گورنمنٹ

اودھ کی جان ادب ہے ادب کی جان اودھ
قیام ملک ادب تک رہے قیام اودھ

یہ شعر اودھ اخبار پرتاب گڈھ کی پیشانی پر ثبت ہے۔ اکثر شعرانے اس کو مطلع قرار دیکر ایطائے جلی کا عیب لگا دیا اور کسی نے اِس کو فرد قرار دیکر عیب۔ تقابل ردیفین سے منسوب کیا کسی نے کہاکہ اول مصرع میں بجائے جان کے نام ہونا چاہئے۔ مصرع اودھ کی جان ادب ہے ادب سے نام اودھ

کسی نے کہاکہ اس کے دوسرے مصرع میں بجائے قیام کے (نشان) کر دیا جائے تو۔ بہر دو صورت مطلع ہو جائے۔ غرضکہ اکثر احبا اپنی اپنی رائیں پیش کر رہے ہیں۔

میرے خیال میں یہ مطلع نہیں ہے۔ بلکہ ایک فرد ہے اور اپنی حیثیت میں قطعی صحیح ہے۔

اِن معنوں میں کہ جب یہ فرد ہے تو اودھ کی تکرار دو نو مصرعوں میں ہونے سے مطلع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اِس پر عیب ایطائے جلی کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

اِس شعر میں ترمیم کی قطعی ضرورت نہیں یہ اپنے معنی خفیف میں قطعاً صحیح ہے۔

جو حضرات اس قسم کے اشعار میں تقابل ردیفین کا عیب بتاتے ہیں۔ وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیا معنی کہ تقابل ردیفین۔ کوئی عیب نہیں ہے نہ اس کو کسی عروضی ماہر فن نے مانا ہے۔ اور نہ میں نے آجتک کسی مستند مصنف کی کتاب میں تقابل ردیفین کا نام لکھا ہوا دیکھا ہے۔ مگر تقابل ردیفین ہر خاص و عام کے زبان زد ہے۔ اور وہ اس کو اپنی غلط فہمی سے ایک عیب مانتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ یہ اختراع کس نے کیا ہے اگر تقابل ردیفین کو صحیح مان لیا جائیگا تو ہر مستند شاعر کے کلام میں تقابل ردیفین کا نقص موجود ہے۔ مستندین کو اساتذہ مان کر اُن کا کلام کسی موقعہ پر سند کلام میں پیش کرنا بھی گناہ ہوگا۔ اور وہ اُن کا مستند کلام قابل اعتبار نہ ہوگا۔ ذیل میں چند نظائر شعراء متقدمین و حال پیش کرتا ہوں

غالب مطلع کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہئے تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہئے۔

غالب ۔ شعر ۔ جو مدعی بنے اُس کے نہ مدعی بنئے ۔ جو ناسزا کہے اُس کو نہ ناسزا کہئے

ذوق ۔ مطلع ۔ ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دارالشفا سمجھے ۔ اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

" ۔ شعر ۔ سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اُنکے ۔ کہیں ایسا نہ ہووے وہم سے وہ کافر ادا سمجھے

داغ ۔ مطلع ۔ دستِ وحشت کیلئے تابِ رگِ جاں میں نہیں ۔ ہاتھ اُس تار میں الجھا جو گریباں میں نہیں

" ۔ شعر ۔ مجھ کو حیرت کا گماں دل میں تمنا کا یقیں ۔ نالہ کہتا ہے کہ اِس خانۂ ویراں میں نہیں

جلیل مانکپوری ۔ مطلع ۔ غضب ڈھاتے ہیں تیر ناز دل میں میہماں ہوکر ۔ رہے تو درد دل ہوکر جو نکلے تو فغاں ہوکر

" ۔ شعر ۔ اب آ نکلے ہو گلشن میں تو دیکھو سیر چل پھر کر ۔ غضب ہے تم بنو سروِ چمن سروِ رواں ہوکر

غرضکہ ایسے ہزارہا اشعار اساتذہ و متقدمین و متاخرین اور حال کے شعراء مستندین کے موجود ہیں ۔ اگر ان سب پر تقابل ردیفین کا عیب لگایا جائیگا تو جن جن حضرات کے کلام میں تقابل ردیفین آیا ہے اُن کو اُستاد وقت کہنا یا اُنکا کلام بموقعہ اسناد پیش کرنا سخت گناہ ہوگا ۔ لہذا دُنیا میں کوئی کسی کو اُستاد نہ مانے گا۔

پس میرے نزدیک تقابل ردیفین کا مسئلہ ہی غلط ہے ۔ اور تقابل ردیفین کسی عیب کا نام نہیں ہے ۔

افسانہ نمبر

آجکل میرا لیٹر بکس گوناگوں دلچسپیوں کا خزانہ بن رہا ہے ۔ ہر روز بیسیوں خطوط ایسے آتے ہیں جو افسانہ نمبر کی تعریف سے بھرے ہوتے ہیں ۔ اُن خطوط کے الفاظ یہ ہیں ۔

افسانہ نمبر واقعی لاجواب تحفہ ہے ۔ افسانہ نمبر نے تو جوبلی نمبر کو بھی مات کر دیا ۔

افسانہ نمبر شروع سے آخر تک نہایت مزیدار ہے ۔

افسانہ نمبر ہماری لذیذ اور لطیف غذا کا کام دے رہا ہے ۔

آج تک اخباری دُنیا کو اس طرح کا بینظیر افسانہ نمبر نصیب نہیں ہُوا ۔ اور نہ آئندہ ایسی اُمید ہے ۔

آپکی اس علمی کامیابی و ایثار پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ۔

افسانہ نمبر واقعی لاجواب چیز ہے ۔ لے کر بیٹھو تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا

واقعی افسانہ نمبر قابل قدر ہے ۔ اسکے اعلیٰ پایہ کے مضامین اور خوشنما فوٹو جناب کی مشقت اور ہمت کا ثبوت دے رہے ہیں ۔

آپکی ہمت قابل صد تحسین و آفرین ہے ۔ افسانہ نمبر پر کسی قسم کی تنقید یا رائے زنی تحریر کی محتاج نہیں ۔

آپکی علمی قابلیت اور حسن انتخاب نہایت قابل تعریف ہے ۔

افسانہ نمبر ظاہری و معنوی خوبیوں میں بینظیر ہے ۔ جوبلی نمبر کے بعد ہندوستان بھر میں دوسری کامیاب ادبی چیز ہے ۔

باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف دو روپے (عما) ہے رہنمائے تعلیم کے سالانہ خریداروں سے جن کا چندہ للعہ وصول ہو چکا ہے ۔ مزید صرف ایک روپیہ لیا جاتا ہے یا انکو عہ کا وی پی کیا جاتا ہے ۔ افسانہ نمبر ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے ۔ اس لئے آپ بھی جلدی کریں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا ۔

خادم جگت سنگھ مینجر

ہرچہ در دیگ بود بیروں ازاں مے آید

کچھ دن ہوئے کسی شخص نے یکے از ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ کے نام سے ایک ٹائپ شدہ چٹھی دفتر میں روانہ کی۔ جسے گمنام مان کر شائع نہ کیا گیا۔ سردار بہادر کپتان آلا سنگھ صاحب اس بدنام کنندہ نکو نامے چند کے طریق عمل سے متاثر ہو کر یوں رقمطراز ہیں۔

ہرچہ در دیگ۔ بود بیروں ازاں مے اید۔ سردار بہادر کپتان آلا سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ فرومایہ اور کمینہ اشخاص کا وتیرہ ہے کہ جب وہ اپنے عزائم قبیحہ اور ناپاک ارادہ میں ناکام رہتے ہیں تو وہ ان شریفوں کی (جو انہیں راہ مستقیم پر لانے کی پاک کوشش میں شب و روز مصروف رہکر ان کی حقیقی خیر خواہی کا حق بطریق احسن ادا کرنے کو اپنا فرض عین سمجھتے ہیں) پگڑیاں اُتارنے پر اُتر آتے ہیں اور ان کے سابقہ الطاف و اکرام اور نوازشات کریمانہ فراموش کر کے "ہرچہ در دیگ است ازیچہ بیروں آید" کے مجسم مصداق بن کر اپنی بدباطنی کی دیگ میں سے۔۔ چمچۂ زباں کے ذریعہ باہر نکال کر دوسروں کو (بھی) آلودہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں مگر قدرت کا اصول اٹل ہے۔ آج تک کسی نے دروغ کو پھلتے پھولتے نہیں دیکھا۔ ع

نوغائے حسوداں کم نہ کند رزق گدارا　　ایسے اشخاص یہ جاننے کے باوجود اپنی عادت اور خصلت کی وجہ سے مجبور بلکہ معذور ہیں

دنوں ہی کی بات ہے کہ کسی ایسے ہی بدباطن اور حاسد نے سردار جوگندر سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لودھیانہ ایسے قابل۔ نیک۔ روشن خیال اور سردار اسند سنگھ صاحب اے ڈی آئی مدارس تحصیل جگراؤں ایسے مرنجاں مرنج اور ہمدرد خلق پر بیجا اتہام و الزام عائد کر کے ایک ٹائپ شدہ چٹھی کے ذریعے بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ہر دو سردار صاحبان سے مجھے ایک عرصے سے ذاتی تعارف کا شرف حاصل ہے۔ ان کی نیک خیالی۔ روشن دماغی۔ رحمدلی اور ہمدردی جو انکو عام بنی نوع انسان کے ساتھ بالخصوص اپنے ماتحت مدرسین کے ساتھ ہے۔ اظہر من الشمس ہے۔ اول الذکر آفتاب ہیں تو موخر الذکر ماہتاب ہر دو اپنی ضیا پاشی میں مساوات کے قدرتی اصول پر عمل پیرا ہیں مگر پھر بھی اگر زمین ہی ناقص ہو تو اس میں گل و ریحاں کی بجائے مدار و حنظل پیدا ہوتا ہے۔ ؎　گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہر دو سردار صاحبان نے جو کارہائے نمایاں اس ضلع میں کئے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور تفصیل کے محتاج نہیں یہ اس ادارہ مدرسین کی ترقی اور راستے آرام و آسائش کے علاوہ مدرسین کی عزت رفتہ کو جس کا ماتم آئے دن اخبارات و رسائل میں ہوتا رہتا ہے۔ واپس لانے کے لئے کافی و وافی توجۂ اشرف مبذول فرمائی اور اپنی روشن دماغی کے باعث جو ان کو درگاہ رب العزت سے عطا ہوئی ہے فوراً معاملات کی تہ تک پہنچ کر ان عیوب کی بیخ کنی کے لئے جن کے باعث یہ طبقہ شریفہ رسوائے عالم ہو رہا تھا۔ ہمہ تن مصروف ہو گئے اس میں ضروری تھا کہ وہ بدباطن اور بدطینت اشخاص جو ایک عرصے سے اپنی مذموم اور ناپاک حرکات کے باوجود پوشیدہ تھے۔ عالم آشکا ہو کر اپنے کئے کی سزا پائیں۔ مگر وہ پھر بھی نہیں سمجھتے۔ اپنی عادت اور خصلت سے مجبور ہیں۔ مشہور ہے۔

ہرچہ در دیگ است ازیچہ بیروں آید

ایڈیٹوریل نوٹ

ہیڈ ماسٹر اصحاب ہائی سکولز پنجاب سے ایک آرزو حضرات! اگر رہنمائے تعلیم آپ کے ملاحظہ سے گذرتا ہے۔ اور ہمارا یقین ہے کہ ضرور گذرتا ہوگا تو آپ اس کی کوشش سے جو وہ اورینٹل ٹیچرز کے امتحانات یونیورسٹی میں نگران مقرر کئے جانے کے لئے کر رہا ہے۔ ضرور باخبر ہونگے۔ اس نے جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور ڈویژنل انسپکٹر اصحاب صوبہ سے ہی بجا طور پر آرزو کی کہ وہ اس کے اس کا ز سے اظہار ہمدردی فرماتے ہوئے امید ہے کہ آپ بزرگوار دسال کی توجہ اس سوال پر مبذول کرائیں۔ چونکہ اکتوبر نمبر جس میں یہ آرزو کی گئی تھی۔ خاص وجوہات کے باعث دیر سے شائع ہوا اور ہمیں افسانہ نمبر کی تیاری میں مشغول ہونا پڑا۔ اس لئے اصحاب معروف الصدر سے یاد دہانی نہ کرا سکے۔ اب دسمبر میں ایم ایس ایل سی اینڈ واماں کی درخواستیں یونیورسٹی میں بھیجی جائیں گی اور اسی ماہ میں آپ بزرگوار اپنے اپنے سکولوں سے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اصحاب کی سفارش فرمائینگے۔ آپ سے یہ تمنا رکھنا کہ آپ بخلاف سابق اپنے اورینٹل ٹیچرز کے حقوق کو ملحوظ فرما کر انہیں انکا واجب حق دلائیں اور ان کی سفارش فرما کر انہیں یونیورسٹی امتحانات کا نگران مقرر کرا کر رہنمائے تعلیم کو ممنون فرمائیں۔ ہر طرح سے واجب اور جائز ہوگا۔ اورینٹل ٹیچرز جہاں تک ہمارا تجربہ ہے۔ صبر اور شکر کے مجسم نمونے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہوئے بھی کہ یونیورسٹی انکو خاص شرائط کے ماتحت نگران بناتی ہے۔ ان شرائط پر عبور رکھنے کے باوجود اس حق کے لئے آپ سے یاددہانی نہیں کراتے ورنہ بمصداق ؎

آنچہ ہست از قامت ناسازی اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

آپ ان کے حقوق کو نظر انداز کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ کم از کم اس بار تجربتاً اگر ایسے اورینٹل ٹیچرز کی سفارش فرمائی جائے اور انکے بالمقابل کسی انگلو ورنیکلر سند یافتہ بزرگوار کو نہ رکھا جائے۔ تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ اس خدمت کے سرانجام میں دیگر اصحاب سے کسی طرح کم نہ رہیں گے۔ ہمیں متواتر کئی بار نگران ہو کر جانا پڑا مگر ہر بار بفضلہ ہم خاص طور پر معتمد علیہ و مشار الیہ ہوا کرتے تھے اس طرح ہمارے بھائی سنسکرت ٹیچر صاحب کو بھی وہی اعتماد حاصل ہوا کرتا تھا۔ اور یہ اس امر کی تصدیق ہے کہ اورینٹل ٹیچروں کا فرقہ اس خدمت کی بجا آوری کے ہر طرح اہل ہے اگر وہ اپنے اس حق پر اس وقت فائز ہو سکتا ہے۔ جب آپکی توجہ انکے شامل حال ہو۔ آپ کی ماتحت پروری سے یہ توقع رکھنا کہ رہنمائے تعلیم کی سفارش کو بالائے طاق نہ رکھا جائیگا اور اس کی آرزو کے بموجب مستحق اورینٹل ٹیچروں کی سفارش کی جائیگی۔ ہر طرح سے جائز ہے۔

معزز ہمعصر "رفیق التعلیم" لاہور اپنے اس رفیق صادق کے جنوری نمبر میں یہ معلوم کر کے کہ اس کے واجب التعلیم جنم داتا اور چیف ایڈیٹر جناب رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے صاحب عرصہ سے علیل ہیں، اور انہوں نے اپنی علالت کی وجہ سے نیز حالات حاضرہ کی کساد بازاری سے اپنے نونہال کو جو فی الحقیقت اسم بامسمیٰ رفیق التعلیم اور انکے زور قلم سے دلدادگان تعلیم کا بلا مبالغہ حقیقی رفیق تھا زمانہ کی کس مپرسی کا شکار دیکھ کر اس کے عارضی طور پر بند کر دینے میں مصلحت مانی ہے سخت افسوس ہوا۔ اور ہمارا خیال ہے کہ رہنمائے تعلیم کا ہر ایک ناظر ہی نہیں بلکہ ہر وہ بزرگوار جسے تعلیم اور تعلیم کے پوتر کاز سے کچھ بھی ہمدردی ہے۔ اس خبر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیگا۔ اگر رفیق التعلیم ایسے مرنجاں مرنج اور خاموش مگر ٹھوس خدمت گذار سے بے اعتنائی کا سلوک ہو رہا ہے اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا رہنے اور مفید خلائق ماہانہ بنانے کی بجائے اپنے اخراجات بہم پہنچانے کے لئے اپنے معزز مالک کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے تو صوبہ کی بدقسمتی میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

جائے حیرت ہے کہ کہاں بہ تعلیم ع قدیمان خود را بیفزا ئے قدر اور کہاں یہ سلوک کہ قدیمی خدمت گذار یہ کہنے پر مجبور ہوں۔

اب ہے کوئی طالب نہ شناسا نہ خریدار ہے کون؟ کہ دکھائیں کسے یہ گوہر شاہوار

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ رفیق التعلیم کا اس طرح بند ہونا (خواہ وہ عارضی ہی ہو اور خدا کرے کہ وہ حقیقتاً عارضی ثابت ہو) صوبہ کے مذاق پر خاص حرف ہے اور اس امر کا خاص گلہ ہے کہ وہ سررشتہ تعلیم اور اس کے وابستگان کا آرگن تھا جو دوسرے الفاظ میں اُستاد کے نام نامی سے مخاطب کئے جاتے ہیں جنہیں کوئی نصیحت یا کسی قسم کا مشورہ سورج کو چراغ دکھانے کا مصداق ہے۔ کیا وہ اپنی اپنی جگہ پر اس خبر سے باخبر ہو کر متاثر نہ ہونگے؟ اور اس سرد مہری کے بدنما داغ کو جس کی وجہ سے رفیق التعلیم کو یہ روز بد پیش آیا۔ اپنے دامن سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرینگے؟

ہمارا خیال ہے کہ وہ ضرور ادھر متوجہ ہونگے اور جناب رائے صاحب سے ملتجی ہونگے کہ وہ اپنے اعلان پر از سرِ نو غور فرمائیں اور انہیں رفیق التعلیم کی رفاقت اور اس کے بیش بہا خوان نعمت کے فیضان سے محروم نہ رکھیں۔ خدائے پاک ہمارے محترم رائے صاحب کو صحت عاجل و کامل عطا کریں تاکہ وہ اس بگڑی کو خود بنا سکیں۔ اور اپنے نونہال کو چشم زخم روزگار سے بہمہ وجوہ محفوظ رکھ سکیں (آمین)

جناب رائے صاحب نے صوبہ کی تعلیمی دُنیا کی جو مشعل برداری کی ہے کسی تمہید یا تحریر کی محتاج نہیں۔ عیاں را چہ بیان آپ کے قیمتی سبق۔ آپ کی بیش بہا تصنیفات اور تالیفات۔ صوبہ بھر میں آپ کے شاگردوں کی کثرت اور رفیق التعلیم و گلدستہ کے ذریعے ملک او قوم کی خدمت گذاری غرض جس شعبہ پر نظر ڈالیں اپنی جگہ پر آپ کی توجہات سے بے نظیر دکھائی دیتا ہے اور دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ آپ ایسے بہی خواہ ابنائے جنس اور حقیقی معنوں میں رہنما کی ذات بہت عرصہ تک فیض رسان عالم و عالمیان رہے اور موجودہ اہل علم اور آنے والی نسلیں آپ کے فیضان قلم سے حسرت اندوز ہوتی رہیں ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

سانحۂ جانکاہ

جناب ملک امام بخش صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ڈیرہ غازیخاں کے مشکوئے دولت میں فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت کے مژدۂ جانفزا سے دل بہت بہت شاد ہوا تھا اور آس بندھ چلی تھی کہ خدائے کریم اپنے فضل و کرم سے اس نونہال کو عمر طبعی تک پہنچا کر ملک صاحب موصوف کے دلی ارمان اور ولولے پورا کرنے کا موقعہ عطا کرینگے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ جس نونہال کی آمد دلوں کی شادابی کا موجب ہوئی تھی وہ باد سموم کے جھونکے کی تاب نہ لا سکا اور صرف ۴۲ یوم اس دُنیا میں رہکر اپنے معزز والدین کے زخم ہرے کر گیا۔ اولاد نرینہ اس دُنیا میں بہترین ثمر ہے اور جس گھر میں یہ گوہر شب چراغ بڑی حسرتوں کے بعد جلوہ افروز ہو کر آناً فاناً دُنیا سے مُنہ موڑ جائے۔ اس گھر اور گھر والوں کی بدقسمتی باعث ہزار افسوس ہوتی ہے۔ ایسے موقعہ کے لئے ہی میر انیس مرحوم نے فرمایا تھا۔

اللہ دکھلائے نہ الم نور نظر کا بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

ہمیں اس سانحۂ جانکاہ میں جناب ملک صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ اور بارگاہ ایزدی میں صدق دل سے دعا ہے کہ قادر مطلق مرحوم معصوم کو غریق رحمت کریں۔ اور ملک صاحب ممدوح کو اس کا نعم البدل یعنی جیتا جاگتا بچہ عطا فرما کر انکے زخموں پر مرہم رکھیں۔ ایسے جانگزا مواقع پر صبر و شکر کی تلقین در اصل سنگدلی کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر چونکہ انسان مجبور ہے اور مجبوری معذوری ہوا کرتی ہے۔ اس واسطے ہم بھی ان سطور کا خاتمہ انہی الفاظ سے کرنے پر اپنی مجبوری کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اف مرحوم پنڈت رلا رام صاحب

صوبہ کی تعلیمی دُنیا میں یہ خبر حسرت اثر بڑے افسوس سے سُنی جائے گی کہ جناب پنڈت رلا رام صاحب سابق (ریٹائرڈ) پروفیسر علوم مشرقی سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۶ فروری کی شام کو سورگباش ہو گئے ہیں۔ سورگباشی پنڈت صاحب کو ایک عالم جانتا ہے۔ اپنے وقت میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی زینت اور اپنی ایس وی کلاس کے ہردلعزیز ٹیچروں کے محبوب القلوب اور حقیقی بہی خواہ اور رہنما ہوتے تھے۔ نورمل سکول لاہور کی

ہے وسی کلاسوں کو بھی آپ سے خاص نیاز حاصل تھا اور اُردو فارسی مضامین ان کی رہنمائی سے انہیں وہ فیض حاصل ہوا کرتا تھا کہ باید و شاید ایسے عالم بے بدل کو جو حقیقی معنوں میں صوبہ کی تعلیمی دُنیا کے روشنی کے مینار اور صوبہ بھر میں تعلیم دینے والوں کی کثیر التعداد جماعت کے اُستاد تھے ۔ افسوس کہ موت کے زبردست ہاتھوں نے اپنے مداحوں اور دعاگو شاگردوں سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا ۔ ہمیں اس واقع روح فرسا میں بحیثیت خاص خوشہ چین ہونے کے جہاں اپنے ساتھ ہمدردی ہے وہاں ان کے دیگر بے شمار شاگردوں کے علاوہ آپکے سپوت پنڈت شانتی سروپ صاحب شرما ایم اے اور پنڈت سری رام صاحب اور میرا و رانکی موقت سورگباشی جی کے دیگر تمام اعزہ و اقارب سے دلی ہمدردی ہے ۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ سرب شکتیمان پرماتما شری پنڈت جی کو آواگون کے مراحل سے نجات دیکر بیکنٹھ باشی کریں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا کریں کہ وہ سورگباشی جی کے سایہ فیض پایہ سے محروم رہ جانے کے صدمے کو برداشت کر سکیں ۔

معزز مضامین نگار اصحاب کی توجہ کے قابل — رسالہ کے ہیڈ کوارٹر میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے رسالہ کی ڈاک کا جو حصہ شریمان سردار جگت سنگھ صاحب جی مجھے ری ڈائرکٹ کرتے ہیں ۔ بعض حالات میں صحیح و سالم موصول ہو جاتا ہے ۔ مگر بعض دفعہ ڈاک خانہ کے کارکنان کی مہربانی سے بیرنگ ہو کر پہنچتا ہے ۔ کیونکہ ٹکٹ ایسی بے پرواہی سے لفافہ یا پیکٹ پر چسپاں کی جاتی ہے کہ ڈاک خانہ کی موہروں کی ضرب سے اکھڑ کر راستہ میں رہ جاتی ہے دو ایک بار میں نے بیرنگ کاغذات کے لینے سے انکار کر دیا مگر سردار صاحب موصوف نے اسے بُرا منایا ۔ لہذا آپ اصحاب مہربانی کرکے کاغذات روانہ فرماتے وقت ٹکٹ اچھی طرح سے چسپاں کیا کریں اور اگر کسی لفافہ کو بک پیکٹ کے طور استعمال کریں تو اس کے اندر صرف مطبوعہ کاغذات ہی ہوا کریں اور اس کے اندر کے کاغذات سے چسپاں کرنے کی کوشش نہ کیا کریں کہ اس صورت میں بھی ڈاک خانہ والے اسے بیرنگ کر دیتے ہیں ۔ ایسے لفافوں پر میرا پورا نام بھی لکھا جایا کرے ۔

(لالہ گیا رام صاحب سچدیو منشی فاضل ایڈیٹر)

افسانہ نمبر جنوری ۔ فروری ۱۹۳۴ء اور مختصر نوٹ و کارروائیاں — رسالہ رہنمائے تعلیم کا آخری حصہ جس میں پنجاب یونیورسٹی کی خبریں سررشتہ تعلیم کے احکام سرکلرات اور ہدایات کے ساتھ گورنمنٹ گزٹ ۔ ریویوز اور مختصر نوٹ اور کارروائیاں شامل ہوتی ہیں ۔ افسانہ نمبر میں شائع نہ ہو سکیں کیونکہ جیسا ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کا اپنا مسالا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ اس حصہ کا اس کے ہمراہ شائع ہونا ناممکن ہو گیا ۔ مارچ نمبر اس تمام کمی کو پورا کر رہا ہے ۔ اور اس میں شک نہیں کہ بعض کاغذات اس حصہ کے بہت دیر کے بعد شائع ہو رہے ہیں مگر مجبوراً ایسا عمل میں آیا ۔ رسالہ کا یہ ضروری حصہ اگرچہ افسانہ نمبر کی زینت نہ ہو سکا مگر خوشی کی بات ہے کہ افسانہ نمبر از سر تا پا ایک مرقع حیرت بن کر بجائے خود اس حصہ سے مستغنی ہو گیا ۔ باقی نمبر بدستور سابق اپنے رسالہ کی روایات کو قائم رکھیں گے اور نامہ نگار اصحاب کی مرسلہ کارروائیوں اور ضروری نوٹوں وغیرہ کے لئے ہونگے ۔

(سچدیو)

ادبی نمائش گوالیار — افسانہ نمبر میں کوئی مختصر نوٹ وغیرہ نہ جا سکا ۔ اس لئے اس نمائش کے انعقاد کی تاریخ سے ناظرین کو آگاہ نہ کیا جائے ۔ بزم اردو لشکر گوالیار نے ۲۶ لغایت ۲۸ فروری کو عظیم الشان ادبی اجتماع کا اہتمام کیا ہے اور اسی ذیل میں نوادر مخطوطات مطبوعات اور مشاہیر اساتذہ کی تحریریں مکاتیب اور تصاویر کی نمائش تھی ۔ جو اپنی قسم کی پہلی اور آپ اپنی مثال تھی ۔ مفصل حالات اگلے ماہ نذر ناظرین ہونگے ۔

پتہ درکار ہے — لالہ پنالال صاحب گپتا انبالوی کا جنہوں نے اپنا ایک مضمون مدرسین کی مالی حالت کے سدھار کا شائع کرا کر وعدہ کیا تھا کہ وہ مدرسین کو مفت مشورہ دینگے ۔ ایک صاحب کو ان سے خاص طور پر مخاطب ہونا ہے ۔ لالہ صاحب بذات خود یا انکے کوئی مہربان مکمل پتہ دیکر ممنون کریں ۔

(سچدیو)

ریویوز

دیوانِ نایاب منشی نبی بخش صاحب نایاب میونسپل کمشنر نکودر ضلع جالندھر کا دیوان آج سے تقریباً اٹھائیس سال پیشتر شائع ہوا تھا۔ انہوں نے ضروری ترمیم و تنقیح کے بعد اس کا دوسرا اڈیشن شائع فرمایا ہے۔ یہ دیوان گزشتہ ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء میں نذیر پرنٹنگ پریس امرتسر سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔ اس کی کتابت و طباعت میں حسنِ ظاہر جلوہ گر ہے۔ اور اس میں دلکشی کی شان پیدا کرنے کے لئے اہتمام بلیغ سے کام لیا گیا ہے۔ کاغذ بھی اعلےٰ قسم کا لگایا گیا ہے۔ ضخامت دوسو تیس صفحات کی ہے۔ اس کی طباعت وغیرہ میں زرِ کثیر صرف کرنے کے باوجود قیمت صرف ایک روپیہ رکھی گئی ہے۔ یہ دیوان جناب نایاب کی اُردو غزلیات۔ فارسی غزلیات۔ نعتیہ کلام۔ قطعات اور چند متفرق نظموں کا مجموعہ ہے۔ ایک مرثیہ بھی ہے۔ جو انہوں نے اپنے برادر عزیز کی وفات پر کہا ہے۔ نعتیہ حصہ میں وہ اشعار بھی شامل ہیں۔ جو انہوں نے ہندی بھاشا میں تحریر فرمائے ہیں۔ ایک مناجات بھی ہے۔ ایک مختصر سی مثنوی بھی فارسی میں لکھی ہے۔ ایک نظم فارسی میں خطہ پنجاب کو مخاطب کرکے کہی ہے۔ اس کے علاوہ خطاب بہ مسلم۔ سیاستِ صحیحہ۔ تصویرِ عبرت یہ تین نظمیں بھی فارسی زبان میں ہیں۔ اُردو غزلیات کے بعد ایک حصہ متفرقات اُردو کا ہے۔ جن میں دو قصیدے نعتیہ ہیں اور پندِ نایاب کے عنوان سے بہت سے منظوم نصائح بھی شامل دیوان کئے ہیں۔ اُردو میں بھی ایک مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات کہی ہے۔ دو تین مختصر نظمیں اُردو میں بھی ہیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ نایاب صاحب نے نظم کی تقریباً ہر ایک صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس مجموعۂ کلام میں ہر مذاق کا آدمی اپنے مذاق کے مضامین مطالعہ کر سکتا ہے۔ اُردو نظم کی تاریخ کا یہ پہلو نہایت دردانگیز ہے۔ کہ شاعر عمر بھر خونِ جگر پیئے اور نظم لکھنے میں سیروں لہو خشک کرے۔ اور اس کے بعد کلام کو شائع کرنے کے لئے زرِ کثیر کا متحمل بھی ہو۔ بہت سی تصنیفات ایسی ہیں جو شاعر کی بے مائگی کی وجہ سے اشاعت پذیر نہ ہو سکیں اور رفتہ رفتہ نااہل ہاتھوں میں آکر تلف ہو گئیں۔ اس کس مپرسی اور کساد بازاری کا جس قدر بھی ماتم کیا جائے۔ کم ہے۔

ہم جناب نایاب صاحب کو ان کی اس تازہ کوشش پر مبارک باد کہتے ہیں اور اس بات کے آرزومند ہیں کہ یہ مجموعہ کلام دنیائے ادب میں اسی نظر سے دیکھا جائے۔ جس کا یہ بجا طور سے مستحق ہے۔ فقط　　(جوش ملسیانی)

دل ربا نظمِ عدن یہ ایک مختصر سا گلدستۂ نظم جناب مولوی محمد یٰسین صاحب دل کش عدنی کی تصنیف سے ہے۔ جس کی ضخامت ۹۶ صفحہ کی ہے اور قیمت چار آنہ ہے۔ سرورق رنگین اور منقش ہے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے۔

ایس۔ ایم رمضان ابن مولوی محمد صدیق تاجرِ کتب عدن۔ علاقہ عرب دلکش صاحب حضرت انصاف کے عزیز شاگرد ہیں۔ انہوں نے اس گلدستہ میں کچھ غزلیات اور کچھ نعتیہ کلام شامل کیا ہے۔ کتابت جلی قلم سے ہے۔ طباعت بھی روشن اور دیدہ زیب ہے۔ کاغذ اچھی قسم کا لگایا گیا ہے۔ زبان صاف اور سلیس ہے۔ روزمرہ شستہ ہے۔ جناب دلکش ابھی زیادہ پختہ مشق نہیں ہیں۔ تاہم ان کی طبیعت کا رنگ حوصلہ افزائی کے قابل نظر آتا ہے۔ ان کی یہ مختصر سی خدمتِ زبان ہر لحاظ سے امید افزا ہے۔ فقط　　(جوش ملسیانی)

روحِ مضامین مرتبہ ایم محمد الدین ادیب آنرزانِ اُردو۔ گورنمنٹ ہائی سکول چکوال۔ ایک سو گیارہ مضامین نثر و نظم کا مجموعہ جس میں سے کئی مضامین مولف کے ہیں اور باقی نامی مضامین نگاروں اور ادیبوں کے ہیں۔ جو اپنی جگہ پر

مفید اور کارآمد ہیں۔ اور ان سے شائقین بہت کچھ مستفید ہو سکتے ہیں۔ زبان اُردو کی مختصر تاریخ۔ چند ضروری اصطلاحات اور اقسام نظم یونیورسٹی امتحانات میٹرکولیشن ادیب عالم اور ادیب فاضل وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اُمیدوار اس سے اپنی ضروریات سے باخبر ہو سکتے ہیں۔ مولف کی محنت قابل داد ہے۔ کرشستہ اور سلیس زبان میں انشا پردازی کے طریق سکھائے اور نمونہ کے طور پر مضامین فراہم کئے ہیں۔ جن کا مطالعہ اُردو زبان کی واقفیت دلانے کا ضامن ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۳ ار مجلد ۱ؔ۔ دیوان وزیر سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب چکوال ضلع جہلم سے مل سکتی ہے۔

چمنستان ریاضی کے تحریری و تقریری۔ اپر مڈل انٹرنس جے وی اور ایس وی کلاسوں کے طلبا کے لئے مفید شے ہے۔ اس کے قابل مصنف چوہدری بھگوان سہائے صاحب ورما سائنس و ریاضی ٹیچر مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ سے ناظرین رہنمائے تعلیم آشنا ہیں جن کے کئی قابل قدر نکات ریاضی گلدستہ اطفال میں آئے دن شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تمام قاعدوں کے مشکل اور دلچسپ سوالات کا حل کمزور طلبا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کافی ضمانت ہے اور مشق کے لئے کافی ذخیرہ موجود ہے۔ کتاب ۱۲ار قیمت پر جو کچھ زیادہ ہے لالہ رام نرائن چوک بازار چھاؤنی سپاٹو ضلع شملہ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

گلدستہ زبانی حساب کے جسے لالہ تیجرام صاحب تیج ڈیروی ایس وی ہیڈ ماسٹر ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول کروڑ ضلع مظفر گڑھ نے اُمیدواران امتحان ورنیکلر فائنل انٹرنس جے وی ایس وی اور جونیر اینگلو ورنیکلر کے فائدہ کے لئے تیار کیا ہے۔ اس میں تمام ابتدائی قاعدوں۔ گروں اور مفید اصولوں کی تشریح کی گئی ہے۔ اور تمام ضروری قاعدے۔ کارآمد فارمولے۔ مفید گر۔ پیمانے اور ان کے استعمال کی موزوں مثالیں درج ہیں۔ خاص طرز اور نمونے کے سوالات بوضاحت سے حل کئے گئے ہیں ضروریات زندگی کے مطابق اور ذہنی قوائے بڑھانے کے لئے امتحانی پرچوں کی صورت میں جدید سکیم کے مطابق سوالات نہایت محنت اور تندہی سے تیار کئے گئے ہیں جو بتدریج مشکل۔ ہمہ رس اور حساب کے تمام قاعدوں پر حاوی ہیں۔ ذخیرہ سوالات کافی ہے حساب الجبرا اور جیومیٹری کا دیگر مضامین سے باہمی تعلق پیدا کر کے کتاب کو خاص منفعت بخش بنایا گیا ہے۔ مولف کی محنت قابل داد ہے۔ ریاضی پڑھانے والے اساتذہ اور شائقین سے آرزو ہے کہ وہ مولف کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں اور اس گلدستہ کی سرپرستی فرمائیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے۔ چھ آنے قیمت پر منیجر بلوچ منزل کروڑ ضلع مظفر گڑھ سے ملتی ہے۔

گنجینہ اخلاق حصہ اول و دوم کے پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی حاکمی لاہوری نے بچوں اور بچیوں کے پڑھنے کے لئے نہایت دلچسپ اخلاقی اور نتیجہ خیز کہانیاں کثیر التعداد کتب تواریخ کی مدد سے تیار کیا ہے۔ اور اسم بامسمیٰ گنجینہ ہے۔ موجودہ وقت میں جبکہ حالات زمانہ آئے دن بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔ معصوم بچوں اور بچیوں کے لئے اس کا مطالعہ خاص منفعت بخش ہوگا۔ زبان سلیس اور صاف ہے۔ طباعت و کتابت دیدہ زیب۔ حصہ اوّل گورنمنٹ بنگال نے جماعت پنجم کے لئے ٹیکسٹ بک مقرر کیا ہوا ہے۔ اور سررشتہ تعلیم صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ نے سیکنڈری سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور کیا ہے۔ صوبہ پنجاب میں یہ حصہ لائبریری اور پرائز بک کے طور پر منظور ہو چکا ہے۔ گورنمنٹ برما نے بطور سٹوری ریڈر اور صوبہ متوسط و برار نے پرائز اور لائبریری بک کے طور منظور ہو چکا ہے۔ اسی طرح سررشتہ تعلیم حیدر آباد دکن اور ریاست بہاولپور نے بھی اس پر اپنی سرپرستی کی مہر ثبت کی ہے۔ قیمت حصہ اول ۹ر حصہ دوم ۱۱ر۔ ملنے کا پتہ منیجنگ ڈائرکٹر صاحب اخبار تعلیم موہنی روڈ۔ لاہور

تاریخی اٹلس حصہ اوّل و دوم کے جسے منیجر صاحب اسکول بُک ڈپو ماچھرہ ضلع میرٹھ نے ایک تجربہ کار اور ٹرینڈ ٹیچر سے تیار کرا کر ورنیکلر مڈل سکولز اور نارمل سکولز کے طلبا کے فائدہ کے لئے شائع کرایا ہے۔ نہایت کام کی شے ہے۔ تاریخی واقعات کو نہایت جامع اور مؤثر طریق پر دیکر بعد میں خاکے دیئے گئے ہیں۔ جو مختلف اوقات کے حکمرانوں کی

وسعت سلطنت کی خبر دیتے ہیں۔ غرض یہ اٹلس جہاں تاریخی واقعات کی نہایت مفید نوٹ بک ہے۔ وہاں اپنے خاکوں سے تمام تاریخ اعادہ کرانے کا کام دیتی ہے یعنی ایک پنتھ دو کاج کی مثال کی مصداق ہے۔ تاریخ کے طلبا اس سے بہت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس مضمون کے اساتذہ کو اس عجیب تصنیف کی سرپرستی فرما کر مصنف کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیئے۔ قیمت حصہ اول ۸ر حصہ دوم ۶ر۔ مینیجر اسکول بک ڈپو ماچھرہ۔ پوسٹ خاص ضلع میرٹھ سے طلب کی جائے۔

رسالہ امرت ترن تارن کا نرنکاری نمبر شری گورو نانک دیوجی مہاراج کے جنم اتسو کی تقریب پر اس رسالہ کے ایڈیٹر صاحبان نے اظہار عقیدت میں نرنکاری نمبر خاص طور پر تیار کیا ہے جس میں مہاراج کی آمد ان کی تعلیم اور اپنے عقیدہ کو نہایت خوبی سے واضح کیا ہے۔ تمام مضامین نثر و نظم نہایت سبق آموز اور پریم کا مخزن ہیں۔ جن کا مطالعہ انسانی دل میں شری گورو صاحب کی عظمت اور جاہ و جلال کو پیدا کرتا ہے اور ان کے کارناموں کی یاد تازہ کرکے خاص پریم میں رنگ دیتا ہے۔ ہر گورمکھی دان مرد اور عورت کو حتی الوسع اس نمبر کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ قیمت سالانہ چار روپے اور زر ریویو نمبر ۲ر خریداری کے لئے مینیجر صاحب سے خط و کتابت کی جائے۔

شاہجہان دہلی یہ علمی ادبی اور تنقیدی نیم ماہی جریدہ کٹڑہ بڑیاں دہلی سے سید ولایت حسین صاحب دہلوی کی ادارت میں یکم اگست سنہ ۱۹۳۳ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے تین نمبر ہمارے پیش نظر ہیں جن سے ترشح ہوتا ہے کہ شاہجہان نہایت عمدہ آغاز لئے ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ اپنے قابل مدیر کی دلچسپیوں کے صدقے شاہجہان ضرور پروان چڑھے گا اور وقت آنے پر ملک کے نامی رسائل میں شمار ہوگا۔ ہر پرچے میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے تصویریں بھی دی جاتی ہیں جن سے رسالہ کی قدر و قیمت میں خاص اضافہ ہو جاتا ہے۔ سالانہ قیمت تین روپے فی پرچہ ۲ر ملنے کا پتہ مینیجر صاحب رسالہ شاہجہان کٹڑہ بڑیاں دہلی

رہنمائے صحت باتصویر۔ مڈل سکولوں کے طلبا کے لئے ورنیکلر فائنل امتحان پرچہ حفظان صحت کی کلید۔ جدید سکیم کے مطابق بہت دلچسپ اور حفظان صحت کا مفید رسالہ بلکہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور اس میں ہندوستانیوں کے لئے بیماریوں سے بچنے کے وسائل اور ان کی عمر درازی کے بے نظیر قواعد اور نسخے درج ہیں۔ ضروریات زندگی اور حفظان صحت کے تعلقات کو جس خوبی سے واضح کیا ہے۔ وہ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ہوا۔ پانی اور خوراک کے بیان پر پورے طور پر اظہار خیالات کے بعد مکانات پر بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں بیماریوں کا مفصل بیان اور چھٹے باب میں انکا انسداد۔ درجہ حرارت کے معلوم کرنے کا طریق۔ مریض کی غذا بنانے میں احتیاط اور ادویات کے متعلق ہدایات ہیں۔ ساتویں باب میں ورزش۔ نہانے۔ پوشاک پہننے وغیرہ کا ذکر کرکے مکھی۔ تمباکو نوشی۔ سر اور بال۔ کان۔ ناخن۔ دانت۔ آنکھیں۔ نیند اور روزانہ کام کرنے کا ٹائم ٹیبل دیا ہے۔ غرض انسانی صحت کو طلبا تک محدود رکھنا ہمیں مناسب معلوم نہیں دیتا بلکہ اس کتاب کا ہر خواندہ شخص کے گھر میں ہونا اور اس میں دی ہوئی ہدایات کی پابندی ہر گرہستی کا فرض ہے۔ رہنمائے صحت اسم بامسمیٰ رہنما ہے۔ اور اس کی رہنمائی میں رہنے والے لوگ خوش نصیب ہونگے کیونکہ وہ انہیں امراض سے محفوظ رکھنے کی پوری ہدایات دیتا ہے۔ ۷ر قیمت پر میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی بازار لاہور سے خریدیں۔

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کی علمی دلچسپیوں کی داد کہاں تک دی جائے۔ جو نہایت مفید کتب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھائے ہے اور اردو زبان میں نہایت قیمتی ذخیرہ جمع کرنے کا موجب ہو رہی ہے۔ چنانچہ مفصلہ ذیل کارنامے جو انجمن مذکور کی طرف سے موصول ہوئے ہیں اس امر کے شاہد ہیں۔

(۱) ترکوں کی اسلامی خدمات اور انکی زبان و ادبیات پر تین لیکچر جو ڈاکٹر مولیس جرمانس پروفیسر بوڈاپسٹ یونیورسٹی نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں دیئے اور انکا ترجمہ سید تاج الدین صاحب بی اے بی ٹی اورنگ آباد نے کیا۔ پہلا لیکچر ترکوں کی

کی تاریخی عظمت اور اہمیت پر ہے اور باقی دو لسانی تحقیق اور انکے ادبی کارناموں کے متعلق ہیں اور حق یہ ہے کہ خاص قابل قدر اور مطالعہ کے لائق ہیں۔ اُردو داں دُنیا کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں ایسے قابل اور محترم لیکچرار کے خیالات حسنہ انجمن ترقی اُردو کے طفیل واضح ہو رہے ہیں۔ قیمت غیر مجلد عہ سکہ انگریزی۔ ملنے کا پتہ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد۔ دکن۔ کاغذ نہایت بڑھیا۔ اُردو ٹائپ

(۲) مرحوم دہلی کالج نوشتہ مولوی عبد الحق صاحب بی اے (علیگ) معتمد اعزازی انجمن ترقی اُردو۔ کتاب کا مضمون نام سے ہی واضح اور روشن ہے۔ کالج سے مراد اورینٹل کالج دہلی ہے۔ جس کے ابتدائے قیام کو سرکاری کاغذات میں سنہ ۱۷۹۲ بتایا گیا ہے۔ کالج کی تاریخ۔ اس کے تغیر و تبدل اور آخر اس کے بند ہونے کا نوحہ سرکاری کاغذات کی بنا پر یا اس کے سوگواروں کی زبانی ہے اور یہ امر بلا مبالغہ درست ہے کہ کالج کی آپ بیتی نہایت عمدگی سے واضح کی گئی ہے۔ اس کا مطالعہ شائقین کے لئے نہایت عبرت بخش اور آگہی فزائے ہوئے ہوگا۔ قیمت بلا جلد عہ سکہ انگریزی۔

(۳) مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر نہایت قابل قدر اور واقفیت بخش رسالہ ہے جسے مولوی عبد الحق صاحب بی اے (علیگ) معتمد اعزازی انجمن ترقی اُردو نے تحریر کیا ہے۔ متعلقین کے لئے اس کا مطالعہ نہایت منفعت بخش ہوگا۔ قیمت کتاب پر درج نہیں۔ کاغذ اور ٹائپ موزوں۔

(۴) جنگ نامہ عالم علی خاں مصنفہ غضنفر حسین مرحوم۔ جس میں نواب آصف جاہ نظام الملک مرحوم اور عالم علی خاں صوبدار دکن کی جنگ کا حال نظم کیا گیا ہے۔ مرتبہ مولوی عبد الحق صاحب بی اے آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو و اڈیٹر اُردو۔ یہ جنگ نامہ تین نسخوں کی بنا پر تیار کیا گیا ہے۔ اور ہر صفحہ پر ضروری تصحیح کی گئی ہے۔ اور ہر نسخہ جات سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ گویا جنگ نامہ کو وجوہ من الوجوہ مستند بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ ۶ قیمت پر انجمن مذکور سے مل سکتی ہے۔

(۵) اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کلام نوشتہ مولوی عبد الحق صاحب معتمد اعزازی انجمن ترقی اُردو صوفی اور اس کی حیثیت دکھا کر ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا ذکر ہے۔ پھر انکا ہندوستانی کو اظہار خیال بنانا اور اس کے لئے معتبر شہادت کا دکھانا۔ بعد میں سلسلہ اور جو بیس بزرگواروں صوفیا کے کلام و تصانیف کی حیثیت اور انکا کلام اور خاتمہ پر حضرت کبیر کا تذکرہ ہے۔ غرض یہ نسخہ صوفیائے کرام کے عہد بعہد تعلقات کو پورے طور پر واضح کرتا ہے۔ اور قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد ۸ر

(۶) رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی داستان سید انشا اللہ خاں مرحوم کی بنائی ہوئی داستان کو بہ صحت و درستی انجمن ترقی اُردو نے باہتمام محمد صدیق حسن صاحب منیجر شائع کیا ہے جس سے یہ داستان قابل مطالعہ ہوگئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ حتی الامکان زبان اور رنگ ڈھنگ بیان کا وہی ہو۔ خاص طور پر جو سید صاحب نے تجویز کیا تھا۔ قیمت فی جلد ۴ر

(۷) تذکرہ ریختہ گویاں مولفہ سید فتح علی حسینی گردیزی جسے مولوی عبد الحق صاحب بی اے (علیگ) معتمد اعزازی انجمن ترقی اُردو نے نئے سرے سے شائع کیا ہے۔ ۱۰۸ شاعروں کا مختصر تذکرہ فارسی زبان میں دیا گیا ہے۔ شروع میں مولوی عبد الحق صاحب کی طرف سے مقدمہ قابل دید ہے اور حالات شعرا خاص آگہی کا موجب ہیں۔ قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

(۸) تذکرہ شعرائے گجرات یا مخزن شعرا ۱۱۲ شعرا کا تذکرہ اور انکے کلام نمونہ نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے۔ شروع میں مولوی عبد الحق صاحب کا تحریر کردہ مقدمہ خاص روشنی ڈالتا ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

متذکرہ صدر آٹھ کتابیں اس قابل ہیں کہ اُردو لائبریریوں کی زینت ہو سکیں اور ان کی سرپرستی ضروری ہے۔ اُردو زبان کی جو خدمتگذاری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد بجالا رہی ہے قابل صد تحسین و آفرین ہے۔

وکٹری ڈائری الہ آباد یہ وہی نفیس ڈائری ہے جو شائقین کی علمی میز کا سنگار اور انکے حساب کتاب وغیرہ کی پوری محافظ ہے اور حسبِ دستور اول نہایت آب و تاب سے اپنی پرانی شان کو برقرار رکھے ہوئے لالہ رام نرائن صاحب گپتا بک سیلر الہ آباد کی توجہ سے شائع ہوئی ہے - کاغذ نہایت بڑھیا رول دار - جلد بہت مضبوط اور دیرپا اور طرّہ یہ کہ اس کے ساتھ کئی مفید معلومات کا ذخیرہ ہے - دھوبی کا حساب اور دیگر فالتو یادداشتوں کے لئے زائد ورق موجود ہیں - ہم شائقین اور اپنے حساب کتاب کے باقاعدہ رکھنے والے اہل علم سے اس ڈائری کے رواج کی پُرزور سفارش کرتے ہیں - ملنے کا پتہ لالہ رام نرائن لال صاحب گپتا بک سیلر و پبلشرز الہ آباد

رسالہ جمالستان دہلی مسٹر مظہر انصاری - نقی دہلوی رقمطراز ہیں کہ ہم ایک ادبی ماہانہ جمالستان کے نام سے جاری کر رہے ہیں - جس کا پہلا پرچہ انشا اللہ ماہ جنوری ۱۹۳۲ء میں شائع ہو جائیگا - اس رسالے کے اجرا کا مقصد وحید زبان اُردو میں معیاری لٹریچر کو ہر دلعزیز بنانے کا ہے -

پیغام اصلاح گورداسپور کا ریڈکراس نمبر رورل کمیونٹی کونسل ضلع گورداسپور کا آرگن پیغام اصلاح جو دیہات اور دیہاتیوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے ہے - صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی سرپرستی اور خواجہ عزیزالدین صاحب احمد ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی منیجنگ ڈائرکٹری میں زیرادارت سردار رام سنگھ صاحب بی اے (آنرز) بی ٹی وچوہدری برکت علی صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی صاحبان مدارس گورداسپور سے شائع ہوتا ہے - اس نے اپنے ستمبر نمبر کو ریڈکراس نمبر نام دیکر نہایت آب و تاب سے شائع کیا ہے - جس میں ستائیس مضامین نظم و نثر اپنی اپنی جگہ پر نہایت سبق آموز درقابل دید ہیں - چھ نہایت عمدہ تصویریں (آنریبل سر ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب - آر سینڈرس صاحب بہادر ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب - رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور - مسٹر نواب سنگھ آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر گورداسپور چوہدری بشیر احمد خاں صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری ریڈکراس سوسائٹی پنجاب اور رنڈت دیوی شرن صاحب بھاردواج ایڈوکیٹ آنریری سیکرٹری ریڈکراس سوسائٹی وسینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن گورداسپور) رسالہ کی خوبیوں کو چار چاند لگاتی ہیں - غرض اس نمبر میں ریڈکراس سوسائٹی کی نسبت تمام واقفیت یعنی اس کے ممبران کے فرائض - سوسائٹی کے اغراض و مقاصد اور تمام ضروری کوائف متعلقہ سوسائٹی کو جمع کر کے دریا کوزے میں بند کر دیا ہے - حفظانِ صحت کے متعلق نہایت ضروری مسالا بہم پہنچایا گیا ہے - اور ریڈکراس نمبر اس قابل ہو گیا ہے کہ صوبہ بھر کے تمام سکولوں میں اس کی ایک ایک کاپی ضرور مہیا کی جائے اور اس سے استفادہ حاصل کیا جائے رسالہ کے تمام کارکنان عام طور پر اور منیجنگ ڈائرکٹر صاحب اور مدیر اصحاب خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں - مخفی نہ رہے کہ راہنما در چوہدری دیوان چند صاحب بینی ایڈوکیٹ رسالہ کے مدیر اعزازی ہیں - خریداری کے لئے منیجر صاحب پیغام اصلاح گورداسپور سے خط و کتابت کی جائے -

ادبی دُنیا لاہور سررشتہ تعلیم پنجاب اور ٹیکسٹ بک کمیٹی کا منظور شدہ رسالہ ایم منصور احمد صاحب سابق جائنٹ ایڈیٹر رسالہ ہمایوں لاہور کے ہاتھوں میں آکر اسم با مسمّٰی ہی رہا بلکہ ایک نئی اور کام کی شے ہو گیا ہے - اور توقع کی جاتی ہے کہ اس کے قابل ایڈیٹر کی دلچسپیاں اسے مزید برآں شاہراہ ترقی پر گامزن کرتی رہیں گی - اس کے بانی مولانا تاجور صاحب کے اعلان کے بموجب اب وہ ایم منصور احمد صاحب کا ہی رہین منت رہیگا - جن کا نام ہی اس کی آئندہ ترقیوں اور خوبیوں کا ضامن ہے - خریداری کے لئے منیجر صاحب سے آرزو کی جائے -

ایزی انگلش کمپوزیشن انگریزی انشا پردازی کی یہ اسم با مسمّٰی نئی کتاب سلیس اور عام فہم زبان میں جلوہ گر ہو کر اپنی مثال آپ بن رہی ہے - اس کے قابل مصنف مسٹر ہربنس لال ڈھینگرہ بی اے بی ٹی ایک نوجوان اور قابل ٹیچر ہی نہیں بلکہ چشم بددور انہوں نے اپنی اس بے نظیر تصنیف سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک قابل مصنف بھی ہیں - اور

طلبا کی ضروریات اور انکے طبائع سے پورے باخبر ہیں اور اپنی تصنیف میں صرف اس قسم کی رہنمائی کا موجب ہوئے ہیں جو اپر مڈل اور ہائی کلاسوں کے طلبا کو انگریزی تحریر میں ماہر کرنے کا بہترین ذریعہ بن سکے۔ ہم نے کتاب کو مختلف جگہوں سے پڑھا اور اس کے تمام حصص پر نظر غائر ڈالی خوشی کی بات ہے کہ اس کا ہر حصہ بجائے خود مکمل اور طلبا کی بہتر رہنمائی کا موجب ہے جس کے ہم انہیں بے اختیار مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ کتاب کا ٹائپ۔ کاغذ۔ اور اس کی خوشنما جلد نہایت مرغوب الطبع ہیں۔ بابو گوپال داس مینیجر مرکنٹائن پریس لاہور سے ۱۲ر فی جلد کے حساب مل سکتی ہے۔

نیو انڈین چاک پنسل کمپنی گوجرانوالہ سکولوں کی دُنیا میں چاک نہایت ضروری اور کام کی شے ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب وہ اپنے صوبہ میں بھی تیار ہونے لگ پڑی ہے چنانچہ زیر ریویو کمپنی نے اپنے کارخانہ میں چاک بنانے اور ارزاں نرخ پر فروخت کرنے کا تہیہ کر کے متعلقین کی توجہ اپنے شامل حال کرنا شروع کی ہے۔ جو چاک بکس بغرض ریویو ہمیں موصول ہُوا ہے۔ اس کے استعمال سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پنسلیں نسبتاً اچھی نرم اور تختہ سیاہ پر عمدہ کام کرنے والی ہیں۔ ہر دو سفید و رنگین چاک کے بکس دو قسم کے ہیں۔ ایک جن میں سو سو پنسل ہے اور دوسرے وہ جن میں ۱۴۴ پنسلیں ہیں۔ اکٹھا خریدنے میں خاص رعایت ہے۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب کو کمپنی کی سرپرستی فرما کر دیسی صنعت و حرفت کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ نرخ و دیگر حالات کے لئے مینیجر صاحب سے خط و کتابت کی جائے۔

پنجابی پنچ امرتسر کا سالانہ نمبر ۱۹۳۴ء پنجابی کے مشہور و معروف رسالہ پنجابی پنچ (گورمکھی) نے ایک نہایت ہی شاندار سالانہ نمبر ۱۹۳۴ء شائع کیا ہے۔ جو کہ پنجابی لٹریچر کا ایک بہترین خزانہ ہے۔ ایسا شاندار اور باکمال نمبر آج تک پہلے پنجابی میں شائع نہیں ہُوا۔ جس کے لئے سردار گوربخش سنگھ نورنگ ایڈیٹر پنجابی پنچ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اِس نمبر میں پنجابی کے باکمال اور مشہور مضامین نویسوں۔ شاعروں۔ فسانہ نویسوں نے اپنے اپنے قلم کے نہایت ہی عُمدہ بیش بہا جوہر پیش کئے ہیں۔ ہر ایک چیز کو عُمدہ جگہ دی گئی ہے۔ اور جو چیز پیش کی گئی ہے بنی ہے۔ اِس نمبر کو دیکھ کر اب کوئی پنجابی کو گنواروں کی زبان نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ یہ نمبر پنجابی کا ڈنکا بجانے کے لئے ایک زبردست جرنیل ہے۔ کئی سہ رنگی تصویریں۔ اور کئی رنگین تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ جو نہایت ہی عمدہ اور قابلِ دید ہیں۔ اتنی خوبیوں کے باوجود اِس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ اور خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جاتا ہے۔ ہم ناظرین سے بزور سفارش کرتے ہیں کہ اِس نمبر کا خود درشن کریں۔ اور رسالہ ہٰذا کی سرپرستی فرمادیں۔ سالانہ چندہ صرف تین روپے۔ خط و کتابت کا پتہ۔ مینیجر رسالہ پنجابی پنچ امرتسر ہے۔

برہم تیج لاہور رسالہ برہم تیج لاہور کا منڈل نمبر دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ پرچہ اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں کے سبب نہایت پسندیدہ اور تعریف کے قابل ہے۔ اس میں برہمن جاتی کے بہت سے برگزیدہ اصحاب کے مضامین درج ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ پرچہ برہمن جاتی میں بہت ہردلعزیز ہے۔ زیر مطالعہ پرچہ میں شریمان پنڈت ترسنگھ لال جی بی اے (آنرز) بی ٹی ہیڈ ماسٹر سناتن دھرم ہائی سکول لاہور و پردھان پنجاب برہمن منڈل کے دلچسپ حالات کے علاوہ اُن کی مبارک تصویر بھی زیب اوراق ہے۔ لہٰذا ہم بڑے زور سے برہمن مدرسین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ خود بھی اس پرچہ کے خریدار بنیں اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں۔ پرچہ کی سالانہ قیمت ایک روپیہ ہے۔ جو برہم جاتی سے پریم رکھنے والا ہر شخص آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ مینیجر رسالہ برہم تیج لاہور کو

درسی کتب کا اتحادی سلسلہ اس سلسلہ کی زنجیر کی پہلی کڑی اُردو کا قاعدہ تھا جس پر قبل ازیں ریویو ہو چکا ہے۔ اسکے قابل مصنف اُستاد دوراں سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی سینیر پروفیسر

اورینٹل کالج لاہور و لیکچرار پنجاب یونیورسٹی اور ماسٹر اودھو رام صاحب منشی فاضل ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ قابل مصنفین نے اتحادی سلسلہ کے سرانجام میں خاص احتیاط کی ہے اور اردو کی دوسری، اردو کی تیسری اور اردو کی چوتھی کتابوں میں جو زیر ریویو ہیں۔ اتحاد کے ساتھ بچوں کے اخلاق سدھارنے اور انہیں دنیاوی ضروریات اور معلومات سے بہرہ ور کرنے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ ان ابتدائی کتابوں میں بچوں کے لئے بہتر سے بہترین حکایات اور انکی آئندہ زندگی کو سلنچے میں ڈھالنے والی روایات کا اندراج کر کے نئی پود پر احسان عظیم کیا ہے جس کے ساتھ ایک پنتھ دو کاج کے مطابق اساتذہ اور والدین کو بھی ممنون کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ کیا ہے زمانۂ سلف کے بزرگوں کے نصیحت آمیز اور دلپذیر کارناموں کا بے بہا مجموعہ ہے۔ اور اخلاقی مضامین کے علاوہ حفظ صحت۔ مناظر قدرت۔ صنعت و حرفت۔ علم طبعیات اور دیگر عام معلومات اور قابلیت کے ایسے مضامین زیب اوراق کئے گئے ہیں جو بچوں کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت ضروری اور شروع سے ہی ان کے دلوں میں ایجادات اور علمی و عملی خیالات کی امنگیں پیدا کرنے کا موجب ہیں۔ مزید براں ہر سبق کے اخیر میں جو سوالات دیئے گئے ہیں بچوں کے قوائے ذہنی کو ترقی کی شاہراہ پر چلانے والے ہیں۔ اور سبق کے اعادہ کے ساتھ خود بخود زباندانی کی مشق بھی ہو جاتی ہے۔ جس طرح ان کتابوں کے پڑھنے سے ہمیں لطف آیا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر ایک ناظر اسی طرح محظوظ ہوگا۔ اور ہم سررشتہ تعلیم کے افسران اعلےٰ اور پرائمری سکولوں کے انچارج مدرسین سے آرزو مند ہیں کہ اتحادی سلسلہ کی قدر اور وقعت بجا طور پر کر کے ملک اور قوم کے نونہالوں کو ان سے بہرہ ور کریں اور ان کی بنیاد ان کتب کے قابل مصنفین کی نیک آرزوؤں کے مطابق اسی طریق پر رکھیں جس سے وہ آئے دن علمی دلچسپیوں میں منہمک ہوتے جائیں۔ تصاویر سادہ اور رنگین۔ طباعت کتابت اور کاغذ کے لئے مفید عام پریس لاہور کا نام کافی ضمانت ہے۔ قیمت دوسری کتاب ۷ر ۱ پائی۔ تیسری کتاب ۷ر ۸ پائی اور چوتھی کتاب ۸ر ۵ پائی۔ ملنے کا پتہ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز مالکان مفید عام پریس لاہور

رہنمائے کلوروفارم کلوروفارم مشہور دوائی کا نام ہے جو ہسپتالوں میں ہر ضروری موقع پر برتی جاتی ہے۔ ایس فیاض احمد صاحب خلف، ڈاکٹر محمد عبد الباسط صاحب پانی پتی نے برسوں کے طویل تجربہ اور متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد تمام کمپونڈروں اور آپریشن کے مریضوں کے لئے کلوروفارم کی نسبت سے انتہا مفید معلومات کا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ کلوروفارم چونکہ مریض کو بیہوش کرنے والی دوائی ہے اس کے استعمال میں خاص احتیاط بکار ہے۔ لہذا یہ رہنمائے جو حقیقت میں اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے متعلقین کی رہنمائی اور آگہی کا موجب ہی نہیں ہوگی بلکہ انہیں مشعل ہدایت کا کام دیگی۔ کتاب کی قیمت آٹھ آنے ہے جو بمد پیشگی وصول کی جاتی ہے اور محصول ڈاک کی خود متحمل ہوتی ہے۔ شائقین آٹھ آنے بذریعہ منی آرڈر یا آٹھ آنے کے ٹکٹ اقبال فارمیسی محلہ انصار پانی پت و منیجر حالی بک ڈپو پانی پت کے نام ارسال کر کے مطالعہ سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

گورنمنٹ گزٹ

ا۔ مردانہ

مسٹر آر سینڈرسن ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب اور انڈر سیکرٹری حکومت پنجاب کی رخصت میں پانچ یوم کا اضافہ نصف اوسط تنخواہ پر ہوا۔ آپ نے ۲۵ اکتوبر کو اپنے عہدہ کا چارج لیا اور مسٹر جے اے پارکنسن ایم اے آئی ای ایس اپنی اصل اسامی پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور پر واپس ہوئے۔ جنہوں نے مسٹر ڈبلیو ایچ ایف آرمسٹرانگ قائم مقام پرنسپل کو سبکدوش کیا جو اسی کالج کے وائس پرنسپل ہیں۔

مسٹر مدن گوپال سنگھ ایم اے پروفیسر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور متذکرہ صدر انتظام میں ۱۰ جولائی سے ۲۴ اکتوبر تک کالج کے قائمقام وائس پرنسپل رہے۔

لالہ رام چندر صاحب سڈوانی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کرنال کو ۲ جنوری ۱۹۳۴ء یا کسی مابعد تاریخ استفادہ سے چار ماہ کی رخصت اوسط تنخواہ پر ملی۔ اگر وہ ۲ جنوری سے رخصت پر جائیں تو وہ مجاز ہیں کہ اپنی رخصت میں ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء سے یکم جنوری ۱۹۳۴ء کے دن تعطیلات کرسمس یوم ولادت گورو گوبند سنگھ اور نوروز شامل کریں۔

لالہ سروپ سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع رہتک اپنی اسامی اور گریڈ میں ضلع مظفرگڑھ تبدیل ہوئے جہاں کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر پنڈت مہاراج نارائن صاحب رازدان کی خدمات ریاست الور میں منتقل کر دی گئی ہیں۔

لالہ رنگ بہاری لال صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ تعلیم پی ای ایس (درجہ اول) میں ترقی یاب ہوئے۔

لالہ چیتن آنند صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج لائل پور پی ای ایس (درجہ اول) میں ترقی یاب ہوئے۔

چوہدری دیوا سنگھ صاحب ٹیچر ڈیمانسٹریشن کالج صدر شاہ پور اپنے گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ میں ایک سال کی آزمائش پر ضلع رہتک کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مقرر ہوئے۔

چوہدری غلام محی الدین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گجرات نے رخصت سے واپس آکر ۶ ستمبر کو اپنے عہدہ کا چارج لے لیا۔

چوہدری سردار عالم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شیخو پورہ کو میڈیکل سرٹیفکیٹ پر دو ماہ کی رخصت اوسط تنخواہ پر ملی۔

بھائی بنتا سنگھ صاحب اے ڈی آئی راولپنڈی ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں اپنی موجودہ تنخواہ پر ضلع گجرات تبدیل ہوئے۔

ایم سعد الدین صاحب سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جہلم ۲ نومبر سے اپنے گریڈ اور موجودہ تنخواہ پر ضلع راولپنڈی میں اے ڈی آئی مقرر ہوئے۔

بھائی گوپال سنگھ صاحب کھربندہ اے ڈی آئی ورزش جسمانی جہلم ۲۰ نومبر سے پنڈت رام رکھا مل صاحب کی بجائے جو ندپر گئے ہیں فزیکل ٹریننگ کے اے ڈی آئی مقرر ہوئے۔

لالہ ہردیال صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ نورمل سکول جالندھر نے رخصت سے واپس آکر یکم نومبر کو اپنے عہدہ کا چارج لے لیا۔

لالہ گوپال داس صاحب کھنہ ٹیچر ملتان کالج ملتان جو سردست سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں زیر تعلیم ہیں ۹ جون سے ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء تک لالہ اوجاگر سین صاحب کی جگہ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیار پور میں ٹیچر رہے۔ اور بعد میں باوا دلیپ سنگھ صاحب کی جگہ

ملتان کالج میں مدرس مقرر ہوئے۔

باوا دلیپ سنگھ صاحب ٹیچر ملتان کالج ۱۱ جولائی ۱۹۳۳ء سے ۵ اکتوبر تک لالہ گوپال داس صاحب کھنہ کے سلسلہ میں انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیارپور کے ٹیچر رہے۔ اور ۱۶ اکتوبر سے گورنمنٹ ہائی سکول کپورتھلہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

باوا ہرونت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کپورتھلہ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیارپور کے ٹیچر رہے۔

ایم سعادت علی شاہ صاحب لیکچرار گورنمنٹ کالج لائل پور کو ۸ نومبر یا اس سے مابعد تاریخ استفادہ سے آٹھ یوم کی رخصت اوسط تنخواہ پر ملی

لالہ سکھدیال صاحب ایم ایس سی ۷ نومبر سے گورنمنٹ کالج لاہور میں قائمقام ڈیمانسٹریٹر زوآلوجی پانچ سال کے لئے مقرر ہوئے۔ اس اسامی کو لالہ دیوا رام صاحب پوری نے خالی کیا تھا۔

ایم محمد عبد الستار صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر اپنی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول پھلور تبدیل ہوئے۔

چودھری عزیز بخش صاحب سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پھلور ایک سال کی آزمائش پر ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ اور اپنی موجودہ تنخواہ گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

لالہ سندر لال صاحب سیکنڈ ماسٹر سنٹرل ماڈل سکول لاہور اپنی موجودہ حیثیت میں گورنمنٹ ہائی سکول ملتان میں تبدیل ہوئے۔ جہاں کے سیکنڈ ماسٹر بھائی ہیرا سنگھ صاحب گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر میں اپنی حیثیت پر تبدیل ہوئے۔

بھائی تلسا سنگھ صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ اڑمڑ بھائی امراؤ سنگھ صاحب متوفی کی جگہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء سے ضلع شیخوپورہ میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مقرر ہوئے۔

ایم محمد یوسف بدر قریشی ٹیچر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر میں سینیر انگلش ماسٹر کے عہدہ پر تبدیل ہوئے۔

ایم محمد حسین صاحب ڈرائنگ ماسٹر و مینوئل ٹریننگ انسٹرکٹر گورنمنٹ کالج لائل پور سے گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور تبدیل ہوئے۔

لالہ منوہر لعل صاحب سائنس ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ اپنی اسامی پر گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں تبدیل ہوئے۔

بھائی گمبند سنگھ صاحب سائنس ماسٹر گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ اپنی اسامی پر گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ تبدیل ہوئے۔

لالہ بھیم سین صاحب ایڈیشنل سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ فرسٹ کلیریکل و کمرشل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول لودھیانہ ہوئے۔

ایم محمد بشیر صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئے۔

لالہ چھوٹو رام صاحب جونیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شورکوٹ ایم عبد الحمید صاحب کی جگہ جو باغبانپورہ گورنمنٹ سکول میں تبدیل ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول چونیاں اپنی اسامی پر تبدیل ہوئے۔

پنڈت برج لعل صاحب سیکنڈ سنسکرت ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر ۵۰-۳-۷۰ کے گریڈ میں زنانہ سٹریٹ فورڈ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر میں تبدیل ہوئے۔

لالہ منوہر لعل صاحب اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی اپنی اسامی پر گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن میں تبدیل ہوئے۔

لالہ جگدیش متر صاحب اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن سے گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی تبدیل ہوئے۔

ایم محمد عالم صاحب اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول بنالہ خورد اور ایم محمد رمضان صاحب اورینٹل ٹیچر ہائی سکول ساہیوال کا فیمابین تبادلہ ہوا۔

(ب) زنانہ

شریمتی سیکھ ونت کور صاحبہ معلمہ سٹریٹ فورڈ زنانہ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج امرتسر ۸۰-۴-۱۰۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئیں۔

مس ایس ملہوترہ بی اے تاریخ استفادہ سے مس آئی ایم ڈیوس مرحومہ کی بجائے زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول لودھیانہ میں قائمقام اسسٹنٹ

ایم اقبال احمد صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لائل پور گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ میں تبدیل ہوئے

مسٹرس ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں مقرر ہوئیں۔

مسماۃ امتہ القیوم مسماۃ شاہ بیگم کے ملازمت سے سبکدوش ہونے پر تاریخ حاضری سے زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر میں قائمقام ورنیکلر ٹیچر مقرر ہوئیں۔

مسز ڈی گون (المعروف مس ڈی جنگز) نے اپنی رخصت سے واپس آکر ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء سے اپنی اسامی کا چارج کیا۔

مس سی ایچ او گرام انسپکٹرس مدارس حلقہ وسطی لائل پور کو ۲ جنوری ۱۹۳۴ء سے یکم ستمبر ۱۹۳۴ء تک اوسط تنخواہ پر ہندوستان اور اس کے باہر جانے کی رخصت ملی ہے۔

مس ایم وٹیگنسٹاف انسپکٹرس مدارس وسپروائزر دومیسٹک اکانومی پنجاب کو جو رخصت دی گئی تھی منسوخ کر دی گئی ہے۔

مس ایس وی کرشن راؤ ایم اے ایل ٹی اسسٹنٹ مسٹرس لیڈی میکلیگن ہائی سکول لاہور ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ سے پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل ل ۲۰۰-۲۰-۴۰۰ میں ۲۹ جون ۱۹۳۳ء سے ترقی یاب ہوئیں۔

مسٹر جی ایس مارکس بی ایس سی ٹیچرس زنانہ کالج لاہور ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئیں۔

مس آر گھوش معلمہ سٹریٹ فورڈ کالج امرتسر ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ اور اپنی موجودہ تنخواہ پر زنانہ کالج لاہور میں تبدیل ہوئیں۔

مس ایچ پی موزمدار وائس پرنسپل لیڈی میکلیگن ہائی سکول لاہور نے اپنی رخصت سے واپس آکر یکم نومبر سے اپنی اسامی کا چارج لے لیا۔

مسز اے بروڑٹن قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس کوئین میری کالج لاہور ۲۷ مارچ سے ۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء تک سپیشل گزیٹڈ پوسٹ میں مس ای ایم ڈکنس کی جگہ ۳۰۰-۲۰-۵۶۰ میں قائمقام رہیں۔

مس ایس غلام حسین صاحبہ مسز بروڑٹن کی جگہ معمولی ٹائم سکیل ۲۰۰-۲۰-۴۰۰-۲۵-۵۰۰ کے گریڈ میں ۸ مئی سے ۹ اکتوبر تک قائمقام رہیں۔

مس کے پی فیروز الدین انسپکٹرس مدارس وسطی حلقہ لاہور ۳۰۰-۲۰-۵۶۰ کی سپیشل گزیٹڈ پوسٹ پر اپنی اسامی اور گریڈ میں مستقل ہوئیں۔

مس ایل ای طامس ڈپٹی ڈائرکٹرس کو وزارت تعلیم کے اعلان نمبر ۱۰۲-ای ایس مورخہ ۹ جون ۱۹۳۳ء کے مطابق مقرر کردہ مشاورتی مجلس کا ممبر مقرر کیا گیا۔

(۱) خانصاحب شیخ اللہ رکھا صاحب بی اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس انبالہ کو حکومت پنجاب (وزارت تعلیم) کی یادداشت نمبر ۲۶ ای ایس مورخہ ۹/۵/۳۳ میں جو رخصت دی گئی تھی منسوخ کر دی گئی ہے۔

(۲) لالہ چیتن آنند صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج لائل پور کو پی ای ایس جماعت دوم کے سیلیکشن گریڈ سے جماعت اول پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل میں ۵/۳/۳۴ سے بطور قائمقام ترقی ملی ہے۔

(۳) لالہ آسورام صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کہروڑ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی موجودہ تنخواہ پر ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول راجن پور مقرر ہوئے۔

(۴) ایم اکبر خاں صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول راجن پور اپنے گریڈ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ اور اپنی موجودہ تنخواہ پر ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کمالیہ مقرر ہوئے۔

(۵) خان عبدالرحمٰن خاں صاحب قائمقام ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کمالیہ ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کے گریڈ میں قائمقام ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کہروڑ مقرر ہوئے۔ انکا اصل عہدہ سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان ہے اور اصل گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ ہے۔

(۶) لالہ نند لال صاحب سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کرنال ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ اور اپنی تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی تبدیل ہوئے۔

(۷) چوہدری عبدالمجید صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول کرنال کے سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

(۸) لالہ سندر لال صاحب سیکنڈ ماسٹر سنٹرل موڈل سکول لاہور اپنے گریڈ ۲۰۰ - ۱۰ - ۲۵۰ اور اپنی موجودہ تنخواہ اور عہدہ پر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان میں تبدیل ہوئے۔

(۹) بھائی ہیرا سنگھ صاحب سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان رخصتی اپنے موجودہ گریڈ کی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور کے سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوئے مگر بدستور رخصت پر رہیں گے۔

(۱۰) لالہ رام لال صاحب ہانڈہ مدرس گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج رہتک ۱۴۰ - ۱۰ - ۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج پسرور میں تبدیل ہوئے۔ آپ سردست سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں۔

(۱۱) بھائی جسونت سنگھ صاحب مدرس گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج پسرور ۱۱۰ - ۵ - ۱۳۵ کے گریڈ میں موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر میں سینیئر

(۱۲) ایم محمد یوسف صاحب بی اے ٹی ٹیچر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ ۱۱۰ - ۱۳۵ کے گریڈ اور اپنی موجودہ تنخواہ پر سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ سکول امرتسر مقرر ہوئے۔

(۱۳) ایم مقبول احمد صاحب سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر اپنے گریڈ ۱۴۰ - ۱۹۰ میں اپنی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج تبدیل ہوئے۔

(۱۴) ایم محمد ایوب صاحب اے ڈی آئی مدارس گوڑگانوہ اپنے گریڈ ۱۴۰ - ۱۹۰ کی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ میں سینیئر انگلش ماسٹر مقرر ہوئے

(۱۵) ایم علی محمد صاحب سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول حصار ۱۱۰ - ۱۳۵ کے گریڈ کی موجودہ تنخواہ پر اے ڈی آئی مدارس ضلع گوڑگانوہ مقرر ہوئے۔

(۱۶) لالہ عطر چند صاحب سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی ۸۰ - ۱۰۰ گریڈ کی اپنی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول حصار میں تبدیل ہوئے

(۱۷) پنڈت چیتر تجیت لال صاحب کے نام کے ساتھ اعلان نمبر ۲۰۹۴ ای مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں ۲۵ - ۳ - ۵۰ کی بجائے ۵۵ - ۳ - ۸۰ پڑھے جائیں

(۱۸) مسز بی ہیمراج بی اے پرنسپل زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نارمل سکول لائلپور اپنے موجودہ گریڈ ۲۰۰ - ۲۵۰ سے پی ای ایس درجہ دوم کے معمولی ٹائم سکیل ۲۰۰ - ۲۰ - ۴۰۰ - ۲۰ - ۵۰۰ میں ترقی یاب ہوئیں۔

(۱۹) مس ڈبلیو این کاکس پرنسپل کوئین میری کالج لاہور نے رخصت سے واپس آکر ۵ اکتوبر کو مس ای ایم ڈنکنس صاحبہ سے اپنے عہدے کا چارج لیا جو اسی تاریخ سے اس کالج میں اپنے اصلی عہدے اسسٹنٹ مسٹرس پر واپس ہوئیں۔

(ا) مردانہ

ایم محمد حسن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول حصار ایم عبید اللہ صاحب کی جگہ ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء سے ۱۴۰ - ۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی موجودہ تنخواہ پر گورنمنٹ ہائی سکول شملہ میں سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

ایم عبید اللہ صاحب سینیئر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شملہ ۱۱۰ - ۱۳۵ کے گریڈ سے ۱۴۰ - ۱۹۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوکر ۱۸ مارچ ۱۹۳۳ء کو گورنمنٹ ہائی سکول حصار ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

جناب مولوی عبد الحمید صاحب ایم اے انسپکٹر مدارس ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز پنجاب رخصت سے واپس آکر ۱۸ نومبر کو اپنی اسامی پر حاضر ہو گئے ہیں

ایم سعادت علی شاہ صاحب لیکچرار گورنمنٹ کالج لائلپور حاصل کردہ رخصت سے واپس آکر ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء سے اپنی اسامی پر " "

سردار شوچرن سنگھ صاحب لیکچرار لودھیانہ گورنمنٹ کالج رخصت سے واپس آکر ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء سے " "

رائے بہادر پروفیسر شورام صاحب کیمسٹری پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کو میڈیکل سرٹیفکیٹ پر ۱۳ نومبر ۱۹۳۳ء سے ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء تک اوسط تنخواہ پر رخصت ملی۔

لالہ دیوکی نندن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کلو ۱۴۰ - ۱۹۰ کے گریڈ میں اپنی اسامی اور جماعت میں مستقل ہوئے۔

سردار تارا سنگھ صاحب ایم اے (آنجہانی) ڈپٹی انسپکٹر لاہور یکم اگست ۱۹۳۲ء سے ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء تک پی ای ایس

(درجہ دوم) کے معمولی ٹائم سکیل سے پی ای ایس کے درجہ اوّل میں ترقی یاب ہوئے اور راولپنڈی ڈویژن کے قائمقام انسپکٹر مقرر ہوئے۔

مسٹر جے ایل وسن انسپکٹر ڈویژن انبالہ دہلی میونسپلٹی کی طرف سے کار خاص سے سبکدوش ہوکر ۱۰؍جنوری ۱۹۳۴ء کو اپنی اصلی اسامی پر واپس آئے اور اسی تاریخ سے مولوی محمود الحسن صاحب ڈپٹی انسپکٹر کو سبکدوش کیا۔

بھائی تیجا سنگھ صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ ارمڑ ۸۰۔۱۰۰ کے گریڈ میں کام کررہے ہیں۔ ۱۱؍ستمبر ۱۹۳۳ء سے بھائی گوبند سنگھ صاحب تبدیل شدہ کی جگہ اپنی تنخواہ پر جالندھر میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔

مسٹر ایم ایل گھوش سینیر کلریکل وکمرشل ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان لالہ پرسرام صاحب متوفی کی جگہ یکم مئی ۱۹۳۳ء سے پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل ۲۵۰۔۲۵۔۵۰۰۔۶۰۰ میں بطور قائمقام ترقی یاب ہوئے۔

ایم سراج الدین صاحب قائمقام لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور یکم جنوری ۱۹۳۴ء سے لالہ ہرکشنداس صاحب ریٹائرڈ کی جگہ پی ای ایس کے معمولی ٹائم سکیل ۲۵۰۔۲۵۔۵۰۰۔۶۰۰ میں بطور قائمقام ترقی یاب ہوئے۔

ایم نبی بخش صاحب سینیر انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ظفروال حال ایڈیشنل ٹیچر گورنمنٹ کالج لودھیانہ ۸۰۔۱۰۰ کے گریڈ سے ۱۱۰۔۱۳۵ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوکر اسی کالج میں مدرس مقرر ہوئے۔

ایم الٰہ بخش صاحب ورنیکلر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ غازیخاں سرکاری ملازمت میں مستقل ہوئے۔

(ب) زنانہ

مس گریس بینی پرشاد صاحبہ ورنیکلر ٹیچر زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول کیمبل پور مس صادق متوفیہ کی اسامی پر ۵۵۔۷۰ کے گریڈ سے اینگلو ورنیکلر شعبہ کے ۸۰۔۱۰۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوکر اسی سکول میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں اور پھر مس صاحبہ شریمتی ٹھاکر دیوی صاحبہ کی جگہ ۹؍جون سے اپنی ورنیکلر ٹیچری اور سابقہ تنخواہ پر واپس ہوکر زنانہ مڈل سکول ساہیوال کی ورنیکلر ٹیچرس ہوئیں۔

مس ای بی مین ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ ورنیکلر سیکشن ۵۵۔۷۰ سے اینگلو ورنیکلر سیکشن ۸۰۔۱۰۰ کے گریڈ میں ترقی یاب ہوکر یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے زنانہ گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں اور پھر اپنے اصل گریڈ اور سیکشن میں تبدیل ہوکر ۹؍جون ۱۹۳۳ء سے زنانہ سکول جہلم میں ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئیں۔

مس ایس وی کرشن راؤ ایم اے ایل ٹی اسسٹنٹ مسٹرس لیڈی میکلیگن زنانہ ہائی اور نورمل سکول لاہور کو ہندوستان لنکا اور نیپال سے باہر مفصلہ ذیل رخصت ملی۔

۴؍جنوری ۳۳ء سے ۱۵؍جولائی ۳۳ء تک نصف اوسط تنخواہ پر ۱۶؍جولائی سے یکم اکتوبر ۳۳ء تک تعطیلات موسم گرما

۲؍اکتوبر ″ ″ ۱۳؍جنوری ۳۴ء ″ ″ ″ ۱۴؍جنوری ″ ۱۸؍جنوری ۱۹۳۴ء تک رخصت غیر مستحقہ

مس ای ایم ڈکنس اسسٹنٹ مسٹرس کوئین میری کالج لاہور کو ہندوستان سے باہر جانے کی رخصت بطریق ذیل ملی۔

۱۔ اوسط تنخواہ پر ۲۲؍مارچ ۳۴ء سے ۳۰؍جون ۱۹۳۴ء تک ۲۔ تعطیلات موسم گرما یکم جولائی ۳۴ء سے ۳۰؍ستمبر ۳۴ء تک

مس ڈکنس کی جگہ ۳۰۰۔۲۰۔۵۶۰ روپیہ کی سپیشل گزیٹڈ اسامی پر قائمقام مقرر ہوئیں۔

مس ڈبلیو این کاکس پرنسپل کوئین میری کالج لاہور نے رخصت سے واپس آکر ۵؍اکتوبر ۳۳ء کو اپنی اسامی کا چارج لے لیا۔

مس بی ای سیموئل یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء سے مس جے رام لال صاحبہ مستعفیہ کی بجائے کوئین میری کالج لاہور میں ۵۵۔۷۰ کے گریڈ میں قائمقام اسسٹنٹ مسٹرس مقرر ہوئیں

مسز حبیب نئی عارضی اسامی پر ۳؍دسمبر ۱۹۳۳ء سے زنانہ گورنمنٹ ہائی اور نورمل سکول رہتک میں ۵۵۔۷۰ کے گریڈ میں قائمقام ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئیں۔

(ج) ضابطہ تعلیم پنجاب نو مطبوعہ (گیارھویں ایڈیشن سال ۱۹۳۲ء میں) ترامیم :-

۱- دفعہ ۴ - جملہ چہارم کے بعد مندرجہ ذیل نوٹ بڑھایا جائے -

"نوٹ - سرکاری اور بورڈ سکولوں میں جو لڑکیاں انگریزی بطور اختیاری مضمون لیں ان سے بھی اسی شرح سے فیس لی جائیگی"-

۲- دفعہ ۱۴۴ میں مندرجہ ذیل فقرہ بڑھایا جائے - زنانہ سرکاری اور بورڈ اینگلو ورنیکلر سکولوں میں حسب ذیل فیسیں بھی لیا کرینگی

(۱) سائنس فیس ۴ر ماہوار ہر طالبہ سے جو سائنس کا مضمون پڑھے (۲) کنڈر گارٹن فیس فی سہ ماہی ۲ر

جماعت ہائے اوّل - دوم اور سوم کی طالبات سے -

(۳) ضمیمہ نمبر ۱۴- الف - موجودہ ضمیمہ کی جگہ ذیل کا ضمیمہ لگایا جائے -

سند - منکہ ...... ساکن ...... پسر $\frac{\text{والد}}{\text{سرپرست}}$ طالب علم ______ $\frac{\text{سکول}}{\text{کالج}}$ کا ہوں -

- ورنیکلر فائنل ایگزامی نیشن
- زنانہ مڈل سٹنڈرڈ اگزامی نیشن
- میٹریکولیشن ایگزامی نیشن
- انٹرمیڈیٹ ایگزامی نیشن

$\frac{\text{کا}}{\text{کی}}$ اُمیدوار ہے - میں اظہار کرتا ہوں کہ میری آمدنی مبلغ دو ہزار روپیہ سالانہ سے کم ہے اور یہ کہ میں پانسو روپیہ سے زیادہ انکم ٹیکس ادا نہیں کرتا -

مورخہ دستخط والد یا سرپرست

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میرے بہترین علم کے مطابق مذکورہ بالا اظہار صحیح ہے - دستخط - عہدہ مورخہ

اگر والد یا سرپرست سرکاری ملازم ہے تو عہدہ دفتر یا محکمہ - اگر والد یا سرپرست بورڈ سروس میں ہو یا پیشہ ور ہو تو مجسٹریٹ -

رہنمائے تعلیم کا فسانہ نمبر

مکرمی مولانا محمد حسین صاحب ادیب ایم اے۔ بی ای ڈی اپنے ایک کرم نامہ میں یوں رقمطراز ہیں:-

اس سال تمام رسالوں کے سالنامے سنین ماضیہ کے مقابلہ میں ذرا کمتر درجہ کے نکلے ہیں جس کی وجہ غالباً موجودہ اقتصادی و معاشی کساد بازاری ہے۔ لیکن

آپ نے اس معاشی کساد بازاری اور اقتصادی پستی کے زمانہ میں بھی جس شان سے فسانہ نمبر شائع کیا ہے۔ وہ آپ کی غیر معمولی فیاضی، بلند ہمتی، ایثار اور جوش عمل کی بین دلیل ہے۔ اس پیرانہ سالی میں یہ جوان ہمتی قابل صد تحسین ہے۔ میں آپ کو اس شاندار و کامیاب اشاعت پر مبارک باد دیتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

پروفیسر رام سروپ صاحب کوشل ایم اے اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

میں نے جوبلی نمبر نہیں دیکھا لیکن کیا افسانہ نمبر کو بجا طور پر "گل صد رنگ" نہیں کہہ سکتے؟ آپ نے اسے ایک شاندار ادبی چیز بنا دیا ہے۔ میں اس کامیابی پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

محترمی حضرت گوہر رامپوری اپنے ایک نوازش نامہ میں لکھتے ہیں کہ

فسانہ نمبر قابل قدر چیز ہے۔ اللہ تعالےٰ اہل ہند کو توفیق بخشے۔ کہ وہ قدردان ہوں۔

چوہدری محمد عبداللہ صاحب کامل ایم اے لکھتے ہیں

افسانہ نمبر دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ ہر حیثیت سے یہ نمبر قابل مبارک باد ہے۔

فسانہ نمبر مل گیا۔ واقعی لاجواب رسالہ ہے۔ ہم مدرسین آپ کے احسان سے ایسے دبے ہوئے ہیں کہ آپ کی خدمت جیسی کہ چاہئے نہیں کر سکتے۔　　راقم جگن ناتھ شرما مرچپور

مشہور اسلامی ناول جن کی اس وقت تمام ہندوستان میں دھوم ہے

رہنمائے تعلیم کے فسانہ نمبر کے خریداروں کو نصف قیمت پر دیئے جائینگے

آستانہ کی حور	عمار	سیتا	عہ ر
فتح انطاکیہ دو حصہ	للعہ ر	ناول ۱۱۳	ہے ر
فتح یرموک	عہ ر	بخیل کی دولت	عہ
سعید فلپانہ	عار	پرکالہ آتش	عہ ر
جنگ سیف و ہلال	عار	پرستان بغداد	۸ر
دوشیزہ کابل دو حصہ	للعہ ر	حق بحقدار	ہے ر
حور عرب	عہ ر	تماشا گاہ عالم	عہ ر
مشرقی حور	عہ ر	سرگذشت چار حصے	۱۲ر
معشوقہ ہند	عار	خونی تلوار دو حصہ	لعہ ر

ناول مصنفہ مولانا عبد الحلیم شرر لکھنوی

فلورا فلورنڈا	عہ ر	ملک العزیز ورجنا	عہ ر	دلچسپ کابل	عہ ر
منصور موہنا	عہ ر	حسن بن صباح	۶ر	میوہ تلخ	۱۲ر
حسن انجلینا	عہ ر	دلکش کابل	عہ ر	بدر النساء کی مصیبت	۸ر
فردوس بریں	عہ ر	شہید وفا	۸ر	درگیش نندنی	عہ ر

ناول ترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری

خونی چکر	ہے ر	آتشی کتا	عہ ر	سنہری بچھو	عار
سنہری لاش	ہے	سراب زندگی	عہ ر	مقدس جوتا	عار
آزادی	عار	کارنامجات آرسن لوپن	عار	انمول ہیرا	عہ ر
خنجر بیداد	ہے ر	نقل شب چراغ	عار	مہر خموشی	عار
منزل مقصود	عہ ر	مصری جادوگر	ہے	حکایات شرلک ہومز	عار

تاریخی عربی ناولوں کے ترجمے

امین و مامون — خلافت بنی عباس کے جلیل القدر ارکان کی زندگی کا خلاصہ قیمت ... ہے ر

شارل و عبد الرحمن — فرانسیسی بہادروں کا مسلمانوں سے مقابلہ اور شکست وغیرہ۔ قیمت ہے ر

ابن طولون تیسری صدی کی مصری اسلامی حکومت کے سیاسی واقعات عار

عروس فرغانہ خلیفہ معتصم باللہ کے عہد حکومت کے پراسرار واقعات ۱۲ر

محبوبہ قریش حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے عہد کی فتوحات کا ذکر عہ ر

اسمعیل صفیہ — اسمعیل کا ڈاکوؤں کے خوف سے وطن کو خیرباد کہنا۔ اسکی بیوی کا گم ہونا۔ ڈاکوؤں کا تباہ کرنا وغیرہ۔ قیمت ۸ر

جنگ قفقاز — علاقہ قفقاز میں بہادر لڑکوں کی جانبازی در سرفروشی کی داستان۔ قیمت ۶ر

جنگ سمرنا — بہادر ترکوں کی تباہی کا سچا واقعہ یونانیوں کی خونریزی نہایت عبرتناک سین۔ قیمت ۸ر

اورنگزیب اور چنچل کماری ایک پاکباز راجپوت لڑکی کا تاریخی قصہ ۸ر

نازنین بلخ حب الوطنی کا عجیب وغریب فسانہ۔ قیمت ۸ر

خونی شہزادہ — رقابت کی چاشنی میں معشوق عاشق سفت کا کسی اور کو دل دینا اور پریشان ہونا آخر میں عاشق صادق کی کامیابی پُراثر الفاظ میں۔ قیمت عہ ر

جاجی لغلول ۱۲ر — طرح دار لونڈی عہ ر

کایا پلٹ عہ ر — مرنالنی عہ ر

ماسٹر صاحبان سے درخواست ہے کہ یہ ناول اپنی سکول لائبریریوں کے منگالیں۔

درخواست کرتے وقت فسانہ نمبر کی خریداری کا حوالہ ضرور دیں

منیجر انتخاب لاجواب لاہور

درخواست کرتے وقت فسانہ نمبر کی خریداری کا حوالہ ضرور دیں

ملنے کا پتہ۔ گلاب چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب۔ انارکلی لاہور

جلد ۱۴ | بابت ماہ مارچ ۱۹۳۴ء | نمبر ۳

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۸ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈالکر بھیجدیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے۔

منیجر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی ۵۵۰ لاہور

دلچسپ معلومات

گائے سے مزدور کا کام:- ونٹا ویو میں ایک کسان کے پاس ایک گائے ہے۔ جو اپنے سینگوں سے واٹر پمپ چلاتی ہے اور مالک کیلئے پانی مہیا کرتی ہے۔

آرام کرسی سے قطع سفر:- لنڈن میں ایک عجیب و غریب آرام کرسی ایجاد کی گئی ہے جس کے چار پہیے ہیں۔ جو بجلی کے زور سے

چلتے ہیں۔ سنگھم کارپوریشن کے صدر نے پہلی
بار اس پر پچاس میل کا سفر کیا ۔

سویڈن کے ایک شخص کو کیڑے مکوڑے پالنے
اور اُن کے حالات معلوم کرنے کا بہت شوق
ہے۔ اسکے پاس مختلف قسم کی ایک لاکھ تیتریاں
موجود ہیں۔ جو اُس نے دُنیا کے مختلف ملکوں
سے منگوائی ہیں ۔

جہاز سمندر میں چلتے ہوئے جھکولے کھاتے
ہیں جس سے مسافروں کی طبیعت خراب
ہو جاتی ہے۔ اور اکثر بیمار ہو جاتے ہیں
اب ایک فرانسیسی نے ایک ایسی مشین
ایجاد کی ہے۔ جو جہاز کو جھکولے نہیں
لگنے دیگی۔ اور سمندر کے سفر میں مسافروں
کو ذرا تکلیف نہ ہوگی ۔

بے رُوح اخبار فروش ۔ ایک روسی
نوجوان موسیو فلیو گراڈرف نے ایک "روبٹ"
مشین یعنی لوہے کا آدمی ایجاد کیا ہے۔ جو
اخبار بیچتا ہے۔ اور اہم خبروں کی سُرخیاں
بھی بلند آواز سے سناتا ہے۔ اور اگر اُسے
کوئی زیادہ قیمت کا سکہ دے۔ تو اس کے
بقیہ دام بھی واپس کر دیتا ہے ۔

بچوں کیلئے ایک موٹر سائیکل تیار ہوا ہے
اس کا وزن ۳۰ پونڈ ہے۔ بالکل ہی ڈھانچہ
ہے۔ رفتار بھی کافی ہے ۔

ہز ایکسیلنسی نواب احمد سعید خاں گورنر یو۔پی
نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کو پندرہ ہزار روپے
دئے ہیں۔ آپ نے اسی یونیورسٹی میں
تعلیم حاصل کی تھی ۔

دہلی کے مشہور و معروف نابینا حکیم عبدالوہاب
انصاری نے سوا لاکھ روپیہ مسلمان عورتوں
کو دایہ گری کی تعلیم دلانے کیلئے دیا ہے ۔
(مرسلہ ابوالوفا شوق درانی)

بھونچال کی خبر دینے والا درخت ۔ جزیرہ
کیوبا میں آئے دن بھونچال آتے ہیں۔ لیکن اس
جزیرہ کے رہنے والے لوگوں کو ایک عجیب طریق سے
بھونچال کے آنے کی پہلے خبر ہو جاتی ہے۔ بات یہ
ہے کہ اس جزیرہ میں ایک خوشنما درخت ہے۔ جو
سات آٹھ فٹ لمبا ہے۔ بھونچال آنے سے ایک
دن پہلے اس کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ لوگ جب
اس درخت کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو وہ اپنے م
م بچاؤ کی صورت کر لیتے ہیں ۔ (آئیون سنٹر پیٹرک جماعت ہشتم سنٹرل موڈل ہائی سکول لاہور)

بیوطن طالب علم کی مناجات

کب تک بھلا سہوں یہ درد فغاں خدایا | بے حد تباہ ہوں میں، کر رحم ہاں خدایا
جاؤں کہاں الٰہی در چھوڑ کر میں تیرا | کس سے کہوں میں جاکر درد نہاں خدایا
آتا نظر نہیں ہے کوئی مجھے ٹھکانا | تجھ سے اگر نہ مانگوں جاؤں کہاں خدایا
پردیس میں جو آیا آیا ترے سہارے | دے مجھ کو اب سہارا اکر شادماں خدایا
احباب و اقربا سے بچھڑا ہوں میں الٰہی | مجھ پر نظر عطا کی رکھ جاودانی خدایا
توفیق (طاقت) دے الٰہی رسوا نہ کر جہاں میں | عاجز ہوں بیوطن ہوں رکھ شادماں خدایا

مقصود در پہ تیرے اب آ پڑا ہے مولے
دونوں جہاں میں اس کو کر کامراں (کامیاب) خدایا

بچوں کا افسانہ نمبر:-

اس میں بچوں کے پڑھنے پڑھانے اور ایکدوسرے کو سنانے کیلئے نہایت دلچسپ مزیدار اور ہنسانیوالی کہانیاں جمع کیگئی ہیں جو نہایت آسان سلیس اور مزیدار ہیں۔ علاوہ ان کے دلچسپ لطیفے بھی دیئے گئے ہیں۔ طالبعلم اس گلدستہ کو دیکھکر پھولے نہیں سمائینگے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قیمت صرف ۴/ اگر دس دس بیس بیس لڑکے ملکر دس دس بیس بیس کاپیاں ایک ہی پارسل میں طلب کرینگے تو ان سے فی کاپی ۲/ کے حساب سے دام لئے جائینگے اور محصولڈاک بھی معاف کیا جائیگا۔ ورنہ ایک کاپی کے لئے ۵/ کے ٹکٹ بھیجنا پڑینگے۔ ذرا جلدی کیجیے ورنہ یہ دلچسپ کہانیاں ختم ہو جائینگی۔ اور پھر آپ کو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ملنے کا پتہ : منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

لنگڑا مُرشد

(طاہر غلام ناصر خاں طاہر سکینڈ ایر کلاس گورنمنٹ کالج لاہور)

لوگ کہتے ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے لیکن کوئی اُن سے یہ پُوچھے کہ بڑھاپا کیا ہوتا ہے؟ اب ہماری ہبن بُوا عرف دادی جان کو ہی لے لو۔ ایکدن میرے پاس آئیں۔ اور بولیں "میرے لال! آج کل تو تجھے چھٹیاں ہیں ذرا مجھے بھی اردو کا قاعدہ ختم کرا دے۔" مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے ان سے کہا۔ مگر دادی تم تو اتنی بڑی ہو۔ بھلا بوڑھے طوطے بھی پڑھا کرتے ہیں؟" دادی کہنے لگیں "یہ تو جانتی نہیں۔ مگر جس دن سبق دوگے اُس دن ایک کہانی سن لو۔ اور جس دن اگر ہمیں سبق نہیں دوگے...... تو...... ہاں بس۔" یہ کہکر وہ مسکرائیں۔ ہمنے جلدی سے کہا "تو میں منع بھی کب کرتا ہوں۔ سو کام چھوڑ دوں اور تمہارا سبق ناغہ نہ ہو۔ مگر کہانی...... وہ ہم ضرور سُنا کرینگے۔" دادی راضی ہوگئیں۔ غرض اسدن پانچ پیسے کی ریوڑیاں منگائی گئیں۔ اور ہم نے انہیں پڑھایا:۔ "الف سے آدمی ب سے بلی۔ پ سے پنکھا۔ ت سے ترازو۔ ٹ سے ٹوپی ث سے ثمر۔ تقریباً دس مرتبہ انہیں یہ سبق کہلوایا شام کے وقت میرے پاس آئیں اور بولیں "لو بھئی ذرا ہمارا سبق بھی سن لو۔ چنانچہ کتاب کھولکر بیٹھ گئیں اور پڑھنا شروع کیا۔ الف سے بندر۔ ب سے لوہار۔ پ سے حقہ۔ ت سے کوٹھو۔ ٹ سے کلہاڑی۔ ث سے مولی۔

مجھے یہ سنکر سخت غصہ آیا مگر ضبط کیا۔ کیونکہ اگر ذرا بھی ان کو کچھ کہا جاتا۔ تو وہ بھی بگڑ جاتیں۔ اور پڑھنا چھوڑ دیتیں۔ پھر کہانیاں کیسی......؟ میں نے کہا "دیکھو دادی! تم سب غلط کہہ رہی ہو۔ تمہیں الف سے بندر

کس پاجی نے بتایا ہے۔ اور ذرا اس نامعقول کا نام تو بتانا جس نے کہ بے لوہار بتایا ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ بھلا کچھ ٹھکانا ہے"

دادی نے کتاب بند کردی۔ اور بولیں "اس طرح تو ہم سے کبھی بھی نہ آئیگا۔ ایک اور طریقہ بتاتی ہوں۔ ہر لفظ سے ایک مٹھائی کا نام بتاؤ۔ پھر دیکھو کیسے یاد نہیں رہتا.... لو میں خود ہی بتاتی ہوں۔ تم حرف بولتے جاؤ۔ پہلے ہے الف۔ تو الف سے انڈہ۔ ب سے برفی۔ پ سے پیڑہ ت سے تربوز۔ اس کے آگے کیا ہے" ہمیں نے ٹ بتایا۔ تو کہنے لگیں کہ "ٹ سے کسی مٹھائی یا پھل کا نام بتاؤ" ہمیں نے سوچکر کہا کہ "ٹ سے تو کسی پھل یا مٹھائی کا نام بنتا نہیں" ؛

اتنا سنتے ہی دادی چیخ کر بولیں "۔کیا کہا؟ کوئی مٹھائی نہیں بنتی۔ بس اپنے مرشد کی قسم ہے یہ منحوس حرف۔ کبھی یاد نہیں رہیگا۔ ہمارے مرشد۔ خدا ان کو جنت نصیب کرے لنگڑے تھے۔ یہی فرمایا کرتے تھے کہ جس چیز میں شیرینی نہ ہو۔ وہ بڑی منحوس ہوتی ہے"

میں نے پوچھا" تمہارے مرشد کا کیا نام تھا" دادی ڈانٹ کر بولیں "بس خبردار جی! لو اور سنو! کل کے لونڈے اور ہمارے مرشد کا نام پوچھتے ہیں۔ ہونہہ .... نام .... یہ نہیں کہا جاتا کہ مرشد صاحب کا اسم شریف بتاؤ"

"خیر وہ اسم شریف ہی سہی" میں نے معذرت کے طور پر کہا" میں نے سنا ہے کہ وہ نیک آدمی تھے"

دادی خوش ہوگئیں" اجی نیک سے نیک تھے۔ وہ تو بس فرشتہ تھے فرشتہ ان کی زندگی کے ہزار واقعات ایسے ہیں جو ایک معجزہ سے کم نہیں۔ اب اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر چلہ کھینچا کرتے تھے۔ بس ایکدن بدقسمتی سے انکی ٹانگ شریف شہید ہوگئیں" ؛

میں نے کہا" تو کیا چلہ کھینچتے ہوئے

ان کی ایک ٹانگ غائب ہوگئی ؟
دادی بولیں "نہیں یہ ایک حادثہ ہوا
تھا۔ اگر تمہیں اتنا ہی اصرار ہے۔ تو رات
کو سنادونگی" خیر تو پیر صاحب قبلہ کا اسم
شریف تو بتا دیجئے" میں نے کہا۔
دادی نے نہایت عقیدتمندی سے
جواب دیا" لوگ انہیں گپو میاں کہا کرتے
تھے"
گپو میاں کے نام پر میں چونک پڑا۔ یہ
شخص ایک چور تھا۔ اور جاہل لوگوں پر
اپنا رعب اور وقار قائم کر لیا کرتا تھا۔
لوگوں میں مشہور تھا کہ وہ پیتل سے سونا بنا
سکتا ہے۔ بہر حال ہماری دادی بھی انہی
کی مرید تھیں۔ گپو میاں کو چوری کے سلسلہ
میں ایک مرتبہ ہیبہ کا داغ بھی دیا گیا تھا
جو ان کے بائیں شانہ پر تھا۔ اور ان کی
ٹانگ ٹوٹنے کا یہ واقعہ تھا۔ کہ ایک مرتبہ
وہ چوری کرنے کسی مکان میں گھسے۔ وہاں
جاگ ہوگئی۔ انہوں نے چھت پر سے
چھلانگ لگا دی۔ اور ایک ٹانگ کھو
بیٹھے۔ وہ تو یہ کہو کہ زندگی تھی۔ بچ گئے۔ ورنہ
مرنے میں کیا کسر رکھی تھی۔ ....
.... میں یہ سننا چاہتا تھا کہ
دیکھوں دادی اس واقعہ کو کسطرح بیان
کرتی ہیں؟ جو انہوں نے بیان کیا۔ وہ بھی
ملاحظہ ہو:۔
"پیر گپو میاں صاحب قبلہ بڑے اللہ والے
آدمی تھے" دادی نے کہنا شروع کیا انسان
تو انسان جنگل کے جانور تک مثلاً شیر چیتے
اور بھیڑیئے وغیرہ بھی ان کے مرید تھے۔
اور بھیا میں نے تو سنا ہے کہ جب وہ
جنگل میں جایا کرتے تھے۔ تو شیر اپنی دم
سے جھاڑ دے کر ان کے واسطے جگہ
صاف کیا کرتا تھا ؛
میں نے کہا" ان کے بائیں شانہ پر
کوئی داغ تھا؟
دادی بولیں" ارے بیٹا! وہ داغ
تھا؟ پیر صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ جتنے

اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں۔ ان کے
فرشتہ داغ لگا دیتے ہیں۔ پس اس
داغ میں سے عطر کی لپٹیں آیا کرتی تھیں۔"
خدا کی پناہ! اس جھوٹ پر تو غور کیجیے۔
لیکن دادی بالکل بےقصور تھیں۔ وہ بچاری
سیدھی سادھی عورت کیا جانیں ان گھاتوں
کو۔ جو کچھ بھی اس ملعون نے کہا۔ بس انہوں
نے آمنّا وصدّقنا کہہ کر اس پر یقین کر لیا۔
جو کوئی گپّو میاں کے خلاف ایک بات
بھی کہے۔ وہ ان کے نزدیک کافر تھا۔ ایسے
شخص کو پھر بھلا کیسے کوئی سمجھائے۔ کہ
سزا اور چوری کے داغ کو وہ نیکی اور عبادت
کی علامت سمجھیں ٭

خیر یہ تو داغ کی حقیقت تھی۔ اب ذرا
گپو میاں کی ٹانگ کی حقیقت سنئے۔

"ایک مرتبہ گپو میاں جنگل میں جا رہے
تھے۔ ایک نہر کے کنارے جا کر جو انہیں
تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ تو وہیں پر ایک درخت
کے نیچے پڑ کر سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد
ایک شیر نہر پر پانی پینے آیا۔ اس نے
جو پیر جی کو دیکھا۔ بس خوش ہو گیا۔ اک
دم ان کی ٹانگ پکڑ کر چبا گیا۔ پیر صاحب
نے زور سے ایک چیخ ماری۔ بس اسی
وقت شیر مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور تمام
جنگل میں اندھیرا چھا گیا۔ نہروں اور دریاؤں
کا پانی خشک ہو گیا۔ اور جانوروں کو بڑی
تکلیف ہوئی۔ انہوں نے شیرنی کو دیکھا
کہ دو چھوٹے چھوٹے بچے لیکر آئی پہلے
اس نے شیر کا مُنہ چاٹا۔ پھر پیر جی کے
پاؤں پر لوٹنے لگی۔ پیر جی کو رحم آ گیا اور
انہوں نے دُعا مانگی جس سے شیر بھی زندہ
ہو گیا۔ اور جنگل کا اندھیرا دور ہو گیا۔ بس اسدن
سے جنگل کے تمام جانور گپو میاں کے معتقد
ہیں" ٭

دادی بولیں "یہ تو ایک واقعہ ہے
لیکن بعض لوگ کچھ اور وجہ بیان کرتے ہیں
وہ بھی سنو:" ایک شخص پر آسیب کا سایہ
تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے بہت

سے علاج اور تعویذ گنڈے کئے۔ لیکن اس کو بالکل آرام نہ ہوا۔ آخر اس کے رشتہ دار پیر صاحب گپو میاں کے پاس آئے۔ اور ان کو اس شخص کے پاس لیگئے۔ پیر جی نے غور سے اس شخص کو دیکھا۔ پھر الدم بول اُٹھے :" ابے میں تجھے پہچان گیا۔ اس شخص کا پیچھا چھوڑ دے۔ ورنہ جلاکر خاک کر دونگا"

آسیب یہ سنکر ہنسنے لگا۔ بس گپو میاں کو جوتاؤ آیا۔ آسیب کی طرف جھپٹے۔ اور تلوار نکالکر اسپر حملہ کیا۔ آسیب تو مر گیا۔ لیکن گپو میاں کی ایک ٹانگ شہید ہو گئی"

دادی پھر فرمانے لگیں " بیٹا رات کو گپو میاں کا نام لیکر سونا۔ شاید بشارت ہو جائے گپو میاں کی"

میں نے کہا " بس مجھے معاف ہی رکھیئے۔ خدا مجھے اس کی منحوس شکل نہ دکھلائے " معلوم ہوتا تھا۔ کہ دادی غصہ ہو گئیں۔ اور بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں ....

یہ کہانی صرف اسواسطے بیان کی گئی ہے۔ کہ ہندوستان کی عورتیں اکثر سادھوؤں اور فقیروں کی معتقد ہوتی ہیں۔ ان کی ہر بات کو صحیح مان لیتی ہیں۔ چنانچہ روز اخبار میں کوئی نہ کوئی ایسی خبر ہوتی ہے۔ کہ فلاں شہر میں ایک سادھو مقیم تھا۔ اور وہ اتنا نیک اور بزرگ مشہور تھا۔ لیکن اتنے اتنے زیورات اور روپیہ لے کر بھاگ گیا۔

گلدستہ بھائیو! تم کبھی کسی فقیر یا سادھو کے جھانسے میں نہ آنا۔ یہ لوگ فرشتہ صورت لیکن شیطان سیرت ہوتے ہیں۔ اور بھیڑ کے لباس میں بھیڑئیے ہیں ٭

دو بھائی

(ابو الوفا شوق درانی از شملہ)

ضلع گوجرانوالہ میں ایک خانصاحب
مشہور و معروف آدمی تھے - ان کے دو
بیٹے تھے - ایک کا نام رشید تھا دوسرے
کا مجید - رشید مڈل فیل تھا - مگر خود پسندی
اسمیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - اس
کے علاوہ مغرور - حاسد - اور بد اخلاق بھی
تھا - مجید انٹرنس میں تعلیم پاتا تھا - بڑا شریف
اور مؤدب - یہی وجہ تھی کہ عوام اس کے
گرویدہ تھے - اور خانصاحب اسے اعلیٰ
تعلیم دلانا چاہتے تھے - مگر افسوس کہ اُسی
سال ان کا انتقال ہو گیا ؛

اب مجید غم اور اضطراب میں رہنے لگا
اور بڑا بھائی رشید کھلے بندوں باپ کے
گاڑھے پسینے کی کمائی اڑانے لگا - یہاں
تک کہ روپیہ پیسہ ختم ہونے پر مکانات
اور اراضیات فروخت کرنے لگا - باپ
کی افسوسناک وفات کی وجہ سے مجید انٹرنس
میں فیل ہو گیا - اب رشید نے موقع جان
اپنے چھوٹے بھائی کو خوب لعنت ملامت
کر کے اسکی دل شکنی کی - چنانچہ وہ بیکسی
کے عالم میں منٹگمری کی طرف پا پیادہ چلا گیا
اور چک مہدی کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے
آ کر فریاد کی - ان دنوں وہاں کے ہیڈ ماسٹر
منشی سراج الدین خاں صاحب جالندہری
تھے - جو مجسم رحمدل تھے - چنانچہ انہوں
نے اس کا تمام خرچ اپنے ذمہ لیکر
اسے اپنا بیٹا بنا لیا ؛

اب رشید کی داستان سنئے - کہ وہ
بالکل مفلس و نادار تھا - اور فاقے پر فاقہ
گذرتا تھا - مگر کوئی ذریعہ معاش نظر نہ آتا

تھا۔ اُدھر مجید نے اپنی ذہانت اور ذاتی محنت کی بدولت خوب ترقی کی۔ اور پانچ برس کے قلیل عرصہ میں بی اے کا امتحان پاس کر لیا منشی سراج الدین خانصاحب نے اعلیٰ تعلیم کیلئے ولایت بھیجدیا۔ اور وہاں سے قانون پڑھکر ایک کامیاب بیرسٹر بن کر واپس آیا۔

یتیم مجید کا نام اب خان عبدالمجید خان بی اے بیرسٹرایٹ لا تھا۔ ہرسمت اس کی قابلیت اور لیاقت کا شہرہ تھا۔ بس اب کیا تھا۔ خوب دولت کمانے لگے۔ قابل ستائش بات یہ ہے کہ بیرسٹر صاحب نے منشی صاحب کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

افلاس کا مارا رشید بھی اُدھر آنکلا ایک خوبصورت محل دیکھکر اس کا دل بھر آیا۔ چنانچہ رات کو تقریباً بارہ بجے نقب لگائی اور جلدی سے جواہرات اور زیورات کی گٹھڑی باندھلی اور بھاگنے کو تیار ہی تھا کہ مالک مکان جاگ اٹھا۔ اور اس نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور خوب زدوکوب کیا۔ دریافت کرنے پر مالک مکان کو معلوم ہوا۔ کہ یہ میرا ہی بدنصیب بھائی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی اس نے اپنے بھائی کی خاطر تواضع کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اور چند ہی دنوں میں اُسے ایک ملازمت بھی دلا دی۔ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کے اس غیر متوقع سلوک سے بہت شرمندہ ہوا۔ توبہ کی اور مرتے دم تک اسکا وفادار بنا رہا۔

مندرجہ بالا حکایت ایک سچا اور سبق آموز واقعہ ہے۔ جس سے ذیل کے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) مصیبت کے وقت ہمت اور کوشش کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔

(۲) دشمن کو ہم نرمی سے دوست بنا سکتے ہیں۔

بلّی اور گدّھ

زمانۂ قدیم میں دریائے جمنا کے کنارے ایک بڑا انجیر کا درخت تھا جس پر بیشمار پرندوں نے اپنے گھونسلے بنا رکھے تھے اسی درخت کی ایک ٹہنی پر ایک گدھ رہتا تھا۔ جو کہ اپنی زندگی کے آخری منازل طے کر رہا تھا ضعف کا یہ حال تھا۔ کہ اڑنا تو درکنار چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی ؞

درخت کے سب پرندے اس سے واقف تھے۔ وہ اس کے بڑھاپے پر رحم کھا کر اسکی شکم پروری کرتے تھے۔ جس کے عوض گدھ ان کے چھوٹے بچوں کی نگرانی کرتا تھا۔ جبکہ پرندے غذا کی تلاش میں باہر جاتے تھے۔ اگرچہ وہ بوڑھا اور کمزور تھا مگر دیکھنے میں اسقدر خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی کوے یا چیل وغیرہ کی درخت پر آنے اور پرندوں کے بچے چرانے کی ہمت نہ پڑتی تھی ؞

ایک روز جبکہ تمام پرندے غذا کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے۔ ایک بلّی آہستگی سے درخت پر چڑھ آئی۔ اور ان کے بچوں کا شکار کرنے لگی۔ بچوں نے شور مچانا شروع کیا۔ گدھ جو کہ اس وقت محوِ خواب تھا۔ بچوں کے شور سے بیدار ہوا۔ اور نہایت بلند آواز سے چلّایا "وہاں کون ہے؟ بلّی جسے گدھ کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ ایسی بھیانک آواز سے نیم مُردہ ہوگئی۔ وہ کانپ اور تھرتھرا رہی تھی۔ پھر بھی اس نے بھاگنے کا خیال نہ کیا۔ بلکہ سوچا کہ دیکھیں فریب اور دھوکے کے الفاظ کتنے کام آتے ہیں؟

بلّی (نہایت عجز و انکسار سے) السلام علیکم

گدھا (نہایت دردناک آواز میں) تو کون ہے؟

بلی (نہایت عاجزانہ لہجہ میں) میں ایک بلی ہوں ۔

گدھا ۔ منحوس بلی یہاں سے چلی جا ۔ ورنہ تجھے اپنا آخری سانس لینا ہوگا ۔

بلی ۔ میں مرنے کو تیار ہوں مگر براہ کرم پہلے میرے چند لفظ سن لیجئے ۔

گدھا ۔ تو کیا چاہتی ہے ۔ کس غرض سے تو درخت پر چڑھ آئی ہے؟

بلی ۔ مہربانی فرما کر سنئے! میں اس حد ندی کے کنارے ایک عابد کے مانند اپنی زندگی گذارتی ہوں ۔ میں اور بلیوں کی طرح مچھلی نہیں کھاتی ہوں ۔ میری خوراک صرف چاول اور دودھ ہے ۔ میں ہمیشہ مقدس کتابوں کا مطالعہ کرتی رہتی ہوں ۔ جو پرندے میرے پاس آتے ہیں ۔ میری پاکدامنی پر حیرت کرتے ہیں میں اب یہاں اسلئے آئی ہوں ۔ کہ آپ کی صحبت میں رہ کر آپ سے کچھ مفید باتیں سیکھوں ۔ کیا یہ ہماری مقدس کتابوں میں لکھا ہوا نہیں ہے کہ تم ہمیشہ اجنبی پر مہربان رہا کرو ۔

گدھا ۔ یہ سب کچھ درست ہے مگر یہ درخت پرندوں سے بھرا ہوا ہے اور ان کا شکار کرنا بلی کی فطرت میں داخل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں یہاں سے جانے کیلئے کہا ۔

بلی ۔ گستاخی معاف! مگر میں ایک عابد اور زاہد بلی ہوں میں ہمیشہ مقدس اور متبرک کتابوں کی تقلید کرتی ہوں اور اگر آپ کے پاس مجھے سکھلانے کیلئے وقت نہیں ہے تو براہ کرم مجھے اپنے گھر کے کسی سوراخ میں رہنے دیجئے میں ضرور آپکی صحبت سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کرونگی ۔ کسی نے خوب کہا ہے

تخم کی تاثیر صحبت کا اثر مشہور ہے
نیک بننے کیلئے نیکوں کی صحبت چاہئے

گدھا بلّی کے ان الفاظ سے خوش ہوا
اور اسکو اجازت دیکر پھر محوِ خواب ہو گیا۔
بلّی نے اپنی بود و باش کا سامان اُسکے
کمرہ کے ایک سوراخ میں رکھ دیا۔
اب بلّی پرندوں کے گھونسلوں سے
بچے چُرانی تھی اور ایک اس کونہ میں
تو دوسرا اُس کونہ میں لے جاتی تھی تاکہ
وہ سب مل کر شور نہ کریں۔
جب پرندوں نے دیکھا کہ ان کے
گھونسلے خالی ہو رہے ہیں۔ اور وہ
اپنے ننھے اور نازک بچوں کو کھو رہے
ہیں۔ تو انہوں نے ایک رات اس معاملہ
کیلئے کونسل کا اجلاس منعقد کیا۔ اور اس
میں یہ فیصلہ ٹھیرا کہ کل سویرے چاروں
طرف تلاش شروع کر دیجائے۔ بلّی
نے خفیہ خفیہ تمام باتیں سنیں۔ اور آدھی
رات کے قریب اپنا بوریا بستر سنبھال
کر درخت چھوڑ گئی ۔

علی الصبح تلاش شروع ہوئی
اور انہوں نے اپنے چھوٹے بچوں
کی سڑی ہوئی ہڈیاں گدھے کے کمرے
میں پائیں۔ اور نہایت برافروختہ
ہوئے۔ اور سب مل کر ایک ہی
بار گدھے پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس
بیچارے کا کچومر نکال دیا۔
مرتے وقت یہ الفاظ جو سنہری
حروف میں لکھے جانے کے قابل
ہیں۔ گدھے کے منہ سے نکلے۔ "یہ نتیجہ
ہے۔ ایک مکّار اور دغاباز اجنبی کے
الفاظ پر اعتماد کرنے کا"

گلدستہ اطفال کو پورا یقین
ہے کہ اس کہانی کے مطالعہ سے آپ
اس اخلاقی نتیجہ کو اپنانا فرض جانیں
گے۔

رفیق احمد۔ بی زکریا جماعت ہشتم
سوپارہ ضلع تھانہ بمبئی پریزیڈنسی)

رہنمائے ریاضی

دلکش سوال معہ حل

ایک آدمی نے دو بیل 350 روپے میں خریدے ایک کو 25 فیصدی نفع اور دوسرے کو 10 فیصدی نقصان پر فروخت کرنے سے دونوں بیلوں کی یکساں قیمت وصول ہوئی۔ ہر ایک بیل کی جُدا جُدا قیمت معلوم کرو۔

حل:- فرض کیا ایک بیل کی قیمت خرید = 100 روپے نفع 25 فیصدی

نفع کی صورت میں قیمت فروخت = 100+25

= 125 روپے

چونکہ فروخت کرنے میں دونوں بیلوں کی یکساں قیمت وصول ہوئی ہے۔ اسلئے دوسرے بیل کی قیمت فروخت بھی 125 روپے ہوئی۔ لیکن دوسرے بیل کو فروخت کرنے سے 10 فیصدی نقصان ہوتا ہے۔ اسلئے نقصان کی صورت میں فروخت = 100 − 10 = 90 روپے

پس دوسرے بیل کی قیمت خرید = $\frac{100 \times 120}{90} = \frac{400}{3}$

پہلے اور دوسرے بیل کی قیمت میں نسبت = $100 : \frac{400}{3}$

یا 300 : 400 یا 3 : 4

نسبتی مجموعہ = 3 + 4 = 7

پہلے بیل کی قیمت خرید = $\frac{3 \times 350}{7}$ = 150 روپے

دوسرے " " " = $\frac{4 \times 350}{7}$ = 200 "

جواب

(رگھبلو اسہائے ورما سائنس ریاضی ٹیچر مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ)

دلکش منظوم سوال معہ حل

سوال

ملازم رکھا تھا اک آدمی ٭ شرط جس سے پہلے یہ تھی ہو چکی

ملیں کوٹ و یکصد روپے سال میں ٭ رقم کم نہ تھی یہ مرے خیال میں

رہے پانچ ماہ تب تو رخصت ہوا ٭ روپے تیس اور کوٹ لے وہ گیا

بتاؤ عزیزو ذرا سوچ کر

کہ قیمت تھی اس کوٹ کی کسقدر

حل:- ایکسال یا 12 مہینے کی تنخواہ = کوٹ + 100 روپے

5 مہینے کی تنخواہ = کوٹ + 30 "

پس 7 " " " = 100 − 30 "

= 70 روپے

ایک مہینے کی تنخواہ = 70 ÷ 7 = 10 روپے

ایک سال کی تنخواہ دس روپیہ ماہوار کے حساب سے (نقدی کی صورت میں) } = 10 × 12

= 120 روپے

پس کوٹ کی قیمت = 120 − 100

= 20 روپے جواب

(بھگوان سہائے)

لطیفہ

ست

پہلا دوست:- یار تم جو لنگڑے ہو اسلئے تمہیں تو سکول میں بڑی تکلیف ہوتی ہوگی۔

دوسرا:- تکلیف کیسی، مجھے تو بڑا فائدہ ہے۔ **پہلا**:- وہ کیا؟

دوسرا:- وہ یہ کہ مجھے ڈرل نہیں کرنا پڑتی ٭

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

تسلیم! آپ کے رسالہ رہنمائے تعلیم ماہ جون سنہ ۳۳ کے صفحہ ۲۷۸ پر ماسٹر بھگوان سہائے صاحب ریاضی ٹیچر نے مسطحات کا ایک سوال برائے امیدواران انٹرنس ورنیکلر فائنل حل کیا ہے اور پنڈت کلو مل صاحب ریاضی ٹیچر انبالہ چھاؤنی نے اس حل کو باعث الجھن خیال کر کے رسالہ ماہ جولائی اور دسمبر میں کئی طرح حل کر کے دکھایا ہے۔ فدوی بھی اسی سوال کو حل کر کے خدمت میں بھیجتا ہے۔ اگر مدرسین و متعلمین کے لئے فائدہ مند معلوم ہو۔ تو درج رسالہ فرما کر مشکور فرمائیں اور ممکن ہے اس سے ہر دو صاحبوں کا جھگڑا فیصل ہو جائے:۔

سوال۔ ایک کھیت کے طول و عرض میں 8:5 کی نسبت ہے۔ اس کے باہر چاروں طرف 4 فٹ چوڑا راستہ بنا ہوا ہے جس کا رقبہ 1208 مربع فٹ ہے۔ طول و عرض بتاؤ۔

حل۔ قاعدہ رقبہ سڑک جو مستطیل کے اردگرد اندر یا باہر مساوی عرض کی بنائی جائے = (بیرونی مستطیل کا طول + اندرونی مستطیل کا عرض) × 2 × عرض سڑک

اسلئے (بیرونی طول + اندرونی عرض) × 2 × 4

= 1208 مربع فٹ

بیرونی طول + اندرونی عرض = 1208/8 = 151 فٹ

چونکہ بیرونی مستطیل کا طول اندرونی مستطیل کے طول سے سڑک کی دوچند چوڑائی زیادہ ہے۔ اس لئے

اندرونی طول + اندرونی عرض = 151 - 8 = 143 فٹ

طول عرض کی نسبتوں کا مجموعہ = 8 + 5 = 13

پس طول = $\frac{8}{13}$ × 143 = 88 فٹ

اور عرض = $\frac{5}{13}$ × 143 = 55 فٹ

(لدھا رام آنند ہیڈ ماسٹر لازمی پرائمری سکول نوہنگلی (جموں))

علاقہ بمبئی میں فائنل کے طلبا کیلئے حساب کے سوالات معہ حل

سوال نمبر ۱۔ دو عددوں کا حاصل ضرب ۵۴۸۸ اور حاصل تقسیم ۷ ہے۔ عدد بتاؤ؟

قاعدہ:- √(حاصل ضرب × حاصل تقسیم) = بڑا عدد

√(حاصل ضرب ÷ حاصل تقسیم) = چھوٹا عدد

حل:- √(۵۴۸۸ × ۷) = ۱۹۶ بڑا عدد

√(۵۴۸۸ ÷ ۷) = ۲۸ چھوٹا عدد

سوال نمبر ۲:- دو عددوں کے مربعوں کا حاصل ضرب ۳۶۸۶۴ اور حاصل تقسیم ۹ ہے۔ عدد دریافت کرو؟

قاعدہ:- √(حاصل ضرب × حاصل تقسیم) =

√(بڑے عدد کا مربع) = بڑا عدد

√(حاصل ضرب ÷ حاصل تقسیم) =

√(چھوٹے عدد کا مربع) = چھوٹا عدد

حل:- √(۹ × ۳۶۸۶۴) = √۵۷۶ = ۲۴ بڑا عدد

√(۳۶۸۶۴ ÷ ۹) = √۶۴ = ۸ چھوٹا عدد

سوال نمبر ۳:- دو عددوں کا ذو اضعاف اقل ۱۷۵ اور عاد اعظم ۵ ہے۔ ایک عدد ۳۵ ہو۔ تو دوسرا عدد بتاؤ؟

قاعدہ:- دو عددوں کا حاصل ضرب = ذو اضعاف اقل × عاد اعظم

حل:- ذو اضعاف اقل × عاد اعظم

۱۷۵ × ۵

دونوں کا حاصل ضرب ۸۷۵ ÷ ۳۵ پہلا عدد

دوسرا عدد = ۲۵

تاج الدین مومن

ٹیچر شولاپور

حل طلب معمّہ

نئے سال کا گلدستہ اطفال ایک سال کے لئے انعام دیا جائے گا۔

ہم پانچ بھائی ہیں۔ ایک ہی وطن کی پیدائش ہے۔ والدہ الگ الگ ہیں۔ نام رکھتے وقت یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ناموں کے حرفوں کی تعداد برابر رہے۔ اور سب کا مجموعہ میں ہے۔

حروف کی مندرجہ ذیل حالت ہے:۔

(۱) دوسرے نام کا تیسرا + تیسرے نام کا چوتھا + چوتھے نام کا چوتھا + تیسرے نام کا پہلا + دوسرے نام کا چوتھا + چوتھے نام کا دوسرا حروف ملکر حاکم پنجاب کا نام بن جاتا ہے۔ ۵ حروف

(۲) دوسرے نام کا پہلا + چوتھے نام کا دوسرا + تیسرے نام کا دوسرا + تیسرے نام کا پہلا + دوسرے نام کا چوتھا حروف ملکر ہندو تیرتھ کا نام بن جاتا ہے۔ ۵ حروف۔

(۳) دوسرے نام کا پہلا + پانچویں نام کا چوتھا + چوتھے نام کا چوتھا۔ تیسرے نام کا چوتھا ملکر ایک انگریزی شہر بن جاتا ہے۔ ۴ حروف

(۴) پانچویں نام کا دوسرا + تیسرے نام کا چوتھا + پہلے نام کا تیسرا + دوسرے نام کا دوسرا حرف ملکر سابق گورنر پنجاب کا نام بن جاتا ہے۔ ۴ حروف

(۵) پہلے نام کا تیسرا + دوسرے نام کا تیسرا + تیسرے نام کا پہلا + چوتھے نام کا دوسرا + دوسرے نام کا چوتھا حرف ملکر سابق وائسرائے ہند کا نام بن جاتا ہے۔ ۵ حروف

(نوٹ)

(۱) معمّہ کا جواب ۲۵۔ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء تک میرے پاس آجانا چاہیئے۔ زیادہ جوابات صحیح نکلنے پر انعام کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی پنڈت بر ہمدت صاحب ہیڈ ماسٹر کی زیر نگرانی ہوگا۔

(۲) گلدستہ اطفال کے علاوہ ایک گلدستہ کتاب بھی بطور انعام بھیجی جائے گی۔

میرا پتہ یہ ہے:۔ دنی چند باقر سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول فرمانہ۔ ڈاکخانہ خاص۔ ضلع رہتک۔

لطیفہ

لڑکا۔ ابا جان۔ دنیا میں انصاف نہیں ہوتا۔

باپ۔ وہ کیسے؟

لڑکا۔ دیکھو تو سکول میں سوالات ہمیں نکالنا پڑتے ہیں۔ مگر تنخواہ ماسٹر لوگ لیجاتے ہیں۔

[illegible] پریس لاہور میں باہتمام [illegible] چھپا اور ماسٹر [illegible] پروپرائٹر و پبلشر رسالہ [illegible] تعلیم لاہور [illegible] رام گلی سے شائع کیا۔

گلِ صد رنگ

(جوبلی نمبر)

یعنے

ادبی، علمی، تاریخی، تعلیمی، صنعتی اور حفظانِ صحت کے متعلق بہترین مضامین کا بہترین مجموعہ

جدت انگیز فسانے، دلچسپ ڈرامے، پاکیزہ نظمیں

نظم و نثر کے ۶۳ نادر مضامین، قدیم و موجودہ انشا پردازوں کے ایک سو نایاب فوٹو۔ متعدد رنگین تصاویر۔

مشاہیر ادب اردو کے ہاتھ کی تحریروں کے قیمتی عکس اس مجموعہ کی زینت ہیں۔

ملک کے قریباً ڈیڑھ سو فاضلوں اور ادیبوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔

سائز ۲۰×۳۰ ضخامت قریباً ۵۷۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی بہترین۔ متعدد صفحات رنگین۔

ہمارا پُر زور دعویٰ ہے کہ

اس سے زیادہ شاندار اور ضخیم مجموعہ مضامین اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا!

اس کی تیاری میں آٹھ ہزار روپیہ نقد خرچ کیا گیا ہے۔

اگر آپ نے

ادب اردو کی اس انسائیکلوپیڈیا کو فوراً نہ منگوایا تو یقیناً آپ پچھتائیں گے۔

کسی وجہ سے بھی ناپسند ہو تو بلا تامل واپس فرمادیں۔

قیمت باوجود اتنی بڑی ضخامت اور اس قدر فوٹوؤں کے صرف دو روپے آٹھ آنے مجلد ۳ ہے

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی نمبر ۵۵

بسرپرستی سررشتہ تعلیم
سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا
اور بہترین خدمتگذار
رسالہ
رہنمائے تعلیم
لاہور
منیجنگ پروپرائٹر
ماسٹر جگت سنگھ

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی تین روپے (سے ۳) بدپیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریداراصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبّی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے اور دیگر امور و ترسیل زر مینیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	۹؍	۲۷؍	۵۰؍	۹۰؍
نصف صفحہ	۵؍	۱۵؍	۲۷؍	۵۰؍
چوتھائی صفحہ	۳؍	۹؍	۱۵؍	۲۷؍

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

[illegible] روپیہ سالانہ

[illegible] روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے)

مینیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۴ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد ۲۹ — نمبر ۴

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیارام سچدیو منشی فاضل

جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۹۰

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سے)

فہرست مضامین

افسانہ نمبر کے متعلق

سردار صاحب سردار نتھا سنگھ جی پرسنل اسسٹنٹ

یوں رقمطراز ہیں

جنابِ من! مجھے آنریبل ملک سر فیروز خان صاحب نون ایم اے وزیر تعلیمات پنجاب سے ہدایت ہوئی ہے۔ کہ آپکے رہنمائے تعلیم کے افسانہ نمبر کی رسید کی کا شکریہ ادا کروں۔ جسے وزیر صاحب موصوف نے نہایت دلچسپی سے مطالعہ فرمایا ہے۔
آپ کا صادق (دستخط) نتھا سنگھ (سردار صاحب) پرسنل اسسٹنٹ۔

سات روپے میں آپ کیا کیا حاصل کر سکتے ہیں

سُنئے صاحب!

ایک "توجوبلی نمبر" حجم ۵۰۰ صفحہ مصور قیمت عہ/ دوم "افسانہ نمبر" حجم ۵۰۰ صفحہ مصور قیمت صرف عہ/ سوم رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور چندہ سالانہ صرف للعہ/ کل میزان ... بنتی ہے۔ مگر ہم آپ سے صرف سات روپے لینگے اس نادر موقع کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور فوراً سات روپے کا منی آرڈر بھیج کر اس علمی و ادبی خزانہ کو حاصل کرنا چاہئے۔ (خادم مینیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور - رام گلی)

ناخدائے سخن تاج الشعرا فصیح العصر حضرت نوح ناروی مدظلہ

کیا ہے

یہ ہم سمجھتے ہیں ہم سے پوچھو کہ دونوں چیزوں میں فرق کیا ہے
نگاہ کو برق کہتے ہو تم نگاہ کے آگے برق کیا ہے

تلاش اُس کو کرو نگاہ ہر سُو تلاش کرنے میں فرق کیا ہے
شمال کیسا جنوب کیسا مرے لئے غرب و شرق کیا ہے

ملا اب اک دوسرے سے ایسا تمیز ہوتی نہیں مجھے بھی
وہی جگر ہے وہی ہے ناوک جگر میں ناوک میں فرق کیا ہے

کمالِ ہستی زوالِ ہستی طلسمِ خواب و خیالِ ہستی
فنا میں ڈوبا ہے دل ہمارا بقا کی حیرت میں غرق کیا ہے

اثر نہ ہو حسن کا اہلِ دل پر جسے حسین دھیان میں نہ لائیں
وہ عشق کیا ہے وہ آہ کیا ہے وہ حُسن کیا ہے وہ برق کیا ہے

مسافرانِ رہِ محبت قیودِ اطراف سے بری ہیں
غمِ شمال و جنوب کب ہے تصورِ غرب و شرق کیا ہے

کسی کے اسرارِ آرزو نے کسی طرف کا ہمیں نہ رکھا
مریں تو جانیں جئیں تو سمجھیں کہ مرنے جینے میں فرق کیا ہے

نگاہ ہو یا تری ادا ہو شباب ہو یا ہو تیرا جلوہ
چمک چمک کر جو دل کو پھونکے وہی ہے برق اور برق کیا ہے

غلام و آقا کی دوستی نے اُٹھا دیا پردۂ مراتب
ایاز و محمود ایک جب ہیں تو اِس میں اور اُس میں فرق کیا ہے

ہم اپنی منزل کی سمت اُس سے رہِ محبت میں پوچھتے ہیں
جسے نہیں اِس قدر خبر بھی کہ غرب کیا اور شرق کیا ہے

دُرِ مقاصد ملینگے تہ سے دھرا نہیں سطحِ آب پر کچھ
جو فکر اُبھرنے کی کر رہا ہو وہ بحرِ الفت میں غرق کیا ہے

نہ ہے مراتب نہ ہے بلندی نہ ہے نمائش نہ ہے تجلی
جو ذرہ ہے عشق کی گلی کا وہ حُسن میں زرق برق کیا ہے

جناب نوح آپ غور کر لیں کہ تہ کی میں بات کہہ رہا ہوں
اگر نہیں میری کشتیِ دل تو بحرِ الفت میں غرق کیا ہے

حُسنِ اصلاح

۲۵

قسط گزشتہ مصرع ذیل کی مصداق تھی یعنی۔ ع۔ جو انچ بھر کا ہے مطلب تو ہاتھ بھر کی دعا۔ ہمارے تمہیدی معروضات قسط مذکور پر چھا گئے تھے۔ اور اصل مضمون یعنی اصلاحات محض برائے نام تھیں۔ ہمارے عنایت فرما جناب منشی وکیل احمد صاحب حافظ غازی پوری کے صرف دو شعر نذر ناظرین ہو سکے تھے۔ منشی صاحب موصوف کا کلام بلاغت انضمام کس پائے کا ہے یہ امر خود بہ خود حضرات ناظرین پر روشن ہو جائیگا۔

شعر ے کس نے دیکھا ہے یہ نظر بھر کر　　مائل پیچ و تاب ہے سہرا

اصلاح ے کس نے دیکھا اِسے نظر بھر کر　　مائل پیچ و تاب ہے سہرا

مفعول کی تعیین کے خیال سے بہ جائے (یہ) (اس کو) یا (اِسے) کہنا انسب تھا۔ اصلاح مذکور سے ہر دو جانب لفظ (ہے) کی موجودگی کا عیب بھی رفع ہو گیا۔

شعر ے دل رہن شرارِ ہستی تھا اب حُسنِ بہار مستی ہے　　فطرت ہی بدل دی اُلفت نے آغوش میں تیرے آنے سے

اصلاح ے دل رہن شرارِ ہستی تھا اب محو بہار مستی ہے　　فطرت ہی بدل دی اُلفت نے آغوش میں تیرے آنے سے

مصرع اولیٰ کے جُزو اوّل میں (رہن) کہا گیا ہے اس لئے اُس کی رعایت سے حضرت فصیح العصر مدظلہ نے جُزو ثانی میں (حُسن) کی جگہ (محو) بنا دیا۔

شعر ے کلیوں کی چٹک بلبل کی چہک ساغر کی کھنک ساقی کی جھنک - اب تک یہ صدائیں آتی ہیں مے کش کو ہر اک ویرانے سے

اصلاح ے کلیوں کی چٹک بلبل کی چہک ساغر کی کھنک مینا کی جھنک - اب تک یہ صدائیں آتی ہیں مے کش کو ہر اک ویرانے سے

جناب حافظ کے شعر کی موسیقیت قابلِ داد ہے لیکن انسان کی آواز کو کسی صورت سے (جھنک) نہیں کہہ سکتے۔

شعر ے دل حُسن کو منزل سمجھا ہے منزل یہ نہیں اِک دھوکا ہے　　اے ذوقِ سکوں میں بھکوں گا ہرگز نہ تیرے بہکانے سے

اصلاح ے دل حُسن کو منزل سمجھا ہے منزل یہ نہیں اِک دھوکا ہے　　اے ذوقِ طلب میں بھکوں گا ہرگز نہ تیرے بہکانے سے

جناب حافظ کا مضمون یہ تھا کہ سالک مقامِ حُسن تک پہنچ کر اس دھوکے میں نہیں آیا کہ مقام مذکور ہی منزل ہے اصلاح سے یہ معنی ہو گئے کہ مقامِ حُسن کے آنے سے پہلے ہی سالک سمجھ گیا کہ یہ آنے والا مقام منزلِ مقصود نہیں ہے اِس لئے منزل کی حیثیت سے اُس کی خواہش بھی سالک کے دل میں نہیں آئی۔ مصرع ثانی کا لفظ (بھکوں گا) فعلِ مستقبل ہے خود بہ لفظ معنی موخر الذکر کی طرف ہدایت کر رہا تھا لیکن محض اتفاق سے حضرت حافظ کا ذہن اس جانب منتقل نہیں ہوا اصلاح سے معنی میں بلندی آ گئی

مطلع ــ بنئہ ابر ہو یا شاملِ طوفان ہو جائے حاصلِ قطرہ یہ ہے بحر بہ داماں ہو جائے
اصلاح ــ لکۂ ابر ہو یا شاملِ طوفان ہو جائے حاصلِ قطرہ یہ ہے بحر بہ داماں ہو جائے

(بحر بہ داماں) ہونے کے لئے صورت (لکۂ ابر) انسب ہے حضرت نوح مدظلہ اب (دامن) فرماتے ہیں۔ (داماں) کو زیادت الف کے باعث سے حضرت موصوف نے ترک فرما دیا ہے لیکن اپنے شاگردوں کو آپ مجبور نہیں کرتے کہ وہ ان امور میں آپ کا اتباع کریں

شعر ــ بت کدے تک نہ پہنچنے میں ہو کچھ خوف و خطر ساتھ کعبے سے اگر سایۂ ایماں ہو جائے
اصلاح ــ بت کدے تک نہ پہنچنے میں ہو کچھ خوف و خطر ساتھ کعبے سے اگر پرتوِ ایماں ہو جائے

بہ جائے (سایہ) تاج الشعرا حضرت نوح مدظلہ نے (پرتو) رکھ کر مصرع کی ترکیب کو اور چست فرما دیا۔

شعر ــ حیرتی حسرتِ ماضی کا یہ ماتم کب تک دیکھ یہ ذوق نہ غارت گرِ ایماں ہو جائے
اصلاح ــ حیرتی حسرتِ ماضی کا یہ ماتم کب تک دیکھ خود ذوق نہ غارت گرِ ایماں ہو جائے

جناب حافظ کے شعر میں ہر دو جانب لفظ (یہ) موجود تھا اس لئے ایک طرف کم کر دیا گیا۔ لفظ (خود) سے معنی مؤکد ہو گئے

مطلع ــ چھیڑ ہر دم کی اگر رنج کا عنواں ہو جائے عشرتِ قربِ ابھی تلخیِ ہجراں ہو جائے
اصلاح ــ شکوہ ہر دم کا اگر رنج کا عنواں ہو جائے عشرتِ قرب ابھی تلخیِ ہجراں ہو جائے

ہمارے کرم فرما کے لفظ (چھیڑ) میں دو خرابیاں تھیں۔ اوّل مصرع اولیٰ کے معنی غیر معیّن رہتے تھے۔ دوم۔ ایک رکیک پہلو کی گنجائش تھی۔ بعد اصلاح معنی واضح ہو گئے۔

مطلع دیگر ــ حسنِ فطرت کا ہر اک راز نمایاں ہو جائے خود صنم خانہ اگر محرمِ ایماں ہو جائے
اصلاح ــ حسنِ فطرت کا نہاں راز نمایاں ہو جائے خود صنم خانہ اگر محرمِ ایماں ہو جائے

لفظ (ہر اک) معنی مقصود کے منافی تھا اس لئے خارج کر دیا گیا۔ واضح ہو کہ مطلع مذکور میں درحقیقت وحدتِ وجود کا بیان ہے

مطلع ــ درد کا احساس بڑھ کر حاصلِ دل ہو گیا یعنی عرفانِ محبت مجھ کو حاصل ہو گیا
اصلاح ــ درد کا احساس بڑھ کر لذتِ دل ہو گیا یعنی عرفانِ محبت مجھ کو حاصل ہو گیا

ہر دو جانب لفظ (حاصل) برا معلوم ہوتا تھا ایک طرف کم کر دیا گیا اب احساس درد کا نتیجہ بھی واضح ہو گیا۔

شعر ــ اس قدر ہے وسعت افسانۂ بحرِ نمود جو حباب اٹھا فنائے جذبِ ساحل ہو گیا
اصلاح ــ اللہ اللہ وسعت افسانۂ بحرِ نمود جو حباب اٹھا فنائے جذبِ ساحل ہو گیا

(اللہ اللہ) کے ٹکڑے سے شعر میں جان پڑ گئی۔

شعر ــ بحرِ عرفاں میں ضیائے سطح سیمیں ہے فریب جو یہاں ٹھہرا فنائے سحرِ باطل ہو گیا
اصلاح ــ بحرِ عرفاں میں ضیائے سطحِ سیمیں ہے فریب جو یہاں ڈوبا فنائے سحرِ باطل ہو گیا

جب (سطح بحر) از قسم (زیر ہب) ہے تو وہاں (ٹھہرنے) کی کیا اُمید ہو سکتی ہے اور یوں بھی (بحر) کی رعایت سے (ڈوبنا) قرین بلاغت تھا

مطلع ۔ پروردۂ گناہ کو حیراں بنائیے　　رحمت کو لے کے پردۂ عصیاں بنائیے

اصلاح ۔ آلودۂ گناہ کو حیراں بنائیے　　رحمت کو یعنی پردۂ عصیاں بنائیے

(پروردۂ گناہ) کی ترکیب مفید معنی نہ تھی۔ مصرع ثانی میں (لے کے) برائے بیت تھا اس لئے خارج کر دیا گیا۔

شعر ۔ یوں ڈوبئے محیط محبت میں بے خطر　　دریائے بے کنار کو پایاں بنائیے

اصلاح ۔ یوں ڈوبئے فضائے محبت میں بے خطر　　دریائے بے کنار کو پایاں بنائیے

جناب حافظ کے شعر میں (محیط) اور (دریا) دونوں موجود تھے جس طرح ایک لفظ کی تکرار معیوب ہے اُسی طرح مترادف الفاظ کا ساتھ لانا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لفظ (فضا) جو حضرت نوح مدظلہ نے رکھا ہے وہ وسیع تر ہے۔

شعر ۔ میں آشنائے رنگ تبسم تو ہوں مگر　　اپنی نظر کو آپ سخن داں بنائیے

اصلاح ۔ میں آشنائے رمز تبسم تو ہوں مگر　　اپنی نظر کو آپ سخن داں بنائیے

جناب حافظ نے (طرز تبسم) کے معنی میں (رنگ تبسم) کہا تھا اور ہمارے نزدیک شعر بھی صحیح تھا لیکن (رمز تبسم) کہنے سے یہ امر بہ درجہ اَولیٰ واضح ہو گیا کہ عاشق مزاج شناس ہے اور معشوق کے اخلاق و عادات کا گہری نظر سے مطالعہ کر چکا ہے

شعر ۔ محدود ہو نہ جائے کہیں تیر کی خلش　　رگ رگ کو میری آپ رگِ جاں بنائیے

اصلاح ۔ محدود ہو نہ جائے کہیں تیر کی خلش　　رگ رگ میں ایک اور رگِ جاں بنائیے

لفظ (آپ) کی ضمیر تو خود (بنائیے) میں مستتر تھی اس لئے لفظ مذکور کا رہنا ضروری نہ تھا۔ معناً اب شعر بلند ہو گیا۔

شعر ۔ نہ چھیڑ اے مطربِ آتش نوا ساز کہن میرا　　نہاں پردوں ہی میں افسانہ در افسانہ رہنے دے

اصلاح ۔ نہ چھیڑ اے مطربِ آتش نوا ساز کہن اپنا　　نہاں پردوں ہی میں افسانہ در افسانہ رہنے دے

وجہ اصلاح ظاہر ہے۔ جب (مطرب) کے پاس خود اپنا ساز موجود ہے تو وہ اور کسی کا ساز کیوں چھیڑے گا

شعر ۔ ابھی تکمیل باقی ہے تیرے مستوں کی اے ساقی　　کہیں ساغر کہیں مینا کہیں پیمانہ رہنے دے

اصلاح ۔ ابھی تکمیل باقی ہے مری مستی کی اے ساقی　　کہیں ساغر کہیں مینا کہیں پیمانہ رہنے دے

(مستوں کی تکمیل) کی جگہ اگر (مستی کی تکمیل) کہ دیجئے تو معنی واضح ہو جاتے ہیں۔

مطلع ۔ قیود رسم مستی سے مجھے بیگانہ رہنے دے　　چھلکیا میرے ہاتھوں میں ابھی پیمانہ رہنے دے

اصلاح ۔ قیود دورِ مستی سے مجھے بیگانہ رہنے دے　　چھلکیا میرے ہاتھوں میں ابھی پیمانہ رہنے دے

(رسم) کے مقابلے میں (دور) مناسب مقام ہے۔ ہمارے کرم فرما کا یہ مطلع بھی بہت خوب ہے۔ آئندہ قسط سے جناب ارمان شاہ جہان پوری کی اصلاحات حاضر کی جائنگی۔

(عابد مبیح)

غریبی یا امیری

(۱)

ایک دن - ایک ہُما - اِک شہر پر سے گزرا - گزرنے میں اپنا ایک پر ایک امیر آدمی کے گھر ڈال گیا - اور ایک پر اِک غریب جھونپڑی میں پھینک گیا - امیر آدمی نے فرطِ مسرت سے اکڑاتے ہوئے کہا میرا بیٹا شہنشاہ بنیگا اور بحر و بر پر حکومت کرے گا -

غریب آدمی نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا اگر ایک لُقمہ ہمیں اور پیٹ بھرنے کے لئے مل جائے تو اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے ؟ خدا کا یہ بہت بڑا احسان ہے -

(۲)

امیر کا خوبصورت اور طاقتور بیٹا کروڑ پتیوں کا سا غرور لیکر جوان ہُوا - اُس نے اپنی زندگی کا نصب العین دوسروں کو کُچلو اور آپ مزے اڑاو - بنایا - سالہا سال کی عیش عشرت ایک دن میں حاصل کرنیکے لئے ہاتھ پیر مارنے لگا - چند دن میں - اس نے نام و نمود - شہرت و عزت مال و دولت سبھی کچھ حاصل کیا اور پریوں کی دلہن بھی بیاہ لایا - اور اُسکے ساتھ ساری دُنیا کی سیر و سیاحت بھی کر لی - غرض جو کچھ وہ چاہتا تھا سب کچھ ہو گیا - مگر حرص اور ہوس اسکے دل میں اس طرح بسی رہی جس طرح ڈالیوں اور پتوں میں سانپ چھپا ہوا رہتا ہے - اسے زندگی کھوکھلی معلوم ہونے لگی - اس کا سنہرا پن جاتا رہا - یہانتک کہ اس نے اپنی عورت کو گھر سے نکال باہر کیا اور خدا پر بھی شک لے آیا - اور ایک حیوان کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا اور پھر مٹی میں مل گیا -

(۳)

غریب کے لڑکے نے زمین کو جوتا - اور ہر روز مزدوری اور تندرستی کے لئے خدا کا شکر بجالاتا رہا -

عالم جوانی میں ایک لڑکی سے شادی کی اور وہ دونو محبت کے رشتہ میں منسلک ہو کر آرام چین محبت ! و پیار کی زندگی گزارنے لگے اُسکی ضروریات سادی تھیں اور سادہ تھا اُن کا عقیدہ - صرف خدا پر بھروسہ کرنے کے سوا اُس کا کوئی کام نہ تھا آخر اُس نے اپنی زندگی کے لمحوں کو ہنسی خوشی پورا کیا اور ہونٹوں پر تبسم اور آنکھوں میں اُمید لئے ہوئے اس دُنیا سے سدھار گیا -

(۴)

اب جبکہ - وہ دونو اپنی منزلیں طے کر چکے ہیں غور کیجئے کہ -

کون مال دار تھا - اور - کون مفلس ؟ -

(ماخوذ)

صدیقی دہلوی

سررشتہ تعلیم پنجاب کی ایک پُراسرار ہستی

(از سردار بلونت سنگھ صاحب ایم اے بی ٹی سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول جگراؤں)

جالندھر ڈویژن کے بیدار مغز با رُعب ـ ہر دلعزیز اور نیک سیرت انسپکٹر مدارس خان بہادر راجہ فاضل محمد خاں صاحب کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جن کا علم ہر کس و ناکس کو نہیں ہے ـ راقم الحروف صاحب موصوف کے دیرینہ خادموں میں سے ہے ـ یعنی مجھے اُس وقت سے اُن کی حلقہ بگوشی کا فخر ہے ـ جبکہ صاحب ممدوح ایک گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے ـ تقریباً دس سال کے عرصہ میں اُن کی بعض ایسی صفاتِ حمیدہ دیکھنے میں آئیں ـ کہ شاذ و نادر ہی کہیں کسی میں دیکھیں ـ

مثلاً (۱) صاحب موصوف ظاہری آنکھ کو قدرے سخت گیر نظر آتے ہیں ـ لیکن یقین جانیئے ـ کہ یہ صفت محض ظاہری ہے ـ اور بقول صاحب ممدوح اسلئے اختیار کی ہوئی ہے ـ کہ لوگ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر کے اُن کی خدمت میں بلا ضرورت آنے کی تکلیف نہ اُٹھائیں ـ ورنہ جن اصحاب کو اُن کی صحبت کا موقع ملا ہے ـ وہ بخوبی جانتے ہیں ـ کہ اُن کی صحبت میں کتنا حظ آتا ہے ـ اور اُن کے طفیل سامعین کی واقفیت عامہ اور فہم و فراست اور علمی عقل و دانش میں کتنا اضافہ ہوتا ہے ـ

(۲) گو صاحب ممدوح ظاہراً اپنے ماتحتوں کے ساتھ تعلق نہ بڑھاتے تھے ـ لیکن حیرانی یہ تھی ـ کہ آپ اپنے ہر ایک ماتحت کے حُسن و قبح سے بخوبی واقف تھے ـ بسا اوقات ایسا ہُوا ـ کہ کسی ماتحت نے جھجکتے ہوئے کسی ضروری کام کیلئے اِدھر اُدھر جانے کے لیے دو دن کی رُخصت اتفاقیہ کی التجا کی ـ اور صاحب موصوف نے جواب دیا کہ دو دن میں آنے جانے میں تکلیف ہو گی ـ چار یوم کی رُخصت مناسب ہو گی ـ اس قسم کے حیرت انگیز رویہ کے بعد اگر ماتحت ہمیشہ کے لئے غلام بے دام ہو جائے ـ تو کیا تعجب ہے ـ

(۳) ایک دفعہ کسی ماتحت نے گلہ کیا ـ کہ جناب کام کے بوجھ سے تو مر گیا ہوں ـ لیکن ترقی عنقا ہے ـ پھر کام کرنے کا فائدہ ؟ صاحب ممدوح نے مُسکرا کر کہا ـ کہ میں نہیں چاہتا تھا ـ کہ تمہیں بتاؤں ـ کہ میں نے افسرانِ بالا کو تمہارے لیے کیا لکھا ہے ـ ہاں یہ دو ڈی ـ او (نیم سرکاری) خطوط کی نقول دیکھ لو ـ اور اب خود ہی اپنی عمدہ کارگذاری کے متعلق چٹھی تیار کر کے مجھے دیدو ـ یقیناً بھیج دوں گا ـ ماتحت مذکور شرمندہ ہُوا ـ چند یوم کے بعد ماتحت مذکور کو یعنی راقم الحروف کو اعلےٰ گیریڈ مل گیا ـ

(۴) ایک دفعہ کسی مدرس کی کسی نازیبا حرکت پر آپ ناراض ہوئے ـ کئی ماہ ناراض رہے ـ ایک دن صاحب

ممدوح کی خدمت میں ماتحت مذکور نے یوں عرض کی کہ جناب بندہ! سکول میں تو آپ نہایت مہربانی سے میری ہر بات کا جواب دیتے ہیں۔ لیکن سکول سے باہر آپ میرا سلام بھی قبول نہیں فرماتے اس میں کیا راز ہے؟ جواب دیا ہیڈ ماسٹر آپ سے ناراض نہیں ہے۔ صرف راجہ فاضل محمد ناراض ہے۔ ناظرین اس صفت کی خوبی کا خود ہی موازنہ کریں۔

(۵) آپ ایک ماتحت پر ناراض تھے۔ مگر ماتحت محنتی تھا۔ لائق تھا۔ رچی صاحب بہادر ڈائرکٹر پنجاب سکول میں تشریف لائے۔ اور ماتحت مذکور کی جماعت سے جغرافیہ کے چند سوالات کئے۔ جماعت نے جوابات نکمے دیئے ڈائرکٹر صاحب مایوس ہوئے۔ صاحب موصوف نے کمرے سے باہر اُستاد کی غیر موجودگی میں ڈائرکٹر صاحب کو پرزور الفاظ میں یقین دلایا۔ کہ جماعت انگریزوں کی زبان سے انگریزی سوالات سُننے کی عادی نہیں ہے۔ ورنہ لالہ کانشی رام صاحب (یہی اس مدرس کا نام تھا) نہایت قابل اور محنتی ہیں۔ اور خاص ترقی کے مستحق ہیں ناظرین اندازہ لگائیں۔ کہ اگر ان کی ناراضگی کا ثمرہ سفارش ہے۔ تو ان کی خوشنودی کا کیا اثر ہوگا۔

(۶) بارہا ان کے گاؤں کے آدمی سکول میں آئے دیہاتی سادہ لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ لاہور کے طلبا جیسے کپڑے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ راجہ صاحب بلاتوقف اپنے غریب اقارب اور احباب کے ساتھ گرمجوشی سے بغلگیر ہوتے۔ اور غریب رشتہ دار اپنی مفلسی کو اُن کے سامنے یک قلم بھول جاتے۔ انکساری ملاحظہ ہو!

(۷) راجہ صاحب نیکی کرکے اُسے چھپانے کے عادی ہیں۔ بلکہ جس کے ساتھ نیکی کی ہو۔ اُس کے ساتھ نیکی کر چکنے کے بعد اسطرح برتاؤ کرتے ہیں۔ کہ گویا سخت ناراض ہیں۔ اور وہ شخص جس کے ساتھ نیکی کی ہو۔ مدت کے بعد یہ معلوم کرکے کہ راجہ صاحب نے تو اس سے نیکی کی تھی۔ دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا ہے۔ یہ خوبی انسانوں میں نایاب ہی ہے

(۸) ۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم شروع ہوئی۔ پولیس محتاط تھی۔ پولیس کپتان نے صاحب موصوف کو بُلایا۔ کہ ہمیں فُلاں مدرس پر شک ہے۔ اُس کی خانہ تلاشی کی جائیگی۔ صاحب موصوف نے تن کر کہا۔ کہ میں اپنے ماتحتوں کو بخوبی جانتا ہوں۔ وہ شخص تو خیر خواہ سرکار ہے۔ خواہ مخواہ دُشمن کیوں بناتے ہو؟ مَیں ہر طرح اُس مدرس کی حرکات و سکنات کا ذمہ وار ہوں۔ اور خانہ تلاشی نہ ہوئی۔ مدرس مذکور کو اس نیکی کا اتفاق سے چھ ماہ بعد پتہ چلا۔

(۹) صاحب موصوف کا ایک ماتحت راجہ صاحب سے سینیر تھا۔ اُس نے ڈائرکٹر صاحب کو راجہ صاحب کی معرفت ایک عرض داشت بھیجی۔ اور اُس میں راجہ صاحب کے خلاف بھی لکھا۔ راجہ صاحب نے اُس کی عرض داشت پر خوب سفارش کی۔ گویا اپنے خلاف لکھا۔ مگر صحیح بات کو چھپانے کی ہرگز کوشش نہ کی۔

(۱۰) وائٹ صاحب بہادر۔ سابق انسپکٹر مدارس راولپنڈی کسی ہندو مدرس کے کام سے ناراض ہوکر سند پہ ناٹ سٹیسفیکٹری ریمارک دینا NOT SATISFACTORY چاہتے تھے۔ راجہ صاحب کی اس امر پر آدھ گھنٹہ بحث ہوتی رہی۔ آخر میں وائٹ صاحب نے سیٹسفیکٹری کام WORK SATISFACTORY لکھا +

(۱۱) ایک دفعہ کوئی اعلےٰ افسر دورہ پر آیا۔ راجہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ حسب معمول الگ تھلگ رہے افسر بالادست نے متعجبانہ پوچھا۔ راجہ صاحب لوگ مجھ سے بہت فاصلہ طے کر کے ملاقات کی التجا کرتے ہیں۔ لیکن آپ ہیں کہ مجھ سے دور ہی رہتے ہیں۔ ایں چہ معنی دارد؟ جواب دیا۔ جناب خدا کو رازق سمجھتا ہوں۔ اور کسی کو خدا نہیں مانتا۔ افسر اعلےٰ مسکرائے اور کہا۔ کاش کہ باقی لوگ بھی اس فلسفہ پر کاربند ہوں۔ اور میرا وقت خواہ مخواہ ضائع نہ ہو

غرض راجہ صاحب عجب آزاد مرد ہیں نیک باطن اور نیک سیرت ہیں گویا پُر اسرار اور بقول مسٹر مائیکل او ڈوائر ایک نایاب ہستی ہیں ✦ راجہ صاحب زندہ باد؟

طوفانِ بہار

(از سید دل محمد صاحب فضاؔ منشی فاضل)

پردۂ گل میں پھر اُبھرا جوشِ پنہانِ بہار
جلوہ آرا پھر ہُوا عالم میں عنوانِ بہار

پھر دلِ پُر آرزو جذبات سے لبریز ہے
پھر نظر کے سامنے برپا ہے طوفانِ بہار

پھر نسیم روح پرور کی ہے مستانہ روش
ذرہ ذرہ بن گیا پھر اک گلستانِ بہار

پھر منوّر گوشہ گوشہ بزمِ امکاں کا ہُوا
پھر ضیا افروز ہے خورشید تابانِ بہار

پھر نظر آنے لگے جلووں کے ہنگامے مجھے
پھر دلِ حیرت زدہ ہے محوِ عنوانِ بہار

ہر نفس اب کیوں نہ پیغامِ وداعِ ہوش ہو
یہ ہوائے سرد یہ عالم یہ طوفانِ بہار

دلفریبی کا یہ عالم ہے کہ بیخود ہے نظر
جوشِ گل سے کہئے ذرہ ذرہ کو جانِ بہار

ہر گُل اک آئینہ ہے رعنائیِ مستور کا
محوِ جلوہ ہے نظر اللہ رے احسانِ بہار

آنکھ اُٹھا کر انتہاءِ دل کشی کو دیکھئے
روکشِ رعنائیِ جنت ہے دامانِ بہار

ہر گُل تر ہے چمن میں آپ ہی اپنا جواب
اک طلسم رنگ و بُو بن کر ہُوا جانِ بہار

اُف رے رعنائی کہ جوشِ گل سے رنگیں ہے فضا
کوئی دیکھے تو کہاں پہنچا ہے طوفانِ بہار

یہ نظر آتا ہے جیسے گردشِ پیمانہ ہو
روحِ میخانہ حقیقت میں ہے عنوانِ بہار

احترامِ توبہ کی اب کیا توقع رہ سکے
اے فضاؔ ہے سامنے نظروں کے طوفانِ بہار

صوبہ بہار کا قیامت خیز زلزلہ

(از لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے بی ٹی جمشید پور)

صوبہ بہار میں جو زلزلہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو ڈ۲ بجے بعد دوپہر آیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑا حد قیامت بپا کرنے والا زلزلہ ہے۔ بلکہ وسعت کے لحاظ سے اُس کا اثر اتنے وسیع علاقہ پر ہوا ہے کہ جس کے رقبہ کے برابر سارے سکاٹ لینڈ کا ملک ہے۔ مسٹر سچدانند سنہا جو بہار گورنمنٹ کے وزیر خزانہ کے عہدہ جلیلہ پر فائیز رہ چکے ہیں۔ اور خود بھی اس صوبہ بہار کے باشندے ہیں۔ اُنکے مندرجہ ذیل الفاظ سے ناظرین کچھ اُس خوفناک نقصان کا اندازہ شاید لگا سکیں۔ جو اس آسمانی آفت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ یہ بیان اُنہوں نے ۸ فروری کو دیا ہے۔

گو زلزلہ کی آفت کو تین ہفتہ گذر چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک کیا گورنمنٹ اور کیا پرائیویٹ سوسائٹیاں نقصان جان و مال کا صحیح اندازہ لگانے سے بالکل قاصر رہی ہیں۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے۔ نقصان کا اندازہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ نہ ہی ابھی تک اس امر کا اندازہ لگ سکا ہے کہ اس نقصان کو کتنے عرصہ میں اور کس طرح پورا کیا جاسکیگا۔ اور اس کے لئے کتنی محنت اور روپیہ درکار ہوگا۔ پہلے نقصان جان کو ہی لیجئے ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب صوبہ بہار نے اس تقریر میں جو اُنھوں نے بمقام پٹنہ ایک جلسہ میں کی۔ فرماتے ہیں۔ نقصان جان بہت زیادہ مقدار میں نہیں ہوا ہے۔ اور ابھی تک صرف اندازاً ہی کہا جاسکتا ہے۔ کہ مردوں کی تعداد کتنی ہوئی۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ اُن کی تعداد چار ہزار سے نہیں بڑھیگی۔ لیکن یہ بالکل ہی ناممکن ہے کہ زخمیوں کی صحیح تعداد کا اندازہ لگ سکے۔ کیونکہ وہ لوگ جو ہسپتالوں میں علاج کے لئے آرہے ہیں۔ اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ مندرجہ بالا الفاظ جناب گورنر نے اپنی ۲۷ جنوری کی تقریر میں کہے تھے۔ یعنی زلزلہ سے ایک ہفتہ بعد۔ لیکن سرکاری طور اب اعلان ہوچکا ہے۔ کہ نقصان جان کا اندازہ ۶ ہزار سے بھی زائد ہوچکا ہے۔ اور ذمہ دار غیر سرکاری احباب کو مکمل یقین ہے کہ دراصل نقصان جان اِس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اور زخمیوں کی تعداد تو بے شمار ہے۔

اب مالی نقصان کو لیجئے۔ ابھی تک یہ بھی ممکن نہیں ہوسکا۔ کہ اِس کا بھی صحیح اندازہ لگ سکے۔ جہاں تک گورنمنٹ کے نقصان کا تعلق ہے۔ تخمیناً کہا جاسکتا ہے۔ کہ سرکاری عمارتیں ایک کروڑ روپیہ کی خراب

ہو گئی ہیں - یہ نقصان بادی النظر میں زیادہ معلوم ہوتا ہے - لیکن جس وقت نئے دفتر - افسروں کے رہائشی بنگلے - سینکڑوں سکول اور ہسپتالوں کی عمارتیں تعمیر کرنا پڑیں گی - تو پتہ لگے گا کہ یہ اندازہ کچھ بہت نہ تھا - یہ تو رہا سرکاری نقصان - لوگوں کے ذاتی اور مالی نقصان کا اندازہ اس سے کہیں بہت زیادہ ہے - کیونکہ یہ نقصان نہ صرف یہ کہ مکانات کے گر جانے سے یا کاشتکاری کے لئے جانوروں کے مرجانے سے ہوا ہے - بلکہ یہ اُس قسم کی عمارات کے گر جانے سے ہوا ہے - جس کا تعلق پیشہ کاشتکاری سے تھا -

حضور وائسرائے نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ بے اندازہ تعداد میں غریب لوگوں کے گھر آج نہ صرف یہ کہ خراب و خستہ ہو گئے - بلکہ ہزاروں کی تعداد میں بالکل نیست و نابود ہو گئے ہیں - اور اُن کا نشان تک بھی باقی نہیں رہا -

آنریبل مسٹر بلنٹ (Mr. Blunt) فائیننس ممبر صوبجات متحدہ نے لکھنؤ کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار بدیں الفاظ فرمایا ہے - میں نے اپنی ۳۲ سالہ ملازمت کے دوران میں ایسا خطرناک اور دہشت انگیز زلزلہ نہ دیکھا ہے نہ سُنا - جتنا کہ جنگِ عظیم کے سبب فرانس کو بھی اتنا نقصان نہ پہنچا تھا - جتنی قیامت کہ اس زلزلہ نے صوبہ بہار میں ڈہائی ہے - اس نقصان کو شمالی فرانس کے نقصان زدہ علاقہ سے کچھ کچھ تشبیہ دے سکتے ہیں -

جائے غور ہے کہ یہ الفاظ ایک ایسے نہایت تجربہ کار اور آزمودہ کار پرانے افسر کے ہیں کہ جس نے اپنی عمر عزیز کی ۳۲ گرمیوں اور سردیوں کو ہندوستان میں گزارا ہے - اور اُنہوں نے ان الفاظ کو بڑے اعتدال سے زبان سے نکالا ہے - کیونکہ یہ کوئی سنسنی خیز اور پراپیگنڈا کے لئے نکلے ہوئے الفاظ نہیں -

مندرجہ بالا بیانوں کو پڑھنے کے بعد ایک ذی ہوش بغیر دیکھے چشم تصور سے ہی شمالی بہار کی گئی گذری حالت کا اندازہ لگا سکتا ہے - کہ کس قدر تعداد اور مقدار میں نقصان جان و مال ہوا ہوگا - کتنے مویشی ضائع ہوئے ہونگے - اور اُن شہروں کی حالت ہوئی ہوگی جو گر کر پیوند زمین ہو گئے - لوگ رات کی سردی سے بچنے کے لئے کس طرح سرگردان اور پریشان اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہے ہونگے - ہم لوگ جو پرماتما کی مہربانی سے اُس قیامت خیز حادثہ سے بچ رہے ہیں - کس طرح اُن بیچارے بچوں اور عورتوں کی افسوس زدہ حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں - کہ جو اپنے والدین اور مالکوں کے مرجانے سے یتیم ہو گئے یا بیوہ ہو گئیں -

مصیبت زدہ بھوکا اور ننگا بہار اپنے دوسرے صوبوں کے خوش قسمت بھائیوں کی طرف مدد کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے - یہ ایسی مصیبت نہیں جو چند لاکھ روپوں یا چند سو والنٹیروں کی مدد سے چند یوم میں ختم ہو جائے - بلکہ لوگوں کو پھر سے زندگی شروع کرانے کے لئے کروڑوں روپیہ - ہزاروں والنٹیر اور کئی سال کا عرصہ درکار ہے - اسلئے ضرورت ہے کہ ہم جلد بازی کو چھوڑ کر نہایت صبر اور استقلال کے

ساتھ کام شروع کریں۔ صوبہ بہار کی ضروریات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول فوری ضروریات! - تمام ہندوستان اور سلطنت انگلشیہ کے دوسرے حصص سے کھلے دل سے ایسی اشیا کی امداد کی جائے کہ جس کی مدد سے عارضی اور فوری تکلیف کو دور کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر کمبل گرم کپڑے۔ خیموں کے لئے ترپالیں۔ جھونپڑیوں کے لئے بانس اور چھپروں کے لئے لوہے کی چادریں بڑی کارآمد ثابت ہونگی روپیہ کی فوری امداد کی بھی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ خورد و نوش کا سامان خریدا جا سکے۔ اور عارضی رہائش کے لئے بھی کچھ سامان بہم پہنچایا جائے تاکہ آنے والے موسم سے کچھ پناہ مل سکے۔ جنوری کے آخری دنوں میں بوجہ دو یوم مسلسل بارش ہو جانے کے کئی بیچارے سردی کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ اور کئی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ اگر موسم برسات سے ان غریبوں کو کوئی پناہ نہ ملی ان بیچاروں کا خدا ہی حافظ ہو گا۔ ممکن ہے کہ کوئی خطرناک وبا پھوٹ پڑے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ لقمۂ اجل ہو جائیں۔

دوم مستقل ضروریات کا سوال: - لیکن کسی قسم کی امداد بھی جو فوری اور عارضی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دی جائے مستقل ضروریات کی امداد کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کا مترادف ہو گی۔ موخرالذکر کام کے لئے امداد کرنے والوں کو زیادہ سخاوت سے کام لینا ہو گا۔ ناظرین کو مستقل ضروریات کا اندازہ لگاتے وقت یہ امر فراموش نہ کر دینا چاہیئے کہ کم از کم بیس ہزار مربع میل رقبہ میں یہ قیامت برپا ہوئی ہے۔ یہ علاقہ ترہٹ کمشنری کے سب سے زیادہ گنجان آباد اضلاع پر شمالی کمشنری کے دو اضلاع۔ بھاگلپور کمشنری کے پورنیہ اور مونگیر اضلاع اور پٹنہ کمشنری کے تین نہایت گنجان اضلاع پر مشتمل ہے۔ شہر سنگھ۔ مظفر پور۔ دربھنگہ اور موتی ہاری تو بالکل صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئے ہیں۔ صوبہ کے دارالسلطنت پٹنہ میں کافی سے زیادہ نقصان ہُوا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مکانات بالکل تباہ اور برباد ہو گئے ہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں عورتیں اور مرد بالکل خانماں برباد ہو چکے ہیں۔ اور تلخ زندگی کے لمحات سڑکوں کے کناروں یا کھلے میدانوں میں کاٹ رہے ہیں۔ بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑا یا رات بسر کرنے کے لئے سر چھپانے کو معمولی چھپر میسر نہیں۔ وہ تمام چھوٹے چھوٹے دکاندار یا تاجر کہ جن کا گزارہ ان برباد شدہ چھوٹے چھوٹے قصبوں یا دیہاتوں پر تھا۔ بالکل حیران اور پریشان پھر رہے ہیں کہ اب کیا کریں۔ وہ اپنے آپ کو اپنی روزی کمانے کے بالکل ہی ناقابل پاتے ہیں۔ اُن کے علاوہ اُن غریب مزدوروں کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ جو صبح سے شام تک محنت مزدوری کر کے رات کو اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ اور جواب نہیں جانتے کہ گزارہ کیونکر ہو گا۔ اُن غریبوں کے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔ اور جب تک اُنہیں کافی مقدار میں مدد نہ ملے گی۔ اُن کے لئے زندگی وبال جان ہی نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جائیگی۔

مندرجہ بالا نقصان عظیم کے علاوہ ہمیں اُس نقصان کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ جو صوبہ کی قابلِ کاشت اور زرخیز زمین کو پہنچا ہے۔ اور ان تمام سلسلوں کے بند ہو جانے سے جو نقصان ہُوا کہ جن پر ہزاروں انسانوں کی روزی کا انحصار تھا۔ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ مزید برآں اُس نقصان عظیم کا بھی کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کرنی چاہیئے جو اُن کاموں کے بند ہو جانے سے ہُوا ہے کہ جن پر صوبہ کی پبلک زندگی کا دارومدار تھا۔ اِس نقصان کو ایک معمولی حد تک پورا کرنے کے لئے بھی کروڑوں روپوں کی ضرورت ہوگی چھوٹے اور بڑے قصبوں کی میونسپل کمیٹیوں کا کام بالکل ہی بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب شہر ہی نہ رہے تو اُن میں سامان لانے والے کہاں؟ اور جب کوئی سامان ہی نہ لایا جائے تو محصول چونگی کس سے وصول ہو۔ الغرض یہ محکمہ جات بالکل ہی عضو معطل ہو چکے ہیں۔ اور کوئی میونسپلٹی کسی قسم کی بھی طبی یا مالی امداد پہنچانے کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے ان میونسپلٹیوں کو از سر نو چلانے کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔

دیہاتی علاقہ میں نقصان۔ دیہاتی علاقہ میں پختہ سڑکیں سرے سے نہیں رہیں۔ دریاؤں کے بڑے بڑے بلند اور اُن کے پُل سب نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو کہ جن کے سپرد دیہاتی علاقوں کے کام ہیں۔ بڑی بھاری تعداد میں روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ تب کہیں جا کہ علاقہ کی حالت کچھ دُرست ہوگی لیکن اتنے روپیہ کا خرچ برداشت کرنے کی طاقت اُن بیچاروں میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کروڑوں روپیہ اِس بہت بڑے علاقہ میں اُن غریب دہقانوں اور کسانوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ جن کے ذریعہ وہ اپنی معاش کا کچھ بندوبست کر کے اپنے کھیتوں کو ریت اور مٹی سے صاف کر سکیں اور اپنا کام شروع کر سکیں۔ اِس کے علاوہ ایک اور پیچیدہ سوال گنّوں کی کاشت کا ہے۔ اِس وقت گنّوں کی فصل ایک لاکھ ایکڑ زمین کھڑی ہے ان گنّوں کی کھپت کھانڈ کے ملحقہ کارخانوں میں ہوتی تھی۔ لیکن اِن کارخانوں میں سے بھی۔ سات بہت بڑے بڑے کارخانے زلزلے سے مسمار ہو گئے ہیں۔ عقل حیران ہے کہ ان گنّوں کا کیا کیا جائے۔ اسلئے اگر گنّوں کی کاشت کے سلسلے کو بھی آئندہ کے لئے جاری رکھنا ہے تو ضروری ہے کہ ان کارخانوں کو فوراً دُرست کیا جائے۔

زیر کاشت زمینوں کے رقبہ کا اندازہ فی الحال صحیح نہیں لگ سکتا۔ سینکڑوں میل میں ریت نیچے سے پھٹ کر اوپر آ گئی ہے۔ سینکڑوں جگہ پانی نکل کر جوہڑ بن گئے ہیں۔ ابھی اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ نقصان بے انداز ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے ناظرین کچھ نہ کچھ اس امر کا اندازہ لگانے کے قابل ہو گئے ہونگے۔ کہ صوبہ بہار کو کس قدر شدید نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ اور کہ ہندوستان کے دیگر صوبجات کے باشندوں کا

اپنے بہاری بھائیوں کی طرف کیا فرض ہے - بے شک بہار واڑیسہ کی گورنمنٹ سے جو بن آئیگا مدد کریگی اور وہ تو پہلے ہی بہت کچھ کر رہی ہے اور امداد جو آرہی ہے کافی لوگوں تک پہنچ چکی ہے - لیکن گورنمنٹ کو اپنی بھی بہت سی عمارتیں تعمیر کرنی ہیں - روپیہ کی اُسے خود بھی ضرورت ہے - مصیبت زدہ علاقہ میں لاکھوں مزدوروں کو دوبارہ کام پہ لگانے کے لئے بھی امداد اشد ضروری ہے - جب تک یہ نہ ہوگا اہل بہار اپنی روزمرہ کی زندگی پر گامزن نہ ہو سکیں گے اور لوگوں کو مصیبت کا ہی سامنا رہیگا -

چنانچہ ان سب کاموں کے لئے کروڑوں روپیہ درکار ہے - اِس لئے ضرورت ہے کہ سخی اور دولت مند لوگ مندرجہ بالا حالات کو اچھی طرح دل نشین کر کے اپنی تھیلیوں کے مُنہ کھول دیں - عوام کی دلچسپی بھی فوری امداد دیکر ہی ختم نہ ہونی چاہئے - ایک صوبجاتی حکومت کے لئے اتنا کام بالکل ہی اُس کی طاقت سے باہر ہے - اور اِسلئے اُن تمام سبھاؤں سوسائیٹوں اور انجمنوں کے لئے بے حد کام ہے جو صرف عوام کی خدمت کے لئے ہی وجود میں آئی ہیں - ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جو امداد بھی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو بھیج سکتا ہے بھیجے - تاکہ ہر دو عالم میں سرخرو ہو - اور اپنی متحدہ قومیت کا ثبوت دے ؎

دوست آں باشد

خدا بھلا کرے میرے عزیز دوستوں کا جو میری مشکلات کو حل کرنے میں دل و جان سے میرا ہاتھ بٹا رہے ہیں - اور جہاں تک اُن سے ممکن ہوتا ہے - میری دستگیری کر رہے ہیں -

افسانہ نمبر کی اشاعت بجائے خود ایک افسانہ بن گئی ہے - میرے عزیز بھائی اور پیاری بہنیں نہایت محبت بھرے خطوط کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں -

افسانہ نمبر کی اشاعت نے جوبلی نمبر کی یاد کو بھی تازہ کر دیا ہے - جو صاحب بھی افسانہ نمبر کا ملاحظہ کرتے ہیں - معاً جوبلی نمبر کے لئے وی پی طلب کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں - چنانچہ جہاں جہاں افسانہ نمبر جا رہا ہے جوبلی نمبر کی کاپیاں بھی منگائی جا رہی ہیں

اگر آپ بھی میرے دوست ہیں تو دوستی کا حق ادا کریں - اور میری امداد کریں -

افسانہ نمبر آپ کی خدمت میں پہنچ چکا ہے اُس کے صفحہ ۱۹ - ۲۰ پر کی چند سطور کو غور سے ملاحظہ فرمایا جائے اور مجھے مرہون منت کیا جائے

اگر آپ میری دردبھری اپیل کو دردبھرے دل سے نہیں پڑھینگے - تو مجھے سخت تکلیف ہوگی - اور رنج - کہ کہنے کو تو آپ میرے دوست ہیں - مگر چچا سعدی کے قول دوست آں باشد ا کی تعمیل سے آپ کوسوں دور ہیں ! انصاف آپکے ہاتھ میں ہے خادم جگت سنگھ

غزل

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز)

دل ازل سے وقف ہے تصویرِ جاناں کے لئے
میں جگہ لاؤں کہاں سے یاس و حرماں کے لئے

چاک دامانی مری خالی تواضع سے نہیں
دھجیاں ہیں جیب میں خارِ بیاباں کے لئے

خلقِ برق و باد کا انجام ہونا تھا یہی
بن گئے سامانِ بربادی گلستاں کے لئے

زندگی میں کیا کرے کوئی تمنائے وصال
وقت بھی تو ہو میسر عہد و پیماں کے لئے

دیکھ کر اندازِ ناوک یہ خلش دل کو ہوئی
میزباں گھر چھوڑ دے کیوں اپنا مہماں کے لئے

خضر کیا جانے بھلا جامِ شہادت کے مزے
وہ تو مرتے ہیں ہمیشہ آبِ حیواں کے لئے

جوشِ گریہ نے الٰہی جسم میں کیا ہے کیا
چند قطرے خوں کے باقی ہیں مژگاں کے لئے

کھلتے کھلتے بندشِ بندِ حقیقت کھل گئی
ہر نمائش وجہ ٹھہری ذوقِ عرفاں کے لئے

ڈھونڈتی پھرتی ہے وحشت سازو سامانِ جنوں
میرے دامن کے لئے میرے گریباں کے لئے

میرے حرفِ مدعا پر کیوں خموشی چھا گئی
پوچھنا ہے کیا کسی سے عہد و پیماں کے لئے

میں پریشاں سا پریشاں چارہ گر کے واسطے
چارہ گر حیراں سا حیراں زخمِ پنہاں کے لئے

کلکِ فکرِ شاہ عثماں تیغِ براں ہے عزیز
اور شمعِ راہ بھی ہے ہر سخنداں کے لئے

حیات بعد الممات

(جناب میاں محمد اسلم صاحب کے قلم معجز رقم سے)

کسی حکیم کا قول ہے کہ بعض اوقات دل "امر واقعہ" کو بھی آسانی سے تسلیم نہیں کرتا۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ اکثر "ارواح" نے مرنے کے بعد اپنا وعدہ کس طرح پورا کیا ہے۔ اور اپنے خویش و اقارب کی کس کس طرح آکر مدد کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ "ارواح" اپنے ذاتی اغراض کے لئے کس طرح ہمارے پاس آتے ہیں۔

اعتراض اور نکتہ چینی کر لینا ایک بہت آسان کام ہے۔ لیکن اگر ذرا عقل سلیم سے مدد لی جائے۔ اور ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے۔ ہمارا مقصد صرف ایک چیز کی ماہیت معلوم کرنا ہے۔ روح کی ماہیت کا پتہ لگانا انسان کی عقل سے بالاتر ہے۔ ہمیں تو صرف ایک چیز کی "صداقت" کا امتحان کرنا۔ اور اس امتحان کے دوران میں ہر قسم کی قیاس آرائیوں پر بھی غور کرنا ہے اور اگر کوئی "قیاس" دلیل و برہان سے درست اور قابل پذیرائی ثابت ہو تو پھر اس کے باور کرنے میں قیل و قال کرنا شیوۂ دانشمندی سے بعید ہے۔

اکثر حضرات اس بات کے تسلیم کرنے سے گریز نہیں کرینگے کہ انسان "قوت خیال" سے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار دوسرے پر کر سکتا ہے۔ اگر ایک کے دل کو لگی ہو تو دوسرے کا دل بھی اس سے اثر پذیر ضرور ہوتا ہے۔ ایک دل کی کشش دوسرے دل کو بھی متاثر کر دیتی ہے۔ اب اگر یہ سچ ہے تو پھر اسی بنا پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے خیالات کا اظہار ایک ایسے آدمی پر بھی کر سکتا ہے جو حیات کے قید و بند سے آزاد ہو چکا ہو۔

اس موضوع پر کافی بحث ہو چکی ہے کہ خیالات کے اظہار کا دارومدار محبت کے معیار پر ہے۔ جتنی کسی کو کسی سے محبت ہوگی اتنی ہی اس کے دل میں کشش اور تڑپ موجود ہوگی۔

ہر ایک دل کے احساسات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور اپنی احساسات کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے خیالات اور احساسات سے متاثر ہوتے ہیں۔ انسان کا دل ایک ایسا "آلہ" ہے جہاں تقریباً ہماری زندگی کے تمام واقعات کا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے۔ اور ان میں سے بعض واقعات کا اثر ایسے لوگوں پر بھی عیاں ہوتا ہے۔ جنہیں ہم سے کوئی خاص ربط و ضبط ہو۔ بعض اوقات ہمارے یہی خیالات دوسروں پر خواب کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ اور انکا اثر کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والا اپنے خواب کی صداقت اور تعبیر کا قائل ہو جاتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سب باتیں محض "قیاس آرائیاں" ہی ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہی قیاس آرائیاں قابل غور ہیں۔ ہم اپنے خیال کا اظہار محض الفاظ سے ہی نہیں کر سکتے بلکہ جس وقت کوئی خیال ہمارے دماغ میں آتا ہے اگر ہم توجہ سے کام لیں تو وہ شخص جس کا اس خیال سے کچھ تعلق ہو اس سے ضرور اثر پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ قیاس نہیں بلکہ مشاہدات اور تجربات کے بعد یہ "نظریہ" قائم کیا گیا ہے۔

تبادلہ خیالات کے متعلق ایک مشہور فرانسیسی ڈاکٹر کاستی ڈی الگ پڑ جس کا موجودہ زمانے کے آدمیوں میں بہت بلند مرتبہ ہے۔ اپنا تجربہ یوں بیان کرتا ہے۔

"میں نے ایک پتا لیا۔ اور ایک مدت تک میں اس کا مطالعہ اس طرح کرتا رہا کہ اگر اسے سینکڑوں پتوں میں ملا بھی دیا جائے تو میں اسے فوراً شناخت کر سکوں۔ کچھ عرصہ کی محنت کے بعد یہ دیکھنے کے لئے کہ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ میں نے ایک شخص کی آنکھوں پر کپڑا باندھ دیا اور پھر اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اسی "پتے" کا دل میں خیال کرنے لگا۔ یہ پتا میں نے اور پتوں میں ملا کر پاس ہی رکھا تھا۔ اس شخص نے ہاتھ بڑھایا اور فوراً وہی پتا اٹھا لیا جس کا خیال میں دل میں کر رہا تھا۔ میں نے اکثر ایسے لوگوں سے بھی تبادلہ خیالات کیا ہے جو اس قسم کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اکثر اس موضوع پر ان سے بحث ہوتی ہے۔ اور آج میں بلاخوف تردید یہ اعلان کرتا ہوں کہ بعض آدمیوں کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنی "قوت خیال" سے کسی دوسرے آدمی کو متاثر کر سکیں۔ اور اپنے خیالات کا عکس اس کے دل پر ڈال سکیں۔ اس قوت کا انحصار مختلف طبائع کی استعداد پر منحصر ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک قسم کی مشق ہے کہ ہم اپنے دل کو اس بات کا خوگر بنا لیں کہ ہماری تھوڑی سی توجہ سے وہ دوسرے دل کا حال ہم پر آشکار کر دے۔"

ایک صدی کے عرصہ میں "خواب" کی ماہیت پر کم و بیش اٹھائیس لاجواب کتب تصنیف کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے "مینی ڈی بیران" نامی ایک محقق نے ۱۸۲۷ء میں اس موضوع پر ایک کتاب شائع کی تھی اور سب سے آخری "ڈیونز ڈی لگن" نے ۱۹۳۰ء میں شائع کی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب جس کا مصنف "الفرڈ بری" ہے اور جو ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی تھی "خواب" پر ایک مستند کتاب متصور ہوتی ہے۔ لیکن ان سب کتب کے مطالعہ کے بعد ہم صرف ایک رائے قائم کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابھی مضمون بہت ناتشنۂ تحقیق ہے۔

بحث طلب یہ بات ہے کہ ہم یہ فیصلہ کس طرح کریں کہ کسی کی روح جو اس کے مرنے کے بعد ہمیں نظر آتی ہے یا کسی اور ذریعے سے اپنی موجودگی کا ہم پر اظہار کرتی ہے۔ آیا ہمارے "خیال" یا "وہم" کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز ہے۔ یا اگر اسے صرف "خواب" سے تعبیر کیا جائے۔ تو پھر کسی اور شخص کی قوت خیال ہے جو نیند کی حالت میں خواب کی صورت میں ہم پر وارد ہوتی ہے۔ اس عقدہ کو سلجھانے کے لئے اور اس معمّے کے حل کے لئے ہمیں اس کے سوا

اور کوئی طریق نظر نہیں آتا کہ ہم پیش اُفتاد مختلف واقعات پر غور کریں۔ رہا یہ سوال کہ یہ واقعات جن پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں اصل ہیں یا بناوٹی۔ تو یہ طبائع پر منحصر ہے۔ جو جس کے جی میں آئے سمجھ لے۔ لیکن اس کے ساتھ اس قدر عرض ضروری ہے کہ کسی چیز کو "بناوٹی" قرار دینے کے لئے اور بیان کرنے والے کو "کاذب" سمجھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی معقول دلیل ضرور ہونی چاہئے۔ یہ بات نہیں کہ گز بھر کی زبان سے جو جی میں آیا کسی کو کہدیا۔

"حیات روح" کے متعلق مدت ہوئی یورپ کے اخبارات میں ایک واقعہ شائع ہوا تھا۔ وہ قابل غور ہے اور اس ایک مثال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ "ارواح" بوقت ضرورت ہمارے کاموں میں دخل دے سکتے ہیں اور ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

سنہ ۱۷۲۱ء میں "میڈم مارٹی وتے" (جس کا شوہر ڈچ گورنمنٹ کی طرف سے سویڈن میں سفیر تھا۔ اور جسے مرے بہت عرصہ ہو چکا تھا) پر ایک مہاجن نے عدالت میں پچیس ہزار پونڈ کا دعوےٰ دائر کر دیا۔ مدعی نے بیان کیا کہ یہ رقم اس کے شوہر نے اس سے قرض لی تھی جو ابھی تک ادا نہیں ہوئی۔ میڈم مارٹی وتے کا بیان تھا کہ اس کے شوہر نے یہ رقم ادا کر دی تھی۔ لیکن جب رسید طلب کی گئی تو میڈم موصوف اس قسم کی کوئی دستاویز پیش نہ کر سکی۔ جس سے اس کے بیان کی تصدیق ہو سکے۔

مہاجن جس کا نام "سوینڈ وبورگ" تھا۔ میڈم موصوف اس سے کئی بار ملی۔ لیکن وہ اپنے مطالبے پر قائم رہا۔ اور جائداد قرق کرانے کی دھمکی دیتا رہا۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد موسیو مارٹی وتے" خواب میں اپنی بیوی سے ملا اور اسے وہ جگہ بتائی جہاں وہ پچیس ہزار پونڈ کی گم شدہ رسید رکھی تھی۔ یہ گم شدہ رسید بالوں میں لگانے کے لئے ایک جواہر نگار پن کے ساتھ ایک ڈبیا میں رکھی ہوئی تھی۔

میڈم موصوف کا بیان ہے کہ یہ خواب اُس نے صبح دو بجے کے قریب دیکھا اور اسی وقت اُٹھ کر اس جگہ جہاں اس کے متوفی شوہر نے خواب میں بتلایا تھا تلاش کرنے لگی۔ اور وہ جواہر نگار پن اور مہاجن کی رسید اسے ان دونو چیزوں کو اپنے سرہانے کے نیچے رکھ کر وہ پھر سو گئی۔ صبح جب وہ بیدار ہوئی تو ایک خادمہ نے مہاجن کے آنے کی اطلاع دی۔ جب وہ مہاجن سے ملی تو اس نے کہا کہ آج رات کو "موسیو مارٹی وتی" اُسے خواب میں ملا اور کہا وہ میڈم کو پریشان نہ کرے۔ کیونکہ وہ اپنی بیگم کو ملنے جا رہا ہے"۔

مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ صرف دیکھنا یہ ہے کہ میڈم اور مہاجن نے جو موسیو مارٹی وتے کو خواب میں دیکھا اس کی حقیقت کیا ہے۔ (باقی باقی)

مسدس

در صفت علم

المدد اے شوقِ علمِ رہنما　　المدد اے جوہرِ عقل رسا
المدد اے اوجِ فکرِ عرش سا　　المدد اے رفعتِ فہم وذکا
المدد اے طبعِ موزوں المدد
المدد اے صدقِ مضموں المدد

خانۂ دل علم سے روشن ہو آج　　دشت میں نزہت فزا گلشن ہو آج
بے خزاں پھولوں سے پُر دامن ہو آج　　روشنائی رو کشِ سوسن ہو آج
علم کے ہیں وصف اس نسخے میں چند
ہوں مریضِ جہل کو وہ سودمند

علم بیشک خلعتِ انساں ہے خوب　　علم سے توقیر کا ساماں ہے خوب
علم دردِ یاس کا درماں ہے خوب　　علم امیدوں کے تن میں جاں ہے خوب
عقدۂ لاحل ہیں سب حل علم سے
جانتے ہیں حق کو اوّل علم سے

علم سے انسان کو طاقت ہے حصول　　علم سے حسنِ فضیلت ہے حصول
علم سے تہذیب و عزّت ہے حصول　　علم سے جاہ و وجاہت ہے حصول
گوہرِ تاجِ تجارت علم ہے
افسرِ راسِ ریاست علم ہے

علم ہے گنجینۂ عقل و ذکا　　علم ہے آئینۂ شکلِ رضا
علم ہے پیمانۂ فیض و عطا　　علم ہے دُردانۂ عیش و غنا

اس سے ثابت گردشِ چرخِ بریں
اس سے مثبت وسعتِ روئے زمیں

علم سے ہے نازِ اربابِ نیاز　　علم سے ثابت قدم ہیں سرفراز
علم سے کھلتا ہے ہر عقدہ کا راز　　علم سے بابِ حقیقت بھی ہے باز

نشۂ عرفاں ایاغ علم میں
جلوۂ ایماں چراغِ علم میں

روشناسِ فضلِ یزداں علم ہے　　آشنائے بحرِ ایماں علم ہے
آبروئے ملکِ خاقاں علم ہے　　رنگ و بوئے باغِ رضواں علم ہے

سرمۂ اہلِ بصیرت ہے یہی
خوبیٔ او صناع وسیرت ہے یہی

وسمۂ ابروئے صد خوبی ہے علم　　غازۂ رخسارِ محبوبی ہے علم
روشنیٔ چشمِ یعقوبی ہے علم　　چشمۂ پاکیزہ اسلوبی ہے علم

آفتابِ کامرانی ہے یہی
بوستانِ شادمانی ہے یہی

علم تو ہے مرہمِ زخمِ جگر　　علم تو ہے ہر مرض میں چارہ گر
علم تو ہے رونقِ ذاتِ بشر　　علم تو ہے عقلِ کُل المختصر

تلخ کاماں را توئی قند و نبات
نیم جاناں را توئی عین الحیات

علم تجھ کو حق نے وہ رتبہ دیا　　آدمی کو تجھ سے ہے نشو و نما
علم تُو ذرے کو دے وہ اعتلا　　صورتِ خورشید چمکے جا بجا

تجھ کو جو چاہے وہی پائے کمال
جس کو تو چاہے وہی ہووے مثال

فرض ہے ذی علم کو ہو باعمل ہو عمل اچھا تو اچھا پائے پھل
علم سے غافل نہ بیٹھے ایک پل کچھ نہ اس کی پیروی میں ہو خلل
جان و دل سے علم کا شیدا رہے
رات دن یہ شغل یہ چرچا رہے

علم کی دولت ہے افزائش پسند صرف ہونے سے یہ ہوتی ہے دوچند
ہے زمانہ میں نہایت ارجمند بانصیب اس سے ہوئے ہیں بہرہ مند
چور اسے ہرگز چرا سکتا نہیں
قفلِ باطن کوئی پا سکتا نہیں

علم سے سعدی نے پایا احتشام علم سے جامی ہوئے یکتائے جام
علم سے عرفی کا ہے مشہور نام علم سے فیضی نے پایا یہ مقام
زندگی میں کام کیا کیا کر گئے
نام زندہ رہ گیا گو مر گئے

پائے افلاطون و جالینوس نے کس قدر اعزاز عقل و علم سے
انوری و حافظِ شیراز کے عہدِ شہرت میں کیا جھنڈے گڑے
تھے یہ سب مہر سپہرِ علم و عقل
تھے یہ سب انوارِ مہرِ علم و عقل

یا الٰہی چند معدودے یہ پند ہوں پسند خاطرِ دانش پسند
علم پڑھ کر ہو نہالِ سر بلند جہل جل کر ہو کفِ خاکِ نژند
فکرِ شاکر کا یہ تحفہ ہر طرف
گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندہ پنڈت شیو ناتھ کول شاکر از لشکر گوالیار

نسق و نظم مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم اے۔ بی ٹی)

خط نمبر ۲۴

مکرمی تسلیم۔ واقعی آپ کا خیال بالکل صحیح ہے کہ ٹورنامنٹس کے بند ہو جانے سے سکولوں سے زندگی جاتی رہی۔ جو اعتراضات ٹورنامنٹس پر کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان سے سکولوں میں کشیدگیاں بڑھتی ہیں۔ میچ کے درمیان دنگا فساد کی نوبت آجاتی ہے کھلاڑی لڑکوں کی بیجا نازبرداری کرنی پڑتی ہے۔ جماعت بندی کے وقت کھلاڑیوں کو ترقی دینے کے وقت معیار اور اصول ترقی کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ کل طلباء کا چندہ کھیل چند کھلاڑیوں پر صرف ہو جاتا ہے۔

ان تمام اعتراضات کو ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ٹورنامنٹ فی نفسہٖ ان نقصانات کے ذمہ دار نہیں جس طرح ہر اچھی شے کو برُا بنا لیا جاتا ہے۔ یہی حال ٹورنامنٹوں کا ہے۔ دنگا فساد اور سکولوں کی باہمی کشمکش اگر بڑھتی ہے تو محض اس وجہ سے کہ شامل ہونے والے سکولوں کے کھلاڑی ایمانداری سے کھیل نہیں کھیلتے۔ وہ فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اخلاقی شکست کھانے کے بعد دیانت داری۔ راست گفتاری اور شرافت کو کھو دینے سے فتح کہیں حاصل ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

میں تو شکست کو ایک بڑی فتح کا پیش خیمہ سمجھتا ہوں۔ اگر ہماری ٹیم ہارتی ہے تو یہ ہماری زبردستی ہے کہ ہم اس خجالت کو امپائر کو بددیانت کہکر یا فریقِ مخالف سے لڑ کر مٹانا چاہیں۔ اس کے برعکس ہمیں اپنی خامیوں کو معلوم کر کے انہیں رفع کرنا اور بہتر کھیل دکھانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

کشمکش کی آپ نے اچھی کہی کیا ہیڈ ماسٹر اور ان کے مددگار اساتذہ اپنی ذات سے گر کر لڑکوں کی فراہمی میں ایک دوسرے کے خلاف ناجائز پروپیگنڈا کر کے آپس میں منافرت اور مناقشت پیدا نہیں کر لیتے۔ ایک سو ایک اور ایسے مقاصد ہیں جو مدرسے کی بہبودی کے واسطے ضروری ہیں لیکن اُن کے حصول کے غلط طریقوں کے استعمال سے ہم باہمی کشمکش پیدا کر لیتے ہیں۔

رہا دوسرا سوال کہ چند لڑکوں پر تمام طلباء کا چندہ صرف کر دیا جاتا ہے۔ اوّل تو ایسا بالعموم ہوتا نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اور اگر کہیں اتفاقاً یا غلطی سے ایسا ہوتا ہے تو بہت جلد اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

ٹورنامنٹ میں شریک ہونے والی ٹیم میں سے ہر سال ایک تعداد نکلتی رہتی ہے۔ بعض پاس ہوکر مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض فیل ہوکر گھر بیٹھ جاتے ہیں۔ جو کچھ ہمت کر کے مدرسہ میں شامل رہتے ہیں وہ کھیل نہیں سکتے۔ ہر سال جو کمی پڑتی رہتی ہے۔ آخر یہ کہاں سے پوری ہوتی ہے۔

نیچے کی ٹیموں میں سے کھلاڑی ترقی کر کے اوپر کی ٹیموں میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ایک ہی ٹیم مدرسہ میں رہے تو اگلے سال ناممکن ہے کہ ٹورنامنٹ میں وہ مدرسہ شامل ہوسکے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ کئی اور ٹیمیں رکھنی پڑتی ہیں جو بڑی ٹیم کے لئے بمنزلہ معاون دریاؤں کے ہیں۔ گویا ٹورنامنٹ اس بات کا مقتضی ہے کہ مدرسے کے سب طلبا کھیلیں اور ترقی کر کے درجہ بدرجہ ٹورنامنٹ میں شریک ہونے والی ٹیم میں داخل ہوں۔ اعلےٰ پایہ کی درسگاہوں میں فرسٹ ٹیم میں کسی طالب علم کا نام لکھا جانا بذاتِ خود ایک طرۂ امتیاز ہے جو مسلسل کوشش سے حاصل کیا جاتا ہے۔

جماعت بندی کا اعتراض بھی اصل میں ٹورنامنٹ پر نہیں بلکہ ہیڈ ماسٹر کی ذمہ داری پر جا کر پڑتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سالانہ ترقی کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ کر کے معیار اور اصول کو ہاتھ سے دیا جاتا ہے۔ اس لئے جو ہیڈ ماسٹر اپنی زبردست شخصیت والا ہے کہ ترقی دیتے وقت سوائے لڑکے کی بہبودی کے کسی اور شے کو پیش نظر نہیں رکھتا وہ ٹورنامنٹ کی فتح و شکست کے خیال سے بھی اپنے اصول کو ہاتھ سے نہیں جانے دیگا۔

میں تو اس خیال سے ٹورنامنٹ کے بند ہو جانے کی ذمہ داری تمامتر اپنے طبقہ پر سمجھتا ہوں۔ اب دیکھئے کہ ان کے بند ہو جانے سے کس قدر ناقابلِ تلافی نقصان ہماری درسگاہوں کو پہنچا ہے۔ کھیلوں کا معیار اتنا گر گیا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ اعلےٰ درجہ کے کھلاڑی ہی ہماری درسگاہوں سے نکلنے بند ہو گئے۔

اس سے بھی زبردست نقصان ہمیں یہ پہنچا ہے کہ اب طلباء میں اپنی درسگاہ کی محبت اس درجہ نہیں رہی جتنی کہ توقع کی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ شیلڈ اور کپ ہیڈ ماسٹر کے دفتر سے ہٹ جانے کی نسبت عمدہ کھلاڑی اپنی موت سمجھتے تھے۔ گویا اپنے مدرسہ کی عزت اور اپنی ٹیم کی آن پر وہ جان دیتے تھے۔

اس کے علاوہ سفر۔ ٹورنامنٹ میں ایک دوسرے سے ملنا۔ اس کے متعلقہ تقریبوں میں شامل ہونا بذاتِ خود بہت سے مجلسی فوائد کا متضمن تھا۔

خط نمبر ۲۵

مکرمی زاد عنایتکم۔ پلے فار آل کی تحریک کھیل کی نفسیات کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بچہ اس لئے نہیں کھیلتا کہ وہ بچہ ہے بلکہ وہ بچہ ہی اس وجہ سے ہے کہ وہ کھیلے اور کھیل کھیل کر بڑا ہو اور آئندہ زندگی کے واسطے آمادہ اور تیار ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیل بچہ کا پیدائشی حق ہے۔

پہلے فارآل کا پیریڈ استاد دلچسپ بنانا چاہئے کہ طلبا بے صبری سے اس کا انتظار کریں۔ اس وجہ سے نہیں کہ تعلیمی گھنٹوں سے جی چراتے ہوں بلکہ اس وجہ سے کہ اس سے تازہ دم ہوکر دوگنی طاقت اور المضاعف شوق سے پھر تعلیمی کام کو کرنے کے لائق ہوجائیں۔ چونکہ گھنٹہ کو سکول ٹائم ٹیبل میں بیس تیس منٹ سے زیادہ نہیں دیئے جاسکتے اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ انچارج ماسٹر سب ضروری سامان گھنٹے سے پہلے مہیا رکھیں تاکہ گھنٹہ بجتے ہی طلبا اپنے اپنے کھیل میں لگ جائیں۔

تمام سکول کے قد وار گروپ بنا دیئے جائیں۔ بچہ کو کھیل کا اس سے قطعی فائدہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے سے بڑی عمر اور زیادہ طاقت والوں کی پارٹی میں شامل ہوکر انکے منہ کو دیکھا کرے۔ ہر گروپ کا ایک لیڈر بنا دیا جائے جو در اصل اُستاد کی ضرورت نہ رکھے۔ خود طلبا کو کھیل کھلا سکے اور اس لئے کافی اثر والا ہونا چاہئے

میجر گیمس اس گھنٹہ میں نہ رکھے جائیں بلکہ چھوٹے چھوٹے وقت کے کھیل دوڑیں خصوصاً ریلے کی دوڑیں۔ ہندوستانی کھیل زیادہ کھلائے جائیں۔ اس متنازعہ فیہ مسئلہ کو چھوڑتے بغیر کہ ہندوستانی طلبا کے واسطے ہندوستانی کھیل زیادہ مناسب ہیں یا انگریزی صرف اس پر میں زور دیتا ہوں کہ یہ کھیل زیادہ روپیہ خرچ نہ کرائیں۔ سادہ ہوں پُرلطف ہوں اور کھیل کے اصل مقصد کو پورا کرنے والے ہوں۔ ورزش زیادہ سے زیادہ ان سے ہوجائے۔

بہتر ہو کہ مختلف کتابوں سے سو سوا سو کھیل چھانٹ لئے جائیں پھر انکو گروپس کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تقسیم کردیا جائے اور مختلف لیڈروں کو انکے اُصول بتا دیئے جائیں۔ اُستاد خود شریک ہو۔ تعلیم کے گھنٹہ سے زیادہ محنت۔ جانفشانی اور دلچسپی سے حصہ لے۔ کھیلوں کی باری مقرر کردی جائے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کھیلوں سے علاوہ کوئی کھیل کھیلنا یا کھلانا کوئی گناہ ہے۔

سوائے ایسے حالات کے کہ کھیل کسی طالب علم کو نقصان دے اسے کسی ایسے گھنٹہ سے رخصت نہ دی جائے۔ اگر دوڑ بھاگ کے کھیلوں میں وہ شریک نہیں ہوسکتے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس وقت میں Indoor games نہ کھیلیں۔ مکانو۔ ورڈ میکنگ۔ سٹیپل چیس۔ موٹر لوٹا ننگ۔ ہوائی جہاز کا سفر۔ ڈرافٹس۔ لوڈو۔ ڈارٹ بورڈ۔ رنگ بورڈ صدہا ایسے کھیل ہیں جو بیٹھے بیٹھے طلبا کھیل سکتے ہیں اور علاوہ تفریح کے اور بہت کچھ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

ہیڈ ماسٹر صاحب بھی اپنی نگرانی کو اس گھنٹہ میں جاری رکھیں کہیں اشارے سے کہیں بات سے کہیں ذراسی مفید ہدایت سے کہیں خود کوئی نیا کھیل بنا کر اس گھنٹہ کی اہمیت کو اساتذہ صاحبان کے دلوں پر نقش کریں۔

میں اکثر سوچا کرتا ہوں کہ اساتذہ کے حصہ میں ایک خاص خدا کی رحمت آئی ہے اور وہ یہ کہ سن رسیدہ ہونے کے باوجود بھی بلا لوگوں کی انگشت نمائی کے کھیل میں شریک ہونے کا موقعہ رکھتا ہے۔ اس سے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہئے اور اسے کسر شان کا موجب نہ سمجھنا چاہئے۔ کپڑوں وغیرہ کے اُتارنے۔ اُنکو باقاعدہ صفائی سے تہ کرکے رکھنے اور دیگر ہدایات کا اس میں ذکر کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

رمزی

اتفاق

اک شہر میں کوئی چمن لالہ رنگ تھا ہر شخص جسکو دیکھ کے حیران و دنگ تھا

شاخوں پہ نغمہ سنج تھے مرغانِ لالہ زار ہر ایک نغمہ غیرتِ آوازِ چنگ تھا

دو شخص اُس چمن میں گئے سیر کے لئے اندھا تھا ایک اور رفیق اس کا لنگ تھا

دونوں تھے اپنے رنگ میں یکتائے روزگار ہر ایک کا جہاں سے نرالا ہی ڈھنگ تھا

اندھا اگر تھا اپنے زمانے کا سور داس لنگڑا بھی اپنے وقت کا تیمورِ لنگ تھا

لنگڑے نے دیکھا باغ میں پھلدار اک درخت جس کا ہر ایک پھل ثمرِ شوخ رنگ تھا

پانی بھر آیا سنتے ہی اندھے کے منہ میں بھی بیچارگی سے قافیہ دونوں کا تنگ تھا

پھل اُس درخت کے انہیں ہاتھ آتے کسطرح اندھا تھا یہ غریب۔ وہ بیچارہ لنگ تھا

لیکن بہ اتفاق انہوں نے اُٹھا دیا راہِ مراد میں جو گراں بارِ سنگ تھا

لنگڑا سوار ہو گیا اندھے کی پیٹھ پر یوں طے کیا جو راستہ دشوار و تنگ تھا

دونوں نے پھر تو خوب ہی کھایا مزے کے ساتھ جو جو ثمر کہ خوش مزہ و شوخ رنگ تھا

دونوں نے ملکے کر لیا عقدے کو اپنے حل وہ عقدہ جس سے قافیۂ عقل تنگ تھا

اے قوم تو بھی ہو کے مبرّا اتفاق سے

کرڈال اپنے عقدے کو حل اتفاق سے

اجل انبالوی

جونیئر ریڈکراس سوسائٹی کے دس قانون

(یہ قوانین رسالہ ماہ دسمبر گذشتہ کے صفحہ ۲۸ پر مسٹر امرناتھ طپش نے شائع کرائے ہیں۔ یہاں انکو موتشریح درج کیا جاتا ہے)۔

(۱) کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھونا اور دن میں کم از کم ایک بار نہانا چاہئے۔

ہمارا تمام جسم عموماً لباس میں ڈھکا رہتا ہے۔ مگر ہاتھ پیر اور چہرہ کھُلے رہتے ہیں۔ ان میں سے پیروں کا تعلق کھانے سے نہیں ہے۔ اس وجہ سے اُنکا دھونا نہیں بتلایا گیا۔ ہاتھوں سے کھانے کی چیزیں پکڑی اور چھوئی جاتی ہیں اور مُنہ سے کھائی جاتی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہاتھوں پر کوئی ایسی گرد یا اور چیز لگ گئی ہو کہ جو نظر نہیں آتی ہو وہ کھانے میں مل کر پیٹ میں چلی جائے۔ اور تکلیف کا باعث ہو۔ یا مُنہ میں کوئی نقصان کرنے والی چیز موجود ہو کہ جو لقمے کے ساتھ اندر چلی جائے۔ اس لئے ہاتھوں کو پانی سے دھو کر کپڑے سے پونچھنا چاہئے اور کُلی سے مُنہ صاف کرکے ہونٹ پونچھ لینے چاہئیں۔

ہمارے جسم کے باہر چمڑے کا غلاف ہے۔ کہ جس پر باہر سے کپڑوں میں اور پسینہ کے ذریعہ اندر سے بعض چیزیں باہر آتی ہیں اور جمع ہوا کرتی ہیں۔ انکو دھو کر صاف کرنا چاہئے۔ جاڑوں میں تیل کی مالش بھی کرنا چاہئے۔ بعدہٗ غسل کرنا لازم ہے۔ چمڑے میں باریک سوراخ ہوتے ہیں اُن میں ہو کر تیل اندر چلا جاتا ہے۔ اور جلد کو پھٹنے نہیں دیتا دوسرے باریک سوراخ جب نہانے سے کھُل جاتے ہیں تو اندر کی خراب ہوا ان میں سے بآسانی باہر نکلتی رہتی ہے اور دھوپ کی گرمی اور روشنی اندر جاتی رہتی ہے۔ ہمیں کچھ دیر ہر روز دھوپ میں کھُلے بدن رہنا چاہئے۔ اور نہانے کے بعد بدن کو کپڑے سے پونچھنا بھی۔

(۲) بالوں کو اور دانتوں کو صبح اور شام صاف کرنا اور ناخن درست رکھنا چاہئے۔

اوّل تو سر پوش (سر بند ٹوپی۔ پگڑی وغیرہ) پہننے پر بھی بالوں میں گرد و غبار لگ جاتا ہے۔ جس پر سر کھلا رکھنے کا آجکل رواج ہے۔ اس لئے نہانے سے پہلے بالوں کو دہی مٹھا (چھاچھ) صابون، سوڈا، مٹی وغیرہ سے ملنا اور دھونا چاہئے اور کوئی سا تیل ڈال کر کنگھے سے بال سنوارنے چاہئیں۔ کھانے کی چیزوں میں سے تھوک میں سے اور باہر سے کئی چیزیں جا کر مسوڑوں اور دانتوں پر جم جاتی ہیں۔ اس لئے تازہ داتون (کیکر یا ببول کی ٹہنی) یا تیل نمک یا برش سے دانتوں کو صاف کرنا چاہئے۔ ورنہ دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے یا مسوڑوں سے پیپ آنے لگتا ہے۔

ناخنوں کا اگلا حصہ مردار ہوتا ہے۔ اُس کو قینچی یا نہیرنے سے کٹوانا چاہئے۔ تاکہ اُن کے اندر میل جمع نہ ہو جائے۔

ورنہ وہ میل دال ترکاری کے رسے میں مل کر پیٹ میں جائیگا اور بیماری پیدا کریگا۔ یہی ناخنوں کی درستی ہے دانتوں سے ہونٹ چبانا یا ناخن کاٹنا عیب ہے اور مضر بھی۔

(۳) سانس ہمیشہ ناک سے لینا چاہئے۔ اور ناک کو صبح و شام ضرور صاف کرنا چاہئے۔

عموماً ناک ہی سے سانس لی جاتی ہے مگر بعض لوگ (بچے خاص کر) کسی وجہ سے اور ناک اور حلق کی بیماری والے مُنہ سے سانس لینے لگتے ہیں۔ لازم ہے کہ ایسے شخصوں کا طبی معائنہ کرائیں تاکہ اگر بیماری ہو تو اُس کا علاج کرایا جائے۔ ورنہ یوں ہی عادت پڑ گئی ہو تو اس سے باز آنا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ ناک میں بال ہوتے ہیں اور ناک کا استر گرم رہتا ہے۔ چنانچہ ہوا کے گرد و غبار اور جراثیم بالوں میں اٹک کر رہ جاتے ہیں اور بدن کے اندر نہیں جانے پاتے۔ اور ہوا اگر سرد ہو تو گرم ہو کر اندر جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو تو بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ماؤں کو چاہئے کہ بچوں کی نگرانی کریں۔ اور اگر مُنہ سے سانس لیتے ہوں تو منع کریں۔

ناک صاف رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں رُکاوٹ نہ ہو کہ جو سانس کے آنے جانے میں حائل ہو سکتی ہے۔ جاندار بلا کھانے کے ہفتوں اور بلا پانی کے گھنٹوں جی سکتے ہیں مگر ہوا کے بغیر منٹوں زندہ رہنا بھی دُشوار ہے۔ اور صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں ایک دو بار کھی کا تیل یا ویسلین اندر چُپڑ دیا کریں۔ اور مُنہ دھوتے وقت ہتھیلی میں پانی لے کر ناک میں چڑھائیں اور چھینک دیں۔ خاص کر موسم سرما میں زکام کی ریزش سے ناک بند ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے لوگ مُنہ سے سانس لینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس کے نقصانات سے وہ واقف نہیں ہوتے اور کاہلی کے باعث صفائی کی تکلیف برداشت کرنا نہیں چاہتے۔ ناک کو ایسی جگہ صاف کریں کہ ہوا گندی نہ ہو۔ اگر رومال سے صاف کریں۔ تو حتی الامکان جلد رومال دھو ڈالیں۔

(۴) رات کو جلدی سونا اور صبح جلدی جاگ اُٹھنا چاہئے مگر نیند بھر سونا چاہئے۔ اور کھڑکیاں کھلی رکھنا چاہئیں۔

دن کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور رات آرام کے لئے۔ تمام جسم کا آرام لیٹ کر سونا ہی ہے گو لیٹ رہنا بیٹھنا اور کام نہ کرنا بھی جزوی آرام ہے۔ کیونکہ سوتے وقت جسم کا حکمران دماغ بھی آرام کرتا ہے۔ جبکہ جاگتے وقت خواہ کام نہ کیا جائے دماغ برابر کام کرتا رہتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ پوری نیند سونا چاہئے۔ پوری سے مراد جوان انسان کے لئے ۷ یا ۸ گھنٹے ہے۔ جس قدر مشقت زیادہ کی جائے اسی قدر سونا زیادہ چاہئے۔ جسمانی کام والے کی نسبت دماغی کام والے کو زیادہ سونے کی ضرورت ہے۔ موسم گرما میں دوپہر کو لیٹنا بُرا نہیں ہے مگر سونا عموماً مضر ہے۔ عادت ڈال لینا اور بات ہے۔ بچے زیادہ سویا کرتے ہیں۔ کیونکہ جسم کے اندر بڑھاؤ اور تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ گو بظاہر وہ کچھ کام نہیں کرتے۔ مگر بڑھاپے میں نیند کم آتی ہے۔ کیونکہ بڈھے عموماً کام کرتے ہیں۔ اور نہ انکے جسم میں کام کرنے کی طاقت بھی تو نہیں رہتی۔

اب ضروری ہُوا کہ رات کو دیر تک نہ جاگ کر جلد سویا جائے۔ ورنہ پوری نیند نہیں ہو سکتی ہیں۔ رہا یہ امر کہ پہلی رات جاگ کر صبح دیر تک سوئیں اور اس طور پر نیند کو پورا کریں۔ یہ ممکن ہے۔ مگر دیر سے سو کر اُٹھنے پر جسم نڈھال ہو جاتا ہے۔ اور تمام دن سُستی چھائی رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سونے میں جو جسم کے اعضا بیکار رہتے ہیں وہ صبح کی ہوا' چڑیوں کی آواز' پھولوں کی خوشبو' قدرتی مناظر سے تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ اور جسم کا فضلہ یعنی پیشاب پاخانہ دیر تک بدن کے اندر نہیں رہتا کہ کچھ خرابی پیدا کرے۔ کیونکہ جاگتے ہی ضروریات سے فارغ ہو کر ہاتھ مُنہ صاف کئے جاتے ہیں۔

کھڑکیاں' دروازے' روشندان اس وجہ سے کھلے رکھنے چاہئیں کہ تازہ ہوا ملتی رہے کہ جسے ہم سانس کے ذریعہ بدن میں لے جاتے ہیں۔

(۵) صاف تازہ ہوا میں کھیلنا' پڑھنا' اور رہنا سہنا چاہئے۔

تازہ ہوا صبح کے وقت ہوتی ہے۔ دوسرے صاف ہوا وہ ہے کہ جو آبادی اور کارخانوں سے دور جا کر حاصل کی جائے۔ انسانوں اور حیوانوں کے سانس چھوڑنے۔ دھواں اور بھاپ' روئی چمڑے لوہے وغیرہ کے کارخانوں سے ہوا خراب اور گندی ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے علی الصبح سو کر جاگنا اور اُٹھ کر آبادی وغیرہ سے دور چہل قدمی کرنا مفید اور ضروری ہے۔

(۶) حسب حیثیت دُودھ پینا اور تازہ پکے ہوئے پھل اور سبزی کھانا چاہئے۔

یہ سب قدرتی غذائیں ہیں۔ دُودھ حیوانی غذا ہے اور پھل و سبزی نباتی۔ جبکہ دال روٹی اور ترکاریاں وغیرہ مصنوعی غذائیں ہیں۔ چونکہ یہ سب آگ پر پکائی جاتی ہیں۔ اس لئے اِن میں سے وہ ضروری جُز کہ جسے "وٹامین" کہتے ہیں ضائع یا کم ہو جاتا ہے۔

دُودھ میں تمام وہ چیزیں موجود ہیں کہ جو جسم کے لئے درکار ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے بچہ کافی مدت تک محض ماں کے دودھ پر بسر کرتا ہے۔ لیکن وہ دُودھ کہ جو تھن سے نکال کر پیا جائے۔ اس کو ہلکی آنچ دینے اور اس میں شکر ملانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دُودھ کی شکر ہوا لگنے سے تبدیل ہو کر اور ہی چیز بن جاتی ہے اور تب یا تو دُودھ قبض پیدا کرتا ہے یا دست لاتا ہے۔ یعنی ہضم نہیں ہوتا۔ زیادہ آنچ دینے سے دُودھ غذا نہیں رہتا۔ خواہ اس کی ربڑی یا بالائی بنائی جائے اور خواہ جما کر دہی اور چھاچھ اور گھی نکالا جائے۔ مکھن اور بالائی نکالا ہُوا دُودھ تندرست انسان کے لئے بیکار چیز ہے۔ مکھن اور دہی زود ہضم چیزیں ہیں اور مقوی بھی۔

تازہ پھل سے مراد ہے اُسی وقت کے توڑے ہوئے۔ پکے کا مطلب ہے کہ نہ تو آدھے پکے (گدر) ہوں اور نہ زیادہ پکے ہوئے۔ بعض (خاص کر ہم شہری لوگ) پھلوں کو چھیل کر اور ان میں نمک مرچ یا شکر ملا کر کھاتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ قدرت نے پھلوں میں نمک' شکر اور ترشی وغیرہ کافی رکھی ہے۔ البتہ کچے اور زیادہ پکے پھلوں میں یہ اجزا خراب یا کم ہو جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے انکا استعمال منع ہے۔

تازہ سبزی سے پھلیاں وغیرہ مقصود ہیں جیسے مٹر کی پھلی اور کچے چنوں کے دانے۔ ہر یہ داں و مولی وغیرہ کے نرم

اور سبز پتے - اِن دالوں کو تل کر بھی کھاتے ہیں - سبز پتوں کی بھاجی - اور سیم وغیرہ کی پھلیوں کی ترکاری زیادہ کھانا چاہئے - بہ نسبت خشک ترکاریوں یعنی آلو، اروی، زمینقند وغیرہ کے - گوشت کھانے والوں کو سبزیات خاص کر زیادہ کھانی چاہئیں -

(۷) پڑھتے وقت کتاب کو آنکھوں سے دُور رکھنا چاہئے - زیادہ تیز اور کم روشنی میں پڑھنا نہ چاہئے - روشنی کتاب پر بائیں ہاتھ سے پڑے - کتاب کو پاس رکھ کر پڑھتے ہیں یا تو آنکھیں کمزور ہیں تو علاج کرانا چاہئے اور یا روشنی کم ہے - تو زیادہ اُجالے کا بندوبست کریں - ورنہ اگر یونہی عادت ڈالی ہے تو باز آنا چاہئے ورنہ نگاہ خراب ہو جائیگی - زیادہ تیز (جیسے بجلی کی) روشنی اور کم روشنی نگاہ کو خراب کرنے والی ہیں - ایسے رُخ سے بیٹھ کر لکھا پڑھا کریں کہ سورج یا چراغ اونچا رہے اور ان کی روشنی بائیں کندھے پر ہو کر کتاب یا کاپی پر پڑے - آنکھوں پر ہرگز نہ پڑے -

(۸) "کھانا" چبا چبا کر اوقاتِ مقررہ پر کھانا چاہئے - اور کم خوری اور پُرخوری سے پرہیز کرنا -

سب سے پہلا ہاضمہ ہمارے مُنہ میں ہوتا ہے - اور جب تک کھانے کی چیز میں تھوک نہ مِل جائے - اور وہ لیٹی سی نہ ہو جائے - اگر نگل لی جائے تو ہضم نہ ہو کر بیماری کا باعث ہوگی - عروق ہاضمہ (مُنہ، معدہ، امعا، جگر، لبلبہ وغیرہ میں) پیدا ہوتے ہیں - اور بجز بکری کے کوئی انسان یا حیوان نہیں ہے کہ ہر وقت پیدا ہوتے ہوں - اس لئے اگر کھانا کھانے کا وقت مقرر کریں گے تو اسی وقت یہ عروق پیدا ہونگے - اور غذا کو ہضم کر دینگے - ورنہ نہیں - تب قبض اور بدہضمی رونما ہونگے اور انکے باعث انواع و اقسام کے بہت سے امراض

کم خوری کا مطلب یہ ہے کہ جسم کی ضرورت کے لحاظ سے بہت ہی کم کھانا - ظاہر ہے کہ پرورش میں کمی ہونے سے کمزوری لاحق ہوگی - مگر بھوک سے چند لقمے ضرور کم کھانے چاہئیں یہ کم خوری نہیں ہے -

پُرخوری سے مُراد ہے جسم کی ضرورت سے زیادہ یہ ہضم نہ ہو گا - نہ صرف زیادہ حصہ ہی بلکہ کُل غذا ہی ہضم نہ ہوگی - تب برعکس پرورش کے بیماری پیدا ہوگی اور کمزوری ظاہر ہوگی - گویا کھانا بجائے فائدہ کے نقصان پہنچائیگا -

سادہ غذا کھانا چاہئے - نہ بہت مصالح دار ہو اور نہ زیادہ روغنی - ہر اناج کے چھلکے شامل رہنے چاہئیں - جیسے گندم کے دانوں کے علےٰ ہذا - دالیں بلا دُھلی کھانی چاہئیں - دھوئیں تو پانی میں بھگو کر نہیں - بھگوئیں تو وہ پانی آٹا گوندھنے میں کام میں لے آئیں - اس میں نہ صرف چھلکے بلکہ اصل دال کے پرورش کن اجزا بھی چلے جاتے ہیں - آلو کو بجائے اُبالنے کے بھُونا بہتر ہے یا بلا چھیلا پکانا چاہئے - اور اسی طرح شکر قند -

(۹) صبح اُٹھتے ہی رفع حاجت سے فارغ ہو لینا چاہئے - دیر کرنے سے اجابت صاف نہیں ہوتی - دوسرے صبح کی ہوا چلنے سے پہلے اگر بول و براز خارج ہو جائیں تو انکی بو نہ ہمارے اندر جائے گی اور نہ کرہ ہوائی کو گندہ کریگی - اگر گھر کے اندر پاخانہ ہیں جائیں تو فضلے پر خشک راکھ ڈال دیا کریں کہ بو نہ اُڑے اور مکھیاں اس کو لے کر ہمارے بدن، کپڑوں

اور کھاتے پر نہ بیٹھیں۔ اور پیشاب پر کافی پانی (چونا ملا ہُوا) ڈال دینا چاہئے۔ کہ عفونت رفع ہو جائے اور بہ جائے۔

(۱۰) ہر صبح یہ دعا مانگنا چاہئے کہ اپنی روح اور اپنے جسم کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کرونگا۔ اور جس برتاؤ کی اوروں سے اُمید ہے۔ ویسا ہی میں اُن سے کرونگا۔

دراصل یہ دعا نہیں ہے۔ بلکہ عہد ہے۔ ارادہ ہے۔ اور پکا ارادہ۔ نہ صرف کہہ کر چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ دن بھر مدنظر رکھ کر اس پر عمل کرنا چاہئے۔ جھوٹ اور بُرائی سے روح آلودہ ہوتی ہے۔ اور میل کچیل سے جسم۔ اِن سے بچنا ہی انکو پاک صاف رکھنا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں تو ہم کو بھی لازم ہے کہ ہم بھی انکے ساتھ ایسا ہی کریں۔ نہ صرف دوست بلکہ اجنبی شخص حتےٰ کہ دشمن تک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس سے لڑائی جھگڑے نہیں ہوتے ہیں۔ اور ہم اچھے کام کر سکتے ہیں۔ فقط

ستیا ما چرن ورما

غزل

فکر بلند پایہ جناب منشی جان محمد صاحب انور جنرل سکرٹری مشاعرۂ ادبِ اُردو ولکڑ خانشیال لشکر گوالیار تلمیذ تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی مدظلہٗ

حسیں ضرور ہیں وہ اس میں کچھ کلام نہیں
مگر وفا کی جو پوچھو وفا کا نام نہیں

کوئی کلیم نہیں یا کوئی کلام نہیں
وہی ہے طور مگر جلوہ اُس کا عام نہیں

وہ بزمِ ناز میں بیٹھے ہیں یوں الگ مجھ سے
کہ جیسے اُن سے کبھی کی دعا سلام نہیں

جلائے کیوں کوئی مجھ کو بجھائے کیوں کوئی
چراغِ صبح نہیں میں چراغِ شام نہیں

قیامت اُٹھتی زمانے میں وہ تو یہ کہئے
بُتوں کے ہاتھ خدائی کا انتظام نہیں

بڑا مزا ہو جو زاہد سے بحث بادہ چھڑے
کہ وہ حرام کہے میں کہوں حرام نہیں

اُمیدِ لطف و ترحم ستم شعاروں سے
پھر اور کیا ہے اگر یہ خیالِ خام نہیں

پلائے آپ ہی ساقی تو معذرت کیسی
ملے جو مُفت کی قاضی کو بھی حرام نہیں

مریضِ عشق کا بچنا محال ہے۔ انور
اُمیدِ صبح کہاں کی اُمیدِ شام نہیں

مُرسلہ عابد سمیع حامد مُراد آبادی

علم عروض کی تجدید

(سیماب اکبرآبادی)

کی

تردید تردید وتوضیح

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامہ عصر سیّد الشعرا مولٰنا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی

رسالہ شاعر آگرہ ماہ جون ۱۹۳۲ء میں حضرت سیماب اکبرآبادی نگراں اصول رسالہ نے جو **عروض کی تجدید** اپنی مستبدہ رائے پر اندراج فرمایا اور ماہران فن سے رائے طلب کی ہے چنانچہ اس کے متعلق اس سے قبل میں نے کسی رسالہ میں دیکھا تھا۔ کہ کسی اور نے بھی اپنی **منگرہت عروض** ایجاد کی ہے۔ اس کی عبارت تو مجھے یاد نہیں ہے مگر صرف اتنا یاد ہے کہ اُس رسالہ میں منگرہت عروض کے اجزا اُنہوں نے تین ہی چار نقطوں پر اکتفا کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ **رل رل رمل یار**) اور اسی سے وہ تمام اوزان کی تقطیع کو ختم کرتے ہیں۔

چونکہ لوگوں نے اپنی لاعلمی سے عروض کو عربی زبان مشہور کرکے اس کی ادق الفاظی پر اسکو نظر انداز کردیا ہے اور کرنا چاہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ علم عروض کی زبان عربی ان معنوں میں قطعی نہیں ہے کہ اس کو زبان عربی۔ فارسی۔ اردو سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہر شخص خواندہ اور نیم خواندہ اس کو بخوبی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

صرف زبان عربی ایسی قرار دی جاسکتی ہے کہ اُس کی عرب میں پیدائش ہوئی ہے۔ اور وہیں کے ناموں سے اس کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ مگر اُن ناموں کو عربی معنیوں اور لغت دیکھنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عربی میں تعلیلات کا کوئی نام نہیں ہے مگر علم عروض میں فرضی نام رکھدئے ہیں اور یہاں اس کی ضرورت بھی تھی ورنہ مثل عربی کے علم عروض بھی بہت سخت ہو جاتا انہیں ناموں نے اس کو عربی سے آسان کردیا ہے۔

مثلاً عروض کے گیارہ معنی ہیں (۱) اول بمعنی وہ راستہ جو پہاڑوں کے دروں میں سے نکلا ہو۔ اسی طرح مُراد کہ پہاڑوں کے دروں کی راہ سے مسافر شہر اور گاؤں کو پہونچ جاتے ہیں۔ ایسے ہی عروض کی راہ سے بحور و اوزان مل جاتے ہیں۔ (۲) بلینڈی یعنی مکان کی دیواروں پر ایک شہتیر ڈال کر اُس پر چھپر ڈالا جائے۔ عرب اُس پر کمل ڈال کر خیمہ بنا لیا کرتے ہیں۔ جس سے مراد کہ شعر اسی پر رکھ کر پھیلا دیا گیا ہے۔ (۳) بمعنی معروض جس

سے مراد لیا گیا ہے کہ شعر اس پر پھیلا ہُوا ہے - فتح الجلیل کو اس معنی میں تامل ہے - جس کا جواب مفتی سعد اللہ نے دیا ہے - اُن کو یہاں لکھنا ایک دفتر کو کھولنا ہے - لہٰذا شائقین اُن حضرات کی تصانیف ملاحظہ فرمائیں (۴) عروض چوب ددد ۱ مِن خیمہ ہے - ماخوذ از نہایۃ الراغب دغیث منسجم مگر اس میں لوگوں کو اختلاف ہے - بہر حال مراد خیمہ سے ہے لہٰذا فن عروض بھی مثل خیمہ کے ہے (۵) عروض بمعنی ناحیہ یعنی یہ علم اکثر علوم کی نواحی میں سے ہے - (۶) عروض بمعنی برستا ہُوا بادل چونکہ اِس سے خلقت کو فائدہ پہونچتا ہے اِسی مراد پر اُس کا نام بھی رکھا گیا ہے - کہ لوگوں کو اِس سے فائدہ ہے (۷) عروض بمعنی صعبہ یعنی اونٹ جو نکالا نہ گیا ہو اس سے مراد کہ یہ فن بھی صعب ہے (۸) عروض کے اصل حروف بلا داؤ (عرض) ہیں اور عرض کے معنی کشف و ظہور پس اس علم سے بحری اوزان حقیقی اور غیر حقیقی معلوم ہو سکتے ہیں - (۹) مکّہ معظمہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے خلیل نے اُس کا وہی نام رکھ دیا - (۱۰) وہ مقام کہ مسافروں کو راستے میں ملے اِسی طرح یہ علم بھی اپنے طالبوں کو مل جاتا ہے وغیرہ

غرضکہ عروض میں جس قدر الفاظ جمع کیئے گئے ہیں - اُن کے کہیں تو اصل معنی خیمہ اور رسّی اور میخ اور پارچہ اور کہیں جانوروں کی بیماری سے مناسبت دیگئی ہے کہیں جانوروں کے دُم اور کان کاٹنے سے تشبیہ دیگئی ہے وغیرہ وغیرہ - بہر حال عروض کے جتنے الفاظ ہیں وہ عربی زبان میں تو ضرور ہیں مگر اُن کے اصل معنی سے کوئی تعلق نہیں رکھا گیا **مثلاً** سبب بمعنی رسن خیمہ میں رسّی کی ضرورت ہے - اِسلئے اِسی سے موصوف کیا گیا مگر اصطلاح عروض میں اس کے معنی دو حرفی لفظ کے ہیں - اور اِسی طرح وتد بمعنی میخ مگر یہاں تین حرفی لفظ سے مراد ہے - غرضکہ اس تفصیل کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے -

پس بدیں صورت عروض گو عربی زبان میں مستخرج ہُوا ہے مگر اس کو اصل معنی سے کوئی غرض نہیں ہے - آپ اس کے معنی وہی سمجھیں کہ جو عروض میں اس کے معنی لئے گئے ہیں - پر اس عروض خلیل بن احمد کے تبدیل کرنے اور منگراہت جدید عروض بنانے سے کیا حاصل - سوائے اِس کے کہ یہ عروض جدید بالکل مل نمل یار" سے شعرا کو مطلق العنان کر دیا جائے اور کوئی فائدہ نہیں ان مستخرجہ جدید عروض سے تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی معلوم نہیں ہو سکتی "مل مل نمل یار" صرف اوزان سالمہ ایک آدہ بحر میں کام دے سکتے ہیں - مگر مثل عروض خلیل کے اگر کوئی چاہے کہ ان کے ارکان کو ارکان عروض جدید سے ضرب دیکر نئے اوزان استخراج کرلے تو بہت دشوار امر ہے -

اِسلئے میرے نزدیک یہ منگراہت عروض محض بیکار ثابت ہے - کیونکہ بغیر زحافات شامل کئے یہ منگراہت عروض بھی مکمل نہیں ہو سکتا اور زحافات خلیل وغیرہ ہی کے رہینگے صرف ناموں کا بدل کر دیا جائیگا - پر ایسی صورت میں کوئی آسانی معلوم نہیں ہوتی - ناک کو یوں نہ پکڑا یوں پکڑا -

متقدمین اور متاخرین نے بھی اس کی بہت کوشش کی مگر قانون عروض کو بدل نہ سکے کیونکہ زحافات بے موقعہ

سے اُن کی تقطیع غیر حقیقی ثابت ہو گئی اِس طرح آگے چل کر ل ل نمل یا رہی جدید زحافات سے غیر حقیقی ثابت
ہوگا بشرطیکہ زحافات بھی اسمیں رکھے گئے - اور بغیر زحافات کے عروض جدید مکمل نہیں ہو سکتا -

بہرام سر حسنی اور بزرجمہر ۹ وغیرہ نے بھی دوسرے عروض کے مستخرج کی کوشش کر کے
دائرہ منعکسہ سے نو بحور نکالے اور اُن کا نام - صریم - کبیر - بدیل - قلیب - حمید - صغیر - اعیم - سلیم - ہمیم رکھا
یہ دائرہ بالکل دائرہ مشتبہ سے ملتا جلتا ہے -

مگر دائرہ مشتبہ کے خلاف اس میں دُد دُ ذ ند مفرد تی رکھ کر بحر صریم کی بنیاد مفاعی لن فاع لاتن فاع لاتن
پر رکھی - اب اس سے مندرجہ بالا نجو لی نو بحریں مستخرج بآسانی ہو سکتی ہیں - اور ... اُن کے ارکان عروضی
کے اضراب سے سینکڑوں اوزان تراش سکتے ہیں - مگر بعض تو قابل داد ہیں اور باقی سب تقطیع غیر حقیقی کی زد میں
آکر غلط ہو گئیں پھر ایسی محنت اور جانفشانی سے کیا حاصل -

میرا ذاتی خیال ہے کہ علم عروض مستخرجہ خلیل بن احمد سے خالق تر کوئی عروضی کانٹے کے تول جدید عروض
پیدا نہیں کر سکتا اگر کریگا تو اس سے کم مگر وہی تقطیع غیر حقیقی سے اوزان کو نہیں بچا سکتا اور بھی زحافات خلیل
نام بدل کر رکھے جائینگے دوسرے زحافات بھی پیدا نہیں کر سکتا اگر زحافات کو قطعی اڑا دیا جائیگا تو عروض ہنگر بہت
مکمل نہ ہوگا - پھر اس سے تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی بالکل معلوم نہیں ہو سکتی -

جب تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی کا پتہ نہ چلے گا تو شعراء مثل شعراء زمانہ جاہلیت کے مطلق العنان ہو جائینگے -
اور پھر اُن کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا بھی نہ رہیگا اور پھر گھر گھر کی شاعری ہو جائیگی اور نظام شاعری بالکل بدل جائیگا
اور شاعری طوائف ملوکی کا رنگ جمائیگی - لہذا قانون خلیل نہایت مستقل اور لازوال ہے -

اب میں حضرت سیماب کے **علم عروض کی تجدید** پر اظہار خیال اور اپنی ذاتی رائے پیش کرتا ہوں - ممدوح
نے ارکان کا نام تبدیل فرما کر بجائے نام ارکان کے **اصول ترتیب** نام رکھکر تنا تن (فعولن) تن تنن (فاعلن) تن تن تنن (مستفعلن)
تنا تن تن (مفاعیلن) تانتا تن (فاعلاتن) تن تنا تن (مس تفع لن) تان تا تن (مفعولات) تنتا تنن (متفاعلن) تنا تنن
(مفاعلتن) یہ دس اصول ترتیب بتائے ہیں اور اس میں "گیت" "چاربیت" "خیال" "لاؤنی" اور "کنڈ" "سانٹ" جدید اضافہ
کرنا بیان فرماتے ہیں ہم انکے متعلق انشاء اللہ پھر بحث کرینگے بالفعل بحروں کے ارکان اور اجزا کا ذکر کرتے ہیں کہ جسکو ممدوح
نے اصول ترتیب سے مخاطب کر کے دس نام تنا تن وغیرہ مندرجہ بالا بتائے ہیں *

اول تو ان کو اصول دائرہ کے طریق پر نہیں سمجھایا گیا - دوسرے اجزا کو حرکات وسکنات عروضی کے
خلاف سمجھایا گیا ہے مثلاً مس تفع لن - کے بالمقابل "تن تنا تن" بتاتے ہیں - یہ تن تنا تن بروزن مس تفع
لن کے نہیں ہے - بلکہ فاعلاتن کے ہموزن ہے - اور فاعلاتن کا اصل وزن - تا نتا تن - اس سے پہلے

بتا دیا گیا ہے۔ تن تناتن۔ بروزن تاتناتن بالکل فاعلاتن ہے۔ اِن دونوں میں ایک نازک فرق ہے۔ اس کو انشا اللہ ہم آئندہ سمجھائینگے۔

اسی طرح مفعولات کو بالمقابل۔ تن تن تان۔ فرماتے ہیں۔ یہ۔ تن تن تان۔ مفعولاتُن کا مقصود بنایا جاتا ہے۔ جو اپنے اصل وزن کے خلاف ہے اس کو بھی ہم انشا اللہ پھر سمجھائینگے اور یہ بھی بتائینگے۔ کہ اِن سنگرہٹ عروض کے اضراب سے نئے اوزان پیدا نہ ہوسکیں گے۔ اسی طرح اور بھی اجزاء ہیں کہ جو ارکان عروضی کے کے خلاف بتائے گئے ہیں۔

تعریف اجزا۔ میں حضرت سیماب **سبب ثقیل** یعنی کلمہ دو حرفی **وتد مفروق**۔ یعنی کلمہ سہ حرفی اور **فاصلہ صغراے** یعنی کلمہ چہار حرفی اور **فاصلہ کبرے** یعنی کلمہ پنج حرفی کو خارج از ارد فرماتے ہیں۔

میری رائے ناقص میں مفاعلتن۔ جس کو وہ۔ تنانتن، اور متفاعلن۔ کہ جس کو وہ تتناتن۔ فرماتے ہیں۔ اِن کو بھی . . . وہ اپنی سنگرہٹ عروض سے نکال دیں تو قصّہ ہی پاک ہو جائے اور یہ بھی عہد کرلیں کہ آئندہ وہ فاعلاتن مخبون وغیرہ یا دائرہ موتلفہ کے کسی بحر میں غزل وغیرہ نہ **لکھیں گے** اور دنیا کے شعراء کو بھی نہ **لکھنے دینگے**۔ تو پھر ان اجزاء کا نکال دینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

حضرت سیماب اکبرآبادی اسباب وادتاد و فواصل کی چھے شکلیں جُدا گانہ دیکھکر اِس زیادتی کو دُور کرنا چاہتے ہیں اور تین کو بحال رکھ کر باقی تین کو بیکار سمجھ کر خارج از دُنیا کرنا چاہتے ہیں۔

شاید جناب کو یہ نہیں معلوم کہ سوائے ابوالحسن اخفش کے بعض عروضیان پارس اُن کی ایک ایک شکلیں اور بھی بتاتے ہیں یعنی تیسری شکل **سبب متوسط** اور **وتد کثرت** اور **فاصلہ عظمہ**۔ ملاکر نو (۹) اجزاء مانے گئے ہیں۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ کم وبیش کام دیتے ہیں۔

جن عروضیوں نے فاصلہ صغرٰے کو فضول بتایا ہے وہ غلط راہ پر ہیں۔ اِن معنیوں میں کہ دائرہ موتلفہ سے خاصے مزے کی تین بلکہ چار بحریں نکلتی ہیں یعنی دو بحریں وافر کامل اور تیسری **فاعلاتک** بتحریک آخرہ محقق نے اُس کا نام **متوفر** بتایا ہے مگر چونکہ اس بحر متوفر سے کوئی بحر نہیں نکلتی اسلئے اُنھوں نے خود ہی اُس کو مہمل قرار دے دیا ہے۔

اب ہم سے سُنئے اگر فاصلہ صغراء کو اصل جز و مان لیا جائے تو یہ بحر کسی حالت میں مہمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بلا زحاف کے کوئی رکن تراش خراش نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے فاصلہ کے اصلیت کی قوی دلیل یہ ہے کہ جو زحافات اسباب خفیفہ کے لئے مخصوص ہیں اُن میں کام نہیں دے سکتے کیونکہ متفاعلن مطوی سے مفتعلن نہیں بنا سکتے جس سے ثابت ہے کہ حروف

چہارم فاصلہ دار ہے۔ بایں صورت فاصلہ کو کون بے وجود بتا سکتا ہے۔ **عروضی اصطلاحات میں اضافہ** اس میں سانٹ گیت خیال ادنی کہنڈ کا ممدوح اضافہ فرماتے ہیں تو یہ اِن کے عروض منگرہت۔ یا عروض خلیل کے محتاج نہیں ہیں بلکہ اُن کا قانون بنام **پنگل** علحدہ ہے۔

پنگل بکسر بائے فارسی نون غنہ وکاف فارسی مفتوح معہ لام آخر۔ یہ علم زبان سنسکرت اور برج بھاشا مثل عربی فارسی کے بذاتِ خود ایک بحر زخار اور دریائے بیکنار ہے یہ سب **اس قانون** پنگل کے ماتحت ہیں اور مثل عروض خلیل کے اس میں بھی **کاب** یعنی علم شعر **پنگل** یعنی علم عروض **النکار** یعنی علم بدیع **انپراس** یعنی قافیہ **نائیکا بھید** یعنی حالات و معاملات عاشق و معشوق اور **بیاکرن** یعنی علم نحو اور **سنگیت** یعنی علم موسیقی وغیرہ ہیں۔ اب اگر میں اس علم کا یہاں ذکر مجملاً و مختصراً بھی کرونگا تو اس کے لیے ایک دفتر کھولنے کی ضرورت ہوگی میں یہاں صرف اتنا اور بتا دوں گا کہ اِن کے اقسام خال خال البتہ دائرہ منفردہ کے تحت میں آسکتے ہیں۔

اِس سے قبل مجھے بھی اپنے عروض دانی کے زعم میں یہ شوق چرّایا کہ میں بھی خلیل ثانی ہند بن جاؤں اور جدید عروض ہندی زبان میں تیار کردوں اور بہت کچھ اِس کے متعلق میں نے لکھا بھی تھا۔ مگر جب مال کار پر نظر ڈالی تو خلیل کے تتبع سے باہر قدم زن نہ ہو سکا کیونکہ عروض خلیل ایک الہام غیبی اور لازوال ثابت ہوا میں اُس کو آئندہ ہدیہ ناظرین کردوں گا۔ فقط

باقی آئندہ

بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری از لشکر

ایک مشہور جرنلسٹ مسٹر ظفر قریشی بی اے دہلوی

(فسانہ نمبر کے متعلق اپنے ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں)

میں فسانہ نمبر کو دیکھتے ہی گھبرا گیا کہ مجھے کتنے گھنٹے اسے پڑھنے کے لئے نکالنے پڑینگے۔ ہندوستان بھر کے رسالوں میں آپ کا رسالہ تیسرا رسالہ ہے۔ جسے میں سبقاً سبقاً پڑھا کرتا ہوں۔ اس شاندار افسانہ نمبر کو دیکھتے ہوئے آپ کی ہمت اور ادب دوستی پر رشک آتا ہے۔ فسانہ نگاری پر جناب **ادیب** اور **جناب اسماعیل** کے مضامین اور دیگر افسانے بے حد پسند آئے ہیں۔ اس وقت تک جتنے افسانہ نمبر دیکھے تھے۔ وہ سب اس فسانہ نمبر کے آگے غبار معلوم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے اردو زبان میں کافی اضافہ کیا ہے۔ لہذا میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ فقط

ظفر قریشی

بھونچال

(پنڈت اندرجیت صاحب شرما ماچھرہ ضلع میرٹھ)

طوفان بلا خیز اُٹھاتا ہُوا آیا — نظارہ قیامت کا دکھاتا ہُوا آیا
مٹی میں بھرے گھر کو ملاتا ہُوا آیا — ہستی کے چراغوں کو بجھاتا ہُوا آیا
گلزار کو ویران بناتا ہُوا آیا

ہمراہ لئے آیا تھا پیغام قضا کا — ذروں کے عناصر میں تھا ہیجان بلا کا
انجام عجب ڈھنگ سے ہوتا تھا بقا کا — کچھ دخل عمل کا تھا نہ کچھ دخل دعا کا
زندوں کو تہِ خاک دباتا ہُوا آیا

ہلتی تھی زمیں اہل زمیں کانپ رہے تھے — لرزاں تھے مکاں اور مکیں کانپ رہے تھے
جنبش میں تھے سب دور و قریں کانپ رہے تھے — خورشید فلک ماہ مبیں کانپ رہے تھے
بن بن کے گھٹا چرخ پہ چھاتا ہُوا آیا

جھٹکے سے زمیں ہائے کہیں رہ گئی پھٹ کر — تبدیل ہوئیں غار سے سڑکیں کہیں کٹ کر
ساحل کا کہیں رہ گیا ساحل ہی الٹ کر — دریا بھی تو بہنے لگے منجدھار سے ہٹ کر
سیلاب کا طوفان اُٹھاتا ہُوا آیا

گنبد کو اڑایا کہیں مینار کو پھاڑا — مسجد کو گرایا کہیں مندر کو اکھاڑا
کمبخت نے اللہ کے گھر دل کو بھی اجاڑا — چھوڑا نہ کوئی زد میں جو آیا سو پچھاڑا
جنبش میں ہمالہ کو بھی لاتا ہُوا آیا

مٹی کا ہُوا ڈھیر کوئی قصر اچھل کر — رُخ اپنا کہیں رہ گئے در بام بدل کر

گرنے سے کوئی بچ گئی دیوار سنبھل کر　　اور برج کوئی رہ گیا پہلو میں مچل کر
بنیاد جہاں بھر کی ہلاتا ہوا آیا

ماں باپ لگا بیٹھے کہیں خاک پہ بستر　　بیٹے بھی کہیں سو گئے پہلو میں برابر
بیچارہ کوئی آیا جو تقدیر سے باہر　　وہ دوڑا پڑا خاک اُڑاتا ہوا سر پر
کشتوں کے کہیں ڈھیر لگاتا ہوا آیا

اُف ہو گئے پامال بہار اور اُڑیسہ　　مجبور ہیں بے حال بہار اور اُڑیسہ
کھو بیٹھے زر و مال بہار اور اُڑیسہ　　نادار ہیں کنگال بہار اور اُڑیسہ
نیپال کی تقدیر مٹاتا ہوا آیا

ننگوں کے لباسوں پہ لٹاتے تھے جو گھربار　　بھوکوں کے لئے جن کے کھلے رہتے تھے بھنڈار
انکے ہی نہیں اب تنِ عریاں پہ کوئی تار　　مرتے ہیں وہی بھوک سے جینے سے ہیں بیزار
غربت کا عجب رنگ جماتا ہوا آیا

مرنے سے جو باقی ہیں تڑپنے کیلئے ہیں　　اُٹھنے کے لئے ہیں نہ بیٹھنے کیلئے ہیں
اغیار کے مطلب کے نہ اپنے کیلئے ہیں　　کیا یونہی تڑپتے ہوئے گھٹنے کیلئے ہیں
روحوں کو مصیبت میں پھنساتا ہوا آیا

دُنیا میں کوئی یوں نہ ہو یارب کبھی برباد　　اللہ نہ دُشمن پہ بھی ایسی پڑے افتاد
ہے جاں بھی تو کر نے لگے جن کیلئے فریاد　　اے اہلِ وطن چاہیئے کرنی تمہیں امداد
اک رنگ میں سو رنگ دکھاتا ہوا آیا

رہنمائے تعلیم کا افسانہ نمبر

میرے محترم و مکرم دوست میاں محمد اسلم صاحب مشہور جرنلسٹ تحریر فرماتے ہیں کہ

ماسٹر جگت سنگھ صاحب مدیر رہنمائے تعلیم کا **افسانہ نمبر** واقعی ایک قابل تعریف رسالہ ہے۔ ماسٹر صاحب ایک مدت سے رہنمائے تعلیم کے ذریعے مدرسین و طلبا میں مذاق سلیم پیدا کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک حد تک آپ اس مقصد میں کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ رہنمائے تعلیم میں اساتذہ اور طلبا کے علاوہ ہر مذاق کے آدمی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور موجود ہوتا ہے۔ فسانہ نمبر میں مجھے خصوصیت سے جو چیز پسند آئی وہ ایسے لوگوں کی تصاویر ہیں۔ جو ایک مدت سے تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں ہر صاحبِ ذوق کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس مفید کام میں ماسٹر صاحب کا ہاتھ بٹائے

ایم اسلم
لاہور

مکرمی پنڈت اندرجیت صاحب شرما رقم طراز ہیں کہ

رہنمائے تعلیم کا فسانہ نمبر ملا۔ شکریہ۔ میں نے اول سے آخر تک مطالعہ کیا تمام افسانے دلچسپ ہیں بلاشبہ اس **غیر فانی ادبی یادگار** میں ملک کے بلند پایہ فسانہ نگاروں اور معجز اثر شعرا نے حصہ لیا ہے۔ آپ کی محنت اور خدمت ہر حیثیت سے قابل تحسین ہے میں آپ کو آپ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

نیاز کیش اندرجیت
شرما جہرہ

مکرمی مولوی محمد سلیمان خان صاحب صدیقی ہیڈ ماسٹر جمال پور تحریر فرماتے ہیں کہ

آپ نے افسانہ نمبر اور جوبلی نمبر کو ادبی دنیا میں جس قدر محنت شاقہ و صرف کثیر کے بعد پبلک کے پیش کیا ہے کاش اس خوانِ بوقلموں، والوان نعمت کے قدر دان بھی ویسے ہی ہوں۔ فی الواقع آپ ایک بے نظیر ہستی ہیں۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے۔ اور برکت دے۔

آپ کے افسانہ نمبر نے اردو زبان دانی میں پنجاب کا درجہ دہلی و لکھنؤ کے مقابلہ میں کہیں بڑھا کر دکھا دیا۔ میں نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ **اگر جماعت ہشتم کے طلبہ کو ہیڈ ماسٹر صاحبان اس افسانہ نمبر کا مطالعہ کرا دیں تو طلبہ کو تیاری امتحان ورنیکلر میں** کسی دوسری اردو کتاب کی ضرورت نہیں ہو گی۔ وغیرہ وغیرہ

حفظانِ صحت

فطرتی علاج

تندرستی ہزار نعمت ہے اگر ہم جس حالت میں پیدا ہوں اسی حالت میں دیگر حیوانات کے مانند نشو ونما پائیں تو ہم کو کپڑے۔ ریل۔ پوسٹ آفس۔ مکانات اور دیگر تمدنی اسباب کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر وہ عطیہ عظمیٰ جو خدائے عزوجل نے انسان کو عطا فرمایا ہے۔ جسے عقل کہتے ہیں۔ فطرت کے دروازے پر دستک دے کر بیش بہا خزائن پیش کر کے اِن سے مستفید ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا جسمانی نشو ونما تندرستی اور حفظانِ صحت کے لئے فطرت کیا تقاضا کرتی ہے؟ اور اس کے قوانین کیا ہیں؟ انکا عقل کے ذریعہ معلوم کرنا اور ان پر کاربند ہونا ہر فرد بشر پر لازم بلکہ عین فرض۔ ذیل کے الفاظ میں ہم ان فطرتی خزائن کے بے بہا جواہرات کو بتلانے کی کوشش کرینگے۔ جن سے ناظرین فائدہ اُٹھائیں۔

کیا آپ کی ضمیر کہتی ہے کہ آپ بالکل تندرست ہیں؟ ذرا سوچئے۔ اگر آپ متفکر۔ مایوس۔ غمزدہ اور شکستہ دل رہنے کی بجائے بالکل خوش وخرم بشاش ہیں۔ ناکامیابی کے عوض کامیاب ہیں۔ حسرت کی بجائے زندگی کا لطف اُٹھانے اور عیش وطرب سے محظوظ ہونے کی طرف آپ کا رجحان ہے۔ تو بیشک آپکو تندرست کہنے کا حق حاصل ہے۔ ورنہ آپ کی صحت میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور موجود ہے۔ جس کا انسداد آپ پر لازم ہے۔ کیونکہ آپ اس حالت میں زندہ درگور ہیں۔ اور زندگی آپ پر دوبھر ہے۔ اگر آپ تندرست اور تنومند ہیں۔ تو دُنیا کے عیش وعشرت سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔ اگر تندرستی نہ ہو تو دولت وحشمت بیکار ہے۔ کیونکہ دُنیا کی تمام دولت سے تندرستی خریدی نہیں جا سکتی آپ نے شائد سُنا ہوگا کہ مسٹر ہنری فورڈ جنہوں نے موٹر ایجاد کی اور انکی آمدنی سالانہ پچاس کروڑ روپے سے زائد ہے۔ تندرست نہ ہونے کی وجہ سے سُوکھی روٹی اور دُودھ کے سوا کچھ نہیں کھا سکتے۔ مگر انکے ہزارہا تندرست ملازم مکھن۔ بالائی۔ بریانی۔ مرغ پلاؤ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اور انکو حسرت ویاس سے انکا مُنہ تکنا پڑتا ہے درحقیقت یہ ملازم صاحب دولت ہیں اور مسٹر فورڈ باوجود کروڑپتی ہونے کے صحت کی طرف سے ایک مفلس اور نادار ہیں اور اپنی بے شمار دولت سے تندرستی خرید نہیں سکتے۔ فی الواقعہ ایسے نیم مردہ افراد سے یہ جہان لبریز ہے۔ ایسے لوگ زندہ درگور ہیں۔ نہ خود زندگی کا مزہ لے سکتے ہیں نہ اوروں کو ان سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس جہان سے اُٹھ جائیں تو کسی کو اس کا رنج نہ ہوگا۔ چند روز کے لئے ایسے افراد کچھ روپیہ کما لیتے ہیں۔ مگر آخر کار یہ

اپنے کنبہ - قوم - اور ملک کو بیجا بوجھ کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے - ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ تندرست رہے اور تندرست رہنا اپنی زندگی کے لئے لازم وملزوم مانے - کیا یہ فرض دائم المریضی کی حالت میں بخوبی ادا ہو سکتا ہے - ہرگز نہیں - انسانی جسم اور جسمانی صحت وتندرستی ایک بیش بہا عطیۂ یزدانی ہے - اس کی نگاہ داشت بھی اسی قدر کرنی چاہئے - کیا آپ ایک بیش قیمت جواہر کی نگاہ داشت اسی طرح کرتے ہیں - جیسا کہ آپ مٹی کے برتن کی کرتے ہیں ؟ ہرگز نہیں - لہٰذا ہر ایک انسان کو چاہئے کہ اپنی تندرستی کو قائم رکھنے کے لئے جان توڑ کوشش کرے اور اپنی زندگی بنی نوع انسان کے لئے مفید کار بنا رکھے - فطرت ہر لحظہ امداد کے لئے تیار ہے مگر آپ کو بھی فطرت کی آواز سننے کے لئے ہر دم تیار رہنا چاہئے - اگر یہ آواز آپ کو سنائی دے اور اشارۃً بلائے تو فوراً آپ کمربستہ ہو جائیں - اور بڑے غور سے سوچیں اور صحت کے سدھار کے درپے رہیں - وہ ضرور آپکو مدد دیگی اور آپ کو بالکل صحیح وسالم بنا دیگی -

ہر حال میں آپ کو تندرست رہنا چاہئے - نہ ایسی تندرستی کہ صبح بستر سے اُٹھتے ہی سُست - متفکر پریشان حالت آپ پر طاری ہو - بلکہ چُستی - دلجمعی - بشاشت اور جولانی کے علاوہ اُمید ورجا کی امنگیں اس طرح پیش نظر ہوں کہ کسی مشکل اور اہم کام کی فتحیابی کا انجام کار قرب میں دکھائی دیتا نظر آئے - ایسا خوش نصیب شخص ہر دلعزیز ہوتا ہے - اس کے چہرے سے خوشی - خرمی اور ہنسی ٹپکتی ہے - دُنیاوی تفکرات اس کو محسوس تک نہیں ہوتے - سکون اور اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے - اپنی تندرستی اور خوشی کے پرتو احباب اور ملاقاتیوں پر ڈال کر انکو بھی خوش کرتا ہے - اور انکی ملالت دُور کر دیتا ہے - اگر سادہ لباس میں ملبس ہو تو وہ اس کے قوی ہیکل اور متناسب جسم پر خوب پھبتا ہے - اور اگر کسی مجلس میں جا نکلے تو تمام ارکان مجلس کی آنکھیں اس کی ہی طرف لگ جاتی ہیں وہ انکے دلوں کو خود بخود مسحور کر لیتا ہے - اور کئی فوائد ہیں جن کا بیان کرنا زیادہ ضروری نہیں -

کیا آپ کی صحت بالکل ہی ناکارہ ہو گئی ہے ؟ اور حکماء حاذق نے رائے دے دی ہے کہ آپ کا علاج انکی دسترس سے باہر ہے ؟ مگر بایں ہمہ آپ کو نا اُمید نہیں ہونا چاہئے - اگر آپ میں کچھ جان بھی باقی ہے - اور مزاج میں استقلال ہے تو فطرت سے امداد کی درخواست کیجئے - جو ہر لحظہ آپ کی امداد کے لئے آمادہ ہے - اگر آپ دائم المریض ہیں تو فطرت کے مقررہ قوانین کی متابعت کرنے سے بہت کچھ تندرستی حاصل ہو سکتی ہے - اگر آپ ان قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو اس کی سزا آپ کو ضرور بھگتنا پڑیگی - لہٰذا ان قوانین کو جاننا اور انکی تعمیل کرنا ہر فرد بشر کا بلا تمیز امیر و غریب - شاہ وگدا ناگزیر فرض ہے - آگ کی خاصیت ہے کہ گرمی پیدا کرتی ہے اور جلا کر خاک کر تی ہے مگر ہم اس سے کئی مفید کام لے سکتے ہیں - مثلاً کھانا پکانا - سردی سے بچنا - کلوں کا چلانا وغیرہ - اگر اس آگ کو بے پرواہی سے مکان کے اندر پھینک دیا جائے یا خود اس میں کود پڑے تو بغیر جلائے یا ضرر پہنچائے نہیں رہ سکتی - حاصل کلام

حفظانِ صحت کے قوانین فطرت نے مقرر کئے ہیں جن کی پیروی تندرستی کی ضامن ہے اور خلاف ورزی کی سزا مرض یا قبل از وقت موت ہے۔ اہل ہند کی اِس شعبۂ علم میں لاعلمی عام مشہور ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں نوزائیدہ اطفال ایک سال کی عمر تک پہنچنے میں پچاس فیصدی مرجاتے ہیں مگر مغربی ممالک میں انکی تعداد فی صدی سترہ سے زائد نہیں۔ اسی طرح ہندوستانیوں کی اوسط عمر پچیس سال ہے۔ مگر یورپ میں اڑتالیس سال ہے۔ گویا ہندوستان میں ہزارہا معصوم جانیں لاعلمی کی وجہ سے تلف ہوتی ہیں۔ اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اگر فی زمانہ کوئی کسی کا خون کرے یا اسے زندہ درگور دفنادے تو تمام دنیا اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے گی اور اس سے انتقام کے درپے ہوگی۔ مگر صدہا معصوم بچوں کا خون نادانستہ کیا جاتا ہے اور کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کرتا۔ ہاں قسمت کو بدنام کئے جاتے ہیں۔ پچاس سال پیشتر انگلستان اور دیگر مغربی ممالک میں بھی ہندوستان ایسی ہی ردی حالت تھی مگر اس قلیل عرصہ میں علم کی بدولت صنعت و حرفت و علوم جدیدہ کی برکت سے شعبۂ حفظان صحت میں بھی اِن ممالک نے نمایاں ترقی کی ہے۔ اور لاکھوں انسانوں کی جانیں قبل از وقت مرگ سے محفوظ کر رکھی ہیں۔

جسم کی ساخت

انسان کے جسم کی ساخت اور اس کے پرزوں اور جوڑوں کی نسبت جب تک خاصا علم نہ ہو تب تک اس کی اہمیت اور بیماری کی حالت میں اس کا علمی طور پر علاج نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے علم تشریح البدن اور علم افعال الاعضا کو سیکھنا چاہئے۔ مگر اس کا مختصر سا بیان ناظرین کو اس کی اہمیت جتلانے اور جو بے پروائی اس کے درست رکھنے میں برتی جاتی ہے۔ اس کو رفع کرنے کی غرض سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

انسانی جسم ایک نازک گھڑی سا ہے۔ جس کا دو تہائی حصہ پانی اور ایک تہائی حصہ گوشت اور ہڈی کا بنا ہوا ہے ہر ایک عضو ظاہری اور باطنی طور پر پوری اہمیت رکھتا ہے۔ اور حکمت و مفاد سے خالی نہیں۔ اگر کوئی عضو ٹوٹ جائے یا بیکار ہو جائے تو اس کا جوڑنا یا بنانا لامحال بلکہ انسانی طاقت سے باہر ہو جاتا ہے۔ ہر ایک عضو متفرق کام کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ مثلاً آنکھ دیکھنے کے لئے کان سُننے کے لئے۔ دانت چبانے کے لئے۔ ناک سونگھنے اور تنفس کے لئے وغیرہ۔ مگر باطنی عضو کی ساخت کئی گنا نازک اور خالق دوجہاں کی قدرت کا عجیب مظاہرہ ہے۔ گردہ پھیپھڑے دِل۔ دماغ۔ شکم۔ آنتیں۔ جگر۔ شریان۔ ورید۔ عروق شعریہ وغیرہ۔ کُل اعضاء انسان ایک دوسرے سے عجیب طور پر منسلک ہیں۔ اور اپنی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جس طرح کسی کل کے پُرزے میں خامی پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ ٹھیک طور پر کام نہیں دے سکتی۔ اسی طرح انسانی جسم کا کوئی عضو خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ اگر نادرست ہو جائے تو جسم کو اذیت پہنچاتا ہے۔ اور بیماری لاحق ہو جاتی ہے جس طرح کل بغیر کوئلہ اور پانی کے چل نہیں سکتی اسی طرح انسانی جسم بغیر خوراک ہوا اور پانی کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر کسی کل کو ناقص کوئلہ یا خراب تیل اور بُرا پانی دیا جائے تو وہ جلد ہی ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جسم کو غیر موزوں خوراک ہوا اور پانی ملنے سے وہ بیمار اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اور خون جس سے

انسان زندہ رہ سکتا ہے - فاسد ہو جاتا ہے اور کئی امراض برپا کرتا ہے -

حاصل کلام غذا اور پانی منہ کے ذریعہ شکم میں داخل ہوتا ہے اور وہاں تحلیل ہو کر فضلہ آنتوں کے ذریعہ باہر نکل آتا ہے اور دُودھ جیسا سفید عرق دل اور پھیپھڑوں اور گردہ جگر تلی کی حرکت سے شریان میں (ایک قسم کی نلیاں ہیں جن سے ہو کر دل سے باہر نکلتا ہے - یہ لچک دار ہوتی ہیں) جب اِن میں سے ہو کر خون گزرتا ہے تو یہ پھیلتی اور سکڑتی رہتی ہیں - اسی ت کو نبض کی حرکت کہتے ہیں - شریان سے خون وریدوں میں گزرتا ہے - اور عروق شعریہ تک جا پہنچتا ہے - اور یہاں لطیف ہو جاتا ہے - بائیں بطن قلب سے خون کا دَورہ شروع ہوتا ہے - یہاں سے شریان میں گزر کر جسم کے بالائی اور نیچے والے حصوں میں پہنچتا ہے - عروق شعریہ میں سے گزر کر گوشت وغیرہ کی پرورش کے لئے اپنا آکسیجن (OXYGEN) گوشت میں چھوڑ دیتا ہے - اس سے خون میلا اور اودے رنگ کا ہو جاتا ہے - یہاں سے وریدوں میں ہو کر گزرتا ہُوا قلب کے داہنے اذن میں گرتا ہے اور اس سے پھر نیچے والے داہنے بطن قلب میں پہنچتا ہے - یہاں پھیپھڑے والی شریان میں سے ہو کر پھیپھڑوں میں جاتا ہے - اور سانس کی ہوا لگنے سے صاف ہو جاتا ہے - پھر یہ خون انہیں وریدوں میں سے ہوتا ہُوا بائیں اذن میں داخل ہوتا ہے - اب اس کا رنگ سُرخ ہو جاتا ہے - یہ بائیں بطن قلب میں پہنچ کر پھر اُسی جگہ جاتا ہے - جہاں سے دوران شروع ہُوا تھا -

الغرض خوراک پانی اور ہوا پر خون کا مصفا ہونا یا جسم کی نشو و نما پانا زیادہ منحصر ہے - لہذا انکا لحاظ رکھنا گویا تندرستی کو قائم رکھنا یا بڑھانا ہے -　　(باقی آئندہ)

منشی رشید احمد از احمد نگر دکھن

ہدایت - شریان (arteries) عروق شعریہ (Capillaries) ورید (VEINS) بائیں بطن قلب (VENTRICLE) اذن (ANTRICLE)

رباعیات

(از علامہ نواب حیدر یار جنگ بہادر نظم طباطبائی مرحوم)

(۱)

دنیا اک ہولناک ویرانہ ہے
اور طولِ امل فسون و افسانہ ہے
لالچ سے خضر چاہئے غصے سے تیز
وہ خوش ہے اور یہ سبک دیوانہ ہے

(۲)

افلاس میں اسلاف کی عزت تو رہے
زر جائے مگر گلوں میں نکہت تو رہے
ہر حال میں اخلاقِ کریمانہ رکھ
دولت تو نہیں رہی شرافت تو رہے

(۳)

غافل ہیں ہمیں فکرِ پس و پیش نہیں
یعنی کہ مقدر میں کم و بیش نہیں
سو مرتبہ حادثوں نے کھولی ہے آنکھ
اب بھی نظرِ عاقبت اندیش نہیں

(۴)

ایسا بھی کہیں حد سے گزر جاتے ہیں
جو دل میں آ گئی وہ کر جاتے ہیں
اچھے نہیں اطوار ہمارے اے نظمؔ
لوگ ایسے ہی جوان مر جاتے ہیں

(۵)

دریا میں ہوں اے اہلِ نظر پیاسا ہوں — پہلے سے بھی اب تو بیشتر پیاسا ہوں
سچ کہتے ہیں آبِ شور ہے یہ دنیا — میں ڈوب کے مر گیا مگر پیاسا ہوں

ادبیاتِ ایران

ادبیاتِ ایران کے متعلق ہمارے معلومات کا احاطۂ وسعت آج سے قریباً ۲۶۰۰ سال پیشتر تک پھیلا ہؤا ہے۔ اِس اثنا میں چار بہترین زبانیں سرزمینِ ایران میں مروج و متداول رہ چکی ہیں۔ اور باوجودیکہ ادبِ ایران اقوامِ غالب کی جیرہ دستیوں سے بارہا پامال ہؤا۔ مگر پھر بھی اِن السنۂ اربعہ کے آثار ہنوز باقی ہیں۔

اول زبانِ اُستا۔ دوم۔ پارسی باستاں سوم۔ پہلوی

چہارم۔ زبانِ دری یا موجودہ فارسی۔

ایران کی وہ قدیم ترین زبان جس کے آثار تاحال موجود ہیں۔ زبانِ اوستا ہے۔ یہ زبان درحقیقت اہلِ ایران کے اُن آبا و اجداد کی زبان تھی جو ہنوز واردِ ایران نہیں ہوئے تھے۔ واردِ ایران ہونے سے پیشتر اِن لوگوں کی جائے اقامت کے متعلق محققین کی آرا میں بہت اختلاف ہے۔ مگر درست ترین عقیدہ یہ ہے کہ ایران میں آنے سے پہلے یہ لوگ کوہ ہندوکُش کے شمال اور جنوب میں بود و باش رکھتے تھے اور وہیں سے باوقاتِ مختلف عازمِ ایران ہوئے

بارِ اول ۳۳۰۰ سال پیشتر۔ بار دوم ۲۷۰۰ سال پیشتر۔ بار سوم ۲۶۸۰ سال پیشتر

ایران میں آنے سے پیشتر اِن لوگوں کی زبان وہی تھی جس میں کتاب اوستا تحریر کی گئی ہے۔ لہذا اِس زبان کا نام بھی زبانِ اوستا ہی قرار پایا۔ کتاب اوستا جس کے اکیس[۲۱] ابواب میں سے صرف پندرہ ہی باب باقی ہیں اور اِن میں سے بھی محض دو ہی ایسے ہیں جنہیں مکمل کہا جاسکتا ہے۔ زردشت پیغمبر کی مذہبی اور مقدس کتاب ہے جس کا زمانہ ۲۵۰۰ سال پیشتر سے ۲۶۰۰ سال پیشتر تک ہے۔

کتاب اوستا کا موجودہ نسخہ ایک صدی قبل از مسیح اور چھٹی صدی عیسوی میں حوالۂ قلم کیا گیا ہے۔ اِس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ اوستا کے تمام ابواب ایک ہی وقت معرضِ تحریر و تسوید میں نہیں آئے بلکہ ازمنۂ مختلفہ میں لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب کی لغت اور طرزِ انشا وغیرہ میں بلحاظِ قدامت کافی اور نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ کتاب ایک صدی قبل از مسیح تک قیدِ تحریر میں نہیں آئی۔ بلکہ صرف حفظ ہی کی جاتی تھی۔ ایک صدی قبل از مسیح اس کی تحریر شروع ہوئی اور یہ مہتم بالشان کام اردشیر بابکان اور اس کے بیٹے شاپور اول کے عہد میں تکمیل پذیر ہؤا۔ بعدہٗ ایران کے بزرگ ترین موبد و مُرتی شاپور دوالاکتاف کے زمانے میں یہ کتاب لکھنے کے لئے پہلوی ۴م خط سے خطِ مقطع و منفصل اختراع کیا گیا جس کی کل علامات ۴۳ ہیں۔ اس خط میں تمام اصوات کے لئے علیحدہ علیحدہ حروف موجود ہیں اور حرکات و اعراب بھی جزوِ خط ہی قرار دیئے گئے ہیں۔ اوستا کا وہ نسخہ جو اس اختراع کردہ خط میں لکھا گیا ہے "زند" کے نام سے موسوم ہؤا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس خط کا نام بھی "زند" ہی قرار پایا۔ زاں بعد حسبِ حفاظ

کے تصرف سے داخل شدہ آرامی کلمات کو ایرانی الفاظ سے بدل دیا گیا تو اس اصلاح شدہ اوستا کا نام "پاژند" مقرر ہُوا۔ اوستا کا وہ قدیم ترین نسخہ جو اس وقت موجود ہے ۷۲۹ ہجری میں تحریر پذیر ہُوا ہے۔ اس کے بعض ابواب ہجائی اشعار میں مرقوم ہیں۔ یعنی وہ اشعار جو عروضِ عرب کے قواعد پر نہیں ہوتے بلکہ ہجائی تقطیع ہی سے مُوزوں ہوتے ہیں۔ اِن ہجائی اشعار کے آثار تاحال ایران کی موسیقی میں موجود ہیں۔

زبانِ مادھا یا پارسی باستاں

موجودہ ایرانیوں کے آبا و اجداد واردِ ایران ہونے کے بعد دو حصوں میں منقسم ہو گئے جن میں سے ایک کا نام **ماد** تھا جو دریائے خضر (خزر) کے جنوب اور مغرب میں آباد ہُوا۔ اور دوسرے کا نام **پارس** جس نے خلیج فارس کے شمال میں اقامت اختیار کی۔ بعدہٗ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اِن ہر دو گروہوں کی زبان اور عادات وغیرہ میں بھی **بُعد و تبایُن** پیدا ہوتا گیا حتیٰ کہ ایران کے عہدِ تاریخ کے آغاز میں اِن ہر دو گروہوں کی زبان آپس میں بہت کچھ مختالف و متفاوت تھی۔ اب مادیوں کی زبان کا تو نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔ البتہ پارسیوں کی زبان فقط شاہانِ ہخامنشی کے عہدِ سلطنت کے بعض کتبوں میں پائی جاتی ہے جسے پارسی باستاں یا فارسی قدیم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہماری موجودہ فارسی بھی درحقیقت اسی پارسی باستاں سے بدو واسطہ مستنبط ہوئی ہے۔ پارسی باستاں اپنے اسماء و ضمائر اور دیگر صورِ صرفی و نحوی کے لحاظ سے دُنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے شمار کی جاتی ہے۔ اور اس کے قدیم ترین آثار **داریوس بزرگ** کے کتبۂ بستیوں سے دستیاب ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں قریباً چالیس کتبے اور بھی ہیں۔ جو ہخامنشیوں کے عہد کی یادگار ہیں اور باستثنائے چند زیادہ تر اسی پارسی باستاں میں لکھے گئے ہیں۔ اِن کتبوں میں زبانِ آسوری۔ زبانِ عیلامی اور زبانِ نبطی یا آرامیٔ قدیم وغیرہ بھی استعمال کی گئی ہیں۔ جو ہخامنشیوں کی مِلّی زبانیں تھیں۔ زبانِ پارسی باستاں ہمیشہ میخی خط میں لکھی جاتی رہی اور وہ خط جو کلدانی اور آسوری زبانوں کے لئے اختراع کیا گیا تھا۔ اہلِ ایران نے پارسی باستاں لکھنے کے لئے اختیار کر لیا۔ متاخرین کی ترمیمات سے اِسی خط میں اور بھی تحریری سہولتیں پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ میخی، آسوری اور عیلامی خط میں "د" "دا" "دو" اور بعض حالتوں میں تین تین حروف کے لئے صرف ایک ہی علامت ہے اور عیلامی اور آسوری خط میں مختلف اشکال کی تعداد علے التواتر ۳۰۰ سے ۷۰۰ تک ہے۔ لیکن پارسی باستاں کے میخی خط میں ہر حرف کے لئے ایک علیحدہ علامت مقرر ہے اور کل اشکال کی تعداد صرف ۴۱ ہے۔ یہ خط اشکانیوں کے زمانے تک ایران میں مروج و متداول رہا ہے اور کتبوں کے علاوہ ہخامنشی عہد کے سکوں میں بھی یہی خط استعمال کیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ)　　　　**(نیاز نعمانی موگوی)**

خیالاتِ کسریٰ

(منشی غلام حسن کسریٰ سیدی)

دیکھنا ہو تمہیں عالم جو خود آرائی کا آئینہ سامنے ہے چشم تماشائی کا
دل میں عالم ہے تری انجمن آرائی کا بقعۂ نور ہے گوشہ مری تنہائی کا
راز افشا نہ ہوا اس دلِ سودائی کا میں ہوں مرہونِ کرم گوشۂ تنہائی کا
ہم بھی ناکامِ تمنا ہیں اسی منزل میں قیس کچھ حال سنا بادیہ پیمائی کا
ٹوٹ جاتے ہیں مرے زخمِ جگر کے ٹانکے یاد آتا ہے جو عالم تری انگڑائی کا
دہنِ زخمِ جگر گو نہیں دیتے ہیں صدا اس خموشی میں بھی انداز ہے گویائی کا
فرقتِ قیس کی روداد میں اللہ رے اثر داغ در داغ ہے دل لالۂ صحرائی کا
صبحِ محشر سے ہیں وحشت کے نمایاں آثار چاک جیسے ہو گریباں کسی سودائی کا
دل میں مٹ مٹ کے تمنائیں ہوئیں پھر پیدا میں ہوں قائل اسی اندازِ مسیحائی کا
جانبِ دیر ہے رخ اپنا نہ اب سوئے حرم کیا کہیں شوق ہے کس در پہ جبیں سائی کا
یہ رہے یاد جو پامالِ ستم کرتا ہے خون ہو جائیگا دل تیرے تمنائی کا

ایک عالم ہے اسی فیض کا قائل کسریٰ
تو ہی اک مست نہیں بادۂ مینائی کا

نپولین کا عہد طفلی

جزیرہ کارسیکا بحیرۂ روم کی سطح پر اب تک اپنے شباب کے زمانے کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اس کے بلند پہاڑ سربفلک چوٹیاں آج بھی اپنے زوال پذیر عروج کا ثبوت ہیں۔ گھنے جنگل۔ سرسبز میدان اور دل خوش کن ساحل اس لمحہ تک کسی زبردست ہستی کے ننھے ننھے پیروں کی قدمبوسی کے شاہد ہیں۔ روم (ROME) کی شہرت رومن سلطنت کی عظمت کے مرکز ہونے سے ہے۔ مصر اپنے قدیم تمدن پر فخر کرتا ہے۔ یونان کو زبردست فلاسفروں اور سکندر اعظم ایسے جلیل القدر بادشاہ پر غرور ہے۔ لیکن کارسیکا کی سرزمین دنیا کے زبردست ترین اور عظیم الشان شہنشاہ کو پہلے پہل اپنی آغوش میں لینے پر نازاں ہے اور اس کی تربیت اور پرورش کا فنا نہ ہونے والا شرف اس کی پیشانی پر تاابد روشن آفتاب کی طرح نمایاں رہیگا۔

اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخری سال تاریخ کارسیکا میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرانسیسی جزیرہ کارسیکا پر (جو فرانس سے سو میل جنوب میں واقع ہے) فتح حاصل کرنے کے لئے سر توڑ حملے کر رہے تھے۔ اور جزیرہ کارسیکا کے باشندگان کی مختصر جماعت جنرل پاؤلی (Paoli) کی سرکردگی میں اس غلامی سے آزاد ہونے کے لئے شمشیر بکف تھی۔ باشندگان کا جوش اتنا ترقی کر گیا کہ صنف نازک نے بھی خونی معرکوں میں اپنے جوہر دکھائے۔ چنانچہ چارلس بوناپارٹ[1] (وکیل) اور انکی بیوی لیٹیٹیا میریا رومیلنی[2] نے جو ایک شریف اور متوسط الحال خاندان سے تھے۔ ان محاربات میں خاص طور پر نمایاں حصہ لیا۔ لیکن اتنی قلیل جماعت ایک سلطنت کا مقابلہ کسی صورت سے نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا ماہ جون ۱۷۶۹ء میں فرانسیسی سپاہ کو جزیرہ کارسیکا پر کامل فتح حاصل ہوگئی۔ لیکن لوگ کچھ سپاہ کے خوف سے اور کچھ غیرتمندی کے سبب عرصہ تک پناہ گزین رہے۔ چنانچہ چارلس بوناپارٹ اور میریا کی بھی یہی حالت تھی۔ ۱۵۔ اگست کی رات کو وہ اپنے مکان قصبہ اجیکسو[3] میں پناہ گزین ہوئے۔

۱۵؍ اگست ۱۷۶۹ء کی صبح ایک نوید جانفزا ہمراہ لائی۔ آفتاب آسمان پر نمودار ہو چکا تھا۔ خوش الحان پرندے نغمہ سنجی میں مصروف تھے۔ نسیم سحری دلوں میں عجیب کیف پیدا کر رہی تھی اور درختوں کا تعظیماً سر جھکانا کسی زبردست پُر رعب ہستی کی آمد کا اعلان تھا۔ لیٹیٹیا رومیلنی خواب سے بیدار ہوئی اور عبادت کے لئے گرجا کو روانہ ہوگئی۔ ابھی عبادت میں مصروف ہی تھی کہ بچہ پیدا ہونے کے آثار نمودار ہوئے۔ مجبوراً مکان واپس آنا

[1] Charles Bonaparte . [2] Letitia Maria Romulini
[3] Ajaccio

پڑا۔ مکان پر پہنچ کر وہ ایک کوچ پر دراز ہوگئی۔ اور ایک پُرانا کپڑا اوڑھ لیا جس پر ایلیڈ[1] کے بہادروں اور خوفناک لڑائیوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہُوا۔ اور وہ بچہ جس کے زبردست مستقبل پر ماں باپ گمان تک نہ کر سکتے تھے۔ نپولین بونا پارٹ نام تجویز ہُوا۔ اس بچہ نے جب پہلی مرتبہ اس دُنیا کی روشنی میں آنکھ کھولی تو پہلی نظر بہادروں اور لڑائی کی تصویروں پر پڑی۔ چنانچہ پیدائش سے لے کر تادم آخر لڑائی کا خیال اس کے دماغ سے نہ گیا۔ یہاں تک کہ سوتے ہوئے بھی خواب میں فوج کو لڑایا کرتا تھا۔ نپولین کو فرانسیسی ہونے کا فخر تھا۔ لیکن اگر وہ دوماہ پیشتر پیدا ہوتا تو پیدائشی اطالین ہوتا کیونکہ نپولین کی پیدائش سے آٹھ ہفتہ پیشتر کارسیکا اٹلی کا مقبوضہ تھا۔

نپولین کے آٹھ بہن بھائی تھے۔ جوزف۔ نپولین۔ لوسئین۔ لوئس۔ جیروم۔ ایلیزا۔ پولائن اور کیرولائن نپولین اپنے بھائی جوزف سے چھوٹا تھا۔ لیکن اور سب بھائی بہنوں سے عمر میں بڑا تھا۔ ابھی نابالغ ہی تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور یہ سب بہن بھائی بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ لیکن قابل اور دُور اندیش ماں نے یتیمی کا اثر ان کے دلوں پر نہ ہونے دیا۔ اور تسلی و تشفی دیکر کبھی انہیں مایوس نہ ہونے دیا۔

نپولین کی تربیت کا ماں ہی کے سر سہرا ہے اور ماں ہی اس کے عروج کی حقیقی دلیل ہے۔ گو آمدنی بہت محدود تھی۔ لیکن بچوں کو کسی شے کا محتاج نہ ہونے دیا۔ اور اپنے اخلاقی خزانہ سے ہمیشہ انکو مالا مال کرتی رہی۔ لیکن جس بچہ نے ماں کی سب سے زیادہ قدر کی جس نے ماں کی نصیحتوں کو غور سے سُنا اور اُن پر عمل پیرا ہُوا۔ وہ نپولین ہی تھا۔ چنانچہ نپولین نے اپنے زمانہ عروج میں بار بار یہی کہا ہے "میری ماں ایک قابل دُور اندیش بلند خیال اور ایک معزز خاتون تھی۔ ہم سب بچوں کی جسمانی و روحانی اور اخلاقی تربیت کا کل دارومدار اسی پر ہے۔ وہ ایک عالی دماغ اور عقل و فہم میں یکتا تھی۔ اور صرف اسی کی کوششوں کا طفیل ہے کہ ہم اس قابل ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ بچہ کا اچھا یا بُرا مستقبل ماں اور صرف ماں پر ہی مبنی ہے"۔ جس وقت نپولین نے اپنی قابلیت اور ہر دلعزیزی سے فرانس کی شہنشاہی کا تاج سر پر رکھا تو ماں کے لئے ہر طرح کا عیش کا سامان مہیا کیا اور دُنیا کی ہر وہ شے جو دولت مہیا کر سکتی تھی اس کے لئے حاضر کی گئی۔ اس وقت نپولین نے یہ بھی کہا کہ فرانس کو اتنی کسی اور شے کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی تعلیم یافتہ اور قابل ماتاؤں کی ضرورت ہے۔

جس وقت قابل باپ نے اپنے بچوں اور بیوی کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہا۔ تو عقلمند ماں نے اپنے دیہات کے مکان میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ مکان آبادی سے علیحدہ بلند درختوں کے درمیان واقع تھا۔ مکان کے سامنے ایک میدان تھا جہاں پر اپنے عروج سے بے خبر اور اپنے خوش آئند مستقبل سے لاپروا بچے بچپن کے کھیل کھیلتے

---

[1] Homer's Iliad

تھے۔ آفتاب کی کرنیں انکے ننگے سر اور ننگے پاؤں پر پڑتی تھیں۔ لیکن اُن کے دماغ میں یہ بات کب آسکتی تھی کہ کسی دن اِن سروں پر بادشاہی تاج ہونگے۔ اور یہ پاؤں بہت سی سلطنتوں کو ٹھکرا دینگے اور بڑے بڑے بادشاہ انکی قدمبوسی کو اپنی عزت اور شرف خیال کرینگے۔ وہ تتلیوں کے پیچھے دوڑتے تھے برہنہ پا چھوٹے چھوٹے تالابوں میں کھیلتے تھے۔ اور بجائے گھوڑے کے اپنے وفادار کتے پر سواری کرتے تھے۔ وہ ان کھیلوں میں ایسے ہمہ تن مشغول ہوتے تھے کہ یہ خیال کہ کبھی سلطنتوں کے تاج انکے سروں کو زینت دینگے اور سلطنتوں کا بار انکے کندھوں پر ہوگا۔ ناممکن تھا۔ اور وہ ایسے شان و شوکت والے تخت کے مالک ہونگے جس کے سامنے روم فارس اور مصر کی عظمت ماند پڑ جائیگی۔

جس وقت ایک سیاح اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس ویران جگہ کو دیکھ کر یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں پر ایک زبردست شہنشاہ روزگار نے پرورش پائی تھی۔ جس وقت وہ اس میدان پر نظر ڈالتا ہے جہاں یہ بچے کھیلا کرتے تھے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ جب وہ پائیں باغ کو دیکھتا ہے جس کو انہوں نے چھوٹے چھوٹے پھاوڑوں سے بنایا تھا اور اپنی کوششوں سے سیراب کر کے باریاب کیا تھا۔ اور جہاں پر کہ اُن زبردست سلطنتوں کے بادشاہ اور ملکہ کی خوشی میں چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ وہ آوازیں اب موت کے خاموش نغمہ سے ہم آہنگ ہوگئیں۔ لیکن دنیا کی تاریخ کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی جس کی زندگی آغوش مادر سے آغوش قبر تک اس طرح رنج و خوشی و مسرت و غم نغمہ و نوحہ اور عروج و زوال کے ایسے عبرت خیز واقعات سے لبریز ہو۔

اسی میدان کے قریب ایک زبردست اور مہیب چٹان تھی۔ جس میں ایک چھوٹا سا غار ہے۔ اس غار کو "غار نپولین"[1] کہتے ہیں۔ یہ ہی آبادی سے الگ تھلگ چٹان نپولین جیسے متفکر اور سنجیدہ دماغ بچہ کی آرامگاہ تھی۔ جب سب بھائی بہن باغ میں یا میدان میں فکر سے لاپروا طفلی مسرت میں غرق کھیلا کرتے تھے اور جس خوشی کا اندازہ انسانی دل و دماغ محسوس نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ورڈز ورتھ[2] نے کہا ہے "اے بچے! تو زبردست فلسفی ہے جو تجھے قدرت سے وراثت میں ملا ہے۔ تو نابینا انسانوں میں (جو باطن نہیں دیکھ سکتے) چشم بینا ہے اور بے آواز اور خاموش فلسفہ سے تو قدرت کے رمز ہائے دقیقہ کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کیونکہ تجھ پر ہمیشہ خدا کی طرف سے علم غیب کا نزول ہوتا رہتا ہے"۔ نپولین انکو غافل دیکھ کر خاموشی کے ساتھ اپنے پسندیدہ غار میں آبیٹھتا تھا اور گھٹنوں پر سر جھکائے کچھ سوچا کرتا تھا۔ کسی خیال میں منہمک رہتا تھا۔ لیکن سوائے اُس کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا سوچتا تھا۔

نپولین خاموش اور سنجیدہ مزاج بچہ تھا۔ اپنے دل کا راز کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا۔ ہمیشہ متفکر رہتا تھا۔

[1] Napoleon's Grotto [2] Wordsworth Ode To

اور کام کے انجام دینے میں بے صبری سے کام لیتا تھا۔ ذرا سی بُری بات اس کے مزاج کو مشتعل کر دیتی تھی اور فوراً غصہ آجاتا تھا۔ لیکن بہت جلد فرو ہوجاتا تھا۔ وہ بہت ہی زیادہ خلوت پسند تھا۔ نہ اسے زیادہ خوشی ہوتی تھی اور نہ ہی رنج کا اُسے زیادہ احساس ہوتا تھا۔ گو جوزف عمر میں سب سے بڑا تھا۔ لیکن بہن بھائی نپولین کا اتباع کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے چچا نے جب بچوں کو دیکھا تو کہا کہ گو عمر میں جوزف بڑا ہے۔ لیکن نپولین ان میں سردار کی حیثیت رکھتا ہے"۔ اس میں خودداری کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ قصور تو کسی اور نے کیا لیکن ماں کے عتاب کا موجب نپولین بنا۔ نپولین نے خاموشی سے سزا بھگت لی۔ لیکن خودداری کی وجہ سے کچھ نہ بولا۔ اس خاموشی میں اپنے اس دوست (جس نے قصور کیا تھا) کے بچانے کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ اس کا سبب خودداری اور غرور تھا۔ اس کے ظلم میں کوئی رحم نہ تھا اور اس کے رحم میں کوئی ظلم نہ تھا۔ کوئی شے اس کو اپنے ارادے سے نہ روک سکتی۔

جزیرہ پر اس کے کھیلنے کی بہت سی چیزوں میں سے ایک پیتل کی چھوٹی سی توپ جس کا وزن تقریباً تیس پونڈ ہوگا اب تک محفوظ ہے۔ اُس کی آواز اس کے دل میں ایک خوشی کی لہر پیدا کر دیتی تھی وہ مٹی کے سپاہی بناتا اور انکو آپس میں لڑاتا۔ اپنے دل میں خیالی لڑائی لڑتا تھا۔ توپ چلاتے وقت یہ خیال کرتا تھا کہ سامنے فوج کھڑی ہے اور اس کے فیر سے کئی کئی سکوڈرن تباہ ہو جاتے ہیں۔ بہت ہی چھوٹی عمر میں اپنے ماں اور باپ سے خونریز لڑائیوں اور تکلیفات و مشکلات کی بابت جن کا انھوں نے سامنا کیا اور جن میں وہ شریک ہوئے سُنکر بہت خوش ہوتا تھا۔ اور فرانسیسیوں سے نفرت کا اظہار کرتا تھا۔ وہ اپنی ماں کی بہادری پر ناز کرتا تھا۔ اور فرانسیسیوں کو اُن کے ظلم پر بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ گو ماں اس کے سپاہیانہ جذبات کا اندازہ نہ کر سکتی تھی اور نہ ہی ایسے بچہ کے سپاہی ہونے کی امید کر سکتی تھی۔ لیکن پھر بھی نپولین کے افعال ماں کے دماغ پر اُس کے مستقبل کا کچھ کچھ عکس ڈالتے تھے۔

ماں کی قابلیت کا اظہار حسب ذیل مثال سے ہو سکتا ہے۔ نپولین کو شہنشاہ ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہُوا تھا کہ سینٹ کلاؤڈ[1] کے باغ میں ماں سے ملنے کا اتفاق ہُوا۔ نپولین کے گرد درباری امیر و زیر حلقہ کئے ہوئے تھے اور اس نے شاہی لباس زیب تن کیا ہُوا تھا۔ ماں کو سامنے دیکھ کر مذاق کے طور پر ہاتھ کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھا دیا۔ ماں نے نہایت سنجیدگی سے ہاتھ سامنے سے ہٹا دیا اور اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ نہیں یہ میری ڈیوٹی نہیں بلکہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس ماں کے ہاتھ کو بوسہ دو جس نے تم کو آج اس قابل کیا۔

---

[1] St. Cloud Garden

ایک مرتبہ ایک ماموں اُن سے ملنے آیا اور چند روز قیام کیا۔ حقیقت میں وہ کافی مالدار تھا۔ لیکن بخیل تھا۔ بچوں نے کئی مرتبہ اس سے پیسے وغیرہ مانگے لیکن اس نے یہی کہا کہ میرے پاس زمین تو ہے لیکن روپیہ نہیں۔ بچوں نے ایک دن شرارت سے اس کے روپیوں کی چھپی ہوئی تھیلی دیکھ لی۔ انہوں نے ماموں سے پھر سوال کیا۔ لیکن اس نے وہی روپیہ نہ ہونے کا جواب دیا۔ اس پر وہ بچے تھیلی نکال لائے اور شرارت سے زمین پر ٹپک دی۔ سونے کے سکے زمین پر بکھر گئے۔ شریر بچے خوب ہنسے اور ماموں بھی شرمندہ ہؤا۔ اتنے میں ماں آئی اور اس گستاخی اور بد اخلاقی پر سب کو بہت کچھ سخت سُست کہا۔

جب جزیرہ کارسیکا میں کامل امن ہوگیا اور چند سال کے عرصہ میں باشندگان فرانس کے حلیف ہو گئے تو اسوقت فرانس کی حکومت نے کونٹ ماربوف[1] کو جزیرہ کارسیکا کا گورنر مقرر کیا۔ ...... گورنر خود بھی قابل تھا اور قابل اشخاص کا قدردان بھی تھا۔ چنانچہ جب اس نے میڈم بوناپورٹ کی عالی دماغی۔ عقل و فہم اور خوبصورتی کا شہرہ سُنا تو اس سے ملا۔ نپولین کو دیکھتے ہی اس کو کچھ اُنس ہوگیا۔ انکے مکان پر اکثر آنے لگا۔ نپولین جیسے بچہ کی اتنی سنجیدگی متانت۔ فکر۔ حاضر جوابی اور عقلمندی دیکھ کر وہ تعجب کرتا تھا۔ اس سے محبت سی ہوگئی اور اُس کا بچپن میں یہ حال دیکھ کر اکثر کہا کرتا تھا کہ نپولین آئندہ زندگی میں اپنے لئے ایک ترقی کا راستہ بنائیگا اور ایک دن غیر معمولی امتیاز حاصل کریگا۔

جب نپولین پانچ چھ سال کا ہوگیا تو اور بچوں کے ساتھ اسے بھی ایک سکول میں داخل کرا دیا۔ سکول میں ہی ایک چھوٹی سی خوبصورت لڑکی پڑھتی تھی۔ نپولین کو اس سے محبت ہوگئی۔ وہ بھی اس سے بہت مانوس ہوگئی۔ یہ نپولین کی پہلی محبت تھی۔ نپولین کسی کھیل میں حصہ نہ لیتا تھا۔ اور نہ ہی کسی تماشہ دیکھنے کا شوقین تھا۔ سکول کے میدان میں دونو ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ٹہلا کرتے تھے۔ اُستاد وغیرہ بھی کچھ اعتراض نہ کرتے تھے۔ کیونکہ یہ چھوٹا سا جوڑا سکول میں پھرتا ہؤا بھلا معلوم دیتا تھا۔ بڑے لڑکے انکی محبت کو دیکھ کر ہنستے تھے اور چڑاتے تھے۔ نپولین کو چونکہ غصہ بہت جلد آجاتا تھا۔ اس لئے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ لڑکوں کی تعداد کا اندازہ اور اپنے پٹنے کا دل میں خیال تک نہ لاتے ہوئے ان سے اکیلا لڑ پڑتا تھا اور پتھر لکڑی جو ہاتھ میں آتا لے کر اُن کے درمیان گھس کر لڑنے لگتا۔ وہ کچھ دیر لڑتے لیکن نپولین کی مستقل مزاجی دیکھ کر آخر انہیں بھاگنا پڑتا حالانکہ نپولین کی بھی اچھی طرح مرمت ہو جاتی تھی۔ جب لڑکے بھاگ جاتے تو وہ ایک فاتح کی طرح پھر لڑکی کا ہاتھ میں ہاتھ لیتا اور انکے سامنے ٹہلنے لگتا۔ اس زمانے میں نپولین اپنے لباس کی طرف قطعی خیال نہ کرتا تھا۔ اس کی جرابیں ہمیشہ جوتے پر پڑی رہتی تھیں۔ ساحل سمندر پر زمین پر گھٹنوں لیٹا رہتا تھا۔ اور سمندر کی اُٹھتی ہوئی موجیں دیکھنے

[1] Count Marbeuf

میں اسے دُنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی تھی۔ چند شریر لڑکوں نے پنولین کو چڑانے کے لئے ایک شعر گھڑ لیا تھا۔ جسے وہ اکثر کھیلنے کے میدان میں زور زور سے چلا کر اُسے غصہ دلاتے تھے۔ Napoleon with his stockings half off, makes love to Giacominetta

اس کے بعد جب پنولین دس سال کا ہوگیا تو کونٹ ماربوف نے برینی (Brienne) کے فوجی سکول میں داخل کرادیا۔

(از ابن زیدی متعلم بی اے کلاس وکٹوریہ کالج لشکر گوالیار)

جذباتِ شامی

صاحبزادہ محمد معراج الدین صاحب شامی (تلمیذ اعتبار الملک حضرت دل شاہجہانپوری)
سٹینو گرافر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع جالندھر

کون ہے خوش کیش مجھ سا عالمِ ایجاد میں
آج ہوں ذکرِ بتاں میں کل خدا کی یاد میں

ہم کو نظروں سے گرا کر عرش پر اپنے دماغ
حسن نے معراج پائی عشق کی افتاد میں

اب کہاں عہدِ جوانی ۔ اب کہاں جوشِ نشاط
نالہ کش دل ہے پُرانی لذتوں کی یاد میں

سوختہ سامانیوں پر رو دیئے ہم غم نصیب
آشیاں کو آگ دیکر آشیاں کی یاد میں

دیکھئے راہِ طلب میں سعیِ منزل کا مآل
لطف ہر لغزش میں ہے لذت ہے ہر اُفتاد میں

کیا مکمل ہو گیا اے عشق پیمانِ وفا
کیوں دمِ رخصت یہ ہچکی آئی اُنکی یاد میں

اس طرف بھی اک نظر اے محوِ حسنِ دلفریب
درسِ عبرت ہے نہاں ہر اشک کی رُوداد میں

اطلاع { جن اصحاب کا چندہ مارچ ۱۹۳۴ء کو ختم ہو چکا ہے۔ انکے نام اپریل ۱۹۳۴ء کا پرچہ وی پی کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی افسانہ نمبر بھی وی پی کے ہمراہ بھیج دیا گیا ہے تاکہ وہ لوگ فسانہ نمبر کے مطالعے سے محروم نہ رہیں۔

منیجر

مجرب المجرب نسخہ جات

درد دانت — ادرک کی موٹی سی گرہ چھیل کر چند پھاڑیں بنالیں۔ اور نمک مل کر کوئلوں پر گرم کرکے داڑھ میں رکھ کر چبائیں۔ درد فوراً دور ہوگا۔

درد سر — کڑوی توری کے بیج کا مغز کھرل کرکے نسوار کے طور پر استعمال کرنے سے درد کافور ہوجائیگا۔ اس کے ہموزن تمباکو بھی ملا لیا جائے۔ **دیگر**۔ برہمی بوٹی۔ کالی مرچ اور بادام رگڑ کر شیر گاؤ کے ہمراہ چند روز پینے سے جاتا رہیگا۔ یہ حافظہ کو بھی تیز کرتا ہے۔

درد شکم — ہر سہ نمک۔ اجوائن۔ چھوٹی ہرڑ۔ ہینگو کے گوے کی گری ہموزن لے کر کوٹ چھان کر سفوف بنالیں اور مدار کے پھولوں کی ڈوڈیاں سایہ میں خشک کرکے اسی قدر شامل کرلیں۔ اور تمام سفوف کو عرق بیج سہجنا میں گھول کر نخود کے برابر گولیاں بنالیں۔ اور ہر قسم کے درد شکم کے لئے نیم گرم پانی کے ہمراہ دی جائیں اکسیر ہے۔

مفید مرہم — رال سفید۔ سندھور۔ کوٹلہ پتھر۔ ہر سہ اشیائے کو السی کے تیل میں پکا کر مرہم بنالیں ہر قسم کے زخموں کے لئے مفید ہے۔

بوائیوں کا پھٹنا — رال کو کئی مرتبہ دھو کر تیل میں پکا کر بحفاظت رکھ لیں۔ موسم سرما میں جب بوائیاں پھٹیں لگا کر آگ سے سینک لیا جائے۔

داد کی دوا — آملہ سار گندھک رگڑ کر سفوف بنا لیا جائے۔ اور عرق لیموں تیل مٹی میں یکے بعد دیگرے ملا کر رگڑتے اور گاڑھا کرتے رہیں۔ جب ہر سہ اشیا یکجان ہوجائیں۔ داد کی جگہ لگا لیا جائے۔ دو تین بار لگانے سے داد جاتا رہیگا۔ نہ ہی جلن ہوگی۔

ہیضہ کی دوا — کیلے کے خشک پتوں کی راکھ اور کھانڈ کی پھانکی کے لینے سے یہ مرض جاتا رہتا ہے۔ **دیگر**۔ پیپل اور نیم کی چھال کو جلا کر دہکتے کوئلوں کو کورے برتن میں پانی ڈال کر بجھائیں اور وہ بجھا ہوا پانی مریض ہیضہ کو دیا جائے۔ قے و دست بند ہوکر آرام ہوجائیگا۔

آنکھوں کا دکھنا — اگر آنکھوں میں صرف لالی ہو۔ تو نمک کے پھائے باندھ لینے مفید ہیں + کنڈائی کا پانی بھی زیادہ سے زیادہ سرخی کو کاٹ دیتا ہے۔ حقہ کا گل بھی اس میں مفید ہوتا ہے۔

بخار موسمی۔ کونین کے علاوہ جل نیم اور گلو بیل کا استعمال بہت ہی فائدہ مند ہے۔

نتھو رام شرما منتظم جونیر
ریڈ کراس سوسائٹی مڈل سکول کولی

کلامِ واہ وارثی جُنیری

شیخ احمدؐ قطب الدین صاحب واہ وارثی جُنیری شہر بمبئی میں رہتے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت ساٹھ برس سے زیادہ ہے۔ ہندوستان کے مشہور لیڈر مولانا ابو الکلام (غلام الدین) آزاد دہلوی کے بڑے بھائی امام الشعراء مولانا علام یٰسین صاحب آہؔ دہلوی یادگارِ حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی تھے۔ اُنہیں سے جناب واہ کو فخرِ تلمذ حاصل ہے۔ اُردو کے پُرانے رسالوں میں آپ کا روح فرسا کلام برسوں شائع ہوتا رہا۔ آپ کا دیوان "کرشمۂ وارث" نام سے مرتب ہو چکا ہے۔ عنقریب شائع ہوگا۔ شعرائے کرام سے التماس ہے کہ وہ مذکور دیوان کے لئے جلد از جلد قطعۂ تاریخ روانہ فرمائیں۔ مشاہیر شعرا کی تاریخیں درج ہوگئی ہیں۔ اپنا پورا نام۔ وطن اور اُستاد کا نام اپنے اپنے قطعے پر لکھنا ضروری ہے۔ تاریخی قطعے اس پتہ پر ارسال کریں۔ شیخ احمد واہ وارثی ۲۱ بیرولین بمبئی ۹

(ہارون ابنِ محمدؐ) انصاف خاکپائے جناب نوحؔ ناروی مدظلہ

سرِ میخانہ جب ساقی سے ساغر مول لیتے ہیں
تو ہم زر دے کے دردِ سر سراسر مول لیتے ہیں

یقیں ہے فاتحہ پڑھنے کو وہ آئیں گے مرقد پر
چڑھانے کو لحد پر آج چادر مول لیتے ہیں

ادائیں یاد کرتے ہیں خرامِ ناز کی ہر دم
ہم اُٹھتے بیٹھتے سامانِ محشر مول لیتے ہیں

تری خاطر سے اے واعظ تری خاطر سے اے واعظ
شرابِ ناب کے دو چار ساغر مول لیتے ہیں

مزارِ حضرتِ وارث پہ شائد اُنکو جانا ہے
جنابِ واہ کیوں پھولوں کی چادر مول لیتے ہیں

شکست پندار

از سید محمد حسن صاحب احسن طباطبائی لکھنوی ایم اے مدیر خیاباں

(۱)

بیس برس سے بہاری لال سکسینہ راجہ صاحب لچھمن پور کے محل میں داروغہ تھے۔ ان کی اہلیہ ایک زمیندار کی لڑکی تھی۔ اور کسی رئیس کی خدمت گذاری کے فرائض سے ناواقف تھی۔ وہ اپنی خدمات منکسرانہ خود داری کے ساتھ انجام دیتی تھی جو ان کے مالک کو ناگوار نہ ہوتی تھی۔ راجہ دھرم پال سنگھ کے انتقال کے بعد ریاست اُن کے بھتیجے کرشن پال سنگھ کو ملی جو انکے تنہا وارث تھے۔ نئے راجہ صاحب بدمزاج تو نہ تھے لیکن ان کی رانی صاحبہ جو اُن سے سن میں بڑی تھی۔ تنک مزاج اور تند خو تھی۔ راجہ صاحب ابتدا سے انکے زیر اثر تھے۔ اور امور خانہ داری میں بادل ناخواستہ اپنی شریک زندگی کی حکمرانی کو تسلیم کر چکے تھے۔ لچھمن پور کے محل میں نسوانی حکومت Petti coat governm ... تھی۔ راجکماری کوشلیا راجہ صاحب کی اکلوتی لڑکی تھی۔ اور عادات و اطوار میں اپنی ماں کی حقیقی وارثہ۔ ناز و نعم کا وفور اور دولت کی فراوانی راجکماری کو ماں سے بھی زیادہ بدمزاج بنا چکی تھی۔ جس کی مشق آئے دن مجبور و بیکس ملازمین پر ہوا کرتی تھی۔

(۲)

راجہ صاحب کے یہاں کوشلیا کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن انکے داروغہ بہاری لال کے گھر میں تین بچے کھیل رہے تھے۔ بڑا لڑکا اتنا قابل نکلا کہ راجہ صاحب کے ایما سے چودہ سال ہی کی عمر میں جہازرانی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کلکتہ بھیج دیا گیا۔ لڑکیوں کی تعلیم ریاست کے پرائمری اسکول میں ہوتی رہی۔ بڑی لڑکی موہنی انتہا کی ذہین تھی۔ جب اسکول کے آخری امتحان میں اول نمبر پر کامیاب ہوئی تو اُستانیوں کی سفارش سے راجہ صاحب نے اُس کو شہر کے ہائی اسکول میں داخل کرا دیا۔ اور اخراجات تعلیم کے خود کفیل ہو گئے۔ موہنی نے ہائی اسکول کا امتحان بھی امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور اب اگرچہ اسکے والدین تعلیم جاری رکھنے کے خلاف تھے۔ لیکن وہ وظیفہ حاصل کر لینے کی وجہ سے اپنی اعلیٰ تعلیم جاری رکھ سکی۔ موہنی کی یہ بلند حوصلگی جہاں اسکے والدین کی فہم سے بالا تھی وہاں راجہ صاحب اور ان کے اہل خاندان کو ناگوار تھی۔ امراء اچھوتوں کی ترقی وہیں تک دیکھ سکتے جہاں تک وہ ان کے دست نگر رہیں۔ اس پابندی سے آزادی اور پھر اعلیٰ مراتب کی جستجو ایک ایسی غلطی ہے۔ جسے امرا خطرناک بھی سمجھتے ہیں اور ناقابل معافی بھی۔ راجہ

صاحب لچھمن پور روشن خیال کیے جاتے تھے - لیکن اپنی طبع کی کمزوریوں سے مستثنیٰ نہ تھے - جب موہنی فارغ التحصیل ہوئی تو انہوں نے اپنی بیوی کی اس رائے سے اختلاف نہ کیا کہ موہنی کو کوئی ممتاز عہدہ حاصل کرنے میں مدد نہ دینا چاہئے - بہرکیف مس موہنی سکسینہ بی اے اس دور میں جبکہ تعلیم نسواں کے قدر دانوں کی کمی نہیں بیکار نہیں رہی اور بہت جلد ایک رئیس کے یہاں اتالیق ہوگئیں - موہنی کو اس عہدہ میں کام تو کم تھا - لیکن یہاں اُسے اپنی قابلیت اور ذہانت دکھانے کے مواقع کم ملتے تھے - اور وُہ برداشتہ خاطر رہتی تھی - تعلیم یافتہ ملنسار اور خوش مزاج ہونے کیوجہ سے اعلیٰ سوسائٹی میں اس کی رسائی ہوگئی تھی - اور جب اچھوت ادھار کی تحریک زور شور سے جاری ہوئی تو اس کو ایک اچھوت ادھار سبھا کی نظامت (Honorary Secretaryship) پیش کی گئی جو اس نے بخوشی منظور کر لی - سکریٹری کی حیثیت سے قومی خدمت کرنا اور اپنی ذہانت سے کام لینا وہ دلچسپ مشاغل تھے - جن کی موہنی کو عرصے سے تمنا تھی - اور اب اس کی مراد بر آئی تھی -

(۳)

موہنی کو اچھوت ادھار کے کام سے بہت دلچسپی تھی وہ ضرورت سے زیادہ محنت کرتی - اور مقابلہ کے جوش کے ساتھ اپنے حلقہ کے کام کو بہترین اور کامیاب ثابت کرتی - لیکن اس کو فطرت کی کمزوری کہیں یا لیڈروں کی خود پسندی کا اثر - کہ عام کام کرنے والوں کی طرح اسے بھی کام سے زیادہ شہرت عزیز تھی - خود نمائی تو ایک حد تک موہنی سی حسین اور تعلیم یافتہ لڑکی کے لئے بیجا نہیں کہی جاسکتی - لیکن وہ اپنے والدین کو جو خط بھیجتی تھی - ان میں خود ستائی بہت نمایاں ہوتی تھی -

موہنی کی ہر دلعزیزی میں کوئی کمی نہیں آئی - لیکن اس کے والدین اس کی ان غیر معمولی تبدیلیوں سے متعجب بھی تھے اور اپنی دیہاتی سادگی کی بناء پر متردّد بھی - بوڑھا بہاری لال اپنے آقا کا وفادار ملازم تھا - اور اسکے وہم و خیال سے یہ بعید تھا - کہ اس کی بڑی لڑکی جو اس کی امیدوں کا مرکز تھی اپنے خط میں یہ لکھنے کی جرأت کریگی:-

"کثرت کار کی وجہ سے میری صحت پر بُرا اثر پڑا ہے اور مجھے آرام کی سخت ضرورت ہے - محض کچھ عرصے کے لئے دماغی سکون درکار ہے - لہذا میں اس ہفتہ کو آپ کے پاس آؤنگی - اور اگرچہ مجھے اس بنگلہ میں رہنا پڑیگا - جو راجہ صاحب کی کوٹھی سے متصل ہے - لیکن میں انکے اہل خاندان سے ملنا پسند نہیں کرتی - بہتر ہوگا اگر میں انہیں اور وہ مجھے نظر انداز کریں میری اور ان لوگوں کی طبائع میں مطلق یکسانیت نہیں ہے -

(۴)

بہاری لال اُس کو تو بالکل مناسب سمجھتا تھا کہ راجہ صاحب اور تنک مزاج رانی اور راجکماری موہنی کو نظر انداز کریں - لیکن یہ حقیقت اس کی وفادارانہ سرشت کے خلاف اور اس کی فہم سے بالاتر تھی -

کہ اُس ایسے قدیم نمک خوار کی لڑکی اپنے مالکوں کو نظر انداز کرنے کی جرأت کرے اور گویا اُن سے برابری کا دعویٰ کرے۔ جب اُس نے اپنی بیوی سے یہ بیان کیا تو اس نے اور بھی تعجب ظاہر کیا اور ماں کی ممتا کے باوجود اسے یہ کہنا پڑا۔ اچھا ہوتا اگر موہنی نہ آتی۔ وہ آکر کیا جانے رانی جی یا راجکماری کو ناراض کردے

(۵)

اتوار کی صبح کو بہار یلال کے دروازے پر ایک تانگہ رکا۔ دیسی ساڑھی باندھے عینک لگائے مس موہنی اُتریں اور سیدھی گھر میں داخل ہوگئیں ماں باپ اور چھوٹی بہن پاربتی سے ملکر محبت کا زیادہ اظہار نہ کیا صرف کہیے مزاج تو اچھا ہے؟ سب چین چان ہ پاربتی تم تو اچھی رہیں۔ ان رسمی فقروں پر اکتفا کی۔ اسکے بعد تانگہ والے کو حکم دیا۔ "ہمارا اسباب اندر لے آؤ" وہ ایک اسٹیل بکس ایک پورٹمنٹو اور ایک ناشتہ دان لے آیا۔ غریب ماں باپ کو اس پر تعجب ضرور ہوا کہ کچہن پور اسٹیشن پر صرف دو ایک تانگے ہیں۔ لیکن موہنی پر اس قدر ریاست سوار ہے کہ اس نے پیدل نہیں کیا اور تانگہ ہی پر آئی۔ موہنی نے مزاج پرسی کے بعد ہی کہا۔ چاء کا وقت آگیا۔ میں ذرا سا لیموں ڈال کر چاء پیتی ہوں۔ ایک نان پاؤ کا ٹکڑا بھی ہو تو اچھا ہے۔ پھر باپ سے پوچھا آپ کے پیروں کے درد کا کیا حال ہے؟ زیادتی تو نہیں ہوئی۔ ؟ میں آجکل طب و Medicine میں بہت دلچسپی لے رہی ہوں۔ آپ کے مرض کی تشخیص کے بعد نسخہ غور کر کے لکھونگی۔ بہار یلال اپنی موہنی کی ان تعلیوں سے مرعوب بھی ہوتا تھا۔ اور مسرور بھی۔ غریب داروغہ کے لئے یہ احساس سرمایۂ صد مسرت تھا۔ کہ اس کی لڑکی میں اعلیٰ طبقہ کے اوصاف پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ اُس نے دبی زبان سے پاربتی سے کہا۔ بھگوان کی دیا سے ہماری موہنی تہذیب اور سلیقہ میں کسی طرح راجکماری سے کم نہیں۔ اور پاربتی نے "ہاں بابا ٹھیک تو ہے" کہکر اس پر مُہر توثیق ثبت کردی۔

(۶)

ناشتہ کے پہلے موہنی نے پھر کہا "میرے لئے سادہ غذا نہایت سادہ طریقے سے پکائی جائے" اس کی فرمائشیں ماں کیلئے گراں نہ تھیں۔ لیکن اس کا لہجہ یقیناً ماں اور بہن دونوں کو ناگوار تھا۔ پھر بھی وہ اس کی ناز برداری کے لئے تیار تھیں۔ بشرطیکہ وہ ان کے مالکوں کو ناراض نہ کردے۔

ناشتہ کے بعد موہنی نے باپ کے درد کے لئے ایسی ایسی بیماریوں کے نام بتائے کہ وہ اور بھی خوفزدہ ہو گیا اور اس نے طے کر لیا کہ موہنی کا نسخہ استعمال نہیں کریگا۔ موہنی باپ کے دفتر میں بیٹھی دن بھر کتابیں دیکھا کی۔ شام کو جب کمرے سے باہر نکلی تو ماں نے کہا بیٹا تم تو آرام لینے آئی تھیں اتنا کیوں پڑھتی ہو۔ موہنی بولی آپ کو کیا معلوم میں کتنی محنت کرتی ہوں۔ شہر میں جتنا کام کرنا ہوتا ہے۔ سکے مقابلہ میں اتنا پڑھنا

یقیناً آرام ہے۔ تعجب ہے آپ لوگ اخبار نہیں پڑھتے۔ مجھے اخبار لینے کل شہر جانا پڑے گا۔ شام کے کھانے کے بعد موہنی پھر گیارہ بجے رات تک پڑھتی رہی اور صبح سویرے اُٹھ کر ٹہلنے لگی۔ ناشتہ کے دوران میں کہنے لگی میں آج شہر جاؤنگی مجھے شریمتی بملا دیوی سے ملنا ہے۔ ماں کو یہ سُنکر بڑا تعجب ہُوا۔ اسلئے کہ بملا دیوی شہر کی رئیسہ تھیں۔ ان سے اور رانی صاحبہ سے برابر کے تعلقات تھے۔ موہنی نے فخر آمیز تبسم کے ساتھ کہا۔ اماں آپ کو کیا معلوم میں کن کن بڑے آدمیوں سے ملتی ہوں اور بملا دیوی تو مجھے مل کر خوش ہونگی۔ انہیں اچھوت ادھار کے کام سے بہت دلچسپی ہے۔ ابھی یہ باتیں ہورہی تھیں کہ زور سے ہارن بجنے کی آواز آئی۔ پاربتی ہانپتی ہوئی آئی۔ اور کہنے لگی راجکماری ہمارے دروازے کی طرف سے جارہی تھیں میں نے تو باجی کی باتوں میں موٹر کی آواز نہیں سُنی دروازہ کھولنے میں دیر ہوگئی ایسا نہ ہو کہ بگڑ گئی ہوں۔ موہنی نے ہنس کے کہا۔ اچھا یہ وہی تھیں۔ غصہ کرینگی تو کیا؟ ممکن ہے یہ انکی صحت کے لئے مفید ہو۔ محل میں پڑے پڑے کچھ تو کریں۔ اس کے بعد نہایت بے توجہی سے پھر چاء پینے لگی۔ جیسے کچھ ہُوا ہی نہ تھا۔

(۷)

دس بجے لوکل ٹرین سے موہنی شہر پہونچی بنگلہ آسانی سے مل گیا موہنی نے خادمہ کو کارڈ دیا۔ جس پر لکھا تھا۔ مس موہنی سکسینہ بی لے سکریٹری اچھوت ادھار سبھا۔ الہ آباد۔ دیوی نے فوراً ملاقات کے کمرے میں بلا لیا اور جب مس موہنی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے ممتاز قومی کارکنوں کا ذکر کیا تو اس کی میزبان اور بھی خاطر سے پیش آئی۔ بملا دیوی نہایت سادہ مزاج اور ظاہر پرست خاتون ہیں۔ اُنہیں کسی نئی تحریک سے اتنی ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ جتنی ایک جدید طرز کے لباس سے۔ وہ زیوروں کی اقسام پر اس انہماک سے بحث کرتی ہیں۔ جیسے کوئی سیاسی مدبر وائٹ پیپر (White Paper) کی جدید اصلاحات کی اسکیم پر ان کا مسلک مرنجان ومرنج ہے۔ ان کی طبع نازک باہمی اختلافات کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ان کی شہرت کا باعث ان کی دولت اور خوش مزاجی ہے۔ موہنی نے دیکھا کہ وہ شہر کی معزز خواتین کے حلقے میں بیٹھی ہیں۔ اور برابر لوگ اُن سے ملنے آرہے ہیں۔ تعلیم اور اعلیٰ سوسائٹی کی برکات سے فیضیاب موہنی نے خوب خوب خوش بیانی کے جوہر دکھائے اور سننے والوں کو اپنے اوصاف کا معترف اور اپنے کمالات کا ثناخواں بنا لیا۔ اتنے میں ملازمہ نے بملا دیوی کے سامنے ایک ملاقاتی کارڈ پیش کیا اور اُنہوں نے کہا۔ بلالو۔ جب مہمان کی صورت نظر آئی تو موہنی کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آنیوالی راجکماری کوشلیا ہے

(۸)

موہنی اس وقتی تغیر پر غالب آگئی اور پھر اسی انہماک اور جوش کے ساتھ مصروفِ گفتگو ہو گئی بملا دیوی نے موہنی کا تعارف کرایا تو راجکماری نے باندازِ تمکنت صرف گردن ہلادی لیکن باتوں کی دھن میں کسی نے اس حقارت آمیز برتاؤ پر توجہ نہ کی راجکماری کے گرد آلودہ لباس اور عرق آلودہ چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ وہ خود موٹر چلا کے آئی ہیں۔ بملا دیوی نے پوچھا تو انہوں نے پر زور لہجے میں کہا میں تو ہمیشہ اپنا بیبی آسٹن خود چلاتی ہوں۔ سوئے اتفاق دیکھئے کہ موہنی سے بھی بملا دیوی نے پوچھ لیا۔ آپ کو بھی خود ڈرائیو کرنے کا شوق ہے؟ موہنی نے متانت سے جواب دیا مجھے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ موٹر چلانا سیکھوں ایک خاتون نے کہا۔ ابھی ہمارے ملک میں عورتوں کا موٹر چلانا اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا راجکماری نے اپنے غصے کو چھپاتے ہوئے کہا۔ افسوس تو یہ ہے کہ موٹر سستے نہیں ہیں ورنہ بہت سی عورتوں کا دل چاہتا ہے کہ موٹر پر تفریح کریں۔ لیکن بیچاریاں اتنی استطاعت ہی نہیں رکھتیں کہ خرید یں۔ دیہات میں ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ موہنی کے دل پر یہ فقرہ تیر کی طرح لگا۔ کیونکہ اس کے لئے یہ واقعہ بھی تھا۔ اگر وہ اتنی رقم پس انداز کر سکتی تو ضرور ایک بیبی آسٹن یا کم از کم موٹر سائیکل خرید تی۔ طعن جب حقیقت پر مبنی ہو۔ تو بیحد تلخ ہو جاتا ہے۔ یہ مثل درحقیقت سچ ہے۔ کہ تیغ زبان کے زخم کبھی نہیں بھرتے۔ موہنی نے لاکھ ضبط کیا۔ لیکن چہرہ کے رنگ نے غمازی کی اور اس کا غصہ چھپ نہ سکا۔ اب اسکے لہجے میں نہ وہ لوچ تھا اور نہ اس کی گفتگو میں مسرت کی جھلک۔ وہ اپنے غم و غصہ پر قابو نہ پا سکی تو بملا دیوی سے رخصت طلب ہوئی۔ اور جب انہوں نے کہا۔ بیٹھئے کیا آپ کو ابھی جانا ہے؟ تو اس نے بمشکل یہ فقرہ ادا کیا۔ جی ہاں مجھے بہت لوگوں سے ملنا ہے اور وقت تنگ ہے۔ اسٹیشن پہونچی تو ریل جا چکی تھی۔ اتفاق سے کوئی سواری بھی نہ ملی مجبوراً پیدل ہی تین چار میل جانا پڑا۔

(۹)

موہنی جب گھر پہونچی تو وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ اور اس کا دماغ بھی ہلکا نہ ہوا تھا۔ وہ بار بار اس ناخوشگوار واقعہ کو یاد کرتی اور راجکماری کے طرز عمل کو خلاف تہذیب قرار دیتی۔ اسکے دل میں یہ خیالات آرہے تھے کہ اب رؤسا کا برتاؤ برداشت کے قابل نہیں۔ ان کی اصلاح ہونا چاہئے ورنہ وہ ہمیشہ کی طرح ملک کی راہ ترقی میں حارج ہوتے رہینگے۔ آخر دولت کی سی غیر مستقل چیز پر غرور کیسا؟

وہ ہے صرف رحم کا مستحق جسے ہیں ڈالا زمانے نے۔ مگر اس کو خوب سار دیجئے جو غرور جاہ و حشم کرے

انہی خیالات کی محویت میں موہنی پھاٹک کھولنے کو تھی کہ اس نے موٹر کے ہارن کی آواز سنی اور اس کے

ساتھ یہ حکم نادری "پھاٹک کھولو"۔ موہنی کو اب تاب کہاں تھی۔ اس نے پھاٹک بند رہنے دیا۔ اور چھوٹے دروازے کی طرف مڑی۔ اتنے میں موٹر قریب آیا۔ راجکماری خود اُتریں اور بگڑ کر کہنے لگیں "تم نے پھاٹک کیوں نہیں کھولا؟" موہنی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ میں سمجھی تھی آپ اپنے کسی نوکر سے کہ رہی ہیں۔ راجکماری نے اس گستاخانہ جملے کو سُنا اُس کے سُرخ ہونٹوں پر نفرت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی وہ سکون و وقار کے ساتھ بڑھی۔ خود پھاٹک کھولا اور موٹر پر بیٹھ کر موٹرخانہ کی طرف چلی گئی۔ موہنی کی ماں کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے موہنی کے جواب پر راجکماری کے بگڑے ہوئے تیوروں کو دیکھا تھا موہنی اندر آئی تو وہ بے تحاشا بولی۔ موہنی تمہیں کیا ہو گیا ہے مالک کی لڑکی سے یہ گستاخی۔ کیا ہمیں نکلوانے کا ارادہ کر لیا ہے! موہنی نے فیصلہ کن انداز سے کہا میں نے غلطی کی جو یہاں آئی۔ یہاں کی فضا میرے لئے بالکل مناسب نہیں ہے میں کل صبح کو چلی جاؤنگی۔

(۱۰)

ضعیف بہاری لال نے جب موہنی کا یہ کارنامہ سُنا تو اسے سکتہ سا ہو گیا۔ بیچاری پاربتی نے رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ موہنی جذبات کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ ایک طرف تو اُسے اپنے انتقام اور فوری انتقام پر فاتحانہ مسرت محسوس ہو رہی تھی۔ اور دوسری طرف ماں باپ کی آئندہ مصیبت کا خیال سوہانِ روح تھا۔ بہاریلال کی بیوی تھوڑی ہی دیر بعد موہنی کی طرف سے معافی مانگنے اور ممکن طریقے سے خوشامد کر کے رانی اور راجکماری کی ناراضگی دفع کرنے محل میں گئی۔ لیکن وہ باریاب نہ ہو سکی۔ محل دار نے اس سے درشت لہجے میں کہا رانی جی فرما چکی ہیں تم لوگوں کو دو مہینہ بعد بنگلہ چھوڑ دینا ہو گا۔ ایک مہینہ ہی کافی تھا۔ لیکن یہ مالکوں کی رعایت ہے ممکن ہے کہ تمہارے شوہر کو کچھ پنشن ملے۔ لیکن اس کی بابت بعد کو معلوم ہو گا۔ رانی جی تمہاری لڑکی کی گستاخی کی بابت کچھ نہ سُنینگی۔ اس طرح اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے بعد مایوس اور دل شکستہ ماں نے گھر پہونچ کر اپنا غصہ موہنی پر اُتارا اور کہا۔ اب تو تمہارے کلیجے میں ٹھنڈک پڑی باپ کی نوکری چھڑائی ہمیں گھر سے بے گھر کیا اب پرمیشر جانے تمہارے باپ کو کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھانا پڑی ہیں۔ تمہاری بہن کو نوکری کرنا پڑیگی اور میرا بھی یہی حال ہو گا۔ تمہارے غرور نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ موہنی کو اب اس کا احساس ہو رہا تھا۔ کہ اُس کی خودداری کی نتائج کتنے مصائب کا پیش خیمہ ہے۔ پھر بھی انتقامی مسرت کا جوش کم نہ ہوا تھا اس نے گرج کے کہا۔ اماں اگر تمہارے مالک ایسے تنگ ظرف ہیں کہ وہ میری غلطی کی پاداش میں تم سب پر ظلم کرینگے۔ تو تمہیں ایک منٹ بھی انکے گھر میں نہیں رہنا چاہئے۔ اور ان سے صاف صاف کہدینا چاہئے کہ وہ کس قدر بے رحم اور سنگدل ہیں۔

(۱۱)

بہاریلال اگرچہ رنجیدہ تھا۔ لیکن لکڑی ٹیکتا ہُوا اٹھا اور موہنی کو سمجھاتا ہُوا الگ لے گیا۔ اور کہنے لگا۔ بیٹا تم کچھ فکر نہ کرو میں کل راجہ صاحب سے جاکر معذرت کرونگا۔ وہ نیک دل ہیں بدمزاج تو فقط رانی جی اور راجکماری ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ میری درخواست کو رد نہ کرینگے اور ضرور مجھ پر رحم کھاکر رانی جی کے حکم کو منسوخ کر دینگے۔ موہنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور خیالات میں غلطاں پیچاں لیٹ گئی۔ کبھی تو اُسے راجکماری کے دل آزار فقرے یاد آتے جن سے اُس نے بملا دیوی اور دیگر خواتین کے سامنے اس کی دیدہ و دانستہ توہین کی تھی۔ کبھی اسے اپنا وہ جواب یاد آتا جس سے اُس نے راجکماری کو متنبہ کر دیا تھا۔ کہ وہ اسکی نوکر نہیں ہے۔ کبھی اسے ماں باپ کی پریشانی اور بہن کا رونا یاد آتا پھر بھی رئیسوں کی غریب آزاری اور کج خلقی کے خلاف وہ اسی طرح آمادۂ پیکار تھی جیسا کہ بچپن پور آنے سے پہلے وہ کہتی۔ دیکھئے یہ دولت مند خود پرست کب ہوش میں آتے ہیں۔ اور دولت کا نشہ کب ہرن ہوتا ہے۔ پرمیشر یا تو غریبوں کو اتنی طاقت دے کہ وہ اپنا انتقام لے سکیں یا رئیسوں کو اتنا کمزور بنا دے کہ وہ غریبوں کو ستا نہ سکیں۔ آجکل اچھوت اُدھار کیلئے زیادہ تر متوسط طبقے کے لوگ تیار ہیں۔ رُوسا مدد تو کرتے ہیں۔ لیکن اُنکا تناسب کتنا ہے۔ بہت کم اور وہ بھی خلوص سے نہیں۔ شہرت اور ناموری کیلئے۔ پبلک میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کیلئے۔ دل سے باتیں کرتے کرتے موہنی سو گئی اور صبح کو خلاف معمول دیر کرکے اُٹھی پھر سیدھی باپ کے پاس گئی اور پوچھا کہیئے بابا آپ راجہ صاحب کے پاس گئے تھے کیا ہُوا؟ باپ نے گلوگیر آواز سے کہا۔ بیٹا جو ہونا تھا سو ہو گیا راجہ صاحب کہتے ہیں کہ رانی جی بہت ناراض ہیں۔ اور وہ اس معاملے میں دخل نہ دینگے۔

موہنی نے باپ کے ان فقروں کو صبر آزما خاموشی سے سنا۔ اب اسکے پیش نظر وہ بھیانک منظر تھا۔ جو اسکی ماں نے کل اپنے سخت الفاظ میں پیش کیا تھا۔ اسے اپنے باپ کی ضعیف العمری اور اپنی بہن کی بیچارگی پر افسوس ہو رہا تھا اور اب انتقام پورا ہونے کی مسرت کی جگہ انفعال ندامت اور افسوس نے لے لی تھی۔

(۱۲)

آخر کار تعلیم یافتہ روشن خیال موہنی نے ایک فیصلہ کیا اور بجلی کی طرح اس پر کاربند ہونے کیلئے اُٹھی۔ سیدھی محلدار کے گئی۔ اور بولی کیا آپ مجھے رانی جی کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ دے سکتی ہیں؟ میں اپنی کل کی گستاخی کیلئے معافی مانگونگی"۔ محلدار نے۔ بے توجہی سے کہا نوکروں کے کمرے میں بیٹھو اطلاع کرا دیجائیگی۔ موہنی گھنٹوں انتظار کیا کی اور صبح کی گاڑی کا وقت بھی نکل گیا۔ دس بجے کے بعد ایک خواص آئی اور موہنی سے کہنے لگی۔ چلو میرے ساتھ میں رانی جی کے پاس لے چلوں موہنی اپنی خودداری کے ماتم میں مبتلا تھی لیکن ماں باپ کے مصائب کا خیال بھی روح فرسا تھا۔ دل سنبھالے اُٹھی اور ساتھ

ہو لی۔ ایک آراستہ کمرے میں پہونچی تو دیکھا۔ تختوں کے چوکے پر رانی بیٹھی ہیں! ور پاس ہی مسہری پر راجکماری میٹھی ہوئی ماں سے باتیں کر رہی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد رانی متوجہ ہوئی اور حقارت کے لہجے میں کہا کیا تمہیں بہاری لال کی بڑی لڑکی ہو۔ موہنی نے لجاجت سے کہا جی ہاں سرکار میں ہی ہوں اپنی کل کی گستاخی پر معافی مانگنے آئی ہوں رانی نے تیور بدل کر کہا اگر معافی مانگنا ہے تو راجکماری سے مانگو بشرطیکہ وہ تمہاری بات سننے پر تیار ہوں۔ موہنی بجبر ضبط کرتی ہوئی راجکماری سے یوں مخاطب ہوئی میں نے آپ سے کل بڑی گستاخی کی میری اس بدتمیزی　　　آواز گلوگیر ہو گئی اور وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہ سکی۔ راجکماری نے فاتحانہ انداز سے موہنی کے اعتراف شکست اور معافی کو سُنا اور ماں سے کہنے لگی میں نے آپ سے کل ہی کہا تھا میں ان باتوں کی پروا نہیں کرتی! اب یہ جا سکتی ہیں موہنی کو فوراً اُس حکم کا خیال آیا جسکی وجہ سے اسکے والدین پریشان تھے! ور وہ رانی سے کہنے لگی سرکار اب میرے ماں باپ پر تو عتاب نہیں نازل ہو گا مجھے امید ہے کہ میرے والد اپنی خدمت پر بحال کئے جائینگے۔

(۱۳)

رانی نے تحکمانہ لہجے میں کہا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ کبھی ہمارے محل میں نہ آنا ہم تمہارے ماں باپ کو نہیں نکالیں گے۔ اچھا اب تم جاؤ۔

موہنی کو ماں باپ کی مصیبت دفع کرنے کی جو خوشی ہوئی وہ شکست پندار کے رنج میں محسوس نہ ہوتی تھی۔ کمرے سے نکل کر اسے چکر سا آ گیا اور وہ بمشکل گھر پہونچ سکی۔ یہاں اس نے ماں باپ سے نہیں کہا کہ اس نے انکے لئے کیا ایثار کیا اور کتنی بڑی قربانی کی۔ تھوڑا سا آرام لیکر وہ اسباب باندھنے لگی۔ اور شام کی گاڑی سے الہ آباد روانہ ہو گئی۔ اُس نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کبھی لچھمن پور نہیں آئیگی اور اس واقعہ کی یاد اپنے دل سے فراموش کر دیگی۔ الہ آباد میں اسے جب ماں باپ کی یاد آتی ہے تو معاً رانی اور راجکماری کا دل شکن برتاؤ یاد آ جاتا ہے اور وہ ٹھنڈی سانس بھر کر یہ شعر پڑھ لیتی ہے! ؎

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھیرا　　　تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو

مکرمی سردار رام سنگھ جی بی اے آنرز بی ٹی تحریر فرماتے ہیں کہ

آپ نے رہنمائے تعلیم کا افسانہ نمبر نکال کر تہلکہ مچا دیا ہے۔ اور تمام ادبی رسائل سے گوئے سبقت لے گئے۔ رہنمائے تعلیم زندہ باد آپکا ایثار اور قربانی قابل ستائش ہے۔

بابو کشوری لال کی عمر اس وقت تقریباً پچاس سال کے قریب ہے۔ اگرچہ اُن کے بال اور داڑھی مونچھ بہت کچھ سفید ہوگئی ہیں تاہم اُن کا جسم کافی حد تک مضبوط ہے۔ بابو صاحب کے دو لڑکے ہیں ایک کی عمر پچیس سال ہے دوسرے کی تقریباً ۲۲ سال۔ بڑے کا نام رام پرکاش ہے۔ چھوٹے کا دُرگا پرشاد۔ رام پرکاش وکالت کرتے ہیں۔ دُرگا پرشاد ڈاکٹر ہیں پرائیویٹ پریکٹس کر رہے ہیں۔

رام پرکاش کی شادی کو کافی عرصہ گزر گیا۔ اُن کے ایک لڑکا بھی ہے۔ درگا پرشاد کا گونا ابھی حال میں ہی ہُوا ہے۔ ان دونوں کی بیویوں کے سوا گھر میں اور کوئی عورت نہیں ہے۔ بابو کشوری لال کی بیوی کو وفات پائے پانچ برس سے زیادہ ہو چکے ہیں۔

ایک دن درگا پرشاد کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا۔ تمہاری ڈاکٹری کچھ چلنے لگے تو الگ رہیں۔ دُرگا پرشاد نے متعجب ہو کر پوچھا۔ کیوں الگ رہنے کی کیا ضرورت در پیش آئی؟

بیوی:- جیٹھانی جی سے نبھنی بہت مشکل ہے۔

درگا پرشاد:- کیوں نہیں نبھیگی؟

بیوی:- وُہ ابھی سے حکم چلاتی ہیں۔ بزرگی دکھاتی ہیں۔

درگا پرشاد:- تو اس میں حرج کیا ہے۔ وُہ بڑی ہیں بھی تو۔

بیوی:- چاہے بڑی ہوں۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ کوئی اُن کا دیا تو کھاتا ہی نہیں۔

درگا پرشاد:- تو کیا جس کا دیا کھائے اُس کی بات مانے؟

بیوی:- اس کی تو مجبوراً ماننی پڑتی ہے۔

درگا پرشاد (ہنس کر بولا)- یہ تو اچھا طریقہ ہے۔

بیوی:- ان کی ہنسی کا مطلق خیال نہ کر کے بولی "ابھی اُس دن کی بات ہے کہیں سے

[illegible] جوڑے

جی نے اپنے اور جیٹھ جی کے لئے تو اچھے اچھے چھانٹ کر رکھ لئے اور ہمیں تمہیں گلے سڑے بھیج دیئے۔

درگا پرشاد:۔ ہاں آم تو دراصل خراب تھے۔

بیوی:۔ سب خراب نہیں تھے۔ ہمیں چھانٹ کر خراب دیئے گئے تھے۔

درگا پرشاد۔ ایسی بات ہے۔؟

بیوی:۔ ہاں ایسی بات ہے۔

درگا پرشاد:۔ میں نے سمجھا تھا کہ شاید خراب ہی آئے ہوں میں نے بھابی سے پوچھا بھی تھا کہ کیا سب ایسے ہی آئے تھے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں سب ایسے ہی ہیں۔ یہ سُنکر میں چُپکا ہو رہا۔

بیوی:۔ بھلا جب کوئی کسی کے ہاں چیز بھیجتا ہے تو کیا خراب بھیجتا ہے۔ تم نے اتنا بھی نہ سوچا۔

درگا پرشاد:۔ میں نے اس طرف خیال نہیں کیا۔ میں نے سوچا۔ ممکن ہے خراب ہی آگئے ہوں۔

بیوی:۔ انہی باتوں کو دیکھ دیکھ کر کلیجہ جلتا ہے۔

درگا پرشاد:۔ خیر تم ان باتوں کی پروا مت کرو۔

بیوی:۔ ایک دو باتیں ہوں تو پروا نہ کروں۔ ان کی تو سبھی باتیں ایسی ہیں۔ تم دکان سے ادھر گیارہ بجے آتے ہو۔ ادھر رات کے آٹھ بجے آتے ہو۔ جیٹھ جی دس بجے کچہری جاتے ہیں اور شام کو چار بجے آجاتے ہیں۔ بس صُبح بھی وہ تم سے پہلے کھاتے ہیں اور شام کو بھی تم سے پہلے کھا لیتے ہیں۔ اسی سبب سے جیٹھانی جی کی بن آتی ہے۔ انہیں خوب اچھی طرح کھلاتی ہیں۔ بچا کھچا تمہارے واسطے رکھ لیا جاتا ہے۔ پرسوں شام کو حلوا بنا تھا۔ اس میں تھوڑا سا بابوجی (خسر صاحب) کو تو لا تھا۔ باقی سب لاپتہ ہوگیا۔ نہ تمہیں ملا نہ مجھے۔ جیٹھ جی کو کھلا دیا اور اپنے آپ ہڑپ کر گئیں۔ میں جب کھانے بیٹھی تو دیکھا کہ میری تھالی میں حلوا نہیں ہے۔ میں کچھ نہیں بولی۔ کچھ دیر بعد وہ آپ ہی کہنے لگیں۔ حلوا تھوڑا ہی بنایا تھا بچا نہیں۔ کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ کہتے مجھے شرم آتی ہے۔ میں چُپکی رہی کہ کون لڑائی مول لے نہیں تو کہدیتی تھوڑا کیوں سیر بھر تو بنایا تھا۔ بابوجی اور جیٹھ جی تمام تو کھا نہیں گئے۔

درگا پرشاد نے نفرت آمیز مسکراہٹ سے کہا ہوگا بھی۔ ان معمولی باتوں کو نظر انداز کرتی رہا کرو۔

بیوی:۔ جب روز ایسی باتیں ہوتی ہیں تو کہاں تک نظرانداز کی جائیں۔ انہیں تو بزرگی کے سبب سے ایسی باتیں کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ مجھے رسوئی گھر میں گھسنے ہی نہیں دیتی۔ کل میں نے کہا۔ لاؤ آج تو رسوئی میں بناؤں۔ تو جواب دیا کہ "پھر روزانہ تجھے ہی بنانی پڑیگی"۔ بھلا تو بتاؤ یہ بھی کوئی بات ہے۔ ایثار اور پھر تم نے کیا جواب دیا۔

بیوی:۔ میں نے کہا۔ روز بنا لیا کرونگی۔ اس پر بولیں۔ ہوُں بنا لیا کریگی۔ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن گونے کو ہوئے۔ ماں باپ کہینگے جاتے ہی لڑکی کو بیل کی طرح جوت دیا۔ میرا نام بدنام ہوگا کہ یہ سب جیٹھانی کی ہی مہربانی ہے۔ ساس زندہ ہوتی تو ایسا ہرگز نہونے پاتا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ محض یہ کہ اپنے ہاتھ سے رسوئی بنانے میں حسب منشا چیزیں بنانے اور کھانے کی آسانی رہتی ہے۔

درگاپرشاد:۔ تو کھانے پینے دو ہمارا کیا ہرج ہے

بیوی:۔ ہرج کیوں نہیں ہے۔ کھانے پینے کے لئے ہی انسان تمام مصیبتیں اُٹھاتا ہے۔ جو کھانے کو ہی اچھا نہ ملا۔ تو کمانا دھمانا سب فضول ہے۔

درگاپرشاد۔ کھانے میں تو کچھ گڑبڑ نہیں ہوتی۔

بیوی:۔ کسی دن اگر تم ان دونوں کو کھاتے پیتے دیکھو تو تمہیں خبر لگے کہ وہ کیسا کھاتے ہیں اور ہمیں کیسا ملتا ہے۔ ویسے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ بھوک کے وقت کواڑ بھی پاپڑ ہوتے ہیں۔

درگاپرشاد:۔ اچھا اُن کا دین ایمان جانے۔

بیوی:۔ خیر دین ایمان جانے یا نہ جانے۔ بھلا بندوبست تو یہ ہونا چاہیئے کہ کھانا بنانے کے لئے ملازمہ رکھی جائے نہ وہ بنائیں نہ میں۔

درگاپرشاد نے مُنہ بنا کر کہا۔ یہ تو ناممکن ہے۔

بیوی:۔ کیوں ناممکن کیوں ہے؟

درگاپرشاد:۔ بابوجی کہینگے کہ گھر میں دو دو عورتوں کے باوجود ملازمہ کس لئے رکھی جائے۔ اور پھر ایسی حالت میں جبکہ بھابی بنانے کو تیار ہے۔ پہلے تو وہی خلاف انداز ہونگی۔

بیوی:۔ ہاں یہ بات تو ضرور ہے۔ وہ تو ہرگز نہیں مانیگی۔

درگاپرشاد:۔ تو پھر ملازمہ رکھنے کا سوال ہی فضول ہے۔

بیوی:۔ ملازمہ رکھی جائے گی تو یہی جھگڑے رہینگے۔

درگاپرشاد:۔ خیر ابھی دو چار مہینے اسی طرح چلنے دو۔ آگے جیسا موقعہ ہوگا کیا جائیگا۔

بیوی:۔ اچھی بات ہے۔ مگر اس طرح گذارہ ہونا مشکل ہے۔

درگاپرشاد۔ جب تک ہوگا کرینگے۔ نہ ہوگا تو کوئی اور انتظام کرینگے۔

(۲)

ایک دن دیورانی اور جیٹھانی میں خوب تُو تُو میں میں ہوئی۔ سبب یہ تھا کہ بابو کشوری لال کچھ زنانے جوڑے

دھوتیوں کے لائے تھے۔وہ اُنہوں نے گھر میں بھیج کر کہلوادیا۔کہ انہیں آدھے آدھے بانٹ لو۔جیٹھانی نے چار جوڑے تو خود رکھ لئے اور چار دیورانی کو دیدیئے۔

دیورانی نے کہا۔سب جوڑے یہاں لاکر رکھو۔اُن میں سے حصّہ بانٹنا ہوگا۔یہ نہیں ہوسکتا کہ تم اچھے رکھ لو اور مجھے خراب دیدو۔

جیٹھانی:۔ناک بھوں چڑھا کر بولی۔ایسے ہی تو وہ بھی ہیں۔اُن میں کچھ ہیرے تو لگے ہوئے نہیں ہیں۔

دیورانی:۔ہیرے لگے ہوئے نہیں ہیں تو یہاں لاکر رکھونا۔

جیٹھانی:۔کیوں لاکر رکھوں۔جو مجھے اچھے لگے میں نے لے لئے۔

دیورانی نے جوڑے اُٹھا کر جیٹھانی کی طرف پھینکدیئے۔اور بولی۔تو انہیں بھی رکھ لو۔مجھے ایسے جوڑوں کی ضرورت نہیں۔

جیٹھانی:۔اُفوہ ایسے نخرے۔ابھی تو خصم نے کچھ کمایا بھی نہیں۔

دیورانی۔نہ کمایا ہو مگر تمہارا دیا بھی نہیں کھاتے۔

جیٹھانی:۔ہمارا پیسہ کھانا آسان نہیں۔بڑی محنت کا پیسہ ہے۔

دیورانی۔کیا ٹھکانا ہے اس محنت کا۔دُنیا بھر کا جھوٹ بول کر لوگوں کو لڑوا کر غریبوں کا خون چوس کر روپیہ بٹورتے ہیں۔ہم تو ایسے پیسے کو چھوئیں بھی نہیں۔

جیٹھانی۔اس بات پر بہت بگڑیں۔اور ناک پر انگلی رکھ کر بولیں۔تمہارے یہاں بڑے ثواب کی کمائی آتی ہے۔سویرے اُٹھ کر یہی دُعا مانگتے ہیں کہ کوئی بیمار ہو۔شہر میں ہیضہ پھیلے۔پلیگ پھیلے۔ہمیشہ دوسروں کا بُرا مناتے ہیں۔آگ لگے ایسی کمائی کو۔اُفوہ۔آئے کو دیر نہیں ہوئی اور آسمان میں تھگلی لگانے کو تیار ہیں۔ابھی سے یہ حالت ہے تو آیندہ کیا ہوگا۔

دیورانی:۔آگے جب ہوگا تو پتہ چلیگا۔ابھی تو خوب من مانی کارروائیاں کرلو۔دل بھر کر موج اڑالو۔

جیٹھانی:۔ہاں ہاں موج اُڑاتے ہیں تو اپنے روپیہ سے۔کسی کے باپ کا اجارہ تو نہیں ہے۔

دیورانی:۔روپیہ جتنا تمہارا ہے۔ہمارا بھی ہے۔ابھی تک تم کو بڑی سمجھ کے طرح دیتی رہی ہوں۔پر اب خاموش نہ رہونگی۔ایک کہوگی تو چار سناؤنگی۔اچھی ہوئی۔ایسا کیا ہمیں نرا اُلو سمجھ لیا۔کیا ہمارے کان آنکھ زبان اور دماغ نہیں ہے۔

جیٹھانی:۔زبان دماغ وغیرہ ہیں تو کیا کرلوگی؟

دیورانی۔اچھی بات ہے دیکھا جائیگا۔

اس طرح دونوں میں خوب تُو تُو مَیں مَیں ہوئی۔

شام کے وقت جب وکیل صاحب گھر آئے۔ تو اُن کی بیوی اُن سے کہنے لگی "بس اب اس گھر میں رہنا ممکن نہیں یا تو درگا اور اُس کی بیوی ہی رہینگے یا ہم۔

وکیل صاحب نے گھبرا کر پوچھا۔ کیوں۔ ایسی کیا بات ہے۔

بیوی:۔ بس یہی بات ہے۔

وکیل صاحب۔ تو آخر کچھ معلوم بھی تو ہو۔

بیوی:۔ وُہ درگا کی بہو بڑی چھپتیسی۔ اُس سے میری ایک منٹ نہیں بنیگی۔ وُہ ابھی سے ہمارا کھانا پینا دیکھ کر جلی مرتی ہے۔

وکیل صاحب (متعجب ہو کر) یہ تُم نے کیسے معلوم کیا۔؟

بیوی۔ تُم تو بال کی کھال نکالتے ہو اب تمہیں کیسے بتاؤں۔ آج گھنٹہ بھر تک لڑائی ہوتی رہی۔

وکیل صاحب" اچھا۔ بابوجی کہاں تھے؟

بیوی:۔ بابوجی گھر پر نہیں تھے۔ کہیں گئے ہوئے تھے۔ مَیں تُم سے کیا کہوں۔ ایسی ایسی سناتی ہے کہ پرماتما بچائے۔ یہاں تک تو کہہ دیا کہ تمہارے یہاں پاپ کی کمائی آتی ہے۔ جھوٹ سچ بول کر عوام کو لڑوا کر پیسے کماتے ہیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا کہا۔

وکیل صاحب کے چہرے پر کچھ جھینپ کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کے بعد چہرہ تمتما اُٹھا۔ کہنے لگے۔ تو اُن کے ہاں کونسی ثواب کی کمائی آتی ہے۔ صُبح سے اُٹھ کر دُنیا بھر کی گندگی سونگھتے پھرتے ہیں اور یہی دُعا کرتے ہیں کہ کسی کے ہاں ہیضہ یا پلیگ ہو تو ہمیں کچھ ملے۔ رام رام ایسا کمینہ پیشہ تو دیکھنے میں ہی نہیں آیا۔ ہم تو نہ معلوم کتنوں کو جیل سے بچاتے ہیں۔ کتنوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔ کتنوں کا حق دلاتے ہیں۔

بیوی: مَیں نے بھی تو اسے یہی جواب دیا تھا۔

وکیل۔ دیا تھا؟ شاباش۔ خُوب کیا۔

بیوی۔ اور نہیں تو کیا۔ مَیں کیا کسی سے دبتی ہوں۔

وکیل۔ مگر دیکھو تو چار دن آئی کو نہیں ہوئے اور ابھی سے یہ حال۔ واہ ری دنیا۔

بیوی۔ میں نے تو ایسی عورت نہیں دیکھی۔ نہ معلوم ماں کے پیٹ میں کیسے رہی ہوگی۔

وکیل۔ دانت اور ناخُون نہیں تھے۔ نہیں تو پیٹ پھاڑ کر نکل آتی۔

اس پر بیوی بہت ہنسی اور بولی۔ ٹھیک کہتے ہو۔ وُہ ایسی ہی ہے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ کیا صلاح ہے مَیں تو اس کے ساتھ ہرگز نہیں رہونگی۔

وکیل:- ایسی حالت میں کیسے رہ سکتی ہو۔ اچھا سوچ کر بتاؤنگا۔

ادھر تو یہ کھچڑی پک رہی تھی اُدھر رات کے وقت جب ڈاکٹر صاحب آئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ بیوی صاحبہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ اُنھوں نے گھبرا کر پوچھا۔ کیوں جی روکیوں رہی ہو۔ معاملہ کیا ہے؟

بیوی۔ معاملہ کیا ہے۔ اب مجھ سے جیٹھانی جی کے جوتے نہیں کھائے جاتے۔ یا تو مجھے الگ مکان میں رکھو۔ یا میکے بھیجدو۔ مَیں اس گھر میں نہیں رہونگی۔

ڈاکٹر۔ آج پھر کچھ بات ہوئی ہے کیا؟

بیوی۔ آج کیا اس گھر میں رہنے سے یہ باتیں روز ہی ہونگی۔

ڈاکٹر:- میں روز کی بات نہیں پوچھتا۔ آج کیا بات ہوئی۔ یہ بتاؤ۔

بیوی:- آج یہ ہُوا کہ بالوجی آٹھ جوڑے دھوتیوں کے لائے تھے اور اُنھوں نے یہ کہہ کر اندر بھجوا دیئے تھے کہ دونوں بہوئیں بانٹ لیں۔ اُن کی عادت تو تم جانتے ہی ہو۔ بزرگی کے بہانے سے ہر چیز اپنے قبضے میں کر لیتی ہیں۔ وہی آج بھی کیا۔ دھوتیوں کے جوڑے لے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ وہاں سے آدھ گھنٹہ بعد چار جوڑے لاکر میرے سامنے ڈالدیئے۔ مَیں نے جو وہ جوڑے دیکھے تو معمولی تھے۔ مَیں نے کہا سب جوڑے لاکر یہاں رکھو۔ اُن میں سے ہم تُم دونو آدھے آدھے بانٹ لیں۔ مَیں نے اتنا ہی کہا تھا کہ آسمان سر پہ اُٹھا لیا۔ نہ معلوم کیا کیا بکواس کی۔ وُہ بہت ہی بڑھتی گئیں اور کہنے لگیں تمہارے تو صُبح اُٹھ کر یہی منایا جاتا ہے۔ کہ کہیں ہیضہ یا پلیگ پھیلے تو پو بارے ہوں۔ یہ سُنکر مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔

وکیل صاحب کی طرح ڈاکٹر صاحب بھی اپنے پیشہ کے تاریک پہلو کا بیان سُنکر پہلے کچھ جھینپے۔ مابعد غصہ ہو کر کہنے لگے ٹھیک سے وُہ بڑا ثواب کماتے ہیں۔ غریب کسانوں کو لڑا لڑا کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ ہم تو لوگوں کی جان بچاتے ہیں اُن کا درد اور تکلیف دُور کرتے ہیں۔

بیوی:- یہی بات تو مَیں نے بھی کہی تھی۔

ڈاکٹر۔ اچھا۔ تو تُم نے بہت اچھا کیا۔ ایسے موقع پر بالکل نہیں چوکنا چاہئے۔

بیوی۔ آخر کرتی کیا۔ جب وُہ بڑھتی ہی چلی گئیں تو مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔

ڈاکٹر:- واہ ری بھابی۔ ہم تو ہمیشہ اپنی بزرگ سمجھ کر اُن کی عزّت کرتے رہے۔ اور ان کی یہ حالت۔ دُنیا بھی عجیب ہے۔

بیوی۔ تو تُم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

ڈاکٹر۔ دیکھو غور کر کے بتاؤنگا۔

بیوی۔ مگر میرا گزارہ اس طرح نہیں ہوگا۔ یہ مَیں بتلائے دیتی ہوں۔

ڈاکٹر۔ مَیں خود اس حالت میں نہیں رہ سکتا۔

بیوی۔ تو جو کچھ کرنا ہو۔ جلدی کرو۔

ڈاکٹر۔ یہ درست نہیں پتا جی درمیان ہیں نہ ہوتے تو مَیں اسی وقت علیحدہ ہو جاتا۔ مگر اُن کے سبب سے ایک دم یہ قدم نہیں اُٹھایا جا سکتا اس لئے میں کوئی دوسرا راستہ نکالونگا۔

دوسرے دن علی الصباح جب دونوں بھائی اپنے اپنے کمروں سے نکلے تو دونوں نے ایک دوسرے کو گھور کر دیکھا۔ اگرچہ دونوں ایک دوسرے سے مُنہ سے نہیں بولے مگر زبان خاموشی سے دونوں نے ایک دوسرے سے کہدیا۔ کہ آج سے ہماری تمہاری بول چال بند ہے۔

(۳)

ڈاکٹر صاحب صبح ہی اپنے دواخانے کو چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد وکیل صاحب بابو کشوری لال کے پاس پہنچے اور کہنے لگے والد صاحب وُرگا پرشاد کے ساتھ اب میرا گذارہ نہیں ہو سکتا۔

لالہ جی نے تعجب آمیز نگاہوں سے لڑکے کو دیکھ کر کہا۔ کیوں ایسے کیا حالات ہو گئے۔

وکیل۔ ایک بات ہو تو بتاؤں۔ ہزاروں باتیں ہیں۔ ابھی تک میں نے آپ سے اس لئے ذکر نہیں کیا۔ کہ گھر میں نفاق ہونا اچھی بات نہیں۔ لیکن جب معاملہ طول پکڑ گیا تو آپ سے مجبوراً کہنا ہی پڑا۔

والد۔ تو آخر بات کیا ہے۔ یہ تو بتاؤ؟

وکیل:۔ بات یہ ہے کہ درگا کی بہو کا مزاج بہت ہی خراب ہے۔ وُہ ہمیں اور ہمارے بچّوں کو کھاتے پیتے نہیں دیکھ سکتی۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑنے کو آمادہ ہو جاتی ہے۔ کل آپ جو دھوتیوں کے جوڑے لائے تھے اُن کی آڑ لے کر اُس نے وُہ شور مچایا کہ توبہ توبہ۔ جو مُنہ میں آیا وہی کہا۔ چھوٹے بڑے کسی کا کچھ لحاظ نہیں۔

والد:۔ دھوتی کے جوڑوں کے پیچھے جھگڑا کیسے ہُوا میں تو دونوں کے لئے لایا تھا۔

وکیل۔ جی ہاں۔ مگر چھوٹی بہُو نے بڑی پر یہ الزام لگایا۔ کہ اُس نے اچھے اچھے خود رکھ لئے اور خراب اسے دیدیئے۔

والد:۔ اُن میں اچھے اور خراب تو تھے ہی نہیں۔ سب کا کپڑا ایک جیسا تھا۔ ہاں کناریوں میں بیشک کچھ فرق تھا۔

وکیل:۔ یہ تو میں جانتا نہیں کہ کیا فرق تھا۔ میں نے اُنہیں نہیں دیکھا۔ مگر بات خواہ کچھ ہو۔ چھوٹی بہُو کا طریق گفتگو بہرحال ناقابل برداشت ہے۔ جن کی اُسے عزّت کرنی چاہئے اُن کے متعلق وُہ خراب الفاظ استعمال کرتی ہے کہ کوئی خوددار شخص اُنہیں نہیں سُن سکتا۔ اس لئے میری رائے میں ہمیں علیحدہ علیحدہ رہنا

ہی مناسب ہے

والد:- اور میں کہاں جاؤنگا؟

وکیل- آپ کی خواہش جس کے ساتھ رہنے کی ہو اُس کے ساتھ رہیئے۔

والد:- اور اس مکان کو کیا کروں آگ لگادوں؟

وکیل- اس میں ایک آدمی رہیگا۔ جسے آپ کہہ دیں۔ وُہ اس میں رہے اور دوسرا کرایہ کے مکان میں اُٹھ جائے۔

والد- میں یہ نہیں کرسکتا۔ میرے لئے تم دونو برابر ہو۔ میں تمہیں یا اُسے کسی کو نہیں نکال سکتا۔

وکیل- تو ہم دونوا سے چھوڑدیں۔ یہ مکان کرائے پر دے دیا جائے۔

والد- یہ بھی نامناسب ہے۔ لوگ کیا کہینگے۔

وکیل:- جو کہینگے۔ اُنہیں جواب بھی دیا جائیگا کہ ان حالات میں اکٹھا رہنا ناممکن ہے۔

والد- بڑے تعجب کی بات ہے۔ کل تک تو کوئی شکایت ہی نہیں تھی اور آج ایسی حالت واقع ہوگئی کہ اکٹھا رہنا مشکل ہے۔

وکیل- تھی کیوں نہیں شکایت تو بہت دنوں سے تھی۔ مگر آپ پر آج ظاہر کی گئی۔

والد نے کچھ دیر تک خاموش رہ کر کہا۔ یہ خیال چھوڑ دو۔ یہ اچھی بات نہیں۔ میری زندگی تک تم دونوں مل جُل کر رہو۔ میری موت کے بعد کچھ ہی کرنا۔ تم پڑھے لکھے ہو۔ سمجھدار ہو۔ اس لئے بیوی کی باتوں میں مت آؤ۔ دُرگا کو تمہاری طرف سے کوئی شکایت نہیں پھر نہ معلوم تم اُس کے خلاف کیوں ہو۔

وکیل- دُرگا کو شکایت نہ ہو۔ مگر مجھے تو بہت بڑی شکایت ہے۔ رہی بیوی کے بہکائے میں آنے کی بات۔ یہ آپ کا محض وہم ہے۔ میں ایسا آدمی نہیں جو کسی کے بہکائے میں آؤں۔

والد:- اچھا خیر اب کوئی ایسی بات ہوگی تو میں اس پر غور کرونگا۔ ابھی جیسے گذارہ ہوتا ہے کرو۔ یہ سُن کر وکیل صاحب کچہری کو چلتے بنے۔

دوپہر کو ڈاکٹر صاحب جب گھر آئے تو کھانا کھا کر سیدھے والد کے پاس پہنچے اور بولے مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔

والد:- کیا؟

ڈاکٹر:- میں اب اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔

بابو کشوری لال کا یہ خیال تھا کہ جو کچھ شکایت ہے۔ وُہ رام پرکاش کو ہے دُرگا کو اُس کے برخلاف کوئی شکایت نہیں۔ مگر یہ بات سُن کر ان کے کلیجے کو دھکا سا لگا۔ گھبرا کر بولے تمہیں بھی رام پرکاش کیخلاف کچھ کہنا ہے۔

ڈاکٹر۔ آپ کی بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھائی صاحب نے آپ سے کچھ کہا ہے ؟

والد نے خشک مسکراہٹ سے کہا۔ اُس نے کچھ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔ تم کہو کیا کہتے ہو؟

ڈاکٹر۔ مَیں یہی کہتا ہُوں کہ میں بھائی صاحب کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہ سکتا۔

والد۔ سبب ؟

ڈاکٹر۔ سبب یہ کہ بھابی صاحبہ کا برتاؤ ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے۔ وُہ اپنی بزرگی کا اتنا بُرا استعمال کرتی ہیں کہ مَیں آپ سے کیا کہوں۔ اچھا کھانا اچھا کپڑا سب اپنے لئے رکھتی ہیں اور ہمیں ردّی چیز بھیجتی ہیں کل آپ جو دھوتی کے جوڑے لائے تھے اُن میں سے اچھے اچھے تو آپ رکھ لئے اور باقی چھوٹی بہو کو بھیج دیئے۔ اُس نے کہا کہ سب جوڑوں کو یہاں لاؤ۔ اُس میں سے حصہ بانٹ لیں۔ اس پر وُہ آگ بگولہ ہو گئیں۔ اُسے سینکڑوں سنائیں اور میرے متعلق بھی گندے خیالات کا اظہار کیا۔

والد۔ دھوتی کے جوڑے تو سب یکساں تھے میں ایسی غلطی نہیں کر سکتا کہ دو قسم کی چیزیں لاؤں میں تو دونوں کے لئے ایک ہی قسم کی چیزیں لاتا ہوں۔ ہاں کناریوں میں فرق ضرور تھا۔

ڈاکٹر۔ خیر یہ تو مَیں جانتا نہیں کہ اُن میں کیا فرق تھا۔ مگر چھوٹی ایسی نہیں ہے کہ بے وجہ جھگڑا کرے۔

والد نے سر ہلایا اور دل میں سوچا کہ دونوں گدھے ہیں۔ دونوں میں سے حقیقت معلوم کرنے کا خیال کسی کو پیدا نہ ہُوا۔ جو بیوی نے کہدیا اُسے غیبی آواز سمجھ لیا۔ یہ سوچکر بابو صاحب ذرا مُسکرا دئے۔ دُرگا پرشاد ذرا تیز ہو کر بولے۔ یہ ہنسنے کا موقعہ نہیں ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کریں۔ میں ان حالات میں بھائی صاحب کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ ایک آدمی محض اس لئے دبایا جائے کہ وہ چھوٹا ہے اور وہ بزرگی کی آڑ میں موج اُڑائے۔

والد۔ رام پرکاش اور تُم میں اس بات کے متعلق کچھ بات چیت ہوئی۔

ڈاکٹر۔ مجھے اُن سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میری درخواست آپ سے ہے اور آپ کو ہی اس کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

والد۔ اچھی بات ہے۔

ڈاکٹر۔ یہ میں آپ کو جتلائے دیتا ہُوں کہ اگر دوبارہ کوئی ایسا واقعہ ہُوا۔ تو پھر آپ چاہے مجھ سے ناراض ہی ہو جائیں مگر پھر میں اس گھر میں نہیں رہونگا۔

(۴)

مندرجہ بالا واقعہ کے پندرہ روز بعد دونوں عورتوں میں پھر جھگڑا ہُوا اور اسی کے متعلق رام پرکاش اور دُرگا پرشاد میں بھی کہی سُنی ہوئی۔ اب تو دونوں نے ایک دوسرے کی شکایت نہایت زور شور سے والد صاحب

کی۔ بابو کشوری لال جہاندیدہ آدمی تھے۔ اُنہوں نے سوچ لیا کہ جب تک دونوں عورتوں کا جھگڑا بند نہ ہوگا گھر میں شانتی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اُنہوں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ گھر کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عورتوں کا خانگی انتظامات میں کوئی دخل نہ رکھا۔ اس میں دونوں عورتوں نے خلل اندازی کرنی چاہی۔ مگر بابو کشوری لال نے ایک نہ سُنی۔ اُنہوں نے کہا۔ جب تم دونوں مِل جُل کر گھر کا کام نہیں کرسکتیں۔ تو تم دونو اس ذمہ داری کے کام کے ناقابل ہو۔ اس لئے تم کو اس سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔

بابو کشوری لال کو کوئی کام تو تھا ہی نہیں۔ اُنہیں ڈیڑھ سو روپیہ پنشن ملتی تھی۔ اس لئے دن بھر گھر میں پڑے رہتے تھے۔ یا اِدھر اُدھر دوستوں میں وقت گزارتے پھرتے تھے مگر اب اُنہوں نے دوستوں کی جمعیت بالکل چھوڑ دی۔ کھانا بنانے کے لئے ایک ملازمہ رکھ لی گئی۔ صُبح اس کے آنے پر اپنے سامنے تمام سامان نکلوا دیتے۔ ملازمہ کھانا پکاتی۔ دیورانی جیٹھانی کسی کو بھی باورچی خانہ میں قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ جب کھانا تیار ہوجاتا تو بابو کشوری لال خود کھڑے ہوکر سب کی تھالیوں میں کھانا رکھواتے۔ اور سب کو کھانا کھلاتے تھے۔ سب کے بعد خود کھانا کھاتے تھے۔ باہر سے جو چیز آتی تھی۔ وُہ بھی خود ہی بانٹ دیتے تھے۔ اس طرح دونوں عورتوں کے لئے اپنے کمروں میں پڑے رہنے کے سوائے اور کوئی کام نہیں رہا۔

ایک دن چھوٹی بہو کی ایک سہیلی اُس سے ملنے آئی۔ دوپہر کا وقت تھا سہیلی کے ساتھ اُس کے بچے بھی تھے۔ چھوٹی بہو نے سہیلی اور اُس کے بچوں کو کچھ کھلانا چاہا۔ اس لئے وُہ بازار سے مٹھائی منگانے لگی۔ سہیلی نے کہا۔ بازار کی تو کوئی چیز مَیں نہیں کھاؤنگی۔ آجکل بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ ہاں گھر میں ہی کچھ بنا لو تو کھالونگی۔ بہو نے کہا۔ اچھا اور حسبِ قاعدہ بابو کشوری لال سے کہلا بھیجا کہ بھنڈار گھر میں سے فلاں فلاں چیزیں نکلوادیں۔

بدقسمتی سے اُس وقت بابوجی گھر میں نہیں تھے۔ اب تو چھوٹی بہو بہت مشکل میں پڑیں۔ اُنہوں نے سہیلی سے کہا۔ بنانے میں تو بڑا جھگڑا ہے۔ بازار سے ہی ٹھیک رہیگا۔

سہیلی بولی۔ ذراسی چیز بنانے میں جھگڑا سمجھ رہی ہو تو رات کے وقت دو چار مہمان گھر میں آجائیں تو بیچارے بھوکوں ہی مرجائیں۔

چھوٹی بہو شرمندہ ہوکر کہنے لگی۔ نہیں یہ بات تو نہیں ہے۔ مَیں نے تو کہا تھا کہ ذراسی بات کے واسطے کیوں تکلیف اٹھائیں۔ بنانے کو تو مَیں دس کا بنا سکتی ہوں۔

سہیلی۔ جب تُم دو تین آدمیوں کا بنانے میں جھگڑا سمجھ رہی ہو تو دس کا کیا بناؤگی۔ خیر تُم نہ بناؤ۔ چلو اُٹھ کر مجھے سامان دو۔ مَیں خود تیار کرلونگی۔

سہیلی کی بات سُنکر چھوٹی بہو کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ بابوجی گھر میں نہیں ہیں۔ سہیلی سامان مانگ رہی ہے۔

کیا کیا جائے۔ اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اس نے نوکر سے تمام سامان بازار سے منگوالیا۔

چھوٹی بہو نے نوکر کو سمجھا دیا کہ تمام سامان لاکر چپکے سے باورچی خانہ میں رکھ دینا۔ نوکر نے حسب ہدایت تمام سامان لاکر وہیں رکھ دیا۔ اس کے بعد بہو کے پاس آکر بولا۔ بہو یہ لو چار آنے۔ دو روپیہ دیئے تھے۔ اُس میں سے آدھ سیر تو گھی سے ایک روپیہ کا اور چار آنہ کا میدہ ہے۔ وہ اتنا ہی کہنے پایا تھا۔ کہ چھوٹی بہو نے اُس کو اس طرح گھورا گویا اُسے کچا ہی چبا جائیگی۔ نوکر کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ اُس نے گھبرا کر چُپ چاپ باقی پیسے بہو کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ لیکن جتنا کہا گیا تھا۔ اُتنے ہی سے سہیلی نے سب کچھ سمجھ لیا۔ اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ کیا سامان بازار سے منگوایا ہے۔ چھوٹی بہو کا مُنہ فق ہوگیا۔ بولی نہیں تو ایک آدھ چیز ختم ہوگئی تھی۔ سو منگالی ہے۔

باورچیخانہ میں پہنچکر سہیلی نے سامان دیکھا اور دیکھتے ہی کہنے لگی۔ یہ تو سب کچھ بازار سے منگایا گیا ہے۔ کیا اب تمہارے یہاں سامان وقت پر ہی بازار سے منگوایا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ بات نہ تھی۔

چھوٹی بہو شرم کے مارے پسینے پسینے ہوگئی۔ کہنے لگی۔ جنس تو تمام موجود ہے۔ مگر بھنڈار گھر کی چابی ہمارے خسر کے پاس ہے۔

سہیلی۔ کیوں اُن کے پاس کیوں ہے؟

چھوٹی بہو۔ اب کیا بتاؤں۔ یہ سب جیٹھانی جی کے سبب سے ہے۔

اور اس کے بعد چھوٹی بہو نے سہیلی کو تمام حالات اس ڈھنگ سے سنائے گویا تمام تر قصور بڑی بہو کا ہی تھا۔ سہیلی نے تمام حالات سُن کر کہا۔ یہ نئی بات دیکھی بہو۔ تو جیاہے بُرا ان چاہے بھلا میں تو یہ کہونگی۔ کہ ہم عورتوں کے لئے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ ہمارا کام مرد کریں اور دُوسری اس وجہ سے کہ ہم میں یہ کام کرنے کی لیاقت نہیں۔ اس سے زیادہ قابلِ شرم بات اور کیا ہوسکتی ہے جیٹھانی جی میں عیب تھا۔ تو تو تُم کھاتی۔ تاکہ یہ نوبت تو نہ آتی۔

چھوٹی بہو نے شرمندہ ہوکر خاموشی اختیار کر لی۔

(۵)

اتفاق سے بڑی بہو کے ساتھ بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک دن اُن کا چھوٹا بھائی سری چند آیا۔ اُس نے جو یہ حال دیکھا کہ باورچیخانہ کا تمام انتظام بابو کشوری لال کے ہاتھ میں ہے۔ تو اپنی بہن سے اس کا سبب پوچھا۔ اُس نے اپنی چھوٹی بہو کو قصوروار ٹھہراتے ہوئے تمام قصہ سُنایا

وہ یہ تمام باتیں سُنکر بابو کشوری لال کے پاس آیا اور اُن سے پوچھا۔ آپ باورچیخانہ کا بوجھ اپنے اوپر کیوں

لئے ہوئے ہیں۔

بابوجی: کیا کروں بہوؤں میں کوئی اس قابل نہیں جو خانہ داری کے فرائض بوجوہ احسن سرانجام دے سکے اور سب کو مطمئن کر سکے۔ اس لئے مجھے ہی یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

ہری چند: مگر اس میں سارا قصور تو چھوٹی بہو کا ہے۔

بابوجی: یہ میں کس طرح کہہ سکتا ہوں۔ بڑی چھوٹی کا قصور بتاتی ہے۔ چھوٹی بڑی کا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ دونو قصوروار ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ دونو میں ایک بھی سمجھدار ہو تو جھگڑا نہ ہو۔

"ہاں آپ کی یہ بات تو بالکل درست ہے" رام پرکاش کے سالے ہری چند نے کہا۔ اور پھر گھر میں جا کر اپنی بہن کو بہت لعنت ملامت کی۔ تم گھر میں بڑی ہو۔ تمہیں اس طرح چلنا چاہئے جس سے کسی کو شکایت پیدا نہ ہو۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم دونوں کے ملکہ نہ رہ سکنے کے سبب سے یہ قابل شرم وطیرہ اختیار کیا گیا ہے۔

بڑی بہو بولیں۔ خیر اب تو جو ہوا سو ہوا۔ اب اگر پہلے کی طرح سب انتظام رکھا جائے۔ تو میں اس بات کا وعدہ کرتی ہوں کہ اپنی طرف سے کبھی جھگڑے کی بنا شروع نہ ہونے دونگی۔ ہری چند نے یہ بات بابو کشوری لال سے کہی۔ بابو صاحب نے کہا۔ میں زبانی جمع خرچ پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ اگر دونو بہوئیں۔ پہلے کی طرح انتظام چاہتی ہیں تو میں ایک کاغذ لکھ کر تمہیں دیتا ہوں۔ اس پر دونو کے دستخط کرا لو۔ اور ان کے خاوندوں کی گواہی۔ تو میں مان جاؤنگا۔ دونو بہوئیں تو اپنی اس بے عزتی سے پہلے ہی اکتا چکی تھیں۔ انہوں نے یہ بات منظور کر لی۔ اور بابو کشوری لال کے لکھے ہوئے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ بیویوں کے کہنے سے ڈاکٹر صاحب اور وکیل صاحب نے بھی اپنی گواہی درج کر دی۔

آج کل بابو کشوری لال کے گھر میں تمام انتظام نہایت سلیقے سے کئے جاتے ہیں۔ کھانے پکانے کا کام ملازمہ کرتی ہے۔ باقی تمام کام جو خانہ داری کے متعلق ہیں۔ دونو عورتیں ایک دوسرے کے تعاون اور مدد سے کرتی ہیں۔ اگر آپس میں کسی بات پر کوئی تفرقہ ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے خسر سے اس کا فیصلہ کرا لیتی ہیں۔ کیونکہ اپنے اقرارنامہ کے مطابق انہیں یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے خاوندوں سے ایک دوسری کی شکایت کر سکیں

مذہب

مذاہب کیا ہیں؟ راہیں مختلف ہیں ایک منزل کی ہے منزل کیا؟ جہاں پہنچ کے ہم کبھی راہیں نہیں ہوتیں

مسٹر نریندر ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ جس وقت وہ لندن سے لوٹے تو ان کی فضا تبدیل ہو چکی تھی گاؤں کی سادہ لوح ہستیاں ان کے لباس۔ طرزِ رہائش اور رفتار کو دیکھ کر حیران رہ جاتی تھیں۔ نریندر کی حالت اس قدر تبدیل ہو جائے گی۔ اس کا انہیں کوئی خیال نہ تھا۔ یہ تغیر و تبدل ان کے لئے معجزہ تھا۔ ان کے دل و دماغ کو حیرت کے اتھاہ ساگر میں دھکیل دینے والا ایک زبردست سحر۔

انہوں نے متواتر تین سال آزادی کی دُنیا کو دیکھا۔ اس کے دلآویز نغمے سُنے۔ حسن و عشق کے ہر ایک پہلو کو دیکھ کر ان کے بحرِ دل میں انقلاب کی دلنواز لہریں نہ اُٹھتیں یہ ناممکن تھا۔ وہ اپنے قصبہ کی سیدھی سادی عورتوں کو نظرِ حقارت سے دیکھتے تھے۔ شکستہ مکانوں اور تنگ گلیوں کو دیکھ کر ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتے تھے۔ بھولے بھالے دیہاتیوں کو اس کا بھی احساس نہ تھا:۔

ان کے وقت کا بیشتر حصّہ یار دوستوں کی نذر ہو جاتا تھا۔ وہ قصبہ کی ایک عالیشان کوٹھی میں مقیم تھے اور ان کے احباب —— نزدیک کے شہر کے باسی۔ دوڑتے ہوئے آتے تھے۔ اور دسترخوان پر بیٹھ کر اپنی مصنوعی مُسکراہٹ اور مصنوعی سرگرمیوں سے مسٹر نریندر کا من موہ لیتے تھے۔ اور پھر اپنی کامیابی پر باہمی سرگوشیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ مغربی تہذیب کا دلدادہ نریندر ان کے دامِ تزویر میں پھنس چکا تھا۔ اور سمجھتا تھا۔ یہ میرے مخلص ہیں وقت پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے والے ہیں —— روپیہ پانی کی طرح بہتا تھا۔ اور نریندر خوش ہوتے تھے۔ مگر اس کے والد کو نریندر کی یہ حالت مرغوب نہ تھی۔ معمّر اور سن رسیدہ باپ بچّے کی یہ سرگرمیاں دیکھتا تھا اور کُڑھتا تھا۔ اس کی سادہ لوحی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں خونِ کبوتر بن جاتی تھیں۔ جب وہ اسے اپنے ہاتھوں کی پوری قوت سے مارا کرتا تھا۔ جب اس کے معمولی سے جرم پر اس کی ہڈیاں توڑی جاتی تھیں۔ وہ زمانہ اس کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ وہ اب نوجوان تھا۔ اس کی دھمکی اور مار دونو سے بے نیاز۔ سدانند اور رجنی دونو کے دل اسے اعلانیہ طور پر مستقبل کی راہ دکھانے لئے بیتاب تھے۔ مگر اس کی طرف دیکھتے ہی ان کے حوصلے بہت پست ہو جاتے تھے۔ جیسے نریندر انکا بچہ نہیں۔ کوئی افسر ہے۔ سدانند دن اور رات سوچتے تھے۔ مگر کوئی ایسا

طریقِ کار جو نریندر کو اس کے دوستوں کی عیاریاں اَن و اعد میں روشن کردے۔ نہ ملتا تھا نہ سوجھائی دیتا تھا۔

(۲)

آخر سدانند کو سرزمینِ امید قریب آتی دکھائی دی۔ وہ ایک دن شام کے وقت جبکہ آسمان پر بادل لہرا رہے تھے مسٹر نریندر کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ نریندر جوشِ عقیدت سے اُٹھا۔ اور آگے بڑھ کر اپنے پتا کے پاؤں چوم لئے۔ بیٹے کو باپ کا احترام کیسے کرنا چاہئے۔ پاکیزہ محبت اور بیٹے کی سچی محویت میں کس قدر خوشی ہے۔ یہ ان دونوں سے واقف تھا۔ اس کے دماغ میں ابھی تک بزرگوں کی تنویر کروٹیں لے رہی تھی۔ ابھی تک چنڈال چوکڑی کے شدید اور تباہ کُن تاثرات کی رسائی یہاں تک نہ تھی۔ باپ نے نریندر کے سر پر اپنا پُر شفقت ہاتھ پھیرا۔ اور اشیرباد دیتے ہوئے بولے۔ "بیٹا نریندر! آج ہم تمہیں اپنے زمانہ کی ایک سچی بات سُنائینگے"۔

نریندر نے آہستہ سے سر جھکا کر کہا۔ "بہتر"

سدانند نے چند منٹ سوچنے کے بعد کہنا شروع کیا۔ بیٹا! شام کا وقت تھا۔ میں اسی جگہ اسی کُرسی پر بیٹھا۔ اخبار کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ کہ یکا یک ایک شخص اندر داخل ہوا۔ میں نے اپنے جھکے ہوئے سر کو اوپر اُٹھایا۔ پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو درست کیا۔ اور پھر اس کی طرف دیکھا۔ وہ میری طرح نوجوان تھا۔ میری طرح وجیہ و شکیل۔ یہاں تک ہم دونوں میں مشابہت تھی۔ اس کے چہرے پر نحوست کھیلتی تھی۔ اور میرے چہرے پر شباب کی سُرخی۔ اس کے دل و دماغ میں افلاس کا رنج کروٹیں لے رہا تھا۔ اور میں نشہ امارت سے مخمور تھا۔ اس کی صورت سوال بن رہی تھی۔ اور میرے بال بال سے جود و سخا کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں نے کہا آپ کون ہیں؟ میں نے آپ کو ابھی تک نہیں پہچانا"۔

"آپ کے دور کے رشتہ کا ایک بھائی"۔

نریندر! وہ سر نیچا کئے بیٹھا تھا۔ اور اسی طرح بیٹھا رہا۔ اس کے الفاظ میں کشش تھی۔ اور زبان میں جادو۔ میں نے لیمپ کی بتی کو ذرا اونچی کرتے ہوئے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ واقعی وہ میرا دور کا رشتہ دار تھا۔ اسے کیا تکلیف ہے۔ اور وہ کیوں اس بے بسی کے عالم میں میرے یہاں حاضر ہوا ہے۔ مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ وہ مجھے اپنے حالات سے آگاہ کرے۔ بلا کم و کاست اپنا دل کھول کر میرے آگے رکھدے۔ لیکن وہ رضامند نہ ہوتا تھا اور میرے اصرار کی اسے ذرا بھی پروا نہ تھی۔ وہ کہتا تھا اور کہے جاتا تھا۔ "مجھے ۵۰۰ کی ضرورت ہے میری مدد کیجئے"

آخر بڑی جدو جہد کے بعد میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ "سندر! مجھے بھی نہ بتاؤ گے؟"

"نہیں بتاؤں گا"۔ "وجہ"۔

"کچھ عرصہ کے لئے مخفی رہے گی"۔

میرے دل میں خیالات کی رو بہنے لگی۔ اس نے آج تک کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ دُنیا کی

بڑی سے بڑی مصیبت اس پر اپنی پوری قوت سے حملہ آور ہوئی۔ مگر اس کے پائے استقلال متزلزل نہ ہوئے۔ اپنی بیوی کی آنکھوں میں آنسو اور بچوں کو بھوک سے بلبلاتے دیکھ کر بھی یہ اپنی آن پر قائم رہا۔ جس طرح سمندر میں چٹان کو اس کی خطرناک لہروں کی پروا نہیں ہوتی۔ اسی طرح بحیرا افلاس میں یہ اپنی جگہ قائم تھا۔ نریندر! میں یہ سب کچھ دیکھتا تھا میں اسی وقت کا منتظر تھا۔ اور ـــــ آج وہ میرے پاس مانگنے آیا ہے۔ اپنی آن اور اپنے سنہری اصول کو پرے دھکیل کر میں اپنی کامیابی پر خوش تھا۔ اور سندر کی آنکھوں میں بے بسی اور افلاس کے آنسو تھے۔

اب میرے دماغ میں یہ خیال بڑی سرعت سے گھوم رہا تھا۔ وہ میرے پاس مانگنے آیا ہے۔ وہ میری مدد کا محتاج ہے۔ مجھے اس معاملہ کی حقیقت معلوم کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مجھے پرماتما نے دیا ہے۔ میں اس کی مدد کرونگا۔ یہ میرا فرض ہے۔ اُسے بے نیل مرام لوٹاتے وقت میرے ضمیر کا خون ہوجائیگا۔ آخر میں نے ۵۰۰ کے نوٹ اس کے ہاتھوں پر رکھدئے اور آہستہ سے کہا۔ کہ سندر ان سے کوئی کام شروع کروگے نہ؟ لیکن وہ خاموش رہا۔ اور اس کی اس خاموشی نے صورت حال آشکار کردی۔

(۳)

بیٹا نریندر! وہ چلاگیا۔ اور تمہاری والدہ اُچھل پڑی۔ جیسے میں نے کوئی کار ثواب کیا ہو۔ جیسے میرے اس فعل نے اس کے سینے میں مسرت کی روح چھڑک دی ہو۔ ہنستے ہوئے بولا "پرتم اس سے بھی زیادہ۔ اس کے دل پر مسرت کا خمار طاری تھا۔ اور وہ کوشش کرنے پر بھی اپنا فقرہ مکمل نہ کرسکی۔ میں نے اس کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے کہا "بہتر"

مگر بیٹا! ہماری خوشی کی یہ محفل زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ ہماری مسرت کی اس زندگی میں انقلاب فلک کا ظہور ہُوا۔ میں قریب المرگ تھا۔ میری زندگی چند لمحوں کی مہمان تھی۔ ڈاکٹر اور حکیم مجھے دیکھتے تھے اور سر ہلاکر چلے جاتے تھے۔ مگر میرے خویش و اقارب کی آمد و رفت برابر جاری تھی۔ اس طرح مریض کو صحت نہیں مل جاتی۔ البتہ ہمدردی کے دو کلموں میں اُمید کی سُنہری جھلک ضرور دکھائی دے جاتی ہے۔ میرے ہوش و حواس بجا تھے۔ میں ہر ایک آنے والے کو آنکھوں کی پوری قوت سے دیکھتا تھا۔ مگر جس کی مجھے تلاش تھی۔ جس کی جستجو میں انتہائی مرض سے ضعیف آنکھیں چاروں طرف بڑی بے صبری سے گھوم رہی تھیں۔ وہ ـــــ نہیں تھا۔ میں مر رہا تھا۔ میری بیوی اداس تھی مگر اسے ان دونوں کی پروا نہ تھی۔ بیٹا! وہ کون تھا۔ وہی میرے اس کھیل کا ہیرو دور کا رشتہ دار سندر۔ اس کی حالت تبدیل ہوچکی تھی۔ وہ اب روپوں پیسوں میں کھیلتا تھا۔ اس کے کئی نوکر کئی خدمتگار تھے۔ وہ اپنے محسن کو بالکل بھُول چکا تھا۔ اس کی آنکھوں پر نشۂ امارت نے غرور کی پٹی باندھ دی تھی۔ اس کی کج خُلقی کو دیکھ کر میرا بند بند غصّہ سے کانپنے لگا۔ میں نے جوش سے اپنے ہاتھوں کی مُٹھیاں کس لیں۔ اور فیصلہ کُن لہجہ میں کہا۔ اگر زندگی نے وفا کی۔ تو اُسے آدمی بنادوں گا ـــــ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اب میں تندرست تھا۔ کمزوری آہستہ آہستہ رخصت ہورہی تھی۔ جہاں کچھ

عرصہ پہلے میں غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ جہاں میں نے سُندر کو آدمی بنانے کا عہد کیا تھا۔ اب وہاں ہمدردی۔ الفت و محبت کے پاکیزہ جذبات کروٹیں لے رہے تھے۔ میں اپنا احسان اس پر کھلے الفاظ میں روشن کروں۔ اپنی دی ہوئی رقم کا مطالبہ کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکیگا۔ کاش! اسے خود بخود بھولی ہوئی بات یاد آجائے۔ اس کے دماغ میں وہی پرانا نقش روشن ہو جائے۔ لیکن ایسے احسان فراموش اور شہید نفس انسان کے لئے یہ قطعی ناممکن تھا چنانچہ میرا یہ خیال درست ثابت ہوا۔ مدتیں گزر گئی ہیں۔ وہ سامنے سے ناک سکوڑ کر گزر جاتا ہے۔ اور میں دیکھتا رہ جاتا ہوں۔ بیٹا! یہ اُس شخص کا حال ہے۔ جو میرا رشتہ دار ہے۔ جو میرے احسان کے بار تلے دبا ہوا ہے۔ وہ پھر بھی میرا اپنا ثابت نہ ہوا۔ میری تکلیف کو دیکھ کر اس کی روح مضمحل نہ ہو سکی۔ اور اس کی آنکھوں سے غمی کا ایک آنسو بھی نہ نکل سکا۔ یہ سب امور ایسے ہیں۔ جنہیں میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ البتہ انہوں نے محبت کا خون کیا۔ میرے احسان کو خشک مزاجی کی ٹھوکر لگائی۔ یہ مجھے آجتک نہیں بھولے۔ ان کے تصور سے ہی میری روح کانپنے لگ جاتی ہے۔

تو نریندر! میں سوچتا ہوں۔ کہ یہ تیرے احباب جنہیں دیکھ کر تم خوشی سے اچھل پڑتے ہو۔ جنہیں دیکھ کر تمہارے چہرے پر مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ کبھی بھی اپنے نہ ہو سکینگے۔ بیٹا! ہوش کی آنکھ کھول اور دیکھ۔ یہ تمہارے احباب نہیں بلکہ انسانی جامہ میں چھپے ہوئے پھنیر سانپ ہیں۔ تیرا خون چوسنے والی جونکیں ہیں۔ ان سینوں میں محبت و اخلاص کا گزر نہیں۔ البتہ نفس پرستی اور خود غرضی کی ہولناک لپٹیں ہیں۔ یہ باتونی ہیں۔ ان کی باتوں کی طرف دھیان نہ دے۔ یہ فریبی ہیں۔ تو ان کی مصنوعی مسکراہٹ کا شیدائی نہ بن۔ جو روپیہ تو ان کی آمد پر خرچ کرتا ہے۔ اسے بلا تامل محتاجوں میں بانٹ دے۔ اس طرح میں خوش ہونگا۔ تیری ماتا خوش ہوگی۔ اور تیرا پرماتما خوش ہوگا۔

اپنے احباب پر کھلم کھلا حملے کو دیکھ کر مسٹر نریندر کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ نتھنے پھُول گئے۔ اگر یہی الفاظ کسی غیر کی زبان ادا کرتی۔ تو اس کی ہڈیاں توڑ دیتا۔ اس کا خون پی جاتا۔ اُسے کچا چبا جاتا۔ مگر یہ اس کا محترم باپ تھا۔ جو مسکراتے ہوئے اس کے دوستوں کی فطرت کا اظہار کر رہا تھا۔ نریندر نے اپنے دل ودماغ کی پوری قوت سے ضبط کیا اور کہا۔ "تو آپ کا مطلب ہے۔ کہ میں اپنے احباب کی آمد و رفت کو بند کر دوں۔ اس طرح آپ خوش ہو جائینگے۔ آپکی مراد پوری ہو جائے گی۔"

"بے شک" بڈھے سدانند نے طمانیت بخش لہجہ میں کہا۔

نریندر جوش سے تن کر کھڑا ہو گیا۔ تاہم مؤدبانہ طریق سے بولا۔ آپ کے بھائی کی اس کرتوت پر اپنے احباب کی محبت کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔"

"بہتر۔ تو ہم تمہاری اور تمہارے دوستوں کی محبت کا امتحان کرینگے۔"

نریندر نے فخریہ انداز میں جواب دیا "میں اس کے لئے طیار ہوں۔"

(۴)

رات کا وقت تھا۔ دُنیا اور اس کے پرشور ہنگامے نیند نگر میں سما چکے تھے۔ مگر پنڈت سدا نند کی کوٹھی کا وسیع ہال بقعۂ نور بنا ہُوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے اندر کے باسی نیند اور اس کے پرلطف جذبات دونو سے بے نیاز ہیں۔ رجنی اپنے دیور اور بیٹے کی جدائی پر اُداس تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ وہ چارپائی پر لیٹی ہوئی کروٹیں لے رہی تھی۔ اور نوکر ——— برآمدے میں بیٹھا ہُوا تھا۔ اس کی دونو آنکھیں کسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ ایسے وقت میں باپ اور بیٹا دونو شہر کی تنگ اور پیچدار گلیوں سے گھومتے چلے جارہے تھے انہیں رجنی اور نوکر وغیرہ کی پروا نہ تھی۔ ایک مطمئن تھا۔ دوسرا بحر اضطراب میں غوطہ زن۔ ایک کو اپنے تجربہ اور تحریک دونو پر بھروسہ تھا۔ دوسرا اپنے وعدہ اور اُلفت دونو سے بیزار۔ سوچتا تھا۔ میرے الفاظ کی لاج رہ جائے۔ آج میں اور میرے احباب امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔ آخر دونو شگن چند کے مکان پر پہنچے۔ سدانند نے دیوار کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اور آواز دی۔ شگن چند! گونجتی ہوئی آواز رات کی گہری تاریکی میں غرق ہوگئی۔ اور انہوں نے نریندر کی طرف ایک اڑتی ہوئی نگاہ ڈالی۔ اور پھر قدرے زوردار لہجہ میں پکارا شگن چند! آواز دوسری مرتبہ اتھاہ تاریکی میں سما گئی۔ اور ایک لمحہ بعد اپنے ساتھ جواب لائی۔ کون ہے؟ "سدانند"

شگن چند کے دل میں کسی شبہ نے سر اُٹھایا۔ دُنیا محوِ خواب ہے۔ اور اس وقت ان کا آنا خالی از علت نہیں۔ وہ یہ سوچتے ہوئے اپنے مہمانوں کے استقبال کے لئے نیچے اُترے۔ ان کی بیوی نرملا نے بیٹھک میں بجلی کو روشن کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ باپ بیٹا دونو شگن چند کے خوبصورت کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شگن چند نے پہلے اپنے مترکی طرف دیکھا۔ اور پھر سدانند کی طرف۔ تب آہستہ سے کہا شریمان جی! آپ نے بے موقع تکلیف کیوں اُٹھائی۔ اگر کوئی ایسا ضروری کام تھا۔ تو نوکر بھیج دیتے ہم حاضر خدمت ہو جاتا۔

مسٹر نریندر مسکرایا۔ اس کے دوست کے ان فقرات میں عارضی محبت اور عارضی عقیدت کھیل رہی تھی) مگر سادہ لوح نریندر کو اس کا کوئی احساس نہ تھا۔ وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ اس پر از خود فراموشی کا عالم طاری تھا۔ اسے سرزمین یاس میں فتح وکامرانی کا سنہری طائر رقص کرتا دکھائی دیا۔ مگر بڈھے سدانند اسی طرح مطمئن تھے۔ شگن چند کے فقرات کا اُن پر کوئی اثر نہ ہُوا۔ کھانس کر بولے۔ بیٹا شگن! کیا بتاؤں۔ پیپلز بنک ٹوٹ گیا۔ اور میرا سارا روپیہ کچھ عرصہ کے لئے میرے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اب میری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اور میرے پاس ایک پائی بھی نہیں۔ تمہارے بھائی کو اس وقت ایک ہزار روپے

کی ضرورت ہے - اگر آفتاب کی پہلی شعاع کے ساتھ روپیہ فراہم نہ ہوسکا تو اس کی ساری آرزوئیں ساری اُمیدیں تباہ ہو جائیں گی - اور اسے ایک سال کے لئے پھر بیکار رہنا پڑیگا - چھ بج کر ۵۵ منٹ پر موصول ہونے والے ارجنٹ تار نے ہمیں حیران کر رکھا ہے - اور اب چاروں طرف سے مایوس ہوکر تیرے پاس آئے ہیں - نریندر تیرا بھائی ہے - اور تیری محبّت کا پجاری - مگر اس وقت اس کی کشتی افلاس کے ناپیدا کنار سمندر میں غرق ہو رہی ہے - تو ہی اس کا محافظ بن - اور تو ہی اپنی نظرِ عنایت سے اس کا بیڑا پار کردے۔

بابو شگن چند چونک پڑے - جیسے کسی نے ان کے کانوں میں گرم سیسہ انڈیل دیا ہو - جیسے ان کے سینے پر کئی من کا وزنی پتھر رکھدیا ہو - تاہم انہوں نے اطمینان آمیز لہجہ میں کہا - شرمان جی ! میری ظاہری نمائش پر نہ جائیے - ورنہ میں بھی آپ کی طرح کوڑی کوڑی کا محتاج ہوں - گھر کے اندر میرے بچے بھی شدّت بھوک سے بلبلاتے رہتے ہیں - مسٹر نریندر کی مصیبت میری مصیبت ہے - اور یہاں تک ہی نہیں - اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرے دل و دماغ کو آگ لگ جاتی ہے - مگر کروں کیا - بے بس ہوں - فی الحال انکی کوئی مدد نہیں کرسکتا - اور میرے پاس .... سدا نند نے بات کاٹ کر شگن چند کا شکریہ ادا کیا - اور مسٹر نریندر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا - اور اپنے دوست کی طرف اس طرح دیکھا جیسے ظالم قصاب بکری کی طرف دیکھتا ہے - دوسرے لمحہ میں دونو رات کی تاریکی میں غائب ہوچکے تھے :-

باپ بڑھا جا رہا تھا - فتح کے خیال نے ان کے پیروں کو پر لگا دیئے تھے - اور بیٹا ـــ سر نیچا کئے پیچھے پیچھے چل رہا تھا - اس کے قدم شکست اور ناکامی کے خیال سے کانپ رہے تھے - سوچتا تھا - یہ وہی آدمی ہے - یہ وہی نوجوان ہے - جس کی سرگرمیوں میں اخلاص اور عقیدت کے سینکڑوں جذبات تھے - جس کے لفظوں میں اپنا سب کچھ نثار کردینے کی کشش تھی ـــ وہ میرے معمولی سے مطالبہ کو بھی پورا نہ کرسکا - اس کی ڈینگیں اس کے جذبات سب باطل ثابت ہوئے۔

(۵)

مسٹر نریندر کی امید یاس کی گود میں تڑپ رہی تھی - اور وہ چاہتا تھا کہ میرے والد بزرگوار آگے نہ جائیں - میں ایسے دوستوں کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا - مگر اب آزادانہ طور پر گفتگو کرنے کی طاقت سلب ہوچکی تھی اس کی آنکھیں ناکامی کے آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں - وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر بڑھا جا رہا تھا - اسے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ڈر سوم ہوتا تھا - آخر دونو بلدیو کی عالیشان کوٹھی کے سامنے جاکر رُکے۔

یہاں پہنچ کر سدا نند نے اپنے امتحان کی کتاب کا دوسرا ورق اُلٹا - اور مسٹر بلدیو سے یوں گویا ہوئے

پیارے بلدیو! میں اِدھر اُدھر کی باتوں سے آپ کے وقت کا خون کرنا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اپنی آمد کا مدعا مختصر الفاظ میں بیان کر کے اس کی تکمیل کے متعلق تمہیں کہوں۔ بات یہ ہے کہ آج رات کو آپ کے پیارے نریندر نے بادۂ انگور سے مدہوش ہو کر اپنی محبوبہ گوان کو قتل کر دیا ہے۔ میں ان دونوں کی محبت سے واقف تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ ان کا بیاہ بہت جلد ہو جانا چاہیئے۔ مگر میری سب آرزوئیں اس دیوی کی موت کے ساتھ دفن ہو گئیں۔ تمہارے دوست کا بیان ہے کہ "میرا اُسے مارنے کا ارادہ نہ تھا۔ میرے سینے پر اس کی معصومیت اور محبت کا نقش گہرا ہو چکا تھا۔ میں اسے چاہتا تھا۔ اور وہ میری پجارن تھی۔ مگر وائے تقدیر! تربوز کھلاتے ہوئے چاقو اس کے ہاتھ سے گرا۔ اور حلق سے پار ہو گیا۔ اور وہ مر گئی۔

مسٹر نریندر کبھی اپنے بزرگ باپ کے نرالے منطق کو دیکھتے تھے۔ اور کبھی بلدیو کی طرف۔ کہ اتنے میں سدانند نے پھر کہنا شروع کیا۔ ہاں وہ مر گئی۔ اگر طلوع آفتاب سے پہلے کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ تو تمہارا دوست تمہاری محبت کا پجاری نریندر پھانسی کے تختے پر لٹکتا ہوگا۔ اور اسے زمین کی کوئی طاقت کوئی حکومت بھی ظالم پنجہ سے چھڑا نہ سکے گی۔ وہ تمہارا دوست ہے۔ سچے دوستوں نے بسا اوقات اپنے دوستوں کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اگر تمہاری محبت عارضی نہیں۔ تو اپنے یار کی خاطر اقبالِ جرم کرو۔" یہ کہتے کہتے سدانند نے مقتولہ کا مصنوعی سر میز پر رکھدیا۔

بلدیو خون سے لت پت کپڑے کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے اس کے اندر اس کی موت چھپی ہوئی ہو۔ تاہم حوصلہ مندانہ انداز میں بولا۔ شریمان جی! آخر میرے بھی تو بال بچے ہیں۔ میں کسی طرح اپنے دوست کی خاطر اپنی جان قربان نہیں کر سکتا کسی طرح ظالم موت کے آہنی پنجے میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ شریمان جی ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہ ہو سکیگا۔

(۶)

اچھا نہ سہی۔ یہ کہتے کہتے پنڈت سدانند مایوس ہو کر اپنے بیٹے کو لئے ہوئے باہر نکل گئے۔ اور کھلی فضا میں کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ بیٹے کی آنکھوں میں ندامت اور افسوس کے آنسو تھے۔ اور باپ اس کے احباب کی مصنوعی سرگرمیوں کے پسِ پردہ ان کی عیاریوں۔ مکاریوں اور عارضی قہقہوں کے کھلے ہوئے دفتر کی پڑتال کر رہا تھا۔ آخر اس نے بجلی کے روشن قمقموں اور آسمان پر کھلے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے ایک لمبا سانس لیا۔ اور گردن جھکا کر کچھ سوچتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ بیٹا نریندر! چلے آؤ۔"

دوسرے لمحہ میں باپ اور بیٹا شہر سے باہر رات کے اندھیرے میں بڑھے جا رہے تھے۔ قریباً پندرہ منٹ پگڈنڈیوں میں گھومنے کے بعد وہ ایک عالیشان کوٹھی کے سامنے جا کر رُکے۔ یہ کوٹھی نریندر کے حقیقی دوست مسٹر راج کی تھی۔ جو نریندر کا پجاری تھا۔ جو نریندر کی خاطر لفظی طور پر مر جایا کرتا تھا۔ جس کے خوبصورت الفاظ اور زبان کی پاکیزگی میں

سب کو ہر لینے کی طاقت تھی۔ اور جس کی تعریف میں مسٹر نریندر بھی دوستوں میں بیٹھ کر پاگل ہو جاتا تھا۔ اور جس کا نام سنتے ہی اس کی گردن فخر سے اونچی اُٹھ جاتی تھی۔ آج اس کی آزمائش ہوگی۔ آج اس کے وعدوں، اس کے ارادوں کا امتحان ہوگا۔ اس خیال سے مسٹر نریندر چونک پڑے۔ جیسے اس کی عقیدت وارادت کا بھرپور خزانہ بکر دریا کے خوفناک ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہو۔ گھبرا کر اپنے باپ سدا نند کی طرف دیکھنے لگے۔ سدا نند نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اپنے نریندر کے چہرہ پر ڈالی۔ اور مسکرا کر بولے۔ بیٹا نریندر! اپنے دوست مسٹر راج کو بلاؤ۔ یہ کہتے کہتے وہ دیوار کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ مسٹر راج نے نریندر کو دیکھتے ہوئے محبت کی مصنوعی ہنسی سے ہنس کر جوش سے کہا۔ ہیلو مسٹر نریندر! یہاں اس وقت کیسے! اور تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟ نریندر بولنا چاہتا تھا۔ پر بول نہ سکتا تھا۔ باپ کی اس انوکھی سکیم نے اُسے دُنیائے حیرت میں دھکیل دیا تھا۔ اور اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگادی تھی۔ کہ اتنے میں سدا نند آگے بڑھ کر بولے۔ مسٹر راج!

راج چونک پڑے۔ اور ان کی گردن تعظیم سے جھک گئی۔ جواب میں مسکرا کر آہستہ سے بولے۔ شریمان جی! اندر آجایئے۔ پنڈت سدا نند نے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر اپنے امتحان کی کتاب کا تیسرا سنہری ورق اُلٹا۔ مضمون وہی تھا۔ پر طرز بیان مختلف۔ مسٹر راج کی طرف دیکھتے ہوئے ایک گہرا سانس لے کر بولے۔ کیا کہوں مسٹر راج! تمہارے دوست نے ایک ایسا فعل کیا ہے۔ ایک ایسی غلطی کی ہے جس کی بدولت آفتاب کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اس کے ہاتھوں میں بیڑیاں ہونگی۔ اور اس کا طائر روح قفس کی آہنی سلاخوں میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا ہوگا۔

ہیں؟ کیا کہا نریندر کے ہاتھوں میں بیڑیاں ہونگی۔ کیا اس نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔ مسٹر راج نے متحیرانہ انداز سے کہا۔

"تمہارا خیال بالکل سچ ہے۔" "تو کسے قتل کر دیا ہے؟" "ایک عورت کو" "میں یقین نہیں کرتا اور مجھے بھی امید نہ تھی" "وہ عورت کون تھی" "اس کی معشوقہ" "گوالن"

"ہاں وہی گوالن جو نریندر کو پیاری تھی۔ جس نے اس کی محبت میں پاگل ہو کر اس کا رفیق حیات بننے کی پرتگیا کی تھی"

"اچھا تو پھر انہوں نے ایسا کیوں کیا؟" نریندر نے اپنی نصف بند اور نصف کھلی آنکھوں سے راج اور اپنے پیارے باپ کی طرف دیکھا اور کچھ سوچنے لگے۔"

مسٹر راج! تربوز کھلاتے ہوئے چاقو اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور گوالن کے حلق کی دو رگیں کٹ گئیں۔

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"حکم کیا۔ سچے دوستوں کے باہمی فرائض پر غور کرو۔ اور دیکھو تمہارا یہ بدقسمت دوست برہنہ پا برہنہ سر

تمہارے پاس نذر ہوا ہے۔ تم اس کے پجاری ہو۔ اپنے محبت کے اس دیوتا کا دھیان کرو۔ جس کی کشتی موت کے خوفناک سمندر میں کبھی اُبھرتی ہے۔ کبھی ڈوبتی ہے۔ یہ کہتے کہتے مقتول کا مصنوعی سر انکے آگے پڑی ہوئی میز پر رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مسٹر نریندر نے اپنی دونو آنکھیں اپنے دوست مسٹر راج کے چہرے پر گاڑ دیں۔

مسٹر راج کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ جیسے فرشتہ اجل سامنے کھڑا مسکرا رہا ہو۔ یاس اور حیرت کے ملے جلے لہجہ سے بولا۔ "موت کے خوفناک گڑھے میں کودنا آسان نہیں"۔

"تم اس کے دوست ہو" "پر مجھے اپنے بچوں کا خیال نہیں" "نہ سہی"۔

"تو روپوں کے ذریعے سے ہی اپنے دوست کی جان بچاؤ"۔ "میں یہ بھی نہیں کر سکتا" "کس لئے"

"آجکل میری حالت بھی ناگفتہ بہ ہے" "تو پھر" "میں کیا بتاؤں"

باپ اور بیٹا دونو مایوس ہو کر باہر نکل گئے۔ اور نریندر سے بولے۔ کیوں بیٹا۔ جس دوست پر تم جی جان سے فدا تھے۔ جس کے مقابلہ میں باقی احباب کی تمہیں ذرا بھی پروا نہ تھی۔ میں اس کی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔ یہ اس کھوسلے کا لال ہے۔ یہ اس کھوسلے کے نخل آرزو کا پھل ہے۔ جو کہ وزدر کی سرزمین میں پیدا ہوا جس کی نشو ونما باطل اور بے ایمانی کی لہروں نے مل مل کر کی۔ جو اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے دھرم۔ نیکی اور سچائی سب کو بھول جاتا ہے۔ تمہاری مدد کے لئے تمہاری جان بچانے کے لئے کب آمادہ ہو سکتا تھا؟۔

بیٹا! کیا تم انہی دوستوں پر جی جان سے فدا تھے۔ انہی دوستوں کو دیکھ کر تم پر جذب کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ اور انہی دوستوں کی خاطر تمہیں میری اور اپنی ماتا کے احکام کی پروا نہ تھی۔ تمہارے یہ تینوں دوست میرے امتحان میں پورے نہیں اُترے۔ کیا باقی دوستوں کو دیکھنے کی آرزو ہے؟

مسٹر نریندر نے فرط عقیدت سے اپنے دونو ہاتھ جوڑے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ نہیں پتا جی آپ نے میری آنکھیں کھولدی ہیں۔ اب میری نگاہوں میں دوستوں کی محبت کی کوئی توقیر نہیں۔ میں ایسے مطلب براروں کو دیکھنا نہیں چاہتا۔

اگلے دن شگن چند۔ بلدیو اور اسکا حقیقی دوست مسٹر راج اپنے اپنے گھروں سے نکلے۔ آج وہ اپنے دوست کے ہاتھوں میں بیڑیاں دیکھینگے۔ آج وہ اپنے دوست کی آنکھوں میں آنسو دیکھینگے۔ مگر انہوں نے جا کر جو کچھ دیکھا۔ وہ انکی اُمیدوں اور آرزوں کے خلاف تھا۔ مسٹر نریندر آئی۔ سی۔ ایس کے عہدہ جلیلہ پر مامور ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کی طرف دیکھا۔ ان کے ہونٹ نفرت کی مسکراہٹ سے کھل گئے۔ انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر انکا شکریہ ادا کیا۔ اور بمبئی روانہ ہو گئے۔ سدانند نے ہنستے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔ اور زور سے گرج کر کہا۔ بلیسوی صدی کی محبت تجھے میرا پرنام ہو۔ آواز گونجنے لگی۔ اور چند ہستیوں کے سوا اس کا مطلب کسی نے بھی نہ سمجھا۔

گھس گھس

اس کارخانۂ عالم میں جس کو دیکھئے گھس گھس سے بیزار ہے۔ جس سے جی چاہے پوچھ لیجئے یہی سنیئیگا۔ بھئی اس گھس گھس سے عجیب جان ضیق میں ہے۔ دیکھئے اس سے نجات کب ملتی ہے اور سچ پوچھئے تو بقول غالب اس سے چھٹکارا ہی نہیں "موت سے پہلے آدمی اُس سے نجات پائے کیوں" اس لئے کہ ہماری زندگی ہی ساری گھس گھس ہے بڑے لاٹ صاحب وزیر ہند کا مراسلہ لئے کاؤچ پر۔ مہاتما گاندھی اپنا چرخہ لئے آشرم میں۔ ایڈیٹر صاحب قلم کا ایک سرا ہاتھ میں اور دوسرا دانتوں میں دبائے اپنے دفتر میں۔ بزاز اپنا گز ایک ہاتھ میں اور تھان کا سرا دوسرے میں لئے ہوئے دوکان کی گدّی پر۔ ماسٹر صاحب انگلیوں میں چاک کی بتی دبائے بلیک بورڈ پر غرضیکہ جس کو بھی دیکھئے اور جہاں بھی دیکھئے وہی گھس گھس گھس گھس۔

مکرمی ماسٹر جگت سنگھ صاحب نے مجھے بھی ایک گھس گھس میں پھنسا رکھا ہے۔ جب خط لکھتے ہیں یہی کہ "سلسلہ کا اگلا خط" گو اس وقت اُن کا تقاضا نہیں تھا۔ اسلئے کہ دو ایک پیشگی موجود ہونگے۔ لیکن میں نے سوچا کہ لاؤ اس گھس گھس سے بھی مہینے دو مہینے کے واسطے لگے ہاتھوں چھٹکارا پاؤں۔ دو چار لکھ ماروں۔ پوچھتا کون ہے کہ کیا لکھا اور کیوں لکھا؟ پھر تو سالانہ امتحان اور اسکے نتائج مرتب کرنے نئے سال کے واسطے کتابیں مقرر کرنے۔ ٹائم ٹیبل بنانے۔ سلیبس تیار کرنے کی گھس گھس شروع ہو جائیگی۔ قلم لے کر بیٹھا تو ایک نیا خیال دامنگیر ہوا کہ لاؤ اس گھس گھس کی ہی خبر کیوں نہ لیلوں کہ یہ کیا بلا ہے۔ اور کیوں ہر ایک کے سر پر سوار ہے۔

علمائے نفسیات کہتے ہیں کہ کھیل اور کام میں یہ فرق ہے۔ کہ کھیل فی نفسہٖ موجب لطف و طمانیت ہے لیکن کام کسی اور اُمید کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ مابہ الامتیاز اُس وقت جاتا رہتا ہے۔ کہ جب کام کرنے والا خود اپنے کام سے بہجت اندوز ہونے لگے۔ اس وقت وہ کام کھیل بن جاتا ہے۔ اور کھیل کام۔ فرض کیجئے کہ ایک معلّم تنخواہ کے اضافہ اور افسران معائنہ کی خوشنودی کی وجہ سے محنت کرتا ہے۔ تو ہم کہینگے کہ یہ اس کا کام ہے وہ اسے کر رہا ہے اور بخوبی کر رہا ہے۔ دوسرا معلّم ہے کہ جسے معلمی سے دلچسپی ہے۔ مطالعہ کا اُسے بیحد شوق ہے۔ نئے نئے طریقہائے تعلیم کے تجربے کرتا رہتا ہے۔ طلبا کی ہمدردی اسکے کیرکٹر کا ایک زبردست عنصر بنگیا ہے۔ وہ ایسا

معلم ہے کہ اُسے اس پیشہ میں لطف آتا ہے - اور وہ پڑھائے بغیر رہ نہیں سکتا - ہم کہینگے کہ یہ معلم
کام نہیں کرتا کام یا انعام کی خاطر بلکہ لطف اور دلچسپی کی بنا پر - اس معلم کا کام کھیل ہے اور کھیل کا ہے
تیسرا معلم اور ہے جو نہ مطالعہ کا شوق رکھتا ہے نہ معلمی سے دلچسپی محض پیٹ بھرنے کی خاطر اُسے
یہ پیشہ اختیار کرنا پڑا ہے وہ نہ طلبا سے ہمدردی رکھتا ہے نہ اُمنگ اور اُپج سے کسی نئی تحریک میں
حصہ لیتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ اگر میں نے باقاعدگی اختیار نہ کی تو ہیڈ ماسٹر کی بک بک جھک جھک
اور افسران معائنہ کی ناراضگی میرے ٹکڑے میں خلل ڈالیگی وہ برس کے تین سو پینسٹھ دن مدرسہ میں باقاعدہ
آتا ہے اپنے وقت میں جماعتوں کو لیتا ہے اور انہیں ٹال آتا ہے یہ گھس گھس ہے - ایک عابد
اسلئے خدا کی عبادت کرتا ہے کہ یہ اس کا فرض ہے - جنت یا دوزخ - نرک اور سرگ کی اُمید
و بیم اُسکے دامنگیر رہتی ہے وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے ایک اور شخص ہے جو باقاعدگی سے مسجد
اور مندر میں آتا جاتا ہے - وقت ہُوا اور اُس کے پاؤں اس طرف اُٹھے - نیت باندھی اور نماز پڑھ
ڈالی خدا سے اُسے دُور کا بھی واسطہ نہیں - یہ بھی ایک کام ہے جو اُسے کرنا ہی پڑتا ہے -
سجدہ کرتے کرتے اُس کا ماتھا گھس گیا ہے - پکا نمازی مشہور ہے - اگر ایک وقت مسجد میں جماعت
میں شریک نہ ہو تو لوگ پوچھتے ہیں - لیکن سچ پوچھو تو یہ محض گھس گھس ہے - تیسرا شخص ہے کہ
وہ نماز اس لئے نہیں پڑھتا کہ اُسے فرض سمجھتا ہے نہ اسلئے کہ نمازی مشہور ہو گیا ہے بلکہ اسلئے
کہ اسکے بغیر رہ نہیں سکتا - دل کی ہوک - دربار خداوندی میں حاضری کا شوق کشاں کشاں اُسے مسجد
میں لے جاتا ہے یہ شخص ہے دراصل عابد - جسے نماز سے دلچسپی ہے - نتیجہ یہ نکلتا ہے - کہ
اگر کوئی مشغلہ ہماری دلچسپی اور لطف اندوزی کا موجب ہے تو وہ ہمارے واسطے کھیل ہے -
اگر کوئی اُمید کرا رہی ہے تو کام اور اگر مجبوری سے کر رہے ہیں تو گھس گھس -

بار بار کسی کام کو کرتے رہنا مزاولت کا موجب بن جاتا ہے اسے عرف عام میں کہتے ہیں مشق
اس سے ہمارے کام بہ سہولت انجام پاتے ہیں - انرجی کم صرف میں آتی ہے - نتائج بہتر مرتب
ہوتے ہیں - لیکن جب وہ کام ہمیں بیزار کر دے - ہماری دلچسپی اُس سے مفقود ہونے لگے -
اور ہم محض ایک مشین کی طرح کوک سے کام کرنے لگیں تو سمجھو یہ گھس گھس ہے -

زندگی میں فرائض کی بھرمار ہے جن کو ادا کرنا ضروری ہے جن میں مزاولت اور مداومت
پیدا کرنا لابدی ہے - ان کو خوش اسلوبی سے انجام دینے پر انعامات خداوندی ملتے ہیں - دنیا کو
کام کرنے والوں کی بلکہ دل سے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے - دنیا اُن کو نہ صرف معاوضہ

دیتی ہے بلکہ اُن کا احترام واجب جانتی ہے - دنیا اُن کمینوں سے نفرت کرتی ہے - جو مردگی مجبوری اور بیزاری سے کام کرتے ہیں - قدم قدم پر انہیں آر سے عار نہیں آتی جب تک کام چور بیل کی طرح اُن کے آر نہ لگے وہ نہیں چلتے - ایسے لوگوں کی دنیا کو ضرورت نہیں دنیا ان سے بخل کر کے کم معاوضہ دیتی ہے اور وہ بھی بُڑ بُڑا کر کے اس لئے کہ وہ محسوس کرتی ہے کہ وہ اس قلیل معاوضہ کے بھی مستحق نہیں -

کیا ہم ایک لمحہ کے واسطے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالینگے کہ آیا ہم گھس گھس نہیں کر رہے ہیں ؟ اور ایک معلم کی پوزیشن رکھتے ہوئے گھس گھس کرنے والے طلبا کی ایک جماعت پیدا کر کے اپنے ملک اور قوم کو تباہ نہیں کر رہے ہیں ؟ چونکہ ہمیں خود اپنے کام سے دلچسپی نہیں اسلئے دوسروں میں ہم دلچسپی کا مادہ پیدا نہیں کر سکتے +

(اشفاق حسین)

درد ہو تو ایسا ہو

ویسے تو میرے جملہ دوستوں کو مجھ سے محبت ہے - مگر دَرد صاحب نے جس محبت بھرے لہجہ میں رہنمائے تعلیم کی خدمات کی تعریف کی ہے - وہ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنکے دل میں محبت بھرا درد موجود ہو - میرے دوست دَرد نکودری صاحب یوں رقم طراز ہیں - سنئے !

مجھے خواب میں بھی یہ خیال نہیں تھا کہ آپ رہنمائے تعلیم کا اس قدر شاندار اور جاذب نظر **افسانہ نمبر** شائع کرینگے - خصوصاً اس **کساد بازاری کے زمانہ میں** - آپ کی اس الوالعزمی کو اگر میں ادبی عیاشی کے نام سے موسوم کروں - تو کچھ بے جا نہ ہوگا - **جوبلی نمبر** کی اشاعت سے آپ نے ریکارڈ قائم کر دیا تھا - لیکن یہ **افسانہ نمبر** بھی بجائے خود ایک ریکارڈ کا کام دے رہا ہے - میں حیران ہوں کہ اس دور بے مروتی میں آپ کو ایسی الوالعزمانہ پیش قدمی کرنے کا خیال کس طرح دامنگیر ہوا - خصوصاً جب کہ جوبلی نمبر کی ہزاروں جلدیں زینت دفتر بنی پڑی ہیں - بہر حال میری دعا ہے - کہ آپ کی یہ خاص اشاعت پبلک مذاق میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کرنے کی موجب ہو - اور اس لاجواب افسانہ نمبر کی ایک بھی فالتو کاپی آپ کے دفتر میں نہ رہے -

(نیاز مند نومبر ایرام دَرد نکودری)

اطلاع :- خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف (منیجر)

پرائمری اُردو کورسز کی تصحیح اغلاط

پرائمری سکولوں میں جو اردو کتب مروج ہیں بعض حالات میں نظر ثانی کی محتاج ہیں۔ چنانچہ ان کے قابل مصنفین کی توجہ ان کی درستی پر دلانے کے لئے منشی چنی لال صاحب نائب مدرس مڈل سکول تاوڑو تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ کی جسارت قابل داد ہے۔ جنہوں نے ایسا کرنے کے لئے اپنے پہلے مضمون میں مثال کے طور پر پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی مرتبہ اردو کی چوتھی کتاب کو پیش کیا ہے۔ آپ کی مرتبہ فہرست میں خال خال غلطیوں کے سوا تقریباً باقی تمام غلطیاں کاتب کی تحریر کا نتیجہ ہیں اور ہم معزز پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ارباب بست وکشاد سے آرزومند ہیں کہ ان اغلاط پر توجہ فرما کر اس کتاب کی نظر ثانی کرا کر درستی کا انتظام فرمایا جائے۔ منشی صاحب اس سلسلہ کی باقی کتابوں کا ذکر بھی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا اور ہمارا یقین ہے کہ آپ ضرور ایسا کرینگے تو ان کتابوں کی بھی بشرط ضرورت اصلاح فرمائی جائے۔ تاکہ خورد سال بچے ان اغلاط سے محفوظ رہیں۔ منشی صاحب کے مضمون کا باقی حصہ جن اصحاب سے تعلق رکھتا ہے انہیں بھی ادھر متوجہ ہونا چاہیئے ؞

(ایڈیٹر)

صاحبان! مجھے تقریباً چوتھائی صدی محکمۂ تعلیم کی خدمت کرتے ہو گئے۔ اس عرصہ میں مجھے پرائمری اور مڈل کلاسز کی اردو و فارسی خصوصاً اور ہائی کلاسز کی عموماً پڑھنے پڑھانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس لئے جب میں طلباء زمانۂ سابق وحال کی لیاقتوں پر نظر ڈالتا ہوں اور مقابلہ کرتا ہوں تو زمین و آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ اس تذبذب میں ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ کو جبکہ ترقی تعلیم کا زمانہ پکارا جا رہا ہے۔ پھر کیوں ایسا برعکس نتیجہ ہمارے پیش نظر ہے۔ فی الحال میں نہایت غور و خوض کے بعد صرف چند وجوہات کا پتہ لگا سکا ہوں۔ جن کا اس جگہ کچھ تھوڑا سا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ؞

(۱) علاقائی و دفتری تحریریں:۔ مثلاً "دعوے دلا پانے" نہ معلوم یہ کس زبان کا جملہ ہے۔ بمعہ بجائے معہ وغیرہ ؞

(۲) چھچھورے صاحبان:۔ جو نَفَص بولتے ہیں بجائے نُقْص کے۔ افسوس وہ اس طرح اپنی اظہار لیاقت کر کے اردو زبان کو غیر فصیح بناتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ غلط العام فصیح قرار دیا گیا ہے۔ ان سے میری یہ التجا ہے۔ کہ اگر انہوں نے ہی صحیح الفاظ بولنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ تو کیوں نہیں وہ محبت جیسے لفظوں کو صحیح بولنے کی کوشش کرتے۔ اگر وہ ایسے لفظوں کو بھی صحیح بولنے کی کوشش کریں۔ تو واقعی ایسا معلوم ہو کہ کوئی بندر منہ چڑا رہا ہے۔ میرا مدعا اس بیان سے یہ ہے۔ کہ وہ الفاظ خواہ عربی ہوں خواہ فارسی جو ایک مدت سے ہماری تغیر لحن کے مطابق غلط صورت میں زبان زد خلائق عام ہو چکے ہیں اور جبکہ ان کو زباں داں سخن سنجان نے فصیح مان رکھا ہے تو پھر اس کے خلاف کرنے والے اصحاب کا یہ محض چھچھورا پن اور تعلی نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) اُستاد صاحبان کی غیر توجہی:۔ مجھے تو اس وقت اور بھی افسوس ہوتا ہے۔ جبکہ مڈل و ہائی کلاسز کے طلباء کی زبان سے فَقَط بجائے فَقَط۔ غَلَط بجائے غَلَط۔ غَلَطی بجائے غَلَطی۔ صِفَت بجائے صِفَت

اور مؤنث بجائے مؤنث سُنتا ہوں ۔ یہ ان بچاروں کا قصور نہیں ہے ۔ بلکہ اُستاد صاحبان اس غلطی کے ذمہ دار ہیں ؀

(۴) درسی کتب :۔ یہ بھی ایک افسوس کا مقام ہے ۔ کہ پرائمری کے اُستاد صاحبان بالکل لکیر کے فقیر ہو رہے ہیں ! اور اس طرف کچھ توجہ مبذول نہیں فرماتے ۔ جبکہ کتب درسیہ میں بعض بعض صفحے پر ایک ایک ۔ دو دو بلکہ تین تین غلط الفاظ موجود ہیں ۔

اب میں آپ صاحبان کی آسانی کے لئے پرائمری کی ہر ایک اردو درسی کتاب کی ایک ایک فہرست تصحیح اغلاط کی تیار کر کے پیش کرتا ہوں ۔ تاکہ درستی کرنے میں آسانی ہو ۔ یہی غلط الفاظ بار بار سبقوں میں آتے رہتے ہیں ۔ ہر ایک صفحے کی مکمل فہرست نہیں لکھی گئی ہے ۔

اردو کی چوتھی کتاب ۔ چوتھی جماعت کے لئے نیا سلسلہ مرتبہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی

صفحہ	غلط	صحیح	کیفیت
۵	گُتر کر	گَتر کر	
۱۱	دو اعضا ہیں ۔	دو عضو ہیں ۔	عضو = واحد، اعضا = جمع
،	عضو ہیں	اعضا ہیں	
،	ہاتھوں کے سکت	ہاتھوں کی سکت	
۲۶	مُرمّت	مَرمّت	غلط العام
۲۹	غرض	غَرَض	
"	کمیٹی	کمیٹی	
۳۱	چھپٹیاں	چھپٹیاں	
۳۸	کنٹر	کُنٹر	
۴۲	خنکی	خُنکی	
۴۳	سنگترے	سَنگترے	
۵۲	سبق	سَبَق	
۶۴	مختنی	مختَنی	
۷۴	نظارہ	نَظّارہ	فارسی والے بہ تشدید ظاہر کریں ۔ تو تعجب نہیں ۔ مگر اردو میں نہیں چاہیے ؀
۷۰	غربا	غُرَبا	
۷۸	ہجوم	ہُجوم	

صفحہ	غلط	صحیح	کیفیت
۸۳	جھجھی	جَھجھی	
۸۴	بِدھے	سَدھے	
۸۵	مِہربانی	مِہربانی	
۸۶	طِلِسمات	طِلِسمات	
۸۹	واہ واہ	واہ وا یا واہ وا واہ	
۹۱	اندھیرے	اندھیرے	
۹۸	کوئیں	کوئیں	
۱۱۰	عورتوں	عورتوں	
۱۱۱	انٹیاں	انٹھیاں	
۱۱۶	ٹپکا	ٹپکا	
۱۱۷	ہنس	ہنس	
۱۱۸	غول	غول	
۱۱۹	الحذر	الحَذَر	
۱۲۵	باذلوں	بادلوں	
۱۳۱	جواہرات	جواہرات	
۱۳۸	ٹکسی معلوم ہوئی تھی ۔	ٹکس معلوم ہوا تھا	
۱۵۰	سرور	سُرور	

صفحہ	غلط	صحیح	کیفیت
۱۶۱	غضب	غَضَب	
"	سُبک	سَبُک	
۱۶۸	گنڈھی	گُنڈھی	
۱۷۲	گھمنڈ	گَھمَنڈ	
۱۷۸	عمارتیں	عِمارَتیں	
۱۷۹	اُڑائے ہوئے	اُڑائے ہُوئے	
"	آسٹریلیا	آسٹریلیا	
۱۸۰	ناریل	نارِیل	
۱۸۱	ضرورتیں	ضرورَتیں	
۱۸۲	مَصلحت	مَصلَحت	
	وقت	وَقت	
۱۸۳	زیر دشت	زیرِ دشت	
"	مرہٹے	مَرَہٹے	
۱۸۴	جال	حال	
۱۹۱	نجات	نَجات	
۱۹۵	جُزدوال	جُزدوال	
۲۰۶	سڑک	سَڑک	
"	دھڑ دھڑ	دَھڑ دَھڑ	
۲۰۶	سنجھ	سَمجھ	
۲۱۵	شہادتیں	شہادَتیں	
"	آدمی	آدَمی	
۲۱۶	جُزأت	جُرأت	
"	حرکت	حَرَکت	
۲۲۳	باہر	باہَر	
۲۲۴	برس	بَرَس	
۲۲۵	جنم	جَنَم	
۲۲۷	سکندر نے	سکندر نے	
	اُس کے	اُس سے	
	اچھا سلوک	اچھا سلوک	
	کیا۔	کیا۔	

بندہ
چُنی لال تمنا فرید آبادی حال نائب مدرس
مڈل سکول قصبہ تاؤڑو ۔ تحصیل نوح

فسانہ نمبر

میرے دوست مرزا فضل اعلیٰ صاحب خنجر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی محنت قابلِ داد ہے۔ خدا آپ کے علمی و ادبی ذوق میں ترقی دے۔ اردو لٹریچر پر آپ کا احسان ناقابلِ فراموش حقیقت ہے۔
جس کسی نے "فسانہ نمبر" دیکھا تعریف کی حتیٰ کہ اس وقت تک وہ ہاتھوں ہاتھ پھر رہا ہے اور یہی اس کی اعلیٰ کامیابی کا ثبوت ہے۔ جس کے لئے میں ضیغم صاحب سے آپ کو نیز عملہ کو ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہوں۔

مولوی عبد الغفور خاں صاحب ہیڈ ماسٹر لاڈھڑی لکھتے ہیں۔ آپ کے ہر دو نمبر جوبلی و افسانہ پڑھ کر طبیعت بے حد محظوظ ہوئی۔ واقعی ہر دو نمبر لاجواب ہیں۔ آپ نے اس قدر ضخیم نمبر نکال کر مدرسین کی واقفیت عامہ میں بڑا بھاری اضافہ کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول ناہری ضلع رہتک

چودھری رام ہر صاحب اے ڈی آئی پی ٹی کی زیر تربیت مڈل سکول ہذا میں ۴-جنوری سے ۱۳-جنوری تک ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ جس میں ناہری اور علاقہ کے مدارس سے بیس مدرسین نے شمولیت اختیار کی۔ لالہ کانشی رام صاحب بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر نے زیر تربیت مدرسین کی رہائش اور خورد ونوش کا معقول انتظام فرمایا۔ اور ریفریشر کورس کی کامیابی میں پورے طور پر کوشاں رہے۔ چودھری رام ہر صاحب چودھری ہری سنگھ صاحب سپروائزر پلے فار آل کے ہمراہ روزانہ دلچسپ کھیل کھلاتے رہے۔ پبلک نے بھی خاص شوق ظاہر کیا۔ اور مدرسین کے کام کرنے وقت ان کی کارگذاری کی داد دیتے تھے چودھری دیوا سنگھ صاحب ایم اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس علاقہ اے ڈی آئی چودھری سلطان احمد صاحب ایم اے کے ہمراہ دوران ٹریننگ تشریف فرما ہوئے۔ ۱۲-جنوری رات کو چودھری تنھو سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کے زیر اہتمام ایک دلچسپ ڈرامہ "دیہات سدھار" دکھایا گیا۔ حاضری تقریباً دو ہزار نفوس کی تھی ڈرامہ میں انسداد رسومات قبیحہ۔ بچپن کی شادی۔ قرض کی خرابیاں اور فضول خرچی کے متعلق نہایت دلچسپ اور مؤثر سین دکھائے گئے۔ خاتمہ پر چودھری تنھو سنگھ صاحب نے معقول تقریر کی پبلک بہت متاثر ہوئی ٭

(بختاور لال)

تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر کا ٹورنیمنٹ

سردار پریتم سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ رقمطراز ہیں کہ سال ۳۲ء سے مڈل سکولوں کیلئے ضلع ٹورنیمنٹ بند ہوگئے اور اس کے ساتھ ہی شیلڈوں اور انعامات کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ چونکہ انعامات کے بغیر طلباء کی تسلی نہیں ہوسکتی اس لئے اس سال کوشش کی گئی کہ شیلڈوں کے لئے عطیات مل سکیں تسلی بخش جواب ملے مگر رقم کے ناکافی ہونے کی وجہ سے سال ۴۳ و ۴۴ء کے ٹورنیمنٹ کے لئے کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ یقین ہے کہ معطی اصحاب کی دریا دلی سے سال ۴۴ و ۴۵ء کے ٹورنیمنٹ کے لئے شیلڈیں بہم پہنچ جائینگی اور انعامات کے لئے بھی علاقہ کے مخیر اصحاب کی توجہ سے بات بن جائے گی ٭

سال حال میں تحصیلی ٹورنیمنٹ ۳۰ نومبر اور یکم دسمبر میں ہوئے۔ ورنیکلر سکولوں نے صرف والی بال اور رسہ کشی میں حصہ لیا۔ تین والی بال ٹیمیں اور رسہ کشی کی صرف دو ٹیمیں تھیں۔ اول الذکر کھیل سال گذشتہ سے بہتر ضرور ہے مگر کھیلنے کے طریق اور ٹیم سپرٹ خاص تربیت طلب ہے۔ اینگلو ورنیکلر شعبہ سے دو فٹ بال ٹیم۔ دو ہاکی ٹیم اور والی بال ورسہ کشی کی پانچ پانچ ٹیمیں آئیں۔ گویا بمقابلہ سال گذشتہ کوئی کمی بیشی نہ ہوئی۔ والی بال میچ غیر دلچسپ تھے البتہ اوڑ سکول کے آنے پر کھیل کا رنگ بدل گیا۔ اور اب فتح و شکست مقابلہ کی بات بن گئی۔ چنانچہ نواں شہر سکول غلط خود اعتمادی سے کھیل ہار گیا۔ اوڑ سکول کے ننھے ننھے بچوں کا منضبط ہوکر صحیح طور پر کھیلنا انچارج مدرس کی قابلیت پر دال ہے اگرچہ گیند کا پاس کرنا ابھی توجہ طلب ہے فٹ بال کھیل ماہل پور اور نواں شہر کے درمیان ہوا مو اخرالذکر اتفاقیہ جیت گیا مگر کھیل کا معیار سال گذشتہ کی نسبت کمتر تھا۔ رسہ کشی کی ٹیموں کے مقابلہ نے دلچسپی بڑھا دی کئی ایک مقابلوں میں پھرالہ سکول کا مقابلہ کوئی نہ کرسکا۔ چنانچہ جو جو ٹیم اس کے مقابل آئی محض شکست کی امید پر جسے آخیر میں واقعات کا رنگ ملتا گیا۔ ہاکی میں اوڑ اور پھرالہ کا مقابلہ چوہے اور بلی کی لڑائی تھی چنانچہ دس منٹ کے کھیل میں اول الذکر کو چار گول ہوگئے لہذا ٹیم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھرالہ سکول کے مقابلے کے لئے کسی اعلیٰ ٹیم کی ضرورت تھی۔ باقی کھیلوں میں تقریباً ایک سو کھلاڑیوں نے حصہ لیا جن میں پھرالہ اور نواں شہر کے طلباء نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ورنیکلر سکولوں میں جاڈلہ اور منڈھالی سکولوں نے کافی انعام حاصل کئے۔ اور یہی دو ٹیمیں علے الترتیب والی بال اور رسہ کشی میں کامیاب تھیں۔ خوشی کی بات ہے کہ دوران میچ کوئی ناخوشگوار واقعہ ظہور میں نہ آیا۔ جو کھلاڑیوں کی ہمت اور ہار سہارنے کی قابلیت کا شاہد ہے۔ لالہ جگن ناتھ صاحب کمال پور۔ ماسٹر پھرالہ نے ٹورنیمنٹ میں خاص معاونت

فرمائی اور انعامات کی رقوم کے جمع کرنے میں ان کی ذات کو بہت حد تک دخل ہے۔ یکم دسمبر شام کو تحصیلدار صاحب نواں شہر نے انعامات تقسیم فرمائے اور مٹھائی کے لئے پانچ روپے انہوں نے اپنی جیب سے عطا کئے۔ ہر کامیاب کھلاڑی کو جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے دستخطوں سے مزین سرٹیفکیٹ دیا جائیگا۔ انعام عام طور پر ہیڈ ماسٹر صاحبان مدارس بحساب ایک روپیہ فی سکول دو روپے اے ڈی آئی صاحب اور لالہ جگن ناتھ صاحب کی معرفت آٹھ روپے جمع ہوئے۔

مڈل سکول پھرالہ ضلع جالندھر میں پرائمری سکولوں کا ٹورنمنٹ

۲۲ دسمبر پھرالہ اند الکھ وال کی شاملات میں سنٹر پھرالہ کے پرائمری سکولوں کا ٹورنمنٹ لالہ جگن ناتھ صاحب کمال ہیڈ ماسٹر پھرالہ سکول کی نگرانی میں منعقد ہوا۔ کبڈی اور رسہ کشی کی ٹیمیں شامل ہوئیں۔ سو گز کی دوڑ۔ مشکل دوڑ۔ بوری دوڑ۔ آلو دوڑ۔ لمبی چھلانگ۔ گیند پھینکنا وغیرہ کھیلیں ہوئیں۔ پہلی دو تو کھیلیں مشکل دوڑ، بوری دوڑ قابل دید تھیں۔ بچوں کی انتہائی کوشش گرنا اور گر گر اٹھنا اور انعام کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا وغیرہ ایسی باتیں تھیں جنکو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ کبڈی میں پھرالہ مڈل سکول کی پرائمری ٹیم اور رسہ کشی میں پرائمری سکول گھمن کی ٹیم اول نمبر پر رہیں باقی کھیلوں میں گرد و نواح کے سکولوں نے خوب حصہ لیا۔ اور دو بجے ٹورنمنٹ کے خاتمہ پر سکول صحن میں جلسہ تقسیم انعامات ہوا جس میں علاقہ کے معززین اور رؤسا بکثرت شریک ہوئے۔ حاضری پانسو سے کم نہ تھی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے بروقت نہ پہنچ سکنے سے سردار پریتم سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے صدارت کے فرائض انجام دئے جن کا کافی سے زیادہ خیر مقدم ہوا۔ پھرالہ سکول اور ہلی لوئر مڈل کے طلباء نے اشعار خیر مقدم اور دعائیہ نظمیں پڑھیں۔ لالہ جگن ناتھ صاحب کمال کی نظم نہایت پسند کی گئی۔ رپورٹ میں قابل قدر کھلاڑیوں کا خاص ذکر تھا۔ سکول کی تاریخ بھی اس کا ایک حصہ تھی۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر میں ایسے ٹورنمنٹ اشاعت علم کا ذریعہ بتائے اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کے شرکا کار کی جدت طبع کی داد دی۔ حاضرین پر علم کے فوائد نمایاں کئے۔ ٹورنمنٹ کو شاندار بنانے اور عوام کو تعلیم کا شائق بنانے کی اس ابتدا پر لالہ جگن ناتھ جی کو مبارکباد دی۔ انعامات جو نقدی کی صورت میں تھے اور لالہ جگن ناتھ صاحب اور ان کے سٹاف کی دریا دلی کی شہادت دے رہے تھے بخوشی تقسیم کئے گئے۔ کوشش کی گئی کہ ہر کھلاڑی کو کچھ نہ کچھ ضرور ملے۔ ہر کھیل کیلئے چار انعام رکھے گئے۔ ناکامیاب کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کی گئی اور نقد انعام و سنہری اور خوبصورت سرٹیفکیٹ عطا کئے گئے۔ لالہ جگن ناتھ صاحب نے حاضرین کی تواضع چائے اور سنگتروں سے کرکے اپنی اولو العزمی کا کمال دکھایا۔ غرض یہ کہ یہ اور اپنی قسم کا پہلا ٹورنمنٹ اور کمال کی قابلیت کا زندہ ثبوت تھا۔

(سیکرٹری انجمن معلمین)

مڈل سکول گھوناں ضلع لاہور

سالانہ معائنہ پانچ جنوری جناب شیخ صفدر علی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور نے بہمراہی شیخ غلام محی الدین صاحب اے ڈی آئی علاقہ و لالہ دیشوا ناتھ صاحب اے ڈی آئی پی ٹی فرمایا۔ ماسٹر لابھ سنگھ صاحب نے حصہ مڈل کو ڈرل کرائی طلباء ایک ہی یونیفارم میں ملبوس تھے جسے افسران معائنہ نے پسند فرمایا۔ باغیچہ اور گراؤنڈ اپنے انچارجوں کی دلچسپیوں کی زندہ شہادت تھے اور افسران ممدوح نے بنظر استحسان پسند فرمائے۔ تعلیمی شعبہ میں جماعت ہشتم کا کام خاص قابل تحسین تھا۔ دو بجے بعد دوپہر جلسہ ہوا جس میں سید عبد الغفور صاحب کا ڈرامہ "انیمی" حاضرین نے خاص پسند فرمایا اور اس کے دوران میں سید صاحب نے گذشتہ زمانہ کی جہالت کا مذاقیہ پارٹ دکھایا۔ بھنگڑہ دکھاتے وقت طلباء گاتے جاتے تھے اور مولوی برکت علی صاحب سیکنڈ ماسٹر ڈھول بجاتے تھے۔ حاضرین اور اصحاب ممدوح بہت محظوظ ہوئے۔ مدرسہ کا پی ٹی صاحب نے رگڑ میچ کرایا۔ لڑکوں نے گتکا بازی کی۔ ڈی آئی صاحب نے انگریزی تعلیم کی التجا کی۔ آپ نے چند مفید ہدایات دیں کہ ان کی موجودگی سے سکول کی بہبودی ہو سکتی ہے اور اس وقت ایک انگلش ماسٹر تعینات کیا جا سکتا ہے۔

(عبد الغفور)

مڈل سکول بدووال ضلع لودھیانہ

تحصیل لدھیانہ کا ٹورنمنٹ ۳ لغایت ۵ جنوری ہوا۔ سات دیگر مڈل مدارس کی ٹیموں نے شرکت کی۔ مڈل سکول بدووال کی ٹیموں نے فٹبال کے سوا تمام کھیلوں میں حصہ لیکر بے نظیر کامیابی حاصل کی۔ فائنل میچ کے مقابلے حسب ذیل ہوئے۔ ۱۔ والی بال بدووال اور رائے پور کے درمیان۔ ۲۔ رسہ کشی بدووال اور عودہ۔ ۳۔ رگڑ میچ بدووال اور رائے پور۔ ۴۔ کیڈی بدووال اور مانگٹ اور چاروں میں بدووال کامیاب۔ پنڈت سری رام صاحب ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی توجہ سے سکول تعلیمی اخلاقی جسمانی ذہنی ترقی کی

شاہراہ پر کامیابی سے گامزن ہے۔ (دیلی رام)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول ہرنال ضلع راولپنڈی

۶ر جنوری جناب لالہ دیوانچند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اپنے پرسنل اسسٹنٹ صاحب اور اے ڈی آئی صاحب علاقہ کے ہمراہ سالانہ معائنہ پر تشریف لائے۔ آپ نے سکول رجسٹروں کے چیک کرنے کے بعد جماعتوں کا تعلیمی کام ملاحظہ فرمایا۔ ہر جماعت آپ کے معیار میں پوری اتری۔ چنانچہ لاگ بک میں ہر جماعت کی علیحدہ علیحدہ تعریف کی اور مزید رقم فرمایا کہ میں بخشی لچھمن داس صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر سکول اور سٹاف پر خوش ہوں۔ کہ انہوں نے سکول کے ہر کام کو اعلےٰ پیمانے پر رکھا ہے ہیڈ ماسٹر صاحب کے علاوہ دو استادوں کا کام [illegible] اور باقی اصحاب کا تسلی بخش رہا۔ (بندرام)

مڈل سکول ہرنال ضلع راولپنڈی میں رورل کمیونٹی کونسل کا غیر معمولی اجلاس

۷ر جنوری جناب لالہ دیوانچند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں بشمولیت تمام فوجی یا پنشن خوار اصحاب علاقہ و معززین علاقہ ... ۷ طالب علم بھی حاضر تھے۔ ہرنال۔ ساہنگ۔ مندرہ۔ بوبھی اور گھوگھرولہ کے مدرسین بھی شامل ہوئے۔ ہرنال سکول کے طلبا نے حمد الٰہی گائی۔ بخشی لچھمن داس صاحب ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کی اہمیت کو مختصر مگر جامع الفاظ میں سامعین پر روشن کیا۔ صفائی کی نظم طلبا نے گائی لوئر مڈل سکول ساہنگ کے طلبا نے تعلیم پر نظم سنائی۔ ہرنال سکول کے طلبا نے پنجابی نظم گائی۔ ماسٹر کشن سنگھ جی ساہنگ نے صحت قائم رکھنے کے سولہ اصول بیان کئے سکول ہذا کے طلبا نے ڈرامہ کیا جو بہت کامیاب ہوا کیپٹن خوشحال سنگھ صاحب نے ایکٹروں کو دو روپے انعام دئے۔ مولوی محمد عظیم صاحب نے تعلیم نسواں پر لیکچر دیا۔ صاحب صدر نے تعلیم نسواں و دیہات سدھار پر مکمل روشنی ڈالی اور حاضرین سے استدعا کی کہ اپنے اپنے گاؤں میں ایک کمیٹی بنائیں جو دیہات سدھار کے نام سے نامی ہو اور صفائی دیہہ کی ذمہ دار ہو۔ (بندرام)

مڈل سکول ماڑی لگبھ ضلع لاہور

دیہات کے باشندگان میں جسمانی تعلیمی اور اخلاقی ترقی کا خیال موجزن کرنے کے لئے ۷ر جنوری تعلیمی میلہ منعقد ہوا۔ اشتہارات کافی عرصہ پہلے تقسیم ہو چکے تھے تقریباً دس ہزار کی حاضری ہوگئی عین ڈیڑھ بجے بعد دوپہر جناب شیخ صفدر علی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بہمراہی شیخ غلام محی الدین صاحب اے ڈی آئی علاقہ و لالہ وشوا ناتھ صاحب اے ڈی آئی پی ٹی مسٹر سالک اے ڈی آئی قصور اور ہیڈ ماسٹر صاحب اے وی مڈل سکول کھیم کرن تشریف فرما ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد سب انسپکٹر صاحب پولیس ہیڈ کنسٹیبل صاحب تھانہ کھالڑہ۔ داروغہ صاحب ابکاری اور روڈ انسپکٹر صاحب بھی تشریف لے آئے۔ دعائیہ نظم کے بعد طلبا سکول نے اس ڈرل دکھائی پروپیگنڈا پارٹی نے مختلف موضوعات پر متعدد نظمیں ہارمونیم طبلہ دو چمٹہ سے گائیں۔ مڈل سکول گھونڈا کے طلبہ نے بھنگڑا دکھایا۔ والی بال کبڈی اور گولہ کے میچ ہوئے اول الذکر ٹیمیں برابر رہیں۔ ہاکی کبڈی میں موضع سے ضلع امرتسر کی ٹیم اول نمبر رہی اور دوسرے نمبر پر وان ضلع لاہور کی ٹیم۔ گولہ میں رنجیت سنگھ موضع سے اول نمبر پر رہا۔ اور جھماں سنگھ سکنہ سرسنگھ دوسرے نمبر پر رہا۔ کھیلوں کے بعد صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی صدارت میں دربار منعقد ہوا انیس روپے کے انعامات کامیاب ٹیموں اور طلبا مدارس میں تقسیم ہوئے۔ حاضرین نے صاحب صدر کا شکریہ ادا کیا اور سکول کو انگریزی بنانے کی التجا کی جس کا حوصلہ بخش جواب دیا گیا۔ بیرونجات کے اصحاب کے خورد و نوش کا انتظام احاطہ بورڈنگ ہوس میں ہوا اور باشندگان دیہہ نے اپنی خدمات پیش کرکے گہری دلچسپی کا ثبوت دیا۔ (کرپا سنگھ)

تعزیتی تمائندہ جیمن ہائی سکول بٹالہ شہر

تمام استاد صاحبان اور طلبا کا خاص ماتمی اجلاس لالہ جیت رام صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر سکول کی صدارت میں ہوا اور شرمیان لالہ گوپی چند صاحب بی اے ایڈووکیٹ منیجر سکول ہذا کی نہایت بے وقت اور رنجدہ موت پر دلی رنج و الم کے اظہار کیلئے آپ کی بیش بہا قابل قدر قیمتی خدمات کا جو آپ نے بحیثیت منیجر سکول ہذا کی ہیں صدق دل سے اعتراف کیا گیا اور بھگوان سے پرارتھنا کی گئی کہ آنجہانی کی آتما کو راحت بخشے اور ان کے غمزدہ لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اسی قسم کے ریزولیوشن بورڈنگ ہوس اور سکول برانچوں میں بھی پاس کئے۔ بعد ازاں از راہ ہمدردی ایک دن کیلئے سکول بند رکھا۔ مزید قرار پایا کہ طلبا اور استاد صاحبان کی طرف سے اظہار عقیدت میں سورگباشی جی کا بڑا فوٹو ہال میں آویزاں کیا جائے۔ آج کے لئے تمام لوکل جینی انسٹی ٹیوشنز بند رہیں۔ (راجپال گپتا)

رہنمائے تعلیم بھی لالہ گوپی چند صاحب کی وفات پر ان کے پسماندگان اور سکول سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ (سچدیوا)

لوئر مڈل سکول چوکی مینار تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ

۱۶ جنوری یوم والدین زیر صدارت پنڈت ہیمراج صاحب زیر منایا گیا حاضری دو سو سے زیادہ ـ پرارتھنا کے بعد پنڈت سوہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کی غرض وغایت اور سکول ہسٹری گذشتہ پانچ سالوں سے تعداد کا مقابلہ وغیرہ کو۔ الف جونیئر ریڈکراس سوسائٹی کے اغراض ومقاصد۔ فوائد۔ چندہ ماہواری اخراجات۔ کارگذاری سالانہ وغیرہ ظاہر کرتے ہوئے تعلیم کی ضرورت پر لیکچر دیا۔ پنڈت سنتو رام صاحب نے زراعت کے مضمون پر مضمون پڑھا اسی مضمون پر دیہات سدھار راگ ہوئے پنڈت گوتا س رام صاحب ٹیچر اچھا پریت تے تعلیم نسواں پر مضمون سنایا۔ طلبا نے پنڈت ملکھی رام صاحب کے ہمراہ ملیریا بخار پر اعلیٰ ڈرامہ کیا۔ تلوک چند نے تمباکو نوشی پر نہایت اعلیٰ کہانی سنائی شیر سنگھ کیسری لال نے لطیفے سنائے۔ سری رام نکو رام دوسری جماعت نے گفتگو سنائی۔ تاراچند اول جماعت نے کہانی سنائی ۔ دیہات سدھار راگ ہوئے طلبا کو تعلیمی باقاعدہ حاضری صفائی اور صحت کے انعامات دئے گئے ـ صاحب صدر اور بابو لال چند صاحب نے تمام اعلیٰ کارگذاری پر پنڈت سوہن لال صاحب کو مبارک باد دی ۔ (ملکھی رام شرما)

دیوان امرناتھ ہائی سکول امین آباد ضلع گوجرانوالہ

۱۸ ـ جنوری کی خاص میٹنگ کے مطابق سکول ہذا کی پنچایت کے ممبر ۲۴ ـ جنوری اپنے سکول کے طلبا اور ان کے پڑوسیوں کے مکانات کی صفائی دیکھنے تفریح کے وقت گئے آج یہ وقت ایک گھنٹہ کا تھا سکول طلبا کو پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا ہم نے ہند و آبادی کے اندر کام کیا اور مسلم برادری کی دیکھ بھال کا کام جناب ہیڈ ماسٹر صاحب لوکل اسلامیہ ہائی سکول کے ذمے تھا۔ ہم نے ذیل کے محلے اور کوچے دیکھے ۔ بیرسٹر گلی ۔ کچہری محلہ ۔ ہانڈوں کی گلی ۔ اندرونی اور بیرونی دھرمے ۔ ماتوں کی گلی ۔ گلی صوبیدار ۔ خوشی کی بات ہے کہ ان محلوں کے بہت مکانات صاف تھے اور تمام خانگی اشیا باقاعدہ اور با ترتیب رکھی ہوئی تھیں گلیوں میں ضرور مکانوں کی دیواروں کے ساتھ کوڑے کے ڈھیر جمع تھے اور متعلقین سے التجا کی گئی ۔ کہ کوچوں کی صفائی پر بھی پوری توجہ دیا کریں ۔ کیونکہ یہی اصل صحت کا در دمان ہے ورنہ یہاں سے مکھیاں وغیرہ جراثیم پیدا ہو کر بدستور تباہی کا موجب ہونگے ۔ بعض آدمیوں کو شکایت تھی کہ وہ اپنے گھروں کو شیش محل نہیں بنا سکتے ان کی مالی کمزوری اس بات کی اجازت نہیں دیتی ان اصحاب سے عرض کی گئی کہ صاف اور پاکیزہ مکانات شیش محلوں سے بہتر ہوتے ہیں ایک گداگر بھی چاہے تو اپنا مکان صاف رکھ سکتا ہے ۔ جس مکان میں تمام اشیا باقاعدہ و قرینہ سے رکھی ہیں اور جس کے باہر کوڑا کرکٹ نہیں یا گلی کے اندر اگر رہتا ہے تو ضرور مینوں کے اندر رکھا ہو تو وہ بہتر اور صحت کے لئے اچھا ہوگا ۔ گلی بیرسٹر خاص صاف تھی کچہری محلے کے کچھ خاص ناصاف تھے توقع ہے کہ صفائی کے بارے میں جو کوشش ممبران شاف نے شروع کی ہے جلد اپنا پھل لائے گی ۔ پنچائت شاف نے فیصلہ کیا ہے کہ امداد حاصل کرنے کیلئے عنقریب اراکین میونسپلٹی سے رجوع کیا جائے ۔ (رچونی لال سیکنڈ ماسٹر)

نوٹ رہنمائے تعلیم :- اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے ضرور بار آور ہوگی جاری کئے جاؤ کوشش میرے دوستو ۔ (سچدیوا)

ڈی بی مڈل سکول جمال پور ضلع حصار

۲۶ ـ جنوری سالانہ معائنہ سکول کے بعد جناب لالہ پربھو دیال صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا جس میں قصبہ کے فوجی سردار ۔ مہاجن اور دیہات کے بسنے والے بکثرت تشریف لائے چودہری گھنشام داس صاحب اے ڈی آئی علاقہ بھی رونق افروز تھے حمد الٰہی کے بعد سکاؤٹس نے اپنے کرتب دکھلائے اور اس کے دوران میں اشاعت تعلیم ۔ دیہات سدھار کے گیت گانے کے علاوہ دیہی کام بھی بنا کر دکھایا علاوہ صاحب صدر کی شان میں قصیدہ مدحیہ پڑھا مولوی محمد سلیمان صاحب ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ سالانہ پڑھی جس میں باشندگان دیہہ کو تعلیمی رغبت دلاتے ہوئے فرمایا کہ سکول مسلمان اچھوت راجپوت جنگی اقوام کی آبادی میں اس غرض سے قائم ہے کہ راجپوت بچے تعلیم پا کر فوج میں ملازم ہوں کہ خواندہ رنگروٹوں کو ناخواندگان پر ترجیح حاصل ہے ۔ ساتھ ہی رسالہ ۱۴ لانسرز کے نوجوانوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بدستور اول دفعدار میجر اعجاز علی خاں صاحب کی معرفت دس روپے بطور انعام اپنے مدرسہ کی بہبودی اور ترقی کیلئے ارسال کئے ہیں دیگر معطی اصحاب کا بھی شکریہ ادا کیا گیا انعامات فیملی سسٹم ۔ حاضری روزانہ اور تعلیم کی بنا پر تقسیم ہوئے ۔ صاحب صدر اور اے ڈی آئی صاحب علاقہ کا شکریہ دفعدار صاحب نے ادا کیا کہ مسلمانوں کی تعلیم کی طرف آپ خاص متوجہ ہیں صاحب صدر نے سکول کے معائنہ پر لاگ بک میں نہایت تعریفی نوٹ درج فرمائے کہ "منشی محمد سلیمان خاں ہیڈ ماسٹر کا ضبط وانتظام قابل تعریف ہے مدرسہ دیکھ کر خاص خوشی حاصل ہوئی ۔ ڈرل اور کھیلوں پر خاص توجہ دی جاتی ہے منشی کھنیا لال نے اس بارے میں قابل تعریف کام کیا ہے تحریک سکاؤٹنگ و ریڈکراس سوسائٹی اچھا کام کر رہی ہے احاطہ سکول میں تقریباً تین سو درخت پرورش پا رہے ہیں باغیچہ اور درخت ہیڈ ماسٹر صاحب و ممبران سٹاف

اور طلبا کے احسانمند ہیں تعلیمی حالت ویری سیٹسفیکٹری ۔ (کھنیا لال)

گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور

سکول یونین کے ماتحت ۲۵ جنوری ساڑھے تین بجے شام سکول ہال میں جسے مصنوعی طور پر سیاہ پردوں سے تاریک کیا گیا تھا سید محمد صدیق شاہ صاحب ایم اے ایم او ایل نے انگلستان کی دیہاتی زندگی پر لیکچر دیا۔ یہ لیکچر ان لیکچروں کے سلسلے کی ایک کڑی تھا جو پیشتر لندن اور انگلستان کے دیگر مشہور شہروں پر دئے جا چکے ہیں لیکچر کی غرض طلبا کے سامنے انگلستان کی دیہاتی زندگی کا مکمل نقشہ پیش کرنا تھا۔ چنانچہ فاضل لیکچرار نے پہلے اس ملک کے چھوٹے چھوٹے قصبوں کے بازاروں اور کوچوں کی دلچسپ تصاویر پردے پر دکھائیں اور ان قصبوں کے ہفتہ واری بازاروں کا ذکر کیا بعد ازاں سمندر کے قریبی قصبات کی تصاویر دکھائیں۔ جو ماہی گیری کے مرکز ہیں اس سلسلے میں چینگ کیمسٹن۔ ہارموتھ۔ نیولائن اور ماہی گیر کشتیوں کے بیڑوں کی تصاویر دکھائی گئیں پھر مختلف دیہات کے گلی کوچوں۔ گرجوں اور مزدوروں کی جھونپڑیوں تک کا نظارہ پیش کیا گیا اس جگہ کے دیہات کے مکانات اور طرز بود و باش کا اپنے ہاں کے دیہات اور دیہاتیوں کی بود و باش سے مقابلہ کیا گیا آخر انگلستان کی زراعت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فارم ہاؤس آلات کشاورزی اور میلہ مویشیاں کی تصاویر دکھائیں۔ اس جگہ کی سردی کی شدت کا بیان کرتے ہوئے جھیلوں اور دریاؤں کے منجمد ہو جانے اور جنگلوں میں برف باری کی کیفیت دکھائی۔ برف پر ہاکی اور کرلنگ وغیرہ کھیلوں کا سماں دکھایا۔ پانچ بجے لیکچر ختم ہوا اور سردار ہزارہ سنگھ صاحب بی اے ایس ہیڈ ماسٹر نے مختصر تقریر کے دوران میں انگلینڈ کے دیہات میں ٹیچر۔ ڈاکٹر اور پادری اصحاب کو ضروری ہستیاں ثابت کیا اور بتایا کہ یہ لوگ وہاں نہایت پر لطف زندگی بسر کرتے ہیں اور بعید اطمینان اور سکون سے بستے ہیں۔ ہمارے ہاں کے دیہات کے برخلاف کہ تعلیم حاصل کرتے ہی دیہات کو خیرباد کہا اور شہروں کی رہائش کو ترجیح دی آپ نے وہاں کی دیہاتی زندگی کے نظاروں کا کشمیر کی دیہاتی زندگی کے خوبصورت نظاروں سے مقابلہ کیا اور حاضرین کی توجہ کشمیر کے خوبصورت مناظر کی طرف دلائی ۔

ازاں بعد صاحب ممدوح نے بہار اور اڑیسہ میں زلزلہ کی تازہ ترین تباہی کا ذکر کر کے تباہی زدگان کی امداد کیلئے حضور وائسرائے ہند کے زلزلہ ریلیف فنڈ میں چندہ دینے کی اپیل کی حاضرین نے نہایت فراخدلی سے اس میں حصہ لینے کا وعدہ فرمایا چندہ جمع ہو رہا ہے جو عنقریب افسران متعلقہ کی خدمت میں ارسال ہوگا ۔ (سید محمد صدیق ایم۔ اے)

مڈل سکول بلہ ضلع کرنال

۲۴ - جنوری جناب چودھری محمد مشتاق صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے پنڈت ترلوک چند صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے ہمراہ سالانہ معائنہ فرمایا۔ چودھری صاحب نے حصہ مڈل اور پنڈت صاحب نے پرائمری کلاسوں کو دیکھا جس کی فراغت کے بعد آپ کی صدارت میں انجمن معلمین سنٹر کا اجلاس ہوا۔ اساتذہ اور طلبا کے علاوہ ڈاکٹر صاحبان سول و ویٹرنری ہسپتال اور دیگر معززین نے بھی شرکت فرمائی چودھری سنگرام صاحب ہیڈ ماسٹر اور پنڈت سورج بھان صاحب سیکنڈ ماسٹر نے "قلم اور تلوار" پر مناظرہ اور مباحثہ کیا مولوی محمد ابراہیم خاں نے مدیر کا پارٹ ادا کیا اور برمحل و موقعہ دلائل کو ضروری اور کارآمد ثابت کیا منشی صوبا سنگھ نائب مدرس مونک نے ہر دو افسران معائنہ کی شان میں مدحیہ نظم پڑھی جس کے بعد سٹوڈنٹس کلب ہوئی۔ خوشخطی کے مقابلوں میں سنٹر کے طلبا نے بھی شرکت کی۔ پرائمری اور مڈل حصص کا علیحدہ علیحدہ مقابلہ ہوا۔ اور صاحب صدر نے خود طلبا کا انتخاب فرمایا۔ طلبا حصہ مڈل نے "عورتوں میں قوائے عقلیہ زیادہ ہوتی ہیں یا مردوں میں" کے مضمون پر مناظرہ کیا اور کافی و معقول دلائل کے بعد مردوں کے حق میں رائے دی۔ جماعت ہفتم اور پنجم کے طلبا کی شعر بازی ہوئی اور افسران معائنہ و سامعین نے اظہار دلچسپی کیا۔ خوش الحانی کا مقابلہ ہوا جس میں ایک دیہاتی مدرسہ کا طالب علم بہتر قرار دیا گیا۔ صاحب صدر نے مدرسہ کی ترقی پر اظہار خوشنودی کیا اور فرمانبردار۔ خوش الحان۔ خوشخط۔ اول نمبر پاس۔ حاضر باش اور صاف و ستھرا لباس رکھنے والے طلبا کو انعامات تقسیم کئے بچوں میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ رات ہر دو اصحاب موصوف نے میجک لینٹرن سے ملیریا سے محفوظ رہنے اور اس کے معدوم کرنے کے وسائل پر لیکچر دیا۔ نو بجے رات ڈرامیٹک کلب نے "پرہلاد بھگت" کا ڈرامہ کیا۔ حاضری تین سو تھی۔ ڈرامہ پر حاضرین مطلقین متاثر تھے صاحب صدر نے لاگ بک میں حوصلہ افزا ریمارک درج فرمائے ۔ (سیتا رام)

لوئر مڈل سکول کرالہ صوبہ دہلی

۲۸ جنوری سنٹر کنجیا ولہ میں چودھری دیپ چند صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل دہلی کی صدارت میں امن سبھا کا اجلاس ہوا معزز افسران سررشتہ تعلیم بھی رونق بخش تھے سکاؤٹس نے پبلک کے بٹھانے کا خاطر خواہ انتظام کیا چودھری رام ہیڈ ماسٹر نے گورنمنٹ اور پبلک کے فرائض پر مضمون پڑھا رسم کی خرابیوں پر ایک بھجن گایا گیا۔ مہمانوں کی خاطر تواضع اشیائے خورد و نوش سے کی گئی ۔ (رگھو دیال)

لوئر مڈل سکول کانگو تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ

۲۹ جنوری ایک بجے بعد دوپہر تفریح کے وقت موضع لاہڑی پتہ بڈوینگ تحصیل ہمیرپور کی طرف ناگہاں بے شمار دھوئیں اٹھتا دکھائی دیا خوف غالب ہوا کہ ابھی تیز ہوا میں آگ اپنا کام نہ کر رہی ہو۔ چنانچہ ایک اونچی جگہ سے دیکھ کر تصدیق کی معلوم ہوا کہ گھاس کے انباروں کو جو گاؤں کے ساتھ لگا رکھے ہیں آگ لگ گئی ہے۔ ملازم لوگ جمع کر کے موقع پر بھیجا گو لڑکوں نے روٹی نہیں کھائی تھی مگر وہ دوڑتے ہوئے موقعہ پر پہنچے بعض پانی کے گھڑے لانے گئے اور باقی گھاس کے گٹھے اٹھا اٹھا کر گاؤں سے پرے پھینکنے لگے۔ اور بچوں نے اپنی ہمت اور جوانمردی سے نہ صرف ہزاروں گھاس کے گٹھے ہی بچائے بلکہ گاؤں کو بھی خاص خطرے سے بچا لیا باشندگانِ دیہہ نے طلبا اور سکول سٹاف کی فوری امداد کا موزوں الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ (ساہنوں رام)

دیوان ہاسہ مل دیو سماج ہائی سکول لاہور

سالانہ جلسہ تقسیم انعامات شری دیو گورو بھگوان میموریل مندر کے وسیع ہال میں آنریبل سر ہنری کریک صاحب بہادر کے سی ایس آئی۔ آئی سی ایس ممبر خزانہ گورنمنٹ پنجاب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ شہر کی پبلک کے علاوہ رؤسا۔ گورنمنٹ حکام۔ وکلا۔ ایڈووکیٹ اور بیرونجات کے متعدد معزز حضرات شریک جلسہ تھے۔ صاحب صدر نے سکول عمارت کا سرسری معائنہ فرمایا جہاں دوسرے معززین کے علاوہ طلبا نے بینڈ سے پرجوش استقبال کیا جلسہ گاہ میں تشریف لانے پر طلبہ نے دلچسپ نظم بطور خوش آمدید گائی ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی اور سکول کی روز افزوں ترقی۔ اخلاقی اور تعلیمی معیار اور تمام ضروری کوائف جامع طور پر سنائے جس کے بعد طلبا نے مختلف موضوعات پر اردو اور انگریزی زبان میں عمدگی سے نظمیں سنائیں۔ چھوٹے بچوں کی دلچسپ کھیلیں ہوئیں تقسیم انعامات کے بعد صاحب صدر نے فرمایا کہ

"سکول کی عمارت کافی کھلی اور کشادہ ہے کھیلنے کا میدان نزدیک ہی ہے تقریباً پانسو طالب علم درج رجسٹر ہیں ان کی تندرستی اور بشاشت نے میرے دل پر خاص اثر کیا میرے خیال میں سکول کا اہم مقصد لڑکوں میں کیرکٹر پیدا کرنا ہے اور عملی اخلاق کی نشو و نما کرنا ہے اور یہ ہر دو مقصد اعلیٰ ہیں میں نے سکول میں جو کچھ دیکھا اس سے بہت متاثر ہوا میں اس کامیابی پر سکول کے ہیڈ ماسٹر اور مینجنگ کمیٹی کو مبارکباد دیتا ہوں۔" (سیکرٹری)

ورنیکلر مڈل سکول بھرڑی ضلع کانگڑہ

رائے صاحب ہزارا ئن لال صاحب ذیلدار حلقہ بیہہ سفید پوش و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع کانگڑہ و رئیس اعظم دہمرول کی صدارت میں یکم فروری کو یوم والدین منایا گیا حاضری دو سو سے زیادہ تھی پرارتھنا کے بعد نمائش گاہ کا ملاحظہ کرایا گیا لالہ تلسی رام صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے یوم والدین کے اغراض و مقاصد پر موثر تقریر کی طلبا نے دیہات سدھار کے راگ گائے۔ مرلی سنانے والے لڑکوں نے مرلی سنائی۔ اور طلبہ نے خوانده خاوند اور بیوی کے فرائض پر گفتگو کر کے لازمی تعلیم کے اجرا کی نسبت نقل کی سکاؤٹس نے عجیب کھیلیں اور کرتب دکھائے لالہ لچھمنداس صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے والدین اور مدرسین کی فرض شناسی پر تقریر کی لالہ ٹھاکر رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے سکول کی رپورٹ پڑھی صاحب صدر نے مستحقین میں انعام تقسیم کئے اور حاضرین کو بچوں کو تعلیم دلانے اور لازمی تعلیم کے مقاصد پر موثر تقریر کی۔ (ہیڈ ماسٹر)

گورنمنٹ ہائی سکول راہوں

۲۔ فروری ممبران سٹاف اور سکاؤٹس نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دیہات سدھار کے لئے صحن میں جمع ہوئے جہاں لالہ شنکر لال صاحب بھلہ کی صدارت میں میٹنگ ہوئی۔ قرار پایا کہ برسات کے ایام میں دریائے ستلج کی طغیانی سے کثرت سیلاب کے سبب ملیریا بخار بہت شدید تھا اور ہزاروں آدمی اس کی بھینٹ ہو چکے ہیں لہذا ملیریا کا مکمل طور پر انسداد کیا جاوے اب راستے صاف ہیں جھیلیں اور نالے تقریباً خشک ہو چکے ہیں اس لئے ہفتہ عشرہ تک باقاعدہ پروگرام کے مطابق کام شروع ہو۔ موضع گڑھی اور حسین پور اس غرض کے لئے مقرر ہوئے۔ سب اصحاب موضع گڑھی میں گئے جس کے گلی کوچوں میں طلبا نظمیں دیہات سدھار کی گاتے رہے ایک طرف پلکن کے درخت کے سائے میں زمیندار جمع ہوئے۔ گراموفون سنایا گیا تمام استاد صاحبان نے یکے بعد دیگرے ملیریا کی پیدائش۔ حفظ ماتقدم اور علاج وغیرہ کی ہدایات دیں یہاں سے فارغ ہو کر حسین پور گئے اور ایک مسجد کے صحن میں بدستور اول عوام کو ہدایات دے کر واپس ہوئے۔ سکاؤٹس فنڈ سے ایک روپیہ کی شیرینی طلبا میں تقسیم کی گئی۔ (بوٹا رام قاصر)

ڈی۔بی ہائی سکول رائے کوٹ ضلع لدھیانہ

بھائی لچھمن سنگھ جی گیانی سکاؤٹ ماسٹر کی زیرنگرانی سکاؤٹس نے نمایاں ترقی کی ہے مثلاً ۱۔امسال ڈسٹرکٹ لوئر سکاؤٹ ٹریننگ کیمپ میں سکول سکاؤٹ ٹروپ اول رہا۔جو زیرنگرانی جناب ایچ ڈبلیو ہاگ صاحب بہادر او۔بی۔ای سیکرٹری پنجاب لیجائے سکاؤٹ ایسوسی ایشن لاہور۔لدھیانہ میں ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء میں منعقد ہوا تھا۔اور سات روپے انعام حاصل کئے۔

۲۔صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع لدھیانہ نے اپنے گذشتہ معائنہ پر مندرجہ ذیل حوصلہ بخش ریمارک سکاؤٹس کے بارے میں درج لاگ بک فرمائے۔

"سکول کے سکاؤٹ ٹروپ کو دیکھ کر بہت مسرت حاصل ہوئی۔مزید برآں یہ امر بھی موجب خوشی ہوا کہ سکول کا بینڈ اور سکاؤٹ ٹروپ ہر دو بہت تربیت یافتہ اور ہر لحاظ سے مکمل ہے۔رائے کوٹ ایسے دور دراز علاقہ میں ایسے مکمل اور تربیت یافتہ ٹروپ کی موجودگی خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی جس کے لئے میں ہیڈ ماسٹر صاحب سکول اور سکاؤٹ ماسٹر صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کی ہر طرح خوش قسمتی چاہتا ہوں"۔ (ہیڈ ماسٹر)

لوئر مڈل سکول گڑھ شنکر والہ ضلع ہوشیارپور

جناب لالہ بھانا رام صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔دعائیہ نظم کے بعد دیہات سدھار منڈلی نے دو ڈرامے کئے اور دیہات سدھار کے گیت گائے۔ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی رپورٹ میں ۱۸۶۰ء سے لیکر سکول ہسٹری بیان کرتے ہوئے دور حاضرہ کے شاندار ریمارکس جو افسران اعلےٰ نے وقتاً فوقتاً درج لاگ بک فرمائے پڑھ کر سنائے جنہیں سنکر پبلک بہت محظوظ ہوئی۔صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمانے کے بعد فرمایا کہ سکول ہذا اپر مڈل سکول کے پہلو بہ پہلو کام کر رہا ہے تعداد طلبہ خاصی ہے۔بچوں کو قابل تعریف طریق سے سدھایا جاتا ہے اور انہیں حالات حاضرہ کے متعلق دلچسپ ڈراما دکھانے کیلئے ٹرینڈ کیا جاتا ہے۔تعلیم کی تعریف کرتے ہوئے موجودہ تعلیم کے ساتھ ضروریات زمانہ کے مطابق ٹیکنیکل تعلیم کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا اکثر ماہرین کا خیال ہے۔آپ نے زلزلہ کے تباہی انگیز دکان کا ذکر کرتے ہوئے آخرت کے توشے کے حقوق کی غرض سے ایسے لوگوں کو اُٹھنا چاہیئے۔مبادا ہم بھی اسی قسم کا شکار ہو کر نیک اعمال کی امنگوں کو ساتھ ہی لے جائیں۔ (کشمیری رام)

لوئر مڈل سکول مانگی ضلع لدھیانہ

چودھری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے سالانہ معائنہ فرمایا۔باغیچہ کی خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ سکول کی صفائی کو آپنے بہت پسند فرمایا اور لاگ بک میں درج فرمایا کہ سکول کی حاضری بروز امتحان نوے فیصدی تھی۔مدرسین ان کی تعلیم میں خاص دلچسپی لیتے ہیں تعلیمی حالت خاصی اچھی ہے۔بعد امتحان سات روپے کی شیرینی اہالیان دیہہ کی طرف سے طلبا میں تقسیم ہوئی رات سکول بالغان کا معائنہ ہوا جہاں طلبا کو آپ نے دیہات سدھار پر لیکچر دیا۔دوسرے روز اہالیان دیہہ کی موجودگی میں جلسہ ہوا جس کی صدارت فرماتے ہوئے آپ نے تعلیم کی ترقی پر لیکچر دیا جس کے دوران میں ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ کا بھی ذکر کیا حاضرین نے سکول کے اپر مڈل بنائے جانے کی درخواست دی۔ایک کمرے کی توسیع کا اقرار کیا سردار جوگندر سنگھ صاحب و ورسیر مانگی نے تیس روپے کی گراں قدر رقم ٹورنمنٹ کپ کے لئے دی جو ہر طرح سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ (غلام محمد ایس۔وی)

سنٹر سدھوال کلاں تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ

سردار مندر سنگھ صاحب اے ڈی آئی جگراؤں کی صدارت میں ریفریشر کورس کا انعقاد ہوا۔سنٹر ہذا اور نیز ستو دی کے اساتذہ شامل ہوئے۔پہلے روز افتتاحی کارروائی سے پیشتر آپنے مندرجہ ذیل ہدایات دیں۔موجودہ تعداد قائم رکھنے کی پوری کوشش کی جائے جنوری اور دسمبر کے خارج شدگان دوبارہ داخل ہو سکتے ہیں صرف نئے لڑکے دوسری اور چوتھی سے ہی داخل نہیں ہو سکتے۔مدرسین اپنے سکولوں کو نمونہ کا سکول بنائیں۔سبق ایسے دلچسپ طریق سے پڑھائیں کہ طلبا خود بخود سکول کھچے آئیں کھیلوں کا مشتاق ہو اور چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج جاننا چاہیئے اور اپنا رسوخ قائم کرنا چاہیئے۔معافی فیس کے بارے میں آپنے فرمایا کہ جن چھوٹ طلبا کی نصف فیس محکمہ نے معاف فرمائی ہے انہیں کوئی اور رعایت نہ دی جائے۔جن طلبا کی فیس چھوٹا بھائی ہونے کی وجہ سے نصف معاف ہو ان کے مقابل خانہ کیفیت میں بڑے بھائی کا نام جماعت اور اس کا نمبر سلسلہ درج ہونا چاہیئے۔معافی فیس کی رعایت دینے کے لئے محکمانہ سرکلرات غور سے مطالعہ کرنے چاہئیں۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ رجسٹر عموماً صاف نہیں رکھے جاتے نہ ہی اول مدرس ان کی اچھی طرح پڑتال کرنے میں دلچسپی

مال کی پوری پوری خانہ پُری نہیں کی جاتی اس لاپرواہی سے باز رہنا چاہئیے۔ اب باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ سنٹر ہیڈ ماسٹر صاحب نے انتظامات نشست برخاست بخوبی کئے ہوئے تھے۔ مدرسین نے فرداً فرداً نمونے کے سبق پڑھائے جو خاص محنت اور جانفشانی سے تیار کئے گئے تھے۔ اسباق پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب صوان کلاں نے ان نقائص کو دور کرنے پر موثر لیکچر دیا۔ طلبا اور مدرسین نے خاص دلچسپی لی۔ صاحب صدر نے مناسب ہدایات سے مالامال کیا۔ (ولی محمد)

ریفریشر کورس ڈھنڈاری خورد تحصیل لدھیانہ

جناب چودھری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی حلقہ شرقی کی زیر نگرانی سنٹر ہذا کے ساتھ سانڈال مدووال۔ مانگٹ اور جنڈیالی سنٹروں کے تقریباً اسی مدرسین نے ریفریشر کورس میں شرکت فرمائی۔ حمد الٰہی کے بعد صاحب صدر نے کورس کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ جن میں تعلیمی ترقی اور اضافہ تعداد کے وسائل ذہن نشین کئے۔ اور فرمایا کہ تعداد کی زیادتی عام طور پر پہلی سہ ماہی میں خاص کی جائے۔ جماعت اول کی تیاری پر مفصل ہدایات دیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان کو تاکید کی گئی کہ وہ جماعت اول کی وقتاً فوقتاً پڑتال کرتے رہا کریں۔ گویا اس جماعت کی تیاری بھی ورنیکلر فائنل کے امیدواروں کی طرح لازمی مانی جائے۔ فہرست داخلہ ہر وقت تیار رکھی جائے۔ نقشہ ہماری جماعت اول کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ لاگ بک کے نقائص رفع کرنے پر خاص توجہ دلائی۔ علاوہ بریں سالانہ معائنہ کے بعد تعلیم میں کوتاہی نہ کی جایا کرے۔ اپنا فرض ہر حالت میں نمایاں طور پر ادا کرنا لازم ہے۔ صدر کے سرکلرات کی تعمیل بھی مفصل سے کی جانی چاہئیے عام طور پر پرائمری مدارس میں سلیبس محض برائے نام تصور کئے جاتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں سلیبس نہایت خوشخط تحریر کرکے ہر کمرے میں آویزاں کئے جائیں اور اسکے مطابق کام کی تکمیل فرض مانا جائے۔ انشا پردازی پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ سال بھر کیلئے کم از کم چالیس مضامین ہوا کریں۔ اور لڑکوں سے لکھوائے جائیں ان کے لئے خاص ہدایات دی گئیں نقشہ کشی کی کاپیوں کی تکمیل اور توضیحی نوٹ کی اہمیت واضح کی۔ نقشہ کشی کے ساتھ نقشہ بینی کی بھی خاص ضرورت محسوس کرائی گئی ان سب امورات کیلئے مدرسین کی تیاری ضروری ہے جس کے لئے درسی کتب کے علاوہ دیگر کتب اور لغت کی کتابوں کا مطالعہ ہونا چاہئیے۔ ترتیب جسمانی کے سلیبس تیار کرکے ان کی بھی پوری پابندی کی جائے۔ دماغی تربیت کے لئے جسمانی تربیت ضروری ہے اسی طرح بچوں کی صفائی کی پڑتال روزانہ ضروری ہے اور اس کا ریکارڈ رکھا جائے رجسٹروں کی تکمیل کیلئے مفصل ہدایات دیں۔ اور رجسٹر حسابات کا مجلد ہونا لازمی قرار دیا۔ اور مکمل رسیدات کا حاصل کرنا فرض مانا گیا ہر سنٹر میں رجسٹروں کی پڑتال بغور کی جائے پھولوں کے لگانے پر بھی خاص توجہ درکار ہے طلبا اپنے اپنے گھروں میں بھی پھول لگائیں۔ آئندہ ماہ فروری اور مارچ میں انجمن معلمین کی بجائے یوم والدین منائے جانے چاہئیں جلوس نکال کر طلبا کے سرپرستوں اور والدین پر تعلیم کی ضرورت واضح کی جائے مدرس اپنے آپ کو ہر دلعزیز ثابت کریں۔ ان کا چال چلن اعلیٰ اور شک سے بالاتر ہو۔ بدنی سزا سے قطعی پرہیز رکھیں۔ اجلاس کی کارروائی میں لالہ کرم چند صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سانہ وال نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی ڈائری پر اظہار خیالات کیا۔ اور فرمایا کہ رہنمائی کے بغیر تعلیم موثر نہیں ہو سکتی۔ کارکن اور لاپرواہ مدرس کی نگرانی پر موزوں تقریر کی ہیڈ ماسٹر صاحب کا اپنے ماتحتوں سے خوشگوار سلوک کیونکر ممکن ہو سکتا ہے واضح طور پر بتایا۔ مولوی عبداللہ خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مانگٹ نے مدرسہ کی تعلیمی حالت کیونکر درست ہو سکتی ہے پر اپنے خیالات ظاہر کئے اور فراہمی طلبا۔ حاضری طلبا۔ مطالعہ کا شوق اور ہیڈ ماسٹر صاحب کا مدرسین سے سلوک وغیرہ ہر پہلو سے حاضرین کو واقفیت دلائی۔ سردار ہرنام سنگھ صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ڈھنڈاری خورد نے رجسٹروں کے متعلق مناسب ہدایات دیں۔ رجسٹر اشیا مال سرکار کے رکھنے پر موثر تقریر کی۔ آپ نے انچارج رجسٹرات کا ایماندار ہونا لازمی قرار دیا۔ مانگٹ سکول کے ایک طالب علم نے مدرس کی عظمت پر نظم پڑھی۔ سردار کلیان سنگھ صاحب نے اشاعت تعلیم پر پنجابی نظم پڑھی جو بڑی موثر ثابت ہوئی۔ پنڈت گوجر رام صاحب ہیڈ ماسٹر جنڈیالی نے فراہمی طلبا پر اپنے خیالات ظاہر کئے جن کی کاربندی سے کامیابی یقینی ہے مدرس کی خودداری۔ اعلیٰ اخلاق نیک چال چلن اور معززین دیہہ سے میل جول وغیرہ کو بذریعہ تمثیلات واضح کیا۔ گیانی وریام سنگھ صاحب پنجابی ٹیچر ڈھنڈاری خورد نے مدرسین کے فرائض اور کسانوں کی حالت پر پنجابی نظم پڑھی گویا زمیندار کا فوٹو آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا۔ پنڈت سری رام صاحب ہیڈ ماسٹر بارووال نے سکول کو کس طرح گلزار بنایا جا سکتا ہے پر اپنے خیالات ظاہر کئے پھول لگانے۔ ان کی پرورش اور طلبا کی دلچسپی ہر پہلو کو بخوبی

واضح کیا موسم گرما اور سرما میں پیدا ہونے والے پھولوں کے نام حاضرین پر واضح کئے گیاریوں کے اشکال وغیرہ کے فوائد تعلیمی ظاہر کئے۔ اب صاحب صدر نے تمام مضامین پر تبصرہ فرماتے ہوئے عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی اور تمام مضامین کرنے والے اصحاب کا شکریہ ادا کیا۔ منشی رحمت اللہ صاحب حاذق نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور ہیڈ ماسٹر صاحب ڈھنڈاری اور ان کے سٹاف نے جملہ حاضرین کی تواضع چائے اور پھلوں سے کر کے حق مہمانی ادا کیا۔ (تلسی رام سیکرٹری)

گورنمنٹ ہائی سکول فاضلکا

بیدی نرنجن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کے زیر سایہ سکول روز افزوں ترقی پر ہے آپ انتظامی قابلیت اور تعلیمی استعداد کے علاوہ دردمند دل کے مالک ہیں۔ جو ملک سے جہالت دور کرنے کی نسبت ہر وقت تجاویز سوچتا رہتا ہے اسی خیال سے آپ نے ریڈ کراس سائٹی کا افتتاح کیا طلبا اور ممبران سٹاف نے بھی اس نیک تحریک کو سکول اور عوام کے حق میں مفید [illegible] پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی پوری کوشش کی۔ گوسائیں رام پرتاب سیکرٹری سوسائٹی مذکورہ کی موثر اپیل پر ایک مائی مہاتما نے ایک ہزار روپیہ چندہ دیا جس کی بدولت ۳۵ روپے ماہوار طلبا کو فیس کی امداد میں دئے جاتے ہیں طلبا کی سرپرستی کے ساتھ آپ نے مستورات میں بیداری پیدا کرنے کے لئے اسی سوسائٹی کی سرپرستی میں مستورات کی ایک کانفرنس سکول کے وسیع اور شاندار ہال میں ۲۔ فروری کو منعقد کرائی۔ پروگرام نہایت دلچسپ اور سبق آموز تھا۔ لوکل گرلز سکول کی طالبات نے ڈراموں اور کھیلوں کے ذریعے حاضرین پر تعلیمی ضرورت کو ظاہر کیا۔ لیڈی ڈاکٹر صاحبہ زنانہ ہسپتال نے بچوں کی پرورش اور حفظان صحت کے مشہور اصولوں پر عالمانہ لیکچر دیا۔ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کی ہیڈ معلمہ صاحبہ نے اس کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کی چنانچہ لیڈیز کلب کا وجود ہوا جو اب نہایت مفید کام سرانجام دے رہی ہے کانفرنس کے لئے احاطہ سکول میں بڑے بڑے لگے ہوئے تھے اور بہت چھوٹے چھوٹے سکاؤٹس مستورات کی رہنمائی اور پانی کی بہم رسانی کیلئے مقرر تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اپنے سٹاف کے ساتھ سکول کے احاطہ سے باہر برف کے کارخانہ کے احاطہ میں سکاؤٹس کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کر رہے تھے گوسائیں رام پرتاب صاحب سیکرٹری موٹروں اور ٹانگوں کے ساتھ ساتھ سکاؤٹس بھیجتے رہے گم گشتہ بچوں کو انکی ماتاؤں تک پہنچاتے رہے اگرچہ ایک ہزار کا مجمع تھا مگر انتظام کی خوبی سے جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ ہر فرد و بشر سوسائٹی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کا مداح تھا۔ (رام پرتاب سیکرٹری)

مدرسہ بھدوڑ ریاست پٹیالہ

۵۔ پھاگن سمت ۱۹۹۰ کو راجہ ہرچند سنگھ صاحب رئیس بھدوڑ کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج وغم کیلئے سکول سٹاف و طلبا لالہ لال رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں جمع ہوئے اور رئیس صاحب کی بے وقت و رنجدہ موت پر اظہار افسوس کیا گیا۔ پرماتما سے دعا کی گئی کہ انکی روح کو شانتی بخشے و پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا ہو۔ (رچھپال) رہنمائے تعلیم راجہ صاحب کے پسماندگان سے اظہار افسوس کرتا ہے۔ (سب ایڈیٹر)

مڈل سکول ڈاکھہ ضلع لدھیانہ

چودھری علی محمد صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں ٹیچرز کورس کا انعقاد ہوا مضافات کے سنٹروں سے ایک سو دس مدرسین نے حصہ لیا ماسٹر پیارے لال جی نے دیہاتی مدرس کی مشکلات پر اپنے خیالات ظاہر کئے جس میں مدرس کی مالی مشکلات۔ پبلک سے سلوک اور محکمہ کا تحکم وغیرہ مدارج تھے صاحب صدر نے ہر ایک بیان کردہ مشکل کا ہمدردانہ جواب خیر میں دیا۔ مڈل سکول ہلوارہ کے جماعت اول و دوم کے طلبا نے نظمیں اور کہانیاں سنائیں جو پسند کی گئیں۔ اسی سکول کے نمونہ جات ملاحظہ فرما کر صاحب صدر نے کئی ہدایات دیں۔ ماسٹر بیر سنگھ نے جماعت اول کو تعلیم کے مختلف طریقہ تعلیم پر مضمون پڑھا اور نمونہ کا سبق پڑھایا۔ طریقہ تعلیم بہتر تھا لیکن طلبا کا نوآموز ہونا ضروری تھا ماسٹر کرتار سنگھ نے جماعت اول فریق اعلیٰ کو رقوم نویسی اور جمع پر سبق دیا۔ صرف رقوم نویسی کا تصور دیا جا کر امتحان ہو سکا اور صاحب صدر نے اپنے خیالات کا اظہار اس طریق سے کیا کہ پختگی کو نظرانداز کیا گیا ہے حالانکہ رقوم نویسی پر زور دیا جانا چاہیے آئندہ جماعت اول میں دس تک زبانی جمع اور جماعت دوم میں بیس تک زبانی جمع کی مشق کرائی جائے منشی محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر ہلوارہ نے اپنا مضمون اردو کی تعلیم کو بہتر بنانے کے وسائل پر پڑھا۔ نمونہ کے طور پر جماعت ہشتم کو تین شعر پڑھائے مضمون محنت سے تیار کیا ہوا تھا اور سبق بچوں کے لئے مفید دلچسپ اور ان کی واقفیت کو بڑھانے والا تھا۔ صاحب صدر کی رائے میں ضروری ہے کہ مدرسین لائبریری سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ کلاس لائبریری کھولی جائے محفل ادب قائم ہو اور مدرسہ کو تفریح کا سامان بنائیں وہ کھیلوں میں خود حصہ لیں۔ یوم صفائی مقرر کر کے ہر ہفتہ اس روز صفائی دیکھی جائے۔ سردار دیوا سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول ہذا نے معافی فیس، رجسٹرات کی غلطیاں اور انکی اصلاح پر مضمون پڑھا جس سے پرائمری اور لوئر مڈل مدارس کے مدرسین کی واقفیت میں کافی اضافہ ہوا۔

صاحب موصوف نے تمام کارروائی پر تنقیدی تقریر کی۔ پرائمری ریفریشر کورس کیمپ بعد ازاں مختلف سکولوں کے کوائف جمع کئے اور انہیں اس ماڈل سکول کے نمونے دکھا کر اپنے اپنے سکولوں میں بنانے کی ہدایات دیں۔ (دھرم بھگت سنگھ)

لوئر مڈل سکول سگوالہ ضلع سیالکوٹ

۹۔ فروری پنڈت منشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے جلسہ ہوا۔ زلزلہ کی تباہی اور لوگوں کی بدحالی کا نقشہ طلبا سکول و سٹاف کو سنایا گیا اور اپیل کی گئی کہ انکی امداد کیلئے دانہ دُنکا اکٹھا کیا جائے۔ چنانچہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی ٹولیاں اساتذہ کی نگرانی میں گاؤں میں داخل ہوئیں اور وہاں سے دانہ دُنکا مانگ کر اکٹھا کیا چنانچہ اس طرح قطرہ قطرہ بہم شود دریا کا مقولہ صادق آیا اور پبلک سے نقدی اور جنس کی صورت میں ۲۱ روپے ۴ آنے جمع ہوئے۔ سٹاف نے سات روپے مدرسین سنٹر سے چار روپے ریڈ کراس سائٹی ۲ روپے پبلک گوجرہ معرفت لالہ ایشرداس انچارج سکول ۵ روپے ۶ پر اس طرح کل ۳۹ روپے جمع ہوگئے۔ (غلام رسول سکرٹری)

منوہر لال میموریل ہائی سکول فیروزپور چھاؤنی

۱۸ فروری عظیم الشان تیاریوں کے ساتھ تقسیم انعامات کا جلسہ فخر قوم آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ پنجاب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ روسائے چھاؤنی و شہر۔ تمام محکموں کے افسران ذیشان اور افراد پبلک کی کثرت تھی۔ نہایت پررونق بخش جلسہ تھے۔ پرارتھنا اور خوش کن مدھر دلکش ترانے۔ رامائن کی چوپائیاں نصیحت خیز بھجن اور ولولہ انگیز نظمیں اردو ہندی اور انگریزی کے مکالمے مزاحیہ ڈرامے نہایت پسند کئے گئے۔ شاہی لکڑہارا اور ویر ابھیمنیو کے ڈرامے تماشگر مسرت بخش تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول کی سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں سکول کی روز افزوں ہر دلعزیزی شہرت۔ ہمہ گیر ترقی و اولیت اور گذشتہ سال شاندار قابل تعریف نتائج۔ سکول بہت خوش رہنے ہوئے۔ محترم صدر جلسہ نے انعامات تقسیم فرمائے اور ایک سو روپیہ نقد عطا کئے۔ شاہی لکڑہارے کے ڈرامہ میں سب سے اچھا پارٹ ادا کرنے والے لڑکے کو پانچ روپے نقد عطا کئے۔ سکول کے بانی لالہ رام جی لال اور اکثر علم دوست مخیر اصحاب نے بھی معقول رقوم دیکر سکول کی مدد کی۔ آخر صاحب صدر نے سکول کے حالات پر بسیط تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بلا مبالغہ یہ سکول طلبا کے جسمانی دماغی اور اخلاقی قوا کی تربیت کرنے اور انکے جذبات عالیہ کی نشوونما کر کے انہیں نیک سیرت۔ ستودہ اخلاق اور معزز شہری بنانے کے فرائض سے کما حقہٗ عہدہ برآ ہو رہا ہے اور ہیڈ ماسٹر صاحب اس مقصد کو بدرجہ اتم پورا کرنے میں تعریف کے مستحق ہیں۔ سکول کا تعلیمی نصب العین بلند۔ یونیورسٹی نتائج سالہا سال سے بیحد پسندیدہ افسران معائنہ کیلئے یہ ادارہ غیر معمولی طور پر قابل ستائش ہے۔ میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی ان شگرمانہ احسن کارگذاریوں کو بنظر استحسان دیکھتا ہوا سکول مینجنگ کمیٹی کو تہہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ طلبا کو سادہ زندگی بسر کرنے اور فارغ التحصیل ہو کر کسی صنعت کیطرف متوجہ ہونے اور اسمیں کمال پیدا کرنے کی ہدایت کرتا ہوں جس نوجوان نے تعلیم حاصل کر کے خودداری اور خوداعتمادی کو نہیں سیکھا میں اسے صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ نہیں سمجھتا۔ استاد صاحبان طلبا کو بلند اخلاق اور مضبوط سیرت عصر ناماؤں کے سوانح حیات کے مطالعہ کا شوق دلائیں۔ واشنگٹن اور اسی قسم کے دیگر مشاہیر کی سوانحعمری سے خوداعتمادی اور عزم صمیم کا پورا پورا سبق ملتا ہے سکول لائبریری میں اس قسم کی کتابیں بکثرت ہونی چاہئیں۔ غرض اسی قسم کی نصائح آموز اور سبق آموز تقریر سے آپنے حاضرین کو ضروریات زمانہ اور حالات حاضرہ سے پورے طور پر باخبر کیا۔ غرض تقسیم انعامات کا یہ غیر معمولی جلسہ نہایت کامیابی سے انجام پذیر ہوا جس کیلئے لالہ شام نارائن صاحب ہیڈ ماسٹر قابل صد تحسین و آفرین ہیں جنکی سالہا سال کی پیہم مخلصانہ خدمات نے سکول کو ڈویژن بھر میں قابل رشک اور ممتاز ترین حیثیت لادی ہے آپکا وجود سکول کیلئے مغتنمات سے ہے۔ (جوندلال)

ماڈل سکول نونہ مزرعہ ضلع رہتک

چودھری یو راج سنگھ صاحب ایم اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے پنڈت جے دیو صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے ساتھ سالانہ معائنہ فرمایا۔ آپ سکول کو دیکھکر بہت محظوظ ہوئے اور درج ذیل لاگ بک فرمایا۔ حاضری نہایت تسلی بخش درجہ مڈل میں ۹۷ فیصدی پرائمری میں ۹۲ فیصدی اوسطاً ۹۵ فیصدی نتائج ہشتم ۱۳/۱۴ - چہارم ۲۲/۲۲ جو بہت عمدہ ہیں جس کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب اور سکول سٹاف مبارک کا مستحق ہیں کھیلوں میں سکول نے دو کپ رسہ کشی اور فٹ بال حاصل کئے۔ گذشتہ سال کبڈی اور رسہ۔ گولہ میں دل انعام حاصل کیا۔ تمام مدرسین کے کام تسلی بخش درج ہوئے شام کو مدرسین نے دیہاتی سدھار کا ڈرامہ کیا دو ہزار کے قریب حاضری تھی جناب افسران معائنہ اور چودھری بھتو سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ۱۱½ بجے تک ڈرامہ دیکھتے رہے جس کے بعد آپ نے حاضرین پر رسومات بد کو واضح کیا۔ اور ان کے دور کرنے کی تلقین کی۔ (رام کرن شرما)

سب ڈویژن جھجر ضلع رہتک میں دیہاتی سدھار

ماہ دسمبر ۱۹۳۳ء اور جنوری ۱۹۳۴ء میں پنڈت جے دیو صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے اپنے سب ڈویژن کے بیس دیہات میں میجک لینٹرن سلائیڈز سے پرچار کیا گراموفون سے بھجن اور مفید نظمیں سنائی گئیں مقامی مدارس کی پنچائتوں نے بھی امداد دیتی رہیں۔ ۷ دسمبر مڈل سکول ڈیگھل میں دیہاتی سدھار ڈرامہ ہوا۔ ۹ دسمبر کو اس سنٹر کے دیہات کی ٹیموں کے رسہ کشی۔ کبڈی اور کشتی کے مقابلے ہوئے۔ چودھری رام سروپ صاحب اے ڈی آئی پی ٹی کی نگرانی میں پی ٹی ریفریشر کورس میں تربیت یافتہ مدرسین اور طلبا سکول نے ورزش جسمانی کا مظاہرہ کیا۔ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب

بہادر پولیس۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس۔ سردار بہادر کپتان دلیپ سنگھ صاحب او بی آئی چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ اور علاقہ کے تمام سربرآوردہ فوجی و دیگر اصحاب نے شرکت فرما کر کارکنان کی حوصلہ افزائی کی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے انعامات تقسیم فرمائے طلبا میں شیرینی بانٹی گئی۔ ۲۲ جنوری موضع سونڈانہ میں ڈرامہ ہوا جس میں ہزاروں زن و مرد جمع تھے۔ ۲۹ جنوری موضع کرونتھ میں سنٹر کے دیہات کی ٹیموں کی رسہ کشی، کبڈی اور کشتی کے مقابلے ہوئے رات ڈرامہ ہوا۔ جناب اردیوا سنگھ صاحب ایم اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن و صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے ہمراہ اس موقعہ پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مدرسین کی کوشش اور محنت کی داد دی۔ اس جگہ ہزاروں مرد و زن پرچار سے مستفید ہوئے۔ خوش قسمتی ہے کہ سخت سردی کے باوجود افسران تعلیم دیہات سدھار کے کام میں خوب سرگرمی ظاہر فرما رہے ہیں جس سے نہ صرف مدارس ہی ہر دلعزیز ہو رہے ہیں بلکہ زمیندار بھی مفید تحفظات اور درست طریق کار سے آگاہ ہو رہے ہیں ﴿ (رام کرن)

گورنمنٹ مڈل سکول پسرور ضلع سیالکوٹ

صاحب پراونشل سکرٹری لڑکے سکاؤٹ ایسوسی ایشن پنجاب کے حکم کی تعمیل میں سکول سکاؤٹس اور دیگر طلباء نے یکم فروری سے ۷ فروری تک ہفتہ پسرور سے مختلف اطراف کو جانے والی سڑکوں پر بائیں ہاتھ چلنے اور سڑک کو عبور کرنے کے طریق اور فوائد پر نزانہ تین بجے شام سے ساڑھے چار بجے شام تک کام کیا۔ ۲۱ جنوری قاضی اکرام حسین صاحب ہیڈ ماسٹر نے تمام طلبا کو اکٹھا کر کے بائیں ہاتھ چلنے کے فوائد سے آگاہ کیا اور ہدایت کی کہ نہ صرف وہ خود بائیں ہاتھ چلا کریں بلکہ اپنے خاندان کے تمام افراد و ہمسایوں و دوستوں کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت دیں۔ پانچ لڑکوں کے لئے پانچ گروپ اساتذہ کے ماتحت مقرر کئے گئے جہاں وہ ان ہدایات کا عملی پرچار کریں اور راہگیروں کو بائیں ہاتھ چلنے کی تلقین کریں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہر دو سکاؤٹ ماسٹر صاحبان کے ہمراہ مختلف اوقات ان پانچوں سڑکوں پر کام کرنے والوں کی پڑتال کی۔ چنانچہ ہفتہ زیر رپورٹ میں تمام استاد صاحبان اور ۹۶ سکاؤٹس نے اس فرض کو باحسن وجوہ سرانجام دیا۔ اور پیدل چلنے والوں۔ ٹانگہ ڈرائیوروں اور گاڑی بانوں کو بدلائل قاطع بائیں ہاتھ چلنے کے فوائد سمجھائے۔ لاریوں کے اڈے پر کھڑے ہو کر گیت گائے گئے۔ ہفتہ بھر میں تخمیناً ڈیڑھ ہزار پیدل اور گھوڑ سواروں۔ تقریباً ڈیڑھ سو ٹانگہ ڈرائیوروں اور بیل گاڑی بانوں کو صحیح راہ دکھا کر آئندہ کیلئے وعدہ لیا گیا چنانچہ ایسا ہوتا دیکھ کر خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ کہ ہماری محنت اکارت نہ گئی ﴿ (ہیڈ ماسٹر)

ڈی بی مڈل سکول کنجھاولہ صوبہ دہلی

۲۸ جنوری چودھری دیپ چند صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل کی صدارت میں امن سبھا کا اجلاس ہوا۔ سررشتہ تعلیم کے تمام افسران کے علاوہ سنٹر کنجھاولہ پونہ اور مونڈکا کے تمام مدرسین اور معزز اصحاب شامل ہوئے دعائیہ نظم کے بعد پنڈت تلسی رام صاحب سکرٹری نے گذشتہ کارروائی پڑھی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ سنایا اور بتایا کہ یہ سبھا ان باتوں کا پرچار کرتی ہے۔ باہم میل جول بڑھانا اور تعصب کا مٹانا قوم کو اصلی معنوں میں قوم بنانے کی تعلیم دینا کسانوں کی بہبودی اور سودیشی کا پرچار۔ عوام کو قانون شکنی سے بچانا اور اس کے نقصانات سے آگاہ کرنا مخفی نہ رہے کہ امن امان کی موجودگی سے ہی تجارت۔ زراعت۔ دولت علم اور فارغ البالی حاصل ہو سکتی ہے اس لئے ایسی سبھاؤں کا قیام ہر جگہ ضروری ہے لالہ گنگا رام صاحب مدرس نے امن سبھا کیلئے قانون کی پابندی ضروری ہے پر مضمون پڑھا۔ چودھری بھرت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے مذہبی منافرت دور کرنے پر تقریر کی۔ منشی محمد حبیب صاحب فاروقی سیکنڈ ماسٹر نے سوراج حاصل کرنے کا طریق اور ملک کی سنگانہ پارٹیوں پر مضمون پڑھا پیارا سنگھ نامی نظم گائی گئی سیکرٹری صاحب نے جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کو خان صاحب کے خطاب ملنے پر مبارکباد عرض کی۔ تمام حاضرین اپنے نامی افسر کی عزت افزائی سے خوش ہوئے صاحب صدر نے آرزو کی کہ امن سبھا کو تندہی سے کام کرنا چاہیئے لوگوں میں تعلیم پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اس سے ملک سدھر سکتا ہے منشی محمد حمید صاحب فاروقی کی زیر نگرانی طلبا سکول نے قرض کی خرابیوں اور مقدمہ بازی کی لعنت پر ایسے مؤثر طریق پر ڈرامہ کر کے دکھایا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے ڈرامہ کے درمیان دیہات سدھار کے گیت گائے گئے۔ حاضرین کی تواضع حلوا پوری کھیر اور پھلوں سے کی گئی جس پر پچاس روپے کے قریب خرچ ہوئے ﴿ (دیرکھ بھان)

گورنمنٹ ہائی سکول نشتر فیروز

۹ فروری بعد دوپہر حسب معمول ماسٹر نثار احمد صاحب بی اے بی ٹی نے سکول ہال میں جو مصنوعی طور پر تاریک کیا گیا تھا ہمارے مہمان احباب و اعلیٰ "پر میجک لینٹرن سے لیکچر دیا اگرچہ لیکچر زیادہ تر علم الجراثیم کی اصطلاحات سے تعلق رکھتا تھا اور عوام کی فہم سے بالاتر تھا۔ مگر فاضل لیکچرار نے اپنی قادر الکلامی سے اس وضاحت سے ساتھ اور ایسے عام فہم رنگ میں انہیں پیش کیا کہ تمام سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ تپ محرقہ ملیریا اور ہیضہ کے جراثیم کی تصاویر پردہ پر دکھائی گئیں اور ان کی ریاضت کا تمام عمل حاضرین کو سمجھایا گیا مضر اور مفید جراثیم کی تشریح کر کے ان کے اثرات سے آگاہ کیا گیا غرض لیکچر بہت دلچسپ تھا اور تمام اساتذہ اور طلبا اس سے مستفید ہوئے لیکچر کے خاتمہ پر سردار ہزارا سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے اصول حفظان صحت پر مختصر مگر بصیرت افروز تقریر فرمائی اور حاضرین کو ان کی پابندی کی ہدایت کی ﴿ (سید محمد صدیق) ﴿

ممبر صاحبان ڈسٹرکٹ بورڈ کرنال سے خطاب

صاحبان! آپ سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ گذشتہ چند سال سے آفات سماوی وارضی نے اس ضلع کے زمینداروں کی حالت بہت خراب کر دی ہے۔ خشک سالی طغیانی اور بیماریوں نے ان کے حوصلے پست کر دیئے ہیں۔ ان تمام باتوں کا بُرا اثر اس ضلع کی تعلیمی حالت پر بھی پڑا ہے ہم سب کو معلوم ہے۔ کہ دنیا میں وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ اور ترقی کر سکتی ہے۔ جس کے افراد تعلیم یافتہ ہوں۔ جہالت انسان کو پستی کی طرف لے جاتی ہے۔ اُسے نیک بد میں تمیز کرنے سے باز رکھتی ہے۔ تعلیم یافتہ قوم خواہ اُس پر مصیبتوں کا پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑے۔ کبھی ہمت نہیں ہارتی۔ میں نے جاپان کے متعلق ایک کتاب میں پڑھا۔ کہ جب جاپان میں زیادہ عرصہ نہیں ہُوا۔ ایک بڑا زلزلہ آیا۔ اور اُس کا ایک بڑا شہر تباہ ہو گیا۔ تو اُس مقام کے لوگوں نے اپنی تمام تکالیف کو پس پشت ڈال کر جس بات کا سب سے اوّل انتظام کیا وہ اپنے بچّوں کی تعلیم تھی۔ اور ایک یا دو ہفتہ کے اندر ہی مدرسے دوبارہ جاری ہو گئے۔ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس قوم کو اپنے بچّوں کی تعلیم و تربیت کا خیال اور احساس کس قدر ہے۔

صاحبان! آجکل کا زمانہ باہمی امداد کا زمانہ ہے۔ ہر ایک محکمے کو ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہیئے۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے۔ آپ اپنے ضلع میں اپنی اپنی قوم کے مکھیا سرتاج۔ لیڈر اور نمائندے کہلاتے ہیں۔ کیا میں آپ سے دریافت کر سکتا ہوں۔ کہ آیا آپ اپنے ضلع کی تعلیمی ناؤ کو چلانے اور اُسے منجدھار سے باہر نکالنے میں ہماری امداد کرینگے؟ مجھے اُمید قوی ہے۔ کہ آپ اس کا جواب اثبات میں دیجئے۔ اور میری گذارش پر لبیک کہینگے۔

صاحبان: دیہاتی مدرس پر ہی ہمارے زمینداروں کی ترقی و کامیابی کا دارومدار ہے۔ مگر کیا آپ نے کبھی اس امر پر غور کیا ہے۔ کہ اُسے دیہات میں کیا کیا دقتیں پیش آتی ہیں محکمہ تعلیم کے افسران اُن کی مشکلات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ آپ کی امداد کے بغیر وہ ان کی مشکلات کو دور نہیں کر سکتے۔ مجھے اس ضلع میں کام کرتے ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اور میں اُن کی مشکلات کا احساس رکھتے ہوئے آپ سے امداد طلب کرتا ہوں۔ مدرسین کا یہ کہنا درست ہے۔ کہ ان کے کام کی دیکھ بھال کے لئے کئی افسر مقرر ہیں افسران محکمہ تعلیم ان کے کام کو دیکھتے ہیں سینئر و جونیئر وائس چیئرمین صاحبان ان کے کام کو دیکھتے ہیں۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر صاحبان بھی وقتاً فوقتاً ان کے کام کے متعلق رائے زنی کرتے ہیں۔ مگر ان کی امداد بہت کم صاحبان کرتے ہیں۔

اب میں آپ کو مختصراً اُن کی مشکلات بتا کر پُر زور الفاظ میں امداد کی اپیل کرتا ہوں۔

(۱) طالب علموں کی تعداد بڑھانے یا اس کو قائم رکھنے میں مدرسین اور معائنہ کنندہ افسران کو زمینداروں کی جہالت اور خانگی مجبوریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ زمیندار بوجہ لاعلمی اپنے بچّوں کو مدرسہ بھیجنے کی بجائے اپنے مویشیوں کی نگرانی کے لئے باہر بھیجنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ہماری ترغیب و تحریص اکثر مرتبہ اُن پر مطلق اثر نہیں کرتی۔ اگر آپ صاحبان اپنے اپنے حلقوں میں ہماری مدد کریں۔ تو زمیندار راہ راست پر آسکتے ہیں۔

(۲) لازمی پرائمری تعلیم کے قانون کا نفاذ تعداد کو قائم رکھنے کا زبردست آلہ ہے۔ جن جن علاقوں میں لازمی تعلیم جاری ہے وہاں کے مدرسوں میں طالب علموں کی تعداد میں کافی اضافہ ہُوا ہے۔ مگر جہاں جہاں راجپوت۔ جاٹ۔ اور گوجر آباد ہیں بہت کم کامیابی دیکھنے میں آئی ہے۔ مدرسین کو یہ بھی شکایت ہے۔ کہ ممبران لازمی تعلیم کمیٹی اپنے کام میں بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اگر ان کو تبدیل کیا جائے۔ تو ان سے بہتر اشخاص دستیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ صاحبان کا جب کبھی مدرسوں میں جانے کا اتفاق ہو۔

آپ ممبر صاحبان لازمی تعلیم کمیٹی کو اپنے فرائض منصبی کو دیانتداری سے سرانجام دینے کی تلقین کریں ۔

(۳) ڈسٹرکٹ بورڈ کے کرایہ کی عمارات کو چھوڑ کر اکثر جگہ ہمیں مدرسوں کے لئے مکان بلا کرایہ لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ ڈسٹرکٹ بورڈ پر بار نہ پڑے ۔ ایسی صورت میں آپ صاحبان ہماری امداد فرما سکتے ہیں۔ اور اپنے علاقوں میں اپنے رسوخ اور اثر سے اچھے مکان مدرسہ کے لئے مفت دلا سکتے ہیں۔ میں ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ وہ مکان بلا کرایہ کی مرمت زمیندارہ شرح پر کرانے کا خرچ اپنے ذمہ لے ۔

امسال آپ کو معلوم ہے۔ کہ بارش کی کثرت سے مدرسوں کی سرکاری عمارات کو بہت نقصان پہنچا ہے ۔ اگر ان عمارات کی مرمت بہت جلد نہ کرائی گئی۔ تو دوبارہ بارش ہونے پر بہت زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے میں صاحب چیئرمین بہادر ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں درخواست کرونگا۔ کہ محکمہ انجینئرنگ کی توجہ اُن عمارات کی مرمت کی طرف جن کی مکمل فہرست ہمارے دفتر سے ان کی خدمت میں پہنچ چکی ہے ۔ دلائی جائے ۔

(۴) آپ صاحبان کو یہ بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا ۔ کہ مدرسوں کی عمارات کے سامنے یا پاس اہل دیہہ کھاد اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ جس سے سخت تعفن پیدا ہوتا ہے۔ اور بچوں کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے ۔ ہمارے سمجھانے کا اثر اُن پر نہیں پڑتا ہے ۔ میں ممبر صاحبان اور ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ کی خدمت میں درخواست کرونگا ۔ کہ مدرسین سے رپورٹ پہنچنے پر اس کا مناسب تدارک فرمایا جائے ۔

(۵) روپیہ کی کمی کی وجہ سے گذشتہ تین چار سال سے مدرسین کو باقاعدہ ترقی نہیں دی جا سکی۔ اور ٹرینڈ جے ۔ وی اور ایس وی سند یافتہ مدرسین کو گریڈ بھی نہیں ملے ۔ چونکہ ہم اُن سے بہتر کام لینے کی توقع رکھتے ہیں ہمارا فرض ہے ۔ کہ ان کے جائز مطالبات کا خیال رکھتے ہوئے ان کی دادرسی کریں ۔ لہذا میں ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں درخواست کرونگا ۔ کہ حتی الامکان اس مسئلہ پر مناسب ہمدردانہ غور کرے ۔ چنانچہ امسال بجٹ میں اس کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے ۔

صاحبان: اب میں آپ کو چند الفاظ میں اس ضلع کے محکمہ تعلیم کی وہ سرگرمیاں اور کوششیں جو اس ضلع کے مدارس کی تعداد اور حاضری کے بڑھانے میں اور نظم و نسق مدرسہ کے درست کرنے میں دکھائی گئی ہیں بنا کر آپ سے معافی چاہتا ہوں ۔

اس ضلع کے تمام لوئر مڈل اور پرائمری مدارس کو نزدیک کے سنٹر کے اپر مڈل مدارس سے ملحق کر دیا گیا ہے ۔ اور ہر ایک سنٹر میں باقاعدہ ماہانہ اجلاس کئے جاتے ہیں ۔

فراہمی تعداد ۔ دیہات سدھار و بیماریوں کے انسداد و علاج کے متعلق میجک لینٹرن کے لیکچر دئے جاتے ہیں۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان ان اجلاس میں وقتاً فوقتاً شامل ہوتے ہیں مدرسین ان کے ذاتی تجربہ اور قابلیت سے مستفید ہوتے ہیں۔ تعداد طلباء کا ریکارڈ ہر ایک سنٹر میں اور ہر ایک علاقہ کے اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کے پاس رہتا ہے ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سنٹر اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب علاقہ اپنے اپنے علاقہ سے پورے طور پر باخبر رہتے ہیں کیونکہ تمام مدارس ملحقہ سنٹر سے خط و کتابت ان کی معرفت ہوتی ہے ۔ اس قسم کے انتظام اور ڈسٹرکٹ انسپکٹنگ سٹاف کی باہمی کوشش سے تعداد میں امسال تقریباً ... طلبا کا اضافہ ہونے کی قوی امید ہے ۔ یہ تمام کامیابی لالہ رامچند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی قابلیت اور تجربہ کا نتیجہ ہے ۔ جن کا ہاتھ تمام ڈسٹرکٹ انسپکٹنگ اور ٹیچنگ سٹاف نے بٹایا ہے ۔ اب صاحب موصوف چار ماہ کی رخصت پر گئے ہیں ۔

(دستخط) محمد مشتاق

قائمقام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ۔ ضلع کرنال

ورنیکلر مڈل سکول رائے پور تحصیل ہمیر پور

چودھری سنت رام صاحب منشی فاضل ہیڈ ماسٹر کی زیر صدارت غیر معمولی اجلاس ہوا۔ آپ نے بہار اور اڑیسہ کے زلزلہ زدگان کی حالت زار کا نقشہ ایسی عبرت بخش تقریر میں کھینچا کہ حاضرین بہت متاثر ہوئے اور ان سے مصیبت زدگان کیلئے اپیل کی۔ مدرسین نے بھی تقریریں کیں سکول نیا اور تعداد طلبا کم ہے تاہم دس روپے آٹھ آنے چندہ ہوا جو معرفت ڈی آئی صاحب ہمیر پور ریلیف فنڈ میں بھیجا گیا۔ (روشن لال سہنی)

چک ۲۷۸ جھنگ برانچ

چودھری محمد اسمعیل صاحب جلیل ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول ۲۷۸ جھنگ برانچ تحصیل لائل پور غربی نے زمینداروں دکانداران علاقہ اور مدرسین سکول ہذا سے گیارہ روپے چندہ بہار اور اڑیسہ کے زلزلہ زدگان کیلئے جمع کیا۔ آپ کی محنت قابل داد ہے۔ (گنگا رام)

ورنیکلر مڈل سکول ٹپیر ضلع گورداسپور

لالہ بشیشر ناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں اجلاس عام صوبہ بہار کے بیکسوں کی امداد کیلئے ہوا۔ چنانچہ اساتذہ اور تلامذہ نے آٹھ روپے دس آنے جمع کر دیے جو بذریعہ منی آرڈر حضور وائسرائے کے بھونچال فنڈ میں ارسال کی گئی۔ (مہر کشن چند)

مڈل سکول مرج پور ضلع حصار

پنڈت گنپت رائے صاحب بی اے آنرز بی ٹی اے ڈی آئی سکول ہانسی کی زیر سرپرستی پھولوں کی نمائش کی گئی۔ تمام سنٹر کے مدرسین پھول لیکر شامل ہوئے جن میں سکول ہذا کے طلبہ۔ مدرسین اور باشندگان دیہہ کے پھول بہتر اور نئی قسم کے تھے جو سو گملوں اور ٹھیکروں میں لگے ہوئے تھے پھولوں کی نمائش کے بعد آپ کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر صاحب قول کے مٹے بڑے زمیندار اور ڈسٹرکٹ بورڈ ایسوسی ایشن کے ممبران شامل ہوئے۔ حاضرین میں محکمہ زراعت کے پرچہ جات تقسیم کئے گئے اور دفتر زراعت ہانسی سے آئے ہوئے آلات اور تخم اجناس کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آلات چلا کر دکھائے گئے طلباء نے کھاد بیج اور دیہات کی خرابیوں کے بھجن گائے منشی پربھو دیال ہیڈ ماسٹر نے عمدہ تخم بونے کے فوائد بتلا کر دفتر ہانسی سے تخم اور آلات خریدنے کی تلقین کی۔ چودھری چندن سنگھ ہیڈ ماسٹر مڈل سکول براہیہ نے زیورات کی خرابیوں اور زیادہ اخراجات پر لیکچر دیا۔ صاحب صدر نے مقدمہ بازی کے نقصانات اور زر کثیر کے اسراف کا تعلیم کے اخراجات سے مقابلہ کر کے دیہات کے باشندوں کو مقدمہ بازی سے محترز رہنے کی ہدایت دی۔ بعد ازاں گوبر کی کھاد کو استعمال کرنے کے فوائد بتائے اور کئی مفید نصیحتیں کیں۔ پنڈت جگن ناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے بھی ایسے موقع غنیمت بتائے اور ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کی۔ (پربھو دیال)

مڈل سکول لاندھڑی ضلع حصار

سودھی جگت سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے ہمراہی سردار بیدھا سنگھ اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ ناگہاں معائنہ فرمایا سکول کی عام حالت پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ آپ مدرسین سے نہایت خوش خلقی خندہ پیشانی اور ملنساری و حسن سلوک سے پیش آئے تنخواہ میں تخفیف دیکھ کر بہت ہی محبین ہوئے آپ کے ہمدردانہ برتاؤ سے امید ہے کہ مدرسین کے دن ضرور پھریں گے۔ (عبد الغفور خاں)

مڈل سکول چیپراڑ ضلع سیالکوٹ

گورنمنٹ عالیہ کی توجہ دیہات سدھار کی طرف دیکھ کر لالہ بنارسی داس صاحب ہیڈ ماسٹر اے وی مڈل سکول آگوکی نے چودھری پرتاب رائے صاحب منیجر سکول ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ و رئیس اعظم آگوکی ہولی کے دنوں میں سکول ہذا کی ڈرامیٹک کلب کو مدعو کیا چنانچہ چودھری صاحب نے سپیشل لاری کے ذریعے ممبران کلب کو آگوکی لانے اور واپس پہنچانے اور خوراک کے اخراجات کا انتظام بھی اپنے ذمہ لیا اور کلب وہاں پہنچی۔ کلب نے دیہات سدھار کے متعلق دو ڈرامے معطیلات ہولی آگوکی دکھائے پہلے ڈرامے سے متاثر ہو کر چودھری صاحب موصوف نے پندرہ روپے کلب کو انعام دئے اور ایسے ڈراموں کی ضرورت کو واضح کیا۔ بنک سب انسپکٹر صاحب نے پانچ روپے کلب کو انعام دئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے راس دھاریوں کو فضول روپیہ دینے کی بجائے ایسے ڈراموں کی اہمیت بتلائی۔ اس ڈرامے میں استمال اراضی کا سین خاص طور پر قابل تعریف تھا۔ (دیوان چند غنچہ)

لوئر مڈل سکول کانگو تحصیل ہمیر پور

میاں طاپ چند صاحب اے ڈی آئی ہمیر پور کی تجویز پر کنور دیوی چند صاحب فرزند ارجمند سری راجہ صاحب بہادر ریاست نادون کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے اور یوم والدین منایا گیا طلبا نے پر زور تقریریں کیں۔ تقریباً دو سو والدین اور سرپرست جمع تھے جنہیں مخاطب فرماتے ہوئے میاں صاحب نے یوم والدین کے اغراض و مقاصد نہایت وضاحت سے بتائے اور

والدین سے آرزو کی کہ وہ وقتاً فوقتاً استاد صاحبان سے ملکر بچوں کی ترقی دریافت کیا کریں ان ہر دو کے باہمی تعاون میں بچوں کی تعلیم کی تکمیل مضمر ہے سکول میں بچے کو چند گھنٹے رہنا ہے اور گھروں پر اٹھارہ گھنٹے۔ لہذا جب تک والدین دلچسپی نہ لیں گے تعلیم مکمل نہیں ہوسکتی۔ بچوں کے بھجن کے بعد منشی منصور رام جی نے رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ سکول کیونکر غیر امدادی سے شروع ہو کر اب لوئر مڈل بنا ہے تین استاد اور ۲۰۹ لڑکے ہیں میاں جگت سنگھ نے والدین پر واضح کیا کہ دنیاوی تمام اشیاء سے ضروری اولاد کی تعلیم پر توجہ صرف کریں انکی چو طرفہ نشوونما۔ (جسمانی دماغی۔ اخلاقی اور روحانی) کا نام تعلیم ہے اور یہ والدین اور اساتذہ کے تعاون سے ہوسکتی ہے لہذا آپکو گاہے گاہے ضرور اساتذہ سے ملنا چاہیئے۔ حاضرین نے ملکر میاں ملاپ چند صاحب کو جو سند حال ہی میں حسن خدمتگزاری میں گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوئی مبارکباد دی چودھری دھرم سنگھ صاحب سب انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹی نے فرمایا کہ تعلیم یافتہ لوگ ہی ہمارے محکمہ سے مستفید ہوسکتے ہیں انعامات تقسیم کرنے کے بعد حاضرین اور طلبا میں مٹھائی تقسیم ہوئی۔ (ساہنوں رام)

ریفارمیٹری سکول فارم بوڑریہ

بصدارت جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب فارم سکول کا یوم والدین پوری شان سے منایا گیا صاحب صدر کی تشریف آوری کے بعد طلبا نے ملکر حمد الٰہی کا ترانہ گایا۔ پنجابی زبان میں دیہات سدھار گیت گائے گئے مختلف کھیلیں اور دوڑیں ہوئیں۔ ڈل کلاسز کی دو اکسرسائزیں بھی ہوئیں سپاہیوں آلی اکسرسائز حاضرین نے بہت پسند کی۔ ودیا رتھی جی نے تین سالہ رپورٹ پڑھی۔ انعامات تقسیم ہوئے اور حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔ (پرمانند ودیارتھی)

مڈل سکول گھرونڈہ ضلع کرنال

۳۔ مارچ مسٹر برین بہادر کمشنر دیہات سدھار ضلع کے افسران اعلےٰ کے ساتھ تشریف فرما ہوئے استقبال کے طور پر سکاؤٹ ٹروپ عمل میں آئی سکول رشک گلزار تھا۔ زمینداران دیہات اور تماشائیوں کا ہجوم توقع سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ سٹیج پر تشریف لاکر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مسٹر برین کی تشریف آوری کا مدعا سادہ اردو زبان میں بیان کیا۔ پنڈت ایم سروپ صاحب شرما ہیڈ ماسٹر نے زراعتی فارم و باغیچہ کی مکمل رپورٹ پڑھی۔ کمشنر صاحب بہادر نے اردو زبان میں دیہاتیوں کو ان کے اچھے طریق پر زندگی بسر کرنے کی ہدایات دیں۔ خوشی کی بات ہے کہ حاضرین نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ ان ہدایات کے عامل بننے کا حتمی وعدہ کر گئے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے خوش ہو کر چالیس روپے نقد شیرینی کی تقسیم کے لئے عطا فرمائے۔ (بشیر احمد)

مہر بھگوان میموریل ہائی سکول فیروز پور شہر

۲۶۔ ۲۷ فروری خان بہادر راجہ فاضل محمد خان صاحب بی اے ایس (درجہ اول) ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر نے سکول کا سالانہ معائنہ فرماکر حسب ذیل ریمارک درج لاگ بک فرمائے "میں دیکھ کر بڑا خوش ہوا کہ میدان کھیل کو نہ صرف ہموار ہی بنایا گیا ہے اور اسکے ایک حصہ میں گھاس لگوائی گئی ہے بلکہ اسکی توسیع بھی کی گئی ہے اور اس کے چاروں طرف دیوار بنا کر باہر کے مویشیوں سے حفاظت کی گئی ہے اب سکول طلبا کی جسمانی تربیت کیلئے ایک نادر موقع مل گیا ہے۔ بورڈنگ ہوس کی نگرانی حسب معمول بہتر ہو رہی ہے بورڈران کی تعداد ۷۰ ہے۔ رات کی پڑھائی کیلئے بجلی لگ جانے سے تسلی بخش انتظام ہوگیا ہے تعداد طلبا میں پندرہ کا اضافہ ہو کر ۴۰۴ ہوگئی ہے سکول کا انتظام و ڈسپلن تسلی بخش ہے پچھلے معائنہ پر جو تجاویز ہیڈ ماسٹر صاحب کے پیش کی گئی تھیں ان پر پورا پورا عمل ہوا ہے یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ استاد صاحبان کی ڈائریوں میں بہت اصلاح کی گئی ہے اور وہ روزانہ اسباق کی تیاری بڑے اچھے طریق سے کرتے ہیں سکول کی تعلیمی حالت تسلی بخش ہے جسمانی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے سکول میں سکاؤٹنگ تحریک جاری ہے ۴۸ سکاؤٹس ہیں عام طور پر میں سکول اور اسکے کام کو دیکھ کر نہایت محظوظ ہوا۔ اور مجھے یہ تحریر کرتے خوشی ہوئی ہے کہ اس انسٹی ٹیوشن کی اچھی شہرت کو برقرار رکھنے کے لئے تمام متعلقین پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔ (نامہ نگار)

ریفریشر کورس چھپار ضلع لدھیانہ

چودھری احمد خان صاحب اے ڈی آئی حلقہ شرقی کی نگرانی میں ۵۴ مدرسین اس کورس میں شامل ہوئے دعائیہ نظم کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب ٹروندی نے "رجسٹروں کو فرداً فرداً کس طرح مکمل رکھ سکتے ہیں" اور ہیڈ ماسٹر صاحب مالکی نے "موجودہ تعداد طلبا کو کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے" کے عنوان پر قابل قدر مضامین پڑھے۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ موجودہ تعداد کو قائم

رکھا جائے تاکہ اخیر مارچ تک کوئی کمی واقع نہ ہو جائے۔ جماعت اول کی تعلیمی ترقی کا خاص خیال رکھتے ہوئے ۳۰ جون والی تعداد کو جماعت دوم میں ترقی کیلئے تیار کیا جائے۔ کوئی لڑکا بھی ایک سال سے زائد اس جماعت میں نہ رہے۔ اس جماعت کی فہرست داخلہ و خارجہ ماہواری ترقی کا نقشہ مکمل کر کے دیوار پر آویزاں کئے جائیں کمزور طلبا کی کمی کو پورا کرنے کیلئے جماعتوں کو زائد وقت میں تعلیم دی جائے اور تعلیم کو بہتر بنانے کیلئے لاگ بک کے تمام نقائص خاص طور پر دُور کئے جائیں اگر لاگ بک نائب مدرسین کو دکھائی منظور نہ ہو تو ان کی متعلقہ جماعتوں کے نقائص ان کو نوٹ کرائے جائیں اور تنبیہ کی جائے کہ باقاعدہ کام کرتے رہیں بحالت تساہل ان کی رپورٹ کی جائے۔ سالانہ معائنہ کے بعد بھی کام روزانہ ایمانداری سے کیا جائے۔ زیادہ رخصت لینے سے پرہیز کی جائے۔ کمیں اور پنچ اقوام کی فہرست دیوار پر آویزاں رہے ہاں ان دونو اقوام کی امتیاز ضروری ہے۔ فیس کی رعایت بھی اسی امتیاز کے مطابق ہو۔ سرکاری احکامات کی فوری تعمیل ہوا کرے تاکہ ضروری نقشہ جات فوراً مکمل ہو سکا کریں۔ ڈرل اور دیسی کھیل روزانہ اور باقاعدہ ہوا کرے جن کا پروگرام تیار کر کے عمل کیا جائے سلیبس تعلیمی باقاعدہ تیار کر کے دیوار پر آویزاں ہوں اور ان کی باقاعدہ پیروی کی جائے۔ اردو کے سوا باقی کسی مضمون کے صفحے سلیبس میں درج نہ ہوں موسم اور رخصتوں کا خیال رکھ کر اسباق کے عنوان درج کئے جائیں۔ انشا پردازی کے لئے کم از کم چالیس مضامین کا بہتر انتخاب کیا جائے۔ دوران سال میں طلبا کو تین چار مضامین بطور نمونہ لکھائے جائیں باقی مضامین طلبا خود لکھیں اور اصلاح باقاعدہ ہو۔ شروع میں فہرست مضامین بنائی جائے جس میں حسب ذیل خانے ہوں۔ نمبر شمار۔ نام مضمون۔ تاریخ تحریر۔ صفحہ کاپی۔ نمبر حاصل کردہ۔ کیفیت + نقشہ کشی کی کاپیاں سادہ ہوں ڈٹوں والی کاپیوں کا استعمال مناسب نہیں بلکہ توضیحی نوٹ طلبا سے درج کرائے جائیں۔ نقشے ہرگز نامکمل اور ادھورے نہ ہوں۔ ماہ فروری اور مارچ کے آخری دنوں میں یوم والدین ذوق شوق سے منائے جائیں تعلیمی پرچار اور کھیل کے میچ کئے جائیں۔ مدرسہ کی حالت ہر پہلو میں ترقی پذیر ہو صحن مدرسہ میں پھول اور پودے لگائے جائیں طلبا خود اپنے اپنے گملوں میں پودے لگا کر پھول پیدا کریں غریب اور نادار بچوں کی فیس از روئے ضابطہ تعلیم جس قدر معاف ہو سکتی ہو معاف کرائی جائے تاکہ مستحق اس رعایت سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ ایسے بچوں کو تہی المنفد و مفت کتب مہیا کی جائیں انجمن معلمین کے اجلاس صحیح معنوں میں ہوا کریں۔ فیمابین لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ رجسٹر تمام مکمل رہیں۔ انچارج مدرس کے علاوہ کوئی اور مدرس پڑتال کر کے اپنے دستخط کیا کرے یاد رہے کہ پڑتال کنندہ مدرس انچارج کی نسبت حساب کا زیادہ ذمہ دار ہوگا۔ مدرسین کی حاضری کا رجسٹر ہر مدرسہ میں ضروری ہے جس کی خانہ پُری روزانہ ایمانداری سے کی جائے۔ طلبا کے چندوں کے رجسٹر مطبوعہ ہوں اور ہر ماہ باقاعدہ مکمل ہوں۔ رقم چندہ اپنے پاس نہ رکھی جائے بلکہ نزدیک کے کسی سیونگ بنک یا کواپریٹو بنک میں جمع کرادی جائے ٭

لوئر مڈل سکول ہذا کی ڈرامیٹک کلب نے اپنے مشہور ڈرامے کے چند پارٹ دکھائے کونک پارٹس بھی پیش کئے گئے۔ مسٹر گورودت نے اعلے ایکٹروں کیلئے چار اعلے فونٹین پین صاحب صدر کے پیش کئے۔ ڈرامہ کے خاتمہ پر صاحب صدر نے ڈرامہ کی خوبیوں کو واضح کیا اور حاضرین سے منشی رام جیداس کی طرح دیہات سدھار کے پرچار میں سرگرمی سے حصہ لینے کی آرزو کی۔ ہر مدرسہ میں دیہات سدھار پارٹی ہو۔ عملہ چھپار کی طرف سے تمام حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ (رام جیداس ہیڈ ماسٹر)

لوئر مڈل سکول چھپار ضلع لدھیانہ

(۱) شاندار تعلیمی پرچار اور یوم الدین۔ ۲۷ فروری چودھری سنت سنگھ صاحب کی صدارت میں یوم الدین منایا گیا حاضری خاصی تھی جس کے لئے تعلیمی جلوس خاص مفید ثابت ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد سولہ طلبا کے یکے بعد دیگرے مضامین تحریری و تقریری نظمیں اور بھجن ہوئے جنکے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے مقدمہ بازی اور لڑائی جھگڑوں کے نقصانات واضح طور پر بیان کئے۔ اور تعلیم کا مدعا حصول ملازمت غلط ثابت کیا۔ بلکہ بچوں کو علم و ہنر سکھا کر بہترین شہری بنانا اور اخلاقی و دماغی اور جسمانی تربیت کرنا ہے۔ جلسہ کی کارروائی دو بجے تک ہوتی رہی۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر میں تمام طلبہ کی حوصلہ افزائی کی خاتمہ پر صاحب صدر کی طرف سے مٹھائی تقسیم کی گئی ٭

(۲) بعد دوپہر مدرسہ دھولکوٹ میں گاین اور پرچارک پارٹی کو لیکر پہنچا وہاں طالب علم جلوس کے لئے تیار تھے جلوس میں باجے ڈھول کے ساتھ گاؤں کے گلی کوچوں میں دیہات سدھار گیت گائے گئے چار چوکوں میں میری تیار کردہ دیہات سدھار تعلیمی نظمیں گائی گئیں۔ ہر نظم کے خاتمہ پر میں نے

تعلیم کا مدعا اور بچوں کو پڑھانا کیوں ضروری ہے واضح کیا۔ اعتراضات کے جواب دئے گئے جن کے مدلل اور معقول ہونے کی وجہ سے دوران جلوس میں ہی چند اشخاص نے داخلہ سکول کیلئے اپنے بچوں کے نام نوٹ کرائے جلوس سے مستورات خاص متاثر ہوئیں اور انہوں نے بچوں کے داخلہ کا وعدہ کیا اخیر شام وہاں سے رخصت ہو کر واپس آگئے۔ (راجیداس)

(۳) موضع زچھین میں بہ بہات سدھار۔ باشندگان دیہہ اور منشی ہری سنگھ صاحب مدرس کی التجا پر ڈرامہ کیا گیا۔ پبلک کے ہجوم کا کیا کہنا۔ کم از کم پانسو عورتیں ہی ہونگی اصلی ناٹک" بدی کا انجام" دکھایا گیا گیارہ کومک پارٹ جو بذات خود ڈرامہ ہی تھے دکھا کر حاضرین کو خوش کیا گیا دیہات سدھار نظمیں پڑھی گئیں۔ ناٹک کا مدعا یہ تعلیم دینا تھا کہ معمولی زمینی تنازعہ سے کسی کو قتل کرنے کا کیا انتظام ہوتا ہے۔ مقدمہ بازی۔ جوا۔ شراب نوشی تعلیم سے بے بہرہ رہنے سے کیا نقصان ہوتے ہیں۔ بھوت۔ طاعون اور چیچک دراصل کیا ہیں۔ صفائی نہ رکھنے سے کونسی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ لوگ بہت محظوظ ہوئے اور ان کے دلی شوق کو پورا کرنے کیلئے ان کے اصرار پر دوسرے دن بھی ڈرامہ ہوا آج حاضری بہ نسبت دیروزہ بہت زیادہ یا قریب چار گنا تھی۔ آج "ساس کا ظلم" نامی ڈرامہ ہوا جس سے ثابت کیا گیا کہ گھروں میں معمولی معمولی باتوں سے کس طرح معاملہ بگڑ کر تباہی ہو جاتی ہے اس ڈرامہ میں بھی گیارہ نئے کومک پارٹس بھوت۔ جھوٹا گواہ۔ پھٹا ہوا خط۔ مراسی اور زمیندار۔ دھریا۔ سکتر کی موت۔ پانٹے ستھرے۔ مہمان و میزبان۔ ان پڑھ صوبیدار۔ جاٹ اور ریل گاڑی۔ یہ تمام لوگوں کو ہنسانے والے اور دیہات سدھار پر چار تھے جن سے عوام الناس کی جہالت کا نقشہ کھینچ کر آگاہ کیا گیا کہ تعلیم حاصل کر کے فضول رسم و رواج سے نجات پا کر ترقی کریں۔ خاتمہ پر منشی ہری سنگھ اور کئی سرکردہ اشخاص نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور سردار جوگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور انکے دست راست چودھری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی شرقی حلقہ کا شکریہ بھی ادا کیا گیا جنہوں نے دیہات سدھار پرچار اور تعلیمی ترقی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور غریب طبقہ کی بہبودی و بھلائی کیلئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ (راجیداس)

مڈل سکول بھنہ تحصیل انبالہ

سردار رنجیت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں طلبا حصہ مڈل اور سٹاف سکول کا مشترکہ جلسہ ہوا صوبہ بہار اڑیسہ کے مصیبت زدگان کی حالت زار کا اظہار کیا گیا اور امداد کیلئے دیگر مخیر اصحاب کی مثالیں پیش کی گئیں آخر ریڈ کراس سوسائٹی اور مدرسین سے مل ملا کر ۳۰ روپیہ چندہ ہوا جو بذریعہ منی آرڈر وائسرائے بھونچال فنڈ میں ارسال ہوا۔ (لچھمن داس بی اے)

مڈل سکول جلالپور پیر والہ ضلع ملتان

مولوی فضل الٰہی صاحب چشتی ڈسٹرکٹ انسپکٹر ملتان　　بہمراہی مرزا امام بخش صاحب انسپکٹر علاقہ و دیوان ہنسراج صاحب ایم اے فزیکل اے ڈی آئی رونق افروز ہوئے۔ کام مدرسہ۔ معائنہ ورزش۔ سکاؤٹنگ۔ اور دیگر شعبہ جات تعلیم جسمانی کا ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے تین بجے شام انعامات تقسیم کا جلسہ ہوا طلبہ نے دعا پڑھی صاحب صدر نے خوش ہو کر جیب خاص سے طلبا کو انعام دیا تیس روپے کے ایک سو دس انعام علاوہ بریں تقسیم ہوئے دیوان محمد غوث صاحب سجادہ نشین و رئیس اعظم کی طرف سے دس روپے کی شیرینی تقسیم ہوئی۔ مولوی عبداللہ شاہ صاحب قریشی ہیڈ ماسٹر سکول نے سکول کی مختصر تاریخ اور اپنی آٹھ سالہ کارگذاری اور سکول کی نمایاں ترقی کی رپورٹ پڑھی جس میں عملہ ماتحت کی حسن کارکردگی کا اعتراف کیا۔ صاحب صدر نے سکول کی رونق اور ترقی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی سکول ہذا ضلع بھر میں ایک پُر رونق اور باقی مڈل سکولوں سے بہتر ہے اور اپنے زریں اقوال اور قابل قدر ہدایات سے رہنمائی فرمائی۔ انجمن معلمین کے اجلاس میں انجمن کی سالانہ رپورٹ پڑھی گئی۔ صاحب صدر نے جماعت اول کی فراہمی اطفال اور طریقہ تعلیم کے متعلق ایک موثر لیکچر فرمایا کہ جماعت اول کے طریق تعلیم میں ازسر نو روح پھونک کر اعجاز مسیحائی کا نمونہ قبل ازیں محکمہ تعلیم کے کسی افسر نے نہیں دیا۔ (غوث بخش)

مڈل سکول حسین خانوالہ ضلع لاہور

جناب شیخ صفدر علی صاحب ڈی۔ آئی لاہور معیت پنڈت وشوا ناتھ صاحب کپور فزیکل ٹریننگ اے ڈی آئی و پنڈت موجی رام صاحب اے ڈی آئی چونیاں بغرض معائنہ تشریف لائے۔ موضع مولا گڑھی میں مدرسہ اور اہالیان دیہہ کی طرف سے مدحیہ نظم سے آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ پروپیگنڈا نظموں کے ساتھ گاؤں میں چکر لگانے کے بعد اجلاس منعقد ہوا۔

جہاں طلباء نے نظمیں پڑھیں آپ نے پنجابی میں تقریر کی۔ رات نو بجے آپ کی صدارت میں ڈرامہ ہوا۔ حمدیہ نظم کے بعد طلباء نے دلکش نظموں عبرتناک سینوں پُرلطف اور نصیحت آمیز لطیفوں سے حاضرین کو خورسند کیا۔ ڈرامہ میں قبیح رسومات۔ شراب نوشی۔ قرض۔ قدامت پرستی۔ فضول خرچی وغیرہ کے نقصانات اور علم خصوصاً تعلیم نسواں حفظان صحت کے اصولوں کے احسان جتا جتا کر گوناگوں ڈراموں اور پُرلطف لطیفوں سے پیش کیا۔ آغاز اور انجام پر منشی برکت علی صاحب سیکنڈ ماسٹر کی موثر تقریر نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ میاں شہاب دین صاحب نے بھی پنجابی نظموں میں ہر سہ افسران اور سٹاف کی تعریف میں نظم سنائی۔ آخر حاضرین کی توجہ علم اور عمل کے لازم ملزوم ہونے پر دلائی۔ تعلیم نسواں پر بھی آپ نے روشنی ڈالی حاضرین کی تعداد چار ہزار تھی جنہوں نے اپنی سابقہ لغزشات کا اعتراف کر کے آئندہ احتیاط کا گیت گایا۔ صبح لوبدڑھی نے باشندگان نے آپکے اعزاز میں ٹی پارٹی دی۔ دوسرے دن حسین باغ کا معائنہ ہوا۔ باغیچوں کے معائنے کے بعد رام باغ اور صفدر باغ کو دیکھا۔ ڈرل۔ مارچنگ اور گیمز کو ایک گھنٹہ تک ملاحظہ فرمایا یہاں پی ٹی صاحب خوش خوش نظر آتے تھے تعلیمی کام میں پہلی جماعت کے کل خوش کن گیت اور جھنڈیوں سے فوجی سلام سے خوش ہو کر آپ نے تمام بچوں کو پیار دیا تعلیمی کام سے بھی آپ مطمئن نظر آتے تھے۔ تمام جماعتوں کے کاموں سے فارغ ہو کر چار بجے شام تقسیم انعامات کا اجلاس ہوا۔ بعد تقسیم انعامات آپ نے لاگ بک میں مدرسین کی حوصلہ افزائی کما حقہ طور پر کی اور انکی یکجہتی اور شبانہ روز عرق ریزی کا ذکر فرمایا اور سکول کو ضلع کے سکولوں میں ممتاز بتایا۔ (محمد امین حافظ منشی فاضل)

دیوان امرناتھ ہائی سکول ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ جلسہ تقسیم انعامات صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گوجرانوالہ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ سکول گراؤنڈ میں بڑا شامیانہ نصب ہوا۔ تمام جگہ کو پُرلطف طریقوں سے سجایا گیا طلباء صاف خوش وخرم اور چست تندرست نظر آتے تھے۔ پروگرام اجلاس نہایت دلچسپ و دلپذیر تھا۔ ہر چیز باسلیقہ اور ہر کام باطریقہ تھا طلباء نے جسمانی کرتب کھیل۔ ڈرل اور پریڈ دکھائے۔ نہایت عمدہ نظمیں مکالمے اور مضمون سنائے۔ حاضرین بے حد محظوظ ہوئے حقیقتہً قصبہ ہذا میں اپنی قسم کا پہلا انعامی جلسہ ہوا ہے۔ باوا بونت سنگھ صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی سرگرم کوششوں کا نتیجہ ہے۔ صاحب بہادر نے ہیڈ ماسٹر صاحب کی بجا تعریف فرمائی۔ ان کی آمد سے سکول میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ طلباء کو ہر ممکن طریقہ سے مکمل شہری بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جو تعلیم کا اعلےٰ مقصد ہے۔ (نامہ نگار)

انجمن معلمین سنٹر مڈل سکول سرسنگھ ضلع لاہور مفصلہ ذیل ریزولیوشن بالاتفاق پاس ہوئے:۔

(۱) وہ مدرس جو عرصہ پانچ چھ سال سے مدرسی کی ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں اور انہیں کوئی تعلیمی سند محکمہ سے تاحال موصول نہیں ہوئی وہ ہر نئے سال اپنے ریمارکس کے اندراجات سے بے بس رہتے ہیں اور انکی محکمانہ سند جو تین سال کے بعد پکی ہو سکتی ہے اس طرح سے مدت مدید زمانہ دستیابی کے بعد تین آئندہ سالوں میں کہیں پختہ ہونے کی امیدوار ہو سکے گی جس کا اثر بیچارے مدرسین کے ذوق اور شوق کے لئے مضر ہوتا ہے۔ علےٰ ہذا پختہ سند کے امیدواران کے لئے بھی حوصلہ افزائی کے اسباب کم ہیں سند کی عدم موجودگی میں اگر کسی ٹرینڈ مدرس کو کسی اور جگہ مدرسی کی ضرورت محسوس ہو تو بھی کمال اضطراری کا سامنا ہوتا ہے۔

(۲) سنا ہے کہ ضلع لاہور میں اکیس مدرسین کی اسامیاں زیر تخفیف ہیں اور انہیں محکمہ کے منصف مزاج اور رحمدل افسران نے ایک سال کا اور نادر و زرین آزمائشی موقعہ عطا فرمایا ہے انجمن ہذا اس غریب پروری کو بنظر استحسان دیکھتی ہوئی افسران بالا دست سے پُرزور اپیل کرتی ہے کہ تخفیف میں لانے کی بجائے ایسے مدرسین سے کسی اور صورت میں عبرتناک مثال پیدا کی جائے تو انکی اور بھی ذرہ نوازی ہوگی۔

(۳) شکر کے بندے ہیں۔ شکایت کیا کریں، ما یحتاج کی تشویش اور پراگندگی بالالتزام تنخواہوں کی باقاعدگی کا انصرام فرمائے جانے کی مستدعا ظاہر کرتی ہے۔ بس

(۴) منظور شدہ ترقیوں کا عطا فرمایا جانا بھی کمال حوصلہ افزائی کا موجب تھا لہذا زیادہ میعاد نہ رکھا جائے۔

اجلاس ۲۴ فروری ۱۹۳۴ء　　　(ایم سردار علی ایس۔ وی سیکرٹری)

نوٹ رہنمائے تعلیم ۔ انجمن کے چاروں ریزولیوشن اس قابل ہیں کہ صاحب رجسٹرار بہادر امتحانات محکمہ تعلیم پنجاب اور جناب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ادھر متوجہ ہو کر اپنی غربا نوازی کا ثبوت دیں۔ محکمہ اسناد کا کئی سالوں تک کامیاب ہاتھوں میں نہ پہنچنا نہایت نقصان بخش ہے اس پر قبل ازیں دو ایک بار توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اسامیوں کو مرے سے تخفیف میں لانا یا مدرسین کو تخفیف کی بھینٹ چڑھانا ایسے گئے گذرے حالات میں نہایت کٹھن اور ایسے مدرسین کو جان جوکھوں سے مقابلہ کرانا ہے کاش کہ ریزولیوشن نمبر ۲ کے مطابق انہیں کسی اور طرح سے خائف کر کے ملازمت سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ نمبر ۳ تنخواہوں میں باقاعدگی کا ملتجی ہے اور کسی تمہید کا محتاج نہیں نمبر ۴ بھی بجائے خود کم اہم نہیں ہے توقع ہے کہ افسران متعلقہ ضرور اپنے زیر دست ماتحتوں کے آڑے آئینگے ۔ (سیج بوا)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول ڈجکوٹ ضلع لائل پور

سردار پال سنگھ صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی ہدایات کے بموجب پراپگنڈا پارٹی نے مختلف دیہات میں ہولی کے موقعہ پر دیہات سدھار کام کیا موضع لمبا پنڈ میں ایک پبلک جلسہ ماسٹر چانن سنگھ صاحب کی صدارت میں ہوا جس میں ایم عطا محمد اقبال اور چودھری عبدالحق صاحب نے فضول رسوم کے متعلق اور ماسٹر سنتو سنگھ صاحب نے کھاد کے متعلق بہت کچھ بتایا سکول ڈرامیٹک کلب نے شراب نوشی کی برائیوں پر مختصر ڈرامہ کیا حاضرین بہت متاثر ہوئے اور بعض نے وہیں علی الاعلان شراب نوشی کے ترک کا حتمی وعدہ کیا۔ سردار بھگت سنگھ صاحب کی طرف سے حاضرین میں لڈو تقسیم ہوئے

(ماسٹر دلیپ سنگھ)

گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری

۲۳ر فروری احاطہ سکول میں بموجودگی طلبا و اساتذہ بصدارت جناب لالہ موہن لال صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر سکول جلسہ تقسیم انعامات انٹر کلاس ٹورنمنٹ منعقد ہوا جس میں راؤ نواب علی خان صاحب ڈرل انسٹرکٹر سکول نے اپنی دلپذیر تقریر سے حاضرین جلسہ کو محظوظ فرمایا جس میں قابل ذکر خصوصیتیں یہ ہیں:۔

۱۔ گذشتہ سال کی نسبت امسال ٹورنمنٹ زیادہ کامیاب رہا ہے۔

۲۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی دلی توجہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا۔

۳۔ لڑکوں نے کافی شوق سے اس ٹورنمنٹ میں حصہ لیا۔

۴۔ تجویز انعامات کی نوعیت درحقیقت قابل استعجاب ہے۔

۵۔ لوئر مڈل نے اپر مڈل اور اپر مڈل نے حصہ ہائی کو تبلا دیا ہر چہ کہتر بغنیمت بہتر۔

ہاکی فٹ بال والی بال رسہ کشی کبڈی دوڑ اور کودنے میں طلبا نے ہمت سے زیادہ کام کر کے دکھایا۔ اور ٹورنمنٹ کے دوران میں احاطہ سکول کی صدائے تحسین و آفرین اور نعرہ ویل ڈن ویل ڈن آسمان تک پہنچتی رہی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے انعامات تقسیم کرتے ہوئے اپنی تقریر سے ثابت کیا کہ دنیا میں ہر چیز کی بہتری اور صحت و علاج کا زینہ ورزش ہی ہے اور اگر اسے موزوں صورت میں باقاعدہ کیا جائے تو کمزور سے کمزور طالب علم اور غیر طالب علم اپنی زندگی کو درست کر سکتا ہے ورزش اور ٹورنمنٹ کے فوائد بتلا کر طلبا و اساتذہ کا عموماً اور راؤ صاحب کا خصوصاً شکریہ ادا کر کے فرمایا کہ میں اپنے ہر دلعزیز اور قابل ڈرل ماسٹر صاحب کو صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ٹورنمنٹ کو کامیاب بنایا۔ میں متوقع ہوں کہ آئندہ سال اس سے بھی زیادہ شاندار شکل میں ٹورنمنٹ کیا جائیگا ۔ (سجاد علی فرحاں)

مڈل سکول کوٹ راد ھاکشن ضلع لاہور

مڈل سکول کوٹ رادھاکشن کے سالانہ معائنہ کی غرض سے جناب شیخ صفدر علی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور بہمراہی مسٹر احمد الدین اختر علاقہ انسر و لالہ وشوا ناتھ صاحب اے ڈی آئی پی ٹی تشریف لائے ریلوے سٹیشن پر معززین شہر نے لالہ سو بھارام صاحب ہیڈ ماسٹر اور عملہ سکول کے ساتھ استقبال کیا۔

پھولوں کے ہار پہنائے۔ سکول خوب سجایا گیا تھا۔ مڈل سکول مشن کلارک آباد کے معائنہ کی واپسی پر اسی روز شام چار بجے صاحب ممدوح اپنے ہمردو رفقا سمیت سکول گراؤنڈ میں جلوہ افروز ہوئے۔ سب سے پہلے استاد صاحبان نے اپنی اپنی جماعتوں کو ڈرل کرائی۔ اور چودھری بلدین صاحب سیکنڈ ماسٹر کی نگرانی میں حصہ مڈل کے طلبا نے بینڈ کے ساتھ ماس ڈرل کی۔ سکول چھینا پارٹی نے انسداد رسومات قبیحہ تعلیمی و زراعتی اور دیہات سدھار گیتوں اور مکالموں سے افسران ممدوح کو خوش کیا۔ حاضرین کی تعداد دو ہزار سے کم نہ تھی۔ جناب کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول رپورٹ پڑھی پبلک کی طرف سے پچاس روپے کے انعامات مستحقین میں اور سنٹر کے مدرسین کی جیتنے والی ٹیم کو چاندی کا صفدر کپ اور سنٹر مدارس کی جماعت چہارم سے جیتنے والی جماعت چہارم سکول ہذا کو اختر کپ تقسیم فرمائے جس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خوش قسمتی سے اس سکول کو قابل ہیڈ ماسٹر ملا ہوا ہے۔ جن کے زیر سایہ سکول ضلع کے اچھے سکولوں سے ہے۔ مزید خوشی ہے کہ ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کا سٹاف نہایت محنت اور ایمانداری سے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ (عبدالرحمٰن)

مڈل سکول کاموںکی ضلع گوجرانوالہ

سالانہ معائنہ جناب شیخ رحیم بخش صاحب بی اے پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گوجرانوالہ نے بمعیت پنڈت لابھ چند صاحب اے ڈی آئی علاقہ فرمایا۔ اسی روز انجمن معلمین سنٹر کا اجلاس بھی تھا۔ صاحب موصوف نے آتے ہی ماس ڈرل، سکاؤٹنگ اور دیسی کھیلوں کا معائنہ فرمایا۔ اور بے حد محظوظ ہوئے معائنہ کے بعد اجلاس عام میں طلبا نے حمد باری کی نظم گائی شراب کی برائیوں کا ڈرامہ کیا۔ منشی محمد عالم صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ اہالیان دیہہ کے وفد نے شرف باریابی کے بعد سکول کو اینگلو ورنیکلر بنانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس سکول کا خاص خیال ہے اور اسکو بہتر بنانا ہمارا فرض ہے۔ عنقریب سکول کی شاندار بلڈنگ بن جائے گی اگر آپ اصحاب نے ہمارا ہاتھ بٹایا تو عجب نہیں کہ یہاں ہائی سکول بن جائے۔ بچوں کو شیرینی اور انعام عطا کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ اور مدرسین کو تلقین کی کہ ٹھوس کام کرد فرضی تعداد بالکل نہ ہو۔ حاضری روزانہ کم از کم پچانوے فیصدی ہو۔ حلقہ خواہ لازمی تعلیم کا ہی کیوں نہ ہو۔ غیر حاضر طلبا کو اول تو حاضر کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ مناسب وقفہ کے بعد ان کا نام خارج کیا جائے اور ان کی بجائے حاضر باش طلبا داخل کئے جائیں۔ جماعت اول کو جو طلبا جون سے پہلے داخل ہوں ضرور کوشش کی جائے کہ وہ جماعت دوم میں ترقی یاب ہوں۔ اور کوئی زائد المیعاد لڑکا اس جماعت میں رہنے نہ پائے۔ رجسٹر حاضری پر حاضری ہمیشہ وقت پر لگائی جائے اور کسی صورت میں کوئی خانہ خالی نہ رہے حصہ پرائمری اور لوئر مڈل میں بھی بچوں کی رخصت یا بیماری والدین کی درخواست پر دی جایا کرے۔ جماعت اول کے کام کی پڑتال حاضری اور ترقی دریافت کرنے کیلئے مندرجہ ذیل نقشہ تجویز فرمایا جس سے افسران معائنہ دیکھ سکتے ہیں کہ جماعت کی ترقی کی رفتار کیا ہے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
جماعت اول کی کل تعداد۔	جو لڑکے ۱۹۳۲ء یا اس سال سے پہلے کے ہیں۔	جو یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے ۳۰ جون تک داخل ہوئے۔	جو اکتوبر اور بعد میں داخل ہوئے	یکم اپریل ۱۹۳۳ء لغایت ۳۰ جون کا داخلہ	داخلہ ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۳۳ء	کیا اکتوبر ۱۹۳۳ء سے پہلے داخل شدہ طلبا کو ترقی دی جائیگی بصورت دیگر وجہ؟ ..

ہیڈ ماسٹر صاحب نے مزید تشریح فرما کر نقشہ کے فوائد واضح کئے۔ (انوار الحق)

پنجاب یونیورسٹی

۱۔ ۲۷ فروری ۱۹۳۴ء گیارہ بجے مفصلہ ذیل اصحاب کی مشتمل کمیٹی نے ہز ہائینس نواب صاحب والئے بہاولپور کو ڈاکٹر آف لا کی آنریری ڈگری عطا کی:۔

(۱) ڈاکٹر اے سی وولنر سی آئی ای ایم اے ڈی لٹ ایف اے ایس بی وائس چانسلر

(۲) رائے بہادر لالہ درگا داس صاحب بی اے ایل ایل بی

(۳) لالہ سائیں داس صاحب ایم اے بی ایس سی۔
(۴) پروفیسر جودھ سنگھ صاحب ایم اے۔
(۵) پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے۔
(۶) مسٹر ایشور داس ایم اے ایل ایل بی رجسٹرار۔
خان بہادر ڈاکٹر کے۔ اے رحمان اگرچہ اس کمیٹی کے ممبر تھے مگر وہ اس کی ہمراہی سے معذور رہے۔

۲۔ کنیارڈ کالج فار وومین لاہور کو بی اے تک سٹرانومی پڑھانے کی اجازت ہوئی جبکہ ہندو سبھا کالج امرتسر کو انٹرمیڈیٹ تک فرنچ پڑھانے کی اجازت مل گئی۔

۳۔ جھنگ انٹرمیڈیٹ امتحان۔ لدھیانہ اور شاہ پور بی اے کے امتحان کے اور پشاور ایم اے امتحان کے سنٹر مقرر ہوئے۔

۴۔ پروفیسر جے ایف بروس یونیورسٹی پروفیسر آف ہسٹری لندن میں سائنس کی انٹرنیشنل کانگریس میں ۳۰ جولائی سے ۱۴ اگست ۱۹۳۴ء تک یونیورسٹی کی نمائندگی کرینگے۔

۵۔ رائے بہادر ڈاکٹر شورام کیشپ بی اے ڈی ایس سی۔ آئی ای ایس یونیورسٹی پروفیسر آف باٹنی اینڈ ٹیوریل بورڈ آف جنرل انڈین باٹنی کے مقرر ہوئے۔

۶۔ مسٹر ایم جی سنگھ (سیکرٹری فارن انفارمیشن بیوریو) کیمبرج کے امتحانات کے مقامی سیکرٹری مقرر ہوئے یعنی فیس وغیرہ کی وصولی اور اسے امپیریل بنک آف انڈیا میں جمع کرانے کے انتظامات سرانجام دینگے۔

۷۔ مسٹر تاج احمد خاں ڈائرکٹر فزیکل ٹریننگ ۱۰۰ ـ ۱۰ ـ ۲۰۰ کے گریڈ میں مستقل اسسٹنٹ ہوئے وہ ۱۵۰/- روپے ماہوار سے شروع کر رہے ہیں۔

۸۔ پنڈت نرسنگھ دیو اور مولوی نجم الدین ٹیچرس اورنٹیل کالج لاہور کو جو فرلو واجب ہے یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء سے دیجائیگی جس کے بعد وہ ملازمت سے سبکدوش ہوجائیں گے۔

۹۔ ڈاکٹر سی ایل مولٹن ایم ڈی۔ بی ایس۔ ایم۔ بی سی او جی۔ ڈبلیو ایم ای۔ پرنسپل لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج ۶ر فروری ۱۹۳۴ء سے بجائے ڈاکٹر ہملٹن براؤن فیلو پنجاب یونیورسٹی مقرر ہوئے۔
اور اسی تاریخ سے آر ایل ہولڈسورتھ ایم اے پرنسپل اسلامیہ کالج پشاور پھر فیلو یونیورسٹی مقرر ہوئے۔

۱۰۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۴ء ڈاکٹر ایس کے دت پرنسپل فارمن کرسچن کالج لاہور اور پنڈت ہیمراج صاحب پرنسپل دیال سنگھ کالج لاہور بجائے مسٹر ایس این داس گپتا پروفیسر ریاضی فارمن کرسچن کالج لاہور اور لالہ سائیں داس صاحب سابق پرنسپل ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور فیلو مقرر ہوئے۔

۱۱۔ مفصلہ ذیل اصحاب پنجاب یونیورسٹی رجسٹرڈ گریجوایٹس کے نمائندے مقرر ہوئے۔
۱۔ لالہ جگن ناتھ صاحب اگروال دوبارہ منتخب ہوئے۔ ۳۸۶ ووٹس آپ کو ملے۔
۲۔ پروفیسر دیوی دیال صاحب بھی 〃 〃 ۳۴۴ 〃 〃 ۔
۳۔ پنڈت وشنو پرشاد فدا بی اے صرف ۱۱۶ ووٹس حاصل کرسکے۔

نہایت مفید و نادر کتب
مخزن تشریح
لغت کی نادر کتاب طلبائے
مڈل - نارمل - ایس وی - انٹرنس وغیرہ
سبھی کے لئے مفید ہے
قیمت مجلد ۸ر
علمی کہانیاں باتصویر
اس کتاب کی خوبیوں سے متاثر ہو کر
پنجاب سرکار نے ہمیں یک صد
روپیہ انعام دیا تھا قیمت
مجلد ۸ر
مجموعہ مضامین اردو
جناب مضمون کی کتاب ڈی ای نارمل ٹریننگ کالج
اور انٹرنس کے طلباء کے لئے نہایت مفید
اور کارآمد ذخیرہ مضامین ہے
قیمت عمر
رہنمائے جغرافیہ
مڈل اور نارمل اور ایس وی
کے لڑکوں کے لئے بہت
مفید ہے - قیمت صرف
چھ آنہ (۶ر)
گلدستہ ادب
پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی سفارش سے جناب
ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب نے
بموجب سرکلر نمبر ۲۰۹۴۳ مورخہ ۱۱ گلدستہ ادب
نامی کتاب رجو اردو محاورات اور ترکیب نحوی وغیرہ
کا ایک نادر مجموعہ ہے لائبریریوں کے لئے منظور
فرمائی ہے امید ہے کہ اب کوئی سکول لائبریری
اس مفید اور نادر کتاب سے خالی نہ رہے گی
قیمت فی جلد بارہ آنے (۱۲ر)
رہنمائے فارسی
ابتدائی جماعت کیلئے بول چال
فارسی سکھانے والی کتاب قیمت
چھ آنہ (۶ر) رعایتی ڈیڑھ
آنہ (۱ر)
مجموعہ پرچہ جات
امتحان ایس وی کلاس
سالانہ امتحانات کے پرچوں کا مجموعہ قیمت
رعایتی ۶ر
خلاصہ باغبانی زراعت
مڈل اور نارمل اور ایس وی کے لڑکوں
کے لئے بیحد مفید
قیمت ۶ر
سنہری گیت
نہایت دلچسپ اور مزیدار نظموں
اور گیتوں کا مجموعہ
قیمت ۳ر
گلدستہ جغرافیہ پنجاب
جغرافیہ پنجاب کا عجیب خلاصہ
معہ نقشہ
قیمت فی جلد ۳ر
آئینہ مسدس
مسدس حالی کی نہایت مفید شرح
اور فرہنگ
قیمت ۱۲ر رعایتی ۸ر
ملنے کا پتہ :- گلاب چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب - انارکلی لاہور

دور جدید رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء

جلد ۱۴ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء | نمبر ۴

عزیز بچو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۴ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے +

مینیجر رہنمائے تعلیم - رام گلی ع۵ لاہور

دلچسپ معلومات

سویڈن کی ایک عورت کی کہنی میں سے ایک سوئی نکالی گئی ہے۔ جو تیس برس تک اس کے جسم کے مختلف حصوں میں رہی ہے +

سر رو برٹ ڈیوس نے ایک لباس تیار کیا ہے۔ جس میں آکسیجن بھردی جاتی ہے۔ اور ایک نالی کے ذریعے سے ہوا آتی

رہتی ہے۔ اس لباس کے ذریعے آدمی ہوائی
جہاز میں بیٹھ کر نوے ہزار کی بلندی تک
اُڑ سکتا ہے +

دنیا میں اس وقت جوالا مکھی پہاڑوں
کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ اُن میں سے
تین سو سے زیادہ پہاڑ ایسے ہیں جن کے مُنہ
سے ہمیشہ آگ نکلتی رہتی ہے۔ ان میں سے
ایک کا نام سٹرمبولی ہے۔ یہ دو ہزار سال
سے برابر بھڑک رہا ہے +

ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ سوئیڈن
ناروے اور فن لینڈ روز بروز سطح سمندر سے
بلند ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن بعض ملک
جن میں جرمنی اور ڈنمارک شامل ہیں۔ سطح
سمندر سے نیچے ہو رہے ہیں +

بلجیم اور فرانس کے ٹھگوں نے جو دُنیا بھر
میں مشہور ہیں۔ اپنے کتوں کو چوری کرنا
سکھا رکھا ہے۔ اُن کے کُتے پچاس پچاس
پونڈ کے بنڈل مُنہ میں پکڑ کر لے بھاگتے ہیں
چوکیدار اُن کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ مگر اُن
کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے +

یورپ میں یوگوسلیویا میں ایک ایسی
بلی پائی گئی ہے جو نہ کچھ کھاتی تھی اور نہ چوہے
ہی پکڑتی تھی۔ اِس کا مالک حیران تھا کہ یہ کس
طرح جیتی ہے۔ آخر ایک روز اُس نے دیکھا کہ وہ گایوں
کے ریوڑ میں جا کر اُن کے تھنوں سے دودھ پی
لیتی ہے۔ اور اس طرح وہ زندہ رہتی ہے +

کہتے ہیں کہ امریکہ کے ڈاکٹر موررک نے
یہ دریافت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص موٹاپن دور کرنا
چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ لگاتار دودھ کا استعمال کرے

چند ماہ ہوئے فرخ آباد کے ہسپتال میں
ایک اہیر قوم کی عورت کے جب بچہ پیدا ہوا تو
اُس کے گلے میں ایک کالا سانپ لپٹا ہوا تھا۔ بچہ
پیدا ہونے کے تھوڑی دیر بعد عورت۔ سانپ
بچہ تینوں فوت ہو گئے +

افریقہ میں ایک سیاہ سانپ ہوتا ہے جو
۵۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے یہ
سانپ نہایت زہریلا ہوتا ہے۔ اور افریقہ
میں لوگ بہت ڈرتے ہیں +

صُبح کی سَیر

زمانے سے رخصت اندھیرا ہُوا گئی رات کالی سویرا ہُوا
چلو چل کے دیکھیں چمن کی بہار وہ پتوں کی رنگت گلوں کا نکھار
کہیں بلبلیں ہیں چہکتی ہوئی کہیں کِھل کے کلیاں مہکتی ہوئی
وہ سبزہ کہیں لہلہاتا ہُوا دلوں کو خوشی سے کِھلاتا ہُوا
کہیں اوس موتی لٹانے لگی کبھی پھولوں کا مُنہ دھلانے لگی
ہوا سب سے کرتی ہے اٹھکیلیاں خوشی کا سماں ہے خوشی کا سماں

جو اٹھے سویرے وہ دیکھے اسے
ہیں خوشیاں جہاں کی اسی کے لئے

شیخ محمد بشیر "آزاد"

لطیفے

(۱) ایک دوست۔ آپنے اتنی جلدی اس مکان کو کیوں چھوڑ دیا؟
دوسرا دوست۔ اُسکے نیچے بزاز کی دکان تھی۔ اور میری عورت ہر روز نئے کپڑے خرید لیتی تھی
(۲) مجسٹریٹ۔ اب تمہیں نو سال قید کی سخت سزا دی جاتی ہے۔
مجرم۔ جناب میں ۲۵ دفعہ آپ کے روبرو پیش ہو چکا ہوں۔ بار بار کے گاہک کو کچھ تو رعایت ہونی چاہئے +

راستی اور راستبازی

راستی اور راست گوئی ایک نہایت اچھی عادت ہے۔ اور نہایت عمدہ خصلت راستبازی کی خوبیوں سے کون واقف نہیں۔ لیکن بہت کم ایسی خوش نصیب ہستیاں ہیں۔ جو صحیح معنوں میں راست باز اور راست گفتار ہوں۔ ورنہ راست گوئی ایسی خوبیوں کی عادت ہے کہ اگر انسان اس کا عامل ہو تو دُنیا کی تمام مصیبتوں اور افکار و تردّدات سے محفوظ و مامون رہے فضلِ رحمانی اُس کے شاملِ حال ہو۔ اور تمام حقیقی مسرّتیں اور راحتیں اُس کے قدموں پر کھیلتی نظر آئیں۔

راست گوئی اور راستبازی ہی ایسی چیز ہے جو انسان میں تمام نیک جذبات کی محرّک ہے۔ اور تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے اگر بچوں میں ابتدا ہی سے یہ عادت پیدا ہو جائے اور پیدا کر دی جائے تو اُن کو تمام عمر راحتوں اور مسرتوں کا سامنا رہے۔ اور اپنی زندگی بھر وہ نیک بنے رہیں۔ اور اُن کی یہاں کی نیکیوں سے اُن کی عاقبت بھی درست ہو جائے لیکن میں دیکھتی ہوں کہ اس جانب نہ تو بچے خود ہی متوجہ ہوتے ہیں اور نہ اُن کی توجہ کو کوئی اس طرف پھیرتا ہے۔ اور اس طرح یہ ایک نہایت زبردست اخلاقی پہلو تہی ہو رہی ہے۔ اور ہوتی جا رہی ہے۔ بچوں کی عام تعلیم و تربیت میں مسلمہ طور پر اِس نیک عادت کا قائم کر دینا سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ مقدم ہے۔ کیونکہ تمام اخلاق حسنہ کی بنیاد ایک ایسی نیک خصلت پر مبنی ہے۔ اور اِس نیک عادت کا بچوں میں پیدا کرنا والدین اور اُستادوں کی سب میں اہم اور سب سے پہلی ذمہ داری اور فرائض میں سے ہے۔

بچوں کے دل میں جھوٹ کی برائیاں اور جھوٹ کے برے نتائج مؤثر پیرایہ میں بیان کرکے جھوٹ سے نفرت کا جذبہ پیدا کرنا اور سچائی کی خوبیاں قائم کرنا راستبازی اور راست گوئی کی عادت بچوں کی طبیعت میں پیدا کرنے کے لئے پہلا زینہ ہے۔ اس کے بعد بچوں کو جب کبھی وہ کوئی بات کسی واقعہ کی نسبت چھپانا چاہیں تو اُن کی اس حرکت سے اُن کو متنبہ کرنا۔ سچ بولنے پر اُن کی ہمت افزائی کرنا۔ شاباشی دینا۔ یہ سب بعد کے مدارج ہیں۔ جن کو بچوں کے والدین اعزہ اور اساتذہ مدِ نظر رکھیں۔ کسی قصور پر کسی خطا پر خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو۔ سچ سچ اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی صورت میں بچہ کو بجز قصور کی نسبت تنبیہ کر دینے کے کوئی تعذیر نہ دینا بھی بچہ میں راست گوئی کی عادت کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور اُسے پھر آئندہ جھوٹ بولنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

میں دیکھتی ہوں کہ بچوں میں راست گوئی کے برخلاف جھوٹ بولنے کی اس قدر بُو باس قائم ہے کہ وہ اکثر بیشتر بالکل بیہودہ جھوٹ بولتے رہتے ہیں اور اُس کا اُنہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور جھوٹ بولنے کی عادت کو مضبوط کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک بچہ میز پر بیٹھا کسی رسالہ کی تصویریں دیکھ رہا ہے۔ لیکن جب آواز دے کر اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ "چھبن! کیا کر رہے ہو"؟ تو وہ یہ کہہ دیتا ہے "کچھ نہیں" حالانکہ وہ اِس جھوٹ اور خلاف واقعہ جواب کی بجائے۔ راستبازی کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ میں فلاں رسالہ کی تصاویر دیکھ رہا ہوں۔ غرض اسی قسم کے اور بھی بہت سے جھوٹ ہیں۔ جو بچے محض بیہودہ بولتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح جھوٹ بولنے کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں۔ کہ پھر جھوٹ کو جھوٹ ہی نہیں سمجھتے۔

اس لئے بچوں کو ابتدا ہی سے ایسے بیکار اور معمولی سے معمولی جھوٹ پر

فوری تنبیہ کرنی چاہیئے۔ اور اُن کو باز رکھنا چاہیئے کہ وہ اِس بُری عادت سے کوسوں دُور
اور ہمیشہ کے لئے محفوظ و مامون رہیں۔

جھوٹ حقیقت میں تمام بُرائیوں کی جڑ ہے اور تمام خرابیوں کا خیمہ۔ اِس سے
دل کی جِلا جاتی رہتی ہے۔ اور جھوٹ بولنے والے بچوں کا قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔
اِسی طرح راستی اور راستبازی دنیا کی تمام خوبیوں کی محرّک ہے اور اعلےٰ کامیابیوں
کا سبب۔ راستباز آدمی کو دنیا میں ہر قسم کی مسرّت خوشی اور اعزاز و اقبال حاصل ہوتا
ہے۔ اور اُس کی فلاح و بہبود کا باعث یہی راستی اور راستبازی ہوتی ہے۔ سچا آدمی
کبھی کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور نہ اُس کی آنکھ کسی سے نیچی ہوتی ہے۔ اور صرف دنیا ہی
نہیں بلکہ اُس کی عاقبت بھی درست ہو جاتی ہے کہ

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

(ممتاز نعیم بیگم بارہروی از بھوپال)

لطیفہ۔ ایک دفعہ ایک کسان روڑھو بازار میں گیہوں بیچنے کے لئے لایا۔ جب دوکاندار
نے گیہوں تول لئے تو کسان نے کہا لالہ صاحب گیہوں کے کتنے پیسے ہوئے
دوکاندار نے کہا۔ بھیّا تمہارے گیہوں کے ساڑھے تین روپے ہوئے کسان
نے ہاتھ جوڑ کر دوکاندار سے کہا لالہ صاحب میں غریب آدمی ہوں ساڑھا سوڑھا
تو کچھ نہیں مجھے مہربانی کرکے پورے تین روپے دے دو۔ دوکاندار دل ہی دل
میں خوش ہُوا۔ اِس آدمی کو تین روپے دے دیئے۔ جو دوکاندار کی تعریف کرتا ہُوا چلا گیا۔
(لارجن داس جماعت ہفتم الیرسن سکول ازٹھال)

نیکی کا بدلہ

صبح کا سہانا وقت تھا۔ ہری ایک کسان کا لڑکا ایک دوسرے گاؤں کو اپنے چچا کے پاس روانہ ہُوا۔ وہ ایک اُونچا طاقتور اور تندرست لڑکا تھا۔ چاروں طرف وہ قدرت کے مناظر دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ جارہا تھا۔ کلیاں جو ابھی کھل رہی تھیں۔ کھیتوں میں مکئی کے لانبے لانبے پودے جو ہوا کے چلنے سے چاروں طرف جھوم رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہری کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں ہری کو مسرت بخش رہی تھیں۔ پرندے راگ الاپ رہے تھے۔ اور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر خوشی سے اُڑ رہے تھے۔

یکایک فضا میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ آفتاب بادلوں کے دامن میں پنہاں ہوگیا۔ ہوا کے ٹھنڈے اور تیز جھونکے آنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے بجلی چمکنے لگی۔ بادل گرجنے لگے۔ ہری نے اپنی رفتار کو بڑھا دیا۔ جونہی وہ ایک گھنے درخت کے نیچے سہارا لینے کے لئے پہونچا پانی زور سے برسنا شروع ہُوا۔ درخت کا پیڑ کھوکھلا تھا دفعتہً وہ اُس کے اندر جا گھسا۔ برساتی کیڑے اپنی اپنی سُریلی اور آنند بھری آواز سے پکار رہے تھے۔ پپیہا پی کہاں کی صدائیں لگا رہا تھا۔ درخت میں وہ اچھی طرح آرام سے بیٹھا تھا۔ کہ کہیں سے چیخوں کی دردناک آواز اُسے سنائی دی۔ اُس نے اِس آواز کو تین چار (۴-۳) مرتبہ سُنا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی مصیبت میں پھنسا ہُوا ہے۔ وہ حیران تھا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔

دو گھنٹے تک زور کی بارش ہوئی اور بعد میں تھم گئی۔ ہری پیڑ سے باہر نکلا۔ بیچارا بھوک کے مارے تو تنگ تھا ہی جو کچھ ساتھ لایا تھا سب کھا لیا اور قریب کی باولی سے اپنی پیاس بجھائی۔ اب بھی وہ دردناک چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہری اُس طرف کو چلا جہاں سے چیخوں کی آواز آتی سنائی دے رہی تھی۔ اُس نے گروڑ کو جو پرندوں کا شہنشاہ ہے دیمک کے ٹیلے پر بیٹھا روتا دیکھا۔

گروڑ کے اِس طرح رونے کا سبب یہ تھا کہ وہ اُڑتے اُڑتے تھک گیا تھا۔ اور آرام لینے کی غرض سے وہ دیمک کے ٹیلے پر بیٹھ گیا تھا۔ اُسے بالکل خبر نہ تھی کہ اُس کا حریف سانپ اُس جگہ موجود ہوگا۔ اتنے میں سانپ موقع پا کر اندر سے نکلا اور گروڑ کی ٹانگیں پکڑ کر اندر کی طرف کھینچنے لگا۔ اب گروڑ کی رہائی بہت مشکل تھی۔

ہری یہ دیکھتے ہی فوراً دوڑتا ہوا گروڑ کے پاس گیا اور اپنی پوری طاقت سے گروڑ کو پکڑ کر اِس طرح کھینچا کہ اُس کو سانپ سے چھڑا دیا۔ گروڑ ہوا میں خوش ہو کر اُڑ گیا۔ اب سانپ کو ہری پر بہت غصہ آیا کہ اس نے اُس کے شکار کو چھڑا دیا۔ اِس لئے سانپ ہری کی طرف کاٹنے کے لئے بڑھا۔ ہری سانپ کے غُصے کو دیکھ کر بہت گھبرایا اور پیچھے کی طرف بڑی تیزی سے دوڑنے لگا۔ سانپ نے بھی اِس کا پیچھا کیا۔ ہری کچھ دور بھاگ کر تھک گیا۔ اور زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ ہری کو اپنی زندگی کی بالکل اُمید نہ رہی۔

کچھ دور فاصلہ پر سے گروڑ دیکھ رہا تھا۔ وہ جھپٹا مار کر ہری کی طرف بڑھا۔ گروڑ نے اپنے محسن کو دل سے نہ بھلایا تھا۔ وہ تیزی سے سانپ کی طرف جھپٹا اور اُسے اپنی چونچ میں دبا کر فضا میں بلندی پر پہنچا اور وہاں سے اُس موذی کو زمین پر دے پٹکا۔ ہری کی جان میں جان آئی۔ اور وہ بہت خوش ہوا کہ اُسے نیکی کا بدلہ جو اُس نے اُس بیکس پرند

کے ساتھ کی تھی مل گیا۔ اُس نے اُس قادرِ مطلق کا شکریہ ادا کیا اور اپنے چچا کے مکان کو خوشی خوشی سے چلا گیا۔

میرے پیارے بھائیو اور بہنو! جب تم دیکھتے ہو کہ پرند اور جانور بھی اپنے محسن پر مہربان ہوتے ہیں تو تم بھی اس بات پر عمل کرو۔ جب تم چاہتے ہو کہ دوسرے تم سے نیکی کریں تو تم بھی دوسروں کیساتھ نیکی کرو۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر   خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

گلدستۂ اطفال نومبر ۱۹۲۳ء

(۲) صفحہ ۱۵۷۔ منشی نظام الدین شرف الدین کا صحت پر ایک مضمون ہے اور اچھا ہے۔ مگر ایسا واضح نہیں ہے کہ بچے بخوبی سمجھ لیں۔

(۱) یہ فقرہ ایک انگریزی مثل کا ترجمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سونے کے لئے صرف رات ہے (دن نہیں) اور ۶،۷ گھنٹے گہری نیند سونا چاہئے۔ اِس لئے ایسے وقت سوئیں کہ نیند پوری ہو جائے اور علے الصباح جاگ اُٹھے۔

(۲) توانا شخص کے لئے کھلی ہوا میں تازہ پانی اور نحیف و ضعیف کے لئے بند کمرہ میں گنگنا پانی مطلوب ہے۔ بخار وغیرہ امراض کی حالت میں معالج سے صلاح لے کر نہانا چاہئے۔ بعض بخار تو غسل ہی سے اُترتے ہیں۔ عموماً موسم گرما کے۔

(۴) نشیلی اشیاء دراصل دوائی ہیں۔ اور عندالضرورت ہی مثل دیگر ادویہ کے حسب ہدایت اطبا داستعمال ہونی چاہئیں۔

(۶) کھانا بھوک لگنے پر ساتھ ہی کھانیکے وقت پر کھانا چاہئے۔ اگر وقت ٹل جائے تو دوسرے وقت۔

(۷ و ۸) چہل قدمی بھی ورزش ہی ہے۔ اور ورزش ضروری ہے۔ نہ صرف بخار بلکہ خواہ کوئی بیماری ہو ورزش کرنا ملتوی کرنا چاہئے۔

(۱۱) کیوں نصف جسم کو سایہ میں رکھا جائے جبکہ سر کو سرد رکھنے کی ضرورت ہے جاڑوں میں محفوظ دھوپ لینا اچھا مفید اور ضروری ہے

(۱۲) بیشک چاء کے بعد سرد پانی پینا مضر ہے۔ مگر پاشویہ تو بخار اُتارنے کو کیا جاتا ہے۔ البتہ حسب مشورہ طبی۔

(۱۳) متعدد امراض سے اگر بچنا ہے تو ٹیکہ لگوانا چاہئے۔ ورنہ تیماردار اور معالج کہاں سے آویں گے۔

(۲) صفحہ ۱۶۶۔ نمک ذائقہ یا درستی ذائقہ کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ہضم طعام کے لئے لازمی ہے۔ شیبا ۔ چرن ورما

خزانے کی کنجی

حمیدہ اور جمیلہ دونوں بہنیں تھیں۔ لیکن لین دین کے معاملے میں ایک دوسری سے بڑھ کر تھیں۔ اُن کا باپ بہت اچھا اور رحم دل تھا۔ یہ دونوں روز جنگلوں میں جا کر کھیلا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ دونوں کھیلتی کھیلتی ایک جھیل کے کنارے پہنچیں۔ شام کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ پانی لہرا رہا تھا۔ دونوں وہاں پر بیٹھیں۔ اور نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ کہ یکایک اُنہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو اُچھلکر کنارے پر آتے ہُوئے دیکھا۔ دونوں نے مچھلی کو پکڑ لیا۔ اور گھر لے آئیں۔ اُس کو پکا کر ایک وقت کا کھانا کھایا۔ رات کے وقت جب وہ دونوں بستر پر سونے کو لیٹیں۔ تو اُن کے باپ نے پُوچھا۔ بیٹی جمیلہ تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ جمیلہ نے کہا اگر میرے پاس روپیہ ہو۔ تو میں جنگل میں ایک عالیشان محل بنواؤں۔ پھر حمیدہ سے پُوچھا تم کیا چاہتی ہو؟ اُس نے جواب دیا اگر میرے پاس روپیہ ہُوا۔ تو میں ایک بہت بڑا تالاب اپنے شہر میں بنواؤں گی۔ اور اُس میں مچھلیاں رکھوں گی۔ دوسرے دن حمیدہ اور جمیلہ دونوں بہت دور جنگل میں نکل گئیں۔ جمیلہ نے ایک وسیع غار میں ایک بہت بڑا صندوق دیکھا۔ اُنہوں نے صندوق کھولنے کے لئے کنجی تلاش کی۔ کنجی قریب ہی پڑی تھی۔ حمیدہ نے کنجی اُٹھائی اور صندوق کھول کر خزانہ نکالا۔ جمیلہ نے کہا آؤ۔ اسے بانٹ لیں۔ مگر مجھے زیادہ حصّہ دو۔ کیونکہ میں نے تم کو خزانہ بتلایا ہے۔ حمیدہ بولی مجھے زیادہ حصّہ دو۔ کیونکہ میں نے اِسے کھولا ہے۔ جمیلہ نے کہا اگر

میں تم کو نہ بتلاتی تو تم اسے کیسے کھولتیں؟ حمیدہ نے کہا اگر میں کنجی ڈھونڈتی تو یہ صندوق کیسے کھلتا؟ جمیلہ نے جواب دیا۔ میں اسے اُٹھا کر گھر لے جاتی اور توڑ کر کھول لیتی۔ حمیدہ نے کہا تم میں اتنی قوت نہیں ہے۔ کہ تم اسے اُٹھاؤ اور گھر لے جاؤ۔ جمیلہ کو کم حصہ ملا۔ اور حمیدہ کو زیادہ۔ اُنہوں نے کہا آؤ اب گھر چلیں رات ہونے والی ہے اُن سے مال اُٹھ تو نہ سکا۔ اسلئے دونوں نے اُلگ اُلگ گاڑ دیا۔ جب گھر پہنچیں۔ تو رات کے وقت جمیلہ تنہا گئی اور حمیدہ کا آدھا مال وہاں سے نکال کر گھر لے آئی۔ اگلے دن صبح دونوں گئیں اور اپنا اپنا مال لے کر گھر واپس آئیں۔ اُن کے باپ نے کہا آج تم دونو بہت خوش معلوم ہوتی ہو۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ حمیدہ اور جمیلہ نے اپنا تمام قصہ بیان کیا اور مال سامنے رکھ دیا۔ اُن کے باپ نے دونو کا حصہ برابر کر دیا۔ جمیلہ نے جو کچھ کہا تھا۔ اُسنے کیا یعنی جنگل میں ایک محل بنوایا اور اس میں رہی۔ اور حمیدہ نے جو کہا تھا اس نے کیا یعنی ایک بڑا تالاب بنوایا اور اس میں مچھلیاں رکھیں +

یوسف رضا خاں سنٹرل ماڈل سکول لاہور (رام پوری)

غذا کی ضرورت اور اُس کی قسمیں

(مرہٹی کتاب کا ترجمہ)

ایک دن احمد نے اپنے والد سے پوچھا۔ "ابا! کل میرے مطالعہ میں آیا ہے۔ کہ جس طرح چراغ کو تیل کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہمارے جسم کو بھی غذا کی ضرورت ہے"۔ اُس کی وجہ کیا؟

والد۔ سنو! چراغ میں تیل ہوتا ہے تو وہ جلتا ہے۔ ریل کے انجن میں کوئلہ ڈالیں تو وہ چلتی ہے۔ اسی طرح ہم غذا کھاتے ہیں تو جسم میں طاقت پیدا ہو کر ہر طرح کے کام بہ آسانی ہو سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ غذا کے اور بھی فایدے ہیں۔

احمد۔ وہ کونسے؟

والد۔ ہمارے جسم میں جو حرارت ہے۔ وہ غذا ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ غذا سے ہمارا جسم بڑھتا ہے۔ اور کام کرنے سے جسم کا جو حصہ گھٹتا ہے وہ بھی غذا کے ذریعے پورا ہوتا ہے

احمد۔ ابا! لوگ تو ہر قسم کی غذائیں کھاتے ہیں۔ تو کیا ان سے جسم کو یکساں فائدہ ہوتا ہے

والد۔ غذا سے جسم کو تین خاص فایدے ہوتے ہیں۔ پہلا (۱) گوشت کا بڑھنا۔ دوسرا (۲) طاقت اور حرارت کا پیدا ہونا۔ تیسرا (۳) ہڈیوں کا مضبوط ہونا۔ جو لوگ ہر قسم کی غذائیں کھاتے ہیں۔ ان سے اس قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

احمد۔ کھانے کی قسم قسم کی چیزوں کے الگ الگ خواص کیا ہیں؟

والد۔ سنو! گوشت۔ انڈے۔ دودھ۔ مختلف دالیں اور اناج ان سے جسم میں

گوشت بڑھتا ہے۔ آلو۔ چاول۔ شکر قند وغیرہ چیزوں میں سٹارچ کی قسم کے اجزا بہت ہوتے ہیں۔ اور سٹارچ۔ کھانڈ۔ گھی تیل۔ شکر سے حرارت اور چستی پیدا ہوتی ہے۔ اور پھل سبزی اور نمک سے خون صاف ہوتا ہے اور ہڈیاں سخت ہوتی ہیں۔

احمد۔ کھانے کے لئے اچھی چیزیں کونسی ہیں؟

والد۔ جسم کیلئے ضروری اجزاء جس غذا سے ملتے ہیں وہ اچھی۔ ایک دو ہی قسم کی چیزیں اگر ہم روزانہ کھائیں تو جسم کو فائدے کی بجائے نقصان ہوگا۔ کوئی خالص شکر ہی کھاتا ہے تو وہ بھوک سے مریگا! ور اگر کوئی گوشت ہی کھائیگا تو اسکے جسم میں زیادہ فالتو گوشت پیدا ہوگا! ور رفتہ رفتہ خون خراب ہوتا جائیگا! ور اگر کوئی خالص چاول ہی کھاتا رہیگا تو جسم کی نشو و نما کیلئے زیادہ چاول کھانے ہونگے جس سے وہ دن بدن دبلا اور کم قوت ہوتا جائیگا۔ سرد ملکوں کے باشندوں کو بہ نسبت گرم ملکوں کے گھی۔ تیل یا چربی زیادہ کھانی ہوگی۔ چاول اور روٹی کے ساتھ سبزی ترکاری اور پھل جتنے زیادہ کھانے میں آئینگے اتنا مفید ہے کیونکہ ان سے جسم کو ضروری اجزا ملتے ہیں۔ اور غذا کے ساتھ کھانے سے عمدہ ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے طبیعت اچھی رہتی ہے۔

احمد۔ دودھ کیسی چیز ہے؟

والد۔ دودھ بھی اچھی غذا ہے۔ اس میں جسم کی نشو و نما کیلئے ہر قسم کی غذائیت کے اجزا افراط سے شامل ہیں۔ اسلئے شیر خوار بچوں کی پرورش دودھ ہی سے ہوتی ہے! ور وہ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

احمد۔ ابا! مجھے دودھ اور چاول خوب بھاتے ہیں۔ کیا میں یہی دو چیزیں ہمیشہ کھا سکتا ہوں؟

والد۔ نہیں۔ مانا کہ دودھ چاول اچھی غذا ہے۔ مگر جوں جوں تو بڑا ہوتا جائیگا توں توں کام سے تیرا جسم گھٹتا جائیگا۔ اسلئے دودھ چاول کے علاوہ گیہوں کی چپاتی۔ یا باجری باجرا کی روٹی پھل سبزی ترکاری وغیرہ اشیاء بھی تجھے کھانی چاہئیں ۔

متعلم:۔ داؤد خاں اسماعیل خاں صاحب پٹیل ساکنہ جماعت ششم گورنمنٹ سنٹرل اردو

رہنمائے ریاضی

ماسٹر بھگوان سہائے کے مارچ نمبر کے سوال کا آسان اور مختصر حل

سوال:- ایک آدمی نے دو بیل ۳۵۰ روپے میں خریدے - ایک کو ۲۰ فیصدی نفع اور دوسرے کو ۱۰ فیصدی نقصان پر فروخت کرنے سے دونو بیلوں کی یکساں قیمت وصول ہوئی - ہر ایک بیل کی قیمت جدا جدا معلوم کرو -

حل:- فرض کرو ہر بیل کی قیمت فروخت = ایک روپیہ

نفع پر بکنے والے کی قیمت خرید = ۱۰۰ ÷ ۱۲۰ = ۵/۶ روپیہ

نقصان پر بکنے والے کی قیمت خرید = ۱۰۰ ÷ ۹۰ = ۱۰/۹ روپیہ

دونو کی قیمت خرید کا مجموعہ = ۵/۶ + ۱۰/۹ = ۳۵/۱۸ روپیہ

جب مجموعہ ۳۵/۱۸ روپیہ ہے تو پہلے بیل کی قیمت ۵/۶ روپیہ ہے جب مجموعہ ۳۵۰ ہو تو پہلے بیل کی قیمت ۳۵/۱۸ : ۳۵۰ : ۵/۶

قیمت بیل = (۵ × ۳۵۰ × ۱۸)/(۳۵ × ۶) = ۱۵۰ روپے دوسرے بیل کی قیمت = ۳۵۰ − ۱۵۰ = ۲۰۰ روپے

اگر ماسٹر بھگوان سہائے صاحب کو اس حل کے آسان اور مختصر ہونے میں کوئی اعتراض ہو تو لکھیں -

(کلو رام شرما ریاضی ٹیچر بی - ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی)

پنڈت کلو رام صاحب

آپ کا اعتراض تھا - کہ میرا حل طلبا کو الجھن میں ڈالنے والا ہے - چاہیئے تو یہ تھا - کہ آپ اُسے ثابت کرتے مگر جب آپ اپنے اعتراض کے ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے - تو اِدھر اُدھر کی فضولیات میں پڑنا شروع کر دیا - اور خواہ مخواہ رہنمائے تعلیم کے دو قیمتی کالموں کے سیاہ کرنیکا الزام دھر مارا (جس کا آپ کو کوئی حق نہ تھا) دراصل اسکے ذمہ وار بھی آپ ہی ہیں - آپ کو واضح طور پر سمجھانے کی خاطر دو صفحے لکھے گئے تھے - مگر اب بھی آپ نہ سمجھیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے -

آپ کا یہ مطالبہ کہ وہ تمام قاعدے لکھ دیجئے - جن سے اس قسم کے تمام سوالات درست نکل سکیں (اس بات کا بیّن ثبوت ہے - کہ آپ دراصل فارمولہ نہیں سمجھے -

ناظرین - رہنمائے تعلیم سے یہ بات پوشیدہ نہیں - کہ دراصل رہنمائے تعلیم میں سوائے آپ کے دوسروں کے سوالات کا چھپنا آپ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا یہی آپ کے اعتراض کا اصلی سبب ہے - مگر یہ کوتاہ اندیشی کی علامت ہے -

نقص نکالنا آسان ہے۔ مگر درست کرنا معنی رکھتا ہے۔ آپ کا دل تو اس بات سے منکر نہیں۔ کہ میرا حل مناسب اور موزوں ہے۔ مگر ہٹ دھرمی کیوجہ سے اگر آپ قائل نہ ہوں۔ تو کیا کیا جائے۔ ہم طاقت سے گھوڑے کو پانی کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ مگر پلا نہیں سکتے۔

آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔ اور آپ کا اعتراض کیا ہے۔ پہلے آپ نے لکھا۔ کہ میرا حل طلبا کو الجھن میں ڈالنے والا ہے۔ پھر دلکش اور دلچسپ کا قضیہ لے بیٹھے۔ اب آپ حل کو لمبا ظاہر کر رہے ہیں۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہیں۔ کہ اتنا طویل حل محض آپکے سمجھانے کے لیئے ہی درج کیا گیا ہے۔ ورنہ اصل فارمولہ جو اعتراض کی بنا ہے نہ طویل ہے اور نہ ہی پیچیدہ۔ آپ بحث کرتے ہوئے بحث کے موضوع سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ جیسے کہ کوئی زخم خوردہ اور ڈرا ہوا جانور پنے تعاقب کرنے والے کے خوف سے اصلی راستے سے بھٹک کر کہیں کا کہیں جا نکلے۔

آپ نے جالندھر اور فیروزپور وغیرہ کی مثالیں پیش کی ہیں ان سے یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ میرا فارمولہ طلبا کو الجھن میں ڈالنے والا ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی حساب کی کتاب کے لیئے آپ سے پرچہ طلب کیا تھا۔ جو آپ نے نہیں بھیجا۔ اس لئے میں نے آپ کے سوالوں میں سے دلکشی یا دلچسپی اُڑا دی۔ بندہ نواز آپ سے پرچہ اسلیئے طلب کیا گیا تھا۔ کہ آپ عرصے سے ہائی سکول کی مڈل کلاس کو حساب پڑھاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کے سوالات طلبہ کے لیئے مفید ثابت ہوں لیکن جو چیز مفید ہو۔ اس کا دلچسپ یا دلکش ہونا ضروری نہیں۔ اور اس سے مجھ پر آپ کسی قسم کا الزام عائد نہیں کر سکتے۔ مگر آپ کی نکتہ چین طبیعت کو کیا کیا جائے کہ اُسے سوائے آپ کی اپنی ذات کے اور کسی میں کچھ وصف یا خوبی نظر آ ہی نہیں سکتی۔

آپ کو تو اپنی عادت کے مطابق اعتراض کرنا تھا۔ سو کر چکے۔ مگر اب جب اُسے صحیح ثابت نہ کر سکے تو لگے بغلیں جھانکنے اور اصل بنا کو چھوڑ کر بے سر و پیر کے اعتراض کرنے۔

آپ کے اس اعتراض پر کہ وہ تمام سوالات درج رسالہ کیئے جائیں۔ کہ جو اس قاعدے سے حل ہو سکتے ہیں۔ میں نے لکھا تھا کہ آپ کوئی ایسا سوال پیش کیجیئے جو اس قاعدے سے حل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ کوئی ایسا سوال پیش کر سکتے ہیں۔

کسی سوال کے حل کو مشکل یا آسان قرار دینا۔ آپ کی یا میری مرضی پر منحصر نہیں۔ بلکہ جس حل کو طلبا کی اکثریت جلد سمجھ سکے۔ وہی آسان ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی آپ کے اعتراض کے جواب میں لکھا جا چکا ہے۔ مگر چونکہ آپ کے سامنے منصف مزاجی نہیں اسلیئے اس کا فیصلہ مناسب ہے کہ کسی اچھے ریاضی دان سے کرا لیا جاوے۔

(بھگوان سہائے درما سائنس و ریاضی ٹیچر مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ)

ضروری نوٹ کے پنڈت کلول صاحب کا جواب گلدستۂ اطفال کے افسانہ نمبر میں چھپ چکا ہے جس سے ناظرین رہنمائے تعلیم محروم رہے اگر اس کا جواب دیکھنا منظور ہو تو گلدستۂ اطفال کا افسانہ نمبر ۵ر کا ٹکٹ بھیج کر

بچوں کا دل بہلاوا

انعامی معما

شرائط:۔ (۱) تمام حل ۲۰ اپریل تک میرے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔
(۲) انعام میں مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کی سو صفحات پر مشتمل کتاب دہلی کا آخری یادگار مشاعرہ دی جائیگی
(نوٹ) (زیادہ حل صحیح ہونے کی حالت میں انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائیگا) (حل کرنے سے پہلے غور سے پڑھئے)

(معما)

ایک چیز ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ اگر اُس کا خاص استعمال کیا جائے تو وہ میرے لئے ہے۔ ورنہ تمام دُنیا اس کو جانتی ہے۔ اس سے محبت کرنی ہے یا تو وہ چیز دنیا میں ہوتی نہیں اگر ہوتی ہے تو دنیا والے اس کی قدر نہیں کرتے؟ اس مسئلہ میں خدا کی شان جلوہ نما ہے۔ اچھا غور کیجئے وہ کیا ہے۔ وہ سات حرفی مجسم ہے۔ اگر اس کے پہلے حرف کو نظر انداز کر دیا جائے تو ایسا لفظ بنتا ہے۔ جس کو کہنے کا حق کسی بشر کو نہیں۔ ہاں ایک شخص نے دعویٰ کیا تھا۔ درمیانی تین حروف سے ایک ایسی چیز بن جاتی ہے۔ جس کو انسان کے دنیا میں آتے ہی منقطع کر دیا جاتا ہے۔

۱ + ۳ + ۴ = شکل کے معنی دیتا ہے۔
۲ + ۳ + ۵ = موجودہ کے معنی دیتا ہے۔
۳ + ۱ = امید کے معنی دیتا ہے۔

(پتہ یہ ہے۔ محمد مظہر الدین حویلی اعظم خاں ع ۱۴۵۶ دہلی)

اطلاع

حل طلب انعامی معما مندرجہ گلدستہ اطفال کا افسانہ نمبر صفحہ ۴۷ کے انعام کا فیصلہ تاحال پھول نہیں ہوا۔ اسلئے کہ ہماری محترمہ بہن ممتاز رفیع بیگم صاحبہ کے دشمن کچھ عرصہ سے علیل ہیں۔ لہذا اُمید وار بھائی انتظار فرمائیں اور دعا کریں کہ اللہ میاں بہن جی کو جلد صحت عطا فرمائے۔ آمین :- **منیجر**

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ النشرداس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائیٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا :-

بابت ماہ مئی ۱۹۳۲ء

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند دیارتھی بی اے بی ٹی ایم او جی اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل
جناب جوش ملسیانی
طالب کاشمیری ایم اے ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)
ششماہی تین روپے (سے)
فی پرچہ آٹھ آنے (۸)

فہرست مضامین

اخلاقی تعلیم اور مدارس

(۴)

ہم نے سابقہ آرٹیکل میں یہ ثابت کیا تھا کہ اخلاقی زندگی کا روحانیت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں یعنی بالفاظ دیگر ایک شخص ذہنی طور پر روحانیت کے اصولوں کا قائل ہو سکتا ہے۔ خواہ عملی طور پر اخلاقی زندگی سے بالکل کورا ہو ہمارا تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ کئی کھٹ شاستری (فلسفۂ روحانیت کے اصولوں کے ماہر) عملی اخلاقی زندگی سے کورے پائے گئے ہیں۔ مختلف مذاہب کے بعض مقلدین اپنے اپنے مذہب کے روحانیت کے اصولوں کے ذہنی طور پر قائل اور بہرہ ور ہوتے ہوئے اخلاقی زندگی کے لحاظ سے بالکل معمولی اور ادنےٰ انسان دیکھے جاتے ہیں۔ کون نہیں جانتا۔ کہ جیل خانوں میں ننانوے فیصدی قیدی کسی نہ کسی مذہب کے بالضرور پیروکار ہیں۔ اور اپنے اپنے مذہب کے متعلقہ روحانیت کے اصولوں (مثلاً خدا۔ روح و مادہ۔ پیدائش عالم۔ فناء عالم۔ موت کے بعد زندگی وغیرہ وغیرہ) سے بہرہ ور ہیں لیکن اخلاقی زندگی کی یہ کیفیت ہے۔ کہ زن۔ زر اور زمین کے لاینحل الجھنوں اور گورکھ دھندوں میں پھنس کر اپنی اخلاقی موت کا بدیہی ثبوت دیتے ہوئے ہیں۔ اس کے برخلاف ایسے انسان بھی موجود ہیں جو مذاہب کی قیود سے آزاد ہوتے ہوئے اور روحانیت کے اصولوں کی باریک پیچیدگیوں سے قطعی نابلد یا لاپروا ہوتے ہوئے عملی طور پر اخلاقی زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ گویا آزادہ رو لامذہب دہریہ ہوتے ہوئے بھی مجسم اخلاق تھے۔ چارلس بریڈلا۔ سر اولیور لاج اور کئی متعدد اشخاص اس امر کی زندہ مثال ہیں۔

اسی طرح سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اخلاقی زندگی کا لباس اور خورد و نوش سے کوئی تعلق نہیں انگریزی لباس رکھنے والے بھی اخلاقی صفات حسنہ سے ویسے ہی مزین ہو سکتے ہیں جیسے خاص خاص قسم کے دیسی لباس رکھنے والے۔ یا ایک گوشت خور بھی ویسا ہی اخلاقی زندگی رکھ سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک سبزی خور۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ ایک نیک اطوار اور سوشیل (مجلسی) یا آداب مجلس سے بہرہ ور انسان بالضرور اخلاقی انسان ہو۔ ایسے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں۔ جو ظاہری اطوار۔ سلوک اور برتاؤ میں مکمل نمونہ ہیں لیکن ساتھ ہی دروغ گو۔ شراب خور۔ زناکار۔ دھوکا باز۔ ریاکار۔ شریر اور بے ایمان وغیرہ پائے گئے ہیں۔ ان کے ظاہری اطوار اور مجلسی برتاؤ اکثر ان کی اندرونی اخلاقی زندگی کا غلط مظہر ہیں۔ وہ بھیڑ کے لباس میں دراصل بھیڑیئے ہیں۔ وہ حقیقتاً دنیوی مجالس میں اپنے جسمانی ضبط اور مجلسی نظام کا ٹھیک ثبوت دیتے ہیں۔ اور اسے دنیاوی ترقی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اس طرح

سے درد سیاسی کے مختلف حلقوں میں ترقی کر جاتے ہیں۔ اعلےٰ عہدوں پر متمکن ہو جاتے ہیں۔ اکثر لوگ اُن سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ فی زمانہ ایسے لوگ بلاشبہ خوش حال اور سرسبز نظر آتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً ان کی بار بار اخلاقی موت ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ عمل ظاہر ہے۔ کہ اخلاقی تعلیم، تربیت اور زندگی دراصل رُوحانی اور مجلسی زندگی سے بالکل مختلف ہے۔ نیک گفتار۔ نیک کردار۔ نیک خیالات انسان ظاہری ڈھونگ اور دقیق اور پیچیدہ روحانی اصولوں کے مناظرے سے اکثر پرہیز کرتے ہیں۔ ایسے اشخاص بیشک خشک کہلائیں اور ادب آداب ظاہری سے بیشک نابلد ہوں یا لاپروا ہوں لیکن اخلاقی زندگی کا مکمل نمونہ ہیں۔ وہ لوگ مکّاری۔ ریاکاری۔ جھوٹ۔ طوفان ٹیڑھی چالوں اور تاریک افعال سے قطعی پرہیز کرتے ہیں۔ مدارس اور کالجوں سے محض یہ امید نہیں کی جاتی کہ وہ "دماغی طوطے" یا "مجلسی پہلوان" یا "ہر دو قسم" کے انسان تیار کر کے رزمگاہِ دنیا میں پیش کریں۔ بلکہ ان سے یہ بھی امید کی جاتی ہے کہ اخلاقی اور جسمانی مکمل تصویریں کھینچ کر اس دنیا میں پیش کریں۔ اس کے لئے موجودہ آئیڈیل میں ثابت کیا جائے گا کہ مدارس کے نصاب میں قدم بہ قدم ایسی کتب موجود ہیں۔ جو اخلاقی تعلیم سے بھی پُر ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ مدرسین ان نیک اسباب کو بچوں کے لوحِ دل پر ثبت کریں۔ اور اپنی عملی زندگی سے ان معصوم افراد کے روبرو نمونہ پیش کریں۔ خواہ وہ براہ راست اخلاقی تعلیم کا وعظ اور تلقین نہ کریں لیکن ان کی زندگی مجسم اخلاقی تعلیم کا بیّن ثبوت ہو۔ ذیل میں چند اقتباسات متعلقہ اخلاقی تعلیم کتب درسی سے واقفیت اور رہنمائی مدرسین کے لئے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(الف) پرائمری جماعتوں کی کتب درسی کے نمونے

اُردو کی چوتھی کتاب ۔ برائے جماعت چہارم

خدا۔

تیرا ساجھی نہیں شریک نہیں — اور کو مانئے تو ٹھیک نہیں

تو ہے بے آنکھ دیکھتا سب کو — تو ہے بے کان سنتا مطلب کو

اپنی مرضی سے کام کرتا ہے — بے زباں تو کلام کرتا ہے

اونگھتا ہے کبھی نہ سوتا ہے — سب ارادے سے تیرے ہوتا ہے

وغیرہ وغیرہ

اردو کی تیسری کتاب ۔ برائے جماعت سوم

خدا اور ہم

جو چیز خدا نے ہے بنائی — اس میں ظاہر ہے خوشنمائی

ہر چیز کی ہے ادا نرالی — حکمت سے نہیں کوئی خالی

ننھی کلیاں چٹک رہی ہیں　　چھوٹی چڑیاں پھدک رہی ہیں
مٹی سے خدا نے باغ اگائے　　باغوں میں اُسی نے پھل لگائے
میوے سے لدی ہوئی ہے ڈالی　　دانوں سے بھری ہوئی ہے بالی　　وغیرہ وغیرہ

اردو کی تیسری کتاب ۔ برائے جماعت سوم

علم کی بڑائی ۔
علم سے انساں کا دل ہے باغ باغ　　علم سے ہے عقل کا روشن چراغ
علم سے انساں کو آتی ہے تمیز　　علم سے ہے آدمی ہر دلعزیز
علم سے بڑھتی ہے ہر جا آبرو　　علم کی لازم ہے ہر دم جستجو　　وغیرہ وغیرہ

اردو کی تیسری کتاب ۔ برائے جماعت سوم

ہمدردی
ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا　　بلبل تھا کوئی اُداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی　　اُڑنے چگنے میں دن گذارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک　　ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سُن کر بلبل کی آہ و زاری　　جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے　　کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری　　میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل　　چمکا کے مجھے دِیا بنا یا۔
ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے　　آتے ہیں جو کام دوسروں کے

اردو کی چوتھی کتاب ۔ برائے جماعت چہارم

ادب ۔ ادب صرف حکم ماننا نہیں ہے ۔ اگر تم باپ کا حکم مانو تو تم نے پیارے باپ کا ادب پورا نہیں کیا بلکہ ادب میں حکم ماننے کے علاوہ دل سے اطاعت اور تعظیم یعنی بڑائی کرنا اور لحاظ ضرور ہے ۔ تم پر جس جس کا ادب لازم ہے ان کو جھک جھک کر سلام کیا کرو ۔ جہانتک ہوسکے اُن کی خدمت کرو ۔ ان کے سامنے بدلحاظی کی کوئی بات نہ کرو ۔ یہانتک کہ نشست برخاست میں بھی اتنا خیال کرو ۔ کہ ان کی طرف پشت مت ہونے دو ۔ ان سے اُونچے مت بیٹھو ان کی طرف پاؤں مت کرو ۔ اُن کے آگے مت چلو ۔ ان سے بات میں بحث مت کرو ۔ ان کے سامنے بہت مت بولو ۔ اور بہت مت ہنسو ۔ ان سے آنکھ مت ملاؤ ۔ ان کا نام نہ لو ۔ اگر لو بھی تو بہت ادب کے ساتھ نام سے پہلے جناب اور نام کے بعد صاحب لگا کر لو ۔ جب تم اتنی باتیں کرو گے ۔ تو ادب والے پیارے بیٹے کہلاؤ گے ۔

اردو ریڈر حصہ دوئم - برائے جماعت سوئم

دیانتداری - کانپور میں دو شخص نوبت رائے و بھولا قریب قریب رہتے تھے - نوبت رائے کو کچھ روپے کی ضرورت پڑی - تو اُس نے اپنا مکان بھولا کے ہاتھ بیچ ڈالا - مکان کو نئے سرے سے بنوانے کیلئے بھولا نے وہ مکان کھُدوانا شروع کیا - تو اُس کی ایک دیوار کی نیو سے اشرفیوں کی ایک ہانڈی دبی ہوئی ملی - وہ فوراً اشرفیوں کی ہانڈی لیکر نوبت رائے کے پاس گیا - اور کہنے لگا کہ بھائی یہ اشرفیاں تمہاری ہیں - میں نے تم سے مکان خریدا تھا - اشرفیاں نہیں خریدی تھیں نوبت رائے بھی ایسا ایماندار تھا - کہ اس نے اشرفیاں لینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا میں نے مکان تمہارے ہاتھ بیچا تھا - اب مکان میں جو کچھ نکلے - تمہارا ہے مجھ کو ان اشرفیوں سے کوئی واسطہ نہیں - غرض دونوں میں بڑی تکرار کے بعد یہ طے ہوا کہ گنگا کے کنارے ایک گسائیں جی رہتے ہیں ان کے پاس چل کر فیصلہ کرانا چاہیئے دونوں نے گسائیں جی کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا گسائیں جی نے دونوں کی ایمانداری اور سچائی کی بڑی تعریف کی - اور نوبت رائے سے کہا کہ تم اپنے لڑکے کی شادی بھولا کی لڑکی کے ساتھ کر دو اور یہ اشرفیاں دولہا دلھن کے حوالے کر دو - انہوں نے ایسا ہی کیا - اور جب تک زندہ رہے دونوں میں بہت اتفاق رہا -

کھانا کھانے کے آداب - کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھو لینا چاہیئے - کھانا کھاتے وقت کوئی چیز دسترخوان یا فرش پر نہ گرنے پائے - چھوٹا چھوٹا نوالہ اٹھانا چاہیئے - اور چباتے وقت منہ بند رکھنا چاہیئے - چپڑ چپڑ کی آواز نہ نکلے کھانے میں سارا ہاتھ نہ بھرنا چاہیئے - روٹی ہاتھ سے توڑو - دانتوں سے نہ کاٹو - ایک اُجلا رومال ہر وقت اپنی جیب میں رکھو - اگر کھانے کے وقت چھینک آ جائے - یا ناک بہنے لگے تو بائیں ہاتھ میں رومال لیکر ناک صاف کر لو - کھانے کے وقت اگر کھانسی اُٹھے تو منہ پر بایاں ہاتھ رکھ کر اور دسترخوان کی طرف سے منہ پھیر کر کھانسنا چاہیئے - اگر منہ سے کوئی چیز نکلکر ہاتھ میں لگ جائے تو رومال سے پونچھ لو - بلکہ اُٹھ کر ہاتھ دھو لو - پانی کا گلاس بائیں ہاتھ میں لینا چاہیئے تاکہ گلاس پر چکنائی وغیرہ نہ لگنے پائے - پانی پیو تو ایک ہی سانس میں گلاس خالی نہ کرنا چاہیئے - بلکہ ٹھہر ٹھہر کر پینا چاہیئے - رکابی کا کھانا اس طرح کھانا چاہیئے کہ بچا ہوا کھانا بدنما معلوم نہ ہو - کھانا کھاتے وقت یا کھانے کے بعد ڈکار لینے کی عادت بہت بُری ہے -

کھانا کھاتے وقت اگر ہچکی آئے تو پانی پی کر اوپر کی طرف دیکھنا چاہیئے - اگر اُچھو ہو جائے تو بھی اوپر کی طرف دیکھنا چاہیئے - کھانا کھاتے وقت دوسروں کی رکابیوں کی طرف نہ دیکھو - نہیں تو ندیدے کہلاؤ گے - تمہارے کھانے کے وقت اگر کوئی دوسرا شخص موجود ہو - تو اُس سے بھی کھانے کی صلاح کرو - مگر زیادہ اصرار نہ کرو -

ماں باپ کی نصیحت -

گوشت کا اِک لوتھڑا تھے آپ جب　　　پاسباں تھے آپ کے ماں باپ جب

تھے نہ یہ اُڑنے کے پر چلنے کے پیر　　　ہل نہیں سکتے تھے بے امداد غیر

رات دن یکساں برابر تھے تمہیں ... دھوپ اور سایہ برابر تھا تمہیں
بھوک میں بے چین ہو جاتے تھے پر ... اپنی بچپنی سے تھے تم بے خبر
پیاس لگتی تھی تو روتے تھے سدا ... مانگنا پانی مگر آتا نہ تھا
کھا لیا جو کچھ دیا تم کو کھلا ... پی لیا جو کچھ دیا تم کو پلا
سب کو رو رو کر جگاتے تھے مگر ... اپنے رونے کی نہ تھی تم کو خبر
تھی نہ اپنے نفع و نقصاں کی سمجھ ... درد کی سُدھ تھی نہ درماں کی خبر
دل کا کہہ سکتے نہ تھے تم مُدّعا ... جانتے تھے کچھ نہ رونے کے سوا
بھوک یا پیاس سے اگر ہوتے تھے تم ... کچھ نہ کہتے تھے۔ مگر روتے تھے تم
ہم سمجھ لیتے تھے لیکن مدّعا ... بھوک کا رونا ہے یا ہے پیاس کا
بھوک میں گر دیکھتے تھے بیقرار ... دُودھ تھے تم کو پلاتے بار بار
روپ تھے معلوم سارے آپ کے ... سب سمجھتے تھے اشارے آپ کے
ڈرتے تھے تم غیر عورت سے سدا ... ماں کی گردن سے نہ ہوتے تھے جدا
اور پری صورت سے تھے تم بھاگتے ... دودھ ہرگز غیر کا پیتے نہ تھے
ناز اٹھاتے تھے طبیبوں کے سدا ... ڈھونڈتے پھرتے تھے شربت اور دوا
رات اور دن ماں الگ تھی بیقرار ... باپ پھرتا تھا الگ زار و نزار

آئے گی خدمت ہماری یاد جب
ہو گے تم خود صاحبِ اولاد جب

ماں باپ کی اطاعت ۔ راجہ دسرتھ نے اپنے قول کے مطابق جو رانی کیکئی سے کر چکے تھے راجہ رامچندر جی کو چودہ سال کے بن باس کا حکم دیدیا۔ سعادتمند بیٹے نے یہ خیال کیا۔ کہ باپ کا حکم ٹالنا گناہ ہے مصیبت جھیلنے کے واسطے تیار ہو گیا۔ اور گھر بار چھوڑ کر جنگل کی راہ لی ۔

ہمارے **وطن** ۔ یہ پیاری انجمن ہم کو مبارک ... یہ الفت کا چمن ہم کو مبارک
وطن کو ہم وطن ہم کو مبارک
جو چڑیاں صبح کو گاتی ہیں اکثر ... اُسی کا راگ ہے اُن کی زباں پر
وطن کو ہم وطن ہم کو مبارک

وغیرہ وغیرہ

اردو کی دوسری کتاب

اُستاد کا حق

ہے ماں باپ کا پہلے زتبہ بڑا　　جو بعد اُن کے ہے حق تو اُستاد کا
وہ تم کو سکھاتا ہے ۔علم وشعور　　جہالت طبیعت سے کرتا ہے دُور
جہانتک بنے اُس کی عزت کرو　　دل وجان سے اُن کی خدمت کرو　　وغیرہ وغیرہ

ایک اور اچھی بات۔

کہنا نہ کسی سے اپنے جی کی　　یہ بات ہے لاکھ اشرفی کی
جو بات کرو۔ کرو سمجھ کر　　پہچان یہی ہے آدمی کی
سُن لو جو کرے کوئی نصیحت　　کڑوی معلوم ہو۔ کہ پھیکی
فوراً ہی مانگ لو معافی　　بھولے سے اگر خطا کبھی کی
کھاؤ ترس اُن پہ ہیں جو بیکس　　تکلیف سے خوش نہ ہو کسی کی
دِل کا آئینہ صاف رکھو　　جمنے نہ دو۔ گرد دشمنی کی

آئندہ آرٹیکل میں دیگر کتب درسی منظور شدہ نصاب مڈل وہائی سے بھی چند مختصراً اقتباسات ہدیہ ناظرین کئے جائینگے۔

(باقی آئندہ)　　ودیا رتنی چیف ایڈیٹر

برقِ مضطر حضرت غنی کی بے ادبی

عنوان بالا سے ایک مضمون جناب میرزا خادم کی طرف سے موصول ہوا ہے یہ مضمون اس مضمون کے جواب میں ہے جو حضرت برق مضطر کی طرف سے عین کے ساقط التقطیع ہونے اور رسالہ شاعر آگرہ کی غلط بیانی کے متعلق رہنمائے تعلیم ماہ مارچ ۳۲ء میں شائع ہوا تھا۔ ہمارے خیال میں میرزا صاحب کو بہت غلط فہمی ہوئی ہے اور ہم انہیں مضمون مذکور کو دوبارہ ملاحظہ فرمانے اور غور کرنے کی تکلیف دیتے ہیں۔ ارسطو منش سید ولاد علی۔ کررہے ہیں وہ پس وعدہ اب عذر لغریب۔ ان دونو مصرعوں میں عین کا ساقط التقطیع ہونا حضرت برقِ مضطر بھی معیوب سمجھتے ہیں اور معیوب سمجھ کر ہی انہوں نے یہ مثالیں پیش کی ہیں۔ یہ مثالیں پیش کرکے انہوں نے واضح کیا ہے کہ عین کے ساقط التقطیع ہونے کی صورت یہ ہے، تو یہ ہے۔ الوداع اے صحنِ گلشن الوداع۔ اس مصرع میں عین کو ساقط التقطیع کہنا جیسا کہ رسالہ شاعر آگرہ کا قول ہے درست نہیں میرزا صاحب نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ حضرت برقِ مضطر پہلے دونو مصرعوں میں عین کا گرانا جائز سمجھتے ہیں اور جواز کی سند میں یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں حالانکہ یہ نتیجہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ شاعر آگرہ جس عین کو معیوب قرار دیتا ہے نہ حضرت برق مضطر اور جناب میرزا خادم دونو غیر معیوب تسلیم کرتے ہیں اور عین کی جو صورتیں معیوب ہیں انہیں حضرت برقِ مضطر بھی جناب میرزا خادم کے ہمخیال ہوکر معیوب مانتے ہیں۔ اور رسالہ شاعر آگرہ کو سمجھاتے ہیں کہ تم جس عین کو معیوب کہتے ہو۔ وہ معیوب نہیں۔ معیوب صورتیں فلاں فلاں ہوا کرتی ہیں۔ پس میرزا صاحب کے مضمون کو شائع کرنے کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔ اور اسی وجہ سے وہ داخل دفتر کیا گیا ہے۔ (جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم وشعبہ ادبیات)

ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوحؔ ناروی

جو ہم نے کام کیا وہ خراب ہو نہ سکا — مگر قضا کا کوئی سدِ باب ہو نہ سکا

اگر یہ ہمسرِ جامِ شراب ہو نہ سکا — تو بالیقین کوئی چیز آفتاب ہو نہ سکا

خیالِ شوق میں دل کامیاب ہو نہ سکا — ادا فریضۂ عہدِ شباب ہو نہ سکا

کوئی شرر بھی حریفِ جواب ہو نہ سکا — ہوا مگر دلِ پُر اضطراب ہو نہ سکا

تری نگاہ کی گردش بھی دیکھ لی ہم نے — جہانِ غم میں کوئی انقلاب ہو نہ سکا

سوالِ شوق و تمنا کا ماحصل معلوم — کہ لاجواب وہ حاضر جواب ہو نہ سکا

نگاہِ قہر نے ایسی نگاہ بانی کی — حریمِ ناز میں دل باریاب ہو نہ سکا

ہزار رنگ کے گل تھے ہزار قسم کے رنگ — مگر کوئی بھی تمہارا جواب ہو نہ سکا

ہجومِ شوق میں جاتے رہے یہ ہوش و حواس — لحاظِ کثرتِ قہر و عتاب ہو نہ سکا

خزاں کا بھیس بدل کر یہاں بہار آئی — مرا شباب تمہارا شباب ہو نہ سکا

وہ اپنے ظلم کی تعداد پوچھتے ہیں غضب — شمار کر نہ سکے ہم حساب ہو نہ سکا

نگاہِ شوق نے دیکھا ہزار پردوں میں — حجاب اُس نے کیا تو حجاب ہو نہ سکا

طلوعِ سوزِ محبت نے کیا ترقی کی — جگر کا داغ اگر آفتاب ہو نہ سکا

پیامبر کی رسائی تو سخت مشکل ہے — مرا خیال وہاں باریاب ہو نہ سکا

کیا گناہ کی کثرت نے بے گناہ مجھے — بڑھا وہ طول کہ میرا حساب ہو نہ سکا

جہاں کی خاک اُڑائی سکونِ دل کیلئے — مگر کہیں وہ ہمیں دستیاب ہو نہ سکا

کسی نے عشق میں دیکھا ہو تو دکھائے مجھے — وہ دل جو موردِ قہر و عتاب ہو نہ سکا

دکھا کر اپنی جھلک چھپ گئے وہ پردے میں — نگاہ ہو گئی دل کامیاب ہو نہ سکا

یہ واقعہ ہے کہ طوفاں اٹھانے والوں میں
جنابِ نوحؔ تمہارا جواب ہو نہ سکا [1]

---

[1] دریں چہ شک (جوش ملسیانی)

حسنِ اصلاح

(۳۶)

آج کی صحبت میں حسبِ وعدہ عالی جناب منشی طفیل احمد صاحب ارماں انصاری شاہجہانپوری کی اصلاحات حاضر کی جاتی ہیں اکثر شاگردانِ حضرت نوح مدظلہ نے اپنے اپنے کلام کی نقل ہمارے اس مسلسل مضمون کے لئے عنایت فرمائی ہے لیکن حضرت ارماں اُن معدودے چند احباب میں ہیں جنہوں نے اپنے کلام کے اصل مسودے لُطف فرمائے ہیں حضرت ممدوح صوف کے اخلاق و محبت کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے راقم الحروف کو یہ ضرورت کبھی نہیں ہوئی کہ اصلاحی کلام کے متعلق کرمفرمائے موصوف کو تقاضے کا خط لکھے حضرت ارماں اکثر اصنافِ سخن پر قادر ہیں حضرت نوح مدظلہ کی ایک غزل ہے (تاثیر دیکھ لی - زنجیر دیکھ لی) جناب ارماں نے اس کی تخمیس کی ہے مخمس مذکور کے دو تین بند ملاحظہ فرمایئے ؎

جو دیکھنی تھی عشق میں تحقیر دیکھ لی — تقریر دیکھ لی تری تحریر دیکھ لی
اپنے جگر میں اب خلشِ تیر دیکھ لی — بدلی ہوئی نگاہ کی تاثیر دیکھ لی
آنکھوں سے میں نے گردشِ تقدیر دیکھ لی

تیسرے مصراع میں لفظ (اب) معنی مقصود [illegible] پڑھانا تھا لفظ مذکور کو خارج کرتے وقت تاج الشعراء حضرت نوح مدظلہ نے بہت خوب اس مصرع کو بنایا ہے - اصلاح کے بعد مصرع اس طرح ہو گیا - ع یعنی جگر میں بھی خلشِ تیر دیکھ لی - ہمارے عنایت فرمانے استاد مدظلہ کے مطلع کے مضمون کو بہت اچھا واضح کیا ہے -

اس کے بعد چھٹا بند دیکھئے ؎

ٹکڑے جو پیرہن تو گریباں چاک ہے — قصہ مرے جنوں کا بڑا دردناک ہے
برسوں سے گو شغف ہے بڑا انہماک ہے — کیا جانتے تھے ہم کہ نرے ورق خاک ہے
اکسیر اگر یہی ہے تو اکسیر دیکھ لی

یہ بند دشترگربہ کے عیب کا حامل ہے - اصل شعر میں لفظ ہم آ رہا ہے - اور جناب ارماں نے اپنے دوسرے مصرع میں قائل کی ذات کے لئے لفظ (مرے) استعمال کیا ہے - ہمارے عنایت فرما کا پہلا مصرع کافی طور پر رواں نہیں ہے - اصلاح میں ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی نے ترتیب مصاریع بدل دی ہے -

اصلاح کے بعد بند ملاحظہ ہو ؎

جوشِ جنوں کا قصہ بڑا دردناک ہے — دامن بھی پیاچاک گریباں بھی چاک ہے

برسوں سے گو شغف ہے بڑا انہماک ہے کیا جانتے تھے ہم کہ ترے در کی خاک ہے
اکسیر اگر یہی ہے تو اکسیر دیکھ لی

جناب ارماں کے پہلے مصرع میں ایک اور بھی عیب تھا۔ جب گل (پیرہن) ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا تو اس کے بعد محض ایک جزو (یعنی گریبان) کے چاک ہونے کا ذکر فضول تھا۔ (پیرہن) کی جگہ (دامن) رکھنے سے وہ خرابی دُور ہوگئی۔ (دامن) اور (گریبان) دو مختلف جزو (پیرہن) کے ہیں۔ ہر دو جُزو کے چاک ہونے کا ذکر کرنے سے (جنوں) کی کارفرمائی آئینہ ہوگئی۔

آخری بند ؎

اُستاد شاعری میں ملا نوح سا نہیں یا کشتیِ سخن کا بڑا ناخدا نہیں
ارمان دیکھنا ہی جو منظور تھا نہیں جب آگیا خیال کبھی نوح کا نہیں
دیوان کے شروع میں تصویر دیکھ لی

اصل شعر یعنی قبلہ حضرت نوح مدظلہٗ کے مقطع میں حضرت موصوف کا تخلص موجود تھا۔ پھر بھی ہمارے کرم فرما جناب ارماں نے اپنے پہلے مصرع میں حضرت تاج الشعراء کا تخلص نظم کر دیا۔ اصلاح دیتے وقت حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے اس کے متعلق نوٹ دیا ہے کہ (مکرر تخلص اچھا نہیں معلوم ہوتا) جناب ارماں نے اپنے تیسرے مصرع میں لفظ (ہی) استعمال کیا تھا۔ لفظ مذکور تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں تاکید کا کوئی محل نہیں تھا۔ اسی طرح جناب موصوف کا لفظ (جو) غیر ضروری تھا۔ کیونکہ چوتھے مصرع میں پہلے سے لفظ (جب) موجود تھا۔ اصلاح کے بعد بندِ زیر نظر کی یہ صورت ہوگئی ؎

بے مثل جاں نثارِ محبت ملا نہیں یا کشتیِ سخن کا ملا ناخدا نہیں
ارماں ان کو دیکھنا منظور تھا نہیں جب آگیا خیال کبھی نوح کا نہیں
دیوان کے شروع میں تصویر دیکھ لی

منشی شنکر سروپ صاحب مفتوں شکوہ آبادی شاگرد حضرت نوح ناروی مدظلہٗ کی ایک غزل ہے (جگر دیکھا۔ اثر دیکھا) یہ غزل منشی صاحب موصوف نے بہ قید یک قافیہ لکھی ہے۔ حضرت ارماں نے غزل مذکور کی تخمیس کی ہے۔ پہلا بند ؎

الفت میں جیتے بھی ہم پھر جی کے بھی مر دیکھا یہ کام بھی کر دیکھا وہ کام بھی کر دیکھا
دنیا میں کہیں ہم سا مضطر بھی بشر دیکھا اے شوخ نظر تو نے کچھ حالِ جگر دیکھا
بجلی کی تڑپ دیکھی بجلی کا اثر دیکھا

اس بند کی اصلاح میں صرف ایک لفظ بدلا گیا ہے یعنی تیسرے مصرع کا لفظ (بھی) کم کر کے حضرت نوح مدظلہ نے (مضطر) کی جگہ (بے تاب) لکھ دیا ہے۔ صرف لفظ (بھی) کو خارج کرنے کی غرض سے لفظ مذکور بدلا گیا ورنہ ضرورت نہ تھی کیونکہ (مضطر) اور (بے تاب) کے معنی ایک ہیں۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ لفظ (بھی) کیوں خارج کیا گیا۔ اپنے اس مسلسل مضمون کی کسی گذشتہ قسط میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ تکرار الفاظ کی بحث بہت نازک ہے۔ کسی موقع پر ایک لفظ کی تکرار سے شعر میں لطف پیدا ہو جاتا ہے اور کسی وقت تکرار مذکور سے کام بگڑ جاتا ہے۔ لفظ (بھی) حضرت ارمان کے پہلے مصرع میں بھی دو بار آ چکا ہے اور دوسرے مصرع میں بھی۔ اس کو حضرت نوح مدظلہ نے جائز رکھا اور اس کا سبب بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے یعنی پہلے اور دوسرے مصرعوں میں لفظ (بھی) برمحل استعمال ہوا ہے۔ ہر دو جانب لفظ مذکور کی تکرار سے ایک طور کا خوبصورت تقابل پیدا ہو گیا ہے تیسرے مصرع میں یہ لفظ بے کار اور بے محل تھا۔ اس لئے خارج کر دیا گیا۔ دوسرا بند ؎

کیا ذکر ہے راحت کا فرقت میں خوشی کیسی ‏ ‏ مجھ پر جو گھڑی گزری گزری وہ قیامت کی

ہے قول یہی سچّا ہے بات یہی سچّی ‏ ‏ چپ چاپ تھا کچھ دل بھی چپ چاپ تھے کچھ ہم بھی

یہ صبر و تحمل کا خاموش اثر دیکھا

غور فرمایئے کہ حضرت ارماں نے اپنے تیسرے مصرع میں لفظ (یہی) دو بار استعمال کیا ہے۔ لفظ مذکور تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کی تکرار گویا تاکید اکید ہو گئی۔ اس موقع پر تاکید کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح مدظلہ کی اصلاح کے بعد مصرع مذکور حسب ذیل ہو گیا۔ ؏ ‏ ‏ ہے قول بہت سچا ہے بات بڑی سچی

اس بند میں صرف یہی ایک لفظ بدلا گیا ہے۔ ‏ ‏ عابد مسیح

افسانہ نمبر کے متعلق حضرت کوثر چاندپوری اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں

مخدومی سردار صاحب آداب عرض۔ رہنمائے تعلیم کا افسانہ نمبر شروع سے آخر تک پڑھا میری رائے میں۔ واقعی یہ نمبر انقلاب آفرین ہے اسقدر ضخیم اور دلچسپ نمبر آپ ہی نکال سکتے ہیں۔ ہر مضمون بجائے خود مکمل اور دلچسپ ہے۔ خصوصاً مکرمی اسمٰعیل صاحب کا مضمون "افسانہ نگاری کا افسانہ" بالکل نیا اور تاریخی چیز ہے اس نمبر کی تمام نظمیں صد درجہ کیف انگیز ہیں۔ مزاحیہ مضامین ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی کا افسانہ خوب ہے مختصر یہ ہے کہ آپ کا یہ مالی ایثار اگرچہ آپ کیلئے نفع بخش نہ ہو۔ مگر دنیائے صحافت کی بہت سی آرزوئیں اس سے پوری ہو گئیں۔ مفصل تبصرے کیلئے پوری کتاب درکار ہے اسلئے اس مختصر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

غزل

از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ

سرد مہری سے فلک کی انبساطِ دل نہیں ۔ بجھ گئی شمعِ تمنّا گرمئ محفل نہیں

یہ سمجھتا کاش مجنوں اضطرابِ شوق میں؟ ۔ مانعِ دیدارِ لیلےٰ پردۂ محمل نہیں

رہ گئی اک سہل سی لے دے کے تیری آرزو؟ ۔ مشکلیں سب ہو چکیں، باقی کوئی مشکل نہیں

زندگی اجزائے فانی مالِ دُنیا بے ثبات؟ ۔ ہو گیا آرام حاصل بھی تو کچھ حاصل نہیں

سر میں چکر پاؤں میں گردش طبیعت مضطرب؟ ۔ میں نہ ہوں حاضر جہاں ایسی کوئی محفل نہیں

اُس کی قدرت کے تصدّق اُسکی حکمت کے نثار؟ ۔ یہ کمالِ حُسنِ صنعت ہے، کوئی کامل نہیں

بھاگتا پھرتا ہے ہم سے اب فلک بھی دُور دُور؟ ۔ سچ ہے، دنیا میں کوئی تکلیف کا شامل نہیں

مانتے ہیں آج تک اِس قول کو انجام میں ۔ قیس کے ارمان کا تابوت تھا محمل نہیں

اِک ذرا خنجر ابھی گردن پہ رہنے دیجئے ۔ میری مشکل آپ کے آگے کوئی مشکل نہیں

غیر بھی ہو ذبح میری طرح تیرے ہات سے ۔ اِس نظارے کی مجھے برداشت اے قاتل نہیں

آپ اپنی کشتئ امید کا ہوں ناخدا؟ ۔ اور جس دریا میں ہوں اُس کا کہیں ساحل نہیں

پڑ گئی ہے جانِ غمگیں کس کشاکش میں عزیزؔ
میں کہوں مشکل ہے جینا، وہ کہیں مشکل نہیں

آج کل کی شاعری

بساط ادب ماہانہ مشاعرہ

مصرع طرح لیلیٰ شب کے دوش پر زلفِ سیاہ فام ہے

(یا)

روح مشاعرہ

انتخاب مشاعرہ سیماب لٹریری سوسائٹی آگرہ منعقدہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء

مصرع مطروحہ میکشِ حسن کے لئے تیرے لبوں میں کیا نہیں

کی سرخیوں میں رسالہ شاعر آگرہ جنوری ۱۹۳۴ء کے صفحہ (۲۲-۲۳) اور صفحہ (۲۴-۲۵) میں بہت سے اصحاب کے انتخاب اشعار شائع ہوئے ہیں۔

چونکہ آجکل حضرات شعرا کا رجحان محض شاعری کی طرف ہے، مگر اس کے فن کی طرف کسی کی توجہ مبذول نہیں یہی باعث ہے کہ معیار عروض پر اُن کے کلام پورے نہیں اُترتے اور جابجا عروضی خامیاں رہ جاتی ہیں۔

اس لئے اہل ذوق حضرات کی خدمت میں دوستانہ عرض ہے کہ شاعری کے ساتھ ساتھ فن سیکھنے کی کوشش کیجائے تو مناسب ہے۔

بساط ادب اور روح مشاعرہ میں بعض بعض غزلیں تو ایسی ہیں کہ اُن کا ایک شعر بھی غلط زحافات سے مبرّہ نہیں ہے مثال کے طریق پر ہم صرف حضرت منظر صدیقی اکبر آبادی کے اشعار ذیل میں درج کرتے ہیں۔

منظر۔ جناب منظر صدیقی اکبر آبادی

بساط ادب صفحہ (۲۳)

فصلِ بہار عیش گل مرے لئے حرام ہے میں وہ خراب عشق ہوں جن کو جنوں سے کام ہے

بزم جمال و ناز میں کیف کا انتظام ہے پھول بھی کیا کلی کلی حسن کا ایک جام ہے

اے دلِ نامراد چل نشترِ غم خریدلیں بارگہ جمال میں آج تو اذن عام ہے

آج جہانِ حسن میں حسن نے بپا کیا ہے حشر

منظرِ نامراد کا نامۂ ناتمام ہے

دیگر

منظر - جناب منظر صدیقی اکبر آبادی

روح مشاعرہ صفحہ (۲۵)

قدر شناسِ دل بھی ہیں ظلم سے وہ خجل بھی ہیں پھر بھی جفا پرست ہیں معتقدِ وفا نہیں

عشق سے اب اماں کہاں عشق سے ہے بلائے جاں عشق کی ابتدا تو ہے عشق کی انتہا نہیں

انجمنِ جمال میں شرط ہے ضبطِ دردِ عشق اے دلِ مبتلا خموش شکوہ یہاں روا نہیں

ان دونوں غزلوں میں اذالہ درمیانی جائز نہیں - اس لئے اس مفاعلات درمیانی کو ہم تو مذال کی صورت سے نہیں کہہ سکتے -

البتہ ثانی غزل کا ایک شعر ہے جس کو ہم مشطور مضاعف مان کر مذال درمیانی کو جائز قرار دیتے ہیں -

اگر ایسے اشعار مثلاً متقدمین و متاخرین یا حال کے شعرا کے پیش کئے جائیں گے تو ہم ان کو بھی غلط ثابت کرنے کے لئے مدلل ثبوت محققین و محدثین عروض سے تیار ہیں - لہذا ایسے اوزان میں مذال درمیانی محض غلط ہے - اس لئے شعرار کرام سے بصد التجا درخواست ہے کہ وہ ایسے بے موقعہ زحافات سے اپنے کلام کو پاک رکھیں تو مناسب ہے -

جن حضرات کو شعر گوئی کے ساتھ فن سیکھنے کا شوق ہو کہ شاعری و فن لازم و ملزوم ہیں وہ کسی مستند عروضی کی کتاب عروض کو مطالعہ کریں -

یا رسالہ رہنمائے تعلیم کہ جب سے حضرت خدائے سخن عروضی محقق اعظم مولانا حضرت صابر الہ آبادی کے مقالات شائع ہونا شروع ہوئے ہیں اپنے نام جاری کرا کر مطالعہ فرمائیں تو اُن کو عروض و فن بتدریج حاصل ہو سکتا ہے -

کیونکہ اُس میں نہایت آسان اور سلیس اردو میں عروض و فن باقساط حل کر کے بتایا جا رہا ہے کہ ہر ہم خواندہ اردو داں اس کو بلا کسی استاد کے بخوبی سمجھ سکتا ہے - فقط

محمد فضل الرحمن صابری

جواب استفسار حضرت صحرائی - لفظ آسرا اردو میں مستعمل اور فصیح ہے مثلاً دم بھی ٹوٹیگا جو ٹوٹا آسرا بیمار کا - لیکن لفظ بے آسرا اور با آسرا کا استعمال درست نہیں - یہ ترکیب بے شک و شبہ معیوب ہے - (جوش ملسیانی)

رہنمائے تعلیم کا فسانہ نمبر

(از طرف جناب ڈاکٹر محمد موسیٰ خاں صاحب ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ہیلتھ آفیسر جھنگ آنریری منیجر اخبار عروج)

یورپ کے اخبارات و رسائل کی تقلید میں اب ہندوستانی رسائل کے بھی خاص نمبر بڑی شان کے ساتھ نکلنے لگے ہیں۔ اسی سلسلے میں لاہور کے "رسالہ رہنمائے تعلیم" نے اپنے خاص نمبروں کے شائع کرنے میں اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے۔ پچھلے دنوں اس کا "جوبلی نمبر" شائع ہوا تھا۔ جو اعلیٰ درجہ کے علمی، ادبی، تاریخی اور تعلیمی مضامین کی ایک سائیکلوپیڈیا تھی۔ بڑے سائز کے ساڑھے سات سو صفحات کا ضخیم اور ایک صد فوٹوؤں سے مزین تھا۔ امسال اس کا "افسانہ نمبر" شائع ہوا ہے۔ جو نئے سال کے خاص نمبروں میں نہایت ممتاز ضخیم دلچسپ و شاندار ہے بڑے سائز کے پونے پانچ سو صفحات ہیں اور جس میں بہت سی تصاویر بھی ہیں فسانے ایک سے ایک بڑھ کر اور نہایت دلچسپ و مزیدار ہیں ایسے مزیدار کہ شروع کر کے بغیر ختم کئے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ علمی، ادبی، تاریخی، اخلاقی، اصلاحی، مزاحیہ و معاشرتی غرض ہر قسم کے پُر لطف فسانے اس مجموعہ میں جمع کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ "افسانوی پلاٹ کی تعمیر" مولوی محمد حسین صاحب ادیب کا فاضلانہ مضمون فسانہ نگاروں کے لئے غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ آخر میں "فسانہ نگاری کی تاریخ" پر ۳۰ صفحات کا ایک طویل مضمون ہے اُن فسانہ نگاروں کے حالات اور فوٹو بھی رسالہ کی زینت ہیں جنہوں نے اس نمبر میں فسانے لکھے غرض "فسانہ نمبر" ہر مذاق کے اصحاب کے لئے دلچسپی کا ایک بڑا اچھا ذخیرہ ہے اور یقیناً اس قابل ہے کہ ہر صاحب ذوق کی میز پر اس کی ایک ایک کاپی رہے۔ ان خوبیوں کے باوجود قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے یعنی صرف دو روپے فی پرچہ ٭

رہنمائے تعلیم کے جوبلی نمبر کے متعلق

(مکرمی جناب بابو جگدیش پرشاد صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ یو۔ پی)

اپنے ایک گرامی نامہ میں یوں رقم فرماتے ہیں:۔ وی۔ پی پارسل ملا۔ واقعی اس پایہ اور ایسی شان کا جوبلی نمبر نکالکر آپ نے ایک زبردست علمی و ادبی خدمت کی ہے اور میں آپ کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ اردو صحافت کی تاریخ میں ایسا خاص نمبر ابھی تک نہ نکلا ہے۔ نہ آئندہ نکلے گا۔ ہاں آپ ہی اپنے سے سبقت لیجانا چاہیں۔ تو دوسری بات ہے کیونکہ آپ کے حوصلہ و ہمت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔

براہ کرم رہنمائے تعلیم کے حسب ذیل نمبروں کی ایک ایک کاپی اور میرے نام وی پی پارسل بھجدیجئے:۔

افسانہ نمبر۔ بچوں کا افسانہ نمبر۔ اور سالانہ نمبر۔ (دستخط)

ملنے کا پتہ:۔ منیجر صاحب رسالہ رہنمائے تعلیم۔ رام گلی لاہور سے طلب فرمائیں

پانی پت کی تیسری لڑائی

(از لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر جمشیر)

پانی پت کی تیسری لڑائی مرہٹوں کے لئے خاص دلچسپی کا موجب ہے۔ گو اِس لڑائی میں انہیں شکست ہوئی لیکن اس شکست کے مقابلہ میں وہ اُن سینکڑوں فتوحات اور کامیابیوں کو بھول جانے کے لئے تیار نہیں جو انہیں مختلف اوقات میں مختلف دشمنوں کے مقابلہ میں حاصل ہوئیں۔

تاریخ میں ریسرچ کرنے والے ابھی تک کلی طور پر لڑائی کی اُن وجوہ پر جو کہ عام طور پر ہمارے سامنے رکھی جاتی ہیں مطمئن نہیں۔ نہ ہی وہ اُن وجوہ پر مطمئن ہیں جو عام طور پر مرہٹوں کی شکست سے منسوب کی جاتی ہیں۔ اتنا لکھ دینا کہ چونکہ مرہٹے تمام ہند میں پھیل گئے تھے اور مغل بادشاہ کو قابو کر کے چوتھ وصول کرنے لگے تھے۔ اس لئے سلطنت مغلیہ کے مختلف مسلمان سرداروں نے احمد شاہ ابدالی کو پیغام بھیجا کہ وہ دہلی آکر بادشاہ اور رعایا کو مرہٹوں کے چنگل سے چھڑائے۔ پانی پت کی لڑائی کا سبب بنا۔ یا یہ کہدینا کہ اِس لڑائی میں مرہٹوں کے ہلکے پھلکے جوانوں کی جری اور قوی ہیکل افغان سپاہیوں کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ اس لئے مرہٹوں کو شکست ہوئی یا یہ لکھدینا کہ اس لڑائی نے مرہٹہ اقتدار کا ہند میں خاتمہ کر دیا کافی نہیں ہے اور ریسرچ کی روشنی میں ہرگز ہرگز تسلی بخش وجوہ نہیں سمجھے جا سکتے۔

ماہ ستمبر کے رسالہ "ماڈرن ریویو" میں مسٹر سار دیسائی نے مندرجہ بالا عنوان پر ایک مضمون پُر از قابلیت و معلومات حوالہ قلم کیا ہے۔ اور اِس لڑائی کی مختلف وجوہ۔ اور مرہٹوں کی شکست کے اسباب کو موجودہ ریسرچ کی روشنی میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ناظرین رسالہ رہنمائے تعلیم کی تفنن طبع کے لئے مندرجہ ذیل سطور میں مسٹر موصوف کے خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے۔

اِس لڑائی کی وجوہات کو ڈھونڈنے کے لئے ۱۷۶۱ء سے کم از کم بیس سال پہلے کی ورق گردانی کرنا پڑیگی۔ تواریخ میں ایسی ہستیوں کی موت جو ملک کے معاملات میں حصّہ لینے والی ہوتی ہیں۔ ہمیشہ حسرت افزا ہوا کرتی ہے۔ اِس لحاظ سے اٹھارھویں صدی کا وسطی حصّہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ملک میں سلطنت مغلیہ کی کایا پلٹ ہو چکی تھی۔ نیز کوئی مرکزی طاقت بھی ایسی نہ تھی جو ملک کے بکھرے ہوئے شیرازے کو باندھ سکتی۔ ہر جانب سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ مندرجہ ذیل برگزیدہ ہستیوں کی موت نے تو تاریخ ہند کا ورق ہی

اُلٹ دیا۔ ۱۲۔ نومبر ۱۷۴۳ء سوائی جے سنگھ والئے جے پور کی موت۔ ۹۔ جون ۱۷۴۷ء کو نادر شاہ کا قتل اور احمد شاہ ابدالی کا طاقت پکڑنا۔ ۱۵۔ اپریل ۱۷۴۸ء کو مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلے کی وفات۔ ۲۱۔ جون ۱۷۴۹ء کو ابھے سنگھ والئے جودھپور کی وفات۔ ۱۴۔ دسمبر ۱۷۴۹ء کو راجہ ساہو کی وفات۔ ۱۲۔ دسمبر ۱۷۵۰ء کو ایشور سنگھ والئے جے پور کی خودکشی۔

سوائی جے سنگھ والئے جے پور کے سرگباش ہو جانے کے بعد ریاست کی گدی کے لئے جنگ شروع ہوئی۔ اور یہ جنگ ۱۷۴۵ء سے لے کر ۱۷۵۲ء تک رہی۔ اِس طرح محمد شاہ رنگیلے کی موت کے سبب وزیر صفدر جنگ کو رہیلوں کے برخلاف جنگ کرنا پڑی۔ تو ۱۷۴۷ء سے لے کر ۱۷۵۱ء تک رہی جس نے سلطنت مغلیہ کو کمزور کر دیا۔

(۱) سندھیا اور ہلکر کو پیشوا نے اپنی جانب سے پورے اختیارات دیکر تعینات کیا تھا۔ ان دونو جرنیلوں کے باہمی عناد اور حسد کے علاوہ راجپوتوں کے ساتھ انکے بُرے سلوک نے اُنکی ہمدردی کھوکر مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو سخت دھکا لگا۔ سچ تو یوں ہے کہ راجپوتوں کی ہمدردی کھو دینا سب سے بڑا سبب تھا کہ جس نے مرہٹوں کی ہندو سلطنت کو تمام ہند میں قائم نہ ہونے دیا۔ جب مرہٹہ فوجیں جے پور میں مقیم تھیں تو وہاں کا راجہ ایشور سنگھ اُنکے آئے دن کے بڑھتے ہوئے مطالبات اور تقاضوں سے اس قدر تنگ آگیا کہ آخر کار تین رانیوں کے ساتھ افیون کھا کر خودکشی کر لی اور اُس کے ساتھ ہی اُس کی بیس خدمت گزار عورتوں نے بھی اپنے جسموں کو سانپوں سے کٹوا کر جان دیدی۔ راجہ ایشور سنگھ کی اِس خودکشی نے راجپوتوں کے سینہ میں آگ لگا دی اور مرہٹوں کے ہمیشہ کے لئے جانی دشمن ہو گئے۔ اور مرہٹہ فوج پر نہایت وحشیانہ مظالم توڑے۔

(۲) مرہٹوں کی کمزوری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ چونکہ سلطنت مغلیہ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے سبب نہایت کمزور ہو گئی تھی۔ اور شاہ دہلی کی حکومت برائے نام رہ گئی تھی۔ اس لئے اُس نے مرہٹوں کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا جس کی رُو سے پیشوا نے اُس کی سلطنت کی حفاظت کرنے کا اقرار کیا تھا۔ یہ مرہٹوں کی مالی اور فوجی حالت کو مدنظر رکھ کر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک نہایت مشکل کام تھا۔ نادر شاہ کی موت کے بعد اُس کے جانشین احمد شاہ ابدالی نے پنجاب کو دبانا چاہا۔ چنانچہ اِس کام کی تکمیل کے لئے ۱۷۴۸ء میں پہلی مرتبہ ہندوستان پر حملہ آور ہُوا۔ لیکن سرہند کے مقام پر مغلیہ فوج سے شکست کھائی۔ اور واپس لوٹنے پر مجبور ہُوا۔ اس لڑائی کے بعد محمد شاہ رنگیلے نے وفات پائی۔ اور اُس کے بیٹے کی حکومت کے زمانہ میں سلطنت کی باگ ڈور وزیر منصور علی صفدر جنگ کے ہاتھوں میں آئی۔ صفدر جنگ کی رقابت رہیلوں سے تھی۔ فریقین میں دو سال تک جنگ ہوتی رہی اور آخر کار صفدر جنگ کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اِس اثنا میں اُس نے مرہٹوں سے ساز باز شروع کی۔ اُن دنوں ہلکر اور سندھیا جے پور میں تھے۔ چنانچہ اُن کی فوجوں سے مل کر صفدر جنگ نے رہیلوں کو حسین پور کے

مقام پر ۱۹۔ اپریل ۱۷۵۸ء کو ایک تباہ کُن شکست دی۔ اور اِس طرح سے مرہٹوں کا اثر ورسوخ پہلی دفعہ دہلی میں ہُوا۔ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے شکست خوردہ رہیلوں نے احمد شاہ ابدالی سے سازباز شروع کر دی اور اُسے ترغیب دی کہ وہ ہندوستان پر حملہ آور ہو۔ دوسری جانب ابدالی کو بھی اپنی شکست کھائے جاتی تھی اور وہ کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کا بڑا خواہش مند تھا۔ چنانچہ ۱۷۵۲ء میں اُس نے ایک جرار فوج کے ساتھ افغانستان کی گھاٹیوں سے اُتر کر پہلے لاہور اور ملتان کے صوبجات فتح کئے اور پھر سیدھا دہلی کا رُخ کیا۔ لیکن ہندوستان کے موسم گرما کو وہ اور اُس کی فوج برداشت نہ کر سکی اور اُسے جلد واپس لوٹنا پڑا۔ البتہ جاتی دفعہ اپنے بیٹے کے ماتحت صوبوں کی حفاظت کے لئے چوکیاں بٹھا گیا۔

صوبہ پنجاب کا یوں ہاتھ سے نکل جانا ایسا فعل نہ تھا کہ جسے شاہ دہلی چُپ چاپ برداشت کر لیتا۔ چنانچہ اور کچھ بنتے نہ دیکھ کر اُس نے اپنے وزیر غازی الدین کے مشورہ سے مرہٹوں کی حفاظت میں کُھلم کُھلا جانیکا عزم مصمم کر لیا۔ مئی ۱۷۵۲ء کو سندھیا اور ہلکر کے ساتھ باقاعدہ عہدنامہ مرتب ہُوا۔ جس کی رُو سے مرہٹوں کو ساری سلطنت مغلیہ میں چوتھ وصول کرنے کا حق دیا گیا۔ اور اِس کے عوض مرہٹوں نے بادشاہ مغل اور اُس کی سلطنت کی حفاظت کا بیڑہ اُٹھایا۔ اس عہدنامہ کی وجہ سے ہی مرہٹوں اور افغانوں کے درمیان ایک مستقل دشمنی کی بُنیاد پڑی۔ دونوں ہی جانب سے شہنشاہ دہلی کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے کوششیں اور شطرنجی چالیں شروع ہوئیں اور اِس دائمی دشمنی کا نتیجہ پانی پت کے میدان پر ظاہر ہُوا۔

سندھیا اور ہلکر نے اِس عہدنامہ کے سبب مرہٹوں کو ایسے کام کے لئے جکڑ دیا تھا کہ جس کے اُن کی طاقت اور خزانہ بالکل اہل نہ تھے۔ پیشوا کو دکن کے سیاسی امورات سے ہی فرصت نہ تھی۔ بھلا دہلی کے معاملات کو سلجھانے کے لئے کہاں سے وقت لاتا۔ اتنی لمبی چوڑی سلطنت کی حفاظت کوئی بچوں کا کھیل نہ تھا۔ اِس کے لئے ایک بہت بڑی فوج اور خزانہ کی ضرورت تھی۔ ممکن ہے کہ مرہٹے اِس بھاری فرض کو سنبھالنے کے قابل بھی ہو جاتے۔ اگر ہلکر اور سندھیا میں کامل اتحاد ہوتا۔ لیکن افسوس کہ جہاں ایک جانب وہ اپنے آپ کو پیشوا کے کارندے ظاہر کرتے تھے۔ وہاں ذاتی فائدے کو بھی مدِنظر رکھتے تھے۔ اُنکے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے بڑا حسد اور رشک تھا جس نے ہندوؤں کی بادشاہی کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ پیشوا جنوب میں اپنی طاقت کو مضبوط کرنے میں مشغول تھا اُسے اتنی فرصت نہ تھی کہ بذات خود دہلی آتا یا کچھ وقت کے لئے اپنی توجہ اُس جانب منعطف کر سکتا۔ اور کسی طرح سے عہدنامہ کی شرائط کو کُلی طور پر نبھا سکتا۔

دہلی دربار میں بہت بڑا سیاسی شاعر روہیلہ سردار نجیب الدولہ تھا۔ اُس نے احمد شاہ ابدالی کو پیغام پر پیغام بھیجنے شروع کئے۔ کہ وہ آکر شاہ دہلی کو مرہٹوں کے چنگل سے رہائی دلائے۔ احمد شاہ ابدالی خود بھی یہ برداشت

نہ کر سکتا تھا۔ کہ ہندوستان کی بادشاہت اتنی آسانی سے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ چنانچہ ان رنجشوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے دونو حکومتوں میں آخری فیصلہ کُن مقابلہ لازمی تھا۔ جو پانی پت کے میدان میں ہُوا۔

عہدنامہ کے مطابق لازمی تھا۔ کہ سلطنت مغلیہ کی حفاظت کی جائے۔ لیکن اپنی فوج کو اس قابل نہ دیکھ کر سندھیا اور ہلکر دونو بذاتِ خود پونہ گئے۔ پیشوا کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اور اپنے ساتھ موخرالذکر کے چچیرے بھائی رگھوبا کے ماتحت ایک جرار فوج لینے آئے۔ اُن کے ارادوں کی تکمیل کی راہ میں جو بھی رکاوٹیں تھیں۔ سب کو تلوار کے زور سے ہٹاکر وزیر غازی الدین کے مشورہ سے ناقابلِ شاہ دہلی کو تخت سے اُتار کر اُس کی جگہ عالمگیر ثانی کو تخت پر بٹھایا اور پھر دوبارہ جانب جنوب مراجعت کی۔ احمد شاہ ابدالی کو بھی ان سب واقعات کی اطلاع نجیب الدولہ کی معرفت پہنچ گئی۔ چنانچہ مکمل تیاری کر کے ۱۷۵۶ء میں وہ بھی افغانستان کے پہاڑوں سے نیچے اُتر آیا۔ اور یلغار کرتا ہُوا سیدھا دہلی پہنچا۔ اِس دفعہ اُس نے دہلی آنے تک ہی کتفا نہیں کی بلکہ وہاں سے جنوب کی جانب بھی بڑھا۔ متھرا پہنچ کر وہاں اُس نے کئی ہندو مندروں کو گرایا۔ اور آگرہ تک تمام علاقہ کو تہ و بالا کر ڈالا۔ لیکن گرمی سے تنگ آکر جلدی افغانستان کو واپس لوٹا۔ راستہ میں واپسی پر اُس نے وہ وہ مظالم توڑے کہ خلق خدا الامان الامان پکار اُٹھی۔

جب ان مظالم اور دیدہ دلیری کی خبر پیشوا کو پہنچی تو اُسے بھی شمالی سرحد کی خراب حالت کا احساس ہُوا۔ ان دنوں اُسے کرناٹک میں بڑی بھاری فتح نصیب ہوئی تھی۔ اور اس وجہ سے وہ شمال میں افغانوں سے فیصلہ کُن جنگ کو بھی خاص اہمیت نہ دے رہا تھا۔ جس وقت ابدالی افغانستان کی پہاڑیوں سے نیچے اُترا پیشوا نے بھی ایک جرار فوج رگھوبا کے ماتحت شمال کی جانب روانہ کر دی تھی۔ لیکن رگھوبا کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہی ابدالی واپس افغانستان ہو گیا تھا۔ چنانچہ رگھوبا اُس کے پیچھے پیچھے اٹک تک پہنچا اور راستہ میں افغان کے سب نشانات مٹاتا گیا۔ پیشتر اس کے کہ رگھوبا کو مرہٹوں کی طاقت کو پنجاب کی شمالی سرحد پر مضبوط کرنے کا وقت ملے اور وہ حفاظتی چوکیاں قائم کر سکے۔ اُسے دکن واپس لوٹنے کا حکم صادر ہُوا۔ چاروناچار اُسے شمالی سرحد کو غیر مستحکم حالت میں خود غرض اور حاسد جرنیلوں کے ہاتھوں چھوڑ کر واپس لوٹنا پڑا۔ پس نجیب الدولہ کے لئے یہ سُنہری موقعہ تھا۔ حسد۔ تعصب اور نفرت کے زیر اثر ہو کر اُس نے ایک نہایت رقت انگیز چٹھی احمد شاہ ابدالی کو لکھی کہ اگر ہند میں مسلمانوں کی حکومت کو بچانا ہے تو فوراً ہندوستان پہنچو۔ اور خود بھی مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں کرنے لگا۔ اُدھر پیشوا کو دکن کے معاملات سے فرصت نہ ملتی تھی۔ معاملات دہلی کو نپٹانے کے لئے وقت کہاں سے لاتا۔ اُس وقت ہلکر بھی پونہ ہی میں تھا۔ اور دہلی میں مرہٹوں کا نمائندہ صرف دتاجی سندھیا تھا۔ دتاجی سندھیا ایک غصیل اور جلدی جذبات کے زیر اثر ہونے والا سپاہی تھا۔ اور تدبیر اور سیاسی

شاطرانہ چالوں سے محض نابلد تھا۔ چنانچہ اُس نے نجیب الدولہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ٹھیک وقت پر کچلنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

۱۷۵۹ء کے آخر میں احمد شاہ ابدالی اچانک افغانستان سے نیچے اُتر آیا۔ اور پنجاب کو تہ و بالا کرتا ہُوا جلد جلد کوچ کرکے رہیلوں کو ساتھ لے کر دہلی روانہ ہو گیا۔ اور اپنی جان پر کھیل کر اور سخت خطرے میں پڑ کر جمنا کو عبور کیا۔ اور داتاجی سندھیا کو آ گھیرا۔ چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۷۶۰ء کو ایک مختصر جنگ کے بعد داتاجی سندھیا مارا گیا۔ اِس سال ابدالی واپس افغانستان نہ گیا۔ بلکہ سال بھر یہیں ٹھہر کر سلطنت دہلی کو مرہٹوں سے بچانے کی تجاویز سوچتا رہا اور اُس کی حفاظتی چوکیوں کو مستحکم کرتا رہا۔

سندھیا کے شہید ہو جانے کی خبر کو پونا پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ پیشوا نے اِس خبر کو گہرے رنج سے سُنا اور اس کو شمال کی خطرناک حالت کا احساس ہُوا۔ جس وقت یہ خبر پونا پہنچی تو وہاں نظام پر مقام اوگیر پہ فتح حاصل کرنے کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ چنانچہ ابدالی کے چیلنج کا جواب دینے کی تیاریاں فوراً ہی وسیع پیمانہ پر شروع ہو گئیں۔ ایک جرار فوج احمد نگر کے مقام پر اکٹھی کی گئی تمام آزمودہ کار جرنیل اور نامی سپاہی جان پر کھیلنے کے لئے تیار ہوئے۔ مشہور ماہر توپ خانہ ابراہیم گردی کے ماتحت ایک بھاری توپ خانہ بھی تیار کیا گیا۔ پیشوا نے ایک لاکھ سے زائد سپاہ کو اپنے بھتیجے سداشیو راؤ بھاؤ کے ماتحت شمال کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ افغان طاقت کا دہلی دربار سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائے۔

اس فوج نے دریائے گوداوری کے کنارہ سے ۴ر مارچ ۱۷۶۰ء کو کوچ کیا۔ اور ۵ مئی کو دریائے چنبل کو عبور کرکے جانباز بھاؤ نے آگرہ کے نزدیک دریائے گمبر کے کنارے مقام کیا۔ اُس کی ہر وقت یہی خواہش تھی۔ کہ اُسے ابدالی کی فوج جلدی ملے تاکہ وہ اپنے جوہرِ مردانگی دکھا سکے۔ ابدالی کا لاؤ لشکر اُس وقت علیگڈھ کے قریب مقام انوپ شہر میں مقیم تھا۔ لیکن صد افسوس کہ بارشیں جلد شروع ہو جانے کے سبب دریاؤں میں طغیانی آ گئی تھی۔ اور اس لئے بھاؤ کا لشکر جمنا کو عبور نہ کر سکا۔ اِس مجبوری کے سامنے اور کوئی پیش نہ جاتی دیکھ کر بھاؤ دہلی روانہ ہو گیا۔ اور اس نے وہاں پہنچتے ہی نہایت آسانی سے شہر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ ابدالی اِس قبضہ کی خبر سُنکر سخت چیں بہ جبیں ہُوا۔

دو مہینے تک دونو فوجیں دریائے جمنا کے دونو کناروں پر پڑی رہیں۔ لیکن بوجہ طغیانی ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے کا کوئی موقعہ ہاتھ نہ آیا۔ اس دوران میں دونو فوجوں نے خوراک حاصل کرنے کے لئے تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اور جب زیادہ ٹھہرنا ناممکن ہو گیا تو بھاؤ نے کنج پورہ کی جانب جو کرنال کے نزدیک ہے کوچ کیا۔ یہاں ابدالی نے ایک جری فوج قلعہ کی حفاظت کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ لیکن

اُس نے آسانی سے مرہٹوں کی اطاعت قبول کرلی۔ یہ مقام میدان پانی پت سے قریب تر ہے۔ اِس مقام پر بھاؤ نے اپنا قومی تہوار دُسہرہ بڑی شان وشوکت سے منایا۔ اس کے بعد اُس نے دریائے جمنا کو اور اونچے مقام سے عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اُس کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ جب اُسے معلوم ہُوا کہ ابدالی نے ۲۶ اور ۲۸ اکتوبر کے درمیان اپنی تمام فوج اور سازوسامان کے ساتھ ماگھپت کے مقام پر دریا کو عبور کرلیاہے۔ یہ مقام دہلی سے بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس طرح سے مرہٹوں کا جنوب کی جانب سے آمدورفت کا راستہ بالکل منقطع کردیا گیا۔ لیکن ابدالی کا سلسلہ رسد رسانی تمام شمالی جانب سے بھی ٹوٹ گیا۔

اس جگہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ پانی پت کی لڑائی میں فتح کا انحصار اُس قابلیت پر بھی تھا جو دونو جانب سے بڑے بڑے دریاؤں کو عبور کرنے میں دکھائی جاسکے۔ اِس قابلیت میں ابدالی کو وسط ایشیا اور پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرنے کا تجربہ ہونے کے سبب جانباز بھاؤ پر کہیں زیادہ فوقیت تھی۔ بھاؤ نے جلدی جلدی کنج پورہ کے مقام سے کُوچ کیا۔ اور جنوب کی جانب ابدالی کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑھا لیکن یہ محسوس کرکے کہ فتح اتنی آسان نہیں۔ اپنا کیمپ قصبہ پانی پت کے جنوب کی جانب لگادیا۔ دوسری جانب ابدالی نے اپنا کیمپ بیس میل کے فاصلہ پر سونی پت کے مقام پر لگادیا۔ فریقین کے پاس ایک ایک لاکھ سے زائد فوج تھی اور اس سے تگنی تعداد دیگر نوکروں اور نہ لڑنے والوں کی تھی۔ شروع شروع میں بلا شک وشبہ مرہٹہ فوج کیا بلحاظ طاقت وقومی جوش اور کیا بلحاظ سازوسامان افغانوں سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اور باوجود اتنی تاریخی ورق گردانی کے یہ بات ابھی تک کلی طور پر طے نہیں ہوئی۔ کہ کیوں بھاؤ اڑھائی ماہ تک لڑنے سے باز رہا۔ ہوسکتا ہے کہ اُسے جنوب سے کمک آنے کی اُمید ہو اور وہ اِس اُمیدِ موہوم پر انتظار کرتا رہا ہو کہ جب جنوب سے فوج آئے تو وہ شمالی جانب پر حملہ کرکے ابدالی کو کُچل ڈالے۔ لیکن ابدالی سپاہیانہ تدبیر میں بھی بھاؤ سے کہیں زیادہ تجربہ کار جرنیل تھا۔ آہستہ آہستہ اُس نے مرہٹوں کا دکن کی جانب سے سلسلہ رسد رسانی بالکل بند کردیا۔ اور مرہٹوں کو اِس بات پر مجبور کردیا۔ کہ وہ تنگ آکر لڑائی کے لئے آمادہ ہوں۔ ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو بھاؤ کی فوج کی حالت خطرناک ہوگئی۔ اور وہ ساری فوج کو میدان جنگ میں دھکیلنے پر مجبور ہوگیا۔ چھ گھنٹہ سخت خونخوار جنگ ہوتی رہی۔ اور لوہے سے لوہا بجتا رہا۔ مرہٹوں کی کامیابی کی اُمید بھی بندھ گئی تھی۔ لیکن ع قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند۔ عین اُس وقت پیشوا کا بیٹا جو ہاتھی پر سوار تھا۔ گولی لگنے سے نڈھال ہوکر گر پڑا۔ یہ دیکھتے ہی بھاؤ اپنا آپ بھُول گیا۔ بجائے اِس کے کہ وہ اِس صدمہ کو مردانگی سے برداشت کرتا اور اُس فرض کو جو اُس پر فوج کا کمانڈر ہونے کی وجہ سے عائد ہُوا تھا۔ محسوس کرتا اور مردانہ وار سپاہیانہ تدبیر سے فوج کو لڑاتا۔ بپھرے ہوئے شیر کی طرح ہاتھ میں تلوار پکڑ کر

فوراً اُس جگہ گھس گیا جہاں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ بھاؤ کی اس نادانی پر جتنے آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔ اپنے کمانڈر کو اوجھل دیکھ کر مرہٹوں نے دل چھوڑ دیا۔ اب میدان کا افغانوں کے ہاتھ آجانا بڑی معمولی بات تھی۔ اُن نقصانات کی وجہ سے کہ جو وہ دن بھر سے برداشت کر رہے تھے وہ سخت غصّہ میں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا بدلہ لینے کے لئے دشمنوں کو کاٹ ڈالنے میں کوئی بھی رحم نہ کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ اور باقیوں نے زخموں سے نڈھال ہوکر جان دیدی۔ مرہٹہ فوج کا بیشتر حصّہ بمعہ آزمودہ کار جرنیلوں کے اِس لڑائی میں کام آیا۔ ایک ہفتہ کے بعد جب یہ خبر پیشوا کو پہنچی تو اُسے اس قدر رنج ہوا اور اتنی دماغی پریشانی ہوئی کہ رنج و غم میں گھل گھل کر چند ماہ میں راہی ملک بقا ہوگیا۔ راجپوت اگر مدد کرتے تو اغلب تھا کہ ابدالی کو فتح نصیب نہ ہوتی۔ لیکن اُن کے سینوں میں ایشور سنگھ والئے جے پور کی خودکشی کا زخم تازہ تھا۔ وہ غیر جانبدار ہوکر مرہٹوں کی تباہی کو خوشی خوشی دیکھتے رہے۔

پانی پت کی شکست عام طور پر مرہٹوں کے زوال کا آغاز سمجھی جاتی ہے۔ لیکن بنظر غور دیکھنے اور پوری تلاش و تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ یہ خیال درست نہیں۔ بیشک پانی پت کے مقام پر مرہٹوں کا نقصان بہت ہوا۔ لیکن یہ نقصان مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت پر چنداں اثر پذیر نہیں ہوا۔ چند سال کے عرصہ میں ہی نئے نوجوانوں نے پُرانے سپاہیوں کی جگہ لے لی۔ افغانوں کو بھی سوائے اِس کے کہ وہ فتح یاب ہوئے۔ اِس فتح سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ نقصان اُنکا بھی زبردست ہوا۔ ابدالی ہندوستان کے ۱۸ ماہ کے قیام سے بالکل تھک چکا تھا۔ نجیب الدولہ پر اُسے اعتماد کلی نہ تھا۔ اِس لئے اُس نے مارچ ۱۷۶۱ء کو ہمیشہ کے لئے ہندوستان کو خیرباد کہدیا۔ نہ ہی پنجاب پر اُس کی حکومت مستحکم ہوسکی۔ کیونکہ یہاں سکھ بڑی تیزی سے طاقت پکڑ رہے تھے۔ مرہٹوں نے اِس لڑائی کے صرف دس سال بعد ہی ۱۷۷۱ء کے اقرار کو کہ جو انہوں نے شاہ دہلی کی حفاظت کا کیا تھا حرف بحرف پورا کردیا۔ جب انہوں نے شاہ عالم کو دہلی کے تخت پر پھر بٹھادیا۔ اور اِس طرح سے ایک دفعہ سارے ہندوستان میں ہندوؤں کی بادشاہی کا خواب کچھ عرصہ کے لئے تو ضرور سچا کردیا۔

مرہٹوں کے انتہائی عروج و زوال کا شروع حادثہ پانی پت نہ تھا۔ بلکہ وہ روز بد تھا کہ جس دن چوتھے پیشوا مادھو راؤ اول نے چھوٹی عمر میں ہی وفات پائی۔ مادھو راؤ نہایت اعلےٰ جرنیل۔ بڑا سیاسی شاطر اور بیحد قابل حکمران تھا۔ اگر اُس کی عمر نے وفا کی ہوتی تو یہ بات غیر اغلب نہیں کہ وہ مرہٹوں کو انتہائی عروج پر پہنچا دیتا۔

آج بھی حادثۂ پانی پت کی یاد سے مرہٹوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ شکست فتح کے مترادف ہے۔ جس وقت مرہٹہ فوج پانی پت کے میدان میں مقیم تھی تو تین چار دفعہ سداشو راؤ بھاؤ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ چونکہ مرہٹہ فوج دشمن کے نرغہ میں آگئی ہے۔ اس لئے غیر موزوں موقعہ کے سبب ابدالی کی فوج سے بچنا ہی مناسب ہے۔ یہ بھی صلاح دی گئی کہ میدان میں مقابلہ کرنے کی بجائے گوریلہ طرز کی لڑائی کی جائے۔

لیکن اس بزدلانہ خیال کو نہ صرف سپاہیوں نے بلکہ دیگر نوکروں اور چاکروں نے بھی ٹھکرا دیا۔ اس کے متعلق میجر EVANS BELL یوں رقمطراز ہے۔ "حادثہ پانی پت بھی مرہٹوں کے لئے فتح اور شان کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ اس لڑائی میں اُنہوں نے محب الوطنوں کی طرح ہندوستان کی خاطر جانیں قربان کیں۔ جس وقت یہ جنگ ہو رہی تھی تو دہلی۔ اودھ اور دکن کے سلطان فرمانروا بغلیں جھانکتے اور سازش کر رہے تھے۔ اگرچہ مرہٹوں کو شکست ہوئی۔ لیکن فتح یاب افغان بھی ہمیشہ کے لئے ہندوستان سے واپس چلے گئے۔ اور پھر انہوں نے ہندوستان آنے کا قصد نہ کیا۔

سپاہی کا خواب

آفتاب نے افق مشرق سے منہ چھپا لیا ہر طرف تاریکی پھیلنی شروع ہوئی آسمان پر ستاروں نے محفل جمائی دن بھر کے جنگ سے تھکے ماندے سپاہی بگل کی آواز سنکر قیام و آرام کی فکر کرنے لگے اور معمولی ناشتہ کے بعد اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے چند الاؤ کے گرد بیٹھ گئے ایک سپاہی ایک طرف گھاس کے چند تنکوں پر لیٹ کر خراٹے لینے لگا۔

سوتے میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ لڑائی کے میدان سے کہیں دور ایک صحرا میں چلا جا رہا ہے۔ صبح کا سہانا سماں ہے سورج افق مشرق سے نکلکر آہستہ آہستہ چاروں طرف اپنی کرنیں پھیلا رہا ہے ٹنڈ منڈ درخت موسم خزاں کا پتہ دے رہے ہیں ذرا آگے چلکر کیا دیکھتا ہے کہ وہ اپنے گھر کی طرف چلا جاتا ہے وہی کھیت ہیں اور وہی پہاڑیوں کا دامن ہے کسان ہل چلا رہے ہیں اور اپنے دیہاتی انداز میں موسمی گیت گا رہے ہیں۔ یہانتک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔ باپ نے بڑھکر آغوش میں کیا ماں نے ماتھے پر بوسے دے کر بلائیں لیں بچوں نے لپٹ لپٹ کر اور ہنس ہنس کر خوشی کا اظہار کیا دوستوں سے ملاقات کی۔ آشناؤں سے ملا۔ اور واپس نہ جانے کا وعدہ کیا۔

بیوی نے خوشی اور غم کے ملے جلے آنسوؤں سے استقبال کیا۔ اپنی جدائی کے دکھڑے روئے اور گھر رہنے کا اقرار یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ

اچانک بیچارے کی آنکھ کھل گئی حسرت اور افسوس سے آنکھوں پر ہاتھ ملتا اُٹھ بیٹھا سورج مشرقی درختوں سے پرے آہستہ آہستہ نکل رہا تھا۔ اب وہی میدان جنگ کا خیال تھا اور وہی مصیبت کا مارا سپاہی۔

نذیر احمد ناظر نائب مدرس
مڈل سکول مہالم کلاں تحصیل قصور

قطب الملک

(از کوثر چاند پوری)

نام و نسب اور ابتدائی حالات

قطب الملک کا اصل نام "حسن علی" اور خطاب "قطب الملک" تھا۔ حسن علی کا تعلق سادات بارہہ سے ہے، جن کا سلسلۂ نسب سید ابوالفرح واسطی تک پہنچتا ہے۔ حسن علی کو عام طور پر تاریخوں میں عبداللہ خاں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عبداللہ خاں بھی اصل میں اُس کا ایک خطاب تھا، یہ سید میاں (بارہہ) کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت میں حسن علی کو "خانی" کا خطاب اور نذربار و سلطان پور کی فوجداری حاصل تھی۔ اس کے بعد جب شاہزادہ معزالدین بن شاہ عالم کو دربارِ عالمگیری سے ملتان کی صوبہ داری عطا کی گئی تو حسن علی خاں کو شہزادے کے ہمراہ بھیجا گیا۔ لیکن سید اور شاہزادہ کے تعلقات زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہے اور قطب الملک آزردہ خاطر ہو کر لاہور آ گیا۔

رحلتِ عالمگیر کے بعد جب شاہ عالم پشاور سے لاہور آیا تو اُس نے حسن علی کو سہ ہزاری منصب اور نقارہ عنایت کر کے فوج کی بخشی گری کے عہدے پر فائز کر دیا۔

صوبہ داری اور ترقیِ مناصب

جس وقت اورنگ زیب نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مسندِ حکومت کو خالی کیا تو ایک طرف سے محمد اعظم شاہ اور دوسری طرف سے شاہ عالم عروسِ ملک سے ہم آغوش ہونے کی غرض سے اپنی اپنی فوجیں لے کر بڑھے، محمد معزالدین بن شاہ عالم کی فوج کا حسن علی خاں کو ہراول مقرر کیا گیا، اس جنگ میں اس کے دوسرے بھائی حسین علی خاں اور نورالدین علی خاں بھی شریک تھے۔ تینوں بھائی نہایت پامردی اور استقلال سے لڑے، نورالدین علی خاں اسی معرکہ میں کام آیا، یہ دونوں بھائی بھی سخت مجروح ہوئے، لیکن فتح و نصرت انہیں ہی حاصل ہوئی، حسن علی خاں کو اس کی جانفروشی کے صلہ میں چار ہزاری منصب دیکر اجمیر کی صوبہ داری عنایت کی گئی، مگر بعد میں الہ آباد کا صوبہ دار بنا دیا گیا۔

شاہ عالم کے بعد اس کا بیٹا معزالدین سریر آرائے مملکت ہوا تو اُس نے حسن علی خاں کو الہ آباد کی صوبہ داری سے معزول کر کے راجی خاں کو اس کی جگہ دیدی اور سید عبدالغفار کو راجی خاں کا نائب بنا کر بھیجا گیا۔ حسن علی خاں نے عبدالغفار کا مقابلہ کیا اور سواد الہ آباد میں معرکہ آرائی ہوئی۔ سید عبدالغفار مغلوب ہو کر واپس ہو گیا۔

معزالدین نے حسن علی سے کسی قسم کی بازپرس نہیں کی، بلکہ اُس کی استمالت اور دلداری کے طور پر الہ آباد کی بحالی کا حکم بھیجدیا۔ اور منصب میں بھی اضافہ کر دیا۔[1]

---

[1] مآثر الکرام صفحہ ۱۵۶ مطبوعہ لاہور

فرخ سیر کی تائید

اس اثنا میں حسن علی خاں کا چھوٹا بھائی حسین علی فرخ سیر سے رفاقت و ہمدردی کا وعدہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے حسن علی سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی فرخ سیر کی امداد پر کمر بستہ ہو جائے۔ حسن علی خاں نے پہلے تو عذر کیا۔ پھر اپنے اور معزالدین کے تعلقات پر نظر کرتے ہوئے جو صوبہ داری ملتان کے زمانہ سے اچھے نہ تھے نیز اس کی حرکات کو ایک وقتی ہنگامہ تصور کرتے ہوئے وہ تیار ہو گیا اور فرخ سیر سے الہ آباد آنے کی درخواست کی۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ معزالدین جہاندار شاہ لال کنور کے شمع حسن پر پروانہ وار نثار ہو رہا تھا اور اُس کو امتیاز محل بیگم کا خطاب دیکر نہایت معزز و ممتاز بنا چکا تھا۔ حتیٰ کہ لال کنور کے بھائی خوشحال خاں کو ہفت ہزاری اور اُس کے چچا زاد بھائی نعمت خاں کو پنجہزاری منصب عطا کرکے خوشحال خاں کو اکبر آباد کی صوبہ داری پر نامزد کر چکا تھا۔ لیکن وزیر الممالک ذوالفقار علی خاں نے سند جاری نہ کی تھی۔ بلکہ بطور استہزا چند ہزار باجے اور طنبورے طلب کئے تھے، خوشحال خاں نے اپنی بہن کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں وزیر کے اس مذاق کی شکایت کی بادشاہ نے وزیر سے سفارش کرتے ہوئے کہا کہ طنبوروں کی درخواست غالباً مذاقاً کی گئی ہے وزیر نے کہا۔ جہاں پناہ! مذاق نہیں ہے، حقیقت ہے، کیونکہ صوبہ داری اور اسی قسم کے دوسرے مناصب ان لوگوں کا حصہ ہیں، جن کے حقوق سلطنت پر ہوں اور جنھوں نے عرصۂ کارزار کو اپنے خون سے لالہ زار کیا ہو، گانے بجانے والوں پر بادشاہ کی نظر عنایت مبذول ہوتی ہے تو اُن کو انعام و اکرام دیکر خوش کر دیا جاتا ہے، لیکن جب قوال اور بھڑوے صوبہ دار بنائے جائیں گے تو آخر اُن لوگوں کے لئے بھی تو کسی کام کی ضرورت ہوگی۔ میں نے اسی لئے یہ طنبورے منگائے ہیں کہ اُن کو دیدئے جائیں اور وہ ان کو وجہ معاش بنائیں۔ معزالدین وزیر کا معقول جواب سن کر شرمندہ ہو گیا[1]

غرض معزالدین کی یہ حیا سوز حرکات اعیانِ دولت کے لئے نفرت و دل برداشتگی کا باعث ہو رہی تھیں اور سلطنت کی جڑیں اندر ہی اندر کھوکھلی ہو رہی تھیں۔ قدیم نمک خوار جو بادشاہ کی غفلت و عیاشی کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اپنی عزت و توقیر کو خطرے میں سمجھتے تھے، چونکہ معزالدین کے قلب و دماغ پر "لال کنور" کا قبضہ تھا اور اُس کی عشوہ سازیوں نے بادشاہ ہند کو مفتوح کر لیا تھا۔ لہٰذا محل کے اندر اور باہر کم ظرفوں، جاہلوں اور نااہل لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ شریف اور معزز اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔

ایک طرف خوشحال خاں کی سیاہ کاریاں شرفاء کے لئے باعثِ ننگ و عار تھیں، دوسری طرف یہ گل کھلا کہ ایک کنجڑے کی بیوی جس کا نام زہرہ تھا اور جو لال کنور کی مُنہ بولی بہن تھی۔ برسرِ اقتدار آئی اور اپنے عروج سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اُس نے امراء کو ذلیل و رسوا کیا، وہ ہتھنی پر سوار ہو کر شان و شوکت کے ساتھ روزانہ لال کنور سے ملنے قلعہ میں جایا کرتی تھی۔ اثنائے راہ میں اُس کے ہمراہیوں سے غریبوں اور شریفوں کو تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ یہ امر اعیانِ سلطنت پر نہایت گراں تھا۔

ایک دن چین قلیچ خاں خلف غازی الدین خاں جو نہایت جاہ و سطوت کا آدمی تھا اور ذوالفقار علی خاں کے علاوہ کسی کو اپنا ہمسر خیال نہ کرتا تھا، اورنگ زیب ہمیشہ اُس پر ملتفت رہا تھا لیکن اُس کے بعد زمانہ موافق نہ رہا تھا۔ اس لئے وہ گوشہ نشین ہو گیا تھا دربار کی آمد و رفت بھی ترک کر دی تھی علماء وغیرہ سے ملنے کی غرض سے وہ کبھی کبھی گھر سے نکلتا تھا۔ اتفاق سے وہ کسی درویش کی ملاقات سے واپس

---

[1] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۳۸۶

آرہا تھا کہ راستہ میں زہرہ کی سواری آتی ہوئی نظر آئی، نہ قلیچ خاں نے دوراندیشی کے خیال سے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس بازار کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیں۔ مگر زہرہ کے ہمراہی حد درجہ فتنہ انگیز تھے۔ اُنہوں نے دانستہ قلیچ خاں کے آدمیوں سے شرارت کرنا شروع کی، قلیچ خاں نے پہلے پہلے تو اغماض کیا۔ مگر بدقسمتی سے زہرہ کی سُتھنی قلیچ خاں کی سواری کے برابر آگئی، زہرہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا، یہ کس کی سواری ہے؟ کسی نے کہا قلیچ خاں کی، قلیچ خاں کا نام لیکر زہرہ کے منہ سے کوئی توہین آمیز لفظ نکل گیا جس کے سُنتے ہی خان کو غصہ آگیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اُنہوں نے زہرہ کو سُتھنی سے اُتار کر خوب زدوکوب کیا۔

قلیچ خاں کو بادشاہ کی شیفتگی کے حالات معلوم تھے اور وہ سمجھتا تھا کہ معزالدین لال کنور کے اشاروں پر حکومت کر رہا ہے لال کنور اور زہرہ کے باہمی تعلقات سے بھی وہ آگاہ تھا۔ اس لئے اُس کا یہ خیال کہ زہرہ حرم سرا میں جاکر ضرور کوئی فتنہ اُٹھائیگی، بعید از قیاس نہ تھا۔ قلیچ خاں معاملہ کی نزاکت کے لحاظ سے سیدھا ذوالفقار علی خاں کے یہاں چلا گیا اور تمام واقعہ اس سے بیان کردیا، وزیر نے تسلی و تشفی کرنے کے بعد خان کو رخصت کردیا اور بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ خانہ زادوں کی آبرو ایک ہے، میں بھی قلیچ خاں سے بالکل متفق ہوں

ادھر زہرہ نے محل میں پہنچ کر لال کنور کے سامنے رونا پیٹنا شروع کیا۔ لال کنور نے بادشاہ کو انتقام پر آمادہ کردیا۔ قریب تھا کہ قلیچ خاں کے حق میں کوئی حکم صادر ہو کہ ذوالفقار کا پیغام پہنچ گیا اور بادشاہ خاموش گیا۔

خوشحال خاں کی شوخیوں سے تنگ آکر ایک استغاثہ کے سلسلہ میں ذوالفقار علی خاں نے اُس کو قید کر کے سلیم گڑھ بھیجدیا اور اُس کی جائداد ضبط کر کے سرکار میں داخل کردی، خوشحال خاں لال کنور کا حقیقی بھائی تھا اور لال کنور وہ عورت تھی جس نے بادشاہ کو اپنی کاکل پیچاں کا اسیر بنا رکھا تھا۔ اس لئے خوشحال خاں کی گرفتاری سے بادشاہ کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ یہ ہوا کہ بادشاہ وزیر کی جانب سے برگشتہ ہو گیا۔ حالانکہ بادشاہ کی عیش پرستی، اور عدل و انصاف کی طرف سے لاپروائی کا عام نتیجہ یہ تھا کہ مخلوق وزیر کی گرویدہ ہو رہی تھی اور ہر آبرو دار نے اپنی عزت و ناموس کو روشن دماغ اور عدل گستر وزیر کے حوالہ کردیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس حکومت کے اندرونی واقعات یہ ہوں اس کے مقابل کسی انقلابی تحریک کا کامیاب ہوجانا کس قدر ممکن اور آسان ہے!

اِدھر معزالدین ان رنگ رلیوں میں مصروف تھا اور ارکانِ سلطنت رفتہ رفتہ اس سے بددل ہو رہے تھے، اُدھر فرخ سیر حسن علی اور اس کے بھائی حسین علی کی ہمدردی حاصل کر کے پٹنہ سے نکل کر الہ آباد آپہنچا۔ یہاں پہنچکر اُس نے حسن علی سے گفتگو کی۔ دونوں نے عہد و پیمان کئے۔ فرخ سیر نے حسن علی کو عنایات شاہی کا اُمیدوار بنا کر فوج کی ہراولی پر مقرر کیا اور بسم اللہ کہہ کر آگے بڑھا۔

اِدھر سے معزالدین کا بڑا بیٹا اعزالدین، خواجہ حسین یعنی خان دوران کی اتالیقی میں شاہجہان آباد سے فرخ سیر کو روکنے کی غرض سے روانہ ہو کر کھجوہ پرگنہ الہ آباد میں مقیم ہوا کہ غنیم سامنے آجائے تو تیغ و تفنگ سے اس کی تواضع کی جائے لیکن فرخ سیر کے قریب پہنچتے ہی اعزالدین بغیر کسی جنگ و جدل کے خاموشی کے ساتھ آدھی رات کو فرار ہوگیا[1]۔

اعزالدین کے اس بزدلانہ فرار سے فرخ سیر کو بہت فائدہ پہنچا۔ کیونکہ اعزالدین بدحواسی میں جو کچھ ساتھ لے جاسکتا تھا لے گیا تھا۔ باقی تمام سامان اور خزانہ جائے قیام پر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ جس کو فرخ سیر کی سپاہ نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس سے ان کو بہت امداد ملی[2]

---

[1] مآثر الاکرام صفحہ ۱۵۷ + [2] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۳۹۱

معز الدین کو بیٹے کی شکست کا حال معلوم ہوا تو اُس نے امراء و ارکانِ دولت کو ساتھ لے کر مقابلہ کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۲۴ء کو ستر اسی ہزار فوج اپنی رکاب میں لے کر دہلی سے نکلا اور اکبر آباد کا رُخ کیا۔

معز الدین کی فوج کے افسران و اُمراء شکستہ دل، ملول اور متنفر تھے۔ اکثر امراء نے فرخ سیر کو خفیہ طور پر خطوط لکھ کر امداد کا وعدہ کیا۔ اگرچہ معز الدین کے مقابلہ میں کسی کو فرخ سیر کے کامیاب ہونے کی توقع نہ تھی۔ تاہم بادشاہ کی غفلت اور بدانتظامی کی وجہ سے ہر شخص بددل اور اُس کے زوالِ نعمت کا متمنی تھا۔ حتیٰ کہ ذوالفقار خاں اور کوکلتاش خاں میں بھی اتحادِ رائے نہ ہوتا تھا۔ اور ہر شخص دوسرے کے خلاف مشورہ دیتا تھا۔ اس تخالف و تضاد میں معز الدین کی فتح و نصرت کا خواب پریشان تشنۂ تعبیر رہا جا رہا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ فرخ سیر کو اس بے سر و سامانی کے عالم میں معز الدین جہاندار شاہ کے مقابلہ میں جو زبردست کامیابی ہوئی اس کا راز امراء کے اختلاف اور اہلِ اختیار کی بددلی میں پوشیدہ تھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ فرخ سیر جو بے انتہا عسرت کی حالت میں محض تائیدِ ایزدی کے بھروسہ پر اس مہم پر کمربستہ ہوا تھا۔ اس کا معز الدین ایسے بادشاہ پر غالب آجانا آسان نہ تھا۔ اگر معز الدین بیدار مغزی سے کام لیتا اور اپنے امراء کے دلوں کو ہاتھ میں لے لیتا۔

معز الدین نے ابھی دریائے جمنا کو عبور نہ کیا تھا کہ حسن علی خاں نے پیش قدمی کی اور سرائے روز بہانی کے قریب سے جمنا کو پار کر کے اپنے خیمے گاڑ دیئے۔ فرخ سیر بھی تھوڑے سے فاصلہ سے جمنا اتر کر حسن علی سے جا ملا۔ حسین علی دشمن کا راستہ روکنے اور اس کو مغالطہ میں مبتلا رکھنے کی غرض سے وہیں مقیم رہا۔

معز الدین کا لشکر اس قدر بے خبر اور تغافل کیش واقع ہوا تھا کہ حسن علی اور فرخ سیر پیکِ اجل کی طرح اس کے سر پر پہنچ گئے، مگر اُسے اطلاع نہ ہوئی۔ معز الدین کے لشکر میں حسین علی سے مقابلہ کرنے کے لئے صف بندی ہو چکی تھی کہ عقب سے فرخ سیر کا لشکر نمودار ہوا، تمام سپاہ میں بدحواسی پھیل گئی اور پہلے جس ترتیب سے صف آرائی ہوئی تھی وہ سب درہم برہم ہو گئی۔[1]

۱۴ ذی الحجہ ۱۱۲۴ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے اور حسن علی و حسین علی کی بہادرانہ نبرد آزمائیوں، میر فرخ سیر کی اقبال مندی سے معز الدین کو شکست ہوئی اور فرخ سیر فتحیاب ہوا، معز الدین لال کنور کو ہمراہ لے کر آگرے کی طرف بھاگ گیا اور وہاں ایک رات قیام کرنے کے بعد ڈاڑھی منڈوا کر، لال کنور اور چند معتمد آدمیوں کو ساتھ لیکر دہلی چلا گیا۔ جہاں آصف الدولہ کے پاس پہنچکر قید ہو گیا۔

قطب الملک کی وزارت

فرخ سیر نے جنگ سے فارغ ہو کر ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ کی صبح کو دربار عام کیا، جس میں معز الدین کی فوج کے بہت سے امراء حسن علی خاں کی وساطت سے پیش ہو کر خطاب و عنایات شاہی سے فائز المرام ہوئے،

حسن علی خاں کو فوراً دار الخلافہ کے انتظام اور دولت خانۂ شاہی کی حفاظت و صیانت نیز ان بادشاہوں کی نگرانی کے لئے جو قید و بند میں مبتلا تھے دہلی بھیج دیا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد بادشاہ بھی دہلی روانہ ہو گیا ۱۴ محرم کو دہلی کے قریب پہنچکر بادشاہ نے نزولِ اجلال فرمایا۔[2] اور حسن علی خاں سید عبداللہ خاں قطب الملک بہادر یار وفادار ظفر جنگ کا خطاب، ہفت ہزاری منصب اور وزارت کا عہدۂ جلیلہ تفویض کیا۔[3]

---

[1] سیر المتاخرین، جلد دوم ص ۳۹۱۔ + [2] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۳۹۴ + [3] مآثر الکرام ص ۱۵۸

حسین علی خاں کو بھی امام الملک، امیر الامراء کا خطاب، ہفت ہزاری منصب عطا ہوا اور بخشی الممالک کے ممتاز عہدے پر فائز کر کے سربلند کیا گیا۔

وزیر اور بادشاہ میں اختلاف

قطب الملک وزیر اعظم تھا اور اس کا چھوٹا بھائی امیر الامراء۔ حکومت کے ہر صیغہ اور ہر شعبے پر ان دونوں کا اقتدار تھا۔ سلطنت کا کوئی کام بغیر ان کی مرضی کے نہ ہوتا تھا۔ خود ان دونوں کا منشا بھی یہی تھا کہ بلا ہماری رائے کے کوئی معاملہ طے نہ ہو۔ لیکن دربار میں اُن کا زبردست حریف میر جملہ بھی موجود تھا۔ جس کے متعلق بادشاہ نے کئی بار دربارِ عام میں کہا تھا کہ میر جملہ کی زبان کو میری زبان اور اُس کے دستخط کو میرے دستخط سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ بادشاہ کے دستخطوں کا مجاز او اس کا ہمدم و ہمراز تھا۔

رعایا عام طور پر میر جملہ کی طرف رجوع کرتی تھی اور وہ نہایت فراخدلی سے ان کے اغراض و مقاصد پورے کرتا تھا لیکن قطب الملک کا دیوان راجہ رتن چند جو حقیقت میں وزیر ہی تھا اور قطب الملک کی جانب سے وزارت کا کل کام ہی کرتا تھا، صرف اس بنا پر کہ لوگ میر جملہ سے کیوں رجوع کرتے ہیں ان احکام کو نافذ نہ کرتا تھا جس پر میر جملہ کے دستخط ہوتے تھے۔ اس کے خلاف جو شخص راجہ رتن چند کی خدمت میں جاتا تھا اس سے وہ اپنے اور اپنے آقا کے لئے نذرانہ حاصل کر کے اس کی مُراد پوری کر دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ رتن چند عوام میں بدنام تھا اور بادشاہ نیز میر جملہ کو اس پر اعتماد نہ تھا۔ لیکن قطب الملک کی حمایت نے اس کو بہت زیادہ مطمئن بنا دیا تھا۔

میر جملہ سے قطب الملک اور حسین علی خاں غافل نہ تھے بلکہ اُس کو یہ دونوں ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اِدھر میر جملہ اپنے کام سے بے پروانہ تھا اور بادشاہ کو سادات کی طرف سے بدظن کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے صاف طور پر بادشاہ سے کہدیا تھا کہ سادات سے بغاوت اور نمک حرامی کی بُو آتی ہے اور یہ لوگ جن خدمات پر مامور ہیں اُن کی اہلیت اُن میں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ وزیر کی طرف سے بہت مشتبہ ہو گیا تھا اور اندر ہی اندر اُس کے دستگیر کرنے کی تدابیر پر غور کر رہا تھا۔ کبھی شکار کے قصد سے کبھی محسن خاں کے باغ کی سیر کے حیلہ سے نکلتا لیکن کم ہمتی کے باعث ہر مرتبہ اپنے منصوبہ میں ناکام رہتا۔ نہ صرف ناکام رہتا۔ بلکہ اس صورت سے وزیر پر اپنے عزائم کا اظہار کر کے عداوت و مخالفت میں اضافہ کر لیتا۔

بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ کی والدہ نے چونکہ آغازِ کار میں جب فرخ سیر حسین علی کو اپنی تائید اور حمایت پر آمادہ کر رہا تھا اور وہ کسی طرح تیار نہ ہوتا تھا۔ سادات کے ساتھ عہد کیا تھا اس لئے وہ بادشاہ کے ان ارادوں سے قطب الملک کو مطلع کر دیا کرتی تھی۔

اسی دوران میں امیر الامراء حسین علی خاں نے ممالک دکن کی صوبہ داری کے حصول کی سعی کی، امیر الامراء کا منشا یہ تھا کہ خود تو دہلی میں مقیم رہیگا اور اپنے نائب سے سالانہ ایک رقم مصارف کے لئے حاصل کر لیا کریگا، لیکن بادشاہ اور میر جملہ کی یہ خواہش تھی کہ امیر الامراء دکن چلا جائے مگر وہ قطب الملک کو تنہا نہ چھوڑتا تھا، اس سلسلہ میں طرفین میں نہایت سخت گفتگو ہو گئی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ دونوں بھائیوں نے دربار میں جانا ترک کر دیا اور اپنی حفاظت کے لئے فوج جمع کرنا شروع کر دی اور گھر کے چاروں طرف مورچے تیار کر لئے۔

بادشاہ نے میر جملہ، محمد امین خاں، خان دوران وغیرہ کو طلب کر کے اس بارے میں مشورہ کیا۔ مگر تلون اور بُزدلی کی وجہ سے کوئی مستقل

رائے قائم نہ ہوتی۔ روزانہ نئی نئی تدابیر سوچی جاتیں لیکن پھر رائے بدل جاتی۔ بادشاہ اور وزیر کی عداوت کا علم عام لوگوں کو ہوا تو غلہ اور ضرورت کی تمام اشیاء گراں ہوگئیں جس سے رعایا کو سخت تکلیف پہنچی۔ بادشاہ اور وزیر میں موجودہ صورت حال کے متعلق مراسلت جاری تھی، لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا تھا۔ آخر کار بادشاہ کی ماں قطب الملک کے مکان پر گئی اور اُس کو مطمئن کرکے یہ طے کیا کہ قلعہ پر سادات قابض ہوجائیں اور پھر دونوں بھائی حاضر ہو کر بادشاہ سے عفو تقصیرات کی درخواست کریں۔ چنانچہ قطب الملک اور امیر الامراء نے حاضر ہو کر معافی چاہی اور بادشاہ کے مزاج میں فتنہ انگیز لوگوں نے جو برہمی پیدا کردی تھی اس کی شکایت کرتے ہوئے دونوں بھائیوں نے کمر سے تلواریں کھول کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیں کہ اگر ہم قصوروار ہوں تو ہمارے سر قلم کردیئے جائیں اگر ہمارے دیرینہ خدمات وحقوق کے باعث ہمارا قتل کرنا مناسب نہیں ہے تو ہمیں معزول کردیا جائے اور اگر ہم سے کام لینا ہی مقصود ہے تو مفسدوں کی باتوں کا اعتبار نہ کیا جائے۔ بہر حال معاملہ اس صورت سے صاف ہوگیا کہ میر جملہ کو عظیم آباد کی صوبہ داری پر نامزد کر کے شرف حضوری سے محروم کردیا جائے۔ اور امیر الامراء کو صوبہ جاتِ دکن کے بندوبست کی غرض سے رخصت کردیا جائے۔ امیر الامراء کو دکن کے تمام صوبوں کی سند صوبہ داری دیدی گئی اور وہاں کے ملازمین وغیرہ کو فرمان بھیجے گئے کہ امیر الامراء کی اطاعت سے سرتابی نہ کریں۔ نیز نظام الملک صوبہ دار دکن اور داؤد خاں صوبہ دار احمد آباد کو معزول کر کے لکھدیا گیا کہ نظام الملک حاضر دربار ہوجائے، داؤد خاں برہان پور پہنچکر امیر الامراء کا انتظار کرے

لیکن خفیہ طور پر داؤد خاں کو یہ پیغام بھیجدیا گیا کہ برہان پور جا کر امیر الامراء کے مقابلہ کی تیاری کرے۔ جس وقت امیر الامراء پہنچ جائے تو اس کے استیصال میں سخت کوشش سے کام لے۔ اگر تم امیر الامراء پر غالب آگئے تو تم کو دکن کے صوبوں کا صوبہ دار بنادیا جائیگا اس کے بعد بھی داؤد خاں کے پاس مسلسل احکام پہنچتے رہے اور امیر الامراء کے پہنچنے سے قبل ہی اس کو برہان پور کا صوبہ دار بنادیا گیا حالانکہ دکن کے جملہ صوبوں کی صوبہ داری امیر الامراء کو دی گئی تھی جس میں برہان پور بھی شامل تھا۔ چنانچہ محض اسی وجہ سے امیر الامراء اور داؤد خاں کے درمیان معرکہ جدال وقتال گرم ہوا۔ امیر الامراء نے داؤد خاں کو حکم دیا کہ صوبہ جاتِ دکن کی گورنری مجھ سے متعلق ہے تم کو چاہیئے کہ میری اطاعت کرو۔ ورنہ بادشاہ کے حضور میں چلے جاؤ تاکہ قلمرو میں بے وجہ فتنہ وفساد برپا نہ ہو۔ داؤد خاں نے دونوں باتوں سے انکار کردیا اور مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگیا۔ بالآخر کار سخت جنگ وجدل کے بعد داؤد خاں مقتول اور امیر الامراء فتحیاب ہوا۔
بادشاہ کو داؤد خاں کے ہلاک ہونے کی اطلاع پہنچی تو اُس نے رنجیدہ ہو کر قطب الملک سے کہا کہ ایسے بہادر اور جانباز سردار کو ناحق قتل کیا گیا۔ قطب الملک نے کہا اگر میرا بھائی اس کے ہاتھ سے مارا جاتا تو غالباً مرضیٔ مبارک کے عین مطابق ہوتا۔

میر جملہ کی فراری

میر جملہ سے عظیم آباد کی صوبہ داری کا انتظام نہ ہوسکا اور کچھ واقعات پیش آئے کہ وہ دفعتاً عظیم آباد سے فرار ہوکر پندرہ روز کی مسافت طے کرکے رات کے وقت قلعہ کے دروازے پر پہنچا۔

اسی اثنا میں قطب الملک کی گرفتاری کے متعلق طرح طرح کی افواہیں اُڑ رہی تھیں، واقعہ بھی یہ ہے کہ بادشاہ کا دل سادات سے صاف نہ تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کسی صورت سے ان کا استیصال ہوجائے۔ عوام میں مشہور ہوگیا کہ بادشاہ نے محض سادات کی مہم سر کرنے کے لئے میر جملہ کو بلایا ہے۔ اتفاق سے میر جملہ بھی دہلی پہنچ گیا اب سب کو یقین ہوگیا کہ واقعی بادشاہ کے خیالات سادات کی طرف سے اچھے نہیں ہیں۔

اگرچہ میر جملہ موردِ عتاب ہوا اور اُس کو قدمبوس ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ اُس نے قطب الملک کے پاس پہنچ کر نہایت عجز وانکسار سے اپنے قصور کی معافی مانگی، لیکن یہ سب باتیں اس کے مکر و فریب پر محمول کی گئیں اور سمجھا گیا کہ ان ترکیبوں سے وزیر کو گرفتار کرانا چاہتا ہے

اسی زمانہ میں فوج کے آٹھ ہزار آدمی الگ کر دیئے گئے تھے۔ اُنھوں نے محمد امین خاں بخشی اور خان دوراں نائب امیر الامرا کے مکانات گھیر لئے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ہماری تنخواہ دی جائے۔ ان لوگوں کا مسلح ہو کر امرا کے مکانات پر ہجوم کرنا اس بات کی دلیل سمجھا گیا کہ یہ سب کچھ ایک منظم سازش کے ماتحت ہو رہا ہے اور بالآخر ناگہانی طور پر قطب الملک کے مکان پر چھاپا مارا جائیگا۔ قطب الملک نے ان اطلاعات سے متاثر ہو کر فوج کی بھرتی شروع کر دی۔ اس کا بھائی نجابت خاں جو اسی زمانہ میں نارنول کا فوجدار مقرر ہوا تھا جمعیت بازم کو لیکر قطب الملک کے پاس آگیا۔ چھ سات دن تک برخاست شدہ فوج بازاروں میں گشت لگاتی رہی۔ اُدھر قطب الملک کے آدمی صبح سے شام تک ہاتھیوں پر سوار اپنی جمعیت کو آمادہ رکھتے تھے۔

بادشاہ نے معاملہ کی نزاکت کے مدِنظر میر جملہ کا تنزل کیا اور عظیم آباد کی صوبہ داری سے الگ کر کے پنجاب کی طرف بھگا دیا۔ مگر دل صاف نہ تھے۔ اس بنا پر ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا۔ جہاں بادشاہ نے سیر و شکار کی نیت سے یا کسی اور وجہ سے حرکت کی اور فوراً مشہور ہو گیا کہ قطب الملک کی گرفتاری کے لئے تیاری ہو رہی ہے۔ ان وجوہ سے قطب الملک بھی مطمئن نہ تھا اور اپنی حفاظت کیلئے ہر وقت سپاہ موجود رکھتا تھا۔

راجہ رتن چند کا اقتدار

راجہ رتن چند قطب الملک کی تائید سے یہاں تک قابو پا چکا تھا کہ تمام دفاترِ شاہی پر اُس کا قبضہ تھا عمّالِ حکومت کو اُس نے بیکار محض بنا دیا تھا۔ مقدمات مالی و ملکی اُس کی مرضی کے بغیر نہ ہوتے تھے محالاتِ خالصہ کے ٹھیکے رتن چند ہی کی تجویز سے دئے جاتے تھے۔ الغرض تمام دفترِ شاہی پر رتن چند کو پورا پورا اقتدار حاصل تھا اور جو لوگ وزیر اور بادشاہ دونوں کی رضا جوئی کے خواہشمند رہتے تھے وہ سخت مصیبت میں تھے۔

قدیم نمکخواروں پر بادشاہ کا التفات

بادشاہ اُمرائے بہادر شاہی و عالمگیری کو معزول کر کے تلخ تجربات حاصل کر چکا تھا اب وہ قدیم نمکخواروں کی رضا جوئی پر خاص طور سے ملتفت ہو گیا۔ چنانچہ عنایت اللہ خاں جو سنہ جلوس فرخ سیری میں معتوب ہو کر مکّہ معظمہ چلا گیا تھا، واپس آیا، یہ شخص عالمگیری امرا میں شامل اور بہت تجربہ کار آدمی تھا، بادشاہ نے اُس کی واپسی کو غنیمت سمجھ کر مناصب میں اضافہ کیا اور اعتصام خاں کے مستعفی ہونے پر دیوانی خالصہ تن کے عہدے پر عنایت اللہ کا تقرر کیا گیا۔ نیز صوبہ داری کشمیر پر بھی اُس کو سرفراز کرنیکا ارادہ کیا۔ لیکن قطب الملک عنایت اللہ کی سخت گیری کے باعث اس تقرر سے متفق نہ ہوتا تھا۔ آخر کار قطب الملک کو اس صورت سے راضی کیا گیا کہ عنایت اللہ خاں بغیر وزیر کی اطلاع کے کوئی بات بادشاہ تک نہ پہنچائیگا، نہ کوئی تقرر اپنے اختیار سے کریگا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ راجہ رتن چند محالات خالصہ میں کوئی دخل نہ دیگا۔

قطب الملک عیاشی اور لہو و لعب میں زیادہ مصروف رہتا تھا۔ اس کو اجلاس میں آنے اور ضروری امور کو طے کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی۔ اگر کسی وقت ان مشاغل سے فرصت بھی پاتا تھا تو وہ کشمکش جو بادشاہ اور وزیر کے مابین تھی، اُس کے حوصلۂ کار کو سرد کر دیتی تھی۔

اس وجہ سے اکثر کام بند رہتے تھے۔ عنایت اللہ نے وزیر سے استدعا کی کہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار قلعہ میں تشریف لاکر اجلاس فرمائیے قطب الملک نے اس کو منظور بھی کر لیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی طرز عمل اختیار کر لیا۔

ادھر عنایت اللہ خاں کی روش بھی بدل گئی اور اُس نے بعض ایسے کام کئے جو راجہ رتن چند کے خلاف مزاج ہوئے اور اکثر خواجہ سراؤں اور کشمیری ہندوؤں کی جاگیریں جو اُنہوں نے سازش اور تغلب کے ذریعہ سے حاصل کی تھیں ضبط یا کم کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ رتن چند نے قطب الملک سے کہہ کر ان احکام کو جاری نہ ہونے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کام کچھ بھی نہ ہوا اور وہ لوگ جن کی جاگیریں ضبط کی جا رہی تھیں عنایت اللہ خاں کے سخت مخالف ہو گئے۔ عنایت اللہ خاں اور قطب الملک کا وہ عہد و پیمان بھی ٹوٹ گیا۔ جو عنایت اللہ خاں کے تقرر کے وقت استوار کیا گیا تھا۔

رتن چند کی علیحدگی کا مطالبہ اتفاق سے خالصہ کا ایک عامل جو رتن چند کے متوسلین میں تھا خیانت و تغلب کے جرم میں ماخوذ ہوا، عنایت اللہ خاں نے روپیہ وصول کرنے کی غرض سے اُس کو قید کر دیا راجہ رتن چند نے سفارش کی مگر عنایت اللہ خاں پر سرکاری مفاد کے مقابلہ میں اس کا اثر نہ ہوا۔ ایک دن وہ شخص قید خانہ سے بھاگ کر رتن چند کے یہاں جا چھپا، عنایت اللہ خاں نے بادشاہ سے کہہ کر اس کی گرفتاری کے لئے چند آدمی بھیجے، رتن چند چونکہ اس کا حامی تھا اس لئے فتنہ و فساد تک نوبت پہنچ گئی۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر قطب الملک کو حکم دیا کہ رتن چند کو برخاست کر دیا جائے۔ مگر قطب الملک نے اس حکم کی کوئی پروا نہ کی۔

باہمی منافشہ کا ایک خاص سبب سب سے بڑا سبب جس نے بادشاہ اور وزیر کے منافشہ کو اتنا بڑھا دیا کہ آخر کار فرخ سیر کے ہاتھ سے عنانِ حکومت نکل گئی یہ تھا کہ چورامن جاٹ جو ہمیشہ سے سرکش اور متمرد تھا اسکی تنبیہ و تادیب کیلئے ۱۱۲۹ھ میں راجہ جے سنگھ سوائی کو راجہ ادھیراج کا خطاب، جواہر اور ہاتھی اور چند لاکھ روپیہ نقد دے کر بھیجا گیا، اس کے عقب میں سید خان جہاں قطب الملک کے خالو کو ایک فوج دیکر امداد کے لئے روانہ کیا گیا۔

جے سنگھ نے چورامن جاٹ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ مورچے بنائے۔ اس کے بعد خان جہاں بھی پہنچ گیا اور جے سنگھ کا شریک کار ہو گیا۔ جے سنگھ نے نہایت بہادری و دلیری سے ایک سال تک محاصرہ جاری رکھا۔ قریب تھا کہ راجہ جے سنگھ غنیم پر قابو پائے کہ چورامن نے بالا بالا اپنا وکیل قطب الملک کے پاس بھیجکر مصالحت کی استدعا کی جو قطب الملک کی سعی سے منظور ہو گئی۔ جے سنگھ اپنی جانفشانی و سربازی کو رائیگاں دیکھ کر نہایت شکستہ دل ہوا اور مایوسی کے ساتھ واپس آ گیا۔ بادشاہ پر بھی اس واقعہ کا خاص اثر ہوا۔ چورامن نے دہلی پہنچ کر قطب الملک کے قریب ہی مکان لیا اور ایک مرتبہ قطب الملک کی کوشش سے با دلِ ناخواستہ اس کو بادشاہ نے شرفِ باریابی عطا کیا۔ لیکن بادشاہ کو چونکہ اس صلح سے سخت ملال تھا۔ اس لئے دوبارہ ملاقات کی عزت اُس کو نصیب نہیں ہوئی۔

(باقی آئندہ)

A PARABLE FROM NATURE.

(قدرت سے حاصل کردہ ایک تمثیل)

(مترجمہ پنڈت پریم پرکاش صاحب بی۔ایس سی۔بی۔ٹی)

ایک دن جب پرندے چہچہا کر کافی تھک چکے تھے۔ تو بہت دیر کے لئے خاموشی چھا گئی جسے آخرش ایک فلسفی پرندے نے یہ پوچھ کر توڑا کہ "زندگی کیا ہے؟"

تمام پرندے اس خاموشی کے ٹوٹنے پر کچھ چونک پڑے لیکن ایک چھوٹے سے گانے والے پرندے نے فوراً جواب دیا کہ "زندگی ایک نغمہ ہے۔"

اتنے میں ایک چھچھوندر جس نے ابھی ابھی اپنا سر زمین سے باہر نکالا تھا بولی "نہیں۔ زندگی اندھیرے میں ایک کشمکش ہے۔"

جنگلی گلاب کی کلی جس کی پتیاں ایک ایک کر کے کھل رہی تھیں بولی "زندگی نشو و نما کا نام ہے۔"

ایک تتلی جس کے لئے کلی کا کھلنا بڑی مسرت کا باعث تھا اُس کا منہ چومنے کو آئی تھی پکار کر کہنے لگی۔ "زندگی سراسر خوشی کا نام ہے۔"

ایک مکھی جو پاس سے اُڑی جا رہی تھی۔ بھنبھنائی اور کہنے لگی "بہتر تو یہ ہے کہ تم زندگی کو موسم گرما کا ایک چھوٹا سا دن سمجھو۔"

ایک چیونٹی جو ایک بھاری تنکے کو اٹھائے ہوئے تھی۔ بڑے درد انگیز لہجے میں کہنے لگی "میں زندگی کو سوائے مشقّت کے اور کچھ نہیں سمجھتی۔"

مینا نے صرف ہنس دیا۔ تاکہ اُس کی نادانی پر پردہ پڑا رہے۔ اس بیہودگی اور تمسخر پر سب کو بہت غصّہ آیا اور لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی۔ اگر اسی وقت بارش برسنا شروع نہ ہو جاتی اور یہ افسوسناک پیغام نہ دیتی "زندگی آنسوؤں کی بنی ہوئی ہے۔"

عقاب جبکہ وہ ہوا میں اپنے شاندار پروں سے پرواز کر رہا تھا چلّایا "تم سب غلط کہتے ہو۔ زندگی مکمّل آزادی اور طاقت کا نام ہے۔"

اسی اثنا میں شام ہوگئی اور اندھیرا چھا گیا اور ایک سمجھ دار پرندے نے تجویز کیا کہ وہ سیلبیرا کریں۔ رات کی ہوا کے سرسرانے سے آہستہ سی آواز نکلی "زندگی ایک خواب ہے"۔

شہر اور بستی پر خموشی کا عالم طاری تھا۔ اور صبح ہونے والے تھی جبکہ طالبعلم نے اپنے سنسان کمرے میں چراغ کو بجھا دیا۔ اور آہ بھر کر بولا "زندگی ایک مدرسہ ہے"۔

ایک نوجوان رات کی عیش وعشرت کے بعد جب گھر واپس آیا۔ تو اپنے دن بھر کے کاموں کا جائزہ لے کر بے اختیار رو کر کہنے لگا "زندگی ایک طویل اور کبھی نہ بر آنے والی آرزو کا نام ہے"۔

نسیم سحری بڑے انداز سے بولی "زندگی ایک راز پنہاں ہے"۔

یکایک ایک گلگوں روشنی آسمان پر دکھائی دی۔ جس نے جنگل میں درختوں کی چوٹیوں کو اپنی چمک سے منوّر کر دیا۔ اور جب صبح نے جاگتی ہوئی زمین کا بوسہ لیا۔ تو ایک بڑی سریلی آواز دنیا میں سنائی دی "زندگی ایک آغاز کا نام ہے"۔ (ماخوذ از سویڈش)

پنڈت رلا رام صاحب رتن منشی فاضل

دلِ غم آشنا ہے اور میں ہوں — غمِ صبر آزما ہے اور میں ہوں
دلِ مضطر ہوا پامال لیکن — وہی جوشِ وفا ہے اور میں ہوں
اُدھر پیہم جفا ہے اور وہ ہیں — اِدھر پاسِ وفا ہے اور میں ہوں
اُٹھا ہے پردۂ حائل نظر سے — کوئی رنگیں ادا ہے اور میں ہوں
کوئی دیکھے تو معراجِ محبت — وہ خنجر آزما ہے اور میں ہوں
سکونِ دل کہاں راہِ وفا میں — فریبِ مُدّعا ہے اور میں ہوں
وہ چشمِ شوخ گردش آشنا ہے — بلا کا سامنا ہے اور میں ہوں
نظر کے سامنے وہ رہگذر ہے — درِ فردوس وا ہے اور میں ہوں
سکوں جاں ہے اک آوازِ دلکش — کوئی نغمہ سرا ہے اور میں ہوں
اثر سے دُور ہے چاکِ گریباں — جنونِ نارسا ہے اور میں ہوں
دلِ بے تاب نے بھی ساتھ چھوڑا — بس اب اِک رہنما ہے اور میں ہوں

رتن بیٹھا ہوں اُن کی رہگذر میں
اِک آہِ نارسا ہے اور میں ہوں

شاہراہ

علم عروض کی تجدید

فن شاعری کا تجزیہ یا لاتیجزہ اصول کی توضیح و تجدید طالبان فن کے لئے ایک نئے آسان راستے کی دریافت

اثر۔ حضرت سیماب اکبرآبادی

کی

تردید تروتج

(ازقلم)

خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعرا مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صبا برالہ آبادی

گذشتہ سے پیوستہ

فاضل حضرت سیماب اکبرآبادی رسالہ شاعر آگرہ مطبوعہ جولائی ۱۹۳۳ء میں رقمطراز ہیں کہ۔ (میں چاہتا ہوں کہ زحافات کی پیچیدگیاں میزان سے مطلق نکال دی جائیں اور صرف یہی طریقے بتلائے جائیں جن سے تقطیع کرنے میں آسانی ہو۔)

(جہاں رکن کی اصلی صورت محذوف یا متغیر ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ وہاں زحاف ہے)

(لیکن عروض کی طرح زحاف کی تفصیلات میں پڑنا بالکل بے سود ہے)

ہم اس سے پہلے جون نمبر کے تردیدی پیرائے میں لکھ چکے ہیں کہ بغیر زحافات کے یہ عروض منگڑہت مکمل نہیں ہو سکتا۔ اگر زحافات کو نکال دیا جائیگا۔ تو اس عروض منگڑہت سے تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی کا پتہ چل سکتا ہے۔

جب اوزان کا پتہ نہ چلے گا تو شاعری طوائف ملوکی اور زمانہ جاہلیت کی شاعری کی طرح گھر گھر کی

ہو جائے گی اور کوئی اس کے عیب وصواب کو نہیں بتا سکتا وہ اس طرح
حضرت سیماب صبوحی چھٹے رکنی یعنی (ہزج مسدس عروض وضرب محذوف باقی سالم مفاعیلن مفاعیلن فعولن) دو بار کو (تناتن تن تناتن تن تناتن) یا (نہ ل ل مل نہ ل مل مل نہ ل یار) بتا کر یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎

نہ ہم سنتوں کے دل سے ایک نعرہ نہ واعظ کی نماز پنجگانہ

اس شعر متذکرہ بالا کو "میں" بآواز بلند پکارتا ہوں کہ یہ **بحر وافر مسدس عروض وضرب مقطوف باقی معصوب** مفاعیلن مفاعیلن فعولن کا ہے۔
اب شخص ثالث فیصلہ کن اوس منگھڑت عروض حضرت سیماب سے ان کا کیا فیصلہ کر سکتا ہے۔ سوائے گومگو میں پڑ کر گم ہو جائے اور کوئی جواب کافی نہ دے سکے۔
اگر دے سکتا ہے تو حضرت سیماب ہی فیصلہ کن جواب عنایت فرمائیں کہ ان کے عروض منگھڑت سے کس قاعدے کی رو سے کس بحر میں اس کی تقطیع حقیقی ہے۔
آئندہ نمبر میں ہزارہا شعر مخلوط الاوزان کے پیش کرونگا کہ جس کا منگھڑت عروض میں کوئی جواب نہیں ہے بجز اس کے دنیائے شاعری کو عروض اخفش کی طرح گمراہ کر دیا جائے۔
اب میں حضرت سیماب کے دوسرے فقرے پر کہ "رکن کی اصلی صورت محذوف یا متغیر ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ وہاں زحاف ہے" بحث کرتا ہوں۔
ناواقف فن عروض کیا سمجھ سکتا ہے کہ عروض کیا ہے اور زحاف کس جانور کا نام ہے تا وقتیکہ اس کو ذہن نشین سبب علت فروعات تغیرات کا نہ کرایا جائے۔
اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ اگر اونگلی پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا بھی دیا گیا تو بھی وہ دوسرے کا محتاج رہا۔ اس لئے اس کو دو آنکھیں دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ وہ کسی کا محتاج نہ رہے۔
مبتدی کو محض چند بحور کے اوزان بتا کر طوطا مینا سا رٹا دیا جائیگا تو وہ آگے اپنی کوشش سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔
بلکہ اس کو پتہ بتانا چاہئے کہ اگر کسی بحر سے کوئی نیا وزن بنانا چاہتا ہے تو اس کو طریقہ ضرب کا بتایا جائے کہ ایک پرانا وزن لے کر دو یا ایک یا چار نئے اوزان کو آپس میں ضرب دینے سے اس طرح سینکڑوں وزن تراش کر سکتے ہو۔
اگر یہ ذہن نشین کرایا گیا تو اس کی استعداد میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی۔ طوطا مینا سا رٹانے

سے ہندی کو۔ کوئی فائدہ نہیں۔ ع کتنا طوطے کو پڑھایا پھر بھی وہ حیواں رہا۔ لہذا وہ حیوان کا حیوان ہی رہیگا۔ ایسا شخص انسان نہیں بن سکتا۔

اب میں حضرت سیماب کے تیسرے فقرے پر قلم اٹھاتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ (عروض کی طرح زحاف کی تفصیلات میں پڑنا بے سود ہے)

حضرت جب تک آپ اس کی تفصیلات یعنی بیان کو نہ بتائینگے آپ کا منگڑہت عروض مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ نامکمل ہی رہیگا اور کبھی اس سے دنیائے شاعری کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے رٹنے والے بجز گمراہ ہونے کے راہِ راست پر نہیں آسکتے۔ لہذا اس خیال خام کو دل سے نکال دیا جانا مناسب ہے۔

بحروں کے نئے نام

کے سلسلہ میں متقارب[1] مضرابی۔ متدارک[2] کاروانی۔ ہزج[3] صبوحی۔ رجز[4] وجدانی۔ رمل[5] فغانی۔ وافر[6] غیر مستعمل۔ کامل[7] لاہوتی۔ مضارع[8] مجازی۔ مجتث[9] سرودی۔ منسرح[10] سلطانی۔ مقتضب[11] غیر مستعمل۔ سریع[12] ربابی۔ خفیف[13] سرمدی۔ طویل[14] غیر مستعمل۔ مدید[15] غیر مستعمل۔ بسیط[16] بستانی۔ قریب[17] غیر مستعمل۔ جدید[18] غیر مستعمل۔ مشاکل[19] غیر مستعمل ؎

جملہ انیس بحور کا نام متذکرہ بالا بتلاتے ہیں۔ اور غیر مستعملہ بحریں صرف عربی میں کام آتی ہیں بتا کر نظر انداز فرماتے ہیں ؎

میرا خیال ہے کہ جن بحور وافر مقتضب مدید وغیرہ کو نامانوس اردو فرماتے ہیں یہ سب بحور متقدمین و متاخرین نے اردو میں لکھی ہیں اور اب بھی شعرا لکھتے ہیں ۔

مگر حال کے حضرات شعرا کی کمزوریاں ہیں کہ وہ محض ہزج ۔ رجز رمل مضارع وغیرہ کے مخصوص چند اوزان میں تمام دیوان کو ختم کر دیتے ہیں۔

اس کے معنی میرے نزدیک یہی ہیں کہ شعرائے حال فن سے ناواقف ہیں۔ اسی وجہ سے وہ چند سیدھی سادی بحروں میں غزلیں لکھنے لگے ہیں۔

اگر فن سے واقف ہوتے تو ضرور ہر بحر میں ان کو مداخلت ہوتی میں نے حال کے غیر مروجہ وزن میں بہت سی غزلیں لکھی ہیں ۔

حضرت سیماب کے غیر مستعملہ وزن بنائے ہوئے میں ایک غزل حضرت ہوش ملیح آبادی رسالہ شاعر آگرہ جولائی ۱۹۳۳ء صفحہ ۲۷ میں درج ہے جس کا ایک شعر ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

میں ایسے اوزان کو رسائل میں دیکھ کر بہت شوق اور غور سے پڑھتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں اور ان حضرات کے قابل قدر شعر پر تہ دل سے داد دیتا ہوں اور احبا سے اُن کی قابلیت کی تعریف کرتا ہوں شعر

حضرت ہوش ملیح آبادی ؎

کاش ہیں دُعاؤں میں محوِ مُدعا ہوتا　　اور کہیں وہ چھپ چھپ کر اُن کو سُن رہا ہوتا

نیز غالب۔ ذوق۔ داغ وغیرہم اور حال کے شعرا ایسے اوزان کہ جن کو حضرت سیماب مشکل سمجھ کر متروک فرماتے ہیں۔ اب بھی لکھ رہے ہیں۔

منگھڑت عروض کے جاننے والے حضرات ایسے اوزان کو اپنی منگھڑت عروض میں تقطیع کر کے یہ نہیں بتا سکتے کہ کس بحر کا خاص وزن مخصوص ہے۔ صرف یہ کہ سکتے ہیں کہ اس شعر کی یہ تقطیع ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی کا مطلق پتہ نہیں دے سکتے پھر ایسی فضول دماغ سوزی سے کیا حاصل

اب میں چند اشعار مثلاً متقدمین وحال ایسے پیش کرتا ہوں کہ منگھڑت عروض کے بانیان ان اشعار کی تقطیع کر کے باآواز بلند یہ کہدینگے کہ غیر موزون ہے اور بالکل غلط ہے۔ اس کو فوراً نظم سے خارج کر دیا جائے بجز اس کے اُن کے مذہب میں اور کوئی قانونی جواب نہیں ہے۔

پھر ایسے اختراع سے کیا فائدہ کہ بزرگوں کے صحیح شعر کو غلط بتایا جا کر ان کی استادی کی شان میں ایک بدنما دھبا لگایا جاوے۔ اور ناواقفانِ فن عروض اُن کے کلام کو اپنی خام خیالی سے غلط بتا کر اس کی عام شہرت کریں۔

اشعار

منشی محمد لطیف .. .. مانگنے پر دینا بھی کچھ دینے میں دینا ہے بھلا
لطف اس میں ہے مری جان بلا مانگے جو دو

بحر .. .. پوچھنا بھی ہے عبث حالِ خرابیِ وطن
بحر ہی جب نہ رہے کیا فیض آباد رہے

مومن .. .. .. دمبدم ہے رنگ تغیر مرا حیران ہے
رنگ کیسا مری تصویر میں بہزاد بھرے

شعر .. .. ہر دہن زخم دلِ قاتل کا خواں ہے
اس گلشن ہستی میں جو غنچہ ہے خنداں ہے

شعر .. .. .. بُلبلانِ کُنج سے تو خوبیِ گل سُن لی لیکن
اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی
داغ .. .. .. پوچھا تھا محبت میں ہوتا ہے قلق کیسا
قسمت نے کہا دیکھ اے خانہ خراب ایسا
داغ .. .. .. وہم ہی سے ہم کو ہوگئی خطا ہم سے
پس نہ کہا یئے قسمیں تھا غلط گماں اپنا

پس ہیچمدان اوزان کو ناواقفانِ فن سکتہ اور غلطیوں پر محمول فرماتے ہیں اور حامیان منگڑہت عروض دم بخود ہیں اور اصل وزن با قاعدہ نہیں سمجھا سکتے۔ صرف عروض خلیل کی مدد سے ٹٹول ٹٹول کر ایک آدھ بحر بنا سکتے ہیں کہ جیسے اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ جائے اور وہ تیس مار خاں بن جائے۔
اب میں حضرت سیماب کے ارکان کو جن کو وہ اصول ترتیب نام رکھ کر شعروں کی تقطیع فرماتے ہیں۔ اس کی خرابیوں کو مجبوراً اظہار کرتا ہوں۔
بحر متقارب فعولن چار بار کا ایک مصرع ہوتا ہے جس کو حضرت سیماب اپنی منگڑہت عروض میں **مضرابی** کے نام سے مخاطب فرما کر اس کو یوں سمجھاتے ہیں۔

بحر مضرابی

کس کا ہے	بحر	ارکان	مثال
سیماب	بحر مضرابی آٹھ رکنی	تنا تن تنا تن تنا تن تنا تن نہ مل مل نہ مل مل نہ مل مل نہ مل مل	رقیبوں سے میرا گلہ ہو رہا ہے یہ کیا کر رہے یہ کیا ہو رہا ہے
سیماب	بحر مضرابی آٹھ رکنی	تنا تن تنا تن تنا تن تنا ان نہ مل مل، نہ مل مل نہ مل مل نہ مل	غضب ہوگیا رازِ دل کھل گیا چھپاتے چھپاتے خبر ہوگئی

اب دونوں وزنوں کو ملاحظہ فرمایئے پہلا وزن متقارب سالم مثمن فعولن آٹھ بار ہے۔
اور دوسرا اس کے ذیل کا شعر متقارب مثمن عروض وضرب محذوف باقی سالم فعولن فعولن فعولن فعَل کا ہے۔
اب فعولن سے فعَل اور تنا تن سے تنا ان اور نہ مل مل سے نہ مل کس ترکیب سے بنائے گئے ہیں اسکو حضرت سیماب نے کچھ نہیں سمجھایا صرف ایک شعر اور اُس کا وزن اپنے منگڑہت عروض سے بتایا ہے

اور تقطیع کر کے نہیں سمجھایا ہے بتدی کو جب تک یہ نہ سمجھایا جائے وہ بیچارہ کیا خاک دھول سمجھے گا۔ دوسرے وزن بھی غلط بتایا ہے۔

اِس طرح تقطیع

سیماب	تنانن	تنانن	تناتن	تنان
	نہ لل	نہ لل	نہ لل	نہ ل
صابر	غضب ہو	گیا۔را	زوالِ کل	گیا
	فعولن	فعولن	فعولن	فَعَل
	صحیح	صحیح	صحیح	غلط

اِس آخرہ "فَعَل" کو وہ "تنان" ہو بروزن "فعول" بتاتے ہیں۔
اب سمجھو "تنان" میں چار حرف ہیں اور شروع کے (ت اور ن) دو متحرک۔ اور (الف و نون) آخر کے ساکن ہیں۔
اور "گیا" میں تین حرف ہیں یعنی (گاف اور یائے) متحرک اور (الف) ساکن۔
اب غور کرو "تنان" اور "گیا" میں کتنا فرق ہے اور وزن غلط ہو گیا۔
تنان بروزن عروضی فعول ہے یہاں صرف تنا/فعل بغیر نون کے لکھنا صحیح تھا لہٰذا حضرت سیماب کی پہلی بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ آگے خدا حافظ۔

سیماب	مضرابِ آٹھ رُکنی	تن تن تنانن تن تن تنانن لل نہ لل لل لل لل نہ لل	شرط وفا کی کس بےوفا سے آتش سا عارف آگاہ بھولا

اب تن تن دو سبب خفیف فَعْلُن کے برابر ہے اور تنانن فعولن کے برابر ہے اور یہ تن تن بروزن فَعْلُن اصل بحر فعولن سے کس طرح بن گیا یہ منگھڑت عروض میں نہیں بنایا گیا کتنی غلط شاہراہی ہے عروضی وزن میں اس کی تقطیع یوں ہے۔

سیماب	تن تن	تنانن	تن تن	تناتن	تن تن	تنانن	تن تن	تناتن
	لل	نہ لل	لل	نہ لل	لل	نہ لل	لل	نہ لل
صابر	شرط	وفا کی	کس بے	وفا سے	آتش	سا عارف	آگا	ہ بولا
	فاع	فعولن	فَعْلُن	فعولن	فَعْلُن	فعولن	فَعْلُن	فعولن
	غلط							

اصل میں اس کا صدر اثلم مقبوض ہے اور اس کو اثرم کے نام سے میں مخاطب کرتا ہوں اور اوائل

مصاریع کے لئے مخصوص بتاتا ہوں ۔

اگر اور کہیں آئے تو حرکت ماقبل کے باعث میں مقبوض مخبّق کہونگا ۔

عوام اپنی ناواقفیت سے اِس کو اخرم مقبوض کا مجموعہ بتاتے ہیں محض غلط راہ پر ہیں اور جو ابتدا میں فُعْلن بروزن آنش آیا ہے اس کو میں اثلم کہونگا یہ بھی صدر و ابتدا کے لئے میں خاص بتاتا ہوں ۔

اور جو حشوین میں فُعْلن بسکون عین آیا ہے وہ قبض یا قبل کے باعث تحبیق ہے ۔

عوام ناواقفیت سے ان سب فعلن کو اخرم کہتے ہیں اور ثانی کو اخرم مقبوض مگر عوام محققین و محدثین عروض کے خلاف کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کرتے پھر ان کی غلط راہی کو میں قطعی نہیں تسلیم کر سکتا ۔

فاع اثلم مقبوض صدر و ابتدا کے لئے اور فَعْلن بسکون عین اوائل ارکان کے لئے اثلم ہے ۔

حشوین وغیرہ فعْلن بسکون مخبق ہے اسی پر میرا فتوےٰ ہے ۔

اب جو تقطیع میں شرط کے مقابل "فاع" آیا ہے در اصل تقطیع میں ہی "فاع" صحیح ہے اگر ہمارے فاضل سیماب اکبر آبادی شرط کی "طوئے" میں ایک موٹی سی اضافت دے کر اس کو فعْلن بتائینگے ۔ اور اُن کا یہ عذر شرعی ہوگا ۔ لہذا یہاں تو ممدوح صاف نکل جائینگے ۔ مگر آگے چل کر پھر مجبور ہو جائینگے اور اُن کو اپنی ہار ماننی پڑے گی ۔

تنان تن تن تنان تن تن تنان تن تن تنان تن تنا نہ مل نہ مل مل نہ مل نہ مل مل نہ مل نہ مل مل نہ مل نہ مل مل جُھکی ذرا چشم جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی بڑا مزہ اِس ملاپ میں ہے کہ صلح ہو جائے جنگ ہو کر	[illegible]	[illegible]

حضرت سیماب کے منگھڑت عروض میں "تنان" بروزن فعول مقصور ثابت ہوتا ہے جو اپنے اصل وزن کے خلاف ہے اگر وہ اس کی تشریح فرمائینگے تو آئندہ بحث کی جائیگی ۔

میرے خیال میں یہ وزن اُن کا بنایا ہوا محض غلط ہے کیونکہ وہ اِس وزن کو بحر متقارب میں داخل کرتے ہیں اور در اصل یہ وزن متدارک ہے ۔ اب وہ اپنے منگھڑت عروض سے ثابت کریں ۔ کہ کیونکر یہ وزن متقارب مضرابی کا ہے ۔ اُن کی بنائی ہوئی بحر محض غلط ہے ۔

اِس میں بھی انہوں نے فعولن سے فعول کیونکر بنا کر اپنے منگھڑت عروض میں داخل فرمایا ہے ۔

مبتدیان کو نہیں سمجھایا محض اپنا بتایا ہوا وزن رٹانا چاہتے ہیں ۔

تقطیع جُھکیذ فعول رہ چش فعْلن م جنگ فعول جُو بی فعْلن ۔ نکل گ فعول یِ یے دِل فَعِلن ک ال

فعول زُوربی فَعَلن -

اِس وزن میں ایک فِعلُن بحرکت عین آیا ہے - اِس لئے ان کا بنایا ہوا وزن غلط ہوگیا -

سیماب	مضرابی آٹھ رُکنی	تان تنا تن تان تنا تن یار نہ مل مل یار نہ مل مل	آتش بازی چھٹتی ہے مفت کی دولت لُٹتی ہے

یہ وزن حضرت سیماب کا بنایا ہوا محض غلط ہے - وہ فاع فعولن ارکان عروضی کے بالمقابل تان تنا تن فرماتے ہیں - اِس تان کا نون بھی مقصور معلوم ہوتا ہے جو اپنے اصل وزن پر نہیں ہے اصل میں اس کا وزن مصرع اول کا "فَعَلُن فَعْلُن فَعْلُن فع" بسکون عین ہے -
تقطیع آتش (تان / فَعْلُن) بازی (تنا تن / فَعِلُن) چُھٹ تی (تان / فَعْلُن) ہے (تنا تن / فع) - محض غلط ہے - اور ثانی مصرع وہ فاع فعولن فَعلن فع کے برابر ہے - تقطیع مفت (تان / فاع) کِ دولت (تنا تن / فَعِلن) لُٹ تی (تان / فعلن) ہے (تنا تن / فع) - اگر تان تنا تن اُن کے عروض منگھڑت سے تقطیع کی جائے گی تو چُول سے چول نہ بیٹھے گی اور تقطیع غلط ہوجائے گی -

لہذا اُن کا بنایا ہوا وزن محض غلط ہے -

سیماب	مضرابی سولہ رُکنی	تان تنا تن تان تنا تن تان تنا تن تان تنا تن یار نہ مل مل یار نہ مل مل یار نہ مل مل یار نہ مل	میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

فاضل حضرت سیماب وہاں تو شرط کی طوئے میں ایک موٹی سی اضافت دے کر بچ گئے مگر اب یہاں اُن کو اپنی غلط فہمی ماننی پڑیگی حضرات ملاحظہ فرمائیں -

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
سیماب	تان	تنا تن	تان	تنا تن	تان	تنا تن	تان	تنن	تان	تنا تن	تان	تنا تن	تان	تنا تن	تان	تنن
	یار	نہ مل مل	یار	نہ مل مل	یار	نہ مل مل	بار	نہ مل	یار	نہ مل مل	بار	نہ مل مل	یار	نہ مل مل	یار	نہ مل
[illegible]	میر	کے دینو	مذہب	کو	اب پو	چھتے کا	ہو اُن	نے تو	قشقہ	کھینچا	دیر	م بیٹھا	اک کا	ترکس	لام	کیا
	فاع	فعولن	فَعِلن	فع	فَعِلن	فَعِلن	فَعِلن	فَعِلن	فَعِلن	فَعِلن	فاع	فعولن	فَعِلن	فَعِلن	فاع	فَعَل
	ص	ص	غلط	غلط	غلط	غلط	غلط	غلط	غلط	غلط	ص	ص	غلط	غلط	ص	ص

حضرات ناظرین رہنمائے ۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۳-۱۴- کی غلطیوں کو نقشہ بالا میں ملاحظہ فرمایئے اور حضرت سیماب سے فرمائیں کہ وہ اپنے بتلائے ہوئے عروض منگھڑت ہیں کھینچ تان کر اور عطف و اضافت سے ارکان کو پورا کر دیں یہاں وہ اِس شکنجے سے نکل نہیں سکتے اور اُن کو اپنی غلط کاری مجبوراً تسلیم

کرنا پڑیگی۔

بحر کاروانی

حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ .. .. یہ بحر اردو میں مستعمل نہیں۔

یہ بحر کاروانی اصل میں متدارک فاعلن آٹھ بار کی۔ اصل دائرے عروض خلیل میں ہے جس کے دو بحروں کی تقطیع حضرت سیماب اکبر آبادی یوں بتاتے ہیں اور حضرت سیماب کے عروض منگھڑت میں تنا تن آٹھ بار آیا ہے۔

کس کا ہے	بحر	ارکان	مثال
۱) ۲)	کاروانی سولہ رکنی	تننن تننن تننن تننن تننن تننن تننن تننن نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل	تا عہد جوانی تم ناداں بے وقت کمر کیوں کستا ہے ہستی سے عدم کے ڈانڈے تک اک رات بسے کا رستہ ہے

حضرت سیماب ہر تننن کو بروزن عروضی فَعِلن بحرکت عین بتاتے ہیں اور اپنے دعوے میں ناکامیاب ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح تقطیع

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱)	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن	تننن
	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل	نہ نہ ل
۲)	تا عہ	د جوا	نی تم	نا دا	بے وق	ت کمر	کو کس	تا ہے	ہستی	س علم	کے ڈا	ڈے تکا	اک را	ت بسے	کا رس	تہ ہے
	فَعْلن	فِعْلُن	فَعْلن	فَعْلن	فِعْلن	فِعِلن	فَعْلن	فَعْلن	فَعْلن	فِعَلن	فَعْلن	فَعْلن	فَعْلن	فِعَلن	فَعْلن	فَعْلن
	غلط	ص	غلط	غلط	غلط	ص	غلط	غلط	غلط	ص	غلط	غلط	غلط	ص	غلط	غلط

اس کا وزن کہیں مخبون کہیں مخبون مسکّن درہم برہم ہے ان کا بنایا ہوا وزن محض غلط ہے۔ ملاحظہ ہو خانہ نمبر ۱-۳-۴-۵-۷-۸-۹-۱۱-۱۲-۱۳-۱۵-۱۶-

سیماب	کاروانی آٹھ رکنی	تننن تننن تننن تننن نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل نہ نہ ل	غم میں تیرے ہوں آوارہ کیونکر تیرا ہو نظّارہ

حضرت سیماب کی یہ دوسری بحر بتائی ہوئی ہے۔ آپ اس کی تقطیع کو بھی ملاحظہ فرمایئے وہ اسکو کاروانی متدارک فاعلن کا وزن فرماتے ہیں۔

اور میں اس کو بآواز بلند متقارب فعولن کہتا ہوں فاضل حضرت سیماب اپنے منگھڑت

عروض سے اس کی تصحیح فرمائیں کہ یہ بحر متدارک کا روائی کیونکر ہے۔ دیکھو وہ اپنی دلیل میں کیا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اور اسی بحر میں وہ تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی کا فیصلہ کن ناظرین کو جواب دینگے۔

حضرت تننن چار بار سے اس کی تقطیع نہیں ہوسکتی ایسے مخلوط الاوزان میں عروضیان عرب وعجم اور ہند نے بہت دھوکے کھائے ہیں اور ہر ایک کی تانیں مثل آپ کے الگ الگ ہیں اور وہ اپنی اپنی الاپ رہے ہیں۔ مگر راہ راست پر خاص خاص عروضیان ہیں باقی سب غلط فہمی میں غلطاں و پیچاں ہیں اب دیکھئے تقطیع عروضی خلیل۔

غم مے (فَعْلن / تننن) تیرے (فَعْلن / تننن) ہوا (فَعْلن / تننن) دارہ (فَعْلن / تننن) + کو کر (فَعْلن / تننن) تیرا (فَعْلن / تننن) ہو نظا (فَعْلن / تننن) ظارہ (فَعْلن / تننن) +

اب ملاحظہ ہو ان فعلن کے تمام عین مسکّن ہیں اور آپ کے عروض منگڑھت کے تننن میں "تنے" "نن" نون" اوائل یہ تینوں متحرک ہیں پھر جناب ہی غور فرمائیں کہ شعر اور تقطیع کی چول سے چول بیٹھ گئی یا نہیں۔

اب متقارب اور متدارک کے فرق کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اگر متدارک فاعلن میں یہ وزن رکھا گیا تو مخبون سے الف گرا کر فَعِلن بحرکت عین کی حرکت کو ساکن کیا جائیگا لہٰذا یہ دو عمل سے متدارک میں تراشا جائے گا۔

متقارب فعولن میں صرف ایک فعل سے فے کو گرانے سے عولن بروزن فَعْلن بسکونِ عین آجائیگا اب فرمائیے کہ یہ عمل آسان ہے کہ آپکا۔ لہٰذا آپ کا بنایا ہوا عمل غلط اور در غلط ہے۔ اور ہمارا بنایا ہوا وزن صحیح ہے۔ اور اسی پر ہمارا فتوےٰ ہے۔

بحر صبوحی

یہ بحر صبوحی حضرت فاضل سیماب کی عروض خلیل میں ہزج مفاعیلن ہے اور دائرہ عرب میں چھ بار آئی ہے مگر عرب ہمیشہ اس کو مجزو استعمال کرتے ہیں ان کے یہاں ہمیشہ چار رکن کا ایک شعر ہوگا۔ خال خال اُن کے یہاں چھے اور آٹھ رکن کا شعر مشکل ملے گا۔

اور عجم کے اصل دائرے میں آٹھ رکن کا پورا شعر کہلاتا ہے۔ مگر بعض بعض مولدین متاخرین عرب نے عجم کا تتبع کرکے چھ رکن کا شعر کہا ہے۔

مگر اس کا موجد میری تحقیقات میں بہا ابن زبیر ہے۔ بہا کی تبعیت مالک ابن مالقی اور حاتم بن اہل وغیرہ نے کی۔

چونکہ ایسے اوزان خلاف مذاق شعراء عرب تھے۔ اس لئے شعراء نے تامل کیا اور حضرت سنوسی تو اس کو ناموزوں قرار دیتے رہے۔

حاتم بن اہدل نے چہار رکنی رباعی پر بھی ہاتھ جھاڑ دئے اور ابتدا میں اُس کی رباعی (مفعول مفاعلن مفاعیلن فع =) کے وزن میں ہے۔

فارسی کے دائرے میں حضرت محقق طوسی نے دو حصے کر دئے اور پھر دوسرے حصہ کو بھی دو حصہ کر دئے۔ اس حساب سے اِس کے تین جزو ہیں۔ سالم۔ اخرب۔ مکفوف۔ بعض لوگ اِن تین کو تین بحریں تصوّر کئے ہوئے ہیں۔

خلیل کے زمانے میں قبض پورے طور پر رائج نہ تھا نیز اور زحافات کی تراش خراش بھی اس وقت تک نہیں ہوئی تھی۔ اِس لئے بمجبوری خلیل رکن عروض میں قبض جائز قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ اخفش بھی خلیل کے ہمخیال ہے۔ سکاکی کو اعتراض ہے۔

میرے نزدیک یہ اعتراض اُس کا قریب قریب صحیح ہے۔ کیونکہ ایک رکن میں بحکم معاقبہ وغیرہٗ مکفوف مقبوض "مفاعل" نہیں کہہ سکتے جُدا جُدا ارکان میں مفاعلن مفاعیل آسکتا ہے۔ ان معنوں میں قول سکاکی صحیح ہے۔

اب حضرت سیماب کے بحر صبوحی کی بھی ذرہ سیر و تفریح ملاحظہ فرمایئے۔

کس کا ہے	بحر	ارکان	مثال
سیماب	بحر صبوحی آٹھ رکنی	تن تان تناتین تناتین تناتین ل یار نہ ل یار نہ ل یار نہ ل یا	غل حشر میں برپا ہے تری جلوہ گری کا مجھ پر وہی عالم ہے ابھی بے خبری کا

حضرت سیماب نے مفاعیلن / تناتن تن سے مفعول / تن تان مفاعیل / تناتین مفاعیل / تناتین مفاعیل / تناتین کس صورت سے بنایا اِس کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔

عروض خلیل میں اس کا وزن صدر و ابتدا اضرب حشو مکفوف عروض و ضرب مقصور ہے۔

حضرت سیماب کے عروض منگھڑہنت ہیں — تن تان بروزن مفعول بتاتے ہیں باقی بروزن مفاعیل تا عروض و ضرب فرماتے ہیں۔ مگر ان کا بتایا ہوا وزن غلط ہے۔ یوں تقطیع غل حشر مفعول / تن تان ہم برپاہ مفاعیل / تناتین تری جلو مفاعیل / تناتین گری کا فعولن / تناتین باقی الخ

حضرت سیماب بجائے فعولن / تناتن کے مفاعیل / تناتین فرماتے ہیں محض غلط ہے بجائے تناتین کے تناتن صحیح ہے۔

ایک وزن اسی طرح اور بھی دیا ہے - یہ دونوں وزن غلط ہیں -

کس کا ہے	بحر	ارکان	مثال
سیماب	صبوحی چھ رکنی	تنا تن تن تنا تن تن تنا تن نہ ل ل ل نہ ل ل ل نہ ل ل	مجھے تم جانتے ہو داغ ہوں میں کہیں جاتا ہے خالی وار میرا

اس میں بھی حضرت سیماب نے بجائے تناتین (فعولان) کے تناتن (فعولن) لکھا ہے یوں تقطیع

مجھے تم جا (تنا تن تن - مفاعیلن) نتے ہو دا (تنا تن تن - مفاعیلن) غ ہو میں (تناتن - فعولان) یہ تناتن غلط ہے تناتین چاہیئے اس کے عروض میں تسبیغ آنا چاہیئے تھی لہٰذا یہ وزن بھی غلط بنایا گیا ہے -

کس کا ہے	بحر	ارکان	مثال
سیماب	صبوحی چھ رکنی	تنا تن تن تنا تن تن تنا تن نہ ل ل ل نہ ل ل ل نہ ل یار	نہ ہم سنوں کے دل سے ایک نعرہ نہ واعظ کی نماز پنجگانہ

اس میں بھی حضرت سیماب نے بلا ضرورت ایک تسبیغ بڑھا کر خلاف وزن تقطیع کی ہے - ن واعظ کی (نہ ل ل ل - مفاعیلن) نماز سے پن (نہ ل ل ل - مفاعیلن) جگانہ (نہ ل یار - فعولن) اس میں بھی نہ ل ل چاہیئے - جو غلط اور خلاف وزن ہے -

ہم اس شعر کو بحر وافر مفاعلتن سے بھی تراش سکتے ہیں لہٰذا حضرت سیماب اپنی منگھڑت عروض سے بلا امداد عروض خلیل ثابت کریں کہ کس بحر میں صحیح ہے -

بحر وافر کو وہ غیر مستعمل قرار دیتے ہیں یہ اُن کی غلط فہمی و عدم واقفیت عروض کی دلیل ہے -

کس کا ہے	بحر	ارکان	مثال
سیماب	صبوحی چھ رکنی	تن تان تنا تنتمن تنا تین ل یار نہ ل نہ ل نہ ل یار	شبنم کے سوا چُرانے والا اوپر کا تھا کون آنے والا

اس میں بھی حضرت سیماب نے تناتین (نہ ل یار) بالمقابل - ن والا کے تناتین (فعولان) نہ ل یار بتا کر وزن غلط سمجھایا ہے - یوں تقطیع

شبنم کسن (تن تان - مفعول) سو چرا (تنا تمن - مفاعلن) ن والا (تناتین - فعولن) - نہ ل یار

اس میں بھی ایک تسبیغ موٹی سی بلا وجہ بتا کر وزن کا خون کر دیا ہے -

جبکہ ایسے فاضل حضرات کہ جو دنیا میں اپنی ہمہ دانی کا فضول دعویٰ رکھتے ہیں اور وہ عروض میں فی الواقعی بہت کمزور کیا معنی ہنوز طفل مکتب ہیں ان کو ایسی جرأت کرنا گویا ناواقفوں کو گمراہ کرنا ہے ؎ ہم تو ڈوبینگے گمر یار کو لے ڈوبینگے ؎

باقی آئندہ

دردِ دل

بس یہی ہے انتہائے دردِ دل — درد بن جائے دوائے دردِ دل
کوئی اس کا سننے والا ہی نہیں — کیا سناؤں ماجرائے دردِ دل
مٹ گیا احساسِ دردِ دل بھی اب — کوئی دیکھے انتہائے دردِ دل
چارہ سازی ہے عبث ناداں طبیب — ہو چکی تجھ سے دوائے دردِ دل
اشک باری اک قیامت ہو گئی — کھل گئے سب رازہائے دردِ دل
ابتدا میں انتہا کا لطف ہے — دیکھئے کیا رنگ لائے دردِ دل

دردِ دل کہنے کو تو کہہ دوں حسن
ہو بھی کوئی آشنائے دردِ دل

از حسن منشی فاضل

کلامِ ریاض دہلوی

از جناب ریاض احمد صاحب ریاض دہلوی شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی

ظرفِ دل اپنا مئے عشق سے لبریز رہا — شوق در پردہ رہا نام کو پرہیز رہا
لیجئے آنکھ جھپکتے ہی کٹی راہِ عدم — توسنِ عمرِ رواں اپنا بھی کیا تیز رہا
زخمِ دل لائے ہیں کیا رنگ ہرے ہو ہو کر — تیرا اندازِ تغافل بھی نمک ریز رہا

مرسلہ انصاف از بمبئی

دردِ دل

ہوں ازل سے مبتلائے دردِ دل — مر مٹوں لیکن نہ جائے دردِ دل
ہے ادھر تو انتہائے دردِ دل — اور وہ نا آشنائے دردِ دل
نیر برسانے لگی ان کی نظر — میں نے کیوں پوچھی دوائے دردِ دل
کوئی پوچھے آکے وجہِ اضطراب — ہے یہی تو مدعائے دردِ دل
ہر نفس ہے اک مکمل داستاں — کیا سناؤں ماجرائے دردِ دل
درد سے لبریز ہے ساری غزل — شوق تم ہو آشنائے دردِ دل

ضیاء شوق

شیر مویشی بطور غذائے انسان

حسب ذیل مضمون، راقم نے "کائستھ ہتکاری" اخبار کے لئے لکھا تھا۔ مگر افسوس کہ حضرت ایڈیٹر نے مجھے مغالطہ دے کر اس اخبار میں تو دیا نہیں بلکہ کسی وجہ سے کہ جو ان کو ہی معلوم ہے) رسالہ "بہادر" میں شائع کرا دیا۔ اب میں قدرے ترمیم و تنسیخ کے ساتھ اپنے پیارے ناظرین رسالہ ہذا کے ہدیہ کرتا ہوں۔

کسی حد تک انسان خود بھی کسی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ہماری عادت عیب بینی اور عیب چینی کی پڑ گئی ہے۔ ہم دوسروں، زمانہ، حکام وقت حتیٰ کہ ایشور تک کو برا بھلا سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری برائی، تکلیف اور مضرت کا باعث ہیں۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مویشیوں کے مارے جانے کے باعث ہمیں دودھ نہیں ملتا۔ البتہ دودھ کے کم یا گراں قیمت پر ملنے کا یہ سبب ہے۔ مگر کیا تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ جو کچھ جن کو ملتا ہے وہ اس سے کچھ غذائیت بھی حاصل کرتے ہیں؟ محض ایک غذا کو پیٹ میں ڈالنا ہی تو بس نہیں ہے۔ کھانا قابل ہاضم ہو، اشتہائے صادق ہو، غذا کھانے کا وقت ہو۔ وہ طریقہ سے کھائی پی جائے نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ کم ہو کھانے پینے کے بعد آرام یا چہل قدمی کی جائے۔ غذا مناسب طریقے پر تیار کی گئی ہو۔ اور اس میں ضروری اشیاء شامل کی گئی ہوں علیٰ ہذا۔ بہت سی باتیں ہیں کہ جن پر غذا کا جزو بدن ہو کر کارآمد ہونا منحصر ہے۔

آج ہم دودھ کی بابت زمانۂ حال کے خیالات بتلاتے ہیں۔ یہ بہترین حیوانی غذا ہے۔ اور مکمل۔ ثبوت یہ ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو تقریباً ایک سال کی عمر تک محض دودھ پر رہتا ہے! ورنہ زندہ ہی رہتا ہے۔ بلکہ نشو و نما حاصل کرتا ہے اور صحت مند رہتا ہے۔ یہ ہم سب روزمرہ دیکھتے ہیں۔ یہاں پر ہم بچوں کے متعلق ذرا سا اور کہینگے کہ جب ماں کا دودھ چھڑایا جائے (یہ دودھ نہ صرف بچہ ہی کیلئے لازمی اور بہترین ہے بلکہ اس کی ماں کے لئے بھی دودھ پلانا صحت بخش ہے) تو اوپر کا دودھ دیا جاتا ہے۔ تندرست بچہ کے لئے گائے کا دودھ سب سے اچھا ہے۔ اس کو زیادہ سے زیادہ ہلکی آنچ پر دو بار اُبھان تک گرم کرکے اتار لو اور ٹھنڈی جگہ پر رکھ چھوڑو۔ جب پلانا ہو تو قدرے میٹھا (شکر مصری۔ شہد یا گڑ) ملا کر پلا دو۔ پہلا دودھ ہضم ہو جائے تب دوسری بار پلاؤ۔ اندازہ رکھو کہ کس قدر ایک وقت میں پلایا جائے۔

تندرست اور توانا بالغ انسان کے لئے بھینس کا دودھ موزوں ہے۔ خاصکر جسمانی کام کرنے والوں کیلئے

دماغی کام کرنے والوں کیلئے گائے کا دودھ نسبتاً اچھا ہے۔ طبی مشورت کے مطابق بکری وغیرہ کا دودھ استعمال کرنا چاہیئے۔ بچہ یا بالغ کی طبیعت جب دودھ سے ہٹ جائے تو چند یوم دہی یا میٹھا (چھاچھ) استعمال کراؤ۔ بچہ کو مصری ملا کر مکھن کھلا سکتے ہیں۔ اس کے بعد پھر دُودھ کی رغبت ہو جاتی ہے۔

دودھ، اگر خواہ ہن کی چھاتی سے پینا ہے یا کسی مویشی کے تھن سے تو اُس میں نہ شکر ملانے کی ضرورت ہے اور نہ اُس کو اُبالنے کی لیکن دودھ کو نکال کر پینے کی حالت میں حاجت ہے کہ اُس کو اوٹایا جائے اور اُس میں میٹھا ملایا جائے۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ تازہ دودھ کی حرارت چلی جاتی ہے، دودھ میں بیرونی نظر نہ آنے والی مادی اور حیوانی اور نباتی اشیا مل جاتی ہیں اور دُودھ میں سے شکر (ملک شوگر) کیمیاوی تبادلہ ہو کر ضائع ہو جاتی ہے۔ اور بھی کئی کیمیاوی تبدیلیاں اور ترکیبی خرابیاں عاید ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا ان کمیوں کو پورا اور خرابیوں کو رفع کرنے کے لئے حرارت دینا اور شکر ملانا لازم آتا ہے۔ بچوں کو دودھ (اوپر کا) دیا جائے تو یا تو علیحدہ مکھن یا گھی کھلائیں۔ ورنہ دودھ میں روغن ماہی (کاڈلور آئل) ملا کر دیا کریں۔

لاعلمی کے باعث، خواندہ اشخاص سے بھی ایک غلطی ہوتی ہے۔ جو صاحبان دودھ پیتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ رات کو سوتے وقت دودھ پیا کرتے ہیں۔ یہ دودھ غذائیت تو بخشتا نہیں! البتہ دوسری صبح کو اجابت صاف لاتا ہے۔ جو صاحب چاہیں تجربہ کر لیں۔ شب کو دودھ نہ پینے پر اجابت صاف نہ ہوگی دودھ کو ہم سب غذا کے خیال سے پیا کرتے ہیں۔ مگر اس مقصد کے لئے دودھ کو یوں استعمال کیجئے:۔

۱۔ دُودھ کو بطور حصۂ غذا پیو۔ یعنی یا تو دن اور رات کے کھانے کے ساتھ یا سہ پہر یا صبح کے ناشتے کے طور پر یا ناشتے کے ساتھ۔ یا یوں کہ شام کا کھانا اس قدر کم کھا دیں کہ دُودھ کے لئے گنجائش رہے۔ اور پھر سونے سے ایک گھنٹہ پہلے دودھ پی لیں۔ وجہ یہ کہ دُودھ کم از کم ایک گھنٹے میں ہضم ہوتا ہے۔ اور سونے میں نہیں ہوتا۔

۲۔ دودھ کو حسب مندرجہ بالا گرم کر کے اور اس میں میٹھا ملا کر پیو۔ گھونٹ گھونٹ کر کے پیو تاکہ اس میں لعاب دہن (تھوک) ملتا جائے۔ کیونکہ یہ لعاب بھی اور عروق ہاضمہ ہے۔ اور اس کا غذا میں ملنا ضروری ہے زیادہ گرم کرنے سے ایک تو دودھ کے "وٹامین" جل کر ضائع ہو جاتے دوسرے اس کے خواص یعنی روغنی اجزا بالائی میں چلے جاتے ہیں۔ اگر تندرست مضبوط اور بالغ شخص ایسا (بالائی پڑا ہوا) دُودھ پینا چاہے تو پی سکتا ہے۔ مگر دُودھ کو مع بالائی کے پیئے۔ اس صورت میں ہضم ہو جانے پر ہی دُودھ غذا کا کام دیگا۔ یہ دودھ شیر خوار بچوں کے کام کا نہیں ہے۔

۳۔ مثل دیگر اغذیہ کے، دُودھ پینے کا وقت اور دودھ کی مقدار مقرر کرو۔ اگر دودھ ناموافق ہو تو

کچھ دنوں وہی میٹھا یا پھل استعمال کریں۔ خود ہی بعد چندے رغبت ہو جائے گی۔ ورنہ اس میں طبّی مشورہ سے کوئی دوا شامل کر سکتے ہیں۔ بحالتِ مرض (بعض امراض میں) دُودھ نہ پینا چاہیئے۔

دُودھ ، قدرتی غذا ہے۔ کب ؟ جبکہ ماں کی چھاتی میں رہے۔ اور اُس کا بچّہ منہ لگا کر پیئے۔

دہی۔ دودھ مصنوعی غذا ہے کہ جس کو بالغ انسان اوٹا کر اور شکر ملا کر پیتا ہے۔ علاوہ بریں مصنوعی اور خشک کئے ہوئے دودھ بھی بازار میں ملتے ہیں۔ ان میں سے بعض اچھے ہیں۔ مگر تازہ دُودھ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سب سے اچھا ماں کا، پھر گائے کا، اور ان کے بعد دُوسرے دودھ ہو سکتے ہیں۔

جن بچوں کی ماں نہ رہی ہو یا مریض ہو، ان کو ایسی صاف اور تندرست دائی کا دُودھ پلانا چاہیے کہ جس کا بچّہ اُس نیچے کی عمر کا ہو۔ فقط ۔

شیاما چرن ورما

غزل

(از جناب انجم آعظمی صاحب شاگرد حضرت مرزا فہیم فخر گورکھپوری)

چار دن کی زندگی ہے ایک دن آخر ہے موت ۔۔۔ کچھ تو عقبیٰ کے لئے دنیا میں ساماں کیجیئے

دیر و کعبہ میں کہاں تک جستجو کب تک تلاش ۔۔۔ اب مجھے مل جایئے مجھ کو نہ حیراں کیجیئے

غزل

نتیجۂ افکار سید خادم حسین صاحب خادم ہیڈ پرشین ٹیچر خالصہ ہائی سکول پٹیالہ تلمیذ جناب حالی مرحوم مشاعرہ پٹیالہ ۱۲۔ اگست سنہ ۱۹۳۲ء

حدتِ غم کا ہو بُرا جان سے نا امید ہوں ۔۔۔ دل بھی شریک ہو گیا گرمیٔ اضطراب میں

قطرہ کو جوشِ عشق سے وسعتِ بحر مل گئی ۔۔۔ طاقتِ ضبط تھی کہاں حوصلۂ حباب میں

(از حکیم حسین نشتر تلمیذ حضرت جوش ملسیانی - ساکن الولی)

آرزو دل سے کیا مٹی دل کی — زندگی ختم ہو گئی دل کی

کیسی تقدیر ہے بری دل کی — بات بن کر بگڑ گئی دل کی

وعدہ کر کے وہ ہو گئے منکر — کھل کے مرجھا گئی کلی دل کی

بے محل عرضِ مدعا کر کے — بات کھوئی رہی سہی دل کی

دے کے دل اس بتِ جفا جو کو — چاہتا ہوں سلامتی دل کی

کبھی پوچھا نہ ماجرا دل کا — کبھی تم نے خبر نہ لی دل کی

جس سے امیدِ دلنوازی تھی — اس نے مٹی خراب کی دل کی

دوست سمجھا ہے دشمنِ جاں کو — اللہ اللہ سادگی دل کی

وہ بھی آنکھوں میں اشک بھر لائے — داستاں مجھ سے جب سنی دل کی

خضر بن کر رہِ محبت میں — رہبری دردِ دل نے کی دل کی

بات ناصح کی مانتے کیوں کر — سخت توہین اس میں تھی دل کی

ہم تو نشتر مان لیتے ہیں
بات اچھی ہو یا بری دل کی

(غیر مطبوعہ)

اکبری لاہور

(لالہ کرشن چند رملتن بی۔اے۔بی۔ٹی)

مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر ابھی بالکل بچہ ہی تھا کہ والد مہربان کا سایہ اُس کے سر سے اُٹھ گیا۔ اور اُسے چھوٹی عمر میں ہی اپنے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونا پڑا۔ شروع شروع میں اُسے لاہور میں قیام کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ ہندوستان کے مختلف صوبجات فتح کرتے وقت اُسے اتنی فرصت کہاں کہ وہ چند ماہ بھی آرام کا سانس لیتا۔ لیکن جب اُس کے برادر خرد حکیم مرزا نے کئی دفعہ بغاوت کی اور پنجاب میں شورش بپا کی تو اکبر نے بھی مصمم ارادہ کر لیا کہ اس کا قرار واقعی انسداد کرے چنانچہ اس خیال کو دل میں جگہ دے کر ۱۵۸۴ء میں اکبر نے لاہور ڈیرے ڈال دیئے۔ اس قیام کے دَوران میں اکبر نے کشمیر فتح کیا۔ یوسف زئی پٹھانوں کی قوم کو سیدھا کیا۔ اور کابل و سندھ کا علاقہ فتح کرنے کے لئے بھی لاہور سے ہی افواج روانہ کی گئیں۔ ان مہموں کی وجہ سے بادشاہ کو کئی سال لاہور میں اقامت گزین ہونا پڑا۔ لاہور میں اپنی رہائش کے لئے اکبر نے پختہ قلعہ تعمیر کرایا۔ قلعہ کے اندر محل بنوائے۔ اور پھر اُن محلوں کے اِردگرد باغات لگوائے لاہور کے اِردگرد پکی اور دوہری مضبوط شہر پناہ و فصیل بنوائی۔

شہر کے بارہ دروازہ تھے۔ اگر ہم قلعہ کی جانب سے چلیں تو پہلا دروازہ مستی ہے۔ اُس کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ دروازہ اور قلعہ کے درمیان اکبر کی ایک بیگم نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ وہ مسجد اب تک موجود ہے۔ مسجد کو چونکہ پنجابی میں مسیت کہتے ہیں۔ اس لئے پہلے اسے مسیتی دروازہ کہتے تھے۔ لیکن بعد ازیں لفظ "مسیتی"، "مستی" میں تبدیل ہو گیا۔

مستی دروازہ سے آگے کشمیری آتا ہے۔ چونکہ دروازہ کا رُخ کشمیر کی جانب ہے بدیں وجہ اس کا نام کشمیری دروازہ رکھا گیا۔ اِس دروازہ سے آگے خضری دروازہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکبر کے زمانہ میں دریائے راوی ٹھیک دروازہ کے نیچے بہتا تھا۔ سکھوں کی حکومت کے زمانہ میں اس دروازہ کے باہر شیروں کے پنجرے رکھے ہوئے تھے۔ اِس وجہ سے اِس دروازہ کا نام شیراں والہ دروازہ ہوُا۔

یکی دروازہ کا اصلی نام ذکی دروازہ تھا کہتے ہیں کہ ذکی (ذکا اللہ) ایک شخص تھا جو مغلوں کے

حملہ کے وقت اِس مقام پر لڑتا ہُوا مارا گیا تھا۔ روایت ہے کہ اُس کا سر نوکٹ کر اُس مقام پر گر گیا کہ جس جگہ آج کل یکّی دروازہ ہے۔ لیکن دھڑ اندر کی طرف گرا۔ چنانچہ سر اور دھڑ کی الگ الگ قبریں بنادی گئیں، اور ذکی سے نام آہستہ آہستہ تبدیل ہوکر یکّی ہوگیا۔

دِلّی دروازہ کا رُخ دلّی شہر کی جانب واقع ہونے کے سبب دلّی دروازہ ہُوا۔

اکبری دروازہ بادشاہ کے نام پر رکھا گیا۔

موچی دروازہ کا نام موتی دروازہ تھا۔ اکبر کے زمانہ میں موتی رام ایک بہت بڑا سردار دروازہ کے اندر رہتا تھا۔ اس لئے اُس کے نام پر موتی دروازہ ہُوا۔ پھر بعد ازاں بگڑ کر موچی دروازہ ہوگیا۔

شاہ عالمی دروازہ اکبر کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اکبر کے بعد شاہ عالم کے زمانہ میں بنوایا گیا۔

لاہوری یا لوہاری دروازہ بہت پُرانا ہے۔ محمود غزنوی کے زمانہ میں چونکہ دروازہ کا مُنہ پُرانے لاہور کی جانب تھا۔ اس لئے لاہوری دروازہ مشہور ہُوا۔

بھاٹی دروازہ کے اندر بھٹی راجپوتوں کی بڑی بھاری تعداد بستی تھی۔ ان لوگوں کے کچھ گھر اب تک بھی موجود ہیں۔

موری دروازہ کے نزدیک شہر کی بدررو سے گندہ پانی باہر نکلتا تھا۔ اس لئے اس دروازہ کا نام موری دروازہ ہُوا۔

ٹکسالی دروازہ کے اندر۔ اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہان کے وقت میں روپوں کی ٹکسال تھی بدیں وجہ دروازہ کا نام ٹکسالی دروازہ ہُوا۔

بعض مؤرخ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ دروازہ کا رُخ ٹیکسلا کی جانب تھا۔ اس لئے ٹیکسلا کے نام سے پکارا جانے لگا۔ لیکن اوّل الذکر بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

اس سے آگے سڑک پریڈ گراؤنڈ کی جانب اُلٹتی ہے۔ اِس جگہ دریا کے کنارے اور فصیل کی نوک کے درمیان ایک چور کھڑکی تھی اس سے کچھ آگے روشنائی دروازہ تھا۔ روشنائی دروازہ سے حضوری باغ کے درمیان سے ہوکر راستہ اُس جگہ جانکلتا تھا کہ جہاں آج کل مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ ہے۔ بادشاہی مسجد۔ حضوری باغ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ کی جگہ۔ پر اُن دنوں بالکل کھلا میدان تھا۔ گورو ارجن دیو کی سمادھ کے نزدیک روشنائی دروازہ تھا۔

اکبر کے زمانہ میں لاہور کی آبادی بہت تھوڑی تھی۔ بڑے بڑے امیروں اور سرداروں نے اپنی رہائش کے لئے بڑے بڑے عالیشان مکانات اور حویلیاں تعمیر کرائی ہوئی تھیں۔ شہر کے اندر ایک

جانب قلعہ سے لے کر بھاٹی دروازہ تک گنجان آبادی تھی۔ دوسری طرف موتی بازار سے لیکر چونے منڈی تک لاہور آباد تھا۔ باقی شہر کی جگہ بالکل خالی تھی۔ شہر کے باہر کی جانب جنگل اور بیابان تھا۔ لکھا ہے کہ شہر کے نزدیک اس قدر گھنا جنگل تھا کہ بیس میل کا گھیر ڈال کر بادشاہ کے شکار کے لیئے سینکڑوں جانوروں کو لایا جاتا تھا۔ اسی شکار کا نام قمرغہ تھا۔

اکبر بادشاہ لڑائیوں سے فارغ ہو کر صرف شکار ہی نہیں کھیلتا تھا۔ بلکہ ملک میں نظم و نسق کی دیکھ بھال بھی کیا کرتا تھا۔ لاہور میں اُس نے بڑی دھوم دھام سے کئی دربار کیئے جن میں شمولیت کے لیئے روم۔ ایران اور ترکستان سے ایلچی آئے اور اپنے اپنے ملک کی سوغاتیں لائے۔

اکبر گو خود بے علم تھا لیکن اُسے علم اور عالموں کی صحبت کا بڑا شوق تھا۔ دور دراز ممالک سے بڑے بڑے عالم کشاں کشاں اس کے دربار میں آتے تھے۔ ان عالموں کے باہم اکثر مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ بادشاہ خوش ہو کر بے بہا انعام دیتا اور ان کی قدر افزائی کیا کرتا۔ اُسے عالموں کے علاوہ خدا رسیدہ بزرگوں اور فقرا کی صحبت کا بھی بڑا شوق تھا۔ چنانچہ حضرت میاں میر اور گورو ارجن دیو جی کی بڑی عزت اور توقیر کیا کرتا تھا۔

اکبر کے زمانہ میں غبارہ بنانے اور جہاز چلانے کے تجربات بھی لاہور میں کیئے گئے تھے۔ بندوقیں اور توپیں ڈھالنے کے کارخانے بھی قائم کیئے گئے اور پن چکیاں بھی چلائی گئیں۔

اُس نے گوا سے عیسائی پادری اور واعظ بھی منگائے۔ جب انہوں نے لاہور میں آکر بنگالی سوغاتوں کے ساتھ اپنے مذہب کی مقدس کتاب انجیل بھی پیش کی تو اکبر تعظیماً کتاب کو لینے کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اُسے اٹھا کر سر پر رکھا۔ پھر اُسے بوسہ دیا۔ پادریوں کی رہائش کے لیئے قلعے کے نزدیک جگہ دی گئی۔ اور انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کی کھلی اجازت دیدی۔

الغرض اکبر لاہور میں کئی سال تک مقیم رہا۔ اُس کے پوتے شاہجہان کی جائے پیدائش بھی لاہور ہی ہے۔ کئی اکبری درباری مر کر لاہور کی مٹی میں پیوست ہوئے۔ ابُو الفضل کے والد شیخ مبارک کی قبر چونے منڈی میں اب تک موجود ہے۔ اکبر کے نورتنوں میں سے راجہ ٹوڈرمل راجہ بھگوانداس۔ نظام الدین مصنف طبقاتِ اکبری۔ اور عُرفی سب لاہور میں ہی راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔

دلّی دروازہ کے باہر سلطان کی سرائے کے نزدیک بادشاہ نے خیر پورہ اور دھرم پورہ بنوا کر مسلمان اور ہندو فقیروں کے لیئے لنگر کھولے۔ ان مقامات پر بادشاہ کی طرف سے مُفت

کھانا ملتا تھا۔ اس جگہ کے نزدیک ہی شیطان پورہ محلہ تھا۔ جہاں تمام شہر کی زنانِ بازاری رہتی تھیں ۔

جہانگیر نے اپنی تزک میں اپنے والد کے متعلق اور بہت سی دلچسپ باتیں لکھی ہیں ۔ مثلاً اکبر کا حلیہ نہایت دلچسپ الفاظ میں کھینچا ہے ۔ وہ لکھتا ہے ۔ کہ اکبر ایک نہایت قد آور جوان تھا۔ اُس کی چھاتی چوڑی تھی ۔ بازو دراز تھے ۔ گندم نما خوبصورت رنگ تھا۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں ۔ ابرو ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے ۔ ناک کی بائیں جانب ایک موٹا سا سیاہ داغ تھا۔ طاقتور اتنا تھا کہ ۹ من لوہے کی زنجیر کے ساتھ کسرت کیا کرتا تھا۔ ۸ اکوس کا روزانہ پیدل سفر اُس کے لئے ایک معمولی بات تھی ۔ نڈر اتنا تھا کہ جس خونخوار ہاتھی کے سامنے جاتے ہوئے بڑے بڑے دلاور اور سورما گھبرا جاتے تھے ۔ اکبر اُس کے دانتوں پر پاؤں رکھ کر اُس کی گردن پر جا بیٹھتا تھا ۔ اگر ہاتھی لڑ رہے ہوں تو ایک سے کود کر دوسرے کی گردن پر بیٹھ جاتا تھا ۔

رہنمائے تعلیم لاہور کا فسانہ نمبر

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کا ایک مقتدر اور بہت پُرانا رسالہ ہے ۔ چنانچہ عمر میں اس رسالے سے "زمانہ کانپور" کے سوائے اور کوئی پرچہ بڑا نہیں ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ ہذا نے یہ فسانہ نمبر نہایت آب و تاب اور بہت بڑی ضخامت کے ساتھ اپنی اٹھتیسویں سالگرہ کی خوشی میں شائع کیا ہے ہمعصر کی اس خوشی میں ہم بھی سچے دل سے شریک ہیں زیر نظر نمبر مشہور اہل قلم حضرات کے ایک سو آٹھ مضامین نظم و نثر پر مشتمل ہے اکثر فسانے دلچسپ ہیں اور افسانویت کے معیار پر پورے اترتے ہیں ناظرین کی تفنن طبع کیلئے اس مجموعہ میں بعض مزاحیہ مضامین کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اس نمبر کا دامن صرف فسانوں سے معمور نہیں بلکہ اس میں بہت سے ادبی اور تاریخی جواہر پارے بھی موجود ہیں جو پڑھنے کے قابل ہیں مثلاً مختصر فسانہ نویسی کی مختصر تاریخ والا مضمون نہایت محنت اور تحقیق سے لکھا گیا ہے جو نہ صرف قابل دید ہے بلکہ لائق داد ہے رسالہ فوٹو بلاک کی متعدد تصاویر سے بھی مزین ہے ۔ سرورق رنگین اور مصوّر ہے ہم اس نمبر کی عمدہ ترتیب اور اشاعت پر کارپردازان رسالہ ہذا کو مبارکباد دیتے اور پبلک سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں ۔ قیمت فی پرچہ دو روپیہ ۔ رسالہ کے دفتر سے طلب کیا جائے ۔

ماخوذ از معزز ہمعصر رسالہ 'زمانہ' کانپور ۔ بابت ماہ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۸۶

غزل

(از جناب شیام سندر لال غریب گورکھ پوری)

آپ ہی جب جا رہے ہیں آہ یہ گھر چھوڑ کر — جایئے کیوں یاد اپنی دل کے اندر چھوڑ کر
اشک کیوں نکلیں ہمارے دیدۂ تر چھوڑ کر — قطرے کیوں اپنا بھرم کھوئیں سمندر چھوڑ کر
میں ہوں رند بے تکلف طاق پر رکھیئے اسے — جام جم لو تم کہ میں مٹی کا ساغر چھوڑ کر
دل میں پیکاں تو نہیں لیکن خلش پیکاں کی ہے — چل دیا مہمان گھر سے مجھ کو مضطر چھوڑ کر

غزل

(از جناب انجم اعظم گڈھی صاحب شاگرد حضرت مرزا فہیم فخر گورکھ پور)

نزع میں ہوں میں نہ جاؤ، اے ستمگر چھوڑ کر — ایسی حالت میں مجھے جاتا ہے کس پر چھوڑ کر
اے جنوں صحرائے دنیا سے تو میں آیا یہاں — اور اب جاؤں کہاں میدانِ محشر چھوڑ کر
اُن کی حسرت ہے یہیں تربت بنے مرنے کے بعد — اُٹھ نہیں سکتے ترے شیدا ترا در چھوڑ کر
تیرے ہوتے غیر کا احسان لوں میں کیا غرض — دوسرے کے در پہ کیوں جاؤں ترا در چھوڑ کر

فکرِ سلیم

(از جناب محمد شرف الدین صاحب سلیم بنگلوری شاگرد حضرت آل فیض مدظلہ)

دیکھ لے صیاد یہ ظلم و ستم اچھے نہیں — پھونک دینگے آہ سوزاں سے ترا کاشانہ ہم
ہے انا الحق کے عوض نعرہ انا المحبوب کا — رکھتے ہیں منصور جیسی ہمتِ مردانہ ہم
شیخ جی پند و نصیحت آپ کی بے سود ہے — ہم ہیں میکش جائینگے کیا چھوڑ کر میخانہ ہم
کھا رہے ہیں لختِ دل اور پی رہے ہیں اشکِ غم — بحر میں قسمت سے رکھتے ہیں یہ آب و دانہ ہم
بادۂ وحدت سے بھر دے ساقیٔ بزمِ الست — لائے ہیں خدمت میں فانی قلب کا پیمانہ ہم
حضرتِ واعظ کہاں تبدیل مشرب ہم سے ہو — رکھتے ہیں روزِ ازل سے مذہبِ رندانہ ہم
ہر جگہ ہوتا رہے گا ذکر اپنے عشق کا — بزمِ دنیا میں رہینگے بن کے اک افسانہ ہم
فقر کی عظمت سے واقف ہو گئے ہیں اب سلیم — دلق کو کیونکر نہ سمجھیں خلعتِ شاہانہ ہم

حفظانِ صحت

فطرتی علاج

خاص رہنمائے تعلیم کے لئے

از جناب منشی رشید احمدؐ صاحب احمد آباد دکن

گذشتہ سے پیوستہ

ہم نے اس سے پیشتر تندرستی کی اہمیت اور بیماری کے نقصانات بتانے کی کوشش کی۔ اور بالآخر یہ بھی بتایا کہ انسانی جسم کے لئے ہوا، پانی، خوراک اور روشنی کی انسان کے نشوونما پانے اور زندہ رہنے کے لئے اشد ضرورت ہے جیسا کہ کل کو پانی، آگ، اور کوئلہ یا تیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیماری کے اسباب

اکثر بیماریاں ضعف بدن یا ناقص خوراک۔ روشنی کی کمی۔ گندے پانی یا ہوا سے بھی ظہور میں آتی ہیں۔ ضعفِ جسمانی یا دماغی تکان سے پیدا ہوتا ہے یا زیادہ گرمی سردی کے لگ جانے سے موسم کے مطابق کپڑوں کے نہ پہننے اور ناقص خوراک کھانے سے بھی عائد ہوجاتا ہے۔ کمزوری کی حالت میں متعدی یا غیر متعدی بیماریوں کے جراثیم زود تر جسم پر اثر پذیر ہوتے ہیں۔ لہٰذا جسم کو قوی تر بنانے کے لیے بلاناغہ معقول ورزش کرنا چاہیے اور اول الذکر اسباب کا انسداد کرنا چاہیے۔ متعدی امراض مثلاً میعادی بخار، ہیضہ۔ تپ محرقہ۔ زکام۔ نزلہ۔ نمونیا۔ طاعون۔ ہیضہ وغیرہ کے جراثیم اس قدر باریک اور چھوٹے ہوتے ہیں کہ اُن کی ایک ہزار کی تعداد کسی جگہ جمع کی جائے تو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہوسکتے اور کھلی آنکھ سے بغیر خوردبین کے نظر نہیں آتے اُن کو زائل کرنا بھی دشوار ہے۔ ہر ایک بیماری کے جراثیم کو پھیلنے سے نہ روکیں تو وہ سرعت سے پھیل جاتے ہیں اور اُن کا انسداد کرنا غیر ممکن ہوتا ہے۔ اکثر متعدی بیماریوں کے جراثیم بذریعہ ہوا، پانی، یا خوراک کے انسان تک پہنچتے ہیں یا پسو، مچھر و کھٹمل کے کاٹنے سے بھی میعادی بخار، طاعون، وغیرہ امراض پھیل جاتے ہیں۔ آتشک، چیچک۔ سوزاک۔ کوڑھ وغیرہ بیمار کی چھوت سے یا اس کے کپڑے پہننے سے ایسے امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔ ایسے جراثیم جسمِ انسانی میں داخل ہوکر کچھ وقت تک پوشیدہ رہتے ہیں اور جب خون میں اُن کے مدافعت کی طاقت نہیں رہتی اُس وقت موقع پاکر عود کر آتے ہیں۔ اور مرض پیدا کرتے ہیں۔ جسمانی ضعف یا کئی امراض نسلاً بعد نسل والدین کی حماقت کی وجہ سے بھی ظاہر ہوتی ہیں مثلاً جذام دماغی کمزوری یا جنون، تپ دق، مرگی وغیرہ لہٰذا والدین کو خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی قسم کی بیماری کی حالت میں بچہ پیدا نہ ہو۔ اکثر جراثیم تعداد میں جلد بڑھتے ہیں۔ اور ایک جرم بعض اوقات دس گھنٹہ میں دس لاکھ جراثیم بھی پیدا کرتا ہے جب کوئی فرد ان بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس کے سانس۔ پیشاب۔ پاخانہ اور بلغم کے ذریعہ بے شمار جراثیم خارج ہوتے ہیں۔ اگر کوئی زخم ہو تو اُس کے مواد کے ساتھ بھی نکل آتے ہیں۔ بیمار کے کپڑوں کو بھی چپک جاتے ہیں۔ لہٰذا بیمار کے کپڑوں کو

بہت صاف اور ستھرا رکھنا چاہیئے۔ بعض اوقات لیسے جراثیم گرد وغبار غلیظ پانی۔ لید کوڑا کرکٹ وغیرہ سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہوا سے اُڑ کر خوراک یا پانی میں اور سانس کے ذریعہ جسم میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اکثر مکھیاں گندی جگہ پر بیٹھتی ہیں اور ان جراثیم کو اپنے پروں یا پیروں سے چپکا کر ہماری خوراک۔ دودھ، پانی، یا دیگر کھانے اور پینے کی اشیا میں جراثیم پیدا کر دیتی ہیں۔ لہٰذا مکانات اور اُن کے گرد و نواح کو بہت صاف رکھنا چاہیئے۔ حاصل کلام اکثر بیماریوں کے روکنے کے لیئے (۱) جراثیم کو تباہ کرنا چاہیئے۔ مکان اور اُس کے گرد و نواح کو بالکل صاف اور ستھرا رکھیں اور مریضوں کا کافی احتیاط سے علاج کریں۔ (۲) ناقص خوراک اور گندے پانی سے بچیں۔ متعدی امراض کے بیمار کو علیحدہ جگہ رکھیں۔ یا شفاخانہ میں داخل کریں (۳) صحت قائم رکھنے کے لیئے ورزش کریں۔ طاعون کے پھیلنے کے وقت ٹیکہ کرائیں اور سونے کے کمرے صاف رکھیں اور دریچے کھُلے رکھ کر چارپائی یا پلنگ پر مچھر دانی لگا کر سوئیں۔

ہوا زمانہ تاریک میں اکثر علما کا خیال تھا کہ ہوا، پانی، آگ اور مٹی چار عناصر ہیں انہیں سے انسانی جسم اور دیگر کائنات بنی ہوئی ہیں۔ مگر علوم جدیدہ نے یہ اچھی طرح ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ مرکبات ہیں مثلاً آکسیجن۔ ہیڈروجن۔ کاربانک ایسڈ گیس اور نائیٹروجن سے مرکب ہے۔ انسان یا حیوان کے لیئے اس کی اشد ضرورت ہے اگر ایک ساعت ہوا نہ ملے تو انسان دم گھُٹ کر مر جائے۔ جاندار جب پھیپھڑوں کے ذریعہ سانس لیتے ہیں تو آکسیجن گیس سے خون صاف ہوتا ہے اور فاسد اجزات اور کاربانک ایسڈ گیس سانس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ اس طرح جسم کو اچھی صاف ہوا کی خاص ضرورت ہے۔ آکسیجن زیادہ تعداد ملنے سے انسان تندرست رہتا ہے اور جسم انسانی میں کاربانک ایسڈ گیس کے سرایت کرنے سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر ایک مکان میں کافی دریچے روشندان اور دروازوں کا انتظام ہونا چاہیئے۔ تاکہ صاف ہوا آتی جاتی رہے۔ اور ہر ایک شخص کو تندرست بنا دے۔ جہاں بہت سے لوگ تنگ و تاریک مکانوں میں رہتے ہیں۔ جہاں روشنی اور کھلی ہوا آ نہیں سکتی۔ مکانوں کے گرد و نواح میں کوڑے اور غلاظت کے ڈھیر جمع ہوتے ہیں ایسی جگہ بیماریاں زیادہ نشوونما پاتی ہیں اور ہزارہا معصوم جانیں تلف ہوتی ہیں۔ طاعون اور ہیضہ سے ہی مکانات میں زیادہ پھیلتا ہے اور اموات بھی اسی طرح کے مکانات میں زیادہ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی حکام یا انگریزی لشکر جو وسیع مکانوں میں رہتے ہیں۔ طاعون سے بچ جاتے ہیں اور ان میں اموات بہت کم ہوتی ہیں۔

غرض ہوا کی آمد و رفت کے لیئے اُونچے مکان، روشندان، دریچے اور دروازے ہونے چاہئیں تاکہ گرم ہوا جو خراب اور ہلکی ہوتی ہے ان سے نکل جائے اور تازی ہوا۔ جو قدرے سرد ہوتی ہے بکثرت آتی جاتی رہے۔ اکثر لوگ سونے کے وقت خاص کر سردیوں کے موسم میں کمبل یا رضائی سر کے اُوپر اوڑھ کر ہوا کے راستے بند کر دیتے ہیں یہ عادت بہت مضر ہے۔ والدین کو چاہیئے کہ بچپن ہی میں بچوں کے مُنہ پر کپڑا اوڑھ لینے کی بُری عادت کو روکیں اور صاف ہوا کے لیئے ان کا مُنہ ہمیشہ کھُلا رکھیں۔ زہریلی ہوا پھیپھڑوں میں سرایت کر جانے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ خون میں

فساد برپا ہوتا ہے اور انسان کئی بیماریوں کا شکار بن جاتا ہے۔ باورچی خانوں کا دھواں بھی ہوا کو خراب کرتا ہے۔ کوئلے کا دھواں بہت زہریلا ہوتا ہے۔ بعض اوقات سردیوں میں جو لوگ کمرہ بند کر کے انگیٹھیاں جلاتے ہیں اور اسی جگہ سو رہتے ہیں۔ ان کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے بند کمروں میں انگیٹھیاں جلانا سخت خطرناک ہے۔ تنگ مکان یا کمرے میں بہت سے مرد عورتوں اور بچوں کے سونے یا بود و باش کرنے سے زکام یا تپ دق کے ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ کھانسنے اور چھینکنے سے اکثر امراض کے جراثیم باہر نکل آتے ہیں اور ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں۔ اس لئے کسی مجلس یا انبوہ میں کھانسنے یا چھینکنے کا احساس ہوتے ہی فوراً رومال منہ کو لگا کر کھانسیے یا چھینکیے تاکہ اوروں کو کراہت نہ ہو اور کسی تکلیف کا خدشہ نہ رہے۔ گھر کے ہر ایک فرد کے لئے کم از کم ساٹھ مربع فٹ کی وسعت ہونی چاہیئے اور ہر ایک کے بستر کا فاصلہ تین فٹ ہو۔ نئے طرز کے مکانات اکثر بڑے شہروں میں بننے شروع ہوئے ہیں اور ان پر لاگت بھی بہت کم آتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے گھروں کے لئے جن کے ممبران تین یا چار سے زائد نہ ہوں۔ دو ہزار روپیہ میں اچھا خاصا پختہ مکان حسب ذیل نقشہ کا بن سکتا ہے۔

نشان نمبر ۱ اور چھ ورنڈا چھ فٹ عرض بارہ فٹ طول۔ نمبر 2 اور 3 دو کمرے طول ۱۰ فٹ عرض دس فٹ۔ نمبر 4 دیوان خانہ 14'×14' نمبر 5 باورچی خانہ 6'×10' - نمبر 8 اور ۹ حمام و پاخانہ 8'×4'۔ ▪ دروازے کا نشان = دریچوں کا ہے۔ مکان کی اونچائی دس فٹ سے کم نہ ہو۔ اور مکان کے اردگرد باغیچہ۔ اور جانوروں کے اصطبل وغیرہ کیلئے کھلی جگہ رکھنی چاہیئے۔ الغرض دو تہائی جگہ کھلی رہے اور ایک تہائی عمارت کے لئے مخصوص کی جائے۔ مکانوں کے فرش پتھر یا پختہ اینٹوں کے ہونے چاہئیں گوبر یا مٹی کے فرش سخت مضر ہوتے ہیں اور جراثیم کو بڑھانے میں امداد دیتے ہیں۔ اس طرح کی زمین پر بغیر چارپائی سونا میعادی بخار وغیرہ صدہا بیماریاں پیدا کرتا ہے۔

قدرت نے کثیف ہوا کو صاف کرنے کا انتظام اس طرح کیا ہے کہ درخت اور پودے انسان کے سانس کے راستے باہر نکلی ہوئی گندی ہوا کو جذب کرتے ہیں اور اس کی بجائے آکسیجن ہوا جو انسان کو ضروری ہے باہر نکالتے ہیں۔ علوم جدیدہ کے ماہر مسٹر لوسس نے تجربات سے ثابت کر کے بتلایا ہے کہ درخت اور پودے بھی اور جانداروں کے مانند سانس لیتے ہیں۔ سکھ یا دکھ محسوس کرتے ہیں اور خوراک جو فطرت نے ان کے لئے مخصوص کی ہے اس سے اور روشنی، ہوا اور پانی سے نشو و نما پاتے ہیں۔
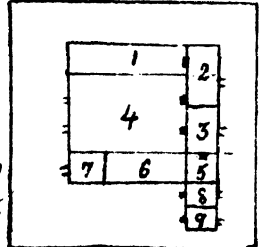
روشنی آفتاب کی روشنی جاندار یا غیر ذی روح مثلاً درخت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر کسی پودے کو تاریکی میں رکھا جائے تو باوجود کافی پانی کھاد وغیرہ کے ٹھیک نشو و نما پا نہیں سکتا۔ اسی طرح انسان اگر ہمیشہ تاریکی میں کام کرتا رہا ہے اور روشنی سے مستفید ہونے کا کم موقع ملے تو چند دنوں میں اس کا جسم لاغر ہو جائیگا۔ اور

مہلک امراض کا شکار ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ مکانوں میں اور تاریک کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور بالخصوص پردہ نشین عورتیں قبل از وقت فوت ہوتی ہیں۔ امریکہ کے ملک میں کئی بیماریوں کا علاج آفتاب کی روشنی کے ذریعے کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق شفاخانے بنائے گئے ہیں۔ روشنی گھر جسم کو خاص طور پر روشنی پہنچانے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ اس کو سن باتھ (Sun Bath) کہتے ہیں۔ بعض اوقات رنگا رنگ کی بوتلیں پانی سے بھر کر آفتاب کی روشنی میں رکھی جاتی ہیں اور سورج کی شعاعوں کے ذریعہ ایک قسم کی کیمیائی طاقت اس طرح کے پانی میں پیدا ہوتی ہے جو بعض امراض کے لئے مجرب ثابت ہوتی ہیں۔

پانی انسان، جانور یا پرندا اور درختوں کو پانی کی بہت ضرورت ہے۔ اگر چند دن پانی نہ ملے تو یہ سب سوکھ کر مر جائیں۔ پانی کی برکت سے ہی تمام کرہ زمین شاداب ہے اور جاندار اور اجناس حرکت کرتے اور زندہ نظر آتے ہیں۔ یہ بے بہا عطیہ خدائے قادر نے اتنی کثرت سے پیدا کیا ہے کہ ہر دم منکسر الحال جاندار اور اپاہج ہر جگہ من مانی افراط و مقدار میں حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے صدہا بلکہ ہزارہا فوائد ہیں۔ مثلاً اس کے ذریعہ کلوں کا چلنا۔ آب پاشی سے کئی اقسام کے میوہ جات اور ہر قسم کے اناج بافراط پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ مگر اس مضمون میں ہمارا روئے سخن انسان کی تندرستی سے ہے۔ لہذا اسی موضوع پر اس کے فوائد بیان کئے جائیں گے۔

پانی آکسیجن اور ہیڈروجن گیس سے بنا ہوا ہے۔ مگر اس کے پتلا ہونے کی وجہ سے کثیف یا ہوائی۔ مادی یا غیر مادی چیزیں اس میں بہت جلد سرایت کر جاتی ہیں۔ لہذا پانی پینے سے پہلے ہمیں خیال کرنا چاہئے کہ پانی اصلی حالت میں ہے۔ اور اس میں کسی گندگی کی آمیزش نہیں ہے۔ کیونکہ پانی پیتے ہی شکم میں داخل ہوتا ہے اور وہاں سے جو خوراک حل ہو کر جسم کو تقویت پہنچانے اور خون تیار کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے اس میں مل جاتا ہے اور دوران خون میں کافی مدد دیتا ہے فضلات کو شکم سے باہر نکالتا ہے۔ قوت ہاضمہ کو مدد دیتا ہے اور خون کو بڑھاتا ہے۔ اگر خوراک اور خون کو کافی مقدار میں پانی نہ ملے تو یہ منجمد ہو کر کام سے رہ جائیں۔ اور انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہو جائے۔ لہذا اس کی صفائی کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ اکثر بیماریوں کے جراثیم پانی میں شامل ہو جاتے ہیں اور بیماری پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے صاف اور شفاف پانی کا انتظام کرنا اور اُس کو صاف رکھنے کے لئے خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ پانی مفصلۂ ذیل طور پر مہیا ہو سکتا ہے :۔

(۱) گھر کے کنوئیں (۲) چشمے (۳) بارش (۴) جھیلیں (۵) دریا (۶) ندی نالے اور (۷) تالاب

گھر کے کنوئیں اور چشموں کا پانی اکثر صاف ہوتا ہے اور ان کے گرد و نواح کو غلاظت سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ چشموں کے منہ ڈھانپ دینے سے گندگی ان میں سرایت نہیں کر سکتی۔ اسی طرح کوئیں بھی ڈھکے ہوئے ہوں تو ٹولی نہ رہے۔ تاکہ پانی پمپ (Pump) کے ذریعہ نکالا جائے اس طرح کا پانی صاف ہوتا ہے اور اُس کو صاف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی ۔

(۳) بارش کا پانی اگر صاف برتنوں میں پختہ چونے کے حوضوں میں جمع کیا جائے تو چند دنوں کے لئے پینے کے لائق ہو سکتا ہے مگر قریب آدھ گھنٹے بارش کے بعد بارش کا پانی جمع کیا جائے کہ ہوا کی گرد اور غلاظت اس میں مل نہ سکے۔

(۴ سے ۷) جھیل۔ دریا۔ ندی نالے اور تالاب جو اکثر آبادی کے قریب ہوتے ہیں۔ انسان اور حیوان کے نہانے دھونے کی وجہ سے ہمیشہ پینے کے لائق نہیں ہوتے۔ اُن کے پانی کو ہمیشہ صاف کر کے استعمال کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر تیز رفتار دریا اور نالے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اُن کا پانی اکثر صاف ہوتا ہے۔ جب کسی چھوٹے نالے یا چشمہ سے پانی پینا ہو تو اس میں گڑھا کھود کر پانی جمع ہو جانے پر استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر ندی یا نالے کے کنارے آبادی ہو تو اُوپر کی جگہ سے گاؤں تک پانی پہنچنے کی جگہ سے پہلے پانی لینا چاہیئے۔ پانی لانے کے لئے جن برتنوں کا استعمال کیا جاتا ہے اُن کو بہت صاف رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح پانی مشکوں میں یا برتنوں میں بھرتے وقت، لاتے وقت یا جمع کرتے وقت صفائی کی بہت احتیاط رکھنی چاہیئے۔ پانی کی صفائی پر زیادہ تر تندرستی کا انحصار ہے۔ لہٰذا پانی پینے سے پہلے اگر اُس کو (۱) جوش دیا جائے (۲) یا فلٹر کیا جائے (۳) کیمیائی ادویات سے صاف کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

پانی کو ابالنے اور صاف کپڑے سے چھاننے سے اکثر بیماریوں کے جراثیم ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ صفائی کی ترکیب بہت آسان اور عمدہ ہے۔ فلٹر کے لئے مٹی کے تین برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ایک تپائی پر ایک دوسرے کے اُوپر رکھنے چاہئیں۔ پہلے برتن میں ریت ڈالی جاتی ہے اور تہ میں سوراخ کرنے سے پانی ٹپک کر دوسرے برتن میں گرتا رہتا ہے۔ اس دوسرے برتن میں کوئلہ رکھا جاتا ہے اور اس کی تہ میں بھی باریک سوراخ کر کے اس برتن کی طرح رکھا جاتا ہے اور اُس کا پانی سب سے نچلے گھڑے میں رس کر پہنچتا ہے۔ ان تینوں برتنوں کے مُنہ کسی صاف کپڑے سے بند کئے جاتے ہیں اور سب سے نچلے برتن کا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ پانی بہت صاف ہوتا ہے۔ مگر ان برتنوں کو بہت صاف کھلی ہوا میں رکھنا چاہیئے۔ اور ریت اور کوئلہ کو ہفتہ میں ایک بار بدلنا چاہیئے۔ پانی نکالنے کے لئے بھی صاف برتن کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر زیادہ مقدار کے پانی کو صاف اور پینے کے قابل بنانے کا سب سے بہتر طریقہ کلوری نیشن (Chlorination) کے کیمیائی سفوف کے ذریعہ ہوتا ہے یا بعض اوقات بلیچنگ پاؤڈر (Bleaching Powder) کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ندی یا نالے کا پانی گدلا یا میلا ہو تو اوّل فی گیلن (Gallon) پانی میں۔ پانچ گرین (5 Grains) پھٹکڑی کا سفوف ملانے سے پانی کو خوب ہلا کر صاف کر دیتے ہیں اور تمام مٹی تہ میں بیٹھ جاتی ہے۔ پھر دوسرے برتن میں پانی جمع کر کے بلیچنگ پاؤڈر سے صاف کرتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ پاؤڈر کتنی مقدار میں پانی میں ڈالنا چاہیئے (Horrock's water testing case) ایک صندوق کا استعمال کرتے ہیں۔ غرض جب پانی پینے کے لئے استعمال کرنا ہو تو اُس کی صفائی کی سخت ضرورت ہے۔ چونکہ یہ خون میں مخلوط ہو کر اُس کے دوران میں مدد دیتا ہے اور اگر اس میں غلاظت ہو تو تمام خون کو زہریلا بنا کر کئی اقسام کے امراض پیدا کرتا ہے۔　(باقی آئندہ)

ہندوستان

اے ہند اے جہاں کے ملکوں کے بادشاہ
بے کس کا دستگیر غریبوں کا داد خواہ
تاریخِ دہر عظمت و رفعت کی ہے گواہ
تیری زمین سارے مذاہب کی سجدہ گاہ
جو شان ہے وہ اپنی جگہ لاجواب ہے
سو بار لٹ چکا مگر اب بھی شباب ہے

اے ہند تیری سطوت و جبروت پر نثار
تُو وہ ہے جس کے واسطے دُنیا ہے بیقرار
سونے کی کان تجھ کو سمجھتے ہیں تاجدار
نادار ہو کے اہلِ دول میں ہے ذی وقار
تیرا ہی ظرف ہے تجھی میں کمال ہے
دُشمن بھی تیرے سائے میں آ کر نہال ہے

سارے جہاں میں نام ہے ہندوستاں ترا
ہر سمت دورِ جام ہے ہندوستاں ترا
بدخواہ تک غلام ہے ہندوستاں ترا
دنیا پہ فیضِ عام ہے ہندوستاں ترا
واللہ تیرا اوج و شرف لاکلام ہے
آدمؑ جہاں اُتارے گئے یہ مقام ہے

وُہ خوشنما چمن ترے وُہ دشت مرغزار
گنگ و جمن کی چاروں طرف پُر فضا بہار
وُہ قدرتی مناظرِ گلہائے بے شمار
وہ چشمہائے کوہ وہ نہریں وہ آبشار
ہر چیز لاجواب ہر اِک بات بھی عجب
دن بھی ترا عجب ہے تری رات بھی عجب

کس چیز کی ہے تجھ میں کس بات کی کمی
موجود جو نہیں ہے وہ خوبی ہے کون سی
آئینہ دارِ ملک ہے تہذیب مُلک کی
دُنیائے علم و فضل بھی میراث ہے تری
پیرانہ سال ہو کے بھی دل کا جواں ہے تو
اپنے تو اپنے غیروں کا روزی رساں ہے تو

تہذیب تجھ سے سیکھنے آتا تھا ہر بشر
سارے زمانے پر تھا کبھی یہ ترا اثر
ہر فرد تھا یہاں کا خُدائی میں نامور
پکّا تھا اپنے قول کا قائم تھا بات پر
جو کہہ دیا وہ کر دیا دستور تھا یہی
ہندوستاں خلد ہے مشہور تھا یہی

سب کی نظر میں اب بھی تری شان ہے وُہی
تجھ پر ہزار ظلم ہوئے آن ہے وُہی
ہمت وہی ہے عزم وہی جان ہے وُہی
دِل بھی وُہی ہے دل میں بھی ارمان ہے وُہی
جو شان پیشتر تھی وہی اب بھی شان ہے
صرف اتنا فرق ہے کہ مقید زبان ہے

دُعا ڈبائیوی

سیاحت ملکِ ہند

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مسٹر خورسند بہادر سیاح - ایم اے - ایم - او - ایل)

بساعتِ چہار بروزِ سہ شنبہ من از شہرِ مقدس بنارس رواں شدم - وقتیکہ بہ استاسیون رسیدم - بلیطِ درجۂ سوم برائے کلکتہ خریدم - ماشین بیگار بدیر رسید - در انتظارش من ایں سو و آں سو گشتن گرفتم - بعد از ساعتے ترن آمد - من داخل شدم - بیک گوشہ رختِ خواب را پہن کردہ خود را دراز کشیدم - ایں قدر زن و مرد از بیرون در ترن ریختند کہ نفس کشیدن ہم مشکل بود - دیگر من زخمے داشتم زیرِ پستان چپ - ایں خیلے درد پیدا کرد و تا مسافتِ ہفتاد کردہ کسے در ترن از من بدون فغاں و فریاد چیزے نہ شنید - بعضے از مسافراں با من شفقت نمودند و بعضے از نالہ و فریادِ من چیں بجبیں شدہ مابینِ خودشاں سرگوشی مے کردند شکرِ خدا کہ ناگاہ از ریش ریم برآمد - من از درد خلاصی یافتم - در بسترِ استراحت ہفت ساعت خواب گرفتم - چوں ترن بر جسرِ رود رسید من بیدار شدم - از مسافراں پرسیدم کہ ایں کدام رود است آناں گفتند کہ ایں رود را "سون بھدر" مے گویند - ایں خیلے پہناور است - اگرچہ زیادہ عمیق نیست - بطلوعِ آفتاب من بکلکتہ رسیدم از ترن فرود آمدم - حمّال آمد و صندوقچہ و رختِ خواب مرا بر سر گرفتہ مرا بیروں برد - بیرونِ استاسیون متعدد کالسکہ - درشکہ و آتوموبل ہا برائے مسافراں منتظر استادہ بود - کالسکچی دواں دواں پیشِ من آمد و گفت - جناب عالی! کجا مے خواہید بروید؟ من گفتم - بیکے از مہمان خانہ ہا ببر - کالسکچی مرا بہ مہمان خانہ کہ خیلے دیدنی بود - برد - او را کرایہ دادہ مرخص کردم و من پیشِ ناظمِ مہمان خانہ رفتم - او برائے تعظیمِ من ایستاد و فراش را صدا کرد - او آمد و جائے را نشان داد - من یکے اطاقِ مفروش را شبے بہ یک روپیہ کرایہ کردم - پیش خدمت اسباب مرا اندرونِ اطاق برد - من دست و صورت شستہ چائے خواستم - خدمتگارِ مہمان خانہ علی الفور چائے دم کردہ حاضر نمود - من یک دو استیکانِ چائے خوردم کسل و ماندگی راہ دور شد۔

بازمن تنہا از منزل بیروں شدم و گردش کناں رفتم تا بازار - چونکہ من از شہر نابلد بودم - ازیں رو ہر گام مے برداشتم شمار می کردم تا راہِ منزل از یادم نرود - بالآخر قریبِ بیک فرسنگ گردش کردم - لاکن زود واپس بجائے خود آمدم - شام خوردہ بہ بستر دراز کشیدم و ہمہ شب بآرام خواب کردم -

صبح وقتیکہ از رختِ خواب برخاستم - از شست و شو فارغ شدہ جامہ را در بر کردم - از منزل برآمدم و رو بہ بازار نہادم خواستم کہ نہار بخورم - دکانِ شیر فروش را سُراغ گرفتم از آنجا دوغ و ماسکہ خوردم - از دکان دو سہ گام ہم نہ زدہ بودم کہ ناگاہ بہ مردے برخوردم کہ از وضع و لباسش دریافتم کہ اصلش از خاکِ ایران است - من سلام کردم و او باین طور مزاج پرسی ام کرد کہ

گوئی آشنائے دیرینۂ من بود بعد از مراسم احوال پرسی تا نیم ساعت با او در زبان پارسی حرف زدم۔ او مرا ایرانی خیال کردہ بود۔ پرسید کہ از ایران کے آمدید؟ گفتم من ایرانی نیستم۔ ہمیں کہ ایں کلمہ از من شنید۔ انگشتِ حیرت بدنداں گرفت و گفت۔ بخدا۔ از زبان و وضع شما را ہم وطنِ خود تصور کردہ بودم۔ مرا تحسین نمود و ہنگامِ رفتن برائے شبِ فردا از من وعدہ گرفت و رفت۔ در اثنائے صحبت با شخصِ ایرانی چند طلبائے دار العلوم ایستادہ بودند۔ حرف ہائے ما را بحیرت تمام شنیدند و حظے کردند۔ وقتیکہ من با دوستِ ایرانی خدا حافظ کردم۔ دو طالب علم کہ بر سرِ خود شاں کلاہِ ترکی داشتند۔ پیش من آمدند و گفتند۔ جناب! شما کجا منزل کردہ اید؟ من گفتم در فلاں مہمان خانہ۔ اینجا کے آمدید؟ گفتم۔ دیروز طرفِ غروب آفتاب۔ ایشاں گفتند۔ اگر کارے لائقِ ما باشد، حاضریم۔ من گفتم۔ لطفِ شما زیاد باشد۔ لاکن ایں قدر عرض دارم کہ من تازہ بہ کلکتہ وارد شدہ ام۔ ازیں رو نابلد ہستم۔ اگر شما قدرے زحمت بکشید۔ مرا جا ہائے دیدنی را نشاں بدہید۔ از شما خیلے تشکر اظہار دارم۔ آناں با خندہ روئی عرضِ من قبول کردند و گفتند کہ مدد کردن برادرِ دینی ایں زحمت نیست بل راحت است۔ وقتیکہ لفظِ برادرِ دینی شنفتم۔ مرا بے ساختہ خندہ گرفت۔ من اظہار تشکر کردہ گفتم۔ برائے برادرِ دینی ہمیں طور کمر بستہ باشید۔ بالآخر ایشاں ہر دو برائے من کارِ بدرقہ کردند۔ اوّل ما رفتیم بجائے کہ مطابقِ مؤرخینِ انگلیس نواب شجاع الدولہ یک صد و چہل و سہ انگلیس ہا را حبس کردہ بود۔ چوں آنجا رسیدم چیزے ندیدم غیر از یک منارِ سنگی کہ برائے یادگار ساختہ اند۔ ایں منارہ میانِ خیاباں است۔ نزدش پست خانہ است۔ از آنجا دوستانم مرا بردند وکتوریہ میموریل ہال۔ ایں عمارت دیدنی است۔ ہمہ از سنگ ہائے سفید است۔ دم ہر درِ آں بنائے عالی عسکریاں بدستِ خود شاں تفنگ ہا گرفتہ کشیک مے کشیدند۔ ایں جا را بدوں صرفِ پول مے تواں دید بجز آدینہ۔ آں روز آدینہ بود۔ بجہت ہمیں من یک و نیم روپیہ را سہ بلیط (فی بلیط ہشت آنہ) خریدم و داخلِ عمارت شدم۔ دیدم کہ ہمہ اطاق ہا با تصویر ہائے خورد و کلاں از ہر بادشاہ و راجہ۔ نواب ملکِ ہند و جدال و قتال شاں آراستہ مزین است۔ دو ساعت آنجا صرف شد۔ صحنش خیلے وسعت دارد۔ سبزہ ہم روئیدہ است۔ آخر از ینجا حرکت کردیم لاکن پا ہائے ما از حرکت افتادہ بود۔ ازیں سبب در بین راہ زیرِ سایۂ نیم ساعت استراحت نمودیم۔ آں درخت ثمردار بود۔ ازیں سبب در بین راہِ زیرِ سایۂ درخت نیم ساعت استراحت نمودیم۔ آں درخت ثمردار بود۔ قضا را بادِ تندے وزید۔ ثمر بر سرِ یکے از رفقائے من فرود افتاد۔ او فریاد کشید۔ من سرش را مالیدم قدرے خوب شد۔ زود از آنجا رواں شدیم۔ چراکہ خیلے اشتہا داشتیم۔ وقتِ چاشت ہم بود۔ رفتیم بہ مہمان خانہ۔ اطاق ہا خیلے مزین و با شکوہ بود۔ پردہ ہائے حریر آویزاں بود۔ ہمہ جا اسباب بلورین۔ ظروفِ چینی با قرینہ چیدہ بودند۔ ایں اسباب موجبِ دلکشی مہماناں بود۔ خدمتگارِ مہمان خانہ را صدا کردم۔ آمد۔ گفتم۔ چہ پختی؟ او ہر چیز را پیش من شمار کرد۔ گفتم ایں چیز ہا شبینہ است یا تازہ؟ گفت کہ ہمہ چیز ہا تازہ است حالا درست کردہ ام و دیگر چیزے کہ جناب بخواہید۔ ہمیں آلان مے پزم۔ گفتم۔ خوب۔ بیار برائے ما پلاؤ۔ خورشِ جوجہ۔ قیمہ۔ تخم۔ قطعنیۂ نخود۔ خورشِ گلِ کلم۔ اسفناج۔ گوشت برہ۔

گوشت خروس ۔ شیر برنج ۔ خورش بادنجان فرنگی و سیب زمینی ۔ ماست ۔ ترشی ۔ دو چار نانِ فطیری و اگر چند دانہ پودنہ پیدا شود آنہا و اتفت بکن ۔ خدمت گار گفت بچشم ۔ او در بست وقیقہ نداری ہمہ چیز کردہ آمد و گفت کہ ہر کار روائی ہر چیز منظم و درست است ۔ باز او صندلی ہا دور میز اد گشقاب ہارا روئے میز گذاشت ۔ ما دست ہارا شستہ تنہا بہ خوردن کردیم ۔ در اثنائے طعام صحبت ہائے متفرقہ شد ۔ ساعتے بر چاشت صرف شد ۔ خوب شکم سیر شدم ۔ وقتیکہ از طعام دست باز کشیدیم، پیش خدمت آفتابہ و لگن گرفتہ آمد ۔ ما دستہارا شستیم و با ظیفہ پاک کردیم ۔ کارگذارِ مہمان خانہ پیش خدمت را گفت کہ برائے آقایان قلیان چاق کردہ بیار ۔ او قلیان را آوردہ گفت میل بفرمائید ۔ من گفتم ۔ نمے کشم دوستاں را تعارف کرد ۔ آناں ہم عذر خواستند ۔ من مصارف طعام دادہ از صاحب مہمان خانہ مرخص شدم ۔ از رفیقاں پرسیدم کہ شما پیادہ مے خواہید برید یا سوارہ ۔ آناں گفتند ۔ خوب است کہ بہ گردونۂ خودرو بروم ۔ زیرا کہ ہوا گرم است و پیادہ رفتن باعث زحمت است ۔ گردونۂ خودرو را کرایہ کردیم و رفتیم سوئے معبدِ بنگالیاں موسوم بہ "دیرِ رب النوع کالی" ایں دیر گنبد نما قبۂ بلند دارد ۔ نیلے قشنگ است ۔ من پیش پرستندۂ دیر رفتہ پرسیدم ۔ شما مرا مے گذارید کہ اندرونِ دیر بروم و زیارت ربِ النوعِ تو کنم ۔ او گفت ۔ ایں جا فقط ہندواں مے روند و کسے دیگر برائے دخول در دیر مجاز نیست ۔ گفتم کہ من ہندو ہستم ۔ او حیران ماند زیرا کہ کلاہِ من باعثِ شک او شد ۔ من کلاہ را از سر کشیدم ۔ دوستاں را بیروں گذاشتم ۔ رفتم اندروں ۔ دیدم کہ یک رب النوع میانِ اطاق بر پا قائم است رنگش سیاہ است ۔ او چہار تا دست دارد ۔ دو دست پائیں گذاشتہ است ۔ بدستے قمہ دارد دیگر پیشِ زائرین دراز کردہ است ۔ پرستندہ مرا گفت کہ پنج پول بدستش بگذار تا از تو خورسند شود ۔ ہماں طور کردم کہ او گفت ۔ بعد از زیارتِ خدائے بنگالیاں در حیاطِ دیر آمدم ۔ آنجا چہار پنج گوسفند بودند ۔ نزدِ شاں مردے بود کہ بدستِ خود تیغ تیز داشت و بہ چشم زدن بہ ضربِ تیغ گردنِ شاں از تن برید ۔ من از و پرسیدم کہ ایں کار چرا کردی ؟ گفت کہ "رب النوع کالی" از قربانی گوسفند خوش وقت مے شود ۔ ہر روز من چہار پنج گوسفند را مے کشم و گوشتِ شاں مردمانِ با عقیدت و اعتقاد بہ مسرتِ تمام گراں خریدہ بہ خانۂ خودشاں مے برند و بطور تبرک می خورند ۔

(باقی دارد)

جذبات

نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ

شاہدِ علم کی تصویر ہے افسانہ کیا
شمعِ افکار کی تنویر ہے افسانہ کیا
جاگتے ہیں جو شبِ تار عزیزؔ ان کیلئے
عالمِ خواب کی تعبیر ہے افسانہ کیا

چھکڑے والا شہزادہ

(از مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی)

(۱)

کالج چھوڑنے کے بعد سب سے پہلا کام پیشہ کا انتخاب ہوتا ہے۔ ہماری قوم تو بالعموم ملازمت حاصل کرنے کو تعلیم پاتی ہے اور حصول مطلب کے لئے نہ معلوم کتنے آستانوں پر جبیں سائی کرتی، کتنے دفتروں میں حاضری دیتی اور کتنی معزز ہستیوں کے سامنے دو بول سفارش لکھوانے کو گڑگڑاتی ہے اور لاتعداد دھکھیڑوں کے بعد اپنی قسمت کا زریں ورق ان گنتی تنخواہ کی ماہواری آمدنی پر مکفول کر دیتی ہے۔

مجھے ابتدا سے غلامی کی زندگی پسند نہ تھی۔ میرے حافظہ میں زندگی مراد تھی آزادی سے اور موت عبارت تھی پابندی کی۔ ہرچند ہوا خواہوں نے اچھی اچھی ملازمتوں کے لئے کامیاب سعی کا وعدہ کیا۔ طائر زریں پر کو اسیر کرنے کے لئے سنہری جال بچھائے۔ تاہم میرے عزم کو اٹل پہاڑ کی طرح جنبش نہ ہوئی اور میں نے اصرار کے طوفان سے محفوظ رہنے کے واسطے قانون کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اگرچہ یہ انتخاب عجلت سے عمل میں آیا تھا لیکن فیصلہ کن تھا۔ بالآخر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

(۲)

میری وکالت اوسط درجہ کی تھی۔ اُمیدیں حوصلہ بڑھاتی تھیں اور میں مقدمات صرف کرنے میں پوری توجہ صرف کرتا تھا۔ شہر کے اکثر لوگ فوجداری کے معاملات میں میرا مشورہ ناگزیر تصور کرتے تھے۔

ایک دن حسب معمول کچہری جا رہا تھا۔ بازار میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس بھیڑ بھاڑ میں ایک گورا چٹّا وجیہہ آدمی جس کی جوانی ڈھل چکی تھی لیکن مردانہ حسن کی کشش اب بھی جاذب توجہ تھی۔ ہنس مکھ چہرے سے دبدبۂ شجاعت ظاہر۔ پیشہ کی مناسبت سے لباس پہنے چھکڑا ہانکتا ایک طرف کو جا رہا تھا جس انداز اور آن بان سے بھینسے ہانک رہا تھا۔ وہ اُسی کا حصّہ تھا۔ کیونکہ اس کے سوا میں نے کسی چھکڑے والے میں یہ ادا نہیں دیکھی تھی۔ نہ معلوم اس میں کیا تحفگی تھی کہ میری نگاہیں۔ اُسی طرف لگی تھیں اور دوسری جانب توجہ پھیرنے کا ارادہ کرتے ہوئے بھی کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

(۳)

اتفاقیہ ——— بالکل اتفاقیہ چھکڑا ایک موٹر کار سے ٹکرا گیا۔ چھکڑے بان کی مطلق خطا نہ تھی، وہ ٹھیک بائیں پر چل رہا تھا۔ شوفر نے غلطی کی اور اپنا دہناد باتے ہوئے آگے والی گاڑی سے نکلنا چاہا۔ اُس نے ہارن بجا کے چھکڑے والے کو خطرے کی اطلاع بھی نہیں دی۔ خیریت ہوئی کہ تھوڑے تھوڑے نقصان پر بلا ٹل گئی ورنہ تصادم سے جان جانے یا کم از کم ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانے کا اندیشہ ضرور تھا۔

عجیب تر جو واقعہ پیش آیا اُس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں چھکڑے والے کی پوری پوری ہمدردی کروں، چاہے اس راستے میں مجھے تھوڑی بہت مالی قربانی بھی کرنا پڑے۔

چھکڑے والے کے بشرے سے جوانمردی اور شرافت ٹپکنے کی کیفیت تو اُوپر ہی اجمالاً بیان کر چکا ہوں اب اُس خیال کی صداقت کا وقت بھی آ گیا۔

موٹر کار پر ایک صاحب بہادر فرعون بے سروسامان بنے بیٹھے تھے۔ اُن کی فطرتِ رعونت نے گوارا نہ کیا کہ ایک معمولی چھکڑے بان اتنی بڑی گستاخی کا مرتکب ہو اور سزا نہ پائے۔ ہاتھ میں ایک بید تھا اُسے تیغِ خوں آشام کی طرح جنبش دیتے غیظ و غضب سے تھرتھراتے موٹر کار سے باہر آئے۔ اولاً اپنی زبان سے وہی الفاظ ادا کئے جو عام انگریز غریب ہندوستانیوں کے حق میں کمالِ نفرت و حقارت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ پھر ولایتی چابک دستی کا مظاہرہ فرمانے لگے۔

ذاتی شرافت مٹی میں مل کے بھی اپنا جوہر دکھاتی ہے، دلیری نعمتِ الٰہی ہے، قدرت جس کو چاہے عطا کر دے چھکڑے بان نے بید کھاتے ہی اپنا سونٹا سنبھالا ——— وُہی سونٹا جس سے بھینسے ہانکتا تھا۔ مثل مشہور ہے "ہر فرعونے را موسےٰ" صاحب بہادر کی مرمت کی اور خوب ہی مرمت کی۔ یہاں تک کہ صاحب کی صاحبی نے سرِ عجز خم کر دیا ؎

خاکساراں جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۴)

خیر گزری کہ پولیس نے باقاعدہ دخل دے کر جان بچائی۔ آہ! بے زری سے زیادہ دنیا کا عذاب کوئی نہیں۔ خطاکار سے ہمدردی کی گئی۔ اس لئے کہ وہ موٹر سوار تھا! بے قصور گرفتار ہوا، یوں کہ وہ مفلس قلاش اور بے حقیقت چھکڑے والا تھا!

مجھے چھکڑے بان کی خودداری نے اپنا گروہ کر لیا تھا۔ عدالت کا راستہ چھوڑ کے کوتوالی پہنچا۔ پولیس کو متنبہ کیا کہ وہ حسبِ عادت کوئی فحش کلمہ استعمال نہ کرے اور اُسی وقت ضمانت دے کر اُسے رہا کرا لیا۔

چھکڑے بان میری مخلصانہ ہمدردی کا بے حد ممنون ہوا۔ اور شام کو میرے مکان پر آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ مجھے اس کی طرف سے اتنا حسنِ ظن پیدا ہو گیا تھا کہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔ کچہری سے شام کو پلٹا، ضروریات بالمرہ سے فارغ ہو کے بیٹھا تھا کہ چھکڑے بان آ گیا۔ اُس وقت وہ خاص لخاص دہلی کا لباس پہنے تھا۔ جس نے اُس کی وجاہت کو دوبالا کر دیا تھا۔ نہ معلوم اُس کی صورت میں کون سا دبدبہ تھا کہ میں تعظیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ نہایت مہذب اور شائستہ تھا۔ اس کی گفتگو سلیس، لہجہ شیریں اور جملے دل نشین تھے اس کا نام آخری شہنشاہ ہندوستان کے نام پر سراج الدین تھا جس وقت اُس نے اپنا نام بتایا تو میری آنکھوں میں شاہ ظفر کی تصویر پھرنے لگی۔ وہی قد و قامت، وہی ناک نقشہ، وہی ہاتھ پاؤں، وہی وجاہت و دبدبہ، فرق تھا تو اتنا کہ وُہ برسرِ حکومت تھے مگر اسیر اور یہ بے ملک تھا مگر آزاد۔ میں نے اُسے وہ الفاظ درجِ ذیل تعلیم

کئے جو عدالت میں مجسٹریٹ کے سامنے کہنا ہونگے۔ گواہ درست کئے، معزز شاہد اپنے اثر سے تلاش کئے اور اُسے عدالت سے کورا نکال لانے کا یقین دلا کے رخصت کر دیا۔

(۵)

معینہ تاریخ پر مقدمہ پیش ہوا۔ صاحب بہادر کی طرف سے ایک نامی بیرسٹر پیروکار تھا۔ لیکن حق کی درخشانی نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا۔ جھکڑے والا صاف بچ گیا۔ مجسٹریٹ نے اُس کا قصور نہ دیکھ کر رہا کر دیا اور خوش خوش عدالت کے کمرے سے باہر آیا۔ چونکہ میرا ممنون تھا اس واسطے منتہائے شکر گزاری کے بعد کہا کہ میں اتوار کو دن کا کھانا اُس کے یہاں کھاؤں۔

ہر چند کسی غریب پر ضیافت کا بار ڈالتے میرا دل دُکھا۔ لیکن اس کی دل شکنی گوارا نہ کر سکا۔ میں مغرور بننا پسند نہیں کرتا۔ دنیوی حیثیت سے وہ میرا ہمسر نہیں سمجھا جا سکتا۔ عوام اُسے ادنیٰ جھکڑے والے سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ لیکن میرا دل اس کی عزت کرنے پر مجبور تھا۔ میری نگاہ میں اُس کا مرتبہ مغرور و کم ظرف سیٹھوں سے بہت بڑھا چڑھا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ زعم دولت مندی میں احسان کو احسان نہیں سمجھتے! وہ مفلس و نادار شرفا کو اس لئے حقیر تصور کرتے ہیں کہ اُن کی جیب نقرئی و طلائی سکوں کی دلآویز کھنک سے خالی، اُن کا کالبد لباس نفیسہ کی تزئین سے بے نیاز اور اُن کے جھونپڑے آرائش ظاہری کے ممنون نہیں ہوتے۔ وہ خدا کے بعد اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور یہ زر پرستی میں اُلجھ کر معبودِ حقیقی کو بھول جاتے ہیں۔

(۶)

اتوار کی صبح میں نے اُس کے مکان کا رُخ کیا۔ وہ شہر کے آخری حصہ میں رہتا تھا۔ اگرچہ اُس کا کچا جھونپڑا بالکل مختصر سا تھا۔ لیکن نہایت صاف ستھرا اور لپا پُتا تھا۔ جھونپڑے کے سامنے تھوڑی زمین اُفتادہ تھی اور اُس پر کمال سلیقے سے پھولوں کے پودے جمے تھے۔ ایک جانب جھکڑا کھڑا تھا اور اس کے پاس ہی لکڑی کی میخوں میں بھینسے بندھے تھے۔ زمین پر مختصر سا چبوترا بنا کے نا ندیں گاڑ دی گئی تھیں جو چارے سے بھری تھیں۔

سراج الدین میرے انتظار میں باہر ہی ٹہل رہا تھا۔ دُور سے دیکھتے ہی دَوڑا۔ مصافحہ کیا اور بڑے احترام سے جھونپڑی میں لے گیا۔

میں جھونپڑی میں داخل ہو کر اُس کی نفاستِ طبع کی داد دئے بغیر نہ رہ سکا۔ صفائی ستھرائی تو اُس کی طبیعت ثانیہ تھی ہی۔ لیکن جھونپڑی کی آرائش نے وقف حیرت کر دیا۔ ایک جانب مسہری لگی تھی۔ جس پر صاف و شفاف بچھونا بچھا تھا۔ مسہری سے ملا ہوا تختوں کا چوکا، اس پر دری چاندنی کا فرش، گاؤ تکیئے قرینے سے رکھے ہوئے۔ دھویا دھایا اُگالدان موجود، ایک کنارے خاصدان میں گلوریاں، دوسری جانب کسنے میں لپٹا ہوا پاندان۔ ایک طرف گھڑونچی پر تین گھڑے

قلمی دار کٹوروں سے ڈھکے ہوئے مختصر یہ کہ زندگی کو راحت پہنچانے والا جملہ سامان موجود تھا۔ اُن سب پر طرہ شاہان دہلی کے قلمی اور عکسی مرقعے تھے۔ جو دیواروں میں موقع موقع سے آویزاں تھے اور زبان بے زبانی سے گذشتہ عظمت و شان کا نوحہ پڑھ پڑھ کر غمناک کر رہے تھے۔

(۷)

بھلا کون تھا جو چھکڑے والے کی جھونپڑی میں یہ سامان دیکھ کر اپنی حیرت پر پردہ ڈال سکتا تھا؟ پوچھا —— اور اصرار کے ساتھ پوچھا۔ اور اُس نے بہ لطائف الحیل ٹالنے کی کوشش کی۔ جب اصرار بڑھتے بڑھتے حد سے تجاوز کر گیا تو اُس نے کھانے کے بعد اپنی رام کہانی سُنانے کا وعدہ کیا۔

کھانے میں امراء کی وسیع دعوتوں کی طرح تکلف نہ تھا۔ پھر بھی وہ سامان چھکڑے والے کی بساط سے بہت زیادہ تھا۔ اور ذائقہ تو اتنا تھا کہ اس کا چٹخارہ اب تک زبان پر موجود ہے۔ شامی کباب بہت لذیذ تھے اور میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کھائے تھے۔ اس نے بیان کیا تھا کہ یہ کباب خاص الخاص ہیں اس کے سوا کوئی ان کے پکانے کی ترکیب سے واقف نہیں ہے۔

(۸)

کھانا کھانے کے بعد میں نے ایفائے وعدہ کی خواہش کی اُس وقت چھکڑے والے رنگ رُخ متغیر ہو گیا۔ چہرے کا اُتار چڑھاؤ دلی اضطراب ظاہر کرنے لگا۔ اور میں دل ہی دل میں اپنی اس تکلیف رساں خواہش پر نادم ہونے لگا جس نے شرالحرکات چھکڑے والے کو اندرونی کشاکش میں مُبتلا کر دیا تھا۔ مگر اپنا سوال واپس لینا بھی امکان میں نہ تھا تھوڑی دیر تک بالکل سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد چھکڑے والے نے نہایت رقت خیز اور درد انگیز لب و لہجہ میں کہا۔

”میں نے گمنامی کی حالت میں عمر بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا لیکن آپ کے بے انتہا احسانوں نے وہ عہد توڑ ڈالا۔ یہ تو وعدہ نہیں کرتا کہ پوری رام کہانی سُناؤں گا کیونکہ اس کے بیان کا یارا نہیں رکھتا۔ بفرضِ محال یہ جُرأت کروں بھی تو کوئی صاحب دل اُسے سُن نہیں سکتا۔ البتہ اپنے محسن کی خوشی کے لئے نام و نسب ظاہر کئے دیتا ہوں۔ ساتھ ہی ملتجی ہوں کہ جس طرح اب تک میں نے حالات کو مخفی رکھ کر خاندانی خودداری کا احترام کیا ہے۔ اُسی طرح میرا شریف النفس و رحیم الطبع مخاطب بھی اخفا کا پردہ اُٹھانے کی کوشش نہ کریگا۔“

میں نے اس کی خاطر جمعی کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ مناسب حد تک اُس کی خواہش پوری کروں گا مگر یہ ممکن نہیں کہ اس کے ذاتی اور صفاتی جواہر پاروں کی کسی خاص پیرائے میں نمائش نہ کروں۔

(۹)

چھکڑے والے نے میری خواہش کے واسطے اپنے ضمیر کے خلاف منظور کرتے ہوئے کہا —— غالباً آپ کو علم

نہ ہوگا۔ کہ سراج الدین نام اختیار کرنے میں کیا راز مضمر ہے؟

مجھ سے نفی میں جواب پا کے کہا —— یہ نام ہندوستان کے آخری اور مظلوم سلطان بہادر شاہ کا ہے اور وہ میرے حقیقی پر دادا تھے۔ جب فتنۂ غدر کے بعد وہ رنگون سدھار گئے اور دہلی کی تشنہ زمین تیموری شاہزادوں اور شاہزادیوں کا خون پی کر سیر و سیراب ہو چکی تو میرے دادا جان کسی نہ کسی طرح گورا فوج اور گوجر قوم سے بچ بچا کر نکل گئے۔ اگرچہ پُر آشوب زمانے میں اُنہوں نے کامل صبر و سکون سے کام لیا تھا۔ آزادی خواہوں کا ساتھ دینے سے قطعی محترز رہے تھے۔ لیکن زمانے کی مخالف ہواؤں سے نہ بچ سکے۔ اور ان کی گرفتاری کے واسطے انعامی اشتہارات شائع ہوئے۔ نہ معلوم یونہی کتنے اجل نصیب اسیر ہو ہو کے سولی چڑھے۔ خود ہمارا بھرا گھر آغوشِ فنا میں پناہ گزیں ہوا۔ صرف ایک میرے دادا جان صحیح سلامت بچ گئے اور ساری عمر چھپتے چھپاتے پھرے۔ اُن کو اپنی جان عزیز نہ ہوتی۔ مگر پانچ برس کا معصوم بچہ ساتھ تھا۔ اس کی پرورش کی خاطر چاروناچار جینا پڑا۔ اثاثۃ البیت تو لٹیروں کے گھٹے لگ ہی چکا تھا۔ رہا گھر وار، وہ بحقِ سرکار ضبط ہوا۔ وطن کی واپسی میں گرفتاری کا اندیشہ تھا۔ بیچارے گاؤں گراؤں میں محنت مزدوری کر کے بسر گزر کرتے رہے کبھی ایک ٹھکانے جم کر نہ رہتے تھے۔ کیونکہ وہاں والے خواہ مخواہ حسب نسب دریافت کرنے کے درپے ہوتے تھے چونکہ وہ ہمیشہ حالات مخفی کرنے کے واسطے سب سے الگ تھلگ اور چھپکے چھپکے رہتے تھے جو عام نگاہوں میں مشکوک ٹھہرتا تھا اور راز جو طبیعتیں طرح طرح کی ترکیبوں سے سراغرسانی کرتی تھیں۔

(۱۰)

کچھ سکوت کے بعد اُس نے پھر کہنا شروع کیا —— دادا جان نے میرے والد کا پیدائشی نام بدل کے "سراج الدین" رکھا۔ یونہیں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتے نقلِ سکونت کرتے ایک جگ گزر گیا۔ اتفاق سے ایک جگہ ایک دُکھیا عورت سے ملاقات ہوئی جو زندگی کے دن پورے کر چکی تھی اور متاعِ حیات میں چند سانسوں کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ اُس نے دادا جان کو ہمدرد پا کر اپنی ساری کتھا کہہ سنائی اور آخر میں اپنی تیرہ سالہ لڑکی کا ہاتھ پکڑ کے وصیت کی کہ اس کی سرپرستی قبول کی جائے۔

حقیقت میں وہ بھی تیموری شہزادی تھی جو بھگدڑ میں اپنے شوہر کے ساتھ بھاگ نکلی تھی۔ اس وقت گود میں سال بھر کی لڑکی تھی۔ شوہر تو اس فتنے میں مارے گئے۔ لیکن اس کی جان بچ گئی اور معصوم و شیر خوار بچّی کے لئے دردر ٹھوکریں کھاتی پھری۔ یہاں تک کہ لڑکی سیانی ہوئی اور اپنا کام ختم کر کے عازمِ ملکِ بقا ہو گئی۔

دادا جان نے مرحوم شہزادی کا گور گڑھا کر دیا اور لڑکی کی حفاظت کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ ایک سال کے بعد ان کی جسمانی صحت نے بھی جواب دیدیا۔ بیمار پڑے اور موت کا وقت قریب آ گیا۔ اُس عالم میں اُس لڑکی کا اپنے لڑکے سے عقد کر دیا اور بہت سی مفید نصیحتیں کر کے دُنیا سے رخصت ہو گئے۔

(۱۱)

اب ملک میں بہت کچھ امن وامان قائم ہو چکا تھا۔ اکثر شہزادے دربدر کی مصیبت اُٹھا کے دہلی واپس آ چکے تھے۔ اور حکومت نے انہیں آزادی سے رہنے کی اجازت بھی عطا کر دی تھی۔ اس لئے والد بھی والدہ کو لے کر چلے آئے۔ لیکن دادا جان کی وصیت کے بموجب اپنے حسب ونسب کو پوشیدہ کئے رہے۔ ملازمت کی اجازت تو خودداری کے دربار سے مل ہی نہ سکی اور کسی معزز تجارت کے واسطے سرمایہ نہ تھا اس لئے آزاد پیشہ اختیار کیا۔ دن بھر محنت مشقت کرتے۔ رات کو گھر میں پاؤں پھیلا کے آرام سے سوتے اور یوں بسر گزر ہوا کرتی۔

میں دہلی میں پیدا ہوا اور میرا نام بھی دادا جان کی وصیت کے بموجب سراج الدین رکھا گیا۔ والد صاحب نے مجھے بقدر ضرورت لکھایا پڑھایا اور وہاں کے قریب خاندانی روایات سے مطلع کیا۔

والد کی وفات کے بعد والدہ بھی تھوڑے دنوں رنڈاپے کا دکھ سہ کر عالم بقا کی طرف کوچ کر گئیں اور میں زندگی کی کھکھیڑ جھیلنے کو یکہ وتنہا رہ گیا۔ والد نے جو سرمایہ چھوڑا تھا اس سے چھکڑا خرید کر روزی کما تا ہوں اور فراغت سے زندگی بسر کرتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی کا دست نگر یا محتاج نہیں ہوں۔ دن بھر محنت ومزدوری کرنا شام کو گھر میں پڑے رہنا یہ میری زندگی ہے۔

(۱۲)

داستان مختصر تھی۔ الفاظ بھی رنگین نہ تھے۔ لیکن زبان نے اُس دل کی ترجمانی کی تھی جو زمانے کی گردشوں میں مبتلا رہ کر دنیا کے نشیب وفراز کی سیر کر چکا تھا۔ اس لئے مجھ پر اس داستان کا بہت اثر ہوا۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے ہوش میں نہ رہا۔ تصور نے تیموریہ عظمت وجلال کا نقشہ پیش نظر کر دیا۔ اللہ اللہ کیا شان وشوکت تھی اور کیا رعب ودبدبہ؟ ہندوستان کی کوئی فرد ایسی نہ تھی جس نے تیموری دربار میں حاضر ہو کر سر اطاعت خم نہ کیا ہو۔ آہ! آج انہیں صاحبان تخت وتاج کی اولاد کس مپرسی میں مبتلا ہے۔ میں دیر تک سرنگوں رہا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"کیا آپ نے گورنمنٹ سے وظیفے کی درخواست نہیں کی؟

"نہیں ـــــ بالکل نہیں! جن لوگوں نے گذارے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہ بھی تین چار انتہا پانچ روپے سے زیادہ نہ پا سکے۔ میں اپنی حمیت کو اتنا سستا بیچنا پسند نہیں کرتا۔ بد اقبالی نے تاج وتخت چھین لیا۔ لیکن گئے گذرے حال میں بھی ذاتی شرافت موجود ہے۔ میں غلامی کا طوق پہننے سے چھکڑہ ہانکنے کو لاکھ درجہ بہتر خیال کرتا ہوں"

میں۔ آپ تعلیم یافتہ ہیں۔ اگر حیدر آباد چلے جائیں تو ممکن ہی نہیں کہ اعلیٰحضرت حضور نظام کوئی شایان شان منصب یا عہدہ عطا نہ فرمائیں۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ اسلامی دنیا میں کوئی شہر ایسا نہیں جہاں اس سرکار فیض آثار کا جود وکرم عام نہ ہو۔

درست ہے، لیکن میں قبل ہی بیان کر چکا ہوں کہ میرے دادا جان نے والدِ مرحوم سے اور اُنہوں نے مجھ سے اخفائے حال کی تاکید کی ہے۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ذاتی آرام اور تن آسانی کے واسطے اپنا عہد توڑ دوں۔ میرے لئے یہی مناسب ہے کہ گمنامی میں چند روزہ حیات ختم کر دوں"۔

(۱۳)

وہ تیموری شاہزادہ تھا۔ اس میں وہ تمام صفات موجود تھے جو تیموریہ خاندان کا تمغائے امتیاز متصوّر ہوتے ہیں۔ اس کی خودداری قید و بند کی اجازت نہ دیتی تھی۔ مَیں نے بھی اس معاملے میں زیادہ زور دینا مصلحت نہ سمجھا اور تقریب کا رُخ پھیر کر دوسرے موضوع پر گفتگو چھیڑ دی۔ وہ بڑی فصاحت سے میرے سوالوں کا جواب دیتا تھا۔ اُس کی آواز میں دلکشی تھی ہمیشہ شگفتہ جملے استعمال کرتا تھا جس میں ظرافت کی شیرینی بھی شریک ہوتی تھی۔ اس کی معلومات وسیع تھیں دنیا اور بالخصوص ہندوستان کے جزو کل واقعات سے باخبر تھا۔ اُس نے خسرو دکن کی فیاضیوں کے ایسے ایسے واقعات بیان کئے جن سے دولت کا صحیح مصرف ظاہر ہوتا تھا۔ وہ دیر تک مملکت دکن کے تاریخی حالات بیان کرتا رہا۔ آخر باتوں باتوں میں شام ہوگئی اور مَیں اس سے وقتاً فوقتاً ملتے رہنے کا وعدہ لے کر رخصت ہُوا۔

جذباتِ شاطر

(از مصوّرِ اسرار حضرت خان شاطر غزنوی)

محبّت کا اثر مجبور کو مشکل کشا کر دے
محبّت میں وہ طاقت ہے کہ بندے کو خدا کر دے

کسی کے غم میں مر جانا بقا کا راز پانا ہے
زمانہ کاش اس غم میں مجھے بھی مُبتلا کر دے

دلِ ناداں فریب ہوشیاری سے بچے رہنا
نگاہِ ناز جادو ہے نہ جانے کیا سے کیا کر دے

سوادِ حسن میں لاکھوں جفائیں نامکمل ہیں
میری جانب نظر کر اور تکمیلِ جفا کر دے

مسرت ڈھونڈ لیگی آپ اپنی انتہا شاطر
اُٹھا ہاتھوں میں جام مے اور اُسکی ابتدا کر دے

گلاب کی نرگس

(از محترمہ ممتاز رفیع بیگم صاحبہ مارہروی بھوپال)

گھر لوٹتے لوٹتے گلاب کو شام ہوتی جا رہی تھی۔ آفتاب بھی اپنی دن بھر کی مسافت فلکی طے کر چکا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی تھک کر اب رات بھر آرام کی خاطر اُفقِ مغرب میں پناہ گزین ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک عجیب قسم کا سناٹا چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے کچھ کچھ سرد جھونکے چلنے لگے تھے۔ پرندے بھی قطاریں باندھے ہوئے اپنے اپنے بسیروں کی جانب کسی شاعر کے خیال کی طرح پرواز کر رہے تھے۔ اور چاروں طرف ہر چیز پر ایک دلفریب سکون طاری تھا ؂

گلاب اسی فضا میں اپنے خیالات میں مست اپنی جھونپڑی کی طرف قدم اٹھائے چلا آ رہا تھا۔ گو وہ تیزی سے چلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے تھکے ہوئے پاؤں کی رفتار نسبتاً نہایت دھیمی تھی۔ اُس کے چہرے سے حسرت، یاس اور حرماں نصیبی برستی تھی۔ وہ اضمحلال اور فلاکت کی ایک تصویر تھا اور اس کی ہر ادا سے یہی مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنی موجودہ مصائب اور تفکرات سے اس کی زندگی سے بالکل تنگ ہو گیا ہے ——— اور اپنی موت کا منتظر ہے جو اُسے عسیر الحالی کی ان بندشوں سے جن میں وہ جکڑا ہوا تھا آزاد کر دے ؂

گلاب ابھی جھونپڑی تک بھی نہ پہنچا تھا کہ جھونپڑی کے سامنے نیم کے درخت کے نیچے گھاسی رام چودھری پتا موٹا سوٹا بغل میں دبائے دکھائی دیئے۔ گلاب کا رہا سہا خون گھاسی رام کی شکل دیکھتے ہی خشک ہو گیا۔ اور اس کی رفتار اور بھی سست ہو گئی اور اُس کا جی گویا ڈوب سا گیا ؂

گھاسی رام چودھری۔ گاؤں کے زمیندار کا ملازم تھا۔ تقاضوں کے لئے جانا۔ اسامیوں کی پکڑ دھکڑ اس کا کام تھا اور پھر فرصت اور فراغت کے وقت زمیندار کی ڈیوڑھی پر بیٹھے بیٹھے گدھے ہانکنا یا چلم کے دم لگانا گھاسی رام کا مشغلہ تھا۔ کچھ عرصہ کی بات ہے ان ہی گھاسی رام کا گاؤں کے بڑے آسامیوں میں شمار تھا۔ ان کے دروازہ پر تیار اور مست بیلوں کی جوڑیاں بندھی رہا کرتی تھیں اور ان کے کھلیانوں سے بہلیاں بھر بھر کر اناج آیا کرتا تھا لیکن تقدیر کی خوبی نے ان کے بھی روشن دنوں کو بدقسمتی کے تاریک زمانہ سے بدل دیا تھا۔ اور اب یہ چند روپیہ ماہوار کے زمیندار کے ملازم رہ گئے تھے۔ بیلوں کی جوڑی کبھی کی بک بکا چکی تھی اور کھیت کبھی کے ہاتھ سے جاتے رہے تھے ——— اپنے فارغ البالی کے زمانہ میں گھاسی رام بھی بڑا دماغ رکھتے تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ نہ سیدھی نگاہ سے کسی کو دیکھتے تھے۔ اب مصیبت اور کلفتوں کی چوٹوں نے ان کے دل کو بھی نرم کر دیا تھا ——— اور ان کا پتھر جیسا دل بھی اب درد آشنا

ہو گیا تھا۔ اور گاؤں والے جو ان سے ہر وقت دُور دُور ہی رہا کرتے تھے۔ اب ان سے بہت کچھ مانوس ہو گئے تھے۔ اور گھاسی رام کے دل میں بھی سختی اور درشتی کی بجائے مروت اور محبت کے اثرات پیدا ہو گئے تھے ــــــ
حقیقت میں سنگدل اور بے رحم انسان کے لیے جو اپنی دولت اور اپنے سرمایہ داری کے نشہ اور اُس کی ترنگ میں اپنے غریب اور بیکس بھائیوں کی مصیبت اور تکلیف کی حس تک سے محروم ہوتا ہے حوادثِ زمانہ ہی صیقل اُستاد کا کام دیتے ہیں اور جب تک خود ان پر مصائب و آلام کے تھپیڑے نہیں پڑتے ان کے دلوں پر اثر نہیں ہوتا ــــ
یہ ہی گھاسی رام۔ اس کا ایک وقت وہ تھا کہ اپنی آسامیوں اور اپنی رعایا کو ستا کر خوش ہوتا تھا۔ اور ان کی بیکس حالت پر اسے کبھی ترس نہ آتا تھا ــــ لیکن اب خود اس پر جب اسی قسم کی مصیبتیں پڑیں تو اس کو محسوس ہوا کہ کسی غریب کو ستانے سے غریب کا دل کیا کہتا ہے اور اس کے کیا اثرات و نتائج ہوتے ہیں ــــ
یہ ہی وجہ تھی کہ گھاسی رام اکثر و بیشتر گاؤں کے زمیندار کے مظالم اور گاؤں کے غریب و مظلوم آسامیوں کے درمیان ایک ہلکی چادر کے مانند تھے کہ زمیندار کے ظلم اور سختی کو اپنے اوپر جھیل کر آسامیوں پر ان مظالم کے اثرات کو تھوڑا بہت کم کر دیتے تھے۔ اور مظالم کا وہ رنگ نہ تھا جو گھاسی رام کے اس نوکری پر مقرر ہونے سے پہلے گاؤں کے تمام آسامیوں پر ہر وقت جاری تھا۔
غرض گلاب کا دل چودھری کی صورت دیکھتے ہی بیٹھ گیا اور بڑی مشکل سے اپنا مُردنی چہرہ لئے وہ نیم کے درخت کے پاس آ پہنچا ــــ اور اپنے سر سے اناج کی پوٹلی جو دن بھر کی محنت اور مشقت کے بعد اُسے نصیب ہوا تھا زمین پر رکھتے ہوئے چودھری جی سے "رام رام" کہا۔
گھاسی رام نے گلاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "رام رام! بیٹا آ گئے"۔
گلاب ــــ آہ! ہندوستان کا بدنصیب کاشتکار ــــ کیا صورت بنی ہوئی تھی ــــ فاقہ زدہ جسم ــــ غم اور مصائب سے جھلسا ہوا سیاہ چہرہ ــــ انتہائے حزن و ملال سے گڑھے میں گھسی ہوئی اور خاک میں اٹی ہوئی آنکھیں ــــ جو شاید کبھی مسرت اور خوشی میں چمکی ہوں ــــ رخسارے تمام پچکے ہوئے اور چہرے کی ہڈیاں نکلی ہوئیں ــــ اس فلاکت زدہ جسم پر صرف ایک میلی کچیلی اور بوسیدہ نیم آستین اور ایسی ہی سیاہ فرسودہ دھوتی تھی جو عریانی کی شرم رکھے ہوئے تھی ــــ
گھاسی رام جو زمیندار کے لاتعداد قرض کے سلسلہ کے تقاضا کو آئے تھے۔ گلاب کی فاقہ زدہ صورت دیکھ کر سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔ اور ان کا دل خود درد سے بھر آیا۔ گلاب کی بوڑھی ماں چودھری جی سے کہنے لگی:۔
"چودھری جی! جب آپ ہی ہماری بپتا نہیں سمجھ سکتے تو پھر بھلا اپنا رونا کس کے آگے روئیں۔ آپ سے کچھ چھپا ڈھکا تو ہے نہیں۔ دن بھر میں ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانے کو اناج نصیب نہیں ہوتا ــــ تو چودھری جی

اتنا روپیہ کہاں سے لائیں جو زمیندار کا قرضہ چکا پائیں۔ چودھری جی! دیکھو بچّے کی صورت کو ـــــ یہ بھری جوانی ـــــ اور سُوکھ کر یہ پھول بالکل کانٹا سا ہو گیا ہے ـــــ عظیمن کی آنکھوں میں یہ کہتے کہتے آنسو بھر آئے۔

چودھری جی نے سر ہلایا ـــــ اور بولے ـــــ کہ بھابی جی! میں سب کچھ جانتا ہوں۔ خوب سمجھتا ہوں ـــــ اور سب دیکھ رہا ہوں ـــــ لیکن کیا کروں۔ زمیندار تو نہیں سمجھتے ـــــ نہیں مانتے ـــــ ان کو کس طرح سمجھاؤں۔ اور کہاں تک بات بناؤں۔ میں بھی تو ان کا آخر نوکر ہوں اور حکم کا بندہ ـــــ"

گلاب نے ایک لمبی سانس لی۔ اور کہنے لگا "کاکا! آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ ابّا نے جی جی کی شادی کے لئے زمیندار سے سَو روپیہ لئے تھے ـــــ لیکن یہ روپے ایسی بُری گھڑی میں لئے کہ آج تک ادا کرتے چلے جاتے ہیں اور ادا نہیں ہوتے ـــــ یہاں تک کہ اس بوجھ نے ابّا کی جان ہی لے ڈالی۔ ڈیڑھ سو کی جوڑی بِک گئی۔ سو روپیہ کی گائے بھینسیں نکل گئیں اور تین سو کی زمین سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اور پھر بھی زمیندار کا قرضہ ویسا کا ویسا ہی موجود ہے ـــــ دس سال تو مجھے ہی زمیندار کا قرض ادا کرتے ہو گئے۔ کچھ نہیں تو ڈیڑھ سو روپیہ ادا کئے ہوں گے ـــــ اور دن رات اسی فکر میں سوکھا جا رہا ہوں ـــــ اسی حالت میں ان بچوں کی ماں کا دل ٹوٹ گیا اور وہ غم کی ماری بیماری میں گھُل گھُل کر مر ہی گئی۔ ایک دمڑی کی دوا اُسے زندگی میں نصیب ہو سکی ـــــ آہ!" گلاب کی آنکھیں فرطِ غم سے آنسوؤں سے بھر گئیں ـــــ اور موٹے موٹے آنسو اُس کی غمزدہ آنکھوں سے ٹپک پڑے ـــــ

گلاب اپنی پُرنم آنکھوں کو اپنے میلے کچیلے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے کہنے لگا کہ چودھری جی! کیا کہوں! ایس اپنا تو خدا ہی ہے۔ وہی ہمارا اس مصیبت خیز حالت کو دُور کرے گا تو دُور ہوگی۔ ورنہ جیتے جی تو آسرا نہیں کہ زمیندار صاحب کے قرض سے نجات حاصل ہو ـــــ یہاں یہ حال ہے کہ جنگل میں دن بھر لکڑیاں بٹورتا ہوں۔ اور گٹھے باندھ کر اُدھر دو تین کوس شہر میں لے جاتا ہوں۔ در در بھٹکتا پھرتا ہوں جب کہیں دو چار آنے مل جاتے ہیں تو ان کا اناج لے آتا ہوں ـــــ ایک مَیں کمانے والا اور یہ چار کھانے والے۔ کیسے پورا پڑے۔ اور کیا ہو ـــــ یہ بڑے بڑے دن جیٹھ بیساکھ کی تپتی جلتی زمین۔ شعلوں سے بھری ہوئی لُو ـــــ دن بھر کی دھوپ اور جھلجھلاتی گرمی میرے سر پر گذری ہے۔ قسم لے لو جو صبح سے ایک کھیل بھی مُنہ میں گئی ہو ـــــ سارا دن پانی پی پی کر گزارا ہے۔ اب یہ ڈیڑھ سیر اناج لے کر آیا ہوں جس کے ساتھ نہ ایک پیسہ کی دال ہے اور نہ دھیلے کا نمک ـــــ اب بتائیے چودھری جی! آپ ہی انصاف کیجئے۔ کہ کیا میں کھاؤں۔ اور کیا بوڑھی ماں اور بچوں کو کھلاؤں ـــــ یہ کہتے کہتے گلاب کا دل اپنی مصیبت سے بھر آیا۔ ـــــ اور دل میں بھرے ہوئے غم و اندوہ کا دریا اُمنڈ آیا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بہ نکلی

—— اُس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا ——

عظیمن اپنے بیٹے کی اس مصیبت ناک حالت کو دیکھ کر رہ نہ سکی۔ اُس کا دل بھی اپنے لال کی اس تکلیف پر خون کے آنسو رونے لگا۔ اُس نے بڑھ کر اپنے جگر پارے کو کلیجہ سے لگا لیا۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتی ہوئی بولی! "بیٹا! غم نہ کر۔ اپنا بھی خدا ہے۔ وہی مصیبت کی ان گھڑیوں کو دُور کر دیگا —— اُسی پر نظر رکھ —— مالک کی یہی مرضی ہے تو تُو بھی اِسی پر راضی رہ —— ہراس مت کر۔

ماں کی ہمدردی نے گلاب پر اُلٹا اثر کیا اور اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ گلاب کے دونوں بچوں نے جو اپنی دادی اور باپ کو اس طرح اشکبار دیکھا تو وہ دونوں بھی ان دونوں سے لپٹ کر اور "ابا ابا" کہہ کر رونے لگے ——

آہ کس قدر درد انگیز نظارہ تھا اور کس قدر غم افزا منظر —— گھاسی رام کا دل بھی ان کی مصیبت اور ان کی اس دردناک حالت سے پسیج گیا —— اور اُس کا دل بھی اندر ہی اندر پگھلنے لگا —— اور اس کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں ——

گھاسی رام کو گلاب کے یہاں تقاضا کو آئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اور اب انہیں اس کا بھی خیال آیا۔ کہ زمیندار میرا انتظار کرتا ہوگا۔ گھاسی رام اس وقت اپنے دل ہی دل میں کُڑھ رہا تھا کہ آہ! میری نوکری بھی کس قدر سخت ہے۔ مَیں تقاضا کرنے کیا نکلتا ہوں مصیبت بن کر آسامیوں کے سامنے پہنچتا ہوں۔ کہ میری صورت دیکھتے ہی اُن کی جان نکل سی جاتی ہے۔ اور ان کے دل کا زخم اور بھی گہرا ہو جاتا ہے ——"

گھاسی رام نے گلاب کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:۔

گلاب! کیا پاگل پنے کی باتیں کر رہے ہو —— رونے دھونے سے بھی کہیں کچھ ہوتا ہے۔ صبر کرو۔ گھبرانے سے کوئی فائدہ نہیں —— اِس طرح مصیبت نہیں کٹتی —— صبر کرو۔ خدا سب کا بیڑا پار لگاتا ہے —— مجھے ہی دیکھو پہلے کیا تھا۔ اور اب کیا ہو گیا —— کیا مجھے رونا نہیں آتا؟ —— نہیں! مجھے بھی رونا آتا ہے —— لیکن میں دل میں رو لیتا ہوں —— اگر رونا ہی ہے۔ اور رنج ہی کرنا ہے —— تو ایسا رونا کیوں روئے جو دُنیا دیکھے اور جگ ہنسائی ہو ——"

آنسوؤں کا بوجھ کم ہو جانے سے گلاب کا دل کچھ ہلکا ہُوا تو اُس نے گھاسی رام سے کہا کہ "کَکّا! تم ہی بتاؤ مَیں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں —— میرے ضبط کا پیالہ تو اب لبریز ہو گیا ہے۔ اور پھر بھی تم صبر ہی کو کہتے ہو۔ ہمارے رہنے تک کی جھونپڑی مٹی میں مل گئی۔ ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ اور اس پر بھی قرض سے نجات نہ ملی۔ یہ بھوکے بچے ماگھ پوس کی سردی میں ننگے رہتے ہیں۔ دانت سے دانت بجا کر جاڑوں کی راتیں گزارتے

ہیں۔ اور کپڑے کا ایک تار بھی ان کو نصیب نہیں۔ پیٹ بھر کر ایک وقت بھی روٹی کھانے کو میسّر نہیں۔ اور میں ان کا پیٹ کاٹ کاٹ کر زمیندار کا بھرنا بھر رہا ہوں۔ اور اس پر بھی آٹھوں پہر تقاضا کا آرہ میرے سر پر چلتا رہتا ہے۔ سال میں جتنے روپیہ دیتا ہوں اُتنے ہی پھر باقی رہ جاتے ہیں۔ نہ جانے زندگی میں اس قرض سے نجات بھی ملے گی یا نہیں؟ گھاسی رام نے سمجھاتے ہوئے کہا "بیٹا! زمیندار کے قرض سے کسی کا بھی پیچھا چھوٹا ہے کہ تمہارا چھوٹے گا۔ تم تو کیا؟ شاید تمہارے بچے بھی اس سے چھٹی نہ پا سکیں گے۔ اب تو ہمت اور صبر سے کام لو۔ اور سمجھ لو کہ ہم زمیندار کے پاس امانت جمع کر رہے ہیں جو خدا کے یہاں ملے گی ——

گھاسی رام یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ اور پھر کچھ دیر بعد بولے:۔

"بیٹا گلاب! بڑے ٹھاکر آٹھ روز سے تم کو بلا رہے ہیں۔ اور میں ہمیشہ باتیں بنا بنا کر ٹال دیتا ہوں زیادہ نہ ہو تو گھڑی بھر کے لئے چلے چلو۔ ورنہ روز روز کے ٹالنے سے کہیں میں آفت میں نہ پھنس جاؤں"

گھاسی رام یہ کہہ ہی رہے تھے کہ جُمّا نائی اُدھر آنکلا۔ یہ نائی زمیندار کا بہت منہ لگا خدمتگار تھا۔ اسے دیکھ کر گھاسی رام اور گلاب دونوں سہم گئے۔ گلاب نے کہا:۔ "کاکا۔ ابھی میں شہر سے تھکا تھکایا چلا آرہا ہوں قدم اٹھانے کی ہمت نہیں۔ بھوک پیاس کے مارے بے چین ہو رہا ہوں۔ اگر آج کی معافی دے دو تو کل میں خود ہی زمیندار صاحب کی ڈیوڑھی پر آپہنچونگا"

گھاسی رام نے کہا:۔ نہیں بیٹا آج تو کئی دن کے بعد ہاتھ لگے ہو۔ میں اب ایک نہیں سنونگا —— بولو! سیدھے چلتے ہو یا نہیں؟

گھاسی رام کے بگڑے تیور دیکھ کر گلاب کانپ گیا۔ اور اُس نے گھاسی رام کے پاؤں پکڑ لئے۔ گڑگڑا کر کہنے لگا "کاکا تمہیں رام کی دُہائی ہے۔ آج تو کرپا کرو تو قسم لے لو۔ کل صبح سویرے ہی میں سرکار کے سامنے پہنچ جاؤں گا ——"

گھاسی رام اب اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور گلاب کا ہاتھ پکڑ کر بولا: "گلاب! بس اب خیریت اسی میں ہے۔ کہ چُپ چاپ میرے ساتھ بڑے ٹھاکر جی کے پاس چلے چلو۔ نہیں تو پھر مار مار کے تمہارا بھیس کچومر نکال دونگا۔ آخر کتنی دیر سے یہاں بیٹھا تم کو سمجھا رہا ہوں"

گلاب سمجھ گیا کہ اب گھاسی رام چودھری نہ مانیگا۔ اِس لئے وہ خاموشی کے ساتھ گھاسی رام کے ساتھ ہو لیا —— عظیمن اپنے لال کو بھوکا پیاسا تھکا ماندہ یوں زمیندار کے یہاں جاتے دیکھ کر کانپ گئی۔ اور ایک عجیب دلگیر لہجہ میں کراہ کے ساتھ چیخ اُٹھی —— "گھاسی رام لالہ! —— میرا بچہ —— پھر ایک آہ کے ساتھ آسمان کی جانب دعا خیز نظروں سے دیکھا —— اور پکار اُٹھی:—— ہے بھگوان!

— تیرا ہی آسرا ہے —— اس سے زیادہ وہ کچھ اور نہ کہہ سکی۔ اور اس کی زبان ۔ نے زیادہ گفتگو کا یارا نہ دیا
— آنسو تک اُس کی آنکھوں میں مصیبت کی آندھیوں کے باعث خشک ہو گئے تھے۔

سچ ہے جب انسان کے دل و دماغ پر رنج و غم اپنا پورا پورا تسلط کر لیتے ہیں تو اُس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اس کی آنکھ کے آنسو تک خشک ہو جاتے ہیں ۔ یہی حالت اس وقت غمزدہ عظیمن کی تھی۔

گھاسی رام نے گلاب کو گاؤں کے زمیندار یعنی بڑے ٹھاکر شبیر بہادر کے سامنے لے جا کر پیش کر دیا۔ ٹھاکر صاحب صحن میں ایک مسند پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے تھے ۔ دو چار مصاحب ارد گرد بیٹھے تھے اور شراب کا دَور چل رہا تھا۔ چاندی کی ایک خوبصورت کشتی میں چاندی کی صراحی اور جام رکھے ہوئے تھے ۔ ایک طرف بلوری قاب میں گزک اور کباب رکھے ہوئے تھے ۔ جن کی خوشبو سے بھوک بھی بھاگتی تھی۔ ایک خوبصورت ہاتھی دانت کے باسکٹ میں سگریٹ کا چاندی کا ڈبہ اور دیا سلائی کا بکس سجا ہوا تھا۔

ٹھاکر صاحب نے شراب کا جام ہونٹوں سے ہٹاتے ہوئے گلاب پر ایک نگاہِ خشمگین ڈالی۔ گلاب اس وقت شدتِ گرسنگی سے بے تاب، دن بھر کی مشقت سے چُور ہو رہا تھا۔ اور اب ایک ظالم شبیر کے سامنے بے زبان بکری کی مانند اپنی زندگی کے فیصلہ کا منتظر کھڑا کانپ رہا تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے کھڑا تھا اور اس کی نظریں رحم و کرم کی ملتجی تھیں ۔

لیکن ظالم شبیر بہادر کے دل میں رحم و کرم کا کیا کام ؟

ظالم کا ظلم کمزور ہستی کو دیکھ کر اور جوش میں آ جاتا ہے ۔ وہی حالت شبیر بہادر کی تھی ۔ گلاب سے مخاطب ہو کر زمیندار نے ڈپٹ کر کہا "شیطان! اتنے دنوں سے کہاں تھا تو ؟

گلاب کا دل کانپ اُٹھا —— اور ایک "سرکار" کا لفظ اُس کے مُنہ سے اچانک نکل گیا ——

شبیر بہادر نے دوسرا جام خالی کرتے ہوئے دہشتناک لہجہ میں ڈانٹ کر کہا "سرکار کے بچے!"

گلاب کا کلیجہ دھک سے ہو گیا اور وہ ڈر کے مارے زمین پر اوندھے منہ گر پڑا ——

اب ٹھاکر صاحب کے غصے کا پارہ بڑھ رہا تھا —— اور بدنصیب گلاب کی شامتِ اعمال رنگ لا رہی تھی ——

ٹھاکر صاحب برابر گالیوں پر گالیاں دے رہے تھے ۔ . . . . ! تجھ سے کتنی بار تقاضا کیا جائے ؟ —— بول . . . . . . !

ٹھاکر صاحب اپنے ان غلاظت بھرے الفاظ کا جواب نہ پا کر بھلا خاموش رہ سکتے تھے ؟ شراب

کی بوتل غریب گلاب کے سر پر کھینچ ماری کہ نامعقول! بولتا نہیں ہے!

لیکن گلاب کی خوش نصیبی تھی کہ بوتل سر پر نہ لگی اور نشانہ خطا ہوا —— ٹھاکر صاحب کا پارہ اور تیز ہو گیا —— اور وہ اب غصہ میں بپھرے شیر کی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے کہ گلاب کی اچھی طرح خبر لیں لیکن شراب کے نشہ میں اتنے چُور ہو رہے تھے کہ لڑکھڑا کر اپنی جگہ پر ہی رہ گئے —— اور آخر کار تلملا کر گھاسی رام کی طرف دیکھ کر بولے۔ دیکھتا کیا ہے گھاسی۔ سر کچل دے اس ...... کا —— سُنتا ہے بے یا نہیں؟

گھاسی رام نے ہاتھ جوڑ کر دبی ہوئی آواز سے کہا:۔ان داتا! آج میں نے بھی اس کی خوب دُرگت بنائی ہے! اور اس نے کل روپیہ دے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب حضور کا جو حکم ہو“

ٹھاکر صاحب قہقہہ لگا کر بول اُٹھے:۔ گھاسی رام! خوب کیا۔ یہ لوگ سیدھی طرح نہیں مانتے —— جب تک ان کی چاند پر جُوتہ نہ بجے۔ ان کا مزاج درست ہی نہیں ہوتا ——

گلاب کی طرف نگاہ قہر ڈالتے ہوئے ٹھاکر صاحب نے کہا کہ .... ! یاد رکھ! اگر کل شام تک تُو نے روپیہ ادا نہیں کیا تو تیری جھونپڑی میں آگ لگوا دونگا۔ اور تیری کھال کھینچکر بُھس بھروا دُوں گا۔ سمجھا —— اچھا گھاسی رام! اس کو میرے سامنے سے دُور کرو۔

گلاب کی جان میں جان آئی جب اُسے گھاسی رام ڈیوڑھی سے باہر لایا۔ گلاب کے دونوں بچے محبت پدری کے جوش میں باپ کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔ اور باہر کھڑے کھڑے رو رہے تھے۔ باپ کو ڈیوڑھی سے آتے دیکھکر خوشی میں "ابّا ابّا" کہکر گلاب سے چمٹ گئے لیکن گلاب پر اب کل کا غم طاری تھا کہ کل وہ کہاں سے زمیندار کو روپیہ لا کر دیگا۔ اور کس طرح اپنی جان بچا سکیگا۔ گلاب اسی غم میں نڈھال گھر آیا۔ یہاں اس کی بوڑھی ماں نیم کے درخت کے نیچے اُسی طرح بیٹھی ہوئی اپنے لال کا انتظار کر رہی تھی اور اناج کی پوٹلی جُوں کی توں بندھی پڑی تھی۔

گلاب کو دیکھتے ہی ماں نے بیٹے کو آواز دی کہ بیٹا!

لیکن گلاب اس قدر پژمردہ اور افسردہ دل تھا کہ اُس کے مُنہ سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ اُس کی زبان اُس کے تالو سے لگ گئی تھی —— اور غم نے اُس کی گویائی تک کو سلب کر لیا تھا۔

ماں سے نہ رہا گیا اور وہ پھر بھرآئی ہوئی غمناک آواز میں پکار اُٹھی:۔ بیٹا! اب گلاب کے مُنہ سے نہایت دھیمی آواز میں "اماں" نکلا۔ اور وہ درخت کے نیچے ماں کے پاس آکر بیٹھ گیا یا گر پڑا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ سسکیاں بھر رہا تھا۔ ماں نے گلاب کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور دردمندانہ لہجہ میں پوچھنے لگی۔ بیٹا! کیا ہوا —— زمیندار نے کیا کہا؟

گلاب منہ سے کچھ نہ کہہ سکا اور رونے لگا ـــ آہ! مصیبت اور غم بھی کس قدر سخت ہوتا ہے ـــ آہ! اس وقت ان دونوں ماں بیٹے کے دلوں پر کیا گزر رہی ہوگی؟ ـــ اللہ پاک ہر انسان کو ایسے مصائب اور ایسی کلفتوں سے محفوظ و مامون رکھے ۔ آمین!

ماں کے مکرر تقاضے پر گلاب کے منہ سے صرف یہی نکلا کہ "اماں! اب کیا ہوگا"؟

بیٹے کی اس مصیبت و غم کی حالت کو دیکھ کر ماں سے نہ رہا گیا ۔ اور اس نے گلاب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! کہو تو آخر ہوا کیا؟ اور ٹھاکر نے کیا کہا ـــ

گلاب نے بڑی مشکل سے بیان کیا "کیا بتاؤں اماں! میری قضا میرے سر پر کھیل رہی ہے ٹھاکر نے کہا ہے کہ اگر کل تک روپیہ ادا نہ کرو گے تو اس جھونپڑی میں آگ لگا دی جائے گی ۔ اور میری کھال کھینچکر اس میں بھس بھروا دی جائے گی ـــ ہائے کل ـــ کل کا دن ۔ میرے لئے موت کا دن ہے ـــ یہ کہکر گلاب پھر رونے لگا ـــ بچے کی گریہ و زاری کو دیکھ کر خود بھی بلک بلک کر رونے لگی ـــ چڑیاں جو نیم کے درخت پر بسیرا لے رہی تھیں ـــ گلاب کی اس اشک فشانی اور آہ و زاری سے متاثر ہو کر گھبرا گئیں اور اس ڈال سے اس ڈال پھدکنے اور شور مچانے لگیں ۔ گویا وہ بھی گلاب کی اس مصیبت و غم نوائی میں شریک ہیں ـــ

عظیمن زمانہ کی مصیبتیں جھیلی ہوئی تھی ۔ اور اسی میں اس کے سر کے بال سفید ہوئے تھے ۔ اس نے گلاب کو سمجھایا ۔ پچوں کو پیار کیا ـــ اور گلاب سے بولی کہ بیٹا! اس طرح گھبراتے ہو ۔ لوگ دیکھیں گے تو ہنسینگے کہ قرض ادا کرتے رونا ہے ۔ بڑے شرم کی بات ہے ۔ لو اٹھو ۔ ذرا منہ ہاتھ دھوؤ ۔ ہمت سے کام لو ۔ جب تک دم میں دم ہے اس قرض کو ادا کرو ـــ اب بھی زمیندار کے دینے کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے ۔ کل ہی بڑے ٹھاکر کے نام پر اپنی اس نرگس کو قربان کر دو ۔

ماں کی تسکین آمیز و تسلی بخش گفتگو کا گلاب کے دل پر بڑا اثر ہوا ۔ اور وہ مطمئن سا ہو کر اٹھ بیٹھا ۔ ـــ جا کر منہ ہاتھ دھویا ـــ اور چراغ جلایا ۔

ماں نے اناج کی پوٹلی کو کھول کر کھانے پینے کا بند و بست کیا ۔ اور بچوں کو کھلا پلا کر جو بچا وہ گلاب کو کھلایا اور خود کھایا ـــ

اس کے بعد پھر عظیمن نے گلاب سے کہا کہ بیٹا! اب آرام کرو ۔ صبح بازار کا دن ہے ۔ نرگس کو لے جا کر بیچ دو ۔ اور جو کچھ ملے وہ زمیندار کی نذر کر آؤ ۔

نرگس گلاب کی ایک نہایت عزیز و محبوب گائے تھی ۔ گلاب کے باپ نے اسے اپنے بیٹے کے دودھ

کے لئے خریدا تھا ـــــ اور اُس کی ماں کے دودھ بالکل نہ تھا۔ اس لئے گلاب نرگس کا دُودھ پی پی کر پلا تھا۔ اور گلاب کو بھی نرگس اپنی ماں کی طرح عزیز تھی۔

اُسے تکلف تھا کہ وہ اپنے مرحوم باپ کی نشانی کو جو اُسے خود بھی محبوب تھی بازار میں بیچ دے۔ اور اب نرگس بوڑھی ہو چکی تھی۔ دُودھ کے کام کی نہ رہی تھی۔ بجز اس کے کہ کوئی قصائی ہی اسے خرید لیتا۔ اور گلاب کی ناداری کے باعث نرگس کی اس پیرانہ سالی میں قرار واقعی خدمت بھی نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ اور بھی دُبلی ہو رہی تھی۔ لیکن گلاب اور اُس کی ماں کی نظروں میں وہ اب بھی نہایت بیش بہا تھی ـــ

رات بھر گلاب کو اسی اُدھیڑ بُن میں نیند نہ آئی۔ ایک طرف تو زمیندار کے ظلم اور اپنی موت کا پُر یقین خطرہ ـــ اور دوسری طرف نرگس کی محبّت ـــــ رات بھر وہ یہی سوچتا رہا۔ اور نرگس کا پُرانا زمانہ اور گزرے ہوئے واقعات سب اُس کے دماغ میں اس طرح یکے بعد دیگرے گھوم گئے جس طرح سنیما کے پردہ پر واقعات اپنا عکس ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اُسے وہ دن یاد آگئے جب وہ نرگس کا میٹھا میٹھا دودھ پیا کرتا تھا۔ تازہ مکھن کھایا کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اُسے چرانے لے جایا کرتا تھا ـــــ آہ! نرگس! تو اسی دن کے لئے اتنے دنوں اس گھر میں رہی تھی ـــ کہ اس مصیبت میں تیرا ساتھ چھوڑ دینا ہم کو یوں گوارا ہو جائیگا ـــ

دوسرا دن ـــــ گلاب کے لئے نہایت سخت تھا اور بیحد المناک۔ اور گلاب کسی طرح راضی نہ تھا کہ نرگس کو اپنی مصیبتوں پر قربان کرے لیکن عظیمن اپنے بیٹے کی مصیبت سے متاثر تھی وہ ظالم زمیندار کے مظالم سے واقف تھی۔ اس لئے اُس نے برابر مجبور کیا کہ وہ سویرے ہی بازار جا کر اس کو اونے پونے کر دے اور زمیندار صاحب کو روپیہ دے آئے۔

اللہ العالمین! کہکر اور بڑی گہری سانس لیتے ہوئے گلاب اُٹھا اور ایک رسّی لے جا کر اپنے کانپتے ہاتھوں سے نرگس کے گلے میں باندھی۔ اور اُسے بازار لے جانے کے واسطے تیار ہوا۔ عظیمن نے دو موٹی موٹی روٹیاں اور برتن میں پانی لا کر نرگس کے آگے رکھا۔ کہ اس گھر کا آخری دانہ پانی کھا پی لے۔ لیکن نرگس ـــــ اُف بے زبان جانور بھی کس قدر سمجھ رکھتا تھا ـــ اور اپنے پالنے والوں کی ان مصیبت ناک حالات سے متاثر تھا ـــ اُسے بھی محسوس ہو رہا تھا کہ آج یہ بالکل انوکھی بات ہے کہ میرے گلے میں رسّی باندھی گئی ہے۔ اور اس طرح روٹی اور پانی میرے سامنے لا کر رکھا گیا ہے ـــــ عظیمن کو نرگس کی بڑی بڑی سُرمگین آنکھوں میں اُداسی کی تصویر نظر آئی۔ اور وہ بے چین ہو گئی۔ عظیمن کی آنکھیں بھی پُر نم ہو گئیں۔ اور اسی حالت اضطراب میں نرگس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی ـــــ اس کے ساتھ ہی عظیمن کو یارائے ضبط نہ رہا۔ اُس کی آنکھوں سے

آنسوؤں کا چشمہ اُبل پڑا۔ اور نرگس کو اس طرح گلے سے لگالیا جیسے ماں اپنی بیٹی کو گلے سے لگالے ——
دن بڑھتا جارہا تھا۔ اور اب بازار پہنچنے کے لئے بھی وقت چاہیئے تھا اس لئے گلاب نے ہمت کی اور نرگس کے گلے کی رسی کو تھام کر اُس نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا —— کہ نرگس کو جاتے دیکھ کر گلاب کے دونوں بچے نرگس سے آکر لپٹ گئے —— عظیمن چلتے چلتے گلاب کو تاکید کرنے لگی کہ بیٹا! جہاں تک ہو کسی بھلے آدمی کے ہاتھ نرگس کو بیچنا ——

گلاب نے چاہا کہ اور آگے بڑھے۔ اور نرگس کو رسی کے ذریعہ گھسیٹنا چاہا۔ لیکن نرگس کے پَیر زمین میں ایسے جم گئے کہ کسی طرح آگے کو نہ بڑھتے تھے اور زمین ہی میں دھنستے جاتے تھے۔ گویا وہ یہ کہہ رہی تھی کہ جس طرح میں اس گھر میں پلی بڑھی ہوں۔ اسی طرح اسی جگہ دفن بھی ہونگی —— اور اسی جگہ پیوند زمین ہونگی۔ گلاب کے ہاتھ رسی کو کھینچتے کھینچتے شل ہو گئے۔ لیکن نرگس اپنی جگہ پر ایسی اڑگئی تھی۔ اور ایسے پَیر جمائے تھے کہ اس کے پَیر کوئی بالشت ڈیڑھ بالشت زمین میں ایسے دھس گئے تھے کہ اب باہر نہیں نکلتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین ہی نے نرگس کے پاؤں پکڑ لئے ہیں اور خود زمین کو اپنے مکین سے اتنا اُنس و محبت ہے کہ اُس کی مفارقت گوارا نہیں ——

عظیمن اور گلاب کو اب اور بھی غم و الم نے گھیرا۔ اُن کا دل تو ویسے ہی یہ گوارا نہ کرتا تھا کہ وہ نرگس کو علیحدہ کریں۔ اب خود نرگس کی ہمت نے اور مجبور کر دیا —— پھر جو نرگس کے پَیر زمین میں دھنس گئے اور نکالے سے نہ نکل سکے تو اور بھی گھبرائے ——

آخر کار ماں کے کہنے پر گلاب نے ایک پُرانی کدال سے جو گھر میں پڑی تھی نرگس کے پیروں کے ارد گرد کی مٹی کھودنی شروع کی۔ ابھی وہ دوسرے پاؤں کے گرد کی مٹی کھود رہا تھا کہ کدال ایک سخت چیز سے ٹکرائی —— اور اُس میں سے روشنی سی نکلی —— گلاب حیران ہو گیا —— لیکن جستجویانہ طریق پر اس طرف کی زمین کو ذرا گہرا کھودنے لگا کہ ایک بہت بڑا دیگچہ زر و زیور سے لبریز زمین میں اُس جگہ دفن اُسے مل گیا —— ادھر وہ پاؤں نرگس کے ڈھیلے ہو چکے تھے اُس نے خود زور جو لگایا اور اُچھلی تو دونوں پیر وہ بھی باہر نکل آئے۔

اب گلاب کی خوشی کا کیا ٹھکانہ تھا —— یہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ کوئی مصیبت بھی تھی یا نہیں —— لیکن عظیمن سمجھدار تھی۔ اُس نے اس دیگچہ کو محفوظ ہی رکھا —— اور شام کو زمیندار کے روپیہ کی قسط بھجوادی —— گلاب کی آمد و رفت محنت مزدوری کیلئے برابر شہر میں قائم رہی لیکن بجائے لکڑیاں جمع کرنے کے اب وہ معمولی پیمانہ پر تجارتی سامان فروخت کرنے لگا —— اور رفتہ رفتہ اس سرمایہ سے اُس نے اپنی حالت بالکل بدل لی۔

زمیندار ادھر شراب نوشی اور رنگ رلیوں میں مست تھا۔ اور اس کی ان تمام بیہودگیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دن بہ دن کمزور ہوتا گیا اور اس کی پونجی بگڑتی گئی —— اور آخر کار وہ اس نوبت کو پہنچ گیا کہ —— آج گلاب خاں زمیندار کی ڈیوڑھی پر دربانی کی نوکری پر مامور ہے ۔

آہ! زمانہ کس قدر انقلاب پذیر ہے —— صبر کا پھل بے شک ملتا ہے مصیبت کا زمانہ اگر خدا پر بھروسہ رکھا جائے تو بہت جلد مبدل بہ راحت ہو جاتا ہے ۔ اور ظلم کی شاخ کبھی پھولتی پھلتی نہیں —— یہ ہے جو گلاب کی داستانِ مصیبت سے حاصل ہوتا ہے ۔

دل کی باتیں

(از جناب پروفیسر حامد اللہ صاحب افسر بی ۔ اے)

جو غم حد سے زیادہ ہو خوشی نزدیک ہوتی ہے
چمکتے ہیں ستارے رات جب تاریک ہوتی ہے

نظر کو روک لے اے حسنِ بے پردہ کے متوالے!
کہ ان بے تابیوں سے شوق کی تضحیک ہوتی ہے

سکونِ قلب کو ہلکی سی بھی امید ہوتی ہے
کہ نورِ صبح کی پہلی کرن باریک ہوتی ہے

وہ دولت جس کا دنیا نے مسرت نام رکھا ہے
ترے جلووں کی دامانِ نظر میں بھیک ہوتی ہے

ہمیں اب زندگی کا خواب افسرؔ یاد آتا ہے
یہی وہ خواب ہے تعبیر جس کی ٹھیک ہوتی ہے

افسانہ نمبر کے متعلق رہنمائے تعلیم کے سرپرست و مربّی

عالی جناب قبلہ نوح صاحب رئیس نارہ کی نہایت دلچسپ ضروری اور قابلِ قدر رائے گرامی

بعض لوگوں کو میں نے کتاب یا رسالہ دیکھتے ہوئے اس طرح دیکھا ہے کہ سرورق پر نظر ڈالی مضامین کی سرخیاں دیکھیں ادھر اُدھر کے چند ورق اُلٹے تصویروں کا معائنہ کیا اور فرصت پا گئے ایسی صورت میں وہ کیا کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں اور اُنکی رائے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے میں جس کتاب یا رسالے کو دیکھتا ہوں دیکھنے کیطرح دیکھتا ہوں یہ ضرور ہے کہ جس مضمون سے مجھے دلچسپی نہیں ہوتی اس پر اسقدر توجہ اور غور نہیں کرتا جتنی اپنے مذاق کے مطابق مضامین پر کرتا ہوں لیکن کسی صورت میں بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ میں دیکھتا ہی نہ ہوں۔

اس وقت بہت سے رسالے مختلف مقامات سے میرے پاس آتے ہیں اور سال بھر میں قریب قریب ہر رسالے کا سالنامہ بھی شائع ہوتا ہے مدیر صاحبان اصرار کر کے ایک نہ ایک غیر مطبوعہ غزل مجھ سے طلب کر کے درج کر دیتے ہیں بعض بعض رسالوں میں کلام کے علاوہ میری تصویر بھی نکلی ان باتوں کو میں اپنے قدردانوں کی عنایت سمجھتا ہوں۔ رہنمائے تعلیم لاہور بہت دنوں سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے یوں تو اسکے جتنے بھی نمبر شائع ہوئے سب میں کچھ نہ کچھ خصوصیت پائی گئی لیکن جوبلی نمبر جو ملک میں بطور نمونہ پیش کیا اسکی نظیر ملنی محال ہے پہلے تو مشکل سے کسی رسالے کو اتنی عمر ملتی ہے بالفرض اگر وہ جاری بھی رہا تو اسقدر اہتمام کم کرتا ہے ہنوز اسکے نقش و نگار پیش نظر تھے کہ پھر جناب ماسٹر جگت سنگھ صاحب نے مکرمی حضرت جوش ملسیانی کے مشورہ سے **افسانہ نمبر** شائع فرما دیا میرے لئے **جوبلی نمبر** کی تعریف ہی مشکل تھی اب **افسانہ نمبر** کے متعلق کچھ لکھنا اور دشوار ہو گیا۔

اس نمبر میں ۲۷۰ صفحہ اور ۷۵ مختلف مضامین کی سرخیاں اور ۳۲ تصویریں مشاہیر ہند کی شامل ہیں اس ضخامت کی داد دیجئے کہ مضامین کو سراہئے یا تصویروں کو دیکھئے اور تو سب بیاں موجود ہی ہیں لیکن تصویروں کے ذریعہ سے جن حضرات کا خواب میں بھی دیکھنا محال تھا اُن کو گھر بیٹھے ہر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے اگر فلم کی طرح آسانی سے قوت گویائی بھی پیدا ہو سکتی تو شاید ماسٹر صاحب یہ بھی کر دکھاتے۔

دنیا میں علم و فن کی ناقدری ہونے کے سبب سے کسی رسالے کے نکالنے میں ہر شخص کو تامل ہوتا ہے جب خریدار نہیں ملتے تو کس توقع پر کوئی مصارف برداشت کرے مگر ماسٹر جگت سنگھ کو خدا جانے کیسی دھن بندھی ہے اور وہ کیا دل اور ہمت اپنے ساتھ لائے ہیں کہ ایسے موقعوں پر خرچ کرنے میں اُن کا ہاتھ ذرا بھی نہیں رکتا اور وہ بیدریغ اپنی دولت کو بغیر کسی نفع کے خیال کے خرچ کر ڈالتے ہیں ابھی جوبلی نمبر کے مصارف ہی میرے خیال میں پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر افسانہ نمبر کے مصارف انہوں نے برداشت کر لئے میں تو اُن کا نیاز مند ہوں جو سنتا اور دیکھتا ہے اُسکو اپنی جگہ حیرت ہوتی ہے الغرض اس نمبر کی جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے میں اس کامیابی پر سچے دل سے ماسٹر جگت سنگھ صاحب اور برادر عزیز جوش کو مبارکباد کا تحفہ پیش کرتا ہوں اور جناب محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کو سراہتا ہوں کہ ان لوگوں نے اپنا بیش قیمت وقت اس کی تدوین میں صرف کیا۔ فقط

نوح ناروی

انسان اور حیوان

از جیکب واسرمن

(جناب صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم۔اے)

وسط جرمنی کے ایک پرانے دار السلطنت میں مزدوروں کی جماعت نے ایک باغیانہ فساد جس کی یاد آج بھی اس شہر کے باشندوں کے دلوں کو لرزا دیتی ہے، برپا کر دیا تھا جس نے رفتہ رفتہ انقلاب کی صورت اختیار کر لی تھی، فروری کا مہینہ تھا اور صبح کا وقت، کُہر کے بادل شہر پر چھائے ہوئے تھے۔ ہزاروں ہڑتالی مزدور جوق در جوق شہر کے اندرونی آباد، پُر رونق بازاروں کی طرف جا رہے تھے، شہر میں بے کار، آوارہ گھومنے والوں کا ایک انبوہِ کثیر اِن میں شامل ہو گیا تھا، انتظامی پولیس اس وحشتناک ازدحام کو قابو میں لانے سے عاجز آ چکی تھی، دکانوں کی نمائشی الماریوں پر آہنی کواڑ دھڑا دھڑ گر رہے تھے، قہوہ خانوں اور ہوٹلوں کو مقفل کیا جا رہا تھا، گھروں کے دروازے تیزی کے ساتھ بند ہو رہے تھے، جہاں جہاں اُن لوگوں کے وحشیانہ نعروں کا شور سنائی دینے لگتا مکانوں کی کھڑکیوں سے متجسس اور حیرت زدہ چہرے نمودار ہونے لگتے، انسانوں کے یہ گروہ تُندرو سیلاب کی طرح گزر رہے تھے، مکانوں کی دیواروں پر پتھروں کی بارش ہو رہی تھی، اور کھڑکیوں کے پیہم ٹوٹنے کی صدائیں کانوں میں آ رہی تھیں، اِدھر اُدھر کبھی کبھی ایک گولی بھی چل جاتی، پولیس کے دستوں کی قوتِ مداخلت کے گھٹ جانے سے لاٹھیوں اور تلواروں کا استعمال ہو رہا تھا، لوگوں کے شور و غوغا اور غیظ و غضب کے آثار ہر لحظہ شدید ہوتے جا رہے تھے۔ اور ان کی چیخ پکار زیادہ خوفناک صورت اختیار کر رہی تھی، برہنہ شمشیریں، کھلے خنجر، غضبناک انداز میں تنے ہوئے مضبوط اور قوی بازو ہر طرف دکھائی دے رہے تھے، انسانی آنکھوں میں منتقمانہ حقارت و نفرت، وحشیانہ درندگی کی آگ دہک رہی تھی، عورتیں مردوں کے دوش بدوش اُن کے جذباتِ انتقام کو اُکسا رہی تھیں، بچوں کی گریہ وزاری، اُن کی سامعہ خراش فریادیں دلوں کو ہلا دیتی تھیں، ایک ادنےٰ سے اشتعال، ایک تلخ لفظ کے اظہار کی دیر تھی۔ کہ قتل و خون کا بازار گرم ہو جائے،

عین اُسی وقت شہر کے ایک بڑے چوک میں جہاں باغیوں کا پہلا گروہ کھڑا تھا ایک بڑی گاڑی جو بظاہر لادو گاڑی معلوم ہوتی تھی آ پہنچی۔ اس کے چاروں طرف زرد کتان کے دبیز پردے آویزاں تھے، اِن پردوں پر سابق حکمران خاندان کے شاہی اسلحہ کی تصاویر تھیں جن کے نفرت انگیز منظر نے باغیوں کے غصے

کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا، ایک لمحہ کے اندر گاڑی لوگوں کے ایک انبوہ کثیر میں گھر کر رہ گئی پولیس کی کوششیں اس انسانی دائرے کو توڑنے میں ناکام رہیں، گھوڑوں کے دفعتہً رُکنے سے اُن کے جسم پر لرزہ طاری تھا، اتنے میں گاڑی کے پچھلے تختے سے ایک شخص کودا اور اپنی بندوق کو کندھے پر سے اٹھا کر راست کرنے لگا، لیکن فوراً ہی کسی کے کامیاب حملے نے اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، اور وہ دھڑام سے زمین پر گرا، تیس چالیس کے قریب آدمی شاہی نشان کو مٹانے کے لئے آگے بڑھے، گاڑی چلانے والے کے خوف انگیز اشارے کو کسی نے نہ دیکھا، اور اُس کی دگلی کی آواز ہجوم کے شور و شغب میں گم ہو کر رہ گئی، اور گاڑی جو کھٹے پر سے لٹکنے والے پردوں کی دھجیاں اُڑ گئیں، پردوں کا پھٹنا تھا کہ تمام لوگوں پر، یہاں تک کہ دلیر سے دلیر انسان پر بھی دہشت چھا گئی، ان کی فریاد، اُن کی چیخ پکار فوراً اس طرح دب کر رہ گئی جیسے کسی کی تحکمانہ آواز نے چپ کرا دیا ہو، جو لوگ آگے کھڑے اس نظارہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اُن کی ہیبت زدہ خاموشی نے اپنے سے پیچھے والوں کے جوش و خروش کو بھی ٹھنڈا کر دیا، جو خود اصل ماجرا سے بے خبر، اپنے نیم شعوری احساس خطر کے باعث متردد اور خوفزدہ نظروں سے آگے والوں کو دیکھ رہے تھے۔

گاڑی میں ایک افریقہ کا شیر بند تھا، جسے شاہی چڑیا گھر سے نکال کر لائے تھے، کچھ اس اعتبار سے کہ اتنے بڑے جانور کی پرورش و تربیت کے اخراجات بہت کثیر تھے اور کچھ اس لحاظ سے کہ سابق حکام کے سامانِ تفریح سے اُسے ایک خاص نفرت تھی، موجودہ حکومت نے اس شیر کو کسی دوسرے ملک میں بھیجنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اور آج صبح اُسے اسٹیشن پر اسی غرض سے لئے جا رہے تھے۔

گاڑی کے چوکھٹے پر سے پردوں کے ہٹتے ہی شیر اٹھ بیٹھا اور اپنے گرد ہزاروں انسانوں کے گروہ کو ایک پُر شکوہ متانت، ایک ہیبتناک وقار سے دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اُن لوگوں کی آوازیں سینوں میں سمٹ کر رہ گئیں، ایک سانس تک سُنائی نہ دیتا تھا، شیر کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں ایک نئی دنیا منعکس تھی، لیکن اس دنیا کی کیفیت کیا تھی؟ یہ ایک دنیا تھی پتھر کی طرح سخت اور سرد، جہاں نہ کوئی آسمان تھا اور نہ کوئی اُفق، یہ ایک عالم تھا عجیب، غیر معروف، بعید الفہم صداؤں کا، ناخوشگوار، بھیانک فضاؤں کا، کیا شیر کو اُن شدید جذبات کا احساس تھا جو الم و یاس کا نتیجہ ہوتے ہیں؟ وہ شیر جو خود الم و یاس سے یکسر بیگانہ، صرف اُن جذبات سے آشنا تھا جو اُس کے اپنے بلند ہمجنسوں کے قدرتی اور فطرتی جذبات ہیں، کیا یہ منحوس منحوس انسانی چہرے تمام تر اس کے پیش نظر تھے یا محض اُن کا ایک خفیف، دھندلا سا نقش اُس کی آنکھوں میں منعکس تھا۔ . . . . . . کچکچاتے دانت، پُرشکن ماتھے۔ ڈھلکتے ہوئے لب غضب آلود، بے رُوح نگاہیں، نحیف و نزار انسانوں کا افسردہ، حقارت آمیز منظر؟

لیکن ان انسانوں کے جذبات کی نوعیت کیا تھی، وہ ایک مہیب خوف سے مرعوب شہر کو دیکھ رہے تھے . . . . اُن کے تنگ و تاریک مکان، جہاں وہ اپنے فاسد خیالات میں مستغرق رہتے، جہاں وہ اپنے مریض عزیزوں کو دیکھ بھال اور مریل بچوں کی پرورش کیا کرتے، جہاں وہ بیٹھے اپنی بدبختیوں اور زمانے کی ناانصافیوں پر آنسو بہاتے تھے، ان کے تمام مشاغل، اُن کی تمام مصروفیتیں، ان کی تمام مساعی، اُن کی پست ذہنیت کے پریشان خواب، اس سے بالکل عاری تھے کہ وہ ایک لمحے کے لئے بھی اس چیز کا تصور کرسکیں کہ ان کی اپنی دنیا کے علاوہ بھی ایک عالم آباد ہے . . . . ایک ایسا عالم جو اس انسانی دنیا سے زیادہ عظیم الشان ہے! اور جہاں قدرت اپنی پوری طاقت اور جبروت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

اُن کی افسردہ رُوحوں پر ایک غیر ارادی ہیبت طاری ہوگئی ۔ اور وہ خوف سے کانپنے لگے اُن کے اعضا ڈھیلے پڑ گئے ۔ اُس گنجان ہجوم کا شیرازہ ٹوٹ گیا، اور وہ منتشر ہونے لگے ۔ پولیس کے سپاہیوں نے بڑھ کر اُن کے بعض خطرناک سرگروہوں کو گرفتار کرلیا، اور اس طرح یہ بغاوت کچھ عرصے کے لئے فرو ہوگئی۔

مترجمہ تبسم ایم اے

جذباتِ غنی

(مرزا عثمان غنی بیگ صاحب غنیؔ)

نیت نہیں بھر سکتا چھوٹا سا یہ پیمانہ — دیدے مجھے اے ساقی میخانہ کا میخانہ
کیا موسمِ گُل آیا اے ساقیٔ میخانہ — گردش میں ہے اب توبہ چکر میں ہے پیمانہ
جب دل کہیں آتا ہے تو عقل نہیں رہتی — ہے اُن کی محبت میں ہشیار بھی دیوانہ
اِس کے لئے سو زحمت اُس کیلئے کیا زحمت — فرزانہ ہے دیوانہ دیوانہ ہے فرزانہ
ہے بھیڑ تیرے در پر سب تیرے دُعا گو ہیں — بھر بھر کے پلا ساقی پیمانہ پہ پیمانہ

ارمان نہیں الفت میں کچھ اور غنیؔ مجھ کو
اتنا ہی کوئی کہدے یہ ہے مرا دیوانہ

رباعیات

(از لالہ لکشمی چند نسیم نور محلی۔ تلمیذ حضرت جوش ملسیانی)

(۱)

دل لیجئے یا جان جو یارا آ گیا ہے
راضی بہ رضا ہیں اور چارا کیا ہے
جھگڑا جو کریں بھی تو کریں کیا ہم سے
جو کچھ ہے تمہارا ہے ہمارا کیا ہے

(۲)

دل تھام کے دل پکڑ کے رہ جاتا ہوں
جو مجھ پہ گزرتی ہے میں سہہ جاتا ہوں
خاموش ہوں لیکن اس خموشی میں بھی
مطلب کی ہر بات کہہ جاتا ہوں

(۳)

عشاق اجل کے گھاٹ اتر جائیں گے
اندوہ میں جان سے گزر جائیں گے
آزار نہ دے انہیں بہت اے ظالم
سمجھے یہ غریب مر جائیں گے

(۴)

جس چیز کی خواہش ہو خدا سے مانگو
واجب نہیں یہ کہ اغنیا سے مانگو
درگاہِ الٰہی کے ہیں سائل وہ بھی
وہ آپ گدا ہیں کیوں گدا سے مانگو

(۵)

ہر صبح وہ آزار نیا دیتے ہیں
ہر شام نئی آگ لگا دیتے ہیں
ہر وقت ہے دل میں جورِ بیجا کا خیال
لیکن انہیں پھر بھی ہم دعا دیتے ہیں

(۶)

ظرفِ دُرِ سخن ہے میرا استاد
خوش ہوں کہ ملا نسیم اچھا استاد
فیضِ استاد سے ہوں میں کامل فن
ملتا ہے مقدر ہی سے ایسا استاد

پُرلطف مہملات

ہمارے عزیز لالہ لو ہرپار رام درد کو یہ اندیشہ لاحق ہو رہا ہے کہ کارپردازانِ رہنمائے تعلیم شعرائے مشاہیر کے نام سے مرعوب ہو کر ان کے اس مضمون کی اشاعت روک نہ لیں۔

اگرچہ انکا یہ اندیشہ سراسر بے بنیاد ہے لیکن کارپردازانِ رہنمائے تعلیم کا یہ اندیشہ کہ ان کا سلسلہ مضمون عنوان بالا سے متاثر نہ ہو جائے بے بنیاد نہیں ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ زیادہ نہیں تو کم سے کم اس سلسلہ مضمون کے ختم ہونے تک درد صاحب کے ہوش و حواس مختل نہ ہوں۔ (جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم)

دورِ حاضرہ کے شاعروں کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ اپنے اشعار کو لفظوں کے ایسے شیش محل میں بٹھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو بظاہر بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت اس کی بنیادیں بہت کمزور ہوتی ہیں۔

مجھے اس صاف بیانی کے لئے معاف کیا جائے۔ کہ اب یہ وباد وبائے عام ہو گئی ہے۔ وہ مستند شاعر جو استادانِ فن کے نقش قدم پر چلنا سعادت دارین خیال کرتے تھے۔ اب نئی روشنی کے شاعروں سے متاثر ہو کر اپنے محبوب سے بھی زیادہ خوبصورت الفاظ کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اور ان کی اس جستجوئے پیہم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکا نصف سے زیادہ کلام مہمل ہو جاتا ہے۔ آپ حضرت جوش ملیح آبادی کا یہ شعر پڑھیئے۔ اور ذرا اس کے معنے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

وقت سحر ہے غرقِ سوز و گداز ہو جا ۔۔۔ سرگرم ہیں نگاہیں سرگرم ناز ہو جا

لفظ کتنے برجستہ ہیں۔ بندش کتنی چست ہے۔ لیکن میں اس شعر کا مفہوم سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اگر کوئی صاحب اس شعر کو بامعنی خیال کرتے ہوں تو ازراہِ عنایت وہ رسالہ رہنمائے تعلیم میں اس شعر کی وضاحت فرمائیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اچھے اچھے نامور شاعر جب حسن الفاظ کے طلسم میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ تو شعر کا مطلب فی بطن الشاعرہ کر شعر کو مہمل بنانے کا موجب ہو جاتا ہے۔ جناب نشتر جالندھری کا یہ شعر حسن الفاظ کا ایک خوبصورت مرقع ہو تو ہو۔ لیکن معنی کے لحاظ سے مجھے یہ مہمل معلوم ہوتا ہے۔

دُرِ مقصود چشم آشنا سے کب نہاں نکلا ۔۔۔ یم الفت کا قطرہ قطرہ بحرِ بیکراں نکلا

جناب عزیز لکھنوی کا یہ شعر بہت مشہور ہے اور کہتے ہیں کہ مرحوم اکبر الہ آبادی نے جناب عزیز کو اس شعر پر بہت شاباش دی تھی۔

اپنے مرکز کی طرف مایلِ پرواز تھا حسن ۔۔۔ بھولتا ہی نہیں عالم تیری انگڑائی کا

"حسن کا مرکز" جناب عزیز کے دماغ میں محفوظ ہوگا۔ لیکن شعر سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ مرکز حسن آخر کیا بلا ہے۔ اور یہ کس مقام پر واقع ہے۔ محبوب انگڑائی لیتا ہے۔ اور اس کے حسن کی پرواز شروع ہو جاتی ہے۔ کدھر؟ مرکز حسن کی طرف یہ ہے اس شعر کا مفہوم جو میرے خیال میں تشنۂ مفہوم ہے۔

مضطر خیر آبادی ایک نامور شاعر گذرے ہیں۔ اُن کا کلام اردو سرا کرنے سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ لیکن اُن کے اس شعر کا مطلب میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔

ہم کو اور آرام خاطر زلف اور شب کا خیال ۔۔۔ رات اور اتنی سی چھوٹی چین اور بیمار صبح

پُر لطف مہملات کے میں نے یہ چند نمونے پیش کئے ہیں۔ اور مجھے افسوس ہے کہ ابتدا مسلم الثبوت شاعروں کے کلام سے کی گئی ہے۔ اگر کارپردازانِ رہنمائے تعلیم۔ متذکرہ بالا شاعروں کی بلند پایہ شخصیتوں یا ان کی ناموری سے مرعوب نہ ہو سکے اور انہوں نے میرے اس مختصر سے مضمون کو اپنے سالہ میں جگہ دیدی۔ تو بفضلِ خدا آئندہ اِس سلسلے میں بہت کچھ کہنے کی کوشش کرونگا

(لو ہر یارام درد نکودروی)

ریویوز

تو ترمیم جغرافیہ ضلع شملہ لالہ بال کرشن صاحب جنرل نالج ٹیچر وِیڈی ہائی سکول سولن (شملہ) نے تیسری جماعت کے طلبا اور مدرسین کے افادہ کے لئے تصنیف کیا ہے۔ جو ضلع شملہ کے تمام ان امورات کا مجموعہ ہے جو اس جماعت کے طلبا کے لئے ضروری ہیں طباعت و کتابت دیدہ زیب ہر حصّہ کو اس کے متعلقہ سوالات سے وابستہ کر کے طلبا کے لئے دہرانے کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے ۳ر قیمت (جو قدرے زیادہ معلوم ہوتی ہے) پر مالک بک ایجنسی سولن ضلع شملہ سے طلب کیا جائے۔

کتب شایع کردہ گپت برادرس منڈی دھنورہ مراد آباد (۱) زبانی حساب برائے درجہ اوّل ضرب کے پہاڑے ۱۱ سے ۲۰ تک ۔ کسری پہاڑے پوا۔ ادھا۔ پونا اور ان کے متعلق حساب بعد میں ہندوستانی سکے۔ قیمت فی جلد ۹ پائی۔

- زبانی حساب انفنٹ کلاس (حصّہ ابجد خواناں) کے لئے گنتی سکھانے کے دلچسپ طریق اور سوالات۔ جمع اور تفریق کے مشقیہ سوالات۔ ضرب کے پہاڑے۔ اور ان کے متعلقہ سوالات اچھی چیز ہے قیمت فی جلد ۱ر ۳ پائی۔

- زبانی حساب درجہ دوم کے لئے :۔ پہاڑوں اوزان اور رقموں وغیرہ کے متعلق کافی مسالا۔ کسری پہاڑے۔ سوایا۔ ڈیوڑھا اور ڈھائم۔ مہینوں کے نام اور ان کے ایام ہندی اور اردو رقوم ایک روپیہ سے دس ہزار روپیہ تک لکھنے کی مشق من سیر چھٹانک کی تخریہ وغیرہ۔ قیمت ۱ر ۶ پائی فی کاپی۔

- تذکرہ سرزمین عالم یعنی دنیا کا جغرافیہ۔ طلبا ورنیکلر اور اینگلو ورنیکلر مڈل مدارس کیلئے ایک مفید اور کام کی کتاب ہے قیمت فی جلد ۸ر۔ درجہ پنجم ششم و ہفتم کے لئے۔ اگرچہ یہ کتاب یو۔پی کے مدارس کی سکیم کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ مگر ہمارے صوبہ کے اردو پڑھنے والے طالب علم بھی بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ اردو نثر اور نظم کے بہترین نمونے پرچہ جات امتحان مڈل۔ محاورات۔ مشہور تلمیحات۔ اقسام نثر قافیہ و ردیف اقسام نظم وغیرہ ضروری امور مطمح نظر ہیں قیمت فی جلد ۸ر۔

- رہنمائے خطوط نویسی حصّہ اول :۔ دوسرے درجہ کے لڑکوں کے لئے۔ ہدایات ضروری کے بعد خطوط کی ضرورت ان کے مختلف مدارج بتلا کر پتوں کے نمونے دئیے ہیں۔ بعد میں نہایت سلیس عبارت میں ہر قسم کے خطوں کے نمونے دئے ہیں قیمت فی جلد ۱ر ۶ پائی۔

- رہنمائے خطوط نویسی حصّہ دوئم :۔ ورنیکلر اور اینگلو ورنیکلر سکولوں کی جماعت سوم اور چہارم کے لئے خطوط لکھنے کے طریقے۔ نمونے۔ پتے اور معمولی چیزوں پر مضامین تجربہ کار استادوں کے قلم سے گویا مضمون نویسی کی ابتدائی کتاب ہے قیمت فی جلد ۹ر۔

- رہنمائے انشاء۔ ترمیم کردہ ماسٹر محمد عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی برائے درجات مڈل۔ ٹریننگ اور نورمل سکولز حق یہ ہے کہ اس رہنمائے کو اسم با مسمی رہنمائے بنا کر ہر سہ درجات کی ضروریات کے مطابق اسے مکمل کیا گیا ہے۔ قیمت فی جلد ۹ر۔

ملنے کا پتہ :۔ گپت برادرس منڈی دھنورہ مراد آباد۔ تینیں کتب پر لکھی ہوئی ہم نے شائع کر دی ہیں عجب نہیں کہ پبلشرز کمیشن معقول دے کر اپنے گاہکوں کی خوشنودی کا موجب ہوں۔

محکمہ حفظان صحت پنجاب

سرسام متعدی (سیربرو سپائنل فیور)

سرسام متعدی کے نمودار ہونے کی اطلاعات حال میں پنجاب کے بعض شہروں۔ مثلاً لاہور اور دیگر دیہات ضلع کرنال۔ شاہ پور وغیرہ سے موصول ہوئی ہیں۔ سرسام متعدی ایک وبائی بخار ہے جس کے جراثیم پردہ ہائے دماغ اور حرام مغز میں ورم پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ جراثیم جسم انسانی میں ناک کے راستے سے داخل ہوتے ہیں۔ اور عموماً انسان اس کے پھیلانے کا باعث ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اشخاص بظاہر بالکل تندرست ہوتے ہیں لیکن اپنے حلق میں ان موذی جراثیم کو لئے پھرتے ہیں۔ جہاں کسی کے پاس بیٹھے اس غریب کو سرسام وبائی کی مصیبت میں پھنسا دیا۔ لہذا ایسے مقامات پر جہاں بھیڑ ہو اس بیماری کے پھیلنے کا احتمال ہوتا ہے۔

مرض کے ابتدائی علامات ۔ شدید درد سر۔ قے اور ۱۰۱ یا ۱۰۲ درجے تک بخار ہو جاتا ہے۔ اس کی علامات یہ ہیں۔ کہ سر اور گردن میں درد ہو جاتا ہے۔ اور گردن پیچھے کی طرف کھچ جاتی ہے۔ پٹھہ یا کمر بھی اینٹھ جاتی ہے۔ بعد ازاں بیمار بیہوش ہو جاتا ہے۔ اور بڑبڑانے لگتا ہے۔ اطفال میں تشنج بھی ہوتا ہے۔ سرسام وبائی نہایت مہلک مرض ہے۔ اور مناسب علاج کے بغیر مریض کا جانبر ہونا بہت دشوار ہوتا ہے۔

بیماری کی روک تھام

(۱) جونہی بیماری کا شبہ ہو۔ فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔
(۲) بیماری کے نمودار ہونے کی اطلاع فی الفور ہیلتھ آفیسر صاحب کو کرنی چاہیئے۔
(۳) بیمار کو علیحدہ کمرے میں رکھنا چاہیئے۔ اس کے استعمال کے لئے علیحدہ برتن ہوں۔ بیمار کی ناک اور گلے کی آلائش کو فینائل میں ڈالا جائے۔
(۴) کمرے کے خالی ہونے پر اس کی صفائی (ڈس انفکشن) کا انتظام کیا جائے۔
(۵) بیماری کے ایام میں ایسے مقامات پر جانے سے جہاں لوگوں کا اجتماع ہو۔ پرہیز رکھنا چاہیئے۔ مثلاً سینما۔ تھیٹر وغیرہ وغیرہ۔
(۶) علیحدہ چارپائیوں پر سونا چاہیئے۔ چارپائیوں کے درمیان کا فاصلہ ایک گز سے کم نہ ہو۔
(۷) دروازہ اور کھڑکیاں شب و روز کھلی رہیں۔ تاکہ تازہ ہوا کی آمد و رفت رہے۔
(۸) بیمار یا کسی اور شخص کے استعمال شدہ برتنوں میں کھانا پینا درست نہیں۔
(۹) کھانستے یا چھینکتے وقت منہ پر رومال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے کے چہرے پر چھینٹ نہ پڑے۔
(۱۰) ایام وبا میں ناک اور حلق کو پوٹاسیم پرمنگنیٹ کے لوشن (گلابی پانی) سے صبح و شام صاف کرنا چاہیئے۔

سرکلرات محکمہ

گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سی - ایم نمبر ۳۵، ۵۵-۲۰-آر منجانب آر سینڈرسن صاحب بہادر ایم اے انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بخدمت جملہ ڈویژنل انسپکٹر صاحبان مدارس پنجاب

مقام لاہور مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۳ء

مضمون :- قصباتی علاقوں میں میڈیکل ملاحظہ اور طلبا کا علاج

جناب من! برٹش پنجاب کے قصباتی علاقوں میں زیر تربیت طلبا کے علاج اور ان کے میڈیکل انسپکشن کے لئے آپ کو مخاطب کرنے کی مجھے ہدایت ہوئی ہے - دیہاتی علاقوں کے لئے اس بارے میں ہدایات پہلے جاری ہوچکی ہیں -

(۲) جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں اُن سے ترشح ہوتا ہے کہ قصباتی علاقوں کے طالب علم میڈیکل نقطہ نگاہ میں اوسط سے گرے ہوئے ہیں - اور ان کی کثرت ایسے امراض کا شکار ہورہی ہے جن کا مناسب احتیاط سے انسداد ہوسکتا ہے - ایسے نقائص کو رفع کرنے کے لئے تجربوں کی ضرورت ہے -

اس سرکلر کے ہمراہ شہر جالندھر اور اضلاع امرتسر و سیالکوٹ میں اس بارے میں جو تجربے ہوئے ہیں ان کے نتائج شامل ہیں - انہیں آپ اپنے ڈویژن کے مدارس تک پہنچا کر وہاں کے منتظم اصحاب سے آرزو کریں کہ وہ بطور خود اس تجربہ کی آزمائش کریں -

(۳) ہر دو سکیموں سے جو شامل ہیں معلوم ہوتا ہے - کہ جالندھر شہر کی سکیم بڑے علاقوں کے لئے موزون ہے جن میں کئی مدارس کے گروپ شامل ہوں یعنی کئی سکول مل جائیں - اور زیر تربیت طلبا کی حفظان صحت کی کمیٹی بنائیں - ایک ڈاکٹر پورے وقت کے لئے ملازم رکھا جائے - ڈسپنسری کھولی جائے اور ان تمام سکولوں کے طلبا کی میڈیکل انسپکشن شروع کر دی جائے اور بیمار طلبا کا علاج شروع ہو - دوسری طرف سیالکوٹ اور امرتسر کی سکیمیں چھوٹے علاقے اور واحد سکول کے موافق ہیں ایسی حالت میں تمام وقت کے ڈاکٹر کو کافی کام نہیں ہوگا سکیم کو چلانے کے لئے سکول متعلقہ کسی پریکٹیشنر سے اس کے تھوڑے وقت کی خدمات کا معاوضہ مقرر کر کے کام شروع کرے -

(۴) توقع کی جاتی ہے کہ یہ سکیمیں اپنے اخراجات کی خود متحمل ہونگی یعنی ان کے اخراجات کے لئے اس سکیم پر عمل کرنے والے سکول طلبا پر دو آنہ یا تین آنہ ماہوار کی فیس بغرض میڈیکل انسپکشن لگا لیں - اگر اس قلیل چندہ سے اخراجات بہم نہ پہنچ سکیں تو اس مقدار فیس کو زیادہ کر دیا جاسکتا ہے - تعلیمی فیس میں جن لڑکوں کو رعایت دی گئی ہو انہیں اس فیس سے بھی مستثنیٰ رکھا جائے -

(۵) - آمدنی فیس "میڈیکل انسپکشن فنڈ" میں جمع کی جائے اور امرتسر والی سکیم پر عمل درآمد کرنے والے مدارس میں دیگر منظور شدہ فنڈوں کی طرح ہیڈ ماسٹر صاحبان اسے خرچ کریں اور جالندھر سکیم کی صورت میں طلبا کی حفظان صحت کی کمیٹی -

(۶) سکیم طیار کر کے بغرض منظوری ڈویژنل انسپکٹر صاحب اور سول سرجن صاحب ضلع کی خدمت میں ارسال کی جائے -

(۷) جب کبھی ضرورت ہو چیچک یا پلیگ کے ٹیکہ کی - تو ایک دن مخصوص کر کے تمام طلبا کو ٹیکہ کرا یا جائے - البتہ اس صورت میں جب کوئی لڑکا اپنے والدین یا سرپرستوں کی طرف سے تحریری اعتراض پیش کرے اُسے معاف کیا جائے -

(۸) جو سکول یا سکولوں کا گروپ اس سکیم کو شروع کرے اس کی اطلاع صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب کو دی جائے ٭ آپکا وغیرہ

دستخط (صاحب انڈر سیکرٹری)

سی ایم نمبر ۲۵۰۴۶-۲۵-آر برٹش پنجاب کے تمام آرٹس کالجوں کے پرنسپل اصحاب کی خدمت میں نقل بغرض اطلاع مرسل ہو۔ توقع کی جاتی ہے کہ ہر دو سکیموں میں سے کسی ایک کو آزمایا جائے ۔　　(صاحب انڈر سیکرٹری)

نمبر ۲۵۰۴۷-آر نقل بغرض اطلاع صاحب اکونٹنٹ جنرل بہادر پنجاب کی خدمت میں ارسال کی جائے ۔　　(دستخط صاحب ڈپٹی سیکرٹری)

سی ایم نمبر ۲۵۰۴۸-۲۵-آر نقل بخدمت صاحب انسپکٹر جنرل سول ہسپتالات پنجاب - صاحب ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ پنجاب - کمشنر اصحاب ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر صاحبان اضلاع کی خدمت میں ارسال ہے ۔　　(دستخط صاحب انڈر سیکرٹری)

شہر جالندھر کی آزمودہ میڈیکل انسپکشن سکیم

بغرض علاج طلبا و اساتذہ

اغراض و مقاصد:- ۱- مدارس کے تلامذہ اور اساتذہ کا ملاحظہ کرنا اور نقائص کا میڈیکل کارڈوں میں اندراج ۔

۲- ان کے نقائص اور امراض کا علاج کرنا ۔

۳- حتی الامکان مرض کا قلع قمع کرنا - موجودہ اپ ٹو ڈیٹ علاج اور دیگر ضروری معالجے ۔

۴- میڈیکل انسپکشن کے بعد امراض کی فہرست تیار کرنا اور علاج کی تفصیلات اور انہیں ان کے لواحقین اور بہی خواہاں کے پیش کرنا ۔

انتظام :- تمام انتظامات مندرجہ ذیل اصحاب کی کمیٹی کے ہاتھوں میں ہونگے ۔

۱- صاحب انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن - ۲- میونسپل ہیلتھ آفیسر صاحب جالندھر - ۳- ان سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اصحاب کا ایک نمائندہ جو اس سکیم میں شامل ہونگے ۔

ڈسپنسری کے انچارج ڈاکٹر کو براہ راست ہیلتھ آفیسر صاحب کی نگرانی میں کام کرنا ہوگا ۔

حلقۂ کارگزاری - جالندھر میونسپلٹی کے حدود کے اندرون تمام مدارس پر یہ سکیم حاوی ہوگی ۔

طریق کار - ایک اسسٹنٹ سرجن میڈیکل انسپکشن کے لئے مقرر ہوگا اور اپنے علاقہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کے ملاحظہ اور ان کے نقائص کے علاج کا ذمہ دار ہوگا ۔

ڈاکٹر صاحب طلبا اور استادوں کو ان کے سکولوں میں ملاحظہ کرینگے اور اپنی معلومات متعلقہ کارڈوں میں درج کرینگے بیماروں کو ہدایات دیگا یا ہیڈ ماسٹر صاحب کو ہدایات دیگا تاکہ وہ مریض طلبا کو ہدایت کریں کہ وہ سنٹرل ڈسپنسری میں اپنے کارڈ کے ہمراہ علاج کو جائیں - یہ امتحان ٹیچر انچارج کی حاضری میں ہوگا ۔

ڈاکٹر صاحب اپنی یادداشت کے لئے تمام مریض طلبا کا ریکارڈ رکھیں گے اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو ان کے سکول کی نقل دینگے ۔

بشرط ضرورت بعض علاج مثلاً آنکھوں کانوں کا دھونا سکول صحن میں ہی کر دیئے جائینگے اگر متعلقہ ڈسپنسری میں علاج ممکن ہوگا تو طلبا کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ سول ہسپتال میں داخل ہوں ۔

میونسپل ہیلتھ آفیسر صاحب ڈاکٹر صاحب کے کام کو وقتاً فوقتاً ملاحظہ کرتے رہا کرینگے ۔

ڈسپنسری کسی وسطی اور آرام دہ جگہ میں تجویز کی جائے گی ۔

اس میں مناسب ادویات اور معمولی امراض اور پیشاب کے ملاحظہ کے آلات بہم پہنچائے جائینگے - بشرط امکان خون کے ملاحظہ

وغیرہ کے آلات بھی۔ اس کے انچارج اسسٹنٹ سرجن صاحب ہونگے جن کے ماتحت دو یا تین کمپونڈر ہونگے۔ مریض طلبا کا علاج ڈاکٹر صاحب کرینگے۔ اور تمام نسخہ جات ڈسپنسری سے تیار ہونگے۔ اور مریضوں کو تاوقتیکہ شفا کامل نہ ہو جائے زیر علاج رہنا ہوگا

ڈسپنسری کے اوقات ہیڈ ماسٹر اصحاب کے مشورہ سے مقرر کئے جائینگے۔

وہ تمام اتوار اور پبلک تعطیلات کے دنوں میں ماسوائے خاص ضرورت کے کھلا کریگی۔ البتہ ہر پیر کو بند رہے گی۔ ڈسپنسری کے علاج مفت بغیر کسی چارج کے ہونگے۔

ڈاکٹر - (۱) ایم۔ بی۔ بی۔ ایس سند یافتہ ڈاکٹر بطور میڈیکل آفیسر آف ڈسپنسری ملازم رکھے جائیں گے۔

۲۔ انہیں پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہ ہوگی۔

۳۔ وہ تمام طلبا اور اساتذہ کو ان کے سکولوں میں ملاحظہ کرینگے۔ تمام نقایص اور امراض کا ریکارڈ رکھیں گے۔ اور اس کی ایک نقل ہیڈ ماسٹر صاحب کو دینگے۔

۴۔ وہ ذمہ دار ہونگے کہ مریض طلبا یا اساتذہ کو طلبا کی ڈسپنسری میں یا کسی میڈیکل پریکٹیشنر سے علاج کی رہنمائی کرینگے۔

۵۔ وہ اس امر کی نگرانی کرینگے کہ ایسے تمام مریض باقاعدہ علاج کرا رہے ہیں اور ڈسپنسری میں حاضر ہوتے ہیں۔

۶۔ وہ ڈسپنسری اور اس میں تمام ملازموں کی باقاعدہ کارگزاری کے جوابدہ ہونگے۔

۷۔ وہ امراض کے مطابق گرفتار طلبا کا ملاحظہ مناسب موقعہ کرتے رہیں گے۔

۸۔ وہ مریضوں کو ہدایت دینگے جن میں ڈرل انسٹرکٹر کا تعاون بھی حاصل ہوگا تاکہ مریض کے مناسب حال ورزش کو کرایا جائے۔

۹۔ ہوسٹلوں کی خوراک اور اشیائے خوردونوش کا وہ ملاحظہ کرینگے اور سپرنٹنڈنٹ صاحبان اور بورڈروں کو ان کے خوراک کے پروگرام کے لئے مناسب ہدایات دینگے۔

۱۰۔ وہ مدارس میں وقتاً فوقتاً حفظان صحت کے مضامین پر لیکچر بھی دیا کرینگے۔

۱۱۔ انہیں اجازت ہوگی کہ اگر کوئی طالب علم یا استاد انہیں اپنے مکان پر بلائے تو اس سے دو روپے فیس لیں۔

۱۲۔ انہیں براہ راست میونسپل ہیلتھ آفیسر صاحب کی نگرانی میں کام کرنا ہوگا۔

سکول منتظمان - (۱) ڈاکٹر صاحب کی میڈیکل انسپکشن کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب کارڈ تیار رکھیں گے۔

۲۔ دوران امتحان میں ہیڈ ماسٹر صاحب ہر جماعت کے انچارج استاد کو ہدایت کرینگے کہ وہ اپنی جماعت کے ہمراہ رہ کر ڈاکٹر صاحب کو ضروری امداد بہم پہنچائے۔

۳۔ وہ اس امر کی پڑتال کرینگے کہ مریض طلبا باقاعدہ علاج کرا رہے ہیں

۴۔ وہ طلبا کے کارڈوں کو باقاعدہ رکھیں گے۔

۵۔ میڈیکل انسپکشن اور طلبا کے علاج میں وہ اپنا پورا تعاون ظاہر کرینگے۔

۶۔ ڈسپنسری کی کارگزاری کے برخلاف انہیں کوئی شکایت ہوگی تو وہ میونسپل ہیلتھ آفیسر صاحب کو لکھیں گے جو انسپکٹر صاحب کے مشورہ سے اس کا انسداد کرینگے۔

۷۔ وہ نئے داخل ہوئے ہوئے طلبا کی اطلاع ان کے داخلہ سے ایک ماہ کے اندر ڈاکٹر صاحب کو دینگے۔

ذرائع آمدنی :- (۱) تمام طلبا پانچویں جماعت اور اوپر ڈیڑھ روپیہ سالانہ چندہ دینگے جبکہ ابجد خوانان سے چہارم جماعت تک کے طلبا اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔

(۲) تمام اساتذہ تین روپے سالانہ چندہ دینگے۔

۳- لوکل گورنمنٹ سے جائز امداد۔

۴- لوکل میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے جائز امداد۔

۵- ریڈ کراس اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کی امداد۔

ڈسپنسری کے کم ازکم ضروری اخراجات

اخراجات

اخراجات	رقم
۱- ادویات وآلات وغیرہ	۱۸۰۰ روپے
۲- فرنیچر	۲۰۰ "
	۲۰۰۰ "

دیگر سالانہ اخراجات

اخراجات	رقم
۱- ایک اسسٹنٹ سرجن صاحب بمشاہرہ -/۱۵۰ روپیہ ماہوار	۱۸۰۰ روپے
۲- ڈسپونڈر بمشاہرہ ۵۰؎ فی	۶۰۰ "
۳- ایک ڈریسر " "	۳۰۰ "
۴- کرایہ مکان ڈسپنسری بشرح ۱۵؎ ماہانہ	۱۸۰ "
۵- ایک بہشتی بشرح ۱۰؎ ماہوار	۱۲۰ "
۶- ایک خاکروب " ۸؎ "	۹۶
۷- ادویات وغیرہ	۲۴۰۰ "
میزان کل	۵۴۹۶ روپے

اضلاع امرتسر وسیالکوٹ کی سکیم

غرض :- ۱- ہر طالب علم کا سال میں ایک بار ضرور معائنہ کیا جائے۔

۲- مریض طلبا کا علاج اور ان کی باقاعدہ نگرانی۔ ڈسپنسری میں ایک رجسٹر رکھا جائیگا جن میں ان مریضوں کی روزانہ حاضری درج ہوگی۔ جن کی نسبت خاص ضرورت محسوس ہوگی ان کے میڈیکل کارڈ اُن کے والدین یا سرپرستوں کو بھیجے جائینگے اور ان کے دستخطوں کے بعد ٹیچر انچارج کو دیے جائیں گے۔

۳- بغیر کسی قیمت کے ادویات کا بہم پہنچانا۔

عام :- ڈسپنسری یا تو سکول لگنے سے آدھ گھنٹہ پیشتر کھولی جائے گی اور آخری پیریڈ میں اور سکول بند ہونے سے آدھ گھنٹہ بعد تک کھلی رہے گی۔

رخصت تفریح سے آدھ گھنٹہ پہلے سے لے کر ریسیس کے بعد پیریڈ کے اختتام تک۔

ذرائع آمدنی :- سیکنڈری ڈیپارٹمنٹ (جماعت پنجم سے دہم) کے ہر طالب علم کو ۲ر ماہوار فیس دینا ہوگی نصف

معاف سے ایک آنہ اور معاف کو معاف رکھا جائیگا۔

کسی خاص سکول کی حالت میں اخراجات کا تقریبًا اندازہ

ڈاکٹر (تھوڑے وقت کے لئے)	۳۰ روپے ماہوار
کمپونڈر	۱۵ ″ ″
ادویات	۲۱۰ ″ سالانہ
متفرقات	۱۸ ″ ″

پنجاب یونیورسٹی

I مفصلہ ذیل اصحاب سال ۱۹۳۴ء کے لئے سکول بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے ہیں

آرٹس فیکلٹی کے نمائندے:
۱۔ مسٹر مکند لال پوری ایم۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ بیرسٹر ایٹ لا
۲۔ بخشی رام رتن صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی
۳۔ ایم محمد شفیع صاحب ایم۔ اے
۴۔ سردار صاحب باوا اودھم سنگھ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ بی۔ ٹی

اورنٹیل فیکلٹی ″ ″:
۵۔ لالہ دیوی دیال صاحب بی۔ اے
۶۔ مسٹر ایس این داس گپتا ایم۔ اے
۷۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب ایم اے۔ ایل ایل ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا
۸۔ لالہ گل بہار سنگھ صاحب ایم اے ایل ایل بی

گورنمنٹ کے نامزدگان:
۹۔ مس ایل ای تھامس بی ایس سی
۱۰۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم۔ اے
۱۱۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ ایف آرمسٹرانگ صاحب ایم اے ایف سی ایس آئی ای ایس سیکرٹری

صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بلحاظ عہدہ اس بورڈ کے چیئرمین ہوتے ہیں۔

II امتحان میٹرکولیشن کے لئے لنکر ور اور خانے وال نئے سنٹر مقرر ہوئے ہیں۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں اسی امتحان کے مضمون فزیالوجی اور ہائی جین کا عملی امتحان ہوا کریگا۔

III صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے حکم دیا ہے کہ امیدواران وظیفہ کی عمروں میں جو تبدیلی بعد از وقت ہوا کریگی وہ وظیفہ دلانے پر کارآمد نہ ہوسکیگی کیونکہ حال ہی میں یہ دقت رونما ہوئی کہ دو میدواروں نے ایک ہی مقدار کے نمبر حاصل کئے تھے بموجب قواعد چھوٹی عمر والے امیدوار کو وظیفہ دیا گیا۔ مگر دوسرے امیدوار نے اپنی عمر کی صحت کے لئے جو درخواست دی ہوئی تھی اس کے رو سے وہ پہلے وظیفہ خوار سے کم عمر ہوگیا۔ اور اس نے وظیفہ دیئے جانے کا دعوے کیا۔

IV ہنڈ وہائی سکول گوجرانوالہ کے منتظمان کی درخواست کہ انہیں جماعت نہم اور دہم کے ساتھ انٹرمیڈیٹ کلاسیں کھولنے کی اجازت دی جائے پیش ہوئی۔ قرار پایا کہ منتظمان کی توجہ تحقیقاتی کمیٹی کی سفارشات پر دلائی جائے۔ جو

چار سالہ انٹرمیڈیٹ کالجوں کے برخلاف رائے زنی کر چکی ہے۔ اگر منتظمان اس پر قانع نہ ہوں اور انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے اجرا کے لئے مصر ہوں تو ان کی درخواست لالہ سائیں داس صاحب اور پروفیسر محمد شفیع صاحب کی مشترکہ کمیٹی کو دی جائے جو دسویں کالج کی منظوری کے لئے بھی کمیٹی کا کام سرانجام دینگے۔

مختصر نوٹ اور کاروائیاں

نتائج امتحان ورنیکلر فائنل ۱۹۳۴ء

حسب معمول ریزلٹ یکم اپریل تک تمام مدارس میں پہنچ گیا۔ مفصلہ ذیل مدارس کا نتیجہ حسب ذیل ہے۔

۱- مڈل سکول بھوگ پور ضلع جالندھر } $\frac{31}{33}$ انگریزی کے مضمون میں سب کے سب پاس گویا عام نتیجہ ۹۴ فیصدی اور انگریزی کا سو فیصدی سردار بے انت سنگھ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ بی۔ ٹی۔ ہیڈ ماسٹر اور ان کے شرکائے کار کو مبارک۔

۲- ڈی۔ بی مڈل سکول کوٹ شیر سنگھ ضلع لاہور } $\frac{42}{42}$ سو فیصدی کی پچھلی روایت قائم رہی۔ لالہ سوبھا رام صاحب ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کو مبارک ہو۔

۳- اے ایس مڈل سکول ڈالہ سندھوال ضلع سیالکوٹ } $\frac{11}{11}$ پاس پنڈت درگا داس صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر اور ان کے سٹاف کو مبارک۔

۴- مڈل سکول ۲۷۸ جھنگ برانچ ضلع لائلپور } $\frac{33}{34}$ ۲۲ اول درجہ پایا۔ ۹ دوم درجہ سابقہ ریکارڈ مات کر دیا گیا چودھری محمد ابراہیم صاحب خلیل ہیڈ ماسٹر کی محنت دلچسپی اور عملہ سے تعاون قابل داد۔

۵- مڈل سکول ہانڈوڈھی ضلع رہتک } بدستور سالہائے گذشتہ نتیجہ سو فیصدی متعلقین کو مبارک ہو۔ چودھری مگھ لال صاحب ہیڈ ماسٹر کی سرگرمی قابل صد تحسین

۶- مڈل سکول ودھوالی ضلع گوجرانوالہ } $\frac{19}{20}$ سردار گورمکھ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کا وجود سکول کے لئے بسا غنیمت آپ کی کارکردگی قابل صد مبارک۔

۷- مڈل سکول نوسنھا ضلع کرنال } $\frac{13}{13}$ لالہ رام سہائے صاحب اور ان کے سٹاف کو مبارک ہو

۸- ڈی بی مڈل سکول فتح آباد ضلع حصار } $\frac{9}{10}$ نواں لڑکا بھی اپنی شادی کی وجہ سے ناکام رہا۔ سال گذشتہ $\frac{2}{8}$ نتیجہ تھا مسٹر آر آر اگروال بی۔ اے۔ بی ٹی کی ان تھک کوششیں بار آور ہوئیں امتحان فسٹ ایڈ میں ۹ طلبا کامیاب ہوئے جو ضلع بھر میں سب سے زیادہ تعداد تھی اور اگروال صاحب کی ذاتی دلچسپی پر دال تھی۔

۹- ڈی بی مڈل سکول سوکڑ ضلع ڈیرہ غازیخاں } $\frac{15}{15}$ لالہ کیول رام صاحب منشی فاضل ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کو مبارک متواتر تین سال سے شاندار نتیجہ نکل رہا ہے۔

۱۰- مڈل سکول پنجار ضلع کانگڑہ - $\frac{11}{12}$ سال گذشتہ $\frac{9}{18}$ لالہ گنگا رام صاحب ہیڈ ماسٹر کو مبارک۔

۱۱- ڈی بی مڈل سکول ہیروال ضلع شیخوپورہ ۱۱/۱۸ چند وظائف کی قوی امید۔ ڈسٹرکٹ سکاؤٹ ریلی میں سکول سکاؤٹ ٹروپ ضلع بھر کے مڈل سکولوں میں بہترین ثابت ہؤا۔ اور اول درجے کا انعام حاصل کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف کو مبارک۔

۱۲- ڈی بی مڈل سکول نوشہرہ پنواں ۶/۸ ورنیکلر مضامین میں اور ۷/۸ انگریزی میں۔ جماعت چہارم ۱۳/۱۳ ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ میں سکول ہاکی میں اول رہا اور کپ حاصل کیا۔ اگزبیچ میں بھی فرسٹ اور کبڈی میں سیکنڈ رہا۔ تینوں ٹیموں نے ۵۰ روپیہ نقد انعام حاصل کیا۔ باوا ہفانیشور سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی سرگرمی قابل تعریف۔

ہم متذکرہ صدر سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اصحاب اور جماعہ معززہ ممبران کو اس نمایاں کامیابی پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ (سیدیوا)

ڈسٹرکٹ بورڈ رہتک کے ۲۶ ٹیچران کی علیحدگی قابل توجہ افسران بالا

ڈسٹرکٹ بورڈ نے اپنے چھبیس نہایت تجربہ کار محنتی اور کام کرنے کے قابل مدرسین کو تیس سالہ ملازمت کے عذر لنگ پر علیحدہ کرنے کا حتمی ارادہ کر لیا ہے جس کی مثال صوبہ بھر کے کسی ڈسٹرکٹ بورڈ نے پیش نہیں کی۔

ڈویژن انبالہ میں ماسوائے ڈسٹرکٹ بورڈ رہتک اس طرح تیس سالہ خدمتگزاروں کو یکا یک علیحدہ نہیں کیا۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے بذریعہ خاص ریزولیوشن نمبر ۶۶ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۳ء صرف ۲۶ ٹیچران کو علیحدہ کر دیا ہے بالفاظ دیگر اس کا اطلاق ایسے تمام مدرسین پر نہیں ہوا۔ افسران بالادست سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ ہم مظلوموں کی حالت زار پر توجہ دیکر ہماری دستگیری فرمائیں۔ (رام رچھپال واحد نمائندہ ۲۶ ٹیچران علیحدہ شدہ از نونہ مزرعہ ضلع رہتک)

نوٹ رہنمائے تعلیم۔ جبکہ پرائیویٹ مدارس کے پچپن سالہ مدرسین کی علیحدگی کا سرکلر جاری کر کے سررشتہ تعلیم نے سکول کے ارباب بست وکشاد کی سفارش پر ساٹھ سال تک ایسے مدرسین کو کام کرنے کی اجازت دینا منظور کر لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ڈسٹرکٹ بورڈ رہتک کے فرض شناس ممبر اصحاب اور پریذیڈنٹ صاحب اپنے ماتحتوں کی حالت زار پر متوجہ نہ ہوں ہماری آرزو ہے کہ وہ ان ۲۶ مدرسین کو کم از کم ساٹھ سال کی عمر تک بشرطیکہ وہ جسمانی طور پر کام کر سکتے ہوں کام کرنے کی اجازت دے کر ان کی جائز دستگیری فرمائیں موجودہ حالات میں ایسے قدیمی خدمتگزاروں کے حقوق کو اس طرح یک لخت نظر انداز کرنا مصلحت نہیں۔ (سیدیوا)

کارروائی دیہات سدھار حلقہ جھجر ضلع رہتک بابت ماہ فروری ۱۹۳۴ء

اس ماہ میں پنڈت جے دیو صاحب اے ڈی آئی نے مواضعات کھیڑکا گوجر اور بھیڑ برکتا آباد میں بذریعہ میجک لینٹرن پرچار کیا ۸ فروری کو مڈل سکول چک جہاز گڑھ کی پارٹی نے موضع اچھیج میں دیہات سدھار ڈرامہ کیا ۱۴ فروری کو مڈل سکول نونہ مزرعہ کی پارٹی نے موضع لواخورد میں ڈرامہ کیا جسکے خاتمہ پر چودھری دیوا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس چودھری نتھو سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اور پنڈت جے دیو صاحب نے تعلیم نسواں پر لیکچر دیئے ۱۸ فروری کو لوئر مڈل سکول چمنی نے موضع ڈھوانہ میں ڈرامہ کیا ۱۹ فروری کو موضع کرونتھ میں کئی دیہاتی ٹیموں کے مقابلے ہوئے ڈرامہ کیا گیا جسے جناب برین صاحب کمشنر بہادر دیہات سدھار پنجاب نے ملاحظہ کیا۔ ۲۳ فروری کو موضع کانوندہ میں ڈرامہ کیا گیا۔ ۲۴ فروری چمنی لوئر مڈل سکول کی پارٹی نے موضع مسعود پور میں ڈرامہ کیا۔ ۲۶ فروری کو موضع جسور کھیڑی میں وہاں کے لوئر مڈل سکول کی پارٹی نے ڈرامہ کیا دیہاتی ٹیموں کے تحصیلی ٹورنمنٹ میں چھارہ مڈل سکول کی تیار کردہ دیہاتی ٹیم کبڈی اور کشتی میں اول رہی۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ اس گاؤں کی ٹیم تمام ضلع کے فائنل ٹورنمنٹ میں بھی اول رہی۔ (رپہبھو دیال شرما ہیڈ ماسٹر چمنی لوئر مڈل سکول)

ہفتہ بچگان رہتک

بچگان اور زچگان کی بہبودی کو فروغ دینے کے لئے ۱۵ سے ۱۸ مارچ تک بیبی ویک منایا گیا پہلا ۱۹۲۸ء میں یہ ہفتہ منایا گیا تھا۔ ۱۵ مارچ کو افتتاحی رسم مسٹر ای ایچ لنکن بہادر ڈپٹی کمشنر نے ادا

ہیلتھ آفیسر صاحب نے بے بی ویک کی اغراض اور ضرورت پر تقریر کی اور طلبا و مدرسین سنٹر کرونتھ نے ایک موثر ڈرامہ اور گیتوں سے حاضرین کو اس کی ضرورت محسوس کرائی۔ پنڈت جے دیو صاحب علاقہ افسر نے نظم پڑھی اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی تقریر کا اردو میں ترجمہ سنایا۔ ۱۶-۱۷ مارچ سنیما ہال رہتک میں مستورات اور بچگان کو صحت کی فلموں کا مفت تماشا دکھایا گیا۔ چودھری ابھے رام صاحب وکیل منیجر سنیما ہال رہتک نے سنیما ہال کا مفت استعمال اور فلم دکھانے سے متعلقین کو مرہون منت کیا۔ تقریباً تین سو بچے تین سال سے کم عمر کے صحت کے مقابلے میں شامل ہوئے۔ ہر فرقہ کے بچوں کو ان کی عمر کے مطابق الگ الگ کیا گیا۔ ۲۷ بچوں کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ ریڈ کراس سوسائٹی ضلع رہتک۔ لیڈیز کلب رہتک اور میونسپل کمیٹی رہتک نے کافی مالی امداد دی۔ ٹاؤن ہال میں نمونوں کے ذریعے رہائشی مکان۔ صحت بخش طرز زندگی اور بچہ کی پرورش و زچہ خانہ کے متعلق نہایت کامیاب نمائش کی گئی۔ مستورات نے ہزاروں کی تعداد میں سنیما اور نمائش سے استفادہ حاصل کیا۔

صاحب بہادر نے مسز ڈاکٹر امرداس۔ ڈاکٹر شکنتلا مس فتح خاں اور مس ٹامس کے علاوہ پنڈت جے دیو اور لالہ ابشر داس کو عمدہ کارکردگی پر سندات عطا کیں ڈرامہ پارٹی کرونتھ کو چھ روپے عطا کئے۔ ہیلتھ آفیسر صاحب رہتک۔ لالہ گوپال داس صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور چودھری دیوا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے اس ہفتہ کی کامیابی میں نمایاں حصہ لیا۔ (رام سنگھ)

بڈلاڈہ مڈل سکول ضلع حصار

خانصاحب حاجی شیخ اللہ رکھا صاحب ڈپٹی انسپکٹر قسمت انبالہ نے بہمراہی سردار بابو سنگھ صاحب انچارج ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سکول کا معائنہ فرمایا۔ آپ نے جہاں دیگر باتوں مثلاً تعداد۔ صفائی اور حاضری وغیرہ کی تعریف فرمائی وہاں انہوں نے مندرجہ ذیل امور کا بھی خاص ذکر فرمایا۔ کہ اس سکول میں باغیچہ کا شوق اچھا ہے جو اچھی حالت میں کہا جا سکتا ہے۔ تربیت جسمانی کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔ پہلی جماعت کا آپ نے خاص شوق سے معائنہ فرمایا اور بے حد مسرور ہوئے! اور فرمایا کہ خوشخطی کی طرف قدرے اور توجہ دی جائے تو وہ بہتر ہوسکتی ہے۔ کہانیاں بنا کر اور سُنا کر طلبا کی قوت گویائی کو بڑھانا چاہیئے۔ اخیر میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں اس سکول کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا ہوں۔ سکول ہٰذا کے علاوہ آپ نے تمام سکولوں کا بھی معائنہ فرمایا۔ (محبوب علی صدیقی)

مڈل سکول بوٹانہ ضلع رہتک

چودھری دیوا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے چودھری عبد الخالق صاحب اے ڈی آئی گوہانہ کے ساتھ سکول کا معائنہ فرمایا۔ سکول کی تعلیمی حالت اور تعداد ورزش جسمانی کی خوب تعریف کی اور اچھے ریمارکس دئے! اور دیہات سدھار کی خاص تعریف کی سکول ٹیم کے تحصیل میں فرسٹ رہنے دیہاتی ٹورنیمنٹ میں تحصیل میں فرسٹ اور ضلع میں سکنڈ انعام حاصل کرنے پر شاباش دی۔ سنٹر کے تمام مدرسین کو مخاطب کر کے تعلیمی حالت کو بہتر بنانے اور سکولوں کو ترقی دینے کی مناسب ہدایات دیں۔ رات سکول کی طرف دیہات سدھار ڈرامہ دکھایا گیا۔ حاضرین کافی جمع ہوئے۔ میدان سکول حاضرین سے بھرا تھا۔ اصحاب ممدوح الصدر نے اپنے قیمتی وقت کو ڈرامہ کے لئے عطا کر کے ڈرامہ میں رونق بخشی۔ ڈرامہ کے خاتمہ پر لالہ مکند لال صاحب نے سکول رپورٹ پڑھی۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے سکول کی عمدہ کارگزاری اور دیہاتیوں کے فرائض اور سدھار پر موثر تقریر کی۔ حاضرین خاص متاثر ہوئے۔ (رام سروپ ملک)

مڈل سکول سنگھ بھگونت پور ضلع انبالہ

سکول سٹاف کا ایک غیر معمولی اجلاس پنڈت ساون رام صاحب بھنوٹ ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں لالہ لکھمی شام داس صاحب بی اے بی ٹی لیکچرار سائنس سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی والدہ صاحبہ محترمہ کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج و الم کیا اور پرماتما سے پرارتھنا کی کہ وہ مرحومہ کو سدگتی پراپت کریں اور پسماندگان کو صبر و جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ کثرت رائے سے قرار پایا کہ ایک نقل پریس کو اور ایک لالہ صاحب خدمت میں ارسال کی جائے۔ (عمر دراز خاں)

رہنمائے تعلیم لالہ گھنشام داس صاحب سے اس واقعہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (سپد یوا)

مڈل سکول چک نمبر ۷۲ جھنگ برانچ ضلع لائل پور

سکول کے امتحان ورنیکلر فائینل کی خوشی میں جو اس کے نتیجہ کا لازمی نتیجہ تھا چودھری محمد شفیع صاحب نمبر دار چک مذکور کی صدارت میں معززین علاقہ نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا۔

"نتیجہ امتحان ورنیکلر فائنل $\frac{33}{34}$ دکھا کر جناب ہیڈ ماسٹر صاحب ایم محمد ابراہیم صاحب خلیل نے سکول کے نہ صرف گیارہ سالہ ریکارڈ کو مات کر دکھایا بلکہ سکول کی زندگی میں یہ پہلا شاندار موقع ہے کہ ایسے اعلےٰ نتیجہ کے ساتھ دیگر شعبوں میں ترقی دکھا کر جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب سے سالانہ معائنہ پر خراج تحسین حاصل کیا۔ اور موجودہ کساد بازاری کے زمانہ میں زلزلہ فنڈ کے لئے ایک سو گیارہ روپے کی قابل قدر رقم جمع کی جو اس امر کی شہادت ہے کہ آپ پبلک کے دلوں میں گھر کئے ہوئے ہیں۔ ایسے اچھے نتیجہ اور اس نمایاں کارگذاری پر انہیں صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ افسران بالا انہیں سکول میں رکھ کر مرہون منت بنائے رکھیں۔

۲۔ یہ اجلاس سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے کمال مہربانی اور شفقت سے گذشتہ سال سے جناب چودھری محمد ابراہیم صاحب خلیل کو اس سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر فرما کر ہماری حقیقی دستگیری فرمائی۔ اور ہمارے بچوں کو ایسا قابل استاد دے کر انہیں دولت علم سے مالا مال ہونے کا موقعہ عطا فرمایا۔

۳۔ قرار پایا کہ اجلاس ہذا کی کارروائی کی نقل اصحاب ذیل کی خدمت میں روانہ کی جائے۔

ا۔ جناب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لائل پور

ب۔ ایڈیٹر صاحب لائل پور اخبار ہفتہ وار

ج۔ ایڈیٹر صاحب رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور

(محمد شفیع پریزیڈنٹ)

مڈل سکول سورنگیاں ضلع سیالکوٹ

۲۷ مارچ پنڈت مرلی دھر صاحب موؤگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع سیالکوٹ نے بہمراہی بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ و سید فتح علی شاہ صاحب اے ڈی آئی تحصیل پسرور سکول کا معائنہ فرمایا۔ سردار مول سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور معززین علاقہ نے استقبال کیا سکول بینڈ نے سلامی دی۔ سکول طلبا نے ماس ڈرل اور ریلے فار آل دکھائی۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے سکول کے مختلف بورڈ ول (اخبار۔ عام واقفیت۔ شہریت۔ ہسٹری۔ جیاگریفی اور جنرل ٹائم ٹیبل) کا ملاحظہ فرما کر خوشنودی کا اظہار کیا۔ پھولدار پلانٹس کو دکھا سکول کی صفائی۔ گلاب کی شگوفہ دار قلمیں جو احاطہ سکول کے چاروں طرف لگائی گئی تھیں۔ زراعتی فارم کی شادابی پر اظہار مسرت کیا۔ تعلیمی حالت کو تسلی بخش فرمایا۔ جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت فرمائی۔ ہیڈ ماسٹر نے استقبالیہ نظم پڑھی۔ طلبا سکول نے مذاقیہ نقلیں سنا کر حاضرین کو خورسند کیا لڑکوں اور لڑکیوں کو جو بیس انعام تقسیم فرمائے۔ اور طلبا کو زرین ہدایات سے مالا مال کیا۔ سید فتح علی شاہ صاحب نے سکول کی سابقہ ہسٹری بیان کر کے موجودہ حالت سے موازنہ کیا اور فرمایا کہ سردار مول سنگھ صاحب کی نگرانی میں سکول خوب ترقی کر رہا ہے۔ تعداد طلبا بھی بہ نسبت سابق کم نہیں۔ اگرچہ سال گذشتہ میں سکول کے نواحی علاقہ میں دو دو میل کے فاصلہ پر ایک ورنیکلر مڈل سکول اور ایک لوئر مڈل سکول کھل چکا ہے۔ گویا ہیڈ ماسٹر صاحب اور ممبران سٹاف کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ سکول کے ملحقہ دیہات میں پرائمری سکول کھول کر تعداد کو بحال رکھا ہے۔ معززین دیہات کو ٹی پارٹی دی گئی۔

(پنڈت درگا داس)

مڈل سکول مرج پور ضلع حصار

۱۔ ۲۵ مارچ کو چودھری لاجپت رائے صاحب سینئر وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ نے سکول کا معائنہ فرمایا۔ اور ریمارک دیا کہ سکول کا کام بہت اچھی طرح سے چل رہا ہے باشندگان دیہہ اسٹاف کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ حال ہی میں جو سالانہ معائنہ ہوا اس کے ریمارک تسلی بخش ہیں۔ سکول کا انتظام پنڈت جگن ناتھ صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ سکول کے ساتھ چھوٹا سا باغیچہ ہے۔ جو بہت اچھی حالت میں ہے۔ جس کے لئے چودھری پربھودیال زراعت ماسٹر تحسین کے مستحق ہیں۔

۲۔ آپ کی تشریف آوری سے تھوڑا وقت پہلے پنڈت گنپت رائے صاحب بی۔ اے (آنرز) بی ٹی اے ڈی آئی نے بہمراہی بھائی بڈھا سنگھ صاحب اے ڈی آئی فار بی ٹی سالانہ معائنہ فرمایا تعلیمی حالت اور رجسٹروں سے محظوظ ہوئے۔ اور رائے بک میں درج فرمایا کہ ہیڈ ماسٹر اور سٹاف شاباش کا مستحق ہے تمام مدرسین کی سندات پر سیٹسفکٹری درج فرمایا۔ اجلاس عام میں طلبا نے بھجن چوپائی اور لطیفوں سے حاضرین کو خوش کیا تعلیم کے فوائد اور زمینداروں کی بہتری کے اسباب بخوبی واضح کئے۔ پنڈت جگن ناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے سکول رپورٹ پڑھی جس میں ہر شعبہ میں نمایاں ترقی کا اظہار ہوا۔ ڈاکٹر گلاٹی صاحب نے زمینداروں کو ایشور کی پرارتھنا کرنا لازمی امر جتلایا۔ چودھری پربھودیال زراعت ماسٹر نے حاضرین کو اچھے بیج کاشت کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ زراعتی فارم ہانسی سے بیج منگا کر یہاں ایک دکان کھولنی چاہیئے۔ صاحب صدر نے زمینداروں کو مشورہ دیا کہ مکانات کشادہ بنایا کریں۔ روشندان اور کھڑکیوں پر خاص دھیان رہے۔ کھاد کو گڑھوں میں رکھا جائے۔ گلیاں روزانہ صاف ہوں۔ موسمی بخار سے بچاؤ کے لئے کونین اور مسہری کا استعمال لازمی ہے۔ پچیس روپے کی شیرینی بچوں میں تقسیم کی گئی۔

۳۔ جلسہ دیہات سدھار۔ ۲۵ مارچ رات کو ڈاکٹر گلاٹی صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حاضری کافی تھی۔ ماسٹر فقیر چند صاحب نے بھجن گایا۔ ایک طالب علم نے گاؤں کی خرابیوں اور کھاد کے استعمال پر بھجن گایا۔ چودھری چتر سنگھ صاحب بی۔ اے ایل ٹی ہیڈ ماسٹر جاٹ ہائی سکول حصار نے نہایت فاضلانہ لیکچر دیا۔ جس میں دیہاتیوں کو ورزش تعلیم اور کھلے مکانات میں رہائش کے فوائد بتلائے۔ رائے صاحب چودھری لاجپت رائے صاحب ایڈوکیٹ سینئر وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ حصار نے زمینداروں کو تعلیم کے فوائد جتلا کر کہا کہ اگر ترقی کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے تعلیم حاصل کرنا ہوگی تاکہ اپنی جائز خواہشات کا تقریر و تحریر میں اظہار کر سکو۔ خالی وقت میں کچھ نہ کچھ دستکاری سیکھا کرو۔ کسی ہنر کو برا خیال کرنا قوموں کی گراوٹ کا موجب ہوتا ہے۔ پنڈت جگن ناتھ صاحب نے شاردا ایکٹ کے فوائد بتا کر صغیر سنی شادی کے برخلاف توجہ دلائی۔ صاحب صدر نے تعلیم کے فوائد اور زمینداروں کی بہتری کے اسباب پر موثر تقریر کی۔ اور تمام اصحاب کا جو حصار سے تشریف لائے تھے شکریہ ادا کیا۔ (پربھودیال)

ڈی بی پرائمری و لوئر مڈل سکولز ٹورنمنٹ سپاٹو ضلع شملہ

۹۔ مارچ جناب ایس۔ ایف ڈین صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ کی زیر نگرانی مڈل سکول سپاٹو ڈگشائی لوئر مڈل سکولز چھاونہ سگھگ۔ ککڑ ہٹی اور پرائمری سکولز دیولگی۔ جامیاں۔ کدور اور مجھول کے طلبا کا ٹورنمنٹ ہوا۔ جس میں ریلے ریس آلو ریس۔ سو گز کی دوڑ۔ دو سو بیس گز کی دوڑ۔ ایک ٹانگ کی دوڑ۔ تین ٹانگ کی دوڑ۔ مرغوں کی لڑائی۔ رسہ کشی۔ اونچی چھلانگ لمبی چھلانگ اور والی بال میں طلبا نے حصہ لیا۔ مدرسین اور پبلک کی بھی رسہ کشی کا مقابلہ ہوا۔ مدرسین کامیاب رہے۔ نصف میل کی دوڑ کا کھلا مقابلہ ہوا۔ اس کے لئے مسٹر پیریٹ منیجر ملٹری ڈیری فارم سپاٹو نے انعامات مخصوص کر رکھے تھے۔ بستی رام چپراسی مڈل سکول سپاٹو نے اول نمبر کا اور مسٹر میلا رام نے دوم درجہ کا انعام حاصل کیا۔ ہر ایک سکول سے چند انعام صفائی

کے بھی پیش کئے گئے جس کے لئے مس کار صاحبہ کو جج مقرر کیا گیا۔ آپ نے شیام سندر طالب علم سکول سپاٹو کو اول درجہ کے انعام کا مستحق قرار دیا۔

ٹورنمینٹ کے انعامات کے جلسہ کی صدارت مسٹر ڈبلیو بی کار ایگزیکٹو افسر چھاؤنی سپاٹو نے فرمائی۔ علاوہ باشندگان دیہہ افسران چھاؤنی۔ چودھری محبوب علی خانصاحب تحصیلدار اور ڈسٹرکٹ انجینئر صاحب شملہ نے شمولیت فرمائی۔ پنڈت رام چند صاحب مولوی حبیب احمد صاحب مدرسین نے نظمیں گائیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے تمام حاضرین اور ممبران انتظامیہ کمیٹی کا شکریہ ادا کیا۔ ٹورنمینٹ اور کھیلوں کی اہمیت عوام پر ظاہر کی۔ صاحب صدر نے مستحقین کو انعامات عطا کئے۔ جن میں مڈل سکول سپاٹو کے طلباء کا حصہ غالب رہا۔ (پنڈت نند کشور)

ڈسٹرکٹ بورڈ سکولز ٹورنمینٹ ضلع شملہ بمقام کوٹ گڑھ

۲۱- مارچ کوٹ گڑھ کے علاقہ کے ڈی بی مدارس کی چھ ٹیمیں مشن سکول کوٹ گڑھ کی گراؤنڈ میں بغرض مقابلہ جمع ہوئیں گراؤنڈ خوب آراستہ کی گئی تھی۔ ٹھیک دس بجے مسٹر ایس۔ ایف ڈبن بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تشریف لائے اور مقابلہ شروع ہوا۔ حاضری توقع کے برخلاف بہت زیادہ تھی۔ طلباء کے میچوں کے علاوہ مدرسین ڈسٹرکٹ بورڈ مدارس اور دیگر منظور و غیر منظور شدہ مدارس کے مدرسین کا دوستانہ والی بال اور رسہ کشی کا مقابلہ ہوا۔ غرض ٹورنمینٹ بہت کامیاب ثابت ہوا۔ تقسیم انعامات کا جلسہ ٹھاکر گوپی چند ریٹائرڈ انسپکٹر ڈاک خانجات شملہ ڈویژن کی صدارت میں ہوا۔ ٹھاکر کرم چند صاحب سیکرٹری انتظامیہ کمیٹی و ہیڈ ماسٹر مڈل سکول شماتھلہ نے ٹورنمینٹ کی رپورٹ پڑھی اور مسٹر ہوسٹس آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر و چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ اول درجہ کے علم دوست۔ رحم دل منصف مزاج اور ضلع کے باشندگان کے حقیقی بہی خواہ ہیں۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کا تعلیمی معیار بڑھانے اور دیہات سدھار کے تمام شعبوں میں سرگرمانہ دلچسپی لینے پر شکریہ ادا کیا۔ اور ٹورنمینٹ کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ ڈاکٹر آتما رام صاحب ایس اے شرما پریذیڈنٹ۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب مڈل سکولز علاقہ۔ پنڈت رام سروپ صاحب انچارج تھانہ اور بابو ملن رام صاحب کیمپ کلرک کا امداد دہی کے لئے شکریہ ادا کیا۔ شماتھلہ سکول طلباء نے پہاڑی گیت گایا۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے چیئرمین صاحب بہادر کے شکریہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے موزوں تقریر فرمائی ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد انعامات تقسیم ہوئے اور صاحب صدر کی قابل قدر تقریر کے ساتھ کارروائی ختم ہوئی۔ (دیال ورما شملوی)

نوٹ۔ جو پہاڑی گیت اس موقع پر مسٹر ڈبن کی شان میں گایا گیا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی تشریف آوری پر مدرسین شماتھلہ بندگی عرض کرتے ہیں۔ آپ نے جماعت چہارم کا امتحان ترقی لیکر ڈسٹرکٹ بورڈ سکولوں کا ٹورنمینٹ جاری فرمایا۔ کھیلوں کے ساتھ صفائی کا مقابلہ بھی ضروری ہے کھیل کا سامان مہیا فرماکر آپ نے بڑی مہربانی فرمائی ہے۔ یہ ضلع کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے۔ دیہات سدھار کے لئے فونوگراف منگاکر زمینداران علاقہ کو خورسند و مستفید کیا۔ میجک لینٹرن کی تصاویر دکھاکر صفائی اور امراض متعدی کی طرف سے پورے طور پر باخبر کیا ہے۔ یہ بھی ضلع کے لئے پہلی اور نئی اختراع ہے۔ ماسٹر صاحبان اور طلباء کا گاؤں گاؤں میں پہنچکر صفائی کا عملی نمونہ دینا اور عوام کو صفائی کی تلقین کرنا۔ باوڑیوں کی صفائی خود کرنا اور عوام سے کرانا۔ راستوں کے صاف رکھنے کی ہدایات دینا آپ کے عہد کا کرشمہ ہے۔ اس لئے شماتھلہ سکول کے ممبران خدا سے ملتجی ہیں کہ ایسے منصف اور عادل رحمدل افسر کا سایہ عرصہ تک ان کے سروں پر رہے۔" (رام دیال ورما)

ڈی بی اے وی مڈل سکول نادون ضلع کانگڑہ

جناب لالہ پرتھوی پال صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز نے سالانہ معائنہ فرمایا۔ چار بجے شام جناب مسری راجہ نریندر ناتھ صاحب بہادر سی ایس ای والئے ریاست نادون کی صدارت میں انعامات کا جلسہ ہوا۔ طلباء نے دعائیہ نظم گائی۔ حاضرین پانسو سے زیادہ تھے۔ میاں برج سنگھ

صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی سکول کی بہتری اور بہبودی پر روشنی ڈالی۔ اور سکول کے مددگار اور حامی اصحاب کا شکریہ ادا کیا گیا۔ جن میں صاحب صدر اور ٹھاکر گوردھن صاحب۔ میاں نارائن جان نمبردار اور ممبران لوکل کمیٹی نادون کے نام قابل ذکر ہیں۔ جماعت سوم کے چند بچوں نے دیہات سدھار اور اشاعت تعلیم پر نظم گائی۔ پنڈت تلسی رام صاحب نے پنجابی نظم گا کر عوام سے اپیل کی کہ تعلیم کے لئے بچوں کو سکول میں بھیجیں۔ پنڈت پریم چند شرما نے سکولوں کی حالت اور افسران کی عنایات پر نظم پڑھی۔ گوبرل اور اس کی پارٹی طلبا جماعت ہشتم نے انگریزی ڈرامہ دکھایا۔ بابو رام جماعت ششم نے انگریزی نظم پڑھی۔ اسی نام کے ایک طالب علم جماعت اول نے اردو نظم نہایت وضاحت سے پڑھ کر خراج تحسین حاصل کیا۔ انعامات پندرہ روپے کے مستحقین میں تقسیم فرما کر طلبا سکول میں سترہ روپے کے لڈو بانٹے گئے۔ (پریم چند شرما)

مڈل سکول بھوگن پور ضلع جالندھر

سردار بے انت سنگھ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ بی۔ ٹی کے وقت سے سکول بلحاظ تعلیم۔ اخلاق کھیل بیش از بیش ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ میلہ کور وکشیتر میں ہائی سکولوں کے سکاوٹس کے مقابلہ میں اس سکول کے کمسن سکاوٹس نے اپنے فرائض منصبی کو حسن ہمت کوشش اور جانفشانی سے نبھایا۔ وہ صاحب موصوف کی ہمہ تن سعی اور عملی اخلاقی تعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔

تحصیلی ٹورنیمنٹ میں تمام انفرادی اور اجتماعی کھیلوں میں سکول کے کھلاڑی اول رہے۔ ڈسٹرکٹ سکاوٹس ریلی میں سکاوٹ کرکٹ اور اگر ٹیچ میں اول رہ کر سلور کپ اور فلیگ آف آنر حاصل کیا۔ سکول میں دیہات سدھار اور پروپیگنڈا میں ہمہ وجوہ کوشش کی جاتی ہے۔ سنگنگ پارٹی کے ذریعہ نواحی علاقہ میں پرچار کر کے فبیح اور مذموم رسوم کی مذمت۔ صفائی اور تعلیم کا عام پرچار کیا جاتا ہے۔ چند دیہات میں گلیوں کے فرش بنوائے جا رہے ہیں۔ انسداد پلیگ کیلئے ٹیکہ کی اہمیت ظاہر کر کے عوام کو قائل کیا گیا۔ غرض آپ کی سرگرمی اور کوشش قابل صد تحسین و آفرین ہے۔ (حکم سنگھ)

مڈل سکول ادھووالی ضلع گوجرانوالہ

۲۸۔ مارچ کو مدارس سنٹر کی مختلف ٹیمیں اور مضافات کی دیہاتی کلبیں شامل ٹورنیمنٹ سنٹر ہوئیں۔ صبح نو سے گیارہ بجے تک مقابلے ہوئے مختلف کھیلیں کھیلی گئیں۔ لمبی چھلانگ۔ کبڈی۔ رسہ کشی۔ والی بال اور کئی مقابلے ہوئے۔ چودھری غلام حسین صاحب سکاوٹ ماسٹر نے عوام الناس کی دلچسپی قائم رکھنے کے لئے مختلف کھیلیں اور کرتب دکھائے۔ بعد دوپہر دیہاتی کلبوں کے مقابلے ہوئے۔ پھلوکی اور ادھووالی کلبوں کا والی بال میں شاندار مقابلہ ہوا۔ اول الذکر کلب جیتی۔ کھلاڑیوں کو ریفرشمنٹ دی گئی۔ کبڈی اور کشتی ہوئی۔ کبڈی میں ادھووالی ٹیم بازی لے گئی۔ سردار سرجیت سنگھ صاحب لاتیہ رئیس کی صدارت میں انعامات تقسیم ہوئے۔

۱۔ ٹیم رسہ کشی لوئر مڈل سکول نوکھر۔ خان بہادر ملک زمان مہدی خاں میڈل۔
۲۔ والی بال ٹیم مڈل سکول ادھووالی۔ شیخ رحیم بخش صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر " "
۳۔ کبڈی " " " ۔ چودھری عبدالغنی صاحب بی اے " "

مضافات اور سکول خاص کے اچھے کھلاڑیوں میں بنیان۔ رومال اور نقدی انعام کے طور پر تقسیم ہوئی۔ دیہاتی کلب ادھووالی کو تین روپے نقد انعام ملا جس میں سے دو روپے سردار گورمکھ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کا عطیہ تھا۔ اور ایک روپیہ سردار گوربخش سنگھ صاحب لاتیہ کا۔ آپ نے آنے والی ٹیموں اور تماشائیوں کو شاندار دعوت بھی دی۔ اور اپنی الوالعزمی سے ٹورنیمنٹ کو کامیاب کیا۔ (گیان چند)

اپر مڈل سکول سنگھ بھگونت پور ضلع انبالہ

پنڈت سورج مل صاحب اے ڈی۔ آئی روپڑ کی صدارت میں یوم والدین اور پھولوں کی نمائش ہوئی۔ طلبا۔ ان کے والدین اور سنٹر کے مدرسین اصحاب نے

شوق سے حصّہ لیا۔ پرارتھنا کے بعد پنڈت ساون رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے افتتاحی تقریر میں جلسہ کی غرض وغایت بیان کی طلبا نے دیہات سدھار کے راگ متعلقہ تعلیم۔ صفائی اور گوبر کا بہترین استعمال وغیرہ گائے۔ فلاح دیہات پر مضمون سنایا گیا جسے دیہات کی اصلاح کا مرقع بتایا گیا۔ مچھر اور مکھی کے مکالمہ نے حاضرین کو بہت محظوظ کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مدرس کی کامیابی پر موثر تقریر کی اور بتایا کہ کن کن وسائل سے مدرس ہردلعزیز ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ماس ڈرل۔ شورک فینسی مارچ پریڈ۔ بلڈنگس اور شاف ڈرل دکھائی گئی۔ صاحب صدر نے اپنی موثر اور جامع تقریر میں متعدی اور غیر متعدی امراض سے بچنے کی تدابیر۔ صفائی۔ کھاد کے لئے بہترین جگہ کا انتخاب۔ پھولوں کا لگانا اور دیہات میں کھیلوں کے شوق پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں خوشنما پھولوں کے گملوں والے طلبا اور دیگر خاص تحاریک میں شوق لینے والے طلبا کو انعامات دیئے گئے۔ صاحب صدر نے لاگ بک میں درج فرمایا کہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف اس کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سکول کی ماس ڈرل۔ شورک اور فینسی مارچ نہایت اچھی ہے۔ (عمر دراز خاں)

ڈی بی مڈل سکول سنتوکھ گڑھ ضلع ہوشیار پور

۲۴ مارچ بمنشا افسران سررشتہ تعلیم یوم والدین منایا گیا تمام طلبا کے والدین اور قریباً ڈیڑھ سو دیگر اصحاب کو مدعو کیا گیا۔ سات سو کی حاضری میں پنڈت دینا ناتھ صاحب گوتم بیرسٹر ایٹ لا ریٹائرڈ ایگزیکٹو انجینئر صدر قرار پائے۔ سردار پرتاب سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے سکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ لالہ بنسی لال ایس وی جائنٹ سکرٹری۔ دعائیہ نظم کے بعد پنڈت اچنا رام کا راگ ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے جلسہ کے غرض وغایت والدین اور مدرسین کا تعاون اور تعلیم کے بارے میں طلبا دان کے والدین اور مدرسین کے فرائض پر کماحقہ روشنی ڈالی۔ اور بجائے خود ہر ایک کو اس کے فرائض سے بذریعہ امثال آگاہ کیا۔ حاضرین کو اپنے سٹاف کی تعداد اور قابلیت سے آگاہ کیا۔ ورنیکلر فائینل کے نتائج کو بطور شہادت پیش کیا۔ کھیلوں کا اعلیٰ پیمانہ پر ہونا پبلک مطالعہ کے ایڈلٹ لائبریری اور بچوں کے لئے لائبریری کی کتب کا کافی ذخیرہ ہے۔ ریڈ کراس سوسائٹی غریب طلبا کو کتابیں فیس۔ ادویات۔ صابن وغیرہ مفت بہم پہنچاتی ہے۔ بعض منڈلیوں سے محقد دیہات میں دیہات سدھار کا پرچار اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہے۔ میلوں میں بھولے بھٹکے بچوں کو والدین تک پہنچایا جاتا ہے۔ گم شدہ اشیا مالکوں کو پہنچائی جاتی ہیں۔ رفاہ عام کے تمام کاموں میں حصّہ لیا جاتا ہے۔ چھوٹا سا شفاخانہ بھی ہے۔ زراعتی فارم اعلیٰ پیمانے پر چل رہا ہے۔ غرض سکول تمام تحاریک حاضرہ کا مرکز ہے۔ اس کے بعد بچوں کے تین گروپوں کے بھجن ہوئے۔ پنڈت مولراج حکیم حاذق نے صحت جسمانی کے قیام پر لیکچر دیا۔ ایک طالب علم نے فارسی لطیفہ سنایا۔ بھجن منڈلی نے زیورات پہننے کی خرابیاں بتائیں۔ دو بچوں نے فارسی گفتگو کی۔ چودھری رام چند ایس وی نے تعلیم نسواں پر سب کی توجہ دلائی۔ فضول خرچی۔ مقدمہ بازی اور قرضہ سے پرہیز کی تلقین کی تعلیم اور کاشتکاری کو مرجع خلائق بنایا۔ عورتیں گھروں کے کپڑے خود سیئیں۔ جماعت پنجم کے ایک طالب علم نے اردو لطیفہ سنایا۔ سردار نتھا سنگھ زراعت ماسٹر نے زراعتی فارم کا خاکہ دلچسپ اور دلکش انداز میں بیان کیا۔ اور طلبا کی محنت اور دلچسپی کی داد دی۔ پھولوں کے گملوں کے مقابلے میں مڈل سکول سنتوکھ گڑھ اول رہا۔ حاضرین کو سکول کے پلاٹ دکھا کر رغبت دلائی گئی کہ وہ بھی گھروں میں اس قسم کے پھول لگائیں۔ زراعت کے عجائب خانہ میں تمام قسم کی گندم۔ کپاس۔ چنا اور دیگر اجناس کے بیج بوتلوں میں رکھے تھے۔ ہر قسم کی عجیب اشیا قرینے سے سجائی گئی تھیں۔ ترقی دادہ آلات کشاورزی دکھلائے گئے جسے تمام حاضرین نے پسندیدگی سے دیکھا۔ سردار اچھر سنگھ ڈرل ماسٹر نے ڈرل کرائی جس سے ایک شاندار سین پیدا کیا گیا۔ ایک کھیل میں دکھایا گیا کہ کیچڑ میں پھنسی ہوئی فوج کام سے تھک کر کس طرح اپنی تکان کو ایک دوسرے کے گھٹنوں کی کرسیاں بنا کر آرام کر سکتی ہے۔ لالہ بنسی لال نے انجمن امداد باہمی اور کفایت شعاری کے اغراض ومقاصد وفوائد بیان کئے۔ کہ زمیندار کیونکر ساہوکاروں سے بچائے جا سکتے ہیں۔ اور زمیندارہ بنک ان کی امداد کا موجب

ہو سکتے ہیں۔ صاحب صدر نے اپنی پنجابی تقریر میں جلسہ کی تمام کارروائی کا فوٹو کھینچا اور والدین کو ہدایت کی کہ لازمی طور پر سکول میں آکر اپنے بچوں کی تعلیم اور چال چلن کی نسبت اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر صاحب سے دریافت کرتے رہا کریں۔ ان کے میل جول سے بہت فائدہ ممکن ہے۔ تمام کامیابی بنظر استحسان دیکھ کر ہیڈ ماسٹر صاحب کی حسن کارگذاری کی داد دی۔ (بنسی لال)

رہتک ریفریشر کورس پی ٹی اور سکاؤٹس ریلی

مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ او بی ای پراونشل سیکرٹری پنجاب بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن ۲۹ مارچ کو رہتک پہنچے۔ جناب مسٹر ایم۔ آر سچدیوا آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر رہتک کے ہمراہ اسی روز شام کو موضع سسد سانہ میں منعقدہ پی ٹی ریفریشر کورس کا معائنہ کیا۔ دو ہزار دیہاتی اس موقعہ پر موجود تھے۔ مستورات بھی خاصی تعداد میں جمع تھیں۔ چودھری نتھو سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اور طلبا نے ہر دو اصحاب کا استقبال کیا۔ زیر تربیت مدرسین اور طلبا نے چودھری رام مہر صاحب اے ڈی آئی فار پی ٹی کی کمان میں نوک ڈونگ اور دیگر کرتبوں کا مظاہرہ کیا۔ علاقہ کے چار دیہاتی کلبوں کا رسہ کشی۔ کبڈی۔ لمبی چھلانگ۔ گولہ پھینکنا اور کشتی میں مقابلہ ہوا۔ جیتنے والوں کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اپنے ہاتھوں پگڑیاں قمیضیں اور نیاں بطور انعام عطا کیں۔ گاؤں کی استقبالیہ کمیٹی نے ٹی پارٹی دی جس میں علاقہ کے سربر آوردہ اشخاص شامل تھے۔ اسی روز رہتک میں ضلع بھر کے مدرسین اور ریاست دوجانہ کے مدرسین کا سکاؤٹس کیمپ شروع ہوا جس کی افتتاح سردار بہادر کپتان دلیپ سنگھ صاحب آئی او ایم۔ ڈسٹرکٹ سکاؤٹ کمشنر کی موجودگی میں مسٹر ہاگ نے جھنڈے کے لہرانے کی رسم۔ دعا اور تقریر سے کی۔ اسی شام راؤ بہادر چودھری چھوٹو رام صاحب ایم۔ ایل۔ سی نے کیمپ کا ملاحظہ کیا۔ ۲۹۔ اور ۳۰ کو سکاؤٹ کرافٹ کی مختلف شاخوں میں مقابلے ہوئے۔ ۳۱ کو فرسٹ ایڈ کا مقابلہ ہوا۔ مسٹر ہاگ۔ صاحب سول سرجن رہتک اور ڈسٹرکٹ میڈیکل انسپکٹر آف ہیلتھ نے بطور جج کام کیا۔ ۳۰ کی رات کیمپ فائر ہوئی جس میں تمام اعلےٰ حکام ضلع شامل تھے۔ ۳۱ مارچ کو جیتنے والی ٹیموں کے کرتب اور مظاہرے دکھلائے گئے۔ پنڈت جے دیو صاحب اے ڈی۔ آئی افسر کیمپ نے چودھری دیوا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی علالت کی وجہ سے ان کی طرف سے رپورٹ پڑھی۔ مسز سچدیوا صاحبہ نے انعامات تقسیم فرمائے۔ دس سکولوں نے دس مقابلوں میں اول رہ کر انعام حاصل کئے۔ یعنی لنکن سکاوٹ کرافٹ کپ ڈی بی ہائی سکول کوسلی۔ ولسن فسٹ ایڈ کپ ہندو ہائی سکول سونی پت۔ معائنہ کیمپ مڈل سکول ریاست دوجانہ۔ عدنیکلر ہا آس کا مقابلہ مڈل سکول ڈیکھل۔ کھیلوں میں انٹر پٹرول مقابلے مڈل سکول ڈیکھل۔ سکاوٹ بیس۔ گوڑ برہمن ہائی سکول رہتک۔ پیغام رسانی گورنمنٹ ہائی سکول گوہانہ۔ کم کا کھیل متعلقہ مشاہدہ مڈل سکول ناہری۔ تحریری پرچہ فسٹ کلاس درجہ گورنمنٹ ہائی سکول جھجر۔ تحریری پرچہ اور کیمپ کے معائنہ میں خاص کام ڈی بی ہائی سکول مہم۔ (رام مہر)

خالصہ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول چک نمبر ۲۹ جنوبی سرگودھا

۲۵ مارچ بڑی تیاریوں کے بعد جلسہ تقسیم انعامات زیر صدارت فخر قوم جناب سردار تیجا سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ اینڈ سشن جج سرگودھا بشمولیت اعلےٰ حکام ضلع پولیس نہر محکمہ حفظان صحت تعلیم رؤسا سرگودھا و دیہات منعقد ہوا۔ سردار سنت پرکاش سنگھ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ سردار بہادر ڈاکٹر ہرنیس سنگھ صاحب۔ ڈاکٹر چوپڑہ صاحب ہیلتھ آفیسر۔ ڈاکٹر گلاٹی صاحب ایس ڈی او نہر۔ سردار صاحب صوبیدار رنبیر سنگھ صاحب۔ صوبیدار میجر سردار رلا سنگھ صاحب لیفٹننٹ سردار کرتار سنگھ صاحب پرنسل اسسٹنٹ سردار گنڈا سنگھ صاحب اور لالہ سوہن لعل صاحب بی اے ڈی آئی فار پی ٹی کے نام خاص قابل ذکر ہیں جناب ملک محمد حسین صاحب ایم اے پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بوجہ ضروری کام شامل نہ ہوسکے اور پرنسل اسسٹنٹ صاحب کی معرفت پیغام دعا و کامیابی ارسال فرمایا۔ عین دو بجے جناب صدر تشریف فرما ہوئے سکول طلباء نے بینڈ باجہ اور ویلکم کے گیت گا کر پرجوش استقبال کیا حاضرین جلسہ نے کھڑے ہو کر تعظیم کی اور ست سری اکال کے فلک شگاف نعروں سے

آپ کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے۔ جلسہ کی کارروائی پرا رتھنا اور خوش آمدید کے دلکش ترانوں سے شروع ہوئی۔ دو گھنٹے تک نصیحت خیز ڈرامے۔ ولولہ انگیز نظمیں اور فینسی ڈریسنگ ہوتے رہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں سکول کی سال گذشتہ کی کارکردگی کو موثر طریق سے پیش کیا گیا تھا۔ حاضرین یہ سنکر بہت خورسند ہوئے کہ جہاں سکول نتائج سو فیصدی ہیں وہاں تحصیل ٹورنیمنٹ میں فٹ بال اور راگڑ پیچ کے اول درجہ کے کپ بھی سکول نے جیتے۔ سکول کی صحت اور صفائی کی کمیٹیوں۔ لٹریری کلب اور گورونانک کلب کی کارگزاری پر کما حقہٗ روشنی ڈالی گئی۔ افسران محکمہ تعلیم کے ریمارکس کی نقلیں اس امر کی شہادت دیتی تھیں کہ عام پبلک کے علاوہ سکول افسروں کی نظر میں کہانتک ممتاز ہے۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے اور اپنی تقریر میں بچوں کو اعلےٰ چال چلن پیدا کرنے اور سچ بولنے کے لئے ہدایات دیں اور تعلیم پر بھی زور دیا۔ سکول کی امداد کے لئے اڑھائی سو روپیہ نقد دان دیا گیا۔ صاحب صدر نے اپنی جیب سے ۵ بچوں کی مٹھائی کے لئے عطا کئے۔ سردار جودھ سنگھ صاحب بی اے آنرز ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے خاص مستحق ہیں۔ (محبوب سنگھ)

لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ

(۱) حافظ آباد کے میلہ مویشیاں میں جناب خان بہادر ملک خان مہدی خان صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع کی صدارت میں ایم بی ہائی سکول کے وسیع ہال میں عام اجلاس بغرض مشاعرہ منعقد ہوا۔ مقامی حکام تحصیلدار صاحب سب جج صاحب۔ ڈاکٹر صاحب۔ نائب صدر میونسپلٹی۔ ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان۔ سب انسپکٹر صاحب پولیس مع اپنے اپنے ماتحت عملہ۔ وکلا صاحبان۔ میڈیکل پریکٹیشنر اصحاب۔ چوہدری مراد بخش صاحب ذیلدار و صدر ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ۔ ذیلداران و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ سفید پوشان اپنی اپنی شمولیت سے جلسہ کی رونق بڑھا رہے تھے۔ مشاعرہ کے لئے مقامی شعرا کے علاوہ صوبہ کے نامی شاعر پنڈت ونشنو پرشاد صاحب فدا۔ ایڈیٹر صاحب پیغام وزیرآباد بھی رونق افروز تھے۔ سکول ہذا کے طلبہ نے دعائیہ نظم گائی اور دیہات سدھار کی پنجابی نظمیں گائیں۔ بخشی لعل طالب علم کو تعلیمی ڈھولا سنانے پر صاحب صدر نے نہایت خوش ہو کر دو روپے نقد انعام دئے۔ پارٹی مذکور کو آٹھ آٹھ روپے انعام ملا۔ اور صاحب صدر نے دس روپے کا گرانقدر انعام کوٹ حسن خاں پارٹی کو عطا کیا۔ اس کے بعد شعرا نے نظمیں مسدس۔ غزلیں اور رباعیات پڑھیں اس تمام کامیابی کا سہرا مولوی عبد الرسول صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے سر بندھا ہے جو دیہات سدھار کے کاموں میں نہایت دلچسپی لیتے ہیں۔

۲۔ لوئر مڈل سکول کسوکی کو نو مدارس کی جماعت چہارم کا سنٹر امتحان ہوا۔ ۷۵ امیدوار شامل ہوئے خوشی کی بات ہے کہ لوئر مڈل کوٹ حسن خاں کے طلبا تمام مدارس پر سبقت لے گئے۔ مولوی عبد الرسول صاحب علاقہ افسر نے لاگ بک میں درج فرمایا ہے "یہ امر موجب مسرت ہے کہ محمد شفیع $\frac{31}{35}$ نمبر اور چمن لال $\frac{29}{35}$ نمبر حاصل کر کے علےٰ الترتیب سنٹر بھر میں اول و دوم رہے۔ یہ نتیجہ بہت ہی تسلی بخش ہے اور منشی پنڈی داس مستحق تحسین ہے $\frac{6}{6}$ لڑکے کامیاب ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو گڈ ریمارک دیا۔ (پنڈی داس کپور)

سکاؤٹ ماسٹرز ٹریننگ کیمپ ہیڈ مرالہ

ضلع سیالکوٹ کے ۴۳ اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر اساتذہ کی شمولیت سے ہیڈ مرالہ پر سکاؤٹ ماسٹرز ٹریننگ کیمپ منعقد ہوا۔ مختلف اوقات میں سکاؤٹنگ کے مختلف شغلوں کی تعلیم عمدہ طریق پر دی گئی۔ اور کھیلوں وغیرہ کے دلچسپ مقابلے ہوئے۔ کیمپ مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ آرگنائزنگ کمشنر و اسسٹنٹ پراونشل کمشنر ٹریننگ پنجاب کی زیر نگرانی آٹھ روز تک جاری رہا جس میں غایت درجہ کی کامیابی ہوئی اور شرکا نے بیحد دلچسپی کا اظہار کیا۔ (محکمہ اطلاعات پنجاب)

شکریہ

پنڈت منشی رام جی ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول سلووی تحصیل سمرالہ اپنے بھائیوں اور اپنی طرف سے اپنے بہت سے دوستوں اور رشتہ داروں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے نہیں ان کے سوگوار پتا شری مان پنڈت بال مکند جی کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر ہمدردی کے خطوط لکھے اور ان کی ڈھارس بندھائی۔

نتائج ورنیکلر فائنل ۱۹۳۴ء

اٹیکن رام آریہ مڈل سکول جتوئی ضلع مظفر گڑھ ۶/۶ گذشتہ سالوں میں بھی سکول کا نتیجہ عموماً سو فیصدی ہی رہا ہے۔ لالہ خوشی لال چند صاحب ہیڈ ماسٹر کو مبارک ہو۔

۲ ورنیکلر مڈل سکول مسیل ضلع انبالہ ۱۳/۱۴ اوّل لڑکے نے ۴۲۹ نمبر وظیفہ کی توقع چوہدری خورشید علی خاں ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کو مبارک ہو سکول نے تحصیل ٹورنامنٹ میں والی بال اور رسہ کشی میں اوّل رہکر دو کپ حاصل کئے۔ ایک چھتری ایک تھال۔ دس چادریں۔ نو سوئٹر۔ اور ایک دوپٹہ علاوہ سامان حاصل کیا۔

۳۔ ڈی بی۔ مڈل سکول کالانوالی ضلع حصار ۱۶/۱۸ مضمون انگریزی کا نتیجہ سو فیصدی پنڈت لچھمی نارائن صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر اور ان کے سٹاف کی سرگرمی قابل داد۔

۴۔ ڈی بی مڈل سکول باگھا پرانا۔ ۳۲/۳۳ سردار بھگت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی ان تھک کوشش کا نتیجہ۔ ہرچند سنگھ نے ۴۰۵ نمبر حاصل کئے شاید وظیفہ حاصل کرے۔

۵۔ ڈی بی مڈل سکول کھیم کرن ضلع امرتسر ۲۶/۲۶ سابقہ روایت قائم رہی۔ لالہ ہری چند صاحب ہیڈ ماسٹر اور مولوی چراغ دین صاحب ٹیچر انچارج مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ڈی بی مڈل سکول باڑیاں کلاں ضلع ہوشیار پور ۲۸ مارچ یوم والدین بڑی دھوم دھام سے منایا گیا صاحب صدر کی تقریر کے بعد ماسٹر جگت رام جی نے تعلیم کے فوائد بیان کئے لڑکوں نے اسی موضوع پر بھجن گایا۔ زراعت ماسٹر صاحب نے زراعت کی ترقی پر ملک کی بہبودی کا انحصار ظاہر کیا۔ پنڈت رام سرنداس صاحب ہیڈ ماسٹر نے شراب پینے کے نقصان واضح کئے سیکنڈ ماسٹر صاحب نے جماعت ہفتم کے طلبا سے اخلاقی ڈرامہ کرایا۔ (نذر علی بیگ)

لوئر مڈل سکول چھبڑی ضلع کانگڑہ ۲۶ مارچ کنور گلاب چند صاحب اے ڈی آئی ہمیر پور نے سالانہ معائنہ فرمایا تعلیمی حالت اور تعداد میں اضافہ پر اظہار مسرت فرمایا۔ شام کے چار بجے آپ کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ علاقہ کے مدرس اصحاب بھی شامل ہوئے۔ پنڈت لچھمن رام شرما ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب گنگوٹ نے حاضرین کو جلسہ کی اہمیت بتائی۔ اور ان کی طرف سے صاحب صدر کی خدمت میں سکول کو اپر مڈل بنانے کی درخواست کی آپنے وعدہ فرمایا کہ آپ کی خواہش حکام بالا تک پہنچا دی جائیگی آپ اپنے تعاون کا ثبوت دیتے رہیں کامیابی ضرور حاصل ہوگی بعد میں مستحقین کو انعامات تقسیم فرمائے اور پھر پھولوں کی نمائش ہوئی۔ عمدہ پھول والوں کو انعامات تقسیم ہوئے۔ صاحب صدر نے پھولوں کی نمائش اور ان کے لگانے کے فوائد ظاہر کئے۔ اس امر پہ خاص مسرت ظاہر کی۔ کہ حاضری بہت معقول یعنی ۲۰۹/۲۱۲ تھی طلبا میں دس روپے کی شیرینی تقسیم ہوئی (بسنت رام)

ایس این ای ایس مڈل سکول منڈی گوبندگڑھ نابھہ سٹیٹ ۲۱-۱ مارچ سردار نہال سنگھ جی منصف منڈی گوبندگڑھ کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ طلبا نے دعائیہ نظموں کے بعد کئی مختصر مضامین سنائے۔ اور ایک انگریزی ڈرامہ کیا۔ بابو محمد بخش صاحب سیکرٹری ورکنگ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں سکول کی بارہ سالہ زندگی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے شاندار نتائج کلاس نہم و ورنیکلر فائنل سنائے۔ جن کے بعد انعامات تقسیم ہوئے۔ رات پرتاپ ڈرامیٹک کلب کی طرف سے ویر ابھیمنو نامی ڈرامہ سٹیج کیا گیا۔ پبلک نے خوش ہو کر ایکٹروں کی خاص انعامات سے حوصلہ افزائی کی (۲) ۴ اپریل سٹیٹ ریسٹ ہاؤس میں شیخ سراج الدین صاحب بہادر ریونیو ممبر کونسل آف ریجینسی نابھہ سٹیٹ کے روبرو سالانہ نتیجہ سنایا گیا۔ ۱۰۱/۱۱۳ طلبا کامیاب ہوئے امتحان ورنیکلر فائنل میں تیسرے اوّل رہنے والے طالب علم نے ۴۰۹ نمبر حاصل کئے۔ لاگ بک میں ممدوح نے عمدہ نتائج اور پنڈت دیسراج صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کی تعریف کی۔ (لچھمنداس شکل)

اپر مڈل سکول بہیٹہ ضلع انبالہ ۴ اپریل یوم والدین پر سکول خوب آراستہ تھا۔ پھولوں کی زیبائش و صفائی بے نظیر۔ حاضری

توقع سے بڑھ کر۔ پنڈت گوبند رام صاحب صدر کمیٹی لازمی تعلیم نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی رپورٹ میں سکول کے سابقہ اور موجودہ حالات پر روشنی ڈالی۔ سکول بچوں کی ہر قسم کی اصلاح پر تقریر فرمائی۔ والدین کے فرائض واضح کیئے۔ اور ان کے تعاون کی اہمیت جتلائی۔ مزید برآں لازمی تعلیم کی نسبت فرمایا۔ کہ اس کے علیحدہ افسر بن چکے ہیں باقاعدہ کمیٹیاں بن چکی ہیں۔ آپ فوراً اپنے لڑکوں کو داخل کرا دیں۔ قابل داخل بچوں کی فہرستیں آپ کی واقفیت کے لئے مختلف اور مناسب جگہوں پر چسپاں کر دی گئی ہیں۔ ورنہ بمنشا گورنمنٹ داخل نہ کرانے پر والدین قابل مواخذہ ہونگے۔ لالہ لچھمن داس صاحب سیکنڈ ماسٹر نے مختلف مثالیں دے کر والدین کا مدرسین سے تعاون ضروری ثابت کیا۔ نتیجہ ورنیکلر فائنل ۱۰۰ بتا کر حاضرین کو مبارک باد دی۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب وسٹاف کو بجائے خود مبارک باد دی۔ اس کے بعد تعلیم کی غرض ملازمت جاننے والوں کی مذمت کی گئی۔ اور بتایا گیا کہ اصل مفہوم حصول تعلیم نیک شہری پیدا کرنا ہے۔ چونکہ بچے زیادہ عرصہ آپ کے پاس رہتے ہیں۔ آپ ان کی زیادہ دیکھ بھال رکھیں۔ کہ وہ آگے دن شاہراہ ترقی پر گامزن رہیں۔ اور جادۂ اعتدال سے منحرف نہ ہو سکیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور ان کے دست راست چودھری خزان سنگھ صاحب۔ اے ڈی آئی کے دلی شوق اور سرگرمی پر اظہار تحسین کیا گیا۔ جو آپ جہالت کو ملک سے باہر کرنے کے لئے ظاہر فرما رہے ہیں۔ سالانہ امتحان پر ان کی تشریف آوری اور مکانیت کی کمی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ایک کمرہ ایزاد کرنے کے لئے اپیل کی چنانچہ صاحب صدر نے ۵۰ روپے اپنی طرف سے چندہ دیا۔ توقع ہے کہ اس طرح سے پبلک کی فیاضی کمرہ تیار کرا کر سکول بچوں کی جائز سرپرستی کرے گی۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سے درخواست ہے کہ وہ بھی ڈسٹرکٹ بورڈ سے کمرہ کی تیاری کے لئے خاص امداد دے کر ممنون کریں۔ (حکیم رتن سنگھ)

میونسپل سکول شملہ | ۲۴ اپریل چار بجے شام پنڈت سورج نارائن صاحب ایس۔ وی ٹیچر کی بے وقت اور ناگہانی موت پر سکول ہذا میں ماتمی جلسہ منعقد ہوا جس میں تمام مدارس میونسپلٹی شملہ کے مدرسین شامل ہوئے۔ اتفاق رائے سے پاس ہوا کہ یہ جلسہ مرحوم کی بے وقت موت پر تہ دل سے افسوس کرتا ہے۔ اور ان کے نابالغ بھائی رگھبیر سنگھ جی اور مرحوم کی بیوہ سے اظہار ہمدردی کرتا ہوا ملتجی ہے کہ وہ نہایت شانتی اور صبر سے کام لیں۔ اور مرحوم کے بچوں کی بڑی محبت اور کوشش سے پرورش کریں جنہیں پرماتما اس قابل بنائے کہ وہ مرحوم کے نعم البدل ثابت ہوں۔ مزید برآں قرار پایا کہ پرماتما مرحوم کو شانتی پردان کریں۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کریں۔ (نند لال)

رہنمائے تعلیم لالہ سورج نارائن صاحب کے پسماندگان سے اس سانحۂ جانکاہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

پنجاب یونیورسٹی

۱۔ پٹیالہ کے جو طالب علم میٹرکولیشن میں زراعت کا مضمون پڑھتے ہیں۔ ان کا اس مضمون میں پریکٹیکل امتحان اگر ان کی تعداد پندرہ سے کم ہوگی۔ تو لدھیانہ میں ہوگا۔ ورنہ پندرہ اور زیادہ تعداد کا امتحان پٹیالہ میں ہی ہوگا۔

۲۔ امتحانات کے دوران کا عرصہ کم کرنے کے لئے قرار پایا ہے۔ کہ

ا۔ بی اے۔ بی ایس سی اور انٹرمیڈیٹ کے آرٹس اور سائنس شعبہ کے مختلف پرچے ہوں۔ اور ممتحن بھی علیحدہ علیحدہ ہوں۔

ب۔ ۱۹۳۵ء کے امتحانات سے روزانہ دو پرچے ہوا کریں گے۔ ایک صبح دوسرا شام۔ شام کا پرچہ ان آسان مضامین

کا ہوا کرے گا۔ جن میں خاص فکر اور غور کی ضرورت نہ ہو۔

ج۔ انٹرمیڈیٹ امتحان بی اے کے امتحان سے ایک ہفتہ پہلے شروع ہوا کریگا۔

۳۔ سنڈیکیٹ نے قرار دیا ہے۔ کہ میٹریکولیشن کے عام پریکٹیکل امتحانات کے نتائج فوراً امتحان کے بعد کنٹرولر صاحب امتحانات کی خدمت میں بھیجدئے جائیں۔ اس سے اعلےٰ امتحانات کے پریکٹیکل امتحانات کے نتیجے امتحان کی آخری تاریخ سے آٹھ یوم کے اندر بھیجدیئے جائیں۔ ہاں جب ان کے لیئے کوئی ہیڈ اگزامینر نہ ہو تو چار دن کے اندر۔

۴۔ یونیورسٹی کی مجوزہ یونین سوسائٹی کلب کی عمارت تعمیر کرنے کے لیئے سینیٹ نے ۶۳۴۰۰ روپیہ منظور کیا ہے۔ جس میں ۱۳۴۰۰ روپیہ یونیورسٹی کے کرنٹ فنڈ سے اور باقی پچاس ہزار یونیورسٹی جوبلی کے چندوں سے جن میں سرکاری امداد بھی شامل ہے ادا ہوگا۔ علاوہ بریں اکیس ہزار روپیہ جو برجی گراؤنڈ میں مفصل ممبوں کی رہائش کے لئے مکانات تیار کرنے کے واسطے منظور ہوا ہے۔

۵۔ کسی امتحان کے مضامین میں حاصل کردہ نمبروں کی فہرست منگانے کی فیس ہر امیدوار کے لئے چار روپے ہے۔ لیکن اگر کوئی پرنسپل کسی کالج کے تمام امیدواران کے نمبروں کی فہرست طلب کریں۔ تو یہ فیس بحساب فی امیدوار دو روپے وصول کی جائے گی۔

۶۔ پنڈت گنگارام صاحب شرما کی درخواست روپڑ میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کی نامنظور کر دی گئی ہے۔

۷۔ موسم گرما میں یونیورسٹی حکام کے پہاڑ پر جانے کے لئے فیصلہ ہوا ہے کہ

ا۔ وائس چانسلر صاحب خود فیصلہ کر لیا کریں۔ کہ ہر سال اُن کے ہمراہ کتنے کلرک اور چپراسی جایا کریں۔

ب۔ رجسٹرار اور کنٹرولر صاحبان ایک ایک کلرک اور ایک ایک چپراسی اپنے ہمراہ لے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ موخرالذکر صاحب کا قیام چھ ہفتے سے زیادہ نہ ہو۔

ج۔ یونیورسٹی کا اور کوئی افسر کلرک اور چپراسی ہمراہ لے جانے کا مجاز نہیں ہے۔

د۔ ایسے کلرک اور چپراسی سفر خرچ اور الاؤنس قیام کے حقدار ہوں گے۔

۸۔ قرار پایا ہے۔ کہ حساب کا بورڈ تنخواہوں کے گریڈوں کی تمام درخواستوں پر غور کرے۔ اور نئے گریڈ تجویز کرے۔ مزید قرار پایا کہ بورڈ تنخواہوں کے گریڈوں کے روبیژن کی تمام درخواستوں پر بجٹ کے موقعہ پر ایک ہی دفعہ غور کرے۔

۹۔ پروفیسر جے ایف بروس ایم۔ اے یونیورسٹی پروفیسر آف ہسٹری کو یونیورسٹی کی ہسٹری تحریر کرنے پر جو جوبلی کے موقعہ پر تیار کی گئی تھی۔ چھ سو روپیہ معاوضہ عطا کیا جائے۔

۱۰۔ پروفیسر سی۔ ڈی۔ ایچ راؤ ایم اے یونیورسٹی ریاضی پروفیسر کو میڈیکل سرٹیفکیٹ پر ۱۴ فروری سے ۳۱ مئی ۱۹۳۴ء تک کی رخصت ملی۔ جس کے بعد وہ ایام گرما کی تعطیلات سے مستفید ہونگے۔ پروفیسر سی سیموئیل لال ایم اے ایف آر اے ایس سے آرزو کی گئی ہے کہ وہ ریاضی ڈیپارٹمنٹ کے انچارج ہوں اور منتظم کمیٹی اپنا چیئرمین خود منتخب کرے۔

۱۱۔ ہیلی کالج آف کامرس کے پرنسپل صاحب جے ڈبلیو تھامس بی کام بی۔ ایس۔ سی کو جاپان میں جا کر ملک کی اقتصادی ترقی کے مشاہدہ کرنے کے لئے سپرنگ ڈیز سے تعطیلات گرما تک جانے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر انہیں اپنی تنخواہ کے علاوہ اور کوئی مالی امداد نہ ملے گی۔ البتہ وہ یہ عرصہ ڈیپوٹیشن پر سمجھے جائیں گے۔ اسی کالج کے پروفیسر آئی۔ ایم کپور بی۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی کو مطالعہ کے لئے رخصت یکم اکتوبر سے ۱۲ دسمبر ۱۹۳۴ء تک دو ماہ اور تین ہفتہ کی ملی ہے۔ وائس چانسلر صاحب مجاز ہیں کہ ہر دو افسران بالا کی غیر حاضری کے ایام میں کالج کی تعلیم کا عارضی انتظام فرمائیں۔

اسی کالج میں وائس پرنسپل کی اسامی ایزاد کر کے مسٹر کرشن دت اگروال بی کام بی۔اے بیرسٹرایٹ لا کو اپنے موجودہ گریڈ اور تنخواہ پر وائس پرنسپل مقرر کیا گیا ہے۔

اس کالج کے لئے مفصلہ ذیل اصحاب پارٹ ٹائم لیکچرار مقرر ہوئے ہیں:۔

الف۔مسٹر چرنجیو لال اگروال ایم۔اے ایل۔ایل۔بی کمرشل لا کے لئے دو سو روپیہ ماہوار پر ہفتہ میں نو گھنٹے کام کے لئے۔آپ کو گذشتہ اکتوبر سے مارچ ۳۴ء تک بارہ گھنٹے کام کرنے کا معاوضہ پونے تین سو روپیہ ماہوار ملا ہے۔

ب۔مسٹر کے۔پی۔سونی اے ایس اے۔ای اکونٹیسی کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہوار پر یکم اپریل سے ۳۰ ستمبر تک دس گھنٹے ہفتہ کام کرنے پر۔اور بعد ازاں اگر وہ بارہ گھنٹہ فی ہفتہ کام کریں تو یکم اکتوبر سے ۳۱ مارچ ۳۵ء تک تین سو روپیہ ماہوار:۔

بقیہ ریویوز

پزلز ان آرتھمیٹک میسرز عنایت علی قریشی ایم اے اور ایس ایم اے عظیم ایم ایس سی (آنرز) پروفیسران ایم اے او کالج امرتسر کی مشترکہ دلچسپی کا نتیجہ ہے۔میٹریکولیشن امتحان کے پچھلے بیس سالہ پرچہ جات کے پورے حل دیگر مشق کے لئے خاص مثالیں مہیا کی گئی ہیں۔اور حساب کے تمام قاعدوں کو بہترین طریق پر کافی اور مناسب مشقی مثالوں کے ساتھ طلبا کی کمی کے پورا کرنے کا خوبترین سامان بہم پہنچایا ہے۔عام طور پر ہائی کلاسوں میں الجبرا اور جیومیٹری پر زیادہ ذقت دینے کی وجہ سے خاص خاص طلبا کے سوا باقی جماعت کے تقریباً کثیر التعداد طلبا حساب سے کورے رہ جاتے ہیں۔یہ کتاب ان کے لئے ہاوی ہمدم کا موجب ہوگی۔اور جہاں ان کے دل میں حساب سے محبت پیدا کریگی وہاں انہیں اس مضمون میں یونیورسٹی امتحان پر پورے طور سے دسترس عطا کرے گی۔قابل مصنفین کی محنت اور دلچسپی قابل داد ہے۔اور ہم ہائی سکولوں کے طلبا سے اس کتاب سے مستفیض ہونے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ملنے کا پتہ مصنفین کے علاوہ المکتبۃ الحجازیہ نبل روڈ لاہور اور ایم عبدالرحمان بک سیلرز و سٹیشنرز مقابل ایم اے او کالج امرتسر۔قیمت فی جلد دس آنے۔

کلید ترجمہ فارسی اردو سے فارسی ترجمہ اور فارسی گرامر و کمپوزیشن کا بہترین حل یعنی پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میں فارسی پرچہ الف سے باخبر کرنے اور امتحان سے کامیاب ہونے کے لئے کام کی چیز ہے۔مولوی محمد عبداللہ صاحب پرشین ٹیچر کی محنت قابل داد ہے۔ مالک بک ایجنسی سولن ضلع شملہ سے اور ایم فرمان علی بک سیلر اینڈ پبلشر لاہور سے۔ا ر قیمت پر مل سکتی ہے۔

ضروریات لادب اردو ایم غلام محی الدین صاحب بی او ایل سابق مدرس نارمل اسکول شاہ گنج آگرہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے شائقین ادب اردو کی تقریباً سب ضروریات کا بہترین حل اور خوبترین مجموعہ لئے ہے۔شروع میں مرکبات کی تشریح ہے شعر کے اقسام۔نثر کے اقسام۔صنائع و بدائع۔فصاحت بلاغت۔مجاز و کنایہ۔تشبیہ وغیرہ کے بعد۔اردو زبان کے محاورات تقویم الترکیب اسمائے مشتق کے اقسام۔وحدت و جمع ضروری امورات کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔جن سے اردو زبان سیکھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔قیمت کتاب پر درج نہیں قابل مصنف سے مفتی ٹولہ مراد آباد کے پتہ پر خریدنے کے لئے خط و کتابت کی جائے۔

لب لباب تقویم الحساب ایم غلام محی الدین صاحب بی او ایل سابق مدرس نارمل سکول آگرہ نے شائقین علم حساب کیلئے اپنی مؤلفہ کتاب تقویم الحساب و ضمیمہ تقویم الحساب سے انتخاب کر کے تالیف کیا ہے چونکہ قابل مصنف کی عمر ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز کی مدرسی میں گذری ہے اس لئے بلا مبالغہ درست ہے کہ آپ کی یہ قابل قدر تالیف اپنی قسم کی بہترین کتاب ہے۔اور اسلئے مدرسین حساب کی امداد اور رہنمائی کیلئے نہایت اچھی چیز ہے۔۸۰ صفحے کی ضخیم کتاب ۳ر مصنف سے مفتی ٹولہ مراد آباد سے مل سکتی ہے زیادہ خریداری پر کمیشن بھی ملتا ہے۔

بچوں کا اخبار

گلدستۂ اطفال

اسسٹنٹ ایڈیٹر
مسٹر پریم سپاٹوی

سالانہ چندہ عہ
فی پرچہ ار

نمبر ۵	بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۴ء	جلد ۱۴

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۲ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں۔ اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے۔

منیجر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی ۵۵ لاہور

دلچسپ معلومات

اب ایسا کپڑا تیار ہو گیا ہے۔ جو شیشے سے ملتا جلتا ہے۔ اس عمل کی رو سے مخمل۔ ریشم۔ لیس۔ سوتی۔ اور دیگر ہر طرح کے کپڑے کو اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ دیکھنے میں رنگدار شیشہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کپڑوں کو دھونے اور استری کرنے میں کوئی دقت نہیں۔ بالکل معمولی کپڑوں

گلدستہ اطفال ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور۔ رام گلی بلڈنگ نمبر ۵۵

کی طرح دھوکر اسے استری کیا جا سکتا ہے +

ایک عورت مسماۃ یوگینی امل گذشتہ ۴۰ سال سے یوگ کی مشق کر رہی ہے۔ چنانچہ گذشتہ ۲۷ سال سے بالکل نہیں سوئی۔ اس نے اپنا زیادہ تر وقت یوگ کی مشق میں صرف کیا ہے۔ اگرچہ وہ پڑھی لکھی نہیں ہے۔ لیکن تصوف کے حقائق کو نہایت صاف طور پر بیان کرتی ہے۔ اور وہ بیماریوں کا علاج بھی معجزانہ طور پر کرتی ہے +

یورپ والوں نے اندھوں کیلئے کتابیں چھپوائی ہیں۔ جن کے حروف اُبھرے ہوئے ہیں۔ اور وہ ان کو چھو کر پڑھتے ہیں اب اُنہوں نے اندھوں کی دوڑ کا بھی انتظام کر دیا ہے۔ دوڑ کے میدان میں ایک تار لگا دیا جاتا ہے۔ جس میں ایک چھلا ہوتا ہے۔ دوڑنے والا اندھا اس چھلے کو پکڑ کر آنکھوں والے کے ساتھ دوڑ کر اس کا مقابلہ کر سکتا ہے +

لورپول میں ایک عالیشان گرجا زیر تعمیر ہے جو غالباً انگلستان کا عظیم ترین گرجا ہوگا + اب یہ تجویز کی گئی ہے کہ اس گرجے کی چوٹی پر حضرت مسیح کا ایک بُت نصب کیا جائے گا۔ جو ساٹھ فٹ بلند ہوگا + اس بُت کو رات کے وقت بجلی کے ذریعہ سے اس درجہ روشن کیا جائیگا۔ کہ یہ دُور سے جہازوں کے لئے بندرگاہ لورپول کا نشان بن جائے گا +

ہالینڈ میں ایک مرد اور ایک عورت کا دنگل ہُوا۔ مرد اور عورتیں جوق جوق یہ دنگل دیکھنے کیلئے آئے۔ بڑا زبردست مقابلہ ہُوا۔ لیکن جب فیصلے کا وقت آیا۔ تو ریفری نے مرد کو کشتی کے ناقابل قرار دیا۔ کیونکہ وُہ عورت پہلوان کا گلا دبا رہا تھا +

ایک برقی گائے ایجاد ہوئی ہے۔ جو قدرتی گائے کی نسبت ۶۰ گیلن سے ۸۰ گیلن تک روزانہ دودھ دیتی ہے۔ یہ برقی گائے دو دفعہ دوہی جاتی ہے +

صبح کی بہار

ختم ہوئی تاریکی شب کی — جاگ اُٹھی ہے دُنیا کب کی
رات کے سونے والو اُٹھو — وقت کے کھونے والو اُٹھو

دُنیا کی پلٹی ہے کایا — اور ہی ہے عالم باغوں کا
ہری بھری سب شاخیں لہکیں — اور شاخوں پر کلیاں مہکیں
وجد میں ہے ہر نخل کی ڈالی — کیسی دلکش ہے ہریالی
باغ میں بلبل بول رہی ہے — نرگس آنکھیں کھول رہی ہے
کلیاں کیسی جھوم رہی ہیں — پتّوں کا مُنہ چوم رہی ہیں
کوئل کوک رہی ہے کوکو — پڑھتی ہے قمری حق اللہ ہو
مندر کا اُٹھا ہے پجاری — پوجا پاٹ کی ہے تیاری
کیا دلکش ہے نظّارا — دیکھو اس دم صحن چمن کا
پھول کھلے ہیں رنگ رنگیلے — زرد۔ سفید۔ گلابی۔ نیلے
خوشبو سے مخمور فضا ہے — فرحت سے معمور ہوا ہے
فرش زمرّد گھاس کا تختا — کتنا دلکش کتنا اچھا
شبنم کے قطرے کیسے ہیں — گویا موتی ٹانک دیئے ہیں
تم بھی اب اے پیارے لڑکو — اُٹھو اور اُٹھ کر مُنہ دھولو
مُنہ دھو کر پھر روٹی کھاؤ — ہو کر لیس اسکول میں جاؤ

قدرت کے نظّارے دیکھو
منظر پیارے پیارے دیکھو

نذیر احمد ناظر مدرس مڈل اسکول بھالم کلاں

تاج محل آگرہ

یہ مشہور زمانہ عمارت عجائبات عالم میں بلحاظ نفاست۔ خوبصورتی اور نظارہ کے ایک خاص امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے۔ کہ "تاج محل ایسی عمدہ عمارت ہے۔ کہ اس کو زمانہ کی تند ہوا آندھی اور طوفان سے بچانے کے لئے بلوری کیس سے ڈھک دینا چاہیئے" اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ شاہکار شاہان مغلیہ کی صنعت پسندی حسن مذاق اور قدردانی کمال فن کا بین ثبوت اور زندہ یادگار ہے۔ خصوصاً شاہجہان کے لئے بقائے دوام کا درخشندہ ستارہ ہے۔

شاہجہان نے یہ عمارت اپنی چاہیتی بیوی ارجمند بانو عرف تاج محل کی یادگار میں اس کی وصیت کے بموجب آگرہ سے دو میل پرے دریائے جمنا کے بائیں کنارے پر بنوائی تھی۔ ۸۶۰ فٹ لمبے اور ۱۰۱۰ فٹ چوڑے احاطہ۔ خوبصورت باغ اور گھاس کے نظر فریب زمردیں قطعات کے درمیان یہ خوشنما عمارت یوں معلوم ہوتی ہے۔ گویا کوئی آسمانی حور زمین پر اتر آئی ہے۔ بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہی بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے،

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

اور کیوں نہ ہو سترہ برس تک دنیا کے اہل کمال کی فن کاری اور شاہجہان سے بادشاہ کی فیاضی اسکی تعمیر و تکمیل پر مصروف رہی۔ تب کہیں جا کر کمال فن و مذاق کی یہ زندہ اور منہ بولتی تصویر منصۂ شہود پر آ کر مشتاقان فن اور قدردانان ہنر کی نظر نوازی کا باعث بنی۔ اور شاہجہان یہ کہنے کے قابل ہو سکا۔ کہ

"شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم"

راقم نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول نہالم کلاں

ماتمی لباس

ماتم کا رواج دُنیا کے ہر خطے میں پایا جاتا ہے - مہذب اور غیر مہذب ممالک کوئی بھی اس سے خالی نہیں - یہاں تک کہ یورپ کے ملکوں میں بھی ماتم کیا جاتا ہے - حالانکہ وہاں کے باشندے ایسی باتوں کو وہم خیال کرتے ہیں - میں یہاں گلدستہ بھائیوں کی معلومات بڑھانے کے لئے مختلف ملکوں کے ماتمی لباس کا حال لکھتا ہوں :-

(۱) بخارا میں ماتمی لباس کا رنگ گہرا نیلا ہوتا ہے +

(۲) ایران میں میں ماتمی لباس زردی مائل سفید اور مُرجھائے ہوئے پتے ہوتے ہیں +

(۳) چین میں سفید رنگ کا لباس ماتمی ہوتا ہے بعض جگہ سفید رنگ کے کپڑوں پر سیاہ داغ ڈال دیئے جاتے ہیں +

(۴) حبش اور ابی سینیا میں ماتمی لباس کا رنگ بھورا گندمی مٹی کے مانند ہوتا ہے +

(۵) فرانس کے بادشاہ کبھی کبھی نہایت سرخ رنگ کا لباس ماتمی لباس کے طور پر پہنتے ہیں +

(۶) یورپ کے تمام ممالک میں سیاہ لباس ماتمی لباس ہے - کیونکہ سیاہی روشنی کے حرماں کی علامت ہے +

(۷) مصر اور برما میں ماتمی لباس کا رنگ زرد - مُرجھائے ہوئے اور زرد پتے ہیں - برٹینی میں بیوہ عورتوں کی ٹوپیاں وہاں کے تمام کسانوں میں زرد رنگ کی ہوتی ہیں +

(۸) سرخ اور ارغوانی رنگ شاہانہ علامت ہیں - یہ دونوں رنگ فرانس کے بادشاہوں اور کارڈنیل (پادری اعظم) کیلئے ماتمی رنگ ہیں +

(۹) ترکی میں بنفشی رنگ ماتمی لباس ہے +

(۱۰) ہندوستان میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص ماتمی لباس سیاہ ہوتا ہے + (ماخوذ)

(راقم عزیز احمد قریشی شیرانوالہ ہائی سکول لاہور)

بیکسانہ موت

رات کا بھیانک منظر۔ مطلع تیرہ و تار بادِ خنک کے جھونکے۔ بجلی کی چمک اور عالمِ بیکسی آہ کس قدر غضب تھا۔ مصائب کا پہاڑ۔ اور ایک ننھی سی جان۔ اُف کسقدر المناک منظر تھا!

بیچارے ناصر۔ بے کس و بے بس ناصر نے کس بے کسی کے عالم میں جان دیدی در و دیوار۔ ارض و سما اس بیکسانہ موت پر آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے۔ آہ! آہ!!

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی، تو نے او بادِ صبا
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

کسی زمانے میں ناصر کا خاندان ایک سرسبز اور شاداب درخت کی مانند تھا۔ لیکن اب خزاں نے اسکی پتیوں وغیرہ کو دور کر دیا تھا۔ مرحوم ناصر اس تباہ شدہ خاندان کا ٹمٹماتا چراغ تھا۔ مگر افسوس موت کی پُر زور آندھی نے اِسے بھی گُل کر دیا۔

ناصر ابھی ڈیڑھ سال کا بچّہ تھا۔ کہ اُس کی والدہ اُسے داغِ مفارقت دے گئی وہ معصوم کیا جان سکتا تھا۔ کہ آج سے اسے مادرانہ الطاف سے محروم کر دیا جائیگا۔

عباسی کی موت کا جو رنج ناصر کے والد کو ہوا۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لگا سکتے ہیں جنہیں ایسا واقعہ پیش آ چکا ہو۔ اُس نے ناصر کو ایسے لاڈ اور پیار سے رکھا۔ کہ چار سال تک اسے ماں کا خیال تک بھی نہ آیا۔

انہیں دنوں بابو محمد حسین کی محبت محلہ کی ایک حور وش دوشیزہ نسیمہ کے ساتھ ہو گئی۔ چنانچہ اکثر وقت وہ اس کے والدین

کے گھر گذارا کرتے تھے۔ وہی ناصر جو کچھ دن پہلے ان کے ساتھ بازاروں کی سیر کیا کرتا تھا۔ آج کل وہ آوارہ گردوں کی طرح گلیوں اور کوچوں میں پھرتا رہتا ہے۔ اور وہ روپیہ جو کچھ عرصہ پہلے ناصر کی ناز برداری پر صرف ہوتا تھا۔ ان دنوں نسیمہ کی بھینٹ چڑھتا ہے۔

تقریباً بارہ بجے کا عمل ہوگا۔ جب شہر کے ایک گنجان آباد محلہ میں ایک عظیم الشان بلڈنگ کی بالائی منزل پر بیچارہ ناصر ایک چارپائی پر پڑا ہؤا سسکیاں بھر رہا تھا عالم بے کسی اور انتہا کی سردی نے اس پر رعشہ طاری کر دیا تھا۔ کبھی کبھی اونچی آواز میں رونے بھی لگ جاتا تھا۔

حسرت بھرے دل۔ پُر اشک آنکھوں اور آہوں بھری زبان سے اس نے کہا۔ "بابو جی اگر آپ میرے پاس نہ آئیں گے تو میں بھی کبھی آپکے پاس نہ آؤں گا" یہ کہہ ناصر نے پھر زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ مگر اس وقت وہاں اس کا کون تھا اس نے ایک دفعہ پھر وہی الفاظ دہرائے اور خاموش ہو گیا۔

معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نے ہمیشہ کے لئے خاموشی اختیار کر لی ہے۔

ڈیڑھ بجے بابو محمد حسین گھر واپس آئے۔ لختِ جگر کی حالت نازک دیکھ کر غش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی ڈاکٹر کی طرف بھاگے مگر بیچارہ ناصر ان کے آنے سے پہلے ہی راہیٔ مُلکِ بقا ہو چکا تھا۔ اور اپنے آخری الفاظ کو بھی پورا کر گیا تھا۔ افسوس ؎

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بِن کھلے مُرجھا گئے

بابو محمد حسین بہتیرا چیخے۔ چلّائے اور روتے پیٹے۔ مگر کچھ حاصل نہ ہؤا کیونکہ ع

"اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"
جس جگہ پر ناصر نے وفات پائی۔ وہاں
سے اب تک یہ صدا آتی ہے ؎
آئے تربت پہ مری، روئے، کیا یاد مجھے
خاک اُڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

کرتار سنگھ پاسخ۔ سینئر سپیشل کلاس
سنٹرل موڈل سکول لاہور

لطیفہ

ایک شخص مولوی صاحب کی صُحبت میں ہمیشہ خاموش بیٹھا رہتا۔ ایک بار مولوی صاحب نے کہا "تم بولتے کیوں نہیں ہو؟" اس نے کہا۔ بہت اچھا۔ کچھ کہتا ہوں۔ فرمائیے۔ روزہ کب افطار کرنا چاہیئے؟ مولوی صاحب نے کہا "جب آفتاب غروب ہو" اس نے پوچھا "اگر آفتاب آدھی رات تک غروب نہ ہو۔ تو؟" یہ سُن کر مولوی صاحب ہنس پڑے۔ اور کہا "تمہارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا۔ تمہاری زبان کھلوا کر میں نے خطا کی ÷ (ایچ۔ آئی۔ مومن)

(۱) علم ایک بے بہا خزانہ ہے ÷
(۲) جو علم سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ وہ آخر میں پچتاتے ہیں ÷
(۳) علم جتنا خرچ کیا جائے۔ اتنی قابلیت بڑھتی ہے ÷
(نظام الدین شرف الدین گورسے کر)

ماسٹر بھگوان سہائے صاحب

میرا اعتراض کہ آپ کا حل طلبار کو الجھن میں ڈالنے والا ہے۔ جوں کا توں قائم ہے۔ پہلے آپ نے فارمولے کی مدد سے حل کیا ہے۔ میرے اعتراض پر دسمبر نمبر کے صفحہ ۱۰ پر سوال کو حل کیا۔ جو پورے ایک صفحہ پر آیا ہے۔ میرا حل جولائی نمبر کے صفحہ ۲۰ پر آسان اور مختصر ہے۔ اور کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ اس پر بھی آپ کو ضد ہے۔ تو سوائے اس کے کہ پرماتما آپ کو سمجھنے کی توفیق دے۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جو بات آسانی سے طلبا سمجھ سکتے ہیں۔ اسے فارمولے کی مدد سے حل کرنا نادانی ہے۔ صاف الفاظ میں میرے اور آپکے طریق حل میں وہی فرق ہے۔ جو سمجھا کر بتانے اور رٹوا کر سکھانے میں ہے ؂

آپ کا یہ لکھنا کہ "رہنمائے تعلیم میں سوائے آپ کے دوسروں کے سوالات کا چھپنا آپ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا" بالکل غلط بیانی ہے۔ اس سے پہلے آپ کے کئی سوال چھپے ہیں۔ بتلائیے میں نے کس کس پر اعتراض کیا۔ آپ کا ایسا لکھنا نہ صرف تنگدلی بلکہ حافظے کی کمزوری ہے۔ ہاں اصلاح کے لئے جب میں مناسب سمجھتا ہوں۔ ضرور لکھتا ہوں۔ اور آئندہ بھی لکھوں گا ؂

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ نقص نکالنا آسان ہے۔ مگر درست کرنا معنی رکھتا ہے۔ اس میں بے شک آپ بازی لے گئے۔ میں نے نقص نکالا تھا۔ کہ سوال کے ساتھ دلکش موزوں نہیں۔ آپ نے اسے درست کر لیا۔ اور اپنی کتاب کا نام "دلکش رتن ارتھمیٹک" کی بجائے "چمنستانِ ریاضی" رکھ لیا ہے۔ اگرچہ یہاں بھی آپ نے ٹھوکر کھائی ہے جس کا ذکر آگے کیا جائیگا ؂

یہ بھی ٹھیک ہے۔ کہ ہم طاقت سے گھوڑے کو پانی کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ مگر پلا نہیں سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص بدھو ہوگا۔ جو ایسے گھوڑے کو پانی کی طرف لے جائے۔ جسے پیاس نہ ہو ؂

آپ نے اپنے حل کو طویل تو مان لیا ہے۔ لیکن اتنی ٹانگ اڑا دی ہے کہ محض آپ کے سمجھانے کیلئے۔ کیوں چودھری صاحب! آپ کو جلیب آ گیا تھا۔ کہ اس فارمولے کو تمام امیدواران ورنیکلر فائنل سمجھے ہوئے ہیں۔ زخم خوردہ اور ڈرایا ہوا جانور والی مثال جو آپ نے دی ہے۔ وہ پوری طرح آپ پر عاید ہوتی ہے۔ میں نے سوال کے ساتھ دلکش پر اعتراض کیا۔ آپ بوکھلا گئے۔ جھٹ "دلکش رتن ارتھمیٹک" کا نام "چمنستان ریاضی" رکھ لیا۔ ستان ظرف مکان کی نشانی ہے۔ جیسے گل سے گلستاں۔ بُو سے بوستان۔ لیکن جناب چمن تو خود ظرف مکان ہے۔ اس کے ساتھ ستان لگانا مناسب نہیں۔ لیکن آپ کو اس سے کیا۔ آپ تو اصلی راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں ؂

اور سنیئے ۔خیر سے آپ ارتھمیٹک اور ریاضی میں کچھ فرق نہیں سمجھتے ۔ آپ کے نزدیک دلکش رتن ارتھمیٹک اور چمنستان ریاضی ایک ہی بات ہے ۔ ماسٹر صاحب! ریاضی میں الجبرا ۔ جیومیٹری ۔ حساب تینوں شامل ہیں ۔ اور ارتھمیٹک صرف حساب ہے ۔ امید ہے ۔ آئندہ آپ اسے ٹھیک کرلیں گے +

آپ میرے سوالات کو دلچسپ یا دلکش نہیں مانتے ۔ لیکن طلبار کے لئے مفید مانتے ہیں ۔ چلو یوں ہی سہی ۔ میرا بھی یہی مدعا ہے کہ میرے سوالات طلبار کے لئے مفید ہے ۔ سچائی آخر سچائی ہے +

آپ کا یہ لکھنا کہ سوائے اپنی ذات کے کسی میں کچھ وصف یا خوبی نظر آہی نہیں سکتی ۔ حقیقت سے بعید ہے ۔ میں آپ کو اپنے سے بہت اعلےٰ سمجھتا ہوں ۔ میں نے مڈل کے لئے کتاب لکھی ہے ۔ آپ نے نہ صرف مڈل بلکہ انٹرنس ۔ ایس ۔ وی ۔ جے ۔ وی کے لئے چمنستان ریاضی لکھی ہے ۔ بھلا کہاں آپ اور کہاں میں ۔

آپ اپنی مرضی کے مطابق میری تحریر کو توڑ مروڑ لیتے ہیں ۔ میں نے اکتوبر نمبر کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھا ہے کہ اپنے طریق حل سے اس قسم کا قاعدہ (جیسا آسان اور مختصر میں نے اپنے حل سے اخذ کیا ہے) اخذ کر کے لکھ دیجئے ۔ جس سے اس قسم کے تمام سوالات نکالے جاسکیں ۔ آپ لکھتے ہیں ۔ وہ تمام سوالات درج رسالہ کئے جائیں ۔ جو اس قاعدے سے حل ہوسکیں ۔ بھلا ایسی دروغ بیانی سے مطلب! یہ تو علمی بحث ہے ۔ اس کے لئے ایسا کرنا ایک استاد کے لئے نامناسب ہے +

آپ ہر دفعہ طلبار کی اکثریت کا راگ الاپتے رہتے ہیں ۔ سوال زیر بحث جب شائع ہوا ۔ اسوقت آپ کی آٹھویں کلاس میں ۷ لڑکے اور بی ۔ ڈی ہائی سکول میں اس تعداد کا ۵ اگنا تھے ۔ اگرچہ طلبار کی تعداد کا کم یا زیادہ ہونا میرے اور آپ کے اختیار میں نہیں ہے ۔ لیکن یہ صرف اس لئے لکھا گیا ہے ۔ کہ اکثریت کا تجربہ صرف آپ ہی کو نہیں بلکہ مجھے بھی ہوسکتا ہے +

(کلوہل شرما ریاضی ٹیچر بی ۔ ڈی ہائی اسکول انبالہ چھاؤنی)

رہنمائے ریاضی

دلچسپ سوالات معہ حل

(۱) ایک رقم $6\frac{1}{4}$ سال میں $6\frac{1}{4}$ فیصدی سالانہ شرح سے ۳۵۶ روپے ہوجاتی ہے۔ بتاؤ اس میں سود کتنا ہے؟

حل:-

۱۰۰ روپے کا $6\frac{1}{4}$ سال کا سود = $\frac{25}{4} \times \frac{25}{4} = \frac{625}{16}$ روپے

" " " کل زر = $\frac{625}{16} + 100 = \frac{2225}{16}$

اصل زر = $\frac{\text{کل زر} \times 100}{\text{سو روپے کا کل زر}}$

$= \frac{16 \times 100 \times 356}{2225} = 256$ روپے

سود = ۳۵۶ - ۲۵۶ = ۱۰۰ روپے

دوسرے طریق سے:- جب $\frac{2225}{16}$ کل زر ہے تو سود $\frac{625}{16}$ روپے ہے۔ جب کل زر ۳۵۶ ہے تو سود کتنا ہوگا۔

کل زر : کل زر :: سود : سود

$\frac{2225}{16} : 356 :: \frac{625}{16}$: سود

$= \frac{625 \times 356 \times 16}{16 \times 2225} = 100$ روپے

جواب

(۲) جب آٹے کا بھاؤ ۱۲ سیر فی روپیہ۔ تو ایک بورڈنگ ہوس کا ماہوار خرچ ۱۰۵ روپے اور جب آٹے کا بھاؤ ۱۵ سیر فی روپیہ ہوگیا تو خرچ ۱۰۱ روپیہ ہے۔ بتاؤ جب آٹے کا بھاؤ ۱۶ سیر فی روپیہ ہوجائے۔ تو ماہوار خرچ کیا ہوگا۔ باقی اخراجات بدستور سابق ہیں؟

حل:- پہلی صورت میں ایک سیر آٹے کی قیمت = $\frac{1}{12}$

دوسری صورت " " " = $\frac{1}{15}$

ایک سیر آٹے پر قیمت میں فرق = $\frac{1}{12} - \frac{1}{15} = \frac{1}{60}$ روپیہ

کل فرق = ۱۰۵ - ۱۰۱ = ۴ روپے

کل آٹا = $4 \div \frac{1}{60} = 240$ سیر

پہلی صورت میں جتنے روپیہ کا آٹا خرچ ہوا = $240 \div 12 = 20$ روپے

باقی اخراجات = ۱۰۵ - ۲۰ = ۸۵ روپے

تیسری صورت میں آٹے پر خرچ = $240 \div 16 = 15$ روپے

تیسری صورت میں کل خرچ = ۸۵ + ۱۵ = ۱۰۰ روپے جواب

(کلو مل شرما ریاضی ٹیچر بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی)

افسانہ نمبر کے
معمہ کا حل

افسانہ نمبر میں جو معمہ بچوں کی ذہانت وفطانت آزمائی کے لئے پیش کیا گیا تھا - وہ ایسا زیادہ مشکل نہ تھا۔ کہ بچے اس کے حل سے گریز کرتے - اور اپنی ذہنی دلچسپیوں کا اظہار نہ کرتے - کیونکہ میں دیکھتی ہوں - کہ بہت کم بچوں نے اس معمہ کے حل کرنے اور حل بھیجنے میں حصہ لیا — بہرکیف اس معمہ کے کل حل ۲۳ وصول ہوئے جن میں ۱۶ بچوں کے حل صحیح نکلے اور ۶ بچوں کے جوابات میں صرف ایک غلطی نکلی - یعنی بجائے "ناگپور" کے "کانپور" حل نکالا - حالانکہ میں اس لفظ کے لئے خانہ کیفیت میں تصریح کر چکی تھی - کہ یہ ہندوستان کے ایک صوبہ کا دارالحکومت ہے - اور "کانپور" کسی صوبہ کا دارالحکومت نہیں - بہرحال کامیاب بچوں کی فہرست درج ذیل کرتی ہوں - اور ان بچوں میں مبلغ پانچ روپیہ کا انعام مساوی تقسیم کئے جانے کا اعلان کرتی ہوں - بچے مطلع کریں - کہ یہ انعام کسی یادگار کتاب یا شئے کی صورت میں حاصل کرنا چاہیئے - یا بصورت نقد - لاہور کے مقامی بچوں کے لئے بہتر صورت یہ ہوگی - کہ میں ان کا انعام برادر محترم جناب جگت سنگھ صاحب کی خدمت میں ارسال کر دوں - اور بچے وہاں سے اپنے انعام حاصل کریں — بچے خواہ گلدستۂ اطفال کے ذریعہ اطلاع دیں - خواہ براہ راست - کہ انہیں کیا پسند ہے؟

صحیح جواب

گاندھی	دارا	لندن	ہمالیہ	خسرو	ناگپور	غالب	گرونانک	کالیداس	سانس	ریل	راوی

مندرجہ ذیل بچوں کے جوابات صحیح ہیں - اور انعام ان ۱۷ بچوں میں مساوی تقسیم کیا جاتا ہے - جو فی کس بقدر پانچ آنہ ہوتا ہے:-

۱ - عبدالمجید طالب علم ہفتم بی - سنٹرل ماڈل سکول - لاہور
۲ - اسد حسین قدوائی برمکان رحم حسین صاحب قدوائی منصرم پولیٹیکل سکرٹریٹ - شاہجہان آباد - بھوپال
۳ - اوم پرکاش جماعت پنجم اے - گورنمنٹ ہائی سکول - کشمیری گیٹ - دہلی
۴ - سید منور علی شاہ جماعت چہارم - بسنتی کوٹھی - سڑک اعظم - لدھیانہ
۵ - جلیل الرحمن جماعت ہفتم بی - گورنمنٹ ہائی سکول - کشمیری گیٹ دہلی
۶ - سید الطاف حسین محلہ صوفیاں - معرفت سید ناصر علی شاہ صاحب - لدھیانہ

سطروں کے خالی

۷- فتح الاسلام- گلی انبیاء والی- کوچہ چیلاں- مکان نمبر ۸۱۲- دہلی
۸- توفیق حسن خاں توفیق- محلہ زنگین چوپال- شاہجہانپور-
۹- ذاکر غلام ناصر خاں ہشتم سی- سنٹرل ماڈل سکول- لاہور
۱۰- احمد ربانی ہشتم سی- سنٹرل ماڈل سکول- لاہور
۱۱- امرت لال- پنجم سی " " "
۱۲- بشیر الدین- نہم بی- بی ڈی ہائی سکول- انبالہ چھاؤنی
۱۳- ایس مہربان علی نفعتہ ہائی کلاس سٹیٹ ہائی اسکول- بستی پٹھاناں (ریاست پٹیالہ)
۱۴- چند سنگھ طالب علم جماعت پنجم مڈل سکول بھگتہ- ریاست فرید کوٹ ڈاک خانہ سماد ہ بھائی
۱۵- ایس- ایم شفیع نہم کلاس- اسلامیہ ہائی سکول- کوئٹہ (بلوچستان)
۱۶- نتھو رام طالب علم پنجم الف- سکاچ مشن مڈل اسکول صدر بازار سیالکوٹ چھاؤنی-

بقیہ چھ جوابات جن میں ایک ایک غلطی تھی- حسب ذیل بچوں کے تھے:-

۱- اختر حسین خاں ہشتم افغان منزل مشن روڈ لدھیانہ-
۲- ریاض حسین جماعت چہارم اسلامیہ سکول لدھیانہ-
۳- حافظ عبد المجید ہفتم اے سنٹرل ماڈل سکول- لاہور
۴- تصدیق حسین خاں طالب علم درجہ ششم گورنمنٹ ہائی سکول- شاہجہان پور
۵- چند و لعل جماعت پنجم بی- سنٹرل ماڈل سکول- لاہور (یہ خط بیرنگ وصول ہوا تھا)
۶- رضیہ بیگم صاحبہ بنت جناب سید نعمت اللہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز- محمڈن رینج کرنول (مدراس)

نوٹ: معمہ کا نتیجہ افسوس ہے کہ میں نہایت تاخیر کے ساتھ مرتب کر سکی- کیونکہ تقریباً دو ماہ سے میں مسلسل علیل تھی- اور اب بھی کمزوری و نقاہت بے حد ہے- تاہم بچوں کے انتظار اور بیقراریوں کے خیال سے اس حالت ہی میں نتیجہ مرتب کر رہی ہوں- اور ایک دوسرا معمہ بھی تیار کر کے بھیجتی ہوں- بچے اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں اپنی ناچیز خدمتگذار علم و ادب کی صحت کے لئے دعا فرمائیں- کیونکہ معصوم بچوں کی دعا پُر تاثیر ہوتی ہے۔

خاکسار ممتاز

مُعَمّٰہ

اس مہینہ بچوں کی ذہنی دلچسپیوں کے لئے ایک اور معمّہ ترتیب دے کر پیش کرتی ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ "گلدستۂ اطفال" سے دلچسپی رکھنے والے بچے اس معمّہ سے اپنی دلچسپی کا ضرور اظہار کریں گے +

یہ معمہ بھی نہایت سادہ اور آسان قسم کا ہے۔ اور لفظی معلومات جس بچہ کی اچھی ہونگی۔ وہ اسے نہایت آسانی سے حل کرے گا ⁂

تفصیل

اس معمّہ کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ذیل میں ہر خانوں کی سطر ایک "لفظ" کی ترتیب حروف کو ظاہر کرتی ہے۔ اور بچوں کا کام یہ ہے۔ کہ وہ ان حروف کو جو ان لفظوں کی ترتیب کے لئے ان کے معنی کے لحاظ سے ضروری ہوں تلاش کر کے لکھیں۔ مثلاً پہلی سطر میں ۵ خانے ہیں۔ گویا یہ لفظ پانچ حرفوں سے مرتب ہے۔ جس کے معنے بہادروں کے ہاتھ کا زیور ہے۔ اور بہادروں کے ہاتھ کا زیور تلوار ہوتی ہے۔ اور تلوار کو "ش م ش ی ر" کہتے

معنی	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
بہادروں کے ہاتھ کا زیور	ش	م		ی	ر		
چہرہ کا ایک حسین جزو	ر		س		ر		
ہندوستان کا مشہور ہیرا جو شہنشاہ ہند کے تاج کی زینت ہے +	ک	و	ہ		و	ر	
پنجاب کے دار الخلافہ کا تاریخی باغ	ش	ا	ل	ا	م		ر
اکبر بادشاہ کی مجلس نورتن کا ایک زیرک فرد	ب		ر		ل		
ہندوستان کا مخصوص پھل اپنے کچے پن کی حالت میں		ے		ی			
بارش کا ذریعہ	ب			ل			
شب کے وقت فطرت کی مشعل		ا	ن				
یعنی بیوقوف	س	ا	د	ہ	ل	د	ح
محنت کا اچھا پھل	ر	ن	ج	ا	م		
عورت کا خوبصورت زیور	چ	م	پ	ا	ک	ل	ی
اسکول کے لڑکوں کا دلچسپ کھیل		ا	ک	ٹ			

ہیں - اور اس لفظ کے حروف کی ترتیب خانہ کے حروف کی ترتیب سے مل جاتی ہے - اسی طرح اور سطروں کے خالی خانوں میں موزوں حروف لکھ کر صحیح لفظ معلوم کیا جائے ✦

شرائط وہی ہیں - جو سابقہ معمہ کے لئے تھیں کہ (۱) ہر جواب خوشخط تحریر کیا جائے - (۲) ہر جواب اس مہینہ کے اندر بھیجا جائے جس مہینہ کا گلدستہ ہو (۳) کھلے لفافہ میں حل نہ بھیجا جائے (۴) ہر جواب کے ساتھ ار کا ٹکٹ ڈاک بطور فیس معمہ بھیجا جائے (۵) صحیح حل پر پانچ روپیہ کا انعام دیا جائیگا - اور ایک سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے گا ✦

حل مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجا جائے - ممتاز رفیع بیگم مارہروی - شاہجہان آباد - بھوپال

ایک عورت کی بہادری

(امرتسریا رام شرما - پربھاکر ایس - ٹی)

میں سفر کر رہا تھا - راستے میں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا - کہ خلاف معمول اس کا چہرہ ہشاش بشاش تھا بال اگرچہ سفید ہو گئے تھے - مگر چہرے پر جھریوں کا نام نشان تک نہ تھا - آواز کافی سے زیادہ بلند تھی - ہر بات سے راستی ٹپکتی تھی - اور وہ نہایت سادہ روی اور پرلطف لہجے میں گفتگو کرتا تھا ✦

میں اس کی باتیں سن رہا تھا - اور اس کے متین اور سنجیدہ چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا - پگڑی کے نیچے چھپا ہوا اس کا نصف کٹا کان دکھائی دیا -

تھوڑی دیر صبر کر کے میں نے کہا: "باباجی! آپ کا کان کٹا ہوا معلوم ہوتا ہے"؟ بوڑھا مسکرایا - اور کہنے لگا - "کہ ہاں - اس کے کٹنے کا واقعہ بڑا عجیب ہے"

میں نے کہا "باباجی مہربانی کر کے سنائیے تو سہی" -

بہت اچھا کہہ کر پیرمرد یوں کہنے لگا: -

"میری جوانی کیا آئی - کہ مصیبت کا سامنا ہو گیا قرضہ اٹھا کر شادی کرائی - دو بچے پیدا ہوئے - محنت مزدوری کرتا تھا - مگر دن بڑی تنگدستی سے کٹتے تھے - اول تو کچھ بچتا ہی نہ تھا - اگر پیٹ کاٹ کر کچھ بچا بھی لیا - تو وہ قرضخواہ کی بھینٹ کر دیا جاتا تھا ✦

آخر جب آمدنی کا کوئی وسیلہ نہ دیکھا - تو چوری کا پیشہ اختیار کیا - اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ ماجھے کے علاقہ میں جا نکلا - دن رات اپنے کام کے لئے موزوں و مناسب جگہ تلاش کرنے لگا

ایک روز چلم میں آگ بھرنے کے بہانے ایک مکان کے اندر گیا - ساز و سامان دیکھ کر اندازہ لگایا کہ کسی مالدار زمیندار کا گھر ہے - ایک ذی الجثہ عورت روٹی پکا رہی تھی - جسکی جوانی کے آخری دن تھے - میرے دریافت کرنے پر اسنے بتایا کہ ہم جاٹ زمیندار ہیں - میں نے چلم بھری اور وہیں بیٹھ کر کش لگانے لگا - اس سے باتیں کرتے کرتے گھر کی ہر ایک چیز کو بغور بھانپتا رہا - میں ایک بات پوچھتا تھا - مگر وہ سادہ لوح عورت چار باتیں بتا دیتی تھی - جس سے اسکے گھر کا بھید معلوم کرنے میں مجھے ذرا

بھی دقت نہ ہوئی۔ میرے مختلف سوالات کے جواب میں اس نے کہا کہ میرے چار لڑکے ہیں۔ جو اپنے باپ کے ہمراہ دن رات کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔ اور رات کو باہر ہی اپنے مال مویشی اور فصل کی رکھوالی کرتے رہتے ہیں چاروں کی شادی ہو چکی ہے۔ چھوٹے دو کی بہوئیں ابھی تک آئی ہی نہیں۔ بڑی بہوئیں بچے جننے کیلئے میکو میں گئی ہوئی ہیں۔

میں آنے والی خوشی کا خیال کر کے مسرور تھا۔ اور دل میں کامیابی کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ مگر دن کا خاتمہ نظر نہ آتا تھا۔ میں رات کی آمد کا کسی عزیز کی ملاقات سے بھی بڑھکر انتظار کر رہا تھا۔ خدا خدا کر کے سورج غروب ہوا۔ اور لیلائے شب اپنے چہرے پر سیاہ زلفیں بکھیرے نمایاں ہوئی۔ میرے ایسے آدمی ہوشیار ہونے لگے اور دن کے تھکے ماندے دنیا دار سونے لگے۔

میں اس بڑھیا کے گھر میں گھسا۔ دیکھا وہ عورت برآمدے میں گہری نیند سو رہی ہے۔ گھر کا دروازہ بند کرنے کی بھی ہوش نہیں رہی۔ سارا دن کام کاج کرتے رہنے سے آدمی تھک جاتا ہے۔ جس سے گہری نیند کا آنا لازمی امر ہے۔

میں اندر گیا۔ اپنے اندازے کے مطابق ہر ایک چیز کو دیکھا بھالا۔ صندوق کا قفل بھی معمولی کوشش کے بعد ہی کھل گیا۔ ڈھکنا اٹھایا۔ اس کے اندر زیورات اور نقد روپیہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ جلدی جلدی نقدی اور زیورات کی گٹھڑی باندھی اور چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ دروازے کے باہر قدم رکھنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ اس عورت نے شیر کی طرح جھپٹ کر مجھے پکڑ لیا۔ اور کہنے لگی:۔

"بچہ جی۔ شور تو میں نے مچایا نہیں۔ البتہ آج تمہاری اس طاقت کا امتحان کرنا چاہتی ہوں۔ جس کے بل بوتے پر چوری کرنے کے لئے تم میرے گھر میں گھسے ہو۔ میں تو شام سے تمہارے انتظار میں تھی۔ تمہاری صبح کی باتوں سے تمہاری نیت کا پورا پورا پتہ لگ گیا تھا۔"

آن کی آن میں ہم دونوں پہلوانوں کی طرح کشتی لڑنے لگے۔ اگرچہ میں صحیح الجثہ نوجوان تھا۔ مگر اس کے آگے میری کوئی پیش نہ گئی۔ بہت دیر تک وہ مجھے نیچے ڈال کر میرا کچومر نکالتی رہی۔ آخر جان سے ناامید ہو کر میں نے نہایت عاجزانہ لہجے میں التجا کی:۔

"اماں جی! معاف کرو۔ اب کبھی چوری نہ کروں گا۔"

یہ سن کر اس نے اپنے دانتوں سے میرا کان کاٹ ڈالا۔ اور کہا۔ کہ "بچہ اگر ایسا ناپاک خیال دل میں پھر کبھی پیدا ہوا۔ تو میری اس نشانی کو ہاتھ لگا لینا۔"

یہ کہکر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا۔ کہ اب میرا بڑا لڑکا گھر آنے والا ہے۔ اس لئے تم بہت جلد گھر سے نکل جاؤ۔ اور دکھن کے راستے گاؤں سے باہر ہو جاؤ۔"

میں ابھی تک گاؤں سے ایک میل بھی دور نہیں جا سکا تھا۔ کہ پیچھے سے آکر کسی آدمی نے پکڑ لیا۔ کہنے لگا:۔

"تم تھکے ماندے کہاں جا رہے ہو۔ میرے ساتھ واپس لوٹ چلو۔"

یہ الفاظ اس نے ایسے تحکمانہ انداز سے کہے کہ میرا دل خوف سے دہل گیا۔ قہر درویش برجان درویش اس کا حکم ماننا پڑا۔

ان لوگوں نے کئی دن تک مجھے اپنے گھر پر رکھا میری بڑی خاطر مدارات کی۔ اور چلتے وقت سو روپیہ بھی دیا۔ گھر پہنچکر اسی سرمایہ سے میں نے بیوپار کرنا شروع کیا۔ اب ہر طرح خدا کا فضل ہے۔ اگرچہ اس ماجرے کو چالیس سال گذر گئے۔ مگر آج بھی اپنے محسنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے میرا دل خوشی سے اچھل رہا ہے۔" یہ کہتے کہتے بوڑھے کی آنکھوں سے دو چار آنسو نکل پڑے۔

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ سیوہ پرائیڈیٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا۔

بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم
سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا
اور بہترین خدمت گذار
رسالہ
رہنمائے تعلیم
لاہور
مینیجنگ پروپرائٹر
ماسٹر جگت سنگھ
سالانہ چندہ
قیمت فی پرچہ
ششماہی چندہ

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ ۴) ششماہی تین روپے (سے ۳) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے اور دیگر امور و ترسیل زر مینیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹ر	۲۷ر	۵۰ر	۹۰ر
نصف صفحہ	۵ر	۱۵ر	۲۷ر	۵۰ر
چوتھائی صفحہ	سے ۳ر	لعہ ر	۱۵ر	۲۷ر

نرخنامہ اشتہارات سرورق مستقل پورے سال کے لئے

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔)

مینیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۴ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمتگذار

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۹ — نمبر ۷

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند وِدیارتھی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ایم او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیارام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ منیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سے) — فی پرچہ آٹھ آنے (۸/)

ضروری نوٹ - سرورق رسالہ ہذا کے آخری صفحہ کے اشتہارات فی سطر ۱۵ بیشتر ایک سطور نرخ بتصور زبانی عاید - (منیجر)

فہرست مضامین

غزل

دل میں بتوں کا نقش بٹھایا نہیں ہنوز — کعبے کو دیر ہم نے بنایا نہیں ہنوز

مدت ہوئی کہ بابِ اثر بند ہو گیا — میں نے دُعا سے ہاتھ اُٹھایا نہیں ہنوز

جو کہہ سکیں نہ ہم وہ کہا ہی نہیں ابھی — جو سُن سکو نہ تم وہ سُنایا نہیں ہنوز

شوقِ کمال اے دلِ ناکام کیا کرے — تو نے کمالِ شوق دکھایا نہیں ہنوز

ہم اور دردِ دل کیلئے چارہ سازیاں — یہ روگ اپنے جی کو لگایا نہیں ہنوز

دامن چھڑاؤں پرسشِ محشر سے کس طرح — میں نے تو داغِ مے بھی چھڑایا نہیں ہنوز

ساقی خدا کرے کہ مجھی کو عطا کرے — وہ جام جو کسی کو پلایا نہیں ہنوز

سو پردوں میں بھی شوقِ تماشا ہو کامیاب — آنکھوں نے یہ کمال دکھایا نہیں ہنوز

تمہید ہی سے آپ تو بیزار ہو گئے — سُننا جو چاہیئے وہ سُنایا نہیں ہنوز

اے جوش شکر کر کہ یگانوں کے جور نے
بیگانۂ حواس بنایا نہیں ہنوز

جوش ملسیانی

پُرلطف مہملات کا سلسلہ بوجہ عدم گنجائش اس نمبر میں درج نہیں ہو سکا۔ ناظرین اگلے نمبر میں لطف اندوز ہو سکیں گے۔ (منیجر)

اخلاقی تعلیم اور مدارس

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

علم کی بڑائی

علم بڑی دولت ہے علم سے ہی نجات ہوتی ہے۔ علم کے آگے مال و دولت کی کچھ حقیقت نہیں ایک محتاج عالم بے علم بادشاہ سے بہتر ہے۔ ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں جس آدمی میں علم نہیں وہ آدمی نہیں جانور ہے اور جس گھر میں کوئی علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربہ ہے۔ اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں۔ وہ ملک نہیں ڈھوروں کا جنگل ہے۔ علم کی عزت مال اور دولت کی عزت سے کہیں زیادہ ہے۔ امیر آدمی کی عزت یا کپڑے لتّے سے ہے یا مسند تکیہ سے یا نوکروں چاکروں سے یا ہاتھی گھوڑوں سے۔ جہاں ان سے الگ ہوا پھر جیسے اور خدا کی مخلوق ہے وہ بھی ہے اور علم والا جس حال میں رہیگا اور جہاں رہیگا اور جس سے ملیگا ویسی ہی عزت پائیگا۔

درحقیقت عالموں کا رتبہ بادشاہوں سے بھی بالا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سکندر اور ارسطو چلے جا رہے تھے۔ جب آبادی سے کچھ دُور نکل گئے تو انہیں ایک نہر راستے میں آئی۔ وہ دونوں نہر کے کنارے پر پہنچ گئے وہاں دیکھتے ہیں کہ پُل وغیرہ کچھ نہیں ہے وہ ایک دوسرے کے مُنہ کو تکنے لگے اتنے میں سکندر بولا کہ میں پہلے نہر میں کودتا ہوں لیکن ارسطو بولا کہ بادشاہ سلامت آپ ٹھہرئیے کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی زیادہ ہو اور آپ ڈوب کر مر جائیں اور سلطنت میں ابتری پھیل جائے اس لئے پہلے میں کُودتا ہوں۔ تو فوراً ہی سکندر بول اُٹھا کہ اے ارسطو! اگر میں ڈوب کر مر گیا۔ تو تو اپنی تعلیم کی وجہ سے میرے جیسے ہزار ہا سکندر پیدا کریگا لیکن میں اپنے روپے کے خزانے سے ایک بھی ارسطو نہیں بنا سکتا۔

"جوگی"

کل صبح کو مطلع تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا　　سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا
جب بادِ صبا مضراب بنی ہر شاخ نہال رباب بنی　　شمشاد و چنار ستار بنے ہر سرو و سمن طنبور ہوا　الخ

"حسد"

حسد کے معنی ہیں دوسرے کو اپنے سے اچھی حالت میں دیکھ کر جلنا مثلاً کہتے ہیں کہ وہ ہم کو دیکھ کر جلا مرتا ہے یہ مرض عالمگیر ہے کنبے اور رشتے کے لوگوں میں اکثر دیکھتے ہیں کہ جہاں کسی کو خدا نے زیادہ فراغت دی یا کسی نے نام و نمود پیدا کیا رشتے داروں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ بس اب ان کے گھر میں چین ہے! اچھے سے اچھا کھاتے اور پہنتے اور سونے چاندی سے لدے پھرتے ہیں! ان کا مکان اتنا بڑا ہے! ان چیزوں سے بڑھکر اولاد پر حسد ہوتا ہے دو حقیقی بھائی ایک کے اولاد کم اور ایک کے زیادہ ایک کے لڑکیاں دوسرے کے لڑکے یا ایک کے ہے اور دوسرے کے نہیں۔ اب بھائی کو بھائی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کا انتظام سب انکی رائے کے موافق ہو۔ دو بھائی ہوں تو جیسے ورثے اور ترکے میں برابر ہیں رزق بھی برابر دیا جائے! اولاد بھی برابر ہو۔ بلکہ دونو کے گھر ایک دن پیدا ہوا کرے ورنہ اولاد کی عمر پر حسد ہوگا۔ وہ کہیگا کہ بھائی کا بیٹا جوان ہوا اور میرا بیٹا ابھی تک دودھ پیتا ہے ابھی اسکے دانت نکلتے ہیں چیچک نکلنی ہے کس نے دیکھا ہے کہ ان آفتوں سے بچے یا نہ بچے غرض وہ چاہتے ہیں کہ دونو بھائیوں کی تمام حالت یکساں ہو۔

ایسے لوگ خدا کی حکمت میں دخل دیتے اور اسکے انتظام کو ناپسند کرتے ہیں بیوقوفی کے علاوہ ایسے لوگ در پردہ بے ایمانی بھی کرتے ہیں اگر انکا ایمان درست ہوتا تو وہ جانتے کہ رزق ہو یا اولاد۔ رنج ہو یا خوشی سب تقدیری بات ہے، اور خدا کی مرضی اور اُسکے حکم سے ہے اور جو اُس کا حکم ہے عین انصاف ہے ؞

لڑکوں میں حسد اس طرح شروع ہوتا ہے کہ اگر ایک بھائی کو دو لڈو یا دو سنگھاڑے یا برفی کی ایک ڈلی بھی زیادہ دی جائے تو دوسرا ہے کہ لڑا مرتا ہے۔ کہ نہیں! ہیں برابر لونگا کم و بیش کیوں ہے۔ اِس سے یقین ہوتا ہے کہ جب یہ بڑے ہونگے تب بھی برابری کا دعوے رکھیں گے آج ماں باپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہیں۔ کل کو بڑے ہو کر خدا کی تقسیم پر اعتراض کرینگے۔

انسان کو چاہئے کہ اپنی حالت پر قانع رہے جس حالت میں خدا نے رکھا پسند کیا ہے وہی مصلحت ہے، اگرچہ ہم انہیں بے عقلی سے اس مصلحت کو نہیں سمجھ سکتے۔ لڑکو ماں باپ کو اپنا مالک جانو۔ جو انہوں نے دیا خوشی سے لیا۔ شکوہ شکایت مت کرو کوئی تو وجہ ہے کہ ماں باپ نے تم کو کم دیا ہے شاید وہ چیز زیادہ تم کو نقصان کرتی۔ یا تم کو کسی دوسری چیز میں زیادہ حصّہ مل چکا ہے۔

حسد کی بنیاد ہمیشہ عداوت ہوتی ہے یعنی جس شخص سے تم کو پہلے سے دشمنی ہے اسکے نفع سے تم کو رنج ہے! اب تم ذرا اپنی اور اپنے دشمن کی حالت پر غور کرو۔ اسکو کامیابی کی مسرت ہے، اور تم کو حسد کی تکلیف پس دشمن جیت میں ہے اور تم ہار میں تم نے کیا بُرا پہلو اختیار کیا حسد کی تکلیف تم کو دشمن نے تو ہرگز نہیں دی کیونکہ یہ تو ایک خیالی تکلیف ہے، اور خیال خود تمہارے دل سے پیدا ہوا پس تم آپ اپنے دشمن ہو کہ اپنے آپ کو خود تکلیف دیتے ہو۔

نیک اور لبیق ایک ہی بیٹا کافی ہے بہ نسبت یکصد بیوقوف بیٹوں کے اندھیرے کو ایک ہی چاند دور کر دیتا ہے اور ...... ہزاروں تارے نہیں کرسکتے ؞

(حنیفہ [illegible])

غزل

(از حضرت دعا ڈبائیوی)

بیٹھے ہیں ہم بھی آئینۂ دل لئے ہوئے — ان کے ہی آگے اُن کا مقابل لئے ہوئے

تلوار آ رہا ہے وہ قاتل لئے ہوئے — سب اپنے اپنے ہاتھوں میں ہیں دل لئے ہوئے

پہلو میں دل نہیں ہے یہ ہے دشمن حیات — ہم اپنے ساتھ پھرتے ہیں قاتل لئے ہوئے

اٹھینگے یوں شہید مزاروں سے حشر میں — ہاتھوں میں اپنے دامن قاتل لئے ہوئے

اے چرخ تو زمین کو سمجھے ہوئے ہے کیا — یہ بھی ہے سینکڑوں مہ کامل لئے ہوئے

لکھ کر یہ اس نے اپنے مکاں پر لگا دیا — اس بزم میں نہ آئے کوئی دل لئے ہوئے

ٹھنڈا تمام چاہنے والوں کو کر دیا — بیٹھے رہیں وہ گرمئی محفل لئے ہوئے

محروم رہ نہ جائے کوئی تشنہ کام عشق — ساقی ذرا نگاہ میں محفل لئے ہوئے

سب سے الگ ہے اہل محبت کی زندگی — خوش ہیں امید وعدۂ باطل لئے ہوئے

یہ سن کے لوگ لائینگے تحفے نئے نئے
جاتے ہیں اُن کے پاس دعا دل لئے ہوئے

حسن اصلاح

(۲۸)

گذشتہ دو قسطوں میں ہمارے عنایت فرما حضرت ارمان شاہ جہان پوری کے مخمسات کے اصلاحی نمونے نذرِ ناظرین ہوئے۔ اب دیگر اصنافِ سخن کے نمونے حاضر کیے جاتے ہیں۔ کرمفرمائے موصوف نے اس مضمون کے سلسلے میں جو مسوّدات لطف فرمائے ہیں ان میں ایک مثنوی تقریباً ستّر اشعار کی شامل ہے۔ مثنوی مذکورہ کا عنوان ہے "سچّا واقعہ" اسی مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ اشعار پیش کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت ارمان سرکاری محکمہ (پیمائش و سروے) میں ایک مدت تک خیر و خوبی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دینے کے بعد ریٹائر ہوئے ہیں اور اس وقت لکھنؤ میں تشریف فرما ہیں۔ یہ مثنوی حضرت موصوف نے اپنے زمانۂ ملازمت میں تصنیف فرمائی تھی۔ ہمارے کرمفرما دیہات میں کسی شوالے کے قریب پیمائش کر رہے تھے۔ ایک نوجوان لڑکی قریب کے تالاب میں نہا رہی تھی۔ جس طرف اس لڑکی کا گھر تھا اتفاقاً موضع کی اسی جانب حضرت ارمان اپنے عملے کو ساتھ لے کر چلے۔ یہ دیکھ کر وہ ہوشیار لڑکی سمجھ گئی کہ یہ سرکاری آدمی اپنے کام سے گاؤں میں آرہے ہیں۔ لہذا قدم بڑھا کر وہ جلد اپنے گھر آئی اور باہر سے اُس نے اپنی چچی کو آواز دی کہ جلد کتّے کو باندھ دو ایسا نہ ہو کہ کُتّا کسی کو کاٹ کھائے۔ اس کے متعلق دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

سوچ کر اپنے دل میں وہ جھٹ پٹ　　اپنے گھر کی طرف چلی سرپٹ

اور آواز دی کہ چاچی ہو　　باندھ رسری سے جلد کوکر کو

شاید ناظرین کو یہ بتانے کی ضرورت نہ ہوگی کہ یورپ میں (رسّی) کو (رسری) اور کُتّے کو (کُوکر) کہتے ہیں۔ مرقومۂ بالا دو شعروں کی اصلاح میں صرف ایک لفظ بدلا گیا ہے یعنی تاج الشعرا حضرت نوح مدظلہٗ نے (باندھ) کی جگہ (باندھو) لکھ دیا ہے۔ قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ اُس مہذّب اور ہوشیار لڑکی نے اپنی چچی سے گستاخانہ گفتگو نہ کی ہوگی۔ جب حضرت ارمان اور ان کے ساتھی اس لڑکی کے گھر پہنچے تو بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں لیکن اور کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ان لوگوں کے پاس آئے اور بات چیت کرے۔ بس وہی لڑکی قدرے آگے بڑھی۔ اُس کی جرأت کی تعریف کرنے کے بعد ارمان صاحب فرماتے ہیں ؎

اپنے انداز میں کہیں گے ہم　　سن تھا چودہ کا اُس کا بیش نہ کم

اصلاح ؎　　اپنے انداز میں کہیں گے ہم　　سن تھا چودہ برس کا بیش نہ کم

اصل مصرع میں لفظ (کا) مکرّر آیا تھا اور یہ بُرا معلوم ہوتا تھا۔

لڑکی کے قدرتی حسن کی تعریف میں ہمارے کرمفرما نے ذیل کا شعر لکھا تھا ؎

ٹھہر ڈھانی تھی سادگی جی پہ		ختم پوشش تھی ایک ساڑھی پہ

اصلاح میں حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے صرف ایک لفظ درست فرما دیا یعنی (ساڑھی) کی جگہ (ساری) لکھ دیا۔ (ساڑھی) دراصل عوام کی زبان ہے۔ لڑکی نے اپنی پوربی زبان میں جو دریافت کیا ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے ؎

ناہیں معلوم ہم کا اے سرکار		ہُوئے لاگا اِتھاں یہ کیا رُحِیگا

تُنی اِتنا بتا دو اِی ہم کا		کس چَلَت ہے تُہار جنجر یا

حیرت ہے کہ جناب ارمان نے باوجود شاہ جہان پوری ہونے کے کس خوبی کے ساتھ پوربی زبان لکھی ہے۔ بہ طور تشریح چند الفاظ کے اُردو مترادف عرض کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو مطلب سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ (ناہیں = نہیں)۔ (ہم کا = ہم کو)۔ (ہُوئے لاگا = ہونے لگا)۔ (اِتھاں = یہاں)۔ (تُنی = ذرا)۔ (اِی = یہ)۔ (کس = کیسے یعنی کیونکر)۔ واضح ہو کہ بعض حضرات لفظ (کیسے) کو متعلق فعل کے طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن یہ استعمال غیر فصیح ہے ایسے موقع پر صحیح زبان (کیونکر) ہے۔ (چَلَت = چلتا یا چلتی)۔ (تُہار = تمہارا یا تمہاری)۔ (جنجر یا = جریب) جناب ارمان نے بتایا کہ پیمائش کیونکر ہوتی ہے۔ جب قدرے بے تکلف ہو کر اُس لڑکی نے ہمارے عنایت فرما کے حالات دریافت کئے تو آپ نے کہا ؎

گھر ہمارا نہ در ہمارا ہے		جنگلوں میں گزر ہمارا ہے

ہمیں گھر بار سے نہیں کچھ کام		وہی گھر ہے جہاں بھی ہو گئی شام

اس آخری شعر کو پڑھا تو راقم الحروف کو ایک استاد کا مطلع ذیل یاد آگیا ؎

ہو گئی شام جہاں ہے وہیں بستر میرا		نہ کہیں میرا ٹھکانا نہ کہیں گھر میرا

لیکن ہم کو یقین کامل ہے کہ حضرت ارمان پر سرقہ کا الزام نہیں آتا۔ اتفاق سے یہ شعر لڑ گیا ہے۔

جب اور بات چیت ہوئی تو جناب ارمان نے اُس لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔ وہ

سر جھکائے ہوئے ادا کے ساتھ		نیچی نظریں کئے حیا کے ساتھ

ہمارے دوست کی گفتگو سنتی رہی۔ جناب ارمان کا دل ہاتھوں سے نکلا جاتا تھا لیکن آپ سنبھلے اور آپ کو دفعۃً خیال آیا کہ ؎

نہیں یہ دُختر برہمن ہے		دینِ ایماں کی بلکہ دشمن ہے

اصلاح ؎		نہیں یہ دختر برہمن ہے		دینِ ایماں کی بلکہ رہزن ہے

واضح ہو کہ حضرت نوح مدظلہٗ حرفِ روی سے پہلے ہر دو جانب حروفِ مشترک پسند نہیں فرماتے۔ (برہمن) اور (دشمن) میں حرفِ نون سے پہلے ہر دو جانب (م) تھا اس لئے ایک طرف لفظ بدل دیا۔ اکثر اساتذہ مثنوی کیلئے ایسی پابندیاں ضروری نہیں

سمجھتے لیکن حضرت نوح مدظلہ، غزل کی طرح مثنوی پر بھی یہ پابندیاں عاید فرماتے ہیں۔

ہمارے عنایت فرمانے اس مضمون کے سلسلے میں اپنا جو کلام لطف فرمایا ہے اُس میں ایک سہرا بھی شامل ہے موجودہ قسط کو اسی سہرے پر ہم ختم کرنا چاہتے ہیں اس میں جناب ارماں نے ایک شعر لکھا تھا ؎

مبارک ہو مبارک تیس۳۰ جولائی یہ سنہ بتّیس۳۲ سرِ سلطان پر باندھیں عزیز و اقربا سہرا

نوشاہ کا نام سلطان خاں ہے۔ اصلاح کے بعد شعر بالا کی یہ صورت ہوگئی ؎

مبارک تیس۳۰ جولائی یہ سنہ بتیس۳۲ کی ساعت سرِ نوشاہ پر باندھیں عزیز و اقربا سہرا

دراصل لفظ (بتّیس) ہے لیکن ارماں صاحب نے (بتّس) یعنی بغیر حرف (ی) نظم کردیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات بولنے میں (بتیس) کو (بتّس) کہہ جاتے ہیں لیکن مناسب یہی ہے کہ لفظ مذکور ہمیشہ اپنی صحیح صورت پر نظم کیا جائے۔ (سرِ سلطان) میں دو خرابیاں تھیں۔ اول تو لفظ (سلطان) کی تکرار ارماں صاحب نے اپنے سہرے کے کئی اشعار میں جائز رکھی ہے اور وہ بُری معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے حضرت نوح مدظلہ نے اس تکرار کو کم کردیا۔ دوسرا عیب (سرِ سلطان) کی ترکیب میں یہ تھا کہ جناب ارماں نے لفظ (سلطان) کو حسن شان کے ساتھ نظم کیا ہے اس میں حرف اخیر یعنی (نون) پُر پڑھا یا ہے حالانکہ ازروئے قاعدہ یہ نون نونِ غنّہ ہونا چاہیے۔ اس قاعدے کا ذکر ہم پہلے بھی کرچکے ہیں فارسی ترکیب اضافی میں مضاف الیہ حرف نون غنّہ پر ختم ہوتا ہے اور اُس حرفِ نون سے پہلے مدّ پایا جاتا ہے تو نون مذکور نونِ غنّہ پڑھا جاتا ہے مثال (رُوئے زمیں) نہ کہ (رُوئے زمین) ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؎

قیامت تک رہیں آباد یہ دولھا دُلھن دونوں مبارک ہو مبارک انہیں نامِ خدا سہرا

(نامِ خدا) اُس وقت کہتے ہیں کہ کسی چیز کی کوئی غیر معمولی صفت مشاہدہ ہو اور اُسے دیکھکر خدا یاد آجائے۔ کیونکہ خدا سب چیزوں کا خالق ہے۔ لہذا خالق ہی کی تعریف کرنی چاہیے۔ اصلاح

قیامت تک رہیں آباد یہ دولھا دُلھن دونوں مبارک ہو مبارک ہو انہیں صبح و مسا سہرا

(نامِ خدا) کا استعمال بے موقع تھا۔ (صبح و مسا) سے (قیامت تک) کے معنی کی تاکید ہوگئی ❊ (عابد مسیلم)

ہمارے محترم دوست جناب مولوی سید شاہ ولی ہمیتی صاحب بی اے آنرز ہیڈ ماسٹر نورمل سکول گکھڑ کی رائے گرامی رہنمائے تعلیم کے افسانہ نمبر کے متعلق ہیں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جب سے ہندوستان کے میدان صحافت میں رسالہ بازی کا سلسلہ شروع ہوا کسی تعلیمی یا ادبی رسالے نے ایسا ضخیم دلکش اور شاندار افسانہ نمبر شائع نہیں کیا۔ اور افسانہ نویسی کا فسانہ اپنی قسم کا سب سے پہلا مضمون ہے جو اردو زبان میں لکھا گیا۔ اب ماسٹر جگت سنگھ صاحب خود ہی بتائیں کہ کامیابی کسے کہتے ہیں۔ اور مبارکباد کے کیا معنی ہیں ❊

ہمیتی

ٹکڑے کر دئے

(از لالہ جگن ناتھ صاحب کمال بی۔ اے۔ گوبار پوری)

بڑھتے بڑھتے جوشِ غم نے دل کے ٹکڑے کر دئے
اٹھتے اٹھتے موج نے ساحل کے ٹکڑے کر دئے

یا تو ابجزائے ہستی کو پریشاں کر دیا
یا طلسمِ دوریٔ منزل کے ٹکڑے کر دئے

وہ یہ کہتے ہیں مری تیغِ ادا کا کیا قصور
خود تمہارے ہی قلم نے دل کے ٹکڑے کر دئے

وہ نگاہِ یاس بھی چلتی ہوئی شمشیر تھی
جس نے اٹھ کر جراَتِ قاتل کے ٹکڑے کر دئے

دیدنی تھا عالمِ حیرت حریمِ ناز کا
شوق نے جب پردۂ حائل کے ٹکڑے کر دئے

آرزو یہ ہے وہ مجھ ناقص کا بھی ہو دستگیر
جس نے انگلی سے مہِ کامل کے ٹکڑے کر دئے

کچھ نہیں کھلتا کہ تو کعبے میں ہے یا دیر میں
تیرے جلووں نے مری منزل کے ٹکڑے کر دئے

اس سے امید عنایت کیا کہ جس بے درد نے
ٹھوکروں سے کاسۂ سائل کے ٹکڑے کر دئے

دید کے قابل ہے یہ گستاخیٔ شوقِ نمود
حسن نے خود پردۂ محمل کے ٹکڑے کر دئے
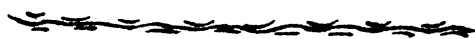
نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نو آموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی)

خط نمبر ۲۶

مکرمی تسلیم۔ یہ امر واقع ہے کہ "تصحیح اغلاط" کا سا روح فرسا اور صبر آزما کام شاید ہی کوئی اور ہو۔ اندازہ لگائیے کہ متواتر دو تین گھنٹے مغز پچی کرنے کے بعد مشقی کاپیوں کا ایک انبار تصحیح کے واسطے پیش نظر ہو تا کس درجہ سوہان روح ہوتا ہوگا۔ گرامر کی غلطیوں کا ٹھیک کرنا۔ املا کی غلطیوں کا رفع کرنا۔ بے معنی فقروں کو کھینچ تان کرکے بامعنی بنانا۔ طلبا کے خیالات کی کاوش اور پھر ان کو تسلسل اور ربط کی لڑی میں پرونا کس قدر دشوار کام ہے۔ یہ بھی عجب افتاد ہے کہ سکول کے خالی گھنٹوں میں اوقات مدرسہ شروع ہونے سے پہلے اور ختم ہونے کے بعد جبکہ اعضا و جوارح آرام کا تقاضا کر رہے ہوں دماغ لگاتار محنت سے ماؤف ہو چکا ہو۔ سر چکرا رہا ہو۔ اس وقت تصحیح اغلاط کا کام کرنا پڑتا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ اساتذہ کے اضمحلال قویٰ اور کوتاہی عمر کا یہ ایک یقینی وسیلہ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کم از کم ہفتہ بھر تیس گھنٹے خواندگی۔ رجسٹروں کے کام اور بیرون مدرسہ تعلیمی تحریکوں اور سرگرمیوں کی بھرمار میں مرۃ بعد اولیٰ و کرۃ بعد اخریٰ انہی املاء کی تصحیح سے ضرور دل و دماغ بھنّا جاتا ہے لیکن یہ کام کرنا پڑتا ہے اور کیا جاتا ہے۔ اسے انتہا درجہ کی فرض شناسی سمجھیں یا بیچارگی لیکن آپ ہر زبان سے یہی سنیں گے کہ یہ طلبا کے مفاد کی خاطر ہی نہایت ضروری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آیا واقعی کوئی فائدہ اس تصحیح اغلاط سے طلبا کو مترتب ہوتا ہے؟ حق گو اور حق بین شخص کہنے پر مجبور ہوگا کہ ہرگز نہیں اور قطعی نہیں اسلئے کہ کاپیاں لینے کے بعد طلبا نہایت بے اعتنائی سے انہیں بستوں میں رکھ لیتے ہیں اور جبتک انہیں ہدایات نہیں دیتے کہ وہ دوبارہ اپنی کاپیاں تصحیح کے واسطے پیش کرنے پر مجبور نہ ہوں اور پھر استاد انہی غلطیوں کو دوبارہ اور سہ بارہ درست کر دیتا ہے شاید سب سے کم گہرا نقش کرنیوالی طالب علم کے لوح دل پر یہی تصحیح ہے اور بس۔

ان حالات میں تضیع اوقات سے بچنے کیلئے سب سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ ایک ہی غلطی کے بار بار اعادہ کو روکا جائے زباندانی کی مشقوں میں (مثلاً انگریزی) سادہ افعال کے غلط استعمال۔ روزانہ معمولی الفاظ کا غلط املا۔ بڑے چھوٹے حروف کا بے قاعدہ استعمال۔ حروف تنکیری کا خلاف اصول حذف و اضافہ وغیرہ وغیرہ ایسی غلطیاں ہیں کہ کسی حالت میں بھی انکو برداشت کرنا چاہیئے۔ انہی کو بار بار ٹھیک کرنے رہنا طلبا کو مہلت دینا اور انکی ہمت افزائی کرنا ہے اس باب میں کہ وہ بے پرواہی سے اسے

بھلا دیں جو محنت سے انہوں نے پڑھا ہے! اور جو وہ ٹھیک ٹھیک لکھ سکتے ہیں اُسے دیدہ و دانستہ غلط لکھنے کی کوشش کریں۔ بجائے اسکے کہ ایک طالب علم جب بھی لکھے وہی فحش غلطیاں کرے یہ بہتر ہے کہ وہ قطعی نہ لکھے۔ اُسے کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ آگے سبق پڑھے جبکہ اُسے پچھلا یاد نہ ہو۔ ایسی کاپیوں کی تصحیح سے اگر قطعی انکار کر دیا جائے تو مجبوراً طلبا محتاط ہو جائینگے کہ وہ بار بار ایک ہی فحش غلطی کریں۔ اس کے بعد کہ قواعد کے اصول ذہن نشین کرا دئے گئے۔ محاورہ کی غلطیاں سمجھا دی گئیں۔ نئے الفاظ کا محل استعمال اور املا کی مشق کرا دی گئی۔ اور کوئی دقیقہ اس باب میں فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ ناقابل معافی غلطیوں کی ایک فہرست بنا دی جائے اور واضح کر دیا جائے کہ اس کے بعد ان میں سے کوئی غلطی کاپی میں بھول کر بھی نہ کی جائے۔ اس سے طلبا میں ان غلطیوں سے باز رہنے کا ملکہ پیدا ہو جائیگا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ طلبا میں یہ ملکہ پیدا کر دیا جائے کہ وہ خود اپنی غلطیوں کو معلوم کر سکیں۔ یہ اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ بعض علامات مقرر کر کے ان کی جدول مشقی کاپی کے صفحہ اول پر لکھوا دی جائے اور فواحش کو درست کرنے کی بجائے ان پر وہ علامات لکھ دی جایا کریں تاکہ طلبا اگلی مرتبہ خود ان کو درست کرائیں۔

شمارہ	غلطی کی نوعیت	علامت	شمارہ	غلطی کی نوعیت	علامت
۱	املا کی غلطی	(ل) D	۷	غلط افعال	(ف) T
۲	خلاف محاورہ	(م) 9	۸	زائد ہے چھوڑ دو۔	(ح) O
۳	لفظ کا بے محل استعمال	(خ) Tu	۹	ترتیب کی غلطی	تر Ord
۴	چھوٹے بڑے حروف کا استعمال	C	۱۰	اعادہ مقولہ	(NAR)
۵	اوقاف کی غلطی	(و) P		وغیرہ وغیرہ	
۶	حروف تنکیری کا غلط استعمال	(ت) A			

تیسرے چوتھے دن یا ہفتہ کے بعد اگر بالالتزام طلبا کو فرداً فرداً بلا کر اور مشقی کاپی لیکر پچھلی اغلاط کا جائزہ لے لیا جائے کہ آیا اُن غلطیوں کی تصحیح ذہن نشین بھی ہو گئی کہ نہیں۔ مثلاً جن الفاظ کا املا غلط تھا زبانی پوچھ لیا یا فقرہ بول کر دریافت کر لیا کہ اس میں کیا غلطی ہے اور تصحیح کس طرح ہو گی۔

بڑی جماعتوں میں یہ طریقہ بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے کہ جتنی غلطیاں مختلف انواع کی طلبا نے کی ہیں ان کا وہ ایک گوشوارہ بنا لیں۔ اگلے ہفتے کا گوشوارہ بنائیں تو مقابلہ کریں کہ گذشتہ ہفتہ کے مقابلہ میں غلطیاں کم کی ہیں یا زیادہ۔ مثلاً ہفتہ مختتمہ 26/5/34 املا $\frac{}{10}$ گرامر $\frac{}{20}$ محاورہ $\frac{}{10}$ اوقاف $\frac{}{5}$ کل 45 ۔ ہفتہ مختتمہ 2/6/34 املا $\frac{}{12}$ گرامر $\frac{}{25}$ محاورہ $\frac{}{2}$ اوقاف $\frac{}{10}$ کل 49 وجہ بیشی

رمزی

حفظانِ صحت

خوراک

خاص رہنمائے تعلیم کیلئے

از جناب منشی رشید احمد صاحب۔ احمد آباد دکن

انسان عادتوں کی گٹھڑی ہے اور دوسرے کو دیکھ کر نقل اتارتا ہے۔ ہمارا طریق گفتار۔ اطوار اور مذاق نقل یا عادت پر مبنی ہے۔ اگر کسی سے سوال کیا جائے کہ تم ساگ یا گوشت کو پکا کر کیوں کھاتے ہو؟ تو شاید فیصدی دس شخص ہی اطمینان بخش جواب دے سکیں گے۔ ہم لباس پہنتے ہیں۔ غذا روزانہ کھاتے ہیں اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے آباؤ اجداد کرتے آئے ہیں۔ اگر کوئی دریافت کرے کہ یہ کیوں تو اُس کا جواب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہیں دیا جاتا۔ اسی طرح ہم طعام ایک ہی طریق پر کھانے کے عادی بن جاتے ہیں صحت کا دارومدار خوراک پر منحصر ہے۔ مگر اشتہا ہو یا نہ ہو صحت کو یہ موزون ہوگی یا نہیں ان سوالات سے بے خبر رہتے ہیں وقتِ معینہ پر دسترخوان بچھ گیا اور شکم پری کر لی گئی۔ موت سے ہر کوئی سامری کی مانند کوسوں بھاگتا ہے اور اُس کا خیال تک نزدیک نہیں آنے دیتا۔ مگر خوراک جس پر زندگی کا دارومدار ہے کس ترتیب سے تیار کرنا چاہیئے کس وقت اور کس طور پر کھانا چاہیئے کسی کو اس کا خیال تک نہیں ہوتا۔ باوجودیکہ اکثر جانتے ہیں۔ کہ اگر خوراک میں زہر ملایا جائے یا دیر ہضم اور نقصان دہ ہو تو بھی موت کے گھاٹ اتار دیگی۔ اس لاعلمی کی وجہ سے ہم موت کو نزدیک تر بلاتے ہیں اور اس کی گرفت میں روز بروز زیادہ مضبوطی کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ ایک طرف زندہ رہنے کے لئے ہر کوئی دلی خواہش کرتا ہے۔ مگر دوسری طرف زندہ کیونکر رہ سکتے ہیں؟ مرض سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں؟ اس پر کوئی غور و خوض نہیں کرتا۔ خواہ بیمار ہوں یا تندرست ہاضمہ درست ہو یا نہ پُرانے دقیانوسی طریق و طرز موجب خوراک کا انتخاب نہ کرتے ہوئے شکم پُری کی جاتی ہے۔ دسترخوان پر دلکش اور لذیذ طعام جب چُنا جاتا ہے طبیعت خواہ مخواہ اس پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی ہے۔ مگر یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ ہمارا پیٹ اس دیر ہضم غذا کو قبول کرے گا یا نہیں؟ اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہزارہا افراد کئی اقسام کے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ صدہا جانیں تلف ہوتی ہیں غرضیکہ ایک عرصہ تک علم ادب، تصوف وغیرہ کی کتابیں تصنیف کی ہیں اور آئندہ بھی یہ کام جاری رہیگا لیکن افسوس کہ غذائیات کے کیمیاوی عمل اور ردِ عمل کی نہایت مفید بحث کا کسی نے مطالعہ نہیں کیا۔ ڈاکٹر برابینٹی کا قول ہے کہ انسان کی شخصیت۔ سیرت۔ جسمانی ہیئت۔ مزاج اور رفتار اور ذہن کی کمی و بیشی خوراکوں کی اچھائی یا برائی اور کمی و بیشی کا قدرتی نتیجہ ہے۔ لہٰذا غذاؤں کے کیمیاوی اجزا انسان کے جسم اور ذہن سے وابستہ ہیں۔ اور یہ علم تشریح الابدان اور نفسیات کی شاخ ہے جس سے ہر قوم اور فرقہ میں بڑے نامور رہبر۔ موجد۔ مصنف پیدا کرنے کے مواقع ہم پہنچا سکتے ہیں۔ دماغ اور جسم کا رشتہ اس قدر قریبی اور بدیہی ہے

کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ سادہ غذا اگر مقوی ہر شخص حاصل کرسکتا ہے۔ غیر قدرتی غذائیں مثلاً مٹھائیاں۔ مصالحہ دار سالن۔ بریانی روغن دار اشیاء مضر ہوتی ہیں۔

میرے ایک دوست کسی دعوت میں شریک ہوئے جہاں آموں کی ضیافت ہوئی۔ انہوں نے آم اتنے کھائے کہ رات کو ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اور صبح سے پیشتر ہی دارِفانی کو خیرباد کہا۔ اس طرح کی نظیریں صدہا مل سکتی ہیں۔ اور ان کے بیان کے لئے دفتر درکار ہوگا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ نوزائیدہ بچہ جب رونے لگتا ہے۔ تو اس کی ماں کو خیال آتا ہے کہ بچہ اشتہا کی وجہ سے روتا ہوگا۔ فوراً فطری محبت کی وجہ سے دُودھ پلانا شروع کر دیتی ہے۔ مگر بچہ زیادہ چینخیا ہے۔ قے کرتا ہے۔ اس کو دست آنے شروع ہوتے ہیں۔ اور کئی اور آثار تکلیف کے پیدا ہوتے ہیں جو بتلاتے ہیں کہ اس کی غذا ناموزوں ہے اور اس کے لئے زہر قاتل بن رہی ہے۔ مگر اس کی بلا سے رونے اور بیماری و مرض کا سبب معلوم کرنے کی تکلیف نہیں کی جاتی۔ اور علاج وہی دوسرا کیا جاتا ہے۔ نوزائیدہ بچہ کو دو یا تین روز تک کم از کم چوبیس گھنٹے تک غذا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خوراک دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچہ یا تو بیمار ہو جاتا ہے۔ اور جان بر نہیں ہوسکتا۔ یا اگر زندہ رہا بھی تو مستقبل میں بدہضمی کی شکایت میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اس کی صحت ہمیشہ کے لئے ناقص ہو جاتی ہے اسی لاعلمی کی وجہ سے ہندوستان میں ان بچوں سے جو پیدا ہوتے ہیں دو ایک سال کی عمر ہونے سے پیشتر ہی دارالبقا کی راہ لیتے ہیں۔ اور والدین کو داغِ حسرت دے جاتے ہیں۔ یا ایک ہزار بچوں میں سے دیہات میں صرف ۷۰۰ بچے زندہ رہتے ہیں۔ اور باقی ۳۰۰ ایک سال کے اندر ہی موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ شہروں میں اموات کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ برعکس اس کے انگلستان میں فی ہزار ۹۳۴ بچے زندہ رہتے ہیں۔ اور صرف ۶۶ بچے فوت ہوتے ہیں۔ ان لاکھوں معصوم بچوں کا خون دن دہاڑے روزانہ جہالت کی وجہ سے ہوا جاتا ہے۔ مگر کوئی آدمی صدائے احتجاج بلند نہیں کرتا۔ والدین کو غذا کے اجزا سے بخوبی واقف ہونا چاہئے۔ مرض کی حالت میں تیمارداری علوم جدیدہ کے طریق پر ہونی چاہئے۔ اس اہم ترین مسئلہ کی جس پر ہماری اور ہماری آئندہ نسلوں کی زیست اور زندگی کا انحصار ہے۔ بخوبی چھان بین کرنی چاہئے۔ اطفال۔ بالغان اور معمر کے ہاضمہ اور صحت کا لحاظ کرتے ہوئے۔ ہر ایک کو موزوں خوراک دینی چاہئے۔ ہر ایک شخص کا ہاضمہ اس کی عمر کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک غذا بھی مختلف ہونی چاہئے۔ فی الحقیقت تندرستی کے لئے معقول اور زود ہضم مقوی خوراک لازمی ہے۔ اور اسی پر تندرستی کا انحصار ہے۔ جس طرح کوئی مشین کوئلہ۔ پانی یا تیل بغیر بخوبی اور حسب منشا کام نہیں دے سکتی اسی طرح تندرستی ناقص خوراک۔ یا دیر ہضم غیر موزوں غذا کے سبب قائم نہیں رہ سکتی۔ زود ہضم خوراک اکثر سبزی۔ میوہ جات اور روکھا سوکھا طعام ہوتا ہے۔ اطبائے حاذق نے مذکورہ بالا خوراک کی بے حد تعریف کی ہے۔ کم مقدار میں شکم پُری کرنا بھی تندرستی کیلئے لازمی قرار دیا ہے۔ گلستان میں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کسی بادشاہ ایران نے رسول مقبول کی خدمت میں ایک طبیب حاذق روانہ کیا تاکہ بیمار اصحابوں کی خدمت بجا لائے۔ طبیب مذکور عرصہ دراز تک دربارِ عالی میں حاضر ہوتا رہا اور چاہا کہ کوئی خدمت بجا لائے۔ مگر اس عرصہ میں کوئی بیمار نہ پایا اور نہ ہی کسی نے کسی مرض کی

شکایت کی۔ طبیب متعجب ہوا اور خدمت عالیہ میں دست بستہ عرض کی۔ کہ کیا وجہ ہے کہ کوئی بیمار دکھائی نہیں دیتا! اور نہ کوئی میری پروا کرتا ہے۔ رسول مقبول نے فرمایا کہ مسلمانوں کا یہاں عام دستور ہے کہ حتی الامکان سادہ خوراک نوش کرتے ہیں۔ اور جب شکم دو تہائی خوراک اور پانی سے پُر ہو جائے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ طبیب نے عرض کیا کہ اگر ان لوگوں کا یہ دستور العمل ہے تو کوئی ہرگز بیمار نہیں ہو سکتا۔ میرے قیام کی ضرورت نہیں لہذا مجھے اپنے ملک جانیکی اجازت دی جائے اور وہ اپنے وطن کو واپس ہو گیا۔

تندرستی کا راز اس میں مضمر ہے آزما لیجئے اور دیکھئے کہ زود ہضم خوراک وہ ہے جو سادہ بھی ہو۔ کھانے سے چستی پیدا کرتی ہو۔ قوائے دماغی و جسمانی تر و تازہ رکھتی ہو! اور اس سے طبیعت بشاش رہتی ہو جب تک کافی اشتہا محسوس نہ ہو۔ تب تک کھانے کا خیال ترک کیا جائے۔ اور بخوبی اشتہا کے بعد خوراک تناول کی جائے۔ جن کو کم اشتہا کی شکایت ہو ان کو دن میں ایک ہی وقت خاص کر ظہر کے وقت طعام نوش کرنا چاہیئے اور کھانے کے درمیان پانی کا استعمال اگر ممکن ہو سکے تو نہ کیا جائے اور طعام کو خوب چبا کر کھایا جائے۔ ایک گھنٹہ بعد پانی حسب ضرورت پیا جائے۔ اس سے خون مصفا ہو کر تندرستی حاصل ہوگی! اور اجابت بھی وقت معینہ پر ہوتی رہے گی جانوروں اور پرندوں کی غذا کھانے اور پانی پینے کے طریق پر اگر نظر غائر کی جائے۔ تو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ غذا کھانے کے بہت عرصہ بعد پانی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ انسان طعام کھانے کے ایک یا دو گھنٹہ بعد پانی نوش کرے۔ طعام کے ساتھ پانی پینے سے معدہ میں لعاب کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بدہضمی پیدا کرتا ہے۔ علاوہ بریں ایک ہی قسم کی غذا دسترخوان پر چُنی جائے گو روزانہ تبدیل ہوتی رہے کئی اقسام کے طعام ایک ہی وقت میں تناول کرنے سے ہاضمہ میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ دیہاتیوں کی غذا اکثر جوار باجرے کی سوکھی روٹی اور پیاز یا لہسن ہوتی ہے۔ مگر شہریوں کی نسبت انکی صحت ہزار درجہ بہتر اور درست ہوتی ہے۔ گو صاف ہوا اور کافی محنت و ورزش ان کی صحت کا جزو اعظم ہے۔ مگر غذا بھی ایک حد تک ضرور اہمیت رکھتی ہے۔ سوکھی روکھی خوراک سے یہ مُراد ہے کہ گوشت سبزی وغیرہ میں زیادہ پانی اور مصالحجات نہ ڈالے جائیں۔ چبانے کے لیے جتنی دیر لگتی رہے اتنی ہی مُفید ہے۔ پتلی چیز اکثر چبائے بغیر کھائی جاتی ہے۔ لہذا زیادہ ثقیل اور دیر ہضم ہوتی ہے۔ اگر دودھ یا اسی جیسی کوئی پتلی شے پینا ہو تو ایک گھونٹ دیر تک مُنہ میں ایک رُخ سے دوسری طرف ہلاتے رہیں۔ تاکہ لعاب اس میں مِل جائے۔ اور ہاضمہ کو کافی مدد دے سکے اکثر عوام الناس کا قول ہے کہ تندرستی اور جسمانی قوت قائم رکھنے کیلئے مقوی مغزیات یا روغنی غذا کھائی جائے۔ مگر جب معدہ اس کو قبول نہ کرے اور اشتہا محسوس نہ ہو تو بجائے قوت کے جسم کو نحیف کر دیگی اور کئی امراض برپا ہونگے۔ بدہضمی اور قبض کی وجہ سے بوسیدہ فضلات برآمد نہیں ہوتے اور معدہ اور آنتوں میں زہریلے بخارات پیدا ہوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے خون میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور عام صحت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے تحلیل شدہ غذا خون کو بڑھاتی ہے! اور طبیعت میں جولانی اور بشاشت پیدا کرتی ہے۔ جسم کو قوت بخشتی ہے ثقیل غذا اگرچہ اپنا بُرا اثر فوراً نمودار نہ کرنے پائے تاہم چند ہی دنوں بعد مضر رساں اثرات ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہینگے۔ مالدار اور امیر اکثر نحیف یا اعتدال سے زیادہ فربہ دکھائی دیتے ہیں۔ مگر مفلوک الحال لوگ اور ان کے بچے قوی ہیکل چست اور تندرست پائے جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ موخر الذکر طبقہ کے لوگوں کو کافی ورزش۔ زود ہضم روکھی سوکھی غذا اور صاف ہوا اور کافی روشنی حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے

دولت مندوں کی حالت دگرگوں ہوتی ہے۔ امیروں کو چاہئیے کہ کثرت سے تازہ میوہ جات سبزی اور زود ہضم غذا کا استعمال کیا کریں اور کافی ورزش بھی بلاناغہ کیا کریں۔ بچپن میں بچوں کو رس دار پھل مثلاً نارنج سنگترہ لیموں یا سنگترے۔ انگور۔ وغیرہ میوہ جات کا شربت اور سبزیوں کا عرق یا نشاستہ دینا بے حد مفید ہوگا۔ بھیڑ بکری اور گائے کا دودھ بھی زیادہ مقدار میں انکو دیا جائے بدہضمی۔ غبار یا قبض کی حالت میں جلاب یا چورن وغیرہ کا استعمال کرنا بہت مضر ثابت ہوا ہے ایسی شکایت کی حالت میں میوہ جات کا زیادہ استعمال کرنا۔ اور دیگر ہر قسم کی خوراک سے پرہیز کرنا زیادہ مفید ہوگا۔ رسدار میوہ جات قبض کشا ہوتے ہیں۔ اور آنتوں کو تقویت بخشتے ہیں الغرض میوہ جات سبزی۔ دودھ اور زود ہضم خوراک کے استعمال سے تندرستی میں خلل برپا ہونے کا بالکل احتمال نہیں ہوتا۔ کیا آپنے کسی نحیف اور لاغر شخص کو دیکھا ہے۔ جو بالکل پوست اور استخوان کا ڈھانچا ہو۔ ضرور دیکھا ہوگا اور بغور نگاہ کی ہوگی کیونکہ ایسی ہستی کسی سے نظر انداز نہیں ہوسکتی۔ کتنا ہی قیمتی فاخرہ لباس پہنا ہوا ہو۔ ماہر درزی نے اپنا کمال دکھلایا ہو۔ مگر افسوس کہ یہ لباس اسکو ہرگز نہیں سجتا۔ اسکی روش اطوار کچھ نفرت سی پیدا کر دیتے ہیں چہرے سے غمگینی اور شکستہ دلی ٹپکتی ہے۔ مُردنی چھائی ہوتی ہے ایسے شخص کی صحبت سے اکثر لوگ سامری کی طرح بھاگتے ہیں عجب نہیں کہ اسے کسی بیماری نے گھیر لیا ہو۔ یا وہ افکار کا شکار رہتا ہو۔ ضرور کوئی وجہ ہے جس سے ایسی حالت برپا ہوئی ہے۔ اگر آپ اپنا جسم آئینہ میں ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ بھی اس طرح نحیف ہیں اور تفکرات کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ کیا آپکا دوست جو قوی تر ہے اور تندرست ہے زیادہ تر کامیاب ہے۔ کیا اسکو آپ سے زیادہ ہر دلعزیزی حاصل ہے۔ گو آپ تعلیمی و دماغی طاقت میں اس سے کم نہیں۔ اس کا سبب ضرور دریافت کرنا چاہئیے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپکی صحت میں کسی نوع کا نقص ضرور ہوا ہے یا ہو رہا ہے۔ اگر آپ اقبال کرتے ہیں تو ذیل کی ہدایات پر مستقل مزاجی سے کاربند ہو جائیں۔ اور آپ بھی اپنے محب دوست جیسی کامیابی حاصل کرلیں! اور اس جیسی عزت و حرمت کا سہرا آپکے سر بندھا جائیگا۔ جسم کی صحت کا اصول صرف معقول غذا۔ صاف پانی۔ ہوا اور کافی روشنی اور ورزش پر مبنی ہے اسپر کاربند ہونا اور تعمیل کرنا ہر فرد اور ذی عقل کا فرض ہے چونکہ اُس سے صرف اپنی ذات کو ہی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ گرد و نواح کنبہ و ملک کو بھی آپکی تندرستی سے فائدہ حاصل ہوتا رہتا ہے اسلئے ہر فرد کو موزون غذا جو معدہ بآسانی قبول کرے تلاش کرکے معلوم کرنی چاہئیے۔ کوئی دو شخص یکساں نہیں ہوتے۔ بھائی بھائی کے مزاج اور صحت میں اختلاف ہوتا ہے جو خوراک ایک کیلئے موزون ہو اور بآسانی تحلیل ہوسکتی ہو وہی دوسرے کیلئے زہر قاتل کا کام دیتی ہے میرے بزرگ والد ماجد کو گوشت بہت پسند تھا اگر زیادہ کھا لیتے تو ضرر رساں نہیں ہوتا تھا! اگر ایک روز ناغہ ہو جائے تو سیری محسوس ہی نہ ہوتی مگر دودھ اگر دو گھونٹ بھی نوش کیا جاتا تو فوراً قے ہوتی اور ہضم نہ ہوسکتا۔ حاصل کلام صحت خون کی صفائی پر منحصر ہے! اور خون کی صفائی زود ہضم خوراک اور اعتدال خورد و نوش پر مبنی ہے کل بیماریاں معدہ و آنتوں کی خرابی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ بوسیدہ غیر تحلیل شدہ غذا۔ اجابت۔ پیشاب پسینہ اور سانس کے ذریعہ معقول طور پر خارج نہ ہو تو علالت لازمی ہے علالت باطنی خلل کی ظاہری علامت ہے درحقیقت جسم کو صحیح و سالم رکھنے کیلئے اور مضمحل شدہ قویٰ کو جلا دینے کیلئے معقول خوراک کی ضرورت ہے اشتہا زائل ہونے پر اگر جبراً قہراً خوراک کھائی جائے تو علالت ترقی پاتی ہے اور سم قاتل کا کام دیتی ہے۔ جو اعضائے رئیسہ ضعیف تر ہیں انکو مضمحل کرتی ہے۔ معدہ اور آنتیں اسوقت ہی مقوی رہ سکتی ہیں۔ جب انکی طاقت کے بموجب انکو خوراک اعتدال سے ملتی رہے۔ اگر زیادہ مقدار میں خوراک ملے جس کو وہ ہضم نہیں کرسکتیں تو ان میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ (باقی باقی)

(جنابہ مسز بی بھیلہ صاحبہ ایم اے)

میٹریکولیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد۔ پنجاب میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا کیونکہ صوبہ بھر میں کوئی کالج عورتوں کے لئے نہ تھا۔ ۱۸۸۶ء میں لکھنؤ کے ازابلا تھوبرن ہائی سکول نے اپنے یہاں کالج کی جماعتیں بھی کھول دیں۔ اور پنجاب سے چند عیسائی لڑکیاں وہاں پڑھنے کے لئے گئیں لیکن بہت سے لوگ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے خلاف تھے اور اپنی لڑکیوں کو گھر سے دُور بھیجنا پسند نہ کرتے تھے۔ اب صرف یہی علاج باقی رہ گیا کہ یا تو پرائیویٹ طور پر امتحان میں شریک ہوں یا لڑکوں کے ساتھ ساتھ انہی کے کالجوں میں تعلیم پائیں۔ اور یہ اس زمانہ میں بالکل ناممکن تھا۔ البتہ اپنے صوبہ میں زنانہ کالج ہونے کی صورت میں اکثر لوگ اعلیٰ تعلیم جاری رکھنے کے لئے آمادہ تھے۔

۱۸۹۷ء میں انسپکٹرس مدارس نے سفارش کی کہ کینیرڈ ہائی سکول میں ایف اے کی جماعتیں کھولدی جائیں اس وقت صرف دو امیدوار لڑکیاں تھیں۔ بعد میں ایک ہی رہ گئی۔ اور مجبوراً ان جماعتوں کو توڑنا پڑا۔ ۱۹۱۳ء میں ۱۹۱۳ء میں اس سکول نے جو صوبہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بہترین اسکول ہونے اور لاہور میں واقع ہونے کی وجہ سے کالج کلاسز پھر کھولدیں اور اپنا نام بھی کینیرڈ کالج رکھ لیا۔

اکتوبر ۱۹۱۳ء میں پہلی ایف اے کی جماعت قائم ہوئی جس میں ۷ لڑکیاں داخل تھیں اور ان کے مضمون انگریزی حساب۔ تاریخ اور اُردو تھے۔ اس نئے کالج میں نہ تو کوئی عمارت ہی الگ تھی نہ اسٹاف ہی علیحدہ رکھا گیا۔ لڑکیاں اسکول ہی کے بورڈنگ میں رہتی تھیں اور اسکول ہی کی عمارت میں تعلیم پاتی تھیں۔ پھر بھی لڑکیوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی۔ امتحان کے نتیجے بھی بہت شاندار ہوتے تھے۔ مگر جگہ کی کمی کی وجہ سے ترقی بہت جلد نہ ہوئی۔

۱۹۱۷ء تک یہی ایک کالج تھا جو لڑکیوں کو ایف اے تک تیار کرتا تھا۔ اگر کوئی لڑکی بی اے کرنا چاہتی تو یا تو پرائیویٹ طور پر شریک ہوتی یا لڑکوں کے کالج میں تعلیم پاتی۔ پھر ۱۹۱۷ء میں کینیرڈ کالج کو مجبور کیا گیا کہ وہ بی اے کی جماعتیں بھی کھولدے۔ اور یونیورسٹی نے بھی منظوری دیدی۔ زنانہ بائیبل اور میڈیکل مشن نے ایک بنگلہ بھی اس کام کے واسطے دیدیا۔ جو اسکول کی عمارت کے قریب ہی تھا۔ اس ابتدائی زمانہ میں بھی کالج کے لئے یہ عمارت کافی نہ تھی۔ ایک چھوٹے سے ڈرائینگ روم میں تھرڈ ییئر کلاس بٹھائی اور اس کے ایک کمرہ کو لائبریری بنایا

گیا۔ مجبوراً کچھ عرصہ تک اسی طرح گذر کرنا پڑا۔ کچھ دنوں کے بعد امریکن مشن نے کچھ عمارتیں برائے نام کرایہ پر کالج کو دیدیں۔ غرض ۵½ سال کے بعد اسکول اور کالج بالکل الگ الگ ہو گئے۔

۱۹۱۹ء ایک یادگاری سال تھا۔ تحریک عدم تعاون کے اثر سے کوئی شے نہ بچ سکی۔ شکر ہے کہ لڑکیوں اور ان کی استانیوں کے آپس کے تعلقات بہت خوشگوار تھے جس کی وجہ سے کالج پر کوئی خاص اثر نہ پڑ سکا۔
اسی سال زنانہ بائیبل سوسائٹی نے جس کی مہربانی سے یہ کالج اب تک چل رہا تھا دوسری عیسائی سوسائٹیوں سے درخواست کی کہ وہ بھی تعلیم پھیلانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ اس وقت ۵ سوسائٹیاں ملکر کالج کا انتظام کر رہی ہیں اور گورنمنٹ سے بھی امداد ملتی ہے۔ اور اسی سال پہلی مرتبہ پانچ لڑکیاں بی اے میں شریک ہوئیں جن میں سے صرف دو پاس ہوئیں۔

اسی دوران میں ایف اے کی لڑکیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھتے ہوئے یونیورسٹی نے پنجابی۔ بنگالی ہندی اور فلاسفی کی تعلیم کی بھی اجازت دیدی۔ ۱۹۱۵ء تک اس کالج میں انگریزی۔ حساب۔ تاریخ اور فلسفہ بی۔اے تک پڑھایا جاتا تھا اور تین سال بعد تک فارسی سنسکرت اور اکنامکس اور پڑھا دئے گئے ۱۹۲۳ء میں تو تعداد اتنی بڑھ گئی کہ کمپونڈ میں خیمے لگا کر کام شروع کرنا پڑا۔ ۱۹۲۶ء میں لیک روڈ پر ۱½ لاکھ کے صرف سے کالج کے لئے زمین خریدی گئی۔ مگر جگہ کی کمی پھر بھی محسوس ہوتی رہی۔ اب جیل روڈ پر اور ایک بہت بڑی زمین حاصل کی گئی ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ وہاں کالج کی عمارت بن جانے سے مستورات کی تعلیمی ترقی کو خاص امداد ملے گی۔

۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ نے ایک اپنا کالج کھولنے کا ارادہ کیا۔ غالباً اس ارادہ کا سبب یہ تھا کہ کینیرڈ کالج عیسائی اصولوں پر چلایا جا رہا تھا۔ جہاں پردہ کا انتظام نہ تھا۔ اور کٹر ہندو اور مسلمان اپنی لڑکیوں کو عیسائی اثر میں رکھنے سے گھبراتے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں سائنس کا انتظام بھی نہ تھا۔ چنانچہ مئی ۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ نے انٹرمیڈیٹ کالج کھولدیا۔ جس میں پردہ وغیرہ کا مناسب انتظام تھا۔ اس میں چار کلاسیں تھیں جو میٹرک اور ایف اے کے لئے لڑکیوں کو تیار کرتی تھیں۔ چونکہ اسٹاف کی کمی تھی اس وجہ سے کینیرڈ کالج اور اس کالج کے درمیان باہمی تعاون سے دو سال تک کام چلتا رہا۔ ۱۹۲۵ء میں نویں اور دسویں جماعتیں لیڈی میکلیگن اسکول میں چلی گئیں اور یہاں بی اے کی کلاسیں جاری ہو گئیں۔ اور اب کالج کا نام "لاہور کالج فار ویمن" (مستورات کا کالج) ہو گیا۔

یہ کالج پنجاب یونیورسٹی سے ملحق تھا۔ ایف اے میں انگریزی۔ حساب۔ تاریخ۔ فلاسفی۔ فارسی۔ سنسکرت اردو اور ہندی پڑھانے کی اجازت تھی۔ اور بعد میں سائنس کی لیبارٹریاں بھی کھولدی گئیں۔ تاکہ لڑکیاں

سائنس کی تعلیم پاکر ڈاکٹری کے لئے لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج میں داخل ہوسکیں ۱۹۲۵ء میں انگریزی حساب تاریخ۔ فلاسفی بی اے میں پڑھانے کی اجازت ہوگئی اور ۱۹۲۷ء میں بی ایس سی کے لئے کیمسٹری اور باٹنی کی منظوری مل گئی ۔ مزہ کی بات یہ ہے کہ اس کالج کا کینیرڈ کالج پر کوئی اثر نہ ہوا۔ عیسائی لڑکیاں تمام اسی کالج میں داخل ہوتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ تعلیم نسواں پھیلانے کی پنجاب میں بہت گنجائش ہے اور اب بہت سے گورنمنٹ اور پرائیویٹ کالج کئی جگہوں میں کھل گئے ہیں اور لڑکیاں لڑکوں کے کالجوں میں ایف اے اور بی اے کی جماعتوں میں پڑھنے لگ گئی ہیں۔ ایم اے کی خواہشمند لڑکیاں یا تو پرائیویٹ امتحان میں شریک ہوتی تھیں یا لڑکوں کے کالج میں تعلیم پاتی تھیں۔ سب سے پہلی دو لڑکیاں جنہوں نے ۱۹۱۶ء اور ۱۹۲۲ء میں ایم اے پاس کیا وہ پرائیویٹ ہی شریک ہوئی تھیں ۔ ۱۹۲۸ء تک صرف ۸ لڑکیاں ایم اے پاس تھیں۔ جن میں سے ۴ عیسائی ۳ ہندو اور ایک مسلمان لڑکی تھی۔

پنجاب کی عورتیں اعلٰے تعلیم کے لئے انگلستان بھی گئی ہیں ۱۹۲۱ء میں سب سے پہلی لڑکی سرکاری وظیفہ پر حصول تعلیم کے لئے انگلستان گئی اور اس وقت سے اب تک ہر تیسرے سال ایک لڑکی سرکاری وظیفہ پر ولایت جاتی رہی ہے اب اس وظیفہ کو بند کر دیا گیا ہے ۔ بہت سی عورتیں بحصول رخصت یا اپنے خرچ پر بھی انگلستان گئی ہیں ۔

پروفیشنل ٹیکنیکل اور صنعتی تعلیم

لڑکیوں کی تعلیم اول اول ان عورتوں کے ہاتھ میں تھی جنکے پاس طریقہ تعلیم کی کوئی سند نہ تھی ۱۸۶۴ء میں مجبوراً دہلی میں ایک نارمل سکول کھولنا پڑا اور بعد میں ۵ نارمل سکول کھل گئے ۔ چونکہ ان پر خرچ بہت آتا تھا۔ اس واسطے لڑکیوں کے مدرسوں کے ساتھ ہی نارمل کی جماعت لگا دی گئی تین ہی سال کے عرصہ میں ۳۲ لڑکیوں نے ایس وی اور چار نے جے وی کی سندیں حاصل کرلیں ۔ ۱۸۹۴ء میں تعلیم کی مدت ایک سال کی بجائے دو سال کر دی گئی۔ عورتوں کے تعلیم میں پیچھے ہونے اور پردہ سسٹم کی وجہ سے ۱۹۰۵ء تک کوئی ٹریننگ اسکول جاری نہ ہوسکا۔ ۱۹۰۵ء میں لاہور میں پہلا نارمل اسکول لڑکیوں کے لئے قائم ہوا۔ ٹرینڈ استانیوں کی کمی کی وجہ سے پرائیویٹ اسکولوں کو گورنمنٹ اسکول بنا دیا گیا۔ اور ۱۹۲۲ء تک ۷ گورنمنٹ نارمل اسکول بن گئے ۔ ۳ مشن اسکول پہلے سے موجود تھے ۱۷-۱۹۱۶ء میں ان ٹریننگ اسکولوں میں لڑکیوں کی تعداد ۲۲۴ تھی۔ اور ۲۲-۱۹۲۱ء میں ۴۰۸ تک پہنچ گئی۔ تعلیم کی زیادتی اور ٹرینڈ استانیوں کی ضرورت کی وجہ سے یہ درنیکلر جماعتیں کھچا کھچ بھر گئیں چنانچہ علیحدہ ٹریننگ اسکول کھولنے کی بجائے یہ مناسب معلوم ہوا کہ عمدہ گورنمنٹ اسکولوں کے ساتھ نارمل کی جماعتیں جوڑ دی جائیں۔ ان سکولوں میں سے ایک لیڈی میکلیگن اسکول لاہور بھی تھا۔

۱۹۰۱ء میں انگریزی تعلیم کے لئے انٹرنس پاس لڑکیاں جے اے وی کلاس میں لی جانے لگیں۔ اس موقعہ پر بھی کینیرڈ ہائی اسکول کام آیا۔ اور ۱۹۲۶ء تک بڑی کامیابی سے لڑکیوں کے لئے جے اے وی کلاسیں چلاتا رہا۔ اگلے سال جے اے وی کی کلاسیں بھی لیڈی میکلیگن اسکول میں جاری کر دی گئیں۔ چونکہ ایس اے وی کی تعلیم کے لئے لڑکیوں کے واسطے کوئی جداگانہ کالج نہ تھا مجبوراً لڑکیاں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں داخل ہونے لگیں۔ ۱۹۲۲ء میں "انٹرمیڈیٹ کالج فار ویمن" کے ساتھ ایس اے وی کی کلاسیں بھی لگا دی گئی تھیں۔ مگر کالج کے بی اے تک ہوجانے کے بعد۔ ان کو توڑنا پڑا۔ اور اب ایس اے وی اور بی ٹی کے لئے صرف سنٹرل ٹریننگ کالج ہی رہ گیا۔ اور اس سال سے عورتوں کے ایس اے وی اور بی ٹی کے لئے لیڈی میکلیگن اسکول میں جداگانہ انتظام ہوگیا ہے۔ امید ہے کہ ٹرینڈ استانیوں کی کمی کی شکایت بہت جلد دُور ہو جائے گی۔

تقریباً ساٹھ سال ہوئے ڈاکٹر مس براؤن نے ہندوستان میں آکر ہندوستانی عورتوں کی حالت کا بغور مطالعہ کیا اور بہت جلد ان کو معلوم ہوگیا کہ مکان کی چار دیواری میں رہنے والی عورتوں کے لئے لیڈی ڈاکٹروں کی بہت ضرورت ہے، چنانچہ انہوں نے ۱۸۹۳ء میں مشنری ڈاکٹروں کی ایک کانفرنس کی تاکہ عیسائی عورتوں کو ڈاکٹری کی تعلیم دیجائے چنانچہ انہوں نے عورتوں کیلئے زنانہ میڈیکل اسکول کھولنے کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک زنانہ شفاخانہ بھی قائم کیا تاکہ عورتوں کو زنانہ شفاخانہ میں کام سیکھنے میں سہولت و آسانی ہو۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں لدھیانہ میں عیسائی عورتوں کے لئے اسکول کھل گیا۔ جس کا نام دی نارتھ انڈیا سکول فار کرسچنز رکھا گیا۔ اس میں شروع میں چار تعلیم پانے والی لڑکیاں اور ۲ کمپونڈر تھیں۔ ۱۸۹۶ء میں گورنمنٹ نے اس اسکول کو تسلیم کرلیا۔ اور اس کی لڑکیاں سب اسسٹنٹ سرجن کے امتحان میں جو لاہور میں ہوتا تھا شریک ہوسکتی تھیں۔ ۱۹۰۹ء میں گورنمنٹ نے درخواست کی کہ اس اسکول میں غیر عیسائی لڑکیوں کو بھی داخلہ کی اجازت دی جائے جو منظور کرلی گئی۔ اور اس کا نام ویمنز کرسچین میڈیکل کالج ہوگیا۔

اس وقت ایک باقاعدہ شفاخانہ کے علاوہ کئی اسکول بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں۔ (۱) میڈیکل کالج (۲) اسکول آف فارمیسی (۳) نرسوں اور دائیوں کا اسکول۔ (۴) دیسی دائیوں کا اسکول جن میں سے کئی لڑکیاں امتحان پاس کرکے نکل چکی ہیں۔

۱۹۱۵ء میں لدھیانہ کا یہی میڈیکل کالج ہندوستان بھر میں ایک کالج تھا۔ جہاں عورتوں کو عورتیں ہی تعلیم دیتی تھیں۔ میڈیسن میں یونیورسٹی ڈگری حاصل کرنیکے واسطے یہ ضروری تھا کہ لڑکیاں مردوں کے وارڈوں میں لڑکوں کے ساتھ ساتھ کام کریں۔ اس بات نے عورتوں کی تعلیم پر بہت اثر ڈالا۔ اور ان کی ترقی میں

رکاوٹ کی ۔

ہز ایکسیلنسی لیڈی ہارڈنگ کو کسی سنٹرل جگہ میں مستورات کے لئے ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے کیلئے کالج کھولنے کا خیال آیا۔ آپنے نوابوں ۔ راجوں اور دوسرے لوگوں سے اپیل کی کہ لڑکیوں کیلئے میڈیکل کالج بنانے اور اس کے ساتھ شفاخانہ کا انتظام کرنے میں دل کھولکر چندہ دیں اس اپیل کا یہ اثر ہوا کہ ۳۲ لاکھ روپیہ چندہ کے صرف سے شفاخانہ اور کالج دونوں بن گئے ۔ کالج کی رسم افتتاح لارڈ ہارڈنگ نے ادا کی اور اس کا نام لیڈی ہارڈنگ زنانہ کالج رکھا گیا۔ یہ کالج پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ متعلق ہے اور اس میں ایم بی ، بی ایس اور انٹرمیڈیٹ سائنس میڈیکل گروپ کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ اس میں ہندوستان کے ہر حصّہ سے لڑکیاں آکر داخل ہوتی ہیں لیکن حال میں بعض لڑکیاں میڈیکل کالج لاہور میں بھی داخل ہونے لگی ہیں اور لڑکوں کے ساتھ ملکر پڑھنے کا خیال اب دور ہوتا جا رہا ہے ۔

پنجابی عورتیں ڈاکٹری کی اعلےٰ تعلیم کیلئے انگلستان بھی ہو آئی ہیں ۔

۱۹۲۲ء میں پنجاب میں ایک ہیلتھ اسکول بھی کھولا گیا جو بعد میں ۱۹۲۶ء میں گورنمنٹ کے انتظام میں آگیا اس اسکول میں حفظ صحت ۔ مرہم پٹی ۔ نرسنگ اور بچوں کی نگرانی کا کام سکھایا جاتا ہے ۔ ہندوستان میں ہیلتھ وزیٹر کی ضرورت ہے چنانچہ اس اسکول میں لڑکیوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اور مفید کام ہو رہا ہے ۔

لڑکیوں کے اسکول قائم ہونے کے ساتھ ساتھ صنعتی تعلیم کی ضرورت بھی محسوس ہونے لگی ۔ ابتک اسکولوں میں اس قسم کی جو تعلیم دی جاتی تھی اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ لڑکیاں روٹی کما سکیں ۔ اس لئے ۱۸۸۰ء میں جداگانہ صنعتی اسکول کھولے گئے ۔ ان اسکولوں میں بہت سی تعداد میں لڑکیاں داخل ہونے لگیں اگرچہ ان میں سے بہت سے اسکولوں میں صرف سینا پرونا ہی سکھایا جاتا تھا ۔ آجکل صرف ۱۱ صنعتی اسکول پنجاب بھر میں ہیں جن میں سے دو گورنمنٹ کے زنانہ اسکول ہیں جو لاہور میں واقع ہیں ۔ بھاٹی گیٹ کے زنانہ انڈسٹریل سکول میں ہر مذہب اور قوم کی لڑکیاں داخل کیجاتی ہیں مگر لیڈی مینارڈ انڈسٹریل سکول جو ٹے موری میں صرف ہندو اور سکھ لڑکیاں داخل ہوسکتی ہیں ان اسکولوں میں درزی کا کام کشیدہ کاری ۔ بُننا ۔ گوٹہ سلمہ ستارہ کا کام موزہ اور بنیان وغیرہ بُننا سکھایا جاتا ہے ۔ مدت تعلیم دو سال سے کچھ زیادہ ہے ان دونوں گورنمنٹ صنعتی اسکولوں میں محکمہ صنعت وحرفت کامیاب امیدواروں کو سندیں دیتا ہے ! اور اس کام کے ترقی دینے میں مس سراج الدین صاحبہ نے جو ولایت سے اقتصادیات کی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرکے عورتوں کی انڈسٹریل انسپکٹرس مقرر ہوئی ہیں بہت مدد دی ہے ۔

ینگ ویمن کرسچن ایسوسی ایشن میں عورتوں کو کلرکی کا کام بھی سکھایا جاتا ہے جس میں شارٹ ہینڈ ۔ بک کیپنگ اور ٹائپ رائٹنگ شامل ہے ۔ انگریزی ۔ فرنچ اور فرسٹ ایڈ اور ہوم نرسنگ کا کام بھی سکھایا جاتا ہے جسے سیکھنے

کے بعد لڑکیاں چیمبر آف کامرس کے امتحان میں شریک ہوتی ہیں۔ ابھی تک قانونی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی ہے۔ صرف دو ایک لڑکیوں نے ایل ایل بی کا امتحان پاس کرنے کی کوشش کی ہے۔

جوان عورتوں اور بیواؤں کی تعلیم

جوان عورتوں کی تعلیم ۱۸۷۰ء میں مشنری سوسائٹی نے شروع کی۔ انہوں نے زنانہ جماعتیں کھول دیں جن میں مذہبی کتابوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مگر ان کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ ۹۵-۱۸۹۴ء میں ہوم کلاسیز پنجاب ایسوسی ایشن نے لاہور میں جاری کیں جن کا مطلب یہ تھا کہ پردہ نشین عورتیں یا وہ جن کو بچپن کی شادی کی وجہ سے جلد ہی اس کو چھوڑنا پڑا تھا ان میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ عورتیں گھر گھر پھر کر مفت تعلیم دیتی پھرتی تھیں۔ لیکن ان جماعتوں سے بھی کوئی خاص فائدہ مترتب نہ ہوا۔

۱۹۱۲ء میں شریمتی سرلا دیوی چودھرانی نے جوان عورتوں کے لئے ۲۵ اسکول پنجاب کے مختلف حصوں میں کھولے جو گورنمنٹ کی امداد بند ہو جانے کی وجہ سے خود ہی بند ہو گئے۔ بہت سال تک جوان عورتوں کی تعلیم کی طرف کسی نے مطلق توجہ نہ کی۔ لیکن اب اس کی طرف خیال پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ اور گجرات گوڑگانوں اور دوسرے ضلعوں میں مستورات کے انسٹی ٹیوٹ بنائے گئے ہیں جن سے عورتوں کی ترقی کے لئے سر توڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہاں عورتوں کو تمام ضروری باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ انگریزی۔ صفائی۔ مرہم پٹی۔ گھر کی نگرانی کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ غرض کوئی ایسا مفید کام نہیں ہے جو نہ سکھایا جاتا ہو۔ ایک فائدہ اس سے یہ بھی ہے کہ جوان عورتیں خود تعلیم پا کر اور اس کی ضرورت کو سمجھ کر اپنی لڑکیوں کو بھی تعلیم دلائیں گی۔ اس طرح تعلیم نسواں میں بہت ترقی ممکن ہے۔ دوسری انجمنوں نے بھی اس کی طرف توجہ کی ہے اور انہوں نے جوان عورتوں اور بیواؤں کے لئے اسکول کھول دئے ہیں۔ جہاں دستکاری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی نے سفری کتب خانوں کے ذریعہ سے عورتوں کے ہاتھوں میں مفید کتابیں پہنچائی ہیں۔ ۱۹۲۷ء سے کوآپریٹو سوسائیٹیز نے بھی اس کام میں بڑی مدد دی ہے۔

بیواؤں کو تعلیم دینے کا خیال سب سے پہلے جالندھر کے کنیا مہاودیالہ کے منیجروں کے دل میں پیدا ہوا ۱۹۰۶ء میں چند کمرے آشرم میں بیواؤں کے لئے علیحدہ کر دئے گئے۔ ۱۹۲۲ء سے بیواؤں کی تعلیم کا انتظام بالکل علیحدہ کیا گیا جس کا نام پہلی آنریری پرنسپل صاحبہ کے نام پر ساوتری بھون رکھا گیا۔ اس میں ۵۰ بیواؤں کی گنجائش ہے جو تمام ہندوستان کے مختلف حصوں سے آتی ہیں۔ ہندی زبان کے ذریعہ سے ان کو وہی تعلیم دی جاتی ہے جو سکول میں باقی لڑکیوں کو ملتی ہے۔

ہیں۔ ودھواؤں کی حالت سدھارنے کے لئے مسز مولراج نے جو رائے بہادر مولراج ایم اے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج کی بیوی تھیں ۱۹۲۷ء میں لاہور میں ایک ودھوا آشرم اور پاٹ شالہ قائم کی۔ یہاں عورتوں کو طریقہ تعلیم اور درزی کا کام سکھایا جاتا ہے تاکہ وہ روزی کمانے کے قابل ہوسکیں۔

۱۹۲۱ء میں ایک اور بیواگان گھر سر گنگا رام کی کوششوں سے قائم ہوا۔ اس کو گورنمنٹ سے امداد ملتی ہے۔ یہاں ودھواؤں کو مڈل تک تعلیم دی جاتی ہے۔ اور جے وی اور ایس وی کی ٹریننگ دی جاتی ہے دوسری جگہوں میں بھی ایسے ودھوا آشرم قائم ہوگئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بیواؤں کی تعلیم بہت مشکل کام ہے لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نظر نہیں آتا۔

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ پنجاب میں تعلیم نسواں نے بہت کم ترقی کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم نسواں کے لئے مدرسے کھولے گئے ہیں اور تعلیم پھیلانے کے واسطے ہر آسانی بہم پہنچائی گئی ہے مگر پھر بھی ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اب تک جس قدر بھی کوششیں کی گئی ہیں ان کے واسطے زمانہ موافق نہ تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے سبب ہیں جنہوں نے تعلیم نسواں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ ایک طرف تو لوگوں کی غریبی اور ان کے پرانے خیالات۔ دوسری طرف پرانے رسم و رواج اور مذہبی خیالات تعلیم کی رفتار میں رکاوٹ پیدا کرتے رہے۔

عورتوں کی تعلیم کی ضرورت ہر شخص مانتا ہے۔ کیونکہ پڑھی لکھی عورت بہترین ماں ہوتی ہے۔ ان کی تعلیم کا جو اثر اولاد پر پڑتا ہے وہ تمام عمر قائم رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تعلیمیافتہ عورت کا اثر تمام خاندان اور قومی زندگی پر پڑتا ہے۔ ملک کی ترقی کا دارومدار تعلیم نسواں کی ترقی پر موقوف ہے۔

پچھلے سالوں میں پنجاب میں کئی ایک زنانہ کانفرنسیں ہوئی ہیں۔ اور ایک آل انڈیا زنانہ کانفرنس ۱۹۳۱ء میں ہو چکی ہے جس میں عورتوں کی تعلیم کے متعلق مفید تجویزیں سوچی جاتی رہی ہیں۔ ان کانفرنسوں میں بڑی بڑی اچھی خاندانی عورتوں نے حصہ لیا۔ اور بہت دلچسپی دکھائی ہے۔

اب جبکہ خود عورتوں میں بیداری کی لہر دوڑ رہی ہے۔ اور وہ تعلیم کو اپنے لئے ضروری سمجھنے لگی ہیں۔ اور ان میں شوق پیدا ہوتا جارہا ہے۔ ہمیں تعلیم نسواں کا مستقبل بہت شاندار نظر آرہا ہے۔

جذباتِ عالیہ

(از جناب عمدۃ الشعراء آناثر الملک افضل الشعراء پروفیسر نارائن پرشاد ورما مہر جانشین حضرت داغ دہلویؒ)

تیرا یہ کب دلِ خانہ خراب ہو نہ سکا ۔۔۔ اسے تو تجھ سے کبھی اجتناب ہو نہ سکا

جو تجھ پہ جان سے جا کر بھی جان دیتے ہیں ۔۔۔ جواب انکا کہاں ہے جواب ہو نہ سکا

نہیں نہیں ہوئے حسین اور بھی ہوئے ہیں مگر ۔۔۔ یہ حسن ہو نہ سکا۔ یہ شباب ہو نہ سکا

ترا خیال ہے قاصد وہ میرے گھر آئیں ۔۔۔ مجھے تو خواب میں بھی اسکا خواب ہو نہ سکا

جگر بھی تھام لیا میں نے عشق میں پھر بھی ۔۔۔ سکوں تجھے دلِ پُر اضطراب ہو نہ سکا

کوئی تولا کے پلاتا جنابِ زاہد کو ۔۔۔ مگر کسی سے یہ کارِ ثواب ہو نہ سکا

رہیں ہم ان کی ہماری طرح وہ فرقت میں ۔۔۔ یہ انقلاب سے بھی انقلاب ہو نہ سکا

جو اس میں بھی نہیں آئے نظر۔ تو بات یہ تھی ۔۔۔ کہ آئینے سے تمہارا جواب ہو نہ سکا

ملے گی مجھ کو سزا کتنے جرمِ الفت کی ۔۔۔ حساب ان کا جو روزِ حساب ہو نہ سکا

ہم اپنے دل ہی میں تم سا دکھائے دیتے ہیں ۔۔۔ یہ کیا کہا کہ ہمارا جواب ہو نہ سکا

نگاہِ شوق سے چھپ کر بھی چھپ سکے وہ کہاں ۔۔۔ حجاب میں بھی تو اس سے حجاب ہو نہ سکا

ستم شعار نے "چپ" کہہ کے کر دیا خاموش ۔۔۔ ہماری باتوں کا جب کچھ جواب ہو نہ سکا

پھر ان کے رخ سے اسے ہو گی مہرؔ کیا نسبت

یہ ماہتاب اگر آفتاب ہو نہ سکا

فارس کے اقتصادی اور معاشرتی حالات

جرمن سیاح کی ڈائری کا ایک ورق

(از جناب روشن نکودری)

(رضا خاں پہلوی شاہ فارس)

آمدورفت کے ذرائع فارس ایک کوہستانی علاقہ ہے۔ آمدورفت کے ذرائع بہت ناقص ہیں۔ صرف وہ سڑکیں جو بغداد اور محمرا سے کرمان شاہ اور شیراز کو جاتی ہیں۔ اچھی حالت میں ہیں۔ موسم گرما میں ان سڑکوں پر گرد و غبار اکثر اڑتا رہتا ہے اور ان مقامات سے دارالخلافہ تک پہنچنے کیلئے چار پانچ دن درکار ہوتے ہیں۔ موسم سرما میں جبکہ پہاڑوں پر برف جمی رہتی ہے مسافروں کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دو تین ہفتے سفر ہی میں صرف ہو جاتے ہیں سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ راستہ میں جو چھوٹے چھوٹے دیہات واقع ہیں وہ بہت خستہ حالت میں ہیں صفائی کا وہاں نام ونشان تک نہیں۔ ان دیہات میں قیام کرنا گویا اپنے ہی ہاتھ سے اپنی دولت صحت کو لٹانا ہے۔ موسم سرما میں ان سڑکوں پر چلنا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ بوجہ برف ہر وقت پھسلنے کا امکان رہتا ہے۔ باوجود ان باتوں کے ہم یہ کہنے کو تیار ہیں کہ مجموعی طور پر آمدورفت کا انتظام کافی حد تک اچھا ہے۔

تہذیب و تمدن فارس کے باشندے دیگر ممالک کی نسبت تہذیب میں بہت پیچھے ہیں۔ جبر اور تشدد ان کی فطرت میں شامل ہے۔ ان کی عادات سے وحشی پن ٹپکتا ہے۔ چنانچہ چھ ماہ کا ذکر ہے کہ اہواس رجولرستان میں واقع ہے اکے وحشی قبائل پرشین ریلوے کے منیجر کو اٹھا کر لے گئے تھے! ور گورنمنٹ کو اس کی رہائی کے لئے بیس ہزار روپیہ ادا کرنا پڑا تھا۔

وہاں کی پولیس ہر شخص کو جاسوس یا بالشویک تصور کرتی ہے۔ اب فارس میں کچھ ایسے حالات رونما ہو گئے ہیں کہ کوئی شخص

بغیر اجازت پولیٹیکل پولیس طہران سے باہر نہیں جا سکتا اور نہ ہی اندر داخل ہو سکتا ہے۔

اصلاحات موجودہ گورنمنٹ ملک کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے مفید اور کارآمد اصلاحیں عمل میں لا رہی ہے شہروں کے گندے اور غلیظ گلی کوچوں کو فراخ اور صاف کوچوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ٹھیکہ داروں کو سخت ہدایت ہے کہ جو نئے مکانات تعمیر ہوں ان کا اگلا حصہ خوبصورت اور جاذب نظر ہو۔ جہالت کو دُور کرنے کے لئے جا بجا اسکول کھولے گئے ہیں اور ہائی اسکولوں میں فرانسیسی زبان کی تعلیم دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

حفظانِ صحت فارس میں قوانین صحت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور تو اور طہران میں بھی جو دار الخلافہ ہے اور کشادہ گلیوں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں۔ ناچ گھروں وغیرہ سے پُر ہے صاف پانی مہیا کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ پینے کا پانی نالیوں میں سے بہہ کر گھروں تک پہنچتا ہے۔ یہ نالیاں عموماً اوپر سے ڈھکی ہوئی نہیں ہوتیں اس لئے بہت سے جراثیم پانی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موسم گرما میں وہاں تپ دق اور دیگر ایسے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ بحیرۂ کیسپین کے قریب جہاں زمین نمدار رہتی ہے ملیریا کی وبا کا اکثر دَور دَورہ رہتا ہے۔

فنِ عمارت گذشتہ زمانے میں فن عمارت ایک ترقی یافتہ آرٹ تصور کیا جاتا تھا۔ پرسی پولس (زمانہ قدیم میں فارس کا دار الخلافہ جو ۲۳۰۰ سال قبل از مسیح تباہ ہو گیا تھا) اور اصفہان میں بہت سے کتبے پائے جاتے ہیں جو اس امر کی بیّن دلیل ہے لیکن آجکل یہ فن صفحۂ ہستی سے معدوم نظر آتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ فنِ عمارت افسردہ اور تخیل سے خالی ہے۔

ناکامی کے اسباب سب سے اہم وجہ جو اہل فارس کی ترقی میں مانع ہے وہ یہ ہے کہ وہاں کے باشندے اپنے اپنے شہروں سے باہر رہنا پسند نہیں کرتے۔ وہاں کی گورنمنٹ اس امر کیلئے کوشاں ہے کہ لرستان اور کردستان کے قبائل استحکام مجلسی انتظام کیلئے اپنی خدمات پیش کریں لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ کیونکہ وہاں کے باشندے اپنے وطن مالوف کو چھوڑنا خلاف از تہذیب سمجھتے ہیں وہ اپنے پہاڑی علاقہ میں اسی طرح آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ ہزار برس پہلے کرتے تھے وہ اس بات سے سخت متنفر ہیں کہ گورنمنٹ ان کے مشاغل میں دخل انداز ہو۔

اقتصادی حالت فارس کی اقتصادی حالت بھی کچھ تسلی بخش نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فارس ایک زراعتی ملک ہے وہاں کے بہت سے صوبے خود مختار ہیں اور ہر ایک صوبے کے زمیندار اپنی ضروریات سے کئی گنا زیادہ فصل پیدا کر لیتے ہیں۔ اسلئے وہ خوراک کے مسئلے میں ایک دوسرے کی شرکت نہیں کرتے۔ انکی ضروریات بہت حد تک محدود ہیں کیونکہ وہ موجودہ تہذیب کے سامان عیش و عشرت سے ناآشنا ہیں۔ ان حالات کے زیر اثر یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ وہاں کے زمینداروں کی حالت قدرے تسلی بخش ہے لیکن ہمیں اس کا دوسرا پہلو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے یعنی فصل کی زیادتی کی وجہ سے

جنس کم قیمت پر فروخت ہوتی ہے اور وہاں کے باشندے اپنی دیگر ضروریات کیلئے کافی روپیہ نہیں کما سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فقیروں کی مانند پھٹے پرانے پارچات میں ملبوس رہتے ہیں۔

تجارتی حالات

تجارتی حالات یورپ کے ممالک کے مقابلہ میں اچھے ہیں۔ گلی کوچوں اور عوام کے گھروں کی تعمیر کا انتظام گورنمنٹ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

دری بنانے کی صنعت جو کسی زمانے میں اپنے آرٹ کی بہترین نمونہ تھی۔ اب رُو بہ زوال ہے اسکی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ اب دریوں کی مانگ بہت کم ہے۔ دوسرے امریکہ کے سوداگر جو ان دریوں کے سب سے بڑے گاہک ہیں اُنہوں نے اپنی پسند اور خواہش کے مطابق ان کے ڈیزائن اور رنگ میں نمایاں فرق کر دیا ہے۔ چونکہ کسی تجارت میں سب سے اہم مسئلہ نقدی کا ہوتا ہے اس لئے اہلِ فارس بھی روپیہ کمانے کی غرض سے ویسا ہی ڈیزائن تیار کرتے ہیں جیسا کہ خریداروں کو مطلوب ہو۔ اور اس طرح سے وہ اپنے پرانے آرٹ کو فراموش کر چکے ہیں۔

دری کی صنعت میں چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ جو ان کی صحت کیلئے مضر ہے۔ بہت سے بچے اکثر تپ دق میں مبتلا رہتے ہیں کیونکہ کارخانوں میں ہوا اور روشنی کا خاطر خواہ انتظام نہیں۔

خشک پھل مثلاً خوبانی کیشمش جو بحیرہ کیسپین کے گرد و نواح میں کافی پائی جاتی ہے کیلئے تجارت کا میدان بہت کم وسیع ہے کیونکہ یہ اعلیٰ قسم کی نہیں ہوتی۔ کپاس کی پیداوار آجکل ترقی پر ہے۔ کپاس زیادہ تر جاپان میں بھیجی جاتی ہے پہلے پہل فارس میں کوئی شخص کپاس کی کاشت سے واقف تھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے حیرت انگیز ترقی کر لی ہے۔ تمباکو اور چاول بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں اور انکی قسم بھی اچھی ہوتی ہے۔ چاول زیادہ تر روس میں بھیجا جاتا ہے۔

کارخانہ جات

فارس میں بہت کم کارخانے پائے جاتے ہیں۔ چند ایک کے سوا باقی تمام گورنمنٹ کی اپنی ملکیت ہیں کپڑا بننے کے سب سے مشہور کارخانے جو رشت اور اصفہان میں ہیں رضا خاں پہلوی شاہ فارس کی اپنی ذاتی ملکیت ہیں۔ کھانڈ بنانے کا کارخانہ جو مازندران میں ہے وہ بھی شاہ کا اپنا ہے۔ کیونکہ یہ قصبہ شروع ہی سے شاہی ملکیت میں چلا آیا ہے کھانڈ بنانے کے تین اور کارخانے ابھی زیر تعمیر ہیں۔ ایک طہران کے نزدیک اور دو مازندران میں۔

سیمنٹ بنانے کا کارخانہ زیر اہتمام گورنمنٹ جلد ہی شروع ہونے والا ہے۔

جب سے گورنمنٹ نے غیر ممالک کی اشیا کی خرید و فروخت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا ہے تجارتی دنیا میں ایک قسم کا انقلاب برپا ہو گیا ہے تمام سوداگر جو دیگر ممالک سے فارس میں آ کر اپنی اشیا فروخت کرنا چاہتے ہیں انہیں مجبور کیا گیا ہے کہ وہ تمام مال گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ اور بعد میں گورنمنٹ خود مقررہ نرخوں پر فروخت کرے۔

طہران کے گلی کوچے نیلام گھر معلوم دیتے ہیں۔ کیونکہ جہاں دیکھو مختلف اقسام کی اشیا نیلام ہو رہی ہیں ٭

روشن نکودری

غزل

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز)

نام پر اُس بُت کے فدا ہوگیا ۔۔۔ دل مرے پہلو سے جدا ہوگیا

اپنے جنازے کی پڑھی خود نماز ۔۔۔ یہ بھی تھا اِک فرض ادا ہوگیا

آئینۂ دل میں عجب تھی کشش! ۔۔۔ عکس ترا جلوہ نما ہوگیا

کس سے کہوں اپنی مصیبت کا حال؟ ۔۔۔ ضعف گھٹا درد سوا ہوگیا

مصلحتِ وقت سمجھتا ہوں مَیں! ۔۔۔ غیر جو پابندِ وفا ہوگیا

تابِ غمِ بارِ ندامت کسے؟ ۔۔۔ بوجھ سے شل دستِ دعا ہوگیا

تذکرۂ دردِ جدائی فضول! ۔۔۔ مل گئے تم ختم گلا ہوگیا

وجہِ تسلی تھا شبِ ہجر خواب ۔۔۔ آنکھ کھلی حال بُرا ہوگیا

مہر و وفا لطف و عنایت کہاں ۔۔۔ اب تو زمانہ ہی نیا ہوگیا

ہوگی رقیبوں کو بقائے دوام ۔۔۔ مَیں تو محبت میں فنا ہوگیا

روزِ ازل روزِ تخیل عزیز
مجھ کو ملا مجھ کو عطا ہوگیا

از نتیجۂ فکر جناب لبھو رام صاحب جوش ملسیانی

رباعی

یوں اور بھی تو جہاں میں حسرت والے
لیکن نہیں دیکھے ایسے الفت والے
دے بیٹھتے ہو اپنی جان بھی وارفتہ
ہو تم تمہیں سرفروش محبت والے

خادم نارائن پرشاد ورما قمر

سعید و منحوس اعداد

عیسائیوں کے زاویۂ نگاہ سے

(از مصوّر اسرار خاں شاطر غزنوی)

تذکیر و تانیث!

اعداد مذکر بھی ہیں اور مونث بھی .... نمبر ایک مذکر ہے اور باقی تمام نمبروں کا ابا جان .... نمبر دو مونث ہے اور اماں جان۔

تو گویا نمبر ایک اور دو باقی تمام نمبروں کے والدین ہیں۔

نمبر ۳

نمبر ۳ بجد سعید ہے اور خوش قسمتی کی روشن دلیل ...."

نمبر ۶

نمبر ۶ منحوس ہے .... بدقسمتی کی نشانی سمجھا جاتا ہے .... اور اگر دو دفعہ تین یعنی ۳ + ۳ ہو جائیں تو اس کا نتیجہ نمبر ۳ کے بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ رومن بادشاہوں کے عہد سے ابتک اسے برابر نامبارک خیال کیا جاتا ہے .... اور رومن عہد حکومت میں تو بالخصوص نمبر ۶ سے پناہ مانگی جاتی تھی حتیٰ کہ حکومت کے کاروباری امور میں بھی نمبر ۶ کہیں .... کسی موقع پر بھی استعمال نہ کیا جاتا تھا۔

نمبر ۶ کی نحوست کے متعلق مندرجہ ذیل تاریخی اور مستند ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

"فلورنس کے پہلے ڈیوک الگزینڈر نے ۱۵۳۶ء کے چھٹے مہینہ کے چھٹے دن۔ رات کی چھٹی ساعت میں چھ زخموں کے سبب اپنی عمر کے چھبیسویں سال میں عنانِ حکومت سنبھالنے کے چھ سال بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ چھ دفعہ چھ کا عدد اسکی موت کا باعث ہوا۔ او۔ ۶ × ۶ = ۳۶ سولھویں صدی کا چھتیسواں سال بے حد نامبارک اور باعث مصیبت ثابت ہوا۔

نمبر ۷

نمبر ۷ مبارک ہے عیش و مسرت کا حامل غالباً تمام اعداد میں سات ہی اہم اور سب سے زیادہ سعید ہے اسلئے کہ بچے کے دانت ساتویں سال گرنے شروع ہو جاتے ہیں دو دفعہ سات ۷ + ۷ ہونے پر انسان کی جوانی کا آغاز ہوتا ہے تین دفعہ سات ۷ + ۷ + ۷ = ۲۱ پر انسان مکمل مرد بن جاتا ہے اور نو دفعہ سات جمع ہونے پر اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر حالات میں منحوس پریشان کن تحیر انگیز تکلیف دہ کیفیتوں کا انسانی زندگی میں ساتویں گھنٹے... ساتویں دن... ساتویں ماہ یا آخر ساتویں سال خاتمہ ہو جاتا ہے۔

بچوں کیلئے بھی نمبر ۷ سعید ہے بچوں کی خوش قسمتی اور آئندہ زندگی کی درخشانی و بہتری نمبر ۷ سے وابستہ ہیں! ایک شخص کا ساتواں بیٹا

بالیقین بڑا ہو کر دنیا کا بلند ترین اور مشہور و معروف کامیاب لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ ساتویں بیٹے کا ساتواں لڑکا لاریب اپنے وقت کا بہترین... قابلِ رشک دستِ شفا رکھنے والا شہرہ آفاق ڈاکٹر ہوگا...

یہ بچہ ہستی اہلیتوں اور معلومات کا ذخیرہ اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوگا۔ پیدا ہوتے ہی طلب کا نورانی ستارہ اسکی جبین پر چمکتا نظر آئیگا بعض حالات میں ایسے بچہ کا کسی کہنہ مریض کو چھو دینا ہی شفا بخشنے کیلئے کافی ثابت ہوتا ہے ساتویں لڑکی کی ساتویں بیٹی علم غیب رکھتی ہے... یہ آزمودہ امر ہے۔

نمبر ۱۰

نمبر دس بھی سعید خیال کیا جاتا ہے اور بار ہا کی آزمائشوں کے بعد اس کی برکتیں ثابت ہیں۔ انسان کے ہاتھوں اور پیروں کی دس انگلیوں سے اسے نسبت ہے۔

طاق نمبر! ۱۳

نمبر ۱۳ منحوس ترین نمبر ہے۔ غالباً اس سے زیادہ نحس اور بدقسمتی

کا حامل نمبر اور کوئی نہیں نمبر ۱۳ کے علاوہ باقی تمام طاق نمبر سعید خیال کئے جاتے ہیں کسی مرض کیلئے دوا کا استعمال ایسی تاریخوں میں شروع کرنا چاہیئے جن کا نمبر طاق ہو خصوصاً ۳ اور ۹ تاریخ کو دوائی کا استعمال شروع کرنا بہت مفید اور صحت کا ضامن ہے۔

نمبر ۱۳

جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں نمبر ۱۳ بہت منحوس اور صدمہ انگیز ہے اگر ایک وقت کسی میز کے گرد ۱۳ آدمی بیٹھے ہیں... یا بیک وقت ایک ہی کمرہ میں ۱۳ آدمیوں کا اجتماع... یا کسی ایک کام میں ۱۳ اشخاص شرکت کریں تو سمجھ لیجئے کہ ان میں سے ایک شخص ایک سال کے اندر اندر صفحہ ہستی سے اٹھ جائیگا، بھول کر بھی وہاں نہ جایئے جہاں آپ سے پہلے بارہ۱۲ آدمی موجود ہوں۔

بین الاقوامی شہرت رکھنے والا مغنی رچرڈ ویگنر کی دنیوی تکالیف اور موت میں نمبر ۱۳ کا خاص حصہ اور تعلق ہے وہ ۱۸۱۳ء میں پیدا ہوا... ۱۳ فروری کو اسکے جسم سے فرشتۂ اجل نے زندگی کا عرق کھینچ لیا۔ اس کا نام ۱۳ حروف سے بنتا ہے... اس کی دوسری شادی پہلے نکاح کے ۱۳ سال بعد ہوئی۔... ۱۳ مارچ کو اسکے ایک زبردست گیت کو سٹیج پر پہلی بار ریچرڈ ناکامی نصیب ہوئی +

غزل

(ابر احسنی گنوری (برائے نذر مولانا صابر صاحب الہ آبادی مدظلہٗ)

اپنے موافق ہی زمانہ کی ہوا ہو نہ سکی　　آہ اگر ہو بھی سکی آہِ رسا ہو نہ سکی

کی مری میت بھی ستم کیش نے محرومِ نماز　　عمر میں اک یہ بھی قضا ہائے ادا ہو نہ سکی

کچھ تو مرض ہی یہ مقدر سے ملا سخت مجھے　　اور کچھ اُن سے بھی محبت کی دوا ہو نہ سکی

میری تمنا کی قسم راز یہ کر بھی دو عیاں　　تم نے وفا کی ہی نہیں یا کہ وفا ہو نہ سکی

بر سرِ رحم آئے نہ وہ میں نے نہ کی ترکِ وفا　　اُن سے عطا ہو نہ سکی مجھ سے خطا ہو نہ سکی

اُن کی آمد کے دھوکے گو دل کو دیئے ابر[1]

یہ بھی کہانی تو مجھے خواب نما ہو نہ سکی

[1] ایک عروضی نکتہ

بچوں کی تعلیم

(از مسٹر ار بدھ سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر خالصہ ہائی سکول رائے پور)

انگلستان کا مشہور و معروف شاعر ورڈز ورتھ ایک جگہ لکھتا ہے "بچہ انسان کا باپ ہوتا ہے" اس آنجہانی بزرگ شاعر کے اس مقولہ میں ایک ایسی عام صداقت مضمر ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کے اعتراف سے انکار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کو زندگی کے آخری حصے میں جو کچھ بننا ہوتا ہے۔ اس کا انحصار والدین سے ورثہ میں ملی ہوئی رغبتوں۔ اوائل عمری کی تعلیم و تربیت اور بچپن کے ہم نشینوں اور دوستوں سے حاصل کردہ خیالات پر اس حد تک ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ آئندہ بننے والے انسان کی سوانحعمری کی عمارت کی تقریباً تمام ضروریات انہی میں شامل ہیں۔ تو چنداں مبالغہ نہ ہوگا۔ بچپن میں ہی انسان کے تمام زمانہ مستقبل کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ بچپن وہ زمانہ ہے جس میں دماغی۔ اخلاقی اور جسمانی بالیدگی و نشو و نما کے عظیم الشان قدرتی اعمال کا آغاز ہوتا ہے اور جس طرف ان کا رجحان ہوتا ہے اُس کا بھی فوراً اندازہ لگ سکتا ہے۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

بچپن میں عادات بنتی ہیں۔ اور یہی بعد میں پختہ ہو کر انسان کے اخلاق کے بڑے اجزا بن جاتی ہیں بچے کا دماغ ابھی خام ہوتا ہے۔ مگر لچکدار ایسا ہوتا ہے کہ اس کے والدین یا استاد جس طرف چاہیں۔ اس کو موڑ سکتے ہیں۔ یہ تازہ اور بیدار ہوتا ہے۔ اور ہر ایک نئی شے کو جو اس کے سامنے آجائے پکڑنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ بچپن میں انسانی دماغ میں گرفت کی قوت قدرتی طور پر مضبوط ہوتی ہے۔ اور علم کا اشتیاق حد سے زیادہ۔ بچے کے دل کو دنیا کی تقریباً ہر ایک شے عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے اور اپنے دامن میں ایسی نرالی دلچسپی لئے ہوتی ہے۔ کہ زندگی کی کسی بعد کی منزل پر محسوس نہیں ہوتی۔

بچپن کے زمانے میں قوائے مشاہدہ نہایت ہی تیز ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی تربیت مفید طور پر زندگی کے اسی مرحلے پر ہو سکتی ہے۔ حواس خمسہ کے ذریعے جو اثرات اس زمانہ میں حاصل کئے جاتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ لہذا یہ نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے کہ بچے کو کوئی ایسے اثرات حاصل کرنے کی اجازت نہ دی جائے جو غلط اور مُضر ہوں۔ اور اس کو کوئی ایسی بات نہ سکھائی جائے۔ جو بعد میں اس سے فراموش کرانی پڑے۔ یہ نہایت ہی ضروری ہے۔ کہ بچے کے طریق تعلیم و تربیت۔ گرد و نواح اور ان اثرات کا جن کے زیر اثر اس کی پرورش ہوتی ہو اور عام طور پر اس تعلیم کا جو کہ وہ حاصل کرے۔ پورا پورا خیال رکھا جائے۔

مذکورہ بالا اشارات سے ہم آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ تمام تعلیم کی بنیاد فی الحقیقت پرائمری مدرسہ میں رکھی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک مدرسہ کے خصوصاً پرائمری مدرسہ کے طالب علموں کی تعلیم کی قدر و منزلت ان مدرسین کے اخلاق۔ قابلیت اور ذہانت پر مبنی ہوتی ہے۔ جو تعلیم دینے کے لئے ملازم رکھے جاتے ہیں۔ قیاساً یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ پرائمری یا دوسرے مدارس کی کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے۔ کہ اس میں نیک دل۔ شریف النفس۔ قابل اور فرض شناس استاد کافی تعداد میں موجود ہوں۔

مگر یہ دیکھ کر نہایت ہی مایوسی ہوتی ہے۔ کہ اس صوبے کے بہت سے مدارس میں اس قسم کے استاد عنقا صفت ہیں جس کی ذمہ واری زیادہ تر والدین کی جہالت یا غفلت معلمین کی فرض شناسی۔ موجودہ اقتصادی حالت اور محکمہ تعلیم کی بے اعتنائی پر عاید ہو سکتی ہے۔ اگر موقعہ ملا۔ تو عنقریب اس مضمون پر پوری وضاحت سے بحث کرنے کی کوشش کی جائے گی اور بتایا جائے گا۔ کہ غیر ممالک کے بچوں کی تعلیم کے مقابلہ میں ہمارے ملک کے بچوں کی تعلیم کی کیا وقعت ہے *

۱۔ اسی کام کے کرنے کی کوشش کر۔ جو تجھ سے ہو سکے۔ کیونکہ فطرتاً تو ہر ایک کام کو انجام دینے کے اہل نہیں جرأت بیجا بار ور نہیں ہو سکتی' ایمرسن'

۲۔ ہمارا عمل خواہ کچھ بھی ہو ہم قدرت کو دھوکا نہیں دے سکتے ہم ریگ صحرا کو رسّی کی شکل میں لانے سے قاصر ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ چمکتے ہوئے تربوز سے دھوپ کی تمنا رکھنا امید موہوم ہے۔

۳۔ مستعد رہنا اچھا ہے منہمک رہنا قبل از ذکر سے بہتر ہے لیکن انجام کا صبر سے انتظار کرنا بہترین! ۔ ۔ ۔ ۔ میرے عزیز کسی ناکامی پر ہمت کو ہاتھ سے نہ دے زیست تاسف منا موت کا مترادف ہے، اگر تیرے پاس دن میں صرف ایک لمحہ ہے تو اسی لمحے کو اچھی طرح صرف کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نتیجہ خدا پر چھوڑ دے۔ ' ڈیون پورٹ آدم'

۴۔ شراب اور دیگر تمام ایسی لذیذ اشیاء کی تمنا نہ رکھ ۔ ۔ ۔ یہ بڑے بڑے بہادروں کو بزدل بنا دیتی ہے ' ملٹن'

۵۔ میں اس تعلیم کو مکمل اور وسیع کہونگا جو انسان کو اسکے ذاتی اور قومی امور، جنگ و آشتی کے معاملات کو انصاف، ہوشیاری اور فراخدلی سے سرانجام دینے کے قابل بنا دے ' ملٹن'

۶۔ زندگی جینے کا نام نہیں بلکہ تندرست رہنے کا نام ہے' مارشل'

۷۔ کھانے اور پینے میں اعتدال رکھ ' سر میتھیو ہیلس'

۸۔ پاکیزگی ایک قلبی راز ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ایک بے ضرر اور قطعی ذاتی جذبہ ہے ' آگسٹس ہیر'

بادۂ کہن

گمرہی عشق کی ہے منزلِ مقصد کی دلیل — ڈھونڈ لیتے ہیں وہی تجھ کو، جو کھو جاتے ہیں
کوچۂ عشق حقیقت میں ہے دشوار گذار — حضرتِ خضر اسی راہ میں کھو جاتے ہیں

احسان شاہجہانپوری

سب بھرم ضبطِ غمِ یار کا کھو جاتے ہیں — بہ کے آنسو مری عزت کو ڈبو جاتے ہیں

انور حسین آرزو

دوستی کرتے ہیں کیا وقتِ ندامت آنسو — آتے ہیں، نامۂ اعمال کو دھو جاتے ہیں

سید محمود حسین افسر

ہمصفیرانِ چمن خوش رہو، آباد رہو — تم نہ بیزار رہو، لو جاتے ہیں لو جاتے ہیں

غلام رستم خاں اطہر

عدم آباد میں وہ پاتے ہیں راحت ایسی — نام آنے کا نہیں لیتے ہیں جو جاتے ہیں

قاضی محمد احمد احمد

موج زن ہوتے ہیں جب اشکِ ندامت اپنے — فردِ عصیاں کی سیاہی کو وہ دھو جاتے ہیں

سید احمد شاہ بسمل

ہوش اڑ جاتے ہیں، بیہوش سے ہو جاتے ہیں — تم کو جب پاتے ہیں ہم آپ ہی کھو جاتے ہیں
نہیں معلوم تہِ خاک تماشا کیا ہے — نام بھی آنے کا لیتے نہیں جو جاتے ہیں

قاضی شمس الضحیٰ نغمہ

جو تری یاد میں رہتے ہیں بہت اچھے ہیں — بھول جاتے ہیں تجھے جو وہی کھو جاتے ہیں

شاہ رجب علی ثمر

کس طرح ہوگی دو عالم کی برابر میزاں — دارِ فانی میں اک آتا ہے تو دو جاتے ہیں

نور احمد خستہ امرتسری

میں اٹھوں بھی تو مرے اٹھنے سے کیا ہوتا ہے — پاؤں خود کوچۂ دلدار میں سو جاتے ہیں

محمد اسمٰعیل ذبیح

شبہ کیا اس میں شرر ہے یہ سرائے فانی اس میں آتا ہے اگر ایک تو دو جاتے ہیں

بھولا ناتھ شرر

حضرتِ خضر ذرا آکے کریں راہبری ہم رہِ عشق میں جاتے ہیں تو کھو جاتے ہیں

قاضی غلام حیدر کشتہ

شکوۂ طالعِ خفتہ میں سناؤں کیونکر وہ کہانی مری سنتے ہیں تو سو جاتے ہیں

سید محمد علی مجتبیٰ خاں مجتبیٰ

کیا کوئی تذکرۂ اہلِ وفا کو چھیڑے ابھی سنتے نہیں پاتے ہیں کہ سو جاتے ہیں

غلام محمد ناظم

اقتباس از پیام یار اپریل ۱۸۹۲ء فیاض ہربانوی بی اے

نمبر سے متعلق ایک

قابلِ تحسین سردار صاحب

مزیدار رائے گرامی

یں دنیا کی ہر چیز کو فضول - ہر شے کو مشروب - ہر تقریر کو وہم - ہر تحریر کو لغو خیال کرتا ہوں - میری دنیا ہزاروں سالے اور اخباروں کے بے چوں کا مجموعہ ہے قلم تو در کنار میری زبان نے ابھی کبھی کسی کو داد دینے کی تکلیف گوارا نہیں سمجھی - کچھ عرصہ ہوا - میری ضمیر نے جوبلی نمبر کی بابت کچھ لکھنے کو کہا - مگر وہ معشوقہ ادب کی پہلی چوٹ تھی - خاموش رہا لیکن اب

فسانہ نمبر

نے مجبور کر دیا - کہ بقول ع

اقبال تیرے عشق نے سب بل دیئے نکال

جب آنکھ کھلتی ہے اپنے آپ کو فسانہ نمبر - آپ کی مساعی جمیلہ جملہ فسانہ نگاروں کی تعریف کے درپے پاتا ہوں - جزاک اللہ -

'آرزو'

میرے ہم پیشہ ہیڈ ماسٹر صاحبان و اول مدرسین آپ کو چاہیئے کہ ہونے والے تقسیم انعامات کے جلسوں کے لئے جوبلی نمبر و فسانہ نمبر کی چند جلدیں منگوا چھوڑیں تاکہ انعام میں زیادہ تر ادبی تحائف دئے جاویں -

خاک نشین کم گو - ابوالاشا حبیب حشری - ہمبڑانی

ڈرل کا امتحان کب ہوگا؟

(از راؤ نواب علی خاں کالانوری ڈرل انسٹرکٹر گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری)

ماہ مارچ کا دوسرا ہفتہ ہے۔ مہینے کی بارہ تاریخ ہے سکول کا سالانہ امتحان شروع ہو گیا۔ امتحان کا پروگرام نوٹس بورڈ پر آویزاں ہے۔ حامد اس کو پڑھ کر بڑا متعجب ہوا۔ اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ کیسی ڈیٹ شیٹ ہے جس میں ڈرل کا امتحان بالکل نہیں۔ شاید ہیڈ ماسٹر صاحب بھول گئے۔ یا ٹائپ کرنے والے صاحب نے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ غرضیکہ اپنے تمام ہمجولیوں سے دریافت کیا ادھر اُدھر سکول میں سب چھوٹے بڑے طلبا سے استفسار کیا لیکن سب نے جواب نفی میں دیا۔ بیچارہ حامد مایوس سا ہو گیا۔

آخر اسلم نے جو اس کے پڑوس ہی میں رہتا تھا۔ اور ایک ہمسایہ کی طرح تعلق رکھتا ہے جواب دیا تم بھی عجب پاگل آدمی ہو کبھی کھیلنے کودنے کا بھی امتحان ہوا ہے۔ یہ ۲۰ منٹ جو ڈرل میں صرف کئے جاتے ہیں محض تفریح طبع کے ہیں۔ اس کا امتحان نہیں ہوا کرتا۔

حامد ۔ نہیں نہیں رفیق من تم مجھے بہکاتے ہو۔ ڈرل ماسٹر صاحب نے ایک دن کہا تھا۔ کہ اگر کوئی لڑکا ڈرل میں فیل ہوگا تو وہ کسی مضمون میں پاس نہیں ہو سکتا بلکہ ڈرل میں فیل ہونے والے کو آئندہ جماعت میں ترقی نہیں دی جائیگی۔

اسلم ۔ بھائی حامد یہ ماسٹر صاحب تو اپنے مضمون کی اہمیت جتلانے کیلئے ایک بار نہیں کئی دفعہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ان کا کام تو اپنے مضمون کی تعریف کرنا ہے! اس کا امتحان وغیرہ کچھ نہیں ہوتا یہ تو فالتو مضمون ہے۔

حامد ۔ میرے مونس! تم مجھے دھوکا دے رہے ہو کیا مجھے فیل کرانا چاہتے ہو؟ ماسٹر صاحب نے ایک دن ہماری تمام جماعت کے سامنے کہا تھا کہ ڈرل بھی اتنا ہی لازمی اور ضروری مضمون ہے۔ جتنا کہ تم ریاضی اور انگلش کو تصور کرتے ہو۔ بلکہ میں تو یہ کہونگا۔ کہ ان مضامین سے بدرجہا بہتر اور ضروری ہے۔ اگر اس بات کا یقین نہ ہو تو آپ ہماری جماعت کے مانیٹر صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں۔ میں جھوٹ تو نہیں بولتا۔ اور ماسٹر صاحب کو ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔ کہ خواہ مخواہ ہمیں ایسا کہتے۔

شام ۔ بھائی اسلم! اچھا ذرا غور کیجئے۔ کہ اگر حساب وغیرہ سے بھی زیادہ اہم مضمون ہوتا تو اس کا امتحان نہ ہوتا یہ بات میرے قیاس سے باہر ہے کہ اس کا امتحان ہو اور طلبا کو اطلاع نہ دیجائے۔ یہ محض کسی دماغ کی اپنی اختراع معلوم ہوتی ہے۔

حامد ۔ آپ دُور کیوں جاتے ہیں۔ ہمارے مانیٹر صاحب سے خود دریافت کر لیجئے۔ کہ آیا ماسٹر صاحب نے تربیت جسمانی کو سب سے ضروری مضمون بتایا ہے یا نہیں، اگر بتایا ہو تو ماننا ورنہ خواہ مخواہ ضد کرنے سے فائدہ؟

اسلم۔ خیر میں نے آپ کی تمام باتیں سُن لی ہیں۔ میں آج کسی وقت پرچہ کرنے کے بعد آپ کے مانیٹر صاحب سے دریافت کرونگا۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم بھی ڈرل کے امتحان کی تیاری کرینگے۔

حامد۔ کہو بھائی اسلم اب تو پرچہ ختم کر چکے۔ آؤ ذرا مسٹر پدم پرشاد مانیٹر سے دریافت کریں۔ کہ ڈرل کا امتحان ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کب؟

اسلم۔ کیوں مسٹر پدم! کیا آپ نے ڈرل ماسٹر صاحب سے سُنا ہے کہ ڈرل کا امتحان ضرور ہوگا؟

پدم۔ ہاں۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا تھا۔ کہ جب تمام امتحانات ختم ہو جائینگے۔ تو میں تمام طلبا کا وزن کرونگا اور چھاتی وغیرہ کا ناپ لونگا۔ تاکہ تعلیمی پروگریس رپورٹ کی کاپیوں میں جسمانی ترقی کا نتیجہ بھی درج ہو جائے۔

اسلم۔ لو۔ حامد۔ اسی کا نام ڈرل کا امتحان ہے۔ شاید ماسٹر صاحب نے اسکو ہی ڈرل کا امتحان کہا ہوگا؟

حامد۔ وہ کیسے؟

اسلم۔ کیونکہ جس آدمی کا وزن بمُطابق قاعدہ اسکے قد کے مطابق ہوگا۔ اس کی صحت اچھی سمجھی جا سکتی ہے۔ اور یہی اسکی کامیابی ہے۔

حامد۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ کتنی لمبائی پر انسان کا وزن کتنا ہونا چاہیئے؟

اسلم۔ آپنے تو غضب کر دیا۔ آپ کو یاد نہیں۔ اپنی ڈرل کی کاپی کھولکر پڑھنا۔ اُس کے پہلے ہی صفحہ پر اس قسم کا نقشہ ماسٹر صاحب نے بنوایا ہے۔ اگر اسکو دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تو مجھے بتلایئے کہ آپ کا قد کیا ہے۔ میں آپ کو آپکا وہ وزن بتاؤنگا جو آپ کے قد کے مطابق اس وقت ہونا ضروری ہے۔

حامد۔ پیارے دوست میرا قد اس وقت ۵ فٹ ۲ انچ ہے۔

اسلم۔ اس قد کے مطابق آپ کا وزن ۱۲۶ پونڈ ہونا چاہیئے۔

حامد۔ میرا وزن ۱۶ پونڈ کم نکلا۔ اس کمی کی وجہ کیا ہے؟

اسلم۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی صحت خراب ہے اور یہی ڈرل کا امتحان ہے اور اس میں آپ فیل ہوگئے۔

حامد۔ یہ کمی کیسے پوری کی جا سکتی ہے۔ میں تو کافی مُقوی غذا کھاتا ہوں لیکن پھر بھی میرا وزن کم ہے اور میری صحت خراب ہے۔

اسلم۔ مقوی غذا کھانا اور بات ہے۔ اسکے ہضم کرنیکے ذرائع بھی ہونے چاہئیں کیونکہ خوراک اچھی طرح ہضم نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ معدہ اپنا کام ٹھیک نہیں کر رہا۔ اور پیٹ کی مشین کے پُرزے میں کوئی نہ کوئی نقص ہے۔

حامد۔ وہ کونسی تدابیر ہیں جن سے ہاضمہ درست ہو جائے اور میں تندرست ہو جاؤں؟

اسلم۔ مسٹر پدم آپ چلا مدد صاحب کو ڈرل ماسٹر صاحب کے پاس لیجائیں تاکہ وہ انکو صحت کے ایسے زرین اصول بوضاحت بتائیں جن سے انکی صحت اچھی ہو جائے۔

پدم۔ بہتر۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ آپ بھی ہمارے ہمراہ چلتے۔

اسلم۔ پیارے دوست۔ مجھے اس وقت ایک ضروری کام ہے ورنہ مجھے بھائی حامد کی امداد کرنے میں اور آپکے ساتھ جانے میں کیا دریغ ہو سکتا ہے؟

پدم۔ خیر آؤ بھائی حامد چلیں۔ غالباً ماسٹر صاحب اپنے پی۔ٹی روم میں ہونگے۔

حامد گھسیٹو سے دریافت کرتا ہے مسٹر پدم ڈرل ماسٹر صاحب کو دریافت کرتے ہیں کیا وہ ابھی پی۔ٹی روم میں موجود ہیں اور لڑکوں کے ترقی صحت کے چارٹ کی تکمیل فرما رہے ہیں؟ گھسیٹو جواب میں ہاں کہتا ہے۔

پدم۔ ماسٹر صاحب۔ آداب عرض۔ **ماسٹر صاحب**۔ کہو پدم کیسے آنا ہوا؟

پدم۔ ماسٹر صاحب عرض یہ ہے۔ کہ بھائی حامد کو کچھ فکر ہو گیا ہے۔ کہ ان کا وزن انکے قد کے مطابق بہت کم ہے۔ اس کمی کے پورا کرنے کے طریقے آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی دریافت کرتے ہیں۔ کہ ڈرل کا امتحان کب ہوگا؟

ماسٹر صاحب۔ اسکو چاہیئے۔ کہ سکول ٹائم کے بعد (Weak Boys Period) میں شامل ہو تا کہ اس میں یہ شامل ہو کر کافی ورزش کر سکے۔ اسکے علاوہ بیران ہدایات پر عمل کرے جو تمہارے سامنے پی ٹی روم میں آویزاں ہیں۔

حامد۔ ماسٹر صاحب میں اس پیریڈ میں ضرور شامل ہوا کروں گا۔ لیکن مجھے یہ تو بتا دیجیئے۔ کہ ڈرل کا امتحان کب ہوگا؟ کہیں میں اس میں فیل نہ ہو جاؤں۔

ماسٹر صاحب۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اگر تمہاری صحت اچھی نہیں ہے یا وزن بروئے قاعدہ قد کے مطابق نہیں ہے تو تم نہ صرف ڈرل کے مضمون میں ہی فیل ہو جاؤ گے بلکہ تمام مضامین میں فیل تصور کئے جاؤ گے۔ کیونکہ جب تمہارا جسم فیل ہو گیا تو تم دنیا کے کاروبار کیسے کرو گے اور کیسے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکو گے؟

حامد۔ اسی وجہ سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ کہ کیا کیا جائے؟

ماسٹر صاحب۔ عزیز حامد۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے تمام امتحانات کی کامیابی تمہاری جسمانی حالت کے اچھا ہونے پر منحصر ہے اگر جسمانی صحت اچھی نہیں تو دماغی حالت کب درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ "صحیح دماغ ہی صحیح جسم میں رہتا ہے" اور تمام تعلیمی کام کا انحصار دماغ پر ہے اگر تمہارا دماغ ٹھیک کام کرتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ تم کسی مضمون کے کسی پرچے میں ناکامیاب رہو۔ یہ دماغ اسی صورت میں اچھا بن سکتا ہے جبکہ تمہیں اپنے جسم کو مناسب ورزش اور کھیلوں سے صحیح بنا لیتا ہو جسمانی حالت اسی صورت میں بہتر ہو سکتی ہے کہ تم صبح روزانہ سیر کرو۔ ورزش کرو۔ وقت پر پڑھو اور وقت پر ہی کھیلو۔ صاف ہوا۔ صاف پانی۔ صاف غذا استعمال کرو پھر دیکھو کہ تمہاری صحت کیا سے کیا ہو جاتی ہے؟

حامد۔ اچھا ماسٹر صاحب اگر میں نے جناب کی ہدایات پر عمل کیا تو کیا میں ڈرل کے امتحان میں کامیاب ہو جاؤنگا؟

ماسٹر صاحب۔ بیشک یہی ڈرل کا امتحان ہے اور جسمانی تندرستی اس کی کامیابی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ارشاداتِ عالیہ

(از اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعراء حضرت دل مدظلہ شاہجہانپوری)

ساقی کی چشمِ مست سے مخمور ہو گئے — کیا بھر کے دیا ہے کہ دل چور ہو گئے

محوِ جمال بیخود و مخمور ہو گئے — یعنی قریب ہو کے بہت دُور ہو گئے

ہر شانِ دل ستاں ہے ہر انداز دلفریب — وہ جلوہ گر کبھی کبھی مستور ہو گئے

راحت کی آس ٹوٹ گئی آبلوں کے ساتھ — جو دل میں زخم پڑ گئے ناسور ہو گئے

اندازِ چشمِ تاب شکن تھا کہ الاماں — اک پنکھڑی کی چوٹ سے دل چور ہو گئے

منزل کا خواب دیکھ رہے تھے سفر نصیب — چونکے تو کارواں سے بہت دور ہو گئے

کیفِ نشاط و ولولہ انجذاب کہاں — ساغر مرے نصیب کے سب چور ہو گئے

کیوں لے خیالِ یار یہی ہیں تسلیاں — ضبط و شکیبِ دل سے بہت دور ہو گئے

صبحِ فراق شامِ الم تھی نصیب میں — ہم اُن کی یاس سے مجبور ہو گئے

موئے سفید دیکھ کے جی سرد پڑ گیا — جتنے بھی ولولے تھے وہ کافور ہو گئے

کیا جانے کس خیال میں ہیں مست مے پرست — دنیا یہ جانتی ہے کہ مخمور ہو گئے

نیرنگیاں حدوث و قدم کی ہمیں سے ہیں — مختار بن گئے کبھی مجبور ہو گئے

تم کو ہجومِ یاس و الم میں جنابِ دل
کیا آ گیا خیال کہ مسرور ہو گئے

دانت

(از قلم پنڈت گنپت رائے بی اے آنرز۔ بی۔ ٹی۔ اے۔ ڈی۔ آئی۔ ایس ہانسی)

دانت قدرت کا ایک بڑا قیمتی عطیہ ہیں۔ جو چہرے کی خوبصورتی اور خوراک کے چبانے کے واسطے نہایت ضروری ہیں تندرستی کے واسطے دانت کا درست ہونا نہایت ضروری ہے۔ دانتوں میں خرابی پیدا ہونے سے ہاضمہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور جس شخص کا ہاضمہ خراب ہے اُس کی زندگی اس کے واسطے ایک بار ہے صحت بالکل خراب ہو جاتی ہے اور جینا دشوار ہو جاتا ہے۔

ایسے عطیہ کے متعلق دو چار باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔ دانت نکلنے کی تکلیف کو بچے کم جانتے ہیں لیکن ماں باپ اچھی طرح واقف ہیں کہ کس قدر تکلیف ہوتی ہے اکثر اوقات بچوں کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح بڑھاپے میں دانتوں کا نکلنا ہے اور اس وقت کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ غرضیکہ دونوں حالتوں میں یہ حد سے زیادہ تکلیف دیتے ہیں لیکن اگر عمر بھر اچھی حالت میں رہیں تو تمام تکلیف اس آرام کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ جنگلی اور حبشی لوگوں کے دانت دیہات کے رہنے والوں سے اچھے ہوتے ہیں اور دیہاتی غریب آدمیوں کے دانت شہر کے رہنے والوں خاصکر امیر آدمیوں سے اچھے ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ وہی حبشی لوگ جب شہروں میں رہنا شروع کر دیتے ہیں تو اس نعمت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی وجہ خوراک ہے۔

خوراک جتنی سادہ اور قدرتی ہوگی اتنی ہی دانتوں کے واسطے مفید ہوگی۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ شہر کے رہنے والے جنکو طرح طرح کے ٹوتھ پاؤڈر اور پیسٹ استعمال کرنے کا موقع ملجاتا ہے اکثر دانتوں کی شکایت کرتے رہیں۔ اور روکھی سوکھی اور بعض مرتبہ لنگر مست رہنے والے دیہاتی اور جنگلی لوگ اس کی تکلیف سے ہمیشہ بچے رہیں جسم کے اندر ہڈیاں اور دانت جو سخت چیزیں ہیں ان کا جُزِ اعظم چونا ہے بغیر چونے کے کافی مقدار کے مضبوط اور عمدہ دانت اور ہڈیاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔ موجودہ تہذیب کے دلدادہ ڈاکٹروں کے تجویز کردہ سائنٹفک ادویہ کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خیال رہے کہ بناوٹی چونا داخل معدہ ہو کر اصل چونے کی کمی کو ہرگز پورا نہیں کر سکتا۔ صرف قدرتی چیزیں ہی ایسی ہیں جن سے کہ مناسب مقدار میں چونا بہم پہنچایا جاتا ہے اور فائدہ کرتا ہے۔ قدرتی چیزیں مثلاً دودھ۔ دہی چھنے کی مقدار سے بھرپور ہیں یہ چیزیں ہر ایک سادہ زندگی بسر کرنے والے دیہاتی کو مفت ملتی ہیں لیکن بعض کوتاہ اندیش لوگ دودھ دہی کو مناسب طریق سے استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ تجارتی اغراض کو مدِ نظر رکھتے ہیں مکھن اور گھی کو بیچ ڈالتے ہیں اور لسّی کو یا تو کمینوں میں بانٹ دیتے ہیں یا مویشیوں کو پلا دیتے ہیں اور اس اعلیٰ گھر یلو نعمت سے بھی مستفید نہیں ہوتے نتیجہ معدہ

کھلانے والے نو مویشی رکھنا کسرِ شان خیال کرتے ہیں غیر ممالک سے آیا ہوا منجمد دودھ یا چائے فیشن ایبل زندگی کا ایک جزو قرار دیا جاتا ہے اور گھر پر گائے بھینس باندھنا گنواروں کا کام۔ علاوہ ازیں ان لوگوں پر لعنت ملامت کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے جن کے بچے اپنی ماں کا دودھ کئی سال پیتے رہتے ہیں۔ ان کو نصیحت ہی نہیں بلکہ بعض حالتوں میں ہدایت کیجاتی ہے کہ بچے کو اسکی ماں کا دودھ نہ پینے دو۔ اب دو سال کا ہوگیا ہے۔ یہ خیال ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوتا ہے کہ ماں کے ذریعے جو دودھ بچے کے پیٹ میں جاتا ہے کافی چونا رکھتا ہے اور بازاری منجمد دودھ سے بہت بہتر ہے۔ جن چیزوں میں چونا زیادہ مقدار میں موجود ہے انکو ہم لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھینک دیتے ہیں مثلاً پھلوں کے چھلکے۔ سبزیوں کے پتے۔ میووں کی گٹھلیاں۔ کھانڈ کی نسبت گڑ میں زیادہ چونا ہے لیکن گڑ سے ہم پرہیز کرتے ہیں اور کھانڈ کا استعمال جائز قرار دیتے ہیں۔ لذیذ اور چٹپٹے کھانے جو فیشن میں شامل ہیں۔ اس بیش قیمت چیز سے خالی ہیں علاوہ ازیں باریک پیسے اور کھانا کے کھانوں کے کچھ اجزا دانتوں کی جڑوں میں چمٹ جاتے ہیں اور وہاں ایک قسم کا تیزابی مادہ پیدا کر کے دانت کی جڑ کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ پھر اس جگہ جراثیم پیدا ہو کر خون اور گوشت میں سرائت کر جاتے ہیں اور صحت پر بہت برا اثر ڈالتے اس واسطے لازم ہے کہ کھانا کھانے کھلانیکے بعد دانتوں کو خوب اچھی طرح انگلی سے مل دیا جائے۔ دانتوں کو اچھا رکھنے کے واسطے دانتوں کی ورزش بھی نہایت لازمی ہے اور نرم نرم خوراک کھانے سے یہ ورزش بالکل نہیں ہوتی۔ اسکے مقابلے میں جن لوگوں کو روکھی سوکھی چیزیں ملتی ہیں۔ انکے دانتوں کی ورزش خوب ہو جاتی ہے۔ داتن کا استعمال دانتوں کی صفائی اور ورزش دونو کام آتا ہے۔ برش اور توتھ کریم اس کے پاسنگ بھی نہیں۔ یہ صرف تہذیب یافتہ لوگوں کی چیزیں ہیں۔ اگر مکمل طور سے صحت اور تندرستی کا حظ اٹھانا ہے تو قدرتی معاشرت کے طریق کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔

چند نصیحتیں

۱۔ بچوں کے دانت روزانہ صبح و شام صاف کرنے چاہئیں۔ اس سے دو فائدے ہونگے ایک تو بچوں کو دانت صاف رکھنے کی عادت پڑ جائے گی دوسرے بچپن میں ہی دانت خراب نہ ہونگے۔

۲۔ کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو انگلی سے خوب ملکر صاف کرنا چاہیئے اور پھر غرارے کرنے چاہئیں۔

۳۔ جہانتک ہوسکے دانتوں کو چپکنے والی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

۴۔ کیکر۔ پھلاہ۔ جال یا کنیر کی داتن روزانہ کرنی چاہیئے تاکہ صفائی کے ساتھ ورزش بھی ہو جائے۔ یہ عمل روزانہ دس پندرہ منٹ ہونا چاہیئے۔ اس سے دانت مضبوط اور چمکدار ہونے کے علاوہ اکثر امراض سے بھی محفوظ رہینگے۔

۵۔ غذا میں دودھ۔ دہی۔ لسی وغیرہ ضرور استعمال ہوں۔ کیونکہ ان میں قدرت نے چونے کی کافی مقدار رکھی ہے۔ جو کہ دانتوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۶۔ پان چبانے سے دانتوں کی ورزش بھی ہوتی ہے اور چونا بھی ہوتا ہے۔ بلکہ پڑنے کی وجہ سے دانتوں کی جڑیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے مندرجہ بالا خیال کو لیکر پان کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

۷۔ دانتوں کے دھونے کے واسطے پاؤڈرز اور کریمز سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیئے۔ ان کی بجائے دانتن استعمال کی جائے۔ اور اگر منجن کی ہی ضرورت ہو تو بادام کے چھلکے جلا کر باریک پیس لیے جائیں اور پھر باریک نمک میں ملا لیا جائے۔ تو بہت فائدہ مند ہے۔

۸۔ سرسوں کے تیل کے ساتھ باریک نمک ملا کر بھی دانتوں پر ملنا فائدہ مند ہے لیکن اس سے بعض دفعہ طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ بادام اور نمک زیادہ مفید ہے۔

غزل

(از حضرت دعا ڈبائیوی)

ہر گھڑی تاکید ہے ایسا نہ ہو ویسا نہ ہو
صاف ہی کہہ نہ بجئے ہم پر کوئی شیدا نہ ہو

نام اس کا عشق ہے آزار کا شکوا نہ ہو
جان پر بن جائے لیکن رازِ دل افشا نہ ہو

جب نظر آتا ہے کوئی مائل لطف و کرم
دل دھڑکتا ہے کہیں یہ باعثِ ایذا نہ ہو

ہم وفائے عہد کے دھوکے میں آسکتے نہیں
اُس سے کہئے آپ کو جس نے کبھی جانچا نہ ہو

لطف تو جب ہے کہ سر کے خود بخود رُخ سے نقاب
لاکھ وہ پردہ کریں ہم سے مگر پردا نہ ہو

جب وہ خود ساقی نہیں تو عذرِ مینوشی فضول
غیر ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر ایسا نہ ہو

چارہ گر بیمارِ غم کا تجھ سے مشکل ہے علاج
چرخ سے عیسیٰ اُتر آئیں تو یہ اچھا نہ ہو

باعثِ عزت ہے اہلِ عشق کی دیوانگی
اور پھر اُس کا عشق جو ترا دیوانہ ہو

ہے یہ شہرت اُن کے در پر کوئی بیکس مر گیا
یا الٰہی خیر وہ میرا دلِ شیدا نہ ہو

وائے قسمت حشر کے دن بھی نہ شکوہ کر سکے
تھا یہی ہر وقت کھٹکا وہ کہیں آتا نہ ہو

ایسے جھوٹے کی زباں کا کس طرح آئے یقیں
تو میں جس کا ایک بھی وعدہ دعا سچا نہ ہو

مجروحین کی فوری ابتدائی امداد

(از قلم مسٹر آر۔ آر۔ اگروال بی۔ اے۔ بی۔ ٹی)

۱

اکثر جگہ ہر سال دو چار انسان سانپ کے ڈسنے سے ملکِ عدم کو سدھار جاتے ہیں۔ ہر سال سینکڑوں بچے اور آدمی نالیوں۔ نہروں اور دریاؤں میں ڈوب جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کو وقت پر نکال بھی لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ بہت کم ایسے خوش قسمت انسان ہیں جنکو حادثات کا سامنا ہوا۔ اور وہ صحیح و سلامت بچ نکلے معمولی ضربات خطرناک صورتیں اختیار کرتی ہوئی سُنی جاتی ہیں۔ زہر خورانی اور افیون خوری سے بھی کچھ کم موتیں نہیں ہوتیں۔

غالباً ہر قسم کے حادثات کے وقت مدد پہنچ ہی جاتی ہے۔ تاہم اکثر مددگار سوائے سسکیاں بھرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے یا بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مددگار اپنی لاعلمی سے بجائے تکلیف کو کم کرنے کے اس میں اضافہ کا باعث ہو جاتے ہیں۔ یا ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں جس سے مریض یا مجروح کا بچنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔

حادثات ہر جگہ اور ہر وقت ہوتے ہی رہتے ہیں۔ باقاعدہ تربیت یافتہ مددگاروں اور تیمارداروں کی موجودگی ایسے موقعوں پر نیک فال سے کم نہیں ہوتی ضرورت ہے کہ ہر شخص مجروحین کی فوری ابتدائی امداد کے اصولوں سے واقف ہو۔ تاکہ وقتِ ضرورت اپنی اور اپنے متعلقین۔ لواحقین اور ہمسائیوں کی مدد کر سکے۔ اور یہ قابلیت پیدا کرے کہ اپنی ہمدردی کو عملی جامہ پہنا کر لوگوں کے دُکھ درد میں کمی کرنے کا موجب بن سکے اور ثوابِ دارین کما لے۔

ہر گاؤں اور قصبہ میں مقررہ مرکزی جگہوں پر فوری مدد کا سامان مثلاً ضروری پٹیاں سپلنٹ (چوبی پھٹیاں) اور سٹریچر و ادویات کا رہنا ضروری ہے۔ سکول۔ تھانہ۔ پٹوار خانہ اور ڈاکخانہ جات اس قسم کے سامان کیلئے موزوں جگہیں ہیں۔ انکے ذمہ دار افسران اور ماتحتوں کیلئے فرسٹ ایڈ کا علم لازم ہے۔

بعض دفعہ ان جگہوں میں ایسے سامان مہیا نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ وہ ہسپتالوں کے بہت نزدیک ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ وجہ معقول نظر نہیں آتی۔ اول تو ہسپتالوں کی اشیاء کا ہر وقت دستیاب ہونا غیر اغلب ہے، دوسرے سکول کے طلباء اور دیگر مرکزی جگہوں کے اہلکاروں کو ان چیزوں کے استعمال کی مشق اور خدمتِ عامہ کے جذبہ کو عملی صورت دینے کی عادت ڈالنے کی ضرورت ہے، اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ بغیر تکلیف کے سامان مہیا کر سکینگے خصوصاً طلباء [illegible] کا اپنا سامان۔ بہت ضروری ہے اگر ملک کو نیم حکیموں اور نا تعلیم یافتہ حجام جراحوں کے

نشتر سے بچانا مقصود ہے۔ تو فرسٹ ایڈرز کو پروپیگنڈا کے لئے ہر قسم کی سہولیت دینی ہی پڑیگی۔ ورنہ فرسٹ ایڈرز بے دل ہو کر کام چھوڑ بیٹھیں گے۔

۲

جونیر ریڈ کراس سوسائٹی کے منتظمان اور کونسلروں کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ سوسائٹی ہذا کے زیر اہتمام فرسٹ ایڈ کلاس کا اجرا کریں اور ہر سال زیادہ سے زیادہ اشخاص کو اس سے مستفیض ہونے کی رغبت دلائیں متعلقہ اصحاب کی رہنمائی کیلئے کلاس ہذا کے جاری کرنے کے متعلق معلومات ہم ذیل میں دئے دیتے ہیں۔

(۱) اس کورس کا بہت ضروری حصہ عملی کام ہوتا ہے اور معلم کو ہر متعلم پر فرداً فرداً توجہ دینی ہوتی ہے۔ لہذا اس کلاس میں بیس پچیس سے زیادہ اشخاص نہ لینے چاہئیں۔

(۲) کورس ہذا کو عموماً آٹھ حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ ہر دو لیکچروں کے درمیان ایک ہفتہ کا وقفہ ضروری ہے۔

(۳) ہر لیکچر دو گھنٹے کا ہوتا ہے۔ ہر لیکچر کا آخری نصف حصہ عملی کام میں صرف کیا جاتا ہے۔

(۴) آٹھ لیکچروں میں سے سات میں حاضری ضروری ہے۔ ورنہ امتحان نہیں لیا جاتا۔

(۵) کوئی لیکچرار اپنی جماعت کا خود امتحان نہیں لے سکتا۔

(۶) ضرورت کیمطابق لیکچروں کی تعداد بڑھائی جاسکتی ہے مثلاً آٹھ لیکچروں کی بجائے سولہ لیکچر ہو سکتے ہیں اس صورت میں ہر ایک لیکچر ایک گھنٹہ کا ہوگا

ایمبولینس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام فرسٹ ایڈ کے متعلق تین کورس ہوتے ہیں مختلف مقامات اور مختلف قابلیت کے اشخاص کیلئے مختلف کورس موزوں ہونگے۔

سیکنڈری سکول کورس فرسٹ ایڈ۔ ورنیکلر مڈل سکولوں کی سہولیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسوسی ایشن کے فرسٹ ایڈ کورس سے ضروری باتوں کو انتخاب کر کے آسان کورس مرتب کیا گیا ہے مثلاً کورس مذکور میں سے بیہوشی۔ سٹم اور سٹریچر ڈرل کو نکال دیا ہے اور عام واقفیت کیلئے حفظان صحت کی مفید باتیں مثلاً صفائی۔ چھوت کی بیماریاں۔ خوراک کے باب بڑھا دیئے گئے ہیں۔ یہ سکاؤٹنگ میں سیکنڈ کلاس سکاؤٹ کے فرسٹ ایڈ کورس کے مطابق ہے۔ اس کورس کا معلم کوئی سکاؤٹ ماسٹر یا سینیر فرسٹ ایڈ کورس کا امتحان پاس شدہ آدمی ہو سکتا ہے بشرطیکہ ممتحن کوئی رجسٹرڈ میڈیکل صاحب ہوں۔

طلبا کے شوق اور مشق کو جاری رکھنے کیلئے اسی کورس کے دو امتحان ہوتے ہیں پہلا امتحان پاس کرنے کے نو مہینے کے بعد ایک طالبعلم دوسرا امتحان دے سکتا ہے اگرچہ ہر امتحان ثانی سے پیشتر لیکچرز میں شامل ہونا لازمی نہیں ہے۔ تاہم بہتر ہوگا کہ طلبا ہر امتحان ثانی سے پیشتر جماعت میں باقاعدہ لیکچرز میں شامل ہوں۔

(۲) جونیئر فرسٹ ایڈ کورس ۱۶ سال سے کم عمر کے اشخاص یا دیگر اشخاص جو سینیئر کورس سے مستفیض نہ ہو سکیں اس کورس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس میں سٹریچر ڈرل شامل نہیں ہے۔ اس کا معلم سکاؤٹ ماسٹر یا رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنر ہو سکتا ہے اینگلو ورنیکلر مڈل سکولوں کے طلبا کے لئے یہ کورس مفید ہے۔

تاہم ان ہر دو کورسوں کے پاس شدہ اصحاب میڈلین امتحان کے لئے ان کو کورس مذکور کے مطلوبہ تعداد امتحانات میں شامل نہیں کر سکتے۔

(۳) سینئر کورس فرسٹ ایڈ۔ ایمبولینس ایسوسی ایشن کا منظور شدہ یہ پہلا امتحان ہے جس کے پاس شدہ اصحاب کی خدمات کی ضرورت بڑی بڑی انجمنوں کو میلوں وغیرہ کے موقعوں پر پڑتی رہتی ہے۔ اس کورس کے معلم میڈیکل اصحاب ہی ہو سکتے ہیں یا وہ اشخاص بھی ہو سکتے ہیں جو میڈلین کا امتحان دیکر لیکچرار کی سند حاصل کر لیں۔ تقریباً ہر ضلع میں ڈپٹی کمشنر صاحبان کی ہدایات کے بموجب سرکاری ہسپتالوں کے ڈاکٹر صاحبان جماعت ہذا کے منتظمان کو اپنی خدمات لیکچرز کیلئے مفت پیش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں میلتھ آفیسر صاحبان ایسوسی ایشن کے مقامی سیکرٹریان کی حیثیت سے خود ان جماعتوں کا امتحان لیتے ہیں یا دیگر ڈاکٹر صاحبان کا انتظام کر دیتے ہیں۔ حاضری اور امتحان رپورٹ کے فارم جنرل سیکرٹری یا مقامی سیکرٹری سے درخواست کرنے پر مل جائینگے۔

میکنزی سکول کورس فرسٹ ایڈ اردو اور مجروحین کی پہلی امداد اردو ۸ ر اور ۱۰ ر میں سپرنٹنڈنٹ صاحب ایمبولینس بک ڈپو لاہور سے مل سکتی ہے۔

دانشمندوں کے مقولے

۱۔ اگر کوئی کمزور آدمی تمہاری ہتک کرے۔ تو اس پر ناراض نہ ہو۔ بلکہ اُسے معاف کر دو۔ کیونکہ معاف کرنا ہی بہادروں کا دھرم ہے۔ (گورو گوبند سنگھ)

۲۔ نااُمیدی روح کیلئے موت ہے اور اس موت سے بدتر کوئی موت نہیں۔

۳۔ باطل کی حکومت چند لمحے رہ سکتی ہے اور سچائی کی ابد تک۔

۴۔ انسان کو اپنا ہمنشین پیدا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک بھاری نعمت ہے۔

۵۔ بدوں سے سلوک اور نیکی کرنی ایسی بُری ہے۔ جیسے نیکوں سے بدی کرنا۔

۶۔ دانا دشمن بھی نادان دوست سے بہتر ہے۔ (نیتی)

(کشمیری لال پوری۔ بٹالوی)

حکمت کی ابتدائی مدد

جب تک کسی معالج کے پاس مضروب اور حادثہ والا پہنچے یا معالج اس شخص اور مسموم وغیرہ کے پاس تک پہنچے تب تک اکثر ضرب یا اُسکے حادثے اور مریض کی حالت پہلے سے بدتر اور بدترین ہوجاتی ہے چنانچہ اس مزید خرابی کے روکنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ عوام کو ابتدائی مدد کی باتیں بتلائی جائیں۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے "سینٹ جان ایمبولینس" نامی انجمن نے تدابیر پیش کی ہیں اور وہ ہمارے ملک میں حکام گورنمنٹ کی وساطت سے اور علاوہ ازیں پبلک کی مدد سے عوام کو سکھلائی جارہی ہیں۔ وہ تدابیر آسان ہیں اور ان کے لئے سامان ہر جگہ مل جاتا ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے دماغ کے شرفا نے بڑے غور و خوض کے ذریعہ ان کو تجویز کیا ہے۔ اور دن بدن ان میں ترمیم اور اضافہ کیا جارہا ہے۔

اب صرف ایک ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہمارے ملک میں ان کی دیہات تک کے کونے کونے میں شاعت ہوجائے۔ ضرورت نہیں ہے کہ عالم فاضل ہی اس سے مستفید ہوں۔ بلکہ تھوڑا بہت پڑھے لکھے لوگ بھی ان تدابیر کو عمل میں لا سکتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ناخواندہ بھائی بہن بھی اس کام کو بآسانی اور فی الفور کرسکتے ہیں۔ محض لاعلمی باعث ہے کہ مزید خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس لئے خواندہ صاحبان سے راقم مضمون کی استدعا ہے کہ وہ خود اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور دوسرے اشخاص کو بتلاویں۔ ان پر عمل کریں اور دوسروں سے عمل کرائیں اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنے ساتھیوں سے دریافت کریں۔ راقم بھی استفسارات کا جواب دینے کے لئے تیار رہے۔

ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کی زبانیں اور مختلف رسم الخط جاری ہیں۔ راقم مقامی اخبار اور رسالہ نویس صاحبان سے بھی درخواست کرتا ہے کہ بطور ثواب ایسی تحریر اور زبان میں اس مضمون کو شائع کرتے رہیں کہ جو اُن کے ضلع یا صوبے میں پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔ جیسے پنجابی (گورمکھی) بنگالی۔ مارواڑی۔ مرہٹی وغیرہ چونکہ اخبارات و رسائل دُور دُور تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے اشاعت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اور ملکی و قومی خدمت ان کا سب سے بڑا فرض ہے۔

مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ جس پر کوئی حادثہ گذرا ہو اُس کو وقت پر ذرا بھی مدد مل جائے تو اُس کی تکلیف ہی کم نہیں ہوجاتی۔ بلکہ جس تکلیف اور نقصان کے بڑھ جانے کا امکان ہوتا ہے وہ نہیں ہونے پاتی کہا جاسکتا ہے کہ بعض مرتبہ تو انسانی جان کے لالے پڑے ہوتے ہیں۔ اور ابتدائی مدد سے جان کا نقصان ہونے

سے بچ جاتا ہے۔ ان تدابیر میں سے کچھ تو مکمل علاج ہو سکتے ہیں۔ مگر زیادہ تر ایسی ہیں کہ ان کے بعد معالج کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ ابتدائی معاون کو لازم ہے کہ اپنی تدبیر کر کے معالج کو بلائے۔ یا مضروب یا تکلیف زدہ کو ہدایت کرے کہ وہ کسی ڈاکٹر یا حکیم یا وید کے پاس لے جایا جائے۔ اس شریف پیشے کے لوگ غریب سے غریب شخص تک کا بلا دام علاج کرنے کو مستعد ہوں گے۔ البتہ روپیہ والوں کا فرض ہے کہ وہ معالج صاحبان کو ان کا حق المحنت ادا کریں۔

اس تمہید کے بعد باقساط ہم "ابتدائی مدد" کو ہدیہ ناظرین کریں گے۔ البتہ ابتدائی مرحلے پہلے پیش ہوں گے +

(اشیاما چرن ورما)

نوائے راز

(از ابوالفضل راز چاندپوری)

خوشرو ہے، خوش ادا ہے، دلکش ہے، دلربا ہے — لیکن یہ پیاری دنیا افسوس بیوفا ہے

ہمراز و ہمنوا ہے، مخلص ہے، بے ریا ہے — اے خوش بیاں خدارا کیا بات کہہ رہا ہے

میں اور خود پرستی تو اور حق نوازی — سچ ہے ضرور سچ ہے، اللہ جانتا ہے

دینا اسے بھی دینا اک جامِ تلخ ساقی — یہ خوش بیاں یہ اعظ گستاخ ہو چلا ہے

اللہ خیر میرے امید کیش دل کی — ناکامیابیوں کا احساس ہو چلا ہے

بے لطف ہیں مناظر دنیائے رنگ و بو کے — تکمیلِ آرزو کا امکاں نہیں رہا ہے

یارانِ باوفا کا حسنِ عمل نہ پوچھو — نامِ وفا جہاں میں بدنام ہو گیا ہے

یہ غمگسارِ عالم، یہ رہنمائے دوراں — ظالم نے اک جہاں کو گمراہ کر دیا ہے

اچھا، قدم بڑھاؤ حسنِ عمل دکھاؤ — اب تم میں اپنا اپنا ہر ایک رہنما ہے

امید کی یہ شوخی دیکھے تو راز کوئی
تصویرِ آرزو میں پھر رنگ بھر رہا ہے

فسانہ نمبر

(جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم اے - بی - ٹی)

مکرمی ماسٹر جگت سنگھ منیجنگ پروپرائٹر رہنمائے تعلیم نے جب شروع شروع میں فسانہ نمبر کی اشاعت کا اعلان کیا تو میں انگشت بدنداں رہ گیا اس لئے کہ جوبلی نمبر کی ڈیڑھ ہزار کاپیوں کا زبردست انبار جو قدردانی اور اعترافِ خدمات کے فقدان کا روح فرسا منظر پیش کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے آگیا اور ماسٹر صاحب کے وہ حسرت ناک اور درد انگیز الفاظ کانوں میں گونجنے لگے کہ "یہ ہے میری خدمت کا صلہ۔ دیکھئے کب یہ پتھر میری چھاتی سے اٹھتا ہے"۔

میرا خیال نہیں یہ یقین تھا کہ اس رقمِ خطیر کی بربادی کے بعد رہنمائے تعلیم کو کسی خاص نمبر کا نام نہ لینا چاہئے اور اگر کسی اور صحافتی دنیا کے رہنے والے سے یہ لفظ سُن بھی پائیں تو کانوں پر ہاتھ دھرنا چاہئے لیکن جب اعلان کو پڑھا اور بغور پڑھا تو یہ یقین ہو گیا کہ اس کساد بازاری کے زمانہ میں پانچ سو صفحات کا ضخیم نمبر اس قدر اہتمام سے شائع کرنے کا عزم بالجزم یہ معنی رکھتا ہے کہ ماسٹر صاحب کو علمی خدمت کا "چاؤ" نہیں بلکہ "جنون" اور نہایت خوفناک قسم کا جنون ہے۔

چونکہ رہنمائے تعلیم کی یہ عادت نہیں کہ وہ بلند بانگ دعاوی کے ڈھول بجائے جیسا کہ عموماً سب (الا ماشاء اللہ) مجلہ نگاروں اور اخبار نویسوں کا رویہ ہے اور جنکی پول اُس نمبر کی اشاعت پر کھل جاتی ہے اس لئے جنوری کا بڑی بے صبری سے انتظار رہنے لگا۔ سچ مانئے ان تمنائیوں سے بھی زیادہ جنکو جنوری کے پہلے گزٹ میں سرکاری خطاب یافتگان کی فہرست میں اپنا نام دیکھنے کی بے چینی ہوتی ہے لیکن اس شاہدِ رعنا نے بھی وہ انتظار دکھائی کہ الاماں۔ خدا خدا کر کے جنوری کے آخر میں اُس نے رجسٹرڈ کور کے گھونگھٹ میں سے چہرۂ زیبا کی جھلک دکھائی بے صبری سے کور کو پھاڑا۔ بدقسمتی سے سٹاف کے سب سے زیادہ زبردست "پڑھاکو" ممبر منشی محمد توقیر خانصاحب منشی فاضل موجود تھے بولے "فسانہ نمبر" میں نے کہا "جی ہاں" فرمایا "دیکھوں" میں نے طائرانہ نگاہ ڈالکر بصد حسرت و بادلِ ناخواستہ ان کے حوالہ کر دیا۔ نہ کرتا تو کیا کرتا ان کا بھی اتنا ہی کیا بلکہ مجھ سے زیادہ حق تھا اس لئے کہ وہ شہر کے لائبریری کے انچارج دوسرے یہ کہ وہ مجھ سے زیادہ جلدی پڑھنے والے ہیں۔ کتاب پر پل ہی پڑتے ہیں اس خیال سے کہ وہ دن اور رہی دل میں کہا کہ "ایں ہم بر بلائے علم" یہ اُمید بھی تھی کہ شاید اگلے روز دوسری کاپی بھی آجائے۔ سچ مانئے کہ جب رات کو لیٹا تو دل میں فسانہ نمبر کی ایک ہوک سی اُٹھتی اور ماسٹر صاحب کے دوسری کاپی نہ بھیجنے پر اور اپنی اس حماقت پر کہ اس قدر بے صبری سے کیوں کھولا غصہ آتا۔ لیکن خود کردہ را علاجے نیست۔

بارے واپس ملا۔ من اولہ الی آخرہ ایک ایک حرف پڑھا اور دلچسپی سے پڑھا۔ میں کبھی کسی رسالہ یا اخبار کو پورا

پورا نہیں پڑھتا لیکن فسانہ نمبر کو پڑھا۔

یہ نمبر صحافتی دنیا میں واقعی ایک تہلکہ مچا دینے والی چیز ہے۔ خاص نمبروں کے اعلان پڑھے جب وہ شائع ہوئے تو ان کی مطابقت کی لیکن ہمیشہ نا امیدی ہوئی۔ رہنمائے تعلیم نے یہ کمال کیا کہ نہ صرف وعدہ پورا کیا بلکہ وعدے سے زیادہ دیا۔ پونے پانسو صفحے بجائے تین سو کے۔

ضخامت۔ لکھائی۔ چھپائی کو دیکھ کر تعجب نہ ہوا محض اس لئے کہ "جوبلی نمبر والے" کا ہی فسانہ نمبر تو ہے جس کو بیدریغ روپیہ صرف کرنے کی عادت ہے۔ بے اختیار زبان پر آیا ؏

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

فسانہ نمبر کی ترتیب و تدوین میرے مخلص و مکرم دوست شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ایڈیٹر عروج کی رہین منت ہے۔ آپ نے اس میں دلکشی اور دلچسپی کوٹ کوٹ کر بھر دینے میں سعی مشکور فرمائی ہے۔ آپ کا معرکتہ الآرا مضمون "فسانہ نویسی کا افسانہ" آپ کے وسعت مطالعہ اور تجسس کا شاہد ہے۔ آپ کے مضامین عموماً نہایت بلند پایہ ٹھوس علمی ہوتے ہیں جنہوں نے مخدومی شیخ صاحب کا مضمون "سنسکرت کے عربی و فارسی تراجم" جو سہ ماہی اردو کے قریباً ستر صفحات پر شائع ہوا۔ "تاریخ نطبین" جو روشنی لاہور کے عہد شباب میں نکلا "کالیداس" جو جوبلی نمبر میں چھپا وغیرہم پڑھے ہیں وہ میری تائید کرینگے۔

جب ٹھوس علمی مضامین لکھنے والا قلم اپنی جگر کاویوں اور موشگافیوں سے ستانے کے لئے فسانہ نویسی کے چمن میں تفریحاً داخل ہوتا ہے تو تلاش و تحقیق کی عادت کے موافق تاریخ کے پھول چنکر روح افزا گلدستے تیار کرتا ہے۔ اس نمبر میں "بت کی ناک" اور "تصویر کے تین رخ" کے گلدستے ناظرین کی مشام جان کو معطر کر رہے ہیں۔ موخر الذکر گلدستے کے پہلے دو حصے روح افزا ہیں اور تیسرا جانگداز جس کو چننا مقابلہ کرنے کے واسطے گلچین کے واسطے ضروری تھا تاکہ دور حاضرہ کے کاغذی پھول بھی پیش نظر رہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب ادیب کا مفید اور پر از معلومات مضمون "افسانوی پلاٹ کی تعمیر" بہ بانگ دہل پکار رہا ہے کہ مولانا کس خاموشی سے ادب اردو کی ٹھوس خدمت انجام دے رہے ہیں۔ رہنمائے تعلیم قابل مبارکباد ہے مولوی صاحب کے اعتنا پر۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرونگا کہ اسی سلسلہ کے چند مضامین بشرط فرصت "رہنما" میں افادۂ عوام کی غرض سے لکھیں جیسے کہ آپ نے ایک مضمون "افسانہ" "لاہور" میں اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو "ہمایوں" میں لکھے ہیں۔ تاکہ اردو فسانہ نگاروں میں فسانہ نگاری کا سلیقہ پیدا ہو۔

اردو کے سرمایۂ ناز فسانہ نویس منشی پریم چند صاحب بی اے کا شاہکار "دنشہ" کردار نگاری کے کمال اور نفسیات کے گہرے مطالعہ پر دال ہے۔

فسانوں کے متعلق سب سے پہلے فسانہ نمبر کی انجمن کے فسانہ نگاروں سے میں نہایت ادب سے یہ التماس

کرتا ہوں کہ ہر آدمی کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے میرا کسی خاص فسانہ کو اس مختصر تحریر میں خاص طور پر ذکر کرنا اس کا مترادف نہیں ہے کہ باقی فسانے اعلیٰ پایہ کے یا دلچسپ نہیں ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں۔ جہانتک میری ذات کا تعلق ہے مجھے مظہر انصاری کے "ٹوٹے ہوئے کھلونے" جذبات نگاری۔ علامہ عیش کی "مینا کی ٹانگیں" شاہد صاحب کی "آہ نارسا" رقت انگیزی۔ طالب صاحب کا عالم باعمل۔ اور سری کرشن کول صاحب کے "کرموں کا پھل" کردار نگاری۔ عشرت صاحب کی "اُلٹی آنتیں گلے میں" پریم چند صاحب سیالکوٹی کے "پانچ روپے" ڈاکٹر سعب۔ صاحب کا "ہوٹل کا کمرہ" شاطر غزنوی صاحب کا "گھڑی کا قضیہ" دلچسپی۔ مشہور مزاحیہ نویس شوکت صاحب تھانوی کا "جاہل گریجویٹ" حقیقت طرازی اور بہن ممتاز رفیع بیگم صاحبہ کی "خوش قسمت ناہید" اصلاح رسوم اور سبق آموزی کی بنا پر بیحد پسند ہیں۔ اور واقعی قابل تحسین ہیں۔

میں اپنی ضمیر کے خلاف کرونگا اگر یہ حقیقت بھی سپرد قلم نہ کردوں کہ چند افسانے ایسے بھی ہیں جو ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے لحاظ اور شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی مجبوری کی وجہ سے جگہ پا گئے ہیں بعض صاحبان نے ترجمہ کو طبعزاد اور پرانے کو نئے کر دکھانے کی بھی کوشش کی ہے لیکن ایسا اتنا دُر کالمعدوم ہے اس لئے قابل اغماض خصوصاً جبکہ سو دو سو صفحات کے فسانے چھوڑ بھی دیئے گئے ہوں۔

میں آخر میں پھر ماسٹر جگت سنگھ صاحب کی ہمت کو آفرین کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کے اس جذبۂ خیر کا اجر عطا فرمائے جس کے تحت میں یہ ایثار سے کام لے کر علمی خدمت انجام دے رہے ہیں! اور ہمیں توفیق دے کہ قدر شناسی سے کام لیں۔

دانشمندوں کے مقولے

۱۔ موت کے راز سے محبت کا راز مقوی ہے۔

۲۔ کم ظرف۔ ناسپاس۔ غیر مستحق کو فائدہ پہنچانا ظلم ہے۔

۳۔ دشمن کے جھکنے اور پاؤں چھونے کو گھات سمجھو۔ جیسے جب باڑھ کا پانی دیوار کے پاؤں لگتا ہے تو اسے گرا کر ہی چھوڑتا ہے۔ "نیتی"

(کشمیری لال پوری بٹالوی)

ایک امریکن اخبار کے کارہائے نمایاں

(لالہ کرشن چند رصاحب ملہن بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر جمشیر)

جھیل مچی گان (Michigan) کے کنارے ایک قصبہ بسا ہے جسے ملواکی (Milwaukee) کہتے ہیں۔ یہ ایک بہت گنجان شہر ہے۔ اس کے بازاروں میں کثرت آمد و شد سے کھوے سے کھوا چھلتا رہتا ہے لیکن جتنی رونق ملواکی جرنل (Milwaukee Journal) کے دفتر کے ارد گرد ہے اتنی اور کہیں نہیں۔ اس اخبار کی پنج منزلہ عمارت نہایت عالیشان ہے جو ۱۰ لاکھ روپیہ کی لاگت سے بنی تھی۔ یہ عمارت نزدیک سے نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے عمارت کا سامنا حصہ سرخ رنگ کی اینٹوں سے بنا ہے اور نہایت ہی خوبصورت معلوم دیتا ہے۔ بڑے دروازہ کے اوپر ایک نقشہ دیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف ناولوں میں کس طرح مختلف مقامات کو خبریں پہنچائی جاتی ہیں اس عمارت کے بڑے بڑے محراب اور دروازے اور ان سے گذر کر بڑے بڑے کمرے جن میں سینکڑوں لوگ کام کرتے ہیں اس بات کی سند ہیں کہ جرنل کی اشاعت نہایت کثیر التعداد ہوگی۔ سب سے نچلی منزل میں چھاپہ کی مشینیں ہیں جہاں ایک گھنٹہ میں ۴۲ صفحوں کا اخبار ایک لاکھ ۳۵ ہزار کی تعداد میں چھپ کر بالکل تیار ہو جاتا ہے۔ چھاپہ خانہ کی مشینوں والا کمرہ اس طرز پر بنا ہے کہ بازاروں میں سے گذرنے والوں کو اندر سے سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ تمام امریکہ میں کوئی ایسی دوسری شاندار اخباری عمارت نہیں۔ پریسوں کے رپورٹر۔ اشتہار دینے والے۔ ایڈیٹر سے ملاقات کے خواہشمند اور دیگر معلومات حاصل کرنے والے اخبار چھپنے کے اخیر وقت تک پہنچتے رہتے ہیں۔

عمارت کی مختلف منزلوں پر چڑھنے کیلئے ایک بہت بڑا لفٹ لگا ہے۔ چوتھی منزل پر ایڈیٹوریل سٹاف اور خبریں اکٹھی کرنے والا محکمہ ہے اور ان میں کام کرنے والے سب لوگ بوجہ کثرت کار اور کمی وقت کے بڑے ہی مشغول رہتے ہیں۔ جتنا کام زیادہ ہے اتنی زیادہ جلد بازی بھی دکھائی جاتی ہے ٹیلیفون کی گھنٹی ہر لمحہ بجتی رہتی ہے ٹیلیگراف کی گرگٹ گرگٹ کی آواز بھی ایک سیکنڈ کیلئے نہیں تھمتی۔ پچاس عدد ٹائپ رائٹروں پر کام ہوتا رہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرہ ہوائی میں بجلی سرایت کر گئی ہے۔ یہ نظارہ بڑا پرجوش اور دل کو ہلانے والا ہوتا ہے۔ جلد ہی ۴۲ صفحوں کا اخبار تیار ہو کر بازار میں بکنے لگیگا۔

ملواکی جرنل (Milwaukee Journal) جو امریکہ کے بڑے بڑے آٹھ روزانہ اخباروں میں سے ایک ہے۔ کئی نئی اختراعوں کا مالک ہے۔ اس مضمون میں یہ دکھانا مقصود نہیں کہ کس طرح اتنا

عظیم الشان اور کثیر تعداد اخبار چند گھنٹوں میں چھپ کر پبلک کے ہاتھوں میں جا پہنچتا ہے۔ نہ میرا اس کی عظیم الشان مشینوں یا خبروں کے اکٹھا کرنے کے اعلےٰ انتظام پر تبصرہ کرنے کا خیال ہے۔ بلکہ ناظرین کی توجہ اس کی اُن خدمات کی طرف دلانا مقصود ہے کہ جو وہ تمام پبلک کے لئے بالکل مفت سرانجام دیتا ہے۔

انگلستان کے بڑے بڑے اخباروں مثلاً ڈیلی میل یا ٹائمز کے ایڈیٹوریل سٹاف سے اگر آپ ملاقات کرنا چاہیں تو آپ کے لئے ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہے۔ لیکن امریکہ اس بات میں انگلستان سے بالکل مختلف ہے یہاں آپ بڑے سے بڑے اخبار کے مدیر عظم کو بڑی آسانی سے اور جب چاہیں مل سکتے ہیں۔ یہی خصوصیت ملواکی جرنل کے ایڈیٹوریل سٹاف کی ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف کے وائس پریذیڈنٹ مسٹر ایچ جے۔ گرانٹ (H. J. Grant) ہیں۔ انہوں نے ہارورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے۔ اور ایک نہایت قابل جرنلسٹ ہیں۔ اُن سے مشغول ترین ہستی شاید ہی کوئی ہو۔ لیکن آپ جب کبھی ان سے ملنا چاہیں وہ بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے ملیں گے۔ آپ کو ایسا معلوم ہوگا کہ شاید دنیا میں وہ پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ آپ سے باتیں کرتے رہیں۔ اس اخبار کو جاری ہوئے ۴۸ سال گذر چکے ہیں۔ اور اس کی پبلک خدمات صرف ایک بات سے مترشح ہو جائیں گی۔ مسٹر گرانٹ فرماتے ہیں :-

"جنگ عظیم کے ختم ہونے کے بعد بہت جلد بعد اخبار ہذا کے عملہ ادارت نے محسوس کیا کہ ریاست وسکونسن (Wisconsin) کی تعلیمی حالت میں قابل قدر اضافہ ہوگا۔ اگر اس ریاست کے اساتذہ کی ایک جماعت کو یورپین محاذ جنگ کا بچشم خود بغور مطالعہ کرنے کا موقعہ مل جائے۔ تاکہ وہ واپس آکر لیکچروں کے ذریعے عوام میں جنگ عظیم کی تباہی کا صحیح نقشہ کھینچ سکیں۔ چنانچہ وہ اساتذہ جو محاذ جنگ کا مشاہدہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ انہیں لوگوں کے ووٹوں سے منتخب کیا گیا تھا۔ منتخب کرنے وقت اس قسم کی کوئی شرط عاید نہیں کی گئی تھی کہ وہ واپس آکر اخبار کی اشاعت میں اضافہ کا بھی موجب ہوں۔ کل پندرہ لاکھ ووٹیں لی گئیں اور اس طرح گیارہ اساتذہ مختلف سکولوں سے منتخب ہوئے۔ بارھواں اخبار مذکور کا نمائندہ ان کے ساتھ ہوا۔ اس طرح سے ان بارہ آدمیوں کا کل خرچ اخبار مذکور کے ذمہ تھا۔ یہ پارٹی جولائی ۱۹۲۰ء کو عازم فرانس ہوئی۔ اور اُس نے انگلستان۔ فرانس۔ بلجیم۔ سکاٹ لینڈ۔ اور سوئٹزرلینڈ کا دورہ کیا اور اگست کے وسط میں واپس آگئی۔ اخبار ہذا نے پارٹی کے سب افراد کو Stereoptican Slide مہیا کی تھیں جن کے ذریعہ ہر ممبر نے کم از کم ۹۰ نہایت دلچسپ تصاویر تیار کی تھیں۔ واپس آکر ان تمام استادوں نے مختلف جگہوں پر میجک لینٹرن کے ذریعے لیکچر دئیے۔ اور ہر ایک کے لیکچروں کی تعداد سو تک پہنچ گئی تھی اور اس طرح وسکونسن ریاست کے عوام کی ذہنیت میں نہایت قابل قدر اضافہ ہوا تھا۔ جہانتک معلوم ہو سکا ہے یہ اپنی قسم کی

پہلی جدت ہے جو اخبار ہذا نے دکھائی ہے۔

اخبار کی عمارت میں مشغولیت کا یہ عالم ہے کہ ہم اسے شہد کی مکھی کے چھتے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ کہ جہاں کوئی بھی بیکار نہیں۔ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی بیسیوں قسم کی خدمات کے لئے اس کی عمارت کے دروازے عوام کے لئے بالکل کھلے ہیں۔ سب سے نچلی منزل کی اُس جگہ کو چھوڑ کر کہ جس میں پریس کی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ باقی ساری کی ساری جگہ پبلک کی خدمت و آسائش کیلئے وقف ہے۔ اس منزل میں طاقاقی کمرہ۔ پبلک کا خدماتی کمرہ (Journal's Public Service Bureu) تمام دنیا کی خبریں اخبار ہذا کیلئے جمع کرنے کا محکمہ۔ مرد عورتوں کے لئے آرام کرنے کے کمرے (Rest Room) ایک پبلک لائبریری۔ ایک تار گھر۔ ٹیلیفون۔ پوسٹ آفس وغیرہ ہیں۔

اخبار ہذا کی ایک سفری کلب (Tour Club) بھی ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں سیر کرنے کیلئے اخبار ہذا کی طرف سے مفت اطلاعات اور واقفیت اچھی طرح سے بہم پہنچاتی ہے۔ اور یہ واقفیت بہم پہنچانے والے کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ وہ ماہرین ہیں جنہوں نے خاص خاص ممالک میں اچھی طرح سے سفر کیا ہوا ہوتا ہے اور اُن ممالک کے ہر شعبہ مثلاً شکار۔ مچھلی پکڑنا۔ ان ممالک کی مختلف عجیب عمارتیں۔ ملک کی یونیورسٹیوں اور تعلیمی حالات کے متعلق اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک سال میں یہ کلب کم از کم ۲½ لاکھ انسانوں کی مفت خدمات سرانجام دیتی ہے۔ عمارت کی دوسری منزل میں عوام کے لئے آرام کرنے کا نہایت اعلےٰ انتظام ہے۔ یہاں نہایت اعلےٰ اور نفیس گدیلے دار کرسیاں۔ کمانی دار بڑے بڑے پلنگ۔ فرشوں پر قیمتی گدیلے اور ہر وہ شئے کہ جس سے آرام کرتے وقت طبیعت خوش ہو موجود ہے۔ اس آرام گھر میں ہر اُس شخص کو خوش آمدید کہا جاتا ہے کہ جو باہر سے شہر ملواکی (Milwaukee) میں نو وارد ہو۔ یہاں پر وہ خطوط لکھ سکتا ہے۔ آرام کر سکتا ہے۔ اپنے دوستوں سے مل سکتا ہے۔ اور مطالعہ کتب بھی کر سکتا ہے

اس کے علاوہ اس منزل میں چار کمرے فنون لطیفہ کی نمائش کے لئے وقف ہیں۔ اس نمائش کا مطلب یہ ہے کہ ریاست وسکونسن (Wisconsin) کے آرٹسٹوں کے اعلےٰ نمونہ جات لوگوں کے سامنے آجائیں وہ چیزیں جو نمائش کے لئے رکھی جاتی ہیں ہر تین ماہ کے بعد مکمل طور پر تبدیل کر دی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک کمرہ ان نمائشی اشیاء کی فروخت کیلئے وقف ہے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک سال میں کم از کم پچیس ہزار اشخاص نے اس نمائش کو دیکھا ہوگا اس میں شک نہیں کہ اتنے آدمیوں کا اس چھوٹی سی نمائش کو دیکھنے کیلئے آنے کی بڑی وجہ اخبار ہذا کے ذریعے متانت آمیز پراپیگنڈا ہے۔

پبلک آرام گھر کے ساتھ ہی دو کمرے لیکچروں کیلئے وقف ہیں۔ جہاں کم از کم دو سو آدمی ایک وقت میں

بیٹھ کر لیکچر سُن سکتے ہیں ان کے علاوہ ایک بہت بڑا لیکچر ہال بھی ہے جس میں کم از کم ۵۰۰ شخص ملکر آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے لیکچروں کا سلسلہ ہمیشہ رہتا ہے اخبار کی طرف سے لیکچر ہال میں ایک پیانو باجہ بھی ہے اور اس ہال کا استعمال بالکل مفت ہے۔

پبلک کیلئے اتنی چیزیں مفت مہیا کرنیکے علاوہ ایک بہت طاقتور ریڈیو سٹیشن بھی ہے جہاں بیٹھ کر آدمی ملک ملک کے گانے ہر روز سُن سکتا ہے۔ ریڈیو کے ذریعہ عوام کی واقفیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ الغرض اخبار ہذا اُن لوگوں کے ساتھ زندہ تعلق رکھتا ہے کہ جو اُس کے کسی بھی شعبہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسکے ریڈیو پروگرام میں گانے کے علاوہ ایسے ایسے لیکچر بھی سُنے جاتے ہیں کہ جو عوام کی زندگی پر کافی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان لوگوں کے حقوق بھی جو اخبار میں ملازم ہیں کسی طرح نظر انداز نہیں کئے جاتے۔ چوتھی منزل پر ایک مکمل ہسپتال ہے جو ان لوگوں کی بیماری یا زخمی ہونے کی صورت میں خدمات بجالاتا ہے۔ ہر ایک نئے ملازم کو اس جگہ مفت طبی مشورہ دیا جاتا ہے۔ اور اس کا مفت طبی امتحان ہوتا ہے۔

اسی منزل میں ان لوگوں کی خورد و نوش کے لیئے بالکل مکمل اور صاف ستھرا ہوٹل ہے۔ جہاں سادہ اور صاف ستھری خوراک لاگت سے بھی کم قیمت پر مہیا کی جاتی ہے اور اس طرح سے جو نقصان ہوتا ہے اُسے یہ اخبار برداشت کرتا ہے۔

ملواکی جرنل کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ ہے۔ اس بہت بڑی رقم کا ایک تہائی حصہ تو صرف اشتہاروں کی آمدنی کا ہے۔ کیا یہ سب کچھ ایک ہندوستانی چھاپہ خانہ اور اخبار کے مالک کی آنکھیں چندھیانے کے لیئے کافی نہیں! اخبار ہذا صاف اور کھلے الفاظ میں اپنی کثیر آمدنی کا اعتراف کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اُن خدمات پر بھی بجا طور پر فخر کرتا ہے۔ جو وہ کافی عرصہ سے پبلک کی کر رہا ہے۔

اخبارات کی ان تمام خدمات کا ذکر جو اُوپر بیان کی گئی ہیں دراصل ان تمام خدمات کا عُشرِ عشیر بھی نہیں جو اُس کی جانب سے کی جا رہی ہیں۔

غرض اخبار ہذا ایک نہایت اعلےٰ پایہ کا اخبار ہے۔ جس کا معیار پبلک کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا ہے ٭

دلِ وارفتہ تیری شعلہ سامانی نہیں جاتی

(از ماسٹر تبارک علی صاحب عبرت بریلوی)

وفورِ غم سے اشکوں کی فراوانی نہیں جاتی
ہمارے دیدۂ پُرنم کی طغیانی نہیں جاتی

تری رعنائی پنہاں کی عریانی نہیں جاتی
پسِ پردہ ہے لیکن جلوہ سامانی نہیں جاتی

بنا آئینۂ حُسنِ رُخِ زیبا ہر اک ذرہ
فنا ہو کر بھی اے دل تیری حیرانی نہیں جاتی

سراپا گوش ہیں گل پھر بھی نافہمی کا یہ عالم
نوائے عندلیبِ زار پہچانی نہیں جاتی

جو اُٹھتا ہے بگولا شکلِ محمل بن کے اٹھتا ہے
غبارِ قیس کی اب تک پریشانی نہیں جاتی

نہ جانے کس فضا میں گُم کیا سعیٔ طلب تو نے
کہ اب اپنی حقیقت مجھ سے پہچانی نہیں جاتی

لرزتی ہیں فضائیں کائناتِ عشق برہم ہے
نگاہِ ناز تیری فتنہ سامانی نہیں جاتی

تقاضائے محبت تھا مٹا دل راہِ اُلفت میں
کوئی کیوں منفعل ہے کیوں پشیمانی نہیں جاتی

سرِ سودا زدہ اس سعیٔ پیہم کی کوئی حد بھی
کہ ہم سے خاکِ کوئے یار اب چھانی نہیں جاتی

وہ سوزِ عشق ہو یا داغِ ناکامی یہ قسمت ہے
کوئی محرومِ سنگِ در سے پیشانی نہیں جاتی

تری تدبیرِ درماں واقعی تسکینِ خاطر ہے
مگر اے چارہ گر تکلیفِ روحانی نہیں جاتی

گُلِ تر خون روتے ہیں لگی ہے آگ گلشن میں
دلِ وارفتہ تیری شعلہ سامانی نہیں جاتی

مآلِ کار پر اب کیا اُٹھے وہ چشمِ بے پروا
کہ جس کی ابتدا ہی سے پشیمانی نہیں جاتی

نگاہِ جستجو کیا آشنا ہو تیرے جلووں سے
ابھی تک اپنی ہستی بھی تو پہچانی نہیں جاتی

مرے پیشِ نظر ہے عشق کا انجام اے عبرت
مگر مجبور ہوں دل کی پریشانی نہیں جاتی

(تازہ و غیر مطبوعہ)

قدیم مصر

(مسٹر عزیز احمد قریشی)

مصر قدیم کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے اگر وہاں کے پرانے دارالسلطنت تھیبیس (Thebes) کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے۔ تو ہمیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ شہر زمانہ قبل از تاریخ میں دنیا بھر کے خوبصورت اور مشہور ترین شہروں میں سے تھا۔ فراعنۂ مصر نے جن کا اولین دارالخلافہ میمفیس ( ) تھا۔ آہستہ آہستہ شمالی مصر کی طرف رُخ کرنا شروع کیا۔ اور تھیبیس کے شہر میں اپنے عظیم الشان محلات کی بنیادیں ڈالیں۔ اس نئی راجدھانی کی دولت و ثروت اور تہذیب تمدن کا چرچا چار دانگ عالم میں نہایت قلیل عرصے میں پھیل گیا۔ چنانچہ یونانی اندھا شاعر ہومر بھی اس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ" اس شہر کی فصیل نہایت شاندار تھی۔ شہر پناہ میں داخل ہونے کیلئے سو بڑے دروازے تھے۔ جنگ کے دنوں میں ہر ایک دروازے میں سے دو دو سو رتھیں فوجیوں کی بھری ہوئی دشمن کے مقابلے کیلئے بھیجی جاتی تھیں۔" اس سے قدیم مصریوں کی فوجی طاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مندر یہ شہر جس کی فصیل۔ بُرج۔ مندر اور مکانات اپنی خوبصورتی اور مضبوطی میں لاثانی تھے۔ دریائے نیل کے قدموں پہ بنایا گیا تھا۔ شہر سے باہر کچھ فاصلے پر کرنک کے مقام پہ ایمن کا مندر تھا۔ یہ مندر اس قدر دلفریب اور دلکش تھا کہ انسان گھنٹوں دیکھے۔ اس کے بھاری بھرکم استاہیں۔ سنگ مرمر کے بُت اور عجیب طرز کی دیواریں۔ دیکھنے والے کو محوِ حیرت کئے دیتی تھیں۔ کہتے ہیں اس مندر کے بنانے میں پورے چار سو سال خرچ ہوئے تھے۔ ایسا ہی خوبصورت ایک اور مندر "لکسر" تھا۔ اس کے دروازے پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے۔ اور صحن میں چاندی کی اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ صحن میں چونتیس ستون تھے۔ جو بلندی میں ملائے اعلےٰ کی خبر لاتے تھے ستونوں پر نہایت عجیب وغریب اور حیرت انگیز مینا کاری اور چوب نگاری کی ہوئی تھی۔ ان دو اور اور کئی مندروں کے کھنڈرات آج تک کھڑے ہیں۔ اور بے ثباتیِ عالم کا نقشہ دکھا رہے ہیں۔ کھنڈرات کو دیکھنے سے قدیم مصریوں کی عظمت۔ اُن کی صناعی اور کاریگری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

قبریں ان مندروں سے دُور پرے اونچی نیچی۔ غیر آباد اور بنجر پہاڑیوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا ہے ان پہاڑیوں میں ایک مقام وادئے شاہان مصر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس جگہ سینکڑوں فراعنۂ مصر کی قبریں دیکھنے میں آتی ہیں۔ سخت چٹانوں کو تراش کر بڑی بڑی غاریں بنائی گئی ہیں اور دُور پہاڑیوں کے اندر نہایت اچھے کمرے بنائے گئے ہیں۔ ان کمروں میں بڑے بڑے تاجدار ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں

غاروں کو مضبوطی سے بند کر دیا گیا تھا۔ تاکہ لٹیرے وغیرہ مُردے کو نہ چھیڑیں۔ اور ہیرے جواہر جو مُردے کے پاس رکھے جاتے تھے اٹھا کر نہ لے جائیں۔

چند سال ہوئے کہ ایک نوجوان بادشاہ طوطن تامن کا مقبرہ اکھاڑا گیا۔ جس میں سے کئی حیرت انگیز اور عجیب و غریب اشیا دستیاب ہوئیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے مصری بادشاہ کس شان و شوکت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ شہنشاہ جس نے آج سے تین ہزار برس پہلے حکومت کی اتنا زبردست تو نہ تھا۔ جتنے کہ اور مصری بادشاہ جو قریب ہی وادیٔ شاہانِ مصر میں دفن ہیں۔ لیکن اس کے مقبرے کی بعض بعض چیزوں نے اسے سب سے زیادہ مشہور بنا دیا ہے۔ ایک کمرے میں جو چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے تین سنہری تابوت پائے گئے ہیں ہر تابوت ایک دوسرے کے اندر بند تھا تینوں تابوتوں کے ڈھکنوں پر طوطن تامن کی تصویر بنی ہوئی تھی تصاویر میں بادشاہ کے بازو کھلے دکھائے گئے تھے۔ اور اس کے ایک ہاتھ میں سنہرا چابک اور ہنٹر تھا۔ یہ دونو چیزیں شاہان مصر کا خاص نشان ہوا کرتی تھیں۔ ہوش ربا جواہرات سے ممی (مردہ جسم) کو جڑاؤ کیا گیا تھا اور بے شمار خزائن بادشاہ کے محل سے مقبرے میں لا کر رکھے گئے تھے۔ تابوتِ سنگ (یہ وہ پتھر کا تابوت ہوتا تھا جس کے اندر دوسرے لکڑی کے تابوت ہوتے تھے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا۔ کہ کسی قسم کا کیڑا یا ہوا وغیرہ اس کے اندر سے گزر کر ممی کو خراب نہیں کر سکتی تھی۔ اور ممی اسی طرح صدیوں صحیح و سالم پڑی رہتی تھی) کے اردگرد طوطن تامن کی اپنی کئی چیزیں ملیں مثلاً خوبصورت پنکھے مضبوط کمانیں اور سنہری تیر۔ عصا جن پر سونے اور ہاتھی دانت کا کام کیا ہوا تھا۔ اور کئی چیزیں جنہیں بادشاہ عام طور پر استعمال کرتا تھا۔ ساتھ کے کمروں میں کئی نقشیدہ مٹی کے بُت دستیاب ہوئے۔ پرانے مصریوں کا اعتقاد تھا۔ کہ یہ مٹی کے بُت غلام ہیں۔ اور آئندہ زندگی میں پھر اپنے آقا کی خدمت کریں گے۔ یہاں اور بھی کئی سنہری اور جڑاؤ رتھ۔ فرنیچر مثلاً کرسیاں۔ میزیں۔ بستر اور عین وسط میں فرعون کا خوبصورت ترین تخت ملا ہے۔ یہ تخت سارے کا سارا سونے اور قیمتی پتھروں سے جڑا ہوا ہے۔ تخت کے دونو طرف پہلوؤں پر دو بڑے بڑے عقاب بنے ہوئے ہیں۔ ان عقابوں کے سر ہیروں کے ہیں۔ یہ اس شان سے بنے ہوئے ہیں۔ گویا محافظِ تخت معلوم ہوتے ہیں۔

جب یہ چیزیں دستیاب ہوئیں۔ تو ان میں سے اکثر اتنی اچھی حالت میں تھیں۔ گویا کل کی بنی ہوئی ہیں۔ ان کے اسی طرح محفوظ رہنے کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جب یہ چیزیں کسی کمرے میں رکھی جاتی تھیں۔ تو کسی مخراج الہوا (ہوا خارج کرنے کا آلہ) کے ذریعے کمرے کی ساری ہوا کو نکال دیا جاتا تھا۔ کیونکہ چیزیں ہمیشہ ہوا کے ذریعے خراب ہوتی ہیں۔ اور اگر ہوا نہ ہوگی۔ تو چیز اُسی طرح محفوظ رہے گی۔ جب ہم قاہرہ کے عجائب گھر میں ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ تو خواہ مخواہ دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ ہاتھ جنہوں نے ایسی چیزیں

بنائیں جو آج تک تازہ بتازہ موجود ہیں۔ آج سے ہزاروں برس پہلے خاک ہو گئے ہیں۔

یہ اشیاء وہی ہیں جن سے ہم قدیم مصر کی زندگی کا ایسا صاف خاکہ اپنے دل و دماغ کے سامنے کھینچ سکتے ہیں کہ وہ لوگ ہمیں حقیقی معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ جب ہم ان چھوٹی چھوٹی کھڑاؤں کو جنہیں لڑکے اور لڑکیاں آج سے چار ہزار سال پہلے پہنتے تھے کھلونوں کو جن سے وہ کھیلتے تھے۔ خوبصورت گڑیوں اور ننھی منی چوبی کشتیوں کے نمونوں کو جن سے وہ دل بہلاتے تھے۔ دیکھتے ہیں۔ تو منہ سے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ وہ لوگ آج بھی زندہ موجود ہیں۔

نہایت پرانے بناؤ سنگار کے ایک صندوق سے ایک عطر کی شیشی ملی ہے۔ جسے دیکھنے سے خواہ مخواہ اس لڑکی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جو اس عطر کو ہزاروں برس پیشتر استعمال کرتی ہوگی۔ ہم ان بانسریوں اور سارنگیوں کی دلکش آوازیں بھی سُن سکتے ہیں۔ جو زمانہ قبل از تاریخ میں مصری لوگ بجاتے تھے۔ خوشخطی کے چند نمونے ایسے مقبروں سے ملے ہیں۔ جو عوام کی یاد سے بالکل محو ہو چکے ہیں۔ یہ نمونے نرسلوں اور رنگدار سیاہیوں سے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ اور اور بے شمار چیزیں جو ہزاروں برس دبے ہوئے مقبروں سے ملی ہیں۔ زبانِ حال سے ماضی کے افسانے نہایت حیرت آفرینی سے سناتی ہیں۔ یقیناً جو معلومات ان سے حاصل ہوئی ہیں۔ وہ غالباً کسی تحریر سے بھی نہ مل سکتیں۔

کتابیں

ان رنگین اور عجیب و غریب تصاویر سے جو اکثر مقبروں کی دیواروں پر مشاہدہ میں آئی ہیں ہمیں قدیم مصریوں کے رہنے سہنے کے طریقے اور رسم و رواج وغیرہ بہت کچھ معلوم ہوئے ہیں کئی مقبروں میں سے کتابیں بھی ملی ہیں۔ جو بصورتِ "قرطاس پیچیدہ" ہیں۔

قرطاس مصر قدیم میں ایک قسم کے ریشے سے بنتا تھا۔ جو ایک درخت سے نکلتا تھا۔ یہ درخت بالعموم مصر کے دلدلی علاقے میں پیدا ہوتا تھا۔ موٹے ریشے کو چھوٹے چھوٹے باریک ٹکڑوں میں منقسم کیا جاتا تھا۔ اور ان ٹکڑوں کو کسی ہموار سطح پر ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ گوند لگا کر رکھ دیا جاتا تھا۔ پھر اور باریک تختوں کو ان پر رکھا جاتا تھا۔ رکھنے کی یہ شکل تھی:۔
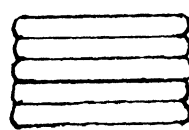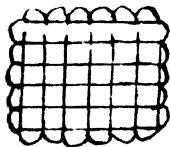
اس طرح کاغذ کی دو تہیں ہو جاتی تھیں۔ پھر ان تختوں کو دبایا اور سکھایا جاتا تھا۔ جب کاغذ کا ایک بڑا ٹکڑا لکھنے لکھتے ختم ہو جاتا۔ تو دوسرا اور ٹکڑا اس کے اخیر پر لگا دیا جاتا۔ اس صورت سے "قرطاسِ پیچیدہ" بنتا۔ یہ قرطاس پیچیدہ اکثر دفعہ ایک سو پچاس فٹ تک لمبے ہو جاتے پس یہی قدیم مصریوں کی کتابیں تھیں۔ لکھنے کا طریقہ جیسا کہ

آجکل ہمیں معلوم ہے مصریوں کو اس کا پتہ بھی نہ تھا۔ وہ خطوط کی تصاویر کو استعمال کرتے تھے۔ اس کی یہ شکل ہوتی تھی:۔
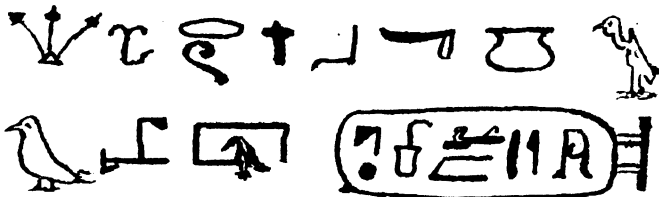
اول اول ایک تصویر ایک لفظ کیلئے ہؤا کرتی تھی۔ پھر ایک تصویر ایک رکن تہجی کے لئے استعمال ہونے لگے۔ اس طریق سے کئی تصویریں ملکر ایک لفظ بنتا تھا۔ لکھائی اس طرح ہوتی تھی۔ کہ ایک تصویر بنائی جاتی۔ اس کے ساتھ دوسری۔ پھر تیسری علٰے ہذالقیاس جب ایک لفظ ختم ہوجاتا۔ تو کچھ فاصلہ چھوڑکر دوسرا لفظ شروع کیا جاتا۔ پس سطروں کی سطریں اور کتابوں کی کتابیں اسی طریق سے لکھی جاتی تھیں۔

چونکہ ان تصاویر کے بنانے میں وقت بہت خرچ ہوتا تھا۔ اس لئے لوگوں نے بے پروائی سے جلد جلد تصاویر کھینچنی شروع کیں اور ایک "مختصر لکھائی" ظہور میں آئی۔ اس کی شکل یہ ہؤا کرتی تھی:۔
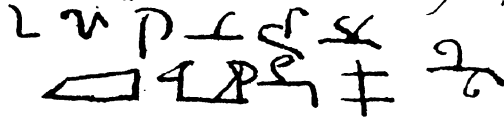
"مختصر لکھائی" خطوط اور کاروباری امور میں استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن بڑی بڑی کتابیں اور ضروری ریکارڈ وغیرہ اُسی خوبصورت "خطوط کی تصاویر" میں لکھے جاتے تھے۔ یہ تصاویر کالموں کی صورت میں باریک نرسلوں کے قلم سے لکھی جاتی تھیں۔ جب ایک قرطاس پیچیدہ ختم ہوجاتا۔ تو اس پر ایک قسم کا پالش کیا جاتا تھا۔ اس پالش کا یہ فائدہ تھا۔ کہ تحریر صدیاں گذرنے پر بھی ویسی کی ویسی ہی رہتی تھی۔ "خطوط کی تصاویر" کا ایک "قرطاس پیچیدہ" جس پر کالموں کی ہیئت میں مردوں۔ عورتوں۔ جانوروں۔ پرندوں۔ درندوں۔ عمارات وغیرہ کی تصویریں ہوتی تھیں مصریوں کی صنعت خطوط کا ایک بہترین نمونہ ہوتا تھا۔

ایک عرصۂ دراز تک ہم اس طریق تصاویر کو پڑھنے سے معذور رہے لیکن آخرکار بہت جستجو کے بعد مصر کے ایک گاؤں اُوزیٹا میں ایک پتھر ملا۔ اس پتھر پر تین مختلف اقسام کے حروف تھے۔ ایک خطوط کی تصاویر۔ دوسرے مختصر لکھائی اور تیسرے یونانی زبان۔ بڑے بڑے علما وفضلا نے ملکر یونانی حروف کا ترجمہ کیا اور بہت سوچ بچار اور مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ دوسرے حروف کے معانی بھی یہی ہونگے۔ اس طرح مصریوں کی پرانی زبانیں یعنی خطوط کی تصاویر اور مختصر لکھائی کے پڑھنے کے لئے ایک قسم کی کلید ہاتھ لگ گئی! اور قرطاس پیچیدہ کے تراجم دھڑا دھڑ ہونے لگے۔

(باقی آئندہ)

مرزا عثمان غنی بیگ غنی الہ آبادی تلمیذ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ

نکل جانا بھی ناممکن نکلوانا بھی لاحاصل
جیوں گا کس طرح میں تیری محفل سے جدا ہو کر

تہِ مرقد شہیدانِ محبت کو یہ حسرت ہے
اٹھے شورِ قیامت بھی تمہاری ہی صدا ہو کر

جو نکلا دل سے میں تو اب یہ صورت ہے تلافی کی
سما جاؤں تری آنکھوں میں تیری ہی حیا ہو کر

کماں سے تیر چھوٹ کر اور جانب کس لئے جائے
ہمارے دل میں آ بیٹھے وہ نقشِ مدعا ہو کر

دمِ آخر جو تم آئے تو بالیں پر مری ٹھہرو
کوئی ایسے میں جاتا ہے کسی سے یوں خفا ہو کر

تصوّر کی عنایت نے شرفِ دیدار کا بخشا
بہت بیچین تھے ہم اے غنیؔ اُن سے جدا ہو کر

دَورِ پیمانہ چلا

(از منشی رام چند صاحب میکش لکھنوی مقیم بمبئی شاگردِ خسروِ سخن حضرت انصاف مدظلہ)

واعظِ ناداں حرم سے سوئے میخانہ چلا
محفلِ ساقی میں شاید دَورِ پیمانہ چلا

اے مرے پردہ نشیں تو غیر کی محفل میں آج
بے حجابانہ چلا کیوں بے حجابانہ چلا

کیا مریدِ پیرِ میخانہ ہوا پیرِ حرم
رند کہتے تھے حرم میں دَورِ پیمانہ چلا

واعظِ ہشیار تھا حیرت زدہ یہ دیکھ کر
بزم میں بے پانو کا کس طرح پیمانہ چلا

جستجو میں وہ تو آدم زاد کی نکلا مگر
پیچھے پیچھے اُس پری رُو کے پریخانہ چلا

کیا چلے دیوانگی کے سامنے فرزانگی
تیرے دیوانے کے پیچھے کیوں یہ فرزانہ چلا

اے حرم والو یہ کہدو حضرتِ انصافؔ سے
آپ کا شاگرد میکش سوئے میخانہ چلا

(از جناب کوثر چاندپوری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

فرخ سیر کی گرفتاری اور سادات کا تسلط

۵ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ کو حسب قرارداد قطب الملک، مہاراجہ اجیت سنگھ اور اپنے معتمدین کو ہمراہ لیکر قلعہ میں داخل ہوا اور بادشاہی آدمیوں کو دروازوں سے اُٹھا کر اپنے آدمی تعینات کئے۔ اسی طرح دوسرے مقامات پر اپنے معتمدین کو مقرر کیا، اعتقاد خاں، امتیاز خاں دیوان خاص، ظفر خاں روشن الدولہ اور چند خواجہ سراؤں کے علاوہ کوئی آدمی بادشاہ کے خیرخواہوں میں باقی نہ رہا۔

امیر الامراء کی فوج نے جس میں مرہٹے بھی شامل تھے۔ باہر سے قلعہ کو گھیر لیا۔ شام کے وقت امیر الامراء نہایت شان و شوکت سے قلعہ میں داخل ہوا اور بادشاہ سے مل کر چند ملال انگیز جملے کہے بادشاہ نے خلعت، گھوڑا، ہاتھی اور جواہر امیر الامراء کو عطا کئے۔ جس میں سے بعض چیزیں اُس نے کراہت کے ساتھ لے لیں اور باقی واپس کر دیں۔

۸ ربیع الثانی کو منگل کے دن قطب الملک نے دوبارہ مہاراجہ اجیت سنگھ اور اپنے آدمیوں کی معیت میں قلعہ میں داخل ہو کر مناسب بندوبست کیا اور بادشاہی آدمیوں کو نکال کر قلعہ کے دروازوں پر اپنے آدمی کھڑے کئے۔ دیوان خاص، خوابگاہ اور عدالت حضور کے دروازوں کی کنجیاں قطب الملک نے اپنے قبضہ میں لیں۔ امیر الامراء کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ پھر اُسی سطوت و تجمل کے ساتھ معین الدین پسر محمد اکبر بن اورنگ زیب کو جس کو وہ دکن سے لایا تھا اور جو حقیقت میں مجہول النسب آدمی تھا لیکن جعلی طور پر محمد اکبر کا بیٹا بن گیا تھا ہمراہ لے کر بارہ دری شائستہ خاں میں پہنچا۔ قطب الملک نے فرخ سیر کے پاس جا کر اُن خدمات کے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم لوگوں نے آپ کے اور آپ کے جد و پدر کے ساتھ یاس و ناامیدی کے عالم میں جاں نثاری اور سرفروشی سے دریغ نہیں کیا۔ لیکن آپ نے سوائے بدگمانی اور بدخواہی کے کوئی صلہ نہ دیا۔ یہ کہہ کر قطب الملک نے بادشاہ کو وہ فرمان جو اُس نے داؤد خاں کو امیر الامراء کے قتل کی نسبت لکھا تھا دکھاتے ہوئے کہا کہ اب ہمارا اطمینان صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ دربار کی تمام خدمات ہمیں سونپ دیں اور نیابت کی قید بھی نہ لگائیں اس کے بغیر ہمارے اور آپ کے درمیان مدارج نوکری و آقائی باقی نہیں رہ سکتے۔ بادشاہ نے اس وقت بھی وہی جشن کا عذر لنگ پیش کیا۔ اس پر بادشاہ اور وزیر میں سخت گفتگو ہوئی۔ قطب الملک نے اعتقاد خاں کو بھی قلعہ سے باہر نکال دیا۔ قلعہ میں ہر طرف شور و ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بادشاہ محل میں گھس گیا۔ اس عرصہ میں سورج غروب ہو گیا قطب الملک اور اجیت سنگھ قلعہ میں رہے اور فرخ سیر کے حامی و موئید باہر۔

شہر میں ہر طرف بیم و ہراس چھایا ہوا تھا۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ قلعہ میں کیا ہو رہا ہے۔ امیر الامراء کی فوج ہر راستہ اور بازار میں تعینات تھی۔ شہر پناہ پر بھی پہرہ تھا۔ صبح کو قطب الملک کے قتل کی افواہ مشہور ہو گئی اور بادشاہ کے چند خیر اندیش اصل واقعہ سے بے خبر اس کی امداد کو چلے

جن کو امیر الامراء کی فوج نے مار کر بھگا دیا۔

قطب الملک اور مہاراجہ اجیت سنگھ کی خواہش تھی کہ فرخ سیر کو کسی طرح قابو میں لا کر اس سے معاملہ طے کر لیا جائے۔ تاکہ شہر میں جو فتنہ و فساد برپا ہے۔ فرو ہو جائے۔ قطب الملک اسی فکر میں تھا کہ امیر الامراء نے اس سے کہلا بھیجا کہ اجتماع زیادہ ہو رہا ہے۔ قریب ہے کہ کوئی زبردست ہنگامہ ہو جائے جلد صورت حالات کو درست کیا جائے۔ بادشاہ کا یہ حال تھا کہ وہ کسی طرح بھی محل سے باہر نہ آتا تھا مجبور ہو کر قطب الملک کے کچھ آدمی اس کے بھائی نجم الدین علی خاں کی سرکردگی میں محل سرائے شاہی میں داخل ہو گئے اور حبشی، ترکی، کرجی، کنیزوں کو دروازوں سے ہٹا کر فرخ سیر کو نہایت بے عزتی و بے حرمتی کے ساتھ پکڑ لائے، اس کی ماں بیوی اور دوسری بیگمات چاروں طرف ہجوم کئے ہوئے تھیں اور رو رو کر التجائیں کر رہی تھیں، مگر یہ وقت ایسا تھا کہ اُن کی منت و زاری پر کسی نے التفات نہ کیا اور بادشاہ کو گھسیٹتے ہوئے ایک تنگ و تاریک مکان تک لے گئے۔ جہاں اس مظلوم و بدبخت بادشاہ کو جس نے ۷ سال ۴ ماہ اورنگ حکومت پر بیٹھ کر فرمانروائی کی تھی مقید کر دیا، مرزا بیدل نے عزل فرخ سیر کی یہ تاریخ کہی ؎

دیدی کہ چہ با دشاہ گرامی کردند | صد جور و جفا ز راہ خامی کردند
تاریخ چو از خرد بجستم فرمود، | سادات بوئے نمک حرامی کردند

۱۱۳۱ھ

میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی نے اس کے جواب میں یہ تاریخ کہی ؎

با شاہِ سقیم آنچہ شاید کردند | از دستِ حکیم ہرچہ آید کردند
بقراطِ خرد نسخۂ تاریخ نوشت | سادات دوائش آنچہ باید کردند[1]

۱۱۳۱ھ

نئے بادشاہ کا جلوس

فرخ سیر سے فارغ ہوتے ہی فوراً ۹ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ کو شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کو جس کی عمر بیس[2] سال تھی، قید سے نکال کر مسندِ حکومت پر بٹھا دیا گیا شورش عام کی وجہ سے اتنا موقع بھی نہ ملا کہ بادشاہ کو غسل کرا دیا جائے۔ جو لباس وہ پہنے ہوئے تھا۔ اسی لباس میں، صرف گلے میں مروارید کا ایک ہار ڈال کر تخت پر بٹھا دیا اور شادیانے بجائے جانے لگے جس کی آواز سے اہلِ شہر مطمئن ہو گئے۔

قطب الملک نے ہر جگہ اپنے اعتباری آدمیوں کو مقرر کیا اور پہلے ہی اجلاس میں مہاراجہ اجیت سنگھ اور رتن چند کی سفارش سے جزیہ معاف کیا گیا، اعتقاد خاں قید ہوا، فرخ سیر کے تمام خیر سگالوں کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں لیکن اس کے محل میں جو ہندو رانی تھی مہاراجہ اجیت سنگھ کی خاطر اُس کی جاگیر بحال رہی اور مراتب بھی برقرار رہے۔

فرخ سیر کی موت

فرخ سیر کی داستانِ حیات ختم ہو چکی۔ صرف اُس کی موت کا تذکرہ باقی ہے اور جی نہیں چاہتا کہ اتنی سی بات کو نظر انداز کر دیا جائے، حکایت گو لذیذ نہیں کہ اُسے طول دیا جائے مگر غم انگیز ضرور ہے اور یہی وجہ ہے کہ قلم کی روانی کم نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ فرخ سیر کی موت کو بھی سادات کی اُس فہرست جرائم سے خاص تعلق ہے جو مورخین اس سلسلہ میں مرتب کی ہے۔

---

[1] مآثر الکرام صفحہ ۱۶۹

مگر اس معاملۂ خاص میں مورخین میں اختلاف ہوگیا ہے بعض کہتے ہیں کہ سادات نے قید کرنے کے علاوہ فرخ سیر کو کسی قسم کا جسمانی ضرر نہیں پہنچایا بعض کا خیال ہے کہ فرخ سیر کو مسموم کیا گیا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو، یہ اختلاف روایات اس منظریۂ الم کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔

جو لوگ فرخ سیر کی موت کے الزام سے سادات کو بچانا چاہتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ فرخ سیر کی حفاظت کے لئے ایک افغان کو مقرر کردیا گیا تھا ایک روز رات کے وقت فرخ سیر نے یہ کوشش کی کہ چھتوں پر سے گذر کر باہر چلا جائے جس مکان میں اُس کو قید کیا گیا تھا۔ اُس سے ملی ہوئی اور چھتیں بھی تھیں۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ قید خانہ سے دُور ایک چھت پر پہنچ گیا۔ افغان کو اطلاع ہوئی تو وہ حیرانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دُور سے اُس نے دیکھا کہ ایک آدمی دیوار کی آڑ میں چھپا ہوا ہے اور دوڑ کر وہاں پہنچ گیا اور فرخ سیر کے مُنہ پر زور سے ایک چپت رسید کیا، فرخ سیر اس ذلت کی تاب نہ لا سکا اور اپنا سر ایک دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس صدمہ سے سر پھٹ گیا۔ اور فرخ سیر نے اپنی جان شیریں جان آفریں کو سونپ دی۔[1]

محمد ہاشم لکھتا ہے کہ فرخ سیر اس اندھیرے مکان میں قید تھا اور طرح طرح کی تکلیفیں بُھگت رہا تھا۔ باوجود سلائی پھیر دینے کے اُس کی آنکھوں میں نور باقی تھا۔ وہ اپنی سادہ لوحی کے باعث قطب الملک وغیرہ سے معافی مانگا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھے تخت پر بٹھا دو اور تم دونوں بھائی ہر صورت سے مختار اور آزاد ہو۔ کبھی عبداللہ خاں افغان کو جو اُس کی نگرانی پر مامور تھا۔ لالچ دے کر خوشامدانہ لہجے میں کہتا کہ مجھے راجہ ادھیراج جے سنگھ سوائی تک پہنچا دو مگر عبداللہ خاں متاثر نہ ہوتا تھا بلکہ قطب الملک کو اُس کی اطلاع کر دیتا تھا۔ آخر سادات نے اپنے مخلصوں کے مشورے سے فرخ سیر کو ہلاک کرنے کی تدبیر کی اور اُس کو دو مرتبہ زہر دیا لیکن کارگر نہ ہوا تیسری مرتبہ زہر نے اپنا کام کیا، جانکنی کے وقت فرخ سیر نے قطب الملک اور امیرالامرا کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ ان کو جب اس کی خبر ہوئی تو حکم دیا کہ تسمہ کھینچ کر جلد کام تمام کر دیا جائے۔ ایک دن اور دو رات کے بعد فرخ سیر کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی اور مقبرۂ ہمایوں میں اُس کو دفن کیا گیا۔

شاہانِ دہلی کا ردّ و بدل

رفیع الدرجات مرض دق میں مبتلا تھا۔ سلطنت مل جانے پر پرہیز اور احتیاط کا پابند نہ رہا نتیجہ یہ ہوا کہ تین ماہ اور چند دن کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا۔ اور اُس کی وصیت کے مطابق اُس کے بڑے بھائی رفیع الدولہ کو شاہجہان ثانی کا خطاب دیکر سریر سلطنت پر بٹھایا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شاہزادہ نیکو سیر بن محمد اکبر نے قلعۂ آگرہ سے جہاں وہ قید تھا۔ خروج کیا۔ امیرالامرا بادشاہ کو ساتھ لیکر آگرہ گیا اور قلعہ کو فتح اور نیکو سیر کو گرفتار کیا۔

شاہجہان ثانی نے بھی تین ماہ اور کچھ دن کے بعد مرض اسہال میں انتقال کیا، اور دہلی کی سلطنت روشن اختر بن جہان شاہ بن شاہ عالم کے زیر نگیں آئی جس کو محمد شاہ کا لقب دیکر ۱۵ ذی قعدہ سنہ ۱۱۳۱ھ کو اورنگ فرمانروائی پر جگہ دی گئی۔ یہ سب ردّ و بدل سادات کے اشارۂ ابرو پر ہو رہا تھا اور وہی اپنی رائے سے جدید بادشاہ کا انتخاب کرکے حکومت اس کے سپرد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے سادات بارہہ کو انگریزی مورخین نے "بادشاہ گر" کے نام سے یاد کیا ہے۔

امیرالامرا کا انتقال

رجب سنہ ۱۱۳۲ھ میں نظام الملک ناظم مالوا نے علم بغاوت بلند کیا اور دریائے نربدا سے گذر کر قلعہ اسیر اور شہر برہان پور پر قبضہ کر لیا۔ امیرالامرا نے سید دلاور خان کو جو اُس کی فوج کا بخشی تھا مقابلہ کیلئے بھیجا۔

---

[1] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۴۳۰

دلاور خاں دورانِ جنگ میں مقتول ہوا۔ سید عالم علی خاں نائب صوبہ دار دکن بھی ۷ رذی الحجہ کو نظام الملک کے مقابلہ میں قتل ہو گیا۔ ان واقعات سے قطب الملک اور امیر الامراء کو سخت صدمہ پہنچا، خصوصاً امیر الامراء کو کیونکہ اس کے بال بچے دکن میں تھے اور اندیشہ تھا کہ نظام الملک کے ہاتھ سے ان کو اذیت نہ پہنچے۔

حقیقت یہ ہے کہ نظام الملک نے محمد شاہ کے خفیہ مشورے کی بنا پر بغاوت کا ارادہ کیا تھا، راجہ رتن چند امور ملکی و مالی میں کامل طور پر دخیل تھا۔ کوئی کام بلا اس کے مشورے کے نہ ہوتا تھا۔ دوسرے تمام حکام محض بیکار اور برائے نام تھے۔ صرف احکام پر ان کی مُہر ہوتی تھی۔ اس سے زیادہ ان کا کوئی وقار نہ تھا حتیٰ کہ شرعی معاملات میں بھی رتن چند کی دست درازیاں حد سے زیادہ گزر گئی تھیں۔ ان وجوہ سے محمد شاہ بھی سادات سے بددل تھا اور خفیہ طور پر اُن کے استیصال کی سعی کر رہا تھا۔ لیکن وہ خود ہاتھ نہ ہلا سکتا تھا۔ اس نے محمد امین خاں کی رائے سے نظام الملک کو سادات کے مقابلہ میں کھڑا کیا تھا۔

امیر الامراء محمد امین خاں سے بدظن ہو چکا تھا اور چاہتا تھا کہ اس کو قتل کر دے۔ مگر قطب الملک کو اس سے ہمدردی تھی اور وہ محمد امین خاں سے عہد و پیمان کر چکا تھا۔ اس نے کہا کہ میری اور محمد امین خاں کی جان ایک ہے اگر تم اس کو قتل کرو گے تو میں بھی اپنی جان دیدونگا۔[۱]

نظام الملک کی سرکوبی کے لئے بہت غور و فکر کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ قطب الملک بطور نائب السلطنت دہلی میں قیام کرے اور امیر الامراء بادشاہ کو ساتھ لیکر نظام الملک کی تادیب کے لئے دکن جائے۔ چنانچہ قطب الملک ۹ ذیقعدہ ۱۱۳۲ھ کو دہلی کی طرف اور امیر الامراء دکن کی جانب روانہ ہوا۔

اعتماد الدولہ محمد امین خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ جس وقت نظام الملک اور امیر الامراء کا مقابلہ ہوگا تو فتح یقیناً امیر الامراء کی ہوگی اور اس صورت میں اس کو اپنی ذلت کا یقین کامل تھا۔ اس لئے اُس نے یہ سازش کی کہ امیر الامراء کو کسی طرح قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ اور دھوکہ سے امیر الامراء کو فتح پور سے پینتیس کوس کے فاصلہ پر ۶ رذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو شہید کرا دیا۔ مغلوں نے سید شہید کا سر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ قطب الملک ابھی دہلی نہ پہنچا تھا کہ ۷ رذی الحجہ کو امیر الامراء کے انتقالِ پُر ملال کی روح فرسا خبر نے اس کے شیرازۂ حواس کو پراگندہ کر دیا۔[۲]

امیر الامراء حسین علی خاں کی لاش بادشاہ کے حکم سے اجمیر بھیجدی گئی۔ جہاں وہ اپنے باپ سید عبد اللہ خاں کی آغوش میں ہمیشہ کیلئے سُلا دیا گیا۔[۳]

امیر الامراء نہایت دلیر، مدبر اور باذل انسان تھا۔ مولانا غلام علی آزاد لکھتے ہیں۔

"حق ایں است کہ در قریب العہد کم امیرے بایں خوبی در عرصۂ ظہور آمد۔ نسخۂ جامع اخلاقِ حمیدہ بود۔ سد فور طعام و صلائے عام سرکار او مشہور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل میکنند کہ در عہد امیر الامراء اکثر مردم در خانۂ خود طعام نمی پختند۔ طباخانِ سرکار امیر الامراء طعام حصۂ خود سے فروختند و قاب پلاؤ مکلف بچند پول سیاہ مے دادند۔"

امیر الامراء نہایت ذہین اور خوش فکر تھا، شعر خوب سمجھتا تھا، تاریخ پر بہت عبور تھا اور ارباب علم و فضل سے بہت محبت رکھتا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد صاحبان کمال اس کے گرد جمع ہوتے تھے اور روزانہ یہ صحبت گرم ہوتی تھی۔ امیر الامراء کی ہدایت تھی کہ اس وقت دیوان اور منصبدی وغیرہ حاضر نہ ہوں

---

[۱] مآثر الکرام صفحہ ۱۷۰ [۲] مآثر الکرام صفحہ ۱۷۱ ...

ہر مہینہ کی گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو ہندوستان اور دکن میں جو مجلس ہوتی ہے اُس کی ابتدا امیر الامرا ہی نے کی ہے۔ امیر الامرا ان مجالس میں فقرا اور مشائخ کے ساتھ نہایت تواضع اور تکریم کا سلوک کرتا تھا اور خود لوٹا ہاتھ میں لیکر مہمانوں کے ہاتھ دھلاتا تھا۔ علامۂ میر عبد الجلیل بلگرامی نے امیر الامرا کی شہادت پر ایک طویل اور پُر درد مرثیہ لکھا ہے۔ ہم اس کے چند اشعار یہاں درج کرتے ہیں۔

آثار کربلاست عیاں از جبینِ ہند ۔۔۔ زد جوشش خونِ آلِ نبیؑ از زمینِ ہند
شد ماتمِ حسین علی تازہ در جہاں ۔۔۔ سادات گشتہ اند مصیبت نشینِ ہند
رستم نشاں حسین علی خاں شہید شُد ۔۔۔ از خنجرے کہ بُود نہاں در کمینِ ہند
از دستِ ابنِ ملجم ثانی شہید شُد ۔۔۔ گوئی ز کوفہ است گلِ ماتمینِ ہند
اے دوستانِ آل و محبانِ اہلِ بیت ۔۔۔ غمگیں شوید بہرِ حسینِ حزینِ ہند
سالِ شہادتش قلم و اسطی نوشت ۔۔۔ قتلِ حسین کرد یزیدِ لعینِ ہند[1]

۱۱۳۲ھ

دولت سادات کا انحطاط

قطب الملک نے دہلی کا سفر جاری رکھا، اگرچہ بعض لوگوں کا مشورہ تھا کہ ابھی اطراف کے لشکر بادشاہ کی فوج میں شامل نہیں ہوئے ایسی حالت میں جلدی سے پہنچ کر اس فریب کا مزہ دشمنوں کو چکھا دینا چاہیئے۔ مگر قطب الملک نے اس رائے کو پسند نہیں کیا اور کہا کہ مستقل بادشاہ موجود ہے اس کی فوج کے امرا متحد ہیں ہماری فوج شکستہ دل ہے۔ جب تک ہمارے ساتھ اورنگ زیب کی اولاد سے کوئی شاہزادہ نہ ہو، اُس وقت تک محمد شاہ سے مقابل ہونا قرین مصلحت نہیں ہے۔

قطب الملک نے اپنے بھائی نجم الدین علی خاں کو جو دہلی کی حفاظت پر مامور تھا لکھا کہ کسی شاہزادہ کو قید سے نکال کر تخت نشین کرا دیا جائے اُس نے ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم کو تختِ دہلی پر بٹھا دیا۔ دو دن کے بعد قطب الملک بھی دہلی پہنچ گیا اور فوج جمع کرنا شروع کر دی۔ عام طور پر بھرتی کا حکم دیدیا۔ شرافت و رذالت کی قید بالکل اٹھا دی گئی۔ چنانچہ نوے ہزار آدمی مہیا ہوگئے قطب الملک نے ایامِ وزارت میں جو کچھ جمع کیا تھا اور سب فوج اور دوست احباب پر صرف کر دیا۔ قطب الملک کا مقولہ تھا کہ اگر زندگی ہے تو روپیہ پھر مجتمع ہو سکتا ہے اور اگر خداوند عالم کا منشاء دوسرا ہے تو اس مال و متاع کو دوسروں کے لئے کیوں محفوظ رکھا جائے[2]؟

۷ ذی الحجہ کو قطب الملک سلطان ابراہیم کو ساتھ لے کر دہلی سے نکلا۔ فریدآباد تک پہنچتے پہنچتے اور بہت سے امرا قطب الملک کے لشکر میں جمع ہوگئے۔ پلول میں چورامن جاٹ بھی مل گیا۔

محمد شاہ سے مقابلہ

۱۲ محرم ۱۱۳۳ھ کو دونوں لشکر مقابل ہوئے اور قطب الملک نے اپنی فوج کو مرتب کیا لیکن سردارانِ بارہہ رعونت و خود سری کے باعث اطاعت نہ کرتے تھے۔ اس لئے چند بار فوج کی ترتیب خراب ہوئی۔ اسی دن رات کے وقت راجہ جگم سنگھ، محمد شاہ سے جدا ہو کر قطب الملک سے آملا۔ ۱۳ محرم کو جنگ شروع ہوئی۔ قطب الملک کی فوج خصوصاً نجم الدین علی خاں نے دس بارہ ہزار کی جمعیت سے بادشاہی فوج پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ غنیم کے ہوش اُڑ گئے اور اُس کی فوج میں ابتری پھیل گئی لیکن فوراً ہی

---

[1] مآثر الکرام صفحہ ۱۷۲ [2] مآثر الکرام صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱

بادشاہی سرداروں میں سے حیدر قلی خاں وغیرہ نے اس مردانگی سے توپوں کے گولے سر کئے کہ نجم الدین علی خاں کے مورچوں میں تزلزل پیدا ہوگیا۔ رات بھر گولہ باری ہوتی رہی اور حیدر قلی خاں تمام رات قطب الملک کی فوج پر آگ برساتا رہا۔ اس صدمہ سے قطب الملک کے بہت سے آدمی فرار ہوگئے۔ رات کے آخری حصہ میں ایک گولہ تکلم سنگھ کے ہاتھی پر پڑا۔ وہ ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور میدانِ جنگ سے ایسا بھاگا کہ مدت تک کسی کو اُس کی موت وحیات کا پتہ نہ لگا۔ لڑائی ایک دن رات برابر جاری رہی۔ پندرہ سولہ ہزار سوار جنہوں نے رات بھر بیدار رہ کر بھوک پیاس کی حالت میں شاہی توپخانہ کا مقابلہ کیا تھا، قطب الملک کی رکاب میں موجود رہے۔ باقی فرار ہوکر ادھر اُدھر منتشر ہوگئے۔

محمد شاہ اپنے ہاتھی "بادشاہ پسند" پر سوار تھا اور شب وروز اپنے لشکر میں موجود رہتا تھا۔

ایک مرتبہ پھر نجم الدین علی خاں جرأت وبیباکی کے ساتھ سردارانِ بارہہ کو لیکر بڑھا۔ اور بھوک اور پیاس کی تکلیف کے باوجود (پانی قطب الملک کے لشکر سے دور اور ایک جاٹ کے قبضہ میں تھا) توپ کے گولوں کا خوف نہ کرتے ہوئے اُس نے اپنے مردانہ حملوں سے محمد شاہ کے لشکر میں قیامت برپا کردی۔

لشکرِ شاہی میں سے حیدر قلی خاں، صمصام الدولہ، اور سعادت یار خاں نے (جو سادات بارہہ میں سے تھا) نجم الدین علی خاں کا مقابلہ کیا۔ جس وقت دونوں طرف سے دلیرانِ جنگ آزما اپنے اپنے آلاتِ حرب کو سنبھال کر بڑھے ہیں تو میدانِ رزم اچھا خاصا عرصۂ محشر بن گیا۔ سعادت یار خاں بادشاہی جاں نثاروں کی امداد کے لئے مست ہاتھی کی طرح چلا اور دلیرانہ حملے کرتا رہا۔ شیر افگن خاں نے بادشاہ کے حکم سے دشمنوں کو کمند اور نیزے پر رکھ لیا۔ قطب الملک کے رفقا میں سے شہامت خاں اُس کے بھائی اور بیٹے تہور علیخاں، عبدالقدیر خاں، عبدالغنی خاں، غلام محی الدین خاں، صبغۃ اللہ خاں وغیرہ نے شربتِ مرگ نوش کیا۔

نجم الدین علی خاں جس کی ذات سے اس معرکۂ کارزار میں بڑے بڑے کارِ نمایاں ہوئے تھے زخمی ہوا اور تیروں کی متواتر بارش نے اس کی آنکھیں بیکار کردیں۔ قطب الملک بھائی کا یہ حال دیکھ کر دلاورانِ بارہہ کے ساتھ بھائی کی اعانت کو آگے بڑھا۔ اسی دوران میں چورامن جاٹ نے پیچھے سے شاہی لشکر پر حملہ کرکے شورِ قیامت برپا کردیا اور لشکرِ شاہی کا بہت سا اسباب اور مویشی لوٹ لئے اس غنیمت سے فارغ ہوکر اُس فوج کی طرف چلا جو سامان اور خیام کی حفاظت پر مامور تھی۔ بادشاہ نے دُور سے اس پر تیر چلایا اور محمد امین خاں، ہادی خاں اس کے پسپا کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ قطب الملک کی امداد سے بارہہ کی فوج اور نجم الدین علی خاں کے ساتھیوں کی جان میں جان آئی اور صمصام الدولہ اگرچہ پامردی سے مقابلہ کر رہا تھا لیکن پھر بھی محمد شاہ کے لشکر میں تزلزل پیدا ہوگیا۔ حیدر قلی خاں سعادت یار خاں اور محمد خان بنگش نے یہ کیفیت دیکھ کر قطب الملک پر عقب سے حملہ کرنا چاہا مگر قطب الملک ان کے ارادے سے آگاہ ہوکر حیدر قلی خاں کے مقابلہ کو بڑھا۔ حیدر قلی خاں اور اُس کے رفقائے کمان ہاتھ میں لے کر تیر باری کی اس حملہ میں سید علی خاں، برادر ابوالحسن خاں بخشی مجروح ہوکر اسیر ہوا اور شیخ ہٹیلا، طالع یار خاں کی سعی سے زخمی ہوکر بے ہوش ہوگیا۔

قطب الملک کی گرفتاری

حیدر قلی خاں اور صمصام الدولہ نے ایک جمعیت جرار ساتھ لے کر قطب الملک پر حملہ کیا اگرچہ

قطب الملک کو اس سے پہلے بھی بارہا ایسے مواقع پیش آئے تھے اور اکثر میدان جنگ میں وہ دشمنوں کے نرغہ میں گھر گیا تھا۔ لیکن وہ کبھی ہندوستان کے دوسرے شجاعت پیشہ سرداروں کی طرح ہاتھی سے نہ اُترا تھا اور ہمیشہ نہایت متانت و بہادری کے ساتھ مدافعت کرتا تھا۔ مگر اس جنگ میں اس کا نصیب یاور نہ تھا وہ حواس باختہ ہوگیا اور صحیح تدبیر نہ کرسکا۔ دو تین ہزار بہادر سوار اس کی رکاب میں تھے محض اس خیال سے کہ میرے ہمراہی جانبازی و جانفشانی میں کوتاہی نہ کرینگے۔ وہ ایسے خطرناک وقت میں ڈھال اور تلوار لے کر ہاتھی سے کود پڑا، لیکن تقدیر مخالف تھی، زمین و آسمان اس کے ارادوں کے خلاف تھے۔ اس کے زمین پر آتے ہی سیف الدین علی خاں، شجاعت اللہ خاں، ذوالفقار علی خاں، عبداللہ خاں اور ابوالحسن بخشی فوج نیز دوسرے فیل سوار اور سرداران بارہہ قطب الملک کی موت کا یقین کرکے یا فتح سے مایوس ہو کر سپہ سالار کو تنہا چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ قطب الملک کے اُترنے سے قبل ہی سیف الدین علی خاں بھاگ گیا تھا اور اُس کو دیکھ کر دوسروں نے بھی اُس کی پیروی کی تھی۔ بہرحال قطب الملک تنہا رہ گیا اور نیرنگیٔ قسمت کا تماشا دیکھتا رہا۔ قطب الملک سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھا۔ مگر اُس کی پیشانی تیروں سے اور ہاتھ تلواروں سے مجروح تھے۔ حیدر قلی خاں قطب الملک کو پہچان کر اس کے پاس آیا اور قطب الملک نیز نجم الدین علی خاں کو گرفتار کرکے دونوں بھائیوں کو ایک ہاتھی پر بٹھا کر بادشاہ کے سامنے لے گیا۔ محمد شاہ نہایت رحمدل بادشاہ تھا۔ اُس نے محبت سے دونوں بھائیوں پر نظر کی اور حیدر قلی خاں کے سپرد کرکے شادیانۂ فتح و ظفر بجانے کا حکم دیا۔ قطب الملک کی فوج کے اکثر آدمی لشکر شاہی میں شریک ہوگئے۔ غازی الدین بہادر غالب جنگ نے یہ حال دیکھا۔ تو قطب الملک کے خیموں میں آکر کچھ دیر قیام کیا۔ پھر خیمے وغیرہ لیکر وہاں سے چلا گیا۔ سلطان ابراہیم میدان سے بھاگ گیا تھا۔ لیکن پھر گرفتار ہو کر مقید ہوا۔

۱۴ محرم کو جمعہ کے دن یہ خبر دہلی پہنچی۔ بہت سے گھروں میں عید اور اکثر خاندانوں میں محرم کے مراسم ادا کئے گئے۔ نجم الدین علی خاں اور قطب الملک کے گھر کی مستورات نہایت پریشان و مضطر ہو کر بعض موقعہ کو غنیمت سمجھ کر بادشاہی آدمیوں کے پہنچنے سے پہلے جو کچھ اُٹھا سکیں وہ اُٹھا کر پرانی چادریں اوڑھ کر گھر سے نکل گئیں جس میں سے کچھ بچ گئیں اور کچھ گرفتار کرلی گئیں۔ مگر سید زادیاں باوجود اس مصیبت کے پردۂ عصمت سے باہر نہ آئیں۔ عبداللہ خاں کاشی جو قطب الملک کا نہایت معتمد اور قدیم ملازم تھا حرم سرا کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس کے قلب میں بھی خیانت کی سیاہی پیدا ہوئی اور قطب الملک کے گھر سے جو کچھ لیجا سکا لے کر نکل گیا۔ غلام علی خاں اور نجابت علی خاں (جو قطب الملک کا بھتیجا اور اُس کا متبنیٰ تھے) وضع تبدیل کرکے امیر الامرا کے قدیم وطن جانسٹھ کی طرف چل دیئے، لیکن راستہ میں گرفتار ہوگئے۔ نجابت علی خاں کو بھی حیدر قلی خاں کے حوالے کردیا گیا تھا تاکہ اس کو بھی قطب الملک کے ساتھ اپنی نگرانی میں رکھے۔

قطب الملک کا انتقال

راجہ اجیت سنگھ جو قطب الملک کا خاص آدمی تھا۔ بادشاہ سے باغی ہوگیا اور اُس کی تادیب میں اُمرا نے پوری جانفشانی سے کام نہیں لیا۔ بادشاہ بھی اس معاملہ میں متردد تھا۔ آخر اعتماد الدولہ قمر الدین خاں

نے اس مہم کو اپنے ذمّہ لیا اور بادشاہ سے قطب الملک، اور نجم الدین علی خاں کو قید سے آزاد کرنے کی درخواست کی۔ نیز ان کا ایک کا بھی اظہار کیا۔ جو بادشاہ کی بے خبری میں اُن کو پہنچ رہی تھیں۔ چونکہ قمر الدین خاں ان دونوں بھائیوں کو اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا اس لئے ان کے رہا نہ ہونے کی صورت میں اس نے بھی اس مہم پر جانیکا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اس کے بعد آصف جاہ نے مبارز خاں پر فتح پاکر اور امرائے بادشاہی سے فائدہ اُٹھا کر اپنے چچا حامد خاں صوبہ دار گجرات اور سرداران مرہٹہ کے اتفاق سے بغاوت شروع کی، حامد خاں نے جاگیرداران اور فوجداران شاہی کو بے دخل کرکے اپنی خودسری کا اعلان کر دیا۔ جب یہ اطلاعیں بادشاہ کو پہنچیں تو اس نے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی۔ اس وقت بادشاہ نے قطب الملک کو آزاد کرنے کا قصد کیا اور ایک معتمد کے ذریعہ سے پیغام دیا کہ تم اس وقت بھی کوئی کام کر سکو گے۔ قطب الملک نے جواب دیا کہ اگر بادشاہ نظر التفات اس بندۂ درگاہ پر ہے تو مجھے شرف ملازمت عطا کرکے پانچ چھ ہزار سوار دیدئے جائیں۔ پھر جس کام پر مامور کیا جاؤنگا یقیناً حسب دلخواہ اُسے انجام دونگا۔ مخالفوں نے یہ خبر سُنی تو مکر و فریب سے قطب الملک کو زہر دیکر ہلاک کر دیا۔

مولانا آزاد بلگرامی کہتے ہیں قطب الملک کو مسموم کیا گیا تو پہلی مرتبہ اس کے خدمتگار نے زہر مہرہ پیس کر کھلایا جس سے کافی ہمت استفراغ میں دفع ہوئی، دوسرے دن پھر بادشاہی خواجہ سرا زہر ہلاہل کی گولی لے کر آیا۔ قطب الملک نے وضو کیا اور تھوڑا رو رو کر کہا کہ خداوند عالم تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں اس فعل حرام کا ارتکاب مجبوراً کر رہا ہوں۔ گولی حلق سے اُترتے ہی حالت خراب ہوگئی۔ یہ واقعہ پہلی ذی الحجہ ۱۱۳۵ھ کا ہے۔ اس حساب سے تین سال کے قریب قطب الملک قید رہا۔

نجم الدین علی خاں ۲۲ رجب ۱۱۴۷ھ کو جمعہ کے دن سربلند خاں کی سفارش سے رہا کر دیا گیا۔

اخلاق و عادات قطب الملک شمائل حسنہ و خصائل رضیہ کا مالک تھا۔ سخاوت و شجاعت اس کے خمیر میں داخل تھی نہایت عادل اور منصف مزاج تھا۔ ہندوستان اس کے عدل و انصاف کی بدولت رشک فردوس بن گیا تھا۔ ابتدائے عروج سے آخر تک نیکنام رہا لیکن فرخ سیر کے معاملہ میں اس غلطی سے کام لیا اور یہی وجہ ہے کہ یہ الزام تاریخوں میں اس کے نام کے ساتھ باقی ہے۔ مولانا آزاد بلگرامی لکھتے ہیں، "لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیمودند و تا روز قیامت داغ بدنامی بر خود بر نہادند"۔ ۳ے

لیکن ارباب انصاف جانتے ہیں کہ اس نے جو کچھ کیا اپنی آبرو بچانے کی غرض سے کیا۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بادشاہ نے اس کی جانفشانی اور وفاداری سے بالکل چشم پوشی کر لی تھی اور وہ سادات کے استیصال میں نہایت کوشاں تھا۔ آخر اسی خواہش نے اُسے اور سادات دونوں کو برباد کیا۔

پٹ پڑ گنج کی نہر جو دہلی میں واقع ہے، اُس کی یادگار ہے، دہلی میں پانی کی سخت قلت تھی، قطب الملک نے ۱۱۲۷ھ میں نہر شاہجہانی میں سے ایک نہر کاٹ کر دہلی میں پہنچائی، جس سے وہاں پانی کی فراوانی ہوگئی، میر عبدالجلیل بلگرامی لکھتے ہیں۔

بحر جود و فیض قطب الملک عبد اللہ خاں	نہر خیرے کرد جاری آں وزیر محتشم
بحر آں عبدالجلیل واسطی تاریخ گفت	نہر قطب الملک دُرّ بحر احسان و کرم

۱۱۲۷ھ

شاگردانِ حضرتِ نوابؔ فصیح الملک داغؔ دہلوی

(۱۴۷)

(از خسروِ سخن ہارون صاحب انصاف بمبئی)

منشی مگن لال صاحب موجؔ لکھنوی شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی شہر بمبئی میں برسوں قیام فرما تھے۔ "انجمن اہل سخن بمبئی" کے اہتمام میں ہر ہفتے دھوم دھامی مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ پہلوانِ سخن مولانا نجم الدین احمد صاحب ثاقبؔ بدایونی شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی مذکور انجمن کے صدر تھے۔ شعرائے کرام کا کلام گلدستے میں شائع کیا جاتا تھا۔ میرزا منیر الدین صاحب نظامیؔ جبل پوری تلمیذ جناب جنیدؔ ڈیرہ اسمٰعیلخانی شاگرد حضرت نسیمؔ دہلوی ارشد تلامذہ جناب مومنؔ دہلوی بھی اس زمانے میں اپنے شاگردوں کو لیکر مشاعرہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ حکیم محمد صادق صاحب ناطقؔ مراد آبادی شاگرد حضرت شمشادؔ لکھنوی اور شیخ افتخار علی صاحب جگرؔ صدیقی وارثی بسوانی تلمیذ حضرت امیرؔ مینائی لکھنوی کا قیام بھی بمبئی میں تھا۔ یہ حضرات بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ بزم سخن میں شرکت کرتے تھے۔ خوب خوب غزل گوئی کا لطف رہتا تھا۔ ادب اردو کی صحیح خدمت ہوا کرتی تھی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں گویا بمبئی میں شاگردانِ داغؔ ہی نظر آتے تھے پچیس تیس شاگردانِ داغؔ اس زمانے میں اخباروں۔ رسالوں۔ مشاعروں کے ذریعے سے ادب اردو کی صحیح خدمت میں حصہ لیتے رہے۔ وتایکپرشاد طالبؔ بناری شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی اور مولانا ثاقبؔ بدایونی نے خاص حصہ لیا۔ اہل بمبئی ان حضرات کو اب تک یاد کرتے ہیں سید جلال احمد صاحب جلالؔ عظیم آبادی یادگار حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی کا قیام بمبئی میں سالہا سال رہ چکا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ سلیس اردو میں آپنے کیا ہے۔ عربی فارسی میں زبردست اہلیت رکھتے تھے۔ آپ کے مریدین بمبئی میں ہزاروں ہیں۔

حضرت موجؔ لکھنوی نے کئی ڈرامے اور ناول لکھے ہیں۔ غزل گوئی کی طرف کم رجحان تھا۔ کم شعر کہتے تھے لیکن خوب کہتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں جناب طالبؔ بنارسی نے پچپن برس کی عمر میں اس رہتی دنیا کو خیرباد کہا اُس زمانے میں جناب موجؔ لکھنوی بمبئی میں قیام فرما تھے۔ مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ حضرت ثاقبؔ بدایونی کی صدارت میں مشاعرہ ہوا تھا۔ میں بھی اس مشاعرے میں شریک تھا۔ جناب موجؔ لکھنوی نے ذیل کی غزل سرِ مشاعرہ سنائی تھی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

از منشی مگن لال صاحب موجؔ لکھنوی ڈرامسٹ شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی

شان اُس کی دیکھنا یا اُس کی قدرت دیکھنا ‏ ‏ موجؔ سا انسان پائے باغ جنت دیکھنا

ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ آ ہی جاتی ہے قیامت دیکھنا ‏ ‏ اضطرابِ وعدۂ دیدار پر کہتے ہیں وہ

چھپ رہی ہے سات پردوں میں مروت دیکھنا ‏ ‏ پردہ ہائے چشم میں ہے شرم آلودہ نگاہ

دیکھنے دینا کسی کو تم نہ صورت دیکھنا ‏ ‏ بھول کر روئے منور سے نہ سرکانا نقاب

مہرباں ہو جائیگا اے موجؔ تم پر وہ اگر
دُور ہو جائے گی تکلیف و جراحت دیکھنا

(مرسلہ انصاف از بمبئی)

قسط چہارم

شاہراہ

علم عروض کی تجدید

فن شاعری کا تجربہ یا لاتجربی اصول کی توضیح و تجدید طالبانِ فن کیلئے ایک نئے اور آسان راستے کی دریافت

اثر سیماب اکبر آبادی

کی

تردید و ترویج

از قلم

خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعرا مولانا محمد حبیب السبحان صاحب المتخلص بحضرت صبا اکبر آبادی حال شہر لشکر

گذشتہ سے پیوستہ

نقصانِ حرکت حضرت سیماب اکبر آبادی رسالہ شاعر آگرہ کی اشاعت ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں فرماتے ہیں کہ (نقصان حرف یا زیادتی حرف سے جو تغیر واقع ہوتا ہے اُسے عروض میں زحاف کہتے ہیں۔ یہ عرب و عجم کی مجموعی تعداد چوبیس ہیں)۔

حضرت سیماب کُل زحافات کی تحقیقات مطلق نہیں کر سکے۔ اور جو زحافات چوبیس اُن کی جانچ پڑتال میں آئے ہیں اُن میں بعض تو بالکل غلط اور درغلط ہیں جن کی وہ تصحیح بھی نہ کر سکے۔

مگر میں بہ وثوق کے ساتھ کہنے کیلئے تیار ہوں کہ یہ چوبیس زحاف محض ہاتھی کے دانت دکھانے کے ہیں ان کی مؤلفہ کتاب رازِ عروض زبانِ حال سے اپنی یاوہ گوئی کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔

میری تحقیقات میں تقریباً ساٹھ زحافات جن میں نو احکام عروضیان محققین سے ملبوس ہیں آئے ہیں جنکو میں نے محققین عروض کے مدلل رایوں پر خود فیصلہ کر کے حد تصحیح تک پہنچا کر اپنے رسالہ میں درج کیا ہے جس میں شک و شبہ کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح وہ فروعات کے متعلق اعداد و شمار کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس کی مفصل تفصیل تو نہیں فرمائی مگر ان کے بتائے ہوئے فروعات بعض بعض تو محض جھوٹے ہیں اگر وہ اس کی مفصل تفسیر فرمائینگے تو مجھ کو آئندہ ان کی تردید میں قلم اُٹھانے کی ضرورت ہوگی ورنہ خیر۔ (وہ فرماتے ہیں کہ)

(۱) فعولن تنا تن کے آٹھ فروع ہیں ۔

(۲) فاعلن تا تنن کے وہ نو فروع بتاتے ہیں ۔ مگر گیارہ ہیں ۔

(۳) متفاعلن تتا تن تن کے پندرہ فروع ہیں ۔ میری تحقیقات میں اٹھارہ ہیں ۔

(۴) فاعلاتن تا تنا تن کے سولہ فروع وہ بتاتے ہیں اور میری تحقیقات میں ایک حساب سے سترہ اور ایک حساب سے اٹھارہ ہیں ۔

(۵) فاع لاتن تا تنا تن کے چھ فروع بتلاتے ہیں مگر سات ہیں ۔

(۶) مس تفع لن تن تن تنن کے انیس فروع وہ بتاتے ہیں جن میں چودہ صحیح اور پانچ محض غلط ہیں ۔

(۷) مستفع لن ۔ تن تنن تن کے پانچ فروع بتاتے ہیں اول تو مس تفع لن کے ہموزن "تن تنن تن" محض غلط ہے دوسرے منجملہ پانچ فروع کے چار صحیح ہیں ایک غلط ہے ۔

(۸) مفعولات تن تن تان کے پندرہ فروع بتاتے ہیں ۔

(۹) متفاعلن تتنا تنن کے پانچ فروع بتلاتے ہیں جن میں چار صحیح ہیں ایک غلط ہے ۔

(۱۰) مفاعلتن "تتنا تتن" کے آٹھ فروع بتاتے ہیں ۔

جن کی وہ تعداد کل (۱۱۶) فرماتے ہیں مگر ان کی میزان (۱۱۶) کی غلط ہے بلکہ (۱۰۶) کی میزان صحیح ہے چنانچہ میرے حساب سے (۱۰۷) فرعیں ہیں ۔

حضرت سیماب کے فروعات میں ان کی غلط فہمی کے متعلق میں ایک بحر کے متعلق بحث کرکے بتائے دیتا ہوں کہ ان معنوں میں ان کے بتائے ہوئے فروعات اکثر غلط ہیں ۔

مثلاً مستفعلن مجموعی ہیں وہ انیس فرعیں بتاتے ہیں اور میں چودہ صحیح الاصل بتاتا ہوں ۔ چودہ کے علاوہ پانچ فروعات جو وہ زیادہ بتاتے ہیں وہ میرے خیال میں یہ ہیں ۔ کہ جو زحافات بے موقعہ کے لحاظ سے غلط و رغلط ہیں اور بعض بعض عروضیوں نے اپنی غلط فہمی سے مان کر اپنے رسائل میں درج کئے ہیں اور وہ ہر موقعہ پر ان کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ یہ ان کی محض خام خیالی ہے ۔

مثلاً مرفل مرفوع مذال مخبون مرفل احذ مسوی مرفل تطویل ۔ اجتماع ترفیل و تسبیغ جو میرے نزدیک تطویل لاطائل ہے ۔

اگر اس پر حضرت سیماب بحث پیش کریں گے تو میں آئندہ ان کی تشریح مدلل ثبوت کے ساتھ پیش کرکے اپنے دعوے میں کامیاب ثابت ہونگا ۔

لہذا معہ ارکان عشرہ جملہ (۱۲۶) وہ بتاتے ہیں جو (۱۱۷) صحیح الاصل ہیں ۔

اس کے بعد حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ (اگر میزان میں ان زحافات کو جگہ دی جائے تو اہل ذوق کے دماغ پر بار ہونے کا اندیشہ ہے۔ (پھر آگے چلکر فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ ارکان ہیں حذف قصر یا اضافہ ناگزیر ہے تو فطری طور پر ایسا ہونا چاہیئے کہ تقطیع کرنے والے کو اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ کسی رکن کو گھٹا بڑھا کر اس کی صورت بدل دے جیسے تانتاتن ایک رکن مخصوص ہے اب ضرورت شعری کی وجہ سے اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ تنتاتن۔ تان تانتُ۔ تان تاتِ۔ تانتن۔ تنتنوتن۔ تانتنتیان۔ تان تن۔ تنتانُ۔ تن تن۔ تن تانُ۔ تن تن تن تنتان۔ تن تان تنتنوتان۔ وغیرہ۔ جب ان تغیرات کا ابتدا، وسط اور آخر مصرع ہیں واقع ہونا ضروری اور جائز ہے تو اس تغیر کی عام اجازت ہونی چاہیئے)

پہلے سوال کا جواب کہ اگر میزان میں ان زحافات کو جگہ دی گئی تو اہل ذوق کے دماغ پر بار ہونے کا اندیشہ ہے یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ اگر زحافات شامل نہ کئے جائینگے تو منگرہت عروض کسی صورت کسی پہلو قابل داد نہ ہوگا بلکہ ایک دھوکے کی ٹٹی ہوگی۔ اور اس سے اوزان حقیقی اور غیر حقیقی کا مطلق پتہ نہ چلے گا۔

لہذا یہ منگرہت عروض حضرت سیماب نامکمل کا نامکمل ہی رہ گیا اور اس کا طوطا بنا سا رٹنے والا بجز گمراہ ہونے کے راہ راست پر نہیں آسکتا۔

اب دوسرا سوال کہ تقطیع کرنے والوں کو عام اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ کسی رکن کو بڑھا گھٹا کر اس کی صورت بدل دے۔

اگر حسب خیال حضرت سیماب ایسے اختیارات تقطیع کرنیوالے کو بلاکسی قواعد وضوابط کے دیدئے جائینگے تو پھر وہ قید شعری سے آزاد ہو جائیگا اور مثل زمانہ جاہلیت کے شعر کہنا شروع کردیگا۔ اور زحافات بے موقعہ لاکر ہر رکن کو توڑ پھوڑ دیگا۔ پھر اس کی شاعری کسی معیار شعری پر نہ ہوگی۔

مثلاً فاعلاتن (تانتاتن) میں حذف لاکر فعولن = یا مفاعیلن (تنتانتن) کو قطع سے مفعولن وغیرہ بناکر اپنی بیقاعدگی سے نئی ایجاد پیدا کردیگا۔ اور جب کوئی قانون نہ رہیگا تو اس کا گرفت کرنے والا بھی کوئی نہ رہیگا پھر تو شاعری بچوں کا گھروندا ہوجائے گی۔ اور پھر نثر مقفی کو شاعری کہنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

حضرت سیماب نے۔ تان تانتُ۔ اور۔ تان تانتِ جو بروزن فاعلاتُ کہے ہیں کیا مطلب اخذ کیا ہے اگر پہلے کو فاع لاتُ اور دوسرے کو فاعلاتُ بتلاتے ہیں تو یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ ان کے حرکات وسکنات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ فضول دو فروع کیوں دکھاتے ہیں اگر وہ آئندہ اس کی تشریح فرمائینگے تو بحث کی جائے گی ورنہ خیر۔

یہ جو چودہ فرعیں فاعلاتن (تانتاتن) کی بتلاتے ہیں، تنتاتن (فعلاتن) - تان تانتُ (فاعلاتُ) - تان تانتِ (فاعلاتِ) - تانتن (فاعلن) - تنتنوتن (مفعولن یا فعلاتن) - تانتنتیان (فاعلیان) - تانا (فاع) - تن (فع) - تنتانُ (فعلان) - تن تن (فعلن) - تن تنتانُ (فعلان) - تنتاتن (فعلن) - تن تنتان (فاعلان) - تنتوتان (مفعولان) یا فعلاتان - یہ ہر رکن ہیں کام

نہیں دے سکتے ہیں۔ ان کے ارکان جُدا جُدا ہیں۔

حسب خواہش حضرت سیماب اگر تقطیع کرنے والے کو اختیار دیدیا جائیگا تو شیرازہ شاعری کا بکھر جائیگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ ایک ایک رکن کو دو دو بار بھی لاسکے۔ مثلاً

فعلن فعلن فعلن فعلان	ع	سروارِ بزمِ غم ہم ہیں	یا
فعلن فعلن فعلن فاع	ع	میرے ساقی بھر کر جام	یا
فاع فعولن فعلن فاع	ع	سوئے عدم ہم جاتے ہیں	وغیرہ

اب فعولن بنانے کی ترکیب زبردستی یہ ہے کہ فاعلاتن (تنا تنا تن) کے فا تا کو گرا کر فعولن بنالو تو ایسے بہت سے اوزان انہیں چودہ خانوں سے بن سکتے ہیں۔

پھر ہم کو اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہیں ارکان کی گردن توڑ کر حسب دلخواہ رکن بنالیں اور کوئی ہمارا ہاتھ پکڑنے والا نہ ہوگا۔

تو کیا حضرت سیماب مجھ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وزن رمل فاعلاتن میں غلط ہے اور بحر متقارب اصل ہے۔

میں جواب میں بے دغدغہ کہہ سکتا ہوں کہ قطعی نہیں اور جو مجھ پر اعتراض کرتا ہے محض بہتان ہے میرے نسخہ بالکل صحیح ہیں اور معترض کو خود غلط فہمی ہوئی ہے وہ اپنے عقل کے ناخون لے۔

اس کا جواب حضرت سیماب کے منکر بحث عروض میں ہے نہ وہ کبھی دے سکتے ہیں۔

میں تو جناب کی اس عروضدانی پر افسوس کر رہا ہوں کہ ایسا قابل شخص ایک غلط شاہراہی کو اس غلط نوعیت کے ساتھ اٹھاکر دنیائے شاعری کو مغالطہ میں ڈال رہا ہے سخت تعجب ہے۔

پھر حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ (زحافات کی ضرورت غزل میں تو شاذ ہوتی ہے رُباعی اور مثنوی وغیرہ میں اکثر ہوتی ہے لیکن میں رباعی اور مثنوی کو بھی اس قید سے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں وغیرہ

چہ خوش میری سمجھ میں قطعی نہیں آیا کہ یہ لفظا شاذ اس موقعہ پر کیوں موزون ہوسکتا ہے کیا معنی کہ غزل کے بحور جو بحر سالم میں خیر وہ تو ان زحافات سے بالکل مبرّہ ہیں تاہم کہیں کہیں مذال یا تسبیغ بلا قصد آہی جاتی ہیں مثلاً حضرت جلیل مانک پوری مطلع

یہاں بھی آپ باز آتے نہیں مستانوں چالوں سے بس اب تو بھر گیا میدان محشر پائمالوں سے

اس میں تو زحاف نام کو نہیں مگر اس کا تیسرا شعر۔

زبانِ حال سے کہتے ہیں گویا پھول گلشن میں جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے بلبل تیرے نالوں سے

اس شعر میں شاعر نے بلا قصد (گلشن میں) لاکر ایک تسبیغ بڑھادی۔

اب میں اس کو زحاف نہ کہوں تو کیا کہوں حضرت سیماب میری طرف سے خود ہی جواب دیا ہیں کہ یہ زحاف قطعی نہیں ہے۔

پہلا شعر یعنی مطلع تو ہزج سالم مفاعیلن ہے دوسرے شعر کا پہلا مصرع عروض مسبغ باقی سالم بولا جائیگا۔ تقطیع
زبان پر حا مفاعیلن ل سے کہتے مفاعیلن ہ گویا پو مفاعیلن ل گلشن ہیں مفاعیلان

لہٰذا میں تو یہ ضرور کہوں گا کہ زحاف غزلوں اور نظم میں کہیں نہ کہیں ضرور ہی آجاتا ہے غزل اور رُباعی اور مثنوی یا کسی قسم کی نظم زحاف سے مبرّہ نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت سیماب اس قید سے آزاد رہنا چاہتے ہیں بہت مشکل ہے۔

رُباعی

حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ جو شجرہ مفعول سے شروع ہوتا ہے اُسے شجرہ اخرب کہتے ہیں اور جو مفعولن سے شروع ہوتا ہے وہ شجرہ اخرم کہلاتا ہے۔

مگر ان دونوں شجروں کو بوقت تشریح حضرت سیماب اخرب بتاتے ہیں۔ شاید یہ سہو کاتب ہو۔ دوسرے شجرے کو بقول ان کے شجرہ اخرم سمجھنا چاہیئے! ور اخرب غلط ہے۔

اب میں یہاں تھوڑی سی رباعی کی تعریف بیان کر کے پھر تنقیدی نظر ڈالونگا۔ وہ بھی ہمارے ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہیں۔

رُباعی کو ترانہ بھی کہتے ہیں۔ میزان الافکار و خزانہ عامرہ وغیرہ ناقل ہیں کہ ۲۵۱ھ اور بقول دیگر مورخین سنہ پانصدی ہجری میں سلطان یعقوب بن لیث صفار کا لڑکا غزنین میں عید کے روز جوز کو مثل گولیوں کے ایک گڑھے میں ڈال رہا تھا۔ سب جوز گڑھے میں جا پڑے ایک جوز جو باہر رہ گیا تھا۔ اتفاق سے ڈھلکتا ہوا وہ بھی گڑھے میں جا پڑا فرط خوشی سے لڑکے نے کہا ۔ غلطاں غلطاں ہمیرود تا لب گو۔

چنانچہ استاد رودکی کے پاس یہ مصرع پہنچایا گیا رودکی نے تین مصرع اور لگائے۔ رودکی کی یہ رباعی مشہور ہوئی اور زن و مرد کو اس رباعی کے سننے سے جوش پیدا ہوا تب رودکی نے اس کا نام ترانہ رکھا۔ یعنی ترشے مرغوب اور آرزو انگیز جیسے رندانہ وغیرہ۔

مگر فصحائے وقت نے ہر مصرع کو ایک ایک شعر قرار دیدیا اور وہ اس کو رباعی اور چہار بیتی کہنے لگے۔ متاخرین نے ان چہار شعروں کو دو بیت قرار دیکر دوبیتی مشہور کر دیا! ور پہلے مصرع میں قافیہ لاکر مطلع قرار دیدیا اور دوسرے دو مصرعوں کو غیر مطلع بناکر اُس کے پہلے مصرع سے قافیہ علیحدہ کر کے رُباعی خصی نام رکھا۔

شعرا کو اختیار ہے کہ رباعی کے وزن میں اقسام نظم کہہ سکتے ہیں۔ فرخی نے اسی رباعی کے وزن میں قصیدہ کہا ہے۔

عروضیوں سے رُباعی کے چوبیس وزن نکلے ہیں جن کے خواجہ حسن قطان خراسانی نے دو شجرے بنا دیئے جس کے ہر شجرہ میں بارہ بارہ وزن بتلائے ہیں۔

رباعی کے عروض وضرب چار قسم کے ہیں فعول بسکون لام اہتم ۔فعل مجبوب ۔فاع ازل ۔فع مجبّق مجبوب ۔
اور حشوین کے قسم ہیں مفاعیل مکفوف مفاعلن مقبوض اور مفعولن مجبّق ۔

اب اگر ہم سے پوچھئے تو عروض وضرب اصل میں دو ہی ہیں یعنی اہتم وازل اور دو زحاف اسی مجبّق سے مستخرج ہوگئے ہیں۔

اور جو صدر وابتدا اخرب مفعول اور اخرم مفعولن ہیں وہ واقعی میرے نزدیک صرف خرم ایک ہی ہے ۔کیونکہ ابتدا کے بعد رکن مکفوف مقبوض آنا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد تجبیق کا لانا لازمی ہے ۔لہذا مجبّق خرم کی صورت پیدا کر دیتا ہے مکفوف مجبّق مفعول حشو تا عروض وضرب بآسانی بنا سکتے ہیں ۔

مگر عوام اپنی ناواقفیت سے حشوین کو بھی اخرم ہی کہتے ہیں جو فاحش غلط فہمی ہے

خرم صدر وابتدا کیلئے مخصوص ہے وہ درمیانی ارکان میں اپنا حکم چلا ہی نہیں سکتا اور درمیان مصاریع جب مقبوض مجبّق آتا ہے تو اس کو بھی بعض خواص اشتر سے نامزد کرتے ہیں ۔

شتر محض صدر وابتدا کے لئے مخصوص ہے وہ بھی درمیانی ارکان میں نہیں آ سکتا ۔

اب مجھے شائقین عروض کو یہ بتانا ہے کہ جن لوگوں نے چوبیس اوزان رباعی کے بتائے ہیں وہ محض مکفوف مقبوض مجبّق صرف یہی تین ہیں کیونکہ جب صدر وابتدا دو قسم کے آتے ہیں تو ایک اخرب غیر مجبّق ہے اور دوسرا اخرب مجبّق ۔

اگر ان دونوں کو تینوں حشوین سے ضرب دیا جائے تو چھ وزن پیدا ہونگے اور پھر ان چھیئوں کو عروض وضرب ہر چہار قسمی سے ضرب دیا جائیگا تو چوبیس وزن رباعی کے حاصل ہو جاتے ہیں ۔

حضرت سیماب نے جو چوبیس وزن کے دو شجرے بتلائے ہیں ان کو وہ بے ترتیب بنا رہے ہیں اگر کوئی مبتدی بلا ترتیب بنانا چاہے تو وہ بآسانی نہیں بنا سکتا ۔بلکہ مشق سے اس کو ترتیب وار بنا سکتا ہے ۔

دوسرے شجرہ دوم جو مفعولن سے شروع ہوتا ہے اور جسکو وہ بجائے اخرم کے اخرب تحریر فرما رہے ہیں اس کے وزن نمبر (۵) اور (۶) کے عروض کو فاع بتلاتے ہیں ممکن ہے کہ یہ بھی سہو کاتب ہو پہلے یا دوسرے کو فع سمجھنا چاہیئے ۔

چونکہ حضرت سیماب نے ان شجروں کے متعلق کوئی کافی بحث نہیں کی اور ان چوبیس بحروں کو واضح طور پر نہیں سمجھایا اس لئے شائقین عروض ان کو قطعی نہیں سمجھ سکتے اور اب ہم اس میں جانسوزی کریں تو بے سود ہے انشاءاللہ ہم پھر انکو کسی مستقل تفصیل پر سمجھائینگے ۔

ہم صرف اتنا یہاں بتائے دیتے ہیں کہ اگر ازل اخرب میں جو حشوین میں مفعول دکھایا ہے وہ اخرب غلط ہے ۔
کیا معنی کہ اخرب صدر وابتدا کیلئے مخصوص ہے اور وہ درمیانی ارکان میں نہیں آ سکتا لہذا ایسے تفعہ پر مکفوف مجبّق سمجھو ۔

اسی طرح شجرہ دوم کو جو عروضیوں نے اخرم کہا ہے ان کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے

کیا معنی کہ جو درمیان میں مفعولن آیا ہے اُس کو بھی وہ اخرم ہی کہتے ہیں خرم بھی۔ صدر و ابتدا کیلئے مخصوص ہے درمیانی ارکان میں خرم اپنا حکم نہیں چلا سکتا۔ اس لئے درمیانی مفعولن جس قدر رہیں وہ ہر جگہ تحبیق ہیں۔

اگر ان بارہ وزنوں کے بحروں کو اس میں خلط کیا جائے تو وزن رباعی غلط نہیں ہو سکتا اس طرح کہ اولی صدر و ابتدا اخرب یعنی مفعول کو اور ان کو باہم خلط کیا جائے تو جائز ہے۔

اسی طرح شجرہ دوم اخرم (مجبّق) کے بارہونکا خلط جائز ہے۔

دوسرے شجرہ اخرم کو جو لوگوں نے اخرم بتایا ہے اُنکو سخت غلط فہمی ہوئی ہے ہم تو اسکو شجرہ مجبّق باآواز بلند پکارینگے۔

حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ ان شجروں سے واضح ہوتا ہے کہ رباعی کے موجد نے جن اوزان میں رباعی کہی اُنہیں کو قاعدہ بنالیا اور اس قاعدہ سے الگ ہو کر مرزا غالب نے

مفعول　مفاعیلن　فعولن　فعلن

رباعی کا ایک وزن بنایا تو انہیں دشمنان اجتہاد نے مطعون کیا یہ عجیب بات ہے کہ موجد ایک ہی جزو کو (۲۴) اوزان دو اشکال میں تقسیم کر سکتا ہے لیکن کوئی دوسرا شخص اُسی چیز کا ایک وزن بھی اپنی طرف سے مقرر نہیں کر سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ کر سکتا ہے بشرطیکہ رباعی کے حدود سے آگے قدم نہ رکھے۔

حضرت سیماب جو مرزا اسد اللہ خاں غالب کے طرفدار ہیں کہ شعرائے ماضی پر ایک موٹا سا اعتراض جما کر اپنی قابلیت دکھا رہے ہیں انکو بھی غلط فہمی ہوئی ہے وہ اس اعتراض کی تہ تک نہیں پہنچے اور نہ وہ اسکو صحیح ثابت کر سکے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر مرزا غالب نے ایسا کیا ہے تو یہ ایک معنی میں صحیح اور ایک معنی میں غلط ہے۔

کیا معنی کہ ان کا مستخرجہ وزن زحافات بے موقعہ کی وجہ سے تقطیع غیر حقیقی رباعی میں داخل ہے جناب کے خیال مبارک میں نہیں آیا تو اب ہم سمجھاتے ہیں۔

مرزا غالب نے رکن سیوم کو فعولن اور رکن چہارم کو فعلن بنایا ہے اگر واقعی بقول حضرت سیماب یہ رکن فعولن ہی صحیح الاصل ہے تو فعولن بنانے کا ان کے پاس کونسا آلہ سہل ترین ہے وہ محض ایک محذوف ہے محذوف محض عروض و ضرب کیلئے مخصوص ہے وہ صدر و ابتدا و حشوین میں نہیں آسکتا۔ اس لئے شعرائے وقت نے رباعی کا نام سنکر ان پر اعتراض کر دیا اور مرزا غالب معترضین کو سمجھا بھی نہ سکے۔

اور رکن چہارم مرزا غالب کا فعلن بنایا گیا ہے لہذا یہ فعلن بھی وزن رباعی کے خلاف ہے۔

ہم مرزا اسد اللہ خاں غالب کے وزن مذکورہ کو وزن رباعی کیوں کہیں کہ کوئی فریق ہمارا ہاتھ پکڑے۔

ہم تو اس کو ہزج مثمن صدر و ابتدا اخرب عروض و ضرب محذوف مجبق حشو اول مقبوض حشو دوم مجبق خبون کا ایک

وزن صحیح قرار دیتے ہیں ان معنوں میں یہ شعر صحیح ہو گیا۔

رباعی کے متعلق میری رائے

کے تحت میں حضرت سیماب نے اپنی ایک رباعی

اِک دن طفلی کی میزبانی کے لئے اِک دن پیری کی مہمانی کے لئے

دو دن کی تھی زندگی تو پھر اے سیماب کتنی مدت بچی جوانی کے لئے

مندرجہ بالا رباعی پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ میری رائے رباعی کے متعلق یہ ہے کہ جب کوئی ماہر فن یا غیر ماہر فن ان اوزان مخصوص میں رباعی کہنے بیٹھے گا تو ان اوزان میں سے کسی نہ کسی وزن پر اس کی رباعی ضرور ہو گی خواہ وزن کا خیال کرے یا نہ کرے۔

میں حضرت سیماب سے دریافت کرتا ہوں کہ رباعی کا پہلا شعر کس وزن رباعی پر ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا براہ مہربانی اُن دونوں مصرعوں کی تقطیع کر کے مطلع فرمائیں اُس وقت میں اُس پر کافی بحث کرونگا۔

بصورت نہ دینے جواب میرا یہ اعتراض اُن پر صحیح مانا جائیگا کہ وزن رباعی کا نہیں ہے۔ اور ان کا پہلا شعر تقطیع غیر حقیقی کی زد میں آکر خارج از بحر ہے۔

علم قافیہ

حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ جہانتک میں نے غور کیا قافیہ کی تقریر تخصیص صرف عربی شاعری کیلئے مفید ہو سکتی ہے اردو فارسی رسم الخط میں حرکات کی تسوید غیر ضروری ہے۔

میں حضرت سیماب کے خیال سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ جب عربی کی تقلید فارسی نے کی اور فارسی کی اُنگلی پکڑ کر اردو نے چلنا سیکھا تو اردو۔ فارسی کی تراکیب سے مبرا نہیں ہو سکتی۔

اگر حضرت سیماب کا خیال ہندوستان میں صحیح مانا گیا تو قوافی میں بھی مثل شاہراہ عروض حضرت سیماب کے سخت بھٹکتے پڑ جائینگے اور نا لون قوافی کے حدود سے قافیہ نکلکر مطلق العنان ہو جائیگا پھر کوئی عیب قافیہ کا نہ مانا جائیگا۔

اگر آئندہ حضرت سیماب نے کچھ تشریح فرمائینگے تو ہم انشاء اللہ ان کی تردید میں اس مسئلہ کو حل کر دینگے بصورت دیگر کسی موقع پر ہم اسکو مفصل سمجھا دینگے۔

تعریف قافیہ حضرت سیماب قوافی آسمان ریسمان صحیح قرار دیتے ہیں مگر بعض حضرات ایسے قافیوں کو ایطائے جلی میں داخل کر کے متروک کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرات معترض ایسے قوافی کو ایطائے جلی یا خفی میں داخل کر کے

اُس کی پاکدامنی پر کیوں داغ لگاتے ہیں وہ حضرات تقطیعی ایطا کی تعریف نہیں سمجھے! انشاءاللہ ہم اسکو آئندہ حضرت سیماب کے عیوب قافیہ اور ایطا کے باب میں مفصل سمجھا ینگے۔

اسی طرح حضرت سیماب محنت الفت فرصت مہلت ایسے قوافی کو جائز قرار دیتے ہیں انشاءاللہ ایطا کے باب میں ہم اس پر کافی بحث کرینگے۔

عیوب قافیہ

حضرت سیماب فرماتے ہیں کہ (عروض میں قافیہ کے چھ عیوب مقرر کئے ہیں مگر اردو میں ان کا خیال رکھنا غیر ضروری ہے)
حضرت سیماب نے ان چھ عیوب کو نہیں بتایا نہ آئندہ کسی اشاعت میں انکا ذکر کیا ہے اسلئے اس پر کوئی بحث نہیں کیجاتی۔
مجھے صرف اتنا بتا دینا چاہیئے کہ عروضیوں نے جو عیوب قوافی بتائے ہیں اردو میں وہ قابل تسلیم ہیں! ور ان کا ترک کرنے والا ضرور مجرم قرار دیا جائیگا۔ (باقی باقی)

محمد فضل الرحمن صابری

منشی محمد متین صاحب شمسی شاگرد حضرت نوح ناروی مدظلہ

زباں سے کیوں کہوں بیکار میں ایسا ہوں ویسا ہوں　　بوقت امتحان معلوم ہو جائیگا جیسا ہوں

ہزاروں رنگ بدلے آسماں نے دورِ الفت میں　　زمانہ ہو گیا تبدیل میں جیسے کا تیسا ہوں

خدا رکھے سلامت تجھ کو میرے پوچھنے والے　　نہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں نہ ایسا ہوں نہ ویسا ہوں

ستم پر شکر ادا کرنا جفا پر باوفا رہنا　　تمہارے چاہنے والوں میں بس اک میں ہی ایسا ہوں

فقط اک آپ میری قدر الفت میں نہیں کرتے　　زمانہ جانتا ہے ورنہ کیا ہوں اور کیسا ہوں

اگر تم آزماتے ہو تو اچھا آزما ہی لو　　کہوں کیا اپنے منہ سے خود سمجھ جاؤگے جیسا ہوں

مجھے معلوم ہے ساری حقیقت عشق و الفت کی　　مگر باز آ نہیں سکتا ہوں کچھ مجبور ایسا ہوں

زمانہ دے رہا ہے داد شمسی میری الفت کی
مگر اس بے وفا ہی کو نہیں معلوم کیسا ہوں

اکبر الٰہ آبادی

ہر زبان کے شعرا پر ماحول کا کچھ نہ کچھ اثر ہونا ضروری ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شاعر کا کلام اپنے عہد کا آئینہ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ ماحول کا اثر کسی شاعر پر کم اور کسی پر زیادہ ہوتا ہے کسی کے کلام سے اس کا ایک پہلو نظر آتا ہے اور کسی کے کلام سے اس کا دوسرا پہلو۔ اسی وجہ سے ان کا اسلوب بیان بھی مختلف ہوتا ہے۔ کوئی شاعر ایسا نہیں کہ زمانے کی گردشیں اس پر اثر نہ کریں بلکہ کوئی بھی اپنے آپ کو ان بلاؤں سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ البتہ کوئی مردانہ وار ان کا مقابلہ کرتا ہے اور کوئی خود بچ کر دوسروں کو بھی بچانا چاہتا ہے اور اُسکیلئے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے۔ اکبر نے زمانے کا اثر قبول کیا اور قوم کی اصلاح کیلئے مختلف طریقے اختیار کئے۔ اصلاح کے کئی طریقوں میں سے ایک طریقہ طنز کا بھی ہے۔ اور اسکی بھی کئی قسمیں ہیں۔

طنزیات کا پایہ ہجو سے بلند تر ہے۔ طنز لکھنے والے کا تخیل بلند ہے اور ہجو لکھنے والے کا مبتذل اور بازاری حتیٰ کہ سودا، انشا اور مصحفی کی ہجویں بھی کسی مہذب سوسائٹی میں پڑھنے کے قابل نہیں ہیں لیکن اگر ہم اس کی بجائے نثر میں غالب کے اور نظم میں مومن کے طنزیات کو پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ طنز کا پایہ کس قدر بلند اور ان کا تخیل کس قدر لطیف ہے۔ مومن کا شعر ہے ؎

میرے آنسو نہ پوچھنا دیکھو کہیں دامان تر نہ ہو جائے

طنز کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ شخصی، سیاسی اور اخلاقی۔ شخصی طنزیات سے اکبر نے پرہیز کیا، کیونکہ شخصی طنزیات اکثر ہجو کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر سیاسی اور اخلاقی طنزیات سے کام لیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے طنزیات میں اتنی ادبیت نہیں ہوتی جتنی کہ مومن کے یہاں ہے۔ مگر وہ مبتذل کبھی نہیں ہوتے۔

ان کے زمانے میں سیاسی غلامی کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور ذہنی غلامی بھی بڑھتی جا رہی تھی اور ہر شخص اپنے آپ کو مغربی رنگ میں رنگنے کے لئے آمادہ نظر آتا تھا۔ اس کو لوگ فخر اور باعث عزت سمجھتے تھے اور سب سے تکلیف دہ یہ بات تھی کہ اُس کا احساس بھی لوگوں کے دلوں سے اٹھ گیا تھا کہ ہم اپنے آپ کو غلامی میں اور جکڑ رہے ہیں۔ مغربی تعلیم، مذہب سے پرہیز، پردے کے خلاف تحریک تعلیم نسواں ان سب کی ایک لہر اُٹھی اور جدھر دیکھئے اُسی کا چرچا تھا۔ لوگ یہ نہ سوچتے تھے کہ ان تمام باتوں میں کوئی نقصان کا پہلو بھی ہے یا صرف فائدہ ہی فائدہ ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ ہمارے بزرگوں سے سخت غلطی ہوئی ہم اس کا ازالہ کر رہے ہیں۔ کوئی یہ سمجھتا تھا کہ

ان کی باتیں ان کے عہد میں ٹھیک رہی ہونگی۔ مگر اب اُن سے کام نہیں چلتا۔ اُسی زمانے میں سر سید احمد خاں نے اپنا پرچہ تہذیب الاخلاق نکالا۔ وہ اس بات کے لئے کوشاں تھے کہ لوگ اور خاص کر مسلمان انگریزی پڑھیں اور مغربی علوم اور فنون سیکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی ترقی اگر ممکن ہے تو صرف اسی طریقہ پر ورنہ نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنا تمام وقت اور ساری عمر علی گڈھ کالج کے لئے وقف کر دی۔ مگر اکبر کو گو وہ دوربین کے خلاف تھے اُسوجھتی بڑے دُور کی تھی۔ انہیں اس بات کا دل سے یقین تھا کہ مغربی تقلید سے مسلمانوں کا بجائے ترقی کے تنزل ہوگا۔ ان کے تمام کلام سے ظاہر ہے کہ وہ مغربیت کے خلاف ایک ردعمل تھا جب وہ دیکھتے ہیں کہ اہل مغرب اس قدر مادہ پرست ہیں کہ مادی اور مالی ترقی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور ان میں کچھ ایسے جوشیلے جوان بھی ہیں جو خدا کی ہستی کے بھی قائل نہیں۔ تو عاجز آکر کہتے ہیں ؎

بس خدا سمجھا ہے اسنے برق کو اور بھاپ کو — بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو
دیکھنا اکبر بچائے رکھنا اپنے آپ کو — برق گر جائیگی اک دن اور اڑ جائیگی بھاپ

وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو اس مغربی تقلید سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے وہ ان کو اس کا یقین دلاتے ہیں ؎

مسلمانوں کو فیض اس بزم سے ممکن نہیں اکبر — کہ اس میں عزت نام محمد ہو نہیں سکتی

تعلیم نسواں کی طرف عام توجہ بھی اسی مغرب پرستی کا نتیجہ تھی۔ اکبر جانتے تھے کہ عورتوں کو مغربی تعلیم دینا کس قدر نقصان دہ ہوگا۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ عورتوں کو کسی قسم کی تعلیم نہ دی جائے بلکہ جس طرح وہ لڑکوں کو مغربی تعلیم حاصل کرنے سے روکنا چاہتے تھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ لڑکیوں کو بھی مغربی تعلیم نہ دی جائے لڑکیوں کی تعلیم کس قسم کی ہونی چاہیئے۔ وہ خود ہی ایک پنڈت صاحب کی فرمائش سے لکھتے ہیں

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے — لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت — ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت
ہر چند ہو علوم ضروری کی عالمہ — شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
مذہب کے جو اصول ہوں اسکو بتائے جائیں — باقاعدہ طریق پرستش سکھائے جائیں
یہ کیا کہ زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے — لازم ہے کام لے وہ قلم اور دوات سے
کھانا پکانا جب نہیں آیا تو کیا مزا — جوہر ہے عورتوں کے لئے یہ بہت بڑا
پبلک میں کیا ضرور کہ جا کر تنی رہو — تقلید مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو؟
دانا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو — پڑھ لکھ کے اپنے گھر ہی میں لیڈی بنی رہو

مغربیت اور مادیت کا غلبہ لوگوں پر اس قدر تھا کہ لوگ اپنے اپنے مذہب اور تہذیب و اخلاق سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور اس کا جو کچھ نتیجہ ہوا ظاہر ہے اس لئے اکبر ایک مصلح کی حیثیت سے لوگوں کو اس کے لئے بھی نصیحت کرتے ہیں۔ مگر اس طرح نہیں کہ وعظ اور پند کے روکھے سوکھے مضامین بُرے معلوم ہوں۔ بلکہ وہ ان مضامین کو بھی اپنے مخصوص رنگ میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ لوگ انہیں پڑھ کر ہنستے ہیں اور اکبر ہیں کہ انہی ہنسی کی باتوں میں اپنا مطلب بیان کر دیتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کے دل پر ایک ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں کہ وہ خود بخود اس کام کے کرنے سے باز آنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے لئے انہیں کسی دلیل اور مباحثہ کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ اُسے اس طنز کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ان کا مفہوم آئینے کی طرح صاف نظر آتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم مذہب سے الگ ہو کر یا خدا سے برہم یا بیگانہ ہو کر کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ اور اگر بالفرض کر بھی لیں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ انہیں خیالات کو طرح طرح سے ظاہر کرتے ہیں کبھی صاف صاف کہتے ہیں کبھی طنز کے ساتھ۔ ان کے مذہب کی کیا حالت ہے وہ اپنی نظم "برقِ کلیسا" میں دکھلاتے ہیں جس کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

غیر ممکن ہے مجھے اُنس مسلمانوں سے	بُوئے خوں آتی ہے اس قوم کے انسانوں سے
لن ترانی کی یہ لیتے ہیں نمازی بن کر	حملے سرحد پہ کیا کرتے ہیں غازی بن کر
شجرِ طور کا اس باغ میں پودا ہی نہیں	گیسوئے حور کا اس دور میں سودا ہی نہیں
مجھ پہ کچھ وجہِ عتاب آپ کو اے جان نہیں	نام ہی نام ہے ورنہ میں مسلمان نہیں
میرے اسلام کو اک قصۂ ماضی سمجھو	ہنس کے بولی کہ تو پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو

ڈر ہے کہ اس نظم کی طنز کی لطافت معنی کا بوجھ نہ اٹھا سکے گی۔ آخری شعر کس قدر بے ساختہ معلوم ہوتا ہے اور اس کا کنایہ کس قدر لطیف ہے۔

اس عہد میں ایک بات یہ بھی ہے کہ خواہ کوئی شخص اپنے مذہب سے کتنا ہی بیگانہ کیوں نہ ہو مگر نکتہ چینی کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے عمل میں تو بالکل کورے مگر عیب نکالنے کے لئے سب سے پہلے تیار۔ اکبر فرماتے ہیں اور کس قدر صاف صاف ؎

اس عہد میں یہی ہے بس اہلِ نکو ئی	مذہب پہ نکتہ چینی ملت کی عیب جوئی
شوقِ عمل نہیں ہے فکرِ اجل نہیں ہے	ناصح بنے ہیں اکثر عابد نہیں ہے کوئی

جب قوم کی حالت گرتی ہے تو صرف یہی نہیں کہ اپنے مذہب سے لوگ بیگانہ ہوتے ہیں بلکہ انہیں اپنی وضع اپنی رہن سہن، اپنی زبان اپنا ادب اور اپنی تاریخ، غرضیکہ اپنی ہر چیز بری معلوم ہوتی ہے انہیں خبر

ہی نہیں ہوتی کہ ان کے یہاں بھی ایسے ایسے بڑے لوگ موجود تھے جن پر زمانہ ناز کرتا تھا۔ برخلاف اس کے انہیں ہر مغربی چیز اچھی اور قابل تحسین معلوم ہوتی ہے۔ یہی حالت ہماری اس وقت کی سوسائٹی کی بھی ہے۔ اس کی تصویر ذیل کے اشعار میں حضرت مرحوم نے کھینچی ہے ؎

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

ان کے زمانے کی یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ لوگ قوم اور ملک کے نام پر چندہ وصول کرتے اور کھا کھا کر بیٹھ رہتے ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چندہ وصول کرنے والے سب ایسے ہی تھے مگر اتنا ضرور تھا کہ سچائی سے کام کرنے والے کم تھے۔ جدھر دیکھو اُدھر چندے کی دھوم تھی۔ کوئی کہتا ہمیں یونیورسٹی کھولنی ہے۔ کوئی کہتا ہمیں قوم کی حالت سدھارنی ہے۔ کوئی ملک کو آزاد کرنے کی فکر میں تھا تو کوئی تعلیم نسواں اور پردہ کے خلاف تحریک کر رہا تھا۔ اکبر مرحوم اس کو بھی نہایت برجستگی سے اپنے کلام میں جگہ دیتے ہیں اور عام لوگوں کو بتاتے ہیں کہ چندہ وصول کرنے والوں کی دراصل کیا حالت ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

قومی ترقی کی رادھا پیاری
بیٹھی ہیں پہنے جوڑا بھاری
نو من تیل کی فکر ہے طاری
چندہ کی تحصیل ہے جاری

طنز کا اسلوب بھی ملاحظہ ہو۔

بعض لیڈرانِ ملک و قوم کی جو حالت تھی وہ بھی ملاحظہ ہوا اور لوگ ان کے پھندے میں کتنی جلدی آجاتے تھے یہ بھی دیکھئے ؎

دیکھ کے اک باضابطہ جھبکی
دنیا آپ کی جانب لپکی
آپ نے سب کی دولت ہپ کی
بزم جمائی خالی گپ کی

مگر اصلیت کیا ہے خود فرماتے ہیں ؎

یہ وادی ہے طور سے خالی
یہ محفل ہے نور سے خالی
یہ جنت ہے حور سے خالی
پاس سے خالی دور سے خالی
دیکھتا ہے اک عمر سے بندہ
بس یہی باتیں اور یہی پھندا
ہوتا ہے کچھ کام نہ دھندا
لاؤ چندہ لاؤ چندہ

مگر اکبر صاحب کے پاس ان سب کی وہی ایک دوا ہے جس کو وہ ہر مریض کو دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

کیوں رنگ حق پوش میں آؤ
غیرت پکڑ و جوش میں آؤ

مذہب کے آغوش میں آؤ غافل بندو ہوش میں آؤ

غرضیکہ جو حالت تھی اس کو انہوں نے بالکل صاف صاف بنا دیا اور اس سے جو نقصانات تھے وہ بھی ظاہر کر دئیے لیکن چونکہ وہ ایک مصلح تھے اس لئے ان کا یہ بھی فرض تھا کہ کچھ ایسی باتیں بھی بتائیں جن سے ہماری بھلائی ہو اور اُسی کے ساتھ ساتھ قوم کی بھی ترقی ہو۔ اس مقام پر بھی وہ خاموش نہیں رہتے۔ بلکہ وہ جس قسم کی تعلیم دینا چاہتے تھے اس کو بھی بہت صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے اس زمانہ میں تو لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں لیکن آجکل یہ محسوس ہو رہا ہے کہ موجودہ یونیورسٹی کی تعلیم اور طریقہ تعلیم میں کس قدر خرابیاں ہیں۔ اب لوگوں کا یہ خیال ہوا ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں ایسے مضامین بڑھائے جائیں کہ کالج سے فرصت پانے کے بعد فقروں کی خاک نہ چھاننی پڑے۔ (باقی باقی) (اماشنکر سریواستو)

آپ کے رہنمائے تعلیم کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ ذرا دل لگا کر مطالعہ فرمائیں (منیجر)

رہنمائے تعلیم لاہور نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان بھر میں اپنی شان کا ایک ہی رسالہ ہے۔ جو ماہ بماہ تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت **نوح** ناروی کی سرپرستی اور **لچھمی چند** صاحب ودیارتھی بی اے بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لٹن)، لالہ **آگیا رام** صاحب سچ، پنڈت منشی فاضل۔ ابو الفصاحت آفتاب سخن استاد الشعراء **پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی** اور حضرت **طالب کاشمیری** ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل ایسی نامور ہستیوں کی قلمی معاونت کے کرشمے دکھاتا ہے اس علمی ناقدری کے دور میں جبکہ رسائل و جرائد فقط بازاری عورتوں کی حیا سوز تصاویر شائع کر کے ہی اپنی زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ "رہنمائے تعلیم" اپنی قدیمی روایات وضعداری اور توقیر یگانہ کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اٹھائیس سال ہو چکے کہ اس بہترین صحیفہ نے ہر ہر قدم پر اپنے معاصرین کیلئے امتیاز اور انقلاب کا سامان پیدا کیا ہے "**جوبلی نمبر**" اور اس کا فسانہ نمبر نایاب چیزیں ہیں جو حضرت کثیر سے شائع کی گئی ہیں ہر معمولی پرچہ بھی رسالہ موصوف کا علمی ادبی اخلاقی طبی تاریخی زراعتی اور صنعتی مضامین کا نادر مجموعہ ہوتا ہے ہم محترم ماسٹر **جگت سنگھ** جی مالک رسالہ مذکور کو انکی مساعی جمیلہ پر دل کھول کر داد تحسین دیتے ہیں اور عوام سے بھی عرض کرتے ہیں کہ اس دلچسپ خوبصورت اور ضخیم رسالہ کا مطالعہ بلا ناغہ کریں۔ انہیں خوب استفادہ کرنے کی توفیق ملیگی سالانہ چندہ للعہ ہے۔ ملنے کا پتہ۔ **دفتر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی۔ لاہور**

ادبِ جمیل کا حسین مرقع

یعنی

رہنمائے تعلیم کا افسانہ نمبر

کی بابت محترمی علامہ صابر الہ آبادی ارشاد فرماتے ہیں

علم کی حضرت صابرؔ یہ ہے دنیا میں کلید   طالبِ فن کا بلا شک ہے اتالیق و ندیم
بھولے بھٹکوں کو سرِ راہ لگا دیتا ہے   خضرِ راہ ہے یہ رہنمائے تعلیم

جذباتِ شاطر

دامن اُلجھ پڑے نہ کہیں نوکِ خار سے   خطرہ ہے دل کو آمدِ فصلِ بہار سے
اِک داغِ عاشقی ہے مرا حاصلِ حیات   انعام یہ ملا ہے مجھے روزگار سے
عقل و خرد سے بیر دلِ ناصبور کو   عقل و خرد کو بیر دلِ بیقرار سے
بس میں نہیں ہے ضبط و وفا کا معاملہ   ٹکرا رہا جبر نہ میرے اختیار سے
مَیں کیا کرونگا وعدۂ روزِ شمار کو   ارمان بڑھ چلے میرے حدِ شمار سے
زاہد فریبِ خُلد نہ دے مے پرست کو   جنّت کا ذکر کر نہ کسی میگسار سے

طولِ اَمل کی حد ہے عدم سے ملی ہوئی
چھوٹینگے جیتے جی نہ غمِ انتظار سے

بیدانت یا ویدانت

(از محمد حمید اللہ مائل سیکرٹری ادیب اردو گوالیار)

تحفۃ الہند کے مصنف انت رام متوطن قصبہ پائل علاقہ پٹیالہ ہیں۔ کہ جو اپنا نام اسلامی عبید اللہ بنا کر ۱۲۶۸ھ میں تصنیف کرنا ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کتاب تحفۃ الہند میں جابجا لفظ بیدانت اور بید کو اوائل بائے عربی سے رقم فرماتے ہیں اور شعرائے لکھنؤ سے خواجہ وزیر کے کلام میں اکثر جگہ لفظ بید آیا ہے۔ شعر ؎

سب کو رخسار مخطط یہ ترے پیارے ہیں
بید ہندو کو مسلمان کو سیپارے ہیں

خواجہ وزیر کا یہ زمانہ بھی قریب قریب مصنف تحفۃ الہند کے ہے بلکہ ہمعصر سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ۱۲۷۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

اکثر برہمنوں سے جو دریافت کیا گیا تو وہ اب بھی اول بائے عربی سے بید بناتے ہیں۔ مگر مرہٹے اور دکھنی برہمن کہ جن کی زبان مادری مرہٹی ہے وہ بید کو واد سے یعنی وید بناتے ہیں۔

تواریخ ہند مصنفہ B. این N جہنا صفحہ ۴۰ - ۴۵ - ۵۶ وغیرہ میں کہ جو حال کی تصنیف ہے اُس میں وید واؤ سے لکھتے ہیں۔

اسی طرح رسالہ نگار اپریل ۱۹۳۲ء میں جناب عطاء اللہ صاحب سجل سیالکوٹی بھی صفحہ (۶۰) میں رگ وید وغیرہ واؤ سے رقم فرماتے ہیں۔

لہٰذا اس لفظ میں نہایت اختلاف بیانی ہے حضرات لسان الہند بالخصوص جو اصحاب شاستر سے واقف ہیں بذریعہ رسالہ رہنمائے تعلیم اسکی مدلل صحت فرمائیں کہ یہ لفظ بید بائے عربی سے یا وید واؤ سے ہے۔ مگر جواب دہندہ حضرات اپنے ان شاستروں کا حوالہ معہ نام و صفحہ و سال طباعت وغیرہ سے بھی مطلع فرمائیں تاکہ ان کے کلام کی تصدیق کی جا سکے بصورت نہ ملنے مدلل ثبوت کے کلام خواجہ وزیر کو مستند مان لیا جائیگا۔

کیا معنی کہ یہ سمجھ کر کہ ایک صدی قبل یہ لفظ بائے عربی سے مستعمل تھا اب رفتار زمانہ سے اس کا املا واو سے بدل دیا گیا ہے کیونکہ ہندی میں بے اور وے کی ایک شکل ہے زود نویس ہندی خواں حضرات بید (बेद) اور (वेद) وید کو ایک ہی شکل سے رقم فرماتے ہیں وہ بے کا پیٹ نہیں پھاڑتے مگر پڑھنے والے اصل معنی یا لفظ سمجھ کر مطلب اخذ کر لیتے ہیں یعنی عبید اللہ کو [illegible] کی اُدید اللہ لکھتے ہیں۔ یہ رواج گوالیار کے دفاتر ہندی میں اس وقت بھی موجود اور عمل پیرا ہے۔

بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری

آنسوؤں کی رانی

(از جناب محمد نقی دہلوی)

شہر میں ۔ گاؤں میں ۔ جنگلوں میں اور وادیوں میں
...... جہاں بھی انسانیت کے جذبات ترحم سے معمور
قلب اور ہمدردی و محبت سے دھڑکنے والے دل کے ساتھ
رہتی بستی ہے ۔
یہ اپنے لازوال حسن کے ساتھ وہاں جاتی ہے ۔
اور جتنی یہ قریب ہوتی جاتی ہے اُتنے ہی اُس بستی کے رہنے
والے آزردہ ہوتے جاتے ہیں ۔
اُس کا ہر چوکھٹ اور ہر دروازہ پر جانا ناگزیر ہے
آہ یہ آنسوؤں کی مستور رانی

اگر تمہاری حیات ماضی میں غم کی اُس دیوی نے تمہارے اوپر اپنا سایہ
نہ ڈالا ہو تو میں جانتا ہوں کہ مستقبل قریب میں تم اس سے ضرور
دوچار ہوگے ۔
یہ جھونپڑیوں میں ۔ گھروں میں اور محلوں میں ہر جگہ جاتی ہے ایک
فقیر اور بھکاری ۔ امیر اور بادشاہ ۔ سب سے ملتی ہے اور ہر ایک
کو اپنا کیف غم پیش کرتی ہے ....
آہ یہ آنسوؤں کی ناخواندہ رانی ۔

وہ آنکھیں .... جو مسکراتی ہیں مسرت سے
وہ روحیں .... جو گرماتی ہیں علم کی شعاعوں سے
وہ ہونٹ ...... جو پیتے ہیں مسرت کی شراب
وہ انسان ..... جو ڈرتے ہیں گناہوں سے اور
پرہیز کرتے ہیں پینے پلانے سے ۔ یہ اُن کو بھی نہیں چھوڑتی
اور اپنے غم کے بھیانک لباس میں انکے سامنے آتی ہے ۔
وہ کانپنے لگتے ہیں اور زرد پڑ جاتے ہیں ۔
اپنے پیمانہ سے ان کو غم کا زہر دیتی ہے ۔
آہ یہ آنسوؤں کی بے رحم رانی ۔

آدھی رات کو وہ غم نصیب دل جو غم کے بوجھ سے پھٹے
جاتے ہیں انکے لئے اُس کا "کڑوا گھونٹ" امرت ثابت
ہوتا ہے اور وہ پاش پاش ہونے سے بچ جاتے ہیں ۔
یہ انکے سامنے دیوی کی طرح پوری وجاہت کے ساتھ آتی
ہے اور جو دیکھتا ہے اُسکی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں ۔
آہ یہ آنسوؤں کی خوبصورت رانی

اگرچہ وہ قہقہوں کی صداؤں کو غم کے دھوئیں میں تبدیل کردیتی
ہے اگرچہ وہ ہمیں مسرتوں سے مایوس کر دیتی ہے ۔
مگر جو صحیح طریقہ سے اُسکی آؤ بھگت کرتے ہیں اُسکے ملنے کے
بعد اُنکی زندگیوں کے نئے معنی پیدا ہوجاتے ہیں ۔
وہ جذبات کی پوری طاقت سے کام لیتے ہیں ۔
یہانتک کہ وہ غمگینی کو محبت میں سمو کر ایک نرالی لذت سے آشنا ہوجاتے ہیں
آہ یہ آنسوؤں کی زندگی بخش رانی ۔

محمد نقی دہلوی ۔

بیدانت یا ویدانت

(از محمد حمید اللہ مائل سیکرٹری ادیب اردو گوالیار)

تحفۃ الہند کے مصنف انت رام متوطن قصبہ پائل علاقہ پٹیالہ ہیں۔ کہ جو اپنا نام اسلامی عبید اللہ بتا کر ۱۲۶۸ھ میں تصنیف کرنا ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کتاب تحفۃ الہند میں جابجا لفظ بیدانت اور بید کو اوّل بائے عربی سے رقام فرماتے ہیں اور شعراء لکھنؤ سے خواجہ وزیر کے کلام میں اکثر جگہ لفظ بید آیا ہے۔ شعر ؎

سب کو رخسار مخطط یہ ترے پیارے ہیں بید ہندو کو مسلمان کو سیپارے ہیں

خواجہ وزیر کا یہ زمانہ بھی قریب قریب مصنف تحفۃ الہند کے ہے بلکہ ہمعصر سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ۱۲۷۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

اکثر برہمنوں سے جو دریافت کیا گیا تو وہ اب بھی اول بائے عربی سے بید بتاتے ہیں۔ مگر مرہٹے اور دکھنی برہمن کہ جن کی زبان مادری مرہٹی ہے وہ بید کو واو سے یعنی وید بتاتے ہیں۔

نوا تاریخ ہند مصنفہ B بی۔ این N مہتا صفحہ ۴۰۔ ۴۵۔ ۵۶ وغیرہ میں کہ جو حال کی تصنیف ہے اُس میں وید واؤ سے لکھتے ہیں۔

اسی طرح رسالہ نگار اپریل ۱۹۳۴ء میں جناب عطاء اللہ صاحب سیالکوٹی بھی صفحہ (۶۰) میں رگ وید وغیرہ واؤ سے رقم فرماتے ہیں۔

لہٰذا اس لفظ میں نہایت اختلاف بیانی ہے حضرات لسان الہند بالخصوص جو اصحاب شاستر سے واقف ہیں بذریعہ رسالہ رہنمائے تعلیم اسکی مدلل صحت فرمائیں کہ یہ لفظ بید بائے عربی سے یا وید واؤ سے ہے۔ مگر جواب دہندہ حضرات اپنے ان شاستروں کا حوالہ معہ نام و صفحہ و سال طباعت وغیرہ سے بھی مطلع فرمائیں تاکہ ان کے کلام کی تصدیق کی جاسکے بصورت نہ ملنے مدلل ثبوت کے کلام خواجہ وزیر کو مستند مان لیا جائیگا۔

کیا معنی کہ یہ سمجھ کر کہ ایک صدی قبل یہ لفظ بائے عربی سے مستعمل تھا اب رفتار زمانہ سے اس کا املا واو سے بدل دیا گیا ہے کیونکہ ہندی میں ب ब اور و व کی ایک شکل ہے زود نویس ہندی خواں حضرات بید (बेद) اور (वेद) وید کو ایک ہی شکل سے رقم فرماتے ہیں وہ ب व کا پیٹ نہیں پھاڑتے مگر پڑھنے والے اصل معنی یا لفظ سمجھ کر مطلب اخذ کر لیتے ہیں یعنی عبید اللہ کو (उबैदुल्ला) یعنی اُوید اللہ لکھتے ہیں۔ یہ رواج گوالیار کے دفاتر ہندی میں اس وقت بھی موجود اور عمل پیرا ہے۔

بقلم محمد فضل الرحمٰن صابری

آنسوؤں کی رانی

(از جناب محمد نقی دہلوی)

شہر میں ۔ گاؤں میں ۔ جنگلوں میں اور وادیوں میں ..... جہاں بھی انسانیت کے جذبات ترحم سے معمور قلب اور ہمدردی و محبت سے دھڑکنے والے دل کے ساتھ رہتی بستی ہے ۔

یہ اپنے لازوال حسن کے ساتھ وہاں جاتی ہے ۔

اور جتنی یہ قریب ہوتی جاتی ہے اُتنے ہی اُس بستی کے رہنے والے آزردہ ہوتے جاتے ہیں ۔

اُس کا ہر چوکھٹ اور ہر دروازہ پر جانا ناگزیر ہے

آہ یہ آنسوؤں کی مستور رانی

اگر تمہاری حیات ماضی میں غم کی اُس دیوی نے تمہارے اوپر اپنا سایہ نہ ڈالا ہو تو میں جانتا ہوں کہ مستقبل قریب میں تم اس سے ضرور دوچار ہوگے ۔

یہ جھونپڑیوں میں گھروں میں اور محلوں میں ہر جگہ جاتی ہے ایک فقیر اور بھکاری ۔ امیر اور بادشاہ ۔ سب سے ملتی ہے اور ہر ایک کو اپنا کینۂ غم پیش کرتی ہے ......

آہ یہ آنسوؤں کی ناخواندہ رانی ۔

وہ آنکھیں .... جو مسکراتی ہیں مسرت سے

وہ روحیں ..... جو گرماتی ہیں علم کی شعاعوں سے

وہ ہونٹ ...... جو پیتے ہیں مسرت کی شراب

وہ انسان ..... جو ڈرتے ہیں گناہوں سے اور پرہیز کرتے ہیں پینے پلانے سے ۔ یہ اُن کو بھی نہیں چھوڑتی اور اپنے غم کے بھیانک لباس میں انکے سامنے آتی ہے ۔

وہ کانپنے لگتے ہیں اور زرد پڑ جاتے ہیں ۔

اپنے پیمانہ سے ان کو غم کا زہر دیتی ہے ۔

آہ یہ آنسوؤں کی بے رحم رانی ۔

آدھی رات کو وہ غم نصیب دل جو غم کے بوجھ سے پھٹے جاتے ہیں انکے لیے اُس کا "کڑوا گھونٹ" امرت ثابت ہوتا ہے اور وہ پاش پاش ہونے سے بچ جاتے ہیں ۔

یہ انکے سامنے دیوی کی طرح پوری وجاہت کے ساتھ آتی ہے اور جو دیکھتا ہے اُسکی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں ۔

آہ یہ آنسوؤں کی خوبصورت رانی

اگرچہ وہ قہقہوں کی صداؤں کو غم کے دھوئیں میں تبدیل کر دیتی ہے اگرچہ وہ ہمیں مسرتوں سے مایوس کر دیتی ہے ۔

مگر جو صحیح طریقہ سے اُسکی آؤ بھگت کرتے ہیں اُسکے ملنے کے بعد اُنکی زندگیوں کے نئے معنی پیدا ہو جاتے ہیں ۔

وہ جذبات کی پوری طاقت سے کام لیتے ہیں ۔

یہانتک کہ وہ غمگینی کو محبت میں سمونا کر ایک لافانی لذت سے آشنا ہو جاتے ہیں ۔

آہ یہ آنسوؤں کی زندگی بخش رانی ۔

محمد نقی دہلوی ۔

خمسہ بر غزل جناب بلبلِ ہندوستان فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی مرحوم نور اللہ مرقدہٗ

(از نتیجۂ فکر جناب کالکا پرشاد شاکر کھتری بریلوی شاگرد حضرت نوح ناروی مدظلہ)

بھرا کرتے ہیں دم ہر وقت سب جن و ملک تیرا　　نظر آتا ہے جلوہ ہر طرف بے شبہ و شک تیرا
نہ نکلے نام منہ سے یا خدا کیوں یک بہ یک تیرا　　یہاں بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیری فلک تیرا
کہیں ہم نے پتہ پایا نہ ہرگز آج تک تیرا

جو منکر تھے خدائی سے ہوا منہ ان کا کیا کیا فق　　جو تھے توحید کے دشمن کلیجا بھی ہے اُن کا شق
یہ لازم ہے وہ انساں ہے، یہ واجب ہے وہ ہے برحق　　صفات و ذات میں یکتا ہے تو اے احدِ مطلق
نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی مشترک تیرا

کبھی یہ چیز دیکھی تو کبھی وہ چیز دیکھی ہے　　ہمارے سامنے اک کوندتی بجلی سی رہتی ہے
تماشا تیری قدرت کا ہے قدرت تیری کیسی ہے　　جمالِ احمدؐ و یوسفؑ کو رونق تو نے بخشی ہے
ملاحت تجھ سے شیریں، حسنِ شیریں میں نمک تیرا

کہیں دریا کی موجیں ہیں کہیں دریا کے ساحل ہیں　　اگر قاتل ہزاروں ہیں تو لاکھوں ان کے بسمل ہیں
بیاں کرنے مجھے اوصاف تیرے سخت مشکل ہیں　　ترے فیض و کرم سے نور و نار آپس میں اک دل ہیں
ثنا گو اک زباں ہر ایک ہے جن و ملک تیرا

حسینانِ جہاں، ایسے اگر پیدا کئے تو نے　　تو ان کے قدرداں اہلِ نظر پیدا کئے تو نے
جہاں میں سینکڑوں زیر و زبر پیدا کئے تو نے　　کسی کو کیا خبر کیوں خیر و شر پیدا کئے تو نے
کہ جو کچھ ہے خدائی میں وہ ہے لاریب و شک تیرا

اگر وہ خوف کھا جاتے تو گھر واپس چلے آتے　　نہ فرطِ رعب سے فقرہ زباں پر کوئی بھی لاتے
عجب کیا تھا دفورِ یاس میں جی سے گذر جاتے　　نہ کیونکر طور جلتا کس طرح موسیٰ نہ غش کھاتے
کہاں یہ تاب و طاقت جلوہ دیکھے مردمک تیرا

نہ شاکر کی طرح وہ بھی کبھی ممنونِ احساں ہو　　نہ شاکر کی طرح اُس کا بھی کوئی اور درماں ہو
دمِ آخر نہ لرزاں ہو نہ مرنے سے پریشاں ہو　　دعا یہ ہے کہ وقتِ مرگ مشکل اس کی آساں ہو
زباں پر داغؔ کی نام آئے یارب یک بہ یک تیرا

شانتی

(از محترمہ جنابہ ممتاز رفیع بیگم صاحبہ مارہروی)

شانتی ایک برہمن کی لڑکی تھی۔ اس کے باپ پنڈت بھگوان دین ایک نیک اور شریف انسان تھے۔ جو عرصہ سے قصبہ مرزاپور میں رہتے تھے۔ شانتی خاصی پڑھی لکھی تھی۔ سینے پرونے اور کھانے پکانے میں ہوشیار تھی۔ اور گھر کے تمام کام کاج سے واقف تھی۔ . . . . . . اپنی فرصت کے اوقات میں رامائن اور مہابھارت اپنی ماں کو سنایا کرتی تھی۔ اور آئے ہوئے خطوط کا جواب بھی لکھ لیا کرتی تھی۔ پنڈت بھگوان دین کی یہی ایک اکلوتی بیٹی تھی۔ اس لئے ماں باپ دونوں کی تمام محبت و شفقت کا مرکز تھی۔ بڑے ناز اور امید دل سے دونوں نے اس کی پرورش کی تھی۔ اب دونوں کی دلی تمنا تھی۔ کہ شانتی کا بیاہ کسی اچھی جگہ رچائیں . . . . . . اور جیسی نیک! اور قابل لڑکی ہے۔ ایسا ہی بر اس کے لئے ڈھونڈھ کر لائیں . . . . لیکن پنڈت بھگوان دین اپنی اس آرزو میں ایک حد تک ناکام ہی نظر آتے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں میں شادی بیاہ اور منگنی و نسبت کے عجیب عجیب قاعدے اور رسم و رواج ہیں . . . . جن کے باعث لڑکی والوں کو بڑی دقتوں اور تکلیفوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اگرچہ روشن خیال اور تعلیم یافتہ لوگ اپنی ان تکلیف دہ اور دقت بخش رسوم اور قاعدوں کی اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں . . . . . تاہم ان رسموں کا رواج اب بھی بعض بعض گھرانوں میں موجود ہے . . . . . ہاں تو! ان ہی رسموں میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ لڑکی والے کو بیاہ کے وقت ایک کافی رقم لڑکے والوں کی نذر کرنا پڑتی ہے۔ اور اس رقم کی مقدار کا تعین لڑکے والوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ جن کے لڑکے قابل، تعلیم یافتہ، شریف خاندان اور اچھی صورت و شکل اور اچھے گھرانے کے ہوتے ہیں وہ کافی رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جسے اگر لڑکی کتنی ہی قابل اور کتنی ہی شریف خاندان، تعلیمیافتہ یا نیک صفات کیوں نہ ہو اور اس کے والدین کسی طرح اتنے مستطیع نہ ہوں ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یا پھر اس کی فراہمی کی سعی میں مقروض و زیر بار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور اس کا عام نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ غریب ہندو گھرانوں کی اچھی اور نیک پڑھی لکھی اور خوبصورت لڑکیاں اس رسم بد کے باعث جاہل۔ بدمزاج یا آوارہ لڑکوں کے سر منڈھ دی جاتی ہیں . . . . . یہی مشکل ہمارے پنڈت بھگوان دین کو بھی پیش آ رہی تھی۔ کہ جن جن اچھے گھرانوں میں اچھے اچھے لڑکے تھے وہ کسی طرح دس ہزار اور پندرہ ہزار روپیہ سے کم کی بات ہی نہ کرتے تھے۔ اور پنڈت جی بیچارے دو ڈھائی ہزار سے زیادہ کی ساکھ نہیں رکھتے تھے . . . . . . آخر شانتی . . . . جوان شانتی کو کہاں تک گھر میں بٹھاتے . . . . . مجبور ہو کر ایک معمولی گھرانے کے ایک ایسے ہی کم علم لڑکے کے ساتھ انہیں اپنی نیک صفت شانتی کا

بیاہ کرنا پڑا۔

شانتی عقیل تھی اور فہیم، پڑھی لکھی تھی اور سگھڑ۔ ۔ ۔ ۔ سسرال پہنچکر اُس نے اپنی بدمزاج اور جاہل ساس اور سسر کو اپنی خدمت گذاریوں اور اطاعت شعاریوں سے اپنا گرویدہ بنالیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے شوہر کے بھی دل کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا لیکن اس پر بھی شانتی کبھی کبھی اُداس ہی نظر آیا کرتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ اس کی ساس جو نہایت ہی بدمزاج اور بالکل اجہل عورت تھی شانتی کی اس خدمت اور اس نیک سلوک کے باوجود اکثر اسے بُرا بھلا کہدیا کرتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ جس سے اُس کا دکھا ہوُا دل اور دُکھ کر رہ جایا کرتا تھا۔

غرض اسی طرح شانتی کو سسرال میں رہتے رہتے چھ سات مہینے گزر گئے۔ ہولی سے پہلے شانتی کے والد شانتی کی سسرال آئے اور شانتی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے۔ ۔ ۔ ۔ شانتی کی سسرال والوں نے بھی اس موقع پر نہایت خوشی سے رخصت کردیا کہ ہولی کا موقع تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ماں کو اپنی لاڈلی بیٹی سے جدائی کا عمر بھر میں یہ پہلا ہی اتفاق تھا۔ اس لئے اس کو نہایت ہی صدمہ تھا لیکن کیا کیا جاتا۔ لڑکی کی ذات تھی۔ ایک نہ ایک دن اسے بیاہ کر رخصت کرنا ہی پڑتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب جو شانتی گھر آئی تو ماں کی خوشی کی کوئی حد ہی نہ تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن شانتی اس وقت ویسی حسین اور رعنا شانتی نہ تھی جیسی وہ بیاہ کر یہاں سے رخصت کی گئی تھی۔ ۔ ۔ ۔ اس کا خوبصورت چہرہ جو پہلے گلاب کے کھلے ہوئے پھول کی طرح شگفتہ اور حسین تھا اب سنولا گیا تھا۔ اور کملاہٹ کے آثار اُس کے بشرہ سے عیاں تھے۔ اس کے نرم و نازک ہاتھ اور گداز ہتھیلیاں چکی چلاتے اور مصالحے پیستے پیستے سخت پڑ گئے تھے اور ان میں گٹے ہو گئے تھے۔ برتن مانجتے ملتے ہاتھوں کی صفائی اور ملاحت بالکل دُور ہو گئی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ماں نے جب اپنی شانتی کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو اس کا دل بھر آیا۔ اور وہ شانتی کو کلیجہ سے لگا کر بہت دیر تک روتی رہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن شانتی نے اپنی زبان سے ایک لفظ اپنی سسرال والوں کے خلاف نہیں نکالا۔ بلکہ ایک حد تک ان سب کے برتاؤ کی تعریفیں ہی کیں۔ جس سے شانتی کے ماں باپ دونوں کو کم سے کم یہ اطمینان تو ہو گیا کہ شانتی خوش ہے اور اُسے خود کوئی شکایت نہیں۔

شانتی کو اپنے میکے آئے اب پانچ مہینے ہوتے ہیں لیکن سسرال سے اب تک نہ کوئی خط ہے نہ کوئی خبر۔ شانتی اپنے دل ہی دل میں نہایت متفکر ہے۔ اور اُس کے ماں باپ کو بھی خیال ہے کہ شانتی کو آئے اتنا عرصہ ہو گیا۔ حیرت ہے کہ نہ ساس سسرے نے کوئی خبر لی اور نہ داماد نے کوئی پرزہ خیریت کا لکھا۔ ۔ ۔ ۔ شانتی کی ماں اگر کبھی بیٹی سے پوچھتی بھی تو بیٹی یہ کہکر ٹال دیتی کہ اماں ان کے یہاں خط وخط لکھنے کا قاعدہ نہیں ہے

مَیں اتنے دن وہاں رہی نہ کسی کا خط آیا نہ کسی کو خط گیا۔ اسی سبب یہاں بھی کوئی خط نہیں آیا۔ حالانکہ شانتی دل میں خود بھی فکر مند تھی کیونکہ وہ خود کئی خط اپنی خیریت اور دریافت خیریت کے اپنی ساس اور اپنے شوہر کو بھیج چکی تھی۔۔۔ ۔۔۔ اگرچہ اُسے اپنے شوہر کی محبت کا خود بھی یقین تھا۔ اور وہ اسے محض اپنے سسرال کی دقیانوسی روش محمول کر لیتی تھی اور اس طرح اپنے دل کو تسلی دے لیتی۔۔۔۔۔۔

ادھر شانتی کا شوہر بہاری لال بھی اپنی شانتی کے میکے چلے جانے سے فکر مند رہا کرتا تھا اور شانتی کی جدائی اُسے بھی شب و روز ستایا کرتی تھی۔ لیکن وہ اپنے گھر کے قاعدے اور رسم و رواج کے باعث اپنے منہ سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔۔۔۔ ۔۔ اس طرح جب ایک مدت گزرتی چلی گئی تو اُسے یہ لَو لگی کہ کسی بہانہ خود ہی اپنی سسرال پہنچکر شانتی سے مل آنا چاہیے۔۔۔۔۔ حالانکہ اس کے لئے کچھ زبان سے نکالنا نہایت مشکل تھا۔ بہاری لال دن رات اسی اُدھیڑ بُن میں رہا کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔ آخر کار اُس کے دماغ میں ایک ترکیب شانتی کے میکہ جاکر شانتی سے مل آنے کی آہی گئی۔۔۔۔۔۔۔ ساون کا مہینہ تھا۔ بنارس کی کجلی کا اس زمانہ میں شُہرہ تھا۔ دُور دُور سے کجلی کے شوقین بنارس پہنچ رہے تھے۔۔۔۔۔ بہاری لال کے لئے اس سے بہتر اور کیا موقعہ ہو سکتا تھا۔ اُس نے اپنی ماں سے جاکر کہا کہ "ماتا! میری اِچھیا (آرزو) ہے کہ میں بنارس کی کجلی سُننے جاؤں"

"بیٹا! بھلا بنارس کس کے ساتھ جائیگا تو۔۔۔۔۔۔ ماں نے کہا "جی تو میرا بھی تھا۔ لیکن تیرے دادا کہتے تھے کہ اس سمئے (وقت) خرچ نہیں ہے۔ اگلے سال ہو آنا"

"نہیں ماتا! میں تو اسی سمئے (وقت) جاؤنگا اور اَوَشْ (ضرور) جاؤنگا۔ دادا سے کہکر مجھے تو خرچ دلا ہی دے۔۔۔۔۔۔ میری کجلی سننے کی بڑی اِچھیّا ہے" بہاری لال نے آرزو مندانہ لہجہ میں کہا۔

"آجکل بیٹا! ان کے پاس خرچ نہیں ہے۔ اب کی بار ٹھہر جا۔ بابا بشو ناتھ کی کرپا ہو گی تو اگلے سال میں بھی چلونگی" ماں نے کہا۔

"اگلے وگلے سال نہیں۔۔۔۔۔ اگر مجھے خرچ دادا سے نہیں دلاؤ گی۔ تو میں ایسے ہی چلا جاؤں گا۔ پھر چاہے کچھ بھی ہو" بہاری نے کہا۔

بہاری لال کی ماں بیٹے کی ضد دیکھ کر خاموش ہو گئی اور شام تک روپیہ کا انتظام کر دیا۔ بہاری لال اسٹیشن پہنچا اور مارہرہ کا ٹکٹ خرید کر ریل میں سوار ہو گیا۔ رستہ میں بریلی کا جنکشن پڑا۔ یہاں اُسے گاڑی بدلنی تھی۔۔۔۔ اور کاسگنج جانے والی گاڑی میں ابھی کافی دیر تھی۔ اس لئے بہاری لال شہر آیا۔ اور بازار پہنچکر حلوائی کے یہاں سے کچھ مٹھائی سسرال کے لئے خرید لایا۔۔۔۔۔۔ ۹ بجے رات کے قریب کاسگنج

کے لئے گاڑی بریلی سے چھوٹی۔ اُس میں سوار ہو کر رات کے ۱۲ بجے مارہرہ پہنچا۔ کیونکہ یہ گاڑی سیدھی آگرہ جاتی تھی اور کاسگنج پر گاڑی بدلنے کی وقت نہ تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مارہرہ ریلوے اسٹیشن سے صبح ۷ بجے کے قریب قصبہ مرہچی کے لئے یکہ مل گیا اور کوئی ۔ ۔ ۔ آٹھ بجتے بجتے یہ اپنی سسرال پہنچ گیا۔

بہاری لال جب سسرال پہنچا تو شانتی اور اس کے ماں باپ کی خوشی کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ ادھر بہاری لال بھی شانتی سے ملکر بہت ہی خوش تھا۔ لیکن اس کے دل کو برابر اندیشہ ہی رہتا تھا کہ کہیں اس کے یہاں آنے کا راز اس کے ماں باپ پہ نہ فاش ہو جائے۔ اس لئے زیادہ تر وہ گھر میں ہی گھسا رہا کرتا تھا۔ شانتی کے ماں باپ بہاری لال کے دن رات گھر میں رہنے کو اپنی شانتی کے ساتھ اُس کی محبت اور شوق پر محمول کرتے اور اس سے خوش ہوتے تھے کہ اگرچہ ان کا داماد جاہل اور کم حیثیت سہی لیکن وہ اپنی دُلہن سے محبت تو کرتا ہے اور اس کا قدردان ہے۔ اور شانتی کو اچھے گھرانے میں نہ بیاہ سکنے کا جو رنج شانتی کے ماں باپ کو تھا وہ اپنے داماد کی محبت اور سعادتمندی سے بہت کچھ جاتا رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بہاری لال نو دس دن اپنی سسرال رہ کر گیارھویں روز خوش خوش واپس ہو گیا۔ ساس سسر سب بہاری لال کو دیکھ کر بہت خوش تھے اور بہاری لال کی اس محبت کا ان کے دلوں پر بہت اثر تھا۔

بہاری لال کو اپنی سسرال سے واپس ہوئے کئی ماہ ہو گئے ادھر شانتی کی خوش بختی کہئے یا بدنصیبی کہ شانتی کے بچہ پیدا ہونے کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اب شانتی کے ماں باپ کی خوشی کا کیا ٹھکانا تھا۔ شانتی کی ماں گنگا نہانے سوروں گئی اور دیوی جی کے مندر پر جا کر پھول وغیرہ چڑھائے کہ بھگوان نے اپنی کرپا سے ان کی دلی آرزو پوری کی۔ اب پنڈت بھگوان دین اور ان کی بیوی کی یہی خواہش تھی کہ بچہ ہونے تک شانتی یہاں ہی رہے۔ اور پہلے پہل زچہ خانہ یہیں ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ادھر جب شانتی کو اپنے میکہ آئے پورا سال بھر ہو گیا۔ تو بہاری لال کے باپ نے اپنی بہو کو بلانے کا خط بھیجا ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن پنڈت بھگوان دین نے یہ ہی سوچ کر کہ ابھی شانتی یہاں ہی رہے۔ شانتی کے بلانے کے خط کو واپس بھیج دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ایک ماہ بعد خود شانتی کے سسر اپنی بہو کو لینے کے لئے مرہچی آ دھمکے۔ اور ان کا اصرار تھا کہ اب بہو کو وداع کر دیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پنڈت بھگوان دین نہایت نیکدل اور باوصف آدمی تھے۔ انہوں نے یہ ہی مناسب سمجھا کہ جب شانتی کے خسر خود بہو کو لینے آئے ہیں تو بہو کو رخصت کر دینا چاہئے۔ اس لئے انہوں نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ جس طرح تمہارے دل میں اپنی بیٹی کا زچہ خانہ پہلے پہل کرنے کا خیال ہے اسی طرح ان کے دل

ہیں بھی اپنی بہو کا پہلا زچہ خانہ کرنے کا ہوگا۔ آخر ان کے دلوں میں جو حوصلے ہیں وہ بھی تو پورے کریں ...
.... ان کے لئے بھی تو یہ خوشی کا موقعہ ہے ...... اپنے دل کی طرح اُن کے دل کو بھی سمجھنا چاہیئے"
پنڈت جی کی بیوی بھی سمجھ دار تھیں، پنڈت جی کے اس سمجھانے سے راضی ہوگئیں۔ اور شانتی کی روانگی کیلئے دن مقرر ہوگیا۔ اگرچہ بہاری لال کے والد جمنا لال جلد واپس جانا چاہتے تھے لیکن پنڈت جی کے اصرار سے دو چار دن ٹھہرنے کے لئے راضی ہوگئے۔

بھگوان دین نے اپنے سمدھی کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور مہمانداری و مدارات میں کسی قسم کی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ چوتھے دن شانتی کو پالکی منگوا کر پنڈت جی نے سوار کرا دیا کہ مارہرہ کے اسٹیشن تک پالکی میں چلی جائیگی اور وہاں سے ریل پر سوار ہو جائیگی ......

کہار جب پالکی اُٹھانے لگے تو پنڈت بھگوان دین نے کہاروں سے سمجھا کر کہا کہ "پالکی نہایت آہستہ آہستہ لے جانا۔ اس کا خیال رہے۔ اس کے بعد پنڈت جی نے جمنا لال کے کان کے پاس منہ کرکے آہستہ سے کہا کہ "ذرا کہاروں پر نظر رکھیئےگا تیز نہ لے جانے پائیں۔ لڑکی کو سات مہینے پورے ہو چکے ہیں ..... ذرا سی بے احتیاطی میں جان کا خطرہ ہے ..... ریل پر سوار کرانے اور اتارنے میں بھی ذرا خیال رکھیئےگا ..."

جمنا لال کا مُنہ فق ہوگیا ...... اور حیرت سے چونک کر پنڈت جی کا مُنہ دیکھنے لگے .... "سات مہینے؟ ...... یہ کیسے؟"

پنڈت بھگوان دین نے پھر آہستہ سے سمجھاتے ہوئے کہا "شانتی کے بچہ ہونے کو ہے اور سات ماہ پورے ہو چکے ہیں۔ اسی سے ......"

جمنا لال (بات کاٹتے ہوئے اور کچھ سٹ پٹا کر) "بچہ ہونے کو ہے ... شانتی کے۔ اور سات مہینہ ......"

پنڈت بھگوان دین نے پھر کہا "جی ہاں! شانتی کے بچہ ہونے کو ہے۔ شاید آپ کو علم نہیں"

جمنا لال بگڑتے ہوئے بولے .... "پنڈت جی! علم نہیں کی ایک ہی کہی .... سال بھر سے تو وہ یہاں ہے۔ پھر یہ بچہ کیسا ...... ہماری سمجھ میں تو آپ کی یہ پہیلی بُوجھ نہیں آتی"

پنڈت بھگوان دین نہایت ضبط کے آدمی تھے۔ اب بھی نرمی کے ساتھ کہنے لگے "کیا آپ کو اس کا علم نہیں .... خیر! میں آپ کو بتا تو رہا ہوں"

جمنا لال کو پنڈت بھگوان دین کی ان باتوں پر غصہ آ رہا تھا ...... اُدھر پنڈت جی بھی اپنے دل میں سخت نادم ہو رہے تھے اور ان کی طبیعت بھی اپنے جاہل سمدھی کی اس جہالت پر جوش کھا رہی تھی۔

لیکن وہ پھر ضبط سے کام لے رہے تھے۔

جمنالال نے ایک حقارت آمیز لہجہ میں کہا "پنڈت جی! آپ کی لڑکی تو تماشا معلوم ہوتی ہے۔ گھر بیٹھے بچہ ہوجاتا ہے۔ . . . . . . "

جمنالال اور کچھ ابھی کہنے نہ پائے تھے کہ پنڈت جی نے بات کاٹ کر کہا :۔

"ذرا جمنالال! سمجھ کے بات کرو۔ . . . . . بہاری لال یہاں آئے تھے۔ کیا آپ کو اس کا بھی علم نہیں . . . . . . "

"بہاری لال! اور یہاں آیا؟ غلط بالکل غلط . . . . . . بہاری لال اپنے سسرال آئے یہ ممکن نہیں" جمنالال نے غصہ سے گردن پھلاتے ہوئے کہا۔

"کہارو! رکھ دو پالکی پنڈت جی کے دوارے (گھر)! ہم ایسی کلموہی کو اپنے یہاں لے جاکر اپنے جنم میں داغ نہیں لگائینگے"۔ . . . . . کہاروں سے جمنالال نے کہا۔ اور پنڈت جی کی طرف دیکھ کر بولے "واہ پنڈت جی! آپ نے تو خوب دھوکا دیا"۔

بیچارے بھگوان دین ہکا بکا رہ گئے۔ کچھ دیر سمدھی کے منہ کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر سنجیدگی سے بولے "دیکھئے جمنالال جی! اب آپ اپنا منہ سنبھالئے . . . . اور زبان کو ذرا لگام دیجئے . . . . پہلے اپنے لڑکے سے تو دریافت کرلیجئے کہ وہ یہاں آیا تھا یا نہیں . . . . . اور دُور کیوں جایئے۔ خود مرتبجی والوں سے پوچھ لیجئے . . . . . . یہ نتومل لالہ موجود ہیں . . . . . . اور سوبھا رام حلوائی . . "

جمنالال نے جس کا منہ غصہ سے تمتما رہا تھا نہایت ترش لہجہ میں جواب دیا . . . . کیا میرے لڑکے کو بھی اپنی لڑکی کی طرح بے شرم سمجھ لیا ہے . . . . . پنڈت جی! وہ تو اتنا حیادار ہے کہ گاؤں میں آنا تو دُور وہ سسرال کے گاؤں کا نام تک نہیں لیتا . . . . . . سال بھر کے عرصہ میں گھر چھوڑ کر وہ ایک دن کو بھی نہیں گیا . . . . . . اپنی لڑکی کا پاپ میرے سر منڈھنا چاہتے ہو . . . . . . پنڈت جی! میں ایسی چالوں میں آنے والا نہیں . . . . . جاہل ہوں تو کیا ہے . . . . . "

بھگوان دین نے جمنالال کی ان بدتہذیبیوں کا بھی خیال نہ کیا۔ اور خود ضبط کا گھونٹ پی پی کر سنتے رہے اتنے میں نتومل لالہ اور سوبھا رام حلوائی وغیرہ بھی آگئے۔ اور سب نے جمنالال کو ہی سمجھایا۔ کہ پہلے اپنے بیٹے سے تو دریافت کرلو۔ پھر کچھ کہنا سننا۔ لڑکی کو اگر نہیں لے جاتے تو نہ لے جاؤ۔ لیکن بغیر سوچے سمجھے اور بے بوجھے دیکھے ایسی بات کہہ ڈالنا اور اتنی سخت تہمت تراش لینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ . . . . . اور لڑکے کو تو ہم نے بھی یہاں آتے دیکھا ہے۔

جمنا لال۔ سوبھا رام حلوائی اور نتو ل لالہ کے سمجھانے اور قائل معقول کرنے پر کچھ نرم پڑ گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بالآخر یہی طے پایا کہ پہلے بہاری لال سے دریافت کر لیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
چنانچہ شانتی پالکی سے اُتار لی گئی ۔ اور اُسی دن نائی کو بہاری لال کے لانے کیلئے مینسپور بھیجدیا گیا ۔

اس واقعہ کے پانچویں روز ایک نہایت وسیع دالان میں مزیچی کے چھوٹے بڑے سب جمع تھے۔ گاؤں والے الگ الگ اپنی ٹولیاں بنائے اور پنچایتیں جمائے اس ناگوار واقعہ پر بحث کر رہے تھے اور ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق کھچڑی پکا رہا تھا۔ کوئی کہتا "بھگوان دین نے بھی تو غضب ہی کیا ۔ ۔ ۔ ۔ لڑکی کی ذرا نگرانی نہ کی"۔ دوسرا کہتا" وہ کیا کرتے ۔ لڑکی کے ڈھنگ ہی ایسے تھے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک فرمانے لگے "میاں! کلجگ ہے کلجگ! جو نہ ہو تھوڑا ہے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تو اُن لوگوں کے خیالات تھے جو بھگوان دین سے لاگ ڈانٹ رکھتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو بھگوان دین سے واقف اور ان کے عقیدتمند تھے ۔ وہ یہی کہتے تھے کہ "شانتی بڑی سیدھی اور نیک لڑکی ہے"۔ "اس کو ناحق بدنام کر رہے ہیں"۔ ایک نے کہا بھئی! لڑکے کو تو خود ہم نے دیکھا تھا۔ آیا تھا۔ رہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک نے کہا "میں اپنے یکہ میں اُسے اسٹیشن لے گیا تھا"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
یہ سب چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ بہاری لال کو لئے ہوئے جمنا لال اس مکان کے صحن میں آ گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بہاری لال کے چہرے سے خود ایک اضطرابی کیفیت عیاں تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ عجیب تذبذب کے عالم میں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہاری لال کے دالان میں داخل ہوتے ہی سب کی نظریں اُس کی جانب اُٹھ گئیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جمنا لال نے اپنے لڑکے کو لے جا کر وسط دالان میں کھڑا کر دیا ۔ اور اب ایک سناٹا سا چھا گیا ۔ سب کے کان اس کی آواز پر اور سب کی آنکھیں اُس کے ہونٹوں پر تھیں کہ دیکھئے یہ لڑکا اس تمام تضیہ کا کیا فیصلہ کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "ہاں" یا "نہیں" پر ایک لڑکی کی کیا بھگوان دین کی عزت و زندگی کا تصفیہ تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بھگوان دین کی بھی اس وقت عجب اضطراری حالت تھی ۔ لیکن اُسے بہاری لال کی ذات پر بھروسہ تھا۔ کہ وہ کبھی جھوٹ نہ بولیگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح شانتی اور اس کی ماں کا جو پس پردہ بیٹھی تھی عجب حال تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دونوں کے دل نہایت زور زور سے دھڑک رہے تھے ۔ اور ایک امید شانتی کو لگی ہوئی تھی ۔ وہ اپنے شوہر کی محبت پر مطمئن تھی ۔ اور اُسے اعتماد تھا کہ میرا محبت کرنے والا شوہر میری اس تذلیل اور بدنامی کو کسی طرح گوارا نہیں کریگا ۔ اس لئے اگرچہ وہ مضطرب تھی ۔ لیکن اس کے دل کو اس اضطراب کے ساتھ ایک اطمینان تھا اور ایک امید سی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بہاری لال خود عجب اُلجھن میں مبتلا تھا۔ ایک طرف اپنی شانتی کی بدنامی کا خیال . . . . . دوسری طرف اپنے باپ کی ناراضگی کا خوف . . . . . . بہاری لال دیر تک مبہوت سا کھڑا رہا۔ اور سوچتا رہا۔ . . . اُسے رہ رہ کر یہ خیال آرہا تھا کہ اگر باپ ناراض ہو گئے تو میرا ٹھکانا کہیں نہیں . . . . . میں ان کا محتاج ہوں . . . . . کہاں رہونگا . . . . کہاں سے کھاؤں گا کہاں سے کپڑا ملیگا . . . . . . شانتی بدنام ہوگی بے شک . . . . . لیکن میں تو بے ٹھکانا نہ رہونگا۔

بہاری لال خود جاہل تھا . . . . . اور اپنے باپ کے سر پڑا ہوا تھا . . . . . . اس لئے یہی خیالات اس کے پیشِ نظر تھے . . . . بہاری لال اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ جمنا لال تڑپ اُٹھے۔ اُن کو اتنی تاب کہاں تھی۔ ڈپٹ کر بولے :-

دیکھو بہاری! دیر ہو رہی ہے۔ اگر تمہاری بیوی خراب ہوگئی ہے تو اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ . . . . . تمہارے لئے کوئی عیب نہیں . . . . تم شرم کو چھوڑو۔ اور جو بات ہے صاف صاف کہہ ڈالو . . . . مختصر بات ہے اگر تم آئے تھے تو کہدو "ہاں" اور نہیں آئے تو کہدو "نہیں" بس ہم تم سے کچھ اور پوچھنا نہیں چاہتے۔

جمنا لال یہ کہہ کر بہاری کے الفاظ سُننے کے لئے خاموش ہو گئے اور ایک مرتبہ پھر تمام دالان میں سکوت طاری ہوگیا . . . . . بہاری لال نے کچھ دیر بعد بڑی مشکل سے اپنا سر اٹھایا اور اپنے باپ کی طرف ایک بار نظر اُٹھا کر دیکھا . . . . . . اور لڑکھڑاتی ہوئی سُست آواز میں اُس کے منہ سے "نہیں" نکل گیا . . . . . .

بہاری کے مُنہ سے اس منحوس "نہیں" کا نکلنا تھا۔ کہ ایک کہرام مچ گیا . . . . . بھگواندین کے منہ سے ایک آہ نکل گئی۔ شانتی بیہوش ہو کر اپنی ماں کی گود میں گر پڑی . . . . . . اور اُس کی ماں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی گنگا جمنا بہ نکلی

بدنصیب شانتی کو اُس وقت ہوش آیا جب بہاری اور جمنا لال دونوں جا چکے تھے۔ گاؤں والے بھی اپنی اپنی بولیاں بولتے ہوئے رخصت ہو چکے تھے اور دالان میں سناٹا تھا۔ شانتی کے دل کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا۔ اس نے ہوش میں آتے ہی رونا شروع کیا۔ ماں کا جگر بھی اس دلدوز سانحہ سے اگرچہ جل چکا تھا۔ مگر بیٹی کا یہ رونا اس سے نہ دیکھا گیا۔ بے اختیار ہو کر اُسے گلے لگا لیا۔ اور کہنے لگی "شانتی بیٹی! ہراس نہ کر اور اپنی جان رو رو کر ہلکان نہ کر۔ اس رونے دھونے سے کیا فائدہ! جو ہونا تھا سو ہو لیا۔ اور جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا۔ پر ماتما

جانتا ہے کہ تو بے گناہ ہے۔ اور اسی لئے مجھے یقین ہے کہ تیرے صبر کا اجر ایک دن ضرور ملیگا۔ پس اس غمناک حادثہ کو بھول جا۔ اور سمجھ لے کہ میرا بیاہ ہی نہیں ہؤا تھا۔

دن گذرتے گئے اور غم نصیب شانتی دو مہینے کے بعد ایک بچے کی ماں بن گئی۔ لڑکے کی پیدائش پر عام طور سے خوشی منائی جاتی ہے۔ مگر یہاں سارے گھر پر ایک اُداسی کا عالم چھایا ہؤا تھا۔ سب سے زیادہ مغموم شانتی تھی۔ مگر تقدیری معاملات انسان کے بس کے نہیں ہوتے۔

بچے کی محبت ایک قدرتی عطیہ ہے جو فطرتی طور پر ماں کے دل میں ودیعت کیا جاتا ہے۔ باوجود انتہائی پریشانی کے شانتی کو بچے سے محبت تھی اور سوچتی تھی یہ پہاڑ سی عمر اسی کی پرورش اور تعلیم میں گذار دونگی۔ ایک شغل تو ہؤا۔ مگر جب وہ بچے کی طرف دیکھتی اسے اپنا بے وفا شوہر یاد آجاتا! ور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ اب شانتی کا زیادہ تر وقت پوجا پاٹ کرنے اور رامائن پڑھنے میں گذرتا۔ جو وقت بچتا وہ بچے کی پرورش میں لگاتی۔ شانتی اب کچھ دنیا سے بے تعلق سی ہو گئی تھی۔ تمام سہیلیوں اور ہمجولیوں سے اُس نے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ گاؤں میں کسی کے ہاں شادی غمی ہو اُسے کچھ سروکار نہ تھا۔ کسی نے نہ اُسے اچھے کپڑے پہنے دیکھا تھا اور نہ کبھی ہنستے۔ اب وہ بالکل خاموش رہنے لگی تھی۔

باوجودیکہ شانتی کی زندگی میں اب کسی قسم کی کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی مگر وہ موہن کی پرورش دل لگا کر کر رہی تھی اگر اُس کی امیدوں کا کوئی سہارا تھا تو صرف ننھا موہن تھا۔ اب موہن پانچ برس کا ہو گیا تھا اور شانتی نے گاؤں کی پاٹھشالہ میں اُسے پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ بچہ ذہین اور ہوشیار تھا جلد جلد پڑھنے لگا۔

جمنالال نے بہاری کی ایک دوسری جگہ شادی کر دی تھی مگر بہاری اس روز کے بعد سے نہایت مغموم اور مضمحل رہتا تھا۔ اسے ہر وقت یہ خیال آآ کر ستاتا تھا کہ میں نے معصوم شانتی کے ساتھ بڑا ظلم کیا۔ کاش! مجھ میں اتنی جرأت ہوتی کہ میں صفائی کے ساتھ اُس روز" ہاں" کہہ دیتا تو بیچاری شانتی پر مصیبت کا پہاڑ کیوں ٹوٹتا خبر نہیں غریب کس حال میں ہوگی؟ معلوم نہیں اس غم میں زندہ بھی رہی ہوگی یا نہیں؟ خبر منگاتے اور خیریت دریافت کرنے کا اُسے کوئی ذریعہ سوجھتا نہ تھا۔ سب سے زیادہ اُس کا دل یہ معلوم کرنے کے لئے تڑپتا تھا۔ کہ شانتی کے اولاد کیا ہوئی۔ آیا لڑکی یا لڑکا؟ اور اب وہ کس حال میں ہے؟ اُس کا دل بچے کو دیکھنے اور اُسے پیار کرنے کو بے اختیار چاہتا تھا۔ مگر اُس منحوس "نہیں" کے بعد نہ وہ منہ دکھانے کے قابل رہا تھا اور نہ اس میں اتنی جرأت تھی کہ باپ سے سارا واقعہ کہدے۔ اگرچہ شانتی کی محبت سے مجبور ہو کر اور بچہ کو دیکھنے کے شوق

ہیں اکثر وہ پختہ ارادہ کر لیتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو میں اب صاف کہدونگا کہ بے شک میں وہاں گیا تھا اور مظلوم شانتی بالکل بے قصور ہے۔ مگر یہ ارادہ باپ کی ناراضگی اور غصہ کے خیال سے کبھی عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔

اسی دوران میں شہر میں ہیضہ پھیلا۔ کملا دوپہر کا کھانا کھا کر فوراً لیٹی تھی کہ یکایک متلی اور دست شروع ہو گئے۔ اور تین گھنٹے کے اندر اندر وہ دوسری دنیا میں تھی۔ بہاری کو بیوی کے انتقال کا مطلق صدمہ نہ ہوا۔ کیونکہ جس دن سے وہ بیاہی آئی تھی۔ بہاری نے ایک روز بھی اُس سے دل سے بات نہیں کی تھی۔ اور نہ اُس سے کسی قسم کا علاقہ رکھتا تھا۔ اُس کے دل میں تو شانتی بسی ہوئی تھی اور وہ ہر وقت اُسی کے خیال میں محو رہتا تھا۔

دنوں کو جاتے دیر نہیں لگتی۔ اُس روز کی "نہیں" کے واقعہ کو آج بارہ سال ہو چکے ہیں۔ نہ بہاری کو شانتی کا کچھ پتہ ہے اور نہ شانتی کو بہاری کی کچھ خبر ہے۔ مگر اپنی اپنی جگہ اُس جگر خراش "نہیں" نے دونوں کے دلوں میں ناسور ڈالدیے ہیں۔ اور دونوں کو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا یہ واقعہ کل کا ہے۔

ایک روز جمنالال کی بیوی نے شوہر سے کہا "ہردوار کی پوتر دھرتی کے درشن کو بڑا دل چاہتا ہے اب کے تو چلو ذرا ہو آئیں۔ خبر نہیں کے دن کی زندگی ہے۔ مرنے سے پہلے ایک مرتبہ تو ضرور اُس کے درشن کر لیتی" جمنالال بھی راضی ہو گئے اور بیٹے سے کہنے لگے "بہاری چلنے کا ضروری سامان کر لو اور پرسوں ہم سب یہاں سے روانہ ہو جائینگے" سامان تیار ہو گیا اور یہ مختصر قافلہ ہردوار کے سفر پر روانہ ہو گیا۔

راستہ میں بریلی کا جنکشن پڑا تھا۔ جہاں گاڑی کافی دیر ٹھیرتی ہے۔ بہاری کی ماں تو گاڑی میں بیٹھی رہی لیکن جمنالال اور بہاری پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ اتنے میں سامنے سے ایک مہذب اور شریف بچہ لوٹا لئے آیا۔ اور نل میں سے پانی بھرنے لگا۔ بچہ میں خبر نہیں کیا کشش تھی کہ جمنالال اُسے غور سے دیکھنے لگے اور دیکھتے دیکھتے کہنے لگے۔ دیکھو بہاری اس بچہ کو! کیسا نیک اور شریف معلوم ہوتا ہے۔ بچپن میں تمہاری صورت بالکل ہو بہو اس بچہ سے ملتی جلتی تھی۔ خبر نہیں کس کا بچہ ہے؟ مجھے تو بڑا پیارا معلوم ہوتا ہے۔

بہاری جو دوسری طرف دیکھ رہا تھا پلٹ کر بچہ کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں بچہ لوٹا بھر کر واپس لوٹ چکا تھا۔ جب ان دونوں باپ بیٹوں کے پاس سے گذرا تو جمنالال نے بچہ کو ٹھہرا لیا اور پوچھنے لگے "لڑکے! تم کہاں جا رہے ہو"؟ لڑکے نے گردن جھکا لی اور بڑے ہی مہذبانہ انداز میں جواب دیا "جناب میں

اپنی ماں کے ساتھ ہردوار جا رہا ہوں۔" جمنالال اس پر کہنے لگے کہ "تمہارے والد ساتھ نہیں ہیں؟" چھوٹا لڑکا اس سوال سے بیحد مغموم سا ہوگیا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بہاری اور جمنالال نے جن کو اب بچے سے بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی یہ خیال کیا کہ بچے کے والد کا انتقال ہوگیا ہے جبھی تو یہ اس کے ذکر پر اتنا پریشان ہوگیا۔ جمنالال نے بچے کی دلدہی کرتے ہوئے کہا "اچھا بیٹا! یہ تو بتاؤ کہ کہیں بریلی کے رہنے والے ہو یا کہیں اور کے؟" لڑکے نے کہا "نہیں جناب ہم مرتجی میں رہتے ہیں۔ امّاں کا ہردوار کے درشن کو جی چاہا میرے سکول میں چھٹیاں ہو رہی تھیں۔ اُن کے ساتھ چلنے کو کوئی تھا نہیں۔ اس لئے انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔"

مرتجی کا نام سنتے ہی دونوں باپ بیٹے چونک پڑے۔ جمنالال نے اسی گاؤں میں اپنے بہاری کی شادی کی تھی۔ مگر اب وہ بارہ برس پہلے کے واقعہ کو اور اپنی بہو کو دونوں بھول چکے تھے۔ مرتجی کا نام سنتے ہی وہ سارا نظارہ ایک دفعہ ان کی آنکھوں کے آگے پھرنے لگا۔ اور وہ کچھ حیران سے رہ گئے۔ بہاری نے گھبرا کر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ لڑکے نے کہا "مجھے موہن کہتے ہیں۔"

اب تو بہاری کو تاب نہ رہی کیونکہ جب آج سے بارہ برس پہلے وہ باپ سے چھپ کر شانتی کے پاس آیا تھا تو رخصت ہوتے وقت اُس نے بیوی سے کہا تھا کہ "اگر لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام موہن رکھیں گے۔" پس "موہن" کا نام سنتے ہی بجلی کی سی سرعت کے ساتھ وہ دلفریب سین اُس کے سامنے آگیا جب اس فقرے پر معصوم صفت شانتی نے شرما کر گردن جھکا لی تھی بڑی ہی بیقراری کے ساتھ اُس نے پوچھا "موہن! تم اپنی ماں کا نام بتا سکتے ہو؟" لڑکے نے بھولے پن سے جواب دیا "جی! میری ماں کا نام "شانتی دیوی" ہے۔" یہ سنتے ہی ضبط و صبر کی باگ قطعاً بہاری کے ہاتھ سے چھوٹ گئی! اور وہ بے اختیار ہو کر بغیر باپ کی موجودگی کا لحاظ کئے ہوئے آگے بڑھا اور لڑکے کو گلے لگا کر اُس کی پیشانی چوم لی اور زار و قطار رونے لگا۔

جمنالال نے جو یہ عجیب و غریب نظارہ دیکھا تو حیران اور ششدر رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ کیا ہوا! ادھر بہاری جو تمام شرم و لحاظ کو بالائے طاق رکھ چکا تھا کہنے لگا "موہن فوراً مجھے چل کر بتاؤ کہ تمہاری امّاں کس ڈبے میں بیٹھی ہیں؟" اب تو جمنالال کو ذرا ہوش آئی اور وہ کہنے لگے "پاگل ہوا ہے۔ یہ تجھ پر کیا خبط سوار ہوا۔ غیر عورتوں کو دیکھتے شرم نہیں آتی؟" بہاری اب بالکل بے قابو ہو چکا تھا۔ سر جھکا کر کہنے لگا "پتا جی! یہ عورت غیر نہیں بلکہ آپ کی بہو ہے۔ چاہے مارو۔ چاہے چھوڑو۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھ جیسا پاپی اس سنسار میں نہ ہوگا۔ میں آپ سے آج صاف طور پر اقرار کرتا ہوں کہ میں آپ سے چھپ کر بے شک سسرال گیا تھا۔ اور وہاں تو دس دن تک رہا تھا۔ مگر آپ کے ڈر اور خوف سے میں نے اُس روز بھری سبھا میں اس سے انکار کر دیا تھا۔ مظلوم شانتی درحقیقت

بالکل بے قصور تھی اور اس کی ساری مصیبت اور تکلیف کا موجب صرف میں تھا۔ مجھے یہ کہنے میں اب کچھ تامل نہیں ہے کہ یہ پیارا موہن آپ کا ہی بیٹا ہے۔ آپ ابھی خود فرما چکے ہیں کہ بچپنے میں میری شکل بالکل اس سے ملتی جلتی تھی۔ پس اب کیا شک رہا۔ علاوہ ازیں دیکھ لیجئے کہ اس کی ہتھیلی پر بھی ویسا ہی تل موجود ہے۔ جیسا میری ہتھیلی پر ہے"۔ یہ کہتے کہتے اُس نے لڑکے کا ہاتھ محبت سے پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا "چلو بیٹا اپنی ماں کے پاس"۔ جمنالال نے روکا اور کہا "ٹھہرو۔ میں بھی اپنی بہو کے پاس چلتا ہوں۔ مجھ پر سارا معاملہ ظاہر ہو چکا ہے۔ دراصل یہ ساری مصیبت تمہارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے! اگر تم مجھ سے اُس وقت اپنے مرتکب ہونے کا اقرار کر لیتے تو ہم اس وقت شانتی سے کیوں شرمندہ ہوتے"۔

موہن کو واپس آنے میں دیر ہوئی تو بیکس اور غریب ماں جس کی زندگی کا سہارا یہی بچہ تھا بیقرار ہو گئی۔ اور سینکڑوں بُرے بُرے خیال آ آ کر اُس کو اپنا بھیانک چہرہ دکھانے لگے۔ اُس نے سب کچھ کھو کر ایک بچہ پایا تھا۔ اب وہ اُس کو اپنی آنکھ سے اوجھل کس طرح دیکھ سکتی تھی۔ پریشان ہو کر گاڑی سے اُتر پڑی۔ تاکہ اپنے پیارے بچے کو تلاش کرے۔ گاڑی سے اتری ہی تھی کہ اُس کی آنکھوں نے انتہائی حیرت کے ساتھ دیکھا کہ شوہر اور سُسرا سامنے سے چلے آ رہے ہیں اور موہن اُن کے ساتھ ساتھ ہے غم نصیب شانتی اس غیر متوقع نظارہ کی تاب نہ لا سکی! اور پلیٹ فارم ہی پر بیہوش ہو کر گر پڑی۔

شانتی ابھی تک زندہ ہے۔ مگر اُس کا غم و الم اور مصائب کا زمانہ مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے۔ اس کو اپنی گمشدہ دولت مل چکی ہے۔ بہاری کے دن پھر گئے ہیں۔ اب وہ ایک بہت بڑا ساہوکار اور شہر کے چوٹی کے رئیسوں میں سے ہے۔ حال ہی میں چالیس ہزار کی لاگت سے اُس نے اپنے رہنے کے لئے ایک عظیم الشان کوٹھی بنوائی ہے۔ اور خوش نصیب شانتی اس کوٹھی میں رانی بن کر حکومت کر رہی ہے۔ وہ پچھلے دنوں کو بھول چکی ہے اور اب عیش و مسرت کی دنیا میں مصروفِ گلگشت ہے۔ موہن بڑے امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتا ہے۔ مگر بڑا ہی نیک۔ سعادت مند اور فرمانبردار لڑکا ہے۔ آجکل ایم اے کی کلاس میں تعلیم پا رہا ہے۔

ضروری اطلاع — خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت سے معذور تصور فرما دیں۔

(منیجر)

انتقامِ فطرت

(از ابر انصاری گنوری)

"خدا! اے فلک زدوں کے خدا! کیا میری بڑھتی ہوئی بربادیوں کو چشم کرم سے نہ سراہا جائیگا؟ کیا میری پریشانیاں اسی طرح روز افزوں ترقی کرتی رہینگی؟ میں گنہگار ہوں . . . . ہاں میں گنہگار ہوں۔ مگر کس کی؟ . . . . تیری۔ تو کہ تو نے آدم و حوّا کی خطا معاف کی۔ تو نے نوح کی کشتی پار لگائی۔ تو نے ستونتی سیتا کو راون کے پنجہ ستم سے رہا کیا۔ تو کیا آج یہ آدم و حوّا کی بیٹی تجھ سے اور تیری جوش میں موجزن رہنے والی رحمت سے مایوس ہو جائے؟ . . . .

اچھا اگر میں گردن زدنی ہوں عصیان و خطاکاری کو میں نے عادت ثانیہ بنا لیا ہے تو امینہ و تہمینہ تو معصوم ہیں۔ وہ تو کمسنی کے سبب سے نہیں سمجھ سکتیں کہ کل ہم عیش کا گہوارہ کیوں بنی ہوئی تھیں اور آج دو دو وقت کے فاقے ہم کو کس جرم میں ہو رہے ہیں؟ آہ! جب وہ زندہ تھے کیسے کیسے خوبصورت سرد و گرم کپڑے ان بچیوں کو پہنا کر گود میں لئے پھرتے تھے۔ انہیں بچیوں کے چشم و ابرو کے اشارے پر اچھی اچھی مٹھائیاں۔ اچھے اچھے کھلونے حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ آج وہ جب کسی کو مٹھائی کھاتا ہوا دیکھتی ہیں تو حسرت سے میرا منہ تک کر رہ جاتی ہیں اور کچھ نہیں کہتیں۔ یہ جنوری کی سردی کا عالم! یہ آسمانوں سے برف باری کا مہیب سماں!! اور یہ ہم تینوں ماں بیٹیوں پر ایک پرانی چادر! مولیٰ! اب تو گذر نہیں ہوتی۔ آقا! تو نے ہمیں روئی کے گدے اور خوبصورت رضائی اور لحافوں کی عادت کیوں ڈال دی؟ مکان کی چھت نکل چکی ہے۔ کواڑیں فروخت کر کے بچیوں کو کھلا چکی ہوں۔ اتنا بھی تو نہیں کہ ان لمبی لمبی راتوں میں ہوا کی روک ہو جس سے ہم بلاکشوں کو گھنٹے دو گھنٹے تو نیند آ جائے۔ تمام رات کانپتے ہی گذرتی ہے۔ میں تو ایسا بھی کرنے کو تیار ہوں کہ دن میں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر لاؤں اور رات کو آگ کے سہارے سے گذار دوں۔ مگر میں پردہ نشین ہوں میرے باپ اور شوہر کا شمار ذی عزّت ہستیوں میں تھا۔ آج اپنے پیوند لگے ہوئے پرانے میلے کپڑوں کی نمائش کرانیکو حمیت گوارا نہیں کرتی۔ شرم آتی ہے۔ پھر یہ بھی سوچتی ہوں کہ ممکن ہے میرے اس فعل سے میرے شوہر کی روح جنّت میں مضطرب ہو جائے۔ آہ . . . . ! اے پروردگارِ عالم! کیا تو مجھے اس وقت دیکھتا ہے جبکہ رات کے دو بجنے والے ہوتے ہیں۔ جاڑا اشباب پر ہوتا ہے۔ دنیا گرم گرم لبادے پہنکر بھی پیشاب تک کرنیکو اٹھکر جانے میں ہچکچاتی ہے اور میں دو دھڑی پسائی کا اناج پیسنے کو اٹھتی ہوں۔ میرے ہاتھ ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ ہر جانب سے ہوا کے جھونکے مجھے تودۂ برف بنا کر بیکار محض کر دیتے ہیں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا خون میری رگوں میں منجمد ہو گیا۔ اسلئے کہ مجھے چادر امینہ و تہمینہ کیلئے چھوڑنی پڑتی ہے اور چکّی سے صبح تک سر مارنا میرا فرض ہوتا ہے کیونکہ اس مزدوری پر ایک وقت

روکھی سوکھی مل جانے کا سہارا ہے ؟

پرسوں رحمت اللہ چکی بھی یہ کہکر اٹھالے گیا کہ تمہارے شوہر پر ہمارا ڈیڑھ روپیہ دست گرداں چاہیئے تھا اس کے بدلے میں یہ چکی نہ چھوڑونگا - اب پسائی کا سہارا بھی گیا - کل نو دن بھر بچیوں کو یہ دھوکے دے دے کر سُلا دیا کہ رات کو روٹی پکا ئینگے اب انہوں نے صبح سے اُٹھ کر گھر کو محشر بنا رکھا ہے - مجھے اپنے پھٹے ہوئے کرتے اٹھا اٹھا کر پیٹ دکھاتی ہیں جنکی کھالیں سکڑوں سے جا لگی ہیں ! اور کھانے کا مطالبہ کرتی ہیں - بتا . . . . ہاں بتا . . . . اے بیکسوں کے سہارے ! اب میں کیا کروں ؟ . . . . میں تو سنتی تھی کہ تو بھوکا اٹھاتا ہے مگر بھوکا سُلاتا نہیں پھر یہ کل سے کیا ہو رہا ہے ؟ اب مجھے بچیوں کی فریاد نہیں سنی جاتی - تو کیا ہی چادر لپیٹ کر بھیک کو نکل پڑوں ؟ . . . . مگر نہیں . . . . یہ تو مجھ سے نہ ہو سکیگا محنت میں کوئی عیب نہیں - اب تک پسائی کی محنت کر کے گذر کرتی ہی تھی پھر اب محنت بھی کروں تو کیا کروں" ؟

یہ باتیں تھیں جو مظفر مرحوم کی بیوہ جس کا پیکر بیکسی و شوربختی کا مجسمہ بنی ہوئی رو رو کر اپنے گھر میں بیٹھی اس خدا سے کہہ رہی تھی کہ جب کسی کے سب سہارے ٹوٹ جاتے ہیں تو اُسی کی ذات سہارا بن کر ہمت بندھایا کرتی ہے -

(۴)

رحمت اللہ جولاہوں کے ایک ایسے محلہ کا رہنے والا ہے جو میونسپلٹی کی حدود سے ایک میل پر واقع ہے - اس وقت اس کی عمر ۵۰ سال کے قریب ہے - عنفوان شباب میں وہ ایک رئیس اعظم چودھری ملن صاحب کا کارندہ تھا - جس سے ملن کے شباب کو عیش کیلئے غلط کاریوں پر لگا دیا کہ اس صورت سے علاقہ کو میں اچھی طرح لوٹ سکونگا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - ملن صاحب نشۂ جوانی میں شاہدانِ بازاری کے ساتھ منہمک عشرت پر رنگ رلیاں مناتے ہیں اور رحمت اللہ دونوں ہاتھوں سے علاقہ کو لوٹ رہا ہے - وہ نطاقی محسن کُش - دغا باز - عیار واقع ہوا تھا - اس لئے تھوڑی ہی مدت میں ملن صاحب کا بیشتر علاقہ ان کے ہاتھوں سے نکلوا دیا جس میں مشکل سے زمیں بیچارے کو آدھے سے کم روپیہ نصیب ہوا ہوگا - اور باقی سب اس مکار کارندہ کی زنبیل میں سما گیا - اس نے علاقہ کی آسامیوں کو طرح طرح سے ستایا - انکی مستورات کی عصمت دری کی - انکے گھروں میں آگ لگوا دی - انکی ہری کھیتیاں کٹوالیں -

رحمت اللہ ایک بلائے بے درماں تھا جعل سازی میں ماہر - مقدمہ بازی میں یکتائے روزگار - ہر شریف اس کے نام کو سنکر کانپ اٹھتا تھا - لوگ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ اس ظالم مکار کا سامنا نہ ہو - وہ شاعر بھی تھا اور چونکہ ایسا شخص حقیقی شاعر نہیں ہوسکتا لہذا اُسکا باطنی خُبث شرفا کی ہجو کی صورت میں رونما ہوا کرتا تھا - وہ چند دن کے بعد اپنی ان ظالمانہ حرکات کے باعث ملن صاحب کے یہاں سے علیحدہ کر دیا گیا - اسکے بعد اس نے ایک اور زمیں کو پھانسا اور اُسکی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دی - غرض اُس نے اس طرح کئی رئیسوں کو ختم کیا اور جب لوگ سمجھ گئے کہ یہ بلائے بے درماں اس قابل نہیں کہ اس سے کوئی خدمت لیجائے تو یہ ہر دروازہ سے مایوس ہو کر گوشہ نشین ہو گیا . . . . اس نے اسی حرام کی

کمائی سے اپنے دونوں بیٹوں کو انٹرمیں بھی کرالیا تھا جو اب ایک ریلوے میں اور ایک محکمۂ نہر میں ملازم ہیں اور دونوں کی شادیاں بھی کرلی تھیں جنکی اب تقریباً نصف درجن اولاد بھی ہے ۔

مظفر اس رحمت اللہ کا رشتہ قریب سے بھائی تھا جو بے پڑھا لکھا ہونے کے باعث میونسپلٹی کے چپڑاسیوں میں ملازم ہوگیا تھا اور چونکہ سیدھا اور شریف و نیک نفس تھا ۔ اسلئے فطرت اسکی تھوڑی تنخواہ میں اپنی برکتیں شامل کرکے اچھے اچھوں سے اس کی گذر اچھی کراتی تھی ۔ مظفر اور رحمت کے گھر کا صحن ایک ہی تھا ۔ اور آمنے سامنے دونوں کے دالان تھے ۔ رحمت اللہ نے اپنی فطرتی خباثت و بے ایمانی کے ماتحت ایک سادہ اسٹامپ پر کسی گواہی کے دھوکے سے مظفر کے انگوٹھے کی نشانی لے کر رکھ لی تھی ۔

(۳)

عین اس عالم میں جبکہ شاہدہ ذات احدیت میں فنا ہو کر عبد و معبود کے گہرے راز و نیاز کے مدارج طے کر رہی تھی جبکہ وہ دو روز کے فاقہ کی حالت میں تمام شب تکلیف سرما کی روح فرسا مصائب کی داستان اپنے سچے آقا کو اس طرح مخاطب کرکے سنا رہی تھی ۔ جیسے اُس کی آنکھوں سے جملہ حجابات ظاہری اُٹھ چکے ہیں اور وہ بالمقابل خدا کو پا رہی ہے دو سپاہی اور ایک امین گھر میں داخل ہو جاتے ہیں اور بیوہ مظلوم شاہدہ کو للکار کر خطاب کیا جاتا ہے کہ تم سب اس گھر کو خالی کر دو کیونکہ قرضہ کے عوض یہ نیلام ہو چکا جس کا دخل رحمت اللہ کو دلانے کی غرض سے ہم لوگ آئے ہیں ۔ بہت دیر تک شاہدہ بیکر تحیر بنکر ان لوگوں کا منہ تکتی ہے گویا کہ وہ ایک حرف بھی نہیں سمجھی ۔ یہ اپنی ڈیوٹی کے پابند فرشتگان اجل پھر اس مظلوم کو واقعات سمجھا کر اس سے مکان خالی کر دینے کی فہمائش کرتے ہیں ۔ شاہدہ سمجھتی ہے اور آسمان کی طرف ایسی حیرت آمیز نگاہوں سے تکتی ہے کہ اگر وہ نظریں پتھر پر پڑجائیں تو خون ہو کر بہ جائے ! اور دو سیکنڈ کے وقفہ کے بعد ایک دردناک چیخ مار کر بیہوش ہو جاتی ہے ۔ دونوں معصوم بچیاں حیرت سے ان نو واردوں کا منہ دیکھ کر ماں کی اس حالت پر نظر کرتی ہیں اور گھبرا گھبرا کر اس طرح روتی ہیں گویا کہ ابھی قیامت برپا ہو جائیگی اور زمین کے طبقے الٹ جائینگے ۔ محلہ کے تمام آدمیوں کا اس ویران کدہ میں ٹھٹ لگجاتا ہے ۔ اور آن واحد میں یہ غمکدہ ماتمکدہ بن جاتا ہے ۔ ہر کسی کی آنکھ سے آنسو جاری ہیں اور ہر شخص اپنی جگہ ایک پیکر اضطراب بنا ہوا نظر آتا ہے ۔ رحمت اللہ کو سب کی ذلیل اور انتقام بیز نظروں نے گھیر لیا ہے مگر قانون سے مجبور کیا کیا جا سکتا ہے ۔

بیکس شاہدہ ہوش میں آتی ہے اور سب اسکو تلقین صبر کرتے ہوئے مکان خالی کر دینے کی فرمائش کرتے ہیں ۔ وہ . . . "ٹھہرو" . . . . . کہکر اٹھتی ہے اور دالان کے کھمبے سے لپٹ کر رونا شروع کرتی ہے ۔ اسکو ذی ہوش انسان سمجھ کر اپنی بھرائی ہوئی آواز میں یوں مخاطب کرتی ہے . . . . "اے میرے مرحوم شوہر کے گھر ! کیا تو وہی ہے کہ جس کا ہر ایک ذرہ مجھے سرور و شادمانی کا پیامبر بنا ہوا تھا ؟ . . . کیا تیرا ہر گوشہ مجھے

جنت نشان نہیں تھا؟ . . . کیا تیری رنگین زمین مجھے امن و راحت کا گہوارہ نہیں تھی؟ . . . . . کیا تیرے ہر در و دیوار پر میری دائمی خوشی نہیں کھیلا کرتی تھی؟ . . . کیا تجھ سے میرا یہ عہد نہ تھا کہ تجھ میں ڈولا آیا ہے اور جنازہ جائیگا؟ . . . . پھر یہ سرد مہری کیسی؟ . . . یہ بیوفائی کیوں؟ . . . . کیا تو بھی میرے مرحوم پنے کا شوہر کی طرح ہو گیا جس نے کہ جوانی اور امیدوں کے دور میں مجھے دغا دی؟ . . . کیا واقعی میں تجھ سے جدا کر دی جاؤنگی؟ . . . . بتا . . . . جلد بتا . . . . یہ کیسا انقلاب ہے؟ . . . کیا تیری اس پر نظر نہیں ہے کہ یہ شریف زادی جس کا میکہ پہلے ہی برباد ہو چکا ہے ان دو معصوم بچیوں کو کہاں لیکر جائیگی؟ . . . . . نہیں نہیں . . . میں تجھ سے زندہ رہ کر جدا نہیں ہو سکتی . . . اگر تیری یہی خوشی ہے کہ میں تجھ سے الگ ہو جاؤں تو ضرور ہو جاؤنگی . . . . مگر اس طرح نہیں"۔

یہ کہکر وہ ایک گوشہ کی طرف بے تابانہ دوڑتی ہے اور اپنے مرحوم شوہر کا ایک تیز چاقو کھولکر خود کو ہلاک کرنا چاہتی ہے کہ روتے ہوئے دونوں تماشائی دوڑ پڑتے ہیں۔ میرے محترم دوست مولانا بصیر ایڈووکیٹ بڑھ کر اس کے ہاتھ کی گرفت سے چاقو کو چھڑا کر کہتے ہیں . . . . . . "بہن! صبر کر۔ واقعی آج تجھ پر وہ وقت ہے کہ سورج کی نگاہوں نے کم دیکھا ہوگا۔ دل کو تسلی دے۔ میری خدمات تیرے ساتھ ہیں۔ چل میرے گھر چل۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری نیک دل اہلیہ تجھے اپنی بہن سمجھ کر تیری دلجوئی سے گریز نہ کریگی"۔

ٹھیلا آتا ہے اور یہ شریف زادی مولانا بصیر کے مکان پر اپنی زندگی کے دو سال نہایت عیش سے گذار کر راہی ملک بقا ہو جاتی ہے۔ دونوں بچیوں کی شادیاں مولانا بصیر خود اپنے مصارف سے اس طرح کرتے ہیں کہ غالباً انکو یہ خیال خواب میں بھی نہیں ہو سکتا کہ آج ہمارے ماں باپ ہوتے تو یہ سامان دیتے۔

(۴)

دو برس کے بعد رحمت اللہ اس مکان کو پختہ تعمیر کرتا ہے اور اس کا بڑا لڑکا شاطر مع اہل و عیال اس میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اس گھر میں سکونت کی پہلی شب ہے۔ رات کے دو بجے ایک ہولناک چیخ سنائی دیتی ہے۔ تمام گھر دوڑ پڑتا ہے۔ چراغ جلانے پر معلوم ہوتا ہے کہ شاطر کی بیوی منہ بھر بھر کر زندہ خون کی کلیاں کر رہی ہے سب "کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" کے سوالات سے اُسے پریشان کرنے لگتے ہیں۔ وہ دم توڑتے ہوئے کہتی ہے . . . . "شاہدہ . . . نے . . . . میرے . . . . . سینے پر . . . . چڑھ کر . . . . میرے دل میں چاقو . . . . وہی . . . . مظفر والا . . . . چاقو . . . . . بھونک دیا ۔ اس . . . . . گھر . . . . . سے . . . . . میرے دونوں . . . . بچوں کو . . . . . جلد . . . . . لیجاؤ"۔

اس واقعہ کو ایک سال گذر جاتا ہے۔ شاطر کی دوسری شادی ہو جاتی ہے اور چار برس اپنے قدیم مکان میں گذرنے پر دونوں بھائیوں میں باہم ناچاقی ہو جاتی ہے۔ شاطر کو مجبوراً پھر مظفر والے مکان میں منتقل ہونا پڑتا ہے اور

پہلی ہی رات ٹھیک دو بجے وہی ہیبت ریز چیخ سننے میں آتی ہے اور دیکھنے پر شاطر کی پہلی بیوی کی طرح وہی خون کی کلیاں ہیں اور وہی شاہدہ کا چاقو دل میں اتر جانے کا شکوہ اور وہی اس کی وصیت کہ میرے دونوں بچوں کو اس گھر میں نہ رکھنا۔

اب مدت مدید سے وہ مکان مقفل پڑا ہے اور جس اولاد کے لئے یہ ظلم ایک بیکس عورت پر توڑے گئے وہ روز وشب رحمت اللہ کو نشانۂ تیر ملامت بناتی رہتی ہے۔ اس کی جسمانی طاقتیں جواب دے چکی ہیں اور ایک طرف ایک طرف ایک منڈھیا ڈال کر رحمت اللہ کو کس مپرسی کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کی سماعت و بصارت ختم ہو چکی ہے اور نہایت ذلت کے ساتھ اپنے ہی بول و براز میں آلودہ کرب کے عالم میں چیخیں مار مار کر اپنی موت کی دعائیں مانگا کرتا ہے اور گھر کا کوئی متنفس اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔

(۵)

رحمت کے دونوں لڑکے اپنی ملازمت پر ہیں۔ ایک شادی کے سلسلہ میں دونوں کی بیویاں مع بچوں کے ہمت نگر گئی ہوئی ہیں۔ رحمت اللہ کے مکان سے ملحق چودھری محمد صابر کا مکان ہے جس کی از سر نو تعمیر ہو رہی ہے۔ کسی قانونی پوائنٹ کے ماتحت محمد صابر رحمت اللہ کے خالی گھر کو توڑوا کر ایک دن اور ایک رات میں تعمیر کرا کر اپنے گھر میں شامل کر لیتے ہیں۔

لڑکوں کی بیویاں شادی سے واپس آتی ہیں اور گھر کی دنیا کا نقشہ بدلا ہوا پا کر نہایت پریشان ہیں کہ کدھر جائیں۔ مظفر نگر والے مکان میں کس کی ہمت ہے جو قدم بھی رکھ سکے۔ تار کے ذریعہ سے دونوں لڑکے بلائے جاتے ہیں۔ مقدمہ دائر ہوتا ہے اور ہار جاتے ہیں۔ ایک کرایہ کے مکان میں زندگی بسر کی جاتی ہے۔ رحمت اللہ پرانی جھونپڑی میں اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ اس کو بچوں کے ذریعہ سے دو وقت کھانا پہنچا دیا جاتا ہے۔

ایک روز جب بچہ کھانا لے کر جاتا ہے تو رحمت اللہ کو مردہ پاتا ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ کوئی عزیز وقریب پاس نہیں۔ دونوں لڑکے ملازمت پر ہیں۔ رہی پڑوسیوں کی ہمدردی وہ تو کسی کو کبھی تھی ہی نہیں رہی سہی شاہدہ کے واقعہ نے ختم ہی کر دی بلکہ نفرت سے بدل دی تھی۔ کامل ۴۸ گھنٹے لاش پڑی سڑتی ہے اور مجبوراً پڑوسی چندہ فراہم کر کے اس فتنے کو زمین میں دبا دیتے ہیں۔

مکرمی نسیم صاحب لکھتے ہیں کہ **افسانہ نمبر** کو تین دفعہ مطالعہ کر چکا ہوں۔ ہر دفعہ نیا لطف محسوس ہوتا ہے۔ اس نمبر کی اشاعت یقیناً ادبی سرمایہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ آپ کی کوششوں کی داد کیا دوں۔ آپ داد کی بجائے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ فقط۔

نہایت مختصر افسانۂ دل

راز

آہ۔ اُس دن کو آج سترہ برس ہو گئے۔ جوشِ جوانی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اُمنگوں اور آرزوؤں کا لشکر تباہ ہو گیا۔ امید کا لہلہاتا ہوا باغ یاس انگیز ادخزاں کے جھونکوں نے برباد کر دیا۔ عہدِ شباب کی مستی نہ رہی۔ اب نہ کوئی امنگ ہے نہ ترنگ لیکن میں نے وہ راز ابھی تک کسی سے نہیں کہا۔ آہ۔ وہ دن جب وہ عالمِ شباب میں بیخود دنیا کی شرم و حیا کو اپنے دامن میں چھپائے لڑکپن اور الھڑپن کو بھولکر منزلِ حیات کی راہ پر میرے قدم بقدم رواں تھی۔ اُس دن مجھے خیال آیا کہ وہ راز اس سے کہہ دوں لیکن اس وقت میں اس قابل ہی نہ تھا۔ رعبِ حسن نے مُنہ پر مُہر لگا دی۔ حیا نے لب بند کر دیئے۔ میں نہ کہہ سکا۔

اس کے بعد جب وہ عالمِ شباب کے پُرجوش خیالات سے آراستہ ہستی کے میدانِ جنگ میں میرا ساتھ دینے کو آمادہ ہوئی مجھے خیال آیا کہ کہدوں لیکن محبت کے جوش نے اور الفت کی مدہوشی نے اشارہ کیا۔ میں چپ رہا۔ نہ کہہ سکا۔ موقع اور تنہائی کی جستجو میں رہا لیکن آہ کبھی تنہائی نصیب نہ ہوئی۔ میں نہ غور کر سکا اور نہ سمجھ ہی سکا۔ زندگی کے چودہ برس گذر گئے جیسے نیند میں یکے بعد دیگرے خواب گزر جاتے ہیں۔ مانندگی میں راتیں کٹ جاتی ہیں ہم دونوں ایک ہی آرزو اور ایک ہی دُھن میں مگن قدم بڑھائے چلے گئے اور بڑھے چلے گئے۔ یکایک وہ رُک گئی۔ قدم نہ اُٹھ سکا میں نے اپنے بازوؤں پر اُسے سنبھالا۔ حالت دریافت کی۔ وہ لب نہ کھول سکی۔ آہ اُس نے ایک حسرت کی نظر دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ گردن جھک گئی۔ امنگ۔ بشاشت۔ ناز۔ غرور اور مستی سب کھو گئے۔ اُس وقت تو وہ راز میرے لبوں تک آگیا تھا۔ کاش اُسے ایک لمحہ فرصت ملتی۔ وہ نہ ٹھہر سکی۔

اب تو وہ راز نہ کوئی سننے کے قابل رہا اور نہ کہنے ہی کا موقعہ رہا۔ اب تک میرے دل میں محفوظ ہے۔ آنسوؤں کے ساتھ ساتھ وہ آنکھوں تک آجاتا ہے۔ آہوں کے ساتھ لبوں تک آتا ہے لیکن میں نے کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ اس سترہ برس کے عرصہ میں بڑے ضبط اور صبر سے اُسے خانۂ دل میں قید کر کے رکھا۔ اب وہی میرا مونس ہے اور انیس غمگسار ہے اور غمخوار۔ اُس نے اپنے الفت آمیز اشکوں سے لبریز اور نورِ حسن سے منور جو چراغ روشن کیا تھا میں نے اپنی آہوں کے جھونکوں سے اس چراغ کو گُل ہونے سے بچایا۔ آہوں کے طوفان اُٹھے۔ آنسوؤں کی جھڑی لگی۔ چراغ کی لَو کانپی لیکن بجھنے سے میں نے بچالیا۔ اُمید ہے کہ آخرِ شب کی یخ بستہ و تاریک گھڑیاں بھی اس دھندلی روشنی سے گذر جائیں گی۔

جب دن کو مہرِ عالمتاب دنیا کو منور کر دیگا۔ میں اُس کی جستجو میں نکلونگا۔ ملنے پر سب سے پہلے وہ راز کہونگا کیونکہ سوائے اُس کے اور کسی پر وہ راز قابلِ اظہار نہیں۔ کاش وہ مل جائے۔ اور یہ

راز رسوا نہ ہو!

مہتہ عجیب چند صبا ماتھے

سرکلر نمبر ۲۲/۲۲ ۱۳۶

گشتی اسباق

(از جناب پیرزادہ نور حسین صاحب آنریری ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ضلع بنوں)

۱۔ ان اسباق کا انتظام ایک مدرس والے سکول میں ہر حالت میں بروز تعطیل ہونا چاہیئے۔

۲۔ خورد سال بچے اس میں سوائے خاص حالات کے شامل نہیں کئے جانے چاہئیں۔

۳۔ ہر ایک سکول خوشگوار موسم میں زیادہ سے زیادہ دو گشتی اسباق مہینے میں منعقد کر سکتا ہے۔

۴۔ ا:۔ مہم سے پیشتر لائحہ عمل تیار کیا جانا لازمی ہے۔

ب:۔ قرب و جوار کے ایک دو سکول مل کر اگر مشترکہ گشت کا انتظام پہلے سے تیار کردہ لائحہ عمل کے مطابق کر سکیں تو نہایت فائدہ ہوگا۔ ایسی صورت میں مہم کا انچارج اتفاق رائے سے انتخاب کیا جائے جس کے حکم کی تعمیل ضروری ہوگی۔

۵۔ حتی الوسع طلباء کو ہدایت ہونی چاہیئے کہ اپنے اپنے خورد و نوش کا کم و بیش سامان ساتھ رکھیں۔ اور اگر تفریحاً کھانے کا بندوبست کھلی ہوا میں درختوں کے سایہ میں کیا جا سکے تو علاوہ دلچسپی کے اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہوگا۔

۶۔ تاریخ مہم اور لائحہ عمل کی اطلاع دفتر میں ایسے وقت پر دیجائے۔ کہ اگر افسران سررشتہ شمولیت کی ضرورت سمجھیں۔ تو شامل ہو سکیں یا مہم کے اختتام پر بھی تمام کارروائی کی اطلاع دفتر میں دیجائے۔

طرز عمل} اسباق گفتگو کے پیرائے میں ہونگے۔ جو بہر حال دلچسپ، مؤثر۔ اور مشفقانہ طرز کی ہو۔ اخلاقی تربیت۔ اضافہ معلومات۔ قدرت کا مطالعہ مشاہدہ اور تجربہ پیش نظر ہونگے۔

مقامی پودوں کے متعلق} علاوہ بناوٹ۔ بلندی۔ پھیلاؤ۔ پھول۔ پھل۔ پتے فوائد اور نقصانات کے مخصوص حالات روئیدگی اور تکثیر ریانی کی ضرورت۔ زمین کی قسم۔ آب و ہوا کی موزنیت۔ بیج کی نقل و حرکت وغیرہ) مقامی روایات۔ طریقہ استعمال یا تخریب کی واقفیت دلائی جائے۔

مقامی فصلوں کے متعلق} امراض۔ دشمن۔ طریق کاشت۔ موسم انتخاب تخم۔ ذخیرہ سازی۔ حفاظت۔ ادنےٰ یا اعلےٰ فصل کی شناخت وجوہات کمزوری۔ خوش کاشت کے لوازمات۔ وغیرہ وغیرہ موقع مناسب پر بتائے جائیں۔

مقامی جانوروں کے متعلق} قد جسم کی ساخت۔ خوراک کی قسم اور طرز خورش مخصوص اعضاء (دم۔ سینگ وغیرہ) بال کھال حیوانی اعضا کے انسانی قائم مقام۔ مثلاً (جانور دم سے کیا کام لیتا ہے۔ اس کام کیلئے انسان کے پاس کیا ذریعہ ہے)

نواحی جغرافیہ} عینی واقفیت۔ بغیر کتابی پیچیدگیوں کے مطلوب ہے۔ ڈاکخانہ میں کیا ہوتا ہے۔ ہسپتال کا کیا فائدہ ہے۔ حفاظت کون کرتا ہے۔ ڈاکخانہ۔ تھانہ وغیرہ وغیرہ نہ ہوں تو کیا ہو۔ آمد و رفت کی سہولتیں۔ پیداوار اور اجناس کا تبادلہ و انتقال۔ ذرائع خبر رسانی۔ اچھا مکان۔ اچھا تالاب۔ فلاں گاؤں کا باشندہ دوسرے گاؤں والے سے کس طرح پہچانا جاتا ہے۔ مخصوص لباس مخصوص رسم و رواج۔ مشہور مقام کیوں قابل دید ہے۔ اپنے گاؤں کی آبادی اور رہائش کی طرز کا مقابلہ گرد و نواح کے گاؤں سے۔ اپنے گاؤں کے انتظام اور نواحی دیہات کے انتظام کا مقابلہ۔ بڑے سکول کا انتظام کیسے چلتا ہے۔ لوہار کی دکان۔ باندنے کا کام وغیرہ وغیرہ۔

چشمہ کیسے نکلتا ہے - دریا کسے کہتے ہیں - پہاڑ کیا چیز ہے - کھیتوں کا نظارہ بلحاظ موسم وغیرہ وغیرہ -

رستے کے استعمال کا طریقہ } بایاں ہاتھ - موٹر والے کا - چلنے والے کا - بھیڑ بھاڑ - ہجوم - موذی جانوروں سے برتاؤ - آندھی بارش - چوک - چوراہے کی احتیاطیں -

اس کے علاوہ کھانے پینے کے آداب - میل ملاپ - مہمان نوازی - میزبانی - دُکھ درد میں ہمدردی - جانوروں پر رحم - سرکردہ کی تابعداری - اور سینکڑوں اور اخلاقی خوبیوں کے عمل کا میدان حاصل ہوگا +

سرکلر نمبر ۱۱۲/۱۳۷
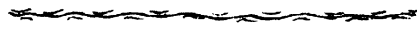
باسلیقہ اُستاد

(از جناب پیرزادہ نور حسین صاحب آنریری ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ضلع بنّوں)

باسلیقہ استاد اپنا لباس ہمیشہ صاف اور درست رکھتا ہے - اور بچوں کو نمونہ پیش کرتے ہوئے اچھے مناسب لباس کی ہدایت کرتا ہے تعلیم کے وقت بے تسمہ بوٹ - بے مرمت چپلی - بے بند قبا - دریدہ آستینیں - ناتراشیدہ ناخن - ناشوئیدہ منہ - چپ چپی آنکھیں - میلے ہاتھ اور ناصاف ناک نہ خود رکھتا ہے نہ بچوں کو رکھنے دیتا ہے - بچوں کو سلیٹوں پر تھوکنے نہیں دیتا - صفائی کے چیتھڑے سلیٹوں کے ساتھ لٹکوائے رکھتا ہے - مدرسے میں ہر ایک چیز قرینے سے رکھتا اور رکھواتا ہے - یہانتک کہ جوتے قطاروں میں رکھواتا ہے - الماری کی کتابیں - رجسٹر - گودام کی کوٹھڑی کا اسباب - دھوپ گھڑی کے نشان وغیرہ - سب چیزیں اپنی اپنی جگہ پر رکھتا ہے - جو چیز جہاں سے اٹھاتا ہے - استعمال کے بعد وہیں رکھ دیتا ہے -

پگڑی چست باندھتا ہے اور کندھے پر چادر ڈال کر اپنی سہل انگاری کا اعلان نہیں کرتا تعلیمی کام کے وقت اور شغلوں کو گناہ سمجھتا ہے وہ اس وقت اپنے گھر کے دھندوں اور شیر خوار اولاد کو اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں بیجا رکاوٹ محسوس کرتا ہے کھیل کود کے میدان میں بچوں کے ساتھ مل کر کھیلتا ہے سنجیدہ مزاج ہے مگر ترش رُو نہیں - بچوں کا قابل عزت رفیق ہے اور ان کے والدین کا قابل اعتماد مصلاح کار - گاؤں میں اس کے اچھے اخلاق اور سلامت روی کی دھاک ہے - لوگ اپنے نیک و بد کا مشورہ اسی سے کرتے ہیں - تختی پر لکیریں سیدھی کھنچواتا ہے - اور حاشیے فاصلے کو باقاعدہ رکھواتا ہے - کیونکہ وہ جانتا ہے - کہ ٹیڑھی بے قاعدہ لکیریں بچے کے اخلاق پر بُرا اثر ڈالتی ہیں - خوشخطی پر اصرار کرتا ہے اور اپنی بدخطی کو دُور کرنے کیلئے بھی خفیہ مشق کرتا رہتا ہے - ہندسے خوبصورت چاہتا ہے - اور عمل کیلئے خاص صفائی پر زور دیتا ہے - پُرانی جنتریوں کا استعمال خوبصورت ہندسوں کے نمونے کیلئے کرتا رہتا ہے کاغذ کے استعمال میں حاشئے کا چھوڑنا لازمی سمجھتا ہے - اور نیز گر خوبصورت خط کی مشق کراتا ہے؟

نوٹ بک جیب میں رکھتا ہے جس میں افسروں کی ہدایات کو نوٹ کر لیتا ہے اس کے علاوہ تیاری اسباق اور بچوں کے اخلاق کے متعلق یادداشتیں رکھتا ہے بغیر تیاری کے جماعت میں کبھی نہیں آتا - کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ لڑکے کئی قسم کے سوالات کر دیا کرتے ہیں - اور جواب میں اٹک جانے والا استاد گویا ہمیشہ کیلئے اپنی عزت کھو بیٹھتا ہے -

جھوٹ کبھی نہیں بولتا اور نہ بچوں کو بولنے دیتا ہے - ایسے حالات ہی پیدا نہیں ہونے دیتا جن سے جھوٹ بولنے کی ضرورت پڑے اپنے افسروں کے روبرو غلط بیانی سے پرہیز کرتا ہے - کیونکہ وہ سمجھتا ہے - کہ ایسا کرنے سے گھڑی دو گھڑی کیلئے تو چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر شاگردوں کے دلوں پر اس غلط بیانی سے اپنا کمینہ پن اور بزدلی کا اثر پڑ کر اپنی توقیر کھوئی جاتی ہے -

اپنے افسروں کو درخواستیں باقاعدہ کاغذ پر اچھے خط اور مؤدبانہ طرز میں لکھتا ہے - جس سے افسر کا وقار قائم رہتا ہے - اور یہ بھی

بے سلیقہ نظر نہیں آتا۔ بدخط شکستہ دستخطی۔ ردی کاغذ پر لکھی ہوئی درخواستیں اپنے آپ کو خود مجرم قرار دیتی ہیں۔
اس کے لکھنے کا قلم ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ اور اس کی دوات کی سیاہی کبھی مختلط نہیں ہوتی۔ جاذب موجود رکھنا اور نوشت و خواند میں سلیقے اور صفائی کو ہر وقت پیش نظر رکھتا ہے۔ کیوں نہ ہو سینکڑوں بچوں کو اسی کے نقش قدم پر چلنا ہے۔
سکول کے حالات سے ہر وقت باخبر ہوتا ہے۔ تعداد کی کمی بیشی کا نقشہ اپنے سامنے رکھتا ہے۔ سابقہ معائنے کے نقائص کی فہرست ہر وقت پیش نظر ہوتی ہے۔ رجسٹرات کو ہر وقت مکمل رکھنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ جماعت اول کی رفتارِ ترقی بالخصوص مدنظر ہوتی ہے۔ جس کے لئے میعاد وار مقدار تعلیم کا نقشہ تیار کر رکھا ہے۔ ٹائم ٹیبل پر باقاعدہ عمل کی وجہ سے درِ تعلیم کو باطریقہ کرنے سے پژمردہ اور انکار رفتہ نہیں نظر آتا۔ اپنے کام کو بوجھ نہیں سمجھتا۔ اور خندہ پیشانی سے اپنے فرائض منصبی کو ادا کئے چلا جاتا ہے۔ اپنی معلومات کو مطالعے اور تجربے سے بڑھاتا رہتا ہے۔ اور پرانی لکیر کا فقیر بننے میں فخر نہیں سمجھتا۔
کھیل کھلونے اور کارآمد چیزیں اس خوبی سے اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے رکھ دیتا ہے۔ کہ بڑے بڑے کاریگر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اس کے شاگرد پیٹ پالنے کے کئی ڈھنگ سیکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے تعلیمی اخراجات کا بیشتر حصہ ماں باپ کے کندھوں سے الگ کر دیتے ہیں۔ سکول کے سامان کی معمولی معمولی مرمت خود کر لیتا ہے۔ اور بے ہنر ہم پیشہ بھائیوں کی بے بسی پر کبھی بیٹھ کر مسکرا دیتا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی

امتحان میٹریکولیشن میں ذریعہ تعلیم انگریزی کے سوا تمام مضامین میں ورنیکلر کئے جانے کی سفارش

نمبر ۲۱۷۰۴　　ہیلی ہال مورخہ ۶ ؍ جون ۱۹۳۴ء

منجانب لالہ ایشر داس صاحب ایم اے ایل ایل بی رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

بخدمت جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان رکگنائزڈ ہائی مدارس پنجاب

جناب عالی۔ مجھے آپ کو اطلاع دینے کی ہدایت ہوئی ہے۔ کہ یونیورسٹی ہذا کی سینٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو سنڈیکیٹ کی سفارشات دربارہ ترمیم ریگولیشنز نمبر ۳ و ۴ صفحات ۱۲۷ الغایت ۱۲۹ کیلنڈر ۳۳ و ۱۹۳۴ء کو منظور فرمالیا ہے۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ سابقہ و مروجہ قواعد کی بجائے امتحان میٹریکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ کے تمام مضامین ماسوائے انگریزی کا ذریعہ تعلیم و امتحان امیدوار کی منشا پر ورنیکلر قرار دیا جائے (مخفی نہ رہے کہ ورنیکلر سے مراد اردو ہندی اور پنجابی سے ہے)

مجوزہ ترمیم قواعد (جس کی ایک نقل بغرض اطلاع منسلک ہے) اب گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کے حضور میں بغرض صدور حکم اخیر ارسال کی گئی ہے۔ اگر یہ ترامیم گورنمنٹ عالیہ نے منظور فرمالیں۔ تو ان کا عملدرآمد ۱۹۳۶ء کے امتحان سے ہوگا۔

آپ کا وغیرہ　(دستخط)　ایشور داس رجسٹرار

نوٹ۔ امتحان ۱۹۳۶ء کی تعلیم جماعت نہم ۱۹۳۵ء سے شروع ہوگی۔

مجوزہ ترامیم قواعد ۳ و ۴ صفحات ۱۲۷ الغایت ۱۲۹ پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر (۱۹۳۳ و ۱۹۳۴ء) جسے یونیورسٹی سینٹ نے منظور فرما کر پنجاب گورنمنٹ (وزیر تعلیم) کے حضور میں بغرض صدور حکم اخیر ارسال کیا۔

(۳) ہر ایک امیدوار اپنی درخواست مقررہ فارم پر امتحان کے آغاز سے کم از کم دس ہفتے بیشتر صاحب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کی خدمت میں ارسال کرے گا۔ جس کے ہمراہ پندرہ روپے فیس امتحان ایک یا زیادہ اور سائنس مضامین کی صورت میں دو روپے زاید ارسال کریگا۔

یا بصورت پرائیویٹ امیدوار امتحان شروع ہونے سے کم از کم چودہ ہفتے پیشتر پچیس روپے فیس داخلہ اور ایک یا زیادہ سائنس مضامین لینے پر دو روپے زائد فیس ارسال کرے گا۔ اور ایک بیان

(۱)۔ جائے امتحان اور تفصیل مضامین جن کا وہ امتحان دینا چاہتا ہے۔

(۲)۔ اپنے ورنیکلر کا خصوصی اظہار جسے وہ امتحان میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔

پرائیویٹ شامل ہونے والی طالبہ کو ہر مضمون کی فیس بشرح تین روپیہ فی۔ اور ایک یا زائد سائنس مضامین لینے کی صورت میں دو روپے زائد فیس ارسال کرنی ہوگی۔

جو امیدوار امتحان سے ناکام رہ جائے۔ یا امتحان میں شامل نہ ہو سکے فیس کی واپسی کا مجاز نہ ہوگا۔ گروہ ایک یا زاید بار فیس بشرح صدر ادا کرنے پر امتحان میں شامل ہو سکیگا۔

(۴)۔ (الف) امتحان تحریری سوالات کے ذریعے ہوگا۔ ہر جائے امتحان میں ایک ہی پرچے اور سوال ہونگے۔

(ب)۔ ذیل کے مضامین میں ایک زبانی اور عملی امتحان بھی ہوگا:۔

(۱)۔ علم طبعی و کیمیا ۲۔ فزیالوجی ۳۔ ہائی جین ۴۔ زراعت ۵۔ ڈامیسٹک اکانومی بطور حصہ حساب ڈامیسٹک اکانومی ۶۔ ڈامیسٹک اکانومی (آخری دو نو امتحانات صرف طالبات سے متعلق ہیں)

میٹرکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ امتحان میں سوالات حسب ذیل طریق سے دئے جائیں گے۔

(الف) انگریزی کے لئے انگریزی میں۔ (ب) سنسکرت کے لئے ہندی میں

(ج) عربی اور فارسی کے لئے اردو میں۔ (د) باقی تمام مضامین میں انگریزی اور ورنیکلرز میں۔

انگریزی مضمون کی صورت میں امیدوار اپنے جواب انگریزی میں تحریر کریں گے۔ اور سنسکرت کے ہندی میں۔ عربی اور فارسی کے اردو میں اور باقی تمام مضامین امیدواران مجاز ہونگے۔ کہ جوابات یا تو انگریزی میں تحریر کریں۔ یا منظور شدہ کسی ایک ورنیکلر میں۔

اس قاعدے کی غرض سے اردو ہندی اور پنجابی یونیورسٹی کے منظور کردہ ورنیکلرز ہیں۔ اور وہ ورنیکلرز جو وقتاً فوقتاً سینیٹ منظور کرے گی۔

خطابات سالگرہ حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند اور سررشتہ تعلیم پنجاب

حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند کی سالگرہ کی مبارک تقریب پر جو فہرست خطابات شائع ہوئی ہے اس میں سررشتہ تعلیم پنجاب کے نامی رکن جناب چودھری غلام محی الدین صاحب بی اے بی ٹی پی ای ایس ڈسٹرکٹ مدارس ضلع گجرات کو "خانصاحب" کے خطاب سے ممتاز فرمایا ہے۔

مشہور شاعر مولانا ابو الاثر حفیظ جالندھری کو بھی اسی خطاب عالی قدر سے خانصاحب بنایا گیا ہے۔

پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے نامی سیکرٹری صاحب سردار صاحب سردار اپنا سنگھ جی سردار بہادر ہوئے اور آپ کے دست راست اسسٹنٹ سیکرٹری جناب ایم محمد شجاع خانصاحب ہوئے

رہنمائے تعلیم ہر چہار اصحاب متذکرۃ الصدر کی خدمت میں اس عزت افزائی پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔ (سیدیوا)

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

ایمپائر ڈے ۲۴ مئی ۱۹۳۴ء مفصلۂ ذیل مدارس سے اس یوم مبارک کی تقریب میں خاص اجلاس کی خبر موصول ہوئی ہے ۔ جسے مختصراً درج کیا جاتا ہے ۔

۱۔ شمال ہٹ وہائی سکول سونی پت :۔ زیر صدارت لالہ جگدیش متر صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر مورتھل ۔ گنور ۔ ناہری چاکھری اور رگکر دی سکولوں کے سکاؤٹس اپنے اپنے سکاؤٹ ماسٹر صاحبان کے ہمراہ شریک ہوئے ۔ یونین جیک کی سلامی اور سکاؤٹ کھیلوں کے بعد پنڈت راما نند صاحب ۔ لالہ رام سروپ صاحب اور چودھری رام مہر صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ نے اس یوم مبارک کی اہمیت ۔ یونین جیک کی بناوٹ ۔ انگریزی راج کی برکات اور شہنشاہ معظم کی جانب ہمارے فرض کے بارے میں مؤثر تقاریر کیں ۔ صاحب صدر نے تمام تقریروں کی تائید کرتے ہوئے برطانیہ سے تعلقات کے قیام کی اہمیت اور فوائد بیان کئے ۔ اور واضح کیا کہ ہندوستان کی بہبودی سلطنت انگلشیہ سے وابستہ رہنے میں ہے ۔ "یا رب رہے سلامت فرمانروا ہمارا" کے قومی گیت کو گایا گیا ۔

۲۔ گورنمنٹ انڈسٹریل سکول منٹگمری ۔ زیر صدارت لالہ جگن ناتھ صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر ۔ حمد الٰہی کے بعد برکات انگلشیہ پر مضمون پڑھے گئے ۔ صاحب صدر نے یوم مبارک کی اصلیت و اہمیت واضح طور پر بیان فرمائی ۔ اور حضور ملکہ وکٹوریہ کے چار گُر (ہمدردی ۔ سادگی ۔ فرض شناسی اور پابندی وقت) بیان فرمائے جو بچوں کے لئے سبق آموز ہوا ۔ (منوہر لعل شرما)

۳۔ مڈل سکول بینی ضلع کانگڑہ ۔ رائے صاحب میاں ایشر داس صاحب ذیلدار کی صدارت میں طلبا اور استادوں کے علاوہ معززین نے بھی شرکت فرمائی ۔ پرارتھنا اور دعائیہ نظموں کے بعد ٹھاکر رام سنگھ نے برکات انگلشیہ پر بسیط مضمون پڑھا ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس یوم مبارک کی اہمیت کو واضح کیا صاحب صدر نے فرمایا کہ ایسی عادل گورنمنٹ کی وفاداری اور خیر خواہی میں عملی ثبوت بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہئے ۔ سکاؤٹ ریلی اور جھنڈے کی سلامی بھی ہوئی ۔ (بیلی رام)

۴۔ مڈل سکول دھمیشہ ضلع کانگڑہ ۔ لالہ جگن ناتھ صاحب کمال بی اے ہیڈ ماسٹر صدر ۔ پرارتھنا کے بعد باجے کے ساتھ یونین جیک کی سلامی اتاری گئی ۔ تمام طلبا نے ہارمونیم کے ساتھ شاہی ترانہ گایا ۔ لالہ دیوی چند صاحب نے ایمپائر ڈے کی اہمیت پر موزوں تقریر کی جس کے خاتمہ پر ڈرل ماسٹر صاحب نے بھجن گایا ۔ پنڈت رام دھن شاستری نے انگریزی راج کی مہما پر کتھا کی ۔ سابقہ اور زمانہ حال کا مقابلہ کر کے بچوں پر واضح کیا کہ موجودہ حالات میں بہت سُکھ اور چین حاصل ہے ۔ ماسٹر اودھم سنگھ صاحب نے سکاؤٹس کی کھیلیں دکھائیں ۔ اس کے بعد صاحب صدر نے تمام کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے موجودہ راج کی برکات کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ۔ سب نے کھڑے ہو کر بقائے دوام سلطنت انگلشیہ کی دعا مانگی ۔ (پھنگن رام)

۵۔ مڈل سکول ۲۷۸ جھنگ برانچ ضلع لائل پور ۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے سرکلر پروگرام کے مطابق چودھری محمد ابراہیم صاحب خلیل ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں جلسہ ہوا ۔ دعائیہ نظم کے بعد صاحب صدر نے گورنمنٹ انگلشیہ کی برکات پر بصیرت افروز تقریر کی منشی رحمت اللہ صاحب نے دعا مانگی کہ شہنشاہ معظم کی عمر دراز ہو اور تاج انگریزی کا سایہ ہمیشہ رہے ۔ (گنگا رام)

۶۔ ڈی بی مڈل سکول سر شمیر رود ضلع لائل پور ۔ لالہ کشن چند صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر صدر ۔ معززین دیہ نے بھی اول مرتبہ شمولیت کی مختلف تقریروں سے واضح ہو گیا کہ انگریزی حکومت ہم لوگوں کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے ۔ برج پاسٹ سے طلبا نے یونین جیک کو سلامی دی ۔ ہال میں ماسٹر نتھا سنگھ نے ہندوستان میں انگریزی راج کی استقامت ۔ ترقی اور شہنشاہ معظم کی سوانحعمری پر مختصراً روشنی ڈالی ۔ طلبا نے برکات انگلشیہ پر پنجابی نظمیں پڑھیں گیانی دھیان سنگھ کی پنجابی نظم بہت پسند کی گئی ۔ صاحب صدر نے گذشتہ اور موجودہ حالت کا مقابلہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ انگریزی راج بس غنیمت ہے اور ہم لوگوں کا فرض ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں کہ سلطنت کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب ہو ۔ اور بادشاہ اور ملکہ معظمہ سلامت رہیں ۔ (نتھا سنگھ)

۷- ابن اے سی اینگلو ورنیکلر مڈل سکول بوڑلوالہ ضلع ملتان۔ سب انسپکٹر صاحب علاقہ نائب تحصیلدار صاحب آبادی تمام حکام اور پبلک کے سرکردہ اصحاب شامل ہوئے۔ مولوی غلام اسد اللہ خاں افغان سکاؤٹ ماسٹر نے سکاؤٹ ریلی اور دیگر کھیلوں کا انتظام کیا۔ سردار تسیر سنگھ صاحب نائب تحصیلدار کی صدارت میں خاص خاص طلبا نے نظموں۔ تقریروں اور تحریروں سے معلومات کا ذخیرہ حاضرین کے پیش کیا۔ مولوی غلام اسد اللہ خاں نے برکات برطانیہ پر مدلل اور پُرمغز لیکچر دیا۔ لالہ ہمت لال سپیشل ایس وی نے اسی عنوان پر اچھا مضمون پڑھا۔ لالہ ہیرا نند صاحب کھنہ بی اے ہیڈ ماسٹر نے ایمپائر ڈے کی حقیقت پر محققانہ روشنی ڈالتے ہوئے آنجہانی ملکہ معظمہ وکٹوریا کے سوانح حیات نصیحت آمیز طریق پر بیان فرمائے۔ سردار محمد یعقوب خاں صاحب نمبردار چک نمبر ۱۴۱ عظیم آباد نے طلبا کو تلقین کی کہ اپنے اپنے روش پر رہتے ہوئے فی مابین دائمی اتفاق اور اتحاد قائم کرو۔ صاحب صدر نے صدارتی تقریر کے بعد اپنی گرہ سے طلبا میں شیرینی تقسیم فرمائی۔ حاضرین کو سکول سٹاف کی طرف سے لائٹ ریفرشمنٹ دی گئی۔ (بہاول بخش)

۸- مڈل سکول گیدڑ بہا۔ جناب ظفر الحق خاں صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ اول کی صدارت میں طلبا نے ڈراموں اور نظموں سے جو برکات انگلشیہ پر مشتمل تھیں، پبلک کو محظوظ کیا۔ جو کثیر التعداد میں رونق افروز تھے۔ اساتذہ نے اپنے مضامین سے موجودہ راج کی مہربانیوں کو واضح کیا۔ آخر سردار ہزنام سنگھ صاحب سدھو بی اے ہیڈ ماسٹر نے اس یوم مبارک کی تقریب پر نہایت موزوں الفاظ میں تقریر کی۔ یونین جیک تمام دن عمارت پر لہراتا رہا۔ (رام کشن)

۹- مڈل سکول جاکھولی ضلع رہتک۔ ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں۔ سکاؤٹ ریلی ہوئی جس میں سکول کے تمام طلبہ اور مدرسین شامل تھے۔ جھنڈا لہرایا گیا اور اس کے لہرانے کا درست طریقہ سمجھایا گیا۔ حمدیہ نظم سب نے مل کر گائی۔ ایمپائر ڈے کے مبارک دن پر نظم پڑھی گئی۔ سنسکرت ٹیچر صاحب نے اسی یوم پر ایک انگریزی نظم پڑھی۔ لالہ رام سروپ سیکنڈ ماسٹر اور پنڈت گنگا رام صاحب نے آنجہانی ملکہ وکٹوریہ کے حالات بتا کر طلبا کو باخبر کیا۔ صاحب صدر نے انگریزی راج کی برکات پر مؤثر مفید اور مختصر لیکچر دیا۔ منشی سلطان خاں اور تمام طلبا نے مل کر دعا پڑھی۔ (گنگا رام شرما)

۱۰- ورنیکلر مڈل سکول گلوڑ ضلع کانگڑہ۔ ٹھاکر دیا رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کی غرض و غایت بتاتے ہوئے سلطنت برطانیہ کی برکات واضح کیں۔ اور بتایا کہ ایمپائر ڈے دُنیا کو امن اور اتحاد کا پیغام دیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی آج اپنی وفاداری کا ثبوت دینا چاہیئے۔ پنڈت کانشی رام صاحب نے اپنی برجستہ تقریر میں ہندوستان کی سابقہ اور موجودہ حکومت کا مقابلہ کرتے ہوئے برکات گورنمنٹ انگلشیہ جتلائیں۔ پنڈت گنگا رام صاحب نے موجودہ اصلاحات اور ایجادات پر روشنی ڈالی۔ پنڈت دیا رام شرما نے سٹینڈل گیت کہلایا اور شہنشاہ معظم کی سلامتی کے لئے دعا مانگی۔ چیدہ طلبا کے کھیلوں کے مقابلے اور ریلے ریس ہوئیں۔ تمام طلبا میں شیرینی بانٹی گئی۔ (دیا رام شرما)

۱۱- ڈی بی مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں سکول کے علاوہ لوئر مڈل سکول کلہی کا سٹاف اور طلبا بھی شامل ہوئے۔ سکاؤٹس نے دائرے میں چلتے ہوئے یونین جیک کو سلام کیا۔ دو لڑکوں نے دُعائیہ نظم گائی۔ پنڈت نند کشور صاحب نے ایمپائر ڈے کی اہمیت پر مؤثر تقریر کی اور آنجہانی ملکہ وکٹوریہ کی صفات حسنہ کو بخوبی واضح کیا۔ دو طلبا نے دُعائیہ نظم گائی۔ پنڈت رام چند صاحب نے چند تاریخی واقعات کا ذکر کیا۔ جن کی وجہ سے ملکہ آنجہانی ملکہ وکٹوریہ کو اہل ہند مادر مہربان کے نام نامی سے یاد کرتے تھے۔ طلبا کی نظم کے بعد منشی گوپی ناتھ گپتا نے برکات انگلشیہ بیان کیں۔ مولوی حبیب احمد صاحب نے خود ساختہ نظم پڑھی ہیڈ کلرک رنبیر سنگھ نے اپنا مضمون پڑھا۔ صاحب صدر نے تمام کارروائی کا تبصرہ کرتے ہوئے یوم مبارک کی اہمیت کو مؤثر طریق پر ظاہر فرمایا۔ جلسہ کے اختتام پر سب نے کھڑے ہو کر قومی راگ گایا۔ (سیکرٹری)

۱۲- مڈل سکول بنجار سراج کلو۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں بشمولیت افسران قصبہ بنجار شرفا دیہات نمبرداران طلبا سکول کی پرارتھنا اور جھنڈے کی سلامی سے شروع ہوا۔ گنگا رام صاحب اور پنڈت اگنی ہوتری صاحب نے برکات سلطنت انگلشیہ اور شہنشاہ معظم کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ پر روشنی ڈالی۔ طلبا نے اخلاقی کہانیوں۔ ڈراموں۔ دیسی راگ اور زنائی سے سب کو محظوظ

گیا۔ پنڈت بلدیو پرشاد شاستری نے سندر بھجن گائے۔ صاحب صدر نے ایمپائر ڈے کی تشریح کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کے حق میں متفقہ دعائے خیر کہلائی۔ (دھانو رام کلوی)

۱۳۔ مڈل سکول کھوڑ ربالو الہ ضلع لائل پور۔ علاقہ کی پبلک اور سکول کے سابقہ متعلمین بھی مدعو کئے گئے۔ جلسہ کے پہلے شعبہ میں حمد کے بعد سلامی یونین جیک تقریری اور دیہات سدھار ڈرامہ ہوا۔ دوسرے شعبہ میں فٹ بال۔ والی بال میچ اور چند ایک کھیلیں ہوئیں۔ جن میں سکول ٹیمیں جیت گئیں۔ ہاں کھیلوں میں انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔ مدرسین کی رکاوٹی دوڑ بھی دلچسپی سے خالی نہ تھی۔ خربوزوں کا مقابلہ بہت ہی دلچسپ تھا جیتنے والی ٹیموں اور اچھے کھلاڑیوں کو انعام دئے گئے۔ موسم گرما کے دیہاتی ٹورنیمنٹ کا اعلان کیا گیا جس کی تاریخیں بعد میں مشتہر ہونگی (برکت علی)

۱۴۔ ورنیکلر مڈل سکول چک نمبر ۵۰۷ ج ب۔ جناب مرزا عبد الحکیم صاحب بی اے۔ بی ٹی۔ پی ٹی اے ڈی آئی کی صدارت میں۔ حمدیہ نظموں کے بعد طلبا نے معیت مدرسین مارچ پاسٹ اور کئی قسم کے کھیل و کرتب دکھائے۔ صاحب صدر نے ایمپائر ڈے کی اہمیت اور برکات سلطنت انگلشیہ پر فاضلانہ تقریر کی طلبا سکول نے گیت گایا۔ صوفی غلام محمد صاحب ہیڈ ماسٹر اور سٹاف سکول کی کوشش سے زمینداران علاقہ بکثرت جمع ہو گئے۔ اور بہت متاثر ہوئے۔ جلسہ شہنشاہ معظم کی درازی عمر کی دعا پر ختم ہوا۔ (شاہ محمد)

۱۵۔ ڈی بی مڈل سکول نگروٹہ بگوال ضلع کانگڑہ۔ لالہ بھگوان داس کب ماسٹر نے کبنز سے دلچسپ کھیلیں کرائیں۔ فوٹو گراف سے تمام طلبا نے ماس ڈرل کی۔ ماسٹر صاحبان اور طلبا کا والی بال میچ ہوا۔ چند استادوں اور طلبا نے دلچسپ لطیفے سُنائے۔ پنڈت ایشور داس صاحب نے ایمپائر ڈے کا مطلب واضح طور پر بیان کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے عالمانہ لیکچر دیا۔ (ایشور داس شرما)

۱۶۔ مڈل سکول نارنوند ضلع حصار۔ لالہ کنہیا لال صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں بشمولیت مڈل سکول کھانڈہ کھیڑی مرچپور۔ باس۔ پیٹواڑ۔ سنسٹر نارنوند کے تمام معلمین و متعلقین کبڈی اور والی بال کے میچ ہوئے۔ ازاں بعد مختلف قسم کی دوڑیں ہوئیں۔ طلبا نے پراتھنا کا بھجن گایا۔ رام مورتی طالب علم نے انگریزی راج کی برکات پر مضمون پڑھا۔ آنجہانی ملکہ معظمہ اور موجودہ شہنشاہ سلامت کی تعریف میں گیت گائے گئے۔ چودھری چندن سنگھ موزی نے تاریخی مثالوں سے آغاز سلطنت انگریزی سے موجودہ وقت تک انگریزی قوم کی ہمت اور اوصاف کو ظاہر کیا۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر کے بعد ایک انگریزی نظم سُنا کر ایشور سے پرارتھنا کی۔ کہ اس کی مہربانی سے موجودہ سال بعافیت گذرا۔ اور آئندہ سال اسی طرح عافیت سے دیکھنا نصیب ہو۔ (سیکنڈ ماسٹر)

۱۷۔ ورنیکلر مڈل سکول باڑیاں کلاں ضلع ہوشیار پور۔ پنڈت رام سرن داس صاحب ہیڈ ماسٹر صدر سٹاف اور طلبا کے علاوہ تین سو معزز اشخاص شامل ہوئے۔ سکاؤٹس کو تین سائیڈوں پر لائن میں کھڑا کیا گیا۔ سٹاف سکول نے صف آرائی کی جن میں پبلک نے بھی حصہ لیا۔ سکول طلبا کو بھی تین سائیڈوں پر کھڑا کیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب چوتھی سائیڈ پر کھڑے ہوئے۔ سب نے مل کر دعائیہ گیت گایا۔ سلامی جھنڈا سب نے بصدق دل کی۔ قومی راگ گایا گیا۔ اب سب اپنی اپنی جگہ پر رونق افروز ہوئے۔ سکاؤٹس انتظام پر آمادہ تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں سیکرٹری صاحب نے کھڑے ہو کر ایمپائر ڈے کی اہمیت پر عام فہم اور موثر پیرائے میں لیکچر دیا کہ قوموں کے قوانین کے مطابق راج بھگتی ہمارا فرض ہے۔ سب نے متاثر ہو کر صدق دل سے بقائے سلطنت انگلشیہ اور ملکہ مرحومہ کے حق میں دعا مانگی۔ اور قومی ترانہ گایا۔

منشی جگت سنگھ نے دعائیہ نظم خوبی سے ادا کی۔ مرزا نذر علی بیگ نے انگریزی راج کی برکات پر دلپذیر تقریر کی۔ اور مثالوں سے تمام برکات کو واضح کیا۔ منشی جگت رام نے "سلطنت انگلشیہ پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا" عنوان پر مضمون پڑھا۔ صاحب صدر نے ایمپائر ڈے کے متعلق نہایت موزوں اور دلکش تقریر کی۔ منشی دلیپ سنگھ نے اپنے بچے کی ولادت کی خوشی میں تمام حاضرین میں شیرینی بانٹی۔ (فضل محمد)

۱۸۔ لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ۔ سردار کاہن سنگھ صاحب ساہوکار صدر شدھ نیتی کمیٹی کی صدارت میں۔ جملہ ممبران حاضری کمیٹی کے علاوہ پنڈت ایشر داس پٹواری مال اور تمام رؤسائے قصبہ و علاقہ شامل ہوئے۔ دعائیہ نظم کے بعد پروپیگنڈہ

پارٹی نے گیت گائے۔ سب نے کھڑے ہو کر اپنے شہنشاہ سلامت کی درازیٔ عمر کے لئے دعا مانگی۔ منشی پنڈی داس کپور ہیڈ ماسٹر نے انگریزی راج کی خوبیاں واضح کیں۔ اور بتایا کہ اس راج میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ عدالتیں انصاف پر مبنی ہیں۔ ہر وقت ہمیں حکومت کا وفادار رہنا چاہیئے اور اپنے کار منصبی کو ایمانداری سے سرانجام دے کر افسران بالا سے مورد تحسین و آفرین ہونا چاہیئے۔ پراپیگنڈہ پارٹی نے دیہات سدھار۔ قرض کی خرابیاں۔ پونجی کا ضائع کرنا۔ اور بچوں کو مدرسہ میں تعلیم دلانا وغیرہ وغیرہ موضوع پر گیت گائے۔ لالہ پورن چند ممبر حاضری کمیٹی نے جماعت اول کے جدید داخلہ پر حاضرین کی توجہ دلائی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے حسن سلوک کا اعتراف کرتے ہوئے مولوی عبدالرسول صاحب بی اے۔ اے ڈی آئی مدارس علاقہ افسر کا شکریہ ادا کیا۔ جو تعلیمی امور میں بالحاظ مذہب ہر ایک ماتحت مدرس اور باشندگان دیہہ کو اپنی نیک ہدایات سے مستفید فرماتے رہتے ہیں۔ طلبا نے کبڈی۔ کوٹلہ چھپاکی۔ اور دیسی کھیلیں کھیلیں بادشاہ سلامت کی درازیٔ عمر کے لئے نعرے بلند کئے۔

(ایشر داس پٹواری مال)

۱۹۔ ڈی بی سنٹر سکول ڈہاڈا کوٹ گڑھ ضلع شملہ۔ جملہ ڈی بی مدارس سنٹر ڈہاڈا سکول میں جمع ہوئے۔ حاضرین زیادہ ہونے کی وجہ سے شامیانہ منگایا گیا۔ اور طلبا کو بٹھایا گیا۔ لڑکیاں برآمدے میں علیحدہ بٹھائی گئیں۔ پبلک نمائندگان اور سرکاری ریٹائرڈ افسران بھی خاص تعداد میں رونق بخش تھے۔ ڈاکٹر آتما رام صاحب ایس اے ایس ہسپتال کوٹ گڑھ کی صدارت میں جلسہ منایا گیا۔ ماسٹر کول رام اور طلبا سکول نے دعائیہ گیت گایا۔ یونین جیک کی سلامی کرائی گئی۔ ٹھاکر کرم چند صاحب ہیڈ ماسٹر نے یونین جیک کے متعلق ایک مختصر اور دلچسپ تقریر کی۔ امپائر ڈے سے اس کے متعلق حاضرین پر واضح اور روشن کئے۔ اسی حالت میں ایک دعائیہ نظم گائی گئی۔ شاہی خاندان کی تصاویر پیش کی گئیں۔ سب نے تعظیم دی۔ ٹھاکر صاحب نے ہر سہ بزرگوں کے اوصاف حمیدہ بیان کئے۔ سب نے مل کر شہنشاہ معظم ملکہ معظمہ اور پرنس آف ویلز کے لئے تین تین چیئرز دئے۔ ٹھاکر جے سنگھ نے دعائیہ نظم گائی۔ اور ٹھاکر کرم چند جی نے امپائر ڈے کے منانے کے اغراض و مقاصد اور امپائر اور شہنشاہ کے ہوا خواہ اور خیر خواہ رہنے کے فوائد برکات انگلشیہ موثر طریق پر واضح کیں۔ منشی رام دیال نے پہاڑی گیت گایا۔ کئی استادوں نے موقعہ کے موزوں تقریریں کیں۔ طلبا نے لطیفے سنائے۔ نائٹ سکول بھدی کے طلبا نے بانسری کے ساتھ پہاڑی ناچ اور گانا کیا۔ سکول ڈہاڈا کے طلبا کی ڈرل کرائی گئی۔ سکول ملھن کے طلبا نے پہاڑی ناچ کیا۔ لالہ پرمانند جی نے مناسب موقعہ تقریر کی۔ صاحب صدر نے اس یوم مبارک کے منانے کی غرض و غایت پر مناسب الفاظ میں اعادہ کیا۔ اور سب کو تاج برطانیہ کا وفادار بنے رہنے کی تلقین کی۔ مسٹر لوئس ٹس آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر اور مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا گیا۔ قومی راگ گایا گیا۔ اور پہاڑی گیت بھی۔

(رام دیال)

۲۰۔ سنٹر کوٹ کھائی ضلع شملہ۔ لالہ منشا رام صاحب ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول نہر دلہ کی صدارت میں سنٹر ہذا کے تمام مدرسین و طلبا شامل ہوئے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے حکم کی تعمیل میں جلسہ منایا گیا۔ سکول کوٹ کھائی کے میدان میں یونین جیک نصب کر کے شاہنشاہ معظم کی درازیٔ عمر اور وسعت سلطنت کی دعا مانگی گئی۔ طلبا نے نظم گائی۔ ماسٹر امولک رام نے بھی نظم گائی۔ ماسٹر کرپا رام نے پرارتھنا کرائی۔ ماسٹر گید و رلم صاحب نے برکات انگلشیہ پر مضمون پڑھا۔ اور امپائر ڈے کے منانے کی غرض و غایت پبلک پر روشن کی۔ اساتذہ نے برکات انگلشیہ پر نظمیں۔ مضامین اور مسدسین پڑھیں۔ صاحب صدر نے بھی برکات انگلشیہ پر روشنی ڈالی۔ شہنشاہ معظم کی سلامتی کے لئے دعائیہ نظم گائی۔ پہاڑی ناچ ہوا۔ طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔

(رام سنگھ)

۲۱۔ لوئر مڈل سکول ٹیرہ ضلع کانگڑہ۔ مدرسین اور طلبا کے علاوہ پبلک کے نمائندے بھی خاص تعداد میں آئے۔ پنڈت کانشی رام جی نے پرارتھنا کے بعد امپائر ڈے کی غرض و غایت پر مبسوط و دلچسپ تقریر کی۔ حضور ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کی صفات محمودہ ظاہر کئے۔ ایک دل خوش کن ناچ ہوا۔ طلبا نے نظموں اور کھیلوں سے سب کو خوش کیا

(منشی رام بالی)

۲۲۔ ڈی بی پرائمری سکول گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور۔ جناب سردار چیل سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت

میں۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد چودھری احمد خاں ہیڈ ماسٹر نے برکات انگلشیہ واضح طور پر ذہن نشین کیں۔ صاحب صدر نے ایمپائرڈے کی ابتدا اور مقصد واضح طور پر اساتذہ اور تلامذہ کو بتلایا۔ سب نے شہنشاہ معظم کی درازیٔ عمر کے لئے دُعا کی۔ صاحب صدر نے بذریعہ گراموفون دیہات سدھار کے ریکارڈ سنائے۔ جن میں رسوم بد کے انسداد۔ صفائی۔ وبائی امراض۔ امداد باہمی وغیرہ کا ذکر خیر تھا۔ (چودھری احمد خاں)

سالگرہ حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند مورخہ ۳ جون ۱۹۳۴ء

مفصلہ ذیل مدارس نے اپنے ہاں کی کارروائیاں جو اس یوم مبارک کی تقریب پر عمل میں آئیں۔ بغرض اشاعت ارسال کی ہیں:۔

۱۔ گورنمنٹ انڈسٹریل سکول منٹگمری۔ لالہ جگن ناتھ صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں۔ طلبا نے برطانیہ راج کی برکات اور حضور ملک معظم کے سوانح حیات پر مضمون نثر او نظم پڑھے۔ اور ایک پُر لطف ڈرامہ کیا۔ ماسٹر اقبال احمد صاحب نے سالگرہ کی اہمیت سمجھاتے ہوئے اپنے مذہبی پیشوا اور بادشاہ کی سالگرہ منانا اور ان کے سوانح حیات سے سبق حاصل کرنا ضروری قرار دیا۔ صاحب صدر نے حضور کی زندگی کے چند نیک اور سبق آموز نمونے بتلا کر طلبا کو ان پر کاربند ہونے کی ہدایت فرمائی۔ طلبا کے لئے شیرینی میں اصحاب ذیل نے چندہ عطا کیا۔ جس کی شیرینی تقسیم ہوئی۔

(۱) مسٹر پی این کھاپر آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر پانچ روپے۔ (۲) سردار جھنڈا سنگھ صاحب ای اے سی عگ
(۳) دیوان دیا ساگر صاحب ای اے سی عگ　　(۴) سردار دین محمد صاحب ای اے سی عگ
(۵) چودھری نذیر احمد وکیل عصر　　(۶) لالہ کاشی رام صاحب ایجنٹ امپیریل بنک عصر

(منوہر لال شرما)

۲۔ گورنمنٹ کارڈیشن ہائی سکول گوڑگانوہ۔ زیر صدارت عالیجاہ سید اختر حسین صاحب آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر ضلع جملہ اساتذہ و طلبا سکول کے علاوہ جملہ حکام و اہلکاران ضلع جمیع عمائدین و اراکین شہر کی شمولیت میں جلسہ ہوا۔ مارچ پاسٹ کے بعد سلامی عمل میں آئی۔ طلبا نے کھیل و کرتب جسمانی ورزشیں نہایت محیر العقول اور اصلاح دیہات پر نہایت مفید و دلچسپ مکالمات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ جناب ایم اظہار الحسن صاحب ہیڈ ماسٹر نے سکول کی تعلیمی جسمانی اور اخلاقی ترقی کا بہترین مرقع بصورت روئیداد پڑھ کر سنائی۔ اور ایک قلیل عرصہ میں سکول کی ترقیوں کا تذکرہ کیا۔ ہز ایکسیلنسی نواب گورنر بہادر صاحب کمشنر تعلیمات ہند اور دیگر افسران ذوی الاقتدار کے ریمارکس کا حوالہ دیتے ہوئے ظاہر کیا کہ سکول کی عزت اور وقعت میں کس قدر وسعت حاصل ہوئی ہے۔ صاحب صدر نے طلبا کو انعامات تقسیم فرما کر حوصلہ افزا الفاظ میں سکول کی قابل رشک ترقی کو سراہا۔ اور اظہار اطمینان کرتے ہوئے ہیڈ ماسٹر صاحب کی روئیداد کی تصدیق فرمائی۔ شہنشاہ معظم کی درازیٔ عمر کی دُعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (محمد ابراہیم)

۳۔ جے ایم ڈی بی ہائی سکول زیرہ ضلع فیروزپور۔ جناب اے لیبرزین صاحب سب جج کی صدارت میں شہر کے معززین اور رؤسا کی شمولیت میں۔ طلبا نے نظمیں اور تقریریں سنائیں۔ سکول سٹاف سے لالہ تیرتھ رام اور لالہ ہنسراج بھلہ نے موقع کی اہمیت کے مطابق موزون اور موثر تقریریں کیں۔ صاحب صدر کی مختصر مگر دلپذیر تقریر کے بعد شاہنشاہ سلامت کے لئے خوشی کے نعرے بلند ہوئے (سیکرٹری)

۴۔ مڈل سکول عزنی خیل۔ لالہ گھنشیام داس صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں دُعائیہ نظم پڑھی گئی۔ صدر نے گورنمنٹ برطانیہ کی برکات پر جامع تقریر فرمائی۔ طلبا نے بھی اس موضوع پر مضمون پڑھے۔ نظم "ہمارے شاہ پر یارب ہمیشہ تیری رحمت ہو" گائی گئی (سیکرٹری)

۵۔ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول راجہ سانسی ضلع امرتسر۔ آنریری لفٹنٹ سردار رگھبیر سنگھ صاحب او بی ای ایم ایل سی کی صدارت میں۔ طلبا نے سکول اور سکاؤٹس نے ڈرل کی۔ یونین جیک کی سلامی اتاری گئی۔ حضور ملک معظم کی سوانحعمری اور شوکت انگلشیہ پر بہترین تقریریں ہوئیں۔ طلبا نے سکول نے نہایت عمدہ غزلیں اور نظمیں سنائیں۔ سب نے مل کر حضور کی درازیٔ عمر و ترقی اقبال کے لئے دعا کی۔ حاضرین نے صاحب صدر سے سکول کو ہائی بنانے کا وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے اپنی تقریر میں ضمنی وعدہ کیا کہ اگلے سال سکول ضرور ہائی بنوا دیا جائے گا۔ سردار صاحب

لئے پندرہ روپے کی شیرینی بچوں میں تقسیم کی۔ سردار سوہن سنگھ صاحب لوری ہیڈ ماسٹر نے اس یوم مبارک کے متعلق مزید حالات سے آگاہ کیا۔ اور جملہ حاضرین کی طرف صاحب صدر کا سکول کو ہائی بنانے کے وعدہ کے لئے شکریہ ادا کیا۔ (ماسٹر ادھو رام)

۶۔ ڈی بی مڈل سکول منڈی ڈبوالی ضلع حصار۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں۔ طلبا نے اپنے مضامین نظم و نثر پڑھے۔ ملک معظم کے حق میں دعا مانگی گئی۔ سب نے کھڑے ہو کر ہپ ہپ ہرے کے نعرے لگائے۔ سکول ہذا اور گرلز سکول میں پندرہ روپے کی شیرینی تقسیم ہوئی۔ (بھیم سین)

۷۔ لوئر مڈل سکول کیلاسکے ضلع گوجرانوالہ۔ چودھری محمد نذیر صاحب ذیلدار کی صدارت میں پنڈت سندر داس صاحب ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کر کے حضور ملک معظم کی سوانح عمری سنائی۔ برکات انگلشیہ تاج برطانیہ کی وفاداری اور اعلیٰ حضرت شہنشاہ معظم کی ترقی عمر و دولت کی دعا کی۔ طلبا نے مبارک بادی کا ترانہ گایا۔ بچوں میں شیرینی تقسیم ہوئی (بھیم سین)

۸۔ لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ۔ چودھری پنڈی داس صاحب کپور ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں حاضری کمیٹی کے ممبران شامل تھے۔ پنڈت ایشر داس صاحب پٹواری حال نے بادشاہ سلامت کی درازی عمر کی دعا کی۔ یونین جیک لہرا رہا تھا۔ طلبا نے گیت گائے۔ منشی وزیر چند نے پنجابی زبان میں عوام الناس کی توجہ مدرسہ کی طرف دلائی۔ حسب منشا طلبا سکول رات مدرسہ کی عمارت پر روشنی کی گئی۔ (نامہ نگار)

۹۔ لوئر مڈل سکول ٹہیرہ ضلع کانگڑہ۔ لالہ ویدبرت صاحب بی اے کی صدارت میں۔ پنڈت کانشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے حضور ملک معظم کے اوصاف حمیدہ خصائل پسندیدہ کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی راج برکات ظاہر کیں۔ شہنشاہ معظم کی ترقی صحت و دولت و درازی عمر کے لئے دعا مانگی۔ لڑکوں نے دعائیہ نظمیں گائیں۔ صاحب صدر نے حضور کی ہمدردی کا ذکر فرمایا۔ جو آپ کو اپنی عزیز رعایا سے ہے۔ سابقہ طوائف الملوکی کا ذکر کرتے ہوئے موجودہ امن و امان پر مختصر مگر جامع تقریر کی۔ (منشی رام بالی)

شکریہ مدرسین ضلع کرنال کو ۱۹۳۱ء کی سالانہ ترقی ابھی تک نہیں ملی تھی حالانکہ اس بارہ میں کئی دفعہ کوشش کی گئی۔ لیکن ہمیشہ نفی میں ہی جواب ملتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس دفعہ ہیڈ ماسٹرز ایسوسی ایشن کی درخواست پر افسران متعلقہ نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خاص توجہ۔ مدرسین کی پرورش فرماتے ہوئے نہ صرف اسی سال کی بقایا ترقی دلائی۔ بلکہ ایک سال کا بقایا بھی دلایا۔ جس کے لئے مدرسین ڈسٹرکٹ بورڈ کرنال صاحب چیئرمین بہادر ڈسٹرکٹ بورڈ کرنال۔ جناب لالہ رام چند صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال اور چودھری محمد مشتاق صاحب پرسنل اسسٹنٹ کے بے حد ممنون ہیں۔ جنہوں نے روپیہ کی اس سخت تنگی کے زمانے میں مدرسین کو ان کا حق دلایا۔ اور ان کی پرورش فرمائی۔ علاوہ بریں کئی ایس وی اصحاب کو جنہیں کئی سال سے ایس وی کا گریڈ نہ ملا تھا۔ دلوایا۔ (مہر چند داس پریزیڈنٹ ہیڈ ماسٹرز ایسوسی ایشن ڈی بی سکولز کرنال)

قابل توجہ افسران محکمہ تعلیم ضلع کرنال جس روز سعید سے ضلع کی باگ ڈور خان صاحب ایم احمد حسین خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ۔ اور ان کے تعلیمی مشیر لالہ رام چند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے ہاتھوں میں آئی ہے۔ ضلع ہذا ہر پہلو سے ترقی کی منزل پر گامزن ہے۔ صاحب ممدوح اور ان کے قابل مشیر لالہ ٹیک چند صاحب اے ڈی آئی فار پی ٹی اور دیگر اے ڈی آئی اصحاب کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ اپنے ماتحت سٹاف اور ٹیچرز مدارس سے برادرانہ اور دوستانہ برتاؤ روا رکھتے۔ اور اس بارے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ جو کچھ آپ نے ہمارے لئے کیا۔ روز روشن کی مانند روشن ہے۔ توقع کی جاتی ہے۔ کہ آپ تجاویز ذیل پر غور فرماتے ہوئے ہم غریب مدرسین کو مستفید و مستفیض فرمائیں گے:۔

۱۔ سال ۱۹۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱ کے ایس وی مدرسین کو گریڈ اور دیگر مدرسین۔ سالانہ ترقی۔ ۳۱ و ۳۲ء جو $\frac{۴}{۳۲}$ سے واجب تھی $\frac{۴}{۳۲}$ سے دئے جانے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نہایت ہی ادب سے التماس کی جاتی ہے۔ کہ دو سالانہ ترقیات واجب $\frac{۲۸-۲۹}{۲۹-۳۰}$ ء

جو تاہنوز نہیں دی گئی ہیں۔ غریب مدرسین کے حال پر رحم فرما کر جائز مطالبات کا خیال فرماتے ہوئے دی جا کر داد رسی فرمائی جائے۔

۲۔ ۱۹۲۴ء کے مدرسین جنہے وی کو گریڈ ۲۴-۲-۴۰ اور مدرسین بعد از ۱۹۲۴ء کو ۲۰-۱-۳۰ ختم کرتے ہی اول الذکر کو سیلیکشن گریڈ اور موخر الذکر کو ۲۴-۲-۴۰ دیا جایا کرے۔ اس طرح ایس وی مدرسین کو ۳۰-۲-۴۲ کو ختم کرتے ہی اگلا گریڈ ۲۴-۲-۵۶ دیا جایا کرے۔ بہ شرط کہ وہ کسی ہیڈ ماسٹری پر تعینات ہے۔ یا نہیں اڑا دی جائے۔ جیسا کہ گورنمنٹ سکولوں میں گریڈ بندی کے رواج کا عمل درآمد ہوتا رہتا ہے۔

۳۔ سرکلر مورخہ ۲۳/۱۰ کے فقرہ نمبر ۱ میں کہ متواتر دو سال کام نا تسلی بخش ہونے کی صورت میں ایک ترقی کم کر دی جائے گی۔ یعنی جو مدرس ۲۰-۱-۳۰ کے گریڈ میں ۲۵ لے رہا ہے۔ دو سال متواتر کام نا تسلی بخش رہنے کی صورت میں اس کی تنخواہ ۲۴ روپے ماہوار ہو جائے گی کے سلسلے میں اسی مدرس کو جس کا کام گڈ رہیگا ڈبل ترقی دی جائے گی۔ ایزاد فرما کر طبقہ مدرسین کی حوصلہ افزائی فرمائی جائے۔

۴۔ مدرسین مڈل سکولوں کی تنخواہیں عموماً اور پرائمری مدرسین کو خصوصاً دیر سے ملتی ہیں۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں پرزور درخواست ہے کہ تنخواہ ماہوار باقاعدہ منی آرڈر کر دیا کریں۔ تاکہ ڈاک خانہ خاص نہ ہونے والے مدرسین کو بھی تنخواہ جلد از جلد وصول ہو جایا کرے۔ خاص ڈاک خانہ والوں کے منی آرڈر اگر دیہاتی سکولز کے بعد اجرا ہوا کریں۔ تو ان کو بھی فریقان کے ساتھ ہی وصول ہو جایا کرے گی۔

۵۔ چونکہ بورڈنگ ہاؤسوں کے سپرنٹنڈنٹوں کو ۲۴ گھنٹے بورڈنگ ہاؤس میں رہ کر بورڈروں کی خواہش، رہائش کا انتظام اور ان کے سامان کی دیکھ بھال رکھنا پڑتی ہے۔ جس کے لئے ان کو ایام حاضرہ میں کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا ہے۔ لہٰذا نہایت ہی ادب سے التماس ہے کہ بدستور اول الاؤنس بورڈنگ ہاؤس منظور فرما کر مستحقین کو عطا فرمایا جائے۔

۶۔ ضلع ہذا میں الاؤنس ڈاک خانجات۔ پھاٹک (مویشی) عام طور پر ہیڈ ماسٹر صاحبان سکولز کو ملا ہوا ہے۔ لیکن دیگر اضلاع میں اور دیگر محکموں میں ایسے الاؤنس نائب مدرسین اور کم تنخواہ دار ملازمین کو ملا ہوتا ہے۔ لہٰذا نہایت ادب سے درخواست ہے کہ کم از کم گریڈ ختم کئے ہوئے ہیڈ ماسٹر صاحبان کی بجائے جے وی اور ایس وی نائب مدرسین کو دیا جا کر پرورش فرمائی جائے۔

(طالب انصاف نمائندگان مدرسین ضلع کرنال)

ڈی اے وی ہائی سکول پٹی ضلع لاہور کی شاندار خدمات کا اعتراف

اہالیان پٹی کی طرف سے شری یان موتہ رام نرائن جی بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر ڈی اے وی ہائی سکول پٹی کو۔

ایڈریس

۱۷ مئی شام آٹھ بجے اہالیان پٹی کا جلسہ مبارک باد منعقد ہوا۔ پبلک کی کافی حاضری میں بابو ہزاری داس سب پوسٹ ماسٹر۔ لالہ ہری چند ریٹائرڈ تھانیدار سردار منگل سنگھ۔ پنڈت مدن گوپال۔ مسٹر پیارے لال۔ لالہ بالکرشن اور دیگر کئی اصحاب نے تقریریں کیں۔ جس میں انہوں نے سکول کے متواتر کئی سال سے شاندار نتائج نکلنے پر ممبران سکول سٹاف اور مینجنگ کمیٹی کو مبارک باد دی۔ اور بتایا کہ سکول کس طرح سے علاقہ ماجھہ کی خدمات بطرز احسن سرانجام دے رہا ہے۔ خالصہ دھارمک سبھا پٹی اور باشندگان دیہہ کی طرف سے دو ایڈریس ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ جن میں انہوں نے گزشتہ دس سال کی تعلیمی کارگزاری کو سراہا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب۔ اور دیگر ماسٹر صاحبان کی یک جہتی اور کارگزاری پر مبارک باد دی۔ میٹرک کا رزلٹ ۷۹ فیصدی اور ورنیکلر فائنل کے سو فیصدی نتائج اور کیشو رام طالب علم کے امتحان ورنیکلر فائنل میں ۷۹۴ نمبر حاصل کرنے پر اظہار مسرت کیا گیا۔

(تلسی رام کھلہ)

گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر

۵۵ طلبا امتحان ایم ایس۔ ایل سی میں کامیاب ہوئے ۱۸ فرسٹ ڈویژن میں آئے۔ نتیجہ ۷۹ فی صدی رہا۔ یہ حیرت انگیز مسرت بخش نتیجہ عالیجناب مکرمی میر خورشید الحسن

صاحب سابق ہیڈ ماسٹر سکول ہذا حال ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جالندھر کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے - میر صاحب موصوف سکول میں بہت قابل عامل رہے - آپ کے عہد میں سکول نے تعلیمی - زرعی - اخلاقی - صنعتی اور جسمانی وغیرہ تمام شعبوں میں نمایاں پہلوؤں سے غیر فانی ترقی حاصل کی - آپ کے حسن اخلاق کا اثر نہ صرف ماتحت اساتذہ کے دل میں تھا - بلکہ تمام طلبا بھی متاثر تھے - سال گذشتہ میں بھی میٹرک کا نتیجہ شاندار رہا - میر صاحب موصوف کی ہمت سے سکول جالندھر ڈویژن میں ممتاز شمار ہونے لگا - ایسا شاندار ریکارڈ سکول کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے - ہم محترمی میر صاحب کو ان کی شبانہ روز کی سرگرمیوں کی مبارک باد دیتے ہیں - اور افسران بالا کے شکرگذار ہیں کہ انہوں نے آپ کی خدمات کا اعتراف فرما کر انہیں جالندھر میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مقرر فرمایا ہے - میر صاحب محترم کا وجود مدارس جالندھر کے لئے فرشتہ رحمت سے کم نہیں ہے۔

(سید دل محمد رضا منشی فاضل گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر شہر)

ورنیکلر مڈل سکول گلوڑ ضلع کانگڑہ

نتیجہ ورنیکلر فائنل ۲۸/۳۰ یعنی ۹۳ فیصدی رہا ہے - نتیجہ کے رو سے تحصیل میں سکول ہذا اول رہا ہے - جس کے لئے ٹھاکر دیارام صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کا سٹاف مبارک باد کا مستحق ہے - ٹھاکر صاحب کی تشریف آوری سے سکول ہر پہلو میں ترقی کر رہا ہے - آپ کی آمد سے سکول میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے - طلبا کو ہر ممکن طریقہ سے عملی شہری بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے - جو تعلیم کا اعلےٰ مقصد ہے -

(دیارام شرما)

سب ڈویژن جڑانوالہ ضلع لائلپور

سب ڈویژن ہذا کا ورنیکلر فائنل نتیجہ سال حال میں نہایت شاندار اور قابل تحسین ہے - یعنی

ورنیکلر مڈل سکولز - ۸۰ - ۴۷ گ ب ۱/۱ - سیال ۱۲/۱۲ - ۵۶۹ گ ب ۸/۸ - ۳۳۴ گ ب ۱۴/۱۴ - ۲۲ گ ب ۱۷/۱۷ - ۹۷ گ ب ۲۵/۲۷ - ۲۸۲ گ ب ۱۴/۱۴ - ۲۶۲ گ ب ۳/۳ کل ۱۰۵/۱۰۷ یا ۹۸ فیصدی اور ضلع بھر میں اول ہے - صوبہ بھر میں شاید ہی کوئی سب ڈویژن اس سے سبقت لے گیا ہو - یہ فائق اور ممیز کامیابی محض جناب لالہ جگن ناتھ صاحب بی اے - اے ڈی آئی جڑانوالہ کی اعلیٰ رہنمائی اور اعلیٰ شغف اور ماتحت طبقہ سے یکدلی کا بیّن ثبوت ہے - میں جناب لالہ صاحب ہیڈ ماسٹر صاحبان اور متعلقہ سٹاف حلقہ کو اس عمدہ کارکردگی اور عمدہ نتائج پر مبارک باد دیتا ہوں

(ولی محمد نصیر الف اے جے اے وی ٹیچر)

مڈل سکول جنڈیالہ شیر خاں

۲۶ رمئی سنٹر مدرسین کا اجلاس ہوا - جس میں لالہ بابو لال صاحب ترہون ہیڈ ماسٹر سکول ہذا کے والد صاحب محترم کی وفات حسرت آیات پر رنج والم کیا - اور پرماتما سے پرارتھنا کی کہ مرحوم کی روح کو شانتی نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے - کثرت رائے سے قرار پایا کہ ایک نقل پریس کو اور ایک لالہ صاحب کی خدمت میں ارسال کی جاوے -

(غلام رسول خاں سیکرٹری انجمن معلمین)

رہنمائے تعلیم لالہ بابو لال صاحب سے اس سانحہ جانکاہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے -

(مسعید لوا)

قحط ریلیف کمیٹی حصار کے کام کی مختصر رپورٹ

(۱۹۳۲-۳۳ء)

چرخہ کے ذریعہ مصیبت زدگان قحط کی امداد کا تجربہ

(۱) حصار کا ضلع صوبہ پنجاب کے جنوب مشرقی حصہ میں راجپوتانہ ریگستان کے ساتھ ساتھ ۱۲۰ میل لمبا اور ۳۰ میل سے ۸۰ میل تک چوڑا بسا ہوا ہے - جس میں پچھلی مردم شماری کے مطابق ۸۹۹۴۷۳ آدمی بستے ہیں - ۳۳۱۷۷۲۳ ایکڑ زمین میں سے ڈیڑھ لاکھ زمین

کو نہر کا پانی ملتا ہے۔ جو بیسویں حصّے کے برابر ہے۔ باقی اُنیس حصّے زمین بارانی ہے۔ جہاں لوگوں کی زندگی کا انحصار صرف بارش پر ہے۔ کنوئیں بہت گہرے اور بڑی تعداد میں کھاری ہیں۔ تحصیل فتح آباد، سرسہ اور بھوانی کے کتنے ہی گاؤں ایسے ہیں جہاں گرمی کے موسم میں پانچ پانچ سات سات کوس سے پانی لانا پڑتا ہے۔ اس لئے بارش ہی کھیتی کے لئے پانی پہنچانے کا ایک واحد ذریعہ ہے۔ گذشتہ تین سالوں کی بارش کی اوسط ۳۲و۴ اً ہے۔ بارش نہ ہونے کے سبب آئے سال ضلع کے کسی نہ کسی حصّہ میں اور ہر تیسرے سال سارے ضلع میں قحط پڑ جاتا ہے۔

(۲) "حصار گزٹ ایئر" گذشتہ قحط ہائے کی سرکاری رپورٹ اور پنجاب کونسل کی کارروائی کی کتاب کے صفحے کے صفحے اس ضلع کے قحط کے ذکر اور اعداد سے بھرے پڑے ہیں۔ ایک اعلےٰ سرکاری افسر نے تو حصار اور قحط ایک ہی معنے رکھنے والے لفظ بتلائے ہیں۔ اس ضلع کے مویشی تمام ملک میں مشہور تھے اور یہی یہاں کے کسانوں کی سب سے بڑی دولت تھی۔ جو لگاتار قحط پڑنے کے سبب برباد ہو گئے۔ ۱۸۷۳ء میں جہاں تین آدمیوں کے لئے ایک گائے آتی تھی۔ وہاں اب نو کے حصّہ میں ایک گائے آتی ہے۔ لوگوں کی غریبی بھی اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ جہاں دودھ کا بیچنا بُرا سمجھا جاتا تھا۔ وہاں اب چھاچھ بھی نہیں ملتی۔

(۳) نومبر ۱۹۳۲ء میں فصل خریف بالکل نہ ہوئی۔ اور نہ ہی فصل اساڑھی بوئی گئی۔ لوگ گھر چھوڑ چھوڑ کر باہر جانے لگے کیونکہ گاؤں میں کوئی مزدوری نہیں ملتی تھی۔ جنگلی لکڑیوں اور ان کی جڑیں بیچ دینے کے سبب اکثر جگہ ہریالی کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ کتنے ہی آدمی سردی اور بھوک سے تکلیف پا رہے تھے۔ لوگوں کے اس دُکھ کو دیکھ کر ۱۷ دسمبر ۱۹۳۲ء کو پنڈت ٹھاکر داس صاحب بھارگو ایڈوکیٹ حصار کی خاص کوشش سے امدادی کمیٹی بنائی گئی۔ جس کی اپیل پر ۱۰۹۵۲/۸/۶ روپیہ نقد اور اس کے علاوہ ۱۳۶۴/-/۳ روپے کے کپڑے اور ۱۹۸۳/۸ کا غلہ ملا۔ آریہ پرتی ندھی اور پرا ودائیک سبھا پنجاب نے بھی امداد بھیجی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر حصار نے پانچ ہزار روپیہ بالو اسیہ ٹرسٹ کلکتہ کا آیا ہوا۔ اور تین ہزار پچھلے قحط فنڈ کا بچا ہوا دیا۔ سیٹھ بھائی رام لکشمن داس خرجہ سیٹی والوں نے اندازاً دس ہزار روپیہ کا اناج اور بائیس گاؤں میں تالاب کھدوا کر امداد دی۔ جو لوگ ہاتھ سے کام کرنے کے لائق نہ تھے۔ انہیں اناج اور کپڑے سے مدد دی گئی۔ جو ہاتھ سے کام کرنے کے لائق ہوتے ہیں۔ وہ مفت نہیں لیتے انہیں کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جو بھی مزدوری مل جائے اس پر صبر کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ اس قحط میں سرکار کے امدادی کاموں پر پانچ پیسے مرد۔ چار پیسے عورت تین پیسے بارہ سال سے بڑی عمر کے لڑکے ہزاروں کی تعداد میں پانچ پانچ کوس سے آکر مٹی کھدائی جیسے سخت کام کو کرتے تھے "مرتا کیا نہ کرتا" کی مثال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کے لئے زندگی قائم رکھنے کے لئے کوئی سہارا بھی نہ تھا۔

(۴) مزدوری کے اس طریقہ سے قحط کی مصیبت مستقل طور پر دور بھی نہیں ہو سکتی۔ قحط کی مصیبت سے بچنے کے لئے دو ہی طریقے ہیں نہر اور گھریلو دستکاریوں کی ترقی۔ نہر کے لئے اس ضلع میں گذشتہ اٹھارہ سال سے بھاکرا ڈیم سکیم کے ذریعہ نہر لانے کی تجویز سرکار کے زیرِ غور ہے۔ لیکن اس پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ چرخہ اس ضلع کی خاص گھریلو دستکاری ہے۔ اور اسے ترقی دینا ضروری ہے۔ کمیٹی نے اس خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ لوگوں کو گذارہ ملنے کے علاوہ ایسے طریقے سے مدد دی جائے۔ کہ گھریلو دستکاریوں کی ترقی ہو۔ امداد کا زیادہ روپیہ چرخہ کے ذریعہ سوت کتوا کر خرچ کیا۔ ۲۱ مختلف مقامات میں مرکز قائم کر کے ۱۸۶ گاؤں میں امداد پہنچائی۔ جن سے ۱۷۴۲۱ کاتنے والے ۲۴۷ دُھننے والے اور ۷۹۷ جُلاہوں اونٹ والوں اور کارکنوں کو ۲۵۳۴۴/۶/۹ کی مدد کی گئی۔ ۱۸۹۰۰ من ایک سیر ۱۴ چھٹانک روئی اور ۱۴ من ۳۳ سیر اون کتوائی گئی۔ امداد کے اس طریقہ کو سرکار نے بھی پسند کیا۔ اور اس کے علاوہ اندازاً تین ہزار روپیہ سرکاری خزانہ سے سوت کتائی پر خرچ ہوئے۔ ضلع کی گھریلو دستکاری کو ترقی دینے کے لئے تحقیقات کرائی گئی۔ اور تحقیقاتی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد گورنمنٹ پنجاب نے ۹۰۰/- روپیہ اون کی دستکاری کو ترقی دینے کے لئے منظور کئے۔ جس سے اب ایک سکول کھولا گیا ہے۔ جس میں نئے نئے طریقوں سے گاؤں میں طیار ہو سکنے والے اوزاروں سے اُون کی کتائی بنائی سکھائی جاتی ہے۔ ممبران کمیٹی نے افسرانِ مال سے مل کر ضلع کی اصلی حالت کو بتایا۔ اور فصلوں کے نقصان کی

بابت اعداد و شمار اکٹھے کر کے معاملہ سرکاری ملتوی کرنے اور پچھلے التوا شدہ کو وصول نہ کرنے پر زور دیا۔ اس پر تحقیقات ہوئی۔ چنانچہ بہت سے گاؤں کا معاملہ التوا ہو گیا۔ اور تقریباً آٹھ لاکھ روپیہ گذشتہ سالوں کا التوا شدہ معاف کر دیا گیا۔

(ہردیو سہائے) مینیجر قحط ریلیف کمیٹی حصار

اسلامیہ پرائمری سکول موری گیٹ قصور

اس سال اس سکول کے پانچ لڑکوں نے مڈل سکول سکالرشپ حاصل کئے تحصیل قصور کے کسی سکول نے تو درکنار، ضلع بھر کے پرائمری سکولوں میں سے بھی کسی سکول کو ایسی شاندار کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ سال گذشتہ بھی حصول وظائف کے شعبہ میں ایسی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ایم محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے سٹاف کی لگاتار اور انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے جس نے اہل قصور کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

(محمد نواب خاں)

سنٹر انجمن معلمین مڈل سکول جمشید ضلع جالندھر

۳۱ مئی ماسٹر بے انت سنگھ صاحب سیکنڈ ماسٹر کی صدارت میں ماہواری جلاس منعقد ہوا۔ تین ممبران کے سوا جو رخصت پر تھے۔ تمام ممبران حاضر تھے۔ سبق دینے والے صاحب کی غیر حاضری سے کوئی سبق نہ ہو سکا۔ اخباری خبریں منشی نبی بخش صاحب نے سنائیں۔ منشی عبد الرشید نے ایک نظم دورِ سابقہ و حاضرہ پر سنائی۔ مضمون بھی صاحب مضمون کی غیر حاضری کا شکار ہوا۔ منشی لابھ سنگھ صاحب ویکسی نیٹر نے حفظان صحت کے متعلق چند ضروری ہدایات دیں۔ آئندہ ہر دو رخصتی اصحاب سبق دینگے۔ اور مضمون سنائیں گے۔ اور منشی عبد الرشید نظم کو اپریٹو بنک کے متعلق سنائیں گے۔

(ہیڈ ماسٹر)

لوئر مڈل سکول کیلاسکے ضلع گوجرانوالہ

سید شاہ سوار صاحب انسپکٹر کو اپریٹو سوسائٹی تحصیل وزیر آباد نے بتقریب دورہ مدرسین سکول کی کوشش در بارہ انلاف پوہلی کی پڑتال فرمائی۔ پنڈت سندر داس صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے سٹاف کی کارگذاری کو بنظر تحسین دیکھا۔ اور زمینداران علاقہ کو پوہلی تلف کرنے کے فوائد پنجابی زبان میں سمجھائے۔ حکام کی توجہ ادھر مبذول ہونے پر آپ کو بھی باخبر ہونا چاہئے۔ اور پوہلی کے پودے شروع سے اپنے کھیتوں سے نکال کر پیداوار کی افزائش کو دیکھیں۔ عمدہ بیج بونے۔ اچھے مویشی رکھنے اور محنت سے زمین تیار کرنے اور طریق کاشت کے لئے نصائح بدرانہ سے مالا مال کیا۔

(امرناتھ شوری)

اظہار ہمدردی و افسوس

پنڈت شوسرن داس حالیان سکول سے ماسٹر رام دیال جی کے نام ایک ماتمی خط لکھ کر ان کی والدہ صاحبہ کے سرگباش ہونے پر اظہار افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔ مرحومہ کی نجات اور پسماندگان کو صبر جمیل کی عطائیگی کے لئے درگاہ الٰہی میں داعی ہیں۔

سناتن دھرم مڈل سکول لاہور کنٹونمنٹ

سکول ہذا کی انجمن معلمین کا ایک خاص اجلاس لالہ تاراچند صاحب جین بی اے ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ہوا۔ اتفاق رائے سے یہ قرار داد پاس ہوئی۔

انجمن کی جانب سے لالہ گوپال داس صاحب ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب، آنریری مجسٹریٹ۔ رئیس اعظم لاہور کو "رائے صاحب" کا خطاب عطا ہونے پر ہدیہ مبارکبادی پیش کیا جائے۔ اور کارروائی کی نقل اخبارات و رسائل میں بھیجی جائے۔

(کلونت رائے سیکنڈ ماسٹر)

مڈل سکول پیپروالہ ضلع کانگڑہ

خان بہادر راجہ فاضل محمد خاں صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن ہمراہی لالہ پربھودیال صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر چودھری جھنڈو مل صاحب اے ڈی آئی علاقہ سکول ہذا میں تشریف فرما ہوئے۔ اور سکول کو ہر پہلو سے کامیاب دیکھ کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ لاگ بک میں حوصلہ افزا ریمارکس درج فرمائے۔ آپ ہیڈ ماسٹر صاحب اور ماتحت مدرسین سے نہایت مہربانی اور خلق سے پیش آئے اور سکول میں جدید تحریکات کے اجرا سے مطمئن ہوئے سکول کی ترقی کے مختلف پہلوؤں پر ہیڈ ماسٹر صاحب سے تبادلہ خیالات فرمایا۔ اور ضروری ہدایات سے مالا مال کیا۔ غرض آپنے سکول کے ہر کام کو نظر پسندیدگی ملاحظہ فرمایا۔

(چندر بھان شرما)

ڈی بی مڈل سکول پنجار ضلع کانگڑہ

یوم والدین ڈاکٹر نرائن سنگھ صاحب کی صدارت میں بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ جس میں وٹیرنری اسسٹنٹ صاحب ہمراہ پوسٹماسٹر صاحب انسپکٹر صاحب فشریز

انسپکٹر صاحب صحت عامہ نے شمولیت فرما کر رونق بڑھائی۔ انہی دنوں علاقہ کے مشہور میلہ سنجار پر گرد و نواح سے سینکڑوں مرد و زن جمع تھے لہٰذا اس جلسہ پر والدین اور سرپرستوں کے علاوہ سینکڑوں اشخاص جمع ہوئے۔ دُعا اور مضمونوں کے بعد گراموفون ریکارڈ سنائے گئے۔ ماسٹر بھاگو رام نے یوم والدین کی غرض وغایت ظاہر کی۔ اور سرپرستوں اور والدین کو ہدایت کی کہ وہ اپنے بچوں کی بہتری کو ملحوظ رکھ کر گاہ گاہے اساتذہ سے تعاون کرتے ہوئے ان کے حالات سے آگہی حاصل کیا کریں۔ پنڈت سنت رام ایس وی نے تعلیم اور اس کی ضرورت پر موثر لیکچر دیا۔ تعلیم کے فوائد اور جہالت کی مضرتوں کا مقابلہ کیا گیا۔ پنڈت رتن چند صاحب اگنی ہوتری نے سرپرستوں اور مدرسین کے تعاون پر زور دیا۔ علاقہ کے حالات کا حاضری پر اثر۔ تعلیمی کام میں رکاوٹ اور اس کے حل کے ذرائع حاضرین پر روشن کئے۔ بعد ازاں لالہ دیدبرت صاحب ہیڈ ماسٹر نے یوم والدین کی اہمیت اور والدین کے تعاون پر موثر تقریر کی۔ اور تلقین کی کہ والدین کا اہم اور متبرک فرض ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً سکول میں آ کر اپنے بچوں کی تعلیم کی خامیوں سے واقفیت حاصل کیا کریں۔ اور استادوں سے مل کر تعلیمی معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں۔ سامان نوشت وخواند مُہیا کریں نیز دیگر ضروریات بہم پہنچانے میں غفلت نہ کریں جس سے ان کی تعلیم میں بہت حرج ہوتا ہے۔ اور اپنے تعاون سے عملہ سکول کا ہاتھ بٹائیں۔

(ہرکشنداس ورما)

ڈی بی مڈل سکول منی مزرعہ ضلع انبالہ

۱۔ چودھری عطر چند صاحب انچارج ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں سکاؤٹس نے جھنڈے کے گرد وفاداری کا گیت گایا۔ اور تمام طلبا کے ساتھ مارچنگ کرتے ہوئے سلامی اُتاری۔ اور بادشاہ سلامت کی درازئی عمر کا گیت گایا۔ جماعت ہشتم کے ایک طالب علم نے ایمپائر ڈے اور سلطنت انگلشیہ کی برکات پر مضمون پڑھا۔ جماعت ہفتم کے ایک طالب علم نے اپنی تیار کردہ نظم پڑھی۔ پنڈت پربھدیال ٹیچر نے ایمپائر ڈے منانے کی اہمیت ظاہر کی۔ اور اس میں ہم کس طرح حصہ لے سکتے ہیں۔ ایس ایم جوش بھریلوی نے سلطنت انگلشیہ اور ایمپائر ڈے کی تاریخ منانے پر نظم پڑھی۔

۲۔ امتحان ورنیکلر فائنل میں ۱۴/۱۴ کامیاب ہوئے۔ تین لڑکوں نے علی الترتیب ۴۳۰ - ۴۲۰ - ۴۱۳ اور اہم نمبر حاصل کئے اول الذکر نے اوپن ہائی سکول سکالرشپ حاصل کیا۔ چودھری عنایت الٰہی صاحب ہیڈ ماسٹر کی موجودگی میں سکول بلحاظ تعداد طلبا تعلیمی اخلاقی اور جسمانی تمام پہلوؤں میں ترقی کر رہا ہے۔

(ایس۔ ایم جوش)

فزیکل ٹریننگ ریفریشر کورس مُبارکپور ضلع انبالہ

جناب خواجہ محمد تقی حسین صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں ۲۵ رمئی سے ۳ رجون ۱۹۳۴ء تک منعقد ہوا۔ ۲۲ مدرسین شامل ہوئے۔ جو خواجہ صاحب کی قابلیت محنت اور تندہی سے خاص متاثر ہوئے۔ پنڈت ہنس راج صاحب کرتنگ ہیڈ ماسٹر مڈل سکول مبارکپور نے اپنے خاص اثر ورسوخ سے اساتذہ کی مناسب امداد فرمائی۔ اے ڈی آئی صاحب نے فزیکل کورس کے مطابق تمام جماعتوں کی ڈرل کھیلیں اور عملی ٹریننگ سے زیر ترتیب اساتذہ کو خوب باقاعدہ کر دیا۔ تمام مدرسین آپ کے مربیانہ سلوک اور ہمدردانہ رویہ کے مداح ہیں۔ آخیر میں آپ نے تمام کورس کا اعادہ کرایا۔

(منیر حسین زیدی)

گورنمنٹ ہائی سکول فاضلکا

ریڈ کراس سوسائٹی کے زیر اہتمام دوسری لیڈیز کانفرنس جس کی صدارت محترمہ خدیجہ بیگم فیروز الدین صاحبہ ایم اے ایم او ایل انسپکٹرس زنانہ مدارس حلقہ وسطی پنجاب نے فرمائی۔ ۲۷ رجنوری کو پہلی کانفرنس سکول ہال میں بیدی نرنجن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے منعقد کرائی تھی۔ جس سے شہر کی مستورات بہت ہی مستفید و محظوظ ہوئی تھیں۔ ان کی دلی خواہش تھی۔ کہ اس قسم کی کانفرنسیں وقتاً فوقتاً ضرور منعقد ہوا کریں۔ چنانچہ جناب بیدی صاحب نے محترمہ صدر کی تشریف آوری سے فائدہ اُٹھا کر ممدوحہ سے کانفرنس کی صدارت کے مفتخر کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے بخوشی تمام ۱۸ رمئی نو بجے شام اس کے انعقاد کی اجازت دی۔ باوجود مختصر نوٹس بیدی صاحب کا نی دعوت نامے جاری فرمائے۔ اور سکول ہال کو نہایت شاندار طور پر آراستہ کیا۔ اور سڑک پر بلند پردے لگوا دیئے۔ اور سکاؤٹس کو سکول کی بیرونی سڑک پر استادہ کیا

تمام ممبران سٹاف سکاؤٹس کی رہنمائی اور جلسہ کی کامیابی کے لئے اس کے اختتام تک برف کے کارخانے میں بیٹھے رہے۔ وقت مقررہ پر مستورات جوق در جوق آنی شروع ہوئیں۔ پردہ کی سختی کو قائم رکھنے کے لئے تین سال سے زائد عمر کے بچوں کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ محترمہ صدر کی آمد پر ان کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ اور کارروائی سیکرٹری ریڈ کراس سوسائٹی کی اہلیہ کے بھجن سے شروع ہوئی۔ مقامی گرلز سکول کی لڑکیوں نے نہایت سبق آموز ڈراموں اور نظموں سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ محترمہ صدر کا عالمانہ لیکچر ڈیڑھ گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ جس میں ممدوحہ نے مختلف مذاہب اور اقوام کی متبرک و مقدس کتب سے شلوک شبد اور آیات اور چیدہ چیدہ فقرے سنا کر واضح کیا کہ "مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا" نیز تعلیم کی برکات اور طبقہ نسواں میں اس کی ضرورت کو نہایت مؤثر لہجے اور طریق میں واضح فرمایا۔ اعلےٰ اخلاق اور دل و دماغ کی پاکیزگی کی فضیلت کو بیان فرمایا۔ ریڈ کراس سوسائٹی کی طرف سے اعلےٰ مضمون لکھنے والی لڑکیوں کو تین مقررہ انعام تقسیم فرمائے۔ کانفرنس کے خاتمہ پر تمام مستورات محترمہ صدر کے گن گا رہی تھیں۔ کانفرنس کی کامیابی ہیڈ ماسٹر صاحب ممبران سٹاف سکاؤٹس۔ لوکل گرلز سکول کی استانیوں کی سرگرمی اور انتظامی قابلیت کا نتیجہ ہے۔ سردار ٹھاکر سنگھ صاحب مالک کارخانہ برف نے اتنے بھاری مجمع کے لئے مفت برف کا پانی مہیا فرمایا۔ (درام پرتاب)

میونسپل اردو سکول نمبر ۸ شہر بیلی ضلع دھارواڑ

امسال حسب معمول نتیجہ اسکول ۱۴/۱۴ برآمد ہوا۔ علاوہ بریں گورنمنٹ مڈل سکول سکالرشپ کا نتیجہ ۲/۲ رہا۔ اس شاندار کامیابی کے لئے سکول کے موجودہ ہر دلعزیز ہیڈ ماسٹر جناب چمن صاحب کرمیسور اور آپ کے دست راست ایم ایم کلاک ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (ایچ آئی مومن)

مڈل سکول نگروٹہ بگواں ضلع کانگڑہ

میلہ چھپار جو قصبہ سے ۳ میل فاصلہ پر ہے ۷ جون کو ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول اور جین استادوں کی سرکردگی میں لڑکوں کی ٹولیاں رسومات بد یعنی صغیر سنی کی شادی و صحت کے متعلق راگ گاتی رہیں۔ اور باشندگان دیہات کو ان کے بُرے نتائج سے آگاہ کرتی رہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے بہت لوگوں کی حاضری میں صغر سنی کی شادی کے نقصانات اور گندے و تاریک مکانوں میں رہنے کے نقصانات پر مؤثر لیکچر دیا۔ اور روشندان کا نمونہ دکھایا۔ (اتبشور داس شرما)

کنٹونمنٹ بورڈ پرائمری سکول نمبر ۱ لاہور کنٹونمنٹ

رسالہ رہنمائے تعلیم ماہ جون ۱۹۳۷ء میں سکول ہذا کی انجمن معلمین کا ماتمی ریزولیوشن جو لالہ ہر پرشاد صاحب میونسپل کمشنر کے والد بزرگوار کی وفات پر پاس کیا گیا تھا۔ تصحیح کا محتاج ہے۔ کیونکہ رسالہ میں والدہ ماجدہ کا لفظ درج ہوا ہے۔ مہربانی کر کے اس کی صحت فرمائیں (منوہر لال شرما)

نوٹ:۔ ناظرین رہنمائے تعلیم مہربانی کر کے مناسب جگہ پر تصحیح فرما کر نوٹ کریں۔ (ایڈیٹر)

استفسارات مع جوابات

منجانب پنڈت منوہر لال شرما کنٹونمنٹ بورڈ پرائمری سکول نمبر ۱ ضابطہ تعلیم پنجاب کی رو سے سالم ماہ بیماری کی صورت میں فیس واجب الوصول نہیں۔ اکثر جگہ پہلے مہینے کی فیس وصول کر لی جاتی ہے۔ اگر طالب علم سالم ماہ بیمار رہے۔ تو فیس اگلے ماہ مجرا دی جاتی ہے۔ کیا یہ قاعدہ درست ہے؟

جواب ۱ بالکل درست ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئیے۔ بیمار طالب علم کی درخواست آنے پر فیس ۱۰ تاریخ تک وصول کر لی جائے۔ رجسٹر میں اندراج ہو اور سالم ماہ بیمار رہنے پر اگلے ماہ کی فیس وصول نہ کی جائے۔ بلکہ یہ فیس اس ماہ کی فیس تصور کی جائے۔ اگر بیمار طالب علم دو ماہ مزید بیمار رہ کر حاضر نہ ہو۔ تو تین ماہ کی بیماری کے بعد اس کا نام خارج کیا جائے۔ اور یہ وصول کردہ فیس اسے یا اس کے والدین اور سرپرستوں کو مجرا دے دی جائے۔ مگر پہلے ماہ میں اس کا بادنت وصول ہونا ضروری ہے۔

نمبر ۲ ۔ اگر نہیں تو ایک طالب علم جو پہلی تاریخ سے ۲۶ تاریخ تک بیمار دکھایا جا رہا ہے۔ اور فیس کا حساب ۲۰ تاریخ کو ہو چکا ہے۔ طالب علم ۲۷ کو حاضر ہو جاتا ہے۔ کیا اس سے لیٹ فیس جرمانہ لیا جائیگا۔ اور کتنا؟

جواب ۔ اس کا جواب بھی دراصل پہلے حصّہ کے جواب میں آ چکا ہے۔ اس غرض سے احتیاطاً فیس کا پیشگی وصول کرنا ضروری ہے۔ بتاریخ

کے بعد نام فیس وصول نہ ہونے کی صورت میں بموجب قواعد رکھا جانا ناممکن ہے ۔ عالم الغیب کون ہے جو یہ اندازہ لگائے کہ طالب علم کو ضرور سالم ماہ بیمار رہنا ہے ۔ اور جب کہ ایسا ہونے کی صورت میں اگلے ماہ فیس جرمانہ جاتی ہے ۔ تو اس کا کیا نقصان ہے ۔ کہ وہ فیس باقاعدہ پہلے ماہ ادا کر دے ۔ ۲۰ تک نام رکھنا خلاف قاعدہ ہے ۔

۳ ۔ سکول تعطیلات موسم گرما کی وجہ سے ۸ اگست کو بند ہوجاتا ہے ۔ ایک طالب علم اس یوم تک فیس ادا نہیں کرتا ۔ کیا اس کا نام رجسٹر سے خارج کیا جاسکتا ہے ؟ اگر جواب مثبت میں ہے تو کیوں ؟ جب کہ ضابطہ میں مبین تاریخ کو نام خارج کرنے کی اجازت ہے ۔ اگر خارج نہیں کیا جاسکتا ۔ تو کیا تعطیلات کے بعد اس سے لیٹ فیس جرمانہ وصول کیا جائیگا ۔ اور کتنا ؟

جواب ۔ کوشش کی جائے کہ فیس وصول ہوسکے ۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو ۲۰ اگست تک اس سے لیٹ فیس جرمانہ کے ساتھ فیس انچارج سکول ماسٹر وصول کرے ۔ یا طالب علم بذریعہ منی آرڈر (پردیسی ہونے کی صورت میں) ارسال کرے ۔ یا دستی ادا کر دے ۔ ورنہ اس کا نام خارج ہونا چاہیئے تعطیلات کے چھ ہفتے اس کا نام کیونکر رکھا جاسکتا ہے ؟

۴ ۔ عام طور پر بیماری کی رخصت متواتر تین ماہ کے بعد لڑکے کا نام خارج کیا جاتا ہے ۔ مگر ضابطہ اس کے متعلق خاموش ہے ۔ کوئی صاحب روشنی ڈالیں ۔

جواب ۔ متواتر تین ماہ کی بیماری کے بعد نام نہیں رکھا جاسکتا ۔ یا طالب علم صحت یاب ہو کر حاضر سکول ہو ۔ ورنہ نام ضرور خارج کیا جائے گا ۔ ضابطہ خاموش کہاں ہے ؟

۵ ۔ مڈل سکول سکالرشپ کے امتحان میں انکم ٹیکس گذار کے لڑکے کو شمولیت کی اجازت ہے یا نہیں ۔ مع حوالہ حکم محکمہ تعلیم ۔

جواب ۔ شمولیت سے کوئی منع نہیں کرتا ۔ البتہ وظیفہ دیتے وقت اگر اتنے ہی نمبر کسی نادار یا متوسط الحال طالب علم کے ہوں گے تو اس کو انکم ٹیکس گذار یا صاحب حیثیت کے لڑکے پر ترجیح دی جائے گی ۔ ہمارے ہاں تو یہی پریکٹس ہے شاید آپ کے ہاں کوئی خلاف مخالفت ہو ۔ کیا آپ کسی زندہ مثال سے اپنے سوال کو واضح نہ کریں گے ؟

۶ ۔ ضابطہ تعلیم پنجاب فیس بارہ ماہ کے لئے واجب الوصول ہوگی ۔ (الف) ماہواری پہلی دفعہ داخلہ کی صورت میں ۔ ایک طالب علم پرائیوٹ طور پر گھر میں تعلیم حاصل کر کے صاحب انسپکٹر کی منظوری سے پہلی دفعہ سکول کی تیسری یا چوتھی جماعت میں ماہ ستمبر میں داخل ہوتا ہے ۔ تو کیا اس سے ماہ اپریل سے فیس وصول کی جائے گی ۔ یا ماہ داخلہ سے اور کیوں ؟

جواب ۔ سوال کی پہلی سطر واضح نہیں اور آپ کا مفہوم پورے طور پر معلوم نہیں ہوتا ۔ دوسری حالت میں جب طالب علم مذکور کے داخلہ کی اجازت صاحب انسپکٹر سے لی جائے گی ۔ تو اس کے ساتھ یہ اجازت بھی حاصل کر لی جائے ۔ کہ فیس کس ماہ سے وصول کی جائے ۔ ماہ اپریل سے یا داخلہ کے مہینے سے ؟ اور اس کے مطابق تعمیل کی جائے ۔ اگر اجازت نہ لی جائے گی ۔ تو فیس ماہ اپریل سے ہی لی جائے گی ۔ گھر پر پڑھانا بارہ ماہ فیس میں ہارج نہیں ہوسکتا ۔

(سیحدیوا)

استفسار مع جوابات

مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل سوالات کے جواب رسالہ رہنمائے تعلیم میں شائع کر کے ممنون کریں ۔

۱ ۔ پنجاب گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم میں ایس وی کا انتہائی گریڈ کیا ہے ؟ ۔

جواب ۔ ورنیکلر اور نیشنل ٹیچروں کے گریڈ حسب ذیل ہیں :۔

۱/ ۳۵-۳-۵۰ ، ۲/ ۵۵-۳-۷۰ ، ۳/ ۸۰-۴-۱۰۰ ، ۴/ ۱۱۰-۵-۱۳۵ ، ۵/ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ ،

ایس وی یعنی ورنیکلر ٹیچرز عام طور پر ۱۳۵ کے گریڈ تک اور شاذ و نادر خال خال صورتوں میں گریڈ نمبر ۵ بھی حاصل کر لیتے ہیں ۔

۲ ۔ الف اے جے اے وی اور الف اے ایس اے وی کا انتہائی گریڈ کیا ہے ؟ ۔

جواب ۔ انتہائی گریڈ کوئی خاص مقرر نہیں بعض جے اے وی بیچارے ۵۵-۳-۷۰ کے گریڈ پر ہی اپنی عمر گذار دیتے ہیں ۔

بعض خوش نصیب ہائی گریڈ حاصل کر لیتے ہیں - ایف اے ایس اے وی کے لئے بھی کوئی انتہائی گریڈ نہیں - پرانے آدمی اسی قابلیت کے ڈویژنل انسپکٹر کے عہدہ تک پہنچے - یہ اپنا اپنا مقدر ہے -

ایس ای ایس شعبہ اینگلو ورنیکلر کے گریڈ یہ ہیں -

$\frac{۱}{۵۵}$-۳-۷۰، $\frac{۲}{۸۰}$-۴-۱۰۰، $\frac{۳}{۱۱۰}$-۵-۱۳۵، $\frac{۴}{۱۴۰}$-۱۰-۱۹۰، $\frac{۵}{۲۰۰}$-۱۰-۲۵۰ اس کے بعد پی ای ایس

۳۴ - مولوی عزیز الدین صاحب ورنیکلر ٹیچر سنٹرل موڈل سکول لاہور اور بخشی ہر دیال صاحب چھبر سیکنڈ ماسٹر ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول ڈسکہ کس کس گریڈ میں کام کر رہے ہیں اور ان کی کوالیفکیشن کیا ہیں ؟

جواب - ہر دو بزرگوار ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں ہیں - اور ایس وی سند یافتہ ہیں - شائد ڈرائنگ اور جمناسٹک کے امتحانات بھی پاس ہوں یا نہ ؟ مولوی عزیز الدین صاحب جولائی ۳۴ء سے ریٹائر ہو جائیں گے -

برائے آگہی لالہ جگت صاحب ٹیچر ایس پی ہائی سکول سری نگر - کشمیر - (دسچیلوا)

شری پدم ہائی سکول ریاست رامپور بشہر

شری پدم ہائی سکول رام پور کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات ۱۶ ربیساکھ سنیچر وار جناب مہاراجہ صاحب بہادر والئے ریاست بشہر کی صدارت میں منعقد ہوا - حاضرین تین سو کے قریب تھے - ممبران میونسپل کمیٹی - اہلکاران ریاست وغیرہ سب شامل ہوئے - سکول خوب آراستہ تھا - مہاراج کی آمد پر سکاؤٹس نے باقاعدہ سلامی اتاری - دعائیہ نظم کے بعد پنڈت دولت رام صاحب بی اے ایل ٹی ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی جس میں سکول کی بہبودی اور ترقی پر روشنی ڈالی - سکاؤٹس نے کئی گیت گائے - ماسٹر گوپال سنگھ صاحب سکاؤٹ ماسٹر نے مہاراج کی تعریف میں نظم پڑھی - طلبا نے دو تین ڈرامے دکھائے - مہاراجہ صاحب بہادر نے انعامات تقسیم فرمائے - اور پچیس روپے شیرینی کے لئے مرحمت فرمائے - شری مہاراجہ صاحب بہادر، شری راجکمار صاحب بہادر اور وزیر صاحب کے نام پر چیرز دئے گئے - (پرتھوی راج)

انقلاب لوئر مڈل سکول ٹیہرہ تحصیل ہمیر پور ضلع کانگڑہ

یہ سکول سال گذشتہ میں بوجہ غیر موزونیت محل وقوع بلحاظ صحت و سہولت ٹیہرہ سے بمقام مندلی بر لب سڑک منتقل ہوا - سکول کی تبدیلی کا اولیں موجب پنڈت بھارام صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ علاقہ ہذا تھے - مگر وہ بعد ازاں حالات و ضروریات کے موافق سہولت کے اسباب بہم نہ پہنچا سکے - ایسے نازک موقعہ پر مہتہ سندر لال صاحب اور ان کے خلف الرشید لالہ وید برت صاحب ہیڈ ماسٹر ڈی بی اینگلو ورنیکلر سکول بنجار نے خاص طور پر امداد فرمائی - اب سکول ان کے عطا کردہ مکانات میں لگتا ہے -

علاقہ کے معززین میاں سندر سنگھ صاحب ذیلدار - پنڈت آگیا رام صاحب ساہوکار اور دوسرے اصحاب نے بھی خاص امداد فرمائی - مقام کی تبدیلی سے تعداد طلبا اور حاضری پر نمایاں اثر پڑا جس کا ذکر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے سکول لاگ بک میں بڑے شاندار الفاظ میں فرمایا ہے - سکول اپنے دیرینہ انحطاط اور تنزل سے نکل کر دوبارہ زندگی حاصل کر رہا ہے - اس تمام ترقی کا سہرا سکول کے ہیڈ ماسٹر پنڈت کانشی رام کے سر ہے - جن کی شبانہ روز محنت وغیرہ اوصاف سے یہ تمام ذرائع عمل میں آکر علاقہ کی بہتری کا موجب ہوئے ہیں (منشی بالی رام)

اردو سکول بک کمیٹی پونہ کے پاس کردہ ریزولیوشن پر اپیل

جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر پونہ کی چٹھی نمبر ۲۳۶ سے ظاہر ہے - کہ اسکول بک کمیٹی پونہ نے اپنی چٹھی نمبر ۱۷۱ کے ذریعہ یہ مسئلہ طے فرمایا ہے کہ کسور عام و کسور اعشاریہ کے سوالات اردو پرائمری سکولوں میں داہنی طرف کی بجائے بائیں جانب سے لکھے جائیں اور پڑھے جائیں - تاکہ طلبا کی دقتیں رفع ہوں - جواباً التماس ہے - کہ

اردو پرائمری سکولوں میں سوالات کا ذکر تو درکنار - ہندسوں کو شروع سے ملاحظہ فرمائیں - اور زبان کے تمام ہندسے داہنی طرف سے شروع ہوتے ہیں - چنانچہ جماعت اول دوم اور سوم تک طلبا نے اردو ہندسوں کے ذریعے داہنی طرف سے لکھ کر حل کئے - اور

جماعت چہارم میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب اس جماعت میں انہیں کسور عام اور کسور اعشاریہ کو بائیں طرف سے لکھنے پر مجبور کرنا۔ ایک نئی بات ہے۔ ہاں اگر اردو ہندسوں کی بجائے انہیں مرہٹی۔ ہندی۔ یا انگریزی ہندسے لکھنے کی ہدایت ہو تو وہ ضرور قدرتاً انہیں بائیں طرف سے لکھیں گے۔ یا شروع سے ہی بائیں طرف سے ہندسے لکھنے کا حکم ہو۔ جائے غور ہے کہ اگر مرہٹی سکولوں سے کہا جائے کہ وہ سوالات دائیں طرف سے لکھیں اور پڑھیں۔ دقتیں رفع ہو جائیں گی۔ تو کیا یہ حکم ان کے لئے سہولت آمیز ہوگا۔ جب ایسا ممکن نہیں تو اردو سکول والوں کو دوسری راہ پر چلنے کا حکم دینا معلوم کون مصلحت لئے ہے؟ میں سمجھ نہیں سکا کہ صرف کسور عام اور کسور اعشاریہ کو بائیں طرف سے لکھتے ہیں۔ کون سی دقت رفع ہو جائے گی۔ لہٰذا میں اردو اسکول کے مدرسین کی توجہ ادھر دلاتا ہوں۔ اور افسران سررشتہ تعلیم کی خدمت میں مودبانہ گذارش پرداز ہوں۔ کہ وہ اسکول کمیٹی کو اس معاملہ میں نظرثانی کا حکم دیں۔ یا ان دقتوں کو واضح فرمائیں جو سوالات کے بائیں طرف لکھنے سے رفع ہوں گی۔

(خادم فرحت بخش گونڈوی صدر مدرس مدرسہ انجم الاسلام بھیمڑی)

ڈی بی مڈل سکول منڈی ڈبوالی ضلع حصار

جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی کا اجلاس پنڈت چندر پرکاش صاحب ہیڈ ماسٹر سکول کی صدارت میں ہوا۔ حسب ذیل عہدہ داران سال آئندہ کے قرار پائے انچارج سوسائٹی ہیڈ ماسٹر صاحب۔ پریذیڈنٹ رجونت سنگھ جماعت ہشتم۔ سیکرٹری برجی لال انتظامیہ ممبران بھگوانداس۔ وید پرکاش۔ سابق انچارج سوسائٹی نے مندرجہ ذیل رپورٹ پڑھی۔

سال	آمدنی معہ	خرچ معہ بقایا	
سال ۲۶ و ۲۷ء	[illegible] ۲ پائی	[illegible] ۶ پائی	
" ۲۷ و ۲۸ء	[illegible] ۵ر۳ پائی	[illegible] ار۳ پائی	بقایا بشمولیت سابقہ [illegible] ۲ر۶ پائی
" ۲۸ و ۲۹ء	[illegible] ۲ر۳ پائی	[illegible] ۹ر۶ پائی	[illegible] ۱۳ر۳ پائی
" ۲۹ و ۳۰ء	[illegible] ۱۲ر	[illegible] ۱۲ر۹ پائی	[illegible] ۱۲ر۶ پائی
" ۳۰ و ۳۱ء	[illegible] ۱۱ر	[illegible] ۱۳ر۹ پائی	[illegible] ۹ر۹ پائی
" ۳۱ و ۳۲ء	[illegible] ۲ر۱۰ پائی	[illegible] ۱۲ر۶ پائی	[illegible] ۲ر۱ پائی
" ۳۲ و ۳۳ء	[illegible] ۷ر۶ پائی	[illegible] ۱ر۶ پائی	[illegible] ۸ر۱ پائی
" ۳۳ و ۳۴ء	[illegible] ۱۰ر۶ پائی	[illegible] ۰ر۶ پائی	[illegible] ۱۰ر۱ پائی

(پرمیشوری لعل ایریمی سابق انچارج)

پبلک ہائی سکول گھرٹل ضلع سیالکوٹ

جونیئر ریڈ کراس ڈے زیر صدارت چودھری بشیر احمد صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری پنجاب ریڈ کراس سوسائٹی ۱۶ر جون کو منایا گیا۔ مسٹر ایم ڈی سودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سیالکوٹ سردار البشیر سنگھ صاحب و مفتی عبدالرشید صاحب اے ڈی آئی صاحبان۔ چودھری سردار علی صاحب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز نے بھی شمولیت فرمائی۔ شام چھ بجے طلبا نے شاندار ماس ڈرل سے حاضرین اور افسران کو محظوظ کیا۔ پھر نظافت اور ہیلتھ پریڈ ہوئی۔ ہر جماعت نے اپنے ہیلتھ آفیسر مقرر کئے ہوئے ہیں۔ جو اس پریڈ میں طلبا کے ناخن دانت اور آنکھ وغیرہ کا معائنہ کرتے ہیں۔ نہا کر نہ آنے والے طالب علم کو نہلایا جاتا ہے۔ صابن تولیا سوسائٹی کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے۔ گندے دانتوں والے کو منجن دیا جاتا ہے۔ آنکھیں دھلائی جاتی ہیں۔ ناخن تراشے جاتے ہیں۔ غریب طلبا کو کپڑے دھونے کے لئے صابن دیا جاتا ہے۔ ان انتظامات سے صاحب صدر بہت محظوظ ہوئے۔ سوسائٹی کی ڈسپنسری طبی امداد بہم پہنچانے کو کافی ہے۔ اس پریڈ کے بعد انتظامیہ کمیٹی نے آپ کی زیر ہدایت مفصلہ ذیل ریزولیوشن پاس کئے۔

۱۔ ایک غریب طالب علم کو سوسائٹی جوتا خرید دے۔

۳- ایک کمزور صحت کے غریب طالب علم کو ایک ہفتہ کے لئے آدھ سیر دودھ مہیا کرے۔

۴- سکول میں فرسٹ ایڈ کلاس کھولی جائے۔

مسٹر موہن لال ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے فرسٹ ایڈ کی موزوں الفاظ میں تشریح فرمائی۔ اور بعد ازاں صاحب صدر نے بھی آپ کی تائید میں تقریر فرمائی۔ دیہاتی کبڈی اور رسہ کشی کے مقابلے ہوتے رہے۔ رات سوسائٹی کی ڈرامیٹک کلب نے "دی لائٹ" نامی ڈرامہ اسٹیج کیا۔ گو شام کو گرد اور بادو باراں کا طوفان عظیم آیا۔ اور اسٹیج کو درہم برہم کر گیا۔ پردوں کو بھی نقصان پہنچا۔ مگر ایکٹروں نے ہمت نہ ہاری اور ڈرامہ نہایت خوش اسلوبی سے کھیلا گیا۔ ایک ایکٹ کے بعد تقسیم انعامات کے جلسے کی صدارت چودھری بشیر احمد صاحب ممدوح الصدر نے فرمائی۔ جس کے بعد لالہ شانتی سروپ صاحب ہوپیڈہ ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ سوسائٹی کی پڑھی۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے سوسائٹی کے کارناموں کو سراہتے ہوئے صاحب صدر کے ایما سے پنجاب ریڈ کراس سوسائٹی کی طرف سے پچاس روپے کی گراں مایہ رقم دیئے جانے کا اعلان کیا۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر میں سکول سوسائٹی کو بہترین سوسائٹی قرار دیا۔ اور فرمایا کہ لالہ شانتی سروپ صاحب ان تھک اور روشن خیال ہیڈ ماسٹر ہیں۔ ایسے ہی قابل انسان پبلک سکولوں کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ صوبہ بھر کی کئی مختلف قومی انجمنیں اور سبھائیں ہیں۔ جو پبلک چندہ پر انحصار کئے ہیں۔ مگر ہزار ہا کوششوں کے باوجود انہیں بیس پچیس ہزار سے زیادہ چندہ وصول نہیں ہوتا۔ مگر پنجاب جونئیر ریڈ کراس سوسائٹیز کے ممبران نے سال گذشتہ ایک لاکھ اڑتیس ہزار روپیہ جمع کیا۔ جو غریب طلبا کی امداد اور بحالیٔ صحت پر خرچ ہوا۔ آپ نے سوسائٹی کی کارگذاری پر اظہار خوشنودی کیا۔ صاحب صدر، صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور دیگر معزز مہمانوں کے شکریہ کے بعد دوسرا ڈرامہ دکھایا گیا۔ (ممتاز حسین لسمل آنریری سیکرٹری)

جواں مرگ

لالہ پنڈی داس صاحب کپور سیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ نہایت دردناک الفاظ میں رقمطراز ہیں۔ "یہ خبر پنجاب کے تعلیمی حلقوں میں عموماً اور ضلع گوجرانوالہ میں خصوصاً بڑے رنج اور قلق سے سنی جائیگی کہ ایم بی ہائی سکول حافظ آباد کے فرشتہ سیرت ہلیو پوپیشل انگلش ٹیچر اور شری رام ناٹک کلب حافظ آباد کے ان تھک کارکن مینیجر بابو ہرگولال جی سیٹھ کے فرزند اکبر شری پنڈت ملکھی رام جی بھاردواج بی اے عین عالم شباب میں یعنی تئیس سالہ عمر میں تمام عزیز و اقارب کو داغ مفارقت دے کر راہی ملک بقا ہوگئے ہیں۔ حافظ آباد کے مقامی افسران ممبران کمیٹی معہ اپنے محترم صدر لالہ جگن ناتھ کپور۔ ممبران رام ناٹک کلب۔ دکانداران۔ ممبران سناتن دھرم سبھا۔ ممبران آریہ سماج۔ اساتذہ و تلامذہ معلمات و طالبات مقامی مدارس غرض ہر کہ ومہ نے اس ناگہانی جانکاہ ماتم میں شریک ہو کر بدقسمت باپ (بابو ہرگولال جی) سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ پرماتما کے حضور میں صدق دل سے دعا ہے۔ کہ مرحوم کو سورگ میں نواس دیں۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل"

رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکن بابو ہرگولال جی سے اس سانحۂ جانکاہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ (مسیحیوا)

ایک ہر دلعزیز افسر کا تبادلہ

جناب چودھری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی تحصیل لائل پور کی اچانک ضلع جھنگ میں تبدیلی پر عام طور پر تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ آپ کے خلوص ایثار اور حسن کارکردگی کا ہر فرد بشر مداح ہے۔ آپ نے علاقہ کی تعلیمی پستی کو بلندی سے تبدیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور قلیل عرصہ میں زمینداران علاقہ کی اخلاقی۔ مالی۔ معاشرتی اور تعلیمی حالت میں ایک خوشگوار تغیر پیدا کر دیا۔ موجودہ دور میں جب عام لوگ ملازمت نہ ملنے سے بچوں کی تعلیم میں تساہل و تامل سے کام لے رہے ہیں۔ چودھری صاحب ممدوح کا ہی کام تھا۔ کہ آپ نے نہ صرف تعداد طلبا کو بحال رکھا بلکہ اس میں قابل قدر اضافہ کر دکھایا۔ مخلوط تعلیم کے سلسلہ میں بھی ان کی اہم ترین خدمات کو کسی طرح بھلایا نہیں جاسکتا۔ آپ نے اپنے ادھان سے علاقہ میں کایا پلٹ کا نقشہ دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی آپ کے تبادلہ پر خوش نہیں۔ دعا ہے کہ خدا آپ کو دیر تک سلامت رکھے۔

(عبدالحق سلیم)

گورنمنٹ گزٹ پنجاب

۱۔ مسٹر اے سی وکنسن ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کو ہندوستان سے باہر جانے کے لئے حسب ذیل رخصت ملی۔

۱۔ اوسط تنخواہ پر ۲۲ر مئی ۳۴ء سے ۹ر جون ۳۴ء تک

۲۔ کالج کی تعطیلات موسم گرما ۱۰ر جون سے ۲۳ ستمبر تک

۳۔ اوسط تنخواہ پر ۲۴ر ستمبر سے ۸ر اکتوبر تک

۲۔ لالہ چیتن آنند صاحب ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج لائل پور کو پی ای ایس (درجہ دوم) شاخ مردانہ کے سلیکشن گریڈ کی اسامی پر جو استحقاق حاصل تھا۔ وہ قواعد اساسی کے قاعدہ نمبر ۱۳ کی رو سے ۲۱ر مئی ۳۳ء قبل دوپہر سے تعطل میں ڈال دیا گیا۔

۳۔ ایم محمد ابراہیم صاحب ایم اے پرنسپل ایمرسن کالج ملتان جو پی ای ایس درجہ دوم کے معمولی ٹائم سکیل شاخ مردانہ میں کام کر رہے ہیں ۲۱ر مئی ۳۴ء سے لالہ چیتن آنند صاحب کی جگہ پی ای ایس کے سلیکشن گریڈ میں عارضی طور پر بالاستقلال ترقی یاب ہوئے۔

۴۔ لالہ مکند لال صاحب ایم اے پروفیسر ریاضی گورنمنٹ کالج لاہور کو پی ای ایس (درجہ دوم) کے سلیکشن گریڈ کی اسامی پر جو استحقاق حاصل ہے۔ وہ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء سے تعطل میں ڈال دیا گیا ہے۔

۵۔ سردار دیوا سنگھ صاحب ایم اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس (حال قائمقام انسپکٹر مدارس ڈویژن انبالہ) جو پی ای ایس درجہ دوم کے معمولی ٹائم سکیل کی مردانہ شاخ میں کام کر رہے ہیں۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء سے لالہ مکند لال صاحب کی جگہ پی ای ایس کے سلیکشن گریڈ میں عارضی طور پر بالاستقلال ترقی یاب ہوئے۔

۶۔ لالہ سیتارام صاحب کوہلی ایم اے لیکچرار لودھیانہ گورنمنٹ کالج لدھیانہ نے پی ای ایس (درجہ دوم) شاخ مردانہ سے عارضی طور پر بالاستقلال سلیکشن گریڈ میں ترقی پائی۔ یہ تبدیلی یکم اکتوبر ۳۱ء سے لالہ رنگ بہاری لال صاحب کی جگہ اور خان بہادر ایم فاضل محمد خاں صاحب کی خالی کردہ اسامی میں ہوئی ہے۔

۷۔ مسٹر جارج آڈیٹو لیکچرار ڈی مانٹ مورینسی کالج شاہ پور کو ۱۶ر جنوری ۱۹۳۴ء سے میڈیکل سرٹیفکیٹ پر تین ماہ کی رخصت اوسط تنخواہ پر ملی۔ آپ ۱۶ر اپریل ۳۴ء میں اپنی اسامی پر حاضر ہو گئے۔ اور باقاعدہ چارج لے لیا۔

۸۔ سید عجائب علی شاہ صاحب اے ڈی آئی مدارس امرتسر ایس ای ایس مدارس اینگلو ورنیکلر کے درجہ اول (۲۰۰ - - ۲۵۰) سے پی ای ایس (قائمقام) کے معمولی ٹائم سکیل ۲۵۰ - ۲۵ - - ۵۰۰ - - ۶۰۰ میں ترقی پاکر ۹ر اکتوبر ۳۳ء سے ۱۴ر فروری ۳۴ء تک لالہ بھانا رام صاحب کی جگہ جو مسٹر ریان ناتھ کی جگہ ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے امرتسر میں قائمقام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔

۹۔ مسٹر ایم ایل گھوش اول مدرس محرری و تجارت ایمرسن کالج ملتان نے اپنی اسامی اور گریڈ (۲۰۰ - - ۲۵۰) سے پی ای ایس کے معمولی گریڈ ۲۵۰ - ۲۵ - - ۵۰۰ - ۲۵ - - ۶۰۰ میں یکم مئی ۳۳ء سے لالہ پرسرام صاحب مرحوم کی جگہ بطور قائمقام ترقی پائی۔ اور گورنمنٹ ہائی سکول ملتان میں فرسٹ کمرشل اینڈ کلیریکل ٹیچر ہوئے۔

۱۰۔ مس سوشیلا سنگھا لیکچرار زنانہ کالج لاہور کو حسب ذیل رخصت بیرون ہند ملی۔

۱۔ نصف اوسط تنخواہ پر ۱۹ر مئی ۳۴ء سے ۳۰ر جون ۳۴ء تک

۲۔ کالج کی تعطیلات موسم گرما یکم جولائی ۳۴ء سے ۳۰ر ستمبر ۳۴ء تک

بچوں کا اخبار
یعنی
گلدستۂ اطفال
اسسٹنٹ ایڈیٹر مسٹر پریم سیالوی
سالانہ چندہ عہ فی پرچہ ار
جلد ۱۴ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء | نمبر ۷

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۴ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیجدیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیجدیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے۔

مینیجر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی ۵۵ء لاہور

دلچسپ معلومات

بندر بطور کلرک کام کرتے ہیں۔ سیام کے بنکوں میں بندر بطور کلرک کام کرتے ہیں اُن کا کام یہ ہے۔ کہ جو نقدی بنک میں آتی ہے۔ وہ اُن کو دیکھ کر فوراً پہچان لیتے ہیں۔ کہ وہ کھوٹی ہے یا کھری۔ ان بندروں کو پنجروں میں بند رکھا جاتا ہے۔ اور اُن کے مالکوں کو باقاعدہ تنخواہ دیجاتی ہے ÷

لائل پور میں ایک گیارہ سال کی سکھ لڑکی نے جو آج سے آٹھ مہینے پہلے پرائمری میں داخل ہوئی تھی۔ انٹرنس کا امتحان اوّل درجہ میں پاس کیا ہے سُنا ہے کہ آج سے آٹھ مہینے پہلے جب اُس نے امتحان کا ارادہ کیا تو وہ انگریزی بالکل نہ جانتی تھی۔

حکومت ترکی نے تمام چھوٹی عمر کے طالب علموں کو سینما اور تھیٹر دیکھنے کی مناہی کردی ہے۔

خواب میں گائے کا سراغ لگالیا امرتسر میں ایک شخص کی گائے چوری ہوگئی۔ ایک دن رات کو سوتے میں اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک شخص لوہگڑھ دروازہ کے باہر اس کی گائے لئے جارہا ہے۔ وہ خواب کے بعد آنکھ کھلنے پر اٹھا اور لوہگڑھ گیٹ کی طرف چل دیا دیکھا تو واقعی ایک آدمی اسکی گائے لئے جارہا تھا۔ چنانچہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔

خوبصورتی کے لئے لسی کا استعمال نیویارک سے صحت کے متعلق ایک اخبار میں چھپا نکلتا ہے۔ اس میں جسم کو خوبصورت بنانے کیلئے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ لسی زیادہ سے زیادہ پینے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ اور جسم پر لسی کی مالش کرنی چاہئیے۔ اس ڈاکٹر کا بیان ہے کہ ایسا کرنے سے ایک تو جسم خوبصورت نکل آتا ہے۔ اور دوسرے جسم کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔

سنتے آئے ہیں کہ "وقت دولت" ہے۔ لیکن اس کو ایک نو ایجاد گھڑی نے خوب اچھی طرح ثابت کیا ہے

امریکہ کے ایک مغربی بنک نے ایک دیوار گیر گھڑی ایجاد کی ہے جس میں اگر روزانہ دو سکے نہ ڈالے جائیں تو بند ہو جاتی ہے۔ بنک نے یہ گھڑیاں اپنے ہاں روپیہ جمع کرنے والوں میں تقسیم کی ہیں۔ جب یہ بھر جاتی ہیں تو بنک میں لے جا کر خالی کردی جاتی ہیں۔ اور اپنا کام دوبارہ شروع کردیتی ہیں۔

پرندوں کے اڑنے کی رفتار فی گھنٹہ چڑیا ایک گھنٹہ میں ۹۰ میل۔ کوا ۲۱۲ سیکنڈ میں ایک میل۔

ننھے منّے کی پیاری باتیں

(از خامہ احمد حسین صاحب شوکت قریشی امرت سری)

بچہ تھا اک بھولا بھالا　　دل کی رونق گھر کا اُجالا
اماں کا وہ لختِ جگر تھا　　باپ کا اپنے نورِ نظر تھا
تھیں بس ان دونوں کی ہمیشہ　　آرزوئیں اُس سے وابستہ
میٹھی باتوں سے جی بہلائے　　آپ ہنسے اور سب کو ہنسائے
رنج و الم میں دل کا سہارا　　مکھڑا اس کا پیارا پیارا

ماں کا نورِ نظر یہ بیٹا　　شام ہوئی بستر پر لیٹا
اس کی نگہ اُٹھی جو فلک پر　　دیکھا اُس نے ماہِ منور
دیکھ کے یہ صورت نورانی　　دل کو ہوئی اس کے حیرانی
باپ کو اپنے کرکے مخاطب　　کہدیئے اس نے دل کے مطالب
کون ہے ابا جی یہ بتاؤ　　مجھ کو اس کا حال سُناؤ

بولا باپ اے پیارے بچے　　ننھے منّے میرے دُلارے
عالم اس کو ماہ بتائے　　خسروِ انجم یہ کہلائے
سورج سے پاتا یہ ضیا ہے　　سیاروں میں سب سے بڑا ہے
(روشنی)
لوگوں پر احسان ہے اس کا　　چاروں طرف فیضان ہے اس کا
برگ و شجر میں جان ہے اس سے　　گلزاروں کی شان ہے اس سے
پانی میں تاثیر ہے اس کی　　سارا جہاں جاگیر ہے اس کی

ستاروں کا بادشاہ

خدمتِ خلق

دُنیا میں انسان کیلئے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے بہت سے ذرائع موجود ہیں۔ ماں۔ باپ اور اُستاد کی خدمت کو سب خدمتوں سے بڑھ کر گنا گیا ہے۔ لیکن اِس خدمت سے بھی بڑھ کر دُنیا میں سب سے بزرگترین خدمت "خدمتِ خلق" ہے۔ بقول سعدیؔ۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بہت سے ایسے لوگ اور بہت سی ایسی قابل ہستیاں روئے زمین پر پیدا ہوئی ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنا سارا وقت اور ساری زندگی خدا کی مخلوق کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ اور آج دُنیا میں اُن کا نام اِسی لئے روشن ہے کہ انہوں نے خدا کی مخلوق کی خدمت کرنے میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں کئے۔ کہ تاقیامت اُن کا نام روشن رہیگا۔

حضرت ابوبن ادھم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ کوئی کتاب ہاتھ میں لئے کچھ نوٹ کر رہا ہے۔ آپ پوچھنے لگے تو اُس نے جواب دیا۔ کہ وہ خدا کے محبوبوں کی فہرست تیار کر رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ میرا نام بھی اُس فہرست میں ہے؟ مگر جواب نفی میں ملا۔ ابوبن ادھم کہنے لگے کہ اگر اُس فہرست میں میرا نام نہیں تو کم از کم خدا کی مخلوق کی خدمت کرنیوالوں کی فہرست میں ہی درج کر لو۔ دوسری رات جب فرشتہ پھر نمودار ہوا۔ تو اُس نے آ کر ابوبن ادھم کو خوشخبری سُنائی۔ کہ اُس کا نام خدا کو یاد کرنیوالوں کی فہرست میں سب سے اوّل لکھا گیا ہے۔

یہ کہانی صرف اسی بات کا ثبوت نہیں کہ وہ خدا کی عبادت میں مستغرق رہتے تھے

بلکہ جو آدمی خدا کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ تو خدا کی درگاہ میں اُس کا رتبہ ہی بلند نہیں ہوتا بلکہ خدا اُس سے ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ کیونکہ کسی انسان کی کسی کُتے کے ساتھ نیکی کی ہوئی بھی ضائع نہیں جاتی۔

مرحوم سر سید احمد خاں کی ہستی ہمارے لئے بہترین مثال ہے کہ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کو ہی بہتر نہیں بنا دیا بلکہ اُن کی آئیندہ نسلوں کی تہذیب کو بھی چار چاند لگا دیئے۔ آپ نے اپنی قوم کی وہ خدمت کی ہے کہ جسکی وجہ سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔

دُنیا میں بنی نوع انسان سے جہاں تک ہو سکے بھلائی اور نیکی کرنی چاہئیے۔ یہ دُنیا فانی ہے اور سب کو یہاں سے آج نہیں تو کل کوُچ کر جانا ہے۔ اور یہ بناوٹی زیب و زینت کاخ و ایوان اور جاہ و حشمت سب یہیں دھرے رہ جاتے ہیں۔ اسلئے یہی بہتر ہے کہ ایک دوسرے سے ہنسی خوشی سے اس چند روزہ زندگی کو بسر کریں۔ جہاں تک ہو سکے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی سے پیش آئیں اور اسی بات میں خدا بھی راضی ہوتا ہے۔

ہندو ہو یا مسلمان سکھ ہو یا عیسائی سب خدا کی مخلوق ہیں۔ ہم وطن ہیں۔ سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ اور خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا ایک دوسرے کا فرض ہے خدا کرے وہ دن جلد آئے کہ ہمارے مُلک کے لوگ تنگ خیالی کو چھوڑ کر خدمت خلق کی جانب متوجہ ہوں۔ اور ملک کی بگڑی بنائیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

درد دل کیواسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیان

مظفر علی خاں طالب علم گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول لاہور

لطیفہ:- ایک صاحب بہادر نے اپنے نوکر سے خفا ہو کر کہا کہ تو اصل میں گدھا ہے اور شیطان کا بچہ ہے نوکر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور مائی باپ ہیں جو چاہیں کہ لیں۔ مرسلہ شیخ دل محمد جماعت ہشتم بی سنٹرل

صحرائی الف لیلےٰ

حکایت سوم

بدی کا انجام

سنہ ۱۵۲۰ء کا ذکر ہے۔ شہر وینس میں دُو دوست اینٹونیو اور بسانیو نامی رہا کرتے
تھے۔ محبت کا رشتہ خون کے رشتہ سے زیادہ استوار ہوتا ہے۔ اور شائد یہی وجہ تھی کہ دون
دوست ایک دوسرے پر جان دیتے تھے۔ اینٹونیو ایک سچّا عیسائی تھا۔ دُنیا کے نشیب و فرا
اُس کی طبیعت پر اثر نہ کرسکتے تھے۔ گو وہ ایک سوداگر تھا اور سوداگروں کا رجحان طبع عمو
فراہمیٔ زر رہتا ہے۔ اور یہ کوئی عجب نہیں اگر دولت کی حرص اِنسان کے پائے استقامت
کو لغزش دیدے۔ ... لیکن اینٹونیو سوداگر ہوتا ہوا بھی ایک شریف اِنسان تھا۔ بسانیو فخر
کہا کرتا تھا مَیں ایک "اِنسان سوداگر" کا دوست ہوں" بسانیو کی شادی ہونیوالی تھی۔ اُس کے
پاس اخراجات کیلئے ایک کوڑی بھی نہ تھی اس لئے اُس نے اینٹونیو سے تین ہزار روپے ما
اینٹونیو سے اگر بسانیو پچاس ہزار روپے بھی مانگ لیتا تو اُس کے پاس اِنکار کیلئے کوئی
نہ ہوتی۔ لیکن یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اینٹونیو ایسے متمول شخص کے پاس اُس وقت اتنی رقم

(۲)

شائی لاک اُسی قصبہ کا ایک یہودی سوداگر تھا۔ نہایت لالچی۔ اُس کی شرح سُود نہا
سخت تھی۔ لوگ اُسے سگِ حریص کہکر پکارا کرتے تھے۔ وہ نہایت نادم تھا لیکن عاد

دوسری انسانی فطرت بن جاتی ہے۔ اس لئے وہ اپنی حرص آفریں طبیعت کو نہ بدل سکا۔ اُس کے دل میں یہ شک جڑ پکڑ چکا تھا کہ انیٹونیو ہی اُس کی ذلالت کا باعث ہے۔ اسلئے وہ ہمیشہ انتقام کے موقعہ کی تلاش میں رہتا تھا۔ انیٹونیو اُس کے پاس آیا۔ گردن نیچی کر کے تین ہزار روپوں کا سوال کیا۔ شائی لاک طنزاً کہنے لگا۔ "انیٹونیو۔ اے فرشتہ خو عیسائی! کیا کتوں کے پاس اِس قدر روپیہ ہوتا ہے؟

"میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے نہیں آیا۔ میں تین ہزار روپیہ قرض مانگتا ہوں کیا تم دے سکتے ہو یا نہیں؟ ایک ماہ کے اندر اندر تمہارا روپیہ معہ سود تم کو مل جائیگا میرے جہاز جلدی ہی واپس آنیوالے ہیں۔"

شائی لاک دِل میں سوچنے لگا کہ انتقام کا اِس سے بہتر موقعہ نہیں مل سکتا۔ تھوڑا عرصہ خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔ "تم تو ناراض ہو گئے۔ آخر عمر بھی کیا ہے۔ بچے ہو۔ روپیہ کی کیا حقیقت ہے۔ جتنا چاہو لے جاؤ۔ میں سود بھی کچھ نہیں مانگتا۔ لیکن رواج کے مطابق تم ایک نوشت دے جاؤ یعنی یہ کہ اگر تم ایک مہینہ کے اندر اندر میرا روپیہ ادا نہ کر سکو تو مجھے قانونی طور پر حق ہوگا کہ تمہاری چھاتی سے ایک پاؤ بھر گوشت اُتار سکوں۔" انیٹونیو مسکرایا خوب۔ یہودی۔ مجھے انکار نہیں۔ جو تم کہو۔ مجھے منظور ہے۔"

انیٹونیو نے نوشت دیدی اور روپیہ لے گیا۔

(۳)

بسانیو کی شادی ایک نہایت متمول عورت پورشیا نامی سے ہو گئی۔ ایک دن اچانک بسانیو کو ایک چھٹی ملی۔ جس سے اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ چہرے پر پژمردگی چھا گئی۔ پورشیا اس کے چہرے کی اس متغیر حالت کو دیکھ کر حیران تھی۔ پوچھنے لگی۔

جانم فدا۔ نصیبِ دشمنان یہ آج خلافِ معمول ملال کیسا؟" بسانیو کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ کچھ نہ پوچھو پورشیا۔ میری وجہ سے میرے ایک عزیز دوست انیٹونیو نامی کی جان خطرہ میں ہے"۔ پورشیا بے چین ہو گئی۔ "صاف صاف کہئے۔ معاملہ کیا ہے؟" اُس نے میری شادی پر مجھے تین ہزار روپیہ ایک یہودی شائی لاک سے اِس شرط پر لیکر دیا تھا۔ کہ اگر ایک مہینہ کے اندر اندر وہ اُسے واپس نہ کر سکا تو شائی لاک کو قانونی حق ہو گا کہ وہ پاؤ بھر گوشت اُسکی چھاتی سے اُتار سکے۔ اب میعاد ختم ہو گئی ہے۔ انیٹونیو روپیہ ادا نہیں کر سکا۔ معاملہ عدالت میں ہے۔ ممکن ہے دو ایک دنوں تک مجھے اپنے عزیز دوست کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ پورشیا کا بھی گلا بھر آیا" کہنے لگی۔ آپ جتنی چاہیں رقم لے جائیں اور اُس کی جان بچائیں"۔ بسانیو نے جلدی جلدی ایک معقول رقم باندھ لی اور وینس کی طرف چلدیا انیٹونیو کے قانونی مشیر کا نام بلاریو تھا۔ اور وہ پورشیا کا رشتہ دار تھا۔ پورشیا نے اُس سے یہ لکھوا لیا کہ عدالت میں اُس کی جگہ گریشیانو نامی ایک وکیل حاضر ہو گا۔ اور یہ گریشیانو مردانہ لباس میں پورشیا ہی تھی۔

(۴)

عین اُسی وقت جبکہ عدالت کے روبرو یہی مقدمہ پیش تھا اور بسانیو اپنے دوست کی زندگی کے لئے کئی گنا زیادہ رقم دینے کیلئے تیار تھا۔ پورشیا بھی مردانہ بھیس میں وہاں پہنچ گئی۔ عدالت کا کمرہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا۔ ہر ایک کی نگاہیں شائی لاک پر لگی ہوئی تھیں"۔ کاش وہ اپنا مقدمہ واپس لے لے"۔ اُن دنوں بھی ظلم اور رحم میں اتنی ہی دشمنی تھی جتنی آج۔ پورشیا نے نہایت نرمی سے شائی لاک کو سمجھانے کی کوئی کسر روا نہ رکھی۔ لیکن اُس نے اپنی ضد نہ چھوڑی۔ آخر پورشیا کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

انٹونیو! تم وعدہ کے مطابق روپیہ ادا نہیں کر سکے۔ اس لئے تیار ہو جاؤ۔ شائی لاک کو قانون اجازت دیتا ہے "کہ تمہاری چھاتی سے پاؤ بھر گوشت نوچ لے"۔

انٹونیو نے اپنا گریبان کھول دیا۔ شائی لاک جلدی جلدی اپنے خنجر کو تیز کرنے لگا۔ سامعین پر سناٹا چھا گیا۔ ہر ایک دل افسردہ تھا۔ شائی لاک نے خنجر اٹھایا ہی تھا کہ پورشیا بولی "ٹھہرو۔ یہودی۔ کیا تمہارے پاس ترازو ہے"؟ ہاں۔ ہے"۔

بہت اچھا۔ خیال رہے۔ تم ایک وار میں ایک لوتھڑا جس کا وزن پورا ایک پاؤ ہو اتار سکتے ہو اگر بال بھر کی بھی کمی یا بیشی ہوئی تو تم خیانت کے مجرم ٹھہرائے جاؤ گے۔ دوسرے تمہاری تحریر میں صرف گوشت کا ذکر ہے۔ خون کا کہیں نہیں۔ اسلئے اگر خون کا ایک قطرہ بھی گر گیا تو تم پر دوسرا مقدمہ چلیگا۔ اسلئے جو قدم اٹھاؤ۔ نپا تُلا ہوا ہو"۔

کمرہ تحسین و آفرین کے نعروں سے گونج اٹھا۔ لیکن یہودی کے سر پر منوں پانی پھر گیا۔ کھسیانا ہو کر کہنے لگا "مجھے میری رقم ہی دلوا دیجئے"۔ پورشیا بولی۔ ایک پائی نہیں ملیگی۔ شائی لاک تم نے خون کی سازش کر کے اطالوی قانون توڑا ہے۔ اس لئے تم اب قانونی شکنجوں میں جکڑے ہوئے ہو۔ حاکم عدالت بولا "قانون تمہیں بری بھی کر سکتا ہے اگر انٹونیو تمہیں معاف کر دے"۔ انٹونیو کہنے لگا "اگر یہودی نصف جائداد اپنی بیٹی کو اور نصف اپنے بیٹے کو دیکر اس پیشہ سے سبکدوش ہو جائے۔ تو میں اسے معاف کر دونگا"۔

یہودی ایک ایسی تحریر پر دستخط کر کے یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ مجھے بخار ہو گیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے"۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آگئی کہ انٹونیو کے جہازوں کے غرق ہو جانے کی افواہ غلط تھی۔

عزیزو! بدی کبھی نہیں پھلتی۔ شائی لاک کا انجام کس قدر عبرت ناک ہے اور انٹونیو کی زندگی کس قدر اعلےٰ۔

(محترمہ ب۔ اکبری بیگم)

زرّیں مقولے

(۱) اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
(۲) اللہ تعالےٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔
(۳) اللہ تعالےٰ ہر جگہ موجود ہے۔
(۴) والدین کی خدمت تمام خدمتوں سے افضل ہے۔
(۵) تجارت میں راستبازی کامیابی کا موجب ہے
(۶) اچھی صحت کا راز معدہ کی درستی پر موقوف ہے۔
(۷) بدی کا انجام بد ہے۔
(۸) ترقی ہمیشہ قدم آگے بڑھانے سے ہوتی ہے نہ کہ ایک ہی مقام پر ٹھیرنے سے۔
(۹) خدا کی عبادت بُرائیوں سے روکتی ہے۔
(۱۰) یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری غریبوں اور محتاجوں کی امداد کرنا نیک نامی ہے۔
(۱۱) جو صابر ہے وُہ فتح پاتا ہے۔
(۱۲) دوست وہی ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے۔
(۱۳) سستی و کاہلی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔
(۱۴) ہمیشہ وقت کی قدر کرو۔
(۱۵) ہر ایک بات پر ہنسی اُڑانا سراسر بیوقوفی ہے۔
(۱۶) بدوں کی صحبت میں بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا افضل ہے۔
(۱۷) حقیقی خوشی صرف نیکی کرنے میں ہے۔
(۱۸) آمدنی سے زیادہ خرچ کبھی نہ کرو۔
(۱۹) مصیبت کے وقت صبر کرنا بہادری ہے۔
(۲۰) ہمیشہ سچے کو راحت ہوتی ہے۔
(۲۱) کل کی فکر آج ہی کر لو۔ یہ داناؤں کا قول ہے۔
(۲۲) انصاف میں رحم موجود ہے۔
(۲۳) تعصب ترقی کا مانع ہے۔
(۲۴) تجارت ترقی کا اعلےٰ ذریعہ ہے۔

(از۔ ایچ۔ آئی۔ مومن۔ اُردو سکول ٹیچر شہر ہُبلی ضلع دھارواڑ)

لطیفہ ایک دن دو گنجے ولایتی مال کو بائیکاٹ کرنے کی صلاح کر رہے تھے۔ ایک نے کہا جو ہم ولایتی تیل لگاتے ہیں۔ اُس کو ضرور بائیکاٹ کرنا چاہئے (شیخ دل محمد جماعت ہشتم بی سنٹرل ماڈل سکول لاہور)

رہنمائے ریاضی

پنڈت کلومل صاحب اور لالہ بھگوان سہائے صاحب سے

التماس

مجھے آپ کی تحریر پڑھ کر بے حد رنج ہوا ہے۔ کیا ہمارا (مدرسین کا) یہی فرض ہے کہ ذاتیات پر حملے کرنا شروع کر دیں!۔ ایک دوسرے کو زبردستی اپنا معتقد بنائیں۔ خواہ کوئی پیرو کار بنے یا نہ!۔ یہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جس کے ہاتھ میں زبردست طاقت ہو۔ حکومت ہو۔ اقتدار ہو۔ ہمارا تو یہ فرض ہے۔ کہ حتی المقدور راستے کو شاہراہ بنا کر دکھائیں جو تکلیفات ہوں۔ ان کو دور کریں۔ تاکہ رہرد خود راستے کو چھوڑ کر اس شاہراہ پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائے۔ ہم کو قطعاً یہ ضرورت نہ رہے۔ کہ کسی کو مجبور کریں۔ کہ تم اس شاہراہ پر گام زن ہو۔ فلاں راستے کو ترک کر دو۔ اس میں فلاں مشکلات ہیں۔ اس میں یہ برائیاں اور خرابیاں ہیں۔ یہ تو وہی مثال ہوئی "دو حلوائی تھے۔ ہر ایک مٹھائی بناتا تھا۔ لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق مٹھائی خرید کر کھایا کرتے تھے۔ لیکن ایک حلوائی بوجہ حسد دوسرے کو کہا کرتا تھا۔ میری مٹھائی اعلےٰ ہے۔ مزیدار ہے۔ طبیعت کو مسرور و محظوظ کرتی ہے۔ تم بھی ایسی مٹھائی بنایا کرو۔ تاکہ تمہاری شہرت ہو۔ اور گاہک زیادہ ہو جائیں۔ اس نے جواب دیا۔ یہ پبلک کی پسند پر ہے۔ جہاں چیز اچھی ہو گی۔ وہاں سے خریدیں گے تیرے میرے کہنے سے اچھی یا بُری چیز کوئی بھی نہیں ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ حلوائی اس طرح نہیں مانتا۔ اس کے خریداروں کے دلوں میں نفرت کا بیج بونا شروع کیا۔ خوب زہر اگلا۔ جس کا نتیجہ بُرا ہوا۔ مقدمہ بازی تک نوبت آئی۔ دونو گھر اُجڑ گئے۔ عزت گئی۔ دوکانداری گئی۔ لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوئے"۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ کو سمجھاؤں اور نصیحت کروں۔ کہ آپ ایسا کریں یا ویسا نہ کریں۔ مگر میں دست بستہ التماس کرتا ہوں کہ منافشات سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنی عقل کے مطابق خاص سوالات کے طریقے میں خصوصیت پیدا کریں۔ اور پبلک کے روبرو پیش کریں۔ اگر وہ دلچسپ و آسان ہوگا۔ تو خود بخود سب اس طرف جھک جائیں گے۔ کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑیگی ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید ۔ مگر بے ادبی معاف!

اس طرح لوگ ہم سے بدظن ہو جائیں گے۔ عزت کی بجائے ..... جگہ ہنسی۔ طالب علم اور دیگر مدرسین ہنسیں گے۔ وغیرہ وغیرہ تمام نتائج بآواز دہل پکار رہے ہیں۔ کہ ریاضی میں فیل شدہ تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ریاضی سے دنیا ڈرتی ہے۔ میٹرک تک مجبوراً امیدواران حساب لیتے ہیں۔ مگر الف۔ اے میں داخل ہوتے ہی اکثر دُور ہی سے سلام کرتے ہیں۔

ہمیں اس کی وجہ معلوم کرنا چاہیئے۔ اس کے لیئے ایسا راستہ تجویز کریں۔ کہ سب خوشی سے اس پر گامزن ہی نہ ہوں بلکہ آنکھیں بند کر کے دوڑتے جائیں۔ کوئی ایسا روڑا نہ ہو۔ جو ان کے راستے میں حائل ہو۔ ذرا غور کریں کہ ریاضی کے لیئے آپ کتنی کوشش کر چکے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ ہر ایک مضمون کے لیئے کوئی نہ کوئی رسالہ جاری ہے۔ جلسے ہو رہے ہیں۔ پراپیگنڈے ہو رہے ہیں۔ نئی نئی باتیں پبلک کے سامنے آ رہی ہیں۔ مگر ریاضی۔ ہائے بدنصیب ریاضی۔ تیری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ اگر کوئی کچھ کرتا بھی ہے تو یہ۔ کہ اس کے کپڑے دھو کر پھر پہنا دیئے گئے۔ یعنی ایک کتاب اٹھا کر ہیر پھیر کر کے پبلک میں پیش کر دی۔ اور پیسے کما لیئے۔ خیر میرا مدعا صرف اتنا ہے۔ کہ ریاضی کو ایسی حالت تک پہنچایا جائے۔ کہ تمام لوگ اسے پسند کریں۔ (اس کے طریقۂ تعلیم کو بہتر بنایا جائے۔ اور سوالات کی ترتیب پر بحث کر کے ان کو پبلک میں پیش کیا جائے)

(آپ کا نیازمند شودیال فوق سرڈری ریاضی ٹیچر کنیٹ ہائی سکول لاہور کنیٹ)

نوٹ:۔ گلدستہ اطفال میں رہنمائے ریاضی کی ذیل میں افسوس کہ معمولی بات چیت سے بڑھ کر اختلاف طبائع کا طوفان امنڈ پڑا۔ شریمان سردار جگت سنگھ جی نے میرے مشورے کے بغیر ہر دو اصحاب کی خاطر ان کے خیالات بلا کم و کاست شائع کر دیئے۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ میرے ہم خیال بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ جو اس ایک سوال کے حل پر کشمکش کو دل سے پسند نہیں کرتے۔ میری آرزو ہے کہ ہر بزرگوار ٹھنڈے دل سے اپنے اپنے بیانوں پر غور کریں۔ اور تو تو میں میں سے باز آئیں۔ آئندہ ان کے اس قسم کے خیالات کی اشاعت ناممکن ہے (رسچدیو ا)

حساب کا ایک دلچسپ طریقہ

(مقتبس از چشمۂ ریاضی مصنفہ فوق ریاضی ٹیچر کنیٹ ہائی سکول لاہور کنیٹ)

عموماً ہر ایک یہی کہتا ہے۔ کہ حساب کا ہر ایک سوال بآسانی الجبرا سے حل ہو سکتا ہے۔ مگر میں اسے باطل ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جس سوال کو الجبرا سے حل کیا جا سکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ حساب سے حل نہ ہو سکے۔ اس سلسلے کا پہلا قدم ملاحظہ فرمائیے۔ اور امید ہے کہ آئندہ بھی آپ کی نظروں سے اسی قسم کے اور مضمون بھی گذرا کریں گے۔ میں مبتدی ہوں۔ نظر عنایت کا خواستگار ہوں۔ نکتہ چینی کرنے والے اصحاب سے معافی کا خواہاں ہوں۔

سوال (۱) ایک عدد دو ہندسوں سے بنا ہوا ہے۔ جن کا مجموعہ ۷ ہے۔ اگر اس میں ۲۷ جمع کریں۔ تو اس عدد کے ہندسے الٹ جاتے ہیں۔ عدد معلوم کرو۔

اس سوال کی بناوٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوجائیگا۔ کہ عدد مذکور میں ایک اکائی کا ہندسہ ہے۔ دوسرا دہائی کا۔ جب وہ الٹ جائیگا۔ تو اکائی کا ہندسہ دہائی کے ہندسے کی جگہ چلا جائیگا۔ اور دہائی کا ہندسہ اکائی کی جگہ۔ یعنی دونو اعداد کو جمع کرنے سے اکائیاں اور دہائیاں برابر ہونگی۔ مثلاً عدد ۱۳ میں پہلی صورت میں ۳ اکائیاں اور ایک دہائی ہے۔ عدد الٹنے سے (۳۱ میں) ایک اکائی اور تین دہائیاں ہیں۔ جمع کرنے سے (۱۳ + ۳۱ = ۴۴) چار اکائیاں اور چار دہائیاں۔ ۲۸ میں آٹھ اکائیاں اور دو دہائیاں اور ۸۲ میں ۲ اکائیاں اور ۸ دہائیاں ہونگی۔ مجموعہ (۲۸ + ۸۲ = ۱۱۰) ۱۰ اکائیاں اور ۱۰ دہائیاں ہونگی۔ مجموعہ گیارہ پر تقسیم کرنے سے خارج قسمت دونو ہندسوں کا مجموعہ ہوگا۔ یا اس کا الٹ۔
مجموعے کو گیارہ سے ضرب دیجائے۔ تو دونو اعداد کا مجموعہ معلوم ہوجائیگا۔ مثلاً ۱۳ اور ۳۱ کے ہندسوں کا مجموعہ ۴ ہے۔ اس کو گیارہ سے ضرب دیں تو دونو اعداد کا مجموعہ ۴۴ معلوم ہوجائیگا۔ ۲۸ اور ۸۲ میں ۱۰ × ۱۱ = ۱۱۰ ہوگا۔

اب مذکورہ بالا سوال میں ہندسوں کا مجموعہ ۷ ہے۔ دونو عددوں کا مجموعہ ۱۱ × ۷ = ۷۷ ہوگا۔
اب ذرا غور فرمائیں۔ پہلے عدد میں ۲۷ جمع کرنے سے دوسرا عدد بنتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ پہلے عدد سے دوسرا عدد ۲۷ زیادہ ہے۔

اب یہ سوال بن گیا۔ کہ دو عددوں کا مجموعہ ۷۷ اور فرق ۲۷ ہے۔ اعداد معلوم کرو۔

ایک عدد = (۷۷ + ۲۷) / ۲ = ۱۰۴ / ۲ = ۵۲
دوسرا = (۷۷ − ۲۷) / ۲ = ۵۰ / ۲ = ۲۵
{ بڑا عدد = (مجموعہ + فرق) / ۲ ؛ چھوٹا عدد = (مجموعہ − فرق) / ۲ }

پہلا عدد ۲۵ ہوگا۔ (کیونکہ وہ چھوٹا ہے)

سوال ۱۔ ایک عدد میں دو ہندسے ہیں جن کا مجموعہ ۹ ہے۔ اگر اس میں ۴۵ جمع کریں تو ہندسے الٹ جاتے ہیں۔ عدد بتاؤ۔

حل۔ دونو اعداد کا مجموعہ = ۱۱ × ۹ = ۹۹ ، فرق = ۴۵

ایک عدد = (۹۹ + ۴۵) / ۲ = ۱۴۴ / ۲ = ۷۲
دوسرا عدد = (۹۹ − ۴۵) / ۲ = ۵۴ / ۲ = ۲۷
} پہلا عدد = ۲۷ جواب

سوال نمبر ۲۔ ایک عدد میں دو ہندسے ہیں۔ ان کا مجموعہ ۱۱ ہے۔ اگر اس میں سے ۶۳ تفریق کریں تو ہندسے الٹ جاتے ہیں۔ عدد معلوم کرو۔

دونو عددوں کا مجموعہ = ۱۱ × ۱۱ = ۱۲۱ ، فرق ۶۳
ایک عدد = (۱۲۱ + ۶۳) / ۲ = ۱۸۴ / ۲ = ۹۲
دوسرا عدد = (۱۲۱ − ۶۳) / ۲ = ۵۸ / ۲ = ۲۹
} عدد = ۹۲ (کیونکہ دوسرا چھوٹا ہے)

سوال نمبر ۳ - ایک عدد دو ہندسوں کا ہے جن کے ہندسوں کا مجموعہ ۸ ہے - اگر اس میں ۱۸ جمع کر دیئے جائیں تو ہندسے اُلٹ جاتے ہیں عدد بتاؤ۔

حل، دونو عددوں کا مجموعہ $= 11 \times 8 = 88$ ، فرق $= 18$

پہلا عدد $= \frac{18+88}{2} = \frac{106}{2} = 53$

دوسرا عدد $= \frac{88-18}{2} = \frac{70}{2} = 35$

پہلا عدد $= 35$

سوال نمبر ۴ - ایک عدد میں دو ہندسے ہیں جن کا مجموعہ ۱۳ ہے اگر اس عدد میں سے ۴۵ تفریق کریں تو ہندسے الٹ جاتے ہیں - عدد معلوم کرو -

حل - دونو اعداد کا مجموعہ $= 13 \times 11 = 143$ ، فرق $= 45$

پہلا عدد $= \frac{45+143}{2} = \frac{188}{2} = 94$

دوسرا عدد $= \frac{143-45}{2} = \frac{98}{2} = 49$

عدد مطلوب $= 94$

دوسرا طریق - عدد مذکورہ سوال نمبر ۱ میں صرف دو ہندسے ہیں - ایک اکائی اور دوسرا دہائی کا - الٹتے وقت اکائی دہائی بنتی ہے - یعنی اس کی قیمت دس گنا ہو جاتی ہے - اور نو گنا بڑھ جاتی ہے - اس طرح دہائی اکائی بنتے وقت اپنی قیمت کو اسی حساب سے کم کر دیتی ہے - مثلاً ۲۴ سے ۴۲ بنتے وقت ۲ کی قیمت ۲۰ ہو گئی ہے - ۹ × ۲ بڑھ گئی ہے - اور ۴۰ کی ۹ × ۴ کم ہو گئی ہے - دونو صورتوں میں دونو ہندسوں کی قیمت نو گنا گھٹتی اور بڑھتی ہے - اکائیوں کی بڑھتی ہے - اور دہائیوں کی گھٹتی ہے - اگر اکائیاں زیادہ ہوں گی تو عدد بڑھ جائیگا - اگر دہائی کا ہندسہ زیادہ ہوگا - تو عدد کم ہوگا - دونو عددوں کے درمیان اتنا فرق ہوگا - جتنا ان دونو ہندسوں کے فرق کا نو گنا ہوتا ہے - مثلاً ۴۲ اور ۲۴ میں ۱۸ کا فرق ہے جو ۴ اور ۲ کے فرق کا نو گنا ہے - ۸۴ اور ۴۸ میں ۳۶ کا فرق ہے - جو ۸ اور ۴ کے فرق کا نو گنا ہے - وغیرہ وغیرہ - یعنی دونو اعداد کے درمیان جو فرق ہوگا - وہ ضرور نو پر تقسیم ہو جائیگا - خارج قسمت دونو ہندسوں کا فرق ہوگا - مجموعہ دیا ہوا ہے - ہندسے معلوم کر سکتے ہیں -

سوال ۱ - ایک عدد میں دو ہندسے ہیں جن کا مجموعہ ۶ ہے اگر اس میں ۳۶ جمع کریں تو عدد کے ہندسے تبدیل ہو جاتے ہیں - عدد معلوم کرو

حل - ہندسوں کا مجموعہ $= 6$ ، فرق $\frac{36}{9} = 4$

ایک ہندسہ $= \frac{4+6}{2} = \frac{10}{2} = 5$

دوسرا ہندسہ $= \frac{6-4}{2} = \frac{2}{2} = 1$

چونکہ دوسرا عدد بڑا ہے - اس لئے اکائی کا ہندسہ بڑا ہوگا - پس عدد $= 15$

سوال ۲ - ایک عدد دو ہندسوں کا ہے - جن کا مجموعہ ۱۲ ہے - ۵۴ تفریق کرنے سے اس عدد کے ہندسے اُلٹ جاتے ہیں - عدد بتاؤ

حل - ہندسوں کا مجموعہ $= 12$ ، فرق $= \frac{54}{9} = 6$

ایک ہندسہ $= \frac{6+12}{2} = \frac{18}{2} = 9$

دوسرا ہندسہ $= \frac{12-6}{2} = \frac{6}{2} = 3$

عدد $= 93$ ، کیونکہ دوسرا عدد چھوٹا ہے اس لئے اکائی کا ہندسہ چھوٹا رکھا گیا ہے -

سوال ۳۔ ایک عدد دو ہندسوں کا ہے۔ جن کا مجموعہ ۱۲ ہے۔ ۳۶ جمع کرنے سے اس کے ہندسے اُلٹ جاتے ہیں۔ عدد بتاؤ

حل۔ ہندسوں کا مجموعہ = ۱۲ ، فرق = $\frac{۳۶}{۹}$ = ۴

ایک ہندسہ = $\frac{۴+۱۲}{۲}$ = $\frac{۱۶}{۲}$ = ۸ عدد = ۴۸

دوسرا " = $\frac{۱۲-۴}{۲}$ = $\frac{۸}{۲}$ = ۴ دوسرا عدد بڑا ہے۔ اکائی کا ہندسہ اسلئے بڑا ہے

سوال ۴۔ ایک عدد میں دو ہندسے ہیں جن کا مجموعہ ۱۰ ہے اگر اس میں سے ۵۴ تفریق کر دیں تو ہندسے اُلٹ جاتے ہیں۔ عدد بتاؤ۔

حل۔ ہندسوں کا مجموعہ = ۱۰ ، فرق = $\frac{۵۴}{۹}$ = ۶ ، ایک ہندسہ = $\frac{۱۰+۶}{۲}$ = $\frac{۱۶}{۲}$ = ۸ ، دوسرا = ۲ اور عدد مطلوب = ۸۲

اگر مزید واقفیت کی ضرورت ہو۔ تو بندہ ریاضی کے متعلق "حتی الامکان" آپ کو امداد دے سکتا ہے۔ اچھا آداب عرض ہے پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔

بچوّں کا افسانہ نمبر!

لطیفے

ایک اُستاد اطفال مکتب سمیت مینہ کی دعا مانگنے چلے۔ کسی ظریف نے پوچھا اُستاد صاحب! لڑکوں کو کہاں لے جاتے ہو۔ کہا لڑکوں کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ مینہ کے لئے دعا مانگنے جاتے ہیں۔ اس نے کہا اگر لڑکوں کی دعا قبول ہوتی تو ایک مُعلّم بھی زندہ نہ رہتا۔

۔ صاحب ڈاکخانہ میں گئے۔ اور ایک منشی سے بولے ہمارے نام کا اگر کوئی خط ہو تو ہمیں دیدیجئے۔ ڈاک بابو نے نام دریافت کیا۔ تو فرمایا آپ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں۔ کیا لفافہ پر لکھا نہ ہوگا۔ پڑھ لیجئے (شیخ دل محمد جماعت ہشتم بی سنٹرل ماڈل سکول لاہور)

بچوں کا دِل بہلاوا

دلچسپ معمہ

ذیل میں ایک معمہ درج کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک نقشہ ابجد کا ہے۔ معمہ کو اس نقشہ کی مدد سے حل کرنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر پہلا سوال پنجاب کا مشہور شہر لاہور ہے۔

ل = ۳۰ ‏ ا = ۱ ‏ ہ = ۵ ‏ و = ۶ ‏ ر = ۲۰۰

میزان = ۲۴۲ ہے اسیطرح باقی سوالوں کا مجموعہ دیا ہؤا ہے۔ ان کو ابجد کے نقشہ کی مدد سے نکال لیئے۔

معمہ

نمبر شمار	کیفیت	میزان	نمبر شمار	جوابات
(۱)	پنجاب کا مشہور شہر	۲۴۲	(۱)	
(۲)	تقدیر کے معنے دیتا ہے	۲۶۰	(۲)	
(۳)	پنجاب کا قدیمی شہر	۵۲۱	(۳)	
(۴)	ایک مشہور پھل کا نام	۲۷	(۴)	
(۵)	خیال کے معنے دیتا ہے	۶۹۶	(۵)	
(۶)	سخی کے معنے دیتا ہے	۴۰۶	(۶)	

نقشہ ابجد

ا ۱	ب ۲	ج ۳	د ۴	ہ ۵	و ۶
ز ۷	ح ۸	ط ۹	ی ۱۰	ک ۲۰	ل ۳۰
م ۴۰	ن ۵۰	س ۶۰	ع ۷۰	ف ۸۰	ص ۹۰
ق ۱۰۰	ر ۲۰۰	ش ۳۰۰	ت ۴۰۰	ث ۵۰۰	خ ۶۰۰
ذ ۷۰۰	ض ۸۰۰	ظ ۹۰۰	غ ۱۰۰۰	×	×

شرائط: (۱) ہر حل کو ۲۵ جولائی سے پہلے پہلے میرے پتہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔

(۲) ہر حل کا کوپن مطبوعہ پر آنا لازمی ہے۔ (۳) درست حل کرنے والے صاحب کو انعام بلحاظ درجہ دیا جائیگا۔

انعامات

(۱) ایک سال کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۲) ایک سال کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۳) چھ ماہ کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۴) چھ ماہ کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۵) چھ ماہ کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۶) چھ ماہ کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۷) تین ماہ کیلئے گلدستہ اطفال مفت
(۸) تین ماہ کیلئے گلدستہ اطفال مفت

میرا پتہ: محمد شفیع دہم اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ (بلوچستان)

حل طلب انعامی پہیلیاں

شرائط: (۱) جملہ حل ۲۵ جولائی تک میرے پاس پہنچ جائیں۔

(۲) صحیح حل کنندگان میں سے بطریق قرعہ اندازی ایک طالب علم کے نام گلدستہ اطفال ایک سال کے لئے جاری کرایا جائیگا۔

(۳) جواب کے ہمراہ تصدیق ہیڈ ماسٹر صاحب سکول اور ایک ایک قطعہ نصف تختیہ یا سالم تختیہ پر تحریر کر کے بھیجیں قطعہ موٹے کاغذ پر

(۴) انعام کا فیصلہ پنڈت برہمانند صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کریں گے۔

اپنا نام مکمل پتہ کاغذ کی دوسری طرف لکھا ہو۔ راقم منتھو رام شرما تھرڈ ماسٹر مڈل

(۱) ہل ہلکا زیرو تیل پانی میں کھلیاں۔ یا بوجھے راجہ پرجہ یا بوجھے جیتر سبھا

(۲) کاندھے میں کاندھے میں گھڑ پلی میں دونوں ہو لنے وہ دیوے گھر کی۔

مارچ ۱۹۳۷ء روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ..... داس پرنٹر چھپا۔ اور ماسٹر جگت سنگھ پرنٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی لاہور سے شائع کیا۔

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۴ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمتگذار

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۹

نمبر ۸

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

ماسٹر جگت سنگھ منیجنگ پروپرائیٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۰

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سے)

فی پرچہ آٹھ آنے (۸/)

فہرست مضامین

دیہاتی زندگی کی تعمیر

VILLAGE RECONSTRUCTION

؎ خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

گولڈ سمتھ (GOLD SMITH) انگلستان کے مشہور شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے :-

PRINCES OR LORDS MAY BE FLOURISH OR FADE
A WORD CAN MAKE THEM AS A WORD HAS MADE
BUT A BOLD PEASANTRY HIS COUNTRY'S PRIDE
IF ONCE DESTROYED CAN NEVER BE SUPPLIED

(ترجمہ) شہزادگان یا امرا سرسبز ہوں یا تباہ ہوں - بادشاہ اپنے حکم سے ان کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے - لیکن اگر ایک دفعہ فخر ملک کاشتکاروں کی با حوصلہ جماعت تباہ ہو جائے تو ہرگز پیدا نہیں کی جا سکتی -

دنیا میں دو قسم کے خیالات کے لوگ پائے جاتے ہیں - اولین طبقے کے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دنیا برسر ترقی ہے - تہذیب شائستگی - تمدن - اخلاق - سیاست - مذہب وغیرہ کے شعبوں میں دنیا بتدریج ترقی کر رہی ہے - دنیا کی مجموعی اقتصادی حالت رو بہ ترقی ہے کشمکش دراصل زندگی کی نشانی ہے ؎

زندگی کا راز مضمر دل کی بے خوابی میں ہے لطف جینے کا اگر کچھ ہے تو بے تابی میں ہے
شمع دل کے سوز سے پیدا ہے راز زندگی زندگی کہتے ہیں جس کو ہے گداز زندگی
مضطرب جب تک ہے جانِ مضطر برق ہے زندگی اور موت میں بس اک تڑپ کا فرق ہے

اِس کارزار ہستی میں جدوجہد زندگی کی ایک نشانی ہے - شاعر نے جس "تڑپ" کی طرف اشارہ کیا ہے - وہی رازِ زندگی ہے - یہ تڑپ مثل "برقی رو" کے ہے جس کے بغیر انسانی جسم کی مشین زندگی کے کسی شعبے میں کامیاب نہیں ہو سکتی - یہ ویسے ہی کارکن ہے جیسا کہ موٹر انجن - اِس کی بدولت ہی انسانی جسم میں "قوت ارادی" DYNAMIC FORCE کام کرتی ہے - اِس کے بغیر تن بغیر روح کے ہے - شادابی - خوشحالی اس کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے تمول اور اقبالمندی اس کے معمولی کرتب ہیں - فتح و نصرت اِس کے پاؤں چومتے ہیں - جہاں یہ ہے مفلسی اور ناداری - بدحالی و پریشانی - تنگدستی و بیماری ناکامیابی و شکست کوسوں دُور بھاگتی ہیں - جو لوگ اس "برقی طاقت"

کیسے اپنے اندر پیدا کر کے اُسے قائم رکھتے ہیں اور اُس سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ شاہراہ ترقی و تہذیب پر پیش از پیش ترقی کُناں ہیں۔ اس گروہ کے خیال کے بموجب "حالت سکون" (STATIONARY) صبر و قناعت قسمت کے بنیئے دراصل مردہ ہیں جن میں سے طائرانِ زندگی پرواز کر چکے ہیں۔ جو برائے نام زندہ اور دراصل مُردہ ہیں۔ نہ انہیں ترقی کا خیال ہے نہ وہ اس کے لئے کوشاں ہیں۔ باوجود مصائب زمانہ کی مخالفت کے وہ اپنی حالت پر شاکر و قانع ہیں۔ اپنی بدحالی اور بدنصیبی کا موجب خدا اور قسمت کو سمجھتے ہیں۔ اپنے حالات سے باخبر ہو کر بھی بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔ وہ ایک جوہڑ کے بند پانی کی طرح ہیں جس کی عفونت و سڑاند سے کوئی فائدہ مقصود نہیں بلکہ اس کی عفونت بیماری اور موت کا موجب ہے۔ کتاب قدرت ان کے لئے ایک سربستہ راز ہے قانونِ قدرت بار ہا انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے مگر وہ اس سے قطعی نابلد ہیں۔ اس لئے اُس سے مستفید نہیں ہوتے۔ ان کی کتابِ زندگی میں ترقی و تہذیب کے الفاظ درج نہیں۔ اس لئے اس قسم کے لوگ اکثر پس افتادہ۔ دقیانوسی خیال کے اور لکیر کے فقیر قدامت پسند بمصداق ترسیں جُنبد نہ جنبد گل محمد۔ پرانی باتوں کے صرف اس وجہ سے کہ وہ پرانی ہیں مداح خواں ہیں۔ ورنہ دراصل ان میں نہ پُرانے موتیوں کی پرکھ ہے نہ نئے جواہرات کی جانچ موجود ہے۔ اُن کی "طاقتِ اختیار" (POWER OF ADAPTION) مفقود ہے۔ وہ کہتے ہیں مگر کر نہیں سکتے۔ جانتے ہیں مگر عمل میں نہیں لا سکتے۔ نکتہ چین ہیں مگر وہ لوگ "زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز" کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ زمانہ کے ساتھ قدم بقدم نہیں چل سکتے۔ اس قسم کے لوگ ننانوے فیصدی دیہات میں اور نوے فیصدی قصبات میں بالضرور پائے جاتے ہیں۔ اول طبقے کے لوگ اکثر ترقی یافتہ یا مہذب انسان کہے جا سکتے ہیں۔ تو دوسرے طبقے کے لوگوں کو غیر مہذب نیم وحشی یا وحشی۔ قدامت پسند۔ پس افتادہ کہے جا سکتے ہیں۔

آخر الذکر معترض ہیں کہ ترقی (PROGRESS) یا تہذیب کس کو کہتے ہیں یہ کیا زمانہ حال و مستقبل کی سائنٹیفک۔ ایجادات و اختراعات کا استعمال۔ ناچ گھر۔ تھیئٹر۔ سینما۔ چار۔ قہوہ۔ سگریٹ۔ سگار۔ ہوٹل۔ سوڈا واٹر۔ شراب۔ مغربی تعلیم۔ مغربی تمدن و طرز زندگی وغیرہ وغیرہ کا اختیار کرنا ترقی و تہذیب ہے۔ وہ دہراتے ہیں کہ کیا صفات حسنہ سے خالی ہونا۔ شرافت سے کوسوں دُور ہونا۔ اخلاق و مذہب کو جواب دینا۔ قومی و مذہبی رسمیات و ملکی لباس و رواجات کو دُور سے سلام کرنا۔ سٹہ بازی۔ پالیسی۔ ریاکاری۔ سلطنتوں کی چیرہ دستی مہذب قمار بازی۔ اخراجات زندگی کا بڑھانا اور پھر اُس کی تکمیل کے لئے دیوانہ وار جدوجہد کرنا تہذیب و ترقی کی نشانی ہے"۔

(باقی آئندہ)

(چیف ایڈیٹر)

افکار پریشاں

سرگذشتِ زندگی پوچھو نہ اے اہلِ عدم
اک محشر تھا کہ زیرِ آسماں دیکھا کیے
حسنِ مطلق ہی یہاں اک دیکھنے کی چیز ہے
وہ نہیں دیکھا تو سب کچھ رائیگاں دیکھا کیے

اب مجھے ناکامیوں پر بھی خجل ہونا پڑا
اب مری محرومیاں بھی داغِ عصیاں ہو گئیں
راحت و آرام کی عیش و طرب کی خواہشیں
کاہشیں بن کر بلائے جانِ انساں ہو گئیں

اُن کی بزمِ عیش میں بے چین ہے موجِ شراب
کس کا نالہ قلقلِ مینا سے ہم آغوش ہے
سرگذشتِ اہلِ محفل ہے بہت ناگفتنی
شمع کو معلوم ہے سب کچھ مگر خاموش ہے

غم جو کھاتا ہوں تو مجھ کو کھائے جاتا ہے یہ غم
کھاؤں گا پھر کیا میں دنیا بھر کا غم کھانے کے بعد
دُور کر دیتا ہے راہِ شوق کی تاریکیاں
شمع بن جاتا ہے پروانہ جل جانے کے بعد

جوش ملسیانی

گھٹا

سمتِ مغرب سے اُٹھی کالی گھٹا
میکدے پر جھومنے والی گھٹا

برق پاش و مشکفام و خم بدوش
ہم سبیہ مستوں کی مُنوالی گھٹا

آرزو و کوئل کی جاں طاؤس کی
اُودی اُودی بجلیوں والی گھٹا

آرہی ہے آگ دامن میں لئے
یہ مجسّم لطف یہ کالی گھٹا!

رنبارِ عصیاں کار کی فردِ گناہ
لے اُڑی ہے عرش سے کالی گھٹا

باغ کی دُنیا کا عالم کچھ نہ پُوچھ
کر گئی سرسبز ہر ڈالی گھٹا

آج دم بھر کے لئے ستلج پہ آ
پھر کہاں یہ وقت یہ کالی گھٹا

آگئی ہے یاد برکھا رُت نظیرؔ
کر گئی مستِ مئے حالی گھٹا

(اصغر حسین نظیرؔ لودھیانہ)

نذرِ جوشؔ

(از لالہ بھیم سین صاحب سرشار)

عام دعوت ہے مئے سر جوش کی
عید ہے یارانِ ساغر نوش کی

لامکاں میں سُنتے ہیں جس کا مکاں
جستجو ہے اُس بتِ رُوپوش کی

نوحہ خواں اک بے کسی تھی بعدِ مرگ
عندلیب آشیاں بردوش کی

چشمِ تر نے کارگر ہونے نہ دی
سعئِ ضبطِ غم لبِ خاموش کی

دستِ وحشت نے اُڑا دیں دھجیاں
دامنِ صبر و قرار و ہوش کی

فصلِ گُل ہو اور میں توبہ کروں
زاہدو! باتیں کرو کچھ ہوش کی

دل گرفتہ آگئے وہ میرے گھر
یہ کشش ہے نالۂ خاموش کی

شاعروں میں ہو گیا میرا شمار
یہ عنایت ہے جنابِ جوشؔ کی

بچے کی اوّلین تربیت گاہ

(جناب لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے)

۱

ملتی ہے گوہر کو دامانِ صدف میں آب و تاب
رنگ و بو کاشانۂ گلزار میں پاتا ہے پھول
جلوہ گر ہوتا ہے معدن کے نہاں خانے میں لعل
قعرِ گِل میں اسکو دیتا ہے خدا حُسنِ قبول

۲

طفلِ کمسن بھی گُل و لعل و گُہر سے کم نہیں
اپنے گھر کی تربیت سے کامرانی پائیگا
گھر میں ہیں انسانیت کی خوبیاں نایاب اگر
حُسنِ اخلاق اور نکوکاری کہاں سے لائیگا؟

۳

راست گوئی، بُردباری، اُلفتِ ابنائے جنس
خندہ روئی، تازگی سنجیدگی اطوار میں
حق پرستی، حق شعاری، رحم، ہمدردی، وفا
کیا یہ جوہر ملتے ہیں گلیوں میں یا بازار میں؟

محروم

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نوآموز کے نام

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی)

خط نمبر ۲۸

عزیزی و مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ ۔ گذشتہ خط میں وعدہ کیا تھا کہ آئندہ عریضہ میں "امتحانات" پر روشنی ڈالونگا شکر ہے کہ بہت جلد ایفائے وعدہ کا موقعہ مل گیا ۔

ہیڈ ماسٹر کی اہم ذمہ داریوں اور پریشان کن فرائض میں سے ایک "امتحان" بھی ہے حالانکہ اتنی سی بات ہے کہ ہم کام کرتے ہیں جسکو اس لئے جانچنا ضروری ہے کہ آیا ہم اپنے مقصد کے حصول میں ٹھیک راستہ پر جا رہے ہیں یا کہیں دور بھٹک گئے ہیں امتحان حصول مقصد کا ایک ذریعہ ہے کہ بذات خود کوئی مقصد لیکن کیا معلم اور کیا متعلم سب نے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا ہی اصل مقصد قرار دے لیا ہے ۔ جو بات امتحان میں امداد نہ دے وہ لایعنی اور فضول ہے اصل مقصد تحصیل علم ہونا چاہئے نہ کہ گیدڑ پروانہ حاصل کر لینا ۔

اس زمانہ میں بھی جبکہ نت نئی تعلیمی تحریکات اور سرگرمیاں مدرسہ کی چار دیواری میں رائج ہوتی چلی جا رہی ہیں آپ کو ایسے ہیڈ ماسٹر ملینگے جو ان پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں ۔ خاموش مطالعہ کا پیریڈ ان کے خیال میں ایک تضیع اوقات ہے اور بس وہ کہتے ہیں کہ یہ امتحانات میں کیا امداد دیگا ۔ اس وقت کا بہتر استعمال کیوں نہ کیا جائے تاریخ جغرافیہ ریاضی جیومیٹری کے سوال نکالیں اردو کورس کی فرہنگ لکھیں جو کام بھی ہے ۔

کیا کوئی چرواہا پسند کریگا کہ اسکی بھیڑیں اور بکریاں اسکے چرانے کے صلہ میں اسکو وہی گھاس اگل دیں جو اس نے چرائی ہے یقیناً کوئی نہیں بلکہ وہ اپنی محنت کے معاوضہ میں دودھ اور اون کا متمنی ہوگا ۔

جب چرواہا یہ پسند نہیں کرتا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ معلمین قوائے ذہنی و دماغی کی نشو و نما کی بجائے یہ خواہش کیوں کرتے ہیں کہ انکے طلبا وہی واقعات اور امور ہو بہو رٹ کر امتحان میں پاس ہو جائیں جو وہ انہیں رٹواتے ہیں ۔ کیا وہ پھول جو کسی گلزار میں سے چُن کر گلدستہ بنا کر میز پر رکھدیئے جائیں زیادہ عرصہ تک بغیر مرجھائے رہ سکینگے ہرگز نہیں اسی طرح وہ علم جو محض امتحانی نمائش کی خاطر تحصیل کیا جائے کچھ منفعت بخش ہو سکتا ہے یقیناً نہیں ہو سکتا ۔

جب امتحان بنفسہ ہمارا مطمح نظر نہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کن مقاصد کے حصول کا وسیلہ مدرسہ میں قرار دیا جا سکتا ہے جہانتک میں سمجھتا ہوں اس سے دو مقصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہماری تعلیم کو بہتر بنانا۔

(۲) طلبا کو ادنےٰ جماعت سے اعلےٰ جماعت میں ترقی دینے کا ایک معیار۔

چونکہ اس سے پہلے عریضہ میں سالانہ ترقی کے مسئلہ کو لیا گیا تھا۔ اس لئے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارے دوسرے مقصد کے حصول میں کہانتک امداد دے سکتا ہے۔

سالانہ ترقی کا معیار محض سالانہ امتحان کو قرار دینا ایک صریح غلطی ہے اس لئے کہ یہ تین وجوہ سے قابل اعتبار نہیں۔ امتحان کے وقت طالبعلم کی جسمانی یا دماغی حالت کا سقیم ہونا۔ امتحان سے قبل کا زمانہ طلبا کا سخت محنت میں گزرتا ہے تکان کی وجہ سے اکثر بیمار ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امتحان کے دن سے قبل کی رات کو ضروری ضروری باتوں کے اعادہ میں زیادہ وقت لگ گیا۔ سونا نہ ہو سکا۔ امتحان کے کمرہ میں اونگھ گئے یا سر چکرا گیا۔

کل مضمون جس پر کم از کم سو سوالات کئے جا سکتے ہیں صرف دس سوال امتحانی پرچہ میں رکھے جاتے ہیں بہت ممکن ہے کہ بعض طلبا تو ایسے ہوں کہ جنکو محض وہ دس سوال یاد ہوں اور باقی میں سے ایک بھی یاد نہ ہو بعض کو ان میں سے نصف بعض کو تہائی اور بعض کو پرچہ کے سوالات میں سے ایک بھی یاد نہ ہو درانحالیکہ انکی ذہنی اور علمی قابلیت میں کچھ زیادہ تفاوت نہ ہو اور وہ ان کے علاوہ اور سوالوں کا جواب بخوبی دے سکتے ہوں۔

(۲) امتحان قابلیت کے جانچنے کا صحیح معیار نہیں اکثر حالات میں یہ محض حافظہ کی جانچ کرتا ہے۔

(۳) مختلف اساتذہ کیا معنی ایک ہی استاد کا معیار مختلف اوقات میں مختلف ہو سکتا ہے مثلاً ایک وقت ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور تازہ دم ہو کر کام شروع کرتا ہے دوسرا وقت وہ ہے کہ وہ کام کرتے کرتے اکتا گیا ہے لیکن پرچہ جات کا ایک بڑا انبار اس کے سامنے پڑا ہوا اس کے واسطے سوہان روح ثابت ہو رہا ہے ایک وقت وہ غم و غصہ کی حالت میں ہے ان تینوں اوقات میں ممکن نہیں کہ اسکے نمبر دینے کا معیار ایک ہی ہو۔

ان حالات میں محض سالانہ امتحان کو ترقی کا واحد وسیلہ قرار دینا سخت غلطی ہے۔

باقی رہے امتحانات خانگی۔ انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے استاد یہ اندازہ لگا سکے کہ جو کچھ پڑھایا گیا ہے اسکو طلبا نے سمجھ لیا اور یاد کر لیا ہے یا نہیں۔ اعم اس سے کہ یہ امتحانات ماہواری ہوں یا سہ ماہی ان میں دو تین باتوں کا خیال ضروری ہے اول تو یہ کہ سوالات انتخابی ان میں بہت زیادہ نہ ہوں۔ سوال دو طرح کے ہوں جو جانچ کریں کہ طلبا نے محنت بھی کی ہے کہ نہیں دوسرے وہ مضمون کو سمجھے بھی ہیں کہ نہیں۔ نتائج کی صحیح پڑتال کے بعد اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ انکی روشنی میں اپنے طریقۂ تعلیم کو بدلیں اور دیگر ایسے ذرائع اختیار کریں کہ بہتر نتائج مترتب ہوں ＋

(رمزی)

اتحاد

از منشی جان محمد صاحب انور جنرل سکریٹری ادیب اردو لشکر تلمیذ ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی

انساں کو زندگی ہی میں جنت ہے اتحاد
سچ پوچھئے تو منبع راحت ہے اتحاد
جس کو نہیں زوال وہ دولت ہے اتحاد
المختصر جہان کی نعمت ہے اتحاد

کیوں اتحاد پر نہ خدائی نثار ہو
کیوں اس کی آرزو میں نہ دل بیقرار ہو

اے اتحاد تو ہے محبت کی درس گاہ
جو تجھ سے منحرف ہے وہی قوم ہے تباہ
تیرا وجود ہے تری تنظیم کا گواہ
لیکن ہم اپنی آنکھ نہیں کھولتے ہیں آہ

نااتفاقیاں ہمیں نیچا دکھائیں گی
کیا کیا دکھا چکیں ابھی کیا کیا دکھائیں گی

کچھ دن یہی رہیں گی اگر چیرہ دستیاں
مٹ جائیں گی زمانے سے لوگوں کی ہستیاں
برباد کر کے چھوڑیں گی بے شبہ مستیاں
سنسان قوم سے نظر آئیں گی بستیاں

دنیا میں رہ کے ہم جو یہ فتنے اٹھائیں گے
تو چین کوئی دم کوئی ساعت نہ پائیں گے

یہ پھوٹ آج غرب سے جو تا بہ شرق ہے
اک دن جلا کے چھوڑیگی آخر تو برق ہے
ظاہر میں مل رہے ہیں مگر دل میں فرق ہے
یہ ہے تو جان لو کہ یہ بیڑا ہی غرق ہے

طوفان خیز لہر اژدہ دکھائیگی
کشتی بھنور میں آئے گی پھر ڈوب جائیگی

غفلت کی وجہ سے ہوئی اس پر کہاں نظر ہر شخص جا رہا ہے ترقی کی راہ پر
ہم ہیں کہ آج بھی ہیں پریشان دربدر مر جائیں تو نہ لاش پہ ہو کوئی نوحہ گر

حیواں میں میل جول ہے حیواں میں اتحاد
لیکن نہیں تو حضرتِ انساں میں اتحاد

مجبور اس طرح ہے زمانے میں ہر کوئی جیسے قفس میں طائرِ بے بال و پر کوئی
ہو کس طرح کریں بھی تجارت اگر کوئی دولت نہ ہے نہ یاد ہے ہم کو ہنر کوئی

فکرِ عروج و اوج نہ دن ہے نہ رات ہے
ایسی پڑی ہے چال کہ ہر شہ پہ مات ہے

دولت گئی تھی عزت و توقیر بھی گئی رخصت ہوئی جو شمع تو تنویر بھی گئی
قسمت کو رو رہے تھے کہ تدبیر بھی گئی حد ہو گئی دعاؤں کی تاثیر بھی گئی

سب کچھ ہم اپنے ہاتھ سے برباد کر چکے
خود کو بھی نذرِ خانۂ صیاد کر چکے

برباد ہو گئے ہیں مگر بات ہے وہی غم کی گھٹائیں چھائی ہیں برسات ہے وہی
برگشتگیٔ بخت بھی ہیہات ہے وہی جھگڑا فساد آج بھی دن رات ہے وہی

اس شکل پر بھی قوم کی ان بن نہیں گئی
رسی تو جل چکی مگر اینٹھن نہیں گئی

اب بھی ہم اپنی نیند سے ہو جائیں ہوشیار اب بھی نہیں گیا ہے ہمارا کہیں وقار
اب بھی وہی چمن ہے چمن کی وہی بہار اب بھی وہی جبل ہیں وہی دشت و کوہسار

ہاں فرق یہ ہے وہ نہیں دن اور رات بھی

ورنہ وہی ہیں ہم بھی وہی کائنات بھی

آپس میں دم بھریں تو بھریں اتحاد سے　　جو کام ہم کریں وہ کریں اتحاد سے
اب اس مکاں کی نیو دھریں اتحاد سے　　مرنا بھی ہو اگر تو مریں اتحاد سے

مل کر رہیں تو کام نرالے دکھائیں ہم
چاہیں تو آسماں کو یہاں کھینچ لائیں ہم

دنیا میں جو بڑھا ہے اسی اتحاد سے　　ہر قوم کی بنا ہے اسی اتحاد سے
مقبول ہر دعا ہے اسی اتحاد سے　　راضی اگر خدا ہے اسی اتحاد سے

ہر دین میں یہی ہے ہر ایمان میں یہی
لکھا ہوا ہے وید اور قرآن میں یہی

رہنے لگیں گے ہم جو یہاں اتحاد سے　　نکھرے گا اپنا اور سماں اتحاد سے
روشن رہیگا نام و نشاں اتحاد سے　　مرد ضعیف ہونگے جوان اتحاد سے

فرقہ پرستیوں کو مٹا دے گا اتحاد
اے قوم تجھ کو قوم بنا دے گا اتحاد

سُنتے ہیں ہم خدا کو غفور الرحیم ہے　　بے شبہ ہے کریم بڑا ہی کریم ہے
ہر لا دوا مرض کے لئے بھی حکیم ہے　　**انور** کا حالِ زار نہایت سقیم ہے

مطلب نہ کینے سے نہ غرض ہے فساد سے
دنیا میں ایک ایک رہے اتحاد سے

نوٹ:۔ انور صاحب کی یہ نظم پڑھ کر حضرت انیس کا یہ مصرع یاد آجاتا ہے۔ ع
جو ہر شناس ہے تو اسے موتیوں میں تول

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

حسنِ اصلاح

(۲۹)

جناب ارمان شاہجہانپوری کی غزلیات کے اصلاحی نمونے ملاحظہ فرمایئے ؎

ہے زمانہ ہی انقلاب پسند کیا رہے ایک سی کسی کی بات

اصلاح ؎ ہے زمانہ جب انقلاب پسند کیا رہے ایک سی کسی کی بات

شعر بالا میں صرف ایک لفظ بدلا گیا ہے لیکن اصلاح مذکور سے شعر کے معنی میں وضاحت آگئی۔ اسی غزل کا مقطع ؎

کیوں نہ ناراض ہم سے ہوں ارماںؔ کیوں کہیں ان کو ایسی ویسی بات

اصلاح ؎ کیوں نہ ناراض ہم سے ہوں ارماںؔ کیوں کہیں ان سے ایسی ویسی بات

صرف مصرع ثانی میں ایک لفظ بدلا گیا ہے لیکن اس ایک لفظ کے بدل جانے سے معنی میں بہت فرق پیدا ہوگیا۔ (ان کو) کچھ کہنے سے مراد تھی محبوب کی ذات کے متعلق کوئی بری بات کہنا یعنی صورتوں میں از روئے اخلاق ایسا کرنا معیوب ہے۔ اصلاح کے بعد اس معنی کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ محبوب کی مرضی کے خلاف اس سے کچھ درخواست کرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ ہم پہلے بھی کئی مرتبہ عرض کر چکے ہیں کہ حضرت فصیح العصر مدظلہٗ اصلاح دیتے وقت اخلاقی معیار کو ہمیشہ مدنظر رکھتے ہیں۔ (ث) کی ردیف کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

شرح غم ہو یا ہوائے دل شکوۂ ظلم و ستم جب وہ سن سکتے نہیں تو ہے مرا کہنا عبث

اصلاح ؎ شرح غم ہو یا ہوائے دل شکوۂ ظلم و ستم جب وہ سنتے ہی نہیں تو ہے مرا کہنا عبث

باوجودیکہ جناب ارماں کا مطلب بھی (سن سکتے نہیں) سے (سنتے ہی نہیں) تھا پھر بھی ان کے انداز بیان سے یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید (وہ) قوت سامعہ سے محروم ہیں یا ممکن ہے کہ اونچا سنتے ہوں۔ شعر ؎

رہتا ہے اب تو ہر گھڑی بگڑا ہوا مزاج کس وقت کوئی پوچھے ستم گر ترا مزاج

اصلاح ؎ رہتا ہے ہر گھڑی وہی بگڑا ہوا مزاج کس وقت کوئی پوچھے ستم گر ترا مزاج

جناب ارماں کے شعر سے معلوم ہوتا تھا کہ اس (ستم گر) کا مزاج رفتہ رفتہ بگڑا ہے۔ اصلاح سے یہ معنی ہوگئے کہ ابتدا ہی بگڑی ہوئی ہے

شعر ؎ پہلے یہ روک نہ تھی پہلے تو یہ ٹوک نہ تھی بارہا نکلے ہیں کوچے سے ترے ہم ہو کر

اصلاح ؎ پہلے یہ روک نہ تھی پہلے یہ دربان نہ تھے بارہا نکلے ہیں کوچے سے ترے ہم ہو کر

محاورہ (روک ٹوک) ہے۔ (روک) اور (ٹوک) میں فصل مناسب نہیں۔ اسی لئے بدلا گیا

شعر ؎ ٹیڑھی چالوں کا نتیجہ یہ ہوا آخر کار رہ گئی پیر فلک کی بھی کمر خم ہو کر

اصلاح ؎ ٹیڑھی چالوں کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا رہ گئی پیر فلک کی بھی کمر خم ہو کر

اصلاح کے بعد مصرع اولیٰ کے معنی وہی رہے جو پہلے تھے لیکن جناب ارمان کے شعر میں ایک طرف (ہوا) کہا گیا تھا اور

دوسری طرف (ہوکر) بصورت معیوب تھی اس لئے مصرع اولےٰ سے لفظ (ہوا) نکالدیا گیا۔

شعر ۵ کس نے کہا ہے آپ تغافل سے کام لیں — بن جائے دیکھئے نہ مری جان پر کہیں

اصلاح ۵ کس نے کہا کہ آپ تغافل سے کام لیں — بن جائے دیکھئے نہ مری جان پر کہیں

صرف وضاحت کے خیال سے ایک لفظ بدلا گیا ہے۔ اصلاح کے بعد شعر اور چست ہوگیا۔

شعر ۵ گذرتے ہیں مزے سے کنج تنہائی میں دن اپنے — ہوا ہے جاگزیں جب سے خیالِ دلربا دل میں

اصلاح ۵ گذرتے ہیں مزے سے کنج تنہائی میں دن اپنے — ہوا ہے جلوہ گر جب سے خیالِ دلربا دل میں

مصرع اولےٰ میں (کنج تنہائی) آیا ہے اسلئے مصرع ثانی میں بجائے (جاگزیں) لفظ (جلوہ گر) از روئے بلاغت انسب ہے۔

شعر ۵ بدل جائے اگر میری مصیبت شکل راحت میں — یہی دنیا جو دوزخ ہے مجھے اک روز جنت ہو

اصلاح ۵ بدل جائے کبھی میری مصیبت شکل راحت میں — یہی دنیا جو دوزخ ہے الٰہی مجھ کو جنت ہو

اندازِ بیان کے بدل جانے سے شعر کی سستی دور ہوگئی۔

شعر ۵ دونوں کے لئے لازمی ثابت قدمی ہے — عاشق ہو کہ معشوق ہو الفت میں کوئی ہو

جناب ارماں نے (لازمی) کی (ی) دبادی جاننے والے جانتے ہیں کہ فارسی یا عربی الفاظ کی (ی) کا دبانا اردو میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اصلاح ۵

دونوں کے لئے شرط ہے کچھ پاسِ وفا بھی — عاشق ہو کہ معشوق ہو الفت میں کوئی ہو

شعر ۵ اگر تیری یہی ضد ہے اگر تیری یہی ہٹ ہے — تو اک دن جان ہی کھونی پڑیگی بالیقیں ہم کو

اصلاح ۵ اگر تیری یہی ضد ہے یہی کد ہے یہی ہٹ ہے — تو اک دن جان ہی کھونی پڑے گی بالیقیں ہم کو

حسنِ تکرار میں ترقی ہوگئی۔

شعر ۵ یوں نام کے ہم درد زمانے میں بہت ہیں — لیکن کبھی کرتے نہیں امداد کسی کی

اصلاح ۵ یوں نام کے ہم درد زمانے میں بہت ہیں — لیکن کوئی کرتا نہیں امداد کسی کی

جناب ارماں کے مصرع ثانی میں لفظ (وہ) مقدر تھا۔ بعد اصلاح مصرع مذکور میں فاعل کے ظاہر کر دینے سے وضاحت آگئی صورت موجودہ میں رہم دردوں کا ذکر ایک ایک کرکے ہوا ہے اس اندازِ بیان سے مضمون مؤکد ہوگیا۔

شعر ۵ یقین ہے پھر تو اپنا نامۂ اعمال دھل جائے — اگر کچھ اشک یہ جائیں ہمارے دیدۂ تر سے

اصلاح ۵ یقین ہے پھر تو اپنا نامۂ اعمال دھو جائے — اگر کچھ اشک بہ نکلیں ہمارے دیدۂ تر سے

ایک طرف لفظ رجائے) آیا تھا اور دوسری طرف رجائیں) یہ برا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مصرع ثانی میں (جائیں) کی جگہ (نکلیں) بنا دیا گیا۔ (دھل جائے) دہلی کی زبان نہیں ہے۔ (دھو جائے) صحیح ہے۔

ہمارے عنایت فرما جناب منشی طفیل احمد صاحب ارماں شاہجہانپوری نے جس قدر مختلف نمونے اپنے اصلاحی کلام کے لطف فرمائے تھے وہ سب ان چار قسطوں میں نذر ناظرین ہو چکے ہیں۔ جناب ارماں کی عنایت فرمودہ غزلوں میں جتنے حروف کی ردیفیں تھیں وہ بھی سب کی سب پیش ہو چکی ہیں۔ اب حضرت ارماں سے ہم رخصت ہوتے ہیں اور اپنے کرمفرما کی مہربانیوں کا

دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اب جناب منشی سکھ دیو پرشاد صاحب بسمل الہ آبادی کی اصلاحیں حاضر کی جاتی ہیں۔ بسمل صاحب کا اصلاحی کلام تقریباً ڈھائی سال سے ہمارے پاس محفوظ ہے لیکن اس کے مرتب ہونے کی باری اب آتی ہے۔ اس کا ایک خاص سبب ہے۔ حضرت بسمل کافی شہرت کے مالک ہیں اور بالخصوص ان کی رباعیات بہت مشہور ہیں۔ ہمارا خیال تھا۔ جب تک جناب بسمل کی اصلاحی رباعیاں کثیر تعداد میں شریک مضمون نہ ہوں اُس وقت تک مضمون تشنہ رہے گا۔ لہذا ہم نے ایک مدت تک یہ کوشش کی کہ حضرت موصوف کی رباعیاں مل جائیں۔ لیکن ؏

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب اور زائد انتظار کو نامناسب سمجھ کر جناب بسمل کا کلام نذرِ ناظرین کیا جاتا ہے۔ بسمل صاحب ظرافت کے رنگ میں بھی کہتے ہیں اچھا ہوتا جس طرح انہوں نے اپنی غزلیات کے منتخب اشعار عنایت فرمائے ہیں اسی طرح اس مخصوص رنگ میں بھی کچھ اشعار لطف فرما دیتے۔

بسمل ؎ زمانہ گوشِ دل سے سُن رہا ہے مری طرزِ فغاں ہے اور میں ہوں

اصلاح ؎ زمانہ گوشِ دل سے سُن رہا ہے مرے دل کی فغاں ہے اور میں ہوں

واضح ہو کہ (طرز) محسوسات میں شامل نہیں ہو سکتی۔ اس کا تعلق تو ادراک سے ہے لہذا اسے کوئی کیا سنے گا۔ ہاں (فغاں) سُنی جا سکتی ہے۔ حضرت تاج الشعراء مدظلہٗ نے مصرع ثانی میں لفظ (دل) جو رکھ دیا ہے اس سے حُسنِ تکرار کی ایک بہت لطیف صورت پیدا ہو گئی ہے۔

بسمل ؎ دلِ مرحوم کے ایک ایک ذرّے یاد آتے ہیں مری تربت پہ جگنو رات کو جب جگمگاتے ہیں

اصلاح ؎ دلِ مرحوم کے وہ چند ذرّے یاد آتے ہیں مری تربت پہ جگنو رات کو جب جگمگاتے ہیں

(ایک ایک ذرّہ یاد آتا ہے) کہنا چاہیے تھا لیکن قافیے سے مجبوری تھی۔ اصلاح سے زبان درست ہو گئی

بسمل ؎ وہ کیا ہیں یہ کھل جائے ابھی اُن کی حقیقت دنیا انہیں دیکھے تو سہی میری نظر سے

شعر بالا کے مصرعِ اُولیٰ میں (۱) لفظ (یہ) برائے بیت ہے۔ (۲) بیان میں صفائی نہیں ہے (۳) کہا گیا ہے کہ (ان کی حقیقت کھل جائے) ان آخری الفاظ میں توہین کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ ان باتوں کو مدِّ نظر رکھ کر جو اصلاح دی گئی ہے اُسے ملاحظہ فرمایئے ؎

معلوم یہ ہو جائے کہ وہ کون ہیں کیا ہیں دنیا اُنہیں دیکھے تو سہی میری نظر سے

بسمل ؎ دل سے دل ملتا ہے لیکن وہ بڑی دیر کے بعد کام چلتا ہے محبت میں نظر سے پہلے

اصلاح ؎ دل سے دل ملتا ہے لیکن بڑی تاخیر کے بعد کام چلتا ہے محبت میں نظر سے پہلے

بسمل صاحب کے شعر میں لفظ (وہ) محض برائے بیت تھا۔ اس لئے حضرت نوح مدظلہٗ نے اسکو خارج فرما دیا۔

عابد مسیح بی اے

ملک سویٹزرلینڈ کا یونیورسٹی سینی ٹوریم

(از لالہ کرشن چند صاحب ملمن بی۔اے۔بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر ڈی بی سکول جمشیز)

نوجوانوں کی صحبت میں رہ کر آدمی جوان ہو جاتا ہے۔ اور ایک آدمی کی تیمارداری کرنے سے روح کا میلان زیادہ شرافت کی طرف رجوع کرتا ہے ایک سنگدل انسان بھی خدمت خلق سے نہایت نرم دل ہو جاتا ہے اگر مندرجہ بالا صداقتوں کا عملی طور پر تجربہ کرنا ہو تو آدمی کو ملک سویٹزرلینڈ کے مقام LEYSIN میں جاکر وہاں کے یونیورسٹی سینی ٹوریم کو دیکھنا چاہیئے۔

بنگال کے رہنے والے مسٹر اے کے موزمدار ایم اے نے اس صحت گاہ کے متعلق معزز ہمعصر ماڈرن ریویو کے فروری نمبر میں ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے وہ رقمطراز ہیں کہ وہ صحت گاہ کے وارڈن اور ڈائرکٹر ڈاکٹر ایل۔سی واتھر (L.C. VAUTHER) کے مدعو کرنے پر اپنے دوست ڈاکٹر آر کے لکڑ کے ہمراہ جو صوبجات متحدہ کے کنگ۔ ایڈورڈ سینی ٹوریم بھوالی کے سپرنٹنڈنٹ ہیں اس شہرہ آفاق صحت گاہ کو دیکھنے گئے تھے۔ ڈاکٹر واتھر اور ان کی بیگم صاحبہ نے اپنے معزز مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت کی۔

ملک سویٹزرلینڈ کی زبان میں اس سینی ٹوریم کو دی سینی ٹوریم یونیورسیٹر سوسے (THE SANITORIUM UNIVERSTNIRE SUISSE) کہتے ہیں۔ یہ سینی ٹوریم نہایت خوبصورت مقام پر سطح سمندر سے ۵۰۰ہ فٹ اونچی جگہ پر دیودار کے گھنے جنگل میں واقع ہے۔ اس کے ایک طرف دریائے رون (RONE) کی خوبصورت وادی ہے اور دوسری طرف کوہ ایلپس کے برفانی پہاڑ سامنے کھڑے ہیں۔ اس سینی ٹوریم کی غرض و غایت ملک سویٹزرلینڈ کی مختلف یونیورسٹیوں کے تپ دق سے بیمار طلبا کو طبی امداد بہم پہنچانا اور انہیں ایسے کرہ ہوائی میں رکھنا مقصود ہے کہ جس کے اندر رہتے ہوئے باوجود بیمار ہونے کے وہ اپنی تعلیم کو جاری رکھ سکیں۔ اس سینی ٹوریم کی بنیاد رکھنے کا خیال پہلے پہل ڈاکٹر واتھر کے ہی دماغ میں پیدا ہوا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگرچہ سویٹزرلینڈ کی مختلف یونیورسٹیوں کے بیمار طلبا مختلف صحت گاہوں میں رہتے ہیں لیکن تعلیمی نقطہ نظر سے کرہ ہوائی ایسا نہیں جو معیار پر پورا اتر سکے عام صحت گاہوں کے کرہ ہوائی میں رہتے ہوئے۔ اور بوڑھوں اور پژمردہ دل لوگوں کی سوسائٹی میں دن گزار کر ایک نوجوان کی طبیعت شگفتہ نہیں رہ سکتی اس لئے ڈاکٹر موصوف نے فیصلہ کیا کہ ان بدقسمت نوجوانوں کیلئے علیحدہ سینی ٹوریم اور کرہ ہوائی کی ضرورت ہے اور ایسی صحت گاہ قائم کرنے کیلئے کہ جس میں ہر ایک قسم کی دماغی اور جسمانی قابلیت کو بڑھانے کے سامان موجود ہوں اور جہاں صرف یونیورسٹی کے نوجوان طلبا ہی رہائش اختیار کر سکیں اور

اور تقریباً ہم عمر ہوتے ہوئے ہم ٹھیک اُسی طرح سے مِل جُل سکیں۔ جیسا تندرستی کی حالت میں کالجوں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر موصوف نے جدوجہد کرنا شروع کی۔ اور میاں بیوی دونو نے پراپگینڈہ کے ذریعہ اپنے خیالات کی خوب اشاعت کی۔ ہر ایک یونیورسٹی مرکز کے لئے خاص اجلاس منعقد کئے گئے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی سکیم کو نہایت وضاحت سے طلبا کے سامنے رکھا۔ یہ تمام اجلاس ہُوس فیڈرل کونسل۔ ریڈ کراس سوسائٹی۔ اور لیگ بالغ تپ دق کی نگرانی میں منعقد ہوئے۔ سوئٹزرلینڈ کے اخباروں نے اِس سکیم کا پُر جوش خیر مقدم کیا۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک کارخانہ کے مالک نے پچیس ہزار فرانک دان دیا اور مختلف اجلاسوں میں بھی ساٹھ ہزار فرانک چندہ جمع ہوا۔ ملک کے طلبا نے بھی شاندار طریقہ پر اس سکیم کا خیر مقدم کیا۔ ملک کی ساتوں یونیورسٹیوں نے پُر زور الفاظ اور جوش سے اِس تجویز کی تائید کی۔ یہاں تک کہ یونیورسٹیوں نے اپنے طلبا اور پروفیسروں پر شرط لگا دی کہ ہر پروفیسر کم از کم ۲۰ فرانک اور ہر ایک طالب علم کم از کم دس فرانک ضرور ادا کرے۔ اِس طرح سے یہ رقم بھی چالیس ہزار فرانک تک پہنچ گئی۔ جس مقام پر اِس وقت اس صحت گاہ کی عالی شان عمارت کھڑی ہے پہلے یہاں ایک اوسط درجہ کا مکان تھا۔ اُسے ایک سال کیلئے کرایہ پر لے لیا گیا۔ کچھ روپیہ خرچ کر کے اُسے ضرورت کے مطابق ٹھیک کیا گیا۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد یہی مکان خرید لیا گیا۔ اور حسب منشار و حسب ضرورت اس کی ترمیم و تنسیخ کی گئی۔ عمارت کی موجودہ قیمت ۴ لاکھ فرانک ہے۔

چنانچہ یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء کو مقام Leysin پر اِس مفید اور ضروری صحت گاہ کی رسم افتتاح ادا کی گئی۔ اور ۴۵ بیماروں کیلئے فی الفور انتظام کر دیا گیا۔ اِن میں سے نصف بیماروں کی جگہ تو صرف سوس (سوئٹزرلینڈ کے) طلبار اور پروفیسروں کیلئے مخصوص ہے۔ اور باقی ماندہ جگہ دُنیا کے دیگر بیمار پروفیسروں اور طلبا کو دی جا سکتی ہے۔ اور کسی رنگ، مذہب یا قوم کی بنا پر کسی قسم کی تمیز روا نہیں رکھی جاتی کئی ہندوستانی طلبا نے جو یورپ میں بغرض تحصیل علم گئے اور نامراد مرض تپ دق کا شکار ہو گئے اِس صحت گاہ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اِن سب کی تصاویر صحت گاہ کے کمروں میں آویزاں ہیں۔ خرچ خوراک اور رہائش کم سے کم رکھا گیا ہے تاکہ ہر ایک حیثیت کا طالب علم اس کا متحمل ہو سکے۔ صحت گاہ کا روزانہ خرچ ۶۷۵ فرانک یا ۱۶، ۲ شلنگ فی ہفتہ ہے۔ لیکن غیر اقوام کے پروفیسروں اور طلبا کو ۱۲ فرانک روزانہ دینے پڑتے ہیں۔ چونکہ اس خرچ میں (X-Ray) عکس ریز آلہ کے امتحانات کا خرچ۔ اور خوراک و رہائش اور ادویات کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سینی ٹوریم کتنا سستا اور اچھا سودا ہے فی الحقیقت یہ فیس اس خرچ سے بہت کم ہے۔ جو صحت گاہ کے کارکنوں کو ایک بیمار پر کرنا پڑتا ہے۔

اِس صحت گاہ میں آلہ عکس ریز (X-Ray) اور گلے و چھاتی کا امتحان کرنے کے لئے ایک آلہ جسے (PN EUMO THORAX) کہتے ہیں۔ بھی ہے۔ طلبا کو دماغی اور ذہنی خوراک بہم پہنچانے کے لئے دس ہزار جلدوں کی ایک شاندار لائبریری بھی ہے اِس کے علاوہ اخبارات اور کتب بینی کیلئے ایک شاندار ہال ہے۔ جہاں کئی ممالک اور کئی زبانوں کے کم از کم ۱۶۰ اخبارات آتے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہمارے ملک ہندوستان کا ایک اخبار بھی یہاں

نہیں جاتا۔ حالانکہ مصر جیسے چھوٹے ملک کے بھی اخبارات صحت گاہ کے ریڈنگ روم میں پہنچتے ہیں۔ یہاں ایڈیو کا آلہ بھی لگا ہے۔ ایک سینما ہال بھی ہے۔ فوٹو گرافی کا کافی سامان اور اس کیلئے سیاہ کمرہ بھی ہے۔ ایک لیکچر ہال ہے۔ جہاں ٹیوٹوریل جماعتیں لگتی ہیں سورج کی روشنی کے علاج کے لئے ایک جگہ بنی ہے جسے (SOLARWM) کہتے ہیں۔ بے تار برقی کا آلہ بھی ہے جس کے ذریعہ دُنیا کے مختلف حصص سے خبریں آتی ہیں۔ اور وہاں بھیجی جاتی ہیں۔

جس وقت اس سینی ٹوریم کی سکیم مکمل ہوگئی۔ تو ڈاکٹر والتھر کو اس کے شعبہ میڈیکل تعلیمی اور مجلسی انتظامات کا انچارج بنایا گیا۔ انہوں نے دس سال تک صحت گاہ میں بطور طبیب جراح اور منیجر کے نہایت تندہی سے کام کیا۔ دراصل سچ تو یہ ہے کہ صرف یہی ایک ہستی ہے جو اس صحت گاہ کی روح کہلا سکتی ہے لیکن ایک فرد کے کندھوں پر اتنا بوجھ ناقابل برداشت تھا۔ اس لئے انہیں تھوڑا بہت آرام دینے کیلئے شعبہ میڈیکل کا چارج ان سے لے کر ایک اور خاص ماہر ڈاکٹر کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اور موخرالذکر کی مدد کیلئے ایک اور ڈاکٹر جو دن کا نصف وقت دیتا ہے مقرر کر دیا گیا۔

باوجود اتنی سہولتوں اور اعلے انتظام کے اس امر کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کہ خرچ آمدنی کے اندر ہو۔ طلبا کے طبی معائنہ اور علاج کا انتظام نہایت اعلیٰ اور تسلی بخش ہے۔ خاص چھپے ہوئے فارموں پر بیماری کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ (X RAY) کے نتائج بھی ایک فارم پر لکھے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس آلہ کے ذریعہ لی گئی تصاویر بھی بیمار کے بستر کے ساتھ والی دیوار پر آویزاں کی جاتی ہیں۔ بیمار طلبا کے ایک دوسرے سے ملاپ اور باہمی بات چیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود ایسی خطرناک بیماری کے وہ نہایت خوش و خرم نظر آتے ہیں اور ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک بیمار پر ہنسی اور خوشی کا کتنا مفید اثر ہوتا ہے۔

اس صحت گاہ کے منتظموں کا منشا تب دن کے بیمار طلبا کے لئے کوئی نئی یونیورسٹی بنانے کا نہیں ہے۔ بلکہ خاص حدود کے درمیان اس صحت گاہ میں یونیورسٹی جیسا کرّہ ہوائی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تب دن کی دیگر صحت گاہوں کی طرح اس سینی ٹوریم میں کھانسی۔ بخار۔ پھیپھڑوں میں بڑے بڑے سوراخ۔ کسی ہڈی کے اپریشن یا کسی غیر کامیاب گلے کے اپریشن کے متعلق ہرگز گفتگو نہیں کی جاتی۔ کیونکہ ایسی افسوس بخش گفتگو سے مریضوں کے دلوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ بلکہ وہاں عام طور پر سلسلہ گفتگو انہی موضوع پر ہوتا ہے۔ جو عام یونیورسٹیوں میں ہوا کرتا ہے۔ الغرض یہاں بیماری کے متعلق نہایت کم گفتگو کی جاتی ہے۔ بیمار طلبا ریڈیو کے ذریعہ گانے اور لیکچر وغیرہ سنتے رہتے ہیں۔ ان کا وقت پینے۔ کھیلنے اور مطالعہ میں صرف ہوتا ہے۔ وہ طلبا جو ایک ہی مضمون پڑھتے ہیں۔ اور ہم جماعت ہوتے ہیں۔ اکٹھے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اکٹھے کھاتے پیتے ہیں۔ اور تصاویر کھینچتے ہیں بعض دفعہ ایک لیکچر دیتا ہے اور دوسرے اسے سنتے ہیں۔ اگرچہ طلبا کی تعلیم کیلئے اتنا باقاعدہ انتظام تو نہیں۔ کہ جیسا ایک یونیورسٹی کے مرکز میں ہوا کرتا ہے لیکن پھر بھی ہر ایک طالب علم کے کام کا معائنہ کرنے کے لئے باقاعدہ ٹیوٹر مقرر ہیں۔ مانے ہوئے لائق سوس۔ فرانسیسی اور دیگر اقوام کے پروفیسران طلبا کی

رہنمائی کرتے ہیں۔ یونیورسٹیوں کا رویہ بھی ان بدقسمت طلبا کی طرف نہایت ہمدردانہ ہوتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی تمام یونیورسٹیاں اس تمام وقت کو جو کہ بیمار طلبا اس سینی ٹوریم میں گذارتے ہیں حاضری میں شمار کر لیتی ہیں۔ سینکڑوں طلبا جو میدانی علاقوں سے بیمار ہو کر اس صحت گاہ میں آئے۔ وہ نہ صرف یہ کہ اس جگہ صحت یاب ہو گئے۔ بلکہ اپنے امتحانات میں بھی نہایت اعلےٰ نمبروں پر پاس ہو گئے۔ میڈیکل کالجوں کے طلبا کی مشق کیلئے بھی کافی سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنی تعلیم کو اس صحت گاہ میں بدرجہ اتم جاری رکھ سکتے ہیں۔ اس صحت گاہ کی قیمتی اور بڑھتی ہوئی لائبریری مختلف امرا اور مخیر اصحاب مصنفوں اور مطابع کے مالکوں کی شرمندۂ احسان ہے۔

ریڈنگ روم میں دنیا کے مختلف ممالک سے اس قدر رسائل و جرائد آتے ہیں کہ ہندوستان کی بڑی سے بڑی یونیورسٹی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بیمار طلبا ان اخبارات اور رسالجات کے ذریعہ اپنی واقفیت اور قابلیت کو کبھی بھی زنگ آلود نہیں ہونے دیتے۔ ڈاکٹر والھر سال کے دوران میں جن لیکچروں کے سلسلہ کا بندوبست کرتے ہیں وہ بڑا ہی دلچسپ ہوتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ فرانس، جرمنی اور دیگر ممالک کی یونیورسٹیوں کے پروفیسر دور دراز سے آکر لیکچر دیتے ہیں۔ اور ان لیکچروں کو بیمار طلبا کے علاوہ بیرونجات سے بھی بڑی تعداد میں لوگ سننے آتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان سے ناظرین سوئٹزرلینڈ کے اس یونیورسٹی صحت گاہ کا اندازہ لگانے کے قابل ہو گئے ہونگے۔ ڈاکٹر والھر بڑی طاقتِ کار کے مالک ہیں۔ اور بڑے بھاری منتظم ہیں۔ وہ ایک نوجوان کی طرح کام کرنیکی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس کام میں ان کی رفیقۂ حیات مسز والھر بھی بڑی قابلیت سے ان کی ممد و معاون ثابت ہو رہی ہیں۔ اگرچہ مندرجہ بالا صحت گاہ سوئٹزرلینڈ کے یونیورسٹی کے بیمار طلبا کے لئے مخصوص ہے۔ پھر بھی جگہ خالی ہونے پر دوسرے ممالک کے طلبا کو جگہ دی جاتی ہے۔ اب ڈاکٹر والھر کے دماغ میں ایک بہت بڑی سکیم بن چکی ہے۔ ان کا ارادہ اس جگہ تمام دنیا کی یونیورسٹیوں کے بیمار طلبا کیلئے ایک بین الاقوامی سینی ٹوریم کھولنے کا ہے۔ اس مجوزہ عظیم الشان عمارت کے نقشہ جات بن چکے ہیں۔ یہ ایک ہفت منزلہ عمارت کوہ ایلپس کی پہاڑیوں کے عین درمیان ہوگی۔ جہاں ہزاروں بیمار طلبا کی ایک وقت میں غور و پرداخت کی جائیگی۔ عمارت کی لاگت کا اندازہ دو لاکھ آٹھ ہزار پونڈ کیا گیا ہے۔ ہر ملک کی گورنمنٹ ایک ہزار پونڈ چندہ دینے سے اپنے ملک کے طلبا کے لئے ایک نشست مخصوص کرا سکتی ہے۔ سوس فیڈرل گورنمنٹ نے سب سے پہلے ۲ طلبا کے لئے جگہ مخصوص کرائی ہے۔ لیگ آف نیشنز نے بھی اپنی خوشنودی کی مہر اس مجوزہ سکیم پر ثبت کر دی ہے۔ تمام ملک کی گورنمنٹوں سے اس صحت گاہ میں جگہ مخصوص کرنیکے لئے اپیل کی جائیگی۔ چنانچہ سرکار ہند کو بھی اس امر کے لئے لکھا جائیگا۔

سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان سے اس قدر دور دراز جگہ پر روپیہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تپ دق کے بیماروں کے لئے ایسا صحت افزا مقام سارے ہندوستان کے صوبہ کشمیر میں بھی نہیں مل سکتا۔ اس مقام کی آب و ہوا ٹھنڈی اور خشک ہے۔ مرطوب نہیں ہے۔ ہوا بھی نہایت صاف اور لطیف ہے جس میں میدانی علاقوں کی طرح مٹی کے ذرات بالکل نہیں۔ موجودہ زمانہ میں سردی سے ذرا بھی خوف نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بجلی کے ذریعے ہم جتنے درجہ کا درجہ حرارت [illegible]

میرا پتی

از کماری شانتی چند نسیم نور محلی تلمیذ حضرت جوش ملسیانی

اے مرے پیارے پتی تو میری پت ہے، لاج ہے
تو مرا شوہر۔ مرا آقا۔ مرا سرتاج ہے

اے سراپا نور میری آنکھ کا تارا ہے تو
میری امیدوں کا۔ ارمانوں کا گہوارہ ہے تو

تو مری راحت کا میرے عیش کا سامان ہے
تو مری الفت کی۔ میری دل لگی کی جان ہے

کس قدر مضبوط ہے تارِ محبت کی گرہ
موت سے بھی کھل نہیں سکتی یہ الفت کی گرہ

ہر گھڑی ہر وقت ہر دم مجھ کو تیرا دھیان ہے
تو تمناؤں کا دل ہے۔ آرزو کی جان ہے

تو مرا محبوب ہے مطلوب ہے ممدوح ہے
کیفِ دل ہے راحتِ جاں ہے سرورِ روح ہے

کی گئی ہے خلق تیری آرزو میرے لئے
مرکزِ امید ہے دنیا میں تو میرے لئے

میرے گلزارِ جوانی کی تجھی سے ہے بہار
میری ہست و بود کا ہے تیرے دم سے انحصار

کیفِ الفت تجھ سے ہے لطفِ تمنا تجھ سے ہے
میری خوشبوئی مری راحت کی دنیا تجھ سے ہے

میرے دل کے ولولے میری امنگیں تجھ سے ہیں
سچ تو یہ ہے شوقِ الفت کی ترنگیں تجھ سے ہیں

اک نگاہِ مست سے مخمور کر دیتا ہے تو
مجھ کو الفت کے نشے میں چور کر دیتا ہے تو

میرے دل میں بیٹھ کر جب چٹکیاں لیتا ہے تو
امتیازِ ما و تو بالکل مٹا دیتا ہے تو

نور بن کر میری آنکھوں میں سما جاتا ہے تو
معجزہ اپنی محبت کا دکھا جاتا ہے تو

مجھ کو سحرِ عشق سے مسحور کر دیتا ہے تو
میرے دل کو روح کو مسرور کر دیتا ہے تو

محو ہو جاتا ہے غم میرے دلِ مہجور سے
دولتِ جاوید ملتی ہے رخِ پُرنور سے

اشتیاقِ دل کی تجھ سے داد ملتی ہے مجھے
حق بجانب ہوں جو اپنا آئینہ کہہ دوں تجھے

افریقہ کا جادو

(ملک امرناتھ صاحب کپور - ایم - اے - بی - ٹی)

جادو اور SUPERSTITION میں تھوڑا بہت اعتقاد تقریباً ہر ملک کے باشندوں میں ہوا ہی کرتا ہے مگر جن ممالک میں موجودہ تہذیب اور تعلیم نے ابھی قدم نہیں رکھا اور دورِ جدید کا آغاز نہیں ہوا وہاں اس کا دور دورہ زیادہ ہے۔ علاوہ بریں نئی روشنی سے مانوس ممالک میں اگرچہ جادو بشکل جادو تو معدوم ہو رہا ہے مگر اس کی جگہ ہپناٹزم HYPNOTISM اور میسمریزم نے سنبھالنی شروع کر دی ہے۔ جیسے موجودہ زمانے کے لوگ سائنس کا ایک درجہ دیتے ہیں مگر ناخواندہ اور غیر مہذب لوگ اسے جادو یا کرامات کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بنگالے کا جادو مشہور تھا اور ابھی تک اس جادو کے کرشموں کی کئی داستانیں لوگوں کی زبان زد ہیں SUPERSTITIONS تو ابھی مغربی ممالک سے بھی دور نہیں ہوئیں۔ وہاں پر کئی ایک باتیں ابھی تک ناقص التاثیر مانی جاتی ہیں۔ اور کئی کام شگونوں پر کئے جاتے ہیں۔

پرانے خیالات کے لوگ ہر ملک میں پائے جاتے ہیں اور وہ روحوں اور جن بھوتوں کو بہت مانتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں کئی ایک موقعوں پر شگون اور وہم پر پورا پورا اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ لوگ نظر بد کو دور کرنے کے لئے کئی ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً نئے مکان پر ایک ڈراؤنی شکل بنا کر لٹکانا۔ اُبلتے دودھ میں کوئلہ ڈالنا۔ بچوں کے گلے میں طرح طرح کے تعویذ ڈالنا اور دم کرانا یا کسی قسم کی تکلیف کو نظر بد کا اثر تصور کر کے انہیں دور کرنے کی غرض سے پھٹکڑی اور سُرخ مرچیں جسم پر پھرا کر آگ میں ڈالنا وغیرہ۔ عراق عرب تو ایسی باتوں میں سب سے بازی لے گیا ہے۔ وہاں پر چھوٹے لڑکوں کو لڑکیوں کے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ اچھی قسمت کے واسطے ان کے بازو پر ایک نیلا دھاگا باندھا جاتا ہے یا گلے میں حمائل کیا جاتا ہے چہرے پر سیاہی کے نشان لگائے جاتے ہیں تاکہ نظر بد اپنا اثر نہ کرے کئی قسم کے شگونوں پر یقین رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح افریقہ کے کئی ایک ممالک میں جہاں سے ابھی تک جہالت کی تاریکی دور نہیں ہوئی اور مغربی تہذیب نے قدم نہیں رکھا لوگ تقریباً ہر کام کو درجۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے جادو اور SUPERSTITION کو بڑی اہمیت دیتے ہیں مختلف کاموں میں کامیابی کیلئے گورو مقرر ہیں جنکو قدرتی طور پر روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ ان گوروؤں کو معجزہ گر یا جادو کا ڈاکٹر کہا جاتا ہے۔ ہر کام کا علیحدہ علیحدہ معجزہ گر ہے مثلاً لُو کا کرشمہ گر۔ شکار کا کرشمہ گر۔ جن کا کرشمہ گر۔ بیماری کے علاج کا کرشمہ گر وغیرہ وغیرہ۔

زولولینڈ Zulu land میں مختلف کاموں کو سرانجام دینے کیلئے طرح طرح کے حیران کن طریقے رائج ہیں

تمن میں سے چند ایک رہنمائے تعلیم کے لئے باعث مسرت ہونگے۔

بارش برسانا زولو فرقہ کے بارش کے دیوتا کا نام اُنگیانا (Ungiana) ہے جب کبھی ملک میں برسات نہ ہو اور خشک سالی کی وجہ سے سخت مصیبت کا سامنا ہو تو خیال کیا جاتا ہے کہ یا تو دیوتا ناراض ہے یا بے خبر ہے چنانچہ اسکی ناراضگی دُور کرنیکی غرض سے بہت سی کنواری لڑکیاں جمع ہو کر ایک جھونپڑی کے گرد جس میں بچوں کا جوڑا پیدا ہوا ہو۔ ناچتی اور ایک خاص گیت گاتی ہیں۔ یہ ناچ اور گانا گھنٹوں جاری رہتا ہے۔ حیرت ہے کہ کئی دفعہ اس واقعہ کے بعد بارش ہوئی۔ دوسرا طریقہ اس سے بھی عجیب ہے۔ جادو کا ڈاکٹر کھڑا ہو کر زور سے دیوتا کو پکارتا ہے اور ایک برتن جو اُس کے سر پر رکھا ہوتا ہے سوکھی زمین پر پانی گراتا ہے اس پکار میں اُس کے ساتھ بہت سے لوگ شامل ہوتے ہیں اور زور زور سے مانزی (MAANZI) مانزی (پانی۔ پانی) پکارتا ہے تاکہ آسمان میں دیوتا سُن لے اور مینہ برسائے انگریزی گیبٹی افریقن ہم کے سردار الیلیوگیٹی (AILILIOGATTI) جنہوں نے ایسے علاقوں کی سیاحت کی ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسی پکار کے تھوڑے دن بعد بارش ہوئی۔ ہندوستان میں بھی پرانے زمانے میں رشی ہون کرتے تھے اور وید منتروں کا اُچارن اتنے زور سے کرتے تھے کہ بادل جمع کر کے اندر دیوتا بارش برساتے تھے۔

دشمن کو مغلوب کرنا یا ایذا پہنچانا جب کوئی زولو اپنے دشمن سے بدلہ لینا چاہتا ہے تو وہ ایک عجیب طریقہ سے اپنا مطلب حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے وہ کسی طرح سے اپنے دشمن کا کوئی کپڑا یا بالوں کا گچھا قابو میں لانے کی کوشش کرتا ہے پھر وہ خلوت میں بیٹھ کر کچھ منتر پڑھتا ہے اور بالوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور دل میں وثوق سے تعین کرتا ہے کہ دشمن کے جسم کے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ یا وہ ان بالوں یا کپڑے کو سانپ کی کھال کے ساتھ دیگچی میں اُبالتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اُسکا دشمن سانپ سے ڈسا جا رہا ہے یا اُس پر کوئی اور مصیبت نازل ہو رہی ہے۔ چنانچہ کئی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ دشمن سانپ سے ڈسا گیا یا لڑائی میں مارا گیا یا اُسے کوئی اور سخت تکلیف پہنچی۔ خیال میں یہ طاقت ہے!

جب کوئی نوجوان شادی کرنے میں ناکامیاب ہوتا ہے تو وہ بھی جادو کا طریقہ برتتا ہے وہ گاؤں کے تالاب کے پاس جا کر درختوں میں چھپ رہتا ہے جب وہ لڑکی جس سے وہ شادی کرنیکی خواہش رکھتا ہے پانی بھر کر واپس آتی ہے تو وہ نوجوان اپنی جائے پناہ سے نکلکر تالاب میں عین اُسی جگہ کھڑا ہو کر جہاں وہ لڑکی پانی بھرتے وقت کھڑی ہوئی تھی تین دفعہ منہ میں پانی ڈالتا ہے اور کچھ جادو کے منتر جو اُس نے گورو سے سیکھے ہوتے ہیں پڑھتا ہے۔ چنانچہ بہت دفعہ کامیابی ہوتی سُنی گئی ہے۔

مجرم کا معلوم کرنا کرشمہ گروں کا سب سے زیادہ حیران کن معجزہ کسی جرم میں مجرم کا اس جادو یا روحانی طاقت سے پتہ لگانا ہے۔ جب کسی جرم میں مجرم کا پتہ نہ لگ سکے تو مشکوک لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے دائرہ

میں بٹھا دیا جاتا ہے پھر کرشمہ گر ان کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے یہ کرشمہ گر دُبلا پتلا اور عمر رسیدہ آدمی ہوتا ہے۔ وہ شکل سے ہی ایک غیر معمولی انسان نظر آتا ہے۔ ایک آدمی ڈھول پر ایک عجیب قسم کا تال بجاتا ہے اور سب ملکر ایک خاص راگ گاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد کرشمہ گر پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اسی دوران میں وہ یکلخت اونچا اُچھلتا ہے۔ جب وہ نیچے گرتا ہے تو ایک مشکوک آدمی کو پکڑ کر سونگھتا ہے۔ اسی طرح بار بار ہوا میں اُچھلکر باری باری سب آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر سونگھتا ہے حتیٰ کہ جب اصل مجرم کی باری آتی ہے تو اُسے پتہ لگ جاتا ہے اور چلّا اٹھتا ہے کہ یہ مجرم ہے اس کام میں بھی کامیابی کرشمہ گر کی لیاقت پر منحصر ہے اگر وہ کافی تجربہ رکھتا ہو تو ۹۰ فیصدی اس طریقہ سے کامیابی ممکن ہے مسٹر گیبٹی بیان کرتے ہیں کہ چونکہ یہ طریقہ سب سے کامیاب طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ اس واسطے مجرم کا دل ڈر سے دھڑکنا شروع ہوتا ہے اور کرشمہ گر (SMELLDOCTOR) اپنی قدرتی روحانی طاقت سے اُسکے احساس کا پتہ کر لیتا ہے۔

شکار میں کامیابی شکار میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے شکاری کرشمہ گر (HUNTDOCTOR) کی امداد لی جاتی ہے اور اُسے بھی باقی کرشمہ گروں کی طرح کافی عزت و وقار حاصل ہوتا ہے جب کوئی پارٹی شکار کے واسطے تیار ہوتی ہے تو کرشمہ گر کو بلایا جاتا ہے۔ اس کا معجزہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ وہ ایک ڈھال پر بیٹھ کر کچھ منتر پڑھتا ہے اور شکار کے دیوتا کا دھیان لگاتا ہے۔ اس کے بعد سب شکاری اُس کے سامنے اپنے اپنے ہتھیار یعنی تیر۔ تبر۔ تلوار۔ نیزہ وغیرہ زمین پر مارتے ہیں یہ کامیابی کا ایک راز سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ شکاری کرشمہ گر سب کو مخاطب کر کے اپنی روحانی طاقت سے معلوم شدہ خبر سے آگاہ کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ فلاں جگہ پر فلاں شکار ملیگا۔ اور اس طرح پیچھا کرنے سے کامیابی ہوگی۔ ڈاکٹر گیبٹی (Dr Geitz) بیان کرتے ہیں کہ زولولینڈ (Zulu land) میں شکار عام نہیں مگر کرشمہ گر کی نصیحت پر عمل کرنے سے عین انہیں جگہوں پر ہی شکار ملا۔ اور اسی طریقہ پر تعاقب کرنے سے کامیابی ہوئی۔ جب کرشمہ گر سے سوال کیا گیا کہ ایسے صحیح حالات کا اُسے کیونکر پہلے پتہ لگ گیا تو بولا کہ اُسے روحیں سب کچھ بتاتی ہیں۔

ہمارے اپنے ملک میں بھی دارا پھرتے ہیں اور گمشدہ اشیا کی تلاش یا کئی ایک سوالوں کا جواب لینے میں امداد لی جاتی ہے۔ عامل معمول پر عمل کر کے اس سے جو باتیں پوچھتا ہے وہ بتاتا ہے۔ یہ بھی ویسا ہی کرشمہ ہے مگر افریقہ میں کرشمہ گر خود ہی عامل اور معمول کا پارٹ ادا کرتا ہے۔

بیماروں کا علاج اس علاقہ میں تقریباً ہر ایک بیماری کو ایک بھوت تصور کیا جاتا ہے اور اس بھوت سے نجات پانے کے لئے عجیب عجیب طریقے برتے جاتے ہیں کئی ایک بیماریوں کا علاج جادو کے ذریعے کیا جاتا ہے مسٹر۔۔۔ ایک دفعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ اپنی سیاحت کے دوران میں اُنہیں جنگل میں ایک طرف سے نقارے کی آواز سنائی دی۔ بمشکل وہ وہاں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ کھلے درختوں کے ذخیرہ میں ایک شخص نقارے پر ایک عجیب تال بجا رہا ہے۔ اس کے

پاس ایک چھوٹا سا لڑکا بیٹھا خالی پٹرول کا ٹین بجا رہا ہے۔ چند ایک عورتیں آس پاس جمع ہیں۔ اس کے بعد ایک نوجوان عورت نے اپنے جسم کو نقارے کے تال پر حرکت دینی شروع کی آہستہ آہستہ وہ وجد میں آگئی اور اسکے جسم کا ایک ایک حصہ کانپنے لگا۔ بعد میں وہ بیہوشی کی حالت میں گرگئی مگر اسکے اعضا کافی سُرعت سے بدستور حرکت کرتے رہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب عورتیں بھوتوں کے پھندے میں گرفتار ہیں اور انہیں رہائی دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ بھوت ملیریا بخار کا بھوت تھا اور نکالنے کا طریقہ عجیب و غریب۔ کمانڈر گیبٹی نے اس سے بھی عجیب طریق سے علاج ہوتا دیکھا۔ انکے بیان کے مطابق ایک کرشمہ گر حکیم کے پاس ایک ایسا انسان چھڑی کے سہارے آیا جس کی آنکھیں سوج رہی تھیں۔ اُسے درد تھا اور دکھائی نہ دیتا تھا۔ اُس کا علاج مندرجہ ذیل طریقہ سے کیا گیا:-

کرشمہ گر نے جڑی بوٹیوں کا ایک پلٹس تیار کی جس کے اجزا عجیب تھے۔ اس کے بعد اُس نے ایک سفید مُرغ پکڑا اُس کی گردن پکڑ کر اُسکے سر کو زمین پر رگڑا اور کچھ حروف لکھے۔ اسکے بعد مُرغ بالکل اکڑ گیا گویا اُس پر عمل ہو گیا ہو۔ بعد میں بیمار کی آنکھوں پر پلٹس باندھا گیا اور مُرغ اُسکے سر پر کھڑا کر دیا گیا۔ مُرغ خوب تن گیا اور اسکی گردن اکڑ گئی۔ ایک وہ منتر پڑھا گیا۔ اِدھر اُدھر ہاتھ پھیرا۔ چاقو کا ایک جھٹکا لگا اور مرغ کا سر تن سے جدا ہو کر نیچے گرا۔ دو ایک قطرے خون کے جاری ہوئے جو بیمار کے منہ پر ٹپکے تقریباً پندرہ منٹ تک منہ میں آہستہ آہستہ گنگناہٹ ہوتی رہی۔ اس کے بعد جب پلٹس اتار کر بیمار کا منہ دھویا گیا تو ایک عجیب کرشمہ دکھائی دیا۔ یعنی بیمار کی آنکھیں ایسی صاف اور تندرست نکلیں گویا کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اگرچہ جڑی بوٹیوں کی پلٹس نے بھی بہت اثر کیا ہوگا مگر اتنے قلیل وقت میں اتنی بڑی بیماری کا رفع ہونا خالی از معجزہ نہیں۔

ایسے جادو سے کرشمے دکھانا۔ بیماریوں کا دُور کرنا اور مجرم معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ خواہ کسی طریقہ سے ہوں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ لوگ قدرتی طور پر سمجھتے ہیں کہ خیال میں کس قدر طاقت ہے اور اعتقاد ہر کام کی کامیابی کی روحِ رواں ہے چنانچہ گو انہیں مغربی ممالک کی طرح ہپنوٹیزم HYPNOTISM کا سائنٹیفک (SCIENTIFIC) طور پر علم نہیں ہے تاہم وہ اس علم سے قدرتی طور پر ناآشنا بھی نہیں۔ ان کے بہت سے کرشمے اسی سائنس پر مبنی ہیں جو جادو کے کرشموں سے کم نہیں ۔

جناب اوتار کرشن صاحب نکو

صیاد کا دماغ جو آج آسماں پہ ہے
یہ کون غم نصیب گرفتار ہو گیا
جس کی طرف اٹھی نہ تری چشمِ التفات
رخصت جہاں سے آج وہ بیمار ہو گیا

خدا جانے مجھے اُس وقت تم کیوں یاد آتے ہو

افق سے جب ہویدا مہرِ عالمتاب ہوتا ہے ۔ ربابِ زندگی سنشرمندۂ مضراب ہوتا ہے
چمن میں دیدۂ گل بے نیازِ خواب ہوتا ہے ۔ امنگیں چٹکیاں لیتی ہیں دل بےتاب ہوتا ہے
خدا جانے مجھے اُس وقت تم کیوں یاد آتے ہو

غروبِ مہر پر جب انتظارِ شام ہوتا ہے ۔ قبائے لالہ گوں میں چرخِ نیلی فام ہوتا ہے
خموشی کے مقابل شور و شر ناکام ہوتا ہے ۔ دلِ ہنگامہ پرور طالبِ آرام ہوتا ہے
خدا جانے مجھے اُس وقت تم کیوں یاد آتے ہو

دیئے خاموش ہو جاتے ہیں جس دم خانقاہوں میں ۔ صدائے ساز پڑ جاتی ہے دھیمی بزم گاہوں میں
چھپے ہوتے ہیں بیٹھے راہزن جس وقت راہوں میں ۔ دھواں بن بن کے اُڑتا ہے دلِ تفتیدہ آہوں میں
خدا جانے مجھے اُس وقت تم کیوں یاد آتے ہو

وداعِ شب پہ جب روتا ہے قطرہ قطرہ شبنم کا ۔ اُجالا کم ہوا جاتا ہے شمعِ بزمِ انجم کا
وفورِ ضعف سے ملتا نہیں دل میں نشاں غم کا ۔ گزرتا ہے گماں جب ہر نفس پر آخری دم کا
خدا جانے مجھے اُس وقت تم کیوں یاد آتے ہو

(غیر مطبوعہ) (ادیب لدھیانوی)

خیالاتِ شاکیؔ

(پنڈت کیشو دت صاحب شاکیؔ جالندھری)

نہ کوئی اس میں حسرت ہے نہ کوئی اس میں ارماں ہے ۔ سکوتِ عالمِ دل غیرتِ شہرِ خموشاں ہے
دلِ با تہمم پر کچھ دیدۂ عبرت کا احساں ہے ۔ خطا کی ہے مگر اپنے کئے پر خود پشیماں ہے
ملا دی خاک میں شانِ تمنّا ان حریصوں نے ۔ کوئی حوروں کا طالب ہے کوئی جنت کا خواہاں ہے
جسے دیکھو اُسی کو فکر ہے اپنی مصیبت کی ۔ جہاں میں کون ایسے دلِ مریضِ غم کا پُرساں ہے
تمہاری بیحجابی میں بھی کوئی رازِ پنہاں تھا ۔ تمہاری پُر حجابی میں بھی کوئی رازِ پنہاں ہے
نگاہِ شوق تو جانا رادۂ تصویرِ جاناں تھی ۔ دلِ شامت زدہ دل دادۂ زلفِ پریشاں ہے
لہو کی بوند سے بڑھ کر نہیں ان کی نگاہوں میں ۔ وہ اشکِ خوں جو آغوشِ نگہ میں گلیدِ اماں ہے
کوئی ایسا نہیں جو خوبیٔ قسمت پہ نازاں ہو ۔ جسے دیکھو وہی محرومیٔ قسمت پہ نالاں ہے
کوئی محروم رہ سکتا نہیں اُس کی حقیقت سے ۔ سلوک اُس مہرباں کا ہر کسی کے ساتھ یکساں ہے
خدا رکھے دکھایا زور پورا جوشِ وحشت نے ۔ تماشا یہ کہ اپنا ہاتھ ہے اپنا گریباں ہے
بجا ہے شکوۂ [illegible] ۔ مسلم کا [illegible]

برق مضطر حضرت غنی کی بے راہ روی پر ایک نظر

(از محمد فضل الرحمٰن صابری)

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت ایک مضمون ابو الفصاحت[1] افضل الشعرا حضرت جوش ملسیانی کا بجواب التحریر جناب مرزا خادم صاحب مئی ۱۹۳۴ء کے رسالہ رہنمائے تعلیم صفحہ میں شائع ہوا ہے مرزا صاحب کو واقعی سخت غلط فہمی ہوئی ہے اور اُس غلط فہمی کا جو کچھ فیصلہ ہمارے کرمفرمائے جناب ابو الفصاحت صاحب نے فرمایا ہے وہ قطعی صحیح اور ناقابلِ تردید ہے ٭

ہیچمدان اشاعت کے متعلق میری گذارش ہے کہ جو حضرات رسالہ رہنمائے تعلیم کے خلاف تنقیدات علاوہ رسالہ رہنمائے تعلیم کے کسی دیگر رسائل یا اخبارات میں شائع فرمائیں اس کی ایک کاپی مطبوعہ براہ کرم منشی محمد حمید اللہ صاحب مائل سیکرٹری بزم ادیب اردو محلہ منشیان شہر لشکر گوالیار کے نام روانہ فرمائیں تاکہ اُس کی نوعیت واہمیت پر غور کیا جا کر تردید صحیح اب پیش کیا جا سکے بصورت دیگر عدم ترسیل جواب کا بار رہنمائے تعلیم پر کسی حالت میں نہیں پڑ سکتا۔

اسلئے کہ رسالہ رہنمائے تعلیم اُنکی جوابدہی سے قاصر نہیں ہے بلکہ یہ سمجھیگا کہ یہ واقعات رسالہ رہنمائے تعلیم کے کانوں تک نہیں پہنچیں اسلئے وہ جواب نہیں دیسکا۔ اور وہ بے علم ہے۔

ناظرین کرام پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہم نے جس وقت رسالہ شاعر آگرہ کے تنقیدی مضامین پر قلم اٹھایا ہے اس سے پہلے یہ انتظام کر دیا ہے کہ جناب منیجر صاحب ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ رہنمائے تعلیم کی خدمت میں عرض کر کے ایک سالہ۔ فاضل حضرت سیماب صاحب ایڈیٹر رسالہ شاعر کو بھجوا دیا ہے اور وہ ہر ماہ پہنچتا ہے۔

حالانکہ حضرت سیماب نے اپنا رسالہ شاعر آگرہ مبادلہ میں نہیں بھیجا صرف ایک سالہ فروری مارچ کا مشترکہ بھیجا ہے مگر ماسٹر صاحب ممدوح نے اسکی بھی کوئی پروا نہیں کی وہ اپنا رسالہ رہنمائے تعلیم حضرت سیماب کی خدمت میں برابر قریب یکسال سے ہر ماہ بھیج رہے ہیں۔

پس حضرات معترضین اسکا خاص طریق پر انتظام فرما دیں ورنہ رسالہ رہنمائے پر بار جوابدہی کا عاید نہیں ہو سکتا۔ صابر

نوٹ:۔ مرزا خادم صاحب نے اپنے پہلے مضمون کی تائید اور مدیر صحیفہ نظم کے نوٹ مندرجہ اشاعت ماہ جون کی تردید میں ایک اور مضمون ارسال فرمایا ہے۔ امید ہے کہ اس تحریر کی اشاعت سے انہیں اطمینان ہو جائیگا کہ فی الواقع غلط فہمی ہوئی اور برق مضطر حضرت غنی بھی عین گرانے کے ویسے ہی مخالف ہیں جیسے کہ خود مرزا صاحب یا مدیر صحیفہ نظم ٭

جوش ملسیانی

---

[1] یہ خطابات حضرت جوش ملسیانی کو خدائے سخن عروضی محقق اعظم حضرت صاحب سیماب اکبر آبادی مدظلہ العالی بالقابہ نے اپنے دستخطی و مہری سند کے ساتھ عطا فرمائے ہیں ٭

پرلطف مہملات کا جواب

قسط نمبر ۲

(از ابر احسنی گنوری)

پُرلطف مہملات کے جواب کی دوسری قسط پیش کرنے سے پہلے جناب درد نکودری کی خدمت میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے ان سے کوئی عناد نہیں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ اعتراض کرنے سے پیشتر شعر پر تھوڑی دیر غور فرما لیا کریں۔ اگرچہ تنقید سے اب اردو میں وسعت و ترقی کا احساس بحیثیت ہندوستانی ہونے کے (جہاں کی عام زبان اردو ہے) ان کا اہم فرض ہے لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ خواہ مخواہ کسی پر اعتراض کر کے اپنی معلومات کو کوتاہ ثابت کیا جائے۔ میں اشاعت گذشتہ میں لکھ چکا ہوں کہ جہانتک حقانیت و صداقت کا تعلق ہوگا۔ ضرور جواب دونگا لیکن جہاں کمی محسوس ہوئی وہاں میں گلے گلے پانی میں درد صاحب کا شریک ہوں۔ درد صاحب! الانسان مرکب من الخطا والنسیان کے ماتحت یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کسی انسان کا کلام اغلاط سے مبرا ہو سکے خواہ وہ آپ ہوں یا میں لیکن یہ امر ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیے کہ آپکا عنوان مضمون اغلاط کی گرفت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا بلکہ آپکو واسطہ ہے صرف اہمال سے شعر میں لاکھ کمی ہو۔ ہزار غلطیاں ہوں اس بنا پر آپ شعر کو مہمل نہ کہدیں بلکہ اسی شعر سے واسطہ رکھیں جو حقیقتاً آپ کو مہمل معلوم ہو۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ مشاہیر شعرا کے کلام پر قلم اٹھائیں ہر رطب و یابس سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ایسے حضرات سے یہاں لفضلہ مہملات کی کمی نہیں ہوا کرتی۔ تاجور نجیب آبادی ؎

محبت آہ جو تو کامیاب ہو نہ سکی ۔۔۔ ہوس میں عمر کو صرف گناہ کر دونگا

اس میں درد صاحب کو دوسرے مصرع پر یہ اعتراض ہے کہ ہوس جو کہ نہایت مذموم شے ہے مصنف شعر کو اختیار نہ کرنی چاہیے اور اس ہوس کے معنی افعال قبیح اور حرکات غیر مشروع قرار دینے ہوئے تاجور صاحب کو اڑایا بھی ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ پہلے ہوس کے معانی لکھدئے جائیں اور اسکے ساتھ ساتھ کچھ گناہ کی بھی تفسیر کر دی جائے۔ سنئے۔

ہوس کہتے ہیں قسم جنون دیوانگی۔ زیادتی شوق و آرزو کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ حرص اور عشق خام کو بھی ہوس کہتے ہیں۔

گناہ۔ کے معنی لکھنا فضول ہے مگر یہ بتا دینا بے محل نہ ہوگا کہ گناہ کے درجات ہوتے ہیں اور ان میں بسا اوقات خاصان خدا کے نزدیک افعال ثواب بھی گناہ کہلائے جانے کے مستحق ہو جایا کرتے ہیں مثلاً ایک دولتمند شخص اپنی آمدنی سے ۲۰ فیصدی خیرات کر دیتا ہے ظاہر ہے کہ یہ فعل اس کا باعث ثواب ہیں ہے مگر ایک دوسرا شخص جو فنافی الذات ہے، اپنی کل آمدنی راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اور پھر بھی اسکو ہوس رہتی ہے کہ اور ہوتا تو اسکو بھی صرف کر دیتا۔ اب ذرا توجہ سے سنئے کہ کیا شخص اول شخص ثانی کے نزدیک گنہگار نہیں ہے۔ حالانکہ عام نظروں میں وہ بہت نیک ہے کیونکہ ۲۰ فیصدی کی خیرات کرتا ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ بعض اوقات نیک کام بھی گناہ

میں شمار کئے جا سکتے ہیں اور اس بنا پر بزرگانِ دین کے نزدیک (خواہ وہ رشی منی ہوں یا اولیا و پیغمبر) اپنے وقت کے عابدوں زاہدوں کو بھی گنہگار دیکھتے ہیں۔ علیٰ قدر مراتب۔

محبت سے مراد صرف محبت خداوندی ہے اور یہ اسی وقت کامیاب ہوتی ہے جب جلواتِ حقیقی کا بے حجابانہ نظارہ نصیب ہو جائے۔ اب آپ خود فرمائیں کہ شاعر کی نگاہ میں محبت کا وہ بلند معیار ہے جس کو فنافی اللہ کہا جا سکے اور جو شخص اس درجہ کا ذوق اپنی طبیعت میں رکھتا ہو اسکو اس سے نیچے کے درجے گناہ کی شکل میں نظر نہ آئیں گے چاہے وہ عام نگاہوں میں بہتر ہی کیوں نہ ہوں۔ ورد صاحب یہ تو ہماری معصیت کیش نظریں ہیں کہ صرف عیاشی و اوباشی کو گناہ سمجھیں حقیقی محبت کے طالب تو محبت کے کامیاب نہ ہونے ہی کو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں مطلب ملاحظہ ہو۔ شاعر محبت پر ناز کرتے ہوئے کہتا ہے (جیسا کہ ناز سے ہر شخص کہا کرتا ہے کہ اماں جان اگر آج پیسے نہ دئے تو پڑھنے کو نہ جاؤنگا) کہ اے محبت اگر تو میرے حق میں کامیاب نہ ہوئی یعنی محبوب حقیقی سے واصل نہ کر سکی تو یاد رکھ کہ اس کامیابی کے شوقِ فراواں (ہوس) میں یا اس عشق کی خامی کے سبب سے تجھے اپنی عمر کو معصیت میں صرف کرنا پڑے گا۔ (معصیت و گناہ سے وہی مطلب ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں نہ کہ وہ جو ورد صاحب سمجھے) یا محبت کی ناکامیابی ہی شاعر کے نزدیک گناہ عظیم ہے اور جب محبت کامیاب نہ ہوئی تو اس حالت میں گنہگارانہ زندگی گذارنے پر قدرتاً انسان مجبور ہے۔ جیسے کہ دولتمند نہ ہونے پر عسرت میں گزر کرنے پر۔ (واللہ اعلم)

جلوۂ صد رنگ سے نظریں پریشاں ہو گئیں　　پھر سجاؤ محفلیں میری جو ویراں ہو گئیں　　(سیماب)

ورد صاحب کی سمجھ میں دوسرا مصرع نہیں آتا۔ وہ یہ نہیں سمجھے کہ میری محفلوں سے کیا مراد ہے جبھی تو وہ اعتراض میں پوچھتے ہیں کہ دل کی محفلیں یا منصور محفلیں اور ان کے سجانے سے کیا مراد ہے اور اسی بنا پر وہ میری کو حشو سمجھے۔

اگرچہ اس لئے کہ سیماب صاحب کا طرزِ عمل ہم چنیں دیگرے نیست کا مجسمہ ہے وہ اپنے مقابلہ پر ہر شخص کو کمتر و کہتر دیکھنا اور ثابت کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ ان کی دل آزار تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ ان کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے۔ مگر یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ ان کا اخلاق ان کی بات چیت ہر شخص سے اسی قسم کی ہوتی ہے جیسی دوکاندار کی گاہک سے اور کہ جس خصوصیت کا اظہار مقابل ہونے پر فرمایا جاتا ہے اس کا اثر حلق کے نیچے ہرگز نہیں ہوتا۔ میں ان سے بوجوہ چند خصوصیت رکھتا ہوں۔ پھر چونکہ ان کا یہ شعر معنی بھی رکھتا ہے اس لئے صداقت کا خون ہوگا اگر کچھ نہ لکھا جائے۔

مطلب سے پہلے ضرورت ہے کہ سیماب صاحب کے کلام کی یہ خصوصیات ملحوظ فرمالی جائیں۔

(۱) وہ بلند پروازی کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ (۲) وہ تشابیہ نادرہ اور استعاراتِ غریبہ کو اپنے کلام کی خصوصیت جانتے ہیں۔ (۳) وہ اپنی دانست میں سب سے الگ ہوکر جانا چاہتے ہیں وغیرہ۔ (۴) اونچے سے اونچا

تخییل ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس میں کامیاب ہوتے ہیں یا ناکامیاب یہ اہل نظر پر ظاہر ہے
بہرحال اس شعر کا مطلب جو میری سمجھ میں آتا ہے وہ حاضر ہے۔ یہ خدا جانے کہ سیماب صاحب کا مطلب کیا ہے تشبیہ
میں بہت وسعت ہے جس شے سے جس شے کو چاہیئے تشبیہ دیجیئے۔ چنانچہ سیماب صاحب نظروں کو محفل سے تشبیہ دیتے ہیں
جن میں کہ سینکڑوں جلوے تھے اور انہیں جلوؤں کی وجہ سے وہ پریشان بھی ہوگئیں۔ پریشانی بمنزلہ ویرانی کے ہے
جب گوناگوں جلووں کی تاب نظریں نہ لاسکیں اور ان کو پریشان ہوجانا پڑا تو ناظر پر یہ نظارہ یقینی سخت ہوگا پس شاعر اسی
عالم اضطراب و اضطرار میں گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا کے واسطے میری ویران شدہ محفلوں کو پھر کوئی مرتب کردے تاکہ ان
پریشان کن جلووں سے ہم آغوش و لطف اندوز ہوسکوں۔

نوٹ۔ تصوف کا یہ ایک مقام ہے کہ جہاں جلوے بے نقاب ہوکر نگاہوں کو متحیر کردیا کرتے ہیں اور ساتھ ہی
ساتھ اس حالت میں اس قدر کیف ہوتا ہے کہ صوفی کا دل نہیں چاہتا کہ اس نظارہ سے کسی حالت میں بھی جدا ہوجاؤں مگر
مادی آنکھوں سے نکلی ہوئی نظروں میں اتنی طاقت کہاں کہ ان مشاہدات کی متحمل ہوسکیں۔ بالآخر ان کو پریشان ہونا پڑتا
ہے (نظروں کو محفل سے یوں تشبیہ دی ہے کہ محفل میں آدمیوں کی کثرت ہوتی ہے نظروں میں جلوؤں کی۔ نظروں کو جلووں
کی فراوانی سے پریشان ہونا پڑا اور محفل کی پریشانی مجمع منتشر ہوجانے پر ہوتی ہے گویا وجہ شبہ ایک ہے۔

روح ہونا چاہتی ہے ہمکنار نور قدس
آہ لیکن قیدی زندان آب و گل ہوں میں
(شہید)

میں اپنی محدود معلومات کے ماتحت یہ نہیں جانتا کہ شہید صاحب کون ہیں اور چونکہ درد صاحب کا دعویٰ مشہور شعراء
کے مہمل اشعار کے متعلق ہے ممکن ہے شہید صاحب بھی کوئی مشہور شاعر ہوں۔ خبر

اعتراض یہ ہے کہ (۱) مصرع ثانی میں میں کی بجائے یہ ہوتا تاکہ ضمیر روح کی جانب راجع ہوجاتی اور شعر صاف ہوجاتا۔ (۲)
بے معقول بات ہے کہ میں زندان آب و گل میں گرفتار ہوں۔ اور میری روح نور قدس کے ساتھ ہمکنار نہ ہوسکے۔ درد صاحب
انسان بادی النظر میں جسم اور روح کے مجموعہ کو کہتے ہیں جسم اسفل شے ہے اور روح اعلےٰ جسم مادی چیز ہے اور روح متعلق ہے جلوات
خداوندی سے۔ حضرات ہنود کے یہاں بھی تین چیزیں جنکو ابدی مانا ہے۔ خدا۔ روح۔ مادہ ہیں جن میں خدا کو پورا پورا
گیان حاصل ہے۔ روح کو خدا سے کم اور مادہ کو بالکل نہیں۔ گویا کہ روح کا تعلق خدا سے بہت قریب کا ہے۔ پھر ہر ایک
چیز اپنی اصلیت سے ہم آغوش ہونا چاہا کرتی ہے اب یہاں سے یہ باریک بات توجہ سے ملاحظہ فرمائے کی ہے کہ آپ کے
نزدیک روح اور جسم دو چیزیں ہیں جسم کو کوئی گیان ہے نہیں اس لحاظ سے وہ ایک لاشئے چیز ہوئی جسم سے کام لینے والی
چیز ہے روح اور چونکہ روح کو گیان ہے وہ خدا سے قریبی تعلق اور تقریباً ہم صفت ہونے کے سبب سے خدا سے مل جانا چاہتی
ہے اور خدا سے ملنے کا باعث ہے نیک اعمال لہذا دنیا میں کسی شخص کو بھی کوئی برا فعل کرنا ہی نہیں چاہیئے کیونکہ روح سے تو

نیک ہی کام سرزد ہونگے۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد ہی نیک ہے جسم روح کا تابع ہے جو وہ حکم دیگی کریگا۔ مگر مشاہدہ بتاتا ہے کہ نیک کام شاذ ہی ہوتے ہیں اور بد اطواری۔ گناہ معصیت کی وہ کثرت ہے کہ الامان والحفیظ۔ اس حالت میں کون ایسا ضدی ہے جو اس بات کو ماننے سے انکار کر سکے کہ روح اور جسم کے علاوہ انسان میں کوئی ایسی طاقت بھی ہے کہ جسم سے جو چاہتی ہے وہ کراتی ہے اور روح ملامت ہی کرتی رہتی ہے کہ یہ کام بُرا ہے اُسے نہ کر۔

پس جسم اور اسی طاقت کو ملا کر جس کی طاقت مسلمہ ہے اور جس کو نفس ناطقہ کہتے یا رواں کہئے شاعر لفظ میں سے خطاب کرتا ہے اب آپ ہی فرمایئے کہ شعر میں لفظاً یہ درست ہوتا یا ہیں۔ اب رہا یہ اعتراض کہ قیدی زندان آب وگل تو ہوں میں اور نور قدس سے ہمکنار نہ ہو سکے یہ کہاں کا فلسفہ ہے کہ خطا کسی کی سزا کسی کو۔ اسے اور سمجھ لیجئے۔ (۱) ایک انسان تین چیزوں کا مجموعہ روح جسم۔ نفس ناطقہ جس میں جسم تو صرف نیکی و بدی کرنے کا آلہ ہے (آلہ سے فاعل جیسا کام لیگا وہ کریگا) روح نیک طاقت ہے اور نفس بدی کی طاقت ہے اور ان دونوں طاقتوں کا عمل ہوتا ہے جسم پر۔ (۲) روح بغیر جسم کے نہ عذاب محسوس کرتی ہے نہ ثواب۔ (۳) روح جسم میں مثل بادشاہ کے ہے اور جسم مثل ملک اور نفس مثل وزیر کے۔ (۴) جس طرح ایک بُرا وزیر اپنے جبر و مظالم کے سبب سے بادشاہ کی طاقت پر حاوی ہو کر اسکو اور ملک کو مع اپنی ذات کے ترقیوں سے روک لیتا ہے اور طرح طرح کے آزار پہنچانے کا موجب بن جاتا ہے اسی طرح جب خواہشاتِ نفسانی روحانی طاقتوں پر غالب آجاتی ہیں تو روح کو ان ترقیوں سے روک لیتی ہیں جنکو وہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ (۵) دنیاوی انعام کا وہ شخص مستحق ہوا کرتا ہے جو محنت و مجاہدہ کر کے کامیاب ہو یا دشمن پر فتح حاصل کر لے اسی طرح روح انوار قدس سے ہم آغوش اس وقت ہوتی ہے جب نفس کے مجاہدہ میں کامیاب ہو۔ (۶) جس طرح ایک شیشہ کے ہزار ٹکڑے ہو جانے پر بھی ہر ٹکڑے کو شیشہ ہی کہتے ہیں اسی طرح روح۔ جسم۔ نفس کو بھی (جو لازم و ملزوم ہیں) لفظ میں سے یاد کر سکتے ہیں۔ خالی روح یا نفس کو بھی ایک شخص لفظ میں سے خطاب کر سکتا ہے۔

مطلب ۔ شاعر اپنی ایک صفت اعلےٰ روح کو مستثنیٰ کرتے ہوئے اور جسم و نفس ناطقہ کو اپنی ہستی میں شامل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری روح تو یہ چاہتی ہے کہ انوار قدس کی قربت حاصل کر لوں مگر میں (نفسانی خواہشات) اُسے یہ قربت حاصل نہیں کرنے دیتیں کیونکہ زندان آب و گل یعنی اشیاء مجاز کی محبت نے مجھے گرفتار کر رکھا ہے اور اس قربت کیلئے ضرورت ہے کہ صرف خدا کی محبت میں ہستی کو فنا کر دینے اور عشق دنیا و مافیہا سے آزاد ہو جانے کی۔ مگر روح کی تنہا کوشش اس وقت تک فضول ہے جب تک کہ روح نفس پر غالب آ کر جسم کے ذریعہ سے اعمال نیک نہ کرے۔

ورد صاحب اگر آپکے اصلاح کردہ مصرع "آہ لیکن قیدیٔ زندان آب و گل ہے یہ" کی تفسیر کی جائے تو یہ ہوگی کہ روح چونکہ جسم میں جسکو زندان آب و گل کہا جا سکتا ہے مقید ہے اسلئے وہ انوار قدس سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ اگر روح و جسم کا تعلق قطع کر دیا جانے چاہیے بذریعہ خودکشی ہی سہی تو روح اپنی مراد کو پہنچ سکتی ہے مگر یہ غلط ہے اسلئے لازمی نہیں روح جسم سے جدا ہو کر قربت کا مقام حاصل کر ہی لے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو ہر گنہگار و معصیت کیش کی روح مرنے کے بعد قربت خدا حاصل کر سکتی لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ہر

مذہب اس کی تردید کر رہا ہے۔ صرف وہی ارواح طیبہ یہ درجہ حاصل کر سکتی ہیں جو جسم میں مقید رہ کر نفس پر غالب آئیں۔ اور اعمال حسنہ اس کے ذریعہ کریں۔ خالی روح تو کوئی درجہ حاصل کر ہی نہیں سکتی۔

بلندی اک کسوٹی۔ اک کسوٹی شان پستی ہے

متاع آدمیت آگے اِن دونوں پہ بستی ہے

میرے نزدیک بھی مصرع اولیٰ میں لفظ شان حشو قبیح کا درجہ رکھتا ہے۔ اور بقیہ تمام اعتراضات کے متعلق یہ ہے کہ میرے دوست درد صاحب کو دھوکا ہو گیا۔ درد صاحب! جس چیز کا نام کاتب عرف منشی جی ہے وہ ایک ایسی بلائے بے درماں ہے جس کا علاج سوائے ملک الموت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ اسی رہنمائے تعلیم جون ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۳۲ کو ملاحظہ فرمایئے۔ عزیزی نکہت بدایونی کا مقطع کا مصرع اولیٰ اس طرح کبھی نہیں ہو سکتا جو کہ قلب ماہیت ہو کر طبع ہوا ہے۔ چونکہ نکہت صاحب مجھے غزل دکھاتے ہیں اور غالباً یہ غزل میری دیکھی ہوئی ہے۔ میرے نزدیک اجتماع ردیفین جائز نہیں۔ اصل مصرع اس طرح ہو گا۔

میرے ارماں ہی نکہت میری بربادی کے ساماں تھے

اسی صفحہ پر چھٹے شعر کا دوسرا مصرع ملاحظہ کیجئے۔ منشی جی اس میں کچھ اور اصلاح نہیں کر سکے تو جانتے ہیں سے ایک نقطہ ہی چاٹ کر جلتے ہیں کر دیا۔ اندر سنئے صفحہ ۱۰۲ سطر ۲ میں لکھا تھا کہ چاروں اجزا استفہام انکاری ہیں مگر منشی جی نے ہیں کی بجائے نہیں کر دیا۔ غرض اس قسم کی حرکات ان لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہوتا ہے۔ کوئی تصنیف ان کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اب آپ ہی غور فرمایئے کہ اگر مجھ پر یا نکہت صاحب پر کوئی اعتراض کر دے تو میرا یا ان کا کیا قصور۔ اسی صورت سے شعر مذکورہ بالا میں گستی کی جگہ اصلاح فرما کر منشی جی نے بستی کر دیا ہے۔ اب ان غریب کے شعر کو مہمل کئے یا اعتراضات کیجئے وہ بیچارے معذور ہیں۔ قیاس بتاتا ہے کہ یقیناً کستی ہی ہو گا۔ کیونکہ کسوٹی پر متاع کسی ہی جاتی ہے۔ بسا نہیں کرتی۔ اور یہی اردو کا فصیح محاورہ ہے اور اگر بستی ہی ہے تو میرے نزدیک بھی شعر مہمل ہے اگر مصنف شعر (خدا کرے) بقید حیات ہوں تو ان سے دریافت کر لیجئے۔ کوئی مشکل بات نہیں۔

نوٹ :- صفحہ ۴۴ رہنمائے تعلیم جون ۱۹۳۴ء پر بسمل صاحب نے جوش صاحب کے صحیح شعر سے روشناس کرایا ہے اسی شعر کو درد صاحب نے اپنے مضمون میں اپنی اصلاح کا جامہ پہنایا یا بالقول بسمل صاحب کسی غیر معتبر شخص سے سُن سُنا کر اعتراض جڑ دیا۔ اگرچہ راز اور ناز میں فرق بعد المشرقین ہے تاہم ناز سے جو معنی ہو سکتے تھے میں نے لکھ دئے۔ وقت تحریر اور پچھلے پہر میں کوئی ایسا فرق نہیں اصل شعر پڑھنے کے بعد غالباً درد صاحب کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

(اثر)

پُر لطف مُہملات نمبر ۳

(لالہ نوہر با رام صاحب درد نکودری)

درد صاحب نے تیسری قسط میں حضرت ساغر اکبر آبادی کے ایک نہایت صاف اور ہموار شعر کو بھی پُر لطف مہملات میں شمار کیا ہے نیز اسی قسط میں حضرت تاجور نجیب آبادی کے ایک شعر میں صرف محاورۂ زبان پر اعتراض کیا ہے اس قسم کا اعتراض عام نکتہ چینی کی حد میں آکر قائم کردہ عنوان کی رُو سے خارج از بحث ہے اسلئے اس مضمون میں سے یہ دونوں شعر معہ اعتراضات خارج کر دئے گئے ہیں اور باقی حصہ جو عنوان بالا سے تعلق رکھتا ہے شائع کیا جاتا ہے ۔ ہمارے خیال میں عنوان بالا کو صرف انہیں اشعار سے علاقہ ہو سکتا ہے ۔ جو معنی شعر فی بطن الشاعر کے مصداق ہوں اور جنہیں مصنف کا بیان اس حد تک اُلجھا ہوا ہو کہ اُسے چیستان یا معما کہا جا سکے امید ہے کہ جناب درد صاحب آئندہ اپنی بحث کو قائم کردہ عنوان کے مفہوم تک محدود رکھینگے ۔ جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

جگر مراد آبادی ارشاد فرماتے ہیں ؎

بُرا ہوتا ہے چشم بے کسی کا آخری منظر   الگ ہو بیٹھنا جس وقت جانِ مبتلا نکلے

چشم بے کسی کی کمزور اور غیر مانوس ترکیب نے شعر کی خوبصورتی کو بہت حد تک زائل کر دیا ہے اگر چشم بیکسی کی ترکیب کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے ۔ تو چشم بے کسی کا آخری منظر ڈراؤنا نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسا منظر ہوگا جسکو دیکھکر انسان کے دل میں درد اور رحم کے جذبات موجزن ہو جائیں ۔

ایک نامراد انسان کی آنکھوں سے جب انتہائی بیکسی نمایاں ہو تو قدرتاً دیکھنے والے کے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے اور اس نامراد انسان کیلئے اسکے دل میں رحم و محبت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں ۔ فی الحقیقت جگر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیکس انسان کی موت کا نظارہ نہایت بھیانک ہوتا ہے ۔ اسلئے وہ اپنے محبوب سے یہ تاکید کر رہے ہیں کہ جب میری جان نکلے تو تم پرے ہو بیٹھنا کیونکہ یہ منظر ایسا بھیانک ہوگا کہ تم اسکی تاب نہ لا سکو گے ۔

ہمارا یہ خیال ہے کہ اگر چشم بے کسی کی جگہ مرگ بے کسی کی ترکیب ہوتی ۔ تو یہ عیب رفع ہو سکتا تھا ۔

بُرا ہوتا ہے مرگِ بیکسی کا آخری منظر   الگ ہو بیٹھنا جس وقتِ جانِ مبتلا نکلے

سیّد عابد علی صاحب عابد ایم ۔ اے ارشاد فرماتے ہیں ؎

عشق کی بے کسی یہاں حسن کی دلبری یہاں   زمزمۂ وصال ہے شور نہیں جناب کا

دونوں مصرعے انفرادی حیثیت میں ممکن ہے کچھ معنی رکھتے ہوں لیکن یہ باہمی ربط سے محروم ہیں عشق کی بےکسی بھی زمزمۂ وصال ہے حسن کی دلبری بھی زمزمۂ وصال ہے جناب کا شور نہیں یہ ہے اس شعر کا مفہوم ۔ اب اس مفہوم سے کچھ حاصل کرنا ناظرین کا کام ہے ۔ اگر اس شعر کا مفہوم یہ نہیں جو ہم نے بیان کیا ہے ۔ تو کیا عابد صاحب یا عابد صاحب کے کوئی دوست اس شعر کی تشریح فرمائینگے ۔ اور عشق کی بیکسی ۔ حسن کی دلبری زمزمۂ وصال اور شورِ جناب کا معمہ حل کرینگے ۔

میرزا اثر تاتاری سکرٹری بزم ادب فیروز آباد ارشاد فرماتے ہیں ؎

محبت تم جیسے آزار کہتے ہو جزاک اللہ   مجھے میری تمنا بن کے وہ آزار رہنا ہے

پہلا مصرع کسقدر واضح ہے لیکن دوسرے مصرع کی اُڑان نے شعر کو مہمل بنا دیا ہے ۔ جوہر شناس نظریں خود دیکھ سکتی ہیں ۔ کہ اگر شاعر محبت کو تمنا کے لباس میں جلوہ گر کر کے اپنے لئے باعث آزار بنانے کی کوشش نہ کرتا تو شعر بامعنی ہو سکتا تھا ۔ افسوس تو یہ ہے ۔ کہ شاعر محبت کو تمنا کا لباس پہنا کر بھی اپنے لئے باعث آزار بنانے میں ناکام رہا ہے ۔ یقیناً اس کے الفاظ اس کے اس خیال کی صحیح ترجمانی نہیں کر رہے ۔

(باقی باقی)

نوٹ :۔ اس سلسلہ مضمون کی قسط اول کا جواب ہمارے دوست ابر احسنی گنوری کی طرف سے دیا گیا ہے مضمون کی اس قسط کے بعد ہم ان کی طرف متوجہ ہونگے ۔

درد

اخلاقِ زمانہ پر ایک تبصرہ

(از جناب سردار بدھ سنگھ صاحب بی اے بی ٹی)

۱- وہ مبارک زمانہ جبکہ راستبازی اور فہم و فراست کو کسرِ شان و باعثِ ذلت تصور نہ کیا جاتا تھا عنقا ہو چکا ہے - اب تو ایسا زمانہ دیکھنے میں آرہا ہے جس میں عام لوگ نمائش پسند ہو رہے ہیں - وہ اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرتے ہیں - جیسا وہ درحقیقت نہیں - ایک مفلس شخص اپنے آپ کو غنی و آسودہ حال ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا - معمولی لیاقت کا شخص ایسی رفتار و گفتار اختیار کرتا ہے جس سے وہ عوام سے خراجِ تحسین حاصل کر سکے اور وہ یہ باور کرنے لگ جائیں کہ وہ ایک لاثانی فلاسفر اور غیر معمولی ذہانت کا عالم ہے - سچ پوچھو تو زمانہ کا کرّۂ ہوائی ایک راستباز - صاف گو اور دیانتدار بندۂ خدا کے لئے موافق ہی نہیں رہا - ایسے شخص کو تو زمانے کے چالاک و عیار اصحاب طنزاً "سادہ لوح" کے لقب سے پکارنے لگ جاتے ہیں -

۲- جدھر دیکھو - دنیا فیشن اور رواج کی شیدائی و غلام پائی جاتی ہے - ہم جانتے ہیں اور محسوس بھی کرتے ہیں کہ فلاں قسم کا لباس صحت بخش اور مفید نہیں - تاہم وہ محض فیشن کی خاطر زیب تن کرنا پڑتا ہے -

۳- زمانہ حد سے زیادہ پُر تکلف اور قدرت کے اثرات سے محروم ہو رہا ہے - گذشتہ ایام کی سی روحانی عظمت عقیدت اور پریم ہرگز نہیں مل سکتے - ہم تو مادی دنیا میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں - ہمارا زمانہ تو ایسا ہے جس میں کوئی شخص ذاتی اغراض کو پورا کرنے کی خاطر دوسروں کے ساتھ غداری کرنے میں نہ ہی عار سمجھتا ہے اور نہ ہی شرمندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کو وہ BUSINESSLIKE یعنی کاروبار کے مروجہ مستند اصول کے عین مطابق خیال کرتا ہے - اسی لئے کسی شاعر نے سچ کہا ہے ؎

"علمی ترقیوں سے زبان تو چمک گئی لیکن عمل فریب دغا ہی کے ساتھ ہیں"

ہم کسی شخص کی اصلیت کا اندازہ اس کے اوصاف سے نہیں لگاتے - بلکہ اس کی پوزیشن و دنیاوی جاہ و حشمت سے - آجکل ہم میں سے بہترین وہ شخص سمجھا جاتا ہے - جو سب سے زیادہ متمول ہو - خواہ اُس نے وہ دولت ایمانداری سے محنت و مشقت کر کے یا کاروبار کو فروغ دیکر حاصل کی ہو - یا مکر و فریب سے یا دیوالہ نکالکر وراثت میں یا قسمت آزمائی سے یا حسنِ اتفاق سے اُسکے ہاتھ لگی ہو - اس میں کوئی شک نہیں کہ دولت ایک طاقت عظیم ہے اور اس دنیا میں تحصیل اشیا کا ایک ذریعہ ہے - مگر ایک خاص حد سے تجاوز کر جائے تو یہی دولت شری گورو نانک صاحب کے فرمان بموجب "سُکھ روگ بھیا" ایک زحمت اور وبالِ جان بن جاتی ہے -

۴۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لازمی طور پر فیاض انسان ہیں۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ہمارا مذہب اگر ہمیں کچھ سکھلاتا ہے تو یہ صبر و قناعت کا ہی اعلےٰ اصول اور مروّت کا ہی سبق سکھلاتا ہے۔ "چمن میں وہی پھول اچھے کہ جن میں مروت کی رنگت محبت کی بُو ہے" مگر افسوس کا مقام ہے کہ مروت کے معیار میں بھی دیگر اوصاف کی مانند انقلاب عظیم آچکا ہے جس سے حالات دن بدن روبہ تنزل ہیں۔ آجکل سخاوت کی رغبت اس کار خیر کے ساتھ جس کے لئے یہ ظہور میں آتی ہے حقیقی ہمدردی رکھنے کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتی۔ ہم فیاضی کرتے ہیں کیونکہ دوسرے لوگ ایسا کرتے ہیں اور ایسا کرنا ہماری نیکنامی اور شہرت کا موجب ہوگا۔ یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ ہمارے بزرگ ہماری نسبت زیادہ فیاض و مخیر ہوتے تھے۔ مگر قدیم زمانے کے بیشمار اوقاف ہیں بنی نوع انسان کے محسن اصحاب کے اسمائے گرامی کا جنکی ذات بابرکات کی بدولت وہ وجود میں آئے نام و نشان تک نہیں ملتا۔ اسکی وجہ کیا ہے کہ ہم کو نہ تو خطبوں سے مزین سنگ مرمر کے بڑے بڑے تختے اور نہ ہی رہنمائی کرنے والے کھمبے اور نہ ہی رؤسا کے نام نامی پر معنون تصانیف مل سکتے ہیں۔ کیا ان نیک بندوں کو شہرت یا خطابات حاصل کرنے کی ہوس نہ تھی؟ کیا یہ اعزاز کو پانی کے بلبلے سمجھ کر ان سے متنفر تھے؟ کیا یہ نیکدل انسان اس آخری کمزوری" دنیوی شہرت" کی خواہش سے آزاد تھے؟ اس کا جواب سوائے "ہاں" کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان زمانہ قدیم کے سنہری ایام میں اخلاق کے اعلےٰ زینہ پر گامزن ہو رہا تھا۔ اور اس عقیدہ کا پرستار تھا۔

WHO BUILDS A CHURCH TO GOD AND NOT TO FAME

WILL NEVER MARK THE MARBLE WITH HIS NAME.

س جو فیض عام ہی کے لئے مسجد بناتا ہے وہ اپنا نام پئے شہرت نہیں کندہ کراتا ہے

آجکل کے اوقاف میں اسماء و القاب کندہ دیکھکر انسان بیزار ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ بہت سی حالتوں میں خیر اصحاب کی یہ خواہش ہو کہ انکا نام ہمیشہ کیلئے شہرۂ آفاق رہے تاہم جہاں کہیں جاؤ۔ خواہ سکول ہیں خواہ ہسپتال میں خواہ مندر میں خواہ دھرمسالہ میں خطبے ہی خطبے تمہارے سامنے آئینگے شکر کا مقام ہے کہ اتنے متعدد اعلانوں کی موجودگی میں ایک تنہا لیمپ کا کھمبا کھڑا نظر آتا ہے جو کہ صرف اتنا بتاتا ہے کہ میں بھی ایک عطیہ ہوں افسوس کا مقام ہے کہ آجکل کی فیاضی یہ بھدی شکل اختیار کر چکی ہے۔

۵۔ اسکے بعد رسم و رواج کی غلامی کی باری آتی ہے یہ وہ دیو ہے جو سوسائٹی کی جان کو کھا رہا ہے۔ کیا یہ ایل و خواں کرنیوالی حقیقت نہیں کہ ہمارے بہترین اور قابل ترین اہل وطن رسم و رواج اور توہمات کے غلام بن رہے ہیں ہم اپنے اعتقاد کے مطابق آزادی سے عمل نہیں کر سکتے اور مجبوراً کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ کیونکہ رسم و رواج ایسے ملعون دستا ہمیشہ ہمارے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ ہم اصل معنوں میں ایسی غلامی کے نیچے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں جسکو کوئی قانون ساز مجلس مٹا نہیں سکتی اور نہ ہی جسکا قلع قمع کوئی گورنمنٹ کر سکتی ہے۔ لہذا ہمیں خود ہی کمربستہ ہونا چاہئے اور اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے اپنے اعتقاد کے مطابق خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ بخوشی سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔ (بدھ سنگھ)

(از جناب روشن نکودری)

دنیا رنج و غم کا مقام ہے یہاں صبر و سکون نام کو نہیں۔ ہر روز نئی آفت ہر روز نئی بلا مجھ کو ستانے کے لئے موجود ہوتی ہے۔ آخر انسان ہوں کب تک مصیبت کے دن کاٹوں۔ میں ایسی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں مجھے اپنے لئے کوئی سکون کا مقام تلاش کرنا چاہیئے"۔ یہ الفاظ ایک نوجوان کے منہ سے نکلے جو بدحواسی میں بڑبڑا رہا تھا۔

اتنے میں آفتاب عالمتاب نے کنار مشرق سے سر بلند کیا۔ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی روشنی کے ساتھ وہ نوجوان بھی منزل مقصود کی جانب تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ دل میں جذبات کا ایک طوفان موجزن تھا۔ اُس کے پیش نظر ایک ایسی مہم تھی جس میں ناکامیابی یقینی تھی لیکن پھر بھی وہ کمال سرعت سے بڑھے جا رہا تھا۔ آخر پہاڑی رستہ سے گذرتا ہوا وہ ایک اونچے ٹیلے کے قریب پہنچا۔

اس نے ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جنگلی درندوں کی مہیب اور خوفناک صدائیں دل دہلا رہی تھیں۔ کوئی لمحہ خطرے سے خالی نہ تھا۔ ذرا سوکھے پتوں میں سرسراہٹ ہوتی اُس کا چہرہ وہیں زرد پڑ جاتا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگتا۔ قریب ہی ایک غار تھا۔ نوجوان شخص نے جائے پناہ سمجھ کر ادھر کا رُخ کیا۔ ابھی وہ غار میں داخل ہونے بھی نہ پایا تھا کہ معاً دل میں خیال آیا کہیں یہ بھی کسی درندے ہی کی جائے قیام نہ ہو۔

وہ اس امر پر غور کر ہی رہا تھا کہ غار کے اندر سے ایک عجیب صدا بلند ہوئی۔ اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے بدن بید مجنوں کی طرح کانپنے لگا۔ ابھی وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ ایک عمر رسیدہ شخص غار سے باہر نکلا۔ اُس کے سر پر لمبے لمبے سفید بال تھے۔ اُس کے چہرے سے جلال ٹپکتا تھا۔ اُس کی آنکھیں نشۂ وحدت سے مخمور نظر آتی تھیں۔ اُس کے ہاتھ میں ایک تسبیح تھی جس کے منکے بوسیدہ ہو چکے تھے۔

وہ ایک رشی تھا جس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادتِ الٰہی میں صرف کیا تھا۔ اس نے اپنے خویش و اقارب کو چھوڑ کر جنگل میں سکونت اختیار کی تھی تاکہ وہ رات دن یادِ الٰہی میں مصروف رہے اور کوئی شخص اُس کے کام میں مداخلت نہ کر سکے۔

رشی نے اپنی سُرخ سُرخ آنکھوں سے نوجوان کی طرف دیکھا اور یوں گویا ہوا "بیٹا۔ تجھے کس طرح جرأت ہوئی کہ اس مہیب جنگل میں قدم رکھ سکے"

نوجوان شخص اپنے خیالات میں مستغرق تھا۔ رشی کی شکل و شباہت اُس کے دل میں خوف پیدا کر رہی تھی۔ اس لیئے وہ اُس کے سوال کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

رشی نے نوجوان شخص کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا۔ اور دوبارہ اپنے سوال کو دُہرایا۔

نوجوان شخص نے ادب سے جُھک کر پرنام کیا اور کہا "اے قابل تعظیم بزرگ باپ۔ مجھے اپنے دامانِ رحمت میں جگہ دے۔ میں سکون کا خواہاں ہوں۔ اس دنیا کے شور و شغب سے بیزار ہو گیا ہوں"۔

رشی نے جواب دیا "میرے بچے! تیرے شباب کا ابھی آغاز ہے تو نہیں جانتا کہ تیری دنیا میں انقلاب آنے والا ہے۔ دنیا کی عشرتیں اور مسرتیں تیرے لیئے آغوش کھولے ہوئے ہیں۔ قادرِ مطلق نے جس اہم کام کے سرانجام کے لیئے تجھے پیدا کیا تھا۔ وہ ابھی تیرے ذمے ہے۔ جا اپنے فرض سے سبکدوش ہو"

نوجوان شخص نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ پھر رشی سے یوں مخاطب ہوُا "پیارے باپ! وہ دیکھیئے سامنے ایک ندی بہ رہی ہے۔ وہ کسی خشک اور ویران زمین کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب بنا دیگی جو بعد میں ہزارہا اشخاص کے لیئے موجب زندگی ثابت ہوگی۔ وہ دیکھیئے عندلیب کس مستی سے نغمے الاپ رہی ہے تاکہ سننے والے محظوظ ہوں۔ غرضیکہ کائناتِ دہر کی ہر ایک شے کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں کس لیئے پیدا ہوُا ہوں"؟

رشی مسکرایا اور اُس نے نوجوان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "بیٹا! دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی کام کے لیئے عالمِ وجود میں لائی گئی ہے۔ حضرتِ انسان کو باقی تمام اشیا پر فوقیت حاصل ہے۔ خدائے پاک نے اُسے فہم اور تمیز کا مادہ عطا کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اُس نے اپنے فرض کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ اور دنیاوی جنجال میں حد سے متجاوز کر گیا ہے۔ پانی ہر وقت بہتا رہتا ہے۔ آفتاب کی زرّین شعاعیں برابر اپنی روشنی سے دنیا کو منوّر کرتی رہتی ہیں۔ لیکن انسان ہے کہ اپنے فرض سے غافل ہے۔ وہ اس بات سے آشنا ہے کہ مٹی کا ڈھانچہ جس میں اُس کی رُوح ایسی مقدس چیز مقید ہے کسی خاص مطلب کے لیئے بنایا گیا ہے۔ ان باتوں کو جانتے ہوئے بھی وہ اندھا ہے۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے خود پرستی اور خود نمائی کا پردہ حائل ہے"۔

"سوامی جی۔ حضرتِ انسان پر وہ کونسا فرض عائد ہوتا ہے"؟ نوجوان نے بے صبری سے پوچھا۔

"خلقِ خدا کی خدمت کرتے ہوئے اپنی نجات کی آپ تلاش کرنا انسان کا فرض اوّلین ہے۔ اسی مقصد سے وہ عالمِ وجود میں لایا گیا ہے"۔ رشی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "اگر تیری خواہش ہے کہ تو ابدی راحت کا گہوارہ بنے۔ تیرا دل روحانیت کا مسکن ہو۔ تیرا مستقبل تیرے لیئے

باعثِ فرحت ہو۔ تو جا۔ خودداری کو چھوڑ۔ خاک کی طرح عاجز ہو۔ جو اپنی خاکساری کے باعث خوش نما پھول اُگاتی ہے۔ جو ابر اُگلتی ہے۔ ہر ذی رُوح کے لئے رزق مہیا کرتی ہے۔ جا واپس جا اور خدمتِ خلق اپنا معمول بنا۔ اسی میں حقیقی راحت کا راز پنہاں ہے۔ مگر خبردار! کہیں دنیا کی لغزشیں تیرا قدم راہ استقلال سے پھسلا نہ دیں۔ کہیں انقلاباتِ زمانہ تیرے دُرِ مقصد کو چھین نہ لیں"؟

یہ نصیحت ایک روحانی غذا تھی جس نے زینۂ ناکامی سے لڑھکتے ہوئے دل کو سنبھال لیا۔ نوجوان نے دل میں ایک سکون محسوس کیا اور وہ بے اختیار رشی کے قدموں پر گر پڑا ؂

کہتی ہے مجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

مکرمی بندہ جناب ماسٹر صاحب زاد عنایتہ

بعد تسلیم نیاز آنکہ کل جوبلی و افسانہ نمبروں کے چارٹ بذریعہ ریلوے پارسل ملے اور پارسل مذکور کی بلٹی کے ساتھ آپ کا محبت نامہ ملا۔ آپ نے جو میرا اتنا شکریہ ادا کیا ہے وہ محض آپ کا حسن ظن ہے۔ میں نے جوبلی نمبر و افسانہ نمبر کے جو چند نمبران نکلوائے ہیں وہ آپ کے اوپر کوئی احسان نہ تھا بلکہ اس روحانی مسرت کا ایک ناچیز بدلہ تھا جو مجھے ان نمبروں کو پڑھ کر ہوئی ہے میرے خیال میں ایسے بیش بہا نمبر نکالکر آپ کو زیر بار ہونا پڑا یہ تمام حامیانِ اردو علم ادب کیلئے ایک نہایت شرمناک بات ہے اگر آپ یوروپ امریکہ میں ادب کی ایسی خدمت کرتے تو لکھ پتی ہو گئے ہوتے۔

میں نے آپکے دونوں نمبران نہایت غور و دلچسپی سے پڑھے۔ دونوں کی لکھائی چھپائی اور تصاویر ہر تعریف سے مستغنی ہیں۔ اوران ظاہری محاسن سے کہیں زیادہ قابل ستائش ان کے مضامین کی خوبی ہے۔ ادبی مضامین الفاظ کا گورکھ دھندا نہیں ہیں جیسا اکثر دوسرے رسالوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے اندر خیالات و معنی کی ایک دنیا رکھتے ہیں تاریخی مضامین انگریزی کتابوں کی بھونڈی خوشہ چینی کے نمونے نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں کی ذاتی کاوش و عرقریزی کا بیّن ثبوت ہیں افسانے بازاری عشق کے جذبات سے پاک ہیں اوران کا اخلاقی معیار بہت اونچا ہے نظمیں نئی و پرانی دونوں طرز کی شاعری کے بہترین نمونے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دونوں نمبر سچے اور مستقل ادب کے گلدستے ہیں جنکو پڑھ کر خیالات و جذبات کی اصلاح ہوتی ہے اور انسان کا دل اخلاقِ حسنہ کی جانب مائل ہوتا ہے۔ آئندہ سال کا رہنمائے تعلیم کا سالنامہ بھی میرے نام بذریعہ وی۔پی ضرور بھیجئیگا۔ میں آپ کے رسالہ کی کامیابی کا تہ دل سے خواہاں ہوں زیادہ تسلیم و نیاز

مورخہ ۱۳ رجولائی ۱۹۳۴ء

رقیمہ نیاز

جگدیش پرشاد ڈپٹی مجسٹریٹ۔ یو۔پی

نالۂ بیوہ

الم سے دل نڈھال ہے ستم سے پائمال ہے
کسی کی یاد میں مرا عجب طرح کا حال ہے

مصیبتوں کے دور میں پھنسا ہوا ہے دل مرا
فلا کتوں کے جور سے فنا ہوا ہے دل مرا

حیات اب جہان میں مرے لئے ممات ہے
ممات اب جہان میں مرے لئے حیات ہے

نہ اب وہ آسمان ہے نہ اب وہ کائنات ہے
نہ وہ خوشی کے دن ہیں اب نہ وہ خوشی کی رات ہے

وہ چھیڑ چھاڑ اب نہیں ہنسی کے دن گزر گئے
وہ راگ رنگ اب نہیں خوشی کے دن گزر گئے

کدھر گئی وہ تشنگی وہ ذوق اب کہاں گیا
کدھر گئی وہ دل لگی وہ شوق اب کہاں گیا

انیس کون ہے مرا رفیق کون ہے مرا
کہوں میں کس سے درد دل شفیق کون ہے مرا

ہوا ہے خون آرزو یہ اب کسے بتاؤں میں
ہیں وہ آہ رو برو یہ غم کسے سناؤں میں

وہ پریم سے بھرے بچن نہ اب لبوں تک آئینگے
وہ شوق دل کے ولولے نہ اب ابھرنے پائینگے

بہار کے شباب میں نصیب کیا بگڑ گیا
گریں فلک سے بجلیاں مرا چمن اجڑ گیا

سفر میں تھا جو راہبر وہ چھوڑ کر گزر گیا
مراد دل کی تھا وہی جو بے مراد کر گیا

مری طرح نہ زندگی کسی کی پُر ملال ہو
کسی کا دل نہ اس طرح الم سے پائمال ہو

ہوں اس مرض میں مبتلا کہ جس کی کچھ دوا نہیں
وہ ابتلا ہے سامنے کہ جس کی انتہا نہیں

جو آئے مرگِ ناگہاں تو زندگی نصیب ہو
چھٹوں جو قیدِ زیست سے تو خوشی نصیب ہو

منشی رام آسوا رام چہارا

واردات

(اثر حکیم سخن مولنا سید میر احمد صاحب تسنیم خلف اکبر و جانشین آقائے سخن حضرت نسیم)

تم اگر سب کچھ مرے لئے ہو تم
بے مزا لطف ہے نہیں جو تم

آئینہ ہوں غمِ محبت کا
میری حیرانیاں نہ پوچھو تم

ہجر میں حالت تباہ مری
رو پڑو تم کبھی جو دیکھو تم

رنگ تبدیل ہوتے رہتے ہیں
نہیں آتا سمجھ میں کیا ہو تم

عشق کرتا ہے خون پانی ایک
کھیل سمجھے تسنیم اس کو تم

ملک الشعرا خاقانی ہند حضرت ذوق دہلوی
کے
چند محاورات پر ایک نظر

(از قلم آتما رام شرما نرمل - فتح آبادی)

(۱) اونچا سنائی دینا - بہرا ہونا ؎

نالہ اس زور سے کیوں میرا دہائی دیتا — اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

اس محاورہ کے لئے فلک کا انتخاب کرنا ہر لحاظ سے قابلِ داد ہے - اس سے زیادہ موزوں مخاطب ملنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے - نالہ اور دہائی دینا کا فلک سے کس قدر تعلق ہے اس کا اندازہ صحیح ذوقِ سلیم ہی لگا سکتا ہے ؂

(۲) اپنے ہی بل میں مارا جانا ؎

دل کو اس کاکل پیچاں سے نہ بل کرنا تھا — یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

اپنے ہی بل میں مارا جانا کا ثبوت مصرعہ اول میں کس قدر مکمل اور اچھوتا ہے - بل نہ کرنا تھا یہ الفاظ محاورے کی رعایت سے آگئے ہیں - یہ تخیل کس قدر خوب ہے - پھر بل نہ کرنا کس سے کاکل پیچاں سے جن میں خود بل ہیں یہ بھی رعایت لفظی ہے - دل کو سیہ بخت لکھنا کاکل کی رعایت سے ہے - یہاں رہی سہی کمی اور بھی پوری ہوئی - سبحان اللہ لفظی رعائتیں کس قدر بے تکلف واقع ہوئی ہیں - اس جدتِ ادا نے مضمون کو چار چاند لگا دئے ہیں - محاورہ نظم کرنے کیلئے بہتر سے بہتر اسلوبِ بیان ڈھونڈنے میں کوئی شاعر ذوق کا مدمقابل نہیں -

(۳) آنکھوں میں سمانا - پسند آنا ؎

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ — لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

شعر بالا میں حضرت ذوق نے اپنے آپ کو روسیاہ لکھ کر مردمک سے تشبیہ دی ہے - چونکہ حضرت کا رنگ سیاہ تھا اور مصرعہ ثانی میں آنکھوں میں سمانا محاورہ کو باندھا ہے اس میں اس سے بہتر مضمون اور الفاظ ملنے محال ہیں جس طرح یہ محاورہ نظم ہوا ہے قابلِ صد داد ہے ؂

(۴) آدھی کو چھوڑ ساری کو جانا - زیادہ کی خواہش میں کم سے بھی ہاتھ دھونا ؎

گر خدا دیوے قناعت ماہِ یک ہفتہ کی طرح — دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

محاورہ کیلئے تشبیہ کس قدر برمحل اور موزون ہے۔ ماہ یک ہفتہ کے سوا اور کوئی تشبیہ اس محاورہ کے مضمون کو برجستہ تو کیا واضح بھی نہیں کر سکتی تھی۔ تشبیہ اور یہ بندش محاورہ ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے۔

(۵) چلموں پہ آگ رکھنا۔ خادم ہو جانا۔ اطاعت کرنا ؎

کیا تاب دل جلوں سے جو برق الگ رکھے دوزخ بھی ہو تو ان کی چلمونپہ آگ رکھے

دوزخ جسے آگ کی بھٹی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے چلمونپہ آگ رکھنا کس قدر مناسب ہے۔ اور پھر دل جلوں کی چلموں پر۔ الفاظ کی برجستگی نے اور بھی کمال کر دیا۔ مضمون کے لحاظ سے شعر کی اہمیت جو ہے وہ ہے ہی لیکن محاورہ کی بندش قابل داد ہے۔

(۶) گالیوں کا جھاڑ باندھنا۔ دل کھول کر گالیاں دینا ؎

نہ جھاڑ اعبیر کو تو نے کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا کبھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے یہ زباں باندھا

جھاڑ کی تکرار نے اس محاورے کو کس قدر برجستہ کر دیا ہے اور پھر جھاڑ اکہ کر جھاڑ کی تکرار کو کس قدر مضبوط کر دیا ہے۔ جھاڑ بن کر لپٹا تھا بذات خود ایک محاورہ ہے۔ اس کیلئے لفظ جھاڑ نہایت موزون اور مناسب ہے مضمون کے لحاظ سے شعر کی حیثیت کچھ نہ تھی لیکن محاورہ کے برجستہ تصرف نے اس مضمون کو بلند کر دیا۔ پست مضامین کو محاوروں کی برجستگی سے بلند کر دینا حضرت ذوق ہی کا کام تھا۔

(۷) منہ کالا کرنا۔ بدنامی ہونا ؎

باقی ہے دل میں شیخ کے حسرت گناہ کی کالا کرے گا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی

منہ کالا کرنا کے لیے حضرت ذوق کا انتخاب محل سب سے زیادہ موزون اور بہتر ہے شیخ پیر جواں ہونے کے لئے داڑھی پر خضاب ملتا ہے۔ جوانی گناہوں کا پشتارہ ہے اور شیخ جوانی حاصل کر کے گناہوں کی دنیا میں از سرِنو شامل ہونا چاہتا ہے یعنی ابھی حسرت باقی ہے۔ گناہ کی حسرت نے منہ کالا کرنے کو واضح اور باقی اور حسرت نے داڑھی سیاہ کرنے کے مضمون کو روشن کر دیا۔ گو حسرت کی بجائے خواہش بھی نظم ہو سکتا تھا لیکن اس میں وہ شان کہاں حسرت سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کی گناہوں سے طبیعت سیر نہیں ہوئی۔

(۸) ہچکی آنا۔ کسی کو یاد کرنا۔ قریب المرگ ہونا ؎

موت اُسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور یوں ترا بیمار غم ہچکیاں لینے لگا

یہ محاورہ کس خوبصورتی سے نظم ہوا ہے۔ دم توڑتے وقت عموماً انسان کو ہچکیاں آتی ہیں۔ جو قریب المرگ ہونے کی نشانی ہوتی ہے کیا اچھوتا تخیل ہے کہ ان ہچکیوں کو کسی کی یاد کی ہچکیوں سے منسوب کیا۔ اور اس یاد کے لئے موت اور گور کو منتخب کرنا اور بھی کمال ہے۔ بیمار غم کو یاد کرنے کے لئے ان دونوں چیزوں کے سوا اور

کون ہو سکتا ہے ۔ بیمارِ غم کی ہچکیوں کو یاد کی ہچکیاں کہنا اور وہ بھی موت اور گور کی یاد کی ہچکیاں ۔ کیا ہی اچھا تخیل ہے ۔ سبحان اللہ ۔

(۹) لہو لگا کے شہیدوں میں مل جانا ۔ ذرا سا کام کر کے بڑے کام کرنے والوں میں ملنا ؎

گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا ۔ یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

مصرعہ ثانی سالم محاورہ ہے اور کس قدر بے تکلف نظم کیا گیا ہے ۔ مصرعہ اول اس کے ساتھ کسقدر مربوط ہے اور گل اپنی رنگینی کے لحاظ سے اس محاورہ کے لئے کس قدر موزون ہے اس کا اندازہ صحیح ذوق سلیم ہی لگا سکتا ہے ۔

(۱۰) ناخن دیکھنا ۔ گہری فکر میں ہونا ؎

ذکر کچھ چاکِ جگر سینے کا سُن سُن اپنے ۔ کہ کے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنا

اس شعر میں حضرت ذوق نے مسئلہ تصوف کو جس پہلو سے ادا کیا ہے ۔ قابلِ تحسین ہے ۔ اہلِ تصوف کا بیان ہے کہ بہت زیادہ ہنسی ناخنوں کو دیکھنے سے بند ہو جاتی ہے ۔ اس کا سبب یہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم بہشت سے نکالے گئے تھے تو ان کا جسم مبارک ناخن سا صاف اور روشن تھا ۔

جب انسان ناخنوں کو دیکھتا ہے تو روحانی آگاہی سے دل متنبہ ہوتا ہے اور افسوس میں ہنسی جاتی رہتی ہے قابل قدر یہ پہلو ہے کہ جس ہنسی کو روکنے کے لئے ناخن کا دیکھنا لکھا ہے ۔ وہ ہنسی چاکِ جگر کے رفو کا ذکر سُنکر پیدا ہوتی ہے ۔ یہ ہنسی ناخن کی رعایت سے کس قدر موزوں اور متناسب ہے ۔ حضرت ذوق نے اس قدر طویل مضمون کو دو مصرعوں میں جس حُسن سے نظم کیا ہے ۔ وہ لائق صاد و قابلِ داد ہے ۔ فقط ۔

(۱) ۔ صحت درکار ہے تو محنت ورزش اور سیر کر ۔
(۲) ۔ بحالت بیماری بلایا جائے تجربہ کار ڈاکٹر ۔
(۳) ۔ بچگان کے لئے والدین کا سایہ سر پر ۔
(۴) ۔ عمدہ مضبوط دیرپا ہے سائیکل مارکہ ہمبر ۔
(۵) ۔ ساحل ہند پہ ہے قابل دید کراچی بندر ۔
(۶) ۔ انسان کا نفس پہ قابو پانا اور ترکِ تکبر
(۷) ۔ اشرف المخلوقات میں اوتار و پیغمبر ۔
(۸) ۔ شادی خانہ آبادی کا طریق سوئمبر ۔
(۹) ۔ یاتری کے لئے اشنان کورو کشیتر ۔
(۱۰) ۔ رسالہ جات میں رہنمائے تعلیم ہے جلیل القدر ۔
(۱۱) ۔ لائبریری کے لئے بہترین چیز جوبلی و افسانہ نمبر ۔ ۱۹۶ ۔ خاکسار علیل غریب ہے ناچیز و کمتر

(نتھو رام شرما)

نیرنگِ جلوہ

دیکھیں اہل چمن کیوں نہ تماشا تیرا
لالہ و گل میں بھی موجود ہے جلوا تیرا

شکلِ انساں میں نظر آیا تماشا تیرا
کیا تماشا ہے کہ جلوے میں ہے جلوا تیرا

جس جگہ دیکھیے اک حسن کی صورت ہے نئی
اس سے معلوم ہوا عام ہے جلوا تیرا

دیکھ کر عالمِ حیرت میں ہوئے اہلِ نظر
دے گیا درسِ حقیقت انہیں جلوا تیرا

حُسن کی شان نرالی نظر آئی مجھکو
کہ مہ و مہر میں موجود ہے جلوا تیرا

ایک عالم نظر آتا ہے مجھے سر بسجود
کیوں نہ مسجود ہے حسن میں جلوا تیرا

بزمِ عالم کی نمائش سے ہے ظہورِ قدرت
بزمِ عالم کی نمائش میں ہے جلوا تیرا

حسن کی شوخ اداؤں میں ہے حسنِ مطلق
اُس کی کرنوں سے ہم آغوش ہے جلوا تیرا

ہو گئی ہو گئی انوار سے شہرت اس کی
چھا گیا چھا گیا آفاق پہ جلوا تیرا

سید سردار علی زیدی سرؔدار

شوکتِ انگلشیہ

دیکھیے تو اوجِ شانِ سلطنت
آسماں ہے آستانِ سلطنت

قدسیوں کے سر بھی جھکتے ہیں یہاں
عرشِ رفعت ہے جہانِ سلطنت

ہر قدم پر منزلِ مقصود ہے
مرحبا! اے کاروانِ سلطنت

کیوں نہ ہو اس پر بہارِ دائمی
بے خزاں ہے گلستانِ سلطنت

دیکھنا کیفِ سکونِ دل نواز
روح پرور ہے جہانِ سلطنت

کیوں نہ ہو فتح و ظفر سے ہمکنار
آسماں پایہ ہے شانِ سلطنت

سلطنت کا فیض جاری دیکھیے
شاد ہیں سب ساکنانِ سلطنت

اے رتن تو ہی نہیں مدحت سرا
اک جہاں ہے مدح خوانِ سلطنت

لالہ رام رتن پنڈوروی منشی فاضل

فریبِ نظر

یہ بزمِ عیش و طرب اور یہ خوش نما منظر — یہ دل نواز ترنّم یہ صوتِ جاں پرور
یہ اذنِ عامِ محبّت یہ بارگاہِ مجاز — یہ کیفِ شوق میں ڈوبی ہوئی فضا یکسر
یہ سیم و زر کی فراوانیاں برائے سکوں — پئے نشاط یہ قصر و سریرِ تاج گہر

غرض وہ کیا جو نہیں کارگاہ میں تیری
پناہ کس کو نہیں بارگاہ میں تیری

ترے یہ مقصدِ عالی بجائے خود برحق — کہ جس سے ہوتی ہیں کیف آفرینیاں مشتق
مگر میں کیا کروں مجبور ہوں مرے نزدیک — ترا مرقعِ رنگیں ہے ایک سادہ ورق
مری نگاہِ بصیرت ہیں اور ہیں منظر — تو اپنی چند شعاعوں سے دے مجھے نہ سبق

میں ڈھونڈتا ہوں جہاں میں سکونِ قلب و جگر
مجھے تلاشِ حقیقت ہے اے "فریبِ نظر"

عبدالرضا - رضا قریشی
شکر

گلاب کا آخری پھول

موسمِ گرما کا یہ آخری گلاب کا پھول تنہا ہی شگفتہ رہ گیا ہے
اس کے تمام خوبصورت ساتھی مرجھا گئے ہیں۔ اس کے نزدیک اس نوع کا نہ تو کوئی پھول ہے اور نہ کوئی کلی۔ جو اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے اور آہ کا جواب آہ سے دے۔
اے تنہا پھول! میں تم کو شاخ پر اکیلا پژمردہ ہونے کے لئے نہیں رہنے دونگا۔ تمام خوشنما پھول محوِ خواب ہیں۔ جاؤ تم بھی میٹھی نیند کی گود میں سو جاؤ۔
پس میں نہایت شفقت سے تمہاری پنکھڑیاں خاک پر منتشر کرتا ہوں۔ جہاں تمہارے دیگر بھائی بند بے بو و باش پڑے ابدی نیند سو رہے ہیں۔
جب دوست لقمۂ اجل بن جائیں اور پریم کے چمکدار دائرہ سے نگینہ گر پڑے۔ میری دعا ہے کہ میں بھی ان کے پیچھے ملکِ عدم کو روانہ ہو جاؤں۔
جب وفادار مرجھا جائیں اور محبوب رحلت فرما جائیں تو اس افسوسناک دنیا میں کون رہیگا؟ (ترجمہ انگریزی)
(دیوان امرت لال سہگل عندلیب جرنلسٹ)

رسالہ شاعر آگرہ

رفتار تغزل صفحہ ۹

بابت ماہ فروری مارچ ۱۹۳۴ء

پر

تنقید

(از محمد فضل الرحمٰن صابری)

حضرت مرزا طالب گورگانی یادگار ارشد گورگانی دہلوی مرحوم ؎

بھلا عشق اور بس کی بات الفت کی جنوں کاری
نہیں کرتی ہے کام عقل و خرد اول سے آخر تک

(۱) ثانی مصرعہ میں عقل کا عین خارج از تقطیع ہے۔ تقطیع
نہی کرتی مفاعیلن ہ کام قلو مفاعیلن خرد اودل مفاعیلن س اا خرتک مفاعیلن
شاعری میں یہ سخت عیب مانا گیا۔ ہے کام کی میم سے عقل کا قاف مل گیا اور عین تقطیع سے خارج ہوگیا۔

(۲) تذکرہ حضور اختر صاحب شاعر اکبر آبادی صفحہ (۱۵)

حضرت شاعر اکبر آبادی اپنے دست و قلم سے ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت سیماب اکبر آبادی کے تلامذہ سے ہوں اور اپنی غزلیں حضرت کی خدمت میں حیدر آباد سے بغرض اصلاح بھیجتا رہتا ہوں اور فخریہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں بھی اب شاعر کہلانے کا مستحق ہوگیا ہوں۔ وغیرہ حضرت سیماب اس مضمون اور ان کے نمونۂ کلام کو ہدیۂ ناظرین رسالہ فرماتے ہیں۔
چنانچہ اُن کے شعر میں عروضی سہو ملاحظہ فرمایئے۔ شعر شاعر ؎

جب ہے، مآلِ عشق موت پہلے سے مر نہ جائے کیوں
صدمۂ ہجر کیوں سہے بارِ الم اٹھائے کیوں

یہ شعر رجز مثمن پہلے مطوی پھر مخبون مذال تا عروض و ضرب مگر حشو سیوم مخبون مفتعلن مفاعلات مفتعلن مفاعلان مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلان۔ تقطیع جب ہ مَ اا مفتعلن لِ عشق موت مفاعلات پہل سمر مفتعلن نجائے کوں مفاعلان۔

پس یہ مفاعلات درمیانی جو حضرت شاعر لائے ہیں اور جس کو حضرت سیماب نے جائز قرار دیکر اصلاح میں صحیح بتایا ہے ہم تو اس کو محض غلط اور در غلط بتاتے ہیں کیا معنی کہ اذالہ سوائے عروض و ضرب کے درمیانی ارکان میں نہیں آسکتا نہ مشطور مضاعف کی یہ نظیر ہے۔

کیا حضرت سیماب اس کے متعلق ہم کو رہبری فرما سکتے ہیں۔ اگر حضرت سیماب نے کوئی جواب نہ دیا تو ہمارا قول ناقابل تردید سمجھ کر صحیح مان لیا جائیگا۔

(۳) مناظمہ، عنوان نظم، مُصوّر صفحہ (۱۹)

جناب اعجاز حسین صاحب اعجاز صدیقی اکبر آبادی سکریٹری سیماب لٹریری سوسائٹی آگرہ نے ایک مسدس متقارب مثمن میں لکھا ہے جس کے بند کا آخری مصرع یہ ہے :-

مصوّر کھینچ مری تصویر

یہ اردو شاعری کے معیار سے علحدہ ہے۔ اس کو ہندی کی کبت مان لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اشعار حسب ذیل ہیں

(۱)　کھینچ مری تصویر مصوّر
غم کا ہوں نخچیر مصوّر
ہاتھ گریباں گیر مصوّر
پاؤں میں ہے زنجیر مصوّر

دل میں لاکھوں تیر　　　مصوّر کھینچ مری تصویر

اوپر کے دونوں شعر تو آٹھ رکنی ہیں یوں تقطیع

کھینچ فاع۔ مری فَعَل۔ تصویر مفعول مصوّر فعولن + غم کا فعْلن ہوں نخ فعْلن۔ چیر فاع مُصَوّر فعولن۔ ہات فاع۔ گریبا فعولن گیر فاع مُصَوّر فعولن + پاؤ فاع۔ م ہے زن فعولن جیر فاع مُصَوّر فعولن۔

تصویر مفعول جو حضرت اعجاز یہاں لائے ہیں اصل فعولن سے کسی حالت میں نہیں بن سکتا اگر فعولن کا ف ، بعمل مجتّث گرا یا گیا تو عولن بروزن فعْلن بسکون عین بنے گا۔ اگر آخری نون گرایا جائیگا تو فعول بتحریک لام مکفوف سے بنے گا۔ لہذا فعولن سے مفعول بنانے کا کوئی آلہ عروضیوں کے نزدیک نہیں ہے اور نہ بن سکتا ہے اس لئے یہ وزن خارج از بحر و تقطیع ہے علاوہ بریں اس کے ٹیپ کا پہلے مصرع تین رکن کا اور دوسرا چار رکن کا ہے۔ یوں تقطیع دل مے فعْلن لاکو فعْلن تیر فاع + مُصَوّر فعولن کھینچ فاع مری فَعَل تصویر مفعول۔

یہ ٹیپ کا شعر یعنی ایک مصرع میں تین اور دوسرے میں چار رکن ہیں اور تصویر مفعول محض غلط اور خارج

از تقطیع ہے

اسی طرح تیسرے چوتھے پانچویں چھٹے بندوں کی ٹیپیں کہ اول میں تین اور دوسرے میں چار رکن ہیں۔ شعر ؎

(۳) خاک مری اکسیر مصوّر کھینچ مری تصویر تقطیع

خاک فاع مری فعَل اکسیر مفعول + اس میں تین رکن ہیں اور دوسرے میں بدستور چار جس کی اوپر تقطیع ہو چکی ہے محض غلط ہے اور اکسیر مفعول خارج از تقطیع ہے۔

(۴) شعر ؎ خوابوں کی تعبیر مصور کھینچ مری تصویر

تعمیر ممکن ہے تعبیر ہو جو سہو کاتب ہے۔ تقطیع

خابو فعُلن کی تع فعُلن میر فاع + اس میں بھی تین رکن ہیں اور دوسرے کی تقطیع اوپر ہو چکی ہے یہ شعر بھی خارج از تقطیع ہے۔

(۵) شعر ؎ دیکھ مری تقدیر مصور کھینچ مری تصویر تقطیع

دیک فاع مری فعَل تقدیر مفعول + اس میں بھی تین رکن ہیں اور دوسرے میں بدستور چار اور تقدیر مفعول خارج از بحر ہے۔

(۶) شعر ؎ میں اُس کی تعبیر مصوّر کھینچ مری تصویر تقطیع

مے اُس فعُلن کی تع فعَلن بیر فاع + اس میں بھی تین رکن ہیں اور دوسرے میں بدستور چار جو خارج از تقطیع ہے۔

حضرت سیماب کی عروضی فروگذاشت

(۴) لسان الادب ماہانہ مشاعرہ مصرع دل کے ٹکڑے آنسوؤں میں بہ گئے + صفحہ ۲۲

حضرت سیماب فرماتے ہیں تقطیع عروض فاعلاتن فاعلاتن فاعلات + بحر رمل وزن میزان۔ تن تنانن تن تنانن تن تنان بحر فغانی

ناظرین اس کی بھی تقطیع فرماکر بہت محظوظ ہونگے۔ بہ گئے = کے مقابل فاعلات = یا = تن تنان = جو حضرت سیماب فرماتے ہیں یہ بھی مصرع طرح کی تقطیع کے خلاف ہے۔ یوں

تقطیع :-

۱)	بحر فغانی	دل کے ٹکڑے تن تنا تن	اا سو دے تن تنا تن	یہ گیے تن تنان یا فاعلات	غلط ہے
[illegible]	بحر رمل	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن	صحیح ہے

یہ تن تنان یا فاعلات بقول حضرت سیماب محض غلط ہے بلکہ فاعلن صحیح ہے۔ تن تنان یا فاعلات میں چھ حرف ہیں جن میں اواخر دو ساکن ہیں اور فاعلن یا۔ یہ گئے۔ میں پانچ حرف پہلا سبب خفیف دوسرا وتد مجموع ہے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ فقط ٭

وادیٔ کانگڑہ

۱

اے جلوۂ باغ جناں　　اے حسن فطرت کے نشاں
اے رمز حق کے رازداں
آغوش رنگیں ہیں تیری　　پلتے ہیں انوار ازل
ہاں! تو جہاں کیواسطے　　ہے آئینہ دار ازل
ہر سنگ کوہ نور ہے
ہر ذرہ کوہ طور ہے

۲

تو ہے جہان رنگ و بو　　تو ہے نشان رنگ و بو
تو ہے جنان رنگ و بو
سیرابیٔ ذوق نظر　　تیرے ہی نظاروں سے ہے
تازہ مشام جان و دل　　تیرے ہی گلزاروں سے ہے
تو شاہد گلپوش ہے
فردوس در آغوش ہے

۳

یہ آبشاروں کی صدا　　سنکر مجھے دھوکا ہوا
یعنی کوئی سیمیں لقا
بربط لئے آغوش میں　　ٹیلے پہ نغمہ ریز ہے
جس کی صدا مہیج زن　　صہبائے کیف انگیز ہے
مستی بداماں ہے فضا
لغزش میں ہے پائے صبا

۴

ہر ایک وادی پُر فضا　　ہر ایک منظر دلربا
ہر ایک گھاٹی خوشنما
راہیں تیری گیسو صفت　　صد پیچ و خم کھاتی ہوئیں
اور اک سرود سرمدی　　یہ ندیاں گاتی ہوئیں
دل ان پہ ہونا ہے فدا
اے مرحبا صد مرحبا

۵

تیرے نظاروں کے لئے　　ان کوہساروں کے لئے
ان سبزہ زاروں کیلئے
رکھتے ہیں اہل خلد بھی　　اپنے دلوں میں حسرتیں
بخشی ہیں قدرت نے تجھے　　یہ ایسی طرفہ نعمتیں
ہوتا نہیں جن کا بیاں
اے جلوۂ باغ جناں

منشی شمشیر داس صاحب
گلشن

مل جائیگا کہیں نہ کہیں سنگِ در مجھے

(از نکہت انصاری بدایونی)

ہے جستجو میں خوف فقط اس قدر مجھے
گم کر نہ جائے جلوۂ رنگیں اثر مجھے

ہاں دیکھنے کی تم کو تمنا ضرور ہے
مل جائے بہرِ دید جو تابِ نظر مجھے

جھک جھک کے نقشِ پا پہ لئے جا رہا ہے
خضرِ رہِ مراد ہے خود میرا سر مجھے

شاید یہ میری زیست سے مایوس ہو چکا
روتا ہے دیکھ دیکھ کے کیوں چارہ گر مجھے؟

دیکھوں تو اپنی آہ کا دیر آشنا اثر
فرصت بھی دے یہ زندگیٔ مختصر مجھے

گم کردۂ وفا ہوں فریبوں میں آگیا
غم کی حدوں پہ چھوڑ گیا راہبر مجھے

اللہ ہا میرے دستِ جنوں کو نظر نہ ہو
دامن کو دیکھنا ہے کبھی بخیہ گر مجھے

نکہت سجود شوق امانت جبیں میں ہیں
مل جائیگا کہیں نہ کہیں سنگِ در مجھے

غزل

صورتِ بے نقاب نے مارا
جلوۂ بے حجاب نے مارا

شدتِ اضطراب نے مارا
دردِ دل کے عذاب نے مارا

سب حسینوں پہ تم کو دی ترجیح
ہم کو اس انتخاب نے مارا

کسنی زندگی بخشی میرے لیے
موت بنکر شباب نے مارا

غزنوی کے لقب سے رسوا ہوں
اے حبیب اس خطاب نے مارا

سید حبیب الرحمن غزنوی
ویرم گام گجرات

ادبیاتِ ایران

(بسلسلۂ گذشتہ)

پہلوی زبان کے اشعار بھی زبانِ اوستا کے اشعار کی طرح ہجائی تقطیع ہی سے موزون کئے جاتے تھے اس زبان کی منظوم یادگاروں میں سے ایک تو حاجی آباد میں شاپور اوّل کا کتبہ ہے اور دوسرا ایک منظوم مناظرہ ہے۔ جو "درخت آسوریک" کے نام سے موسوم ہے اور پہلوی اشکانی میں لکھا گیا ہے۔ پہلوی اشعار کے اکثر اوزان عروض عرب کے اوزان سے بھی پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں اور تاحال وہی اوزان ایران میں مروّج و متداول ہیں + چونکہ یہ مروّجہ اوزان عروض عرب میں بھی آتے ہیں اور ان کی تقطیع "ارکان" سے کی جاسکتی ہے لہذا منتہیوں کا خیال ہے کہ اہلِ ایران نے یہ اوزان اہل عرب ہی سے اکتساب کئے ہیں۔

نثر کے لحاظ سے پہلوی زبان چوتھی اور پانچویں صدی کی فارسی سے انتہائی مشابہت رکھتی ہے۔ اور اگر پہلوی زبان کی ہر ایک کتاب کے ضروری اور متروک کلمات کو فارسیٔ جدیدہ میں تبدیل کر دیا جائے تو بظاہر عصرِ قدیم کی ایک فصیح نثر بن جاتی ہے۔ ان متذکرہ صدر کتب کو دو بڑے حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اوّل مذہبی جو زردُشتی مذہب کے احکام کی تاویل و تفسیر وغیرہ کے باب میں لکھی گئی ہیں۔ دوم غیر مذہبی جن میں سیاسی اخلاقی۔ علمی اور ادبی کتابیں، داستانیں اور قصہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ قواعد شطرنج، سواری۔ تیر اندازی اور آئین جہانداری وغیرہ کے موضوعات پر مشتمل کتابیں تالیف و تصنیف کی گئی ہیں۔ مگر ان جملہ موجودہ کتب میں سے زیادہ قابلِ قدر جن سے وسیع ترین مطالبِ مفیدہ کا استخراج کیا جاسکتا ہے علم التاریخ اور قدیم ایرانیوں کے عقائد کے باب میں ہیں۔ مثلاً "دین کرت"، "بُوندِہشن"، "داستانِ دینیک"، "اَرتائے ویراف نامک"، "کارنامک ارتخشیر پاپکاں"، "یاتکارِ زریراں"، "داستانِ ریدک و خسروِ گواتاں" اور "شترنگ نامک" وغیرہ۔ جن کتابوں کا فقط ترجمہ ہی ہمیں ملا ہے ان میں سے پہلی کتاب "خوتائے نامک" ہے جس کا ترجمہ عربی اور فارسی کی نظم و نثر میں "سیر الملوک"، "خدائی نامہ" اور "شاہنامہ" وغیرہ کے نام سے ہو چکا ہے اور ان تمام تراجم میں سے صرف فردوسی ہی کی مشہور و معروف نظم "شاہنامہ" باقی ہے۔ دوسری کتاب "کلیلہ دمنہ" ہے جس کا اصل نسخہ نوشیروان کے عہد میں ہندوستان سے ایران پہنچا۔ اور پہلوی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کتاب کے تمام موجودہ فارسی اور عربی تراجم درحقیقت اسی پہلوی ترجمہ سے ترجمہ کئے گئے ہیں۔

پہلوی زبان میں داستان سرائی اور افسانہ پردازی اصنافِ مخصوصہ اور ارکانِ مہمہ میں سے ہے اور یہ ذوق افسانہ سازی جو ایران کے اکثر شعرائے کرام اور ادبائے عظام میں ہمیشہ پایا جاتا رہا ہے۔ درحقیقت ساسانی عہد کے ایرانی شاعروں اور ادیبوں ہی کے ذوقِ افسانہ سرائی کا نتیجہ ہے جو بسلسلۂ توارث متقدمین سے متاخرین کو ملتا رہا حتیٰ کہ ایران کے اکثر مشہور و معروف افسانے جیسے "وامق و عذرا"۔ "ویس و رامین" "اسکندر نامہ"۔ "یوداسف و بلوہر"۔ "سلامان و ابسال"۔ "شیریں و فرہاد"۔ "خسرو و شیریں"۔ "بہرام نامہ" وغیرہ اور دوسری تمام داستانیں جن کا ماخذ "شاہنامہ" کی چھوٹی چھوٹی حکایات ہیں۔ مثلاً "گرشاسپ نامہ"۔ "بہمن نامہ"۔ "رستم نامہ"۔ "سام نامہ"۔ "شہریار نامہ"۔ "جہانگیر نامہ"۔ "فرامرز نامہ" "بہرام نامہ" اور "بختیار نامہ" وغیرہ یا تو بلا واسطہ پہلوی زبان ہی میں تصنیف کی گئی تھیں یا یہ کہ یونانی اور سریانی وغیرہ سے پہلوی زبان میں ترجمہ کی گئیں اور پھر پہلوی سے فارسی امروزہ میں ترجمہ ہوئیں۔ یہانتک کہ "الف لیلہ" اور وہ داستانیں جو اس سے اخذ کی گئی ہیں مثلاً "داستان سندباد" وغیرہ پہلوی زبان ہی سے ماخوذ ہیں۔ "الف لیلہ" از خود بھی پہلوی زبان کی کتاب "ہزار افسانہ" ہی کا ترجمہ ہے جس میں عربی مترجم نے اکثر اشخاص و اماکن کے نام اسمائے عرب اور اماکن جدیدہ میں تبدیل کر دیئے ہیں۔

ساسانی عہد میں علوم و فنون بھی ایران میں منتہائے کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور اس زمانے کے علوم متداولہ کی نشر و اشاعت سلسلۂ ساسانیہ ہی کی مرہونِ منت ہے۔ علمِ طب بالخصوص درجۂ کمال حاصل کر چکا تھا۔ علمائے ایران نے طبِ ہندی اور طبِ یونانی کو باہم مخلوط کر کے عجیب و غریب نکات پیدا کر دیئے تھے۔ اور ان اساتذۂ طب کے شاگرد چوتھی صدی ہجری تک ایران میں جابجا پائے جاتے تھے۔ علمِ نجوم اور ہیئت میں بھی ایرانیوں کی ترقی کچھ کم نہ تھی اور پہلی صدی ہجری کے بڑے بڑے ایرانی منجم انہیں عہدِ اسلام سے پہلے منجموں کے شرفِ تلمذ سے فیض یافتہ تھے۔ حکمتِ یونانی بھی ایشیائے کوچک کے عالموں کی وساطت سے ایران میں عام اور تام ہو گئی تھی حتیٰ کہ ساسانی عہد میں وہ تمام علوم و فنون جو ایشیائے کوچک میں زبانِ سریانی مروج و متداول تھے ایران کے مراکزِ علمیہ، خوزستان اور فارس وغیرہ میں کافی رواج پا گئے تھے۔ اور اکثر معلمین تو سرے سے سریانی زبان ہی میں تعلیم و تدریس کرتے تھے۔ یہ زبان ایران کی علمی اور ثانوی زبان قرار پا چکی تھی اور اس زمانے کے علمائے ایران اس زبان سے کماحقہٗ واقفیت رکھتے تھے۔

ایران کی موسیقی بھی اس زمانے میں انتہائی عروج پر تھی اور علمِ طب کی طرح یہ بھی ہندی اور یونانی موسیقی سے مخلوط موسیقی تھی۔ علم موسیقی کے بڑے استاد مثلاً "باربد"۔ "نکیسا"۔ "بامشاد"۔ "رامتین" اور "سرکش" "سرکب" وغیرہ ایران ہی کی خاکِ پاک سے پیدا ہوئے تھے۔ ایرانیوں کی موجودہ موسیقی بھی درحقیقت

عہد ساسانیہ کی موسیقی ہے جس میں تھوڑا بہت تصرف کیا گیا ہے۔ الحاصل اس زمانے کے تمام علوم وفنونِ متداولہ مثلاً طب۔ نجوم۔ حکمت۔ ریاضیات۔ موسیقی۔ عرفان۔ تاریخ۔ جغرافیہ ہیئت۔ چوگان بازی۔ تیراندازی۔ فنونِ جنگ۔ سواری۔ مملکت داری۔ اسلحہ سازی۔ بیطاری۔ پرورش حیوانات اور شطرنج وغیرہ ایران میں معمولِ عوام وخواص ہو چکے تھے۔ ان علوم وفنون پر متعدد کتب بھی تالیف وتصنیف ہو چکی تھیں اور ان کی باقاعدہ تعلیم وتدریس ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب اہلِ اسلام کو فتح ایران کے بعد علوم متداولہ کو اپنی زبان میں اخذ وجلب کرنے کا خیال پیدا ہؤا تو علمائے ایران ہی سے استفادہ کرنا پڑا۔ اور ان معدودے چند کتب کے سوا جن کو مغربی ایشیا کے بعض لوگوں نے عربی زبان میں منتقل کیا۔ تمام علمی اور ادبی کتابیں ان ایرانیوں ہی کے توسط سے عربی میں ترجمہ کی گئیں جو ہنوز اپنے آبا واجداد کے علوم وفنون کے صحیح وارث تھے۔ اسلامی علوم درحقیقت وہی ایرانی علوم ہیں جو اہلِ ایران کے توسط سے زبان عربی میں منتقل کئے گئے۔ اور بعد ازاں ایرانیوں ہی کے اسلاف نے ان کی تکمیل کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ عربی تمدن اور عربی ادبیات میں پہلوی زبان اور ساسانی تمدن کا اثر بہت حد تک پایا جاتا ہے۔ (باقی باقی) **نیاز نعمانی**

دانشمندوں کے مقولے

۱۔ تمہیں چاہیئے کہ جتنا خود بولو۔ اُس سے زیادہ سُننے کی خواہش رکھو۔ کیونکہ خدا نے انسان کو دو کان اور ایک زبان دی ہے۔ اسلئے بولنے سے دُگنا سُننا اور ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ اگر اس کے خلاف کام کرو گے تو خدا کی مرضی کے خلاف جاؤ گے۔ (حکیم افلاطون)

۲۔ پرمیشور کا پریم روپی امرت تمہیں جہاں سے مل جائے۔ نیچ اونچ کا بھید بھاؤ بھلا کر خوشی سے لےلو۔ کیونکہ امرت ہی تمہیں مطلب ہے۔ چاہے وہ اونچے درخت کا ہو یا چھوٹے کا۔ (گوسائیں تلسی داس)

۳۔ میں چھوٹے سے پاپ کو بھی تھوڑا نہیں سمجھتا ہوں۔ وہی مرنے کے وقت بڑا اور خوفناک ہو جاتا ہے اور پھر کوئی آدمی بیچ دریا یا سمندر میں ڈوبے یا کنارے پر۔ دونوں برابر ہیں۔ (شیکسپیئر)

۴۔ اگر اپنی زبان کو قابو میں رکھ سکو۔ تو یہ لاکھوں آدمیوں کو قابو میں کر سکتی ہے۔ حیوان نہ بولنے سے تکلیف اٹھاتا ہے اور انسان بولنے سے۔ "لقمان حکیم" جیسے کہ شیخ سعدی نے کہا ہے ؎

نگہدار زبان تا بدوزخ نبرند کہ از زبان بتر اندر جہاں زیانے نیست (سعدی)

۵۔ کوئی وقت تھا کہ میرے پاس جوتا نہ تھا۔ اور ننگے پاؤں چلنے سے دُکھی تھا۔ ایک دن مسجد میں اپاہج کو دیکھا۔ تو خدا کا شکریہ ادا کیا۔ کہ مجھے پاؤں تو دیئے ہیں۔ (شیخ سعدی)

۶۔ مرد اتنا ہی نیک بن سکتا ہے جتنی وہ جرأت کرے۔ عورت اتنی ہی بد ہو سکتی ہے جتنی اُسے مہلت مل سکے۔ (سقراط)

حفظانِ صحت

روزہ یا فاقہ کشی

خاص رہنمائے تعلیم کیلئے — جناب منشی رشید احمد صاحب احمد نگر دکن

اکثر عوام الناس کا خیال ہے۔ کہ روزہ یا فاقہ کشی سے ضعف طاری ہوتا ہے اور جسم نحیف ہو جاتا ہے جس طرح مشین میں تیل نہ ہو۔ تو اس کے پہیئے گھس جاتے ہیں اور تمام مشین کو ضرر پہنچتا ہے۔ مگر یہ خیال خام ہے۔ معدہ میں جب کوئی غذا نہیں ہوتی تو وہ بوسیدہ یا غیر تحلیل شدہ طعام کو تحلیل کرتا ہے۔ بعد ازاں چربی یا دیگر اجزا کو تحلیل کرتا ہے۔ اور جسم کو ضرر پہنچا کر نحیف بنانا شروع کرتا ہے۔ لہٰذا بدہضمی بخار یا زکام کے آغاز میں اگر طعام سے پرہیز کیا جائے۔ تو بوسیدہ اور زہر آلود مادہ کو تحلیل کر کے مصفا خون پیدا کرے گا۔ اور معدہ کو چند عرصہ تک آرام اور سکون ملنے سے تقویت پکڑے گا میرے ایک دوست کا یہ دستور العمل تھا کہ جب کبھی ان کی طبیعت ناساز ہو جاتی یا دردِ سر۔ دردِ شکم یا بخار کے آثار دکھائی دیتے تو فوراً خوراک سے ایک یا دو روز تک پرہیز کر لیتے۔ اور بعدہ ان کی صحت بالکل درست ہو جاتی۔ اس آسان ترکیب کا ہر کوئی تجربہ کر سکتا ہے روزہ اور فاقہ کشی میں بہت کچھ فرق ہے۔ فاقہ کشی اس وقت کہلائی جاتی ہے جس وقت کسی فرد کو خوراک پر دسترس نہ ہو۔ اور معدہ بالکل خالی ہو جانے کے بعد جسم کی فربہی یا چربی یا دیگر اجزا تحلیل کرنے شروع کر دے روزہ کے یہ معنی ہیں کہ خوراک پر دسترس ہوتا ہے۔ مگر کوئی شخص اس سے پرہیز کرتا ہے اور ضبط اختیار کرتا ہے روزہ بجائے خود اول منزل ہے۔ اس کے دوران میں غیر تحلیل شدہ خوراک یا زہریلے مادے تحلیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس تحلیل کے بعد اگر معدہ کو خوراک نہ ملے تو فاقہ کا آغاز ہوتا ہے اور یہ جسم کے نشوونما کے لئے مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے روزہ کس وقت ختم ہوتا ہے۔ اور فاقہ کی حالت کا آغاز کہاں ہوتا ہے اس کا امتیاز مشکل ہے۔ مگر ہر ایک شخص کے ذاتی تجربہ سے اس میں تمیز ہو سکتی ہے۔ روزہ کی حالت میں صرف پانی کا استعمال کرنا چاہیئے۔ تاکہ بوسیدہ اجزا تحلیل ہو جائیں۔ اور دوران خون میں امداد ملے۔ پانی نوش کرنے سے اگر شکم میں بوجھ اور اشتہا مفقود ہو تو معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ خوراک سے پرہیز کریں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد اگر اشتہا محسوس ہو تو خوراک کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ ورنہ جسم پر اس کا برا اثر شروع ہوگا۔

روزہ اور اس کی حقیقت

روزہ داری کا دستور زمانہ قدیم سے رواج پایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دو ہزار سال پیشتر یونان کے مدبغ حکیم (Plutarch) افلاطون نے تحریر کیا ہے کہ مرض کی حالت میں دوائی استعمال کرنے کی بجائے اگر روزہ رکھا جائے۔ تو مرض فوراً رفع ہوگا اہلِ ہند اور چین کی مذہبی کتب روزہ داری کی سفارش کرتی ہیں۔ اور اسے صحت کے لئے مفید بتلایا گیا ہے۔ بلکہ اس کو مذہبی رنگ دیا گیا ہے۔ اور جا

ترقی کا جزو اعظم گردانا گیا ہے۔ بائیبل میں بھی روزہ داری پر زور دیا گیا (Dr. HOOKER AND CARNEIE INSTITUTE) ہے۔ ڈاکٹر ہوکر نے اس بات پر بہت غور کیا ہے۔ اور کئی تجربات کے بعد ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ روزہ معقول موقعہ پر مفید ہوتا ہے اور صحت کو دوبالا کرتا ہے۔ مگر روزہ داری علاج جدیدہ کے طریق پر کرنا چاہیئے۔ ورنہ صحت کو ضرر پہنچنے کا احتمال ہے۔

ہنود روزہ کی حالت میں ثقیل خوراک مثلاً کھجور۔ مونگ پھلی۔ کیلے۔ دودھ وغیرہ مقدار سے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ صرف اناج یا غلہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ لہذا روزہ کا اصل مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اہل اسلام روزہ کی حالت میں پانی تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور افطار اور سحری کے وقت ثقیل اشیاء مثلاً پراٹھے۔ کباب وغیرہ اعتدال سے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں طریق صحت کے لئے مضر ہوتے ہیں۔ طریق اول میں بوسیدہ اور غیر تحلیل غذا کو تحلیل ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ طریق دوم سے پانی سے پرہیز کرنے کی وجہ سے تحلیل شدہ غذا جسم میں پھیل نہیں سکتی۔ اور خون مصفا نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں افطار کے وقت ثقیل غذا کھانے کی وجہ سے ہاضمہ میں فساد برپا ہوتا ہے۔ روزے کے ایام میں کسی کم سن بچے کو روزہ رکھایا گیا۔ صبح سے عصر تک بچے نے پیاس کو ٹالا۔ مگر بعد میں پانی پانی کر کے تڑپنے لگا۔ اس کے والدین کو خیال ہوا کہ افطار کا وقت قریب ہے۔ اگر پانی دیا جائے تو روزہ کا ثواب جاتا رہیگا۔ اس بچے کو بہت تسکین دی۔ مگر بچہ بیتاب ہو گیا۔ اور آخر دم نبض ہو گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ تحلیل شدہ غذا تمام گاڑھا دودھ بن گئی۔ اور اس کو حرکت دینے کے لئے پتلی شئے یا پانی نہ ملنے سے منجمد ہو گئی۔ اور خون بہنے سے ساقط ہو گیا۔ لہذا دل کی حرکت بند ہو گئی۔ اور بچہ جان بحق ہو گیا۔ لہذا روزے کی حالت میں پانی کی اشد ضرورت ہے۔ مگر ہر قسم کی خوراک سے پرہیز لازمی ہے۔ البتہ کھانے کا وقت معینہ جب آ جائے اسوقت مصنوعی اشتہا محسوس ہو گی۔ مگر اس کو ٹال دینا چاہیئے۔ اور پانی سے اشتہا کو رفع کرنا چاہیئے۔ تھوڑے عرصہ بعد اشتہا جاتی رہے گی۔ اور شکم اور معدہ میں بار سا معلوم ہو گا۔ مگر چند گھنٹوں بعد حقیقی اشتہا محسوس ہونے لگے گی۔ اکثر روزہ یا خوراک سے پرہیز کرنے کے دو یا تین روز تک ضعف سا معلوم ہوتا ہے۔ بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ اور فورے ضعف طاری ہوتا ہے۔ مگر بعد میں بدن میں چستی اور دماغ میں غیر معمولی تقویت معلوم ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں ہر قسم کی ورزش سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور پانی کا استعمال زیادہ تر کرنا چاہیئے۔ جسم پر اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اور صحت بالکل صاف اور درست ہوتی ہے۔ اور اس کو جلا ملتی ہے۔ معدہ کو آرام ملتا ہے جس طرح کہ مشین یا کل کو بیکار رکھنے سے جلا ملتی ہے۔ اسی طرح معدہ اور تمام اعضاء رئیسہ کو جلا ملتی ہے۔ قوت شامہ۔ لامسہ وغیرہ تیز ہوتی ہے۔ جگر۔ دل پھیپھڑے وغیرہ تقویت پاتے ہیں۔

روزہ افطار کرنیکا طریقہ

مذکورہ بالا تحریر سے بدگمان نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ روزہ کے ذریعے ہر قسم کا مرض رفع ہو سکتا ہے۔ یا کہ جسم اور صحت کی ہر حالت میں روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ صحت جسمانی کے لئے معقول غذا۔ ورزش مصفا ہوا۔ اور کافی روشنی ہی کی ضرورت ہے۔ روزہ صرف

زہریلے مواد کو رفع کرتا ہے۔ مگر اعضائے رئیسہ میں اگر زیادہ خلل پیدا ہوا ہو۔ تو روزہ سے فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان ہی ہوگا۔ بالخصوص تپ دق۔ ذیابطیس وغیرہ کی حالت میں روزہ مضر ثابت ہوگا۔ اکثر اوقات روزہ کے دوران میں۔ دردِ شکم قے۔ درد سر وغیرہ عائد ہوتے ہیں۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد خون کے صاف ہونے پر کل شکائتیں رفع ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے مستقل مزاجی کی ضرورت ہے ورنہ اضطراب کے غالب آنے سے صحت میں نقص پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ روزہ کی میعاد ہر ایک فرد کی جسمانی طاقت پر منحصر ہے۔ اس کی تعداد ذاتی تجربہ سے مقرر کرنا چاہیئے۔ روزہ کی زیادہ سے زیادہ میعاد دو ہفتہ کی ہو سکتی ہے۔ مگر کم از کم روزہ دو روز کا ہونا چاہیئے۔ تاکہ غیر تحلیل خوراک تحلیل ہو جائے۔ اور زہر آلود بخارات رفع ہو جائیں۔ معدہ کو آرام ملے۔ اور خون مصفا ہو جائے۔ باطنی اعضا کو تقویت پہنچے۔ اور قوت ذائقہ تیز ہو۔ اور جسم کے چہرے کی رنگت سرخ اور بہتر دکھائی دے۔ تھوڑے عرصہ کا روزہ دو یا تین وقت کھانے کی بجائے ایک ہی وقت پر اکتفا کرنے سے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس حالت میں اگر دردِ شکم۔ درد سر۔ یا قے ہو جائے تو روزہ کی میعاد بڑھا دینا چاہیئے۔ اور جب تک یہ شکائتیں رفع نہ ہو جائیں۔ روزہ افطار نہ کرنا چاہیئے۔ اگر کھانے کی ضرورت ہی محسوس ہو۔ اور اشتہا رک نہ سکے۔ تو حسب ذیل ترکیب عمل میں لائی جائے۔

۱۔ نارنج کا شربت یا رس ایک پیالی دن میں دو یا تین بار۔

۲۔ انگور کا شربت پانی کے ساتھ۔ دن میں دو یا تین بار۔

۳۔ ترش میوہ جات مثلاً لیموں۔ جامن یا بیر کا شربت دن میں تین یا چار بار۔ یا ترش و تازہ شیریں میوہ جات نوش کئے جائیں۔ دن میں پانچ یا چھ بار۔

۴۔ چھاچھ یا لسی۔ یا جوش شدہ دودھ صبح اور شام پاؤ بھر یا آدھ پاؤ پیا جائے۔ پانی کا استعمال ہر حالت میں بکثرت کرنا چاہیئے۔ تاکہ تحلیل شدہ غذا کو دوران خون میں امداد ملے۔ روزانہ اجابت اچھی طور پر ہوتی رہے۔ اس کا بھی بے حد خیال رکھنا چاہیئے۔ اگر قدرے قبضی محسوس ہو تو فوراً ENIMA نیم گرم پانی کے ساتھ حقنہ (انیما) کرنا چاہیئے۔ اس کے استعمال کی ترکیب حسب ذیل ہے:۔ Irrigation Enima

بہت بہتر ہوتا ہے۔ اس کو دو یا تین فٹ اونچائی پر نیم گرم پانی تھرمس یا ادھ سیر سے بھر کر آویزاں کیا جائے۔ پشت پر لیٹ کر ربڑ کی نلی اندام اجابت میں ڈالی جائے۔ تاکہ پانی شکم اور آنتوں میں سرایت کر جائے۔ پانی میں قدرے نمک ایک چائے کے چمچہ کی مقدار میں ملا لینا بہتر ہوگا۔ اس ترکیب سے آنتیں بالکل صاف دھوئی جائیں گی اس کا استعمال ہمیشہ کرنا مضر ہوگا۔ اور اس لئے عادی ہونا بھی فطرت کے خلاف ہوگا۔ اور آنتیں کمزور اور ضعیف ہو جائیں گی۔ گاہ بگاہ قبض کی حالت میں ہفتہ عشرہ میں استعمال کرنا بہت مفید ثابت ہوگا۔ روزہ افطار کرنیکا وقت معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل علامات پیدا ہوں گی۔ زبان صاف اور سرخ۔ منہ سے گندہ بدبودار سانس

کا نہ نکلنا۔ نبض کی رفتار اور جسم کی حرارت معمولی۔ طبیعت میں بشاشت جیسی تھی۔ بخوبی اشتہا اور طعام پر رغبت۔ اِن علامات کے ظاہر ہونے پر روزہ افطار کرنا کارآمد اور مفید ہوگا۔ قبل از وقت افطار کرنے سے روزہ بیکار اور تکلیف بیجا ہوگی۔

افطار کا طریقہ

نارنگی۔ انار یا انگور کا تازہ شربت سے یا ٹماٹے TOMATO کے سے شربت سے روزہ افطار کرنا بہت مفید ہوگا۔ شربت باآہستگی تمام ایک ایک گھونٹ لے کر نوش کرنا زیادہ مفید ہوگا۔ اس طرح روزہ افطاری کے دو روز تک اسی کا استعمال کرنا چاہئے۔ اور پانی کا استعمال بھی بخوبی کیا جائے تاکہ شکم کی تمام غلاظت نکل جائے۔ پانی میں اگر شہد ملا کر نوش کیا جائے۔ تو جگر اور دل کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور نقاہت رفع ہوتی ہے۔

(۲)۔ دودھ کا استعمال بھی مفید ہوگا۔ مگر اس کو بہت آہستگی سے ایک ایک گھونٹ پینا چاہئے۔ تاکہ لعاب اس کے ساتھ مل کر اسے زود ہضم کر دے۔ دن میں آدھ پاؤ سے تین پاؤ دودھ کافی ہوگا۔ اس کا استعمال ایک ہفتہ تک جاری رکھا جائے

(۳)۔ نمک اور گیہوں کے آٹے کا حریرہ بھی بعض پسند کرتے ہیں۔ یا سبزی کو پکا کر اس کا رس نکلوا کر استعمال کیا جائے۔ آٹھ دس روز کے بعد نیم پختہ بیضہ اور نارنگی کا شربت بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

(۴)۔ سوکھے خشک میوہ جات مثلاً منقہ۔ کھجور۔ انجیر۔ پستہ۔ زرد آلو وغیرہ بھی مفید ہوتے ہیں۔ ترشی سے پرہیز کیا جائے۔ بیضہ نیم برشت ہونا چاہئے۔

حاصل کلام ایسے میوہ جات۔ سبزی یا غذا کا استعمال کرنا چاہئے جس کو معدہ بآسانی قبول کرے۔ اور بتدریج تمام خوراک کو بڑھا کر اصلی حالت پر معدہ اور صحت کو لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مقدار سے زیادہ کھانے سے معدہ پر بار پڑتا ہے۔ اور طاقت بڑھنے کی بجائے ضعف بڑھتا ہے۔ معقول ورزش کا بھی خیال ہر حالت میں لازمی ہے۔ انسان کے خون میں۔ لوہا۔ شکر۔ چربی۔ وغیرہ کیمیاوی طور پر ملے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جن اجناس سے یہ اجزا ترقی پا سکتے ہیں۔ ایسی ہی غذائیں نوش کرنا چاہئے۔ حسب ذیل نقشہ میں کن اجناس۔ میوہ جات۔ سبزی۔ یا دودھ وغیرہ میں کن اجزا کی مقدار کم و بیش پائی جاتی ہے دیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے استعمال سے خون کو ترقی دینے میں اور معقول مقدار میں نوش کرنے میں مدد ملے۔

Vitamin

	D	C	B	A	معدہ میں ہاضمے کی میعاد	گھنٹے	منٹ
دودھ	+ +	+ +	+ +	+ + + +	چاول	۱	۰
گیہوں معہ بھوسے کے ..	. .	. .	+ + +	+ + +	دودھ گرم شدہ	۲	۰
بادام	. .	. .	+ +	+	دودھ کچا	۲	۱۵
مسور	.	+	+	.	انڈے مرغی کے کچے	۲	۰
مکھن	.	.	+	+	انڈے نیم پختہ	۳	۰

	D	C	B	A	معدہ میں ہاضمہ کی میعاد	گھنٹے	منٹ
چھاچھ	. .	. . .	+ +	+ + +	انڈے کچے خوب پھینٹ کر	۱	-
گاجر	. .	. .	+	+ + +	گاؤ کا گوشت بریاں	۳	۳۰
کھوپرا ۔ ناریل . . .	. .	. .	+ +	+	بکرے کا گوشت	۳	۱۵
انڈے مرغی کے . .	+	- -	+ +	+ + + +	مرغی کا گوشت	۴	۰
مچھلی	. .	- -	+	+	بطخ کا گوشت	۴	۳۰
گوشت بکرے کا دل .	. .	+	+	+	چکن سوپ	۳	۰
گوشت بکرے کا گردہ .	+	+	+ +	+ +	گیہوں کی روٹی	۳	۳۰
گوشت بکرے کا جگر .	. .	. .	+ +	+ +	کیک	۳	-
لیموں کا عرق . . .	- -	+ + +	+ +		صفر ۔ چند تازہ	۲	۰
پیاز	- -	+ +	+ +		ٹماٹے آلو ابالے ہوئے	۳	۰
ٹماٹے آلو پختہ . . .	- -	+ +	+ +	+	ٹماٹے آلو بھونے ہوئے	۲	۳۰
ٹماٹے	- -	++ +	++ +	+ +	کیا بیج	۴	۳۰
مسکائی	. .	. .	+ +	+	. . . .	.	.
دودھ	. .	. .		+ +	. . . .	.	.
نارنج یا سنگترہ	. .	+ + +	+ + +	+	. . . .	-	-

المختصر۔ روزانہ غذا دودھ ۔ گیہوں ۔ انڈے مرغی کے ۔ ٹماٹے ۔ نارنج اور سنگترہ زیادہ استعمال کرنا چاہئے:۔

ہدایت ۔ نشان + + + کثرت مقدار ۔ + + اوسط ۔ + کم مقدار بتلاتی ہے:۔

تبدیل خوراک موسم اور آب وہوا کے لحاظ سے مقرر کی جائے ۔ جو غذا موسم سرما میں بآسانی ہضم ہوسکتی ہے اور جسم میں گرمی پیدا کرکے خون کو بڑھاتی ہے وہ موسم گرما میں ہرگز موزوں نہیں ہوسکتی ۔ جو غذا پنجاب کے ملک میں بآسانی ہضم ہوتی ہو ۔ وہ دکن میں مضر ثابت ہوگی ۔ بنگال کی آب وہوا مرطوب ہے ۔ اس لئے چاول اور مچھلی کا استعمال وہاں زیادہ تر کیا جاتا ہے ۔ اگر دکھن یا پنجاب یا سندھ کے ملک میں اس کو رواج دیا جائے ۔ تو صحت میں ضرور فساد برپا ہوگا ۔ لہذا کس موسم میں کون سی خوراک کا استعمال کرنا چاہیئے ۔ اس کا نقشہ خاص دکھن کی آب وہوا کو ملحوظ رکھ کر دیا جاتا ہے ۔ تاکہ اسی طرح کی غذا ہر شخص اپنے ملک کی آب وہوا اور موسم کے بموجب مقرر کرکے اس کے رواج پر کاربند ہوں:۔

موسم سرما۔

۱۔ علی الصبح اٹھتے ہی اجابت بغیر جبر و نشدد کے ضرور ہونی چاہیئے۔ بعدہٗ منہ دانت اچھی طرح صاف کرکے نیم گرم پانی سے غسل کیا جائے اور تولیہ سے جسم کو سکھانے کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کے بل تمام جسم کو قدرے طاقت سے خوب مالش کی جائے اور پونچھا جائے تاکہ چمڑے کو حرکت ملکر خون کے دوران میں مدد ملے۔

۲۔ پانچ سے دس منٹ تک ورزش کی جائے جس کا بیان بالتفصیل آئندہ ہوگا۔

۳۔ ورزش کے بعد پانچ منٹ آرام کرکے حسب ذیل ترکیب کا ناشتہ کیا جائے۔

نصف چائے کی پیالی بھر منقہ یا کشمش اچھی طرح پانی سے دھو کر ان کے ساتھ پانچ یا چھ گیلی کھجور صاف دھو کر ایک چائے کی پیالی سنگترہ یا نارنگی یا انگور کا رس اور پانچ یا چھ مغز بادام گل ملا کر تمام شب بھگو رکھے جائیں اور انہیں صبح ورزش کے بعد نوش کیا جائے۔ کشمش۔ منقہ یا کھجور کا عرق سنگترے کے رس میں اتر آئیگا۔ یہ مصفا خون اور ہاضمہ کے لئے بے حد مفید ہے۔

۴۔ آدھ گھنٹے بعد ناشتہ کیا جائے خمیرہ روٹی جسے مکھن اور شہد لگا دی جائے۔ شہد مصفا خون کے علاوہ جگر کیلئے بہت مقوی ثابت ہوا ہے روٹی کے ساتھ ایک پاؤ یا آدھ سیر دودھ گرم لیا جائے یا نیم برشتہ یا دو تین انڈے نوش کئے جائیں۔

۵۔ ظہر کا کھانا خمیرہ روٹی۔ گوشت بالخصوص جگر۔ گردے اور مغز۔ نیم برشتہ دو یا تین انڈے۔ کچی گاجر۔ مولی اور ٹماٹے اور دستیاب ہوسکے تو مچھلی کا استعمال کیا جائے۔ پوڈنگ یا شیر برنج۔ فیرنی اور آخر کو چند میوہ جات مثلاً نارنج۔ انگور صفرچند وغیرہ کھانا بہتر ہوگا۔

۶۔ عصر کی چائے کے وقت۔ چائے جس میں دو تہائی حصہ دودھ ملایا جائے اور کیک یا بسکٹ۔

۷۔ شب کا کھانا آفتاب غروب ہونیکے پیشتر یا مغرب ہوتے ہی ترکیب پنجم کے بموجب کیا جائے صرف روٹی کے عوض کھچڑی قدرے روغن کے ساتھ ملی ہوئی ہونی چاہیئے۔ طعام سے فارغ ہو کر میوہ جات کا استعمال ضروری ہے اور شب خوابی کے وقت پاؤ سیر یا آدھ سیر گرم دودھ فی کس کھانڈ ملا کر ضرور پیا جائے۔

موسم گرما۔ گیہوں۔ مکی۔ خمیرہ روٹی کی بجائے صرف چاول یا جوار کی روٹی کا استعمال کیا جائے اور گوشت کی بجائے مٹر۔ مونگ یا اور قسم کی دال کا استعمال کیا جائے۔ باقی اوقات حسب مذکور ناشتہ وغیرہ کیا جائے۔

موسم باران۔ مانند موسم گرما کے۔ مگر سبزی کا استعمال قدرے کم کیا جائے۔

روزانہ خوراک میں گوشت۔ سبزی اور دال مختلف قسم کی تبدیل کی جائے۔ تاکہ ایک ہی قسم کے غذا سے طبیعت اکتا نہ جائے۔ مگر انڈے۔ میوہ جات اور انکے رس اور دودھ جس قدر ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ روزانہ استعمال کیا جائے گیہوں کی روٹی بھوسے کے ساتھ ملی ہوئی زیادہ مفید ہوگی ۔ (باقی باقی)

بے جوڑ رشتہ

قدامت اور جدت کا عبرت آموز تصادم

(جناب سید حبیب غزنوی)

(پہلا منظر)

If two triangles have two sides of the one . . . . .

اِف ٹو ٹرائینگلس ہیو ٹو سائڈز آف دی ون . . . . . ؟

ایامِ امتحان قریب ہونے کی وجہ سے شانتا جیومیٹری یاد کر رہی تھی۔ کمرہ قرینہ سے آراستہ ہے المایوں میں ناول۔ تواریخ اور دیگر درسی کتب بہت عمدہ طریقہ سے رکھی ہوئی ہیں۔ دیوار پر سوامی ویویکانند۔ اور مہاتما گاندھی جی کی بڑی بڑی تصاویر آویزاں ہیں۔

شانتا نے ابھی منزلِ حیات کے ۱۷ زینوں پر عبور حاصل کیا ہے۔ نہایت حسین۔ نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا سڈول جسم۔ وضع قطع سے نئی روشنی کے آثار نمایاں ہیں! ایک ہلکے گلابی رنگ کی ساڑھی۔ کلائی میں تین تین سونے کی باریک چوڑیاں۔ بازو پر گجراتی فیشن کا خوبصورت مرصع بازو بند۔ ساعد یاسمین شانوں تک عریاں عموماً فی زمانہ گجرات میں جو لباس مروج ہے شانتا اُس کا ایک نمونہ ہے . . . . . ؟

شانتا کمرہ میں ٹہل رہی ہے۔ وسط کمرہ میں میز پر جیومیٹری کی کتاب نصف کھلی ہوئی ہے۔ شانتا کے مُنہ سے مندرجہ بالا انگریزی کلمات بار بار ادا ہو رہے ہیں۔ اُس نے کتاب پر ایک یاس کی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اس امتحان سے خدا کی پناہ۔ پڑھتے پڑھتے دم نکل جائے لیکن نتیجہ کا پھر بھی خدشہ لگا رہتا ہے۔ رات بھر جاگتی رہتی ہوں مگر جیومیٹری یاد نہیں ہوتی۔ اگر جوابات غلط ہوں۔ تو پنڈت جی کلاس میں الگ مذاق اُڑائیں۔ میرے لئے تو یہ خفت اور تحقیر کچھ موت سے کم نہیں . . . . . سوامی ویویکانند اور . . . . مہاتما گاندھی جی کے نقشِ قدم پر اگر مجھے چلنے کی . . . . . ؟

پتا جی بھی فضول میرے میٹرک پاس ہونے کی ضد پر اڑے ہوئے ہیں . . . . . اب مجھے لامحالہ میٹرک کا امتحان دینا ہی پڑیگا . . . . . سوائے اس کے چارہ ہی کیا ہے . . . . اسکول کی زندگی بھی عجب . . . . . ؟

میٹرک میں گلاب چند اور ٹیک چند دو نوجوان زیر تعلیم ہیں۔ ۔ ۔ ۔ سُنا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گلاب چند تو بدچلنی کے الزام میں سکول سے خارج کر دیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ٹیک چند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس پر ٹھگائی کا مقدمہ دائر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان دونوں نوجوانوں میں سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "؟

شانتا یکایک خاموش ہو گئی اور چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ کمرہ میں اپنے سوا کسی کو نہ پا کر ایک صوفے پر دراز ہو گئی۔ میز سے جیومیٹری کی کتاب اُٹھا کر سینہ پر رکھ لی۔ آہستہ آہستہ گانا شروع کیا۔ آنکھوں میں نمی پیدا ہوئی۔ دل کیفِ شباب سے مخمور ہو کر لہرانے لگا۔ ہوا کے سرد جھونکے چل رہے تھے۔ رات بھی زیادہ گذر چکی تھی۔ نیند نے غلبہ کیا۔ شمع گُل کر دی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

(دوسرا منظر)

شانتا کی والدہ (رمبھا) دروازہ کے قریب آکر رُک جاتی ہے۔ یہ ایک پختہ عمر کی قد آور حسین عورت ہے۔ ناز و نعم اور بیفکری نے اس کے شباب رفتہ کی پردہ داری کر رکھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

رمبھا۔ (آہستہ آہستہ) شانتا تو بہت گہری نیند میں سوئی ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کمبخت پڑھنے کی کتاب ہمیشہ اس کے سینہ پر چڑھی رہتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم جب اسکول جایا کرتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت نہ جیومیٹری تھی نہ سائنس ۔ ۔ ۔ ۔ معمولی تعلیم ہوتی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اب تو نیا زمانہ ہے۔ نئی روشنی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ نئے نئے خیالات ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب وہ زمانہ کہاں ۔ ۔ ۔ ۔ کرم چند سیٹھ بھی ناحق بضد ہیں کہ شانتا میٹرک پاس ہو۔ زاں بعد شادی کرینگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور شانتا کے والد بھی بس کرم چند سیٹھ ہی کو پا گئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ آہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری لاڈلی شانتا کو وہ کریہ المنظر انسان کیسے پسند آئیگا ۔ ۔ ۔ ۔ آج شانتا کو دکھلانے کے لئے سیٹھ کے مکان پر لیجانا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی نیا بہانہ تراشنا چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

آواز دیکر۔ شانتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اری شانتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰ بج چکے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اُٹھ ۔ ۔ ۔ اتنک پیر پھیلائے سو رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

شانتا۔ (اُٹھ کر) کیوں آج اس قدر جلدی کس لئے ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آج تو سکول بھی بند ہے۔

رمبھا۔ بیٹی ۔ ۔ ۔ ۔ آج ۱۱ بجے کرم چند سیٹھ کے مکان پر جانا ہوگا۔

شانتا۔ کیوں ؟

رمبھا۔ ان کے داماد لہر چند سیٹھ کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو ہمیں تعزیت کے لئے جانا چاہیئے۔

شانتا - ایسے ہیولی کے مکان پر جانے سے کیا فائدہ . . . . کمبخت . . . . . ؟

رمبھا - (قطع کلام کرکے) نہیں بیٹی۔ شریف انسان ایسے غیر مہذب فقرے زبان سے نہیں نکالتے -

شانتا - لیکن وہ انہیں الفاظ کا مستحق ہے تین تین بیویوں کا بھوگ لے چکا ہے۔ اب پرکھیو جاتے کس غریب کی باری ہے -

رمبھا - دنیا چاہے کچھ بھی کہے۔ کہنے دو۔ ہمیں اس سے کیا واسطہ۔ ہمارے تعلقات تو برے نہیں . . . ؟ چلو جلد نہا دھو کر تیار ہو جاؤ . . . . . ؟

شانتا - لیکن میری وہاں کونسی ضرورت ہے . . . . مجھے تو کرم چند چچا کی صورت سے ہی نفرت ہے۔ میں تو نہیں جاؤنگی -

رمبھا - لڑکی! . . . . پاگل تو نہیں ہوئی . . . . چل جلدی کر۔ تیرے پتا جی سنیں گے تو اور خفا ہونگے میں جاتی ہوں . . . . . نہا کر نئے کپڑے تبدیل کرلے - (جانا)

شانتا - (اپنے آپ سے) خدا جانے نئے لباس کی کیوں تاکید ہو رہی ہے . . . . پرانے خیالات کے لوگ بھی عجب ہوتے ہیں . . . . ؟

(تیسرا منظر)

شانتا کے والد (ڈونگر شی) قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے صافہ لپیٹ رہے ہیں۔ دبلا پتلا جسم۔ رخسار اور آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ قیافہ سے انکی حالت حاضرہ خصوصاً مستقبل بہت تاریک معلوم ہوتی ہے انگرکھا زیب تن کرتے ہوئے بڑبڑا رہے ہیں۔ وسو دیو سُتن دیو کنس چاڑور مردن . . . . ؟ (رمبھا کا آنا) شانتا کے والد ڈونگر شی - (آہستہ سے) کیوں آپ لوگ تیار ہو گئے کیا؟ . . . . لیکن لڑکی بڑی چالاک ہے . . . . ضرور سمجھ گئی ہوگی . . . . ہاں دیکھو . . . . شانتا کو خوب بنا سجا کر لے جانا . . . . . کرم چند سیٹھ ایسی ہستی پھر ملنا محال ہے . . . . یہ تو کہئے کہ ہم لوگوں پر ایشور کی مہربانی کہ ان کی تیسری بیوی کا انتقال ہو گیا . . . . ہمیں اور کچھ دیکھنے کی ضرورت نہیں . . . . بس گھرانا اچھا اور متمول ہو . . . . واقعی سیٹھ صاحب بہت ہی لائق اور شریف آدمی ہیں . . . . ؟

رمبھا - (قطع کلام کرکے) مجھے زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے . . . . ہاں اپنی شانتا ذرا جلد باز اور الھڑ ضرور ہے۔ اگر وہاں خاموش رہی تو بہتر . . . . ورنہ تمام معاملہ بگڑ جائیگا -

ڈونگر شی - خیر تم تو پرماتما کا نام لو اور جاؤ۔ میں دکان پر جاتا ہوں -

(رمبھا کا جانا)

چوتھا منظر

کرمچند سیٹھ کا آفس۔ جابجا قالین اور تکیئے آراستہ ہیں دیوار پر شری ناتھ جی ورنچھوڑ جی و گوسوامی جی وغیرہ کی لائف سائز کی تصاویر آویزاں ہیں سیٹھ جی اپنی خاص نشست پر رونق افروز ہیں عجیب ناہموار جسم۔ سیاہی مائل رنگ ہیں برص کے سفید بدنما داغ۔ توند حدِ اعتدال سے متجاوز۔ سامنے بڑے بڑے ڈالوں کی مالا رکھی ہوئی ہے۔

سیٹھ۔ (خود سے) ڈونگرشی بھائی نے آج اپنی بیوی اور لڑکی کو یہاں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ . . . وقت قریب ہے . . . ذرا خضاب لگا لوں . . . . اس عمر میں جوانی کا پارٹ ادا کرنا ہوگا . . . . سنتا ہوں کہ میری گذشتہ بہن بیویوں سے یہ کنیا بہت ہی حسین ہے . . . . آجکل ہر طرف تعلیم کا چرچا ہے۔ . . . . میں نے بھی اس کے والد سے میٹرک پاس کرانے کے لئے کہا تھا . . . . . ہماری تعلیم کس کام کی . . . . البتہ اگر بیوی تعلیم یافتہ ہو تو صحیح معنوں میں ایک گوہر بے بہا ہے . . . . !

(کچھ عرصہ بعد) سیٹھ صاحب کپل کانٹوں سے لیس۔ خضاب وغیرہ لگا کر اکڑے ہوئے دالان کا طواف کر رہے ہیں۔

(شانتا اور اس کی والدہ کو ملازمین اسی جگہ لے آئے)

سیٹھ جی۔ (مسکراتے ہوئے) آیئے . . . . آیئے . . . . . رمبھا بہن . . . . آیئے . . . . ہیرا ابھی باورچیخانہ سے آرہی ہے۔

رمبھا۔ (تعجب سے) کیا ہیرا بہن (سیٹھ جی کی بیوہ لڑکی) ابھی تک باورچیخانہ میں ہیں۔ واقعی مالدار لوگ بخیل بھی بہت ہوتے ہیں۔ اگر ایک باورچی ملازم رکھ لیا جائے تو بہت آسانی ہوگی۔

سیٹھ جی۔ (سنجیدگی سے) رمبھا بہن . . . . آپ عقلمند ہو کر ایسی باتیں کرتی ہیں . . . . باورچی سے ہمارا نباہ مشکل ہے . . . . برہمن باورچی بہت غلیظ اور بُرے خیالات کے ہوتے ہیں . . . . (شانتا کی طرف دیکھ کر) ہاں . . . . . یہ تو شاید آپ کی . . . . . . ؟

رمبھا۔ (قطع کلام کر کے مسکراتے ہوئے) یہ میری شانتا . . . . . . ؟

سیٹھ جی۔ ہاں ہاں یاد آیا . . . . . خوب . . . . . شانتا نام ہے . . . ڈونگرشی بھائی سے اکثر تذکرہ سنا کرتا تھا . . . . . . لڑکی بالکل غریب گائے ایسی ہے . . . . . کیا میٹلک (میٹرک) میں تعلیم پا رہی ہے۔

شانتا۔ (بے اختیار ہو کر) اچھا . . . . . پہلے بولنا سیکھئے . . . . . میٹلک نہیں میٹرک کہئے

. . . . آپ کی قدامت پسند آنکھیں اب جدت کے تماشے دیکھ رہی ہیں . . . . لڑکی . . . واقعی مظلوم . . . . اور بقول آپ کے غریب گائے ایسی . . . . . ؟

رمبھا۔ شانتا کیا بک رہی ہے۔ سیٹھ کو صدمہ ہوگا۔

شانتا۔ کیا صحیح بات کہنے پر بھی صدمہ ہوگا ؟

سیٹھ۔ (مسکراتے ہوئے) ہم قدامت پسندوں کو تو ایسی معمولی باتوں کا صدمہ ہوتا ہی نہیں۔ ہمارا دل سمندر ایسا وسیع ہے۔

شانتا۔ (مسکراتے ہوئے) پیٹ البتہ سمندر ایسا وسیع ہے . . . . لیکن . . . . دل بہت تنگ ہے ؟

رمبھا۔ (غصہ سے) شانتا . . . . . بس اب حد ہو چکی . . . . (سیٹھ سے مخاطب ہو کر) معاف کیجئے لڑکی ابھی نادان ہے۔

شانتا۔ میں کوئی دشمنی سے تو نہیں کہہ رہی۔ کرم چند چچا تو بمنزلہ میرے والد کے ہیں۔

رمبھا۔ (غصہ سے دانت پیستے ہوئے) شانتا چھوٹا منہ اور بڑی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ (گفتگو کا پہلو بدل کر) ہاں سیٹھ صاحب۔ غریب ہیرا تو عین عنفوان شباب ہی میں بیوہ ہو گئیں . . . . . افسوس . . . . . ؟

سیٹھ جی۔ (سرد آہ کھینچتے ہوئے) ہاں . . . . ہمارے داماد امرچند سیٹھ بہت ہی منکسر المزاج اور لائق آدمی تھے۔ ہم نے ہیرا کی شادی ۱۱ سال کی ہی عمر میں کر دی تھی . . . . . وہ لوگ بھی بہت آسودگی سے زندگی بسر کر رہے تھے . . . . . لیکن قسمت کا کیا گلہ . . . . . ؟

شانتا۔ (بے اختیار ہو کر) اب جانے دیجئے چچا صاحب . . . . اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی ۸۰ سالہ مُردے کے ساتھ کرتے ہوئے آپ کو . . . . . . ؟

رمبھا۔ (قطع کلام کر کے) شانتا . . . . . . میں پھر کہتی ہوں . . . . . ذرا خاموش بیٹھ . . . . سیٹھ تو بڑے دل کے آدمی ہیں دوسری جگہ تیری کیا قدر ہوگی . . . . معاملہ پلٹتے دیکھ کر) اچھا سیٹھ صاحب . . . . . . اجازت چاہتی ہوں۔ اب تو بارہا ملاقات کا سابقہ ہوگا . . . . ؟

سیٹھ۔ (لجاجت سے) ہیں آپ لوگوں کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا۔ آپ کا مکان ہے۔ جب جی چاہے تشریف لایئے . . . . . . ہاں شانتا واقعی بڑی چالاک ہے . . . . . . اگر ایسی ہی حاضر جواب ہے تو کسی کی کیا مجال۔ کہ کچھ گفتگو کر سکے۔ مجھے اس کی یہ حاضر جوابی بہت پسند آئی

(دونوں کا جانا)

(پانچواں منظر)

چند ماہ بعد شانتا میٹرک پاس ہوگئی۔ اسکے والدین نے اُسکی خلاف مرضی کرم چند سیٹھ سے اُسکی شادی کردی۔

یہ پہلی رات جو دنیا میں بلحاظ عیش وعشرت کے ایک امتیازی شان کی مالک ہے۔ شانتا ایک جامنی رنگ کی ساڑھی جو عموماً گجرات میں شادی کا لباس ہے پہنے ہوئے ایک صوفے پر غمزدہ بیٹھی ہے۔ اسکے دل و دماغ مختلف مکروہ خیالات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے کمرہ خواب آراستہ تھا۔ برقی قمقمے آنکھوں کو چندھیا رہے تھے سیٹھ ایک عمدہ آرام دہ مسہری پر بصد تمکنت بیٹھے ہوئے پان چبا رہے تھے۔

سیٹھ۔ (خوشامدانہ لہجے میں) آج میرے مکان میں چاند طلوع ہوا ہے... جس نے میرے دل و دماغ کو روشن و منور کردیا.... یعنی .... تمہارے ایسا ایک گوہر بے بہا مجھے سپرد کیا گیا... پیاری تمہیں معلوم ہے کہ آج کونسی رات ہے۔ آج وہ رات ہے، جس کی سحر انی میں شاعر زمین و آسمان ایک کردیتا ہے... کئی ناکام اس رات کی حسرت دل میں لئے ہوئے دنیا سے چل دیتے ہیں... ... پیاری ایشور کی کرپا سے ہمیں یہ وقت دیکھنا نصیب ہوا ہے... تم خاموش کیوں ہو.... اب تو ہم ہمیشہ کے لئے رشتۂ ازدواج میں منسلک کردئے گئے.... آؤ.... قریب آؤ۔

شانتا۔ (دل میں) اس غریب کو کیا معلوم کہ وہ پانچ منٹ بعد کچھ تباہی تماشا دیکھے گا۔ (سیٹھ سے) افسوس ہے کہ میں آپ کی خواہش پوری کرنے سے قاصر ہوں۔

سیٹھ۔ (تعجب سے) شانتا... تمہارے منہ سے یہ کیا الفاظ ادا ہو رہے ہیں.... ذرا خیال کرو۔ آج اگر ہم چاہیں تو بہشت کو صفحۂ ارضی پر لا سکتے ہیں۔

شانتا۔ بہشت اب بہت جلد زمین پر اُتر آئیگی.... اور میں آپ سے قبل اس میں داخل ہو جاؤنگی۔

سیٹھ۔ شانتا.... تمہاری باتوں سے نفرت کی بُو آتی ہے... تم ہی سوچو کہ دو دلوں کی تفریق سے بہشت زمین پر کیسے آسکتی ہے۔ بلکہ اور دُور ہو جائے گی۔

شانتا۔ میں بہشت کو یہاں بلانے سے اپنا وہاں جانا بہتر خیال کرتی ہوں۔

سیٹھ۔ میری آغوش میں آجاؤ تو گویا بہشت کے قریب ہو جاؤ گی.....؟

شانتا۔ (تیوری بدلکر گھبرائی ہوئی آواز سے) خاموش... تیرے منہ میں بہشت کا لفظ موزوں نہیں معلوم ہوتا... .... ہیرے کی کنی کا اثر اب میرے جسم میں ہونا شروع ہو گیا ہے؟

سیٹھ۔ (یکایک چونک کر خوف و تعجب سے) ہیں....؟ سیٹھ کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

شانتا۔ (ایک دلدوز چیخ کے ساتھ) بھاگو.... کرم چند سیٹھ بھاگو... کچھ عرصہ بعد میری لاش کو آغوش میں لے لینا....؟

زہر کا اثر رگ و ریشہ میں پھیل چکا تھا۔ زبان میں لکنت آواز بھرائی ہوئی۔ گلاب کی مانند شگفتہ چہرہ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح زرد پڑ گیا تھا۔

شانتا۔ آہ.... سیٹھ.... تیسری عورت کے بعد یہ چوتھی عورت بھی چلی....؟ ایک سخت ہچکی کے ساتھ بدنصیب شانتا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی... ہائے.... عبرت....؟

(ترجمہ)

یتیم بچّہ

(از مرزا محمد عمر بیگ برادر حضرت عنیؔ الہ آبادی)

ایک نو سالہ بچہ جس نے ابھی دنیا کو اپنے مکان کی چہار دیواری سے زیادہ وسیع نہ سمجھا تھا سڑکوں پر ایک بکس گلے میں ڈالے ہوئے جس میں چند بیڑے پان کے اور دو چار بنڈل بیڑی سگریٹ کے پڑے ہیں گشت کرتا پھرتا ہے ہر شخص پر اسکی نظر ایک ادائے خاص سے پڑجاتی ہے جو اسکے قریب ہو کر گذرتا ہے۔ گویا زبان کے بجائے اسکی آنکھ جس میں کہ قدرت نے جوہر شرافت کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا ان سے ملتجی ہے کہ میں مصیبت زدہ ہوں میرے لئے خدا میری امداد کرو۔ مگر زمانہ ایسا پر آشوب ہے اور فلک کج رفتار نے ایسی ایسی جلیل القدر ہستیوں کو زیر و زبر کر دیا ہے کہ جسکی نظیر نہیں ملسکتی۔ انہی فلک کے ستائے ہوئے افراد میں سے یہ بچہ بھی ہے جسکی خورد سالی پر فلک کو رشک آیا اور بالآخر کو بکو بھیک منگوا کر چھوڑا۔ یہ غریب بچہ ایک معزز خاندان کا رکن ہے اسکے والد ماجد ایک اسکول میں ہیڈ مولوی تھے تنخواہ بھی معقول تھی گھر میں خرچ صرف ایک مولوی صاحب اور انکی اہلیہ اور بجز ان صاحبزادے کے کسیکا نہیں تھا مگر جو آمدنی ہوتی تھی۔ کھانے پینے سے جو کچھ پس انداز ہوتا تھا مولوی صاحب جو ایک بہت ہی نیک نفس اور خدا ترس برگزیدہ بندے تھے کل کار خیر میں صرف کر دیتے تھے اور مہینہ بمشکل تمام بہت عسرت کیساتھ گذارتے تھے انکی اہلیہ جو اُن سے بھی زیادہ حلیم اور سخی واقع ہوئی تھیں اس عسرت کی زندگی کو دنیا کی اولوالعزم شہزادیوں کی خوشگوار زندگی پر ترجیح دیتی تھیں۔ ہائے اس نیک نفس باپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مجھ رحمدل اور سخی باپ کے بیٹے کو ایک روز گلی گلی تلاش معاش کیلئے پان سگریٹ بیڑی کا بکس گلے میں ڈالکر پھرنا ہوگا۔ جس وقت مولوی صاحب نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف مراجعت کی مکان میں صرف یہ دو نفر اور بجز نام اللہ کے از قسم سیم و زر یا نقدی کچھ نہ چھوڑا تھا۔ بچاری اہلیہ مولوی صاحب جنہوں نے ایک شریف گھر میں جنم لیا تھا اور نیز مولوی صاحب ایسے نیک نفس کی شریک زندگی تھیں انکی صحبت سے کچھ تھوڑا بہت شد بد کر لیا تھا جو اس آڑے وقت کام آیا۔ اور انہوں نے ایک زنانہ مدرسہ لڑکیوں کا کھول دیا جس میں دو چار لڑکیاں آنے لگیں اور یہ دونوں ماں بیٹے کسی طرح اپنی زندگی بسر کرنے لگے مگر جب اس نیک بخت بی بی نے دیکھا کہ اب گذارا میری محنت مزدوری پر اکتفا نہیں کرتا تو بامر مجبوری اپنی چھاتی پر پتھر رکھکر اپنے نازوں کے پالے لخت جگر کیلئے ایک بکس بنوا کر چند بیڑے پان اور بیڑی و سگریٹ خرید کر اُسکی چھوٹی سی گردن میں کہ ابھی چند روز ہوئے مولوی صاحب ایسے نیک سیرت کے دست شفقت حمائل ہوتے تھے بکس کا فیتہ اپنے کمزور ہاتھوں سے ڈالکر آنسو کی جھڑیاں جو ابر نیساں سے کم وقعت نہ رکھتی تھیں اپنے سے جدا کر کے بازار میں فروخت کرنے کیلئے روانہ کر رہی ہیں۔ ہائے ناکامی تیرا برا ہو۔ لے برگشتہ قسمت تو اس چھوٹے سے بچہ کے کیسے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی ہے کہ اس کا پیچھا چھوڑتی نظر نہیں آتی ہے۔ اب صبح سے نکلے ہوئے اس بچّہ کو دوپہر ہوگئی ہے گرمی کا زمانہ ہے مئی جون کا مہینہ ہے گرمی

اپنے پورے شباب پر ہے اُمرا خس خانہ میں شربت برف سے لطف اندوز ہو رہے ہیں متوسط درجہ کے لوگ اپنے اپنے مکانوں میں
بڑے آرام سے میٹھی نیند سو رہے ہیں مگر یہ مصیبتوں کا مارا آفت کا ستایا معصوم بیکس یتیم بے آب و دانہ صبح سے آفتاب کی تپش اور زمین
کی حرارت کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا اس امید پر کہ کچھ بک جائے تو واپس جا کر ماں کو دے تاکہ وہ ضعیفہ کچھ خورد و نوش کا سامان
کرے ہر سو پھیری لگا رہا ہے مگر اس وقت تک غریب نے ایک پیسہ کا بھی مال نہیں بیچا۔ بچہ مایوس ہوا ایک گلی سے گذر کر صدر سڑک
پر پہنچا اُس کا ننھا سا کلیجہ بھوک پیاس کی وجہ سے بیٹھا جاتا تھا وہ اس حالت میں چند قدم اور آگے بڑھا ہی تھا کہ اُسکے ننھے ننھے
پاؤں نے بھی اُسکی معاونت نہ کی اور جواب دیدیا بوجہ نقاہت اور ضعف گرسنگی و تشنگی کے عین وسط سڑک پر یکایک گر کر بیہوش
ہو گیا۔ خدا کے نیک بندے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ راہگیروں کو اُس پر ترس آیا اُٹھا کر سڑک کے کنارے سایہ میں اُسے ہوش
میں لانے کی کوشش و تدبیر کرنے لگے بہزار دقت اس یتیم نے آنکھ کھولی پہلا لفظ جو اُس کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ للہ
مجھے ٹھنڈا پانی پلا دو مجھے شدت کی پیاس لگی ہے لوگ ہر چہار طرف سے پانی لانے کیلئے دوڑے اُس اثنا میں ایک
UP TO DATE فیشن ایبل صاحب سر پر ترکی ٹوپی آنکھوں میں دھوپ کا چشمہ عمدہ حیدرآبادی وضع کی شیروانی ڈاسن کا بوٹ
علیگڈھ کٹ پائجامہ ڈانٹے ہوئے اُدھر سے گذرنے لگے بھیڑ دیکھ کر اُنکو بھی خیال ہوا کہ چلکر دیکھیں تو کیا ماجرا ہے وہاں جا کر
دیکھا تو اُنکا حقیقی بھتیجا بے آب و دانہ ہونے کی وجہ سے غش کھا کر گر پڑا ہے اور راہگیر اسکی اعانت کر رہے ہیں۔ مگر واہ ری وضعداری
کہ زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ غریب یتیم جو اب پانی پی کر ذرا ہوش میں آیا تھا نظر اُٹھا کر ہر سو اپنے محسنوں کو دیکھ رہا تھا۔
اُسکی نظر اپنے چچا پر پڑی وہ یکایک جوش مسرت سے کھڑا ہو کر اُنکے قدم سے لپٹ کر رونے لگا اور گویا ہوا کہ چچا جان صبح سے
میں بھوکا ہوں۔ اس وقت تک ایک پیسہ کا بھی مال فروخت نہیں ہوا مجھے بوجہ گرسنگی غش آگیا تھا کہ سب صاحب جو کھڑے ہیں ہزاروں
کوشش کر کے مجھے ہوش میں لائے ہیں للہ میرے حال پر رحم فرمایئے اور دو پیسہ دیجئے تاکہ میں کچھ کھا کر پانی پی لوں چچا جان کا
پارہ حرارت ایک تو گرمی ہی نے بڑھا رکھا تھا دوسرے یہ الفاظ نشتر کا کام کر گئے۔ مگر خودداری جو انکی گھٹی میں پڑی تھی جوش
میں آگئی اور فوراً ہی تیوری بدلکر اُس بیکس کو قدموں سے ہٹا کر ایک ٹھوکر رسید ہی تو کر دی اور کہنے لگے نامعقول تو جانتا
ہے میں کون ہوں تیرا چچا اور کوئی ہوگا۔ میرے تو کوئی بھائی تھا اور نہ کوئی بھتیجا ہے یہ کہکر بغیر اسکے کہ کچھ اُس یتیم کا
جواب سنیں آپنے اُس مجمع کو خیرباد کہا معاونین مصیبت زدہ یتیم کو یہ حرکت بہت ناگوار معلوم ہوئی بعض منچلے اور جوشیلوں
نے تو اول فول بک ہی دی اور بعض زد و کوب کو بڑھے مگر چند سنجیدہ اشخاص نے جو وہاں موجود تھے انکو اس حرکت سے
باز رکھا اور تھوڑا بہت چندہ کر کے اُس یتیم کو دیا کہ وہ اُسے لیجا کر اپنی بوڑھی ماں کو دے اُس یتیم لاوارث نے ان خیرات کے
چند پیسوں کو جو کبھی اُسکے گھر سے دئے جاتے تھے اشرفیوں سے کم نہ سمجھا اور لیجا کر اپنی ماں کو کل سرگذشت سنا دی۔
اُس غیور طبع ماں کو اپنے شوہر کے حقیقی بھائی پر بہت افسوس ہوا۔ مگر غریب کیا کرتی بقہر درویش بجان درویش صبر کیا
اُس غریب کے قبضہ قدرت میں جو بات تھی وہ یہ تھی کہ اپنے شریک زندگی کے غم میں چار آنسو بہالئے ادھر بچے آب و دانہ کے

خونِ جگر پیئے۔ اس نے اپنی اُداسی اپنے بچے پر زیادہ محسوس نہیں ہونے دی اور نہ اپنی زبان سے اس کے چچا کی مذمت کی۔ بلکہ ان خیرات کے پیسوں سے کچھ خورد و نوش کا سامان کیا اور اپنے لاڈلے کے جو صبح سے تلاش معاش کیلئے سرگرداں پھرا تھا لا کر سامنے رکھا اور اُسے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ اور بچے کو سونے کی ہدایت کر کے آپ لڑکیوں کو پڑھانے میں مشغول ہو گئیں۔ وہ غریب معصوم پلنگ پر لیٹتے ہی خراٹے لینے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو آنکھ کھلی اور اپنے ہوش و حواس درست پائے تو اُسکی نظر میں اپنی بیکسی کا نقشہ کھنچ گیا۔ وہ ابھی دریائے فکر میں غوطہ لگا ہی رہا تھا کہ ایک محبت بھری آواز نے اُسے چونکا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ امی جان! ابا میاں کا جب سے انتقال ہوا ہے اس وقت سے چچا جان نے مکان پر آنا ہی چھوڑ دیا۔ اور آج جبکہ میں بیہوشی سے اٹھا تھا دو پیسہ مانگنے پر مجھے ٹھوکر لگائی اور یہ کہا کہ نہ کوئی میرا بھائی تھا اور نہ میرے کوئی بھتیجا ہے۔ تیرا چچا اور کوئی ہوگا اس بیوہ کو یہ الفاظ تیر کی طرح پیوست قلب ہوئے اور غش کی سی حالت طاری ہونے لگی مگر فوراً ہی سر کو پکڑ کر اپنے نور نظر کو آغوش میں لے لیا اور خوب بھینچ بھینچ کر پیار کرنے کے بعد گویا ہوئی کہ بیٹا۔ یہ دنیا ہے۔ ہم لوگوں کو یہاں آزمایا جاتا ہے امتحانِ خداوندی ہوتا ہے جو کوئی اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے خدا اُسکو سرسبز اور دنیا و عقبیٰ میں سرخرو کرتا ہے تمہارے چچا جان کو تمہارے والد نے بطور اولاد کے تعلیم دی تھی پرورش کیا تھا۔ بجائے اسکے کہ وہ میرے اور تمہارے کفیل ہوتے دو پیسہ مانگنے پر نہیں اس قدر اذیتیں پہنچائیں اور تم سے قطعی بے تعلقی ظاہر کی یہ بھی قدرت کے کرشمے ہیں خدا ہر کس و ناکس کا وقت یکساں نہیں رکھتا۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی بادشاہی چشم زدن میں سلب کر کے کاسۂ گدائی ہاتھ میں دیدیتا ہے اور گدا کو پل میں تخت و تاج کا مالک کرتا ہے۔ اگر ہم حرماں نصیبوں کی قسمت میں یونہی گداگری ہے تو مجھے اُس میں اُسکی ذات سے نہ شکوہ ہے اور نہ شکایت اور اگر خدا نے اس امتحان کے بعد ہم کو مستقل پایا تو انشاء اللہ وہ زمانہ عنقریب ہے کہ تم دنیا میں ایک ایسی ہستی ہوگے جس پر میں تو میں تمہارے باوا جان کی روح بھی خوش ہوگی۔ بیٹا مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ باوجود اس قدر سختی کرنے کے بھی تم نے اپنے چچا کی شان میں کوئی گستاخانہ الفاظ نہیں نکالے ایک سعید فرزند کو یہی لازم تھا جو تم نے کیا اس فعل سے تم پر خدا اور رسول بہت خوش ہوئے ہونگے اور تمہیں اس صبر کے عوض ثواب عظیم عطا ہوگا۔

لڑکا۔ امی جان یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں کہ بزرگوں کی خدمت میں گستاخ ہونا گویا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے میں نے چچا جان کو جواب دیا یا نہیں دیا اس سے میری یا آپ کی آئندہ آنے والی مصیبتیں نہ تو کم ہو سکتی ہیں اور نہ ان میں اضافہ ہو سکتا ہے میں اسوقت جو سوچ رہا تھا وہ یہ کہ اپنے عسرت کیوجہ سے مجھے پان بیڑی سگریٹ بیچنے کیلئے کہا جس کی میرا ضمیر اجازت نہ دیتا تھا مگر اس پر صبر کر کے اسکو بھی کیا تو اُس میں کچھ فائدہ نظر نہیں آتا میرے خیال میں اس دن بھر کی جانفشانی سے افضل معلوم ہوتا ہے کہ میں سکول جا کر ہیڈ ماسٹر صاحب سے اپنی غربت کا تذکرہ کر کے

اسکول میں داخل ہو جاؤں اور امید قوی ہے کہ والد صاحب کی خدمات کا خیال کرتے ہوئے وہ بھی میری فیس معاف فرما دینگے۔

ماں۔ بیٹا نذیر احمد تم ابھی بچے ہو تمہارے اس پاکیزہ خیال نے جو میرے دل پر اثر کیا ہے وہ میں بھی خوب محسوس کر رہی ہوں میرے لاڈلے یہ تو سمجھو کہ دو وقت کا کھانا تو میسر نہیں ہوتا تمہاری کتابیں اور دیگر اخراجات کی کہاں کفیل ہو سکتی ہوں۔

نذیر احمد۔ واہ امی جان آپ نے بھی کیا بات سوچی ہے۔ آپ میری طرف سے بالکل مطمئن رہیں اسکول کی کتاب اور دیگر اخراجات کا میں خود کفیل ہو سکتا ہوں۔ مگر ہاں یہ کہ ایک وقت کا تمک خوا ہم کرنا بھی میرے امکان سے باہر ہے۔

ماں۔ بیٹا یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا تنگدستی نے میری عقل بھی سلب کر لی ہے؟

نذیر احمد۔ نہیں امی جان نہیں۔ آپ کی عقل و فراست میں ذرا کمی نہیں ہوئی۔

ماں۔ اچھا مجھے تسلیم ہے مگر تم للہ یہ معمہ جلد حل کرو۔

نذیر احمد۔ امی جان سنئے میں نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ پڑوس میں ڈپٹی شوکت حسین صاحب جن کا مکان ہمارے عقب میں واقع ہے۔ ان کے صاحبزادے عظمت علی نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ درجہ چہارم کی کل کتابیں مجھے دے دیں گے۔ اور اس کا معاوضہ کچھ نہ لیں گے۔

ماں۔ بیٹا اگر کتابیں مل گئیں تو روزمرہ کے اخراجات کا پیاں پنسل قلم کاغذ وغیرہ وغیرہ کا کہاں سے انتظام ہوگا۔

نذیر احمد۔ امی جان میں آپ سے یہ عرض کر چکا ہوں۔ کہ مجھے سوائے کھانے کے اور کچھ درکار نہیں۔ اب آپ مصر ہوتی ہیں تو سنئے۔ والد صاحب نے مجھے اس قدر تعلیم دیدی تھی۔ کہ میرا داخلہ درجہ چہارم میں بخوبی ہو سکتا ہے۔ اس درجہ میں وظیفہ کا امتحان ہوتا ہے۔ میں خوب کوشش کر کے پڑھوں گا۔ اور خدا نے چاہا تو وظیفہ کے امتحان میں اول رہونگا۔ جو لڑکا امتحان میں اول نمبر پاس ہوتا ہے۔ گورنمنٹ کی جانب سے چار روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے تو کیا یہ چار روپیہ میرے اخراجات کیلئے کافی نہ ہونگے۔

ماں۔ بیٹا خدا تمہیں راس لائے جاؤ اپنا داخلہ اسکول میں خوشی سے کراؤ میں بھی اپنی پوری قوت تمہاری تعلیم میں صرف کرونگی۔

نذیر احمد دوسرے روز صبح شوکت علی صاحب کے صاحبزادے کے پاس گیا اور ان سے درجہ چہارم کی کتابیں لیکر مکان واپس آیا اور ورق گردانی مشکل تمام ایک ہفتہ کی ہوگی کہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی تنگدستی اور اشتیاق تعلیم کا اظہار کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اس کے والد سے جو اسی اسکول میں ہیڈ مولوی تھے بہت خوش تھے اور انکی نیک خصلتوں نے انکے دل میں اچھی جگہ حاصل کر رکھی تھی جب انہوں نے ایسے نیک نفس کی اولاد کو ایسی عسرت کی حالت میں دیکھا اور شوق تعلیم پایا تو بطور امتحان چند کتابیں نکلوا کر پڑھوائیں اور دو چار سوالات کئے بعد نذیر کا داخلہ درجہ چہارم میں کر کے اسکی فیس بھی معاف کر دی۔ یہ زندگی کا پہلا دن تھا جو نذیر کو اسقدر کامیابی نصیب ہوئی خوشی خوشی اس یتیم بچہ نے اپنا دن درجہ میں گذارا اسکول بند ہونے پر امراء کے لڑکوں کیلئے موٹریں فٹنیں آئیں اور بعض لڑکے سائیکل اور تانگے پر اپنے اپنے مکانوں کو جانے لگے۔ مگر بیچارا غریب نذیر احمد جسکے جسم پر ثابت کپڑے بھی نہ تھے پا برہنہ پیدل مکان کو جا رہا ہے اسکی بیوہ ماں اپنے بچے کا

انتظار کر رہی ہے جونہی اس نے گھر میں قدم رکھا ماں نے دیوانہ وار جوش محبت میں آکر اُسے لپٹا لیا۔ اور پوچھنے لگی بیٹا اسکول میں ہیڈ ماسٹر صاحب سے کیا کیا باتیں ہوئیں۔

نذیر۔ امی جان وہی ہوا جو میں کہتا تھا میرا داخلہ بہت خوشی سے اسکول میں کر لیا اور والد صاحب کی دیرینہ ملازمت کا خیال کرتے ہوئے میری فیس بھی معاف کر دی اُس غریب بیوہ نے یہ سنتے ہی وضو کیا اور فوراً دوگانہ ادا کیا اور بہت ہی گریہ زاری کی کہ خداوندا میرے اس یتیم کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔

غرضیکہ نذیر احمد کا اب یہ روزمرہ کا دستور تھا کہ صبح اُٹھ کر نماز وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مدرسی کتابوں کا مطالعہ کرتا اور جو کچھ میسر ہوا اُسے صبر و شکر کے ساتھ کھانے کے بعد اسکول جانا اور خوب محنت سے اپنا سبق یاد کرنا ماسٹر صاحبان کو اول تو اسکی غربت پر بہت رحم آتا تھا دوسرے اس کی ذہانت اور سعادتمندی نے اس میں اور چار چاند لگا دئیے وہ اپنے ہم مکتبوں میں ممتاز تھا ماسٹر اسکو بہت محبت اور پیار کی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اللہ اللہ کر کے سالانہ امتحان کا وقت آیا اُمرا و جنکے والدین صاحب حیثیت تھے اپنے اپنے بچوں کیلئے مکانوں پر ماسٹر رکھوا کر کورس کی تیاری میں مصروف تھے اور یہ غریب نذیر احمد جسکے دو وقت کھانے کا بھی انتظام نہ تھا اپنی کتابوں کو لئے ہوئے مٹی کے چراغ کے سامنے بیٹھا ہوا اور دل میں ہجوم ارمان لئے ہوئے محو مطالعہ کتب رہتا ہے اسکی ماں اپنے بچے کی اس محنت کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے کہ میرا بچہ اس درجہ محنت کرتا ہے اسکی غذا معقول نہیں ہوتی خدا اسکی تندرستی اور دماغ میں قوت عطا فرمائے۔ یہ کڑا زمانہ محنت کا گذر کر تاریخ امتحان مقرر ہوئی اور پرچے ہونے لگے اس یتیم اور لاوارث بچے کو جس قدر امتحان میں شرکت کی خوشی تھی اُسی قدر اسکی ماں ملول خاطر رہا کرتی تھی۔ اور یہ خیال کرتی تھی کہ جس بچہ کا کوئی نگراں نہ ہو اُس کا نہ معلوم امتحان میں کیا حشر ہوگا؟ پرچے برابر ہوتے رہے اور لڑکا بہت خوش خوش آکر ماں کو مبارکباد دیا کرتا تھا کہ امی جان میرا پرچہ آج بہت اچھا ہوا امید ہے کہ اول نمبر ضرور ہونگا غرضیکہ امتحان ختم ہوتا ہے اور نتیجہ کے دن جس قدر یہ لاوارث بچہ خوش و خرم نظر آتا تھا اتنی مسرت اور شادمانی کسی اور لڑکے کے چہرے پر عیاں نہ تھی جس وقت نتیجہ سنایا گیا تو وہی ہوا جس امید پر لڑکے نے اتنی جانفشانی کی تھی یعنی اول نمبر میں اپنے درجہ میں پاس ہوا اور اُس کا وظیفہ چار روپیہ ماہوار مقرر ہوگیا یہ غریب لاوارث بچہ پابرہنہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے جوش مسرت سے افتاں و خیزاں اپنے مکان کو روانہ ہوا ماں مُصلےٰ بچھائے گریہ زاری کر رہی تھی کہ الٰہی مجھ بیوہ کے یتیم کی لاج رکھیو اور اپنی شان کریمی سے اُسے کامیاب فرمائیو۔ نذیر جونہی مکان میں داخل ہوا ماں دیوانہ وار اُٹھ کر لپٹانا ہی چاہتی تھی کہ قدموں سے لپٹ کر کہنے لگا کہ امی جان کو مبارک ہو میں اول نمبر میں کامیاب ہوا ہوں اور وظیفہ بھی مقرر ہوگیا ہے ماں نے بچہ کو قدموں سے اُٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور خوب بھینچ بھینچ کر اُسکے رخساروں کے بوسے لئے اور فوراً ہی نماز شکرانہ ادا کرنے کیلئے سجدے میں گر گئی۔ اب نذیر اس چار روپیہ میں سے کچھ کچھ پس انداز کر کے ماں کو دینے لگا اور بقیہ اپنے ماہواری خرچ میں لاتا تھا اس کے امتحانوں کا سلسلہ یونہی برابر انٹرنس تک جاری رہا اور ہر سال اول آکر وظیفہ کا برابر مستحق رہا۔

اب نذیر احمد سترہ سال کا تھا۔ دنیا کے نشیب و فراز سمجھنے میں اسکو کافی عقل تھی وہ ایک جگہ ٹیوشن بھی کر لی تھی اس کی حالت اب ایسی نازک نہ تھی جیسی صغیر سنی میں تھی اس کی ماں صرف معلمہ ہی نہ رہ گئی تھی بلکہ وہ ایک خیر گیران میاں نذیر کی تھی یہ زمانہ شباب کا ایسا ہوتا ہے کہ ہر بچے کے والدین خواہ کیسے ہی غریب ہوں شادی کی گھڑی اور اپنے لاڈلے کے سر پر سہرا اور کمر میں بدھی ضرور دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ یہ جذبات ہونہار نذیر احمد کی والدہ کے دل میں بھی پالے جاتے تھے اس نے اکثر خیال کیا کہ نذیر کے گوشگزار کر کے اس کی رائے لے مگر اپنی غربت کو مد نظر رکھتے ہوئے چپ رہ جاتی تھی بالآخر ایک دن نذیر احمد سے تذکرہ کیا کہ بیٹا انٹرنس پاس ہو چکے کالج میں داخلہ بھی ہو گیا ہے اگر اپنی تعلیم کو قطع کر کے کہیں ملازمت کر لو تو تمہاری شادی کروں اور اپنی آنکھوں سے اس ضعیفی میں تمہاری چاند سی دولہن دیکھ کر اپنے پژمردہ دل کو شگفتہ کر لوں دنیا بہت ناپائدار ہے اگر خدانخواستہ اجل آن پہنچی تو دنیا سے یہ ارمان میرے ساتھ قبر میں جا کر دفن ہو جائینگے اور میری روح بھی قبر میں بے چین رہے گی۔

نذیر احمد نے بہت ہی سنجیدگی اور نیچی نظروں سے ماں کو جواب دیا کہ امی جان میری ونیز آپ کی تکلیفوں کے زمانے کا بیشتر حصہ گذر چکا ہے اب وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے نذیر احمد یتیم اور لاوارث بایوں کہئے کہ دولہن اور سگریٹ بیچنے والا ایک اجلاس کو رونق دیتا ہوا دنیا کو نظر آئیگا اور اس کی غریب بیوہ ماں جس نے معلمہ گیری اور سلائی کر کے اپنے بچہ کی پرورش کی تھی دنیا کی ممتاز ہستیوں اور باوقار افراد میں سے شمار کی جائیگی میں بیس پچیس روپیہ کی کلرکی کر کے آپ کو کیسے خوشحال اور فارغ البال دیکھ سکتا ہوں امی جان جس طرح میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ امتحان میں اول پاس ہو کر وظیفہ لونگا وہی خیال مجھے اس وقت تک دامنگیر ہے کہ ایم۔ اے اول نمبر میں پاس کروں تاکہ یونیورسٹی مجھے اپنے خرچ سے ولایت بھیجے اور میں وہاں جا کر I. C. S ہو کر آؤں اور کسی بڑے ضلع میں جائینٹ مجسٹریٹ ہونے کے بعد کچھ عرصہ میں کلکٹر ضلع ہو کر اپنی محنت و جانفشانی کا صلہ حاصل کر دوں اور آپ کی پرانی مصیبتوں اور رنج و غم کو بھلا کر ایک نئی دنیا میں داخل کروں۔ اس غریب بیوہ نے یہ سنکر فرط غم سے سر کو جھکا لیا اور کہا بیٹا تمہاری مستقل مزاجی اور ذہانت پر مجھے پورا بھروسا ہے خدا تمہیں تمہارے ارادوں میں کامیاب کرے آمین۔

نذیر احمد نے ایف اے اور بی اے کرنے کے بعد یونیورسٹی میں ایم اے کا امتحان اول نمبر میں پاس کر کے ڈگری حاصل کی اور یونیورسٹی کے خرچ سے ولایت جانے کا حکم ہوا۔ نذیر ڈپلوما حاصل کرنے کے بعد اپنی بیوہ ماں کے پاس حاضر ہو کر قدمبوس ہوا اور کہنے لگا کہ امی جان لو مبارک ہو کہ میں نے آج ایم۔ اے کا ڈپلوما حاصل کر لیا ہے اور عنقریب ہی ولایت جاؤنگا ماں یہ خبر سنکر باغ باغ ہو گئی مگر مفارقت کا سماں پیش نظر کر کے دنیا اس کی نظروں میں تاریک ہو گئی اس نے کہا بیٹا جب سے دنیا میں تمہارا وجود ہوا ہے اس وقت سے میں نے تمہیں ایک منٹ کیلئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا اب سات سمندر پار کی مسافرت اتنا دور دراز ملک جہاں سے ایک ماہ میں بذریعہ ڈاک خط و کتابت ہو کیسے جانے کی اجازت دوں میں تو تمہاری

مفارقت میں رو رو کر اندھی ہو جاؤنگی۔ دوسرے یہ کہ اب میں نے استانی کا کام بھی ترک کر دیا ہے میرا ذریعہ معاش کیا ہوگا تمہاری موجودگی میں جو کچھ تم ٹیوشن کرتے تھے اُس پر گزر ہوتی رہی۔ نذیر احمد نے اپنی ماں کو بیقرار دیکھ کر تسلی اور تشفی دی اور کہا کہ امی جان میں جانتا تھا کہ ایک دن یہ پیش آنا ہے میں نے اپنی ٹیوشن سے پس انداز کر کے ایک معقول رقم رکھ لی ہے میں کل پرسوں پوسٹ آفس سے لا کر آپ کو دیدونگا۔ آپ کیلئے اُس وقت تک کفیل ہوگی جب تک میں لندن سے واپس آؤں آپ بالکل مطمئن رہیں جب تک میری جان میں جان ہے ایک لمحہ بھی آپ کو متفکر نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بھی میری بہبودی کا پیش خیمہ ہے جو آپکے قدموں سے جدا ہو رہا ہوں ورنہ ایسی جرأت نہ کرتا۔ ماں اپنے اس یتیم و لاوارث بچے کا انتظام دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور آنچل اٹھا کر اسکی عمر درازی و ترقی کی دعائیں بارگاہ صمدیت میں مانگنے لگی! خدا خدا کر کے وہ دن آیا کہ لندن کی روانگی کیلئے نذیر احمد اپنی مادر مشفقہ سے اجازت حاصل کر رہے ہیں اور وہ بہزار دقت اپنے جذبات کو روک کر کمزور ہاتھوں سے امام ضامن باندھتے ہوئے رخصت کر رہی ہیں۔ نذیر احمد نے چلتے وقت ڈپٹی شوکت علی صاحب سے جو انکے پڑوس میں تھے استدعا کی تھی کہ وہ اُسکی عدم موجودگی میں اُسکی ماں کی خبر گیری کرتے رہیں۔ یہ بیچارے بہت نیک نفس اور عالی مرتبہ بزرگ تھے اور اس بچے کی ترقی پر بہت خوش تھے اور اسکی استدعا کو بہت خوشی کے ساتھ قبول کیا۔

نذیر احمد کے دن ولایت میں بہت خوبی سے گذرے امتحانوں میں اُس کا وہی حال رہا جو ہندوستان میں تھا یعنی اول نمبر میں کامیابی ہوتی رہی۔ چند ہی روز میں یہ لاوارث یتیم بچہ فارغ التحصیل ہو کر لندن سے واپس آیا۔ مکان پر ڈپٹی شوکت علی صاحب کو تار دیا کہ میں فلاں وقت اسٹیشن پر پہنچونگا۔ یہ خبر مسرت اثر سنکر وہ ضعیفہ جس نے اتنے دن مفارقت کے بہزار دقت کاٹے تھے پھولی نہ سماتی تھی جس وقت گاڑی اسٹیشن پر آئی ڈپٹی شوکت علی صاحب اور انکے صاحبزادے یہی دو نفر اُس کے استقبال کو موجود تھے۔ وہ گاڑی سے اُترتے ہی ان سے بغلگیر ہوا اور مزاج پرسی کے بعد اپنی والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت کی یہ معلوم کر کے کہ وہ اچھی ہیں بہت مسرور ہوا۔ راستہ خوشی کا بہت جلد طے ہو گیا۔ مکان میں ماں کو کسی پہلو قرار نہ تھا فرزند سعید کے انتظار میں بیچین تھی۔ جب گاڑی مکان کے دروازے پر پہنچی دیوانہ وار بے پردہ آن پہنچی۔ نذیر احمد نے اترتے ہی ماں کے مبارک قدموں پر گر کر سعادتمندی کا ثبوت دیا۔ ضعیفہ نے روتے ہوئے اُسے سینے سے لگا لیا اور اپنے شوہر کو یاد کر کے بہت روئیں کہ یہ مبارک گھڑی ان کو دیکھنا نصیب ہوئی۔ نذیر احمد بھی اپنے والد ماجد کی یاد میں خوب جی کھولکر رویا چونکہ یہ ولایت پاس شدہ تھے انکی تقرری فوراً ہی لکھنؤ میں ہو گئی اور ایک بنگلہ میں معہ اپنی والدہ محترمہ کے رہنے لگے اور اپنی ماں کی دلجوئی اور خدمت میں بیشتر حصہ اپنی فرصت کا گذارنے لگے۔ انکی ماں کے دل میں وہی جوش اور ولولے پھر موجزن ہوئے جو نذیر احمد کے انٹرنس پاس کرنے کے بعد ہوئے تھے اور انہوں نے ایک روز نذیر احمد سے کہا کہ بیٹا میری عمر اب کافی ہو چکی ہے تم نے اس وقت تک بحیثیت ایک سعید فرزند ہونے کے میری ہر بات مانی اور کوئی فروگذاشت خدمت گذاری میں نہ اُٹھا رکھی میری آخری تمنا یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے تمہارا سہرا دیکھوں۔ نذیر احمد نے خاموش ہو کر مسکراتے

ہوئے یہ کہا کہ امی جان مجھے آپ کے حکم سے کب انحراف ہوا ہے کہ جو آج عدول حکمی کرونگا۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ انکی ماں چونکہ اب بفضلہ بہت اچھی حالت میں تھیں لڑکے کی نسبت ایک تعلقدار اودھ کی صاحبزادی سے ٹھہرا کر عقد کی تاریخ مقرر کی۔ شادی میں اُمرا و رؤسا شہر و نیز شہر کے کل حکام شامل تھے صاحب کلکٹر نوشہ کے بغل میں رونق افروز تھے۔ شادی بالکل سادی وضع سے ہوئی۔ نذیر احمد کی ماں اپنی بہو سے بہت خوش ہیں ہمیشہ اسکی دلجوئی میں رہتی ہیں اور وہ سعیدہ بھی انکی خدمت اپنا فرض سمجھ کر برابر خدمت گذاری کرتی ہے۔ اب نذیر احمد جو چند سال ہوئے پان بیڑی سگریٹ بازار میں بیچنے کیلئے جاتا تھا اپنی محنت اور مستقل مزاجی کے باعث جائینٹ مجسٹریٹ ہیں۔ دنیا کی مسرتیں ان کے قدموں پر نثار ہو رہی ہیں اور وہ اپنی بیوی کی دلجوئی اور ماں کی فرمانبرداری و نیز کارمنصبی میں مشغول نظر آتے ہیں ٭

نقشہ کمی یا بیشی تعداد متعلقہ سکول

	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر	جنوری	فروری	مارچ
60												
50												
40												
30												
25												
20												
15												
10												

علامات کی تشریح

ا ج ب

خالی ستون ا ب کل تعداد مدرسہ

بھرا ہوا حصہ ج ب اوسط حاضری

مثال بالا میں خالی ستون یعنی ا ب سکول کی کل تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بھرا ہوا حصہ یعنی ب ج سکول کی اوسط حاضری کو ظاہر کرتا ہے۔

ہر ایک مہینے کی تعداد حاضری کا اس طرح اندراج کرکے کمرہ سکول میں آویزاں کیا جائے

ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز بنوں

آج کل کی شاعری

(از تسنیم نور محلی)

رہنمائے تعلیم لاہور کے مئی نمبر میں عنوان مندرجہ بالا سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں محمد فضل الرحمٰن صاحب صابری نے منظر صدیقی اکبرآبادی کی دو غزلوں کے سات اشعار جو بساطِ ادب آگرہ کے جنوری ۱۹۳۴ء کے پرچے میں صفحہ ۲۳ اور ۲۵ پر شائع ہوئے تھے تنقید لکھی ہے۔

۱۔ فصلِ بہار عیش گل ۔ میرے لئے حرام ہے	میں وہ خرابِ عشق ہوں ۔ جن کو جنوں سے کام ہے
۲۔ بزمِ جمال و ناز میں ۔ کیف کا انتظام ہے	پھول بھی کیا کلی کلی ۔ حسن کا ایک جام ہے
۳۔ اے دلِ نامراد چل ۔ نشترِ غم خرید لیں	بارگہ جمال میں ۔ آج تو اذنِ عام ہے
۴۔ آج جہانِ حسن میں ۔ جس نے بپا کیا ہے حشر	منظرِ نامراد کا ۔ نامۂ نا تمام ہے
۵۔ قدر شناسِ دل بھی ہیں ۔ ظلم سے وہ خجل بھی ہیں	پھر بھی جفا پرست ہیں ۔ معتقدِ وفا نہیں
۶۔ عشق سے اب اماں کہاں ۔ عشق اک بلائے جاں	عشق کی ابتدا تو ہے ۔ عشق کی انتہا نہیں
۷۔ انجمنِ جمال میں ۔ شرط ہے ضبطِ دردِ عشق	اے دلِ مبتلا خموش ۔ شکوہ یہاں روا نہیں

معترض کا اعتراض ہے کہ ان اشعار میں ازالۂ درمیانی جائز نہیں۔

چوتھے[۴] اور ساتویں[۷] شعر کے پہلے مصرعوں کے آخر میں مفاعلات آیا ہے۔ اور ساتویں[۷] شعر کے دوسرے مصرعے میں (اے دل مبتلا خموش) درمیانی مفاعلات موجود ہے۔ ان کے علاوہ باقی ہر جگہ نون غنہ کو تقطیع میں شمار کر کے اسے ازالۂ درمیانی کہ کر اعتراض کیا گیا ہے۔ حالانکہ نون غنہ تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا۔ خاصکر اس حالت میں کہ مصرعہ کے درمیان ہو۔ ہاں مصرعہ کے آخر میں نون غنہ کو تقطیع میں شمار کرنا اصول ہے کیونکہ اس صورت میں بنا جائز نہ ہوگا۔ مثلاً نہ ہم فریاد کرتے تھے نہ ہم فریاد کرتے ہیں اس صورت میں ہم اس مصرعہ کو بروزن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان لکھکر تقطیع کر لیتے ہیں۔ اگر کسی مصرعہ کے درمیان نون غنہ کو تقطیع میں شمار کیا جائے تو اس طرح تمام اوزان کے ارکان کی صورت بدل جاتی ہے۔ مثلاً مصرعہ۔ جناب نوح کی منشی سخن تحسین کے قابل ہے اگر اس مصرعے میں تحسین کے نون غنہ کو تقطیع میں شمار کیا جائے تو اسکا وزن یہ لکھنا پڑیگا مفاعیلن مفاعیلن۔ مفاعیلان۔ مفاعیلن اور یہ تقطیع خلافِ عروض ہے۔ یا درمیانی نون غنہ کو تقطیع سے خارج سمجھنا پڑیگا۔ یا درمیانی مفاعیلن کو مفاعیلان لکھنا پڑے گا۔ اگر مفاعیلن درمیانی کو مفاعیلان لکھنا جائز سمجھ لیا جائے تو ہر بحر میں ہر رکن کی صورت کے بگڑنے کا امکان ہے۔ درمیانی فعولن کو فعولان۔ درمیانی مفتعلن کو مستفعلان درمیانی فاعلاتن کو فاعلیان لکھنا پڑیگا۔ الغرض جس مصرعے کے درمیان میں نون غنہ آ گیا۔ اسی مصرعے کے درمیانی رکن کی صورت بگڑ گئی۔ درمیانی رکن کی صورت کو بگاڑنا جائز نہیں۔ اس لئے یہ لازم ہے کہ درمیانی نون غنہ کو تقطیع سے خارج سمجھا جائے۔ اگر ایسا نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مصرعے کے درمیان نون غنہ

کا آنا ہی جائز نہیں پس درمیانی نون غنہ کو ازالہ درمیانی کہہ کر غلط کہنا زبردستی ہے۔ اگر صابری صاحب کی رائے سے اتفاق کر لیا جائے تو پھر متقدمین و متاخرین اساتذہ میں سے کسی کا کلام بھی اس نقص سے بری نہیں۔ اور بقول صابری صاحب وہ تمام مسلم الثبوت اساتذہ جن کا نام و کلام اردو زبان کے لئے سرمایۂ فخر و مباہات ہے مستند شاعر بلکہ شاعر کہے جانے کے بھی مستحق نہیں۔ کیوں کہ ان کے کلام میں بھی یہی بات بکثرت موجود ہے۔ جس پر منظر صاحب کے اشعار میں اعتراض کیا گیا ہے۔ اور اس طرح ان تمام اساتذہ کا کلام بھی آج کل کی شاعری کے ضمن میں آگیا۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مرزا غالب	دیر نہیں حرم نہیں۔ در نہیں آستاں نہیں	بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم۔ غیر ہمیں اٹھائے کیوں
	دشنۂ غمزہ جاں ستاں۔ ناوکِ ناز بے پناہ	تیرا ہی عکسِ رُخ سہی۔ سامنے تیرے آئے کیوں
میر درد	پھنسیے کسی کی زلف میں۔ کب یہ ہمیں فراغ ہے	لیجئے بوئے شمیم ہی۔ سو بھی کہاں دماغ ہے
	شعلۂ دل کو ہر گھڑی۔ لے دمِ یاس مت بجھا	اپنی بساط میں تو یاں۔ ایک ہی چراغ ہے
	کس کی یہ چشمِ مست نے۔ بزم کو یوں چھکا دیا	شیشۂ دل ہر ایک ہیں۔ ورنہ بھرا خروش ہے
	بے خبروں کو پھر کہیں۔ دستِ قضا نہ چھیڑ تو	مثلِ حباب سرنگوں۔ شرم سے ہر ایاغ ہے
ناسخ	ذکرِ نزاکتِ بتاں ہے جو چمن کے درمیاں	فوجِ نسیم ہے زباں۔ گل سو بہ رنگ گوش ہے
شوق قدوائی	آئے کا آسرا کہاں۔ یاس سے وہ بدل چلا	دل میرا آنسوؤں کے ساتھ۔ بن کے لہو نکل چلا
مومن	پوچھا ہے اس نے کیا مری۔ بے خودی و قلق کا حال	ہوش نہیں حواس میں۔ تاب نہیں قرار میں
امیر مینائی	دل بھی خدا کا ہے مکاں۔ کیوں نہیں آتی ہے یہاں	ہوتی ہے عرش کو رواں۔ روز میری دعا عبث
	عیش کا دہر میں نشاں۔ دے گا کبھی نہ آسماں	گرگ سے ماہِ مصر کا۔ پوچھتے ہیں پتا عبث
دل شاہجہان پوری	واعظِ خود پرست ہی۔ مست مئے خودی ہے	مشربِ اہلِ ذوق میں۔ ذکرِ خودی حرام ہے
جوش ملسیانی	لالۂ صحنِ باغ ہوں۔ گو ہر شب چراغ ہوں	پھر بھی میں اک داغ ہوں۔ دامنِ روزگار میں
نوح ناروی	یہ ہے تیری نگاہ میں۔ وہ ہے تیری پناہ میں	کیوں نہ غرور دل کو ہو۔ کیوں نہ کرے جگر گھمنڈ

مصرعۂ اول کے آخر میں مفاعلات کسی طرح بھی قابلِ اعتراض نہیں نہ صابری صاحب نے ان اشعار پر اس قسم کا اعتراض ہی کیا ہے اسلئے اس پر تفصیلی بحث لاحاصل ہے لئے۔ مثلاً خموش شکوہ یہاں روا نہیں۔ خموش مصرعہ کے درمیان آیا ہے۔ یہاں درمیانی مفاعلات ضرور ہے مگر یہ درمیانی مفاعلات مسلم الثبوت اساتذہ کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے اگر اس درمیانی مفاعلات کی وجہ سے منظر صاحب کا کلام قابلِ اعتراض ہے تو میرے خیال میں مرزا غالب۔ میر درد شوق قدوائی۔ ناسخ۔ داغ دہلوی۔ امیر مینائی۔ مومن دہلوی۔ نوح ناروی۔ دل شاہجہان پوری وغیرہم کا کلام بھی قابلِ اعتراض ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مرزا غالب	دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت۔ درد سے بھر نہ آئے کیوں	روئیں گے ہم ہزار بار۔ کوئی ہمیں ستائے کیوں
	جب وہ جمالِ دل فروز۔ صورتِ مہرِ نیم روز	آپ ہی ہو نظارہ سوز۔ پردے میں منہ چھپائے کیوں

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی | جس کو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں
غالب خستہ کے بغیر۔ کون سے کام بند ہیں | روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں
جو یہ کہے کہ ریختہ۔ کیوں کہ ہو رشکِ فارسی | گفتۂ غالب ایک بار۔ پڑھ کے اسے سُنا کہ یوں

میر درد — دولت فقر کے حضور۔ گرد ہے جاہ سلطنت | کہتے ہیں جس کو یاں ہما۔ اپنی نظر میں زاغ ہے

شوق قدوائی — آنے کا آسرا کہاں۔ پاس سے وہ بدل اٹھا | دل مرا آنسوؤں کیساتھ۔ بن کے اہو نکل چلا
خط سے پڑی جگر پہ چوٹ۔ زخم ہرے ہوئے ہیں آج | تم سے ہزار ہا گلے۔ دل میں بھرے ہوئے ہیں آج

ناسخ — رنج نیز اہے ناگوار۔ سر ہے تن سے جلا تار | کس لئے اے ستم شعار تیغ وبالِ دوش ہے

داغ دہلوی — اب تو ہماری توبہ ہے۔ کی جو وفا تو کیا عبث | عجز و نیاز عشق ہیچ۔ خواہش والتجا عبث
مجھ کو سنا کے جب کہا۔ ہم سے کوئی کرے وفا | کہنے کو تھا بجا درست۔ مُنہ سے نکل گیا عبث

امیر مینائی — بیٹھے ہیں میرے چارہ ساز۔ فکر میں مبتلا عبث | مجھ کو مزا ہے درد کا۔ کرتے ہیں یہ دوا عبث
ہونے میں لاکھ ہم ملول۔ کب ہے وہاں دعا قبول | گریۂ بے اثر فضول۔ نالۂ نارسا عبث

مومن دہلوی — مرگ ہے انتہائے عشق یاں رہی ابتدائے عشق | زندگی اپنی ہو گئی۔ رنجش بار بار میں

نوح ناروی — دیکھئے کس طرح نبھے۔ دیکھئے کسطرح بنے | اُن کو بھی حسن پر گھمنڈ۔ مجھ کو بھی عشق پر گھمنڈ

دل شاہجہانپوری — تیغ نظر کے سامنے آئے جو تشنہ کام ہے | کہتی ہے موت مژدہ باد آج سے فیض عام ہے

طوالت کے خوف سے مزید مثالیں لکھنے میں بخل سے کام لیا گیا ہے۔

تمام مثالیں مسلم الثبوت اور نامور اساتذہ کے کلام میں سے دی گئی ہیں عقل نہیں مانتی کہ ان اساتذہ کے کلام کو غلط کہہ دیا جائے۔ کیا ادب اردو کے یہ علمبردار فنِ عروض سے محض بیگانہ تھے۔ کیا ان کے مقابلے میں کوئی صابری صاحب کے قول کو مستند مان سکتا ہے۔

اگر صابری صاحب ازالۂ درمیانی کی بنا پر منظر صاحب کی شاعری کو آج کل کی شاعری کا نام دے رہے ہیں۔ تو میں ان سے مؤدبانہ درخواست کروں گا کہ مرزا غالب۔ میر درد۔ حکیم مومن۔ مرزا داغ۔ امیر مینائی۔ دل شاہجہانپوری حضرت نوح ناروی حضرت جوش ملسیانی۔ حضرت شوق قدوائی وغیرہ ہم کو بھی اس گنتی میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ ان کے کلام میں بھی وہی بات بکثرت موجود ہے۔

میں محققِ فن۔ رستم الشعرا۔ حضرت صابر الہ آبادی سے مودبانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس معاملے میں مداخلت فرما کر اصلیت کو واضح فرمائیں۔ اخیر میں میں حضرتِ جوش ملسیانی سے اس مضمون کی اشاعت کی درخواست کرتا ہوا (؟)

خادم (نسیم نور محلی)

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمتگذار

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۹ — نمبر ۹

علمی ادبی۔ اخلاقی طبی تاریخی زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی۔اے۔بی۔ٹی۔ایم۔او۔جی۔اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ گیارام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم۔اے۔ایم۔او۔ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ/)

ششماہی تین روپے (سے/) — فی پرچہ آٹھ آنے (۸/)

فہرست مضامین

مسدسِ حمدیہ

(از نتیجۂ فکر پنڈت شیونا تھ صاحب کول شاکر لشکر گوالیار)

یارب قلم میں جوہرِ تیغ خوش آب دے قرطاس میں ضیائے مہ و آفتاب دے
طرزِ بیاں میں شوخیِ عہدِ شباب دے لطفِ زباں میں تازگیِ لاجواب دے
منظور ہے کہ تیری ستائش بیان ہو
اس نظم کی زمین ہمہ تن آسمان ہو

یارب جگر میں سوز دے آنکھوں میں آب دے وہ کار برق دے تو یہ کار سحاب دے
مجھ کو ہدایتیں سوئے راہِ صواب دے جرم و خطا سے حوصلۂ اجتناب دے
تاثیر دے سخن میں متانت کلام میں
اس نظم کو جگہ ہو دلِ خاص و عام میں

یارب رکھ اپنے بندوں پہ الطاف کی نظر ہے منحصر نجات ترے رحم و فضل پر
کیونکر رقم کرے تری حمد و ثنا بشر تیرے ہی کرم سے زمانہ ہے بہرہ ور
تو خالقِ رحیم زمین و زماں کا ہے
تو رازقِ کریم تمام انس و جاں کا ہے

یارب ادا ہو شکر ترا کس زبان سے احسان ہیں خلق پہ ترے باہر بیان سے
ظاہر میں تو بعید ہے سب کے گمان سے باطن میں تو قریب ہے بندوں کی جان سے

قیوم تیرا نام ہے تو لازوال ہے!
بےمثل تیری ذات ہے تو بےمثال ہے

موتی صدف میں۔ آب گہر ہے گہر میں تو — قوت بصر میں۔ نور نظر ہے نظر میں تو
لذت ثمر میں تو ہے۔ ثمر ہے شجر میں تو — تو رنگ و بو گلوں میں شرر ہے حجر میں تو

تنویر مہر و ماہ فروغ جہاں ہے تو
سچ تو یہ ہے کہ زینت کون و مکاں ہے تو

دل میں سرور۔ نشہ ہے موج شراب میں — نغمہ میں سوز۔ درد نوائے رباب میں
جلوے میں طور۔ برق درخشاں سحاب میں — دریا میں شور۔ زور ہے عہد شباب میں

آرائش رخ سحر و زلف شام تو
زیبائش بیان و طراز کلام تو

گردوں میں ماہ۔ ضو مہ چرخ کہن میں تو — گلشن میں گل۔ بہار گل نسترن میں تو
بل کرگدن کی شاخ میں۔ طاقت بدن میں تو — جرأت مزاج شیر میں۔ شوخی ہرن میں تو

تو زور طبع نکتہ ور و نکتہ داں میں ہے
معنی سخن میں۔ نظم مسلسل بیاں میں ہے

جنات میں۔ ملائکہ میں۔ شر میں۔ خیر میں — عالم میں۔ بد میں۔ نیک میں۔ اپنے میں غیر میں
میلے میں۔ جمگھٹے میں۔ تماشے میں سیر میں — مسجد میں۔ بتکدے میں۔ کلیسا میں۔ دیر میں

حقا کہ تیری جلوہ نمائی کہاں نہیں
وہ کون سی زمین ہے جہاں آسماں نہیں

جو ہے ترا حبیب فضیلت اسی کو ہے — جو تجھ کو یاد کرتا ہے عزت اسی کو ہے

جو تیرا خوف رکھتا ہے غیرت اُسی کو ہے / جو غم میں تیرے رہتا ہے عشرت اُسی کو ہے

جس پر تیری نظر ہے شہِ دو جہاں ہے وہ

ذرہ بھی ہے تو رشکِ مہِ آسماں ہے وہ

فرضِ بشر یہ ہے کہ نہ بھولے ترے کرم / محرابِ بندگی میں رہے سر ہمیشہ خم

دل میں ہو یاد۔ لب پہ ترا ذکر دمبدم / مطلب ہو تیرے نام سے۔ ہو دیر یا حرم

منزل ہے سب کی ایک ہی راہوں کا پھیر ہے

یکساں ہے جلوہ ۔ صرف نگاہوں کا پھیر ہے

اے خالقِ کریم و خداوند و کبریا / اِک بندۂ ضعیف کو کیا کیا کیا عطا

چشم و نگاہ۔ نطق و زبان۔ زورِ دست و پا / علم و فراست و ہنر و جودت و ذکا

واجب نہ کیوں سجود ہو اُس ذاتِ پاک کو

کیا کیا کمال بخشے ہیں اِک مشتِ خاک کو

خورشید کو فلک پہ حرارت عجیب دی / آتش کو سوز۔ سوز کو قوت عجیب دی

بادل کو برق - برق کو سرعت عجیب دی / گلشن کو پھول - پھول کو نزہت عجیب دی

سردی عجیب ہے تری - برسات ہے عجیب

اے نظم بندِ خلق ہر اک بات ہے عجیب

قدرت کے کارخانہ پہ دل کیوں نہ ہو نثار / اس پردۂ طلسم میں دیکھی عجب بہار

آنکھوں میں ہیں مناظرِ دلچسپ بے شمار / ہے صاف صاف قدرتِ حق جن میں آشکار

آئے نظر نہ تُو جسے اُس کا قصور ہے

جس سمت دیکھتا ہوں ترا ہی ظہور ہے

جس کو کہ عشقِ خالقِ کون و مکاں ہُوا　　رہتی ہے اُس کے آئینۂ عقل میں جلا
یادِ خدا و صدق و صفا و وفا ہیں کیا　　صیقل گرِ تجلّیِ علم و فن و ذکا!
انسان نہیں وہ جسمیں کہ انکی جھلک نہ ہو
وہ پھول ہی نہیں ہے کہ جسمیں مہک نہ ہو

مردانِ نیک جو ہیں حبیبِ خدا ہیں وہ　　ناداں ہے وہ جو سمجھے خدا سے جُدا ہیں وہ
گمراہ جو ہیں اُن کے لئے رہنما ہیں وہ　　ابرِ سخا ہیں۔ چشمۂ فیض و عطا ہیں وہ
دانا جو ہیں سمجھتے ہیں خوب اُن کا مرتبا
پاتے ہیں اُن سے جوہرِ اکسیرِ مدعا

انسان وہ نہیں ہے جو انجام بیں نہیں　　جو دُور از فریب و کد و بغض و کیں نہیں
ایمان کا جس کو پاس نہیں خوفِ دیں نہیں　　اعمالِ بد پہ اپنے جو اندوہگیں نہیں
دانا ہُوا نہ حیف وہ نادان ہی رہا
انساں کی شکل پا کے بھی حیوان ہی رہا

انسان وہی ہے جس کو کہ خوفِ خدا رہے　　اعمالِ بد سے لحظہ بہ لحظہ بچا رہے
دامِ بلائے حرص سے ہر دم رہا رہے　　انجام اپنا شام و سحر سوچتا رہے
دُنیا کے ساتھ فکر ہو ایمان کے واسطے
بھُولے نہ رب کو پرورش جان کے واسطے

یارب یہ ذاتِ پاک تری بے نیاز ہے　　سب سرفرد ہیں۔ تو ہی فقط سرفراز ہے
روئے جہاں پہ بابِ کرم تیرا باز ہے　　تو حامیِ انام ہے۔ تو کارساز ہے
ثناہا درِ تو قبلۂ شاہانِ عالم است
گردوں ترا مسخر و گیتی مسلم است

بستی میں ہم سبھوں پہ جو ہے لطف بے شمار — تو رازقِ کریم ہے اے آفریدگار

پیل و پلنگ و گرگ و ہزبرانِ کوہسار — جنگل میں بھی ہیں خوانِ کرم کے وظیفہ خوار

تیرا کریم نام ہے رازق خطاب ہے

تیرے یدِ کرم سے جہاں فیضیاب ہے

لو مانگو آج حضرت شاکر جو ہو پسند — وا ہے درِ قبول - ہو دستِ دعا بلند

وہ نسخہ مانگئے جو نہایت ہو سودمند — فریاد کیجئے کہ ہے دردِ جگر دو چند

وہ نسخہ جس سے یہ دلِ مجروح پاک ہو

وہ نسخہ جس سے جان و تن و روح پاک ہو

آمرزگار! مجھ کو نہ اب یوں تباہ کر — پروردگار! مجھ کو عطا اپنی چاہ کر

اے کردگار! عفو تو میرے گناہ کر — رحمت شعار! رحم کی مجھ پر نگاہ کر

ہر لحظہ جان و دل سے تری یاد میں رہوں

میں اس روش سے گلشنِ ایجاد میں رہوں

رباعیات

(افضل الشعرا مصور حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری)

دنیائے خلش اب دلِ دیوانہ ہے — کیوں چشمِ ستم راز سے بیگانہ ہے

اے بے خبر انجام پہ بھی ایک نظر — افسانۂ عابد ترا افسانہ ہے

دلِ حسن کے ہر راز سے بیگانہ ہے — یہ عالمِ حیرت ہے کہ دیوانہ ہے

سمجھے بھی تو سمجھے کوئی کیا اے عابد — آگے حدِ ادراک سے افسانہ ہے

(غیر مطبوعہ)

میں رہنمائے تعلیم کو کیوں بہترین رسالہ سمجھتا ہوں

(۱) اسلئے کہ یہ پرانا اور مستقل رسالہ ہے۔ جس کے بند ہونے کا اندیشہ نہیں۔

(۲) اسکے سرپرست۔ معاونین اور ادارہ میں ملک کی چند مخصوص اور مستند ہستیاں ہیں۔ اور سب سے بڑی مسرت کی بات یہ ہے کہ اس کی باگ ڈور ہندو اصحاب کے ہاتھ میں ہے۔ جن کو کہ زبان اردو سے اگرچہ بحیثیت ملکی و مادری زبان ہونے کے انتہائی دلچسپی ہونا چاہئے مگر ملک کی بدنصیبی سے معاملہ اسکے برعکس ہے۔

(۳) اسلئے کہ اس کے ایڈیٹر و منیجر خوش اخلاقی کا مجسمہ ہیں۔ اور وہ دیگر رسائل کے بعض ایڈیٹروں کی طرح پیکر نکبد تصویر بد اخلاقی نہیں۔ حالانکہ دو رسالوں مومن بدایوں اور قائد امروہہ سے میرا بھی تعلق ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ میں خود اپنے اندر وہ خوبیاں نہیں پاتا جو ماسٹر جگت سنگھ کی فطرت بنی ہوئی ہیں۔

(۴) اسلئے کہ اس میں محکمہ تعلیم کے متعلق بہت سے سبق آموز مضامین ہوتے ہیں جن سے ہماری آئندہ آنیوالی نسلوں کی بنیاد مستحکم ہو سکے

(۵) اسلئے کہ اس میں اصلاح کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے ناظرین شعراء و ادبا اپنی نظر میں وسعت پیدا کر سکتے ہیں۔ اور کہ دیگر رسائل اس کمی کو پورا نہیں کر سکے۔

(۶) اسلئے کہ اس میں ایک ماہر عروض علامہ صابر صاحب کا مسلسل مضمون عروض نکل رہا ہے اور فرضی و خود ساختہ عروضیوں کے پرخچے اڑائے جا رہے ہیں جن کا مطالعہ شعراء کو کامل بنا سکے گا جس نعمت سے کہ دیگر رسائل کا دامن تہی ہے

(۷) اسلئے کہ اس کے ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی تنقیدی مضمون ضرور ہوتا ہے۔ جس سے واقفیت تامہ حاصل ہوتی ہے جس کا خیال دیگر رسائل بہت کمی کے ساتھ کرتے ہیں۔

(۸) اسلئے کہ اس میں بچوں کی تفریح کا سامان بھی گلدستہ اطفال کی صورت میں ہوتا ہے۔

(۹) اسلئے کہ عام جرائد و رسائل سے بڑھے ہوئے افسانے۔ علمی۔ ادبی۔ تاریخی۔ اصلاحی مضامین کا یہ رسالہ مستقل سرمایہ پیش کرتا ہے

(۱۰) اسلئے کہ اس میں بہترین شعرا کا بہترین کلام شائع ہوتا ہے۔

اسلئے ہر علم دوست۔ ہر شاعر۔ ہر نامہ نگار۔ ہر طالب علم ہر مدرس سے میں پرزور سفارش کرتا ہوں۔ کہ رہنمائے تعلیم پر عہ سالانہ قربان کر کے اپنے خزانۂ معلومات کو گرانبہا جواہرات سے قیمتی بناتے رہیں۔ یوپی کے چیئرمین صاحبان۔ ایجوکیشن کمیٹی ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے اپنے اضلاع کے ہر مڈل اور خاص خاص پرائمری مدارس کو رہنمائے تعلیم کی منظوری ضرور مرحمت فرمائیں تاکہ آپ کے ضلع کے ماسٹر اور طلباء مخصوص قابلیت کے حامل ہوسکیں اور آپ کا زمانہ چیئرمینی اس لحاظ سے روشن زمانہ کہا جاسکے۔

(گنوری احسنی)

ابرِ باراں

(جناب پنڈت اندرجیت صاحب شرما ماچھرہ)

آسماں سے ابرِ باراں کیف برسانے لگا
خاک کا ایک ایک ذرّہ وجد میں آنے لگا

سازِ فطرت کی فلک پر نغمہ پیرائی ہوئی
مُطربِ نوخیزِ بزمِ زیست گرمانے لگا

ہر رگِ افسردہ میں دوڑی جو برقِ انبساط
قطرہ قطرہ خون کا ہیجان میں آنے لگا

تھرتھرائی مرغزاروں میں نمودِ زندگی
بیخودی کا جام پی کر سبزہ لہرانے لگا

ذرّہ ذرّہ جگمگا اُٹھا فروغِ حُسن سے
برق بن بن کر دلِ محزوں کو تڑپانے لگا

تازگیٔ حُسن نے بخشی حیاتِ جاوداں
ساقیٔ مدہوش جامِ زندگی لانے لگا

نغمہ ہائے جانفزا کی آبشاروں میں ہے گونج
شاخ میں جوشِ نمو بھی لغزشیں کھانے لگا

جلوۂ حُسنِ ازل موجوں میں کیا رقصاں ہوا
عالمِ ادراک پر اک سحر سا چھانے لگا

مُسکرا کر ابر کے پردے میں شوخی سے شباب
چپکے چپکے دلبری کی شان دکھلانے لگا

چادرِ عیش و طرب کی وسعتوں کو دیکھ کر
پیکرِ حرص مسرّت پاؤں پھیلانے لگا

آ گیا انوار کا بادل خوشی سے دہر میں
ہر طرف صحنِ چمن میں نور برسانے لگا

تارِ بارش میں پرو کر خوشنما موتی کوئی
تو عروسانِ چمن کو ہار پہنانے لگا

ہے کسی کی اشک ریزی کے کرشموں کا ظہور
کیف بن کر عالمِ اجسام پر چھانے لگا

ضلع حصار کے مدرسین سے خطاب

(از جناب سوڈھی جگت سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع حصار)

۶ مئی ۱۹۳۴ء سب ڈویژن فتح آباد ضلع حصار کے جملہ مدرسین سنٹرز بھٹو کلاں - جلال پور - ڈنگ، اور آدم پور کو مخاطب فرماتے ہوئے آپ نے مفصلہ ذیل ہدایات دیں - جو نہ صرف ضلع حصار کے مدرسین کے لئے ہی ضروری ہیں - بلکہ صوبہ کا ہر ایک پرائمری اور مڈل سکول کا مدرس انہیں خضر راہ بنا سکتا ہے اور بجا طور پر خود مستفید ہو سکتا ہے - (سجدیوا)

(۱) اوقات مدرسہ:- ضلع کے کئی مدارس کا ملاحظہ کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دیہاتی مدارس میں خاصکر صبح کے ۶½ اور سات بجے کا وقت حاضری کے لئے موزوں نہیں - اس لئے اگر آپ چاہیں تو اوقات مدرسہ دو وقت میں تبدیل کر لیا جائے - یا سات بجے صبح سے ایک بجے تک جس کے دوران میں طلباء کو ناشتہ کرایا جائے (جس کا عملی طریقہ بتایا گیا) یا سات بجے سے دس بجے صبح اور دو (۲) بجے سے پانچ بجے تک بعد حصول اجازت - کیونکہ مجھے جہاں بچوں کے آرام کا خیال ہے وہاں اپنے ماتحت مدرسین سے بھی خاص ہمدردی ہے - امید ہے کہ آپ حضرات بھی اپنے آپ کو اس اہم ذمہ واری کا اہل ثابت کرینگے - ہم نے ہی تو اس تعلیمی کشتی کو کنارہ پر لگانے کا ذمہ لیا ہوا ہے - اس لئے اس میرے اور آپ کے لئے یہاں اشتراک عمل کی سخت ضرورت ہے - پس اس معزز پیشے کے وقار کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں ہر ممکن کوشش سے کام لینا چاہئے -

(۲) جدید داخلہ سکول:- واضح ہو کہ اکتوبر نومبر کا داخلہ بے معنی ہوتا ہے - اس واسطے پہلی ٹرم یعنی اپریل تا جون میں ہی سابقہ تعداد کی کمی کا پورا کرنا یا تعداد طلباء میں اضافہ کرنے کے لئے حتی الامکان کوشش کی جانی چاہئے نیز اخیر جون کو ہی جماعت اول سے جو طلباء قابل ہوں یا ہو سکیں - تیار کر کے دوسری جماعت میں ترقی دیدیے جائیں آئندہ سے اکتوبر میں کسی طالب علم کو ترقی نہ دی جائے یہ حکم بوجہ بچوں کو نقصان اٹھانے کے موقوف ہو چکا ہے علاوہ ازیں نہ اس طرح محکمہ کا منشا پورا ہوتا ہے - بلکہ مدرسین کو بھی سخت تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے - یہ امر فوری توجہ کے قابل ہے -

(۳) بارونق سکول:- مخفی نہ رہے کہ سکول کی آبادی یا بربادی محض مدرس کی شخصیت پر موقوف ہے مدرس جس قدر بارسوخ ہوتا ہے اسی قدر اپنے فرائض پر آسانی سے حاوی ہو جاتا ہے - بارسوخ بننے کے لئے اخلاق کی ضرورت ہے

مدرس خوش خلق ہوتے ہوئے بھی مندرجہ ذیل نکات کا لحاظ رکھے۔

(ا) **بدنی سزا**۔ مدرس کو چاہیئے کہ طلباء کے قصور کی اصلاح اور خطا کی تنبیہ مہذبانہ طریق سے کی جائے۔ مثلاً بچہ دیر سے آیا ہے۔ رخصت کے بعد کوئی تعلیمی کام بتلا دیا جائے والدین کو اطلاع کر دی جائے۔ تاکہ وہ بھی پریشان نہ ہوں۔ گالی گلوچ۔ چوری چکاری وغیرہ جرائم کے انسداد میں والدین کی امداد حاصل کی جائے۔ دوپہر میں بچے کو دھوپ میں کھڑا کر دینا یا ڈنڈا لے کر ان کا جسم اُدھیڑ ڈالنا نہایت نامناسب ہے۔ یاد رکھئے اگر آپ بچوں کی چلبلی طبیعت کو جو ایک اعلیٰ جوہر ہے۔ ناجائز طریق سے دبلتے ہیں تو ایک ہونہار ہستی کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ تاریخ بہت سے شریر بچوں کے کارہائے نمایاں کی شاہد ہے۔ پس بدنی سزا سے قطعی پرہیز چاہیئے۔

(ب) اوّل تو زمانہ ہی کساد بازاری کے باعث وہ نہیں رہا جو کچھ عرصہ پہلے تھا۔ نیز کیا تنگی نہ ہائے کیا بچھوڑے پھر بھی مدرس محتاط رہے کہ جس گھر کا بچہ پڑھتا ہے اُن کے ہاں کی لسّی تک نہ پیئے۔

(ج) پرائمری حصے میں جغرافیہ۔ حساب اور گریمر کی کتب خرید نہ کرائی جائیں۔ صرف اُردو کی کتاب لی جائے۔ مذکورہ مضامین کی تعلیم مدرس زبانی دیا کریں۔ اور اس درجہ میں نوٹ بھی نہ لکھائے جائیں۔ صرف کاپی پنسل سے کام نہ کرایا جائے۔ حصہ لوئر مڈل میں طلباء پنسل سلیٹ تختی اور قلم استعمال کریں۔ ہولڈر کا استعمال اُردو تحریر میں قطعی طور سے نہ کرنے دیا جائے۔ خوشخطی کا خیال رکھا جائے۔ مدرسین اپنا خط بھی بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ جاننا چاہیئے کہ خوش نویس مدرس کے رجسٹرات کا اندراج کئی قسم کے عیوب پوشیدہ رکھ سکتا ہے۔ بدخط مدرس اگر کوشش کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

(د) **واقفیت عامہ** حاصل کرنے کے لئے لیاقت بہم پہنچانے اور آبرو بڑھانے کے لئے مطالعہ اہم شے ہے جس کی طرف مدرسین صاحبان توجہ نہیں دیتے۔ (اس امر کو چند زندہ مثالوں سے واضح کیا گیا) اس لئے لازم ہے۔ کہ مدرس ہمیشہ طالب علم رہتا رہے۔ میں آئندہ ایک چارٹ چاہتا ہوں جس میں سکول لائبریری سے طلباء کو زائد مطالعہ کے لئے جو کتب دی گئی ہوں اور مدرسین سے خود جو اخبارات رسائل اور کتب مطالعہ فرمائی ہوں۔ ان کا ریکارڈ رکھا جائے۔ دیہاتی مدارس نزدیک کے مڈل سکول کی لائبریری سے استیفادہ حاصل کریں۔ میں سال آئندہ میں یہ بھی کوشش کرونگا کہ پرائمری مدارس میں بھی کوئی نہ کوئی اخبار ضرور جاری کیا جائے

(ر) **فیملی سسٹم**۔ ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ پبلک ہمارا ساتھ نہیں دیتی بچے سکول میں نہیں بھیجتی نہ ہمارا دیگر محکمہ جات ایسا وقار نہ کوئی اعلیٰ اختیارات معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ملک کی سچی خدمات سرانجام دیں۔ کوئی سُنے یا نہ سُنے مانے یا نہ مانے ہمیں اپنی راہ پر ثابت قدمی سے

چلتے رہنا چاہئے۔

(س) فراہمی اطفال و مُمِدّ تدابیر:- فیلی سسٹم کو کامیاب بنانے کے لئے مندرجہ ذیل طریق سے امداد حاصل کرو۔

(۱) جلوس اطفال:- بچوں کو گا. بگا، دیہات میں جلوس کی صورت میں لے جانا اور آتے جاتے وقت مفید مطلب گیت گانا۔

(۲) سکولوں کے اجلاس:- بچوں کے سرپرست اور دیگر اصحاب کو ماہ بماہ سکول میں دعوت دینا بچوں سے اخلاقی نظمیں۔ دیہات سدھار ڈرامہ۔ ترقی زراعت کے متعلقہ مکالمہ جات سنائے جائیں تاکہ انہیں اپنے بچوں کی لیاقت کا پتہ چلے اور سکول سے دلچسپی بڑھے۔

(۳) گاؤں کا نقشہ:- جس میں مندرجہ ذیل امور مندرج ہوں۔

(ا) گاؤں کے معزز اصحاب کے نام مثلاً رسالدار۔ صوبیدار۔ میجر۔ سفید پوش۔ مالگذار۔ انعام خوار۔ ذیلدار انمبردار وغیرہ

(ب) گاؤں کے مشہور مقام مثلاً ڈاک بنگلہ۔ ریلوے اسٹیشن۔ شفاخانہ۔ ڈاک خانہ۔ پٹوار خانہ۔ مدرسہ۔ چوپال۔ مسجد اور مندر وغیرہ

(ج) کل آبادی دہ قابل اور قابل اطفال کی تعداد۔ لڑکے لڑکیاں فرداً فرداً۔

(د) تعداد مویشی۔ معاملہ زمین۔ رقبہ دہ۔

(۴) فہرست اطفال چھ تعایت ۱۲ سال ہر سال اخیر مارچ میں تیار کر کے سکول میں آویزاں رکھی جائے۔

(۵) دو گراف جس میں کل تعداد داخل شدہ گذشتہ سال سے سن حال تک کا اندراج دوسرے میں تعداد طلباء جماعت وار انہیں سکول کے کمرے میں آویزاں رکھو۔

(۶) رلئے ٹک کے سر ورق کے ساتھ ایک ڈبل کاغذ جس میں مندرجہ ذیل باتیں مندرج ہوں تیار کر کے چسپاں رکھو۔

(ا) کب سکول جاری ہوا کون کون اصحاب انچارج رہے کب لوئر یا اپر مڈل ہوا یا برعکس۔

(ب) انگریزی کب سے جاری ہے ہر انچارج کے وقت میں زیادہ سے زیادہ تعداد ہر سال بالمقابل درج کریں۔

(ج) سکول سے کن صاحبان نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بی اے۔ ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔

(د) فوج میں سردار مثلاً جمعدار۔ رسالدار۔ میجر وغیرہ بنے۔

(ہ) پبلک عزت یعنی ذیلدار۔ سفید پوش۔ وظیفہ خوار ہوئے یا جاگیریں ملیں وغیرہ۔

(۷) مکان مدرسہ کی حفاظت ویسی ہی رکھی جائے۔ جیسے کہ اپنے مکان کی مثلاً معمولی مرمت بارش کے موقعہ پر مدرس خود کرا سکتا ہے۔ کوبری کرانا چھت پر مٹی ڈلوانا فرش کا لیپوانا وغیرہ۔

(۸) دیہات سدھار:- اس کے ضمن میں ریڈ کراس سوسائٹی جو آپ کے سکولوں میں جاری ہے۔ اُسے میرا خیال ہے کہ تیسری چوتھی جماعت کے بچوں کو بھی اس کا ممبر بنایا جائے چونکہ یہ ایک مفید تحریک ہے۔

اور قومی و ملکی خدمت کا سچا راستہ بتاتی ہے۔ اسلئے اگر غور سے دیکھو گے تو معلوم ہوگا۔ کہ ہر ملک میں کسی نہ کسی طریق سے مخلوق اللہ کی خدمت سرانجام دینے کی سوسائٹی موجود ہے۔ مگر یہ بے لاگ ہر کثافت سے مبرا اور خالص طور پر ہر جاندار سے مساوی ہمدردی برتنے والی تحریک ہے۔ بچوں میں بچپن سے ہی ایسی نیک صفات کا پیدا کرنا معراج ترقی کا پہلا زینہ ہے۔

پس اس مقصد کے لئے خیال رکھو کہ۔

(ا) سکول کے بچوں کے جسم، دانت، ناخن، لباس، آنکھ کی صحت صفائی کی طرف کافی توجہ مبذول کی جائے۔ یعنی سکول کا بچہ دیہات کے لڑکوں کے لئے ایک نمونہ کا بچہ ہو۔

(ب) زنگ لوشن۔ امرت دھارا۔ کونین۔ ٹنکچر ایوڈین وغیرہ معمولی ادویات مذکورہ فنڈ سے مہیا کی جائیں۔ اور پبلک میں مفت تقسیم کی جائیں۔

(ج) فوری حادثہ کی صورت میں ممبران ریڈ کراس اور سکاؤٹ پبلک کی امداد کریں۔ مثلاً آگ لگنا۔ بند ٹوٹ جانا

(د) دیہات کے اندر لیکچرز۔ مثلاً کھاد، اس کی ضرورت۔ احتیاط سے رکھنے کا طریق۔ زمین کی حیثیت جدید آلات کشاورزی کا استعمال نعل کشی مویشیاں۔ رسومات قبیحہ جیسے شراب نوشی حقہ نوشی مقدمہ بازی جوا بازی بچپن کی شادی۔ زیور کی برائیاں مفید مطلب کام گویا کواپریٹو زمینداری بنک فضائل علم۔ جہالت کے کرشمہ حفظان صحت کے اصول بھی ملیریا۔ ہیضہ پلیگ چیچک پھیلنے کے اسباب اور ان کے روکنے کی تدابیر اور عوام کی خام خیالی دُور کرنے کے لئے) دلائے جائیں۔

(ر) دماغ صحیح صحیح جسم میں ہوتا ہے کے مقولے کا خیال رکھتے ہوئے دیہاتی گیمز کلب جاری کی جائیں۔ ولایت میں بڈھے لوگ کسی نہ کسی کھیل میں ضرور حصہ لیتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں یہ رواج اب بند ہو رہا ہے۔ مدرس جو دیہاتی آبادی کا رہنما اور حقیقی لیڈر ہوتا ہے اسے ادھر فوری توجہ دینی چاہئے۔ ایسا کرنے سے جہاں وہ قومی خدمت سرانجام دیتا ہے وہاں اپنی مشکلات پر حاوی ہونے میں بھی سہولت پیدا کر لیتا ہے۔ یاد رکھئے ملک کی ترقی بلکہ بانی مبانی دراصل مدرس ہی ہوتے ہیں۔

(۴) **عام نکات** (ا) رجسٹرات کا اندراج یا موقعہ کیا جائے غلط اندراج تراشا نہ جائے سُرخی سے درستی کے بعد دستخط ثبت کر دیئے جائیں ہمیشہ اندراج ایک ہی سیاہی سے کیا جائے ایسا نہ ہو کسی دن نیلی اور کبھی کالی سیاہی استعمال کی جائے۔ رجسٹر کا اندراج ہولڈر سے نہ کرنا چاہئے۔ واسطی کے قلم اور کالی سیاہی استعمال ہونی چاہئے۔

وقت کی پابندی:۔ لازم ہے کہ اوّل مدرس خود سکول کے وقت سے پانچ منٹ پہلے مدرسہ میں پہنچے

تاکہ ماتحت مدرسین اور طلباء اس کی نیک مثال کی تقلید کریں۔

(ج) **ادائیگی فرائض:**۔ ذمہ داری کا احساس چاہئے۔ انسان کی معمولی کوتاہی بڑی بربادی کا موجب بن جاتی ہے۔

(د) **سٹیشن کی حاضری:**۔ بلا اجازت افسر مجاز سٹیشن نہیں چھوڑنا چاہئے یہ قانوناً جرم ہے۔ ادھر خاص توجہ دی جائے۔ نیز جن مدرسین کے پاس ڈاک خانہ کا الاؤنس ہے وہ ہر تعطیل کے موقعہ پر تاوقتیکہ محکمہ ڈاک کے افسران سے اپنے کام کے انتظام کی اطلاع دیکر اجازت حاصل نہ کرلیں۔ سٹیشن کبھی نہ چھوڑیں ورنہ اس امر کے جوابدہ ہونگے۔

(ر) **دیانتداری:**۔ کام کا معاوضہ اگر کسی غلط فہمی یا دیگر بنا پر افسر سے نہ مل سکے تو فرائض کی سرانجام دہی میں غفلت نہ برتی جائے۔ آخرت کا سدھار ملحوظ رکھا جائے۔ نہ کہ قوم اور ملک سے غداری کی جائے۔ اور عاقبت بھی بگاڑلی جائے۔ کیونکہ برُے بھلے کا صلہ دینے والی آخر ایک طاقت تو موجود ہوتی ہے۔ جسے خدا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(س) **خدمت خلق:**۔ ہمیں بہ حیثیت انسان ہونے کے ہر ذی روح سے جائز ہمدردی چاہئے ایسی غرض کی تکمیل کے مفہوم کے واسطے سکاؤٹنگ۔ ریڈکراس سوسائٹی کا اجراء عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ ہردو تحریکیں ایک ہی ہیں۔ صرف سکاؤٹ کی یونیفارم ہوتی ہے۔ مگر ریڈکراس کا کوئی خاص لباس مقرر نہیں ہے مقصد بالکل ایک ہی ہے۔

(ع) **معیار تعلیم:**۔ موجودہ تعلیم کے نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے آپ صاحبان ٹیکسٹ بک کمیٹی کی منظور کردہ کتب میں سے جو بہتر خیال کریں۔ اپنے سکول میں رائج کر سکتے ہیں۔ اور امداد کے طور پر مطالعہ میں لائبریری کتب سے مدد حاصل کی جائے۔ تہذیب و اخلاق کی اصلاح کے لئے نیز علم ادب کی واقفیت کے لئے کتب میرے خیال میں مولینا محمد حسین صاحب آزاد کی تصنیف کردہ ہیں۔ دیگر مضامین کے معیار کو بلند کرنے کے لئے واقفیت عامہ کی تربیت چاہئے جس کے لئے اُوپر بیان ہوچکا ہے مدرس اپنے آپ کو تبدیلی خیال کرے اور تازہ خیال آفرینی مطالعہ سے حاصل کرے۔ کتب بینی کا مادہ اخبار کے مطالعہ کا شوق بچوں میں بڑھایا جائے۔ گویائی کا ملکہ اور مادہ پیدا کیا جائے۔

(ف) **رمز مخصوصہ (۱) رخصت اتفاقیہ:**۔ چونکہ ضلع ہذا میں اس کے متعلق کوئی خاص سرکلر نہ تھا نہ بورڈ سے ہدایات موصول ہوئی تھیں۔ لہذا گورنمنٹ قوانین سمجھاکر ذیل کی ہدایات دی گئیں۔

(۱) اتفاقیہ رخصت سال بھر میں صرف دو مرتبہ مل سکتی ہے خواہ کتنی مقدار کے لئے کیوں نہ ہو زائد افسر

کی مرضی پر منحصر ہے۔

(۲) اتفاقیہ رخصت دس یوم کی بھی مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی تعطیل شامل ہوکر گیارہ یوم نہ ہوجاتے ہوں

(۳) بیماری کی صورت میں ڈاکٹری سرٹیفکیٹ آنا ضروری ہے کسی دیسی طبیب حکیم یا وید کا سرٹیفکیٹ قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتا۔

(۴) دس سالہ سروس کے بعد ایک ماہ کی رخصت پر تنخواہ مل سکتی ہے۔ اور جناب سول سرجن صاحب بہادر کے سرٹیفکیٹ کی بنا پر پوری تنخواہ پر آٹھ مہینے کی رخصت دی جا سکتی ہے۔

(۵) رعایتی رخصت کسی مقدار کے لئے ہو نصف تنخواہ پر منظور ہو گی۔

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ بیس یوم کا جو حق ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ حد ہے۔ اس سے زائد رخصت نہیں مل سکتی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر مدرس بیس یوم کی رخصت ضرور حاصل کرے اس عرصہ سے زائد رخصت رعایتی شمار ہو گی۔ ہاں یہ بھی مدرس کا فرض ہے کہ اپنی رخصت کی منظوری کا حکم ہر ممکن طریق سے حاصل کرے۔ با امید منظوری مدرسہ نہ چھوڑا جائے۔ دفتر میں بعض اوقات کاغذات گم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی ضروری ڈاک کے لئے مدرسین خاص کر دیہاتی اصحاب ڈاک خانہ سے پوسٹل سند ثبوت کے لئے ضرور حاصل کر لیا کریں۔ فوری صورت میں تار سے کام لیا جائے۔ مگر بغیر حصول حکم منظوری اسٹیشن چھوڑنا سراسر غلطی ہے۔ اس غلطی کا ذمہ وار خود مدرس ہے۔

(ب) ضلع کی مالی حالت کا بہتر ہونا آپ کے لئے بھی مفید ہے۔ لہٰذا اضافہ تعداد طلباء میں سعی کی جائے تاکہ بیکار لوگوں کا روزگار کھل جائے۔ گرانٹ بڑھ جائے فیس وغیرہ کی معافی میں احتیاط برتی جائے۔ تاکہ آمدنی میں اضافہ ہو سکے۔ نیز سال آئندہ میں آپ لوگوں کی ترقی اور کٹوتی وغیرہ کے متعلق خاص کوشش کرونگا۔ سال حال کا بجٹ میری آمد سے پہلے تیار ہو چکا ہے

(ج) صحت کے بارے میں حد درجہ خیال رکھا جائے۔ ضروری اخراجات ریڈ کراس فنڈ سے ادا کئے جائیں۔ رجسٹر ڈین فیتی سال میں ایک مرتبہ صرف چندہ ممبری سال بسال اسی فنڈ سے ادا کیا جائے۔ ریڈ کراس بیجز ضرور منگوائے جائیں سنٹر کے اکٹھے منگانے میں سہولت رہیگی۔

(د) بیرونی دنیا:۔ سکول کے لوئر مڈل و حصہ اپر مڈل کے بچوں کو مندرجہ ذیل امور سے آگہی دلانی چاہئے

(۱) (ا) موجودہ وائسرائے گورنر اصحاب کے اسمائے گرامی۔

(ب) کمشنری و ضلع کے حکام اعلیٰ اور ان کے عام عملہ و ضروری فرائض کی موٹی موٹی واقفیت۔

(ج) تحصیل کے افسران اعلیٰ ان کے کام ماتحت عملہ اور ان کی ذمہ داری۔

(۲) گاؤں کی پنچایت نمبر دار۔ ذیلدار۔ چوکیدار کے فرائض پٹواری سے تعلق اور رسوں کے وجود کی ضرورت اور ان سے جو مفاد حاصل ہوتا ہے۔

(۳) تھانہ اور امن عامہ۔ بازار۔ منڈی۔ ڈاک خانہ۔ شفاخانہ۔ ڈاک بنگلہ اور ان کی ضرورت۔

(۴)(۹) موجودہ زلزلہ کے اثرات۔ جغرافیائی، تبدیلی تاریخی واقعات کے ماتحت سلطنت کی ... سائنس کی دنیا موجودہ ایجادات و اختراعات وغیرہ اور روزانہ زندگی سے تعلق حساب کے اندر روزانہ زندگی کے کار آمد کلیہ جات اور فارمولے بتلانا عام قسم کے سوالات نکلوایا جانا مہاجنی حساب پر کافی توجہ مبذول کرانا زمینداروں کے متعلق عام لین دین کی واقفیت بہم پہنچانا ضروری جزو سمجھیں۔ انشاپردازی مقفّے عبارت کی ضرورت نہیں بڑے بڑے القاب سے اجتناب لازمی ہے بشرطِ تحریر اس کا مفہوم بتلایا جائے دگرنہ سادہ طریق تحریر ضروری عرائض دستاویز خانگی امور کے متعلقہ کاغذات کی دیکھ بھال مثلاً پرچی معاملہ زمین و آبیانہ۔ پولیس کے کاغذات کی تحریر عدالت کی تاریخ پیشی اور سمن کی وصولی اپنی معذوری کی رپورٹ نوٹس پروانہ راہداری وغیرہ کی کافی لیاقت پیدا کی جائے۔ اور گویائی کی خاص طور سے تربیت کی جائے۔ نیچر سٹڈی کے اندر گرد و نواح کے حالات کا علم موسمی تبدیلی عام واقفیت دربارہ فصل باڑی ساونی پودوں کی مشہور بیماری وقت علاج مویشی کے موٹے امراض کی معمولی روک تھام تجارت کی خاص واقفیت منڈی کے کاروبار ہنڈی بلٹی بیچک کی سمجھ پیدا کی جائے۔

جغرافیہ تاریخ کے مضمون کو دلچسپ بنایا جائے۔ ضروری امور پر کافی روشنی ڈالی جائے۔ بزرگانِ دین کے سوانح حیات گذشتہ لیڈران کے کارہائے نمایاں تنزل اور عروج کے اسباب نظام سلطنت و سائل باربرداری وغیرہ وضاحت سے بتلائے جائیں۔ اس اہم مضمون کا علاقہ روزانہ زندگی سے قائم کرکے سمجھایا جائے۔

سائنس ایجادات و اختراعات موجودہ وقت کی ترقی انسان کی حیرت انگیز ترقی کے وجوہات اور تعلق کی علامت گویا تعلیمی رشتہ اس کا ہمارا اپنی زندگی سے علاقہ گہری دلچسپی سے بتلایا سمجھایا جائے۔

قوم کا بنانا بگاڑنا ملکی لیڈروں کا کام ہے۔ اور حقیقی رہنما صرف مدرس کی ذات ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ صاحبان دیہاتی فضا کو خوشگوار بنانے اور شہری آبادی کو حقیقی ... سے شہر سے بہتر پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرینگے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ہند کی فلاح و بہبودی کا رانہ دیہاتی آبادی کی اصلاح میں مضمر ہے۔ میری بھی خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فرائض کی ادائگی اور قوم کی سچی خدمت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

(افضل الشعرا مصورِ حقیقت حضرت عابد شاہجہانپوری)

ہر نقشِ قدم عشق میں اک رہِ فنا ہے — پامالِ وفا ہو کوئی یہ حدِ وفا ہے

یہ جوشِ تجلّی ہے کہ اُٹھتی نہیں نظریں — ڈوبی ہوئی اک نُور کے عالم میں فضا ہے

مِٹ کر بھی تو ہے سعیِ طلب کا وہی عالم — ہر ذرہ مری خاک کا دُنیائے وفا ہے

اُٹھ جائے یہ الزام بھی اے جوشِ محبت — اب تک دلِ ناکام کو احساسِ جفا ہے

ناکامیِ پیہم میں بھی لب پہ ہے تبسّم — اے جوشِ غم آشنا کوئی دیوانہ ہُوا ہے

اِک حشر بپا تھا جدھر اُٹھتی تھیں نگاہیں — جب راہِ وفا میں دلِ پُرشوق مٹا ہے

دیوانہ کیے دیتی ہے یہ کاوشِ پنہاں — کیوں محوِ سکوت آج مرا راہ نما ہے

الزامِ حیات اُٹھے تو حاصل ہو رسائی — اک پردۂ حائل ابھی اے جوشِ وفا ہے

ہر گام پہ جھکتی ہے جبیں پاسِ ادب سے — اکثر ترا دھوکا مری نظروں کو ہُوا ہے

عابدؔ مری نظروں میں تھا اک جلوۂ رعنا

جب دل حدِ ادراک سے بیگانہ ہُوا ہے

(غیر مطبوعہ و تازہ)

فراہمی طلبا کے بارہ میں ہدایات

(از جناب پیر زادہ نور حسین صاحب آنریری ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع بنوں)

(۱) سکول میں داخل ہونیکی عمر کے ان تمام بچوں کی ایک فہرست مدرس کے پاس تیار ہونی چاہیئے جنکی رہائش مدرسہ کی پہنچ میں ہو واقعہ

(۲) تعلیمی سال کے ابتدا میں اور اکتوبر سے لیکر موسم سرما میں پوری پوری جد وجہد اس معاملے میں کی جائے۔

(۳) سکول میں ایسے طلبا منتخب کئے جائیں جن میں دوسرے بچوں پر اثر ڈالنے کا مادہ ہو۔ اور ان کو امتیازی نشان مثلاً خادم سکول کے دیگر فراہمی طلبا کی کوشش میں شامل کیا جائے۔

(۴) بچوں کی کھیلوں کے مثلاً کبڈی یا مقامی مخصوص مشغلہ کے مقابلے سکول اور بیرون سکول کے بچوں میں سکول کے اندر جاری کئے جائیں۔ تاکہ اُن کو ایک دوسرے کے ساتھ سکول کی فضا میں میل جول کا موقع ملے۔ اور کبھی کچھ گرد و نواح کے سکولوں کے ساتھ جوڑے جائیں۔

(۵) سکول کے طلبا کو جانوروں اور ارد گرد کی اشیاء اور پھولوں کی تصویریں کھینچنے پر مائل کیا جائے! ور معمولی قسم کی کنڈر گارٹن سے واقف کیا جائے مقامی مصالحہ سے کھیل کھلونے یا کارآمد اشیاء کی ساخت کی طرف متوجہ کر کے رہنمائی کی جائے۔

(۶) سکول کے طلباء میں اتحاد اور رابطہ کے جذبات بڑھائے جائیں! ور اپنے سکول کی عزت اور ترقی کی لہر پیدا کی جائے۔

(۷) بچوں کو ان پڑھ والدین کی تعلیم کا ذریعہ بنایا جائے! ور اپنے گھر اور گھر والوں کو ستھرا رکھنے کی تربیت کی جائے۔

(۸) سکول کے طلباء میں ایسی عادات پیدا کرنی مطلوب ہیں۔ جو ان پڑھ بچوں کے مقابلہ میں امتیازی درجہ دلائے۔ لہذا طلباء کے خارج از سکول اوقات میں انکی عادات کا مطالعہ کیا جائے! ور اس کے متعلق یادداشت رکھی جائے۔

(۹) جغرافیہ اور مطالعہ قدرت کے گشتنی اسباق وقتاً فوقتاً عمل میں لائے جائیں! ایسے اسباق کا انتظام بروز تعطیل ہو۔ اور اس میں خورد سال بچے شامل نہ کئے جائیں۔ ایسے اسباق کے متعلق مفصل ہدایات علیحدہ بھیجی جائیں گی۔

(۱۰) حاضر باشی کیلئے محتسب مقرر کئے جائیں۔ چست اور بااثر لڑکے سے مراد ہے یہ اپنے گلی کوچے کے خورد سال بچوں کے علاوہ بھگوڑوں کو راہ راست پر لانے میں امداد دینگے۔

(۱۱) مسلمان مدرسین کا دینی تعلیم کا اجراء ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوگا۔ سکول کی تعلیم کا نصب العین مکمل شہری پیدا کرنا ہے۔ اور مکمل شہری بغیر دینی تعلیم کے ہو نہیں سکتا۔ مدرس مسلمان طلباء کو اصول اسلام سے واقف کرے! ور مدرس کی قیادت میں اُسکے طلباء کی نماز باجماعت مسلمان دیہات میں گہرا رنگ لائے گی۔

(۱۲) فرقہ بندی اور تعصب سے دُور رہو۔

پھول

اے بُلبل کی آنکھ کے تارے | بادِ سحر کے راج دلارے
بوئے محبت کے گہوارے | شاہدِ رعنا کے رخسارے

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

کانِ ملاحت بحرِ لطافت | نقشِ تمنا مرکزِ اُلفت
سرتاپا اسرارِ حقیقت | بادۂ رنگیں جامِ محبت

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

یہ تیری نازک پنکھڑیاں | دُرہائے مقصود کی لڑیاں
ایفائے وعدہ کی گھڑیاں | کیف اثر ساون کی جھڑیاں

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

تو رازِ کونین کا حاصل | خود فطرت ہے تجھ پر مائل
ذرہ ذرہ تیرا بسمل | اُف رے قاتل اُف رے قاتل

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

شاعر کے جذبات کی دُنیا | تخییل و اثرات کی دُنیا
زاہد کی خدمات کی دُنیا | تحسین و حسنات کی دُنیا

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

خود منزل خود رہبرِ منزل | خود مجنوں خود لیلیٰ محمل
آپ ہی قاتل آپ ہی بسمل | بھیس میں گل کے سوزِ عنادل

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

رازِ نہاں کا پردہ سمجھوں | مرکزِ شوق و تمنا سمجھوں
جلوۂ شاہدِ رعنا سمجھوں | اے گل میں تجھ کو کیا سمجھوں

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

یہ رنگینی یہ رعنائی | یہ دلداری یہ زیبائی
جس پر شیدا ایک خدائی | اے گل تو نے کس سے پائی

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

حسن میں تیرے کس کی ضیا ہے | نظاروں میں کون چھپا ہے
حاصلِ گلشن جانِ فضا ہے | کچھ تو بتا اے گل تو کیا ہے

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

کاش تجھے خلوت میں پاؤں | آنکھ میں رکھوں دل میں چھپاؤں
پوجا کے آنند اٹھاؤں | تیری سنوں کچھ اپنی سناؤں

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

او معصوم اداؤں والے | سندر کومل بھولے بھالے
تن من دھن سب تیرے حوالے | عبرت کو بھی اپنا بنا لے

بھولے بھالے پیارے پیارے
نیچر کے رنگیں نظارے

(عبرت بریلوی)

نظم و نسق مدرسہ

ایک دیرینہ سال ہیڈ ماسٹر کے خطوط ایک نوآموز کے نام

از جناب سید اشفاق حسین صاحب بی اے۔ بی ٹی

خط نمبر ۲۷

عزیزی و مکرمی تسلیم۔ **سالانہ امتحان ترقی** کے نتائج جو بغرض منظوری افسر معائن کی خدمت میں آپ نے بھیجے تھے۔ غالباً موصول ہو گئے ہونگے۔ اور آپ نے اُن کو مشتہر بھی کر دیا ہوگا۔ جو نقل فہرست آپ نے میرے پاس بھیجی تھی۔ اس کو میں نے بغور دیکھا۔ اور جو حالات آپ نے قلمبند کئے تھے اُن کو خوب سوچا۔ میں عموماً سخت نتائج کو ہیڈ ماسٹر کے لئے قابل مبارکباد نہیں سمجھتا۔ لیکن آپ کی اولوالعزمی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ عملہ کی مخالفت اور ناکام طلبا کے برافروختہ سرپرستوں کی گیدڑ بھبکیوں کے اندیشہ نے آپ کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں ہونے دیا۔ آپ کے سٹاف کا تو یہ خیال ہے کہ آپ نے اس قدر سخت نتیجہ نکال کر مدرسہ کی بنیادیں ہلا دیں۔ لیکن میرا یہ پختہ یقین ہے کہ آپ نے اس سے مدرسہ کی کھوکھلی بنیادوں کو مستحکم کرنے کی طرف ایک کامیاب قدم بڑھایا ہے۔ جو شور و شغب اُٹھے اس کا مردانہ وار سنجیدگی اور عقلمندی سے مقابلہ کیجئے۔ اگر دس بیس پچاس طلبا مدرسہ کو چھوڑ جائیں پروا نہ کیجئے۔ ایک دن عنقریب وہ آرہا ہے کہ طلباء آپ کے پاس آئیں گے اور آپ کے کمروں میں اِن کی گنجائش نہ ہوگی۔

ہاں میں نے کہا تھا کہ میں سخت نتائج کو اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ ایک اُصولی بات ہے۔ میں بہت تعجب کرتا ہوں۔ جب میں ہیڈ ماسٹر صاحبان کو فخریہ یہ کہتے سنتا ہوں کہ ہم تو خوب ٹھوک بجا کر امتحان لیتے ہیں۔ اور اچھی طرح چھان پھٹک کر ترقی دیتے ہیں۔ تاکہ کوڑا کرکٹ علیحدہ ہو جائے۔ بلکہ بعض یارانِ شاطر کو تو یہ بھی کہتے سُنا ہے کہ ورنیکلر فائنل یا میٹرکیولیشن کے بہتر نتائج حاصل کرنا معمولی بات ہے۔ بد رنگے پتے کاٹ دیجئے۔ بازی یقیناً آپ کی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوڑا کرکٹ کے پیدا کرنے کا ذمہ وار کون ہے۔ اور بد رنگے پتوں کی موجودگی کی جوابدہی کس پر عائد ہوتی ہے۔ ساتویں [illegible] جماعت میں آپ نے پچاس ساٹھ فیصدی طلباء کو ترقی دی تاکہ ورنیکلر فائنل یا انٹرنس کا نتیجہ سو فیصدی

رہے ۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ضبطِ جماعت یا تعلیم جماعت میں تضیبی عناصر موجود ہیں ۔ جس کا ذمہ دار معلم ہے ۔ اور اس سے زیادہ ہیڈ ماسٹر ۔ کہ اُن سے ان کو معلوم کرنے کے بعد ان کے دفعیہ کی سعی نہ کی ۔ یعنی خاطر خواہ تعلیم اس جماعت کی نہ ہو سکی ۔ یا اس کا جوابدہ تمام و کمال ہیڈ ماسٹر ہے کہ اس نے نا قابل طلبا کو اندھا دھند ترقی کر کر یہاں تک پوہنچا دیا ۔ اور اب ان کے واسطے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ مجبور ہو کر تعلیم کو خیر باد کہیں یا معلم متعلقہ اُن کو دھتا بتلائے ۔

مگر بہ کشتن روزِ اول" ترقی شروع سے ہی جچی تلی ہونی چاہئے ۔ اِسے کون نہیں جانتا کہ شنبہ طالب علم کو اگر ترقی دی جاتی ہے ۔ تو اس پر ظلم کیا جاتا ہے ۔ اور اگر ترقی نہیں دی جاتی تو اپنے اُوپر ظلم ہے ۔ اسلئے کہ فیل کرنے سے عناد و دُشمنی مول لینا ہے ۔ پیچیدگیوں کو بڑھانا ہے ۔ طلبا ہمارے پاس امانت ہیں ۔ ہمارے ہر کام میں ان کی خیر خواہی پیشِ نظر ہونی چاہئے ۔ طلباء کے مفاد کی طرف ہماری توجہ ہونی چاہئے اور بس ۔ جب طالب علم کو گرانا اس کے مفاد کے لئے ضروری ہو تو طالب علم اور اس کے سر پرستوں کو اس امر کا یقین ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ اسکے فائدہ کی خاطر ہے ۔ کوئی نفاق یا عناد یا بد خواہی اسکی تہ میں نہیں ۔

مسئلہ ترقی کو حل کرنے کے لئے یہ اُمور ممد ہوتے ہیں ۔ امتحاناتِ ترقی میعادی امتحانات ۔ اساتذہ کی ذاتی رائے ۔ تحریری کام ۔ ماہواری یا ہفتہ وار آزمائشیں جہاں یہ باقاعدہ ہوتی رہتی ہیں ۔ اور ان کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے ۔

ان میں سے ہر ایک پر فرداً فرداً بحث کرنا تو ایک طولانی کام ہے ۔ موجودہ نظام امتحانات ہی ایک طول طویل مقالہ چاہتا ہے ۔ اِسلئے اس کو کبھی آئندہ کے واسطے اُٹھا رکھتا ہوں ۔ سر دست اُن موٹے موٹے اُصولوں کو ضبط تحریر میں لے آتا ہوں ۔ جو طلبا کو ترقی دیتے وقت ہیڈ ماسٹر کو پیشِ نظر رکھنے ضروری ہیں ۔

(۱) ترقی کا انحصار ایک ہی امتحان پر نہ رکھنا چاہئے ۔

(۲) پورے سال کی کارگذاری طالب علم کو ترقی دیتے وقت پیشِ نظر ہونی چاہئے ۔

(۳) اُستاد کی ذاتی رائے کو ترقی میں تمام و کمال داخل نہ ہونا چاہئے ۔ بعض ماہرین تعلیم کا یہ خیال ہے ۔ کہ سالانہ امتحان ترقی ۔ روزانہ کام اور سہ ماہی امتحانات اور اُستاد کی ذاتی رائے ہر ایک کا برابر برابر یعنی ¼ حصہ ترقی میں ہونا چاہئے لیکن بعض کا خیال ہے کہ سالانہ امتحان نصف کا اُستاد کی ذاتی رائے اور باقی تمام عناصر چوتھائی چوتھائی کے ۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اُستاد کی ذاتی رائے ہونی ضروری تو ہے لیکن اگر امتحانات اور آزمائشیں صحیح اور دانشمندانہ طریقہ سے کی گئی ہیں تو اس کے استعمال کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے ۔ احتیاطاً آنعاق کی تباہ کن خرابیوں کو روکنے کے واسطے ہیڈ ماسٹر کو چاہئے کہ وہ سالانہ امتحان ترقی سے پہلے

ایک فہرست اساتذہ متعلقہ سے بنوایا کریں۔ جن میں وہ یقینی پاس یقینی فیل اور مشتبہ طلبا کو علیحدہ علیحدہ چھانٹ دیں۔
یہ طریقہ بعض یونیورسٹیوں اور اعلیٰ قسم کی درسگاہوں میں برتا جاتا ہے۔ لیکن میں اس میں ایک ترمیم کر لیا کرتا ہوں۔ جو میرے خیال میں زیادہ مفید ہے۔ میں نئے سال کے آغاز میں یا دو ایک ماہ بعد ایک ایسی فہرست بنوایا کرتا ہوں جو طلبا مشتبہ یا یقینی ناکام ہونے والے ہیں ان کو ظاہر کرے اور پھر اساتذہ کو تاکید کرتا رہتا ہوں کہ وہ مشتبہ فہرست میں سے طلبا کو یقینی کامیاب اور یقینی ناکام طلبا میں سے طلب کو مشتبہ فہرست میں لاتے رہیں۔ میں اُستاد کی کارگذاری کا معیار ہی اس کو سمجھتا ہوں کہ اس کے ناکام طلباء کی فہرست کم سے کمتر ماہ بماہ ہوتی چلی جائے۔

(۴) کوئی ناکام طالب علم ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ جس کو خود اور اس کے سرپرستوں کو بار بار رپورٹ تحریری یا بالمواجہ گفتگو وغیرہ سے وقتاً فوقتاً یہ محسوس نہ کرایا گیا ہو کہ اگر اس نے اپنی حالت کو بہتر نہ بنایا تو اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اس سے بہت کچھ مناقشات کم ہو جاتے ہیں۔

(۵) مدرسہ کی فضا ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ کسی خاص طالب علم کی ترقی کو بیجا حمایت اور اس کی ناکامی کو رنجش بغض و عناد کا موجب سمجھا جا سکے۔

(۶) اُستاد کا کام یہ نہ ہونا چاہیئے کہ وہ ماپے محض اسلئے کہ پورے نہ اُترنے والوں کو رد کر کے پھینک دے بلکہ اس کا اصل منشا یہ ہونا چاہیئے کہ وہ طلبا کی کمزوریاں اور نقائص معلوم کر کے ان پر واضح کرے اور وہ وسائل انہیں بتائیے۔ اور خود استعمال کرے جن سے وہ رفع ہو سکیں۔ ایک ایسا اُستاد جو طلباء کی مشکلات کا صحیح اندازہ نہ کر سکے یا اگر کرے تو انکے حل کی موثر سکیم نہ بنا سکے۔ اور اس پر عمل نہ کرے۔ یا جو آخر تک یہ نہ جان سکے۔ کہ ترقی کے قابل نہیں ہے۔ ہرگز اس قابل نہیں کہ اُس سے طلبا کی ترقی سے اہم معاملہ میں رائے لی جائے۔

(۷) معیار ترقی اعلےٰ اور مفید ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس میں معلم اور متعلم دونوں تعاون عمل سے کام نہ لیں۔ اُستاد کا کام یہ ہے۔ کہ وہ قدم بقدم رہنمائی کرتا رہے۔ اور طالب علم کو اس قابل بنا دے کہ وہ اپنی خامیوں کو معلوم کرتا رہے۔ اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگاتا رہے۔ اور اپنی کل سے آج کو اور آج سے کل کو بہتر بناتا رہے۔ (رمزی)۔

(+)

کلامِ اختر نگینوی

(از جناب سید محمد اختر صاحب اختر نگینوی شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی)

پہلو میں دل نہ ہو تو کوئی بات بھی نہ ہو
فرحت تو کیا ملال بھی کوئی کبھی نہ ہو

دل میں خیال رہتا ہے تیرے عتاب کا
جو مجھ کو وہم ہے کہیں سچ مچ وہی نہ ہو

پہنچا جو کوئے یار میں یہ شک ہوا مجھے
جنت ہے جس کا نام یہی وہ گلی نہ ہو

ناصح کی جتنی باتیں ہیں دیوانگی کی ہیں
کیا اُس کے منہ لگیں جو کوئی آدمی نہ ہو

آئیں گے وہ یہاں مجھے آتا نہیں یقین
قاصد نے بات یہ کہیں دل سے گھڑی نہ ہو

ہے لاگ ڈانٹ ہی سے محبت میں کچھ مزا
یہ دل لگی نہ ہو تو ذرا دل لگی نہ ہو

جھگڑا ہے شاعری میں قدیم و جدید کا
اختر یہی ہے خوب کہ اب شاعری نہ ہو

(رسالہ انصاف [illegible])

معارف

(از سید اسلام الحق سیفی ندوی مدیر اخبار غازی)

سوچا کہ جنوں کو وقفِ صحرا نہ کریں (۱) حاصل کریں درد اور مداوا نہ کریں
لیکن کچھ بھی نہ ہو سکا جب ہم سے
سوچا دل میں کہ دل میں سوچا نہ کریں

جو کھوئے گئے وہ عیش ملتے بھی رہے (۲) جو چاک ہوئے لباس سلتے بھی رہے
باقی رہا یونہی دورِ شادی و الم
مرجھاتے رہے تو پھول کھلتے بھی رہے

کشتی نیاز کوئی کھیتا ہی نہیں (۳) اور کوئی سلامِ شوق لیتا ہی نہیں
کعبے میں کسے جا کے پکاریں سیفی
جب کوئی ہمیں جواب دیتا ہی نہیں

([illegible] ۱۹۱۶ء)

سکولوں میں پینے کا پانی

جو طریق منشی کرم بخش صاحب جوش نے تجویز فرمایا ہے ۔ بے شک بہتر ہے ۔ مگر اپنی بہتری کے باوجود صوبہ بھر کے سکولوں کے لئے واحد طریق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مختلف علاقوں کے حالات مختلف ہیں ۔ لاہور اور اس کے نواح میں خاص کر ضلع گوجرانوالہ میں ٹیوب ویل کا نہایت ارزاں اور مفید رواج ہے ۔ جس میں نہ کسی ملازم کی ضرورت نہ کوئی برتن درکار ہوتا ہے ۔ ہر طالب علم موسم کے مطابق اس سے نہایت تازہ اور خوشگوار پانی پی سکتا ہے ۔ البتہ جہاں کنوئیں ہیں وہاں یہ طریق اچھا رہے گا ۔ مگر جہاں نہ ٹیوب ویل ہیں نہ دوسرے کنوئیں ۔ وہاں کے حالات کے موافق ہیڈ ماسٹر اصحاب سے توقع کی جاتی ہے ۔ کہ وہ اپنی طرف سے بہتر سے بہترین کوشش مبذول کریں ۔ کہ بچوں کے لئے نہایت صاف اور خوشگوار پانی مہیا کیا جائے ۔ اور اگر اس کے لئے برتنوں کی ضرورت ہوا کرے تو انہیں ضرور صاف کرایا جائے ۔ اور ہر طرح سے اس قابل بنایا جائے کہ آئے دن بچوں کی صحت بحال ہی رہے ۔ بلکہ اس میں روزافزوں ترقی ہو ۔ (اسپلیڈیوا)

کسی مدرسے میں پینے کے پانی کا احسن ترین انتظام کیا ہو سکتا ہے ۔ جس طرح انسان کے واسطے ہوا آگ ۔ اور خوراک نہایت ضروری چیزیں ہیں ۔ اُسی طرح پانی بھی اُس کے لئے ایک لاجواب اور بیش بہا عطیہ ہے ۔ اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں ۔ کہ پانی کے بغیر انسان کا گزارہ ناممکن ہے ۔ اور دراصل یہ ہے بھی ٹھیک ۔ کیونکہ اگر آدمی کو دو روز روٹی نہ ملے ۔ تو وہ اس کے بغیر کوئی اور چیز کھا کر اپنا گزارہ کر سکتا ہے ۔ مگر شدت کی پیاس میں پانی نہ ملنے کے باعث انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہیں رہ سکتا ۔

صاحبان! انسان کھانے ۔ پینے ۔ اوڑھنے اور چلنے پھرنے میں ممکن اور ضروری احتیاط کیا کرتا ہے ۔ جو اس کے اپنے خیال کے بموجب ضروری ہوتی ہیں ۔ بعینہٖ پانی کے متعلق بھی ہمارا فرض اولین یہ ہونا چاہئے ۔ کہ اپنے گھروں میں پینے کے پانی کا اچھے سے اچھا انتظام کریں ۔ تاکہ پانی کے ذریعے لاحق ہونے والی بیماریوں سے محفوظ رہیں ۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ کسی مدرسے میں پینے کے پانی کا عمدہ سے عمدہ انتظام کیا ہو سکتا ہے ؟

(۱) کنواں یا نلکہ حتے الوسع احاطۂ مدرسہ کے اندر ہو ۔ تاکہ وہ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کے زیر نظر رہے

اور انہیں معلوم ہوتا رہے کہ اُس کنوئیں کا پانی کسی عنوان سے خراب تو نہیں ہؤا۔ کنواں احاطۂ مدرسہ میں ہو خواہ کسی دوسری جگہ مگر اُس میں وہ تمام اوصاف ہونے چاہئیں۔ جو از رُوئے حفظِ صحت ایک کنوئیں کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً۔

(ا) کنواں کوڑی۔ مرگھٹ۔ نشیب یا کسی اور جگہ میں نہ بنایا جائے۔

(ب) زائد پانی بہ نکلنے کے لئے اِدھر اُدھر نالیاں ہوں۔

(ج) کنوئیں کی من زمین سے کافی اونچی ہو۔

(د) اُس کے اوپر لوہے کی چھتری لگی ہوئی ہو تاکہ درختوں کے پتے اندر گر کر پانی کو بدبودار نہ کریں۔

(ہ) کنوئیں پر اعلیٰ ذات کا ایک تندرست آدمی جو صفائی پسند بھی ہو بٹھا دیا جائے۔ وہ اپنے صاف ستھرے برتن اور بیزم سے پانی نکال نکال کر پلائے۔ اور کوئی آدمی گندا ڈول یا میلا برتن کنوئیں میں نہ ڈالے نہ ہی من پر کسی کو کپڑے دھونے اور نہانے دیا جائے۔ اس طرح نلکے کی بھی دیکھ بھال کی جا سکتی ہے۔

(۲) ہر چار مہینے کے بعد کنوئیں میں پرمینگنیٹ آف پوٹاش ڈالی جائے۔ اور وہ پانی نکال کر پھر پانی پینا شروع کرنا چاہئے۔ کنوؤں میں ان بجھا چونا ڈالنا بھی مفید ثابت ہوا ہے۔ سال میں کم از کم ایک دفعہ کنوئیں کی اندر سے صفائی ضرور کرائی جائے۔ کیونکہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ عرصہ پاکر کوؤں کے پانی میں سُرخ رنگ کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۳) حفظِ صحت کی رو سے بہشتی کی مشک کا پانی پینا مضر صحت ہے۔ کیونکہ کھال کے جراثیم چمڑے کی بدبو ایسی مکروہ اور غلیظ چیزیں ہیں۔ جو ہمیں ضرور مریض بنا دینگی۔ اسلئے بہشتی سے پینے کا پانی مشک کے ذریعے نہ منگایا جائے۔

(۴) اگر احاطۂ مدرسہ میں کنواں نہیں ہے۔ تو ملازم کا جو اِسی کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ خود ہر طرح سے پاک و صاف رہے۔ اور جس کنوئیں سے وہ بہتر سمجھے پیتل تانبے یا لوہے کے برتن میں جو تسلی بخش طور پر صاف کیا ہؤا ہو۔ پانی بھرے۔ اور اس برتن کو ڈھک کر پانی لائے۔ اور ایک بڑے ٹب (ٹنکی) کو جس میں پیچ لگا ہؤا ہو۔ اُوپر سے ڈھکا ہؤا ہو۔ اور سکول میں پہلے سے موجود ہو۔ بھر دے۔ مگر پہلے اِس کے مُنہ پر باریک ململ کا کپڑا باندھ کر پھر پانی اس میں ڈالے اِس عمل سے ٹب میں چھنا ہؤا پانی جائیگا۔ اب جو لڑکا پانی پینے آئیگا۔ وہ اپنے رومال کو ہاتھ میں لیکر ٹنکی کا پیچ کھولے اور اپنے ہاتھوں کو خوب اچھی طرح دھوئے۔ پھر گلاس سے یا جس طرح مناسب خیال

کرے پانی پیئیے - اگر گلاس سے پانی پینا ہے - تو گلاس کو صاف کرکے مقررہ جگہ پر رکھ جائے - اس ضمن میں یہ جتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے - کہ وہ ٹب باہر سے بالعموم اور اندر سے بالخصوص ہر روز دھویا جائے - نیز یہ برتن ایسی جگہ رکھا ہوا ہو جہاں روشنی اور دھوپ کا گزر ہو -

(۵) پانی پلانے والا آدمی مندرجہ بالا طریق کی طرح مٹی کے مٹکے پانی سے بھر کر رکھ لے - اور حسب ضرورت طلباء کے ہاتھ دھلا کر اپنے لوٹے سے اُنہیں پانی پلائے تمام مٹکے ڈھکے ہوئے ہوں - اور صبح کے وقت جب ان میں پانی بھرا جائے تو چھان کر بھرا جائے ایسا کرنے سے جو کرم یا دیگر مشتبہ اشیاء پانی میں ہونگی وہ کپڑے پر رہ جائینگی - اور مٹکوں میں صاف پانی جائیگا -

(۶) کوئی لڑکا مٹکوں میں ہاتھ نہ ڈالے - نہ ہی کوئی لڑکا لوٹے کو ہاتھ لگائے -

(۷) جھوٹا لوٹا یا گلاس بھی مٹکوں میں نہ ڈالا جائے - یہ مٹکے آٹھویں دن اندر باہر سے مانجھ کر باری باری دھوپ میں سکھائے جائیں اور رات کو پانی پینے کا یہ تمام سامان ایک خاص کوٹھڑی میں جو اسی کام کے واسطے مخصوص کی گئی ہو رکھا جائے -

(۸) دریا اور نہر کے پانی کی صورت میں پانی اُبال چھان کر مٹکوں میں بھرا جائے یا عملِ تقطیر کے ذریعے پینے کے لائق بنایا جائے -

(۹) پینے کے پانی کا انتخاب بھی لازمی ہے - حتے المقدور صاف - شفاف - سفید اور بے ذائقہ پانی ہونا چاہئے - کیونکہ کھاری - گدلا - یا بدبو دار پانی سب مضرِ صحت ہوتے ہیں - اسلئے ایسے پانی سے پرہیز لازم ہے -

(۱۰) پانی پلانے والے کو ہدایت کی جائے کہ ہر روز تازہ پانی پلائے اور مٹکوں وغیرہ کو ہر روز دھوئے - ان میں پانی بھرتے وقت پانی چھان کر ڈالے - کسی نے کیا خوب کہا ہے -

پانی پیجئے چھان کے گورو کیجئے جان کے

(۱۱) اگر پانی پلانے والا آدمی ڈول سے تازہ پانی نکال نکال کر پلائے تو اس سے کیا بہتر اگرچہ یہ طریق زیادہ تعداد طلبا کی صورت میں مفید تر نہ ہوگا - کیونکہ تفریح کے وقت لڑکوں کی زیادتی پانی پلانے والے کو حیران و پریشان کر دیگی - ڈول یا لیزم کی صفائی کا یہاں بھی اُسی طرح خیال رکھنا ہوگا -

میری ناقص رائے میں اگر مذکرہ بالا طریق کو رواج دیا جائے تو مفید ثابت ہونے کے علاوہ مدرسے میں پانی کا نہایت اعلیٰ انتظام ہو سکتا ہے - اور بچوں کو پاک - صاف - خالص اور صحت بخش پانی دستیاب ہو سکتا ہے - (اکرم بخش جوش)

دیکھئے کیا گردشِ ایّام ہے

جلوہ افروز آج وہ گلفام ہے　　ایک میلہ ہے کہ زیرِ بام ہے
عاشقی کا اور کیا انجام ہے　　یاس ہے اندوہ ہے آلام ہے
اپنے در پر دیکھکر مجھ کو کہا　　کون ہو۔ کیا نام ہے۔ کیا کام ہے
مجھ سے کہتے ہیں کہ ہے بے رحم تو　　یہ نئی تہمت نیا الزام ہے
پھر گئے وہ آتے آتے میرے گھر　　دیکھئے کیا گردشِ ایّام ہے
خط پہ خط کیوں آ رہے ہیں میرے نام　　غیر کیا کوئی مرا ہمنام ہے
مار ڈالا مجھکو ہجرِ یار نے　　موت لیکن مفت میں بدنام ہے
ہو رہے ہیں قمری و بلبل نثار　　باغ میں وہ سرو گل اندام ہے

مالکِ کونین جو چاہے کرے
شاکر اُس کا بندۂ بے دام ہے

(پنڈت)
شو ناتھ کول شاکر

اے شمعِ تجلّی مجھے پروانہ بنا دے

جلوہ ترا ہشیار کو دیوانہ بنا دے　　ہو اہل اگر کوئی تو کیا کیا نہ بنا دے
آئینہ نہ دیکھو کہیں عکسِ رُخِ روشن　　تمکو بھی میری طرح نہ دیوانہ بنا دے
ہاں اک نگہِ لطف سے اے جانِ سخنگو　　بیتی ہے جو ہم پر اُسے افسانہ بنا دے
پر نور کے لگ جائیں مرے ذوقِ فنا کو　　اے شمعِ تجلّی مجھے پروانہ بنا دے
کر ہستیِ ناکام کو پھر فارغِ امّید　　پھر دل کو تمناؤں سے بیگانہ بنا دے
ساقی جو پلاتا ہے مئے عشق و محبّت　　لے شیشۂ دل کو مرے پیمانہ بنا دے
تخئیل کو میری پرِ پرواز عطا کر　　پھر عرشِ معلّی میرا کاشانہ بنا دے

اے برقِ نظر شوق سے گر دل پہ صبا کے
اس گلشنِ سرسبز کو ویرانہ بنا دے

صبا
تلمیذ علامہ عیش مدظلہ امروہی

اکبر الہ آبادی

(گذشتہ سے پیوستہ)

میں نے شروع میں بیان کر دیا ہے کہ اس عہد میں سیاست اور آزادی کی لہر بھی بڑے زوروں پر تھی فوقیت کا خیال بھی انہی دنوں پیدا ہوا تھا۔ اکبر صاحب اپنے آپ کو اس سے بھی نہ بچا سکے ان کے دل میں وہ جوش تھا کہ جو انہیں اپنے خیالات کا اظہار کرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ لیکن وہ ایک سرکاری ملازم تھے اور اس وجہ سے بعض اوقات جو بات کہتے ہیں اسکو پردہ میں کہتے ہیں مگر ہر موقعہ پر ایسا نہیں کرتے کبھی کبھی انکا بیان بالکل صاف ہوتا ہے فرماتے ہیں ؎

انجن کو آگ ہو مبارک انگریز کو بھاپ ہو مبارک
دہلی کو سہاگ ہو مبارک قومی ہمیں راگ ہو مبارک

گاندھی جی کا ایک مشہور فقرہ ہے کہ "میں انگریزوں سے صاف دل ہو کر ملنا چاہتا ہوں اور وہ بھی صاف دل ہو کر ملیں (CHANGE OF HEART) یہ تبدیلی بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ ہماری بھلائی اور بہبودی کیلئے ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ غلامی کی زنجیر کو اور کڑی کرتے چلے جا رہے ہیں اور طرہ یہ کہ ہم پر احسان بھی جتاتے ہیں ؎

بارِ احسان جسے کہتے ہیں وہ ہے کوہ جفا کاش نادم ہوں یہ احسان جتانے والے
قدم شوق بڑھے ان کی طرف کیا اکبر دل سے ملتے نہیں یہ ہاتھ ملانے والے

مگر جو لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے وہ خوش ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریز تو ہمیں سب کچھ دے رہے ہیں اور ہمارے ساتھ بہت فراخدلی سے پیش آ رہے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دھوکا ہے تاکہ معمولی باتوں میں پھنس کر آگے کا کچھ خیال نہ رہ جائے۔ وہ بھی اپنی کوشش میں کامیاب ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ کتنا اچھا دھوکا دیا اسی خیال کو اکبر صاحب مرحوم اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمہ پہ شاد ہے صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی۔

دوسری جگہ اس سے بھی صاف طور پر فرمایا ہے ؎

بس جا حلقۂ میونسپل دیکھ تجھے کیا کام ہے جاپان و چین سے

انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ کونسل اور اسمبلی سے کچھ ہونے کا نہیں کیونکہ ان کو کوئی طاقت نہیں دی گئی محض ایک جال بنا دیا گیا ہے تاکہ ناتجربہ کار لوگ اس میں پھنس کر رہ جائیں۔ فرماتے ہیں ؎

اک دل لگی ہے وقت گذرنے کے واسطے　　　دیکھو تو ممبروں کے ذرا ایر پھیر کو
ایسی کمیٹیوں سے ہے پھل کا امیدوار　　　اکبر درخت سمجھا ہے پتوں کے ڈھیر کو

اسی مضمون کو وہ ایک جگہ کتنا بیان کرتے ہیں ؎

پالیسی کے باغ میں جھولے امیدوں کے بت　　　جس کا جی چاہے وہ برسوں بے تکلف جھول لے

ایک جگہ اور کہتے ہیں کہ ہم کو سرکار نے اگر کچھ دیا ہے تو صرف یہی کہ سڑک کی صفائی نالیوں کی صفائی اور اور اس قسم کی چیزیں فرماتے ہیں ؎

ممبر علی مراد ہیں یا سکھ نارھان ہیں　　　لیکن معلیٰ بنے کو وہی نا بدان ہیں

اکبر مرحوم ہندو مسلم اتحاد کے بھی حامی تھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان دونو قوموں کا آپس میں لڑنا ٹھیک نہیں اور اگر بالفرض کسی بات پر تنازعہ ہو بھی جائے تو پھر ایک ہو جانا چاہئے گو انہیں سیاسیات سے بہت زیادہ تعلق نہیں تھا پھر بھی انہوں نے بعض اوقات اس پر روشنی ڈالی ہے انکے نزدیک ہندو مسلمان دونو بھائی بھائی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ہندو مسلم ایک ہیں دونوں　　　یعنی یہ دونوں ایشیائی ہیں
ہم وطن۔ ہم زبان و ہم قسمت　　　کیوں نہ کہدوں کہ بھائی بھائی ہیں

ایک سال دسہرہ اور محرم ایک ساتھ تھا اس موقعہ پر حسب فرمائش پنڈت مدن موہن صاحب مالوی آپ فرماتے ہیں ؎

محرم اور دسہرہ ساتھ ہوگا　　　نباہ اس کا ہمارے ہاتھ ہوگا
خدا ہی کی طرف سے ہے یہ سنجوگ　　　تو کیوں جھگڑیں نا باہم صلح ہم لوگ

اوپر کے صفحات پڑھنے سے یہ امر آئینہ ہو جاتا ہے کہ اکبر مغربیت اور مادیت کے خلاف تھے اور انہیں ان تمام باتوں سے نفرت تھی جو انسان کو اپنے مذہب سے بیگانہ بنا دیں جس طرح کہ ورڈز ورتھ WORDSWORTH انگلستان والوں کی مادہ پرستی سے بیزار تھا اور چاہتا تھا کہ لوگ پھر نیچر کی طرف راغب ہوں اسی طرح اکبر صاحب بھی اس مادیت اور مغربیت کے خلاف تھے اور چاہتے تھے کہ ہندوستان والے ان کی تقلید نہ کریں! وراگر ایسا کریں بھی تو بہت ہی سمجھ بوجھ کر ورنہ انکا خیال تھا اور بجا خیال تھا کہ اس کورانہ تقلید سے علاوہ نقصان کے فائدہ کی بہت کم امید ہے۔ اسی لئے وہ بار بار کہتے تھے کبھی صاف صاف اور کبھی طنزیہ اور کبھی ظرافت کے ساتھ ہنسا ہنسا کر اپنی نصیحت سے خبردار کرتے تھے کہ لوگ مان جائیں۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کس کو سنائی دیتی ہے اب لوگوں کو معلوم ہوا ہے کہ کوئی ٹھیک کہتا تھا اب لوگوں کو پتہ چل رہا ہے کہ ہم لوگ کس قدر غلط راستہ پر تھے مگر اب بھی ایسے لوگ باقی ہیں جن کی نیند نہیں کھلی

مندرجہ بالا اشعار کے دیکھنے سے جو خاص خاص موضوع اور موقعہ پر لکھے گئے ہیں اور ان کا اور کلام پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام اپنے زمانہ کا آئینہ ہے ہر ایک طرح کی تحریک جو انکے زمانہ میں ہوئی اس پر انہوں نے طبع آزمائی کی ہے قوم کی جو حالت تھی وہ بھی انکے کلام سے صرف مجموعی حیثیت سے ظاہر نہیں ہے بلکہ ہر ایک جزو کا پتہ چلتا ہے۔ بیجا نہ ہوگا

اگر ہم انکے کلیات کو اس زمانہ کی تواریخ کہیں جس میں انہوں نے اس وقت کی سوسائٹی۔ ملک۔ قوم اور تعلیم کی جو حالت تھی صاف صاف درج کر دی ہے بلکہ ان پر ایک تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے ۔

اس عہد کے لوگ نصیحت کے عادی ہو گئے تھے اور اب انہیں نصیحت کے نام سے چڑھ تھی۔ اس قسم کی باتوں پر عمل کرنے کو کون کہے وہ تو اسے سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے مگر اکبر نے وہ طریقہ اختیار کیا جو سب کو پسند آیا۔ عوام کی غلطیوں کو انہوں نے اس پیرایہ میں بیان کیا کہ لوگ پڑھتے ہیں اور ہنستے ہیں مگر جب ہنسی ختم ہو جاتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ انہی غلطیوں میں ہم بھی مبتلا ہیں۔ یہ طریقہ طنز کا تھا۔ مغرب میں طنزیات کا معیار ہمیشہ سے بلند رہا ہے۔ اسی طنزیات کی بدولت سوفٹ SWIFT اور سٹیل STEEL انگریزی ادب کے درخشندہ ستارے سمجھے جاتے ہیں اردو میں اسکی ابتدا و انتہا دونو اکبر کی ذات سے ہوئیں کیونکہ اب تک کوئی اس رنگ کا شاعر نہیں ہوا۔ انہوں نے شاعری کو ذریعۂ اصلاح قرار دیا اور یہ درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ عرب جب کسی سے لڑتے تھے تو ساتھ ساتھ اشعار پڑھتے جاتے تھے تاکہ انہیں جوش آئے۔ ورڈزورتھ WORDSWORTH نے شاعری ہی کے ذریعہ سے اپنے ہموطنوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ ملٹن MILTON نے بھی شاعری ہی کے ذریعہ اصلاح کرنا شروع کیا تھا۔ مغرب میں خصوصاً شاعروں ہی نے مصلح کا کام زیادہ بہتر طریقہ پر کیا۔ بے موقعہ نہ ہوگا اگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ اکبر کے یہاں خلوص نیتی (SINCERITY) بہت کافی ہے ایک مصلح کیلئے یہ بات ضروری بھی ہے کیونکہ جب تک اس قسم کے جذبات شاعر کے دل میں گھر نہ کر لیں تب تک وہ اس قسم کے اشعار لکھ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر لکھے بھی تو اس میں اثر ہونا معلوم۔ اور اگر اثر ہی نہ پیدا ہوا تو شاعری تو الگ رہی۔ اصلاح کے کام کا بھی پورا ہونا ظاہر ہے۔ اکبر کا کلام پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کے دل پر چوٹ لگی ہے اور وہ جل بھن کر ایسے کلمات استعمال کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا کلام اتنا مؤثر ہے کہ فوراً دل پر اثر کرتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے ان کی خلوص نیتی (SINCERITY) کا ورنہ ان کا کلام بھی گراموفون کی آہ کی طرح بے اثر ہوتا۔

چونکہ آپ خدا پرست آدمی تھے اس لئے آپ کو تصوف میں بھی کافی دخل تھا۔ انکے کلام میں متعدد اشعار ایسے ملتے ہیں جو تصوف کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تصوف کا ایک اصول ہے کہ بغیر ایک پیر کے کوئی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر گرو صرف راستہ بتلانے والا ہے۔ اس نکتہ کو کس طرح سمجھاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

وہ بھی نافہم ہے جو خضر کا طالب ہوا ۔۔۔ وہ بھی نادان ہے جو خضر کو منزل سمجھا

صوفیوں کے یہاں مختلف مذاہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف راہ ہی کا پھیر ہے۔ خدا کے یہاں سے نہ تو کوئی ہندو بن کر پیدا ہوتا ہے اور نہ مسلمان نہ عیسائی بلکہ جو مذہبی قیود سے الگ ہو جاتا ہے وہی عاقل ہے۔ مصرع

ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں۔ اکبر کا شعر ہے ؎

کفر و اسلام کی تفریق نہیں فطرت میں ۔۔۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے میں بھی یہ مشکل سمجھا

شیخ نے چشمِ حقارت سے جو دیکھا مجھ کو　　یہ حسن۔ ابن اُسے اللہ سے غافل سمجھا

کثرت میں وحدت بھی تصوف کا ایک اہم اصول ہے۔ اسی نکتہ کو اکبر صاحب یوں بیان کرتے ہیں ؎

بیخودی پر وہ کثرت جو اٹھا دیتی ہے　　ہر طرف جلوۂ توحید دکھا دیتی ہے

صوفیوں کے نزدیک فرقتِ یار سے موت بہتر ہے۔ وہ زندگی کو ایک کانٹا سمجھتے ہیں اکبر کا شعر ہے ؎

موت آئی عشق میں تو ہمیں نیند آگئی　　نکلی بدن سے جان تو کانٹا نکل گیا

انسان مجبورِ محض ہے جو کچھ اختیار ہے وہ خدا کو ہے اور جو کچھ ہوتا ہے سب اُسی کی مرضی سے ہوتا ہے ؎

تدبیر کی کوئی حد نہ رہی بالآخر یہ کہنا ہی پڑا　　اللہ کی مرضی سب کچھ ہے بندے کی منشا کچھ بھی نہیں

دوسری جگہ فرماتے ہیں (بے ساختہ پن اور روانی بھی ملاحظہ ہو) ؎

کسی کی قسمت میں زہرِ غم ہے کسی کو حاصل مئے طرب ہے　　وہی بگاڑے وہی بنائے اسی کی قدرت کا کھیل سب ہے

صوفیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ سب کچھ خدا ہی ہے ہم کچھ نہیں اکبر مرحوم فرماتے ہیں ؎

ہستیٔ حق کے معانی جو مرادل سمجھا　　اپنی ہستی کو اک اندیشۂ باطل سمجھا

اور جب یہ صورت ہے تو ہر شے خدا ہے یا اُسی کا جلوہ ؎

وہ شناور ہوں جو ہر موج کو ساحل سمجھا　　وہ مسافر ہوں جو ہر گام کو منزل سمجھا

جب تک ہوش و حواس درست ہیں تب تک خدا تک پہنچنا ناممکن ہے گو خدا عقل سے پرے ہے۔ خدا کی ہستی کوئی ایسی شے نہیں جو بحث اور مباحثہ سے ثابت ہو سکے۔ یا عقل کا ہوائی جہاز وہاں تک پہنچ سکے گویا خدا تک پہنچنے میں عقل ہی مانع ہے ؎

نورِ عرفاں عقل کے پردہ میں پنہاں ہو گیا　　ہوش میں آنا حجابِ رُوئے جاناں ہو گیا

خدا کے پانے کیلئے محبت کی ضرورت ہے سمجھ اور عقل نہیں چاہیے۔ بلکہ دل چاہیئے ؎

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا　　بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

دل اور عقل بلکہ سائینس میں فرق بتانے کے لئے کیسا انوکھا طرز اختیار کیا ہے ؎

اس کو چکر ہی رہا اور یہ خدا تک پہنچا　　دلِ پُرسوز جو ہاتھ آئے تو انجن کیا ہے

آتش کا شعر ہے ؎

حسنِ پری اک جلوۂ مستانہ ہے اس کا　　ہشیار وہی ہے کہ جو دیوانہ ہے اُس کا

اکبر صاحب فرماتے ہیں ؎

اشارہ ہے یہی بادِ صبا کا　　چمن اک رنگ ہے اس کی ادا کا

اکبر صاحب نے اپنے کلام میں ظرافت اور بذلہ سنجی کو بھی ایک نمایاں جگہ دی ہے۔ مگر ان کی ایسی نظمیں

پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی ظرافت محض ظرافت اور بذلہ سنجی نہیں ہے بلکہ ان میں اکثر نہایت باریک اور دقیق معنی چھپے رہتے ہیں۔ ان کے ایسے اشعار میں کوئی خاص بات جاہے وہ اخلاقی ہو یا تعلیمی سیاسی ہو یا معاشرتی۔ ادب آموز ہو یا روحانی۔ ضرور ہوتی ہے۔ وہ کبھی کسی قوم یا فرقہ یا شخص کا خاکہ نہیں اُڑاتے بلکہ ان کی ظرافت عام اور وسیع ہوتی ہے جس کا تیر ہر طرف چلتا ہے۔ ان کی طرز ادا ایسی ہوتی ہے کہ وعظ اور پند کے روکھے پھیکے مضامین بھی تلخ نہیں معلوم ہوتے۔ لوگ ایسے اشعار کو خوشی سے پڑھتے اور ہنستے ہیں مگر اکبر ہیں کہ ہنسا ہنسا کر رُلاتے ہیں۔ ان کا مذاق کبھی فحش اور عامیانہ یا بازاری نہیں ہوتا۔ ان کے اس قسم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ان کو کیا کام ہے مروت سے — اپنے رُخ سے یہ مُنہ نہ موڑینگے
جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں — ڈاکٹر فیس کو نہ چھوڑینگے

راہ تو مجھ کو بتادی خضر نے — اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

ہم ایسی کُل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں — کہ جنکو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

پکالیں پیس کر دو روٹیاں تھوڑے سے جَو لانا — ہماری کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

مغرب نے خوردبین سے کر ان کی دیکھ لی — مشرق کی شاعری کا مزا کرکرا ہوا

بہت شوق انگریز بننے کا ہے — تو چہرے پہ اپنے کلٹ کیجئے

مال گاڑی پہ بھروسہ ہے جنہیں اے اکبر — انکو کیا غم ہے گناہوں کی گراں باری کا

اکبر کے ظریفانہ اشعار کو بھی طنزیات میں شامل کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اکثر کسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں اور ایک مذاق کا پہلو لئے ہوئے۔ اکبر کی ظرافت چند خاص جزو پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ ایسی نئی اور لطیف تشبیہیں استعمال کرتے ہیں جو عام مشاہدہ میں برتی جاتی ہیں لیکن وہ ان میں کوئی باریکی نہیں پیدا کرتے بلکہ ویسے ہی سیدھے سادھے بیان کر دیتے ہیں کبھی کبھی نئے اور مذاقیہ الفاظ خواہ وہ کسی زبان کے ہوں استعمال کر جاتے ہیں اور خاصکر ردیف اور قافیہ کی جگہ پر۔ تیسرے یہ کہ معمولی الفاظ ایسے انوکھے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ ان میں لطف پیدا ہو جاتا ہے وہ ایسے معمولی اور سبک الفاظ جنکو شعرا اکثر استعمال نہیں کرتے بہت صفائی۔ شوخی اور جدت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جیسے بدھو۔ جمن۔ کلو۔ جلو۔ وغیرہ۔

علاوہ ان خوبیوں کے انکے کلام میں روانی بہت ہے جس کے ثبوت میں سدے کی نظم کا ترجمہ "برق کلیسا" "جلوۂ دربار دہلی" اور اس قسم کی چند اور نظمیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ انکے کلام میں بہت سے ایسے انگریزی الفاظ نظر آئینگے جن سے اردو زبان ابھی تک ناآشنا ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کرنے سے کبھی کبھی انکے کلام میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے مگر اسی کے ساتھ

ساتھ یہ ضرور ہے کہ لطف بڑھ جاتا ہے اور اگر ان الفاظ کی جگہ اردو الفاظ استعمال کریں تو شعر بے مزہ اور بے لطف ہو جائیگا۔ اس کے علاوہ ان کی زبان نہایت پاک سہل اور عام فہم ہے روزمرّہ اور محاورے سے زیادہ کام لیتے ہیں اور محاورے تو اس ندرت اور انوکھے پن سے استعمال کرتے ہیں کہ ان کا لطف اور دوبالا ہو جاتا ہے۔

ان کے کلام میں کہیں کہیں بناوٹ اور تصنع بھی پایا جاتا ہے لیکن اس کی مثالیں بہت کم بلکہ یوں کہئے کہ نہ ہونے کے برابر ہیں ؂

زلف نے پرتو دیں نام کو رہنے نہ دیا　　آخر اس لام نے اسلام کو برباد کیا

دو ایک جگہ خیالات بھی رکیک اور مبتذل ہیں جیسے ۔ مصرع

اس مس کی زیاں رات جو لی ہیں نے دہن ہیں

کہیں کہیں الفاظ بہت ہی عامیانہ استعمال کئے ہیں ؂

شیخ کو گانٹھ کے سلیقے سے　　چین کر مغربی طریقے سے

"گانٹھنا" یا "گانٹھ لینا" مبتذل ہے ؎　　(اما شنکر سریواستو)

جذباتِ ابر

(از جناب ابر انصاری احسنی گنوری)

یہ ٹھنڈی گرمیوں کا زور آہِ نارسا کب تک　　بن بھیگی جھوٹی بجی آسمانوں پر ہوا کب تک

ہنسے گا نالۂ پُر درد پر اے خودنما کب تک　　مری فریاد سے ٹکرائے گی تیری جفا کب تک

نہ ہو جائے کہیں توہین تیرے فیض رحمت کی　　الٰہی کوئی پھیلائے رہے دستِ دعا کب تک

لگا دے آگ اے آہِ رسا گردونِ گرداں میں　　جبیں پر نارسائی کا یہ داغ بدنما کب تک

تبسم کی جہاں آنسو ہے موجیں ہیں تیرے لب پہ　　یہ عالم ہے تو رو کے کوئی طوفانِ بکا کب تک

نمایاں ہو گیا آخر وہ رنگِ رُخ کی صورت میں　　بھلا سینہ میں رہتا راز بن کر مدعا کب تک

کسی قیمت پر اس کو ابر لیتا ہی نہیں کوئی

پھروں ناقدر دانوں میں لئے جنسِ وفا کب تک

فکرِ سلیم

(جناب حکیم محمد شرف الدین صاحب سلیم بنگلوری)

صورت میں بتوں کی بھی کیا کیا نظر آتا ہے — اللہ کی قدرت کا جلوا نظر آتا ہے
اللہ کا ہر بُت میں جلوا نظر آتا ہے — بتخانہ میں چھوٹا سا کعبہ نظر آتا ہے
جو موج ہے مے کی وہ کہتی ہے یہ اُٹھ اٹھ کر — ساقی ترا میخانہ دریا نظر آتا ہے
دیکھا جو تعمق سے تو شیخ و برہمن میں — صرف ایک رسالت کا پردہ نظر آتا ہے
تم گرم نگاہوں سے جب دیکھتے ہو دل کو — پہلو میں میرے گویا شعلہ نظر آتا ہے
اللہ رے محویت مجنوں کے تصوّر میں — صحرا کا ہر اک ذرّہ لیلیٰ نظر آتا ہے
یہ چاند شفق میں ہے روشن سرِ میخانہ — یا دستِ حنائی میں شیشہ نظر آتا ہے

فکرِ توفیق

(مسٹر توفیق تلمیذ علامہ مضطر نعمانی فاضل السنہ شرقیہ)

کشودِ کار کی صورت نہیں اے دل بیاباں میں — ہر اک ذرہ لئے پھرتا ہے حیرت اپنے داماں میں
جو اس قطرہ میں پنہاں ہے کہاں وہ جوشِ طوفاں میں — خدا معلوم پوشیدہ ہے کیا کیا قلبِ انساں میں
ہجومِ یاس و حرماں نے بنایا پیکرِ حیرت — یہی تھی آخری کوشش ہماری حدِّ امکاں میں
زمیں تھرا اٹھی دیوار و در کے اُڑ گئے ٹکڑے — قدم رکھا جو تیرا نام لیکر ہم نے زنداں میں
فضا میں جس طرف دیکھا اُدھر حسرت برستی تھی — عجب منظر نظر آیا ہمیں شہرِ خموشاں میں
مدد اے دشت وحشت! المدد اے جوششِ الفت! — بہت مدّت سے ہم بیٹھے ہیں سر ڈالے گریباں میں

سرابِ وہم ہے توفیق یہ نیرنگیٔ عالم
ہمیں ہر پھول پژمردہ نظر آیا گلستاں میں

شاگردانِ حضرتِ نوّاب فصیح الملک داغ دہلوی

(۱۵)

(از خسروِ سخن ہاردن صاحب انصاف سکرٹری بازار ٹینٹس ایسوسی ایشن رنگون برما)

نوّاب آغا مرزا صاحب شاغل دہلوی حضرت نوّاب فصیح الملک داغ دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے مشورۂ سخن اپنے بڑے بھائی سے لیا کرتے تھے۔ آج سے پینتیس برس پہلے بمبئی آئے تھے۔ حکیم محمد طیب صاحب صاؔد رئیس بمبئی اور سید جلال احمد صاحب جلاؔل عظیم آبادی شاگردانِ حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی اُس زمانے میں شہر بمبئی میں تھے۔ حضرت نواب شاغل دہلوی کا قیام انہیں کے ہاں تھا۔ اپنے بھائی کی طرح مخصوص انداز میں غزل پڑھ کر سامعین کے دلوں کو تسخیر کیا کرتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں آپ اس رہتی دُنیا سے اُٹھ گئے۔ جناب صاؔد صاحب نے قطعۂ تاریخ بھی کہا۔ عبدالرحیم صاحب صبؔا زنلامی شاگرد حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی نے مذکورِ قطعے کو اپنے "رسالۂ گلشنِ داغ رتلام" میں شائع کیا۔ حضرت صاؔد کی عمر اس وقت اسّی برس کی ہے۔ جناب شاغل پر حضرت داغ کی خاص نظرِ عنایت تھی۔ پچھلے سال حیدر آباد دکن میں حاجی سید نذیر حسن صاحب سجاؔد دہلوی شاگرد حضرتِ داغ دہلوی سے ملاقات ہوئی تھی۔ جناب سجاؔد دہلوی نے حضرت شاغل دہلوی کی یہ غزل مجھے عنایت فرمائی جسے میں ناظرین کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔

(از نوّاب آغا مرزا صاحب شاغل دہلوی شاگرد و برادرِ خورد حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی)

اپنے خیالِ جلوۂ رُخ کو بھی رو گئے　　کیا کام غم کدے میں بھلا نورِ ماہ کا

سرشار ہے کہ چال تمہاری اڑائی ہے　　کچھ تو سبب ہے لغزشِ پائے نگاہ کا

مرتے کبھی نہ طالب دیدارِ حشر پر　　ملتا اُنہیں پتا جو تری جلوہ گاہ کا

مرقد کی تیرگی نہ جچی کچھ نگاہ میں　　ممنون ہوں رفاقتِ بختِ سیاہ کا

شاغل تری بلا کو غم بازپرس ہو
تو ہے غلام آلِ رسالت پناہ کا

(مرسلہ انصاف از بمبئی)

دیہات سُدھار

(لالہ تیج رام صاحب ہیڈ ماسٹر بستی سبانی)

یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ دیہات کی آبادی اور ترقی کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے مُلک کی ترقی وابستہ ہے۔ کیونکہ مُلک کی آبادی کا تقریباً ۹۰ فی صدی حصہ دیہات میں بود و باش رکھتا ہے۔ جب تک یہ کثیر آبادی بیدار اور خوشحال نہ ہو۔ ملکی ترقی اور کسی تحریک کا کامیاب ہونا مشکل ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہر سمجھدار آدمی کوشاں نظر آتا ہے۔ قبل اس کے کہ یہ تحریک رواج پکڑے۔ کمال دانشمندی یہ ہے۔ کہ اس کے ہر ایک پہلو کو نظر غائر سے دیکھ لیا جائے۔ تاکہ اس کی نوعیت سے اختلاف رائے رکھنے والے افراد بھی اسے کامیاب بنانے کے لئے آمادہ نظر آئیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ دیہات کے قابل ترین آدمی دیہات کی رہائش چھوڑ کر شہری آبادی میں جا بستے ہیں۔ اور انہی اشخاص کو شہروں میں دولت کمانے۔ ترقی پانے اور عزت بڑھانے کا زیادہ موقعہ ملتا ہے۔ اس سے ہمارے دیہاتی بھائی ان قدرتی رہنماؤں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور اُن کی اقتصادی۔ معاشرتی اور مجلسی ترقی بڑھنے نہیں پاتی۔ اس لئے ہمارے دیہات کی زندگی کے تمام پہلو تاریک اور تمام مقامات روشنی سے محروم ہیں۔ گورنمنٹ نے دیہاتی آبادی کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کے لئے دیہات میں مدارس کا جال بچھایا ہوا ہے۔ لازمی تعلیم جاری ہے۔ مدارس بالغان کھولے گئے ہیں۔ لائبریریاں قائم ہیں۔ تعلیم نسواں کو ترقی دی جا رہی ہے۔ پنچائتیں قائم ہیں۔ نہریں جاری ہیں۔ شفا خانے اور ہسپتال کھلے ہوئے ہیں افسران کا دورہ دیہات میں ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی طریق زراعت دقیانوسی۔ دیہاتی فضا غلیظ۔ رسومات میں وہ بے راہ روی۔ کہ تمام ترقی کی راہیں مسدود اور رفعت کی منزلیں مفقود ہیں۔ مرد جاہل عورتیں علم سے بے بہرہ قرض اور افلاس کا پھندہ ہر گلے میں پڑا ہوا ہے۔ دیہاتی زیادہ تر چھوٹی چھوٹی بستیوں میں رہتے ہیں۔ سادہ ضروریات ہونے کی وجہ سے اُن کو گھومنے کی بہت ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے سفر و سیاحت سے جو خوشی اور تجربہ بہادری اور عقل نصیب ہوتا ہے۔ اس سے وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ زیادہ تر کاشتکاری کرتے ہیں۔ آفات ارضی و سماوی کے تابع رہتے ہیں۔ کاشتکاری کے نئے طریق استعمال نہیں کرتے۔ ان کے رہنے کے مکانات کے چاروں طرف گوبر اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اور گندے پانی

کے گڑھے ہوتے ہیں - مکانات میں کافی ہوا اور روشنی کا گذر نہیں ہوتا - دیہاتی حال کے واقعات سے بے خبر رہتے ہیں - اور مستقبل کے متعلق بے فکر - وہ پُرانی روش کے دلدادہ اور شیدائی - ان میں کوتاہ اندیشی - کاہلی - بھدا پن - اور خیالات کی کمی کوٹ کوٹ کر بھری ہے - وہ ہر ایک بات پر قسمت کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں - اور اپنے مقدر پر شاکر - اگرچہ اس وقت ہماری حکومت کے رکن اس اصلاح کے مسئلہ کو کمال ہمدردی سے سلجھا رہے ہیں - مگر ہماری طبائع میں میلان قبولیت اور رجحان اصلاح بہت ہی کم ہے - اس لئے ہر وہ تحریک جو دیہاتی ترقی کے لئے پیدا کی جاتی ہے - کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی - اس لئے ضروری ہے - کہ جب تک ریفارمر دیہاتی زندگی کے نقائص و معائب کا پورے طور پر مطالعہ نہ کریں - اس وقت تک ہماری دیہاتی زندگی میں کسی انقلاب کی اُمید کرنا قطعاً ایک خواب پریشان ہے - مقدمہ بازی - توہم پرستی - خانہ جنگی - قدامت پسندی - تعلیم سے نفرت - رسوم قدیمہ سے رغبت - قرضہ سے محبت - لکیر کا فقیر بننا - ناٹ ڈوموں کی مجلس قائم کرنا - دیہات سدھار کے جلسوں سے متنفر ہونا - موسمی بخار میں کونین کھانے کو خشکی سمجھنا - ٹیکہ سے عار - جدید آلات کشاورزی سے ناواقفیت - شادی غمی کے کثیر اخراجات - پیر پرستی ان کے اندر گھر کئے ہوئے ہیں - دیہاتیوں کے دماغ ایک مریض کے معدہ کی طرح ہیں - جو اعلےٰ تحریک ایسی مقوی اشیاء ہضم نہیں کر سکتے دیہاتی زندگی کے حالات کی اصلاح جس قدر اہم اور ضروری ہے - اسی قدر اس کے واستے میں مشکلات اور رکاوٹیں بھی حائل ہیں - جب تک ہم ان مشکلات کا اندازہ نہ کریں - اور اُن پر قابو پانے کے وسائل نہ سوچ لیں - ہمیں اس کے سر کرنے میں قدم قدم پر ناکامی اور مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا - اس ضروری تحریک میں پہلی مشکل یہ ہے - کہ وہ لوگ جن کی ہم اصلاح کرنا چاہتے ہیں - پرلے درجے کے قدامت پسند ہیں - ان کو اپنے رہنماؤں بالخصوص سرکاری ملازموں پر اعتماد کم ہے - ان کی ہر ایک بات میں شک کرتے ہیں - اور ان کی نصیحت پر کان نہیں دھرتے - اس وقت یہ تحریک ابھی ابتدائی منزلوں میں نیز اس کو کامیاب بنانے کے لئے ایسی سکیم اور شاہراہ مرتب کی جائے - جس پر عمل پیرا ہونے سے اپنے مدعا میں روشناس ہوں - دیہاتی اصلاح ایک ہمہ گیر مسئلہ ہے - اور جب تک اس تحریک میں ہر شعبہ اور ہر راستے کے قابل ترین اصحاب حصہ نہ لیں کامیابی نصیب نہیں ہوگی - دیہات سدھار میں کامیابی بے حد ایثار اور جد وجہد سے ہو سکتی ہے - اور جب تک ایک پُر جوش اور بے لوث خلوص دل والی جماعت اس کام کے سرانجام کرنے کا بیڑا نہ اُٹھائے - یہ کام اختتام اور پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا - دیہات میں ایسے ریفارمر اور دُور اندیش کی ضرورت ہے - جن کی

آواز کو گاؤں کے نمبر دار۔ ذیلدار۔ ساہو کار سنیں۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے میں اپنی نجات سمجھیں۔ ریفارمر بچوں کا رہنما۔ نوجوانوں کا دوست۔ بوڑھوں کا اصلاح کار ہو۔ لوگ اس کے ساتھ مل بیٹھنے بات چیت کرنے میں اقبال مندی سلامتی اور فخر جانیں۔ یہ شرافت کا پتلا اخلاق کا نمونہ ہو۔ انسانی ہمدردی اس کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ سنجیدگی اس میں سرایت کر چکی ہو۔ خدمت کرنے کی بزرگی سے وہ پورے طور پر واقف ہو۔ لالچ اور طمع نام کو نہ ہو۔ کیریکٹر اعلیٰ رکھتا ہو۔ معزز اور مقتدر لوگوں میں شمار ہو۔ انسانی خصلت کو سمجھتا ہو استعدی اور صداقت سے اپنے مشن کی تکمیل میں لگ سکے۔ کامیابی کے لئے خود شناسی اور مردم شناسی کا بڑا بھاری وصف موجود ہو۔ ہر نئی تحریک میں سوچ بچار سے کام لے۔ سُدھار کے لئے اس کی طبیعت میں لگن ہو۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ دیہات میں خوشحالی کا دور ہو۔ نکبت اور بیماری کافور ہو۔ مُلک سے جہالت نکلے۔ گاؤں والوں کی عادات شنیعہ اور رسوم قبیحہ کی بیخ کنی ہو۔ لوگ مویشیوں کے ہسپتالوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ تحریک امداد باہمی کی ترقی ہو محکمہ زراعت کی حیرت انگیز دریافتوں سے لوگ مستفید ہوں۔ زمینداروں کی اقتصادی حالت کو سنوارا جائے۔ اور کاشتکاروں کو ضرورت کے مطابق نئے اوزاروں سے واقفیت ہو۔ اور لوگوں پر کفایت شعاری کی برکتیں ظاہر ہوں۔ رسوم باطلہ اوہام فاسدہ دُور ہوں وُہ شہریت کے حقوق سمجھیں۔ ملکی اور سوشل حقوق پہچانیں۔ حفظانِ صحت کے اصول برتیں۔ محنت کا طریق سیکھیں۔ تو ہمارے واعظ۔ ریفارمر ترقی یافتہ ممالک کے حالات سنا کر ان کے دماغوں کو وسعت اور ان کے خیالات کو پرواز دیں۔ اساتذہ کرام اخبارات اور رسائل سے مفید مطلب مضامین اُن کو پڑھ کر سنائیں۔ میجک لینٹرن کے ذریعے جلسوں اور میلوں میں لیکچر دیئے جائیں۔ ریڈ کراس سوسائٹی کے پمفلٹ تمایاں جگہ پر لٹکائے جائیں۔ گاؤں میں لوگوں کو صفائی کے فوائد بتا کر گاؤں کے کوڑا کرکٹ کو دُور ڈالنے اور گلی کوچوں کی صفائی کے واسطے تاکید لازمی کی جائے گاؤں کی صحت پر مضر اثر پیدا کرنے والے اسباب مثلاً ملیریا کے موسم میں گاؤں کے ارد گرد بارش اور سیلاب کا پانی گڑھوں میں جمع ہونا صحت پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ یہ موذی موسمی بخار مچھروں سے پھیلتا ہے۔ اور مچھر غلیظ پانی اور متعفن گڑھوں میں ہوتے ہیں۔ اس واسطے گاؤں میں اگر ایسا پانی اور موقع نہ ہوگا۔ تو مچھروں سے نجات ہو گی۔ اور جب مچھر نہ ہونگے۔ تو موسمی بخار کا حملہ نہ ہوگا

گورنمنٹ عالیہ نے دیہات میں پنچایت سسٹم جاری کر کے دیہات کی تنظیم کا بیڑا اُٹھایا ہے یہ پنچائتیں گاؤں کی خوشحالی۔ امن و امان اور ترقی کے لئے مفید کام کر سکتی ہیں۔ ممبران پنچایت اور

گاؤں کے سرکردہ اصحاب کی آواز سے ترک مقدمہ بازی۔ شادی مرگ کے موقعہ پر بے تحاشا اخراجات کے کرنے سے بچ سکتے ہیں۔ گاؤں کی عورتوں کو زیورات سے محبت ہے۔ مرد کی کمائی کا بیشتر حصہ اسی میں صرف ہوتا ہے۔ نرخ کی کمی بیشی اور آئے دن کی تبدیلیوں اور اُجرت کی زیادتی سے چند سالوں میں اصل مال کا تہائی حصہ بھی مشکل سے رہ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر یہ روپیہ کسی سیونگ بنک یا صنعت وحرفت یا بیوپار یا دیگر کسی مفید کام میں لگایا جائے تو غیر معمولی حالات خشک سالی شادی بیاہ۔ بیماری کے موقعہ پر کس قدر مفید ہو سکتا ہے۔ اور لوگ قرض کے تباہ کن نتائج سے بچ کر آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

ربڑ کی چوڑیاں دیہات میں بہت رواج پا رہی ہیں۔ غریب سے امیر عورتوں تک یہ چوڑیاں رائج ہیں۔ بدن پر کپڑے نہیں۔ کھانے کو روٹی میسر نہیں۔ مگر چوڑیوں سے بازو بھرا ہے۔ ان کو یہ خبر نہیں کہ ان چوڑیوں سے کس قدر حادثات واقع ہوئے ہیں۔ کس قدر قیمتی جانیں تلف ہوئیں۔ بازو آگ کے نزدیک گیا۔ شعلوں نے جھپٹ کی۔ چشم زدن میں خانہ برباد ہائے نصیب وائے نصیب مال رہا نہ ملکہ۔ یورپین اقوام کو دیکھو۔ زیور ندارد صرف صفائی سے مطلب ہے۔ سکول کا ماسٹر تھوڑی سی توجہ سے طالب علموں کے ہاتھ کے کنگن اور کانوں کی مُرکیاں اُتروا سکتا ہے۔ اسی طرح سے زیورات کے نقصانات بتلانے سے صفائی کی طرف ترغیب وتحریص دلائی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں دیہاتی لوگ جہالت کی وجہ سے طرح طرح کے توہمات میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جعلی سادھو اور دراز ریش جاہل فقیر اُنہیں دونو ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ مگر وہ ان کی کرامات اور جادو بیانی کے آگے خوف سے دم نہیں مار سکتے۔ کوئی سنیاسی بن کر آتا ہے۔ کوئی نجومی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کوئی چند سفوف لیکر حکیم حاذق بن جاتا ہے۔ کوئی مقدمہ فتح کرنے کا ضامن ہوتا ہے۔ کوئی تسخیر جنات کا دعویٰ کرتا ہے۔ کوئی حصول اولاد کی تدبیریں بتاتا ہے۔ کوئی معاش اور کوئی مالدار بنانے کا ڈھنگ رچاتا ہے۔ غرض یہ ٹھگ جادوگر غریب بے سمجھ سادہ لوح دیہاتی کی گاڑھی کمائی مالِ مفت دلِ بے رحم بنکر لوٹ رہے ہیں۔ چھوٹے لڑکوں کو دریا اور کوئیں پر ننگے نہانے۔ زیور پہنانے۔ صغر سنی کی شادی کے تباہ کن نتائج اور اثرات بد سے دیہاتی لوگ تحت الثریٰ کو جا رہے ہیں۔

ہماری قوم کے بچے طاقتور اور ذہین ہونے کی بجائے کمزور اور کند ذہن ثابت ہو رہے ہیں۔ فیشن پرستی کی بُری عادت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اخلاقی گراوٹ آ رہی ہے۔ یہی بچے جو ہماری آئندہ آنے والی نسل کے رہنما اور کامیاب شہری ہونے والے ہیں۔ ان کو مضبوط اور توانا بنانے کے لئے عمدہ

وسائل اور فائدہ بخش تجاویز سوچنا قوم کا اولین اخلاقی فرض ہے۔ اور ان کے لئے تاش اور چوپڑ کی بجائے مفید کتب کا مطالعہ اور تفریح طبع کے سامان بہم پہنچانے ضروری ہیں۔ تاکہ ان میں غور و خوض مادہ پیدا ہو۔ اور اخبارات اور رسائل پڑھنے کی عادت اور شوق بڑھے۔ اور نیکی کی طرف قدم اٹھائیں۔

زمانہ شاہد ہے کہ ناصحوں کی جادو بھری تقریروں نے کایا پلٹ دی۔ اس لئے ہمارے مذہبی پیشوا جو بمنزلہ گاڑی کے انجن کے ہیں۔ وہ دیہات میں جدید اصلاحات اور ترقی کا پرچار کریں۔ گاؤں کی صفائی۔ بچوں کی نگہداشت۔ مویشیوں کی دیکھ بھال۔ حفظانِ صحت کے موٹے موٹے قواعد عوام الناس میں بیان کرتے رہیں۔ عوام کی اقتصادی۔ روحانی اور معاشرتی ترقی کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ لوگوں کی مفلوک الحالی اور افلاس جو ہندوستان بھر میں یکساں طور پر پایا جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی بہتر صورت حالات پیدا کی جائے۔ تمام کوششوں کی تہ میں امداد باہمی ملحوظ خاطر ہو۔ آؤ۔ خود غرضی اور غرور چھوڑ کر پریم اور محبت سے دیہات سدھار کا کام کریں۔ کیونکہ۔

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جئے
جیتا ہے وہ جو مر چکا ہو قوم کے لئے

تجلیاتِ غنی

(مرزا عثمان غنی بیگ صاحب غنیؔ الہ آبادی)

قسمت میں ہماری کوئی پیمانہ نہیں ہے
ساقی کی ادھر نرگسِ مستانہ نہیں ہے

ساقی یہ کوئی ذلتِ میخانہ نہیں ہے
دیدے مجھے چلو میں جو پیمانہ نہیں ہے

معلوم ہوا شمع نے اک اک کو جلایا
باقی سرِ محفل کوئی پروانہ نہیں ہے

اے ساقیٔ میخانہ پلا دے مجھے اتنی
میخانہ کو سمجھوں کہ یہ میخانہ نہیں ہے

دم بھر میں جلا دیگا اسے شعلۂ اُلفت
روشن جو ہوئی شمع تو پروانہ نہیں ہے

جو مجھ سے بلانوش کی بھی پیاس بجھادے
میخانہ نہیں ایسا کوئی پیمانہ نہیں ہے

حیران ہوں کہ توبہ مری قائم رہی کیونکر
میخانہ میں کیا ساقیٔ میخانہ نہیں ہے

ساقی مجھے آنکھوں ہی سے بدمست بنادے
کیوں حیلہ حوالہ ہے کہ پیمانہ نہیں ہے

اُس بانیٔ بیداد سے اظہارِ محبت
دُنیا میں غنیؔ سا کوئی دیوانہ نہیں ہے

"طوفانِ نشاط"

(حضرت غلام حسن صاحب کسریٰ)

ہے فضائے دل میں قصاں پھر وہ طوفانِ نشاط
ڈوب کر ابھرا ہے پھر وہ جوشِ پنہانِ نشاط

یاس کی ظلمت میں چمکی پھر کرن امید کی
جلوہ آرا پھر ہوا خورشیدِ تابانِ نشاط

نغمہ ہائے حسن سے گونجی فضائے عشق پھر
پھر ہوئی فردوس منظر بزمِ امکانِ نشاط

پھر ہوئی بیدار خوابیدہ تمنائے وصال
پڑ گئی ہل چل میں پھر دنیائے ارمانِ نشاط

حسرتیں پھر مائلِ گہوارۂ عشرت ہوئیں
الجھنیں دل کی ہوئیں پھر غرقِ طوفانِ نشاط

شوقِ بے حد پھر ہوا آئینۂ راز و نیاز
پھر ہیں جذباتِ محبت محوِ عنوانِ نشاط

مژدۂ فرحت اثر سے غنچۂ دل کھل گیا
پھر پھلا پھولا خزاں دیدہ گلستانِ نشاط

پھر بساطِ دہر سے خوابیدہ حسرت چونک اٹھی
پھر بپا ہے شوق کے نغموں سے طوفانِ نشاط

راحتِ دل ہو گئیں پھر حسن کی رعنائیاں
پھر طلسمِ وعدۂ فردا ہوا جانِ نشاط

آرزوئے دل ہوئی جذبات سے لبریز پھر
پھر ہوا برپا ہے نغموں سے طوفانِ نشاط

حسن کے جلووں کے ہنگامے ہیں پھر پیشِ نظر
پھر دل پہ آرزو ہے محوِ عنوانِ نشاط

عیش و عشرت کی امنگیں دل میں پھر پیدا ہوئیں
پھر ہوئے خوابیدہ نغمے صرفِ عنوانِ نشاط

صبر کی پھر پُر سکوں دنیا میں ہل چل مچ گئی
پھر امنڈ آیا ہے دل میں جوشِ پنہانِ نشاط

پھر ہوئی شیرازہ بندی کتابِ حسن و عشق
پھر ہوئے ہیں جمع اوراقِ پریشانِ نشاط

عشق کے سنسان کوچے پھر ہوئے ہنگامہ خیز
پھر ہوا ہے حسن کو احساسِ زمانِ نشاط

پھر بہار آئی چمن میں کھِل چلا کسریٰ کا دل
دیکھئے طوفان اٹھائے کیا یہ طوفانِ نشاط

(ناصر) (غیر مطبوعہ)

میونسپل کمشنر (از ماجد)

(مضمون جو میونسپل کمیٹی ریفارمرز کے اجلاس میں پڑھا جانا چاہیئے تھا)

بڑے اچھے آدمی ہیں۔ انگریزی میں انہیں شہر کا باپ بھی کہتے ہیں۔ جو اُن کے لئے بہت موزوں خطاب ہے۔ مگر باپ کے فرائض کی ادائگی سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ انہیں اپنے گھر سے بڑی ہمدردی ہے۔ پکی سڑک بنواتے ہیں۔ نلکے لگواتے ہیں۔ بدررو باقاعدہ صاف کراتے ہیں "اوّل خویش بعد درویش" کے بڑے کاربند ہیں۔ مگر خویش کا اتنا خیال رکھتے ہیں۔ کہ درویش کی باری ہی نہیں آتی۔ دوسرے محلے کی بدانتظامی دیکھ کر انہیں ذرا رنج نہیں ہوتا۔ سنجیدگی سے گزر جاتے ہیں۔ بڑے حلیم وملنسار ہیں۔ خاصکر الیکشن کے دنوں میں مجال ہے۔ کہ چہرے پر کوئی شکن آجائے۔ گلاب کے پھول کی طرح چہرہ کھلا رہتا ہے بشاشت قربان ہوئی جاتی ہے۔ غریب سے غریب کے بچوں کی خیر وعافیت پوچھتے ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی غریب خانوں پر بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ پھل مٹھائی لے جانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ واپس ہوتے وقت چپکے سے کان میں کچھ کہہ آتے ہیں۔ کہ صرف وہی سُن سکے۔

ممبر بن جائیں تو پھولوں سے لدی ہوئی موٹر کو دُور ہی سے اچھا خیال کرتے ہیں۔ پہلا سفر اسی میں کرتے ہیں۔ پھر ترک کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ہر روز پھول مہیا نہیں ہو سکتے۔ منہ میلے اتنے ہیں۔ کہ عام گزرگاہ سے نہیں گزرتے۔ مبادا کہیں واقف مل جائے۔ اکثر رات کو سیر کرتے ہیں۔ جہاں روشنی نہ ہو۔ اِس لئے بعض محلوں میں روشنی کا بندوبست نہیں کراتے۔ ممبری کے دوران میں طبعی حالت میں فرق آجاتا ہے ضعف بصارت ان کا عام عارضہ ہے جن سے معمولی جان پہچان ہے۔ وُہ تو نظر ہی نہیں آتے۔ گہرے تعلقات والے نظر تو آتے ہیں۔ مگر اچھی طرح پہچان نہیں سکتے۔ ان کی دُور کی نظر بہت تیز ہے۔ ایک نگاہ میں آدمی کو بھانپ لیتے ہیں۔ نزدیک سے بالکل کوئی چیز نہیں دیکھ سکتے۔ مگر گھر بخوبی دیکھ لیتے ہیں کہ تا کہ دھوکے میں کسی اور کے گھر نہ داخل نہ جائیں زکوٰۃ نہیں دیتے خیرات نہیں کرتے۔ مگر الیکشن کے دنوں میں جب تک دوسروں کو نہ کھلالیں خود نہیں کھاتے۔ دوسروں کی خوشی میں ان کی خوشی ہوتی ہے ممبری کے دوران میں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی خوشی میں دوسروں کی خوشی ہو۔ روپے پیسے کو ہاتھ کی پاؤں کی میل سمجھتے ہیں۔ الیکشن میں بلا تفریق دوسروں پر پیسے نثار کر دیتے ہیں۔ مگر بعد میں اُس سے کئی گنا زیادہ وصول کر لیتے ہیں۔ مساوات کے بڑے حامی ہیں ادنےٰ سے ادنےٰ ملازم سے بانٹ کھاتے ہیں۔ تفریق مذہب سے قطعی بے نیاز ہیں۔ صرف مخالف قوم کی ترقی نہیں دیکھنا چاہتے۔

لکھنؤ کا شاہی زمانہ

(جناب عشرت لکھنوی)

شاہی زمانہ کچھ اسی لحاظ سے قابل قدر نہ تھا کہ اس دور میں غلے کی ارزانی بارش کی فراوانی پیداوار کی کثرت اور شاہی فیاضیوں سے لوگ خوش حال اور فارغ البال تھے۔ کیونکہ ایک لحاظ سے اگر خیال کیجئے تو روزمرہ کی فوجداریاں اور بانکوں کی تیغ زنی۔ شہزوروں کی ڈاکہ زنی۔ مارپیٹ۔ دھینگا مشتی۔ نوچ کھسوٹ۔ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہانا۔ چوریاں۔ ڈاکہ زنی۔ چھاپے مارنا۔ گرہ کاٹ لینا۔ گھر لوٹ لینا۔ دن دہاڑے لپاڈگی۔ یہ سب خرابیاں ایسی تھیں۔ جن کا ذکر سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر محکمۂ عدالت کی بدعنوانیاں۔ مقدمے کی سماعت کا نہ ہونا۔ سفارشوں کا لحاظ کرنا۔ پولیس کی بے وقعتی اور سونے پر سہاگہ تھی۔ مگر وضعداری۔ شرافت۔ مروت۔ ہمدردی رحمدلی۔ ایسے جوہر تھے۔ جس نے اس زمانے کو بہشت بنا رکھا تھا۔ میر نواب چور جو ہمیشہ اپنی بدکرداریوں سے جیل خانے میں رہا کرتا تھا۔ اور آخر کو اس کی شناخت کے لئے شاہی حکم سے اس کے دونوں گال پیسہ لال کر کے داغ دیئے گئے تھے۔ مگر اللہ رے چوری اور سینہ زوری ایسی وہاک بندھی ہوئی تھی کہ جس مہاجن سے کہلا بھیجا۔ کہ ہم کو دس[1] ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس نے ہاتھ باندھکر روپیہ حاضر کر دیا۔ اور جو کچھ چیں چپڑ کی یہ پہلو بدلے۔ تاک بھوں چڑھائی۔ وڈن کی لی۔ روپیہ تو اس وقت تیار نہیں ہے۔ کل منیب جی آئیں۔ تو لے لینا۔ آج جنم اشٹمی ہے۔ دو چار ہنڈیاں سکارنا ہیں۔ ابھی اننت چودس تک تو ہم روپیہ نہیں دے سکتے بڑے لالہ تیرتھ گئے ہیں۔ تو سمجھ لیجئے کہ شاہ جی کی شامت آگئی بیٹھے بٹھائے عذاب مول لیا۔ رات کو دندناتے ہوئے آدھمکے نہ کہیں پولیس ہے نہ کہیں روند ہے۔ شاہ جی کے ہاتھ پاؤں کھٹیا سے باندھ دیئے قرولی چھاتی پر رکھ دی اور گڑی ہوئی دہن دولت پوچھ پوچھ کر کھود کھاد کر باندھ لی اور چمپت ہوئے مزے ہونے لگے۔ کچھ یاردوستوں میں بانٹی کچھ محلے کے غریب دغربا کو دی۔ کنیا کی شادی کرادی۔ اگرچہ حرام کی کمائی تھی۔ لیکن اس کا مصرف نیک کاموں میں ہوا۔ ان کو لوگ میر صاحب میر صاحب کہتے تھے۔ محلے بھر کے لوگ ان سے خوش جس محلے میں یہ رہے۔ کبھی کسی پنساری کے یہاں بھی ایک جھاڑو کی چوری ہوتی تھی اپنے کمال میں ایسے فرد تھے کہ جو منزلے پر چشم زدن میں چڑھ جانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ میر صاحب سے ان کے دوست نے پوچھا کہ آج تک تمہارا کسی بہادر سے بھی سامنا ہوا ہے۔ کہنے لگے بھائی ایسی بری چیز ہے کہ تلوار کی آنچ کے سامنے لوگ آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ بڑے بڑے سورما دفت پر دبک جاتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں ہم ایک عورت ذات کی بہادری کا ذکر نہ کرنا حق پوشی سمجھتے ہیں۔

جس نے ہم ایسے دشمن بہادروں کو زیر کر لیا تھا۔ محمد علی شاہ کا زمانہ تھا۔ ہمارا آغازِ شباب اور ہمارے ساتھ دس شاگرد پیشہ جی دار سور ما سپہگری کے فن میں ہوشیار اسوقت ہماری نگاہ میں آدمی کی وقعت ایک مچھر سے زیادہ نہ تھی ایک روز خبر ملی کہ درگاہ کے قریب حکیم سید علی کے مکان میں دہلی کی ایک بیگم بہت مالدار آئی ہوئی ہیں۔ ہم نے اپنے دستور کے موافق اپنے ایک شاگرد کے ذریعہ سے کہلا بھیجا "اگر لکھنؤ میں رہنا ہے تو پہلے ہمارا حق دیدو" بیگم صاحبہ نے کہا کہ میر صاحب کی شہرت سن چکی ہوں اور دو ہزار روپیہ اُن کی نذر کرنے کو رکھا ہے۔ مگر تم کو نہ دونگی تم اُنہیں کو بھیجدو۔ بیگم صاحبہ نے تو درحقیقت یہ بات سچے دل سے کہی تھی۔ مگر چور کا دل کتنا ہوتا ہے۔ ہمارے شاگرد کو دال میں کچھ کالا معلوم ہوا۔ آٹھ روز ٹال کر ہم دسوں آدمی مسلح ہو کر بیگم صاحبہ کے مکان پر پہونچے ایک شاگرد نے کہا آپ لوگوں کے اندر جانے کی ضرورت نہیں ہے میں جا کر جو کچھ پونجی ہے سب سمیٹے لاتا ہوں۔ رات کے دو بجے ہونگے کہ وہ مکان کی دیوار پر چڑھ کر دَرانہ کود پڑا اتفاق سے بیگم صاحب اُس وقت چوکی کی ضرورت سے اُٹھی تھیں۔ دُر دانہ لونڈی ایک ہاتھ میں شمع اور دوسرے ہاتھ میں لوٹا لئے ہوئے ساتھ تھی۔ دھماکے کی آواز سُن کر جو لونڈی نے آدمی کو دیکھا تو وہ "دوئی" کہکر بیہوش ہو گئی۔ بیگم صاحب نے لوٹا پکڑ لیا۔ بیگم صاحب کے گھر بھر میں مرد کا نام نہ تھا۔ ماما جی۔ اصیلیں۔ اپنے اپنے کونے میں دبک رہیں۔ لیکن بیگم صاحبہ نے نہایت استقلال سے کہا "کون"؟

ہمارے شاگرد نے جواب دیا ہم ہیں۔ کہا کیوں قضا نے گھیرا ہے۔ جا! سیدھا پلٹ جا۔ اس نے کہا سیدھی طرح سے اپنا زیور اُتار کر رکھ دو۔ اور روپیہ کا صندوقچہ حوالے کر دو۔ نہیں تو تمہاری قضا پھیر پھیرا رہی ہے۔ بیگم صاحب نے کہا اچھا تو اپنا وار کر۔ ہمارے دم میں جب تک دم ہے ایک پیسہ نہ دینگے شاگرد نے پہلے تو دھمکایا۔ تلوار میان سے کھینچ کر اُٹھائی مگر یہ بھی پھکیت نکلی۔ پیترا بدل کر ڈٹ گئی۔ کہا ہاں دیکھوں تو سہی تو کیسا تلوریا ہے۔ اُس نے ایک ہاتھ بھرپور مارا۔ بیگم صاحب نے لوٹے پر روک لیا۔ اس طرح اُس نے کئی ہاتھ مارے بیگم سب خالی دیگئیں۔ اتنی دیر میں پھرتی سے بیگم نے اپنا ریشمی رومال جو گلے میں بندھا تھا کھولا۔ ایک موٹا پیسہ ازار بند سے کھول کر اُس کے کونے میں باندھ کر خوب بل دیئے اور تھکنی بچا کر وہی رومال گردن پر کھینچ مارا۔ جس کی چوٹ سے یہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب اُس کو بہت دیر ہو گئی ہم میں سے دوسرا آدمی کود گیا۔ اور اُس نے جو اپنے ساتھی کو مرا ہوا پایا تو نہایت غصے میں بیگم پر تلوار کے ہاتھ لگائے مگر وہ بھی ایسی ماہر فن تھی کہ سب لوٹے پر روکے اور جب اپنی باری آئی تو گھما کر وہی رومال مارا وہ بھی غش کھا کر گر پڑا۔ یکے بعد دیگرے ہمارے سب آدمی کام آ گئے تو گھبرا کر ہم خود کود دے۔ مکان کو گنج شہیداں دیکھ کر ہماری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور بیگم پر بہت خشمناک حالت میں ہم نے حملہ کرنا چاہا اُس نے

کہا۔ میر صاحب! تم ایک نامی اُستاد ہو۔ میں تم سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتی اور نہ اس میں میرا رتی بھر قصور تھا۔ میں نے تمہارے لئے دو ہزار الگ رکھا تھا۔ لیکن تمہارے شاگرد کی حماقت سے یہ نوبت پہنچی۔ ہم نے کہا۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ میرے قوت بازو نو بہادر سپاہی تو نے مار ڈالے۔ اب اُن کے بعد زندگی تا کچھ مزا نہیں۔ بہادر کے ہاتھ سے مرنا میں اپنے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔ میں عورت پر کیا ہاتھ اُٹھاؤں تو ہی پہل کر۔ بیگم نے کہا۔ میر صاحب تم خاطر جمع رکھو یہ سب زندہ ہیں مرے نہیں ہیں۔ ان کو ابھی اچھا کئے دیتی ہوں۔ لیکن اس شرط سے کہ یہ سب ننگے سر اور ننگے پاؤں میرے گھر سے جائیں۔ اور صبح کو اپنا جوتا اور ٹوپی لینے آئیں۔ میں نے طوعاً و کرہاً اس شرط کو منظور کر لیا۔ اُس نے ہر ایک کی گردن آہستہ سے ہلائی وہ ہوشیار ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ جب اس طریق عمل سے سب اچھے ہو گئے تو میں نے کہا۔ جس طرح تم نے ان سب کو بیہوش کیا ایسا ہی ایک ہاتھ مجھ پر بھی مارو۔ اُس نے میرے لحاظ کی وجہ سے بہت پس و پیش کیا۔ جب میرا اصرار بڑھ گیا تو وہ رومال مجھ کو بھی رسید کیا میں بھی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اُسی وقت میری گردن بیگم نے ہلائی میں اچھا ہو گیا۔ جب ہم جانے لگے تو اُس نے دو ہزار روپیہ ہماری نذر کیا۔ ہم نے کہا اب ہم یہ روپیہ نہیں لے سکتے اور نہ تمہارے یہاں آج سے کوئی آئیگا۔ تم چین سے پاؤں پھیلا کر سویا کرو۔ جہاں پر اُس نے پیسہ مارا تھا اُس دن سے آج تک وہاں درد ہوتا ہے۔ ہم نے تو اُس عورت کے مقابلے میں کسی مرد کو بھی نہیں پایا۔ یہ حال تو چوری اور سینہ زوری کا تھا۔ چوک میں روز دو ایک سے بات بات پر تلوار چل جاتی تھی۔ ہر ایک بانکے کے پاس دو تلواریں ہوتی تھیں۔ ایک ہاتھ میں ایک پر تلے میں۔ ذرا سی چشمک پر نچا نچ اور شپا شپ چلنے لگی۔ ان سب باتوں پر بھی لوگ شاہی زمانے کے معترف نظر آتے ہیں تو آخر وہ کونسی بات تھی جس سے اُس زمانے کی اس قدر عزت ہے۔ بات یہ ہے کہ شاذ و نادر واقعے تو ہر زمانے میں ہوا کرتے ہیں۔ لیکن عام طور پر شاہی زمانے کی سوسائٹی پر نظر دوڑائی جائے۔ اور اگلے لوگوں کی طرز معاشرت پر غور کیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے اور اُس زمانے کے لوگوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اس وقت کے لوگ اپنی تن پروری۔ اچھی پوشاک اور دولتمندی کو انتہائی امارت سمجھتے ہیں۔ اور اُس زمانے کے لوگ اپنی دولت کو کنبہ پروری اور نیک نامی کی غرض سے صرف کرنے کو ریاست سمجھتے تھے۔ وضعداری کو اپنا جوہر سمجھتے تھے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ سلطنت کیسی ہی عادل اور منصف مزاج نیک دل۔ رحیم۔ کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر رعیت کا طرز معاشرت خراب ہے تو سلطنت کو قانون کی کل اُسی رخ پر پھیرنا پڑتی ہے۔ اگر سلطنت کے افعال ناشائستہ، قانون ناقابل عمل ہیں۔ مگر رعیت کا طرزِ معاشرت عمدہ اور شریفانہ ہے تو سلطنت کو وہی رنگ اختیار کرنا ہوگا۔ یہ قانونِ قدرت ہے کہ جیسا طرزِ معاشرت

مجموعۃً لوگوں کا ہوتا ہے۔ اُسی کے مناسبِ حال گورنمنٹ کو قانون بنانا پڑتا ہے۔ دُنیا کی تمام مخلوقات پر ایک قانون نافذ نہیں ہو سکتا۔ شاہی قانون کا سُبک اور برائے نام نفاذ ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ لوگ عام طریق پر شریف، نیک چلن، ایماندار، اور خوش اخلاق تھے۔ غلہ ارزاں تھا۔ شہر میں مَن برستا تھا۔ روپیہ پیسے کی طرف سے لوگوں کو بے فکری۔ لباس۔ پوشاک۔ اور کھانے پینے میں بہت تکلفات نہ تھے۔ چور، اُچکے بدمعاش۔ بھی اپنی کمائی نیک کام میں صرف کرتے تھے۔ تنی جان طوائف نے پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے چوک میں امام باڑہ بنوا دیا۔ جو آج تک موجود ہے۔ عباسی جان گوہر جان کے امام باڑے دیکھکر لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کی ساری دولت اور کمائی شہر کی آبادی برقرار رکھنے کے لئے صرف ہوتی تھی دہلی کے ایک بزرگ عمدۃ الملک اسلام خان مشہدی) وزیر شاہجہاں کے پرپوتے سید حیدر حسین صاحب سہیل اسوقت لکھنؤ میں موجود ہیں تخمیناً اَسّی (۸۰) برس کا سن شریف ہے۔ آپ بُرہان علی خان حلاوتِ جنگ کے نواسے ہیں۔ قدیم مکان نیل کے کٹرے میں تھا۔ واجد علی شاہ آخری شاہِ اودھ کے آغازِ حکومت میں بیس (۲۰) روپیہ کی کرایہ کی بہلی کر کے پندرہ روز میں لکھنؤ آئے فرماتے ہیں کہ اُسوقت کے لکھنؤ کا کیا پوچھنا شہر رشکِ جنت بنا ہوا تھا۔ لکھنؤ بھر میں کہیں سڑک کا نام نہیں دو طرفہ سر بفلک عمارتیں، عالی شان مکانات، پتلی پتلی گلیوں میں دو طرفہ دوکانیں۔ مینا بازار سے چینی بازار تک دُکانوں میں ہر طرح کے تلچھٹ بیشیہ جا بجا ناچ رنگ کے جلسے ہو رہے تھے۔ "قیصر باغ" کی برجیوں پر سنہری کلس چڑھائے جاتے لوگ عموماً متواضع اور با اخلاق تھے۔ اِسی طرح لکھنؤ کے شاہی زمانہ دیکھنے والے اور بڈھے قدیم طرزِ معاشرت کا ذکر کر کے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ شاہی زمانہ ایک خواب تھا جس کا سماں آنکھوں میں اب تک بندھا ہوا ہے۔ آہ کیا کیا لوگ تھے۔ شاہی عملے میں شرفا اہلکار تھے۔ کسی نیچ قوم کو سرکاری ملازمت کا عہدہ نہیں ملتا تھا۔ ایک کماتا تھا دس (۱۰) کھاتے تھے۔ اناج سستا تھا غریب سے غریب آدمی کے یہاں دو چار مہمان موجود رہتے تھے۔ اِس قدر خود غرضی کا بازار گرم نہ تھا۔ اگلے وضعداروں میں پنڈت دلارام کشمیری شاہی میں "بانکہ منٹو" کے چبکلہ دار تھے مزاج میں خیر تھی۔ ایک بارہ دری اپنے نام سے بنوائی۔ وسعت اور خوبصورتی میں اُسکے ساتھ کی ایک نہ تھی اسکو تمام شہر کی حاجت روائی کے واسطے وقف کر دیا تھا۔ بیاہ شادی یا کسی اور تقریب یا غمی کی مجلس کے لئے جسکو ضرورت ہوتی اطلاع کر دی اور صاحب خانہ نے مدد کی چاندنی نمگیرے قنات جھاڑ کنول۔ مردنگیں دیوار گریاں دنگل قالین سے آراستہ کر دیا۔ زیادہ ضرورت ہوئی دیگیں اور خوان پوش وغیرہ بھی موجود۔ یہ سب سامان بارہ دری کے کوٹھے پر مستعد رہتا تھا۔ اِسی طرح تمام عمال سرکاری کی فیاضی اور سخاوت کا حال تھا۔ بادشاہ سے لیکر فقیر تک خوش نیت، مخیّر، اور نیکی کی طرف راغب تھا۔ شُہدے سال بھر بھیک مانگ کر جو روپیہ جمع کرتے وہ یومِ عاشورہ سید الشہدا کی مجلس میں لُٹا دیتے۔ مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے جس قدر دولت کمائی مع تنخواہ کے سب تالاب کنوئیں اور مسجد اور مندروں کی تعمیر میں صرف کر دی آپ نے ہمیشہ سادہ لباس پہنا اور سادہ وضع سے بسر کی شاہی زمانے کو جو لوگ اب تک یاد کر رہے ہیں وہ محض اگلے لوگوں کے اخلاق، تواضع، بُردباری، نیک چلنی، وضعداری اور مُلک کی مجموعی حالت اور شریفانہ برتاؤ کا ماتم کرتے ہیں یہ تو اُس وقت تک رونا رہیگا جب تک ہم اپنی حالت نہ بدلیں گے درحقیقت یہ ہماری بداخلاقیوں کا رونا ہے۔ فقط

انسانی جسم کی صحت اور پرہیزگاری

ہفتہ صحت (ہیلتھ ویک) کے سلسلے میں ضلع مین پوری کے ریڈ کراس سوسائٹی کے اراکین کے ایماء پر راقم کو ۵ فروری ۱۹۲۴ء کو طلباء و مدرس صاحبان گورنمنٹ ہائی اسکول مین پوری کے روبرو احاطہ مدرسہ مذکور میں مندرجہ عنوان مضامین پر لکچر دینے کا موقع ہوا تھا۔ چونکہ اُس تقریر کو معزز مدرس صاحبان نے اچھا بتلایا ہے۔ اسلئے مختصراً اس کے مضامین کو رسالہ ہذا کے ناظرین کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ فائدہ مند ثابت ہو۔ **(ودھا)**

صحت انسانی - (Health) اور پرہیزگاری (Temperance) دو مضامین ہیں۔ مختلف بھی اور مربوط بھی۔ جسمانی تندرستی کے لئے دو باتیں ہیں (۱) ایک تو یہ کہ صحت کو قائم اور برقرار رکھا جائے کہ جس کے لئے:-

(الف) قوانین حفظ صحت کی پابندی ہے۔ اور یہ قوانین انگریزی رسالہ "ہیلتھ" مدارس میں مشرح درج ہوتے ہیں۔ اور رسالہ مذکور مدرسے میں آتا ہے۔

(ب) زندگی بسر کرنے کے قدرتی اصول۔ جدید شایستگی (Modern Civilization) کو بعض امراض کا سبب کہا گیا ہے

(ج) سادگی، کھانے پینے اور کپڑے پہننے اوڑھنے بچھانے میں اور ہر کام میں۔

(۲) دوسری بات، حصولِ صحت ہے۔ یعنی جب جسم میں کوئی بیماری یا تکلیف پیدا ہو جائے تو اُس کو دفع کر کے بدن کو درست کر لینا۔ اس کے لئے لائق خواندہ اور تجربہ کار حکیم، وید اور ڈاکٹروں سے مدد لینا چاہئے۔ دونو کے لئے ہمارے ملک اور صوبہ میں سرکار نے محکمہ جات (۱) حفظانِ صحت عامہ اور (۲) صیغہ طبی قائم کر رکھے ہیں۔ اور بقائے صحت کے لئے "میونسپل بورڈز" بھی موجود ہیں۔

قوانین حفظ صحت یہ ہیں (۱) صبح جلدی بیدار ہونا (۲) بول و براز خارج کر کے اندرونی بدن کو صاف کرنا (۳) بذریعہ غسل تمام جسم یا کم از کم منہ۔ دانت۔ ناک ہاتھ اور پیر دھونا (۴) موسم کے مطابق کپڑے پہنکر جسم کی حفاظت (۵) ورزش۔ کم از کم چہل قدمی۔ دونو کام کشادہ (کھلی ہوئی) جگہ پر کرنا چاہئے کہ جسم پر ہوا اور دھوپ لگے (۶) کھانا یا ناشتہ۔ اِن کے بعد دنیوی کاروبار۔ سہ پہر کو ہاتھ منہ پھر صاف کرنا۔ اور ناشتہ کر کے چہل قدمی کرنا۔ خواہ کھانا کھانے کے بعد۔ اگر ورزش کرنی ہو تو کھانے سے پہلے۔ (۷) جلدی سونا تاکہ کم از کم چھ (۶) گھنٹے گہری نیند لے سکے۔

قدرتی اصول یہ ہیں (۱) دن میں کسی ایک وقت کم از کم ایک گھنٹہ دھوپ کھانا۔ پوشیدہ جگہ کو چھوٹے کپڑے سے ڈھک کر تمام جسم ننگا کریں کہ اس کی سطح یا جلد پر ہوا اور دھوپ (سورج کی روشنی اور گرمی) لگ جائے (۲) ایک پہر (تین گھنٹے) تک الٹ پلٹ کر بستر اور پوشاک تیز دھوپ میں رکھیں۔ بہتر ہو کہ پلنگ بھی (۳) دھوپ۔ تازہ ہوا

اور سرد پانی کے علاوہ ہیں۔ تاکہ اگر کسی وقت ان میں رہنے یا اُن کے استعمال کا موقع ہو تو وہ نقصان نہ پہونچائیں۔
(۴) جن پھلوں وغیرہ کو ہمارے دیہاتی بھائی مع چھلکوں کے کھاتے ہیں ہم بھی کھائیں۔ جیسے گاجر۔ بیر۔ مولی کے پتے میتھی کا ساگ۔ لازمی نہیں ہے کہ سیب۔ کیلے اور سنترے ہی کھائے جائیں کہ جو نہ تو تازہ ہی ملتے ہیں اور نہ اُن کو ہر شخص خرید کر سکتا ہے۔

سادگی۔ سادہ خوراک۔ زیادہ آنچ غذاؤں کی زبہن کو ضائع کر دیتی ہے۔ اغذیہ میں سے دودھ کے متعلق علیحدہ مضمون لکھا جا چکا ہے۔ روٹی پوری کے لئے جو آٹا ہو اُس میں گندم یا دوسرے اناجوں کے (چھان) چاپٹ (Bran) بھی شامل ہو۔ کہ جس کو عموماً چھان کر علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اور مویشیوں کو کھلایا جاتا ہے۔ غیر ملکی اطباء بھی کُل شے (whole meal) کا وعظ کر رہے ہیں۔ ترکاریوں کو بھون کر جلا دینا مضر ہے "گل ڈلیے میٹھا" جاتے ہیں۔ اور علاوہ ہذا ایک وقت میں ایک ہی قسم کی غذا کھانی چاہئے۔

سادہ لباس۔ صاف اور ڈھیلے کپڑے پہننا چاہئے۔ موٹے اور باریک اور پیوند لگے ہوں تو کوئی ہرج نہیں موسم گرما میں اگر موٹے کپڑے پہنے جائیں تو لُو سے بچت رہے گی۔ گرمیوں میں باریک کپڑے پہنکر تیز دھوپ یا لُو میں جانا مضر ہے۔ کپڑے خاص کر دھوتی، پاجامہ اور بنیان یعنی جو کپڑے جسم میں ملے رہتے ہیں۔ ہر روز دُھلنے چاہئیں۔ یا دھوپ دیئے جانے چاہئیں کھُلی ہوا میں سونا چاہئے۔ خواہ اُوپر چھپر یا چھت ہو۔ اور وہ بھی برسات اور جاڑوں کے دنوں۔ منہ اور ناک کپڑوں سے ڈھکنا نہ چاہئے۔ سیدھے ہو کر چلنا۔ بیٹھنا اور کھڑے ہونا اور چلنا چاہئے۔ سانس ناک سے لینا چاہئے منہ سے نہیں۔

سادگی مزاج، عادات اور ہر بات و کام میں ہونا چاہئے۔ برف۔ چاء۔ ایریٹیڈ واٹر۔ (سوڈا لیمونیڈ) وغیرہ سے اور ترشیات۔ شیرینیوں۔ اور سرخ مرچ سے بچ کر رہنا چاہئے۔ موسم اور آب و ہوا کے مطابق بطور دواء یا حفظ ماتقدم استعمال کر سکتے ہیں۔ بہتر ہو کہ طبی مشورے کے مطابق عمل کریں۔

پرہیزگاری (TEMPERENCE) اس مضمون سے ایک (۱) تو یہ مراد ہے کہ ہر خوراک یا کام میں اعتدال کیا جائے۔ مثلاً مقدار، تعداد وغیرہ کھانے پینے میں اور وقت کی پابندی اور اسی طرح ہر کام میں اوسط لی جائے دوسرے (۲) بطور اصطلاح اس کا مطلب ہے کہ محرکات اور منشیات (خاص کر شراب) کے استعمال سے پرہیز۔ دراصل شراب استعمال کی نشے بھی نہیں ہے۔ تجربے نے بتلایا ہے کہ اس کا استعمال مضر صحت ہے۔ اس پر ہمارا مُلک گرم ہے۔ ہمارا خون گرم ہے۔ اور بہت سے ہندوستانیوں کا مزاج بھی گرم ہے۔ مثل برف چاء وغیرہ کے محرکات اور منشیات بھی ادویہ ہیں۔ اور ان کو طبی مشورہ یا مرض کیلئے نسخہ کے طور پر استعمال کرنا چاہئے غذا سے جسم میں طاقت آتی، صحت قائم رہتی اور زندگی بچتی ہے۔ لیکن زیادہ کھانا کھانے سے امراض (قبض

اسہال اور بدہضمی) پیدا ہو جاتے ہیں۔ سنکھیا زہر قاتل ہے او مناسب مقدار اور وقت میں دوا کے طور پر استعمال ہے۔ مرض کو صحت ہوتی اور تندرستی بحال ہو جاتی ہے۔ ایک مقدار سے اگر انسان مر جاتا ہے تو دوسری سے موت سے بچ جاتا ہے بلا وجہ کسی دوا کا استعمال مضر ہوتا ہے اس کا راقم کو تجربہ ہے۔ ایک بار تما کو پینے سے راقم کو درد شکم سے آرام ہوا ہے۔ دو صاحبان کونین کھانے کے عادی تھے۔ ایک صاحب کو ملیریا ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ کونین سے اس کو آرام نہ ہوا کہ جو ملیریا کی مسلم اور خاص دوا ہے۔ دوسرے شخص کو کونین بند کی گئی تو ان کی وہ حالت ہوئی کہ جو افیونی کی افیون کے نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ شراب پینے سے جسم میں پھرتی اور چستی و چالاکی ضرور آجاتی ہے کہ جس میں انسان بہت کام کرتا ہے۔ مگر بعد میں ایسی تکان اور کمزوری ہوتی ہے کہ جس کا حد حساب نہیں۔ بھنگ بھوک کو پیدا کرتی یا بڑھاتی ہے۔ مگر جس قدر نشے سے کھانا کھایا جاتا ہے وہ ہضم نہیں ہوتا حاصل کلام یہ کہ یہ سب ادویہ ہیں۔ ان کی مقدار ہے۔ استعمال کا وقت موقع اور موسم ہے۔ مزاج اور موسم کا لحاظ بھی رکھنا چاہئے اور ان کے لئے بدرقے یا مصلح اجزاء بھی ہیں۔ اور ان باتوں کو تعلیم و تربیت یافتہ اور تجربہ کار اطباء و حکما ہی جانتے ہیں

ذائقہ اور فیشن اور بے جا تقلید کو ترک کرو ۔ اور ضروریات کی طرف توجہ دو۔ ضروریات کم ہیں۔ اور فضولیات و فروعات بے شمار۔ جبکہ ملک میں نئے قسم کا قحط (ناداری) پھیلا ہوا ہے۔ کفایت شعاری کی ضرورت ہے علاوہ بریں سستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کرنے کا شوق پیدا کرو۔ بیکار مباش کچھ کیا کر۔ کیا اچھا قول ہے۔ دنیا کارزار ہے۔ جس نے ہم کو ہاتھ پیر عقل۔ تجربہ اور بے شمار قواء اور اعضاء دیئے ہیں۔ وہ ناخوش ہوگا کہ اگر ہم ان کا استعمال نہ کریں۔ مگر یاد رہے کہ استعمال درست ہو نہ کہ بے جا۔ دنیا کے مذاہب بھی ہمیں یہی تعلیم دیتے ہیں۔ اور تندرستی و تن درستی کے لئے یہ سب امور اشد ضروری ہیں۔

(شیاما چرن ورما)

معذرت

(معذرت غالب نثر میں)

شاہ فلک پایگاہ کا سایہ ہما پایہ تا ابد ہمارے سروں پر رہے - آج غالب خستہ جگر کو شاعرانہ مضمون آفرینیوں سے قطع نظر محض چند گذارشات ضروریہ و واقعیہ حضور کی خدمت اقدس میں کرنی ہیں - اور ان معروضات کا محرک ہے - جناب کا وہ اظہارِ ملال جو حضور نے سہرے کے مقطع پر فرمایا عالیجاہا! سو پشت سے عاجز کے آبا و اجداد کا پیشہ سپہگری ہے - شاعری کچھ بزرگوں کا ورثہ نہیں - کہ میرے لئے باعث فخر و اعزاز ہو - درویش کا مسلک صلح کل آزادہ روی ہے - اور گو یہ دعاگو مناصبِ حضوری اور دامن دولت شاہی سے ذرا دُور پڑا ہے - لیکن حضور پُر نور کی غلامی خاکسار کے لئے کچھ کم باعث فخر نہیں - اس حالت میں مجھے کسی سے کسی قسم کی دُشمنی اور پرخاش کا خیال بھی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اور پھر حضور کے اُستاد سے کسی قسم کی رنجش کا خیال - غالب کی مجال! حضور انور کا دل جام جہاں نما ہے لہذا مجھے اظہارِ صداقت کے لئے سوگند اور گواہ کی کیا ضرورت ہے - سچ یہ ہے کہ غالب کو اُردو سے کیا نسبت - اگر چند الفاظ لکھے گئے ہیں - تو ان کا مدعا محض حضور کی خوشنودی مزاج تھا - اور بس سہرا حکم حضور کی تعمیل میں کہا گیا تھا - اس سے کسی پر چوٹ وغیرہ کرنے سے کوئی غرض نہیں تھی - اور نہ یہ مقصود تھا کہ حضور یا بندگانِ حضور سے قدیم خوشگوار تعلقات منقطع کر لوں -

یہ جو مقطع میں خودستائی کا پہلو نکلتا ہے - سو یہ ایشیائی سخن طرازی کا لازمہ ہے - خاکسار غالب کچھ دیوانہ نہیں - سودائی نہیں - سڑی نہیں کہ خواہ مخواہ کسی سے اُلجھتا پھرے - خُدا گواہ ہے کہ باوجودیکہ میں قسمت کا ہیٹا ہوں لیکن میری طبیعت بُری نہیں - لہذا مجھے کبھی کسی سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوگی یہ سب معروضات بالکل سچ اور مذکورہ گذارشات بالکل صداقت پر مبنی ہیں - فقط - زیادہ آداب -

(نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول مہالم کلاں)

افتتاحی تقریر

از جناب سردار دیوا سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ای۔ ایس۔ قائمقام انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن

ہیڈ ماسٹرز ریفریشر کورس ضلع انبالہ (۱۲ تا ۲۲ مئی) کی افتتاحی رسم ادا کرتے ہوئے جناب سردار صاحب نے جو تقریر فرمائی اس کا خلاصہ بغرض آگہی ہدیہ ناظرین ہے

حضرات! مجھے اس کورس کی افتتاحی رسم ادا کرنے کی نہایت خوشی ہوئی۔ ڈویژنل انسپکٹر صاحبان کو اپنے ماتحت عملہ ڈی آئی صاحبان و اے۔ ڈی آئی صاحبان سے ملنے کے بہت موقعے ملتے ہیں۔ لیکن ورنیکلر مدرسین سے تبادلہ خیالات کرنے کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں۔ آج مجھے یہ نادر موقعہ دستیاب ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مدرسین تن دہی سے کام کر رہے ہیں۔ نتائج بھی بہتر ہو رہے ہیں۔ تعداد میں بھی روز افزوں ترقی ہے۔ لیکن چند امور ایسے ہیں جو نظر انداز ہو رہے ہیں۔ اور کچھ مسئلے ایسے ہیں جن کا حل ضروری ہے آج میں انہی مسئلوں یا امور کا یہ تفصیل ذکر کروں گا۔

۱۔ حصہ پرائمری کی جماعتوں میں تعداد کی ناہمواری سالانہ تعدادی نقشہ جات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرائمری کی جماعتوں میں کوئی موافقت نہیں۔ جماعت اول کی ترقی بتدریج نہیں جماعت اول کے دس ہزار طلبا میں سے پانسو کے قریب طلبا پرائمری کورس پاس کرتے ہیں۔ یہ تسلی بخش نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا روپیہ اور وقت دونوں ضائع ہو رہے ہیں۔ اس کا علاج یہ نہیں کہ جماعت اول میں کم طلبا داخل کئے جاویں بلکہ کوشش یہ ہونی چاہئے۔ کہ جماعت اول میں جو لڑکے داخل کئے جائیں۔ وہ ایک سال میں ترقی پا کر جماعت دوم میں چلے جائیں جتنی اگر جو لڑکے اپریل سہ ماہی میں داخل ہوں۔ ان میں سے کمزور طلبا بھی اگلے سال ۳۰ جون تک جماعت دوم میں ترقی کے لئے تیار ہوں۔ اس طرح سے ہم سٹیگنیشن کے امکانات کو کم کر سکتے ہیں۔

۲۔ انچارج جماعت اول جماعت اول سب سے اچھے استاد کے چارج میں ہو وہ صرف ۲۵ طلبا کو تعلیم دے۔ باقی طلبا حصہ رسدی دیگر مدرسین کے چارج میں دئے جائیں۔

۳۔ حاضری جماعت اول جماعت اول کی حاضری کے خانے خالی نہ چھوڑے جائیں۔ اور فرضی حاضری سے پرہیز کیا جائے۔ بہتر ہوگا کہ جماعت اول کی حاضری صبح وقت مقررہ سے ایک گھنٹہ بعد لگائی جائے۔

۴۔ داخلہ جماعت اول کوشش ہونی چاہئے کہ چھ سات سال لڑکے سب کے سب ضرور داخل کئے جائیں۔ اور لازمی تعلیم کے اجرا کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر لازمی تعلیم کے چکر میں صرف بڑی عمر کے لڑکے داخل جماعت اول کئے گئے۔ تو وہ قدرتی طور پر پرائمری کورس ختم کئے بغیر مدرسہ چھوڑ جائیں گے۔ میرے ایسے کہنے کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ بڑی عمر کے لڑکے داخل نہ کئے جائیں۔ وہ بھی ضرور داخل ہونے چاہئیں۔

۵۔ جماعت اول کی تعلیم دلچسپ ہو اس جماعت کی تعلیم کو حتی الامکان دلچسپ اور دلکش بنایا جائے تاکہ جماعت اول کا لڑکا مدرسہ سے مانوس رہے تعلیم اور کھیل برابر رکھے جائیں۔ اس سے یہ لیکج کم ہوگی۔

۶۔ فیملی سسٹم روزانہ حاضری بہتر بنانے کے لئے فیملی سسٹم یا طریقہ خاندان کو رائج کیا جائے۔ اس سے سینئر طلبا میں ذمہ داری کا احساس بڑھتا ہے۔ اور وہ اپنے گاؤں کے طلبا کو حاضر باش بنانے میں سعی بلیغ کرتا ہے۔ مدرس کا یہ فرض نہیں کہ وہ سکول ٹائم میں لڑکوں کو بلانے جائے۔ یا داخلہ کا پروپیگنڈہ کرتا پھرے۔ عادی غیر حاضر طلبا کا خاص خیال رکھا جائے۔

بیکیج کم ہو جائے جماعت اول بنیادی جماعت ہے۔ اس کی حالت بہتر ہو جانے پر مدرسہ کی حالت سدھر جائیگی۔ جماعت دوم سوم میں مسلسل ترقی ہونی چاہئے اور کسی استاد کے پاس تیس سے زیادہ طالب علم نہ ہوں۔ اس سے بیکیج کم ہوگی۔ اور طلبا پرائمری کورس ختم کرکے مدرسہ چھوڑیں گے۔

۸۔ دیہاتی لائبریری دیہاتی لائبریری سے عموماً جائز فائدہ نہیں اُٹھایا جا رہا۔ دیکھنے میں آرہا ہے کہ کتب مستعار کا اندراج رجسٹر لائبریری میں فرضی کیا جاتا ہے۔ ترغیب دی جائے کہ ایسا نہ ہو تاکہ لوگ اصلی معنوں میں تعلیم جاری رکھیں۔

۹۔ دیہات سدھار آخیر میں آپ نے مدرسین سے اپیل کی اور فرمایا کہ آپ ہی گاؤں کا سدھار کرسکتے ہیں۔ سکول ایک ورکشاپ کی مانند ہے۔ جہاں بچوں کو نیک اطوار سکھائے اور انسان بنایا جاتا ہے۔ ابتدا میں خیالات درست ہو سکتے ہیں۔ پختہ ہونیکی صورت میں درستی ناممکن ہے۔ بچوں کو صحیح معنوں میں انسان بنانا چاہئے۔ مدرس کو چاہئے کہ وہ گاؤں کی دھڑا بندی سے بالاتر رہے۔ اور ایک دوست کی مانند گاؤں میں رہتا ہوا اپنے فرائض منصبی ادا کرے وہ گاؤں کا رہبر اور قوم کا بنانے والا ہے۔ اس کی اپنی زندگی بچوں کے لئے سبق آموز اور دیہاتیوں کے لئے دیہات سدھار کا نمونہ ہونی چاہئے۔

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے سردار صاحب کا ریفریشر کورس کا انعقاد فرمانے کی اجازت دینے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں یقین دلایا کہ وہ اور ان کا ماتحت عملہ ان تعلیمی نقائص اور خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور ان تجاویز اور ہدایات پر جو سردار صاحب موصوف نے بیان فرمائی ہیں۔ عمل پیرا ہوگا۔

(رام کشن ڈھنڈا، بی اے (آنرز)۔ بی۔ ٹی۔

سُنئے!

ایک مرتبہ میرے ایک دوست نے یہ قطعہ پڑھا۔ **قطعہ**

مدعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

میں نے دونوں مصرعوں پر مصرع لگا کر یوں دو قطعے بنا دئے:۔

۱

یہ نہیں سچ کہ بُرائی میں بھلا ہوتا ہے — ہو جو آزار نیا رنج نیا ہوتا ہے
مجھ کو ہے خوبیِ قسمت پہ بھروسا شاکر — مدعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے

۲

کیا بگڑتا ہے اگر کوئی خفا ہوتا ہے — ہو خلاف ایک زمانہ بھی تو کیا ہوتا ہے
کچھ نہ غم کیجئے تقدیر پہ رہئے شاکر — وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

شکریہ رسالہ کے جون نمبر میں شریمان سردار جگت سنگھ صاحب مینجنگ پروپرائٹر رسالہ کی چھوٹی بچی کے ان کی غیر حاضری میں دوسری منزل سے بازار میں گرنے اور محافظ حقیقی کی قدرت کاملہ سے بال بال بچنے کے واقعہ سے متاثر ہو کر بے شمار احباب نے ہمدردی اور مبارکباد کے خطوط ارسال کئے۔ جن میں معصومہ بچی کے اس طرح بچ جانے کو سردار صاحب کی نیک نیتی اور دیگر اوصاف حمیدہ کا باعث گردانا۔ یہ دیکھ کر کہ انہیں سردار صاحب کی ذات سے کس قدر عقیدت اور محبت ہے کہ ان کی کسی تکلیف کو سن کر وہ خاموش نہیں رہ سکتے۔ اور اپنے دلی خیالات ایسے پیرایہ میں ظاہر کرتے ہیں جس سے خود بخود ان کی ذات سے دلچسپی اور وابستگی نمایاں ہوتی ہے۔ خاص مسرت ہوتی ہے چونکہ فرداً فرداً ہر ایک مہربان کا شکریہ ادا کرنا امکان سے باہر ہے اس لئے بذریعہ تحریر ہذا ان کا صدق دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ سچ ہے مارنے والے سے رکھنے والا کا ہاتھ بہت زبردست ہوتا ہے۔ بقول شخصے ؎

جاکو راکھے سائیاں مار نہ سکے کو — بال نہ بیکا کر سکے جو جگ بیری ہو

قادر مطلق نے ننھی بچی کی نگہداشت میں عجب قدرت کاملہ کا اظہار کیا۔ اسے معجزہ کے سوا اور کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اور ہم صدق دل سے اس کے حضور میں سر نیاز خم کر کے اپنے آپ کو شکرگذاری کے ناقابل پا کر کسی استاد کے اس شعر کو اپنا ترجمان بناتے ہیں ؎

اے خدا قربانِ احسانت شوم — ایں چہ احسان است قربانت شوم

(سپچیدیوا)

سال ۱۹۳۴ء میں شدت کی گرمی اور سکولوں کا وقت تعلیم

ع۔ جو خال حد سے گذرا وہ آزر سا ہوا۔

سال حال کی اعتدال سے بہت بڑھی ہوئی گرمی بھی بلائے جان ہو رہی ہے۔ اور ہر انسان حیوان نالاں دکھائی دیتا ہے۔ روزانہ اخبارات جہاں روزانہ ٹمپریچر بتاتے ہیں۔ وہاں سن سٹروک کے کئی واقعات سنا کر ناظرین کو عبرت دلاتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس ڈویژن لاہور نے موسم کی اس خرابی سے متاثر ہو کر بذریعہ خاص سرکلر اپنے ڈویژن کے تمام گورنمنٹ اور بورڈ سکولوں کو حکم بھیجا ہے۔ کہ ۱۵ جولائی تک سکول کا وقت ۶½ بجے سے ۱۰½ بجے کر دیا جائے۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں پرائیویٹ سکولوں نے بھی لبیک کہی۔ اور اپنے ہاں وقت مدرسہ کو کم کر کے ۱۰½ بجے رخصت کا انتظام کیا۔ مگر ہمیں یہ سنکر بے حد حیرت ہوئی کہ ضلع لاہور کے ایک مڈل سکول میں ابھی تک سکول ٹائم ۶½ بجے صبح سے ۱۱ بجے ہی ہے اور شام کو ۴½ بجے سے ۶½ بجے تک طلبا کو سکول میں بلایا جاتا ہے۔ اور پڑھائی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ نہ صرف ڈویژن لاہور میں ہی اس حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ بلکہ دیگر ڈویژنوں میں بھی وقت مدرسہ کم کر کے خورد سال اور زیر تعلیم بچوں کو شدت گرما سے بچانے کا معقول انتظام کیا جائیگا۔ مخفی نہ رہے کہ اس سکول کا نام ہم نے عمداً ظاہر نہیں کیا تا متعلقین محتاط ہو جائیں۔

(سپچیدیوا)

اے وی مڈل سکول کوٹ محمد خاں ضلع امرتسر

جلسہ سالگرہ شہنشاہ ہند لالہ شادی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ہوا۔ سٹاف اور بی سے علاوہ ممبران سکول کمیٹی اور معززین قصبہ نے بھی شمولیت فرمائی۔ صاحب صدر نے حضور ملک معظم کی زندگانی کے ۲۵ سالہ دور راج برطانیہ کی برکات پر روشنی ڈالی۔ طلبا نے مختلف نظمیں پڑھیں۔ حضور شہنشاہ ہند کے حق میں دعائے عمر درازی کی گئی۔ اور کھیلوں کے میچ ہوئے۔

(سیکرٹری انجمن معلمین)

راولپنڈی ٹیچرز ایسوسی ایشن

نئے سال کے لئے حسب ذیل عہدہ داران منتخب ہوئے:- پریذیڈنٹ دیوان گوپال داس

صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر سناتن دھرم ہائی سکول۔ سینئر وائس پریذیڈنٹ مسٹر فضل الٰہی بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول۔ جونیئر وائس پریذیڈنٹ منشی تلوک چند صاحب "محروم" ہیڈ ماسٹر کنٹونمنٹ بورڈ سکول۔ سیکرٹری بخشی خوشحال چند صاحب ڈی اے وی سکول پبلسٹی سیکرٹری لالہ کنور بھان صاحب بی اے سناتن دھرم ہائی سکول۔ خزانچی مسٹر بوستان خان بی اے اسلامیہ ہائی سکول آڈیٹر سردار سندر سنگھ صاحب کنٹونمنٹ بورڈ سکول۔ یہ ایسوسی ایشن اب اپنے آٹھویں سال میں قدم رکھتی ہے۔ اور اس عرصہ میں اس نے نہ صرف کئی اساتذہ کی حالت کو ہی بہتر بنانے کا کام کیا ہے۔ بلکہ تعلیمی دائرہ میں بھی بہت مفید کام کیا ہے۔ (کنور بھان)

اپر مڈل سکول مبیمل ضلع انبالہ

۱۔ الوداعی جلسہ:۔ ماسٹر سری رام صاحب کے تبادلہ پر بصدارت چودھری عبدالرحمٰن صاحب سابق ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ جلسہ ہُوا۔ حمد و دعا و ثنا کے بعد لالہ بابو رام گوئل سیکرٹری نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد ماسٹر صاحب کی ان تھک کوششوں اور سکول کی ہر شعبہ کی ترقی کا بیان کیا۔ ان کے حسنِ سلوک حسنِ طبیعت اور ہمہ صفت موصوف مدرس ہونے پر ان کی تشریف بری پر اظہار افسوس کیا۔ ایم رحمت اللہ صاحب سیکنڈ ماسٹر نے نظم پڑھی۔ دو طالب علموں نے طلبا کے نقطۂ نگاہ کو پیش کیا۔ سٹاف کی طرف سے لالہ مکند لال اور شیخ تاج حسین صاحبان نے آپ کے اوصاف بیان کئے۔ چودھری خورشید علی صاحب ہیڈ ماسٹر نے ماسٹر صاحب کی پانچ سالہ سروس کا ذکر خیر کرتے ہوئے انہیں محنتی۔ جفاکش۔ خوش اخلاق اور فرض منصبی کا پابند بتایا۔ اور ان کے کام سے اپنی اور افسرانِ بالا دست کی خوشنودئ مزاج کا اظہار کیا۔ صاحب صدر نے ایک دوپٹہ اور ایک رومال ماسٹر جی کی نذر کیا۔ جنہوں نے اسے قبول کرتے ہوئے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

۲۔ انتقال پُر ملال۔ سٹاف نے باتفاق رائے ذیل کا ریزولیوشن پاس کیا۔

"ہم جملہ ممبران سٹاف عزیز ٹھاکر رام کی بے وقت اور ناگہانی موت پر دلی رنج اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ جس نے سکول سے اپر ہائی سکول سکالرشپ حاصل کیا اور ۴۲۹ نمبر لے کر ضلع بھر میں سیکنڈ رہا۔ مگر وظیفہ کی اطلاع سے ایک ہفتہ پہلے اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ ہم دربار ایزدی سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ وہ عزیز مرحوم پر رحمت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کریں۔"

۳۔ نتیجہ امتحان ورنیکلر فائنل سنہ ۱۹۳۴ء $\frac{13}{14}$ ایک لڑکے نے ۴۲۹ نمبر حاصل کئے اور ضلع میں سیکنڈ رہ کر اوپن سکالرشپ حاصل کیا۔ کامیابی کا سہرا چودھری خورشید علی صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے قابل سٹاف پر ہے۔ (بابو رام گوئل)

سناتن دھرم ہائی سکول لائل پور

۱۶ جون لالہ چمن لال صاحب پاندھی بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی صدارت میں شہر کے تقریباً تمام شرفا اور تعلیم یافتہ طبقہ کی حاضری میں جلسہ تقسیم انعامات عمل میں آیا۔ طلبا تین گھنٹے اپنے پروگرام کے بموجب حاضرین کو محظوظ بنائے رہے۔ اور ہر ایک شعبہ کو دل سے پسند کیا گیا۔ خصوصاً خوش آمدید کا گانا انگریزی اور اردو ڈرامہ برہمن کی لیاقت اور پاک کونسل کو حد سے زیادہ پسند کیا گیا۔ عین موقعہ پر پبلک نے متعدد انعامات دئے۔ سکول کمیٹی کی طرف سے رائے زادہ پنڈت لوک رام صاحب بانی ہیڈ ماسٹر۔ پنڈت پرسرام فیاض اور لالہ سنت رام کو ایک ایک گھڑی اور لالہ جے رام داس بی اے بی ٹی کو ایک ہارمونیم باجہ انعام دیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی اور سکول کی مختلف سرگرمیوں کا اظہار کر کے اسے اپنی نظیر آپ ہی ٹھہرایا۔ انسپکٹر صاحبان کے ریمارکس نہایت حوصلہ افزا تھے۔ تعداد طلبا سال ۲۶ و ۲۷ سے ۸۰۲ سے حال میں ۸۶۰ تک آ پہنچی ہے۔ یونیورسٹی نتائج ۶۰ فیصدی سے ترقی کرتے کرتے اب ۹۷ فی صدی یعنی $\frac{57}{59}$ پر آ گئے ہیں۔ ہر سال یونیورسٹی وظائف ہائی سکول سکالرشپ۔ اور مڈل سکول سکالرشپ حاصل ہوتے رہے۔ لطف ہے کہ شروع سے اخیر تک کوئی سال ایسا نظر نہیں آتا۔ جس میں ہر سہ اقسام کے وظیفے نہ آئے ہوں۔ اس سال ۵۰ کامیاب طلبا سے ۱۸ فرسٹ ڈویژن ۲۸ سیکنڈ ڈویژن اور صرف دو چند تھرڈ ڈویژن طلبا کی جسمانی اخلاقی اور دھارمک تربیت کی طرف دیگر سرگرمیوں کے علاوہ خاص توجہ دی جاتی ہے۔ سکول سٹاف تمام کا تمام ٹرینڈ اپنے اپنے کام میں قابل ماہر اور ہر دلعزیز ہے۔ صاحب صدر نے اپنی جوابی تقریر میں سکول کے شاندار اور اعلےٰ نتائج اور مسلسل وظائف کی آمد

کی بہت تعریف کی۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو مبارکباد دی۔ کہ آپ کے زیر اثر کس طرح ترقی ہو رہی ہے۔ سکول کی ہر حالت کا بہتر بن انتظام صاحب صدر کی خوشنودی کا موجب ہوا۔ آپ نے سکول کو مبارکباد دی کہ وہ صرف کتابی تعلیم کا ہی حامل نہیں۔ اور اس کامیابی اور شاندار اعلےٰ نتائج کا کریڈٹ بجا طور پر ہیڈ ماسٹر صاحب رائے زادہ پنڈت رام لوک بالی کو ہے آپ کی ہیڈ ماسٹری سے سکول باقاعدہ ترقی کر رہا ہے۔ اور ہماری زبردست خواہش ہے کہ آپ کے منتظم اور قابل ہاتھوں اور مدبرانہ دماغ کی رہنمائی میں سکول اور بھی ترقی کرے

(رام بھابا جائنٹ سیکرٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن)

مڈل سکول بھائی پھیرو ضلع لاہور

اگرچہ نتائج کی رو سے یہ سکول خاص ممتاز ہے مگر گذشتہ تین سالوں سے سکول کی کامیابی اور امتیازی شان کے مطابق نتائج برآمد ہو رہے ہیں یعنی سب کے سب لڑکے اوّل درجہ میں کامیاب ہوتے گئے ہیں۔ پچھلے سال ایک لڑکے نے اوپن ہائی سکول سکالرشپ حاصل کیا۔ اور اس سال دو لڑکوں نے۔ باقی جماعتوں کے نتائج بھی عمدہ اور نمایاں حیثیت لئے ہیں۔ لالہ بدری ناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول کی حسن لیاقت سعی موفورہ اور اپنے ماتحت عملہ سے حسن سلوک کی خوبی کا نتیجہ ہے ہم صدق دل سے صاحب ڈی آئی مدارس اپنے افسر علاقہ جناب احمد الدین اختر صاحب کا خاص شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کارکن عملہ سے سکول کو مالا مال کیا ہوا ہے۔

(سکندر علی)

گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا

۷ - جون سکول سٹاف اور طلبا کا متفقہ جلسہ زیر صدارت سید اصغر علی صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا جس میں صاحب صدر کی مختصر مگر ولولہ انگیز تقریر کے بعد قاضی اشفاق حسین صاحب ایم اے انگلش ماسٹر نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا۔ جو قریشی محمد عبدالغنی صاحب بی اے سینئر انگلش ٹیچر کی تائید اور لالہ ملا رام صاحب کھوسلہ بی اے بی ٹی سیکنڈ ماسٹر کی تائید مزید سے باتفاق رائے پاس ہوا۔ مزید قرار پایا کہ اس کی ایک ایک نقل رسالہ رہنمائے تعلیم اور اخبار تعلیم کو بھیجی جائے۔ اور ان اصحاب گرامی کی خدمت میں ایک ایک کاپی ارسال کی جائے جن کا تذکرہ ریزولیوشن میں ہے:-

"گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا کا یہ جلسہ جناب کرنیل نواب سر عمر حیات خاں صاحب ٹوانہ بالقابہ جی بی ای، عالی جناب سر مائیلز ارونگ ریونیو ممبر پنجاب۔ خان بہادر نواب قریشی محمد حیات صاحب ایم ایل سی۔ ملقب القاب خاں صاحب چودھری غلام محی الدین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گجرات۔ اور خاں صاحب ابوالاثر حفیظ جالندھری کی خدمت گرامی میں انہیں قدر شناس گورنمنٹ عالیہ کی جانب سے نئے خطابات عطا ہونے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اور دعا ہے کہ خداوند کریم ان اصحاب والا صفات کو بیش از بیش ترقی عطا کرے۔"

(سید ولایت شاہ سیکرٹری)

ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ

بغرض اطلاع متعلقین - ۱۶ / ۱۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو سکول ہذا میں امسال جانکی ناتھ اوپن ٹورنمنٹ ہوگا۔ جس میں ہاکی بیڈمنٹن اور والی بال کے مقابلوں کے لئے نقرئی قیمتی کپ رکھے گئے ہیں۔ دیگر کھیلوں کے لئے تمغے اور انعام ہوں گے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا کھیلوں اور سکول ٹیموں کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اور شامل ہو کر اپنے مقابلوں سے دوسروں کو محظوظ کر کے انعام حاصل کریں۔ دریافت طلب امور کے لئے راقم سے خط و کتابت کریں۔

(ہیڈ ماسٹر ڈی۔ بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ)

سناتن دھرم ہائی سکول لاہور

حال ہی میں پنڈت رام چندر جی ۲۴ سالہ سروس کے بعد سکول سے ریٹائر ہو گئے ہیں۔ پنڈت جی نے اس سکول میں ملازم ہونے سے پہلے مشن ہائی سکول لاہور میں ۲۸ سال کام کیا تھا۔ گویا آپ نے ۵۲ سال متواتر تعلیم دہی کی خدمات سر انجام دیں۔ ستر سال کی عمر میں بھی آپ نوجوانوں سے زیادہ مستعد نظر آتے ہیں۔ آپ کے اعزاز میں ایک شاندار الوداعی پارٹی پنڈت نر سنگھ لال جی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں سکول اور اس کی تمام برانچوں کی طرف سے گوال منڈی برانچ سکول کے احاطہ میں دی گئی۔ سکول اور برانچوں کے سٹاف کے علاوہ معززین بھی شامل تھے۔ پنڈت جی محکمہ تعلیم اور سناتن دھرم کے

سچے سیوک ہیں۔ یہ ماتما ان کا مستقبل ماضی سے بھی زیادہ شاندار بنائیں۔ (دیرکت رام مین)

ڈی بی مڈل سکول منڈی ڈبوالی ضلع حصار

۱۵/۱۶ ورنیکلر فائنل میں پاس ہوئے۔ سولھواں لڑکا صرف جیومیٹری میں فیل ہوا۔ چار طالب علموں نے چار سو سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ تین طالب علم بدستور سابق ضلع بھر میں اول دوم و سوم رہے۔ پہلا لڑکا ۴۸۰ نمبر لے کر ضلع کے تمام ہائی اور مڈل سکولوں کو پیچھے چھوڑ کر پہلے، دین ہائی سکول سکالرشپ کا حقدار ہوا۔ پنڈت چندر پرکاش صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر اور پنڈت نادہاری لال صاحب ہیڈ ورنیکلر ٹیچر نے سکول کے سالقہ ریکارڈ کو مات کر دیا۔ بلکہ دو سال کے عرصہ میں ایسے اعلے نتائج کے علاوہ دیگر شعبوں میں بھی ترقی دکھا کر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سے خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ نے موجودہ کساد بازاری میں بہار زلزلہ فنڈ کے لئے ایک سو چھ روپیہ سوا پانچ آنہ کی قابل قدر رقم طلبا اور سٹاف سے وصول کر کے مصیبت زدہ بھائیوں کی پوری پوری امداد کی۔ ایسے اعلے نتائج پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع اور صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع حصار سے پرزور اپیل ہے کہ ایسے کارکن استادوں کی ضرور حوصلہ افزائی فرمائی جاوے۔ (محمد مستقیم خان)

مڈل سکول کالی سوبہ خان ضلع گوجرانوالہ

انجمن معلمین سنٹر کے جلسہ پر پنڈت لابھ چند صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے صدارت فرمائی اور جلسہ کی کارروائی کے اختتام پر آپ نے پرمعنی اور بصیرت افروز تقریر میں جماعت اول کا مدرس کس طرح کامیاب ہوسکتا ہے۔ واضح طور پر ثابت کر کے دکھایا۔ اور فرمایا کہ سٹاف کا بہترین آدمی اس جماعت پر مامور ہوا کرے کمرہ جماعت ساز و سامان تعلیمی سے مزین کیا جائے۔ بچوں کے لئے مختلف قسم کی کھیلیں مثلاً بلیکس رنگدار گیند تصاویر وغیرہ میں ہوں۔ تاکہ کھیل کھیل میں ہی تعلیم ہوتی رہے۔ کمرے کے فرش پر ٹاٹ اور دریاں بچھائی جائیں۔ کہ بچے آزادی سے بیٹھ سکیں کھیلیں اور لیٹیں۔ غرض مدرس کے حسن سلوک اور تعلیمی سامان میں ایسی کشش ہو جس سے طلبا خود بخود کھچے آئیں۔ آپ نے طریقہ تعلیم ایسا بتایا۔ جس پر کاربند ہونے سے واقعی پہلی جماعت چھ ماہ میں تیار ہوسکتی ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے التجا کی کہ اگر دیہاتی پروپیگنڈہ میں افسران ہماری امداد فرمائیں اور بذریعہ کسی میجک لینٹرن کی عوام کی رہنمائی فرمائیں تو زیادہ شکریہ کا موجب ہوسکتا ہے۔ جسے آپ نے منظور فرمایا۔ (سیکنڈ ماسٹر)

کانفرنس مدرسین تحصیل پالم پور

۹ جون جملہ ہیڈ ماسٹر صاحبان کی کانفرنس جناب لالہ پربھو دیال صاحب بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں ہوئی۔ ریورنڈ جی گیان ڈسٹرکٹ سکاؤٹ کمشنر چودھری ہری سنگھ صاحب بی ایس سی ایگریکلچر اسسٹنٹ۔ پنڈت رام لوک صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ۔ پنڈت کرم چند صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول پالم پور۔ پنڈت رلا رام صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر مشن ہائی سکول اور لالہ بھگوان داس صاحب اے ڈی آئی علاقہ شامل تھے۔ صاحب صدر نے رسم افتتاحیہ ادا فرماتے ہوئے مختصراً اغراض و مقاصد واضح کئے۔ اور فرمایا ہم ان تمام امورات پر تبادلہ خیال کریں۔ جن سے ہمارے مدارس کی موجودہ خامیاں دور ہوں۔ اور سال رواں کے لئے ایسا پروگرام تیار کریں۔ جس سے ان تمام خامیوں کا انسداد ہو جو آئے دن ظہور پذیر ہو رہی ہیں خصوصاً طلبا کا مدرسہ میں داخل ہو کر مکمل پرائمری کورس سے پہلے چھوڑ جانا۔ اس کے اسباب و انسداد۔ جماعت اول میں بچوں کا زیادہ از یکسال زیر تعلیم رہنا۔ اس کی روک تھام کی عملی تجاویز۔ سکول کی معمولہ ذہنی پیمائش اطفال کا تخمینہ بذریعہ گرانٹ معیار تعلیم کا بلند کرنا۔ اور دیہاتی زندگی کا وابستہ کرنا۔ مدرسین کا اصلاح دیہات سے تعلق۔ تعلیم میں کھیل کود کی اہمیت۔ سکاؤٹنگ اور کبنگ کی اخلاقی تعلیم میں امداد۔ مدرس اور اس کی ڈائری۔ موڈل سکول اور ان کی ضرورت ان تمام پر الگ الگ تبصرہ فرمائے۔ مختلف ذرائع اصلاح بتائے۔ ایگریکلچر اسسٹنٹ اور ویٹرنری اسسٹنٹ صاحبان کو موقعہ دیا۔ جنہوں نے اپنے خیالات سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔ ہر دو اصحاب کی تقاریر پر تبصرہ فرماتے ہوئے صاحب صدر نے تلقین کی کہ مدرسین اپنے اپنے علاقوں میں زمینداروں کو ان مفید تجاویز پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ سکاؤٹ کمشنر نے سکاؤٹنگ اور کبنگ کے متعلق دلچسپ طرز میں بتایا کہ اعلے تربیت یافتہ سکاؤٹ اپنی سوسائٹی اور ملک کے لئے کیوں کر مفید ہوسکتا ہے۔ اور کس طرح یہ تحریک سکول کے اندرونی اور بیرونی نظام میں ممد ہوسکتی ہے۔ صاحب صدر نے معزز مقرر کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین کو ان کے بیان کردہ اصولوں پر عمل کرنے کی

کی۔ دوسرے اجلاس میں صاحب صدر نے ان تمام مسائل کو الگ الگ لیا۔ جن کا ذکر افتتاحیہ تقریر میں ہو چکا تھا۔ افسر علاقہ صاحب کے علاوہ پنڈت کرم چند صاحب۔ لالہ رتو رام صاحب پنڈت کاگ بھنڈی صاحب اور پنڈت کیسری لال صاحب نے خاص حصہ لیا۔ آپ نے تعداد طلبا کے بحال رکھنے اور اوسط حاضری بہتر بنانے پر اظہار خیال کیا۔ نتائج امتحان کیوں کر بہتر ہو سکتے ہیں۔ اور تعلیمی اخراجات میں کیوں کر کمی ہو سکتی ہے۔ بعد میں آپ نے فرمایا کہ ہم مندرجہ ذیل امورات میں کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ٹیکا۔ لازمی تعلیم۔ ٹیچرز ایسوسی ایشنز۔ دیہات سدھار۔ مدرسین کا سوسائٹی کے لئے مفید ہونا اور سکولوں کو دلکش بنانا۔ افسر علاقہ صاحب نے حاضرین سے التجا کی کہ صاحب صدر کی ہدایت کو عملی جامہ پہنانے ہوئے اپنے اپنے سکول کی حالت کو بہتر بنانے میں مساعی ہوں۔ (کاگ بھنڈی سیکرٹری)

ورنیکلر مڈل سکول پیروٹہ ضلع کانگڑہ

۱۹ جون دیہات سدھار پارٹی میلہ دیوی کے میلے پر گئی۔ جو سکول سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ موقعہ پر پہنچ کر جلوس کی صورت اختیار کی۔ دائیں بائیں کا پرچار اور مفید مقولے دہرائی ہوئی میلے کی جگہ پر پانی کا انتظام شروع کیا۔ سابقہ انتظام ناکافی اور ناقص تھا۔ انچارج صاحب نے بڑے لڑکے پانی پلانے پر اور تازہ پانی لانے پر مامور کئے۔ اور زائرین کو آسانی سے عمدہ پانی بہم پہنچایا۔ لوگوں نے سدھار پارٹی کا دل سے شکریہ ادا کیا۔ پنڈت کاگ بھنڈی صاحب ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جن کے ماتحت سکول خوب ترقی کر رہا ہے۔ (دولو رام شرما۔ نشاد)

ڈی بی مڈل سکول سنتوکھ گڑھ ضلع ہوشیارپور

ٹیچرز ایسوسی ایشن۔ دعائیہ نظم کے بعد ماسٹر دینا ناتھ نے جماعت دوم کو حساب میں پہلا قدم کیوں کر اٹھانا چاہئے۔ پر سبق دیا۔ اور چھوٹے بچوں کو رقوم لکھنے کا سبق نئے طریق سے سکھایا۔ جس سے تمام مدرسین متاثر ہوئے۔ پھر امام علی شاہ نے فرائض انسانی پر مضمون پڑھا۔ مختلف مثالوں سے واضح کیا کہ ہم کیا ہیں۔ اور ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ مضمون اچھا تھا۔ چند ممبران نے سبق پر نکتہ چینی کی۔ سردار پرتاب سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے ہر دو سبق اور مضمون کے حسن و قبح پر روشنی ڈالی۔ امام شاہ صاحب کے مضمون کو قابل تعریف و تقلید قرار دیا۔ چند مدرسوں کے رجسٹر پڑتال ہوئے۔ اگلے اجلاس کے لئے مدارس سنتولی اور سکھ پال کے رجسٹر پڑتال ہوں گے۔ تعلیمی مشکلات زیر بحث آئیں۔ صاحب صدر نے قرار دیا کہ اگلی بار سب صاحبان اپنی اپنی مشکلات نوٹ کر لائیں۔ اور ان کے حل کے ذرائع سوچ آئیں۔ جلسہ کے خاتمہ پر سردار شیو سنگھ صاحب انسپکٹر انجمن امداد باہمی تشریف لائے۔ اور تقریر کی کہ صاحب کمشنر بہادر دیہات سدھار کے ایما پر صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی چٹھی شائع ہوئی ہے۔ کہ گورنمنٹ عالیہ اپنے ماتحت تمام محکموں سے آرزومند ہے کہ دیہات سدھار پر خاص توجہ دیں۔ سب سے زیادہ بوجھ اس کا مدرسین اور پٹواریوں پر رکھا گیا ہے۔ کہ ان کا تعلق دیہاتی آبادی سے خاص ہے۔ اس لئے میں آپ مدرسین اصحاب سے آرزومند ہوں کہ

اسکول ماسٹر کا اعلیٰ درجہ ہونا چاہئے۔ یہ غلطی سے آپ اپنے آپ کو گری ہوئی ہستی خیال کر کے گمنامی و خاموشی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ حالانکہ بحیثیت معلم آپ رہنما اور مرشد کے خطاب سے مخاطب ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے روحانی گرو۔ ملک کے نونہالوں کو ہر پہلو سے تربیت دے کر آپ کو قابل شہری بنانا ہے۔ لہٰذا آپ کو اس کام کے اہل ثابت کرنا چاہئے۔ اور خود اعتمادی سے رہنمائی کا کام بہترین طور پر سرانجام دینا چاہئے۔ دراصل اس اعتراض سے کہ استادوں اور شاگردوں میں حقیقی محبت نہیں رہی۔ یہ بے اعتمادی پیدا ہوئی اور آپ نے اپنے اصل منصب سے تنزل شروع کیا۔

(۲) سکول ماسٹر اور کوآپریشن۔ یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ ہمارے تعلیم یافتہ مڈل و انٹرنس پاس انجمن ہائے امداد باہمی کے حساب کتاب سے بالکل بے بہرہ اور ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ امر محض بچوں کی ناواقفیت اور لاپرواہی کا نتیجہ نہیں بلکہ ماسٹر صاحبان کی ذاتی ناواقفیت بھی اس میں شامل ہے۔ چنانچہ سررشتہ تعلیم پنجاب نے اس خامی کو محسوس کرتے ہوئے جماعت چہارم کے نصاب میں امداد باہمی کی انجمن ہائے کے حساب کتاب کو شامل نصاب فرمایا ہے۔ تاکہ بچوں کو بچپن سے ہی شیر مادر کی طرح یہ حساب کتاب سمجھا دیا جائے۔ اور پرائمری پاس اسے آسانی سے سرانجام دے سکیں۔ جماعت چہارم میں اس حساب کتاب کی تعلیم ششماہی اول کے بعد شروع ہونی چاہئے۔ اس واقفیت سے بہت کچھ

مدد مل سکتی ہے۔ اور سیکرٹریان کی آسامیوں کی وقت رفع ہوسکتی ہے۔ اور ایسی انجمنیں متعدد جاری ہوسکتی ہیں۔

۳۔ کفایت شعاری اور انجمن ہائے کفایت شعاری:۔ محکمہ کوآپریشن کے اجرا کے وقت ذیل کے تین قسم کے فرقہ جات کی بہبودی کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ ا۔ کاشتکاران۔ ب۔ ہنر پیشہ لوگ۔ ج۔ کم حیثیت لوگ۔ ذیل ج میں مدرسین بھائی شامل ہیں۔ آپ کو ان سوسائٹیوں سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ضرور ہے کہ آپ اپنی قلیل آمدنی سے کچھ پس انداز کریں۔ کہ عالم ضعیفی و سبکدوشی میں کام آئے۔ اس رقم کو بھی پراویڈنٹ فنڈ کی طرح سبکدوشی کے بعد ہی حاصل کیا جائے۔ آپ جہاں آپ ان سے فائدہ اٹھائیں ناخواندہ دیہاتیوں کو بھی ان کا ممبر بنانے کی کوشش کریں۔ اور اس طرح سے اپنی بھلائی کا ہاتھ ان لوگوں تک پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

۴۔ سکول ماسٹر اور دیہات سدھار۔ دیہات سدھار سے مراد فضول خرچی سے بچنا۔ کفایت شعاری کا عادی ہونا۔ مکانات کی صفائی و تعمیر کا عمدہ ہونا۔ عمدہ نسل کے مویشی پالنا۔ انتخابی بیج کا استعمال کرنا۔ زرعی و دیگر آلات کشاورزی کا استعمال۔ کھاد کا عمدہ طریق سے بذریعہ گڑھوں کے جمع کرنا۔ بدرسومات سے پرہیز۔ اور ان کو لکیر کا فقیر بن کر اندھا دھند خرچ سے مجتنب کرنا۔ اس کے لئے سب سے عمدہ طریقہ پروپیگنڈہ ورک ہے۔ اگرچہ اس کام میں ترقی کے لئے عرصہ درکار ہے تاہم کمر ہمت باندھ کر مستقل مزاجی اور سنجیدگی سے کام شروع کرنا چاہیئے۔ مایوسی بھول کر بھی آپ کے نزدیک نہ آئے۔ میں متوقع ہوں کہ آپ ان ہدایات کے عامل ہوکر ملک کی اصل خدمت بجا لائیں گے۔ سردار پرتاب سنگھ صاحب نے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یقین دلایا کہ حتی الامکان ہم سب ان کے کاربند ہوکر آپ کی آرزو کو پورا کریں گے۔

۲۔ حسب الحکم جناب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور امپائر ڈے منایا گیا۔ طلبا کے والدین سرپرستوں اور علاقہ کے چیدہ اشخاص کو دعوتی چٹھیاں بھیجی گئیں۔ خوشی کی بات ہے کہ تین سو کے قریب والدین سرپرست اور دیگر بزرگوار علاوہ طلبا سکول و ممبران سٹاف جمع ہوگئے۔ اور سردار پرتاب سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی۔ دلچسپ اور دعائیہ نظم کے بعد مدرسین حاضرین اور طلبا نے یونین جیک کی سلامی اتاری جس کے بعد بادشاہ سلامت کی درازی عمر کے نعروں سے سکول گونج اٹھا۔ صاحب صدر نے امپائر ڈے کی وجہ تسمیہ مفصل بیان کی اس کے بعد راگ اور نظمیں سنائی گئیں۔ (دھنگو انداس سیکرٹری)

لوئر مڈل سکول شاہزادہ ضلع سیالکوٹ

سید فتح علی شاہ صاحب اے ڈی آئی پسرور نے اپنے سہ ماہی دورہ کے سلسلہ میں دو یوم قیام فرمایا۔ سکولوں کے معائنہ کے علاوہ خاص پروگرام تجویز کیا۔ اور بذریعہ منادی اور تحریری اطلاعات نواحی دیہات میں آگہی کرائی گئی۔

پروگرام۔ دو بجے بعد دوپہر تا ½ ۴ بجے شام قصبہ خاص کے رؤسا شرفا اور معززین کا اجلاس ملاقات اور تبادلہ خیالات کے لئے۔

½ ۴ بجے سے ½ ۶ بجے تک مدرسین سٹاف و دیگر مدارس سنٹر شاہزادہ کا اجلاس۔

۹ بجے سے ۱۱ بجے رات لیکچر بذریعہ میجک لینٹرن۔

۸۰ کے قریب شرفا جمع ہوئے۔ اور سید صاحب نے اجلاس کی غرض و غایت ظاہر کرتے ہوئے محکمہ تعلیم پنجاب نے خدمات عامہ کے لئے جو جو کارہائے نمایاں کئے ہیں عیاں کئے۔ اور اس ہمدرد و منبرک اور منزایج محکمہ کی کوششوں پر روشنی ڈالی۔ جو وہ عوام الناس کی علمی معاشرتی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے میں کر رہا ہے۔ مثلاً لازمی تعلیم کا اجرا کمیونٹی ورک کے لئے ریڈ کراس سوسائٹی کی جابجا قائمی۔ دیہات سدھار تحریک کا اجرا۔ اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو رہا ہے۔ آپ بھی اپنے زیر اثر ناخواندہ لوگ ابھی تک لاعلمی اور گمراہی کی حالت میں ہیں۔ ان کے دردناک حالات سے دل پگھلتا ہے۔ مگر انہیں اپنی تکالیف کا احساس تک نہیں۔ مہربانی کرکے آپ مسٹر الیف ایل برین کے ماتحت دیہات سدھار کے محکمہ کو کامیاب بنائیں۔ چنانچہ آپ نے صاحب ممدوح کی تقریر سے چند اقتباسات بتلائے۔ اور سمجھائے۔ دوسری تکلیف آپ کو یہ دی جاتی ہے۔ کہ احاطہ سکول کے ساتھ جو گندی طویل اور فراخ نالی کئی سالوں سے جاری ہے جس سے طلبا سکول اور آمدہ و رفتہ اشخاص سخت تکلیف میں ہیں۔ جس سے راستہ ناقابل گزر ہوگیا ہے۔ اور جو صحت کے لئے خاص مضر ہے۔ اس کے پختہ بنانے میں

آپ کی امداد بیکار ہے۔ لالہ پربھدیال صاحب رئیس ساہوکار ٹیکس گذار پریزیڈنٹ لازمی تعلیم نے سو روپیہ نقد دینے کا وعدہ فرمایا۔ ایک کمیٹی اس کام کے سرانجام کی بنائی گئی۔ باقی چندہ کے لئے سید صاحب نے وعدہ کیا۔ مزید براں آپ نے اصحاب موصوف سے قصبل ریڈ کراس سوسائٹی لیپمرور کا ممبر بننے کی اپیل کی۔ چنانچہ لالہ پربھدیال صاحب ساہوکار و لالہ کالورام صاحب ساہوکار۔ لالہ پالا مل صاحب گورنمنٹ پنشنر پنڈت الیشر داس صاحب ٹھیکیدار بھٹہ کا نام ممبران میں شامل کیا گیا۔

اس کارروائی کے خاتمہ پر لالہ کالورام صاحب ساہوکار نے سید صاحب سے درخواست کی کہ اگر سکول ہذا کو ڈسٹرکٹ بورڈ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول بنام "باکھلے سکول" بنایا جائے تو میں ایک لاکھ خشت پختہ ایک ہزار روپیہ نقد اور زمین ایکڑ اراضی دینے کو تیار ہوں۔ اے ڈی آئی نے آپ کی بیانات اور ایثار کو سراہا۔ اور نہایت خوشی کے ساتھ آپ کی آرزو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی خدمت میں پہنچانے کا قسمی وعدہ کیا۔

نمبر۲- کے مطابق مدرسین کا اجلاس وقت مقررہ پر ہوا۔ آپ نے نصائح قابل قدر سے سب کو مستفید فرمایا۔ اور مختلف اہم تجاویز در بارہ کامیابی فرائض منصبی اور ہدایات متعلقہ کار سرکار کی سرانجام دہی کے لئے دیں۔ اور مروجہ مجوزہ نقشہ جات کی تیاری کی ہدایات دیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے آئندہ سرکلرات اور ہدایات پر عمل پیرا ہونے۔ فائدہ حاصل کرنے اور مزید نظم و نسق کی واقفیت دلائی۔ لازمی تعلیم میں کامیابی کے گر خاص کر جماعت اول میں جدید طریقہ تعلیم کے اجرا اور سو فی صدی نتائج دکھانے اور جماعت اول کے متعلق نقشہ جات کی تیاری کی نسبت ہدایات دیں:

آپ نے صوبہ بہار اڑیسہ کی حالت زار کا نقشہ مدرسین کے سامنے ایسے طریق سے کھینچا۔ کہ کوئی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ۱۹ روپیہ ۸ آنہ کی رقم فی الفور جمع ہوئی۔ پہلے پانچ روپے بھیجے جا چکے تھے۔ اور ۲۴ روپے براہ راست بہار ریلیف کمیٹی پٹنہ کے نام روانہ ہو چکے ہیں۔

لیکچر بذریعہ میجک لینٹرن۔ بڑی حاضری میں سید صاحب نے بذریعہ تصاویر بیماری چیچک ہیضہ اور ملیریا کے بواعث و تحفظ ما تقدم اور علاج کے طریقے اور ہدایات بذریعہ لیکچر بیان کئے۔ حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ خاتمہ پر دیہات سدھار تحریک کے بارہ میں انسانوں کو پند و نصائح دی گئیں۔ اور ان کے مختلف سوالات کے جواب معقول طریق پر دیئے۔　　　(دلو مل مدرس)

ضلع ملتان کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کا ریفریشر کورس

جون نمبر میں اس موضوع پر لالہ کھیم چند صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کرم پور کی طرف سے مجملاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے دفتر سے جناب لالہ ہنسراج صاحب ایم۔ اے سیکرٹری کورس مفصل طور پر آگہی کا موجب ہوتے ہیں۔ جن کا لب لباب ہدیۂ ناظرین ہے:-

ایم فضل الٰہی صاحب چشتی بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ملتان کی زیر نگرانی ضلع کے ہیڈ ماسٹر اصحاب اینگلو ورنیکلر و ورنیکلر مدارس کا سپیشل کورس ۱۶ اپریل سے ۲۱ اپریل تک منعقد ہوا۔ جس میں بیس ہیڈ ماسٹر صاحبان اور سات اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان نے شمولیت فرمائی۔

اس غرض کے لئے کہ کورس حتی الامکان نہایت آگہی بخش اور سبق آموز ہو۔ محاکم مفیدہ کے تمام مقامی نمائندگان سے درخواست کی گئی کہ وہ ممبران کورس کو مضامین نتیجہ پر مخاطب کریں۔ افسران معائنہ کی ذیل سے نہایت چیدہ بزرگوار۔ مقامی ایمرسن ڈگری کالج کے پرنسپل صاحب و پروفیسر صاحبان۔ اور مقامی ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اصحاب سے بھی درخواست کی گئی۔ کہ وہ دور حاضرہ کے تعلیمی مسائل پر ممبران کورس کو لیکچر دیں۔ ہیڈ کوارٹر کے تعلیمی افسران مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ او بی ای سیکرٹری بوائے سکاؤٹس پنجاب۔ چودھری بشیر احمد خاں صاحب رنگلنا نڈ سیکرٹری ریڈ کراس سوسائٹی۔ ملک غلام محمد صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر زراعت لائل پور۔ صاحب ڈائرکٹر بہادر محکمہ اطلاعات پنجاب اور صاحب کمشنر بہادر دیہات سدھار پنجاب سے بھی درخواست کی گئی۔ کہ وہ اپنی تشریف آوری سے کانفرنس کو مرہون منت کریں۔ اور اپنے تجربات کے نچوڑ سے ممبران کو مستفیض فرمائیں۔

۱۶ بعد دوپہر جناب شیخ محمد ظہور الدین صاحب بی اے پی ای ایس ڈویژنل انسپکٹر مدارس ملتان نے بڑی مہربانی سے کورس

کی افتتاح فرمائی۔ ایم فضل الٰہی صاحب چشتی ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے کورسوں کے انعقاد سے نہ صرف ہمارے وہ معلومات جو ہم نے ٹریننگ کالج میں تعلیم اور تعلیم کے متعلق حاصل کئے تھے۔ تازہ ہوتے ہیں۔ بلکہ کئی نئے خیالات سے ہم آگاہ ہوتے ہیں۔ جو ہمارے نقطہ نگاہ کو وسیع کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس تذبذب سے جس میں دیر یا زود ہم گرنے والے ہوتے ہیں۔ یا گر چکے ہوتے ہیں۔ بچاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی بہت سی واقفیت ہم فن تعلیم پر جو تازہ لٹریچر مہیا کیا جاتا ہے سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر باایں ہمہ ایسے کورس بذات خود ایک خاص مدعا لئے ہوتے ہیں۔ باہمی مباحثہ اور تبادلہ خیالات خاص فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے۔ اور دلوں میں خاص اور نمایاں اثر پیدا کرتا ہے۔ اور نہ صرف وہ ہمارے بعض مشتبہ خیالات کو خاص استقامت بخشتا ہے بلکہ نئے نئے حل اور بہترین وسائل ان کے حل کے پیدا کرتا ہے۔

افتتاح سے ہی جو پروگرام تجویز کیا گیا تھا۔ اس کی لفظاً و معناً پوری پابندی کی گئی یعنی روزانہ ۸½ بجے صبح سے صبح کی ایکسرسائیزیں جو ہر ایک ممبر کے لئے دل خوش کن ثابت ہوئیں۔ ہوا کرتی تھیں۔ ان کے بعد لالہ ہنس راج صاحب ایم اے ڈی آئی فار فزیکل ٹریننگ کی زیر ترتیب پورے دو گھنٹے عملی اور علمی طور پر ورزش کی تعلیم ہوتی تھی۔ آدھ گھنٹہ کی تفریح کے بعد یکے بعد دیگرے تین لیکچر ہوتے تھے۔ جن میں سے ہر ایک کے خاتمہ پر تمام ممبران کو سوالات کرنے کی عام اجازت تھی۔ جس سے وہ اپنے خیالات کی توضیح کر سکتے تھے۔ اور اپنے سلوک و شبہات رفع کر سکتے تھے۔ یہ بحث مباحثہ نہایت جاندار اور مفید ثابت ہوا۔ اس کے بعد چار گھنٹہ کی رخصت میں ممبران کھانا کھاتے۔ آرام کرتے۔ اور لیکچروں کے نوٹ اپنی نوٹ بکوں میں درج کرتے۔ بعد دوپہر کے اجلاس میں بھی تین لیکچر ہوتے تھے۔ اور صبح کی طرح ہر ایک کو تبادلہ خیالات کا موقع ملتا تھا۔ اس کے بعد ایک ورزش کر کے ساڑھے سات بجے شام روزانہ کام ختم ہوتا تھا۔

اس پروگرام کی تفصیل اور لیکچروں کی فہرست شاہد ہے۔ کہ کورس کو فائدہ بخش اور سبق آموز بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا۔ غرض یہ تھی کہ ہیڈ ماسٹر صاحبان سرگرمی کے تمام ماحول کے لئے پوری آگہی حاصل کر سکیں۔ اپنے لیکچروں سے مقرر اصحاب نے ہمیں نہ صرف مضمون مقررہ پر اپنے خیالات سے ہی محظوظ فرمایا۔ بلکہ پریذیڈنٹ صاحب نے جو صدارت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ نہایت مشہور اور ضروری ریمارکس سے حاضرین کی خاص آگہی اور رہنمائی کا موجب ہوتے رہے۔ اگرچہ ہم ہر ایک بزرگوار کے خاص رہین منت ہیں۔ مگر علے الخصوص جناب شیخ محمد ظہور الدین صاحب۔ لالہ اندر بھان صاحب پی ای ایس۔ میاں محمود حسن صاحب پی ای ایس۔ میاں محمد ابراہیم صاحب ایم اے پی ای ایس پرنسپل لوکل کالج۔ خان بہادر میجر فضل دین صاحب او بی ای سپرنٹنڈنٹ نیو سنٹرل جیل اور خان صاحب آغا یوسف علی صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ ڈائرکٹر زراعت ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

جناب میاں محمود حسن صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس کا لیکچر اور اس کی تائید میں جناب چشتی صاحب کا اپنے تجربات ہیڈ ماسٹری کا بیان کرنا۔ مسٹر رلیا رام پی ایس ای (آنرز) انگلش جغرافیہ ٹیچر لوکل کالج۔ جغرافیہ کی تعلیم پر عالمانہ خطاب۔ ملک غلام محمد خان صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر زراعت اپنی مصروفیات کو ترک کر کے لائل پور سے تشریف لانا۔ اور ممبران کو لیکچر دینا۔ خان صاحب آغا یوسف علی صاحب زراعت پنجاب کی ترقی اور بہبودی پر تازہ خیالات۔ ایم محمد عبد العلی صاحب بی ای ایس ہیڈ ماسٹر لوکل گورنمنٹ ہائی سکول اور لالہ لال چند صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر لوکل ڈی اے وی ہائی سکول نے اپنے اپنے تجربات سے حاضرین کو مالا مال کیا۔ اور شام کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی طرف ممبران کورس کو دعوت دی گئی۔ اور کورس اختتام پذیر ہوا جسے کئی وجوہات سے بے نظیر کہا جا سکتا ہے۔ اس کے تعلیمی مفاد بے انتہا ثابت ہوں گے۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب نئے خیالات لے کر گئے ہیں۔ اور ان کے اجرا پر سکولوں کی فضا نہایت عمدہ اور دل خوش کن ہو جائے گی۔ یہ کامیابی جناب چشتی صاحب کی ذاتی دلچسپیوں اور سرگرمیوں کا نتیجہ ہے امید ہے کہ آپ کے زیر سایہ ہم سب تعلیم و تعلم کے پر ترکار میں نمایاں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔

(لالہ ہنس راج ایم اے سیکرٹری)

ڈی بی ورنیکلر مڈل سکول سنتوکھ گڑھ ضلع ہوشیارپور

سال حال کا نتیجہ ورنیکلر فائنل ۱۰۰ فیصدی رہا۔ ہری کشور نے اوپر ہائی سکول وظیفہ حاصل کیا۔ یہ برخوردار مڈل سکول سکالرشپ بھی لیتا رہا ہے۔ اور اب کے ضلع بھر میں اول رہا ہے۔ سکول کا نتیجہ متواتر پانچ سال سے سوفیصدی آرہا ہے۔ مزید برآں والی بال۔ نصف میل دوڑ۔ ۴۴۰ گز و ۱۰۰ گز دوڑ۔ چھلانگ اور کبڈی میں تمام ٹیموں سے سبقت لے گیا ہے۔ سردار پرتاپ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کا سٹاف مبارک باد و تحسین و آفرین کا مستحق ہے (رہنمائے تعلیم)

لوئر مڈل سکول ٹھرمد تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازیخاں

جناب ملک امام بخش خاں صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں سنٹر لعل گڑھ ڈیبی لنڈان کے مدرسین کا اجلاس ہوا۔ افسر علاقہ آغا محمد بخش صاحب اے۔ ڈی۔ آئی بھی تشریف فرما تھے۔ صاحب صدر نے متواتر تین گھنٹے اپنی تقریر جاری رکھی۔ اور شروع میں فرمایا کہ ملازمت کا دائرہ تنگ ہو رہا ہے تخفیف شروع ہے۔ اقتصادی حالات ناتسلی بخش ہیں لوگوں پر غربت چھا رہی ہے۔ اور اس وجہ سے عوام الناس تعلیم سے بدظن ہو رہے ہیں۔ ہندوستانیوں کا مطمح نظر وہ نہیں جو یورپین اقوام کا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ ان پڑھ اور جاہل لوگ تعلیم کی طرف راغب ہوں۔ جس کے لئے آپ نے ہدایات مندرجہ ذیل سے ممنون فرمایا۔

۱۔ **معلم کا رسوخ** ۔ وہ ایسا رویہ اختیار کرے کہ پبلک کی ہمدردی حاصل کرے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو سکول میں خود بخود اپنی رضامندی سے داخل کریں۔ حفظانِ صحت کے اصول ان کے ذہن نشین کرے۔ طبی مشورے سے ان کی رہنمائی کرے۔ رسوماتِ بد سے بچنے کی ہدایت کرے۔ دھڑا بندی سے الگ رہے۔ غرضیکہ تمام دنیوی امور میں اہل دہ کا معاون ہو۔ ان امور کی پابندی بغیر کامیابی محال ہے۔

۲۔ **طرز تعلیم** ۔ وہ اپنے طرز تعلیم کو بے حد دلچسپ بنائے۔ مفرون اشیا کام میں لائے۔ پروجیکٹ میتھڈ کے طریق پر عمل کرے۔ چارٹس تیار کرے۔ رنگین تصاویر رکھے۔ تعلیمی نمائش استعمال میں لائے۔ اور عجائب خانہ قائم کرکے ایسے وسائل کام میں لائے۔ کہ بچے خود بخود مدرسے کی طرف رجوع کریں۔

۳۔ **حفظانِ صحت** ۔ صبح کی حاضری اور دعا کے بعد صحت کا ملاحظہ ہو۔ طلبا کے دانت۔ ناخن۔ آنکھیں۔ بال اور لباس کی پڑتال ہو جہاں تک ممکن ہو طلبا کو صاف رہنے کی تلقین کرے۔ کبھی کبھی عملی طور پر صفائی کے کام موز کو سرانجام دیا جائے۔

۴۔ **تربیت** ۔ تعلیم سے زیادہ تربیت کی نگہداشت کی جائے۔ قوانین قدرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا نام تربیت ہے۔ اس کا خاص خیال رکھا جائے۔

۵۔ **باغیچہ** ۔ سکول کی چاردیواری کو بارونق بنانے کیلئے پھولدار پودے لگائے جائیں۔ پھلدار درخت لگائیں۔ اور لڑکوں کو عملی تعلیم دی جائے۔

۶۔ **دوائی خانے** ۔ مدارس میں جونیئر ریڈ کراس سوسائٹیاں قائم کی جائیں۔ دوائی خانے کھولے جائیں۔ دوائی مفت تقسیم کی جائے۔ لڑکوں کو طبی امداد بہم پہنچائی جائے۔ خاتمہ پر آپ نے مدرسین کو مفید خلائق کاموں میں حصہ لے کر اپنی وقعت بڑھانے کی تلقین کی۔ (مہوند رام)

سید دل محمد صاحب فضا کو صدمہ

ناظرین کرام یہ سن کر ضرور ملول ہوں گے۔ کہ ان کے عزیز دوست سید دل محمد صاحب فضا منشی فاضل گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر شہر کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے ہیں۔ جن کے ماتم میں آپ اپنا دردِ دل ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں" برادرم مکرم تسلیم۔ آپ یہ معلوم کرکے بہت افسوس کریں گے۔ کہ دنیائے فقر کے بادشاہ۔ درویش گوشہ نشین پیر سید امام الدین شاہ چشتی نظامی حضرت والد ماجد کل جمعہ کے روز جمعہ کے وقت ۲ بجے دن دنیا رفانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے۔ مجھے اور اپنے اعزہ و احباب کو دائمی داغ مفارقت دے گئے۔ دنیا تیرہ و تاریک ہو گئی۔ میرے سر پر آسمانی قہر ٹوٹ گیا۔ اس سے زیادہ صدمہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بزرگ قطب زماں والد ماجد کا سایہ بیٹے کے سر سے اٹھ جائے۔ روتا ہوں۔ اشکوں سے منہ دھوتا ہوں۔ مرحوم نہایت سیر چشم۔ تہجد گزار عابد مرتاض۔ حلیم۔ خوددار مستغنی طبیعت۔ درویش منش۔ فرشتہ خصلت انسان تھے۔ بس یہ سمجھئے کہ میری دنیا برباد ہو گئی۔ مجھ سے زیادہ بدقسمت دنیا میں کوئی نہیں۔ یہ صدمہ میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ خدا کرے مجھے بھی جلد دائمی وصال حاصل ہو۔ آمین"۔ فضا صاحب کی

تحریر ان کے دلی درد کی شاہد ہے۔ سعادت مند بچوں کا فرض ہے۔ کہ وہ دل سے اپنے معزز والدین سے عقیدت رکھیں جس طرح آپ کا ایک ایک لفظ آپ کی سعادت عقیدت اور خلوص کا شاہد ہے۔ دیگر نوجوانوں کے لئے باعث تقلید ہے۔ اور اس صدمہ میں ہمیں آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر ہمیں معاف رکھا جائے۔ اگر یہ عرض کریں۔ کہ بزرگوں کا گزرنا اپنی اولاد کی موجودگی میں میراث آدم ہے۔ خدانخواستہ اگر مرحوم کو اپنی زندگی میں اولاد کا کوئی صدمہ پہنچتا تو ان کے لئے کیسا ناقابل برداشت ہوتا۔ پس اس صدمہ کو صبر اور شکر سے برداشت کرنا چاہئے۔ اور اپنی کمزوری کا اظہار نہ کرنا چاہئے۔ کہ یہ فرمان ربی تھا جس کی تعمیل ہمارا فرض دینی ہے۔ سایہ پدری سے محروم رہنا غایت درجہ کی بدقسمتی ہوتی ہے۔ مگر شکوہ کس سے کیا جائے۔ جب کہ یہ رحلت مرحوم کے وصال حقیقی کا موجب ہے۔ اور آپ کے لئے موقعہ ہے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر ان کی روایات کو قائم رکھ کر انہیں زندہ جاوید بنائیں ؎ زندا ست کسے کہ در دیارش۔ ماند خلفے بیادگارش۔ خدائے برتر مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں۔ اور آپ کو صبر جمیل کی طاقت عطا کریں۔ کہ اس صدمہ کو پورے صبر اور تحمل سے اپنے کندھوں پر لیں۔ اور شکایت کا لفظ منہ سے نہ نکالیں۔ (سیدپلوا)

نوشہرہ مڈل سکول بھسوڑ

سودھی پورن سنگھ جی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں سکول کا انعامی جلسہ ہوا۔ معززین دیہہ نے شامل ہو کر سب کی حوصلہ افزائی کی۔ خدائے برتر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مہاراجہ صاحب بہادر والئے ریاست کا شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے گاؤں گاؤں میں تعلیم کا دریا بہا رکھا ہے۔ بعد میں طلبا کو انعام تقسیم ہوئے۔ اور حاضرین سے تعداد طلبا بڑھانے کی التجا کی۔ (درگا داس)

کنٹونمنٹ بورڈ سکول نمبر ا چھاؤنی لاہور

صاحب ڈویژنل انسپکٹر بہادر لاہور ڈویژن نے ہمراہی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سکول کا معائنہ فرما کر لاگ بک میں رقم فرمایا۔ حاضری ۲۴۳/۲۸۶ تسلی بخش۔ عمارت سکول ناکافی۔ حفظ صحت وغیرہ۔ میں یہ دیکھ کر محظوظ ہوا۔ کہ سکول کی ہر شے صاف ستھری اور قرینے سے رکھی ہوئی ہے۔ تعلیمی حالت۔ میں نے جماعت اول کے چند لڑکوں کا امتحان لیا۔ جو تسلی بخش ترقی کر رہے ہیں۔ عام حالت۔ شہر لاہور کے سکولوں کے مقابلہ میں طلبا کی صحت نہایت تندرست۔ چہرے پُر رونق۔ ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔ (دستخط صاحب بہادر)

سکول کی غیر معمولی ترقی کا باعث چودھری ہنس راج صاحب پر دیسی ہیڈ ٹیچر کا حسن اخلاق و انتظام ہے۔ جو اپنے ماتحت مدرسین کے صلاح و مشورہ سے ہر وقت سکول کی فلاح و بہبودی میں کوشاں رہتے ہیں۔ جس کی زندہ شہادت طلبا کی تعداد کا ۲۲۰ سے ۲۹۳ ہونا ہے۔ سٹاف میں بھی دو ٹیچروں کا اضافہ ہوا ہے۔ بورڈ سکولوں کے سپرنٹنڈنٹ لالہ ہری چند صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کنٹونمنٹ ہائی سکول ہیں۔ آپ قابل بیدار مغز اور معاملہ فہم بزرگ ہیں۔ آپ کی مفید ہدایات سکول کی ترقی میں ممد و معاون ہوتی ہیں۔ (منوہر لال شرما)

مڈل سکول کاموکی ضلع گوجرانوالہ

٦ر جولائی ساڑھے آٹھ بجے جناب شیخ محمد شریف صاحب بی اے۔ پی ای ایس ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن لاہور تشریف فرما سکول ہوئے۔ مدرس اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ — جماعت اول کا ایک زینہ بطریق تہجی اور دوسرا بطریق صوت تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ مدرس لڑکوں کو کھیل ہی کھیل میں دو حرفی مرکبات کی تعلیم دے رہا تھا۔ رجسٹر اور دیگر نقشے وسامان تعلیم جماعت اول۔ لڑکوں کا لباس اور جسم کی صفائی دیکھ کر اظہار خوشنودی کیا۔ آپ اس امر سے بے حد مسرور ہوئے کہ بچے مدرس سے اس طرح مانوس تھے۔ گویا وہ ان کا ہمجولی ہے۔ منشی انوار الحق صاحب صدیقی انچارج جماعت اول کے طریق تعلیم کو آپ نے بہت سراہا۔ اور اس کی حوصلہ افزائی فرما کر مندرجہ ذیل ریمارکس درج لاگ بک فرمائی۔

"سکول کا بلا اطلاع معائنہ کیا گیا حاضری ۱۵۵/۱۶۷ یعنی ۹۳ فی صدی اور نہایت تسلی بخش۔ رجسٹرات نہایت مکمل ہیں۔ اور حفاظت سے رکھے جاتے ہیں۔ جماعت اول کا طریقہ تعلیم دلچسپ ہے۔ صفائی عام طور پر اچھی ہے۔ ("A GOOD SCHOOL") مولوی محمد عالم صاحب سندھو ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں۔" (دستخط صاحب بہادر محمد شریف)

گورنمنٹ ہائی سکول جگادھری

۱۰ر جولائی چھ بجے شام جناب خان بہادر میاں عبدالعزیز صاحب ایم اے پی سی ایس او ڈی ای کمشنر انبالہ ڈویژن سکول میں رونق افروز ہوئے۔ بینڈ باجہ اور سکاؤٹس نے سلامی دی۔ سکول

رائل ٹرپ نے میوزیکل ڈرل سے ویلکم راگ گایا۔ کمشنر صاحب نے جلسہ تقسیم انعامات کی کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ مولوی سجاد علی فرحاں کی مدحیہ نظم بہت پسند کی گئی۔ طلبا کی عمدہ نظمیں اور مکالمے سُن کر حاضرین محظوظ ہوئے۔ لالہ موہن لال صاحب ہردلعزیز ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں سکول کی تاریخ کے ساتھ اس کی تعلیمی ترقی اور مختلف تحاریک۔ مثل سکاوٹنگ۔ ریڈکراس۔ باغبانی۔ کواپریٹو سوسائٹی اور تھرفٹ سوسائٹی کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا گیا۔ اور صاحب صدر کی تکلیف فرمائی کے لئے شکریہ ادا کیا۔ کہ آپ نے اس قلیل وقت میں سکول کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لالہ جودھامل صاحب رئیس عبداللہ پور منڈی کا خاص ذکر کیا۔ آپ نے پچاس روپے انعامات تقسیم کرنے کے لئے مرحمت کئے تھے۔ شیخ محمد احسان صاحب تحصیلدار جگادھری۔ لالہ لچھمنداس صاحب وکیل اور لالہ رام گوپال صاحب کھتری کا تعلیمی کاموں میں دلچسپی لینے کے لئے شکریہ ادا ہوا۔ صاحب صدر نے بعد تقسیم انعامات بچوں کو اس طرح مخاطب فرمایا۔ "بچو! اس بات کا خیال نہ کرو۔ کہ ہم سب کو انعامات نہیں ملے انعام ایک دو ہی کو ملا کرتا ہے۔ کوشش کرو کہ تم میں سے ہر ایک انعام لینے کے قابل ہو۔ دراصل تمہارا اصلی انعام تمہارے والدین کی خوشی۔ تمہاری اپنی صفائی اور تمہارا اخلاق ہے۔ اس سے بڑا انعام کوئی نہیں کہ تم اپنے والدین کا کہنا مانو۔ استادوں کے حکم کی فوری تعمیل کرو۔ صفائی پسند بنو۔ نیک کام کرو۔ اور اعلےٰ تعلیم یافتہ ہو کر ملک و قوم کی خدمت کرو۔ تاکہ بڑے ہو کر ہم ایسے بوڑھوں کی جگہ اچھی طرح سے کام کر سکو۔ اپنے سکول کی نیک شہرت قائم رکھو۔ سب سے بڑا انعام یہی ہے۔ جو بلاتمیز ہر ایک لڑکا حاصل کر سکتا ہے۔ جب ہم نے یہ سنا کہ تمہارے ہیڈ ماسٹر صاحب کا انتظام قابل تعریف ہے نتائج تعلیم اعلےٰ ہیں اور سکول ہر لحاظ سے ترقی کر رہا ہے۔ تو ہمیں بھی سکول ملاحظہ کرنے کا شوق چرایا اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی درخواست دربارہ تقسیم انعامات بڑے شوق سے منظور کی۔ تاکہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ کی تصدیق ہو جائے۔ واقعی ہیڈ ماسٹر صاحب قابل مبارکباد ہیں۔ اور اہالیان جگادھری خوش قسمت ہیں جنہیں ایسا اچھا ہیڈ ماسٹر سٹاف اور سکول ملا ہے۔ میں پھر ان طلبا کو جنہوں نے انعامات حاصل کئے مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اور زیادہ کوشش کریں گے۔

صاحب صدر کے لئے تھری چیرز کے نعرے بلند ہو کر جلسہ برخاست ہوا۔ (سجاد علی فرحاں)

مڈل سکول چپراڑ ضلع سیالکوٹ

میلہ ٹاہلی صاحب کے موقعہ پر دیہات سدھار کا حسب ذیل کام کیا گیا۔ دیہات سدھار کمیٹی تحصیل سیالکوٹ کے صدر سردار بہادر۔ سردار کرم سنگھ صاحب میجر صوبیدار اور آنریری کپتان کی طرف سے اشتہار چھوڑے گئے۔ ہر محکمہ کے افسران کو دعوت نامے ارسال ہوئے۔ کہ وہ اپنے قیمتی مشورے سے دیہاتیوں کی سرپرستی کریں۔ یوم مقررہ جناب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سیالکوٹ اپنے اسسٹنٹ اصحاب کے ہمراہ تشریف لائے۔ ہیلتھ آفیسر صاحب ڈسٹرکٹ انجینئر اور انسپکٹر صاحب کواپریٹو بھی تشریف لائے۔ سکول بچوں کے بذریعہ بینڈ اشتہارات تقسیم کئے۔ سکاوٹس نے عوام الناس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چنانچہ پنڈت مرلی دھر صاحب لوکل ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے ان کے کام سے بے حد محظوظ ہو کر انہیں نقد انعامات دئے۔ پانچ بجے جلسہ گاہ میں علاوہ افسران متذکرہ صدر فوجی سردار کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ اہل دیہات کی حاضری بھی کافی تھی۔ جناب پنڈت صاحب نے دیہات سدھار کے متعلق بہت سی مفید باتیں (کھاد کی حفاظت۔ روشندانوں کے فوائد۔ عمدہ نسل کے مویشی۔ عمدہ قسم کے بیج۔ تعلیم کے فوائد۔ قبیح رسومات۔ زیورات کی خرابیاں۔ گاؤں کی صفائی وغیرہ کی پوری وضاحت فرمائی۔ تقریر عام فہم اور دلچسپ تھی ہیلتھ آفیسر صاحب نے سردار بہادر سردار کرم سنگھ صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دیہات سدھار کے کام کی مبارکباد دی۔ اور وبائی امراض کی روک تھام کے طریقے سمجھائے۔ محکمہ کواپریٹو انسپکٹر صاحب نے بنک کے فائدے بیان کئے۔ آخیر میں والی بال ٹیموں کے مقابلے ہوئے۔ اور چپراڑ کی دیہاتی ٹیم اول۔ زنبیر جسنگھ پورہ جموں کی ٹیم دوم رہی۔ صاحب صدر نے طلبا پرائمری سکول ٹاہلی صاحب کو انعامات تقسیم کئے۔ اور جیتنے والی ٹیموں کی حوصلہ افزائی کی۔ رات ڈرامیٹک کلب نے دیہات سدھار ڈرامہ دکھایا۔ جس میں تعلیم۔ استعمال اراضی۔ بیماریوں کی روک تھام اور فضول خرچی کے نقصانات پر کافی روشنی ڈالی گئی۔ چنانچہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے اظہار خوشنودی میں پانچ روپے نقد کلب کو عطا فرمائے۔ بخشی سنسار چند صاحب بی ٹی نے صاحب ممدوح کا پبلک سے تعارف کراتے ہوئے

پبلک کو سمجھایا کہ جو جو باتیں آپ نے بچوں سے سُنی ہیں ان پر عمل کریں ۔ (پنڈت جگت رام)

اے وی مڈل سکول کوٹ محمد خاں ضلع امرتسر

بمنشا افسران تعلیم یوم والدین خاں صاحب غلام رسول خاں ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی صدارت میں منایا گیا۔ دیہاتی کلب اور طلبا سکول کا والی بال میچ ہوا۔ احاطہ سکول میں شامیانہ نصب کر کے جلسہ ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد طلبا نے دلیس سدھار کی نظمیں گائیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے طلبا کے والدین اور مدرسین کے تعاون اور تعلیم کے بارے میں والدین کے فرائض پر کماحقہٗ روشنی ڈالی۔ حاضرین پر سکول کے مختلف کارہائے نمایاں اور افسران بالا کے ریمارکس ظاہر کئے گئے۔ اور بتایا کہ سکول ایک ہی سال کے اندر پورا مڈل سکول بن گیا ہے۔ اس میں مستری کا کام۔ درزی کا کام اور زراعت کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ تعلیمی پہلو بھی علاقہ کے سکولوں سے بہتر ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اخراجات میں بہت رعایت ہے۔ افسران بالا حوصلہ افزائی فرمانے میں تامل کو کام نہیں فرماتے۔ غرض سکول موجودہ وقت کی ضروریات کے لحاظ سے صوبہ بھر میں ایک موڈل سکول ہے۔ طلبا نے مستری کے کام کی تیار کردہ اشیا اور دیگر کارگزاریاں دکھائیں منیر احمد جماعت ششم نے اپنا انگریزی مضمون پڑھا۔ جسے بے حد پسند کیا گیا۔ طلبا نے انگریزی اردو اور فارسی میں گفتگو کی۔ جو حاضرین کی حیرت کا موجب ہوئی۔ ساتویں جماعت کے طلبا نے انگریزی مکالمہ سنایا۔ چھٹی جماعت کے طلبا نے ایسے طریقے سے انگریزی گفتگو کی کہ ان کے تلفظ سن کر حاضرین عش عش کر اُٹھے۔ مستری اور درزی کے کاموں اور لکھائی کے نمونوں کی نمائش خوب پسند کی گئی۔ چند لڑکوں نے گتکا کے کرتب دکھائے۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم کئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ چند شرارتی اور خود غرض لوگ سکول کے برخلاف غلط افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ جو بالکل لغو اور بے بنیاد ہیں سکول کے یکسالہ کارہائے نمایاں اور تمام پہلوؤں میں ترقی قابل تقلید ہے۔ ریڈ کراس سوسائٹی۔ گاؤں کی صفائی۔ پوہلی کا تلف کرنا۔ ادویات بہم پہنچانا کوئی کم قابل تعریف نہیں۔ سٹاف ٹرینڈ اور تجربہ کار ہے۔ انتظامیہ کمیٹی بارعب اور قابل اعتبار اشخاص پر مبنی ہے۔ ۶۵ طالب علم درج رجسٹر اور ۱۳ طالب علم گاؤں سے آتے ہیں۔ صاحب صدر نے سکول کی حالت کو تسلی بخش پاکر حاضرین سے اپیل کی کہ وہ ضرور اپنے بچوں کے حالات ہیڈ ماسٹر صاحب اور ذمہ دار مدرسین سے پوچھتے رہا کریں۔ لالہ شادی رام صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کا سٹاف بڑا سرگرم اور محنتی ہے۔ اور یہ ترقی ان کے لئے باعث فخر ہے۔ (سیکرٹری)

پنجاب یونیورسٹی

سنڈیکیٹ نے قرار دیا ہے۔ کہ رائٹ آنریبل ڈاکٹر سر شادی لال صاحب نائٹ پی سی کی تصویر ان کی نمایاں اور دیرینہ خدمات کی وجہ سے وہ یونیورسٹی کی بجا لائے ہیں سینیٹ روم میں آویزاں کی جائے۔

۲۔ مسٹر پی آر ڈینس جونس ایم سی۔ ایم اے کنٹب) ایم انسٹ سی ای۔ اے ایم آئی ای (مکینیکل) ای پرنسپل میکلیگن انجینرنگ کالج مغلپورہ کیپٹن ایچ ڈکسکار صاحب کی جگہ ۲۲ مئی سے یونیورسٹی کے معمولی فیلو مقرر ہوئے ہیں۔

۳۔ معصد ذیل فیلوز ان فیکلٹیز کے جوان کے محاذ میں درج ہیں۔ ممبر مقرر ہوئے ہیں:۔

(۱)۔ دی آنریبل مسٹر جسٹس جے ڈی ینگ بیرسٹر ایٹ لا چیف جسٹس ہائی کورٹ لاہور۔	آرٹس وقانون۔
(۲)۔ مسٹر ایل میکڈرامٹ بی اے ڈائرکٹر آف ایجوکیشنل ریاست جموں و کشمیر۔	آرٹس۔
(۳)۔ ڈاکٹر ایس کے دتا بی اے ایم بی سی ایچ پی پرنسپل ایف سی کالج لاہور	سائنس علاوہ بریں آرٹس کے جس کے وہ پہلے ہی ممبر ہیں۔

۴ - پروفیسر مہر چند صاحب شوری ایم اے - ایم ایس سی ڈی اے وی کالج لاہور - اور لالہ گلشن رائے صاحب بی اے ایل ایل بی پروفیسر سناتن دھرم کالج لاہور - یونیورسٹی ہذا کی اکیڈیمک کونسل میں سال ۱۹۳۴ء کی بقایا مدت کے لئے سینیٹ کے نمائندے مقرر ہوتے ہیں - بجائے میسرز سائیں داس و ایس این داس گپتا -

۵ - خواجہ دل محمد صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کو سال ۱۹۳۴ء کا بقایا عرصہ مسٹر ایس این داس گپتا کی بجائے سائنس فیکلٹی نے اپنے نمائندہ کے طور سکول بورڈ میں بھیجا ہے۔

۶ - سنڈیکیٹ نے اجازت دی ہے کہ فزکس میں آنرز سکول اکتوبر ۱۹۳۴ء سے جاری کیا جائے -

۷ - سینٹ نے قرار دیا ہے کہ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج (مستورات) لائل پور کے لئے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سے سفارش کی جائے کہ اسے ابتدائے تک انگریزی - ریاضی - ہسٹری - جاگرفی - فارسی - اردو - ہندی - اور پنجابی مضامین کی تعلیم دینے کا مجاز ٹھہرایا جائے -

۸ - مفصلہ ذیل کالجوں کو گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سے ان مضامین کی تعلیم کی اجازت دی ہے جو ان کے نام کے بالمقابل درج ہیں -

۱ - گورنمنٹ کالج لاہور - انٹرمیڈیٹ درجہ تک جغرافیہ کی تعلیم شامل نصاب کرلے -

۲ - مرے کالج سیالکوٹ - ڈگری کلاسوں کے لئے پولیٹکل سائنس شامل نصاب کرے -

۳ - ڈی اے وی کالج جالندھر بی اے درجہ تک فزکس کی شمولیت -

موخر الذکر کالج کو منظوری چند شرائط کے ماتحت ملی ہے -

۹/۱۹۶ میٹریکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ کے امتحان اور نصاب میں مضمون انگریزی کی تعلیم کی سوا باقی تمام مضامین کی تعلیم اور امتحان کا ذریعہ ورنیکلرز کو قرار دینا - اور اس کی منظوری کے لئے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سے سفارش کرنا -

ورنیکلرز سے سردست مراد اردو - ہندی اور پنجابی ہوگی -

۱۰/۱۹۷ قرار پایا ہے - کہ جون ۱۹۳۵ء سے پنجاب یونیورسٹی کی نمائندگی یونیورسٹیز بیورو آف دی برٹش ایمپائر میں بجائے ڈاکٹر سر جان مینارڈ کے سی آئی ای سی ایس آئی رائیٹ آنریبل ڈاکٹر سر شادی لال صاحب نائٹ پی سی کریں -

۱۱/۱۹۸ ڈاکٹر لکشمی سروپ صاحب ایم اے ڈاکٹر آف فلاسفی یکم جون ۱۹۳۴ء سے سنسکرت ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ مقرر ہوئے ہیں -

۱۲/۱۹۹ سینیٹ نے قرار دیا ہے کہ یونیورسٹی کا اقتصادیات کا پروفیسر ہو - اور ڈاکٹر ایل سی جین ایم اے ایل ایل بی - پی ایچ ڈی - ڈی ایس سی اکنا (لنڈن) کو اپنی موجودہ تنخواہ پر یونیورسٹی پروفیسر اقتصادیات مقرر کیا جائے -

۱۳/۲۰۰ ڈاکٹر ایچ چودھری پی ایچ ڈی کو تیسری جو برٹش ایمپائر میکالوجیکل کانفرنس میں اسی یونیورسٹی کے ڈیلیگیٹ ہو کر گئے ہیں - اجازت دی گئی ہے - کہ وہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء تک ڈیپوٹیشن پر رہیں -

۱۴/۲۰۱ یونیورسٹی لا کالج میں مفصلہ ذیل تقرریاں اور دوبارہ تقرریاں عمل میں آئی ہیں:-

ا - ڈی سی رالی صاحب بیرسٹر ایٹ لا	کنٹریکٹ و کمرشل لا کے لئے -
محمد منیر صاحب ایم اے ایل ایل بی	ایوڈینسی کے لئے -
نول کشور صاحب ایم اے ایل ایل بی	ہندو محمڈن لا اور شہادت پنجاب کسٹم -
ہرنام سنگھ صاحب ایم اے ایل ایل بی	کریمنل لا کے لئے -

ب - مسٹر دلسبراج مہاجن ایم اے ایل ایل بی اور مسٹر عبدالقیوم ملک بی اے بیرسٹر ایٹ لا یکم مئی ۱۹۳۳ء اور یکم جون ۱۹۳۴ء علی الترتیب سے پانچ سال کے لئے تمام وقت کے لیکچرر مقرر ہوئے ہیں - (ان کی عارضی تقرری کے سال کے اختتام کی تاریخ سے) تا دمیخ انتقامنٹ سے وہ پہلی سالانہ ترقی حاصل کریں گے -

ج۔ مفصلہ ذیل اٹھارہ پارٹ ٹائم لیکچرار سال آئندہ کی ان تاریخوں سے جو ان کے بالمقابل درج ہیں۔ مقرر ہوئے ہیں۔

۳۱ مئی ۱۹۳۵ء سے ۱۔ نہال سنگھ صاحب بی اے ایل ایل بی ۔ ۲۔ ایس ایل پوری صاحب بی اے ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لا ۔ ۳۔ خورشید زمان صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا ۔ ۴۔ جے آر آگنی ہوتری صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا ۔ ۵۔ ایس کے احمد صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا ۔ ۶۔ پی ایم لال صاحب ایم اے ایل ایل بی ۔ ۷۔ محمد عبدالمجید صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا ۔ ۸ بھگوانداس صاحب بی اے ایل ایل بی۔ ۹۔ وشیشو دت صاحب ایم اے ایل ایل بی ۔ ۱۰۔ نرنجن سنگھ صاحب بی اے ایل ایل بی۔

۱۲ ستمبر ۱۹۳۴ء سے ۔ ۱۱۔ جانکی ناتھ وزیر صاحب بی اے ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لا ۔ ۱۲۔ محمد اکبر خان صاحب بی اے ایل ایل بی۔ ۱۳۔ فیاض حسن شاہ صاحب بی ایس سی ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لا ۔ ۱۴۔ منوہر لال صاحب سچدیو ایم اے ایل ایل بی ۔ ۱۵۔ ڈاکٹر جے این کھوسلہ صاحب بی اے بی ایس سی پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا ۔ ۱۶۔ اکبر علی صاحب بی اے ایل ایل بی ۔ ۱۷۔ ایس نیاز علی صاحب بی اے ایل ایل بی ۔ ۱۸۔ ٹیک چند صاحب بی سی ایل ایم اے بیرسٹرایٹ لا۔

د۔ ڈاکٹر وشوا ناتھ صاحب ایم ڈی دوبارہ اس امر پر تعینات ہوئے ہیں۔ کہ چھ لیکچرز میڈیکل جیورسی پروڈنس پر دیں۔

ھ۔ مسٹر ہر گوپال ایم اے ایل ایل بی دوبارہ پارٹ ٹائم لیکچرر دو سو روپیہ ماہانہ پر چھ ماہ کے لئے منظور ہوا ہے۔

و۔ مفصلہ ذیل پارٹ ٹائم لا ٹیڈ ریس اس امر پر مقرر ہوئے ہیں کہ وہ ہر ایک وہی لیکچرز پانچ سو روپیہ عوضانہ پر دی لسٹر لیگ ایل ایل ایم کی گروپ سوم کی کلاس ہو جائے۔

ڈی سی رائی صاحب بیرسٹرایٹ لا ۔ ہر گوپال صاحب ایم اے ایل ایل بی ۔ شمبر چند صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا ۔ کنندیال صاحب ایم اے ایل ایل بی اور اچھرو رام صاحب بی اے ایل ایل بی۔

$\frac{15}{202}$ ۔ پروفیسر ڈی سی شرما ایم اے سائنس مضامین کے آنرز سکول طلبا کے سالقہ معاوضہ پر ایک سال مزید کے لئے انگریزی میں یونیورسٹی پروفیسر مقرر ہوئے ہیں۔

$\frac{16}{203}$ ۔ وائس چانسلر کو استحقاق حاصل ہو رہا ہے۔ کہ وہ ڈاکٹر عبداللہ منصور یا ڈاکٹر بی اے قریشی سے کسی ایک صاحب کو سشن ۳۴۔۳۵ کے آٹھ ماہ کے لئے جرمن کا لیکچرار مقرر کریں۔ اسی شاہراہ پر جو اس سشن کے لئے مقرر ہے۔

$\frac{17}{204}$ ۔ ڈاکٹر جے۔ این۔ کھوسلہ ایم اے۔ پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا دوبارہ پولیٹیکل سائنس کا پارٹ ٹائم لیکچرر دو سو روپیہ ماہانہ مالی سال کے اختتام تک مقرر ہوا ہے۔

$\frac{18}{205}$ ۔ مسٹر بالمکند انند ایم ایس سی یونیورسٹی کے آنرز سکول ان زبکس میں یونیورسٹی ایکسپیریمنٹل فرنشٹ ایک سال کی عارضی شرط پر دو سو روپیہ ماہوار پر $\frac{1}{34}$ سے مقرر ہوا ہے۔

مزید براں قرار پایا ہے۔ کہ ریاضی کے فرنشٹ کے لئے درخواستیں طلب کی جائیں۔ اور وائس چانسلر صاحب تقرری کریں۔

$\frac{19}{206}$ ۔ اکیڈیمک کونسل نے قرار دیا ہے۔ کہ ڈاکٹر رپانند بہل کی میعاد کو بطور میو پٹیالہ سٹوڈنٹ دسمبر ۳۴ء سے دو سال مزید کی توسیع دی جائے۔ ڈاکٹر صاحب کو اجازت ہے کہ ستمبر ۱۹۳۴ء کے بعد بیرونجات میں جا کر مطالعہ کریں۔

$\frac{20}{207}$ ۔ مسٹر عبدالمجید ایم ایس سی باٹنی میں بطور ریسرچ سکالر چھ ماہ کے لئے (اپریل تا بابت ستمبر ۱۹۳۴ء) ۶۵ روپے ماہوار پر مقرر ہوئے ہیں۔

$\frac{21}{208}$ چودھری حاسین خان نیازی ایم اے مالی سال ۳۴۔۳۵ء کے لئے فارسی کا ریسرچ سکالر مقرر ہوا ہے۔

$\frac{22}{209}$ ۔ سال ۳۴ و ۳۵ء کے سہ ماہی ایام کے لئے یونیورسٹی لیکچروں کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ خاص منظورات کے لئے ۔ ہر مقام پر صرف ایک لیکچر پچاس روپیہ عوضانہ کے علاوہ ٹریولنگ الاؤنس بموجب قواعد یونیورسٹی پر

لیکچررز ۔ مس کے بی فیروز الدین ایم اے ایم او ایل ۔ ۲۔مسٹر ستیا رام کوہلی بی اے۔ ۳۔مسٹر سی ڈرگا پرشاد بی اے بی ٹی ڈپ ۴۔ مس ڈی کے گریوال ایم اے پی ایچ ڈی ۔

مقامات ۔فیروز پور ۔ پشاور ۔ انبالہ ۔ و ملتان ۔

۷ لیکچرز مشترکہ مردوں اور عورتوں کے لئے سال گذشتہ کے تین لیکچرز ؏ روپے کی بجائے دو لیکچرز پچاس روپوں پر ۔ سنیچر اور اتوار کی شام کو ۔لیکچرار اصحاب کو معاوضہ اور سفر خرچ کے علاوہ دو یوم کا اقامتی الاؤنس بھی ملے گا۔

۱۔ پروفیسر جے ایف بروس ایم اے ۔ ۲۔ڈاکٹر ایس ایس بھٹناگر ڈی ایس سی ۔ ایف انسٹ پی ۔ ۳۔ڈاکٹر ایچ بی ڈنکلیف ایم اے سائنس ڈی ۔ آئی ای ایس ۔ ۴۔ڈاکٹر ایف ایم ولیٹی ایم اے ۔پی ایچ ڈی ۔ ۵۔ ڈاکٹر بھوپال سنگھ ایم اے ۔ ۶۔ ایل ایس سنجاری صاحب ایم اے ۔ ۷۔ڈاکٹر ایچ چودھری ایم اے پی ایچ ڈی ۔ ۸۔ڈاکٹر بجنہ کا ایم اے پی ایچ ڈی اور ۹۔ ڈاکٹر موہن سنگھ ایم اے پی ایچ ڈی

مقامات ۔پشاور ۔راولپنڈی ۔امرتسر ۔جالندھر ۔لدھیانہ ۔لائل پور ۔ملتان ۔پٹیالہ اور جموں

۲۳ ۔لیکچروں کا سلسلہ پچاس روپیہ فی لیکچر کے حساب بیرونجات کے اصحاب سے لاہور اور مین ٹن کے ایک یا دو تعلیمی مقامات پر ۔

لیکچرار ۔ ۱ ۔ڈاکٹر سی ایل فابری ۵۷ بلے گنج سرکلر روڈ کلکتہ ۔مشرقی ومغربی آرٹس (میجک پیٹرن کے سلائیڈز کی مدد سے ۔

۲ ۔ ڈاکٹر رادھا کمار مکرجی ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر انڈین ہسٹری لکھنؤ یونیورسٹی ۔ اشوکا ۔

۳ ۔ڈاکٹر ایم ۔ ایچ ۔آر تیموری ڈی لٹ (فرانس) دہلی ۔ فرانس ۔سوئٹزرلینڈ اور اٹلی میں ۔

لیکچروں کے مقام مقرر کرنے سے پہلے متعلقہ کالجوں کے پرنسپل اصحاب سے مشورہ کر لیا جائے ۔اور کوشش کی جائے کہ ان کی آرزوئیں تقریباً بر آئیں ۔

$\frac{۲۳}{۲۱۰}$ ۔مسٹر بھوپال سنگھ ایم اے پروفیسر خالصہ کالج لاہور کے تھیسس (A.SURVEY.OF.ANGLO.INDIAN.FICTION) کے مطالعہ کے بعد ممتحن اصحاب کی رپورٹ اور سفارش اور سنڈیکیٹ کی سفارش پر سینیٹ نے قرار دیا ہے ۔کہ مسٹر موصوف کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری عطا کی جائے ۔

$\frac{۲۴}{۲۱۱}$ ۔وھنباد سکول آف مائینز کے پہلے سال کا امتحان یونیورسٹی ہذا کے انجینئرنگ کے سال اول کے امتحان کے برابر قرار دیا گیا ہے ۔

$\frac{۲۵}{۲۱۲}$ ۔عثمانیہ یونیورسٹی کا میٹریکولیشن امتحان پنجاب یونیورسٹی کے میٹریکولیشن کے برابر قرار دیا گیا ہے ۔

$\frac{۲۶}{۲۱۳}$ ۔پراگیہ امتحان ۱۹۳۵ء کے لئے کو بیہ مکتاولی کی بجائے منوہرا کو بیہ مالا ، مصنفہ کیلاش ناتھ (موتی لال بنارسی داس سید مٹھا بازار لاہور) قیمت ۲ روپے کو منظور کیا گیا ہے ۔

$\frac{۲۷}{۲۱۴}$ ۔قرار دیا گیا ہے کہ کیلنڈر کے صفحہ ۶۰۰ کے قاعدہ م کے مطابق منظور شدہ میعاد میں وہ عرصہ بھی شامل ہے ۔جب کہ کسی شخص نے بطور ہیڈ و سب ڈپٹی انسپکٹر ایمنر کام کیا ہو ۔

$\frac{۲۸}{۲۱۵}$ ۔رام سکھ داس کالج فیروز پور شہر نے علاوہ سابقہ چندہ کے مبلغ چوبیس روپے مزید جوبلی فنڈ میں ارسال کئے ہیں ۔

$\frac{۲۹}{۲۱۶}$ ۔یکم جون ۱۹۳۴ء سے وائس چانسلر صاحب نے مفصلہ ذیل احکام صادر فرمائے ہیں ۔

(۱) ۔لالہ بودھراج صاحب فارن انفرمیشن بیورو میں تبدیل ہوں ۔ اپنے ماہانہ ؏ پر ۔

(۲) ۔سردار اجیت سنگھ صاحب یونیورسٹی آفس میں اپنی تنخواہ ؏ ماہوار پر تبدیل ہوئے ۔ جہاں وہ ۳۰ ستمبر ۳۴ء تک صاحب رجسٹرار کے احکام کی تعمیل کریں ۔ بعد ازاں اسے اگر اسے کسی اور کام پر نہ لگایا گیا ۔ تو ڈین صاحب کے دفتر میں بطور کلرک کام کرنا ہوگا ۔

تعطیلات کے دوران میں سردار اجیت سنگھ صاحب ڈین صاحب کے کلرک اور ڈائرکٹر فزیکل ٹریننگ کے کلرک کا بھی کام ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۴ء تک سر انجام دینا ہوگا۔

۴۔ انکوائری دفتر (انفارمیشن بیورو) کی عمارت سے رجسٹرار صاحب کے دفتر میں تبدیل ہو۔ اور تمام وقت کلرک للعہ ماہوار کا رکھا جائے۔ جسے انکوائری کلرک کے علاوہ لالہ دیوان چند صاحب سکّہ کی بجائے پنجاب یونیورسٹی یونین سوسائٹی کے کلرک کا کام بھی سرانجام دینا ہوگا۔

اس کلرک کی للعہ تنخواہ لالہ لودھراج صاحب کے سہ ماہانہ الاؤنس اور سردار اجیت سنگھ صاحب کے عہ ماہانہ الاؤنس اور لالہ دیوان چند صاحب سکّہ کے عہ ماہوار سے لیا جائے گا۔ جو سال میں ۹ ماہ کے لئے دیا جاتا تھا۔

پنجاب میں کالج کی تعلیم

پنجاب میں تعلیمی ترقی کی رپورٹ بابت سال ۳۲-۱۹۳۳ء میں کالج کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر بعض دلچسپ مشاہدات بیان کئے گئے ہیں سب سے پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ گو کالجوں کی تعداد وہی رہی جو پہلے تھی لیکن طلبا کی تعداد میں لگاتار اضافہ ہوتا رہا۔ مگر محض تعداد میں اضافہ تعلیمی ترقی کی علامت نہیں کیونکہ امتحانات کے معیار اور بھی کم کر دیئے گئے ہیں۔ بی اے کے لئے زاید از ۴۰ فیصدی اور ایف اے کے لئے ۵۰ فیصدی کامیاب طلبہ کی تعداد ان امیدواروں کی قابلیت نمایاں طور پر ظاہر کر دیتی ہے جو یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایم اے اور ایم ایس سی کے امتحانات میں کامیاب طلبہ کی فیصدی بالترتیب ۴۸۶ اور ۷۵۱۳ تھی۔ اس ترقی کی زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ جہاں سے پیشتر جو امیدوار پوسٹ گریجویٹ تعلیم کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں ان کا نہایت احتیاط کے ساتھ انتخاب کیا جاتا ہے۔ پہلی رپورٹوں میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ فرسٹ آرٹس اور ڈگری کی جماعتوں کے امیدوار کے داخلہ کے متعلق بھی اس قسم کا طریق کار اختیار کیا جائے۔ یہ تجویز یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی نے جو حکومت کی طرف سے سال مذکور میں مقرر کی گئی تھی منظور کر لی ہے اور کمیٹی مذکور کی رپورٹ میں یونیورسٹی کی تعلیم کے تمام مسئلہ پر نہایت احتیاط سے بحث و تمحیص کی گئی ہے علاوہ ازیں کمیٹی مذکور نے اس خیال کی بھی تائید کی ہے جو گذشتہ پانسالہ رپورٹ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ یونیورسٹی میں داخل ہونے کیلئے امتحان میٹریکولیشن کا معیار بالکل غیر موزون ہے کمیٹی مذکور کی رائے ہے کہ یونیورسٹی کے داخلہ سے پہلے مؤثر ٹریننگ دینے کیلئے موجودہ طریقہ کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا جانا چاہیے کمیٹی کی رپورٹ ابھی تک حکومت پنجاب اور حکام یونیورسٹی کے زیر غور ہے اور ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس بارہ میں جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کے متعلق کیا عملی کارروائی کی جائیگی۔

انٹرمیڈیٹ کالج

شاہ پور اور لدھیانہ میں انٹرمیڈیٹ کالجوں کو ڈگری کے درجہ تک بڑھا دینے کی وجہ سے اس قسم کے کالجوں کی تعداد میں دو کی کمی واقع ہوئی اور نویں اور دسویں کی جماعتیں جو پہلے ان کے ساتھ ملحق تھیں۔ دوبارہ ہائی سکولوں میں منتقل کر دی گئیں۔ مزید براں یہ بھی تجویز ہے کہ لائل پور اور ملتان کے کالجوں کے متعلق بھی ایسا ہی کیا جائے۔ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ انٹرمیڈیٹ کالجوں میں نویں اور دسویں جماعتوں کے لئے موزون امیدوار نہیں آسکے! اور کچھ یہ کہ گورنمنٹ کی طرف سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ پسماندہ رقبوں میں اعلیٰ تعلیم کا حصول زیادہ آسان بنا دیا جائے اس طرح لاہور میں جو طلبہ کی بہت زیادہ تعداد پائی جاتی ہے وہ کم ہو جائیگی اور یونیورسٹی کا مرکز آنرز اور پوسٹ گریجویٹ نصابوں پر

زیادہ توجہ دے سکیگا جو ایک یونیورسٹی کے شہر کے جہاں خاص تعلیم کے متعلق خاص سہولتیں پائی جاتی ہیں زیادہ ضروری فرائض میں سے ہے

یونیورسٹی

چونکہ یونیورسٹی کی روز افزوں انتظامی ضروریات کی وجہ سے رجسٹرار کے ہمہ گیر فرائض سے عہدہ برآ ہونا ایک شخص کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس لئے ایک ناظم امتحانات (کنٹرولر آف اگزامینیشنز) کا تقرر عمل میں آیا۔ جس کو امتحانات کے انتظام و انصرام کا واحد انچارج بنایا گیا ہے۔ اسسٹنٹ رجسٹرار کی ایک نئی آسامی بھی عالم وجود میں لائی گئی۔ مالی وسائل میں کمی واقع ہو جانے کے باعث یونیورسٹی نے ریسرچ کی حوصلہ افزائی برابر جاری رکھی۔ اور پروفیسر ٹھینا گرنے امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کی مالی امداد سے زرعی تحقیقات کے متعلق تجربات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ پروفیسر جے۔ ایف بسروس کے زیر نگرانی تاریخ کا آنرز سکول بھی جاری کیا گیا ہے۔ جب سے ڈاکٹر جین یونیورسٹی کے ریڈر مقرر ہوئے ہیں۔ شعبہ اقتصادیات کے متعلقہ ریسرچ کے کام کو بہت تقویت ملی ہے۔

یونیورسٹی اپنے طلبہ کے جسمانی نشوونما میں نہایت گہری دلچسپی لے رہی ہے اور تمام طلبہ کے لئے جسمانی تربیت لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس باب میں مناسب نگرانی قائم رکھنے کی غرض سے ڈائرکٹر آف فزیکل ٹریننگ کے ساتھ ایک اسسٹنٹ بھی مقرر کیا گیا ہے۔

گورنمنٹ کالج لاہور

گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی سرگرمیوں کو بہت سے مفید و کارآمد شعبوں پر وسعت دیکر صوبہ کے دیگر تعلیمی اداروں میں اپنی نمایاں حیثیت کو برقرار رکھا۔ ان میں ایک آرمی کلاس ہے جو اکتوبر ۱۹۳۵ء سے مسٹر اے ایس ہیڈ کی زیر نگرانی قائم کی گئی ہے یہ بھی تجویز ہے کہ جن سرکاری ملازمتوں کی بھرتی کا کام پبلک سروس کمیشن انجام دیتی ہے ان کے متعلق اعلےٰ امتحانات کیلئے امیدواروں کی تیاری کی غرض سے ایک جماعت کھولی جائے۔ (لاہور - ۱۰ مارچ ۱۹۳۴ء) محکمہ اطلاعات پنجاب

ریویوز

چراغ امین حضرت نکیسی سلطان پوری کا مجموعہ کلام چراغِ امین کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے جس میں پہلا حصہ نظم کا ہے جو ۴۲ صفحہ پر ختم ہوتا ہے اس کے بعد کے ۴۲ صفحے غزلیات کے لئے وقف کئے گئے ہیں۔ اخیر میں دس بارہ صفحے متفرقات کے لئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ۹۶ صفحوں پر ختم ہوئی ہے۔ کاغذ کی نوعیت اور کتابت و طباعت میں اگرچہ سعی بلیغ سے کام لیا گیا ہے۔ اور حسن ظاہری میں حرف گیری کی گنجائش نہیں نظر نہیں آتی لیکن باایں ہمہ ۹۶ صفحہ کی کتاب کی قیمت ڈیڑھ روپیہ بہت زیادہ ہے۔ نظم و غزل دونوں میں نہ حال کا مذاق سخن نمایاں ہے۔ مثلاً یہ شعر کسقدر خوب کہا ہے

جبین عجز کی آسودگی بھی اب معلوم دم اپنے نقشِ کفِ پا مٹائے جاتے ہیں

حسن بندش اور پختگی بیان کی مثال میں یہ شعر کافی ہے

مجھے یہ فخر کہ ملتی ہے دادِ غم مجھ کو انہیں یہ ناز ہم اس کو ستائے جاتے ہیں

اسی غزل میں یہ شعر بھی جوش بیان کی تصویر ہے

سنبھال بیخودیِ شوق ہاں سنبھال مجھے زباں پہ رازِ محبت اب آئے جاتے ہیں

انساں بنا دیا۔ درماں بنا دیا۔ اس زمین میں یہ دو شعر ملاحظہ فرمائیے اور داد دیجئے

کیا میرا حال اے غم جاناں بنا دیا بیداریوں کو خواب پریشاں بنا دیا

نہایت مفید و نادر کتب

جلد ۱۴ | بابت ماہ اگست و ستمبر ۱۹۲۴ء | نمبر ۸ و ۹

عزیز بچو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی سہ ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے

مینجر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی نمبر ۵ لاہور

دلچسپ معلومات

جرمن بھنگی کی ایجاد۔ جرمنی کے ایک بھنگی نے ایک مشین ایجاد کی ہے۔ جو سڑک صاف کرنے اور اس پر پانی چھڑکنے کا کام ایک ہی وقت میں کر سکتی ہے۔ اور اسے چلانے کے لئے صرف ایک آدمی کی ضرورت ہوتی ہے (شاباش)

شفیلڈ میں ایک کسان نے اپنی گائے جو باقاعدہ کافی دودھ دیتی تھی صرف ۶ر میں بیچ ڈالی وجہ یہ تھی کہ اس گائے کے دانت نہ تھے۔ اور

دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔

ہر شخص ایکس رے فوٹو لے سکیگا۔ اگر انسان کے جسم کے اندر کوئی نامعلوم بیماری ہو جائے تو اس کا پتہ لگانے کے لئے ایکس رے فوٹو لیا جاتا ہے۔ شہروں کے لوگ باسانی یہ فوٹو کھینچوا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے نہایت قیمتی آلات کی ضرورت ہے۔ جو صرف شہروں تک محدود ہیں۔ ہالینڈ کے ایک ڈاکٹر نے ایکس رے کا فوٹو لینا نہایت آسان بنا دیا ہے۔ اس نے تصویر لینے کا ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو جیب میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اس آلہ کی مدد سے دو سیکنڈ میں ایکس رے کا فوٹو لیا جا سکتا ہے۔ اور اس پر خرچ بھی بہت کم آتا ہے۔ یہ کیمرہ عام کیمرے کی طرح ہے۔

دانتوں کے ذریعہ سننا۔ نیویارک کے ڈاکٹر ہیگو بیسٹ نے ایک نیا طریقہ دریافت کیا ہے جس کے ذریعہ بہرے انسان اپنی ہڈیوں اور دانتوں کے ذریعہ آواز سن سکتے ہیں۔ اس طریقہ کے ذریعہ کان کے باہر والے اور درمیانی حصے کے جس کے ناکارہ ہو جانے سے انسان بہرہ ہو جاتا ہے۔ استعمال کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی اور ہڈیوں و دانتوں کے رستہ ہی آواز کان کے سب سے اندر کے حصہ تک پہنچ جاتی ہے۔

چیونٹی کی عقل کے قربان۔ سائنسدانوں نے ایک عرصہ کی ریسرچ کے بعد یہ اندازہ لگایا ہے کہ چیونٹیوں میں جو عقل و دانش اور منظم کی طاقت پائی جاتی ہے۔ وہ انسان کے سوا اور کسی جانور میں نہیں پائی جاتی۔ اس کے ساتھ ہی چیونٹیوں میں اور بھی بہت سے انسانی اوصاف پائے جاتے ہیں چیونٹیاں آپس میں جنگ کرتی ہیں اپنی مخالف پارٹی کے ممبروں کو قیدی بنا لیتی ہیں۔ ان کو غلام بنا کر رکھتی ہیں۔ فصلیں پیدا کرتی ہیں۔ دودھ وغیرہ دینے کے لئے جانوروں کو رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ اُن میں اور بھی کتنی ہی ایسی باتیں ہیں۔ جو صرف انسانوں میں ہی پائی جاتی ہیں۔

مصنوعی عورت۔ ایک برطانی موجد نے ایسی مصنوعی عورت تیار کی ہے جو برقی طاقت سے خانہ داری کے مختلف فرائض انجام دیتی ہے۔ یہ بیجان مگر متحرک عورت

"برکھارت"

برکھارت پھر اب کے آئی — کالی گھٹا ہے سر پر چھائی
ٹھنڈی ٹھنڈی مست ہوا ہے — میرے روگی دل کی دوا ہے
سبزے میں کیا پھول کھلے ہیں — لطف ہے دونو وقت ملے ہیں
ڈالی ڈالی جھوم رہی ہے — منہ پھولوں کا چوم رہی ہے
سبزے پر پانی کے قطرے — ہیرا موتی بن کر چمکے
تتلی کیسی پھول رہی ہے — پھول پہ جھولا جھول رہی ہے

برکھارت کیا کہنا تیرا
تیرا سہانا شام سویرا

مہتہ عجیب چند صبا تلمیذ علامہ عیش مدظلہ

لطیفہ

ایک شخص نے نوکر کو ہدایت کی کہ وہ فوراً بڑے ڈاک خانے جائے اور اس کے نام کی کوئی چٹھی ہو تو لے آئے نوکر نے ڈاک خانے سے آکر کہا۔

نوکر - حضور کے نام کی کوئی چٹھی نہیں آئی -

آقا - کیا ریلوے اسٹیشن سے ڈاک آ گئی تھی -

نوکر - نہیں جناب وہ تو جب میں چلنے لگا تب آئی اگر اس کے انتظار میں رہتا تو فوراً کیسے واپس آ جاتا +

گراموفون

دنیا کا کوئی بد قسمت ملک ہی ہوگا جس کے باشندے اس مفید ایجاد سے ابھی نا آشنا ہوں۔ اس آلے کی ایجاد اور ترقی کا سہرا اہل امریکہ کے سر ہے یوں تو اس کی موجودہ عمدہ اور ترقی یافتہ شکل اور تکمیل بیسیوں امریکن ماہرین سائنس کی کوششوں کا نتیجہ ہے لیکن اس حیرت انگیز ایجاد میں اولیت کا شرف مشہور عالم ایجادوں کے بادشاہ "مسٹر ایڈیسن کو حاصل ہے۔

فونوگراف کی سب سے پہلی مشین ۱۸۷۷ء میں تیار ہوئی اور اس کے بعد اس کو ترقی دینے والوں میں مسٹر بیل مسٹر ٹینٹر اور ٹامس ہڈ میکلڈ انلڈ خاص طور سے ممتاز ہیں گول اور مسطح ریکارڈ اور چابی والی مشین کے بکس کی شکل کے گراموفون موخر الذکر مدبر کی دانش غور و فکر اور محنت کا نتیجہ ہیں۔ اور ابھی وہ وقت آنے والا ہے جب یہ مشین اس قدر سستی ہو جائیگی کہ ہر غریب سے غریب آدمی بھی اسے خرید سکے گا۔

کام دینے کے لحاظ سے اس مشین کی کئی قسمیں اور کتنے ہی نام ہیں کوئی گراموفون کہلاتی ہے کسی کو گرافوفون کہتے ہیں اور کسی کا نام فونوگراف ہے۔

اس ایجاد سے پہلے یہ بات کبھی تصور میں بھی نہ آسکتی تھی کہ ہم گھر بیٹھے مشہور عالم گویّوں کے میٹھے میٹھے گانے اور دنیا کے لائق قابلِ تعظیم اور مشہور آدمیوں کی گفتگوئیں بلا تکلف جب چاہیں سن سکتے ہیں۔

اس کی ایک قسم ڈکٹافون ہے۔ یہ دفتروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح کہ مشین پر ایک سلنڈر چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور ایک شخص ایک ربڑ کی نلی میں چند فقرے کہہ دیتا ہے۔

سلنڈر پر ان فقروں کے نقوش صوتی (آواز) بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی دوسرا شخص اس مشین کو چلائے تو وہ تمام فقرے اسے صاف سنائی دیتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دفتر کا افسر جب ڈاک کھولتا ہے تو سب خطوط کے جوابات کلرک کا انتظار کئے بغیر زبانی بتانے کی بجائے ڈکٹافون میں بول دیتا ہے۔ کلرک وقت پر اس مشین کی دو نلیاں اپنے دونو کانوں میں لگا لیتا ہے۔ افسر کے تمام الفاظ از سر نو سنائی دینے لگتے ہیں اور وہ اس کے حسب ہدایت چٹھیاں ٹائپ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ سلنڈر ایک دفعہ کام دینے کے بعد کھرچ کر صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح یہی سلنڈر کم و بیش ایک سو دفعہ کام میں لایا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ) نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول مہالم کلاں)

"حکیم ارسطو"

حکماء یونان کا بادشاہ گنا جاتا ہے۔ ۳۸۴ قبل مسیح مقدونیہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا آبائی پیشہ طبابت تھا۔ بچپن میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بہر معاش فوجی ملازمت اختیار کی سینتیس (۳۷) برس کی عمر تک تحصیل علم میں مصروف رہا۔ اور سب ہم درسوں سے سبقت لے گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں شہرت کا آفتاب بن گیا۔ اور فیلقوس کے بیٹے سکندر کا اتالیق (بازی) مقرر ہوا جسے آٹھ برس کے عرصے میں فن بلاغت علم طبعی۔ علم اخلاق وغیرہ میں یکتائے زمانہ کر دیا فیلقوس اس قدر خوش ہوا کہ اس کے بت تراشوا کر مکانوں میں بطور یادگار رکھوا دیئے۔

جب سکندر مر گیا تو ارسطو نے حاسدوں کے خوف سے انتھینز چھوڑ دیا۔ اور آخر ۳۲۲ قبل مسیح اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کی موت کی اصل وجہ تحقیق نہیں ہوئی اس حکیم نے حکمت کے رسالوں کے علاوہ چار سو رسالے فن شاعری۔ فصاحت بلاغت اور اور علوم کی فروعات میں لکھے ہیں۔ (ماخوذ) (نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول مہالم کلاں)

بادشاہ اور اس کے نئے کپڑے

(۱)

کہتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک بادشاہ تھا جسے نئے کپڑے پہننے کا بڑا شوق تھا۔ دن میں کوئی دس بارہ دفعہ پوشاک بدلتا اور ہر بار نئے کپڑے ہی پہنتا۔ اور اگر اتفاق سے دربار یا جشن کا موقع ہوتا تو گھڑی گھڑی کے بعد پوشاک بدلتا جو کپڑا ایک دفعہ پہن لیتا اس کو دوبارہ کبھی نہ پہنتا۔ غرضیکہ اس کا تمام وقت اور روپیہ پوشاک کے تیار کرنے میں ہی صرف ہو جاتا اور رعایا کا اسے بالکل خیال نہ تھا۔

(۲)

اتفاق سے اس شہر میں دو اجنبی آدمی آئے اور انہوں نے مشہور کیا کہ وہ ایسا کپڑا بنا سکتے ہیں۔ جو خوبصورتی اور نفاست میں لاثانی ہونے کے علاوہ ایک حیرت انگیز خوبی یہ بھی رکھتا ہو۔ کہ جو شخص بیوقوف اور اپنے عہدہ کے نا قابل ہوگا اسے دیکھ نہ سکیگا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ تک بھی پہنچی اور اسے ایسا عجیب وغریب کپڑا پہننے کا بہت شوق ہوا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو عقلمند اور قابل آدمیوں کے پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی ہے۔ اور وہ بہت جلد معلوم کر لیا کریگا کہ اس کے ملازموں میں سے کون کون سے بیوقوف اور نا اہل ہیں تاکہ ان کو برخاست کر کے ان کی جگہ عقلمند اور قابل آدمی ملازم رکھ سکے جو ملک کا انتظام اچھی طرح کر سکیں۔ ایسا کپڑا واقعی ایک بادشاہ کے لئے مناسب ہے۔

(۳)

بادشاہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اس خبر کی تصدیق ہونے پر انہیں یہ عجیب وغریب کپڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ کاری گروں نے عرض کی کہ جہاں پناہ اس کی تیاری میں بہت سا روپیہ صرف ہوگا۔ بادشاہ نے کہا کہ جس قدر روپیہ درکار ہو خزانہ سے لو اور کام شروع کر دو۔ انہوں نے دل کھول کر روپیہ اور ریشم لیا کیونکہ وہ تو محض لٹیرے تھے اور کپڑا بنانا بالکل نہ جانتے تھے۔ روپیہ اور ریشم تو کہیں چھپا دیا اور خود ایک معمولی سی مشین لیکر محل کے ایک بڑے ہال میں چلے گئے اور مشہور کر دیا کہ وہ کپڑے کی تیاری میں مشغول ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کو خیال آیا کہ اس عجیب وغریب کپڑے کے متعلق دریافت کرنا چاہئے۔ لیکن اسے کاریگروں کی بات یاد آگئی کہ بیوقوف اور نالائق آدمی تو اسے دیکھ ہی نہیں سکتا سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی اسے نہ دیکھ سکوں اور لوگوں کو میری بیوقوفی کا علم ہو جائے اس لئے یہ تجویز ٹھہری کہ پہلے کسی اور معتبر آدمی کو بھیج کر تسلی کر لی جائے۔

(۴)

کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا وزیر بہت ہی عقلمند اور قابل افسر تھا۔ بادشاہ نے سوچا کہ یہ تو ضرور ہی اس کپڑے کو دیکھ سکیگا۔ چنانچہ وزیر کو حکم دیا کہ ہال میں جاکر اس عجیب و غریب کپڑے کو تیار ہوتا دیکھ آؤ۔ وزیر بادشاہ کا حکم بجالایا۔ لیکن جب اس نے کمرے میں نظر دوڑائی تو اس کی حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی کیونکہ وہاں تو سوائے ان دو آدمیوں اور ٹوٹی پھوٹی مشین کے کچھ بھی نہ تھا۔ وزیر حیران تھا کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ میں نہ تو بیوقوف ہوں اور نہ ہی اپنے عہدے کے ناقابل ہوں۔ پھر بھی میں کپڑے کو نہیں دیکھ سکتا کاریگروں نے وزیر کو دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور نزدیک آکر کپڑے کو ملاحظہ فرمائیں۔ دیکھئے اس کے کیا ہی شاندار رنگ ہیں۔ اتنا لمبا کپڑا اور اس قدر کم وزن کہ ایک ہی انگلی سے اٹھا سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح پھیلایا کہ واقعی کپڑے کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وزیر حیران تھا کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے لیکن اس خیال سے کہ لوگ اسے بیوقوف اور نااہل نہ سمجھیں خاموش رہا اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر کہنے لگا کہ واقعی کپڑا تو بہت ہی نفیس ہے۔ خوبصورتی۔ نفاست اور رنگ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ وزیر کا اتنا کہنا تھا کہ کاریگروں نے کپڑے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ وزیر نے بھی ان کی باتیں نہایت توجہ سے سنیں تاکہ بادشاہ کے روبرو اس طرح بیان کرے۔ گویا اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(۵)

وزیر نے واپس آکر کپڑے کی بہت ہی تعریف کی اور جو جو خوبیاں کاریگروں نے بیان کی تھیں سب بادشاہ سے کہدیں۔ بادشاہ بے حد خوش ہوا کاریگروں نے موقع دیکھ کر عرض کی کہ جہاں پناہ جس قدر روپیہ اور ریشم عطا ہوا تھا سب ختم ہو گیا۔ اب کام جاری رہنے کے لئے اور روپیہ اور ریشم دیا جائے۔ بادشاہ کو تو اس عجیب و غریب کپڑے کا عشق ہو گیا تھا۔ خزانچی کو فوراً حکم دیا کہ ان کو پہلے سے دگنا زروجواہر اور ریشم دے دو۔ انہوں نے روپیہ اور ریشم تو اپنے قبضے میں کیا اور صبح سے شام تک اپنی مشینوں پر بیٹھے رہنے لگے تاکہ معلوم ہو کہ کام بڑی ہی محنت اور جانفشانی سے ہو رہا ہے۔ چند دنوں کے بعد بادشاہ نے اپنے چیف جج کو بھیجا تاکہ وہ کاریگروں کے کام کو دیکھ آئے۔ یہ چیف جج بہت ہی عقلمند اور قابل شخص تھا۔ بادشاہ کو بھی اس کی عقلمندی اور قابلیت پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ اس نے یقین کیا کہ وہ ضرور اس عجیب و غریب کپڑے کو دیکھ سکیگا۔ چنانچہ چیف جج کاریگروں کے پاس گیا۔ کاریگر چیف جج کو دیکھتے ہی کپڑے کی تعریفیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ دیکھئے حضور کیا خوبصورت کپڑا ہے۔ اس کے رنگ اور نفاست کو تو ملاحظہ فرمایئے۔ دوسرے نے کہا۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسا عقلمند اور قابل شخص اس کو ضرور دیکھ سکتا ہے۔ جج نے دل میں کہا۔ نہایت ہی حیرانی کی بات ہے کہ

میں تو یہاں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یقیناً میں بیوقوف تو نہیں ہوں۔ شاید میں اپنے عہدے کے ناقابل ہوں۔ لیکن میں اتنا بیوقوف بننا نہیں چاہتا کہ دوسروں کو میری ناقابلیت کا پتہ چل جائے اس لئے وہ بھی خاموش رہا اور وزیر کی طرح اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ چیف جج نے اپنے ہاتھ اس طرح بڑھائے جیسے وہ کپڑے کو تھامے ہوئے ہے۔ اور جو کچھ کاریگروں نے اس فرضی کپڑے کی خوبیوں کے متعلق بیان کیا۔ جج نے نہایت توجہ سے سُنا۔ تاکہ بادشاہ سے اسی طرح بیان کر سکے۔ گویا اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(۶)

چند ہی دن میں اس عجیب وغریب کپڑے کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی۔ ہر ایک کی زبان پر اسی کا چرچا ہونے لگا۔ بادشاہ کو شوق دامنگیر ہوا کہ خود جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور جو کچھ وزیر اور جج نے بیان کیا ہے۔ اس کی تصدیق کرے۔ ایک روز اپنے درباریوں سمیت ہال میں گیا۔ وزیر اور جج نے کمرے میں قدم رکھتے ہی کپڑے کی تعریف شروع کر دی کیونکہ ان کو پورا پورا یقین ہو گیا تھا۔ کہ سوائے ان کے باقی سب لوگ کپڑے کو دیکھ رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی بیوقوفی کو معلوم کر لیں۔ مجمع میں ہر شخص کا یہی خیال تھا کہ باقی لوگ تو کپڑے کو دیکھ سکتے ہیں۔ صرف وہ خود ہی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس خیال سے کہ لوگوں کو اُس کی بیوقوفی کا علم نہ ہو جائے ہر ایک نے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ واقعی کپڑا نہایت خوبصورت ہے۔ رنگ اور نفاست میں لاثانی ہے۔ بادشاہ کو یہ کپڑا ضرور پہننا چاہئے۔ بادشاہ حیران تھا کہ یہاں تو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ لوگ اسے بیوقوف اور بادشاہی کے ناقابل نہ سمجھ لیں۔ وہ ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ کاریگروں کی خوب ہی تعریف کی۔ انہیں بے شمار انعام دیکر حکم دیا کہ اب اس کپڑے کی عمدہ عمدہ پوشاکیں تیار کرو۔

(۷)

دوسرے ہی دن وہاں ایک عام نمائش ہونے والی تھی۔ جس میں دُور ونزدیک کے لوگ آیا کرتے تھے۔ امیروں وزیروں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ایسے موقع پر حضور کو یہ عجیب وغریب کپڑے پہننے ضروری ہیں تاکہ وہ لوگ جن کو اب تک دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ دیکھ سکیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت بادشاہ اپنے امیروں وزیروں کو ساتھ لیکر ہال میں گیا کاریگر دیکھتے ہی حاضر ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح پھیلائے رکھا جیسے معلوم ہو کہ وہ بادشاہ کے لئے ایک نہایت ہی نفیس پوشاک تیار کر کے لائے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے پہلے کپڑے اتار دیئے اور کاریگروں کو حکم دیا کہ یہ نئی پوشاک پہنا دو۔ کاریگروں نے وہ فرضی پوشاک پہنا کر شور مچانا شروع کر دیا کہ ایسے نفیس اور عمدہ کپڑے بادشاہ نے آج تک نہیں پہنے درباریوں نے بھی کپڑے

کی خوب ہی تعریف کی۔ بادشاہ کو پورا یقین ہو گیا کہ میں نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ شاید اس لئے مجھے نظر نہیں آتے کہ میں بادشاہی کے قابل نہیں ہوں۔

(۸)

جلوس روانہ ہوا۔ بینڈ بج رہا تھا۔ دو رویہ پیدل اور سوار زرق برق کی پوشاکیں پہنے کھڑے تھے۔ سب سے آگے بادشاہ تھا۔ اس کے پیچھے دو خادم بادشاہ کے فرضی کوٹ کا دامن ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے جا رہے تھے۔ تاکہ مٹی سے کوٹ خراب نہ ہو جائے۔ تمام درباری اور امیر وزیر ہمراہ تھے۔ راستہ میں جو کوئی ملتا بادشاہ کو ننگا دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ مگر اس خوف سے کہ لوگ اسے بیوقوف خیال نہ کریں سب سے بڑھ چڑھ کر کپڑے کی تعریف کرتا۔ جلوس بازار دں میں پھرتا پھراتا شہر کے دوسرے کنارے تک جا پہنچا۔

(۹)

جلوس ابھی شہر سے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک لڑکے نے غل مچانا شروع کر دیا۔ "دیکھو بادشاہ ننگا جا رہا ہے۔ دیکھو بادشاہ ننگا جا رہا ہے"۔ لیکن لوگوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ لڑکے نے دوبارہ زور سے غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو تو بادشاہ ننگا جا رہا ہے۔ بادشاہ کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہے۔ لڑکے کے باپ نے ہنس کر کہا سنو تو سہی لڑکا کیا کہ رہا ہے۔ اتنے میں لڑکے کی ماں نے سنا۔ اس نے اپنے بھائی کو بتایا۔ اور اس نے اپنے دوست کو اور اس نے اوروں کو چند ہی منٹ میں تمام لوگ کہنے لگے واقعی بادشاہ سلامت کے جسم پہ کوئی کپڑا نہیں ہے۔ بادشاہ سلامت تو ننگے ہی جا رہے ہیں۔

(۱۰)

ہوتے ہوتے یہ خبر بادشاہ کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ اس نے دل میں کہا کہ لوگ کہتے تو ٹھیک ہیں۔ لیکن اب جلوس برخاست کرنے میں بھی جگ ہنسائی ہو گی بہتر ہے کہ اب جلوس کو آگے ہی بڑھایا جائے۔ چنانچہ بینڈ بجتا رہا سوار اور پیادے وہیں کھڑے رہے۔ جلوس چلتا رہا۔ دو نو خادم اس ہوائی کوٹ کے دامن کو تھامے ہوئے جا رہے تھے۔ جس کا وہاں کوئی وجود نہ تھا۔

(غلام محمد صفی بی اے)

لطیفہ

استاد (طالب علم سے) اورنگ زیب کے مرنے کے بعد کیا ہوا؟

طالب علم۔ جناب اسے دفن کیا گیا۔

استاد۔ بے وقوف بنچ پر کھڑے ہو جاؤ؟

شاگرد۔ نہیں جناب میں بھول گیا۔ پہلے اس کو نہلایا گیا ہو گا پھر اس کو دفن کیا ہو گا۔ (اسد حسین قدوائی)

کہانی

(بچوں کے لئے۔ ماخوذ از قاعدہ اُردو)

آؤ بچو ہم سُنائیں تم کو اِک قصہ نیا　　جب سنو گے دل لگا کر آئیگا دُونا مزا

کوئی اندھا جا رہا تھا راستہ میں رات کو　　ہاتھ میں تھی لالٹین اور سر پہ پانی کا گھڑا

ایک دانا کا ہوا جب پاس سے اس کے گذر　　اس نے پوچھا ہنس کے اے ناداں یہ تجھکو کیا ہوا

تُو تو ہے اندھا تجھے اس روشنی سے کیا غرض　　اس مصیبت اور محنت سے بھلا کیا فائدا

گفتگو سنتے ہی دانا کی کہا اندھے نے یوں　　کان دھر کر غور سے اب ماجرا سُنئے مرا

گھر سے میں لایا نہیں اپنے لئے یہ لالٹین　　میں سمجھتا ہوں مجھے معلوم ہے اچھا بُرا

آنکھ والوں کیلئے یہ روشنی لایا ہوں میں　　تاکہ وہ بچ کر چلیں اور دیں نہ وہ مجھ کو گرا

ماجرا اندھے کا سُنکر خوش ہوا دانا بہت　　اور بولا جو کہا تو نے وہ بالکل سچ کہا

جب پڑھی بچوں نے ماں کی کہانی نظم میں
کِھل کِھلا کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گیا

(راسخ از نابوی)

ریڈ کراس سوسائٹی

پیارے بچو! ریڈ کراس سوسائٹی زمانۂ حال کی ایک مفید اور پُر اثر تحریک ہے۔ اس کے جاری کرنے کا مدعا یہ ہے۔ کہ بنی نوعِ انسان کی بے رحمی۔ نفرت اور خودغرضی کی عادت کو دُور کرکے جذبۂ ہمدردی اور ایثار پیدا کیا جائے۔ اور ہر فردِ بشر خلقِ خُدا کا سچا خادم اور معاون بن کر ثوابِ دارین حاصل کرے۔

تحریک کا آغاز۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ زمانہ سلف میں بھی کئی ایک بادشاہ اور امراء ریڈکراس سوسائٹی کے طرزِ عمل پر چلتے تھے۔ انہوں نے بھی ایثار اور ہمدردی کی مثالیں دُنیا میں قائم کیں۔ چنانچہ حاتم طائی۔ بکرماجیت۔ مہاتما بدھ۔ اشوک۔ شیر شاہ سوری اور اکبر کے رحم و انصاف سخاوت اور رفاہِ عام کے کاموں کی داستانیں آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔ اور تا ابد ان کے نام آسمانِ شہرت پر چمکتے رہینگے۔ لیکن موجودہ ریڈ کراس سوسائٹیاں آج سے ساٹھ ستر سال بیشتر سوئیٹزرلینڈ کے ایک نیک دل انسان مسٹر موسیوڈومان کے پرچار سے عالمِ وجود میں آئیں۔ اور موسیوڈومان کے مبارک وطن سوئیٹزرلینڈ کے جھنڈے کی نسبت سے ہی سُرخ رنگ کی کراس کرتی ہوئی دو گہری لکیریں ریڈ کراس سوسائٹی کا امتیازی نشان مقرر ہُوا۔ اوّل اوّل ان انجمنوں کا کام میدانِ جنگ کے تڑپتے ہوئے زخمی اور بھوکے پیاسے مجروح سپاہیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال تک محدود تھا۔ اور اس کی اشد ضرورت ہی میدانِ جنگ میں ہوتی تھی۔ جہاں کہ ہزاروں کی تعداد میں زخمی سپاہی محض غذا اور دوا کی خاطر سسک سسک کر بِن آئی موت مر جاتے تھے لیکن جنگ عالمگیر کے بعد جبکہ دنیا کے ہر گوشے سے یتیموں۔ بیواؤں۔ محتاجوں اور بے نواؤں کے نالوں

نے قیامت برپا کر دی۔ اور ہر جگہ متعدی امراض نمودار ہونے شروع ہوئے تو تمام ممالک نے ریڈ کراس سوسائٹیوں کے فرائض کو بھی بہت کچھ وسعت دے دی۔ اور کارکنوں نے بھی اُن ذمہ داریوں کو بسر و چشم منظور کیا۔ اور گذشتہ طرزِ عمل کو بدل ڈالا اور مندرجہ ذیل فرائض مرتب کئے۔

فرائض ۔(۱) ہر ایک ممبر کو اپنی صحت اور صفائی کا خیال مقدم رہے۔

(۲) لوگوں کو حفظِ صحت کے اصولوں پر چلنے کی ہدایت۔

(۳) لوگوں میں چھوت کی بیماریاں اور ان کے تباہ کن نتائج بیان کرنا۔

(۴) شہروں میں گلیوں اور گھروں کی صفائی کے متعلق ہدایات اور عملی کام۔

(۵) بیماروں کی تیمارداری اور حتے الوسع ادویات مہیا کرنا۔

(۶) محتاجوں کی امداد۔

(۷) اَن پڑھ دیہاتیوں کو پڑھانا۔ خط پڑھ دینا اور لکھ دینا۔

(۸) زخمی انسانوں اور دوسرے جانوروں کے زخموں کو دھونا اور مرہم پٹی کرنا۔

(۹) پیاسے انسانوں اور حیوانوں کو پانی پلانا۔

(۱۰) مسافروں کے ساتھ مہربانی۔

(۱۱) بزرگوں کا پاس ادب اور بچوں سے پیار۔

(نرائن داس اشک ایس۔ وی ٹیچر انچارج ریڈ کراس سوسائٹی)

لطیفہ

ماں ۔ گرمی ہے انڈا مت کھاؤ!

بچہ ۔ کوئی حرج نہیں میں پانی میں بیٹھ کر کھالوں گا۔

(اسد حسین قدوائی)

زرّیں اقوال

(۱) خدا پر بھروسہ رکھو۔

(۲) اگر کسی مجلس میں جاؤ تو بیہودہ گفتگو نہ کرو۔ بلکہ جس قسم کا ذکر ہو رہا ہو اُس میں اپنے ضمیر کے مطابق ہاں یا نہ کرو۔

(۳) متلوّن مزاج آدمی سے دوستی اچھی نہیں ہوتی۔

(۴) کاہلی سے افلاس کی ترقی ہوتی ہے۔

(۵) تکبّر انسان کو ذلیل کرتا ہے۔

(۶) سب کے ساتھ خوش خلقی سے گفتگو کرو۔

(۷) گالی یا غصّے کی عادت کو ترک کرو۔

(۸) اپنے سے چھوٹوں سے نرمی، محبت اور عزت سے سلوک کرو۔

(۹) کسی جلسہ دعوت میں سب سے پہلے کھانا شروع کرنا تہذیب کے خلاف ہے۔

(۱۰) ہمیشہ سادہ لباس پہنو اور سادہ خوراک استعمال کرو۔

(۱۱) کفایت شعاری بُڑھاپے کی آرام کرسی ہے۔

(۱۲) نیکی سے بڑھ کر کوئی ثواب نہیں ہے۔

(۱۳) جہاں تک ممکن ہو اپنی طبیعت کو طیش سے بچاؤ۔ ہمیشہ سنجیدگی سے کام لو۔

(۱۴) چوری کرنا۔ جوا کھیلنا۔ نشہ پینا۔ تاش وغیرہ کھیلنا اور اندھے۔ لُولے۔ لنگڑوں کو مخول کرنا بُرا ہے۔

(۱۵) جسم کی صفائی سے دل کی صفائی پیدا ہوتی ہے۔

(۱۶) عقل دل کو روشن کرتی ہے۔

(۱۷) اپنے قصور کو فوراً مان لو۔

(۱۸) ہمیشہ سچ بولو۔ کیونکہ سچ بولنے سے گناہ نزدیک نہیں آتے۔

(۱۹) بزرگوں کی عزت کرو۔

(۲۰) آداب و اخلاق انسان کے زیور ہیں۔

(محمد رمضان دہم کلاس سیکشن بی گورنمنٹ ہائی سکول جگراؤں)

کہانی

کسی گاؤں میں ایک کسان اور اُس کی بیوی رہا کرتے تھے۔ خُدا نے اُنہیں اولاد کثرت سے عطا کی تھی۔ مگر ان کی پرورش کے لئے ان کے پاس کافی سرمایہ موجود نہ تھا۔ اِسلئے وہ اپنی بقایا زندگی کی گھڑیاں افلاس اور فلاکت کے ہاتھوں بڑی مشکل سے گذارنے لگے۔ شوئی قسمت سے اسی عرصہ میں وہاں قحطِ عظیم (غریبی) نمودار ہُوا۔ ایسی حالت میں ان کا بچنا مزید برآں مشکل ہو گیا۔ (بدقسمتی) اُس حالت کو دیکھ کر نیک بیوی نے اپنے خاوند سے کہا۔ کہ تم کسی دوسرے شہر میں جاؤ اور ملازمت کر کے کچھ دولت کما لاؤ۔ تاکہ ہم اس بلائے ناگہانی سے نجات حاصل کریں۔ ورنہ ہمارا جینا محال ہے۔ عورت کی یہ بات اُسے نہایت پسند آئی۔ اور وہ سفر کرنے پر آمادہ ہُوا۔ دوسرے روز صبح سویرے بی بی اُٹھی اور گیہوں کی چند روٹیاں کسی برتن میں ڈال کر اپنے خاوند کے ساتھ کر دیں اور وہ سفر کو چل پڑا۔

راستہ ایک بیابان جنگل میں سے جاتا تھا۔ کسان بچارا چلتے چلتے بہت تھک گیا۔ کیونکہ یہ سفر اُس کی زندگی میں پہلا سفر تھا۔ وہ کسی بڑے درخت کے نیچے آرام کرنے کی غرض سے ٹھہرا اور اس ارادے سے کہ پہلے آرام کر لوں پھر کھانا کھاؤں۔ وہ اپنی روٹیوں کا برتن درخت سے باندھ کر خود اس کے سائے میں میٹھی نیند سو گیا۔

اچانک وہاں سے ایک ولی شخص گذر رہے تھے۔ یکایک اُنہیں کسان اور اُس کا برتن نظر آیا۔ اُس کا سیدھا سادہ لباس (فقیر) دیکھ کر اُنہیں اس پر بہت رحم آیا۔ اور وہ روٹیوں والا برتن کھول کر اپنے پاس سے ایک خالی برتن وہاں باندھ دیا۔ غریب کسان جو محوِ خواب تھا۔

جاگ اُٹھا اور کھانا کھانے کی غرض سے برتن کو کھول کر جو دیکھا تو روٹیاں موجود نہیں تھیں۔ بھوک کی شدّت سے غصّے میں آکر خالی برتن کو زمین پر دے مارا اور افسوس کرنے لگا۔ پھر خیال آیا کہ افسوس کرنے سے کیا حاصل؟ منزلِ مقصود کی فکر کرنی چاہئیے۔ اُس نے وہ برتن اپنے ساتھ لے چلنے کی غرض سے اُٹھایا کیا دیکھتا ہے کہ اس میں عمدہ اور لذیذ غذا بھری ہوئی ہے۔ اُسے اُس کے اصل ہونے کا یقین نہ ہُوا۔ وہ یہ سمجھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ اسلئے دلی اطمینان کے لئے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور خُدا کا نام لیکر کھانا شروع کیا۔ شکم سیر ہونے کے بعد اُس نے وہ برتن پہلے کی طرح اُلٹا دیا۔ پھر سیدھا کر کے دیکھا تو وہ جوں کا توں کھانے سے بھرا ہُوا تھا۔ اس کراماتی برتن ملنے کی خوشی میں کسان خدائے عزّ وجل کا دل سے شکر بجا لایا اور گھر کی راہ لی۔ گھر آکر ساری کیفیت اپنی بیوی سے کہی۔ اور وہ چین سے رہنے سہنے لگے۔

ان کے ہمسائے میں ایک حریص کسان رہتا تھا۔ اُسے ایسے نازک موقع پر ان کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہونے لگا۔ بہت کوشش کی مگر کچھ سُراغ نہ ملا۔ آخر چند روز کے بعد اُن کے پاس کراماتی برتن ہونے کا علم ہو گیا۔ اور اِس راز کو معلوم کرنے کی غرض سے اپنی عورت کو اُس کسان کے ہاں بھیجا۔ عورت نے جا کر اُس سے برتن ملنے کی پوری واقفیت حاصل کی اور گھر آکر کسان کو سنائی۔ اس عورت نے بھی چند روٹیاں گیہوں کی کسی برتن میں ڈال کر اپنے خاوند کسان کے حوالے کیں۔ وہ حریص وہاں سے چلا اور ایک بیابان جنگل میں آکر ایک بڑے درخت پہ اپنا برتن لٹکا کر خود اس کے نیچے سو رہا۔ وہاں ایک خوفناک جن نے اپنی بود و باش اختیار کر رکھی تھی۔ اُس نے اس کی حریص طبیعت کو جان لیا۔ اور اس کا روٹیوں والا برتن نکال کر دوسرا برتن لٹکا دیا۔ جب وہ خواب (لالچی طبیعت) نشے سے بیدار ہُوا۔ تو اپنے برتن کی بجائے دوسرا برتن لٹکا ہُوا

دیکھ کر مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ اور گھر کی طرف چلا گھر آکر تجربہ کرنے کی غرض سے دروازہ بند کر لیا اور برتن اوندھا کیا تو اُس میں سے دھواں نمودار ہُوا۔ بعدازاں دو جن نظر آئے۔ اُن کی خوفناک صورت دیکھتے ہی وہ سراسیمہ (پریشان) ہو کر راستے کی طرف بھاگا اور چند آدمیوں کے ہمراہ آکر دیکھا تو وہ جن غائب ہیں ۔ وہ اس برتن کو اُسی وقت بہت دُور فاصلے پر پھینک آیا۔ اور پھر کبھی اُس برتن کا نام نہ لیا۔

گلدستۂ اطفال بھائیو۔ تم بھی اس نصیحت آمیز کہانی سے سبق حاصل کر کے حرص اور حسد سے کوسوں دُور رہو +

(محمد اسماعیل شیخ حبیب جماعت ہشتم گورنمنٹ سنٹرل اُردو سکول بھیمبڑی)

بچّوں کا افسانہ نمبر

اس میں بچوں کے پڑھنے پڑھانے اور ایک دوسرے کو سُنانے کے لئے نہایت دلچسپ مزیدار اور ہنسانے والی کہانیاں جمع کی گئی ہیں جو نہایت آسان سلیس اور مزیدار ہیں۔ علاوہ ان کے دلچسپ لطیفے بھی دیئے گئے ہیں۔ طالب علم اس گلدستہ کو دیکھ کر پھولے نہیں سمائینگے۔ لکھائی چھپائی نہایت عُمدہ۔ قیمت صرف ۴ر + اگر دس دس بیس بیس لڑکے ملکر دس دس بیس بیس کاپیاں ایک ہی پارسل میں طلب کرینگے تو ان سے فی کاپی ۳ر کے حساب سے دام لئے جائینگے اور محصول ڈاک بھی معاف کیا جائیگا۔ ورنہ ایک کاپی کے لئے ۵ر کے ٹکٹ بھیجنا پڑینگے۔ ذرا جلدی کریں ورنہ یہ دلچسپ کہانیاں ختم ہو جائینگی۔ اور پھر آپ کو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا +

ملنے کا پتہ :- **مینیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور**

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام جتن لعل داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر گربخش سنگھ بیدی پرائیویٹ پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا +

چاہ کن را چاہ درپیش

پریم سنگھ کے مرجانے کے بعد اُس کے بیٹے دلیپ سنگھ کے ذمے ۶۰۰ روپیہ اپنے باپ کا قرضہ نکلا۔ دلیپ سنگھ اتنا قرضہ ادا کرنے کی فکر میں رہتا۔ کہ یہ کیونکر اُترے گا؟ ساہوکار ہر روز اُس کے مکان پر آتا اور کہتا کہ جلدی قرضہ ادا کرو۔ ورنہ نالش دائر کی جائیگی۔ لیکن دلیپ سنگھ کے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ وہ اپنے باپ کا قرضہ ادا کر سکتا۔ صرف ٹال مٹول کر دیتا۔ آخر کار ساہوکار تنگ آکر عدالت پہنچا اور دستی سمن عدالت سے لے آیا جس پر دلیپ سنگھ کی اطلاع کرائی گئی۔ اب دلیپ سنگھ کو اور بھی زیادہ فکر دامنگیر ہوئی۔ دن رات اسی خیال میں ڈوبا رہتا کہ قرضہ کس طرح سے ادا کروں۔ اب تو سمن پر اطلاع بھی ہو چکی ہے۔ بغیر قرضہ ادا کئے میرا چھٹکارا مشکل ہے۔ اس خیال کی وجہ سے دلیپ سنگھ بہت فکر مند ہو گیا اور گھبرایا۔ آخر اسے یہ بات سوجھی کہ وکیل کے پاس جا کر اس معاملے میں صلاح لی جائے۔ جس طرح سے وکیل صلاح دے ویسا ہی کرے۔

دلیپ سنگھ۔ جناب وکیل صاحب! آداب عرض۔

وکیل! آئیے۔ بیٹھئے اپنا حال سنائیے۔

دلیپ سنگھ نے اپنا حال شروع کیا اپنی تمام رام کہانی قرضہ کے بارے میں سنائی کہ یہ قرضہ والد صاحب کا میرے سر سے کس طرح سے اُترے؟ اگر آپ کی امداد سے مجھے اس قرض سے نجات مل جائے تو جو کچھ آپ اس کے عوض مانگیں گے دینے کے واسطے تیار ہوں۔ اور ہمیشہ کے لئے احسان مند رہونگا۔

وکیل۔ مجھے کیا فیس دو گے؟ پہلے بتا دیجئے۔

دلیپ سنگھ۔ جو آپ حکم کرینگے۔

وکیل۔ دو[۲] ہزار روپیہ۔

دلیپ سنگھ۔ حیرانی کے ساتھ اوہو! اتنا روپیہ۔

وکیل۔ کیا یہ روپیہ بہت ہے۔ کام بھی اتنا کرنا پڑیگا۔

دلیپ سنگھ۔ جناب ٥٠٠ روپیہ لے لیں اور میرا کام پورا کرا دیں۔

بہت بات چیت کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ دلیپ سنگھ ایک ہزار روپیہ وکیل صاحب کو ادا کرے گا۔ جبکہ دلیپ سنگھ عدالت سے بالکل بری ہو جائے گا۔ وکیل صاحب نے دلیپ سنگھ کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھا دی کہ کل مجسٹریٹ صاحب کے روبرو تمہاری پیشی ہوگی۔ جو بھی سوال مجسٹریٹ تم پر کرے۔ بغیر بھپ بھپ کے اور کچھ جواب نہ دینا ہوگا خواہ مجسٹریٹ کتنی ہی مار پیٹ کرے اور قید کی دھمکی کیوں نہ دے۔ ان لفظوں کے بغیر اور کچھ نہ کہنا۔

دلیپ سنگھ۔ بہت اچھا جناب ویسا ہی کروں گا۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے۔

دوسرے دن جب عدالت میں مقدمہ پیش ہوا تو مجسٹریٹ نے دلیپ سنگھ پر سوال کرنے شروع کئے

مجسٹریٹ۔ دلیپ سنگھ کیا تم نے اس ساہوکار کو اپنے باپ کا ٦٠٠ روپیہ دینا ہے

دلیپ سنگھ۔ بھپ بھپ

مجسٹریٹ۔ دوبارہ دلیپ سنگھ میں نے تم سے یہ سوال کیا ہے۔ کہ کیا تم نے اس ساہوکار کو اپنے باپ کا ٦٠٠ روپیہ دینا ہے۔

دلیپ سنگھ۔ بھپ! بھپ!!

مجسٹریٹ۔ کیا تم دیوانے ہو یا بیوقوف ہو میں سوال کچھ کرتا ہوں تم جواب کچھ اور دیتے ہو؟

دلیپ سنگھ۔ پھپ۔ پھپ
مجسٹریٹ۔ اگر تم عقل کے ساتھ مکمل جواب نہیں دو گے۔ تو تم کو جیل خانہ میں بھیج دیا جائے گا
اور سخت سزا دی جائے گی۔ جواب عقلمندی سے اور سوچ سمجھ کر دو!

دلیپ سنگھ۔ پھپ۔ پھپ۔
آخر کار سپاہی دلیپ سنگھ کو باہر لے گئے۔ اور اچھی طرح سے اُس کو سمجھایا کہ جواب اچھی طرح سے
دو۔ ورنہ تم کو سخت مار پیٹ ہو گی۔ اور سخت قید کی سزا ہو گی۔ لیکن دلیپ سنگھ نے بغیر پھپ
پھپ! اور کچھ جواب نہ دیا۔ آخر کار۔؟
مجسٹریٹ نے سخت تنگ آکر عدالت کے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ یہ دیوانہ ہے۔ اس کو عدالت
سے باہر نکال دو۔ عدالت کے سپاہیوں نے دلیپ سنگھ کو عدالت سے باہر نکال دیا۔ اُس کے
باہر جانے پر وکیل بھی اُس کے ساتھ ہو لیا۔ وکیل نے اُس کو کہ اب تم عدالت سے بری ہو چکے ہو
میری فیس ادا کر دو۔
دلیپ سنگھ۔ پھپ! پھپ!!

وکیل۔ ساڈی ہی بلی تے سانوں ہی میاؤں۔
دلیپ سنگھ۔ پھپ! پھپ!! پھپ!!! پھپ!!!!
میرے پاس بغیر پھپ۔ پھپ کے اور کچھ نہیں ہے۔

حضور۔ پھپ! پھپ۔!!
دلیپ سنگھ۔ جناب وکیل صاحب آداب عرض معاف فرمایئے یہ لفظ بول کر دلیپ سنگھ
نے اپنے گھر کا راستہ لیا۔ اور وکیل صاحب وہاں پھپ۔ پھپ کو پکڑتے رہ گئے۔ پنجابی میں
مثل ہے۔ جو کسی کے لئے گڑھا کھودتا ہے۔ اُس کے لئے آگے ہی گڑھا تیار ہوتا ہے

اس کہانی سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ اوروں کا بھلا سوچنا چاہیئے اور ہمیشہ جو سچائی کی بات ہو۔ وُہ ظاہر کرنی چاہیئے۔ جو آدمی دوسروں کا بھلا سوچتے ہیں پرماتما اُن کا بھی بھلا کرتا ہے۔ ہم کو بھی اس سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے اوروں کی بھلائی کا کام سوچیں۔ ورنہ ہمارے ہاتھ میں بھی وکیل صاحب کی طرح پھپ! پھپ!! ہی ہوگا۔!

(ماسٹر اسنتو کھ سنگھ عاجز)

لطیفے

(۱) ماں بیٹا۔ شریر لڑکوں سے ہمیشہ دور رہا کرو!

بیٹا۔ اسی واسطے تو میں مدرسہ نہیں جاتا۔

(۲) مسافران۔ جہاز ڈوب رہا ہے۔ جہاز بچاؤ۔ جلدی بچاؤ!

کپتان۔ کوئی ہرج نہیں اس کا بیمہ ہے

(۳) اُستاد۔ سوہن اگر تمہارے پاس ۵ ر ہوں اور انمیں سے ۲ ر میں لے لوں تو باقی تمہارے پاس کیا بچا!

سوہن۔ پورے پانچ آنے

اُستاد۔ بے وقوف تین آنے کہو!

سوہن۔ نہیں جناب میں کسی کو کبھی ادھار نہیں دیا کرتا۔ (اسد حسین قدوائی)

رہنمائے ریاضی

دلچسپ سوالات معہ حل

(۱) ایک گاڑی ۸۲ گز لمبے پلیٹ فارم کو ۴۹ سیکنڈ میں اور ۱۱۵ گز لمبے پلیٹ فارم کو ایک منٹ میں گزر جاتی ہے بتاؤ ۱۰۰ گز لمبے پلیٹ فارم کو کتنی دیر میں گزر جائے گی؟

حل:- دوسری صورت میں جتنا زیادہ فاصلہ طے کیا = ۱۱۵ − ۸۲ = ۳۳ گز۔

دوسری صورت میں جتنا زیادہ وقت لگا = ۶۰ − ۴۹ = ۱۱ سیکنڈ۔

گاڑی کی رفتار فی سیکنڈ = ۳۳ ÷ ۱۱ = ۳ گز۔

پہلی صورت میں گاڑی اور پلیٹ فارم کی لمبائی = ۴۹ × ۳ = ۱۴۷ گز۔

گاڑی کی لمبائی = ۱۴۷ − ۸۲ = ۶۵ گز۔

تیسری صورت میں جتنا فاصلہ طے کرنا ہے = ۱۰۰ + ۶۵ = ۱۶۵ گز۔

وقت مطلوب = ۱۶۵ ÷ ۳ = ۵۵ سیکنڈ جواب۔

(۲) ۷ من ۲۹ سیر ۶ چھٹانک چیز کی قیمت ۷ روپے ایک آنہ ۱/۲ ۹ پائی فی من بقاعدہ تجارت معلوم کرو۔

	روپے	آنے	پائی	
قیمت فی من =	۷	۱	۱/۲ ۹	
قیمت ۷ من =	۴۹	۱۲	۱/۲ ۵	
قیمت ۲۰ سیر =	۳	۸	۲/۳ ۱۰	۲۰ سیر = ۱/۲ حصہ ایک من کا
قیمت ۵ سیر =	۰	۱۴	۲/۳ ۲	۵ سیر = ۱/۴ حصہ ۲۰ سیر کا
قیمت ۴ سیر =	۰	۱۱	۸/۱۵ ۴	۴ سیر = ۱/۵ حصہ ۲۰ سیر کا
قیمت ۴ چھٹانک =	۰	۰	۸/۱۵ ۸	۴ چھٹانک = ۱/۱۶ حصہ ۴ سیر کا
قیمت ۲ چھٹانک =	۰	۰	۴/۱۵ ۴	۲ ″ = ۱/۲ حصہ ۴ چھٹانک کا
قیمت ۷ من ۲۹ سیر ۶ چھٹانک =	۵۵	۰	۰	

دوسری طرح سے

	روپے	آنے	پائی	
قیمت فی من =	۷	۱	۱/۲ ۹	
قیمت ۷ من =	۴۹	۱۲	۱/۲ ۵	
قیمت ۲۰ سیر =	۳	۸	۲/۳ ۱۰	۲۰ سیر = ۱/۲ حصہ ایک من کا
قیمت ۱۰ سیر =	۱	۱۲	۱/۳ ۵	۱۰ سیر = ۱/۲ حصہ ۲۰ سیر کا
قیمت ۷ من ۳۰ سیر =	۵۵	۱	۱/۳ ۹	۱۰ چھٹانک = ۱/۱۶ حصہ ۱۰ سیر کا
قیمت ۱۰ چھٹانک =		۱	۱/۳ ۹	تفریق کیا
قیمت ۷ من ۲۹ سیر ۶ چھٹانک =	۵۵	۰	۰	

([illegible])

عرضِ واجب

جولائی سنہ رواں کے رہنمائے تعلیم میں "التماس" کے عنوان سے فصیحت نامہ رقم فرمایا ہے۔ اور آخر میں ریاضی کے لئے تڑپ ظاہر کی ہے۔ نیاز مند اس نصیحت کے لئے اپنے نوجوان دوست کا شکر گزار ہے۔ اور اس کو سراسر اُن کی نیک نیتی اور خلوص دلی پر محمول کرتا ہے۔ اور ریاضی کی تڑپ کے لئے یہ دعا ہے کہ ع اللہ کرے دل میں تڑپ اور زیادہ۔

لیکن میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ نہ صرف سوالات حل کر دینا ہی ریاضی کی خدمت ہے۔ بلکہ تنقید بھی اس کی خدمت کا ایک ضروری پہلو ہے۔

یہی خیال تھا جس نے مجھے ماسٹر بھگوان سہائے صاحب کے طرز حل پر تنقید کرنے پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایشور بہتر جانتا ہے۔ کہ مجھے اُن سے کوئی عناد نہیں۔ اس بات کا مجھے بھی افسوس ہے۔ کہ تنقید نے تنقیص کی صورت اختیار کر لی تھی۔ میں اس کے لئے یہ کہہ کر خاموش ہوتا ہوں ؎ عیب طولِ کلام مت کیجو۔ کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا

میری عرض واجب نامکمل رہ جائے گی۔ اگر میں یہ نہ کہوں کہ مجھے مکرمی سجدیو اصاحب کا نوٹ پڑھ کر افسوس ہوا۔ اس وجہ سے کہ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ کہ صاحب موصوف ریاضی میں ایک خاص قابلیت کے مالک ہیں۔ اور ان کا فیصلہ میری نظروں میں ہر وقت قول فیصل ہو سکتا تھا۔ (نیاز مند کلو مل شرما ریاضی ٹیچر بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی)

الجبرے کا سوال حساب سے

فوق صاحب کے اس اعلان نے کہ "جس سوال کو الجبرے سے حل کیا جا سکتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ حساب سے حل نہ ہو سکے"۔ ریاضی دانوں کی ایک بہت بڑی دقت کو رفع کر دیا ہے۔ اس کے لئے وہ شکریئے کے مستحق ہیں۔

میں عرصہ چھ سال سے اس جستجو میں تھا۔ کہ ایک سوال جو میں الجبرے سے حل کر چکا ہوں۔ حساب سے بھی ہو جائے لیکن میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ فوق صاحب سے التماس ہے کہ ذیل کے سوال کو حساب سے حل کر کے ممنون فرماویں۔

سوال: ایک رقم کا ۳ سال کا سود مفرد ۲۰۰ اروپے اور سود مرکب ۱۲۶۱ اروپے ہے۔ اصل زر اور شرح بتاؤ۔

مارچ سنہ ۱۹۲۸ء میں جن دنوں فوق صاحب نارمل سکول ڈسکہ میں تعلیم پاتے تھے۔ تشویش کے عنوان سے اُن کا مضمون شائع ہوا تھا۔ اس سے اگلے صفحے پر میں نے مندرجہ بالا سوال کو الجبرے سے حل کیا ہوا ہے۔ وہاں بھی میں نے لکھا ہے کہ یہ سوال حساب سے حل نہیں ہو سکتا۔ فوق صاحب ملاحظہ فرمالیں۔ اس سے میرا مقصد مزید واقفیت حاصل کرنا ہے۔

(نیاز مند کلو مل شرما ریاضی ٹیچر بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی)

پرچہ حساب جماعت چہارم

جو کہ خان صاحب شیخ غلام محی الدین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس صوبہ دہلی نے بروقت امتحان وظیفہ ۱۹۲۴ء جماعت چہارم کو دیا

(۱) ایک باغ ۵۵ گز لمبا اور ۴۵ گز چوڑا ہے۔ اس کے اندر چاروں طرف ۵ فٹ چوڑا راستہ ہے۔ اس راستہ پر ۱/۲ ۱ آنہ فی مربع فٹ کے حساب سے لاگت معلوم کرو۔

(۲) ایک زمیندار نے ۴۳۷۰۰ روپے ۵ روپے سینکڑا سالانہ کے حساب ۵ سال کے لئے قرض لئے مدت گزرنے کے بعد ۹۶۰/۱۲/۰ نقد اور ایک مکان دیکر حساب بے باق کر دیا مکان کی قیمت معلوم کرو۔

(۳) زبانی۔ ایک آدمی کے پاس ۲۱ سیر کھانڈ ہے جس کو ۱/۴ ۲ فی سیر فروخت کرکے مصری خریدنا چاہتا ہے۔ اگر مصری کا بھاؤ ۳ سیر ۴ چھٹانک فی روپیہ ہو تو بتاؤ کتنی مصری آئیگی۔ (مرسلہ مہورام یادو ہیڈ ماسٹر کرالہ صوبہ دہلی)

اقوال زرّیں

(۱) طامع۔ حریص اور حاسد شخص کو کبھی آرام وچین کی زندگی نصیب نہیں ہوتی۔

(۲) جھوٹے۔ دغاباز اور مکّار انسان کا کوئی حامی اور خیر خواہ نہیں ہوتا۔

(۳) نفسانی خواہشات کا پجاری اپنی ہستی کو کبھی مسرّت کا جامہ نہیں پہنا سکتا

(۴) جو شخص اپنی زبان پر قابض نہیں۔ وہ ضرور کہیں نہ کہیں بدنام ہو جاتا ہے۔

(۵) بڑائی اور شہرت کی غرض سے احسان کرنے والے شخص کو جاہل اور نادان سمجھنا چاہئیے۔

(۶) معمولی لیاقت پر کبر و نخوت کرنے والا کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتا۔

(۷) بدچلن۔ شرابی اور بدکار آدمی کا کوئی رفیق نہیں بنتا۔

(۸) خود غرض انسان پر اعتماد رکھنا سراسر بیوقوفی کی علامت ہے۔

(۹) کینہ ور۔ بغض کرنے والے اور مفسد کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

(۱۰) پیسہ کمانا مشکل ہے۔ خرچ کرنا آسان ہے اسلئے خرچ کرتے وقت بڑھاپے کا خیال رکھو۔

(تاج الدین ٹیچر شولاپور)

بچوں کا دِل بہلاوا

حل طلب انعامی معمّا

میرا نام ۱۲ حرفوں سے بنا ہُوا ہے۔ میرے نام کے مختلف حرف ملانے سے مندرجہ ذیل معنی نکلتے ہیں۔ تو میرا نام بتاؤ۔

جوابات

(۱) ۱۰ + ۷ + ۳ = خُدا کا ایک نام۔ (۱)

(۲) ۹ + ۵ + ۱۰ = ایک مشہور جنگلی جانور کا نام۔ (۲)

(۳) ۴ + ۱۱ + ۶ = برف کے معنی (بمعنی عربی) (۳)

(۴) ۸ + ۵ + ۱۲ + ۱ = گیدڑ کے معنی دیتا ہے (بمعنی بھاشا) (۴)

(۵) ۲ + ۸ + ۶ = ایک جنگلی جانور کا نام (بمعنی عربی) (۵)

تو میرا نام بتاؤ۔

انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا۔ قرعہ اندازی کا فیصلہ بابو مقصود لعل پوسٹ ماسٹر ستور کے سامنے ہوگا۔

نوٹ:۔ جوابات ۱۵ راگست ۱۹۳۴ء تک مندرجہ ذیل پتے پر آجانے چاہئیں۔

(مقام ستور ڈاک خانہ خاص پاس جگن ناتھ شرما پوسٹ مین کے جائے)

لطیفے

(۱) ایک بے نماز نے مسجد میں آکر لوٹا برائے وضو اُٹھا لیا۔ موذن نے خفا ہو کر کہا۔ او مرغی کے کیا کرتا ہے۔

بے نماز نے فوراً جواب دیا۔ کہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی بانگ خود دیتے ہو۔ اور مرغی کا مجھے بتاتے ہو۔

موذن اس کی حاضر جوابی سے بہت شرمندہ ہُوا۔

(۲) ایک صاحب امیدوار قانون گو یک چشم تھے۔ صاحب بہادر نے بروقت اس کی حاضری کے کہا۔ کہ ویل تم ایک آنکھ سے کانا ہے۔ ہم تم کو نوکر نہیں رکھیگا۔

امیدوار نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ حضور شست لگاتے وقت آنکھ بند کرنے کی حاجت نہ ہوگی۔

صاحب ہنس پڑے اور اس کو جگہ دیدی۔

جلد ۲۰ اپریل نمبر ۵۱۶

بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

ششماہی چندہ سے ۳/

قیمت فی پرچہ ۳/

بابت ماہ نومبر ۱۹۳۴ء

سر رشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پُرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۹ نمبر ۱۱

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی، اور صنعتی، مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے - بی ٹی - ایم - او - جی - اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے - ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائیٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ چار روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سمے) — فی پرچہ چھ آنہ (۶)

فہرست مضامین

(گزشتہ سے پیوستہ)

دیہاتی زندگی کی تعمیر

(۲)

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

دیہاتی دُنیا کا جواب بسلسلۂ سابق قابل غور ہے وہ کہتے ہیں کیا ترقی و تہذیب کے یہ معنی ہیں کہ ع

کٹی عُمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

اوّل شادی کرنا گناہ کبیرہ خیال کیا لیکن بقول شاعر ع عمر ساری تو کٹی عشق بُتاں میں مومن ایسے افعال کے دن رات مرتکب ہوئے کہ اچھے خاصے قانونی مجرم و اخلاقی مجرم قرار دیئے گئے۔ شادی کی زندگی کا تو مُدعا عیاشی ہُوا۔ اولاد سدِّ راہ عیش و عشرت سمجھی گئی۔ کسی نہ کسی طرح سے اُس کا قبل از پیدائش خاتمہ کیا۔ یا ضبط تولید (BIRTH CONTROL) کے آلات استعمال کرنا فخر سمجھا۔ قدرت کے قانون کو ٹھکرایا۔ اگر زبردستی شادی ہو گئی تو طلاق تک کی نوبت پہنچا دی۔ بیوی خوبصورت نہیں۔ پڑھی لکھی نہیں۔ ساتھ سیر کو نہیں جا سکتی۔ پردہ کی قائل ہے۔ یا روحانیت کا جذبہ لئے ہوئے ہے۔ تو بس ہر دو ایک دوسرے سے بیزار ہو گئے۔ ناجائز طریق سے کسی ایک فریق نے دوسرے کا خاتمہ کر دیا۔ عورت نے بیوہ ہوتے ہی آوارگی کا لائسنس حاصل کیا۔ بزرگوں کی عزت خاک میں ملا دی۔ رنڈوے ہوئے تو مہذبانہ طور کی عیاشی اور نفس پرستی کے عامل بنے۔ پڑھ لکھ کر فیشنیبل جنٹلمین بن گئے۔ عوام سے نفرت۔ گھر والوں سے عداوت۔ نہ بزرگوں کا پاس ادب۔ نہ اُستادوں کا خوف۔ ہزاروں روپیہ تعلیم پر پانی کی طرح بہا دیا لیکن پھر بھی مُفت خورے اور بیکار۔ کام کرنے سے عار۔ ننگِ خاندان بنے۔ کیا اسی کا نام ترقی و تہذیب ہے۔

اگر بمشکل تمام کسی کی سفارش یا کسی وسیلہ سے۔ کسی کے رحم کھانے پر یا کسی حیلے بہانے سے کوئی معمولی یا اوسط درجے کی ملازمت ہاتھ آ گئی یا خوش قسمتی سے کوئی اعلےٰ ملازمت بھی مل گئی تو معیار زندگی بڑھ جانے کا سودا سر میں سمایا۔ کیا شائستگی کی یہی علامت ہے۔ کہ معیار زندگی دن بدن بڑھاتے چلے جائیں خواہ گھر کا دیوالہ نکل جائے۔ جائداد موروثی و ذاتی قرق ہو جائے یا اچانک موت ہو جانے پر اُدھر اہل و عیال بے کسی و بے بسی کی حالت میں مبتلا ہو جائیں۔ تو اُدھر قرضخواہوں کا جمگھٹا جنازے کو آ گھیرے۔ اچھا معیار زندگی ہُوا! اعلےٰ سوسائٹی میں نقل و حرکت باعث فخر بالضرور ہے۔ لوگوں پر رُعب جمانے کا اعلےٰ ذریعہ ہے۔ افسرانِ وقت کی نگاہ میں رسوخ و وقعت کا ایک آسان آلہ ہے۔ لیکن خطاب حاصل کئے۔ دُنیوی مرتبہ حاصل کیا۔ جاہ و جلال کا سکّہ ضرور بیٹھ گیا۔ نام کی دھاک بھی بندھ گئی۔ مگر پیٹ سے خالی طبیعت خوش۔ جو کچھ پلّے چار پیسے تھے وہ سب سوسائٹی کے لوازمات کی سیری میں حذف ہوگئے

صرفِ کثیر سے دُنیا کی واہ واہ لی مگر پھر ؎

اشکباری میں گذاری ہم نے ساری زندگی　　　زندگی پر ہم ہیں بھاری ہمیہ بھاری زندگی

کیا مغربی شائستگی کا یہی تقاضا ہے کہ ہمیشہ آرام۔ آسائش اور آرائش کا بھوت سر پر سوار رہے اور تن پروری (COMFORT) کی میچان پر روپیہ پیسہ ٹھیکری سمجھا جائے ؎

چھُری کانٹے شیفیلڈ۔ لنڈن سے آئیں　　　بٹن اور بکسوئے جرمن سے آئیں
گلوبند اُونی بھی برلن سے آئیں　　　یہ پاؤں کے جُوتے بھی ڈاسن سے آئیں
برانڈی ہے پیرس کی جرمن کا کنٹر　　　چھُری آسٹریا کی۔ رشیا کا ہنٹر

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دیہاتی لوگ" پہلے مصنوعی ضروریاتِ زندگی کو بڑھائیں۔ پھر اُنکی تکمیل کے لئے تگ و دو کرتے پھریں جس سے آرام و چین کافور ہو جائے اور انسان چرخے کی مال بن جائے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی طرح سے مغرب کی اندھا دھند تقلید کرنے لگ جائیں۔ اور مغربی زندگی کے بادل دیہاتی دُنیا پر چھا جائیں۔ ہمارے غریبانہ گھر وہاں کی اختراعات و ایجادات کے مسکن بن جائیں۔ جس سے ہماری رہی سہی پونجی ہوا ہو جائے اور زندگی کی اُلجھن ہزار گنا بڑھ جائے۔ ہمارے نکتہ چین شائد اس شائستگی کے شیدائی تو ہیں مگر اس کی اصلیت اور اُس کی موجودہ تاریک پہلو سے عمداً یا سہواً ناآشنا ہیں۔ اور ہماری پُرانی یا بقیہ مشرقی تہذیب سے بہرہ ور ہیں۔ آخر الذکر کی پیش کردہ تفسیر زندگی سے وہ بالکل نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ جیساکہ کہا ہے ؎

ہستئی موہوم در دُنیا عذابِ بیش نیست　　　واین طلسمِ زندگانی ہم حبابِ بیش نیست
اسپ و فیل و تاج و تختِ اعتبار این جہاں　　　شائد ہر چہ در چشمِ تو خوابِ بیش نیست
گر سبکروحی ترا از قیدِ دامِ روزگار　　　الفتِ جسمت دریں دُنیا عذابِ بیش نیست

(پھر)

ہنگامہ گرم ہستئی ناپائدار کا　　　چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

اِس دُنیا کا ایسا لیکھا　　　جُوں سونے میں سُپنا دیکھا
جُوں سُپنے میں مایا پائی　　　آنکھ کھُلی تو ہاتھ نہ آئی

شیخ سعدی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

سعدی تو نیز زیں قفسِ تنگنائے دہر　　　روزے قفس شکستہ و مرغش پریدہ گیر

اس زندگی کی اصلیت اور مادی دُنیا کی خیرہ کُن جھلک کی حقیقت سے ناآشنائی بالضرور ستم قاتل ہے۔

آخر کوئی وجہ تھی کہ ورڈزورتھ اور رسکن جیسے فلاسفروں نے اپنے اہل ملک کی توجہ کو سائنس کی روزافزوں اختراعات وایجادات کے بدنتائج سے آگاہ کر کے قدرت کی طرف کھینچا۔ جن ایجادات کے استعمال نہ کرنے سے آپ ہم سے اس قدر چیں بجبیں ہیں۔ آخر اُنکے مہلک نتائج۔ صرف کثیر اور زندگی کے امن وامان کا بے دریغ قلع قمع۔ یہ امور بھی تو قابلِ توجہ ہیں۔ ہم اس مادی زندگی کی بے روک ٹوک رَو میں بہ جانا ہرگز پسند نہ کرینگے۔ ہم تن پروری۔ لذات نفسانی کی سیری۔ موجودہ اقتصادیات کی سنگدلانہ زندگی پر اپنی بُری بھلی سادہ۔ معصوم اور پُراز روحانیت زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم مادیت کی لہر میں بہ نکلنا پسند نہیں کرتے جس سے کہ اس کون ومکاں کے مالک پروردگار سے مُنہ پھیرنا پڑ جائے۔ ہم اُس خداوند کریم کے احکام کی پیروی تہ دل اور سچے دل سے کرینگے۔ مادیت ودہریت کی بجائے وحدانیت وروحانیت کی زندگی بسر کرنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ ظاہری چمکیلی۔ اٹھکیلی۔ سجیلی و نُکیلی زندگی جو باطن میں ریاکاری۔ مکاری۔ حرام خواری کی زندگی ہو۔ ایسی زندگی بنانا ہم گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ

شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا — چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ — کھا ڈبل روٹی۔ کلرکی کر۔ خوشی سے پھول جا (اکبر)

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں ؎

کرن کارن پربھ ایک ہے دوسرا ناہیں کوئے — نانک تِس بلہار نے جل تھل مَہِیں سوئے

کیا لذات کی سیری۔ جذباتِ نفسانی کی تکمیل۔ نمائش ومصنوعیات کی زندگی پر فریفتگی۔ فضول خرچی وغیرہ وغیرہ کا نام زندگی ہے۔ اور وہ بیشک اسے خوب مزے سے وقت کاٹنا شمار کریں۔ مگر ہمارا اور اُنکا نقطۂ نگاہ ایک دوسرے کی ضد ہے۔ اُن کے اور ہمارے مابین ناقابل عبور حد حاصل ہے۔ ؎

میری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ — مجھے آنا ملے کیونکر تری محفل میں جانانہ

چیف ایڈیٹر
(باقی آئندہ)

از نکہت انصاری بدایونی

کچھ پتا ہی نہیں جفا کیا ہے — ہائے یہ لذتِ وفا کیا ہے؟

کیوں نہ میں ترک مدعا کرلوں — حاصل سعی مدعا کیا ہے؟

کچھ تو کہہ اے رہین خاموشی — پوچھتے ہیں وہ مدعا کیا ہے؟

تہ میں دریا کی ہلا گیا سا حل — [illegible]

غزل

۱۷ ستمبر ۱۹۲۴ء کو بزم اُردو شملہ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان مشاعرہ منعقد ہوا۔ یہ ایک شاندار ادبی اجتماع تھا۔ ایک روپیہ اور آٹھ آنہ ٹکٹ کے باوجود حاضری ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی۔ نواب سائل دہلوی۔ مولانا حسرت موہانی۔ حضرت جگر مراد آبادی۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری وغیرہ شعرائے مشاہیر شامل جلسہ تھے۔ مشاعرہ ہر پہلو سے نہایت کامیاب تھا جس کے لئے بزم اُردو شملہ مبارک باد کی مستحق ہے۔ راقم الحروف نے اس مشاعرہ میں جو غزل پڑھی وہ یہاں درج کی جاتی ہے۔ (جوش ملسیانی)

سوزِ غم میں دیدۂ تر کام آسکتا نہیں
یہ وہ آتش ہے جسے پانی بجھا سکتا نہیں

عیب پر کوئی ہنر پہرا بٹھا سکتا نہیں
ماہِ کامل اپنے داغوں کو چھپا سکتا نہیں

منظرِ تصویرِ دردِ دل مٹا سکتا نہیں
آئنہ پانی تو رکھتا ہے پلا سکتا نہیں

کیا کرامت ہے وہ آنکھوں میں سمٹ کر آگیا
وسعتِ ارض و سما میں جو سما سکتا نہیں

وہ بہاریں تیرے جلووں میں ہیں جن کے سامنے
گلشنِ جنت بھی رنگ اپنا جما سکتا نہیں

خاک پر سب کو سلا کر تیغِ قاتل کہہ گئی
اب انہیں شورِ قیامت بھی جگا سکتا نہیں

جب نوشتے میں یہی کچھ ہے تو شکوہ کیا کریں
تم نے جو لکھا ہے اس پر حرف آسکتا نہیں

آہ اس بیدرد کی الفت میں ہوں آتش بجاں
جو لگا سکتا تو ہے لیکن بجھا سکتا نہیں

مری رسوائی کا حال اے داورِ محشر نہ پوچھ
میں بھری محفل میں یہ قصہ سنا سکتا نہیں

اے لبِ ساحل دعائے مغفرت کا وقت ہے
ڈوبتی کشتی کو اب کوئی بچا سکتا نہیں

حسن کی بیداد ہو یا عشق کی رُوداد ہو
کوئی سُن سکتا نہیں کوئی سُنا سکتا نہیں

دل نے الفت میں دکھایا منتہائے ضبطِ راز
کون کہتا ہے کہ غنچہ بو چھپا سکتا نہیں

الٹی سیدھی جتنی چالیں ہیں دھری رہ جائینگی
ہے شاطرِ دوراں کسی سے مات کھا سکتا نہیں

رفتہ رفتہ کر سکو گے جوش ترکِ شاعری
عمر بھر کا روگ دو دن میں تو جا سکتا نہیں

معرکۂ تکرار پر ایک نظر

رسالہ عالمگیر ۱۹۳۱ء کے عید نمبر میں میر نذر علی صاحب درد کاکوروی نے ایک مضمون "معرکۂ تکرار" کے عنوان سے شائع کیا تھا جس میں فاضل مضمون نگار نے فارسی زبان کی دلاویزی دلچسپی اور شیرینی کی تعریف کرتے ہوئے اُن غزلیات کو خاص طور پر سراہا ہے جن میں الفاظ کی معنی خیز تکرار ہو اور لف و نشر مرتب و دیگر صنائع لفظی و معنوی پائی جاتی ہوں۔ مثال کے طور پر آپ نے نظامی، خسرو، لطفی اور شہید وغیرہ اساتذہ کی غزلیں تحریر کی ہیں اور ہر ایک غزل لکھ کر اُس پر ایک مختصر سا تعریفی تبصرہ کیا ہے۔

ناظرین کی ضیافت طبع اور مضمون کی نوعیت سے روشناسی کے لئے یہاں ہم ایک غزل کے دو دو اشعار لکھے دیتے ہیں۔

نظامی۔ شدم بر صورتے عاشق کہ برمہ میکند غوغا　　چہ صورت صورتِ دلبر چہ دلبر دلبرِ زیبا
اگر روئش نمے بینم دو چشمم چشمۂ گردد　　چہ چشمہ چشمۂ لؤلؤ چہ لؤلؤ لؤلؤ لالا

خسرو۔ توئی در ملک جاں خسرو چہ خسرو خسرو خوباں　　بود نخل قدت فتنہ چہ فتنہ فتنۂ دوراں
جمالت مجمعے باشد چہ مجمع مجمع خوبی　　چہ خوبی خوبیٔ یوسف چہ یوسف یوسفِ کنعاں

شہید امیٹھوی۔ خم زلف تو چوں سنبل چہ سنبل سنبل پیچاں　　قدِ تو دوحۂ جنت چہ جنت جنتِ رضواں
بہارِ حسن تو معدن چہ معدن معدنِ خوبی　　چہ خوبی خوبیٔ یوسف چہ یوسف یوسفِ کنعاں

غزلیات واقعی قابل تعریف ہیں۔ اور فاضل مضمون نگار کا شوق علم و ادب و کاوشِ فن سخن قابلِ داد ہے۔ مندرجہ بالا غزلیات لکھنے کے بعد اب لطفی کی باری آتی ہے۔ چنانچہ آپ یوں رقمطراز ہیں۔

"گرہما (مطبع ابو العلائی حیدر آباد داغ گلزار حوض) کے اختتام پر بھی اسی طرز کی ایک غزل ہے۔ یہ غزل لطفی شاعر کی ہے۔ اس میں خواہ مخواہ بھی الفاظ کی ابتدا میں ایک لفظ بڑھا کر بحر کا رکن پورا کیا گیا ہے۔ مثلاً لفظ مونس کو دو بار لانا مقصود ہے تو پہلے مونس پر الف بڑھا کر لائے ہیں پھر بغیر الف کے۔

بعض الفاظ اگرچہ الف اور بغیر الف دونو طرح استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے طاعت اور اطاعت۔ قامت اور اقامت۔ مگر غنچہ کو اغنچہ، سنبل کو اسنبل، حالت کو احالت، چاکر کو اچاکر، ساقی کو اساقی اور آفت کو آآفت استعمال کرنا ذوقِ سلیم کے منافی ہے۔ اس بھرتی سے صنائع لفظی اور بندشِ الفاظ کا حسن بھی باقی نہیں رہتا۔ لطفی کی پوری غزل یہ ہے۔

زمن بردند صبر و دل امونس مونسِ دلبر　　چہ مونس مونسِ جانہا چہ دلبر دلبرِ شکر
دلم بردند جانم ہم اقامت قامت و عارض　　چہ قامت قامتِ رعنا چہ عارض عارضِ انور
بود چشم و دہانِ او انرگس نرگسِ چشمہ　　چہ نرگس نرگسِ شہلا چہ چشمہ چشمۂ کوثر

دہان و چشم آں مہ رُو اغنچہ غنچۂ جادو	چہ غنچہ غنچۂ گویا چہ جادو جادوئے کافر
خط و خالِ نگارینش اسنبل سنبل نقطہ	چہ سنبل سنبل مشکیں چہ نقطہ نقطۂ عنبر
زدوریِ ہجراو دارم احالت حالت خاطر	چہ حالت حالتِ غمگیں چہ خاطر خاطرِ ابتر
ترا مہرومہ اندازجاں اچاکر چاکر بندہ	چہ چاکر چاکرِ دیریں چہ بندہ بندۂ کمتر
ززلفانت شدہ پیدا آفت آفتِ فتنہ	چہ آفت آفتِ بےحد چہ فتنہ فتنہ بےمر
زحق لطفی ہمے خواہد اساقی ساقیِ بادہ	چہ ساقی ساقی گلرخ چہ بادہ بادۂ احمر

مجھے افسوس ہے کہ فاضل مضمون نگار نے مذکورۃ الصدر غزل کے شروع میں ایک مہمل سا تبصرہ لکھ کر اپنی فارسی دانی اور سخن فہمی کو بٹہ لگا دیا۔ مجھے میر صاحب کا مضمون پڑھتے وقت جو آپ سے عقیدت ہو گئی تھی۔ وہ یہاں پہنچ کر یک لخت زائل ہو گئی۔ اگر درد صاحب اپنا مضمون اول الذکر تین غزلیں لکھ کر ہی ختم کر دیتے تو قارئین کے دل میں جو آپ کے فارسی داں ہونے اور فارسی کی غزلیات کے ساتھ دلچسپی کا اظہار کرنے پر آپ کی قابلیت کا سکہ جم گیا تھا وہ قائم رہتا۔ لیکن افسوس کہ یہ سطور لکھ کر آپ نے خود اپنے وقار کو ضائع کیا۔ اور شاعری کی ایک نہایت اعلےٰ درجہ کی صنعت کو جو کہ مندجہ بالا اشعار کی غزلیات میں عنقا ہے۔ خاک میں ملا دیا۔

مجھے کاکوروی صاحب سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔ صرف قارئین پر حقیقت کا انکشاف کرنے کے لئے یہ کچھ لکھ رہا ہوں ورنہ کثرتِ مشاغل میں اِس قدر فرصت نہیں ہے کہ اِس قسم کے کسی مضمون پر نکتہ چینی کرنے کے لئے قلم ہاتھ میں پکڑا جائے۔ اُمید ہے کہ درد صاحب اور اُنکے عقیدت مند حضرات حقیقتِ سخن پر غور فرماتے ہوئے مجھے معذور خیال فرمائینگے۔

آنا بعد درد صاحب معلوم کریں کہ یہ غزل جو آپکے خیال کے مطابق سراسر مہمل ہے۔ اِس میں مذکورہ بالا ہر سہ صنائع کے علاوہ ایک ایسی صنعت پنہاں ہے جو کہ چشم ظاہر بین کو عیب نظر آ رہی ہے۔ اِس کو سمجھنے کے لئے علم کے ساتھ تیزیٔ ذہن اور فہم رسا کی ضرورت ہے۔ اوپر جو آپ نے غزلیں تحریر کی ہیں اُنکو فارسی کی معمولی استعداد رکھنے والا انسان پڑھ سکتا ہے۔ اور پڑھ کر لطف اندوز ہونے کے بعد کمالِ شاعری کی داد دے سکتا ہے۔ لیکن اس نظم کو سمجھنا تو خیر معمولی بات ہے پڑھنا ہی کارے دارد والا معاملہ ہے۔ کریما فارسی آموز طلباء کے لئے ایک ابتدائی رسالہ ہے اور یہ نظم جو اس کے اخیر میں دی گئی ہے۔ اِس کا مقصد یہ ہے کہ مبتدیانِ فارسی کا شوقِ تحصیلِ فارسی زیادہ کرنے اور اُن میں کاوش اور تجسس کا مادہ پیدا کرنے کے لئے اُنکے سامنے یہ ایک معما پیش کیا جائے۔ چنانچہ آجکل کے متعدد فاضل جو کہ پُرانے زمانے کی درسی کتب سے بالکل نا آشنا ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کریما کی اِس غزل کو پڑھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اور اپنی لاعلمی کا اظہار اور بعد از سعی بسیار اپنی ہیچدانی کا اقرار کرتے ہوئے ایک معمولی سے درسی متعلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں۔ اور اس کو پڑھنے کی راہ میں جو کانیا نہ صنعت حائل ہوتی ہے۔ اُس سے آشنا ہونے کے بعد شاعر کی حسن لیاقت کی

داد دیتے ہیں ۔ بجائے اپنی ناواقفیت اور عاجزی کا قائل ہونے کے اور اُس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے میں نے آجتک کوئی اِس کو مہمل کہتے نہ سُنا تھا ۔ یہ کاکوروی صاحب کا حصہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے بے تامل آپ نے کہ دیا کہ

"غنچہ کو اغنچہ ۔ سنبل کو اسنبل حالت کو احالت ساقی کو اساقی وغیرہ استعمال کرنا ذوقِ سلیم کے منافی ہے ۔ الخ"

درد صاحب کے خیال کے مطابق بے چارہ لطفی (جس کو مضمون کے آغاز میں آپنے خود اساتذہ کی صف میں جگہ دی ہے) اِس قدر جاہل شاعر ہے جو ایک لفظ کو بلا ضرورت مکرر لانے اور اُس کے ساتھ بغیر ضرورت کے الف بڑھانے کے بغیر شعر کا وزن پورا کرنا نہیں جانتا ۔ تبھی تو فرماتے ہیں کہ

"خواہ مخواہ بھی الفاظ کی ابتدا میں ایک لفظ بڑھاکر بحر کا رُکن پورا کیا گیا ہے مثلاً ساقی اساقی وغیرہ" کاکوری صاحب نے اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ لُطفی اگر اُستاد ہے تو ایک اُستاد سے ایسی نامعقول حرکت سرزد ہونا ناممکن ہے شائد اِس میں کوئی راز ہو اور اِس خیال سے خاموشی اختیار کرنا ہی اولےٰ تھا ۔

اگر آپ نے واقعی غلط فہمی سے غزل کے صنائع کو عیوب خیال کیا تھا تو اِس لحاظ سے یقیناً یہ غزل مہمل ہے ۔ (چنانچہ اِس طرح مونسِ دلبر ۔ قامتِ عارض ۔ نرگس چشمہ وغیرہ تراکیب سراسر مہمل اور بے معنی ہیں) تو پھر کیا غرض تھی لُطفی کو اساتذہ میں لاکر بٹھانے کی ۔ اس کو اور اُس کی غزل کو رہنے دیتے ۔

سُنئے یہ غزل صرف کریما (مطبوعہ مطبع ابو العلائی حیدرآباد) کے اختتام پر ہی نہیں ہے بلکہ تقریباً ہر ایک مطبع کے مطبوعہ کریما کے اخیر پر مندرج ہے ۔ اگر مطبوعہ مذکورہ کی کریما پر یہ غزل اسی طرح لکھی ہوئی ہے تو یہ کارکنانِ مطبع مذکور کی کم علمی پر دال ہے ۔ یا کاتب کی غلطی ہے ۔ حقیقت میں یہ غزل یُوں ہے ۔

امتحانِ اطفالِ ذکی بخوانداِن ایں غزل مشتمل بر صنائع لفظی ۔

زمن بُردند صبر و دل ا مونس ۲ دلبر — چہ م م جا نہا چہ دو شکر
دلم بُردند جانم ہم اقامت ۲ عارض — چہ ق ق رعنا چہ ع ع انور

اِسی طرح آپ ساری غزل لکھ کر اس کو یُوں پڑھ سکتے ہیں ۔

زمن بُردند صبر و دل یکے مونس دوم دلبر — چہ مونس مونس جانہا چہ دلبر دلبر شکر
دلم بُردند جانم ہم یکے قامت دُوم عارض — چہ قامت قامت رعنا چہ عارض عارض انور

اس قسم کے اشعار اساتذہ کے کلام میں کم پائے جاتے ہیں ۔ چنانچہ ذیل کا شعر اسی قبیل میں سے ہے ۔

لب و دہان و دو چشم تو اے بُتِ گلفام — ا انار و ۲ پستہ و ۳ بادام
(یکے انار و دوم پستہ و سوم بادام)

محمد شریف منشی فاضل ٹیچر مڈل سکول چک نمبر ۲۸۳ گ ب ضلع لائل پور

کلامِ بیخود دہلوی

(از وحید العصر حاجی سید وحید الدین بیخود دہلوی شاگرد حضرت داغ دہلوی)

کیا ہے عرض جو کچھ وہ رہے گا دیکھنا ہو کر
تمہاری بزم سے اُٹھتے ہیں ہم دستِ دعا ہو کر

نباہی ہم نے تم سے بے وفا سے باوفا ہو کر
دکھا دے اب کوئی دُنیا میں ایسا دوسرا ہو کر

وہ میری التجا میری خوشامد ۔ میری پابوسی
وہ مجبوری سے اُن کا مسکرا دینا خفا ہو کر

مٹایا نقشِ پا کی طرح اس نے میری ہستی کو
ہمیشہ جس کے قدموں میں رہا رنگِ حنا ہو کر

مری میت پہ وہ آئے ہیں یہ الزام دینے کو
وفا کا تو نے دعویٰ کیوں کیا تھا بے وفا ہو کر

رگِ گردن سے قرب اس کو دلِ انساں مقام اس کا
وہ کب بندے سے اپنے دور رہتا ہے خدا ہو کر

مٹے جاتے ہیں اُن کے دیکھنے پر دیکھنے والے
نکلتی ہے نظر بھی آنکھ سے ناز و ادا ہو کر

خودی بھی اک ہوائے خود نمائی ہے حباب آسا
جو عاقل ہے وہ اس پھندے سے نکلے گا فنا ہو کر

ہمیں معنے تو سمجھا دے ذرا بےخود کے اے بیخود
یہ تو نے نام کیا رکھا ہے اپنا پارسا ہو کر

ابرؔ احسنی گنوری

نیازِ عشق پر تاریکیٔ فرقت کا نرغا ہے
یہ وہ تارا ہے جو دھندلی فضا ہی میں چمکتا ہے

محبت وجہ ہستی جانِ دل روحِ تمنا ہے
مگر پہلو بدل کر جب نمایاں ہو تو سودا ہے

مرے برباد دل کی وسعتوں کا پوچھنا کیا ہے
ہزاروں دشت گم ہو جائیں جس میں یہ وہ ذرا ہے

ابھی تک وادیِ دل کا ہر اک ذرہ مجلا ہے
یقیناً تو کبھی اس راستے سے ہو کے گذرا ہے

نہ ہنس ظالم سمجھ کر یہ حقیقت میرے آنسو کو
یہی قطرہ جب اپنی ضد پر آجائے تو دریا ہے

نمائش سے جبین سائی کی کیوں ہو آستان رسوا
ادا ہو جو نگاہوں ہی نگاہوں میں وہ سجدا ہے

جگر میں داغ دل میں حسرتیں ناکامیاں پیہم
یہی ہوتی ہے دُنیا کیا اسی کا نام دُنیا ہے

ترا خود ہیں سراپا تیرے جلوے دیکھنے والے
نگاہِ ابرؔ میں اب ہر تماشائی تماشا ہے

ہدایات دربارۂ نصاب تعلیم

(جناب پیرزادہ نور حسین صاحب آنرری ایم اے، بی۔ ای۔ ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع بنوں)

اردو: اردو کے اسباق کی ایک فہرست اس ترتیب سے بنائی جائے۔ جس میں آسان اسباق پہلے۔ اور مشکل بعد میں ہوں۔ اور اسی ترتیب سے وہ پڑھائے جائیں۔ تاکہ ترقی بتدریج ہو۔ جو اسباق بہت آسان ہوں۔ وہ طلبا خود پڑھیں۔ اگر کتاب میں ایک ہی موضوع کے نثر اور نظم کے اسباق ہوں۔ تو پہلے نثر کا سبق پڑھا کر اسکے ساتھ تعلق رکھنے والی نظم پڑھائی جائے۔ اور پڑھاتے وقت ہمیشہ ذیل کے تین مدعا پیش نظر ہوں۔

(۱) نفس مضمون یعنی ذخیرہ معلومات میں اضافہ کرنا (۲) طرز ادا کو درست بنانا (۳) مشکلات کی تشریح کرنا۔ سبق پڑھاتے وقت مدرس کو چاہئے کہ وہ نفس مضمون کو بطور کہانی طلبا کے سامنے بیان کرے۔ ازاں بعد طرز ادا کو درست بنانے کیلئے طلبا کو نمونہ دے۔ اور پھر ان سے پڑھائے۔ طرز ادا کو درست کر لینے کے بعد مشکل الفاظ اور محاورات کی توضیح و تشریح کی جائے۔ مشکل الفاظ کو فقروں میں استعمال کرایا جائے۔ ایسے الفاظ جن کے کئی معنی ہو سکیں۔ انکے معنی و مواقع استعمال ذہن نشین کرانے کیلئے انہیں حسب ضرورت مختلف فقروں میں استعمال کیا جائے۔ نظم پڑھاتے وقت بھی یہی طریق مد نظر ہو۔ اور طلبا کو شعروں کی نثر بنانا سکھایا جائے اور مشق کرائی جائے۔

املا: جماعت کی قابلیت کے مطابق صفحے مقرر کر کے انہیں کہدیا جائے کہ وہ گھر سے مشق کر لائیں۔ املا لکھاتے وقت اس پیراگراف کو جسکی املا لکھانی ہو چھوڑ کر باقی کے مشکل الفاظ پر پانچ دس منٹ میں ہوا یا زمین پر مشق کرا کر عبور کرا لینا چاہئے۔ اس کے بعد مخصوص پیراگراف کے مشکل الفاظ تختہ سیاہ پر لکھ کر اور طلبا سے کہلا کر مٹا دینے چاہئیں بعد ازاں وہ پیراگراف سنایا جائے۔ اور پھر مناسب وقفوں پر ٹھہر ٹھہر کر املا لکھائی جائے۔ آسان الفاظ کی بجائے نقطے ڈالے جائیں۔ ایسی املا تجویزی املا کہلائیگی۔ اور جب پانچ چھ بار ایسی املا لکھائی جائے تو ایک بار امتحانی بھی لکھوائی جائے۔

خوشخطی: چھوٹا فقرہ انتخاب کیا جائے۔ جس میں وہ کمزوری مد نظر رکھی جائے۔ جو جماعت کے طلبا میں عام طور پر پائی جاتی ہو۔ ایک لفظ کی مشق ایک سطر پر ہونی چاہئے۔ تختہ سیاہ پر نمونہ دے کر بچوں سے مشق کرائی جائے۔ اور جماعت میں پھر کر اصلاح کی جائے۔ اگر کسی لڑکے نے ایک لفظ لکھ لیا ہے۔ اور اُستاد اصلاح کیلئے نہیں پہنچا تو وہ دوسرا لفظ دوسری سطر پر لکھے۔ اگر پھر بھی نہیں پہنچا۔ تو تیسرا لفظ تیسری سطر پر۔ علی ہذا۔ جب اُستاد پہنچ جائے تو غلطیوں کی اصلاح کرے۔ اور اگر اس طرح نہ کیا جائے اور بچے کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ پہلا لفظ پہلی سطر پر لکھتا رہے

اس صورت میں اگر اس نے وہ لفظ غلط لکھا ہے تو کئی بار لکھ لینے کی صورت میں اس لفظ کا غلط نقشہ اس کے ذہن نشین ہو جائیگا۔ اور اس کی اصلاح مشکل ہو جائیگی۔ لیکن اگر ایک بار کے لکھے ہوئے کی اصلاح کی جائے تو غلطی نہ ہونے پائیگی

انشا پردازی: مضامین مرئیہ چیزوں کے متعلق اپنے ماحول میں دیئے جائیں مضمون میں کسی ایک نقطہ نگاہ کو مدِ نظر رکھ کر مقررہ روز سے تین چار دن پیشتر بچوں کو کہا جائے کہ وہ اسکے متعلق سوچ کر آئیں جس دن مضمون لکھوانا ہو۔ لکھوانے سے آٹھ دس منٹ پیشتر بچوں کو کہدیا جائے کہ وہ اپنی رف کاپی لیکر خیالات کو مقررہ مضمون کی طرف یکسو کریں۔ اور جو جو خیال ان کے ذہن میں آتا جائے۔ اس کے لئے ایک لفظ ایسا لکھا جائے جس پر نظر پڑتے ہی سارا خیال ذہن کے سامنے آجائے۔ اس طرح کر لینے کے بعد کاپی کو دیکھ دیکھ کر مضمون لکھا جائے۔ اس صورت میں اسکے سب خیالات مضمون میں آجائینگے۔ اور اگر وہ ایک خیال لے کر مضمون لکھنا شروع کرتا ہے۔ تو ابھی اس خیال کو سپردِ قلم نہ کر سکا ہوگا۔ کہ باقی خیالات بھول جائینگے۔ کیونکہ خیالات کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔

خطوط میں پرانے لمبے چوڑے اور ادق القاب و آداب کو جگہ نہ دی جائے۔ مختصر اور آسان القاب و آداب ہوں مقام روانگی۔ تاریخ روانگی۔ لقب اور الفاظ ادب یا دعا مناسب موقعوں پر لکھ کر حال لکھا جائے۔ حال چھوٹے چھوٹے جملوں اور آسان الفاظ پر مشتمل ہو۔ ازاں بعد راقم اپنا نام اور پتہ لکھے۔ انشا پردازی کو ترقی دینے کی خاطر رسالہ سکول کا جاری کرنا بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ لڑکوں کو کہا جائے کہ وہ روزمرہ اپنے گرد و نواح کے واقعات اور خبریں لکھا کریں۔ یہ خبریں گرد و نواح کے تود کے مقابلوں۔ بارش کے ہونے یا نہ ہونے۔ فصلوں کی حالت اور ان کی سنبھال۔ سکول میں خاص کسی جماعت کی سرگرمی یا نرمی۔ گرمی کا زور۔ سردی کی شدت۔ گاؤں کے کسی دلچسپ مقدمے۔ شادی یا غمی۔ سکول میں کسی افسر یا معزز آدمی کا ورود۔ نظم و نسق میں تبدیلی ڈاک خانہ کے خطوط کے باقاعدہ یا بے قاعدہ پہنچنے اور طلباء کی ایک منتخب جماعت اور ان کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے پر مشتمل ہوں۔ اینگلو ورنیکلر لوئر مڈل مدارس میں جہاں کاغذات پٹوار کو اردو کے مضمون کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اگر یہ کام بطور ڈرامہ ہو تو بچے بہت دلچسپی لینگے۔ یعنی ایک لڑکا پٹواری بنے اور کلاس کے دوسرے لڑکے زمیندار بن کر اس کے پاس آئیں۔ اور ہر ایک لڑکا پٹواری سے اپنی زمین کے متعلق کئی قسم کی باتیں دریافت کرے۔ پٹواری کا پارٹ ادا کرنے والا لڑکا کاغذات تیار شدہ میں سے دیکھ دیکھ کر جوابات دے۔

حساب: جو قاعدہ طلبا کے ذہن نشین کرنا ہو اسی کے متعلق چند آسان اور مفرد مثالیں بورڈ پر بچوں کی امداد سے حل کی جائیں۔ بعد میں ایک نمونہ کی مثال بورڈ پر حل کر کے اس سے قاعدے کا استخراج کرایا جائے۔ اصطلاح بتلا کر [illegible] بورڈ پر لکھ کر طلبا [illegible] سوال کی عبارت نہ لکھوائی جائے بلکہ لڑکے سوال کا مطلب

ذہن میں رکھیں۔ اور ضروری ضروری ہندسے اور رقوم نوٹ کریں۔ اگر سب لڑکوں کے پاس حساب کی کتابیں موجود ہوں تو ہر ایک لڑکا اپنی اپنی کتاب کھول کر اور عبارت دیکھ دیکھ کر سوال حل کرے۔ اور بتایا ہؤا سوال جب دو چار لڑکے حل کر لیا کریں تو باقیوں کو زبانی اس کا مطلب اور طریق حل سمجھا دیا جائے۔ اور پھر دوسرا سوال دیا جائے۔ اس کے بعد تیسرا۔ علیٰ ہذا۔ اس طرح کرنے سے جتنے سوال حساب کے پیریڈ میں نہ کرائے جاسکیں وہ طلبا کو گھر پر کرنے کیلئے دیئے جائیں۔ سلیٹ کے دو حصے کرائے جائیں۔ ایک حصے میں رف عمل۔ اور دوسرے میں صاف عمل کرایا جائے۔ ہندسے صاف ہوں۔ اس مطلب کے لئے جنتریوں اور کیلنڈروں کا استعمال مفید ہوگا۔ کسر کا سوال لکھ کر لکیر نہ دی جائے بلکہ حل شروع کر دیا جائے۔ جواب کا لفظ نہ لکھا جائے۔ اس کی بجائے لکیر کھینچی جائے۔ اینگلو ورنیکلر لوئر مڈل مدارس میں ساہوکارہ حساب کا تصور بصورت ڈرامہ ہو۔ مثلاً ایک لڑکا ساہوکار بنے! اور دوسرا لڑکا قرضخواہ بن کر آئے۔ اور آپس میں اس قسم کی گفتگو کریں۔ جیسی کہ ساہوکار اور قرضخواہ کے مابین ہؤا کرتی ہے بعد تقرر شرح سود بہی پر اقرار کا اندراج کریں۔

تاریخ:۔ جماعت پنجم میں واقعات بقید سنہ یاد نہیں کرانے چاہئیں۔ مگر باقی جماعتوں میں واقعات بقید سنہ یاد کرائے جائیں۔ اور اس مطلب کیلئے لائن آف ٹائم (زمانی لکیر) کا تیار کیا جانا ضروری ہے۔ لائن آف ٹائم کا تیار کرنا اُستاد اور طلباء ہر دو کیلئے ضروری ہے۔ ہر ایک لڑکا اپنی کاپی کے پہلے صفحے میں اس کو چسپاں کرے۔ اسکے بعد کاپی پر حاشیہ لگا کر حاشیہ میں ہر ایک سنہ درج کرے۔ اگر کسی سال کوئی واقعہ ہؤا ہو تو اس کے محاذ میں لکھ دیا جائے ورنہ لکیر کو خالی چھوڑ دیا جائے۔ اس مضمون کے متعلق اُستاد کو جو سبق پڑھانا ہو اس کے متعلق مختلف کتابوں کا مطالعہ کر کے نفس مضمون کو مفصل طور پر کہانی کی صورت میں طلبا کے سامنے بیان کرے۔ اور اگر ممکن ہو تو موجودہ یا سابقہ حالات سے سبق کو وابستہ کرے۔ مثلاً لارڈ کرزن کی اصلاحات کا تعلق اپنے صوبہ کی حال ہی کی اصلاحات سے۔ منوجی کے عمر کے چار حصوں کا تعلق موجودہ وقت میں عمر کے چار حصوں بچپن جوانی ادھیڑپن اور بڑھاپے سے۔ پتھر اور دھات کے زمانے کا تعلق موجودہ زمانے سے دینا وغیرہ۔ سبق کو کہانی کی صورت میں بیان کر لینے کے بعد اس کے متعلق ضروری ضروری امور طلبا خود نوٹ کریں۔

جغرافیہ:۔ مدرس کو چاہئے کہ وہ تختہ سیاہ پر خاکہ کھینچے اور لڑکوں سے کاپیوں پر کھچوائے۔ جو سبق پڑھانا ہو اس کے متعلقہ امور کا خاکہ میں اندراج کرایا جائے۔ ازاں بعد اس کے متعلق لڑکے اظہار خیالات کریں۔ اگر سبق سطح کے متعلق ہو تو ماڈل کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ ماڈل ہر وقت سکول میں تیار رہے بلکہ ایسے سبق کے لئے لڑکوں کو باہر نکال کر خاکہ کھینچنا شروع کیا جائے اور جہاں جہاں سطح کو اونچا نیچا کرنا ہو۔ ریت اور مٹی سے کیا جائے۔ دیواری نقشہ مدرسہ کے سامنے میدان کا تصور [illegible]

نواحی جغرافیہ: مدرس کو چاہئے کہ وہ گشت دو چار دن پہلے کرلے۔ اور اپنے پاس لڑکوں کی گشت کے لئے مسالا تیار کرلے۔ عینی واقفیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ کیونکہ کمرۂ تعلیم میں مدرس کو انہی گشتوں پر عمل پیرا ہو کر کام کرانا ہے۔ مثلاً پہاڑ کسے کہتے ہیں۔ پہاڑوں کی لمبی قطار جو دور تک چلی جائے۔ سلسلۂ کوہ کہلاتی ہے۔ جزیرہ کسے کہتے ہیں۔ وہاں کون رہتے ہیں؟ کیا چیز پیدا ہوتی ہے؟ دریا کا تصور دیتے ہوئے منبع۔ دہانہ اور ڈیلٹے کا تصور دینا چاہئے کسی شہر کے پاس سے گزرتے ہوئے لڑکوں کی رہنمائی کرے کہ ہم فلاں گاؤں سے گزر رہے ہیں۔ چوک میں کون بیٹھا ہے؟ اس کو لوگ سلام کیوں کرتے ہیں؟ اس کے لئے حقہ کیوں بھرتے ہیں؟ وغیرہ۔ ڈاک خانہ میں کیا ہوتا ہے؟ وہاں کون رہتے ہیں؟ کیا کام کرتے ہیں؟ کس طریقے پر کرتے ہیں؟ مہریں کون لگاتا ہے؟ روپیہ کون دیتا ہے؟ کارڈ کون دیتا ہے؟ اور کیوں؟ اس سے ہمیں اور سرکار کو کیا فائدہ ہے۔ جب دو یا زیادہ آدمی آپس میں لڑ پڑیں اور زخمی ہو جائیں تو کہاں جائینگے؟ اور کیوں؟ وہاں جاکر کیا کرینگے؟ پہلے کس کے پاس جائینگے؟ وغیرہ۔ تھانیدار کنسٹیبل۔ جمعدار کا تصور۔

سائنس: جو سبق پڑھانا ہو۔ اس کے متعلق تجربہ کرکے دکھایا جائے۔ خلاصہ تختہ سیاہ پر درج کیا جائے۔ مگر لڑکے وہ خلاصہ نہ لکھیں وہ خود اسکے متعلق اظہار خیالات کریں۔ اشکال نہایت صفائی سے بنائی جائیں۔ پیمانے کا استعمال ممنوع نہیں۔ تاکہ متعلقہ حالات سے بچوں کو واقفیت ہو۔ اصطلاحات کے استعمال پر زور دیا جائے۔ اینگلو ورنیکلر لوئر مڈل مدارس میں جہاں زراعت کو سائنس کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق سب کام عملی ہونا چاہئے۔ اور احاطہ سکول میں چھوٹی چھوٹی کیاریاں بناکر موسم کے مطابق بچوں سے اجناس کاشت کرائی جائیں۔ تشنگئ زمین کی حالت میں گملے استعمال کئے جائیں۔

ڈرائنگ: جس چیز کی ڈرائنگ کرانی ہو۔ وہ سامنے رکھ کر ڈرائنگ کرائی جائے۔ تناسب کا خاص خیال رکھا جائے۔ ایسی چیزوں کی ڈرائنگ کبھی کبھار کرائی جائے جس سے بچوں کو دلچسپی ہو۔ مثلاً درخت۔ مکان وغیرہ۔

مطالعۂ قدرت: مشاہدہ پر مبنی ہو جس چیز پر سبق پڑھانا ہو (۱) بچوں کے پیش کرکے ان سے مشاہدہ کرائے۔ (۲) بچے ان مشاہدات کو الفاظ کی قید میں لائیں (۳) اپنے مشاہدات کا دیگر اشخاص کے مشاہدات سے مقابلہ کرکے اپنی تسلی کریں۔ مطالعۂ قدرت کے اسباق کے لئے گشتی اسباق نہایت مفید ثابت ہونگے۔ کیونکہ ان اسباق کی بدولت بہت سی چیزوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ انکے متعلق بچے اظہار خیالات کرلیتے ہیں۔ استاد کے خیالات اور دیگر ہم جماعت بچوں کے خیالات سے بھی فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ واپسی پر وہ دیگر اشخاص سے اپنے مشاہدوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان کے خیالات کا اپنے مشاہدوں سے مقابلہ کرکے اپنے بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جس دن کمرۂ جماعت میں اس چیز کے متعلق سبق پڑھایا جاتا ہے۔ تو بچے نہایت دلچسپی لیتے ہیں۔ اس لئے گشتی اسباق خوشگوار موسم میں کم از کم دو یا [illegible] کرائے جائیں۔ [illegible] ڈرائنگ بھی اس مضمون کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس لئے اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

او ر ایسے طریقوں سے کرائی جائے۔ جو آسان اور طلبا کو مائل کرنے والے ہوں۔ مثلاً چھوٹے بچے کے پاؤں کا نشان بنانے کے لئے مٹھی کو بند کرکے ریت میں رکھا جائے اور پھر انگلی کے ذریعے انگلی کے نشان کئے جائیں۔ بلی کا پنجہ بنانے کے لئے تین انگلیاں اکٹھی پکڑکر ریت پر لگانے سے۔ اگر مدرس کسی جانور کے اعضاء مثلاً سر۔ پاؤں۔ دُم۔ کھُر وغیرہ کی ڈرائنگ تختہ سیاہ پر کھینچ دیا کرے۔ تو یقیناً طلبا کی توجہ کو کھینچنے کا باعث ہوگی؛

کنڈر گارٹن۔ کنڈرگارٹن کا استعمال بھی اس مضمون میں نہایت مفید ہے۔ بچے گتے اور مٹی کی مختلف چیزیں بنانے میں دلچسپی لینگے۔

یوم الشجر۔ یوم الشجر کا تقرر پودہ جات کے مطالعہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اس لئے حسب ضرورت کبھی کبھی منایا جائے۔

جماعت اوّل۔ اس جماعت میں طلبا کی دلچسپی کا سامان پیدا کیا جائے جس سے طلبا ہر وقت کام میں لگے رہیں کھیل کی کھیل اور کام کا کام ہوتا ہے۔ جب کوئی بچہ پہلے پہل سکول میں داخل ہو۔ تو اسکے ہاتھ میں قلم۔ دوات۔ تختی اور کتاب ہرگز نہ دی جائے۔ بلکہ مدرس اپنا کام قدرتی اوزاروں سے لے۔ بچے سے کہے۔ کہ وہ زمین پر عمودی (سیدھی کھڑی) لکیریں کھینچے۔ جب بچہ چند ایک لکیریں کھینچ لے تو نہایت پیار سے بچے کو انکی طرف متوجہ کرکے الف کا حرف سکھائے۔ اسی طرح دوسرے دن افقی (سیدھی پڑی ہوئی) لکیریں کھینچنے کے لئے کہے۔ اور انکے سروں کو ذرا اونچا کرنے کے لئے کہے۔ جب بچہ کھینچ لے۔ تو ب۔ پ۔ ت۔ ٹ۔ ث وغیرہ حروف سکھائے۔ علےٰ ہذا القیاس۔

حروف گیلی مٹی سے بھی بنائے۔ اور بنوائے۔ اسی طرح گتے کے کٹے ہوئے حروف بھی مفید ثابت ہونگے۔ جب مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک بچہ زمین پر مشق کرلے۔ تو بعد میں آہستہ آہستہ تختی اور قلم کے پکڑنے کا طریقہ اور بیٹھنے کا طرز سکھا کر تختی پر لکھائی کرائی جائے۔ لکھائی میں جب تک بچے نے ایک لفظ اچھی طرح نہ سیکھ لیا ہو۔ آگے نہیں چلنا چاہئیے۔

ہندسے (ا) گنتی مفرون اشیا۔ مثلاً گولیوں۔ پیسوں اور تیلیوں وغیرہ سے سکھائی جائے (ب) ہندسہ نویسی چونکہ اعداد کی اشکال انگلیوں سے بن سکتی ہے۔ اس لئے اگر انگلیوں ہی کے ذریعے سکھائیں۔ تو آسان اور دلچسپ طریقہ ہے۔ گیلی مٹی سے سکھانے کا طریقہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ گتے کے ہندسے کاٹ کر بچوں کے پیش کئے جائیں۔

پہاڑے۔ پہاڑوں میں کسی دلچسپ طریقہ سے کام لیا جائے۔ مثلاً ڈرل کراتے ہوئے دو کا پہاڑہ اس طرز سے سکھایا جائے۔ کہ ایک دونے دو پر ایک لڑکا اپنے دونو ہاتھ کھڑے کرلے۔ اور دو دونے چار پر اس کے پیچھے کا لڑکا اپنے ہاتھ کھڑے کردے۔ اسی طرح تین دونے چھ پر تیسرا لڑکا اپنے ہاتھ کھڑے کرے۔ باقی لڑکے ہر دفعہ بیک آواز ہوکر پڑھیں۔ حتےٰ کہ پہاڑہ ختم ہوجائے۔ تین کا پہاڑہ بھی اگر ڈرل ہی سے سکھایا جائے۔ تو دلچسپی کا باعث ہوگا۔ یعنی ایک تین تین پر پہلا لڑکا اپنے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں کھڑی کرے۔ اور دو تئے چھ پر اس کے پیچھے کا لڑکا یہاں تک کہ پہاڑہ ختم ہوجائے۔ اسی طرح چار۔ پانچ۔ چھ کے پہاڑے بھی سکھلائے جاسکتے ہیں۔

تربیت جسمانی:- ذہنی - اخلاقی اور جسمانی تربیتوں میں سے جسمانی تربیت سب سے مقدم ہے - کیونکہ جب تک جسم صحیح نہو ذہن اور اخلاق کی تربیت ادھوری ہی رہے گی - پس جسمانی تربیت کی نشوونما کے لئے سکولوں میں ڈرل کرائی جاتی ہے - اور ڈرل ہی سے یہ مطلب حاصل ہوتا ہے - ڈرل کے احکام اردو میں چستی سے دیئے جائیں - کیونکہ چستی بڑھانے کے لئے لہجہ کا چست اور خوشگوار ہونا ضروری ہے - اصلاح بھی ساتھ ساتھ کی جایا کرے - سکول ٹائم کے ختم ہونے پر کھیلوں مثلاً فٹ بال والی بال - رسہ کشی - دوڑنا - چھلانگیں مارنا - کبڈی اور دیگر دیسی کھیلوں کا انتظام ہونا چاہئے - مگر یہ کام مدرس اپنی نگرانی میں کرائے - بچوں کو آداب کھیل سکھائے - مثلاً (۱) جب کوئی پارٹی ہار جائے - تو ہار سے دل شکستہ نہ ہو (۲) ہارنے والی پارٹی کی حوصلہ افزائی کے لئے جیتنے والی پارٹی کا کپتان ان سے کہے - کہ ہم آپ کے مقابلے کے تو نہیں - لیکن شائد آپ کی پارٹی پہلے ہی سے تھکی ہوئی تھی - یا کسی اور طریقے سے ہار کا رنج اٹھایا جائے -

پیمانہ لگوانا - مدرس سکول کے برآمدہ میں ایک پیمانہ جس کی اونچائی چھ فٹ ہو - اس طرح تیار کرے - جس پر فٹوں اور انچوں کے نشانات لگے ہوئے ہوں جس سے لڑکے اپنا قد اور چھاتی ماپیں - اور اپنی کاپیوں میں نوٹ کریں - چار پانچ ماہ کے بعد پھر ماپیں - اگر کسی لڑکے نے پہلے کی نسبت ترقی نہیں کی - تو اسباب معلوم کر کے رفع کرنے کی کوشش کی جائے - مثلاً - اگر کوئی لڑکا ورزش نہ کرنے سے جسم کی نشوونما سے محروم ہے - تو اس کو ورزش کی طرف مائل کیا جائے -

دستکاری - اگرچہ سکول کے نصاب میں دستکاری کو جگہ نہیں ملی - تاہم موجودہ وقت کے طالب علموں کو کوئی نہ کوئی دستکاری سکھائی جائے - تاکہ مدرسہ چھوڑنے تک وہ چند چیزوں کی صنعت جان لے - اور بعد کی زندگی میں ان سے لاٹھی کا کام لے - اور دوسروں کا دست نگر نہ بنے - نیز ان پر یہ بھی روشن ہو جائیگا - کہ سکول انہیں نکما پن نہیں سکھاتا - بلکہ آئندہ کی زندگی کے کاروبار کے لئے مستعد اور تیار بناتا ہے - اس مطلب کے لئے اپنے سکول میں کسی قسم کی دستکاری کو رواج دیں ؎

خیالاتِ گلشن

کثرتِ غم نے نہ چھوڑا مجھ میں کچھ احساسِ غم
دردِ دل اتنا بڑھا میرا کہ درماں ہو گیا

اُس دلِ مایوس کی قسمت کو دیکھا چاہیئے
جس کی اُمیدوں کا بیڑا نذرِ طوفاں ہو گیا

دیکھ لی! چارہ گری تیری مسیحا! دیکھ لی
ہو گیا! بس! بس!! علاجِ دردِ پنہاں ہو گیا

اللہ اللہ! دیدۂ تر کی چمن آرائیاں
حاملِ صد گلستاں دامانِ مژگاں ہو گیا

جذباتِ عالیہ

(افتخار الملک لسان الہند حکیم الشعرا حضرتِ دل شاہجہان پوری)

بھولتا ہی نہیں وہ جوشِ تمنا مجھ کو
سامنے تم ہو یہ اکثر نظر آیا مجھ کو

ایک دنیائے پر آشوب لئے پھرتا ہوں
دشتِ وحشت میں نہ سمجھے کوئی تنہا مجھ کو

وہ مرقع جو کھنچا اہل محبّت کیلئے
کبھی زنداں نظر آیا کبھی صحرا مجھ کو

دیکھئے راہِ وفا میں مرے مٹنے کا مآل
عشق نے مان لیا حاصلِ دنیا مجھ کو

دلِ مایوس سنبھل اب وہ مقام آپہنچا
کھینچتی ہے کششِ نقشِ کفِ پا مجھ کو

دلِ وارفتہ یہ پابندیٔ زنداں کب تک
ایک بار اور بڑھا جانبِ صحرا مجھ کو

ہے یہ وہ راز جو موجیں ہی سمجھ سکتی ہیں
تہ نشیں کر کے کہاں آج ابھارا مجھ کو

طعنہ زن شیوۂ بیداد ہے خودداری پر
آپ نے کیوں نگہِ لطف سے دیکھا مجھ کو

کوچۂ عشق میں ہے خاک کے ذرّوں پہ نظر
ہی سمجھائینگے مفہوم تمنا مجھ کو

نہ ہوا دل کسی صورت سے بھی مانوس دل
گو لبھاتی رہی نیرنگیِ دنیا مجھ کو

مدرس اور اُسکے فرائض

جہالت ایک تاریکی ہے جس میں ہمارے اہل وطن بھولے بھٹکے پھرتے ہیں۔ اور اُن کو سیدھا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ جس طرح معمولی تاریکی سے بچنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جہالت کی تاریکی سے بچنے کے لئے بھی مشعل علم کی ضرورت ہے۔ یہ مشعل ایک ہی ہستی سے حاصل کر سکتے ہیں جس کو مدرس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مدرس کے لغوی معنی تو درس تدریس کرنے والا۔ سکھانے والا۔ پڑھانے والا ہیں۔ لیکن حقیقی معنوں میں مدرس کی ہستی اِس سے بالاتر ہے۔ مدرس ایک منبع نور ہے جس سے ہمارے دل و دماغ روشنی حاصل کر کے منوّر ہوتے ہیں۔ یا مدرس ایک رہنما ہے جس کا کام لوگوں کو سدھار کر راہ راست پر لانا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مدرس کی ہستی کو عام عمومیت میں اس قدر فوقیت حاصل ہے۔ تو مدرس کو اپنی حیثیت اور درجہ کا خیال رکھتے ہوئے یہ سوچنا چاہئے کہ اس کے ذمے لوگوں کے کون کونسے فرائض عائد ہوتے ہیں۔

قبل ازیں کہ مدرس سدھار کی باگ ڈور ہاتھ میں لے معلوم کرے۔ کہ اہل ملک جہالت کے کن اغلاط و مصائب کے مریض ہیں۔ پھر اُن کے سدھار کے درپے ہو۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اہل ملک عموماً مندرجہ ذیل اغلاط میں مبتلا ہیں

(۱) توہمات باطلہ } بمصداق "بے علم نتواں خدا را شناخت" تعلیم کی روشنی سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے واقفیت محدود ہوتی ہے۔ اور کسی واقعہ کی تہ تک انکا دماغ پہنچ نہیں سکتا۔ بدیں وجہ لوگ فضول توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور عام چیزوں کو بھی کسی اعلےٰ طاقت کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً چیچک خسرہ وغیرہ امراض متعدی میں مبتلا ہو کر کسی دیوتا یا دیوی کی پوجا کرنا۔

(۲) رسومات بد } ہمارے لوگ بوجہ لاعلمی لکیر کے فقیر ہیں۔ اور بزرگوں کی ریت سمجھ کر رسومات بد پر عمل پیرا ہیں۔ بزرگوں کی پیروی کو کار ثواب خیال کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ رسومات بد اُن کی اقتصادی ترقی میں مانع ہیں۔ مثلاً بچوں کو زیور پہنانا۔ بیاہ شادی پر فضول خرچی پیدائش و اموات پر فضول روپیہ ضائع کرنا۔

(۳) قرضہ } بوجہ لاعلمی اپنی آمدنی اور خرچ کے حساب سے ناواقفیت۔ شیخی میں آکر اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرنا اور مقروض ہو کر تمام عمر کے لئے اپنی زندگی بلکہ اولاد کی زندگی کو جوکھوں میں ڈالنا۔

(۴) بیماری } صحت و صفائی کے اصولوں کی خلاف ورزی۔ بیماری میں مبتلا ہو کر علاج سے کنی کترانا۔ اور قسمت پر شاکر رہ کر شکار اجل ہو جانا۔

(۵) **بچگان و زچگان کی اموات** کے بوجہ لاعلمی حفاظتِ بچگان سے نابلدی اور بے علم وجاہل دائیوں کے جنجال میں پھنس کر زچگان کی تباہی۔ نتیجہ اموات کثیر۔

(۶) **مقدمہ بازی** کے جہالت کے دیو کی جھپٹ میں آکر آپس میں بگاڑ پیدا ہوجانا۔ بوجہ لاعلمی مقدمات کے فیصل کی خود صلاحیت واہلیت نہ رکھنا۔ عدالتوں میں جاکر وکلا وشیر منشیوں کی دغابازیوں میں آکر لٹنا۔ اور اپنے رازوں کو نامحرموں میں نشر کرنا۔

(۷) **مفلسی** کے اہل ملک عموماً زراعت پیشہ ہیں۔ ناتعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے زراعت کے اصولوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ فصلوں کے امراض وعلاج۔ عمدہ بیج کی شناخت۔ طریقہ کاشت اور دیگر ملک کی پیداوار جوکہ زردبان زراعت کے آخری مرحلہ تک پہنچ چکے ہیں۔ ناواقفیت کی وجہ سے زراعتی ترقی میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اور اپنی آمدنی کو بڑھا نہیں سکتے۔

(۸) **نااتفاقی** کے امداد باہمی کے فوائد اور اصولوں سے لاعلمی۔ اتفاق کو چھوڑ کر جدائی کی راہ اختیار کرنا۔ دیگر اہلِ وطن کی امداد کی بجائے ان کی چلتی گاڑی میں روڑ اٹکانا۔

(۹) **مدرس کے فرائض عمومی** کے چونکہ مدرس ایک ایسی ہستی ہے جس کا جاہل اور لاعلم لوگوں سے زیادہ تعلق ہے۔ ان کے بچوں کی جوکہ آئندہ جوان ہوکر ملک وقوم کے ایک جزو حقیقی ہونگے۔ باگ ڈور مدرس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اُن کو جس راستہ پر چلانا چاہے چلا سکتا ہے۔ اور مختلف طریقوں سے راہِ راست پر لا سکتا ہے۔

اس لئے مندرجہ بالا امراض کے ازالہ کے لئے مدرس کو ذیل [illegible] اپنا فرض حقیقی خیال کرنا چاہئے۔

(۱) چونکہ ان مصائب کا ازالہ نورِ علم سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے مدرس کا فرض ہے کہ لوگوں کو مفت اور کافی تعداد میں علم سکھائے۔ جس کے لئے اڈلٹ سکول بہتر ثابت ہوسکتے ہیں۔

(۲) حفظانِ صحت کے اصولوں سے واقفیت دلاکر بدنی بیماریوں سے بچائے۔ اور صفائی کے فوائد سے آگاہ کرکے گاؤں میں عام صفائی کی کمیٹیاں بنائے۔ اور لوگوں کو مستقل طور پر اِن پر عمل پیرا ہوتے کا عادی بنائے۔

(۳) بیماریوں سے بچانے کے لئے لوگوں کو بیماریوں کی اصلیت سے آگاہ کرے۔ اور علاج بتائے۔ اِس عمل کے لئے بھجن منڈلی بناکر بذریعہ راگ پرچار کرنا مفید ہوگا۔ کیونکہ نظم سادہ بہ نسبت نثر کے مؤثر ہوتی ہے۔

(۴) رسومات بد کے بُرے اثرات سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اور خود بطور نمونہ پیش ہو۔

(۵) ہر بات کی اصلیت واضح طور پر لوگوں کو سمجھائے۔ تاکہ توہمات باطلہ سے اُنکا پیچھا چھوٹ سکے۔

(۶) عوام سے انکی آمدنی اور خرچ کا حساب رکھائے۔ قرضہ کی مصیبت سے آگاہ کرے۔ کفایت شعاری پر مجبور کرے۔

(۷) گاؤں والوں کی شادی و غمی میں بطور ہمدرد و رہنما شامل ہو۔ اور لوگوں میں ہمدردی کے تاثرات پیدا کرے۔
(۸) امداد باہمی کی سوسائٹیاں بنائے۔ اور عملی طور پر امداد باہمی کے فوائد سے آگاہ کرے۔ تاکہ ان میں رابطۂ اتحاد بڑھے۔ اور اتفاق کی جڑ قائم ہو۔
(۹) دیہاتی پنچائتیں قائم کر کے لوگوں کو مقدمہ بازی سے نجات دلائے۔ ہر قسم کا فیصلہ پنچائت میں ہو۔ پنچائت کو مقررہ اور مناسب اختیارات دیئے جائیں۔
(۱۰) تعلیم یافتہ دایہ اور زچہ بچہ کی حفاظت کے اصول مختلف پمفلٹ اور اخبارات پڑھ کر سمجھائے۔ اور ترغیب دلائے۔ تاکہ عام لوگ آئندہ اَن پڑھ دایہ کے جال میں پھنس کر مصائب قبیحہ میں مبتلا نہ ہوں۔
(۱۱) بذریعہ ڈراما اور تماشا ممنوعات سے منع کیا جائے۔ تاکہ وہ ڈرامے دیکھ کر ممنوعات سے تائب ہوں۔
(۱۲) باغیچے اور زراعتی فارموں کے ذریعہ زراعت کے اصولوں سے واقفیت دلائے۔
(۱۳) انجمن کفایت شعاری۔ عوام کو سیونگ بنک جاری کر کے کفایت شعاری کا عادی بنایا جائے۔
(۱۴) خود دھڑے بندیوں سے بچے۔ اور لوگوں کو بچائے۔
(۱۵) مندرجہ بالا فرائض کی ادائیگی میں محض لیکچر مؤثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جاہل اہلِ وطن میں مل جل کر اور اُن کے اپنے بن کر عملی طور پر فائدہ حاصل کرنے کا عادی بنایا جائے۔ جب وہ اچھی باتوں کے عادی ہو جائینگے تو خود بخود بُری عادتوں سے دُور رہینگے۔ اِس سے مدرس کی قدر و منزلت میں بھی مطابق سابق اضافہ ہوگا۔

مدرس کے ذاتی فرائض عام طور پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ جو قدر و منزلت زمانہ قدیم میں مدرسین کی تھی وہ آجکل اُن کو نصیب نہیں۔ اگر غور کیا جائے۔ تو اِس مرض کے بانی مدرس صاحبان خود ہیں۔ ایک فلاسفر کا قول ہے۔ کہ (تعلیم شریف ترین فن ہے۔ مگر رذیل ترین پیشہ) جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ اگر مدرس کا مطمحِ نظر انسانی زندگیوں کا سدھارنا ہے۔ تو بڑا مربّی اور محسن ہے۔ لیکن اگر اس کا مقصد اعلٰے تحصیل زر ہے۔ تو وہ ایک معمولی پیشہ ور سے بھی کم قیمت رکھتا ہے۔ اس لئے اُس کو اپنے شاگردوں سے عزت و توقیر کی اُمید رکھنا عبث بلکہ خیالِ خام ہے حقیقی معلّم بننے کے لئے مدرس کو اپنے آپ میں مندرجہ ذیل اوصاف پیدا کرنے چاہئیں۔

(۱) حُسنِ نیّت۔ مدرس کا فرض ہے۔ کہ وہ قومی اصلاح کو اپنا نصب العین بنائے۔ اور تعصّب و رواداری سے بالاتر رہے۔ تعلیم و تدریس کے وقت اس امر کو ملحوظ رکھے۔ کہ اس کا فرضِ اولین اپنے ہموطنوں اور ابنائے جنس کا سدھار ہے۔ اِس طرح وہ طلباء اور والدین میں حقیقی عزت کے ساتھ مادی فائدہ اور روحانی زندگی کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) حُسنِ خلق۔ ع خوش خلق ہو کے ملنا اکسیر ہے تو یہ ہے۔
مدرس کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ طلباء اور پبلک کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے۔ تاکہ اس کے طرزِ عمل سے ہر ایک فردِ بشر اس سے میل جول میں ہمہ تن راغب ہو۔ یہ نہ ہو۔ کہ طلبا کی شرارتوں کو نظر انداز کر دے۔ اور اُن سے ہنسی اور دل لگی کرے۔ حُسن تدبیر اور متانت سے کام لے جو کہ حُسن خلق کے دو بڑے رُکن ہیں۔

(۳) صبر۔ صبر ظفر کی کنجی ہے جس کا مدرس کے پاس ہونا ضروری ہے۔ تاکہ طلبا کے بار بار پوچھنے اور پبلک کی کسی کجروی سے باز نہ آنے سے اُس کے دل پر گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ بلکہ فراخ حوصلگی سے اُن امورات کا مقابلہ کرے۔ جو کہ اس کے لئے مانع ہیں۔ اگر طلباء سے کوئی بات خلاف ادب صادر ہو۔ تو وہ صبر اور استقلال کے ساتھ اُس کا انتظام کرے۔ یا انہیں تنبیہ و تادیب کرے جس سے آئندہ کے لئے ایسی بات کا دفعیہ ہو سکے۔

(۴) ذاتی قابلیت۔ جہاں مدرس میں مندرجہ بالا سہ گانہ اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ وہاں اس امر کی بھی ضرورت ہے۔ کہ مدرس اپنے فن میں بھی قابلیت رکھتا ہو۔ جس سے وہ اُستادی کے اعلےٰ درجے کے اہل ہو۔ اگر دورانِ تعلیم یا اثنائے تربیت میں اُسے بار بار رُکاوٹیں پیش آئینگی۔ تو وہ جماعت یا افرادِ جلسہ کے روبرو شرمندہ ہوگا۔ اور طلبا اور پبلک کی دلچسپی مفقود ہو جائیگی۔

(۵) مطالعہ۔ کتاب زیرِ تعلیم خواہ کتنی ہی آسان ہو۔ اور بار بار پڑھائی گئی ہو۔ لیکن پھر بھی مدرس کو تیاری سے ہرگز ہرگز گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ اس طرح وہ سامعین یا متعلمین کی مشکلات کو آسانی سے حل کر سکے گا۔ مدرس کا مطالعہ عام ہونا چاہیئے۔ ہر علم و فن سے بقدرِ ضرورت واقفیت ہو۔ مطالعہ رفیقِ کُنجِ تنہائی ہے۔

مدرس کے فرائض متعلقہ جماعت زیرِ تعلیم

(۱) مدرس کو جو بات طلبا کو بتانی یا پڑھانی منظور ہو۔ وہ اِس پیرایہ میں طلباء کے سامنے پیش کرے۔ کہ طلباء اُس کو بخوبی سمجھ جائیں۔ اور طلبا کے دل میں یہ احساس نہ ہو۔ کہ ہمیں مدرس تعلیم دے رہا ہے۔ بلکہ مدرس اپنے آپ کو ایک طالبِ علم کی حیثیت میں طلبا کے سامنے پیش کرے۔ اور نئی معلومات سے طلبا کی واقفیت کو وسیع کرے۔

(۲) طلبا کے سامنے ہمہ وجوہ وہی بنکر پیش ہو۔ جو انہیں بنانا چاہتا ہے۔

(۳) پُرانے طلبا سے عمدہ تعلقات ہوں۔ دیگر طلبا سے بھی پدرانہ برتاؤ ہو۔ تاکہ طلبا مانوس ہوں۔

(۴) طلباء کی جسمانی حالت صحت و تندرستی کا خیال رکھنا مدرس کا فرض ہے۔ کم از کم آدھ گھنٹہ روزانہ

ورزش کرائی جائے۔

(۵) طلباء کے والدین سے تعلقات پیدا کرے۔ طلبا کے نیک و بد سے اُن کے والدین کو ہفتہ وار یا ماہوار آگاہ کرتا رہے۔ اور اُن کے دل و دماغ پر اپنی شخصیت کا اثر ڈالے۔ مگر کسی حالت میں بھی اپنے وقار و عزت کو ہاتھ سے نہ دے۔

بقول شخصے ۔ ضرورت مقتضی ہو جسقدر اتنا تعلق ہو　　نہ اظہارِ تکبّر ہو نہ پروائے تملّق ہو

خلاصہ۔ زمانہ قدیم کے مدرسین کا یہ فرض تھا۔ کہ جو طلباء مدرسے کے احاطے میں آجائیں۔ اُنکے دماغ میں بہت سی باتیں اِس طریقہ سے ٹھونس دی جائیں کہ جس وقت کوئی آدمی اُن سے اِن باتوں کے متعلق سوال کرے تو طلبا عین مناسب اور صحیح جواب دیں۔ اِس زمانہ کے مدرسین کا اِس کے ساتھ ہی یہ فرض بھی ہے کہ طلبا کو اِس قابل بنایا جائے۔ کہ اِن میں بعد از تعلیم اپنے گھر کے کام کرنے اور اقتصادی ترقی کے ذرائع کی قابلیت پیدا ہو۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی علم کے متلاشی رہیں۔ اُن کا دماغ نئی نئی اختراعوں کا موجد ہو۔ اور وہ لوگوں کو اِس قابل بنائے کہ وہ اپنے سود و زیاں کو سمجھ سکیں۔ اپنی صحت اقتصادی ترقی۔ پولیٹکل معاملات کے اسالیب کو سمجھ کر مکمل انسان بن سکیں۔ باہمی ہمدردی۔ کفایت شعاری۔ اسلوبِ زراعت و تجارت سے واقف ہو کر روحانی زندگی حاصل کریں۔ صفائی سچائی۔ ورزش جسمانی کے شوقین ہو جائیں۔ اور نسل کشی مویشیاں کے علم سے واقف ہو کر مویشیوں کی اعلےٰ نسل پیدا کر سکیں۔

تاج محمد کیفی ساہری ہوشیار پور

جواب استفسار مندرجہ رسالہ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(گو صرف دہلی والے زباندانوں سے سوال کیا گیا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ میرا جواب بھی کسی کام کا ہو)

(۱) موٹر۔ یہ لفظ اسم (ناؤن NOWN) نہیں ہے بلکہ اسم صفت (اڈجیکٹو ADJECTIVE) ہے اور اس کے معنی ہیں چلنے والا یا چلنے والی جس جنس کے اسم (ناؤن) کے ساتھ لگے گا ویسے ہی معنی ہوں گے۔

(۲) کار۔ یہ اسم ہے اور اس کے معنی ہیں "گاڑھی"۔ کارٹ بھی اسی کا ساتھی لفظ ہے۔

ہمارے یہاں وہ گاڑھیاں آجکل چلتی ہیں۔ (۱) ایک تو موٹر لاری کہ جسمیں بہت سی سواریاں بیٹھا کرتی ہیں اور یہ عموماً ہر شہر و قصبے میں کرایہ کی ہوتی ہے اور دوسری ہے موٹر کار۔ یہ حکام اور امراء کے یہاں انکی ذاتی سواری کے لئے ہوا کرتی ہے۔ لاری اور کار ہر کیا دو نوں ہی بلحاظ اُردو مؤنث ہیں یہ اور بات ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائی انگریزوں کی نقل میں انکو مذکر بولیں جیسے کہ ریل آتا ہے اور گاڑھی آتا ہے۔ اسٹیشنوں پر پکارا جاتا ہے حالانکہ ریل مؤنث ہے۔ (ڈاکٹر شیاما چرن ورما)

سوز و گداز

(سید دل محمد صاحب فضل جالندھری منشی فاضل)

رہ چکا حدِ راز میں اب راز — اشک بھی ہیں شرحِ سوز و گداز

کوئی شائد ہوا نوا پرداز — ذرہ ذرہ ہے گوش بر آواز

گریۂ عندلیب خندۂ گل — حسن اور عشق کے ہیں ناز و نیاز

جادۂ عشق سے قدم نہ اُٹھے — ہم نے دیکھے بہت نشیب و فراز

تم نظر میں رہو کہ دل میں رہو — یہ ہے ہمراز وہ ہے محرمِ راز

دل کو دل کہیئے تیرے جلووں سے — ایک آئینہ ایک آئینہ ساز

آ گئے بھی اِک نظر دلِ مضطر — کب تک آخر یہ جوشِ سوز و گداز

فطرتِ حسن گو حجاب سہی — نگہ شوق اُٹھا دے پردۂ راز

عشق میں پاسِ خامشی کب تک — چھیڑیئے آگے بڑھ کے پردۂ راز

فکرِ انجام اُٹھ گئی دل سے — کوئی دیکھے تو حاصلِ آغاز

کوئی حد تو فریبِ شوق کی ہو — ہر صدا پہ ہوں گوش بر آواز

آستانِ جنابِ دل سے فضا

اُٹھ چکی اب مری جبینِ نیاز

جماعتی ضبط اور اُسکے حصول کے چند عملی وسائل

جارف لینڈن ایک مشہور ماہر تعلیمات یہودیوں کی ایک مذہبی کتاب ٹالمڈ سے ایک عجیب حکایت نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ خشک سالی کی وجہ سے ایک شدید قحط رُونما ہوا۔ بڑے بڑے مذہبی علماء اور پادریوں نے بارش کے لئے دعائیں کیں۔ مگر بارش کا ایک قطرہ تک سطح زمین پر نہ پڑا۔ آخر کار ایک نہایت سادہ لوح آدمی جو نہایت معمولی لباس میں ملبوس تھا اُٹھا اور اُس خدائے قدیر کے آگے جو ہواؤں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا ہے اور اُن سے بارش برساتا ہے۔ خلوص دل سے بارش کے لئے دست بدعا ہوا۔ اُسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور مینہ شروع ہو گیا۔ حاضرین نے اُس کی طرف حیرت و استعجاب سے دیکھتے ہوئے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب ملا کہ میں چھوٹے بچوں کا اُستاد ہوں۔

یہ حکایت گو میرے نفسِ مضمون سے کچھ زیادہ مناسبت و مطابقت نہ رکھتی ہوگی۔ مگر اس سے مراد صرف یہ ہے کہ اُستاد معلمِ اخلاق کی حیثیت سے تمام بنی نوع انسان میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ اپنی سادگی خلوص نیت اور معصوم بچوں کی بہتری کی ذمہ داری کی وجہ سے خدا کی نظروں میں پسندیدہ ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جب خدائے عزوجل نے ہمیں اِس صف میں لاکر کھڑا کیا ہے۔ تو ہم اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ اور اِس حکایت کی صداقت پر اپنے اعمال سے مہر تصدیق ثبت کریں۔

جدید طرزِ تعلیم میں یُوں تو ایک اُستاد پر اِس قدر ذمہ داریاں عائد کرائی گئی ہیں کہ اگر وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ بھی اُن کے سرانجام دینے میں صرف کردے تو سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مگر جو چیز اُس کے قدرتی فرائض کے حلقہ میں داخل ہے۔ وہ بچوں کی ذہنی۔ اخلاقی اور علمی تربیت ہے۔ اور اِس فریضۂ تربیت کے انجام دینے والے جملہ امورات میں سے سب سے زیادہ اہم جماعتی ضبط ہے۔ معلم و متعلم کی تمام تر کامیابی کا دارومدار اسی پر ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس سے طالب علم کے دل میں ضبط نفس قیام امن۔ وفاداری تعمیل حکم اور خلوص نیت جیسے اوصافِ حمیدہ کے جذبات کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اور جو اُس کی مستقبل کی زندگی پر اثر انداز ہو کر اُس کو حقیقی معنوں میں انسان کہلانے کا حقدار بنا دیتے ہیں۔ اِس کا تعلق سب سے زیادہ معلم و متعلم کے اخلاقیات سے ہے۔ ضبط طالب علم کے دل میں ایسا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جو اچھی باتیں اُس کے مشاہدہ و مطالعہ میں آئیں۔ اُن سے استفادہ حاصل کرے۔ اور جن جن بُری باتوں سے اُس کا واسطہ پڑے۔ اُن سے تنفّر کا اظہار کرے۔ مفید اور غیر مفید امورات میں تمیز کرے۔ اچھی عادات کو اختیار کرے اور بُری عادات کو ترک کرے۔

ضبط ایک وقت طلب چیز ہے۔ اس کے حصول کے لئے مسلسل عملی کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس کا انحصار اُن افعال پر ہے جو اُستاد طلباء کے سامنے عملی طور پر پیش کرتا ہے۔ خواہ کمرۂ جماعت میں۔ خواہ اپنی پبلک یا پرائیویٹ زندگی میں۔ نہ کہ اُن اقوال پر جو وہ کمرۂ جماعت میں بڑی آب وتاب سے پیش کرتا ہے۔ اُستاد کے اقوال وافعال میں جس وقت تک ہم آہنگی پیدا نہ ہوگی اُس وقت تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کمرۂ جماعت میں ایک اُستاد نہایت نصیحت آمیز لہجہ میں اپنے طلباء کو ہدایت کرتا ہے کہ تاش مت کھیلا کرو۔ اس سے تمہارا قیمتی وقت ضائع ہوگا۔ یقیناً اُس وقت طلباء کے دل میں اپنے اُستاد کی وقعت قائم ہوگی۔ لیکن اگر خدانخواستہ اپنی اس ہدایت کے بعد سکول سے واپس آکر اپنی پرائیویٹ زندگی میں وہ اُستاد اُسی کھیل میں خود مصروف ہوگیا ہو تو اُس کی تمام وقعت جو طلباء کے دل میں اُس کے متعلق قائم تھی نقش باطل کی طرح مٹ جائیگی۔ اور وہ اپنے مقصد میں بُری طرح فیل ہوگا۔

ان چند ایک تمہیدی گذارشات کے بعد حصولِ ضبط کے وسائل پر مختصر بحث کی جاتی ہے تاکہ اساتذہ اپنے ایک فرضِ منصبی کا احساس پیدا کریں اور اِس میں کامیاب ہونے کا فخر حاصل کریں۔

جذبۂ احساس کی ترقی — حصول ضبط کے لئے جو اصول قائم کئے جائیں یا جو ذرائع عمل میں لائے جائیں۔ اُن میں یہ امر اشد ضروری ہے کہ بچّوں کے فطرتی جذباتِ لطیفہ کو ٹھوکر نہ لگنے پائے۔ اور اُن کی ہمدردی اور خوشنودیٔ طبع اُستاد کو ہر قدم پر ملحوظ رہے۔ اِس کے لئے اُستاد کی خوش مزاجی اور بلند طبعی اُسکی کامیابی کا راز ہوگی۔ سبق کو ایسے طریق اور لہجہ میں پیش کیا جائے کہ طلباء اُس میں کوئی سختی محسوس نہ کرنے پائیں۔ بلکہ بالکل غیر محسوس طور پر سبق کو ذہن نشین کرتے جائیں۔ بچوں کے احساس کے مادہ کو اگر ترقی دی جائے تو اُس سے نہایت خوشگوار تعلیمی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ جاپان کے ایک مدرسۃ البنات کا واقعہ ہے کہ ایک اُستانی نے ایک طالبہ کے حق میں جماعت کے سامنے کچھ فحش الفاظ استعمال کئے۔ جو اُس کی آزاد اور پاک ضمیر پر اس قدر گراں گذرے کہ اُس نے خودکشی ایسے ہولناک فعل کا ارتکاب کرلیا۔ اُس کی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ بچوں کی قدرتی آزادی اور وقارِ طبیعت کو جبر یہ مصنوعی طریقوں سے خاک میں ملانے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ اُس کو بحال رکھتے ہوئے اُس میں مزید ترقی کے لئے جدوجہد کی جاتی ہے۔

طلباء کے ساتھ حُسنِ سلوک — طلباء کے معاملات میں جہاں تک ہو سکے اُستاد کو نہایت انصاف سے کام لینا چاہئے۔ تاکہ طلباء انصاف پسند بن جائیں اور جب کبھی کسی جُرم کا ارتکاب کریں۔ تو اُس کی پاداش میں اپنے آپ کو اُستاد کے سزا نافذ کرنے سے پہلے ہی سزا یا تنبیہ کا مستحق سمجھیں۔ دوسرے یہ کہ ایک ہی قسم کے حالات اور ایک ہی قسم کے معاملات میں ایک ہی جیسی سزا تجویز کی جائے۔ اگر اس میں کوئی فرق واقع

ہُوا تو اِس سے اُستاد کے ذاتی وقار میں فرق واقع ہوگا۔ تیسرے جو حکم اُستاد کی زبان سے نکلے ایسا واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ہو کہ طلباء کو اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی غلطی نہ ہو۔ وہ کہے جو وہ چاہتا ہے اور چاہے جو وہ کہتا ہے۔ تاکہ طلبا کو اُس سوال کے جواب دینے میں ناحق تکلیف نہ ہو۔ اور اُن کے جواب سے اُستاد کا مقصد حل ہو جائے۔ چوتھی بات جس کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ اگر دو ایسے طالب علموں کا معاملہ درپیش آئے جو کسی خاص سوال کو حل نہیں کر سکے اور اُن میں سے ایک ایسا ہے جس نے اُس سوال کے حل کرنے میں انتہائی محنت اور سوچ سے کام لیا ہے۔ مگر حل کرنے میں ناکامیاب رہا ہے اور دوسرا ایسا ہے کہ اُس نے سوال کو سمجھنے تک کی بھی تکلیف گوارا نہیں کی۔ تو سزا تجویز کرتے وقت اول الذکر طالب علم کی کوشش کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اگر اُس کو بھی وہی سزا دی گئی جو ثانی الذکر کو۔ تو وہ فوراً اِس امر کا احساس کریگا کہ اُس کی محنت اور کوشش کی کوئی قدر نہیں کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مایوس ہو کر آئندہ کام کرنے سے رُک جائیگا۔ حالانکہ اُسی طالب علم کی حوصلہ افزائی سے وہ نتائج برآمد ہو سکتے تھے جو کسی دوسری طرح بہت مشکل ہوتے۔

اِس سلسلہ کی آخری کڑی جو اکثر ناتجربہ کار اُستادوں کو پریشان کر دیتی ہے یہ ہے کہ بعض ہوشیار طلباء اُستاد کو اپنی طرف اِس لئے متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُستاد اپنے سوال کا جواب اُن سے طلب کرے۔ وہ اپنی قابلیت ظاہر کر کے دوسرے طلباء پر اپنا سکہ بٹھانے کی غرض سے ضبط کے اصولوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اور بغیر استفسار کے بڑی شدّومد سے اپنے آپ کو جواب کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ایسے طالب علموں پر سختی نہیں چاہیئے اور عموماً سزا سے مستثنےٰ رکھنا چاہیئے۔ گو یہ جذبہ بچوں کی قدرتی خصوصیات میں داخل ہے تاہم اس کی اصلاح کرنا نہایت لازمی ہے۔ اور اس کی اصلاح بغیر کسی سختی کے ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ کہ اُن کو نہایت متانت اور سنجیدگی سے یہ سمجھا دیا جائے کہ اپنے آپ کو ضبط میں لاؤ۔ اور اپنے اِس جذبۂ بے اختیار کو قابو میں لانے کی کوشش کرو۔ اِس کے لئے سختی کی بجائے نگرانی ضروری ہے۔

طلبا کی توجہ

سبق کی تفہیم کے سلسلہ میں طلبا کی توجہ کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُستاد نے سبق تیار کرنے میں انتہائی محنت اور کاوش سے کام لیا ہو اور اِس پر اُس نے کافی وقت صرف ہُوا ہو۔ مگر دوران سبق میں اگر طلبا کا خیال تفریح کی چھٹی کی طرف ہے یا اپنے خوبصورت کپڑوں کا دوسروں کے کپڑوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں تو اُستاد کو ایسے حالات میں پڑھانے سے نہ پڑھانا بہتر ہے۔ اس لئے اُستاد کو اپنے تجربہ سے طلبا کی توجہ کا جائزہ لینے میں مہارت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور جب تک اُن کی توجہ کو سبق کی طرف مبذول نہ کرلے اُس وقت تک ایک لفظ بھی پڑھانے کی کوشش نہ کرے۔ سبق کے لوازمات کے علاوہ کسی دوسری طرف طلباء کی توجہ کا مبذول ہو جانا اُن کے حق میں سم قاتل ہے۔ اس لئے اُستاد کو اُن کی توجہ بحال کرنے کے لئے تمام ممکن کوششیں عمل میں لانی چاہئیں۔ سبق کو حتی الوسع آسان بنائے۔ اُس کو عملی شکل میں پیش کرے اور دلچسپ بنائے۔ اس کو ایسے

طریق اور ایسے لہجہ میں پیش کرے کہ طلبا غیر محسوس طور پر توجہ قائم رکھنے پر مجبور رہیں۔ اُن کے دل و دماغ کام کریں۔ سبق کے نشیب و فراز سے اُن کے جذبات متاثر ہوتے چلے جائیں۔ اُستاد کو اس غرض کے لئے بشاشت طبع سے کام لینا چاہئیے۔ سبق جس قدر اجازت دے اُس کے موافق اگر طلبا کی ضیافت طبع کے لئے کوئی دلچسپ بات کہی جائے تو اس میں ہرج نہیں۔ البتہ خیال رہے کہ یہ بات یا ریمارک بیہودہ نہ ہو۔ طلباء اُستاد کے ساتھ ہنسیں اُستاد پر نہ ہنسیں۔ یعنی مذاق کی کیفیت و نوعیت اور اُس کے نتائج سے اُستاد کو آگاہ ہونا لازمی ہے۔

بعض امورات جو طلبا اور اساتذہ دونوں کی توجہ کو منتشر کرنے کے ذمہ وار ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ ذمہ وار امر اُستاد کا دوران سبق میں معمولی معمولی غلطیوں کی اصلاح کے لئے ٹھہرنا ہے۔ یہ بالکل ضروری سمجھا گیا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ اِس صورت میں سبق کو صحیح طور پر منتج کرنا اور اُن تمام امورات کا واضح کیا جا سکنا جو طلبا پر واضح کئے جانے ضروری ہیں نہایت مشکل ہے۔ کامیاب سبق چونکہ ایک مسلسل چیز ہے۔ اگر اس میں اُستاد کا خیال کسی دوسری طرف چلا گیا تو وہ یقیناً اپنے سبق پڑھانے میں فیل ہو گیا۔ یا اگر طالب علم کی توجہ کسی دوسری طرف مبذول ہو گئی تو وہ سبق کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ اِس بات کو ایک مثال سے اِس طرح واضح کیا جا سکتا ہے کہ ایک شاعر جس کو اپنے مقصد کے لئے انتہائی خلوت گزینی کی ضرورت ہے۔ اگر چاہے کہ وہ شارع عام میں بیٹھ کر اپنے دماغ کو لطیف خیالات اور تاثرات سے متکیف کرے تو بالکل محال ہے۔ یا اگر وہ نظم کا کوئی ڈھانچہ بنانے میں کامیاب بھی ہو گیا تو یقیناً جو کامیابی اُس کو خلوت میں حاصل ہو سکتی تھی شارع عام میں ہرگز نہ ہوئی ہو گی۔ بالکل اسی طرح ایک اُستاد کے لئے یہ مشکل ہے کہ اپنے سبق کے سلسلہ کو جا بجا قطع بھی کرتا جائے۔ خیالات و توجہ کو دوسرے امورات غیر متعلقہ کی طرف مبذول بھی کرتا جائے اور پھر اپنے سبق میں کامیاب بھی ہو۔ مگر اُستاد چونکہ سبق زیر تعلیم سے اچھی طرح آگاہ ہوتا ہے۔ اور اِس کو کسی حد تک اِس پر عبور حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اُس پر اس غیر تسلسل پن کا کچھ خاص اثر نہ پڑے۔ مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ طلبا کے حق میں جنہیں اس سبق کو ابھی پڑھنا ہے یعنی ایک نئی چیز کا ادراک کرنا ہے۔ سم قاتل سے کم نہیں ہے۔ اِس لئے ثابت ہوا کہ دورانِ سبق میں معمولی غلطیوں کی اصلاح کرنا دیگر تمام ایسے غیر متعلقہ امورات کے لئے غیر ضروری ہے۔ اُن کو اپنے مناسب اوقات میں عمل کرنا چاہئیے۔ مثلاً جغرافیہ یا تاریخ کا سبق ہے۔ اور دورانِ سبق میں ٹھہر کر اُستاد طالب علم سے کہے آج سلیٹ صاف کیوں نہیں کی تھی۔ کل تمہیں بخار تھا آج کیا حال ہے۔ یا یہ کہ تم نے ابھی تک فیس ادا کیوں نہیں کی ہے وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ ضروری نہیں کہ یہ تمام سوالات طلبا کو ایسی پریشانی میں ڈال دینے میں جن سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

نتیجہ۔ غرضیکہ ایک قابل اُستاد کے لئے بے حد ضروری ہے کہ اپنی ضمیر کو آزاد۔ روشن اور بشاش رکھے۔ دُنیاوی غمگینیوں۔ حسرتوں اور نا اُمیدیوں سے متاثر ہو کر اسے زنگ آلود نہ ہونے دے۔ بچوں کی تربیتی ضروریات

کو ہر لحظہ پیش نظر رکھے جس معلم نے بچوں میں رہ کر بچوں جیسا بن جانا نہ سیکھا اور اُن کی چھوٹی چھوٹی بظاہر حقیر مسرتوں میں شامل ہونا نہ سیکھا تو یقیناً اُس نے اپنے فرائض منصبی کے لوازمات کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے آپ پر اور بچوں پر ظلم کیا۔

غلام نبی حیرت ایف۔ایس سی جے اے وی ٹیچر ڈی۔بی مڈل سکول جلالپور جٹاں

غزل

(پنڈت اندرجیت صاحب شرما چھرہ ضلع میرٹھ)

گھٹائیں دیر سے منڈلا رہی ہیں صحنِ گلشن پر
کوئی تازہ مصیبت آنے والی ہے نشیمن پر

تمنا دل کی بعد مرگ بھی شائد ہی پوری ہو
تغافل جن کی عادت ہے وہ کیوں آئیں گے مدفن پر

ملا کر خاک میں گمنام کو بدنام کرتے ہیں
وہ اک پتھر بھی لائے ہیں نصب کرنے کو مدفن پر

مری تخلیق میں کیا راز تھا کیا فائدہ دیکھا
لگائے سینکڑوں دھبّے مری ہستی کے دامن پر

سُنانے کیلئے کیوں حالِ دل مجبور کرتے ہو
یہ کھچی ہے دیکھ لو تصویر دل کی میرے دامن پر

فنا کے بعد بھی سینے پہ تصویر اجل رکھدی
یہ سبزہ کیوں اُگا یا ہے الٰہی میرے مدفن پر

بنک

(از لالہ رتن چند صاحب جین ایم اے۔ بی کام)

بنک ایک خاص قسم کی کمپنی کا نام ہے۔ جو روپے کے لین دین کا کاروبار کرتی ہے۔ بنک کسی ایک آدمی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ بلکہ بہت سے آدمی مل کر بنک کھولتے ہیں۔ بنک کھولنے کے لئے کم از کم سات آدمیوں کا ہونا ضروری ہے ان کو صوبہ کی کمپنیوں کے رجسٹرار سے درخواست کرنا پڑتی ہے کہ ہمیں بنک قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر یہ اشخاص قانونی شرائط کو پورا کریں اور رجسٹرار کو یقین ہو جائے کہ جائز کاروبار کی غرض سے بنک قائم کیا جاتا ہے۔ تو ان کو اجازت مل جاتی ہے۔ اجازت ملنے کے بعد یہ اشخاص عام لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ بنک کو قائم کرنے میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔ بنک کا جتنا سرمایہ رجسٹرار نے منظور کیا ہو اس کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر ایک حصہ کی قیمت پانچ۔ دس۔ پچاس یا ایک سو روپیہ رکھی جاتی ہے۔ انگریزی میں حصہ کو share کہتے ہیں اور حصہ خریدنے والوں کو share holders کہتے ہیں۔ اخباروں میں اشتہار نکالے جاتے ہیں اور لوگوں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ بنک کے حصے خریدیں۔ جن لوگوں کے پاس روپیہ فالتو ہوتا ہے وہ آمدنی پیدا کرنے کی غرض سے حصہ جات خرید لیتے ہیں۔ کئی کئی مالدار اشخاص تو ہزاروں روپیہ کے حصے خریدتے ہیں۔ اگر سب حصے فروخت ہو جائیں۔ اور لوگوں کی طرف سے حصوں کی مانگ ابھی جاری ہو تو حصہ کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ یعنی پانچ روپیہ والے حصہ کی قیمت چھ یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ بعض اشخاص اس وقت نفع کمانے کی غرض سے اپنے حصے فروخت کر دیتے ہیں۔ جس طرح کہ دیگر اشیا کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اسی طرح سے ان کاغذ کے ٹکڑوں کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ حصوں کی خرید و فروخت کے لئے ایک علحدہ مارکیٹ ہوتی ہے جس کو سٹاک ایکسچینج مارکیٹ (Stock Exchange) بولتے ہیں۔

ان حصوں کے خریدنے والے ہی کمپنی کے مالک ہیں۔ کمپنی کو سال بسال جو نفع ہوتا ہے وہ نفع ان مالکان حصص کے درمیان فی حصہ کے حساب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہی خریدنے والوں کی آمدنی ہے۔ اور اسی آمدنی کی غرض سے لوگ حصے خریدتے ہیں۔ اگر بنک کا کاروبار اچھا ہے اور منافع کافی ہے تو حصہ داروں کو بھی کافی آمدنی ہوگی۔ اگر بنک کو آمدنی نہیں ہوئی تو حصہ داروں کو بھی کچھ نہیں ملیگا۔ حصہ دار بنک کے مالک ہیں۔ انکو اپنے دیئے ہوئے روپے کے اوپر سود نہیں ملتا اور نہ ہی ان کو بنک سے یہ روپیہ واپس مل سکتا ہے۔ تاوقتیکہ بنک بند

نہ ہو جائے ۔ لوگ حصص جات خریدنے کے کیوں مشتاق ہوتے ہیں؟ اس لئے کہ ان کو ہمیشہ آمدنی ہی کی اُمید ہوتی ہے ان کا نقصان محدود ہے ۔ اگر بنک کو نقصان ہو جائے تو یہ نقصان حصہ داروں کے سر پر نہیں پڑتا ۔ حصہ داروں کا نقصان تو اتنا ہی ہے جتنا روپیہ کہ انہوں نے حصوں کا دیا ہے یا دینا ہے ۔ اپنے حصہ کی قیمت سے زیادہ ان کا نقصان نہیں ہو سکتا ۔ اس سے زیادہ نقصان بنک کے قرض خواہوں کو برداشت کرنا پڑیگا ۔ یہ رعایت انکو قانونی طور پر ملی ہوئی ہے ورنہ کوئی شخص حصے نہ خریدتا اور اپنا روپیہ دوسروں کے ہاتھ میں نہ دیتا ۔ لمیٹڈ لفظ جو بنک کے نام کے بعد لگا ہوتا ہے ۔ اس کے یہی معنے ہیں ۔ انگریزی میں لیمٹڈ (Limited) محدود کو کہتے ہیں ۔ کیونکہ حصہ داروں کا نقصان ایک حد تک محدود ہوتا ہے ۔ اس لئے بنک یا کمپنی کے نام کے ساتھ Limited کا لفظ لگا ہوتا ہے ۔

حصہ دار جب چاہیں اپنے حصے فروخت کر سکتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ خریدار کم ہوں ۔ یا بنک کی مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے کوئی خریدار نہ ملے یا اگر ملے تو وہ حصہ کی پوری قیمت ادا کرنے پر رضامند نہ ہو اُس حالت میں حصہ دار کو پانچ روپیہ والے حصہ کے لئے شائد چار روپے یا اس سے بھی کم روپے ملیں ۔ حصہ کی قیمت بنک کی مالی حالت اور لوگوں کی خواہش پر منحصر ہے ۔ امپیریل بنک آف انڈیا کے پانسو روپے والے حصہ کی قیمت آجکل تقریباً پندرہ سو روپیہ ہے ۔ بنک کی مضبوطی ۔ مقبولیت و شہرت کا اندازہ بھی حصہ کی قیمت سے لگایا جاتا ہے ۔ اگر بنک کا حصہ اصلی قیمت سے زیادہ فروخت ہو رہا ہے تو بنک اچھی حالت میں ہے ورنہ بنک کی مالی حالت لوگوں کی نظروں میں خراب ہے ۔

متوسط درجہ کے لوگ بھی بنک کے حصہ جات خرید سکتے ہیں ۔ کیونکہ حصہ کی تمام قیمت یک مشت نہیں لی جاتی کچھ روپیہ حصہ خریدنے کی درخواست کے ساتھ ۔ کچھ حصہ خرید لینے کے بعد ۔ اور باقی کا روپیہ جوں جوں بنک طلب کرے ادا کرنا پڑتا ہے ۔

بنک کا انتظام چند تجربہ کار حصہ داروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔ ان کو ڈائرکٹر بولتے ہیں ۔ ڈائرکٹر سال کے سال حصہ داروں کی میٹنگ میں چُنے جاتے ہیں ۔ انتظامیہ کمیٹی کو بورڈ آف ڈائرکٹرز کہتے ہیں ۔ انتظام اور کاروبار چلانے کے لئے یہی ذمہ وار ہوتے ہیں ۔ ہر ایک ڈائرکٹر کے پاس ہزاروں روپیہ کے حصہ جات ہونے ضروری ہیں تاکہ اپنے نفع کی خاطر دلچسپی کے ساتھ کام کریں ۔ ان کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی ۔ بلکہ میٹنگ میں حاضری پر فیس دی جاتی ہے ۔ بورڈ کی میٹنگ وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے ۔ لیکن حصہ داروں کی میٹنگ سال کے بعد ہوتی ہے ۔ ڈائرکٹر سال کی رپورٹ اور حساب پیش کرتے ہیں ۔ بنک کے لئے لازم ہے کہ سند یافتہ آڈیٹر سے حساب جانچ ہو ۔ پڑتال شدہ حساب کی ایک کاپی رجسٹرار کے دفتر میں بھیجی جاتی ہے اور حصہ داروں کو بھی کاپیاں

مہیا کی جاتی ہیں تاکہ وہ بھی اپنی رائے ظاہر کرسکیں۔ کیونکہ حساب کا پاس کرنا یا نامنظور کرنا حصہ داروں کے اختیار میں ہے۔ ڈائرکٹروں کو اس نکتہ چینی کا بہت خوف ہوتا ہے۔ اگر کسی ڈائرکٹر کے خلاف کوئی شکایت ہو تو ممکن ہے وہ دوبارہ منتخب نہ ہوسکے۔ اس لئے ہر ایک ڈائرکٹر کو محتاط رہنا پڑتا ہے۔ سالانہ میٹنگ میں نفع نقصان کا حساب و فہرست جائداد و قرضہ جات (Balance Sheet) پیش کئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ڈائرکٹر سفارش کرتے ہیں کہ نفع کا اتنا روپیہ تقسیم کیا جائے۔ اور باقی روپیہ محفوظ رکھا جائے۔

بنک کا روزانہ کام چلانے کے لئے بہت سے کلرک۔ اکونٹنٹ اور خزانچی ملازم رکھے جاتے ہیں۔ تمام سٹاف کے اوپر ایک منیجر ہوتا ہے جس کا کام نگرانی کرنا ہوتا ہے۔ بنک کے کام میں ایمانداری کی بہت ضرورت ہے۔ اس واسطے عام طور پر ذمہ وار ملازموں سے نقد ضمانت بھی لی جاتی ہے۔ گورنمنٹ نے قانوناً بہت سی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ تاکہ لوگوں کا روپیہ بنک میں محفوظ رہے۔ حصہ داروں کا بھی فرض ہے کہ بنک کے کام میں دلچسپی لیتے رہیں تاکہ سٹاف اور ڈائرکٹر ایمانداری سے اپنے فرائض کو سرانجام دیں۔ کیونکہ ایک بنک کے ناکام ہوجانے سے ہزاروں آدمیوں کا کاروبار تباہ ہوجاتا ہے۔ جن آدمیوں کا روپیہ بنک میں جمع ہوتا ہے وہ اپنا روپیہ کھو بیٹھتے ہیں۔ جو دوکاندار بنک سے قرضہ لیکر کاروبار چلاتے ہیں۔ ان کو قرضہ نہ ملنے کی صورت میں نقصان ہوتا ہے۔ روپیہ کی تنگی کی وجہ سے کارخانے بند کرنے پڑتے ہیں۔ یا زیادہ سود پر روپیہ لینا پڑتا ہے۔

بنک کے کاروبار کے بند ہوجانے کا نام بنک کا فیل ہونا ہے۔ فیل ہونے کی وجہ بنک کا نقصان اُٹھانا۔ اور لوگوں کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ حصہ داروں کو منافع کم ملتا ہے۔ حصوں کی قیمت گرنی شروع ہوجاتی ہے۔ اور لوگ اپنا روپیہ بنک سے نکلوانا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اپنا روپیہ جلدی نکلوائے۔ بنک کے سب قرضخواہ یک لخت روپیہ طلب کرتے ہیں۔ اور چونکہ بنک کے پاس اتنا روپیہ نقدی کی صورت میں نہیں ہوتا۔ مجبوراً بنک کے دروازے بند کرنے پڑتے ہیں یعنی بنک فیل ہوجاتا ہے۔ ممکن ہے بنک کی جائداد کافی ہو اور قرضخواہوں کو کچھ مدت کے بعد پورا روپیہ واپس مل جائے۔ مگر نقد روپیہ کم ہونے کی صورت میں بنک فیل ہوجاتا ہے۔ بنک کی مضبوطی کا اندازہ اس کی نقدی یا جلدی وصول ہونے والے قرضہ جات کو دیکھ کر لگایا جاتا ہے۔ جس بنک کی نقدی۔ ہنڈیاں اور کفالتجات زیادہ ہیں اس کی حالت مضبوط ہے۔ بعض دفعہ شرارت کی وجہ سے بھی بنک فیل ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو بنک کے برخلاف شکایت ہو تو وہ جھوٹی افواہ پھیلا دیتا ہے کہ بنک کی حالت کمزور ہے۔ اس پراپیگنڈہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ قرضخواہ روپیہ طلب کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اور بنک کو مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر قرضخواہ لوگ جن کا روپیہ بنک میں جمع ہے

ذرا صبر۔ استقلال اور دانشمندی سے کام لیں۔ تو کئی بنک فیل ہونے سے بچ جائیں اور ہزاروں لوگ تباہ ہونے سے بچ جائیں۔ ایک بنک کے فیل ہونے کا اثر دوسرے بنکوں پر بھی ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا اعتبار دوسرے بنکوں پر سے بھی اُٹھ جاتا ہے۔ تجارت بند ہو جاتی ہے۔ کارخانے بند ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی بیکار ہو جاتے ہیں۔ قرضخواہوں کو چاہیئے کہ افواہ پر اعتبار نہ کریں بلکہ بنک کی Balance Sheet یعنی فہرست جائداد کو دیکھ کر مضبوطی کا اندازہ لگائیں۔ کم از کم تعلیم یافتہ اشخاص کا فرض ہے کہ وہ جھوٹی افواہوں کا شکار بن کر بنک اور تجارت کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جب کبھی ایسی افواہ سُنیں فوراً بنک کے منیجر یا ڈائرکٹروں کو اطلاع دیں۔ اور ان سے جواب طلب کریں۔ یہ ایک خدمت ہے جو کہ ہر ایک تعلیم یافتہ شخص پر لازم ہے۔ اس میں اپنا اور ملک دونو کا بھلا ہے۔ ہندوستان میں بنک زیادہ فیل ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ جلدی ہی افواہ کو سچ مان کر بغیر تفتیش کے گھبرا جاتے ہیں۔ اور بنک سے روپیہ مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر لوگ حوصلہ اور دُور اندیشی سے کام لیتے تو آج ہندوستان میں ہندوستانی بنکوں کا قحط نہ ہوتا۔ اور تجارت کی اس قدر بُری حالت نہ ہوتی۔ اور بیکاری اس قدر بھیانک معلوم نہ دیتی۔

(بنک۔ تجارت اور بیکاری کا تعلق اگلے مضمون میں لکھا جائیگا)۔

غزل

(از حضرت فوقؔ سبزواری بدایونی)

فسانہ کیا سُناؤں عالمِ تخلیقِ انساں کا
میں خود کھویا ہؤا مضمون ہوں ہستی کے عنواں کا

وہ کیا سمجھے بھلا تیرے رموزِ ظاہر و باطن
سمجھ سکتا نہ ہو جو فلسفہ اپنی رگِ جاں کا

حیات و مرگ پر ہے مشتمل دنیا کی رنگینی
گلستاں نام ہے خمیازۂ ہر برق و باراں کا

مری اُکھڑی ہوئی سانسیں یقیناً حشر ڈھائینگی
مجھے رہ رہ کے افسانہ سناتی ہیں دل و جاں کا

دو رنگی باغِ عالم کی دلیلِ بے ثباتی ہے
سبق پڑھ پڑھ کے اکثر بھول جاتا ہوں گلستاں کا

خدا جانے پھر اس کی صبح کیسی صبحِ غم ہو گی
تخیل حشر در آغوش ہے جس شامِ ہجراں کا

کشش ہے بے سر و سامانیِ جذبِ محبت کا
سمٹ کر فوقؔ گھر میں آگیا عالم بیاباں کا

لفظ بید ہے یا وید

جناب برہمی اگنوری

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۳۴ء میں مولانا محمد حمید اللہ صاحب نائب سکرٹری ادیب اردو گوالیار اس کی تصحیح چاہتے ہیں۔ کہ لفظ وید ہے یا بید وہ دونوں قسم کے حوالے بھی ارقام فرماتے ہیں۔ اور آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر مدلل ثبوت نہ ملا تو خواجہ وزیر لکھنوی کی رائے کے مطابق بید ہی کو صحیح مان لیا جائے گا۔

میں اپنے قابل دوست کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کسی زبان کے ادب کی بابت کیوں نیز صحت و عدم صحت کا فیصلہ صرف اسی زبان کے ماہر، عالم، ادیب کر سکتے ہیں۔ غیر شخص کو دخل انداز ہونے کا حق نہیں۔ البتہ وہ تقلید کر سکتا ہے۔ چاہے اپنی زبان کا مجدد ہی کیوں نہ ہو . . . . . آپ نے خواجہ وزیر نیز انشت رام (جو بعد میں عبید اللہ ہو گئے) کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ بید کو بائے عربی سے لکھتے ہیں۔ مگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ان دو حضرات کے بیان کو سند مان لینے کا جناب کو بھی کیا حق ہے۔ میں مانتا ہوں کہ خواجہ وزیر کی وہ ہستی ہے۔ جس کی نسبت شیخ ناسخ نے کہا تھا۔ کہ اگر میں وزیر کا استاد نہ ہوتا۔ تو اس کی شاگردی اختیار کرتا۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اردو کے کسی لفظ کا فیصلہ وزیر کے کلام کی سند سے ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ ہندی یا سنسکرت میں بھی خواجہ وزیر کے کلام کو سند تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ اس میدان کے مرد نہیں۔ جب ان زبانوں کے متعلق بحث ہوگی۔ تو لازمی اس کے جج ہندی یا سنسکرت کے مستند کوی (شاعر) یا ادیب ہی قرار دئے جائیں گے۔

آپ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ انشت رام کا کلام کیوں نہ سند مان لیا جائے۔ وہ بعد میں ہی تو عبید اللہ ہوئے اس کے متعلق میں یہ کہوں گا۔ کہ . . . . . یوں تو ہر زبان کے افراد دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) جن کا تلفظ صحیح ہو (۲) جن کا تلفظ غلط ہو . . . . مگر ہندی میں یہ مرض طاعون کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ کہ عام طور سے ہر فیصدی پڑھے لکھے سنسکرت دان فارسی کو پھارسی۔ اظہر کو اجہر۔ غلام کو گلام۔ غرض کو گرج۔ فیس کو پھیس۔ واقف کو واکپ قران کو کُران۔ بولیں گے بھی اور لکھیں گے بھی۔ مگر اس حقیقت پر پردا نہیں ڈالا جا سکتا۔ کہ ان کے اس فعل سے الفاظ کی ہستی بدل سکے جس وقت کسی نے گرفت کر لی۔ تو اُن کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ قابل صاحب آپ ہندی اور سنسکرت کو نظر انداز فرما دیجئے اور تھوڑی دیر کے لئے اردو کے میدان میں آجائیے۔ اس میں سے بھی ناخواندہ نیم خواندہ حضرات کو قطعی چھوڑ دیجئے۔ خاص شعرا و ادبا کو دیکھئے (جن پر زبان کی بنیاد ہے) کہ وہ صحت تلفظ کا کتنا خیال کرتے ہیں۔ اس میں مستند اساتذہ مستثنیٰ ہیں۔ کیا آچار کو اچار۔ ادبار کو ادبار۔ اژدرہا کو بمعنی جمع اژدر۔

اِصطبل کو اَصطبل ۔ بیگم کو بگم ۔ تُف کو تُفت ۔ بُقراط کو سُقراط ۔ مُزدور کو مَزدور نہیں بولتے کیا بہت سے رخصت کا قافیہ جیتنا اور رہبر کا ۔ منبر یا منتر کا نہیں کر جاتے ۔ اور غلط العام فصیح کی آڑ نہیں لیتے ۔ مگر یہ تو تسلیم ہی کئے بنیگی کہ غلط پھر غلط ہے ! اور صحیح پھر صحیح کوئی شخص غلط بات کو رواج دے سکتا ہے ! اور ممکن ہے کوئی اس کی غلطی پر توجہ بھی نہ کرے ۔ لیکن اگر کوئی خم ٹھونک کر سامنے آگیا اور بات کو معیارِ تحقیقات پر رکھ دیا تو کھوٹے کھرے کا یقیناً حال کھل جائیگا ۔ مثلاً مجدد الوقت ۔ علامہ الدہر ۔ اور خدا جانے کیا کیا ۔ حضرت جناب مولانا ۔ مولوی منشی سیماب صاحب کا وہ ناک دنا دِن تاک دنا دا الاعروض شائع ہو جاتا ! اور کافی مخلوق اُس سے مستفید کہئے یا گمراہ ہو جاتی ہے ۔ کوئی خیال بھی نہیں کرتا ۔ مگر جب ایک حامیِ ادب کامل فن بزرگ کہ ۔ حضرتِ صابر کہیں جنہیں ۔ اٹھتے ہیں تو اس جادو کی فضا میں مجددیت کے زعم کی بنیادوں پر چنے ہوئے قلعہ کی نہ صرف اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں ۔ بلکہ اس کی جڑوں میں اتنے اتنے گہرے غار بھی کر دیتے ہیں ۔ کہ اگر کوئی دوسرا شخص بھی اس جگہ پر فریب کی تعمیر کرنا چاہئے ۔ تو اس گڑھے میں اس ٹھاٹھ سے گرے کہ نہ اس کے عزیزوں کو گور کی تکلیف ہو نہ کفن کی ۔ زندہ باد مولانا صابر زندہ باد ۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہو گئی ہے پھر سب سے زیادہ مزیدار بات تو یہ ہوا کرتی ہے ۔ کہ ایسے موقع پر لوگ اپنی تعمیر کا پلاستر ادھڑتا ہوا دیکھ کر یا سن کر یوں کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ جیسے ان کے متعلق کوئی بات ہی نہیں کی گئی ۔ یا جیسے اس قسم کی تنقیدوں سے انہیں کوئی واسطہ ہی نہیں ۔ یا جیسے یہ تمام باتیں عم قبلہ حضرت نوح مدظلہ یا استاذی وسیدی حضرت احسن مدظلہ یا مولانا خاک اجمیری کی نسبت کی گئیں ہیں ۔ نہ سانس نہ ڈکار گم صم حسرت سے بیٹھے تکتے ہیں . . .

. . . چرا کارے کند عاقل کہ . . . .

استغفر اللہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی . . . . . ہاں تو کہنا یہ ہے کہ ایسے معاملات میں سند اُسی زبان کے مستند ادیبوں کے کلام سے لی جا سکتی ہے ۔ نیم خواندہ یا بازاری یا دفتری لوگ اس مہم کو سر نہیں کر سکتے ۔ اُن کا قلم اُن کے ہاتھ میں ہے ۔ اور اُن کی زبان ان کے منہ میں جو چاہیں لکھیں ۔ اور جدھر چاہیں عرض فرمائیں ۔ ہر حالت میں بات غیر مستند رہے گی ۔

مجھے ہی کیا ہر اُس شخص کو یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑیگی ۔ جو ذرا بھی اخباری دُنیا سے متعلق ہے ۔ . . . کہ . . . . یہ کاتب صاحب قدرت کی نیرنگیوں کے عجیب و غریب شاہکار ہوتے ہیں ۔ کوئی تصنیف جناب کی دستبرد اور اصلاح سے نہیں بچ سکتی ۔ . جملہ معترضہ تو ہے ۔ مگر بات موقع کی ہے ۔ لگے ہاتھوں سن لیجئے ۔ . . کہ . . . سالنامہ عالمگیر ۱۹۲۴ء میں میری ایک نظم شباب حسن صفحہ (۱۶۰) پر نکلی ۔ اس کے دوسرے بند کا پہلا شعر تھا . . . تیر بھرے ہیں نظر کے اندر ۔ کھیل رہی ہے برق لبوں پر . . . منشی جی جو اس میں معنوی غلطی نظر آئی ۔ تو جھٹ اصلاح فرما کر شعر یوں کر دیا . . . . تیر بھرے ہیں نظر کے اندر ۔ کھیل رہی ہے برق کے اندر . . . الامان الامان شعر کتنا

بند ہو گیا۔ اور اس میں کتنے محاسن الکدم داخل ہو گئے۔ یہ اہل نظر جانیں بے ساختہ کیوں داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ۔۔۔۔
واہ بے بندر واہ ہے بندر۔۔۔ تیسرے بند کا چوتھا مصرعہ جو میرے نزدیک بندجان تھا۔۔ یعنی۔۔۔ غارت کر
دے غارت کر دے۔۔۔ اس کو منشی جی اپنی قابلیت کی طرح قطعی چاٹ گئے اور اس کی جگہ سوا انچ کی خوبصورت
سی ایک لکیر کھینچ دی۔ اس ہرزہ سرائی سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پورے پورے مصرعوں کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔ پھر اگر یہ
بے پڑھوں کے سنے سنائے الفاظ کی تائید میں व کا پیٹ چاک کر کے ढ اور ब کا व بنا دیں۔ تو اس
میں انہیں کیا دقت پیش آئے گی۔ اور اُس سے اصل لفظ کی صحت پر کیا اثر پڑے گا۔ حضرت یہ تو قرآن مجید میں بھی
معاذ اللہ اصلاح عرض کر دیتے ہیں۔ پھر اور کسی کو کیوں بخشنے لگے

اب سنئے تلسی داس اپنی مشہور رامائن میں فرماتے ہیں۔

बेद विहित सब हौ का निज्ही पित देहु सो पांव टीका

دوسری جگہ کہتے ہیں۔۔

द्वा दु रवाते बंदु गौर कुहाई बेद पद निमबदु समुदाई

ان دونوں پائیوں میں لفظ وید ہے۔ اور چونکہ میرے پاس اس وقت رامائن نہیں ہے محض اپنے حافظہ کی یقین
کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔ اس لئے حوالہ نہیں دے سکا۔ انشاء اللہ آپ جب تحقیقات کریں گے تو صحیح پائیں گے۔ اب سنئے
کبیر داس فرماتے ہیں۔

है सेरी गुरु रूपानी जगत में औल्ल बेद बजे

غرض ۹۵ فیصدی شعراء ہندی نے وید لکھا ہے۔ مگر ۵ فیصدی بید والے بھی آپ کو ملیں گے۔ مجھے آپ کی
رائے کے ماتحت یہ کہنے کا تو حق ہو جائے گا۔ کہ آپ لفظ وید کو تسلیم کریں مگر مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اکثر
مثالیں بید کی بھی تو ملتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر اس لفظ میں ہندی شعرا باہم کیوں اختلاف کرتے ہیں
اس کا جواب اوپر میں دے آیا ہوں۔ کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں پہنچ جاتا ہے۔ تو پہلے ناخواندہ لوگ
اسے بگاڑ دیتے ہیں اور کثرت استعمال کے باعث پھر پڑھے لکھے بھی اپنی تصنیفات میں اسے شامل کر لیتے ہیں۔ جنکی
کچھ پچاسوں مثالیں فارسی سنسکرت کے ان الفاظ سے ملیں گی۔ جو آج فصیح اردو میں سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ غلط
ہیں۔۔۔ یہی حال اس لفظ وید کا ہے۔ اصلاً یہ لفظ سنسکرت کا ہے۔ بھاشا کے بعض کویوں نے اس کو توڑ موڑ
کر اس کو بید بنا لیا۔ ایسی حالت میں اس کا فیصلہ لغت کرے گا۔ جس کو ہر شخص (شاعروں) تسلیم کرے۔ میرے پاس اس
وقت ہندی کے صرف دو لغت موجود ہیں۔ دونوں میں پہلے لفظ بید کو تلاش کیا مگر مجھے نہیں ملا اور ملتا تو اس وقت
جب اس کی کچھ اصلیت ہو۔

پہلا لغت گنگا ہندی کوش جس کے پرکاشک (اشاعت کنندہ) رام نرائن پبلشر اینڈ بک سیلر الہ آباد ہیں
اور نیشنل پریس الہ آباد میں یہ چوتھی بار ۱۹۲۸ء میں۔۔ ۵۰۰ کی تعداد میں چھپا ہے۔ اس کے سرورق پر ٹائیٹل پیج

پر یہ الفاظ تحریر ہیں चतुर्वेदी द्वारका प्रसाद शर्मा دیکھئے چترویدی لکھا ہے۔ نہ
کہ چتر بیدی۔ چترویدی کے معنی چاروں ویدوں کو جاننے والے کے ہیں۔ پس جو شخص چاروں ویدوں کو جاننے والا
ہے۔ وہ لفظ وید کا غلط استعمال نہ کرے گا۔ اگر بید صحیح ہوتا تو چتر بیدی لکھا ہوتا۔ اس کوش (لغت) کے صفحہ ۱۸۳
کالم نمبر ۲ پر لفظ وید वेद موجود ہے۔ اور اس کے معنی ہیں ہندوؤں کا دھرم گرنتھ

دوسرا لغت ہندی شبدارتھ پارجات کوش مطبوعہ ۱۹۳۰ء رام نرائن بک سیلر الہ آباد ہے۔ اس کے ٹائیٹل
پیج پر یہ تحریر ہے साहित्य भूषण चतुर्वेदी دیکھئے چترویدی یہاں بھی تحریر ہے۔ نہ کہ چتر بیدی
چترویدی کے معنی ہیں چاروں ویدوں کو جاننے والا ہے۔ پس جو شخص اتنی سنسکرت جانتا ہے۔ کہ چاروں وید اس
کے مطالعہ سے گذر چکے ہیں۔ وہ لفظ وید کا غلط استعمال نہ کرے گا۔ اگر بید صحیح ہوتا۔ تو ضرور چتر بیدی لکھا ہوتا
اس کوش (لغت) کے صفحہ ۶۸۱ کالم اسطر ۲۳ پر لفظ وید वेद لکھا ہوا ہے۔ جس کے معنی ہندوؤں
کا دھرم گرنتھ ہے۔ اسی صفحہ پر سطر ۲۶ پر لکھا ہے वेद चार हैं پہلا بھی لفظ وید ہی ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں
یہ لفظ ہیں वेदवाणी वेद के वाक्य یہاں بھی لفظ وید ہی ہے۔ مائل صاحب! کسی لفظ کی
تحقیقات لغت سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ لغت میں تو
صدیوں کے حساب سے تبدیلی ہوا نہیں کرتی۔ اور اگر آپ کو اب بھی کوئی شک ہو تو منوسمرتی اٹھائیے۔ جو
کئی صدیاں پہلے کی تصنیف ہے۔ اور جس کے منتر मन्त्र سنسکرت میں ہیں۔ میرے سامنے اس وقت منوسمرتی
مطبوعہ سمت ۱۹۶۰ بکرمی سوامی جنترالے پریس میرٹھ ہے۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر تحریر ہے - साम वेद भाष्य -
वेद प्रकाश सम्पादकेन ملاحظہ فرمائیے کہ جس شخص نے اس منوسمرتی کا ترجمہ کیا ہے۔ وہ سام وید کا مترجم ہے
اور اس کا نام بھی وید پرکاش ہے۔ اس سے صرف اتنی غرض ہے۔ کہ اس شخص نے بھی لفظ وید ہی استعمال کیا ہے
بید نہیں کیا۔ اس کی تحریر مستند ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ منوسمرتی میں منو مہاراج اپنے منتروں میں لفظ وید استعمال
کرتے ہیں یا بید یوں تو اس کتاب میں سینکڑوں جگہ لفظ وید آیا ہے۔ مگر میں صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا۔
منوسمرتی صفحہ ۵ ادھیائے I اشلوک ۲۱ वेदशब्देभ्य एवादौ . . . ترجمہ میں لکھا
ہے۔ . . . ویدوں سے ظاہر کیں वेदेभ्यः دیکھئے اصل عبارت میں منو نے لفظ وید لکھا ہے
اور مترجم بھی اس کے معنی میں لفظ وید ہی لکھ رہا ہے۔ بید کا کہیں پتہ نہیں۔ منوسمرتی صفحہ ۱۷۴۔ ادھیائے
پانچ اشلوک ۱۰۷ तपसा वेदवित्तमा یعنی وید वेद کا جاننے والا تپ سے شدھ
ہوتا ہے۔ یہاں بھی اصل عبارت اور ترجمہ میں لفظ وید ہی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب مائل صاحب نے
یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہوگا۔ کہ لفظ اصل میں وید ہی ہے۔ بید لکھنے والے کھلی غلطی پر ہیں اور اگر کچھ تھوڑا بہت

اس پر بھی شک رہ گیا ہو - تو میں ایک بہت مشہور گرنتھ (ایتریے براہمنٹر ऐतरेय ब्राह्मण) کی ادھیائے ۵ - کھنڈ ۳۲ کی طرف توجہ دلاؤں گا - جس میں تحریر ہے त्रयो वेदा अजायन्त (تین وید پیدا ہوئے) دیکھئے یہاں بھی وید ہی ہے - بید نہیں !

میرے نزدیک از روئے قواعد لفظ وید کی اصلی حقیقت اور دیکھ لینی چاہیے - اس کے متعلق یوں تحریر ہے - کہ وید مندرجہ ذیل چار دھاتوں (مصدروں) سے بنا ہے - १विद ज्ञाने २विद विचारणे ३विद लाभे ४विद सत्तायाम् گویا اس کے مصدر کو لفظ بید سے کوئی تعلق نہیں اگر ایسا ہوتا تو ودھ کی جگہ بدھ ہوتا - وید کے حقیقی معنی گیان کے ہیں - کیونکہ حضرات ہنود کے نزدیک یہ چاروں پستکیں تمام گیانوں کا بھنڈار ہیں - اس لئے ان کا نام وید ہے -

اب تک اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا - اس کی ایسی ہی مثال ہے - کہ شاخوں سے تعلق رکھا - اور جڑ کو نظر انداز کر دیا - کیوں ادھر ادھر سے ثبوت تلاش کئے جائیں - وید میں ہی کیوں نہ دیکھا جائے - کہ وید اپنا نام کیا بتاتا ہے - آیا وید یا بید پھر گویا اس سوال کا قطعی جواب ہو جائے گا - اور اس میں چنیں و چناں کی گنجائش ہی نہ رہے گی - سب سے پہلے آپ چاروں ویدوں کے ٹائیٹل پیج دیکھ جائیں ہر ایک پر رگ وید - اتھر وید - سام وید - یجر وید لکھا ہوا ملے گا - اور آپ کہیں لفظ بید نہ پائیں گے - میں یہاں صرف یجر وید سے تین حوالے پیش کرتا ہوں -

१ रोमाणि वेदः प्रदिवानि वेद　　یجر وید منتر ۳۹ - منڈل ۱۴ - سوکت ۱

२ यास्तन्न वेद किं करिष्यति　　یجر وید منتر ۴ - منڈل ۱۴ - سوکت ۱

३ धामानि वेद भुवनानि विश्वा　　یجر وید ادھیائے ۳۲ منتر ۱۰

میں مائل صاحب کی ہندی کوتا (شاعری) کی امثلہ سے اور مدد کرتا - مگر چونکہ میں بسلسلۂ ملازمت پردیس میں ہوں میرے پاس ہندی لٹریچر کا کوئی کافی سرمایہ نہیں اسلئے معذور رہوں لیکن پھر بھی میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ ایک حد تک مطمئن ہو گئے ہوں گے - اگر اطمینانی رسید سے مطلع کیا جاؤں تو اس پتے پر یاد فرمایئے . . .

لواره . بدایون . ابرا حسنی

رہا اُوبید اللہ اور عبید اللہ کا سوال (وہ اس بحث سے قطعی خارج ہے - اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے - کہ گوالیار کے دفتر والے آسمان کو چھپر اور کرسی کو بھینس لکھنے لگیں - عبید اللہ عربی لفظ ہے - اس میں بہر صورت ان کو عربی کی تقلید کرنی پڑے گی - اپنی جانب سے نمک سرکاری ملانے کا اُن میں کوئی حق نہیں ہے فقط

خادم ابرا حسنی عفی عنہ

رہنمائے تعلیم لاہور کا

ایک اور نہایت عظیم الشان کارنامہ

"ریڈ کراس نمبر"

خاص نمبر شائع کرنے میں جتنی عدیم النظیر شہرت رہنمائے تعلیم نے حاصل کی ہے اس کا آج ہر شخص مداح اور معترف ہے۔ اس سے پہلے رہنمائے تعلیم نے اپنے

جوبلی نمبر اور فسانہ نمبر

اس شان اس خوبی اور اس اولوالعزمی کے ساتھ شائع کئے ہیں کہ دنیا عش عش کر اٹھی دشمن حیران اور دوست ششدر رہ گئے اور متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا کہ ان سے زیادہ شاندار ضخیم اور دلچسپ اور مفید پرچے آجتک ہندوستان کا کوئی بڑے سے بڑا اور وقیع سے وقیع رسالہ بھی شائع نہیں کر سکا اس کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بعض کفن کھسوٹ معاصرین کیطرح ناظرین اور شائقین کی جیبوں سے کچھ چھین لینے کی بجائے انہیں اپنے پاس سے کچھ دینے کی کوشش کرتے ہیں خواہ اس کوشش میں مالی لحاظ سے ہمیں کتنا ہی نقصان اور خسارہ ہو پس ہم اپنی اس شہرت اور عظمت کو قائم رکھتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ جنوری ۱۹۲۵ء میں رہنمائے تعلیم کا ایک نہایت شاندار اور لاجواب پرچہ "ریڈ کراس نمبر" کے نام سے شائع ہوگا۔ جو

ریڈ کراس تحریک کے متعلق ایک اعلےٰ درجہ کی انسائیکلوپیڈیا

ہوگا۔ اور وہ بات اس میں نہایت توضیح و تشریح اور تفصیل سے بیان کی جائیگی جو ریڈ کراس تحریک سے تعلق رکھتی ہے ٭

ہم نہایت دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ انشاء اللہ ریڈ کراس تحریک کے متعلق یہ نمبر ایسی مکمل معلومات کا مجموعہ ہوگا کہ آجتک ہندوستان میں اس پایہ کا کوئی پرچہ شائع نہ ہوا ہوگا۔ بہترین شعراء سے بہترین نظمیں لکھوائی جائیں گی۔ زبردست ادیبوں سے اعلےٰ درجہ کے مضامین حاصل کئے جائینگے۔ دلکش تصاویر سے رسالہ کو مزین کیا جائیگا متعدد صفحات رنگین ہونگے۔ لکھائی دیدہ زیب اور چھپائی نظر فریب کرائی جائے گی صفحات ڈھائی سو کے قریب اور قیمت صرف ایک روپیہ

آج ہی فرمائش بھیجکر اپنا پرچہ رجسٹر کرالیں ٭

مشتہرین فوراً خط و کتابت فرمائیں اجرت اشتہار فی صفحہ صرف دس روپے لی جائے گی ٭

المشتہر

منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور۔ ام گلی

قطعۂ تاریخ بر وفات لسان الملک خیام العصر ریاض مرحوم خیرآبادی

(از جناب اعتبار الملک حضرت دل شاہجہانپوری)

حیف شد راہئی دیار عدم | شاعر خوش بیان زخیرآباد
در فصاحت نظیر او مفقود | طبع او بے نظیر در ایجاد
حافظ ہند در غزل گوئی | رونق بزم حضرت استاد
شاعر بے مثال و لاثانی | سخنش لاجواب و قابل داد
دل من بیقرار و پر اندوہ | در فراق اخی نیک نہاد
از غم رحلت جناب ریاض | پیکر یاس شد دل ناشاد
پے تاریخ ایں بگوے دل | تا کجا شور نالہ و فریاد
گل خوش رنگ زیب جنت شد | از ریاض امیر پاک نہاد

عالیجناب اعتبار الملک لسان الہند حکیم الشعراء حضرت دل قبلہ

(۱)

سرستاں سے گلشن میں بہار آئی ہے
ہر پھول سے وہ بیش رعنائی ہے
جو پھول ہے سب سے سمجھے
ہر حقیقت کو زر و قیمت کی تماشائی ہے

(۲)

دنیا سے طلب میں نہ ہوئے ناکام
وابستۂ ہمت ہے ترقی کا نظام
ایک نظر دل غور سے دیکھو اے دل
آغاز میں تصویر ہے تقلیل انجام

(غ مطبوعہ تازہ)

ریویو

کلام قیصر سورتی

شیخ یوسف اسمٰعیل قیصر سورتی نے یہ مختصر مجموعہ کلام حال میں شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصّہ ان کی تصنیف اور دوسرا تالیف ہے۔ حصّہ اول میں قیصر صاحب کا کلام ہے۔ جس میں حمد و نعت۔ غزلیات اور چند خمسے ہیں۔ دوسرے حصّہ میں ان کے استاد حضرت تجمل جلال پوری فیض آبادی کی وفات کے قطعات تاریخ ہیں۔ جو مختلف شعرائے مشاہیر نے اس سانحہ پر کہے تھے۔ قیصر صاحب اور تجمل صاحب کی تصویریں بھی شامل کی گئی ہیں۔ قیصر صاحب اگرچہ گجراتی ہیں۔ مگر اردو زبان میں انہیں ایک اچھے زبان داں کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ زبانِ داغ کے پیرو ہیں۔ اور اس پیروی میں زبان کی صفائی اور شستگی ان کے کلام کو پیچیدہ اور پُرتصنع نہیں ہونے دیتی۔ آورد اور تکلفات سے انہیں نفرت ہے۔ یہ اشعار کس قدر ہموار اور برجستہ ہیں ؎

اللہ رے بدمزاجی اس بات پر خفا ہیں　　اک روز کہہ دیا تھا ظالم ہنسی ہنسی میں
فکرِ معاش میں اب فکرِ سخن ہو کیونکر　　قیصر غزل یہ لکھی ہم نے رواروی میں

حضرتِ دل کا یہ اک اک سے سوال اچھا ہے　　وصل اچھا ہے کہ الفت میں وصال اچھا ہے
میں بھی دیکھوں گا کبھی راحت و آرام کا منہ　　لوگ کہتے ہیں کہ انجامِ ملال اچھا ہے

جو عشق میں لذت جو محبت میں مزا ہے　　وہ لطف کسی شے میں ملے گا نہ ملا ہے
تکلیف جدائی جو بیاں کیجئے ان سے　　وہ کہتے ہیں یہ جرمِ محبت کی سزا ہے

حجم چالیس صفحہ۔ قیمت چار آنہ۔ کتابت و طباعت ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے۔ کاغذ میں بھی بخل سے کام نہیں لیا گیا۔ کتاب کے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔

شیخ یوسف اسمٰعیل قیصر سورتی۔ نمبر ۱۶۱ ناگ دیوی اسٹریٹ بمبئی نمبر ۳

(جوش ملسیانی مدیر حصّہ نظم)

پُر لُطف مہملات کا جواب

قسط نمبر ۳

(از ابر احسنی گنوری)

الحمدللہ کہ آج بعد انتظار بسیار شعراء کے قدیم کرم فرما جناب درد صاحب پر لطف مہملات کی تیسری قسط نذر ناظرین کر رہے ہے۔ یہ قسط تین اشعار پر محمول ہے۔ کیونکہ حضرت جوش مدیر رسالہ نے ساغر صاحب علیگڈھی اور مولانا تاجور نجیب آبادی کے دو اشعار اس لئے قسط سے الگ کر دیئے کہ ان پر فرد جرم اہمال نہیں لگتی تھی بلکہ ان میں کچھ زبان کی غلطیاں تھیں۔ اگر صرف اسی وجہ سے وہ اشعار شامل قسط نہیں کئے گئے تو حضرت جوش مجھے یہ شکایت کرنے کی اجازت دیں کہ مولانا جگر مرادآبادی کا مندرجہ ذیل شعر جو کہ بہت صاف اور مؤثر و بلند ہے کیوں الگ نہیں کیا گیا۔ کیا اس شعر کو مہمل کہنا انصاف کا خون نہیں ہے۔ یا پھر وہ دو اشعار بھی الگ نہ کئے جاتے تو بہتر تھا۔ میں مستدعی ہوں کہ آپ آئندہ درد صاحب کو اُن کی رائے پر ہی چھوڑ دیجئے کہ وہ ادنےٰ ادنےٰ نقص پر بھی (چاہے وہ نقص نہ ہو) شعر کو مہمل کہدیا کریں۔ آخر اُن کے کہنے سے ہوتا کیا ہے۔ اِس کا فیصلہ تو ناظرین کرینگے کہ درد صاحب کے یہ خانہ ساز اختیارات جن کو وہ استعمال فرما رہے ہیں۔ کہاں تک روا ہیں۔ مجھے بخدا اس سلسلہ پر قلم اُٹھاتے ہوئے ایک مسرت محسوس ہوتی رہی ہے۔ مگر یقین فرمایئے کہ جگر صاحب کے اس شعر کو مہمل اشعار کی فہرست میں دیکھ کر تکلیف ہوئی۔ ایسی تکلیف جس کو برداشت نہ کر کے میں درد صاحب کی خدمت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ للہ آپ اپنی شعر فہمی کی نمائش ذرا سوچ سمجھ کر کیا کریں۔ کسی کے جذبات کو خواہ مخواہ مجروح کرنا آپ کی شان کے شایاں نہیں۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو آپ کو مشاہیر میں بہت سے مہمل گو شعراء بھی ملینگے جن کے کہ نام میں نہیں بتانا چاہتا۔ اُنکے کلام پر قدم اُٹھایئے۔ انشاءاللہ مجھے اُس وقت آپ اپنا ہمنوا پائینگے۔ جگر کیا ہیں؟ ہندوستان کے ایک مایۂ ناز فطری شاعر ہیں جنہوں نے دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو کر صرف شاعری کا ہی دامن پکڑا ہے۔ تو کیا ایسی ہستی سے ایسی لغزش ہو سکتی ہے جو درد صاحب کی اصلاح کی محتاج ہو۔ درد صاحب آپ اور میں جس دنیا میں شاعری کر رہے ہیں جگر اُس سے بہت ارفع و اعلےٰ مقام پر ہیں وہ شعر کے نباض ہیں اور سطحی خیالات کا گذر اُنکے اشعار میں کم۔ بہت کم ہوتا ہے۔ ناظرین شعر ملاحظہ کریں۔

بُرا ہوتا ہے چشمِ بیکسی کا آخری منظر الگ ہو بیٹھنا جس وقت جانِ مبتلا نکلے

حضرت جگر مرادآبادی

درد صاحب چشم بیکسی کی ترکیب کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے اور کمزور وغیر مانوس بتاتے ہیں ۔ بُرا ہوتا ہے کے معنی آپ ڈراؤنا اور بھیانک فرماکر اصلاح کرتے ہیں ۔ برا ہوتا ہے مرگ بیکسی کا آخری منظر۔ یعنی انکے نزدیک اگر چشم بیکسی کی بجائے شعر مرگ بیکسی کی ترکیب سے مزین ہوتا تو صحیح تھا اور بامعنی بھی ۔ مگر چشم بیکسی کے سبب سے مہمل ہوگیا ہے ۔ بہت اچھا خدا کرے یہ آپ کی اصلاح معیار پر کھری اُترے مگر امید نہیں ۔

غالبًا مجھے یہ ثابت کرنے کی تو مطلق ضرورت نہیں ہے کہ شعر کو اہمال کی ہوا بھی نہیں لگی ۔ البتہ چشم بیکسی اور مرگ بیکسی کا فرق دکھاکر .... یہ عرض کرنا ہے کہ چشم بیکسی ہی ایسا ٹکڑا ہے جس کی یہاں ضرورت تھی اور جو شعر کی معنوی خوبیوں کو دوبالا کرنے کا ذمہ دار ہوسکتا ہے ۔ ایک ہندی شاعر کہتا ہے ۔ نیناد یت بتلائے سب ہیہ کو ہیت اہیت ۔ جیسے نِرمل آرسی بھلو برو کہ دیت ۔ ترجمہ ۔ آنکھ دل کی محبت وعداوت کے جملہ حالات روشن کردیتی ہے جیسے کہ صاف آئینہ (چہرہ کے) حسن وقبح کو ظاہر کردیتا ہے ۔

(۱) تمام جسم میں آنکھ ہی وہ شے ہے جو کیفیات قلب کو زبانِ حال سے پکار پکار کر بیان کردیتی ہے اور یہ طاقت ناک کان دانت ہاتھ پاؤں وغیرہ کو ودیعت نہیں کی گئی ۔

(۲) آنکھ جب تاثرات بیکسی کی نمائش کرنے پر آتی ہے تو بڑے بڑے سنگ دل بڑے بڑے ظالم متاثر ہوکر دل پکڑے ہوئے رہ جاتے ہیں ۔

(۳) کسی سفاک کو رحم وکرم پر آمادہ کرنے کا آلہ صرف چشم بیکسی ہی ہے جس کے مقر درد صاحب خود ہیں ۔

اب لفظ برا کے معانی ناظرین اور ملاحظہ فرمالیں جس کو درد صاحب ڈراؤنا اور بھیانک سمجھ کر شعر کو خوفناک مہمل ثابت کرنے کی سعی فرمارہے ہیں ۔ میرے نزدیک تو شعر میں بُرا ہونا ہے کے معانی تکلیف دہ یا دلپر اثر کرنے والے کے ہیں ۔ نہ کہ ۔ ڈراؤنے اور بھیانک کے ۔ مثالیں سُنئیے ۔

(۱) حسینوں کو دیکھنا بُرا ہے (۲) کسی کو ستانا بُرا ہوتا ہے (۳) صبر نہ کرنا بُرا ہوتا ہے (۴) کسی کے صحیح شعر کو مہمل بتانا بُرا ہوتا ہے (۵) عروض کی ہیئت بگاڑ کر اپنی نادانی وکم مائگی کا مظاہرہ کرنا بُرا ہوتا ہے ۔

ناظرین بتائیں کہ امثلۂ بالا میں کیا بُرا ہوتا ہے کے معانی ڈراؤنا یا بھیانک کے آتے ہیں ۔ اگر نہیں تو درد صاحب کو کون سمجھائے کہ بھائی یہ آپ کا طریقہ مناسب نہیں ۔ ممکن ہے درد صاحب یہ فرمائیں کہ ڈر جانا بھی تو تکلیف دہ ہے ۔ لہذا علوم متعارفہ ایک کے حوالہ سے برا کے معنی ڈراؤنے کے ہونگے ۔ اس حالت میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہونگا کہ تکلیف کئی قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک تکلیف تو وہ ہوتی ہے جو کسی حسین کو دیکھ کر محبت کے جذبات میں جدائی کا خیال آنے پر انسان محسوس کرتا ہے ۔ ایک تکلیف ہوتی ہے ۔ تاریک رات کے ایک بجے سفر صحرا کرتے ہوئے ایک کالے کالے ۲ گز لمبے چار چار گز دانتوں والے انسان نما حیوان کے ملنے سے ہوئے کیا دو تو تکلیفیں ایک ہی حیثیت رکھتی ہیں ۔ اگر یہ نہیں تو مجھے

کے معانی ڈراؤنا اور بھیانک کے بھی نہیں۔

چشم بیکسی اور مرگ بیکسی کے آخری منظر کا فرق

(۱) اگر کوئی شخص بےکسی کے عالم میں مر رہا ہو تو اس کو دیکھ کر امداد و رحم کے جذبات اتنے مشتعل نہ ہونگے جتنے کہ مرتے وقت اُس کی بےکس آنکھوں کو دیکھ کر جو نظروں ہی نظروں میں اپنی حرمان نصیبی کا افسانہ سُنا رہی ہوں۔ گویا منظرِ موت کا اثر تو ہر دو حالتوں میں شامل ہے۔ لیکن چشم بیکسی نے اپنی مجبوری کی داستان سنا کر اور بھی اثر کو دونا کر دیا۔

(۲) کسی کو خالی بیکسی کے عالم میں مرتا ہوا دیکھکر ایک واقفِ حال شخص (محبوب) زیادہ سے زیادہ صرف اتنا ہی اثر لے سکتا ہے جتنا فطرۃً غیر یا دشمن انسان کو لینا چاہیئے۔ لیکن چشم بیکسی کا دلخراش منظر اُس کے سامنے اس کے مظالم ماضی کا نقشہ پیش کر دیگا اور وہ اپنی جفاؤں کے احساس کی تکلیف برداشت کئے بغیر نہ رہ سکیگا۔

(۳) اکثر اطباء۔ حکماء کا خیال ہے کہ روح آنکھوں کی راہ سے نکلا کرتی ہے اور مشاہدات بھی بتاتے ہیں کہ مرتے وقت آنکھوں میں بےترتیب گردش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں تیماردار و محافظ آنکھوں کو بند کر دیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو آنکھیں روح نکلنے پر کھلی رہ جاتی ہیں۔ ان خصوصیات کے ماتحت چشم بیکسی کا ٹکڑا بہت سی معنوی اور حکیمانہ خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔

(۴) اس باریک بات کو اربابِ نظر نیز اہلِ فن خصوصاً میرے فاضل درد صاحب ذرا توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ آخری منظر سے مراد ہے۔ موت کا وقت اور مرگ بیکسی سے بھی موت کا وقت عالم بیکسی میں ثابت ہوتا ہے۔ اس حالت میں درد صاحب کے اصلاح شدہ مصرعہ کا مطلب ہوا۔ مرنے کی بیکسی کا مرنے کا منظر برابر ہوتا ہے ـــ کوئی سمجھائے کہ یہ کیا بات ہوئی۔ گویا ایک ہی مصرعہ میں ایک ہی معنی میں دو جگہ مرنا مرنا آتا ہے۔ پس یا تو مصرعہ اصلاح شدہ میں "مرگ" حشو قبیح ہے یا پھر لفظ آخری حشوِ قبیح ہے۔ کیونکہ دونو ہم معنی ہیں۔ بھلا موت کا آخری منظر کیا؟ موت تو خود آخری حالت کا نام ہے یا پھر ممکن ہے تکودر کے علاقے میں موت کے بھی دو منظر ہوتے ہوں۔ ایک ابتدائی دوسرا آخری۔

یہ ہے ہمارے درد صاحب کی اصلاح کی حقیقت کہ اچھے خاصے بےعیب اور لطیف و پرمغز شعر کو کانا کر دیا ـــ

اب ذرا درد صاحب خود ہی انصاف فرما کر بتائیں کہ مندرجہ بالا باتوں پر نظر رکھتے ہوئے چشم بیکسی کی بلاغت برمحل اور ضروری ہے یا مرگ بیکسی کی حشویات ـــ غالباً اتنا لکھنے کے بعد اب مطلب لکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی ہوگی۔ مگر چونکہ درد صاحب مطلب بھی سرے سے غلط سمجھے ہیں۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں۔

مطلب۔ عاشقِ نامراد جس کو باوجود اپنی تمناؤں کی پامالی کے تکلیف محبوب کا بہت زیادہ خیال ہے۔ کہتا ہے

کہ مرتے وقت چشم بیکسی کا نظارہ ایسا نہیں کہ باوجود تمہارے سنگدل ہونے کے تم پر اثر نہ کرے اور تم اس چشم بیکسی کے منظر سے اپنے جفاؤ ستم کا احساس کرکے تکلیف محسوس نہ کرو۔ لہٰذا جب ایسا وقت آئے تو تم علیحدہ ہو جانا اس لئے کہ سنت عشاق کے ماتحت مجھے تم کو تکلیف پہنچانی منظور نہیں۔ چاہے وہ ندامت کی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ اگر مجھے یہ محسوس ہو گیا کہ میری چشم بیکسی کے نظارہ سے تمہیں تکلیف پہنچی تو میری تکالیف مرگ میں اور اضافہ ہو جائیگا۔

عشق کی بیکسی یہاں حسن کی دلبری یہاں زمزمۂ وصال ہے شور نہیں جناب کا سید عابد علی عابد ایم اے

شک کیا جا سکتا ہے کہ درد صاحب نے کسی غیر معتبر ذریعہ سے شعر سنکر لکھ دیا جیسا کہ وہ پہلے بھی جوش صاحب ملیح آبادی کے حق میں کر چکے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہو تو بھی یہ اتفاق سمجھا جائے کہ شعر مہمل نہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تب تو کوئی بات ہی نہیں۔

تشریحات۔ شعر معرفت میں ہے۔ اس میں جناب خطاب ہے۔ خداوند کریم سے جس کی قدرت جس کے حسن کا ایک شور خموش ہر شئے میں برپا ہے۔ مسئلہ ہمہ اوست کے ماتحت کوئی مادی وغیر مادی شے وجود خداوندی سے خالی نہیں جس کو چشم بینا دیکھتی ہے اور یہی اس کا وجود اس کے شور کا مترادف ہے۔ جس کو گوش شنوا سنتے ہیں۔ عشق کی بیکسی اور حسن کی دلبری میں بھی بادی النظر میں تکلیف دہ اور برباد کن ہیں۔ وہ لبیک برلب شور کناں ہے۔

پس یہ شور (شور خموش) ہمیں وصل کا زمزمہ بنا ہوا ہے۔ یعنی ہر شئے کے پردوں سے خدا اپنی موجودگی کا شور جب خود کرے تو انسان جو کہ محض معرفت خداوندی اور وصل خداوندی حاصل کرنے کو پیدا کیا گیا ہے۔ کیوں اپنے گوش شنوا کو کھول کر اُسے زمزمہ وصال نہ سمجھے اور کیوں۔ نہ اس زمزمہ کی آواز کے سہارے اُس تک پہنچ کر لطف وصل سے محروم رہے۔ کہئے درد صاحب شور جناب کا معما حل ہو گیا اور زمزمہ وصال کی ترکیب سمجھ میں آ گئی۔ اب میں آپکی خاطر سے ایک اور لطیف مطلب عرض کرتا ہوں توجہ سے سُنئے۔

جناب۔ بالضم کے معنی ہیں درد پہلو۔ اور درد پہلو سے مراد درد دل ہے۔ تمام شعراء اس سے متفق ہیں۔ پھر دل خود پہلو میں ہے۔ پس یہ لفظ جناب جس کو آپ بالفتح سمجھے بالضم مان لیا جائے تو کیا نقصان ہوگا؟ اب سوال ہو سکتا ہے کہ درد پہلو کا شور کیا؟ کیونکہ درد شور نہیں مچایا کرتا۔ شور کے مرادی معنی اہل درد کے شور سے بھی ہو سکتے ہیں اور شہرت کے بھی۔ مثلاً درد صاحب کے اعتراضات کا تمام ملک میں شور ہے۔ یعنی شہرت ہے۔

مطلب یہ ہوگا کہ یہاں دُنیا میں عشق کی بیکسی اور حسن کی دلبری جو درد دل کا شور بنی ہوئی ہے (یا سبب بنی ہوئی) یا اُس کی ہر طرف شہرت ہے۔ تو یہ شور اصلاً شور نہیں ہے بلکہ زمزمہ وصال ہے۔ اس طرح کہ یہی درد دل موت کا سبب ہوگا اور بقول شعراء مرکر فرقت محبوب سے وصل ہو جائیگا۔

محبت تم جسے آزار کہتے ہو جز اک اللہ مجھے میری تمنا سنگ یہ آزار رہتا ہے مرزا اثر تاتاری بزم ادب فیروزآباد

شعر کے دوسرے مصرعہ کی ترکیب میرے قابل کرمفرما حضرت درد سمجھے نہیں ہیں۔ جبھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر

شاعر محبت کو تمنا لباس میں جلوہ گر کر کے اپنے لئے باعث آزار بنانے کی کوشش نہ کرتا تو شعر با معنی ہو سکتا تھا" اگر کسی طرح سے سوال کو میں رد بھی کر دوں تو۔ اتنا پتا لگتا ہے کہ درد صاحب مصرعہ کا یہ مطلب سمجھے ہیں کہ ۔ محبت تمنا بن کر مجھے آزار پہنچا رہی ہے ۔ حالانکہ اثر صاحب کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے ۔ انکا تو مقصد یہ ہے کہ اے محبوب ۔ تم جس محبت کو آزار بتاتے ہو تو یہی آزار یعنی محبوب میرے لئے ایک تمنا ہے یعنی میں اس محبت یا بقول تمہارے آزار کو ایک تمنا سمجھ کر دل میں رکھے ہوئے اسپر فخر کرتا ہوں اور مسرور ہوں ۔ یعنی یہاں یہ شکایت نہیں کہ تمہاری محبت مجھے آزار یا تکلیف دہ ہے بلکہ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ محبت تمہارے نزدیک آزار ہوگی ۔ مجھے تو میری تمنا کی طرح عزیز ہے ۔

اکثر اس قسم کے اشعار ہیں جن میں کسی لفظ کی ضمیر ہر دو جانب راجع ہو سکے ۔ اکثر لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے یہی دھوکا درد صاحب کو ہو گیا ورنہ شعر تو بہت صاف ہے ۔ آخر میں یہ عرض کرونگا کہ یہ مضمون لکھتے وقت میری طبیعت ناساز ہے دو روز سے درد شکم میں مبتلا ہوں ۔ دماغ بھاری ہے ۔ اگر ایسی حالت میں کوئی فقرہ ۔ پارہ ۔ لفظ درد صاحب کی طبع نازک پر گرانی کا باعث بن جائے تو اس کو معاف فرماویں ۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے خلوص سے لکھا ہے ۔ کپٹ یا تنقیص کو میں ایک اخلاقی جرم سمجھتا ہوں ۔ فقط والسلام

نوائے راز

(از ابو الفاضل راز چاندپوری)

شمع الفت ہے ضوفشاں دل میں ۔۔۔ مایۂ حسن ہے نہاں دل میں
منکشف ہو چکا ہے رازِ جہاں ۔۔۔ اب کہاں شورِ این و آں دل میں
رہروِ جادۂ محبت ہوں ۔۔۔ حسنِ امید ہے نہاں دل میں
پرتو مہر عشق کے قرباں ۔۔۔ ماہ کامل ہے ضوفشاں دل میں
شکوۂ خستگی، معاذ اللہ ۔۔۔ کیا کہے گا یہ کارواں دل میں
کیا کہوں اے حریف تابِ سخن ۔۔۔ راز کی بات ہے نہاں دل میں
رند مشرب ہے خوگرِ تسلیم ۔۔۔ شورش کیف و کم کہاں دل میں
مے کشی جزو حق پرستی ہے ۔۔۔ سوچتے کیا ہیں بدگماں دل میں

یہ زمیں اور راز فکر سخن
کیا سمائی ہے مہرباں دل میں

حضرت ابر احسنی گنوری کو حضرت خدائے سخن عروضی محقق اعظم صابر الہ آبادی مدظلہ بالقابہ کا لطف آمیز پیام

حضرت ابر احسنی گنوری کی ایک غزل رہنمائے تعلیم ماہ جولائی ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۳۲ میں برائے نذر مولانا صابر صاحب الہ آبادی مدظلہ کی سرخی میں شائع ہوئی ہے۔

حضرت محقق اعظم کی آنکھیں پہلے سے آشوب کر آئی ہیں۔ اس لئے میں نے اس غزل کو پڑھ کر سنایا۔ بہت غور سے سنکر شاعر کی کاوش پر داد دیتے رہے اور بہت تعریف فرمائی۔ مقطع کے اولے مصرع پر۔ پھر مکرر۔ ارشاد فرما کر کچھ تامل کیا۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ یہاں نوٹ ہے (ایک عروضی نکتہ) تو فرمایا کہ ہاں اسی کو سوچ رہا ہوں۔ پھر ارشاد ہوا کہ ان کو لکھدو کہ اس مصرع کے جو تین رکنوں میں قطع متوالی آیا ہے اس پر نظر ثانی فرمائیں تو مناسب ہے۔ باقی شاعر کی کاوش میں کوئی شک نہیں اور آئندہ امور مستفسرہ کے لئے خط وکتابت کی جائے۔

نبّاض الکلام قبلہ حضرت راز احسنی سہوانی مدظلہ

نگہ ناز کو پیوست رگِ جاں کردے
یعنی اس تیر کو ترکش ہی میں پنہاں کردے

جان لے یا سحرِ حشر نمایاں کردے
کم ہے جو کچھ بھی بلائے شبِ ہجراں کردے

اپنے کوچے کی زمیں میں مجھے پنہاں کردے
بارِ خاطر نہ ہو تجھ کو تو یہ احساں کردے

سب یہ کہتے ہیں کہ ہے آپ رگِ جاں کے قریب
کاش ہر رگ کو مری کوئی رگِ جاں کردے

اپنے جلووں کی قسم ہے تجھے اے برقِ جمال
نگہ شوق کو فردوس بداماں کردے

میں ہوں راضی برضا دل مرا دشوار پسند
پھر کہے کون کہ مشکل مری آساں کردے

دم آخر ہے دکھادے مجھے صورت اپنی
عمر بھر کی ہے جفا آج یہ احساں کردے

اپنے مہجور کو اتنا بھی پریشان نہ کر
کہ وہ شیرازۂ ہستی کو پریشاں کردے

راز اس عہد شکن کا کوئی کیا کرلیگا
حشر کے دن بھی فراموش جو پیماں کردے

مرسلہ امیر سہوانی

دیوانہ

(از سردار کرتار سنگھ پاسرچ بھائیبوری)

(۱)

مجھے بی اے کا امتحان دینا تھا اور میں اس کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھا۔ چنانچہ تمام دن کتابوں کا کیڑا بنا رہنے کے سوا مجھے اور کوئی کام نہ تھا۔ زیادہ مصروفیت کے باعث ایک عرصہ تک گھر نہ جا سکا۔ اس دوران میں شانتی کی بیماری کے گھر سے کئی خطوط آئے۔ مگر وہاں جا کر اُس کا دیکھنا تو درکنار میں خط تک بھی نہ لکھ سکا۔

...... امتحان شروع ہو گیا۔ میرے پرچے عموماً اچھے ہی ہوتے جا رہے تھے ...... ایک صبح جب میں ناشتہ کھا کر کالج کو روانہ ہوا۔ میرا دل سخت بے چین تھا۔ میں چاہتا تھا کہ سر پھوڑ لوں۔ جنگل میں نکل جاؤں۔ مگر باوجود کافی سوچ بچار کے بھی اس گتھی کو نہ سلجھا سکا۔ کہ یہ سب کچھ کیوں ہے۔

(۲)

پرچہ دے کر جب میں ہوسٹل میں آیا۔ بہرے نے مجھے ایک کارڈ دیا۔ میں سمجھ گیا۔ شانتی کی بیماری کی منحوس خبر کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب میں نے پڑھا لکھا تھا۔

شانتی کی حالت بہت نازک ہے۔ جلد چلے آؤ۔

دنیا میرے لئے اندھیر ہو گئی۔ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔ آہ ۔ شانتی ۔ دنیا بھر میں مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی۔ گذشتہ دنوں جب میں اسے مہینہ میں دو تین بار مل نہ آتا مجھے چین نہ آتا تھا۔ میں اس کیلئے ایک جہان تھا اور وہ میرے جانے پر غنچہ نو شگفتہ کی طرح چٹک جایا کرتی تھی۔

...... بادلِ ناخواستہ میں نے مختصر سا زادِ سفر تیار کیا اور اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ طرح طرح کے خیالات دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ میں سمجھ نہ سکا کہ اس حسرتناک خبر کا انجام کیا ہو گا؟

(۳)

جب میں گھر پہنچا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کیا منظر پریشان دیکھا۔ تھی شانتی چارپائی پر پڑی ہوئی دم توڑ رہی تھی۔ ارد گرد دو عورتیں بیٹھی آہ و بکا کر رہی تھیں۔ میری آنکھوں سے دریائے اشک امنڈ آیا۔ اور میں چیخ مار کر شانتی سے لپٹ گیا۔ میں نے دیکھا اُس کے پژمردہ چہرے پر از سر نو لالی آ گئی۔ اُس نے نیم باز آنکھوں سے میری طرف حسرت ناک لہجہ میں دیکھا اور ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اتنی دیر کیوں نہ آئے۔ کیا میری جان لینا ہی مطلوب تھا؟"

اسی لمحہ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے دو قطرے نمودار ہو گئے۔ آہ۔ یہ کہکر وہ ہمیشہ کی نیند سو گئی۔ ۔ ۔ ۔

فی الحقیقت شانتی اور ننھی شانتی کی موت کا باعث میں بدنصیب ہی تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرحومہ کی لاش میری گود میں تھی۔ اور میں اپنے آنسوؤں کے ہار اس دفا کی پتلی کے گلے ڈال رہا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں اس وقت کس قدر رویا پیٹا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا

آہ! وہ مجھے دنیا میں رونے کے لئے چھوڑ گئی۔

(۴)

ننھی شانتی میرے مرحوم چچا جان کی لڑکی تھی۔ ابھی چھوٹی ہی تھی۔ کہ اس کی ماں اسے داغ جدائی دے گئی۔ بھائی بچپن میں ہی فقیر ہو کر گھر سے نکل گیا تھا۔ مرحوم چچا جان نے مرتے وقت شانتی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑایا اور روتے ہوئے کہا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عزیز! اب میں شانتی کو تمہاری عاطفت کے سائے میں چھوڑ چلا ہوں۔ جیسی یہ میرے کھوئے ہوئے پریم کی بہن ہے ویسی ہی تمہاری ہے۔ امید ہے اسے ہر طرح حفاظت سے رکھوگے۔ آہ میں کس قدر بدنصیب ہوں کہ جاتی دفعہ لختِ جگر کو ایک نظر دیکھ بھی نہ سکا۔ یہ حسرت مجھے منوں مٹی کے نیچے بھی رُلائے بغیر نہ چھوڑے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں کبھی زندگی بھر میں پریم تمہیں مل جائے تو کہہ دیجو تمہارا بدنصیب باپ تمہیں یاد کرتا ہوا ہی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اگر الفتِ پدری کی جھلک دل میں آ جائے تو کبھی حرماں نصیب باپ کے مزار پر چند آنسو بہا جائیو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اپنی معمولی سی غلطی پر کس قدر نادم ہو رہا تھا۔ میں نے چچا جان کی امانت میں خیانت کی تھی۔ اور آہ میں ایک بد دیانت شخص تھا۔

(۵)

مرحومہ کا چہلم ہو چکا تھا۔ مجھے اُس کے پھول لیکر ہردوار جانا پڑا۔ گنگا کی متبسم لہریں۔ پہاڑوں کے خوشگوار مناظر اور باغوں کی فضائیں میرے لئے دلچسپی کا سامان پیدا نہ کر سکیں۔ کیونکہ شانتی۔ ننھی شانتی میرے عیش و عشرت کے سامان لوٹ چکی تھی۔ اس کی اس مرگِ بے ہنگام سے میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ اکثر اوقات میں اُس کی یاد دو پڑتا اور گھنٹوں دل کھول کر رو لیتا۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سردیوں کی ایک شام میں اپنے آسن پر بیٹھا ہوا مستقبل پر خیال دوڑا رہا تھا۔ کہ ایک نوجوان فقیر میرے پاس آیا۔ اور ہاتھ دراز کرتے ہوئے کہا۔ ۔ ۔

"بابا کچھ دلواؤ۔ فقیر ہوں!!"

فقیر کے ان الفاظ میں حزن داؤدی کی جھلک نمایاں تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں ایسے دعوے پہلے بھی اس سے پہلے بھی سن چکا ہوں اور کئی بار۔ ۔ ۔ ۔

نوجوان کی صورت دیکھ کر میں ایک الجھن میں پھنس گیا۔ طرح طرح کے خیالات دماغ میں چکر لگا رہے تھے بڑی دیر غور وخوض کے بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچ سکا کہ میں نے اس فقیر کو اس سے پہلے کہیں دیکھا ہے۔ ۔ ۔

اور کئی بار دیکھا ہے۔ ۔ ۔

دیکھا تو ہے۔ ۔ ۔ ۔ مگر کسی اور حالت میں؟

میں نے اُسے مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔ سائیں بابا۔ میرا خیال ہے۔ میں نے آپ کو اس سے پہلے کہیں دیکھا ہے۔

میں نے سُنا۔ جب میں اُس سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اس کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔

میں فرطِ استعجاب سے بے ساختہ بول اُٹھا۔ ۔ ۔ ہیں! یہ کیا!! سائیں بابا!! آپ کی آنکھوں میں تو آنسو آگئے۔

میرے ان الفاظ نے تازیانہ کا کام دیا۔ فقیر کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ایک دھارا بہ نکلی۔ اور وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگ گیا۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ان نالوں میں درد تھا تاثیر تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ سائیں بابا۔ کچھ تو کہو۔ شاید میں تمہاری کچھ امداد کرسکوں

"آہ اے صاحب شدت! لرزجاؤ گے۔ نہایت نازک شیشۂ دل پر کاری چوٹ لگے گی" فقیر نے روتے ہوئے کہا "نہیں تمہیں ضرور سنانا ہوگی"

"تو لو سنو"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے اتنا یاد ہے۔ کہ میرے والد ماجد کی اولاد ہم دو بہن بھائی تھے۔ چھوٹی عمر میں ماں داغ جدائی دے گئی ہمارے والد نے چہلم کے بعد ہی اور شادی کر لی۔ سوتیلی ماں ہر وقت ہمیں تنگ رکھا کرتی تھی۔ میری بہن ابھی بچی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر مچل پڑتی۔ اور اسی لیے وہ سوتیلی ماں کی سزا کا مستوجب ہوتی۔ میں اس دکھ کو نہ دیکھ سکتا تھا آخر ایک رات جوشِ جنوں میں گھر سے نکل گیا۔ ۔ ۔ اور اس کے بعد اب تمہارے سامنے اس حالت میں ہوں۔ مجھے خبر نہیں اب اس بیچاری پر کیا گزرتی ہوگی۔ نہ معلوم وہ مرچکی ہے یا زندہ ہے۔ میں نے کئی بار چاہا کہ ایک بار گھر واپس لوٹ جاؤں اور اپنی آنکھوں سے تمام حالات دیکھ آؤں۔ مگر میں اب تک ایسا کرنے کی جرأت نہیں کرسکا۔

وہ اپنی سرگذشت سنا رہا تھا اور میں سر بکائیت بنا ہُوا سُن رہا تھا۔ جب اُس نے داستان سُنانی بند کر دی تو میں دیوانہ وار اس سے لپٹ گیا! اور روتے ہوئے کہا پریم! آخر میں نے تمہیں پا لیا۔

. . . . . آہ یہ وہی کھویا ہُوا پریم تھا۔

(لمحہ بعد ہم دونوں آنسو بہا رہے تھے)

(۶)

پریم نے روتے ہوئے کہا۔ پیارے بھائی آخر بتاؤ تو میری شانتی کیا ہوئی؟

اس کے ان الفاظ میں جادو بھرا تھا۔ بس سنتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گیا۔

"آہ پریم نہ پوچھو۔ تمہاری شانتی کیا ہوئی یہ مجھ سے نہ پوچھو . . . . تمہاری جدائی تمہارے ابّا جان کو بہت شاق گزری۔ چنانچہ وہ ہر وقت تمہیں ہی یاد کر کے رویا کرتے . . . تمہاری سوتیلی ماں ہیضہ کے مہلک مرض سے راہی بقا ہو گئی۔ اور آخر تمہارے ابّا بھی ننھی شانتی کو مجھے سونپتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ننھی شانتی بھی اسی غم میں پرلوک سدھار گئی۔ آہ پریم میں نے تمہاری امانت میں خیانت کی۔ مجھے بخش دو۔ میں تمہارا گنہگار ہوں مجھے بخش دو" میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

پریم کے خشک آنسو پھر رنگ لائے اور اُس کی آنکھوں سے سیلاب اشک امنڈ آیا۔ اور یہ الفاظ کہتا ہوا کہ "میری وجہ سے دو جانیں مفت ضائع ہو گئیں آہ میں کس قدر پاپی ہوں۔ جب شانتی نہ رہی تو پریم کا کیا کام" دیوانہ وار ایک طرف بھاگ گیا۔

اس کے بعد میں نے آج تک اُسے کہیں نہیں دیکھا۔

عرصے سے میں اسی کے لئے مارا مارا پھر رہا ہوں۔ شائد وہ ایک بار مل سکے۔ اور میں اُسے اُس کے مرحوم والد کا پیغام پہنچا دوں۔

مجھے خبر نہیں میں کہاں ہوں اور کونسی طاقت مجھے دوڑائے پھرتی ہے۔ لوگ مجھے

"دیوانہ"

کہتے ہیں۔ مگر میں اس کی حقیقت سے ناآشنا ہوں۔ شائد میں ایسا ہی ہوں۔ مگر پریم کے لئے مجھے سب کچھ کہلانا منظور ہے ۔

کایا پلٹ

(از پنڈت جگن ناتھ صاحب عابدؔ جرنلسٹ چونیانی)

رسک بہاری ایک امیر آدمی کا لڑکا تھا۔ ماں باپ سر پر نہ تھے۔ دولت کو بے دریغ خرچ کرنا شروع کیا۔ مگر یہ عیش و عشرت کے سامان کب تک ۔ ۔ ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں گھر کا صفایا ہونے لگا۔ ملازموں نے جب اپنے مالک کو اس رنگ میں دیکھا تو وہ بھی اپنے ہاتھ رنگنے لگے۔ جب سب کام چوپٹ ہو گیا تو وہ بھی نو دو گیارہ ہو گئے۔ مجبوراً رسک بہاری کو بھی کسبِ معاش کے لئے دوسروں کا سہارا ڈھونڈنا پڑا۔

رسک بہاری کا عالم شباب تھا ۔ ۔ ۔ شباب پر حُسن ۔ ۔ ۔ آواز میں رس اور گفتگو میں موسیقی ٹپکتی تھی۔ جب ایک "دو تانیں" اڑاتا تو سب پر کیفیت طاری ہو جاتی ۔ ۔ ۔ مصیبت یہ تھی کہ اُسے سوائے گانے بجانے کے اور کوئی کام نہ آتا تھا۔ جب تک پاس روپیہ تھا مزے سے کھانا۔ سیر کرنا۔ رقص و سرود کی محفلیں جمانا اور بس ۔ ۔ ۔ اب جب روٹیوں کے لالے پڑے تو گھر بار چھوڑ کسی نوکری کی تلاش میں باہر نکلنا پڑا

رامیشور سنگھ اس علاقہ کا راجہ تھا۔ رسک کی خوش قسمتی سمجھئے ان ہی دنوں کورٹ آف وارڈز نے ان کا علاقہ انہیں واگذار کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ دن عید اور رات شب برات۔ راجہ صاحب کو تھیٹر تماشوں کا خاص طور پر بہت شوق تھا۔ اس لئے سب سے پہلے انہوں نے ایک "تھیٹریکل کلب" قائم کی۔ ادھر رسک بہارا گھومتا گھامتا اُدھر جا نکلا۔ راجہ صاحب کی خدمت میں رسائی ہوئی۔ رسک شاعر بھی تھا۔ آواز میں رس ۔ ۔ ۔ راجہ صاحب بڑی محبت سے پیش آئے اور اُسے اپنا مصاحب بنا لیا۔

راجہ صاحب میں سوائے اس کے کہ وہ گانے بجانے کے بہت شوقین تھے اور کسی قسم کا نقص نہ تھا۔ باقاعدہ سندھیا کرتے۔ ہر ایک کام میں پابندی۔ ہر پہلو میں جذبۂ شرافت ۔ ۔ ۔ مگر ہمارے رسک کے آنے کی دیر ہی تھی۔ کہ ان کے معمولات میں فرق آنے لگا۔ اب اُن کا زیادہ وقت رسک کا گانا سننے۔ اس کی خوش گلوئی پر تبصرہ کرنے ۔ ۔ ۔ کوئی ڈرامہ کرنے پر صرف ہونے لگا۔ یہاں تک کہ گھر پر کھانا پڑا پڑا خراب ہو جاتا۔ مگر آپ کو جانے کی نہ سوجھتی۔ سونے کا بھی مطلقاً خیال نہ رہتا۔ جب کبھی دیر ہو جاتی تو کلب ہی میں سو جاتے دیوانِ ریاست رسک بہاری کے نام سے چڑنے لگا۔ کہ اس کم بخت نے راجہ پر جادو کر دیا ہے۔ رانی صاحبہ محل میں مُنہ پھُلائے رہتیں اور کہتیں "نہ جانے یہ بلا کہاں سے ہمارے گلے آن پڑی ہے ۔ ۔ ۔ نہ کھانے

پینے کا خیال، نہ سونے کا ... صحت الگ خراب ہو رہی ہے۔ ان کو کچھ خیال ہی نہیں ...

مگر راجہ صاحب کی طبیعت کچھ اور ہی ڈھنگ کی تھی۔ ان کو رانی کے شکوہ و شکایت سننے میں بہت مزا آتا۔ دل میں کہتے کہ عورت میں حسد کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ جس چیز کو بہت پیار کرتی ہیں اس کو سب سے اچھا جانتی ہیں۔ ان کی دنیا میں کسی دوسری قابلِ احترام ہستی کی عزت و توقیر کرنا گناہ ہے۔ ان کے خیال میں خاوند ہی ایک ایسی ہستی ہے جو کہ سب سے زیادہ قابلِ عزت ہے۔ ان کو ہر وقت اپنے خاوند ہی کا خیال رہتا ہے۔ مگر وہ یہ خیال نہیں کرتیں کہ اگر کسی خاص چیز کو ان کے شوہر سے الگ کر دیا جائے تو اس کو کتنا صدمہ پہنچے گا۔ وہ ہمیشہ رانی کی باتیں سن کر مسکراتے اور رانی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی غرض سے ... اس کو روٹھے ہوئے دیکھنے کے لئے ہمیشہ رسک کی تعریف میں رطب اللسان رہتے

ان دونو کی چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ رسک کے حق میں بہت بُرا ثابت ہوا۔ رانی صاحبہ رسک کے نام سے جلتی تھیں۔ اس غریب کے کھانے پینے میں گڑبڑ شروع ہو گئی۔ بڑے آدمیوں کے نوکر چاکر بھی اس قسم کے مفت خور آدمیوں کو پسند نہیں کرتے۔ رانی صاحبہ کے رویہ اور طرزِ گفتگو کو دیکھ کر رسک کو آنکھیں دکھانے لگے۔ پہلے تو ہر وقت اس کی خدمت میں کمربستہ رہتے تھے۔ اب اس کی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتے۔ "بندرا" رسک کا خدمت گار خصوصی تھا ہر وقت اس کی حاضری میں رہتا۔ ایک دن رانی صاحبہ نے اس کے اس طرح محل سے غائب رہنے پر اسے اچھی طرح ڈانٹ بتلائی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا "کہ راجہ صاحب نے اسے ہر وقت رسک بہاری بابو کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا ہے" رانی صاحبہ تھیں سمجھ دار۔ راجہ صاحب کے حکم کی خلاف ورزی کرانا بھی پسند نہ کرتی تھیں کہنے لگیں "بڑے پاگل ہو کھانا بنا کے چلے آیا کرو۔ وہاں سارا دن رہنے کی کیا ضرورت ہے سمجھے"

اسکے اگلے دن رسک بہاری کے گھر کا نقشہ ہی بدل گیا۔ گھنٹوں جھوٹے برتن پڑے رہتے۔ مکھیاں بھنبھنایا کرتیں۔ رسک "بندرا" کو آوازیں دیتا تھک جاتا مگر "بندرا" نہ آتا۔ کسی معمولی کام کے لئے سو سو آوازیں دینی پڑتیں کئی ایک دن رسک کو اپنے برتن خود صاف کرنے پڑتے۔ جب کبھی بندرا آکر کھانا نہ تیار کرتا تو بیچارہ بھوکا پڑا رہتا۔ عجب طبیعت کا انسان تھا۔ کسی ملازم کے برخلاف راجہ صاحب کی خدمت میں شکایت کرنا اسے پسند نہ تھا اور خود ملازموں کو اس لئے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتا۔ مبادا کہیں الٹا سیدھا جواب سننا پڑے۔ عجب ہیر پھیر تھا ایک طرف اس کی عزت، دن بدن بڑھتی جاتی تھی اور دوسری طرف اس طرح بے قدری۔

ادھر "مہا بھارت" کے ڈرامہ کی تیاری ہو رہی تھی۔ ایک دن مہاراجہ صاحب کے باغ میں یہ ڈرامہ ہوا جس میں بھگوان کرشن کا کام راجہ صاحب خود کرتے تھے اور ویر ارجن کا پارٹ رسک بہاری۔ لوگ ارجن کی اداکاری ... اس کی موسیقی پر جھوم رہے تھے۔ اور بے اختیار واہ واہ کہتے۔ نزدیک ہی چلمن کے پیچھے رانی صاحبہ بھی تشریف فرما تھیں۔ وہ بھی رسک کی رس بھری آواز .. اس کے جاذب نظر چہرے اور اس کے

پا ریٹ کو بہت پسند کر رہی تھیں۔ رات کو جب راجہ صاحب محل میں تشریف لے گئے تو رانی سے کہنے لگے کہو رمنی! کھیل پسند آیا۔

بہت ہی اچھا تھا۔ آپ کا رسک بہاری تو بہت خوبی سے کام کر رہا تھا۔ صورت بھی دلکش ہے۔ گلا بھی پیارا ہے۔ کسی اچھے خاندان کا لڑکا معلوم ہوتا ہے"۔ رانی صاحبہ نے کہا۔

"تو میرا چہرہ تو گویا بھنگیوں کا سا ہے نہ۔ اور آواز بھی بھدی ٹھیک ہے نا"؟

"نہیں نہیں آپ کی کچھ اور ہی بات ہے" کہکر رانی صاحبہ نے پھر رسک بہاری کی تعریف کے پل باندھنے شروع کیے

اس سے قبل راجہ صاحب ہمیشہ بڑے بڑے شاندار الفاظ میں رسک کی تعریف کیا کرتے تھے۔ مگر آج انہیں رانی کی یہ تعریف دوبھر معلوم ہوئی۔ وہ خیال کرنے لگے کہ رسک کو گانے بجانے کی اتنی سمجھ نہیں جتنی کہ جاہل اور بے سمجھ آدمی اسے خیال کرتے ہیں۔ اس کے چہرے میں بھی کوئی خاص جاذبیت نہیں۔ آواز میں بھی دلربائی نہیں ایک ہی دن میں کایا پلٹ گئی۔

اگلے ہی دن رانی صاحبہ نے رسک بہاری کے کھانے پینے کا خاص انتظام کرا دیا۔ اب اُسے بہت لذیذ اور پُر لطف کھانا ملتا تھا۔ رانی صاحبہ نے رات کو راجہ صاحب سے کہا۔

"رسک بابو کو اس چھوٹے سے مکان میں بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔ انہیں اپنی باغ والی کوٹھی کیوں نہیں دینے آخر ہے تو کسی بڑے خاندان کا لڑکا"۔

"دیکھیں گے" کہکر راجہ صاحب نے بات ان سنی کر دی۔

راجہ صاحب نے بندرا کو ڈانٹ بتا کر کہا "گدھے فلاں کام کیوں نہیں کیا"؟

"حضور میں رانی صاحبہ کے حکم سے بابو رسک بہاری کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں" اُسنے ادب سے جواب دیا۔

"تو کیا رسک بہاری کوئی نواب ہے جو اپنا کام خود نہیں کرسکتا . . . وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں" راجہ صاحب نے غصہ میں کہا . . . رسک بیچارے کے پھر وہی دن آ گئے۔

ایک دن رانی صاحبہ کہنے لگیں "آپ روز رسک بہاری کا گانا سنتے ہیں۔ میں بھی وہاں چلمن کی آڑ میں بیٹھ کر اس کا گانا سننا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کا گلا بہت پسند ہے۔ مجھ پر تو بے خودی طاری ہو جاتی ہے"

اگلے دن سے گانا بجانا بند ہو گیا۔ ہر ایک کام میں پھر اظہارِ پابندی شروع ہو گیا۔ ہر ایک کام اپنے وقت پر ہونے لگا

ایک دن راجہ صاحب جب محل پر گئے تو رانی صاحبہ کو کوئی کتاب پڑھنے میں بڑا محو دیکھا۔

"یہ کیا ہے پریہ . . . . اس کے پڑھنے میں بڑی مگن ہو" "کچھ نہیں مہاراجہ جی۔ میں نے خادمہ بھیج کر رسک بہاری بابو سے ان کے اشعار کی کتاب منگوائی ہے . . . بہت ہی پُر اثر اور کیف آور ہے . . ان میں

سے کچھ یاد کروں گی . . . . آپ نے تو گانا بجانا بالکل ہی ترک کر دیا۔
رانی صاحبہ بھول گئیں کہ ایک دن وہ ہی تھیں جنہوں نے راجہ صاحب کے اس شوق کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی تھی اور ہمیشہ رسک بہاری کے نام سے جلتی تھیں۔
اگلے ہی دن راجہ صاحب نے غریب رسک کو رخصت کر دیا۔ یہ بالکل خیال نہ کیا کہ شریف خاندان کا لڑکا ہے۔ بیچارہ مصیبت میں پھنسا ہوا ہے کل کیا کھائے گا۔ کس طرح اپنا گذارہ کرے گا۔
بدنصیب رسک کی طبیعت کا کچھ اور ہی عالم تھا۔ وہ راجہ صاحب کی خدمت میں اتنے دن گذارنے کی وجہ سے انہیں محبت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اسے روپیہ پیسہ کا خیال نہ تھا۔ دو وقت روٹی ہی کھا لیتا تھا۔ اسے راجہ صاحب کی شیریں اور دلنواز آواز . . . محبت بھرا چہرہ بے چین کر دیتا۔ وہ بڑا سوچتا مگر اسے کوئی ایسا واقعہ یاد نہ آتا جس کے باعث راجہ صاحب ناراض ہوئے ہوں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رباب بغل میں لیا۔ چند روپے جو پاس تھے بندرا کو انعام دیئے اور سر جھکا کر چل دیا . . . اُس کی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں میں حسرت اور یاس، غم سے اِدھر اُدھر جھانکتی دکھائی دیتی . . . . اس کا کلیجہ جذباتِ غم سے بھرا ہوا اور لب پر سرد آہ تھی۔ (ترجمہ از ٹیگور)

ماسٹر تبارک علی عبرت صدیقی بریلوی

ابھی ہے تیری منزل اور آگے — بڑھے چل اے مرے دل اور آگے
سمٹ کر آ گیا نظروں میں صحرا — بڑھا جب شوقِ منزل اور آگے
جہاں تک دشت میں بڑھتا گیا قیس — نظر آتا تھا محمل اور آگے
ہؤا جاتا ہے افشا رازِ الفت — نہ بڑھ اے وحشتِ دل اور آگے
بنا ہے محشرِ غم گوشہ گوشہ — کہوں کیا حالتِ دل اور آگے

تسلی دے رہا تھا کوئی عبرت
بڑھی جب وحشتِ دل اور آگے

حروف متشابہ کی صحیح قرأت اور انگریزی میں املا

جوگندر نگر پنجاب گورنمنٹ کے ہیڈرو الیکٹرک (بذریعۂ آب برق آفرین) کارخانہ کی وجہ سے (جو ساٹھ کروڑ روپیہ کی لاگت سے مکمل ہو کر مارچ ۱۹۳۳ء سے جاری ہوا ہے) آباد اور مشہور ہے۔ اسی سلسلہ میں یہاں تک ۱۹۲۹ء سے چار کروڑ روپیہ کی لاگت سے ریل جاری کی گئی ہے۔ یہ شہر پنجاب کی سب سے بڑی پہاڑی ریاست منڈی کی ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ آبادی صرف ساٹھ ستر دو کانوں پر مشتمل ہے۔ یہ جگہ سطح سمندر سے تقریباً ۳۹۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے جبکہ لاہور میں سخت گرمی پڑ رہی ہو اور اونچے سے اونچے مکان یا یوں کہو کہ رات کو بادشاہی مسجد کے مینارہ کی چوٹی پر بھی سرد ہوا نصیب نہ ہو تو علاقہ جوگندر نگر میں مکان کے اندر چادر تان کر سو سکتے ہیں۔

میں نے اس معتدل خطہ میں موسم گرما کے قریباً اڑھائی ماہ بسر کر کے حالات معلوم کئے ہیں۔ یہیں ایک دوست قاضی امین الرحمٰن صاحب نے جو قصبہ مہم ضلع رہتک کے باشندے ہیں ایک بڑی علمی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا (ایران کی علمی تاریخ) مؤلفہ مسٹر براؤن صاحب ایم اے برائے مطالعہ عنایت کی۔ اس سے میں نے دیگر علمی معلومات کے علاوہ متشابہ حروف عربی و فارسی (جو اردو خط و کتابت میں مروج ہیں) کے انگریزی میں صحیح طور پر لکھنے کا ڈھنگ سیکھا۔ اور لغت انگریزی اردو کے ان مؤلفین پر افسوس کیا جنہوں نے اس بارہ میں سہل انگاری سے کام لیا ہے۔

میں ذیل میں متشابہ حروف لکھ کر بتاتا ہوں کہ انگریزی میں ان کو کس طرح لکھنا چاہیئے:۔

حرف		مثال	
اَ	A	اَبر	Abr
عَ	'A	عَبد	'Abd
اِ	I	اِبلیس	Iblis
عِ	'I	عِزّت	'Izzat
اُ	U	اُدھار	Udhar
عُ	'U	عُلماء	'Ulama
ت	T	تُرک	Turk
ط	Ṭ	طُرق	Ṭuruq

حرف		مثال	
ث	Th	ثابت	Thabit
س	S	سالم	Salim
ص	Ṣ	صِفت	Ṣifat
ح	Ḥ	حالت	Ḥalat
ہ-ھ	H	ہَل	Hal
د	D	دِل	Dil
ض	Ḍ	ضرب	Ḍarb
ذ	D	ذِکر	Dhikr

Kilk	کِلک	K	ک	Zahrá	زُہرا	Z	ز
Qalam	قَلَم	Q	ق	Zhála	ژالہ	Zh	ژ
				Dhulm	ظُلم	Dh	ظ

حروف کو ان کے مخارج سے ادا کر کے ٹھیک طور پر پڑھنے کو تجوید کہتے ہیں۔ افسوس ہندوستان (خصوصاً پنجاب) میں حروف کو صحیح طور پر ادا کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی جاتی۔ یہاں ق اور ک کو بھی متشابہ بنا رکھا ہے حالانکہ ان میں کچھ بھی تشابہ نہیں۔ اگر استاد صاحبان ابتدا ہی میں شاگردوں کو حرفوں کی ٹھیک آواز سے آشنا کر دیں۔ تو طلبہ کو زبانی املا لکھنے کے وقت متشابہ حروف الفاظ کی تحریر میں دقت نہ ہو۔ معلمین کو خود علم ہونا چاہئے۔ کہ الف کی آواز حلق کے نیچے سے نکلتی ہے اور عین کی حلق کے بیچ سے۔ ت اور ط کی آواز میں یہ فرق ہے کہ موخر الذکر پُر ہوتی ہے۔ اول الذکر پُر نہیں ہوتی۔ ث کی آواز نرم ہوتی ہے۔ س کی سخت اور ص کی پُر۔ اسی طرح ذ کی نرم ز کی سخت اور ظ کی پُر۔ ہ حلق کے نیچے سے نکلتی ہے اور ح حلق کے بیچ سے۔ ذ کو نرمی سے ادا کرنا چاہئے اور ض کو زبان کی کروٹ بائیں طرف کی ڈاڑھ سے لگا کر۔ اس حرف کی مشابہت د سے ہونی چاہئے نہ کہ ظ سے ؛

خ۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ غ۔ ق ایسے حروف ہیں۔ جو ہمیشہ پُر ہوتے ہیں۔ ان کو پوری طرح ادا کرنا چاہئے۔

میں نے دوران قیام میں جوگندر نگر میں جو معلومات حاصل کیں۔ وہ مختلف جرائد ورسائل کے ذریعے پبلک تک پہنچا رہا ہوں۔ اور مضمون ہذا میں تحریر کردہ معلومات مکرمی ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک "رہنمائے تعلیم" کی نذر کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے انہیں اپنے شاگردوں کو اکثر الفاظ کو صحیح طور پر ادا کرنے کی مشق کراتے دیکھا ہے ؛

غلام دستگیر نامی

رہنمائے تعلیم کا "ریڈکراس نمبر" اکتوبر نمبر میں اس کا اعلان ہو چکا لیکن وقت بہت کم ہے! اس لئے نامہ نگار اصحاب اپنے اپنے مضامین۔ ڈرامے۔ فسانے۔ مکالمے اور نظمیں جلد از جلد بھیجکر شاد کریں تاکہ ان کے مضامین نثر و نظم اس نمبر میں شائع ہو سکیں۔ فہرست مضامین کے لئے ملاحظہ ہو اکتوبر نمبر صفحہ ۱۰۱ ؛

آپ کا خادم

جگت سنگھ

پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی تحقیقاتی کمیٹی

ورنیکلر زبانوں کی سرپرستی اور سکولوں کے نصاب تعلیم کی درسی کتب کی منظوری کا کام اس معزز کمیٹی کے فرائض سے ہے۔ اس کی منظور شدہ کتب آج تک مفید عام پریس لاہور کے مالکان رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز شائع کرتے رہے ہیں اور سالانہ ایک معقول رقم کمیٹی کو ادا کرتے رہے ہیں۔ مگر چند سالوں سے جیسا کہ ناظرین کرام سے مخفی نہیں ہے اس فرم کے مقابلے میں دو چار اور فرمیں بھی کھڑی ہوئیں اور انہوں نے ٹیکسٹ بک کمیٹی سے التجا کی کہ اس کی کتب شائع کرنے کا ٹھیکہ انہیں دیا جائے۔ یہ ٹھیکہ عام طور پر پانچ سال کے لئے ہوتا تھا۔ سال سنہ ۱۹۳۴ء میں اس میعاد کو گھٹا کر صرف ایک سال کے لئے سابق ٹھیکہ داران کو ہی بدستور درسی کتب کی اشاعت کا ٹھیکہ دیا گیا۔ اور آئندہ کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر کے فیصلہ کرنا چاہا کہ یہ کام کس طرح سے باحسن وجوہ انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ اس طرح کی سفارشات ہوئی ہیں۔ جن سے غالباً درسی کتابوں کے طریق انتخاب میں ایک انقلاب انگیز تبدیلی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ یعنی

۳۱ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء سے موجودہ تمام درسی کتب جو صوبہ کے تمام سرکاری اور غیر سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں نصاب تعلیم نہ رہیں گی اور ان کی جگہ وہ نئی کتابیں لیں گی جو اس عرصہ میں تیار ہو جائیں گی۔

مصنفین اور شائع کنندگان وقتاً فوقتاً کسی خاص جماعت یا جماعتوں کے لئے کتابیں یا کتابوں کے سلسلے تیار کر کے پیش کرتے رہیں گے مثلاً مڈل کی جماعتوں کے لئے جن میں تاریخ ہند پڑھائی جاتی ہے۔ تین کتابوں کا ایک سلسلہ پیش کیا جائیگا۔ جنہیں دو نقادوں کے پاس بھیجا جائیگا۔ جن کا انتخاب قطعی مانا جائیگا۔ بصورت اختلاف ایک تیسرے شخص سے استصواب کیا جائیگا۔ اور فیصلہ ہوگا۔

ہر جماعت کے لئے ہر مضمون کی پانچ متفرق کتابیں یا کتابوں کے سلسلے منتخب کئے جائیں گے۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحبان کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے کوئی سلسلہ منتخب کر لیں۔ ہر مضمون کی تمام کتابوں کی اشاعت اور طباعت کا ٹھیکہ ایک فرم یا واحد شخص کو دیا جائیگا۔ تاکہ اس مضمون کی کسی اور کتاب کے لئے کسی مصنف یا پبلشر کو ہیڈ ماسٹر صاحبان کے پاس جانے اور اپنی کتاب کی ترویج کی درخواست کی ضرورت نہ رہے۔

نیا ٹھیکہ سب سے زیادہ معاوضہ دینے والے پبلشر کو ملیگا۔ جس میں سے ٹیکسٹ بک کمیٹی اپنے اخراجات کے لئے کچھ حصہ رکھ کر باقی روپیہ اس مضمون کے تمام مصنفین پر تقسیم کریگی۔ جن کی تیار کردہ کتابیں اس مضمون کے لئے منظور ہوئی ہیں۔ اس طرح کسی سکول میں خواہ کوئی سلسلہ کتب رائج ہو جائے۔ اس کا اثر نہ تو ٹھیکہ دار پر پڑیگا جو کتاب کو شائع کرتا اور فروخت کرتا ہے نہ کسی مصنف پر جو دیگر سلسلوں کے مصنف ہیں۔

تحقیقاتی کمیٹی کو یہ دقت محسوس ہو رہی ہے کہ دیانتدار نقاد حاصل کرنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہوگا کیونکہ پبلشر کے نقطۂ نگاہ سے جس نے اپنی کتاب بغرض منظوری پیش کی ہے۔ مجوزہ سکیم کے موافق ہر بات کا انحصار نقاد کی رائے پر ہے۔ اس لئے تجویز ہوئی ہے کہ ہر دو نقادوں میں سے ایک صوبہ پنجاب کا ہو اور دوسرا کسی غیر صوبہ کا۔ مگر ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ایسے نقادوں کا انتخاب کون کیا کریگا؟ اس سلسلہ میں اخبار ٹریبیون میں دو تین مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن میں ان سفارشات

کے حسن و قبح پر رائے زنی کی گئی ہے ۔ چونکہ افسران معائنہ بھی کتابوں کے سلسلے تیار کر سکتے ہیں ۔ اس لئے نامہ نگاروں نے خوف ظاہر کیا ہے کہ ان کا رعب اور اثر باقی مصنفین پر نہ پڑے ۔ بہرحال یہ نیا تجربہ ہے اور درسی کتب کے سلسلہ میں اس کی موجودگی نیا رنگ دکھائیگی جس پر مناسب موقعوں پر اظہار خیالات ہوتا رہے گا ۔ (ماخوذ)

ورنیکلر اور کلاسیکل امتحانات کے آنرز پاس کرنے والے اشخاص کو سندات مدرسی کیسے ملا کرینگی؟

اس مضمون پر اکثر اخبارات میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے سرکلر جاری کیا ہے کہ منشی فاضل، مولوی فاضل یا شاستری پاس اشخاص اگر دو سال مدرسی کا کام تسلی بخش طور پر کریں تو انہیں اس مضمون کے پڑھانے کی سند عطا ہو جائے گی اور وہ مستقل مدرس ہو سکیں گے مگر یہ درست نہیں ہے ۔ بلکہ

گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) نے ضابطہ تعلیم پنجاب کی گیارھویں ایڈیشن سال ۱۹۳۲ء کے دفعہ ۷۶ میں یہ ایزادی فرمائی ہے کہ ورنیکلر یا کلاسیکل زبانوں کے کسی آنرز امتحان پاس کردہ شخص کو اگر کسی مدرسے میں وہ مضمون پڑھانے کا اتفاق ہو اور متواتر دو سال اس کا تعلیمی کام تسلی بخش رہے تو اسے سررشتہ اس مضمون کے پڑھانے کی خاص سند عطا کریگا ۔

چونکہ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے او ۔ ٹی کلاسیں بند ہو چکی تھیں جن سے فیض یاب ہو کر کلاسیکل زبانوں کے مدرسین سند یافتہ ہو کر باقاعدہ ملازم ہو سکتے تھے ۔ لہذا اس دقت کو رفع کرنے کے لئے اس ایزادی کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ آج تک مدرسین کی سندات سررشتہ تعلیم ہی دیتا آیا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ اس کے ماتحت جاری رہے گا ۔ یونیورسٹی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔

ایسی درخواستوں کی سماعت اپریل ۱۹۳۵ء میں ہو سکے گی یعنی نئے سال کے آغاز میں ۔ متعلقین نوٹ کر لیں اور اپریل میں اپنے حقوق اپنے ڈویژنل انسپکٹر صاحب کے حضور میں پیش کر کے سند کے حصول کی درخواست کریں ۔

پنجاب یونیورسٹی ۔ پروفیسر پی سی سپرنز بی ایس سی ایف سی کالج لاہور مسٹر ایل ایم سٹریٹ نورٹ کی جگہ جو مستعفی ہو گئی ہیں ۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۴ء سے یونیورسٹی کے معمولی فیلو مقرر ہوئے ۔ اور سردار صاحب باوا دھم سنگھ صاحب بی ایس سی ۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر سردار بھگت سنگھ خالصہ ہائی سکول لاہور ۲۸ جولائی سے دوبارہ فیلو مقرر ہوئے ہیں ۔

امیدواران کا امتحانات یونیورسٹی سے اخراج ۔ یونیورسٹی گزٹ ماہ جون میں ایسے امیدواران کے رول نمبر دیئے گئے ہیں جنہیں ناجائز وسائل استعمال کرنے پر ہمیشہ کے لئے یا کسی خاص میعاد کے لئے امتحانات دینے سے باز رکھا گیا ہے ۔ یہ وسائل دوسرے امیدوار سے کاپی تبدیل کرنا ۔ اپنے ہمراہ اس مضمون کی کتاب یا نوٹ بک لے جانا سیاہی چوس کاغذ پر کچھ لکھ لینا ۔ امتحان کے سنٹر میں امیدواران سے امداد حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ ہیں ۔ سکولوں اور کالجوں میں باقاعدہ امتحانات ہوتے ہیں وہاں بھی ایسی کالی بھیڑوں کو سزائیں ہوتی ہیں مگر افسوس کہ یہ مرض تا حال بدستور موجود ہے ۔ اور یونیورسٹی امتحانات میں بھی اپنا ظہور دکھاتی ہے ۔ کاش کہ متعلقین باخبر ہوں اور ذمہ وار مدرسین اور پروفیسران ایسے بدنام کنندۂ نکو نامے چند امیدواران کے والدین اور سرپرستوں کے تعاون سے اس مرض کی بیخکنی کر سکیں تاکہ تعلیم کے پاکیزہ نام پر یہ بدنما داغ نہ رہے ۔

(مسجد یوا)

ریڈ کراس نمبر

رسالہ "رہنمائے تعلیم" لاہور اسم بامسمیٰ ہے۔ جو متواتر ۲۹ سال سے اردو کی بے مثل خدمت کر رہا ہے۔ جس نے ایسے نازک وقت میں جبکہ اردو قریب خاتمہ پر پہنچ چکی تھی۔ اسکی حالت پر بڑا رحم کیا۔ اور مختلف پہلوؤں اور نئی نئی شکلوں یعنی فسانہ نمبر۔ جوبلی نمبر و سالنامہ جات میں تبدیل ہو کر از سر نو زندگی بخشی۔ جس کی محنت اور جانفشانی سے اردو آج نمایاں ترقی کر گئی، اور کر رہی ہے، جو قابل صد داد و ستائش ہے۔ لطف یہ کہ چندہ سالانہ صرف چار روپیہ ہے۔ میرے خیال میں چار روپیہ کیا اگر ہزاروں روپیہ اس پر سے نچھاور کر دیا جائے۔ تب بھی حق خدمت ادا نہیں ہو سکتا۔

باوجودیکہ ہمارے محترم و فیاض دل سردار ماسٹر جگت سنگھ صاحب فسانہ نمبر و جوبلی نمبر نکال کر بہت زیادہ زیر بار ہوئے اور نئی نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن مرحبا آپ کی اولالعزمی، کہ اس مرتبہ پھر ریڈ کراس نمبر کے نام سے سالنامہ نکال رہے ہیں۔ جس میں ملک کے مشاہیر نہایت دلچسپی لے رہے ہیں۔ جو اپنی نظیر آپ ہوگا۔

میں محبان ملک و دلدادگان اردو کی خدمتمیں دست بستہ التماس کروں گا۔ کہ آج ہی کم سے کم دو دو خریدار رہنمائے تعلیم کیلئے مہیا فرما کر سردار صاحب کی خدمت میں پیش کر کے ہمارے عالی حوصلہ منیجر صاحب کی ہمت کو بڑھائیے۔ اور مجھے شکریہ کا موقع دیجئے۔

شیدائے ادب
(عبرت صدیقی بریلوی)

آہ، رواں!

ادبی دنیا میں یہ خبر وحشت اثر بہت افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ چودھری جگت موہن لال صاحب رواں مصنف "روح رواں" مورخہ ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء دوپہر کے وقت اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ آپ اناؤ کے ایک مشہور وکیل تھے۔ اور اردو کے زبردست شاعر و ادیب۔ عرصہ سے میری خواہش تھی کہ رہنمائے تعلیم کیلئے رواں صاحب کی امداد قلمی حاصل کروں۔ مگر یہ خواہش پوری نہ ہونا تھی۔ نہ ہوئی۔ ایک روز مکرمی نظر سوہانوی مجھے ملنے آئے تو انہوں نے اپنی کتاب بھگوت گیتا منظوم کے متعلق ایک مبسوط رائے مجھے دکھائی، وہ حضرت رواں صاحب کی لکھی ہوئی تھی۔ اسوقت مجھے پھر خیال پیدا ہوا۔ کہ اب ضرور رواں صاحب کو قلمی امداد کیلئے لکھنا چاہئیے۔ چنانچہ میں نے پہلا خط جو رواں صاحب کو لکھا وہ ۴ ستمبر سنہ ۳۴ کو لکھا جسکے جواب میں آپنے ایک کارڈ لکھا جسکی نقل یہاں درج کرتا ہوں!

"اناؤ۔ ۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء

بندہ نواز تسلیم! شکریہ یادآوری۔ عنایت ہوگی۔ اگر آپ مجھے یہ لکھ بھیجیں کہ دیر سے دیر سالنامہ سنہ ۱۹۳۵ء کیلئے کبتک مضمون یا افسانہ دفتر رہنمائے تعلیم میں پہنچنا چاہئے۔ انشاءاللہ تعمیل ارشاد کے شرف ملازمت حاصل کروں گا۔ ہاں جوبلی نمبر اور افسانہ نمبر عنایت ہو تو کہنا ہی کیا۔ ایسی نیکی کرنے کیلئے پوچھنا ہی کیا۔ شکریہ پیشگی۔ امید کہ مزاج مبارک بخیریت ہونگے۔"
(نیازکیش جگت موہن لال رواں)

چنانچہ اس کارڈ کے ملنے کے بعد میں نے جوبلی نمبر و افسانہ نمبر کا ایک پارسل رواں صاحب کی خدمتمیں بصیغہ رجسٹری روانہ کیا۔ مگر سخت افسوس کہ پارسل واپس آگیا اور اسکے اوپر یہ لکھا تھا کہ مکتوب الیہ فوت ہو گیا ہے۔ بس پھر کیا تھا میری آس جو رواں صاحب کی قلمی اعانت کے ساتھ بندھی تھی۔ ٹوٹ گئی۔ اس مرگ ناگہانی سے اردو ادب کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے مگر خدائی کاموں میں کسی کو دخل نہیں۔ اسلئے سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔

خادم
جگت سنگھ

دُنیائے ادب کا ایک جدید شاہکار

اردو لٹریچر کے آسمان پر ایک نئے ستارہ کا طلوع

یعنی

رہنمائے تعلیم کا "دِل نمبر"

ادبیات سے ذوق رکھنے والے حضرات اور پاکیزہ لٹریچر کے شائقین کیلئے نعمتِ غیر مترقبہ

اعتبار الملک لسان الدھر حکیم الشعرا جناب حکیم ضمیر الحسن خاں صاحب دل شاہجہانپوری تلمیذ امیر مینائی کا نام دنیائے ادب میں محتاج تعارف نہیں اس وقت آپ جدید رنگِ تغزل کے بہترین استادوں میں سے ہیں اور دنیائے شاعری میں ایک بہت بڑی شہرت کے مالک ہیں آپ کا کلام حلاوت و شیرینی، سلاست و روانی۔ دلچسپی و دلکشی مضمون آفرینی علوئے خیال وندرت مفہوم اور تعبیر بلند کے لحاظ سے موجودہ دور میں اپنا جواب نہیں رکھتا! ورذہنیت اخلاق اکتساب فن اور مہارتِ شعری نے آپکا پایہ عہد حاضرہ کے شعرا میں نہایت بلند کردیا ہے۔

رہنمائے تعلیم نے جو ہمیشہ سے ادب۔ لٹریچر اور فن شعر کی نہایت ٹھوس اور مفید خدمت انجام دے رہا ہے اپنے انتہائی شاندار جوبلی نمبر افسانہ نمبر اور ریڈکراس نمبر کے بعد ارادہ کیا ہے کہ مارچ ۱۹۳۵ء میں نہایت اور مخصوص بلند پایہ کا یہ دل نمبر شائع کیا جائے اور اس آب و تاب کے ساتھ شائع کیا جائے کہ ہر طرف اس سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہو لوگ دیکھکر پھڑک اٹھیں اور پڑھکر حیران ہوجائیں۔ اس نمبر میں جناب دل کی سوانح حیات کے مختلف پہلو بیان کئے جائینگے آپکے کلام پر مبسوط اور مکمل تبصرہ ہوگا۔ جدید رنگ تغزل پر سیر حاصل اور دلچسپ بحث کیجائیگی غرض تشنگان علم و ادب کی پیاس بجھانے کیلئے ہر قسم کے لذیذ مفرح اور خوشبودار شربت فراہم کئے جائینگے! اور حتی الامکان پرچہ کو دلچسپ بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جائیگی ملک کے مسلمہ ادیبوں اور بلند پایہ اہل قلم حضرات کے افکار ہائے عالیہ سے یہ نمبر مزین ہوگا جن میں سے چند کے اسمائے گرامی نیچے لکھے جاتے ہیں:-

(۱) مرزا احسان احمد صاحب بی اے ایل ایل بی اعظم گڑھ
(۲) علامہ حضرت نیاز فتحپوری ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنو۔
(۳) نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی اے ڈپٹی کلکٹر یو۔پی
(۴) تاج الشعرا حضرت نوح ناروی
(۵) عالیجناب حضرت اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ایل ایل بی۔
(۶) علامہ حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری
(۷) افضل الشعرا حضرت عابد شاہجہانپوری

علاوہ ازیں لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی مرحوم۔ لسان الہند مرزا عزیز لکھنوی جناب لسان القوم صفی لکھنوی۔ ابو العلا ناطق لکھنوی مولانا فضل الحسن حسرت موہانی سر شاہ سلیمان چیف جسٹس الہ آباد۔ جناب مرزا یگانہ۔ جناب قہر گوالیاری۔ سید سلیمان ندوی ایڈیٹر "معارف" وغیرہ وغیرہ کے ماحضرہ نوازی بہترین مضامین بھی سالنامہ کی رونق کو دوبالا کرینگے

یہ ہے اس علمی و ادبی شاہکار کی مجمل کیفیت جو مارچ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوکر ہر شخص کو اپنی دلچسپیوں اور دلکشیوں کے باعث اپنی طرف کھینچ لیگا! اسکی قیمت فی کاپی تین روپے رکھی گئی ہے جو اگر ابھی سے اپنے لئے محفوظ نہ کرائی گئی تو بہت ممکن ہے کہ بعد میں آپکو پچھتانا پڑے پس فوراً آج ہی بذریعہ منی آرڈر قیمت بھیجکر بےفکر ہوجائیں اسکی خریداری کیساتھ اگر آپ سال کی سالانہ خریداری بھی منظور فرمائیں تو آپسے نہایت رعایت کیساتھ صرف پانچ روپے لئے جائینگے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور آج ہی منی آرڈر بھیجدیں کیونکہ اگر چھپتے ہی ختم ہوگیا تو پھر خاص نمبر کسی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہوسکیگا۔

آپکا خادم:- جگت سنگھ۔ منیجر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی۔ لاہور

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

شومئی قسمت چند ماہ ہوئے ناظرین کرام کو اس خوشخبری سے خوش وقت کیا گیا تھا۔ کہ آخر پنجاب یونیورسٹی نے میٹرکیولیشن امتحان کے لئے انگریزی کے سوا باقی تمام مضامین کا ذریعہ تعلیم و امتحان درنیکلرز (اردو۔ ہندی و پنجابی) کو قرار دیا ہے اور اس امر کی فائنل منظوری کے لئے گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) سے رجوع کیا ہے۔ افسوس سے تحریر کرنا پڑا کہ صاحب رجسٹرار یونیورسٹی نے اپنی تازہ چٹھی کے رو سے ہائی سکولوں کے تمام ہیڈ ماسٹر صاحبان کو اطلاع دی ہے کہ وزارت تعلیم سے فائنل احکام صادر نہ ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی معذور رہے کہ سال ۱۹۳۶ء سے امتحانات ورنیکلر میں لے سکے! اور وہ اپنی سابقہ سفارشات کی واپسی کیلئے مجبور ہے۔ رہنمائے تعلیم بڑے ادب سے آنریبل وزیر تعلیم کی توجہ اس امر پر دلاکر مستدعی ہے کہ اگر کوئی خاص امر مانع نہ ہو تو صوبہ میں ترقی تعلیم کو ملحوظ فرما کر یونیورسٹی کی ان سفارشات کو شرف منظوری بخش کر امیدواران امتحان اور ان کے متعلقین کی سہولت کا موجب ہوں اور اس نئے تجربہ کو جو ہر طرح اور ہر پہلو سے زیر تربیت طلبا کی بہتری کا ضامن ہے صوبہ میں رائج فرما کر اپنے عہد کی زرین یادگار قائم کریں۔

(اسپیدیوا)

خالصہ اے وی مڈل سکول چک ۲۹ جنوبی سرگودھا ہیڈ ماسٹر صاحب سکول رقمطراز ہیں کہ "یہ خبر دلی مسرت سے سنی جائے گی کہ سکول ہذا کو سال ۱۹۳۲ء میں محکمہ تعلیم پنجاب نے ایک سال کے لئے عارضی منظوری کا حکم دیا تھا۔ اب اس کی کارکردگی۔ حالات تعلیمی و حسن انتظام پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب نے ذمہ وار افسران تعلیم کی سفارشات کو منظور فرما کر اپنی چٹھی نمبری ۱۶۲۲۷/۴ ایس محررہ ۳۱/۸/۳۴ کے رو سے سکول کو مستقل منظوری کا حکم دے کر منتظمان سکول کو مرہون منت فرمایا ہے۔ تمام ممبران سکول کمیٹی۔ ممبران سکول سٹاف اور طلبا سکول صاحب ممدوح کے ساتھ ڈویژنل انسپکٹر صاحب مدارس راولپنڈی ڈویژن و صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شاہ پور کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

میلہ روشنی لودھیانہ پر زبردست تعلیمی جلوس و پرچار سال گذشتہ کی طرح اس دفعہ بھی اس مشہور میلہ پر دیہات سدھار کے پرچار و جلوس کا خاص انتظام کیا گیا۔ چنانچہ سردار جوگندر سنگھ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس و سیکرٹری رورل کمیونٹی کونسل لودھیانہ نے جو ایسے نیک کاموں میں خاص شوق لیا کرتے ہیں۔ شیخ علی محمد صاحب اے ڈی۔ آئی علاقہ غربی کو پرچار کے متعلق مفید ہدایات دیں۔

۲۲ر جولائی کو بمشورہ بابو شیخ احمد صاحب افسر حاضری کمیٹی لودھیانہ ایم بی سکول کے تمام اول مدرسین اور ان کے ہمراہی مدرسین کو دیہات سدھار کے جلوس کی تنظیم اور گانے والی پارٹیوں وغیرہ کے متعلق پروگرام مرتب کر کے دیا گیا۔

۲۴ر صبح ڈراموں اور گیتوں کا اعادہ کرایا گیا۔ شام تمام مدارس کی گانے والی پارٹیاں اپنے مدرسین کی نگرانی میں پنڈال کے نیچے جمع ہوئیں۔ ایم بی سکول نمبر ا کے طلبا نے ملیریا بخار اور مچھر پر عمدہ نظم گائی۔ اور ہیضہ پر مختصر سا ڈرامہ سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ اسی طرح بالترتیب ایم بی سکول نمبر ۲۔ ۳۔ ۴ کی پارٹیوں نے دیہات سدھار اور تعلیم کی اہمیت کے گیت سنائے مسٹر غلام حسین حسن نائب مدرس سکول نمبر ا نے ضرورت تعلیم پر مضمون پڑھا۔ منشی بابو رام مدرس دوگری نے دیہات سدھار پر عمدہ نظم گائی! ور گراموفون ریکارڈوں سے اصلاح رسومات بد کی اہمیت کو واضح کیا۔ سب سے اخیر شیخ علی محمد صاحب اے ڈی آئی مدارس نے اپنا مفید لیکچر بعنوان زمینداروں کے موجودہ افلاس کے سبب پر۔ شروع کیا اور بتایا کہ زمیندار دو وراندیشی کی کمی۔ زراعت کا کام پرانے طریق پر جاری رکھنے عام توجہی اشتراک اراضیات۔ اجرائے بنک اور رسومات بد کی پیروی سے فلاکت و ہلاکت میں مبتلا ہیں۔ موقعہ پر اعلان کیا گیا۔ کہ رات ساڑھے آٹھ بجے میجک لینٹرن سے دلچسپ تصاویر دکھائی جائیں گی اور مفید مضامین پر لیکچر ہوں گے۔ چنانچہ مقررہ وقت پر جناب سردار

سردار جوگندر سنگھ صاحب کی صدارت میں کارروائی کا آغاز ہوا۔ سائنس ماسٹر صاحب گورنمنٹ ہائی سکول لودھیانہ نے دیہات سدھار کے ریکارڈ گراموفون سے سنا کر محظوظ کیا۔ شیخ علی محمد صاحب نے میجک لینٹرن سے تصاویر دکھانا شروع کیں اور ہر تصویر کی تشریح مناسب الفاظ میں فرمائی۔ شراب خانہ خراب کے بد نتائج اور بچپن کی شادی کے تباہ کن اثرات واضح کر کے بتایا کہ تمام مصائب کا واحد علاج تعلیم ہے اور اس سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۵ر بموجب پروگرام شیخ علی محمد صاحب۔ چوہدری احمد خاں صاحب اور پنڈت دینا ناتھ صاحب اے ڈی آئی مدارس اور بابو شیخ احمد صاحب کی سرکردگی میں ½ ۴ بجے شام مدرسہ نمبر ۴ سے جلوس شروع ہوا۔ جس میں تین سو طلبا رنگین پگڑیاں باندھے ہاتھوں میں تعلیمی اور اخلاقی ضرب الامثال کے کتبے لئے اخلاقی گیت گا رہے تھے۔ مدرسین باقاعدہ نگرانی کرتے رہے۔ جلوس روشنی کے میدان کے تمام بازاروں میں گشت لگاتا ہوا میونسپلٹی کے شامیانے کے سامنے جہاں کارپردازان و افسران کمیٹی انتظام کے لئے جمع تھے پہنچا عوام کی بڑی تعداد نے ہر ایک گیت کو بڑے غور سے سنا۔ ایم بی سکول نمبر ا کے طلبا نے ہیضہ پر مختصر ڈرامہ دکھایا۔ ملا تشکور و ایم بی سکول نمبر ۲ کے طلبا نے دیہات سدھار پر ہارمونیم سے نظمیں گائیں۔ خان فرزند علی خان صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایگزیکٹو افسر۔ خلیفہ کمال الدین صاحب سکرٹری اور ہیلتھ آفیسر صاحب حفظان صحت نے تین روپے مٹھائی کے لئے عطا کئے۔ ایک گھنٹہ تمام میلہ میں چکر لگا کر پرچار کیا۔ جس کا صریحی نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی فحش گیتوں والی ٹولیاں مدھم ہو گئیں اور حاضرین تعلیمی جلوس کی طرف مائل اور راغب ہو گئے۔ دیہات سدھار کے پنڈال میں جہاں عالیشان خیمہ نصب تھا۔ سردار صاحب ممدوح کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا۔ مقامی مدارس کے طلبا نے چیدہ چیدہ نظمیں سنائیں۔ چوہدری احمد خاں صاحب نے فوائد تعلیم پر مختصر تقریر کی سردار صاحب نے دو روپے گرہ خاص سے طلبا کی شیرینی کے لئے دیئے۔ جلوس کی کامیابی افسران نگران (مندرجہ صدر) و اول مدرسین اصحاب مقامی مدارس کی توجہ کی رہین منت ہے پہلے یوم کی طرح آج بھی ½ ۸ بجے میجک لینٹرن شو کا اعلان ہوا۔ اور وقت معینہ پر شیخ علی محمد صاحب نے زراعت۔ اشتراک اراضیات کی اہمیت و حفظان صحت کے متعلق تصاویر دکھانی شروع کیں اور ہر ایک کا مطلب پورے طور پر واضح کیا گیا ؛

۲۶ر کی صبح کو کیمپ اٹھا لیا گیا کیونکہ پبلک کافی تعداد واپس ہو گئی تھی۔ دیہات سدھار کے لئے شاندار خیمہ اور ضروری سامان نشست کا انتظام فرمانے کے لئے افسران میونسپل کمیٹی وغیرہ کا شکریہ ادا کیا گیا۔ (سیکرٹری رورل کمیٹی کونسل لودھیانہ)

لوئر مڈل سکول بھنجال تحصیل اونہ مہنت آتمانند صاحب گدی نشین کی صدارت میں ۲۴ر اگست دیہات سدھار جلسہ منعقد ہوا۔ سکول ہذا کے طلبا اور ماسٹر سادھو رام صاحب نے دیہات سدھار گیت گائے۔ نثر بیان پنڈت امرناتھ صاحب شاستری پروفیسر بسرور کالج نے دیہات سدھار۔ صفائی کنواں وراہ۔ کھاد کا استعمال اور تعلیم کی ضرورت بچپن کی شادی اور باقی رسومات بد کے نتائج پر لیکچر دیا۔ چودھری بابو رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے حاضرین کو شاستری صاحب کے خیالات پر عمل کرنے کی تلقین کی موضع بھنجال۔ اٹھڑ اور نکڑوہ کی مشترکہ دیہات سدھار کمیٹی قائم کی گئی۔ نمبرداران ہر سہ دیہات انتظامیہ کمیٹی کے ممبر اور چودھری بابو رام صاحب سیکرٹری ہونگے۔ (دینا رام)

مڈل سکول کیلنگ لدہول ۶ر اگست علاقہ کے مدارس کا سنٹرل ٹورنمنٹ چودھری دصنی رام صاحب اے ڈی آئی مدارس کلو ڈویژن کی صدارت میں عمل میں آیا۔ ریفری کے فرائض پروفیسر شادی لعل صاحب مشن کالج لاہور نے ادا کئے۔ رسہ کشی۔ تین ٹانگوں کی دوڑ۔ لٹکے ہوئے سیب کو منہ سے پکڑنا۔ بورا کھینچنا۔ لڑکیوں کی مختلف کھیلیں اور والی بال کے مقابلے ہوئے۔ کھلاڑیوں نے گرمجوشی سے حصہ لیا۔ آخیر پر غیر مقامی شرفا اور مقامی اصحاب کا والی بال میچ ہوا۔ موخر الذکر کامیاب ہوئے۔ مسز اڈپو انچارج موریوین مشن کیلنگ نے انعامات تقسیم کئے طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ پنڈت دھرمانند صاحب ہیڈ ماسٹر نے متعلقین کا شکریہ ادا کیا۔ حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ (سکھداس اسسٹنٹ ٹیچر)

لوئر مڈل سکول شیر تحصیل پالم پور } ۵ ستمبر ممبران سٹاف و جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی نے یہ تجویز میاں پرکاش چند صاحب ثانی مدرس مدرسہ ہذا ایک دیرینہ چشمہ موسومہ سرلائی کو جو مدت مدید سے گھاس پھوس گرد و غبار اور بے ترتیب پتھروں سے ڈھکا ہؤا تھا جسکی حالت ناگفتہ بہ تھی اور اس کی مرمت اہل دیہہ کے لئے نہ صرف فائدہ مند بلکہ ترغیب کا موجب تھی گھاس کاٹ کر پتھروں کو ترتیب دیکر اور چوطرفہ نالی کھود کر اس کی مرمت کی پانی بدبودار نکال کر پرمنگینٹ آف پوٹاس ڈالی مرمت کے بعد سبزہ پوش چشمہ نے وہ منظر دکھایا کہ دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا مردمان دیہہ اور بچے دیکھنے آئے اور بہت محظوظ ہوئے۔ چشمے کے فوائد اور کوہل کے پانی کے نقصانات عوام پر واضح کئے۔ چار گھنٹے میں یہ کام انجام پذیر ہؤا۔ پنڈت امرناتھ صاحب نے خوشی کے اظہار میں شیرینی تقسیم کی۔

(بینی پرشاد)

ورنیکلر مڈل سکول گلوڑ ضلع کانگڑہ } ۵ ستمبر ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف سکول کی نگرانی میں طلبا سکول جلوس کی صورت میں میلہ سدھ سماد ھ میں شامل ہوئے۔ تمام طلبا قطاروں میں باقاعدہ چل کر دیہات سدھار کے بھجن گاتے رہے تمام میلہ میں چکر لگایا۔ اساتذہ بھجنوں کا مطلب واضح کرتے رہے۔ پنڈت چوکسی رام صاحب ذیلدار کی صدارت میں ایک سایہ دار جگہ میں اجلاس منعقد ہؤا۔ حاضری ڈیڑھ ہزار نفوس سے زائد تھی۔ علاقہ کے معزز اصحاب مثلاً پنڈت رلارام۔ پنڈت جگن رام پٹواری۔ میاں سورم سنگھ پٹواری چودھری تلسی رام پٹواری اور نمبرداران نے جلسہ کی رونق کو دوبالا کیا۔ نشست کا انتظام خاص تھا۔ صاحب صدر نے اغراض و مقاصد واضح فرماتے ہوئے پبلک کو صبر اور سکون سے حصہ لینے کی تلقین کی منشی دیارام شرما ایس وی نے تعلیم کے فوائد پر نہایت موثر تقریر کی۔ لازمی تعلیم کا مدعا واضح کرتے ہوئے کہا کہ لازمی تعلیم ایکٹ کے نفاذ سے لازم ہے کہ ۶ سے ۱۱ سال عمر کے بچے سکول میں داخل ہوں۔ ٹھاکر دیارام صاحب ہیڈ ماسٹر نے میلہ کی غرض و غایت اور موجودہ نقائص پر مفصل لیکچر دیا۔ گاؤں کی صفائی اور کھاد گڑھوں میں رکھنے کی ہدایت کی۔ نمونے کے روشندان دکھائے گئے اور ان کے لگوانے کی ہدایت دی۔ میلہ میں مضر صحت مٹھائیاں۔ کچے اور گلے سڑے پھل کھانے سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ ایسی چیزوں کا خریدنا درحقیقت گرہ سے دام دیکر امراض مختلفہ کو دعوت دینا ہے۔ پنڈت سالگرام بی اے نے صغیر سنی کی شادی۔ بوڑھوں کی شادی۔ ان میل شادی اور دختر فروشی پر برجستہ تقریر کی۔ دیہات سدھار کے بھجنوں کے بعد کارروائی ختم ہوئی۔

(دیارام شرما)

ورنیکلر مڈل سکول گڑوا ضلع کانگڑہ } ۱۲ و ۱۳ ستمبر۔ پنڈت خوشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں میلہ بیکھ پنچمی کی تقریب پر دیہات سدھار کا جلسہ منعقد ہؤا۔ حمد الٰہی کے بعد پنڈت ہری رام ایڈیشنل ایجنٹ لکشمی انشورنس نے فضول خرچی کے نتائج واضح کئے۔ کہ زمانہ نازک نہیں بلکہ ہم نے اپنی فضول خرچیوں سے اُسے نازک بنا رکھا ہے۔ ہم بچوں کی صحت پر متوجہ نہیں ہوتے ان کی تعلیم سے غافل رہتے ہیں اور ہم سے برہمچریہ بل جاتا رہا ہے۔ پنڈت کھڑکا رام صاحب نے رسومات بد کے بُرے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے زیورات سے تباہی اور پتی ورتا استریوں کی عظمت اور دودھ دواہ کی ضرورت نیز کچن گارڈن کے اوصاف ظاہر کئے۔ پنڈت جیشی رام نے رامائن سے سبق آموز بھجن گایا۔ پنڈت ہربرام صاحب نے بداخلاقی کے بُرے اثرات پر لیکچر دیا۔ اور جنم اشٹمی کے موقعہ پر جنت پوری کے چند بد حالات ظاہر کئے۔ منشی ہربرام اسسٹنٹ ماسٹر نے دیہاتیوں کی عظمت اور ان کا دیگر ممالک کے دیہاتیوں سے مقابلہ کیا۔ پنڈت کھڑکا رام صاحب نے شادی اور مرگ کے مواقع پر فضول خرچی اور تمباکو نوشی پر موثر لیکچر دیا۔ دو طالب علموں نے بنگوں کے بد اثرات اور فضول خرچی پر بھجن گایا۔ دوسرے یوم دو طلبا نے پرارتھنا کرائی۔ پنڈت ہربرام نے میلہ کے اغراض و مقاصد۔ بنگوں پر روپیہ کا ضائع کرنا اور کم حوصلگی پر لیکچر دیا۔ جے سنگھ نے بنگوں کے نقصانات کا بھجن گایا۔ پنڈت کھڑکا رام صاحب نے ضلع کانگڑہ کی پسماندگی کے اسباب۔ دختر فروشی اور صغیر سنی کی شادی کے بُرے اثرات پر لیکچر دیتے ہوئے بچوں کی کم حوصلگی اور عادات بد کے اختیار پر روشنی ڈالی۔ صحت کے متعلق دو طالب علموں کا بھجن ہؤا۔

ٹھاکر مکند لال نے بچوں کی صحت خراب ہونے کے اسباب تعلیم کی کمی اور فیشن پرستی کے نقصان واضح کئے ۔ پنڈت جیشی رام کا بھجن ہوا ۔ اپدیشک صاحب نے دراچاری سادھوؤں کے حالات ۔ اغوائی وارداتوں کی زیادتی ۔ بیکار مل کی زیادتی اور میلوں میں بنگوں کی خریداری کے قبیح اثرات ظاہر کئے ۔ دیارام شاستری نے پچھلے زمانہ کی عالی حوصلگی کا بھجن گایا ۔ پنڈت پرسرام نے جسمانی صحت کے خراب ہونے کی وجوہات اور اخلاقی کمزوری پر موثر لیکچر دیا ۔ پنڈت خوشی رام صاحب نے تمام تقاریر کو یاد رکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ۔ (ہر پرام)

ڈی ۔ بی سنٹرل سکول ڈہاڈا کوٹ گڑھ ضلع شملہ

۱۲ ستمبر صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن بہمراہی مسٹر ایس ۔ ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ رونق افروز ہوئے ۔ ۱۲ ستمبر مشن مڈل سکول کوٹ گڑھ کا سالانہ معائنہ فرمانے کے بعد آریہ مڈل سکول ڈہاڈا اور سکول ہذا کا اتفاقیہ ملاحظہ فرمایا ۔ سکول ہذا میں ٹھاکر کرم چند صاحب ہیڈ ماسٹر ۳ اپریل سے اس قلیل عرصہ میں نمایاں ترقی دکھلائی ہے جس سے اصحاب ممدوح الصدر بہت خوش ہوئے ۔ لاگ بک میں درج فرمایا کہ پہاڑ کے مدارس میں یہ مدرسہ صحیح معنوں میں نمونہ کا مدرسہ ہو جائے گا ۔ ٹھاکر کرم چند کی ذہانت محنت ۔ تجربہ اور لیاقت نے سکول کو چار چاند لگا دیئے ہیں ۔ احاطہ سکول میں کئی قسم کے پھولوں کے علاوہ پتھری گیٹ ۔ نئی ایجاد کی ٹٹی اور کھاد کا کھتہ بیحد دل خوش کن ہے ۔ شام دیہات سدھار کا ڈرامہ مدرسین ڈسٹرکٹ بورڈ نے دکھایا ۔ صفائی نہ رکھنے کے نقصان ۔ مچھر ۔ ملیریا ۔ مکھی ۔ ہیضہ کی رکاوٹ اور پھیلنے کے اسباب واضح اور روشن طور پر دکھایا گیا ۔ ٹھاکر جے سکر نے دھنا سنگھ شرابی کا پارٹ خوبی سے دکھایا اور شراب نوشی کے مالی و جسمانی نقصانات عملی طور پر دکھلائے ۔ آپ نے ڈرامہ کی نسبت درج فرمایا کہ ڈرامہ دیہات سدھار جو ڈی ۔ بی مدرسین نے موقع پر دکھایا کوٹ گڑھ ایسی دور افتادہ جگہ کے لئے بہت غنیمت ہے ۔

(رام دیال)

سنٹرل مڈل سکول چک نمبر ۲۱۸ گ ب

۲۳ ستمبر زیر صدارت سید اقبال حسین صاحب بی ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی اے ڈی آئی مدارس سب ڈویژن سمندری ضلع لائلپور غیر معمولی اجلاس سنٹرز ۲۱۸ گ ب و ۲۲۳ گ مڈل سکول چک نمبر ۲۱۸ گ میں منعقد ہوا ۔ تمام اساتذہ ہر دو سنٹروں کے جمع تھے ۔ حمد الہٰی کے بعد چودھری شبیر محمد صاحب ہیڈ ماسٹر ۲۲۳ گ نے جماعت اول کے طریقہ تعلیم پر اور چودھری سلطان علی صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول چک نمبر ۲۱۸ گ نے جماعت دوم کے بہترین طرز تعلیم پر مفید اور موثر تقاریر کیں ۔ ہر دو بنیادی جماعتوں کے طرز تعلیم کو بحث و تمحیص کے ذریعہ حاضرین کے ذہن نشین کیا گیا جس میں تمام اساتذہ کو آزادی سے حصہ لینے کی اجازت تھی ۔ صاحب صدر نے جماعت اول کے طریقہ تعلیم کی نسبت فرمایا کہ تعلیم بذریعہ چارٹس ۔ کھلونے ۔ ریت ۔ مٹی وغیرہ اشغال سے کی جائے ۔ گروپ بنا کر بچوں کو پہلے آہستہ آہستہ چلایا جائے ۔ بعدہٗ بتدریج ترقی کی شاہراہ پر چلایا جائے ۔ بہترین استادان ہر دو کلاسوں کے انچارج ہوا کریں ۔ تعداد کو بحال رکھنے اور اوسط حاضری کو سو فیصدی دکھانے پر زور دیتے ہوئے رجسٹر اصلاح حاضری کا نمونہ بتایا ۔ فراہمی اطفال کا طریق جونیئر ممبران ریڈ کراس کے ذریعہ سکھایا ۔ زائد المیعاد طلبا کے متعلق ہدایات دیں اور اوقات مدرسہ میں تعلیم کے سوا دیگر فروعی مشاغل مثلاً تکمیل رجسٹرات فرائض ڈاکخانہ وغیرہ سے روکا ۔ رجسٹرول کی پڑتال کے متعلق قیمتی ہدایات دیتے ہوئے دو نو سنٹروں کی پڑتال کمیٹیاں بنائیں ۔ انچارج مدرسین کو اے ۔ بی ۔ سی درجہ مدارس میں سبقت لے جانے کی تاکید کی ۔ آرائش مدرسہ ۔ باغیچہ ۔ خوشخطی طلبا ۔ سکاؤٹنگ ۔ پروپیگنڈا ۔ ڈاک ۔ اولمپک ٹورنمنٹ اور ٹیشن لیو وغیرہ کے متعلق پوری رہنمائی فرمائی ۔ "جیسا مدرس ویسا مدرسہ" کے مقولہ کی پوری پوری تشریح کر کے ہر ایک مدرس کو پیام بیداری دیکر صحیح معنوں میں اپنے فرائض سر انجام دینے کا احساس دلایا ۔ بچوں میں شہریت پیدا کرنے کا صحیح طریق عمل واضح فرماتے ہوئے انکی مختلف محافل مثلاً ادب ۔ صفائی ۔ حاضری ۔ ایگزکٹو وغیرہ قائم کرنے پر زور دیا ۔

(محمد الدین نقشبندی)

پرائمری سکول اندورہ ضلع کانگڑہ

۲۸ ستمبر چودھری رگھناتھ سنگھ صاحب رئیس اعظم کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا ۔ طلبا جماعت چہارم نے پرارتھنا کی ۔ اور بذریعہ نظم ضلع کانگڑہ کی حالت

ظاہر کی۔ دیہات سدھار کے متعلق پہاڑی راگ گائے۔ چودھری خزان سنگھ اول مدرس نے یوم والدین کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ پنڈت جی نے اخلاق حسنہ پر تقریر کی اور تعلیم کے فوائد واضح فرمائے۔ صاحب صدر نے حاضرین کو تعلیم کے فوائد سے آگاہ کیا منشی لیکھراج نے دیسی کھیلیں نئے طریق سے کھلائیں اور ڈرل کرائی۔

(خزان سنگھ)

لوئر مڈل سکول لاربٹ ضلع کانگڑہ

صوبیدار جگت سنگھ صاحب آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا طلباء کے پرارتھنا کرانے کے بعد سیکرٹری نے گذشتہ سال کے یوم والدین کی کارروائی پڑھی۔ چودھری سداماں رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے انجمن کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ منشی پرکاش دیو سیکرٹری جونیئر ریڈکراس نے اشاعت تعلیم کے مقاصد اور اس میں ہندوستانیوں کی کامیابی پر مضمون پڑھ کر سنایا۔ حاضرین سے اطفال کے داخلہ کی اپیل کی۔ طلباء نے دیہات سدھار راگ گایا۔ منشی ردکتو رام نے دیہات کی قبیح رسومات اور ان کے دفعیہ کی تدابیر پر تحریری مضمون سنایا منشی رسیلا رام نے جدید تحریکات پر مضمون پڑھا۔ طلباء نے لطائف سنائے اور راگ گائے۔ صاحب صدر نے چار روپے کے انعامات حاضری، صفائی اور فرمانبرداری کے تقسیم کئے۔ اور سات روپے چار آنے کی شیرینی طلباء میں بانٹی گئی۔

(پرکاش دیو)

نوجوان مہاراجہ صاحب بہادر والئے ریاست نابھہ کی سولھویں سالگرہ

۶ / اسوج سمت ۱۹۹۱ بکرمی احاطہ سکول دھنولہ ریاست نابھہ میں سری حضور مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر والئے ریاست نابھہ کے جنم دن کی خوشی میں ایک عالی شان جلسہ خان محمد علی خاں صاحب تحصیلدار کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مقامی افسران تمام ملازمین سرکار، طلباء سکول اور شہر کے معزز اصحاب کے علاوہ قرب و جوار سے بھی کافی تعداد نے شمولیت فرمائی۔ باوردی بینڈ باجے والوں اور نقالوں نے طرح طرح کی طرزوں اور نقلوں سے اہل جلسہ کو خوش وقت کیا طلباء نے دعائیہ نظمیں گائیں۔ چند اصحاب نے مہاراجہ صاحب کی ذہانت۔ بیدار مغزی اور قابلیت وغیرہ کا بیان کرتے ہوئے ان کی درازی عمر اور جاہ و حشمت کی ترقی کے لئے دعا کی۔ لالہ دینا ناتھ صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر سکول نے طلباء میں شیرینی تقسیم کرائی۔ بعدہ اہل شہر کی طرف سے تمام ملازمین کو ٹی پارٹی دی گئی۔ رات روشنی کر کے اندھیری رات کو روز روشن میں تبدیل کیا گیا۔ دعا ہے کہ پروردگار دو عالم پھولکیاں سٹیٹ کے اس نونہال روضۂ ظفر و اقبال کو اپنے فیض لامتناہی سے ہر ایک کام میں کامیابی عطا فرما کر جذبہ عدالت و نصفت شعاری سے بہرہ ور کرے اور عمر طبعی تک پہنچائے (آسا رام سہگل)

سنٹر اوہو والی ضلع گوجرانوالہ کی عدیم النظیر نمائش

چودھری عبد الغنی صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ اے۔ ڈی۔ آئی مدارس حلقہ شمالی تحصیل گوجرانوالہ سنٹر ہذا کے تمام مدرسین کی طرف سے مڈل سکول ہذا میں نمائش کا انعقاد ہوا جس میں جماعت اول کے مبتدیوں کو مدرسہ سے مانوس کرنے اور تعلیم کو دلکش بنانے کے لئے قرأت۔ کتابت۔ پہاڑوں اور ہندسوں کے چارٹس مشینیں اور کئی قسم کے آلات موجود تھے۔ علاوہ بریں باقی جماعتوں کی تعلیم میں دلچسپی اور نئی روح پیدا کرنے کے لئے شہریت۔ جغرافیہ۔ حساب۔ تجربی ہندسہ۔ سائنس اور زراعت کے چارٹس تیار کردہ طلباء اور آلات بھی موجود تھے۔ طلباء کی دستکاری مثل صابن سازی۔ جلد سازی۔ رنگ سازی وغیرہ کے نمونے۔ چارٹ اور ریکارڈ موجود تھے جس سے ظاہر تھا کہ طلباء کو صنعت سے بھی مانوس کیا جا رہا ہے۔ صحت عامہ کے ریکارڈ وغیرہ آویزاں تھے۔ کاپیاں اور رجسٹر بھی تھے تاکہ اچھی چیزوں کو دیکھ کر مدرسین ان کی خوبیوں کو اخذ کریں۔ ہر ایک مدرسہ کے لئے علیحدہ کمرہ تھا اور مدرسین متعلقہ نے اپنی اشیاء کو آراستہ کیا ہوا تھا۔ تمام سکول ایک قسم کا نگار خانۂ چین بنا ہوا تھا۔ ۱۳ / ستمبر علی الصباح جناب شیخ رحیم بخش صاحب پی۔ ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس۔ چودھری صاحب موصوف الصدر۔ قاضی محمد منیر صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قلعہ دیدار سنگھ اور ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ لیکچرر تشریف لائے۔ نمائش کا ملاحظہ کیا۔ کاپیاں اور رجسٹر بنظر تعمق دیکھے ہر ایک کے حسن و قبح سے متعلقین کو آگاہ کیا۔ سنٹر مذکور کے علاوہ چیمہ سنٹر کے تمام استاد اور اردپ اور راہوالی کے استاد بھی موجود تھے۔ اوہو والی اور اس کے مضافات

سے جوق در جوق لوگ نمائش دیکھنے آئے۔ گویا ایک خاصہ میلہ تھا۔ بعد ملاحظہ نمائش منشی عبدالحق نے ڈرل کرائی۔ طلبا کی یونیفارم اور ڈرل قابل دید تھی

دن کا جلسہ۔ دس بجے شیخ صاحب کی صدارت میں شروع ہؤا۔ مدرسہ پھلو کی کے طلبا نے دعائیہ نظم ادا کی۔ طلبائے نوکھر نے استقبالیہ نظم پڑھی۔ پیارا لعل طالب علم نے دیہات کی صفائی پر لیکچر دیا۔ طلبا نوکھر نے مچھر اور مکھی کے نقصانات پر ڈرامے کئے۔

سٹوڈنٹ کلب۔ طلبا سکول نے نمونہ کے طور سوار شاہ کی صدارت میں اپنی کلب کا اجلاس کیا۔ جماعت ششم کے طلبا نے پند و نصائح اور کالے آدمی کا ڈرامہ کیا۔ رام ناتھ نے اصلاحی لیکچر دیا۔ بنارسی لعل اور کندن لعل نے صوفی و رند کا مکالمہ کیا۔ جماعت اول کے دو صغیر سن بچوں نے گانا گایا۔ ایک لڑکے نے زبانی کہانی سنائی۔ ہربنس لال نے پروپیگنڈا نظمیں گائیں۔ غرض مختلف ڈراموں۔ تقریروں اور اصلاحی نظموں سے حاضرین کو محو حیرت کیا گیا۔ مدرسہ پھلو کے ایک طالب علم نے جادو کے کھیل دکھائے۔ طلبا نوکھر نے مرض چیچک پر ڈرامہ کیا جس میں جہالت کا نقشہ دکھا کر اس کے نتائج واضح کئے گئے۔ نذیر حسین نے علم کی برکات پر پُرجوش تقریر کی۔ مدرسین نے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں۔ منشی ثناءاللہ تلونڈی موسیخاں نے مدرس کی شخصیت پر عالمانہ لیکچر دیا۔ منشی جگت رام پھیوزر نے پرمذاق پارٹ ادا کیا۔ منشی امرچند سکنڈ ماسٹر نے تازہ اخبار بیان کیں۔ میراللہ بخش تسنیم نے اپنی تیار کردہ نظم پڑھی۔ چودھری عبدالغنی صاحب کی تقریر کیا تھی مدرسین کے لئے مشعل ہدایت اور دیہاتیوں کے مستقبل کو منور کرنے والی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ رائے بہادر مسٹر من موہن بہادر ایم اے ڈویژنل انسپکٹر ایسے ماہر تعلیم و فاضل رہبر کی ہدایات اور جناب صاحب صدر کی بہترین رہنمائی سے میں نے مدرسین کو سرگرمی عمل کی دعوت دی جس پر مدرسین نے لبیک کہی اور بچوں کے فلاح و بہبود اور سکولوں کی کایا پلٹ دینے میں وہ کارنامے دکھائے جو محو حیرت کر رہے ہیں اسی حیرت انگیز ترقی کی علت غائی ہر دو برگزیدہ ہستیوں کی نیک نیتی اور خوش اسلوبی کی مرہون منت ہے۔ ماڈل اور چارٹس تیار کرنے والوں کی محنت کی داد دی اور بتایا کہ ضرورت ہے کہ ان اشیا کے ذریعے ہم طرز تعلیم کو بہتر بنائیں اور اس کا عملی ثبوت دیں۔ مدرسین بطور مشنری کام کریں۔ قوم کی رضا کارانہ خدمت کریں۔ تکالیف کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کریں۔ زمانہ حال جدوجہد کا زمانہ ہے۔ پبلک سے فرمایا کہ ہمارا فرض طالب علم کو آئندہ زندگی کی جنگ کیلئے بہترین سپاہی بنانا ہے تاکہ دنیا کے ہر میدان میں اُسے فتح حاصل ہو۔ وہ قوم اور ملک کا مایۂ ناز فرد ہو۔ آپ نے طلبا کے جلسے میں اس امر کا اظہار مشاہدہ کیا ہوگا کہ آج کل تقریر کرنے والے بڑے ہو کر اعلےٰ مقرر ہوں گے اور قوم کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ بعد میں سردار گورمکھ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے تمام شرکا کار کا نمائش کو کامیاب بنانے کے لئے شکریہ ادا کیا۔ سردار گوربخش سنگھ۔ سردار گیان سنگھ۔ سردار سرجیت سنگھ اور سردار بخشیش سنگھ صاحبان روسا ادہوالی اور سردار نند سنگھ رئیس پھلو کی کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے جلسہ کی کامیابی کے لئے خاص ایثار کو کام فرمایا۔ نمائش میں ایجادات پیش کرنے والے مدرسین کا شکریہ ادا کیا گیا۔ قاضی محمد منیر صاحب اور ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا ہؤا۔ قاضی صاحب نے نمائش کی اجمالی صورت کا تبصرہ فرماتے ہوئے مدرسین کی محنت کی داد دی۔ طلبا کی کارگذاری کو سراہا۔ چارٹس اور ماڈلز کی عدم موجودگی سے تعلیمی کمی کا احساس کرایا۔ اور ان کی موجودگی پر زور دیا کہ انہیں صرف نمائش کے لئے مخصوص نہ کیا جائے۔ اسی طرح تقاریر کو بھی عملی میدان ہی کام لایا جائے۔ تاکہ آپ کے طفیل دیہات کے کونے کونے میں پرچار ہو سکے اور لوگوں کے اعتراض کو کہ تعلیم موجودہ ناقص ہے "حرف غلط" کی طرح مٹایا جائے۔ موجودہ اور سابقہ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانہ کا قابل آدمی وہ ہے جو عام ملکہ رکھتا ہو اور اقتصادی۔ اخلاقی۔ معاشرتی۔ تجارتی۔ صنعتی۔ زراعتی خیالات کا اظہار بخوبی کر سکتا ہو۔ آپ نے صاحب صدر اور چودھری عبدالغنی صاحب کو مبارکباد دی کہ آپ طلبا کے مستقبل کو روشن کرنے میں بیحد کوشش کر رہے ہیں سردار گورمکھ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے نمائش کی حقیقت اس کے فوائد اور سکول کے چار سالہ نتائج سنائے سردار ان لائبہ خاندان

کی اعانت و فیاضی اور سردار نند سنگھ صاحب کے عطیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اپنے عملہ کی نیک نیتی اور محنت شاقہ کی تعریف کی اور افسران سررشتہ کی ہمدردی اور رہنمائی کا شکریہ ادا کیا۔ بمقصد ذیل انعامات تقسیم ہوئے۔ مدرسہ ادہوالی تین روپے۔ مدرسہ نوکھر تین روپے۔ مدرسہ پھلو کی دو روپے۔ مدرسہ بھڑی ایک روپیہ۔ حضرت تسنیم ایک روپیہ منشی عبدالحق ایک روپیہ یہ کُل روپے سردار لال نمبردار خاندان پانچ روپے سردار نند سنگھ پانچ روپے اور سردار گورمکھ سنگھ ہیڈ ماسٹر ایک روپیہ کا عطیہ تھے۔ آخر صاحب صدر نے اپنے موعظ حسنہ سے متعلقین کو شاد فرمایا نمائش کی سرگرمی اور محنت پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے ان اشیا سے طرز تعلیم بہتر بنانے کی تلقین کی۔ چودھری صاحب اور ان کے علاقے کی تعریف کی اور اس نئی بیداری پر مبارکباد دی۔ آپ نے مدرسین کو فرمایا کہ خوش کرداری تمہارا طرہ امتیازی ہے۔ خوش اخلاق مدرس کے شاگرد خواہ گورنر ہو جائیں تو بھی اسے قبلہ و کعبہ مانیں گے۔ طلبا سے مشفقانہ برتاؤ ہو۔ سزا کے نام سے بھاگو ہر کام باقاعدہ اور وقت پر ہو۔ کاغذات وقت معینہ پر دفتر پہنچاؤ۔ سہل انگاری اور آرام طلبی سے نفرت کرو۔ پبلک کو یقین دلایا کہ تعلیم حصول ملازمت کا ذریعہ نہ ہو۔ بلکہ تعلیم یافتہ بچے سوسائٹی کے بہترین فرد اور قوم کے سچے خادم بنانا ہمارا نصب العین ہو۔ وہ جس پیشہ کو اختیار کریں اس میں کامیاب ہوں اور موجد و مخترع ہو کر ملک اور قوم کی دولت اور عزت کو بڑھائیں۔ آپ نے چودھری صاحب اور تمام متعلقین کو دوبارہ مبارکباد دی۔ رات آپ کی صدارت میں میجک لینٹرن سے تصاویر دکھائی گئیں۔ قاضی محمد منیر صاحب نے محکمہ حفظان صحت اور تعلیم کی اصلاح دیہات کی سرگرمیوں کا ذکر کیا اور دیہات والوں کو ان سے مستفید ہونے کی دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحب نے تصاویر دکھائیں اور تمام امراض کے اسباب و علل بیان کئے۔ ملیریا بخار کی ماہیت حفظ ماتقدم و علاج۔ دیہات کی صفائی۔ زراعت کے آلات جدیدہ اور ان کے فوائد۔ تعلیم کے فوائد غرض اہل دیہات کے فلاح و بہبود کے ہر پہلو پر خاص روشنی ڈالی۔ (غلام محمد مدرس)

دیہاتی ٹورنمنٹ باغپور بسے موڈا

رورل کمیونٹی کونسل ہوشیارپور کی سرپرستی باغپور بسے موڈا کا چوتھا سالانہ ٹورنمنٹ ۲۳ لغایت ۲۶ اگست ہوا ہے کارروائی روزانہ نہایت پُرلطف اور دلکش تھی صبح شام ایک میلہ لگ جاتا تھا جلسہ تقسیم انعامات کی مختصر کارروائی حسب ذیل ہے

مڈل سکول ہریانہ کے طلبا نے دعائیہ نظم ادا کی۔ اور مڈل سکول باغپور کے طلبا نے چیچک کے متعلق ڈرامہ کیا۔ ڈاکٹر فضل محمد خاں پنشنر ڈپٹی ترلی اسسٹنٹ نے عالمانہ لیکچر میں انگریزی راج کی برکات اور پبلک پر عنایات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ٹورنمنٹ ہذا سردار کرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی عنایات رہنمائی اور چودھری گورداس سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی لگاتار کوشش اور چودھری احمد علی صاحب پی ٹی کی مدد کا نتیجہ ہے ہمیں ان کا خاص شکریہ ادا کرنا چاہیے سردار موجا سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر باغپور اور ان کے سٹاف کی بے نیازی اور لمبی محنت ٹورنمنٹ کی شکل میں جلوہ گر ہے۔ مڈل سکول ہریانہ کی ڈرامہ پارٹی نے صفائی کا ڈرامہ کیا چودھری گورداس سنگھ صاحب سیکرٹری ٹورنمنٹ کمیٹی نے رپورٹ پڑھی جس کے دوران میں فرمایا کہ موجودہ اجلاس چوتھا سالانہ ٹورنمنٹ کا نتیجہ ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ وہ آگے سال ترقی کر رہا ہے مینجنگ کمیٹی گیارہ اصحاب پر مشتمل ہے۔ اس سال فٹ بال کی آٹھ ٹیمیں بمقابلہ پانچ ٹیم سال گذشتہ شامل ہوئیں۔ پنڈوری بی بی ارشاد کلب۔ بسی شور۔ چنڈال چوکڑی ٹیموں کے نام خاص طور پر اس کھیل کے لئے قابل ذکر ہیں فائنل میچ میں چنڈال چوکڑی ٹیم ہوشیارپور کامیاب رہی (نوٹ رہنمائے تعلیم۔ ٹیم کا چنڈال چوکڑی نام غیر موزوں معلوم دیتا ہے خاص کر تعلیمی حلقوں میں اس نام کو مضحکہ خیز اور حقارت آمیز تصور کیا جاتا ہے۔ کیا متعلقین اس پر غور نہ فرمائیں گے؟ سچد یوا) والی بال کی چار ٹیموں میں سے سمشیر کلب بازی لے گئی۔ اور اس کلب نے ٹورنمنٹ کی شہرت کو دوبالا کر دیا اس کا رویہ خاص طور پر قابل تعریف ہے۔ کبڈی کا میچ اس سال اہل دیہات کی منشا مطابق ایزاد کیا گیا۔ اس کی چھ ٹیموں سے چیمپئن ٹیم۔ پٹھین اور بسی شور قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر ٹیم کی کھیل نے ہر ایک شخص سے تحسین و آفرین حاصل کی سردار سادھو سنگھ صاحب کا نام خاص قابل ذکر ہے۔ ہریانہ مڈل سکول کی ٹیم میں سے محمد شریف عمر ۱۲ سال جماعت ششم کی کھیل کو سب نے پسند کیا۔ ان ہر دو کو مسٹر شبیر حسین وکیل نے سپیشل انعامات دئے۔ رگڑ پنچ کھیل بھی اسی سال کی ایزادی ہے۔ چار ٹیموں سے درد جگہ ٹیم اول رہی۔ رسہ کشی کی پانچ ٹیموں میں سے ستور اور دوسیں کی ٹیمیں قابل تعریف تھیں اول الذکر ٹیم گوئے سبقت لے گئی۔

لمبی چھلانگ میں سردار سادھو سنگھ ٹلوڈال کھنکھن اول اور علی محمد بھڑانہ سیکنڈ رہا۔

اونچی " " بلبیر رائے ہوشیارپور اول " حبیب اللہ پنڈوری سیکنڈ رہا۔

گولہ پھینکنا　کرتار سنگھ　ستوور　اول اور　علی محمد بھڑانہ　سیکنڈ رہا
دوڑ ایک میل　دولت سنگھ　باغپور　″ ″　ماسٹر جلال الدین　″ ″
″ نصف ″　سادھو سنگھ　تلونڈال　″ ″　سادھو سنگھ تلونڈال　″ ″
″ سو گز　صفدر علی　ہوشیار پور　″ ″　شنکر سنگھ سکنہ ڈھٹ　″ ″
موگری پھیرنا　شنکر سنگھ　ڈھٹ　″ ″　شبیر حسین　″ ″
مگدر اٹھانا　تاج محمد　بھنڈرالیاں　″ ″　ماسٹر جلال الدین　″ ″
گتکا　کرتار سنگھ　تنگل ماجداں　″ ″　غلام محمد　″ ″

گتکا کے بعد ہر دو فریقین کے استادوں کا مقابلہ بطور نمونہ کرایا گیا اور مشاہدہ کے طور پر دکھایا گیا کہ گتکے کا کھلاڑی اکیلا کیونکر دس پندرہ آدمیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے عملی طور پر لڑائی کا نظارہ بھی دکھایا گیا۔ سکول طلبا کی دوڑ میں وطنا رام فرسٹ سائیں داس سیکنڈ ہرنیس سنگھ تھرڈ۔ لمبی چھلانگ میں وطنا رام فرسٹ اور رامزناتھ سیکنڈ اور سراج الدین تھرڈ رہا۔

پچھلے سالوں سے موجودہ ٹورنمنٹ میں حسب ذیل ترقی ہوئی لمبی چھلانگ چار انچ زیادہ ۸ ـ ۱۷ ـ اونچی چھلانگ ایک انچ زیادہ پانچ فٹ۔ گولہ پھینکنا ۳۰ فٹ ۸ انچ میل کی دوڑ پانچ منٹ اور سو گز کی دوڑ ڈیڑھ منٹ۔

انعامات فٹ بال کپ مسٹر شبیر حسین بسے موداکی طرف سے خان بہادر سید نیاز حسین خانصاحب پی سی۔ ایس ڈپٹی کمشنر بہادر کے نام پر۔ دوسرا والی بال کپ چودھری شوچند اور لالہ درگا داس کی طرف سے جناب سردار کرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی یادگار میں۔ دونو پچاس روپے کی مالیت میں ۸/۴۸ روپے نقد اور مفید و کار آمد اشیا کی صورت میں دئے گئے۔

ٹورنمنٹ کو مستقل طور پر قائم کرنے کیلئے صاحب صدر سے چند تجاویز کے عملی شکل کی اپیل کی گئی کہ تمام سامان کھیل مثلاً رسہ چھلانگ کے سٹینڈ۔ گولہ لمبی چھلانگ کا تختہ۔ رورل کمیونٹی کونسل فنڈ سے دلوا کر ہماری امداد کا موجب ہوں علاوہ بریں مستقل فنڈ کیلئے آٹھ سو روپے کی ضرورت ہے تاکہ اسکے سود سے ٹورنمنٹ چلتا رہے رسہ کشی۔ کبڈی اور رگر بچ میچوں کے لئے بھی کپس کی ضرورت ہے جن میں سے بابو دولت رام صاحب باغپورا ور ڈاکٹر چراغ الدین صاحب بسے موداں نے ایک ایک کپ دینا منظور کیا ہے۔ ایک کپ درکار ہے صاحب صدر کی اپیل پر خانصاحب ارشاد احمد خانصاحب نے یہ کپ دینے کا وعدہ کر لیا آخر میں سردار کرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کا بحیثیت صدر جلسہ سرپرست ٹورنمنٹ چودھری شوچند لالہ درگا داس اور مسٹر شبیر حسین کا کپ عطا کرنے کی حیثیت میں شکریہ ادا کیا۔ اسیطرح چودھری محمد علی صاحب اے ڈی آئی فارپی ٹی اور سردار موہن سنگھ صاحب کا بھی شکریہ ادا ہوا صاحب صدر نے انعام تقسیم کرنے کے بعد پبلک کو مبارکباد دی۔ کہ ان کا ٹورنمنٹ اپنی طرح کے دیگر تمام ٹورنمنٹوں سے اعلے اور افضل ہے آپنے ان سے اپیل کی کہ ملکھل کر پرانا سماں پھر پیدا میں لے آؤ کہ کھیل کود سے اچھی ہوا اور اس شغل میں پڑ کر وہ دنگہ فساد سے بچے رہیں ایسے ٹورنمنٹ ان کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ آپنے رسہ وغیرہ سامان کھیل کے رورل کمیونٹی کونسل سے دلانے کا وعدہ کیا۔　(بابو سنگھ سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول ہربانہ)

پرائمری سکول ریفارمیٹری فارم بورسٹل انسٹی ٹیوٹ لاہور طلبا اور عملہ سکول نے بہ تعمیل سرکار آمدہ از صدر حلقوں میں جلوس نکالا۔ اور نمبردار صاحبان کے تعاون سے جلسہ منعقد کیا۔ طلبا نے مختلف گیت گائے نمبردار صاحبان نے طلبا اور مدرسین کیلئے دودھ اور شیرینی کا معقول انتظام کیا۔ لالہ پرمانند نے کھاد و مقدمہ بازی کے نقصانات اور چیچک پر لیکچر دیئے۔ عوام نے خوش شوق سے حصہ لیا تعلیم کا پرچار بھی کیا گیا دعائیہ نظم کے بعد واپس لوٹے (رہا دل محمد)

جائز درخواست ـ یہ امر کسقدر حسرت افزا اور افسوسناک ہے اور ذمہ دار افسران تعلیم کی فوری توجہ کا محتاج ہے۔ کہ جن معلمین نے مختلف درسگاہوں سے سال ۱۹۳۲ء میں ایس وی سرٹیفکیٹ کا امتحان پاس کیا تھا انکو اس حال میں کچی سندات موصول ہوئی ہیں حالانکہ حسب قاعدہ اس عرصہ میں وہ سندات پختہ ہو جاتی نیز ان سندات پر تاریخ اجرا یکم مئی ۱۹۳۲ء درج ہے چونکہ سند کا پختہ ہونا تاریخ اجرا پر منحصر ہوتا ہے یعنی عرصہ پختگی اس تاریخ اجرا سے شمار ہوتا ہے اس حساب سے ان سندات کو پختہ کرانے کیلئے مزید تین سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ اور پہلا وقفہ محض ضائع ہوا۔ لہذا احکام والاشان محکمہ تعلیم کو ادھر توجہ دیکر غریب مدرسین کی اس جائز درخواست کو منظور فرما کر شکایت کی وجہ کو رفع فرما کر انہیں ممنون احسان کرنا ضروری ہے یعنی تاریخ اجرا سندات کو تبدیل فرما کر ان کی جائز دستگیری فرمائی جائے اور سالانہ معائنہ سے پہلے پہلے سالیفہ ریمارکس درج ہو سکیں۔　(نیتی سنگھ مدرس شمبیر رود)

نوٹ رہنمائے تعلیم۔ درخواست بالکل جائز ہے اور رہنمائے تعلیم متمنی ہے کہ جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور ڈویژنل انسپکٹر صاحبان پنجاب اس پر توجہ فرما کر صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ سے تاریخ اجرا تبدیل کرا کر مدرسین کی جائز پرورش فرمائیں۔　(سچدیوا)

بچوں کا اخبار
یعنی
گلدستۂ اطفال
سالانہ چندہ ۲ عہ
فی پرچہ ۳ ار
اسسٹنٹ ایڈیٹر
مسٹر پریم چند بیا لوی
جلد ۱۴ | بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء | نمبر ۱۱

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۷ر کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں: تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے۔

ملنے کا پتہ
مینجر رہنمائے تعلیم رام گلی نمبر ۵۵ لاہور

دلچسپ معلومات

کمپاس یا قطب نما۔ تم نے بعض جیبی گھڑیوں کی زنجیر کے ساتھ چھوٹا سا قطب نما لٹکتا ہوا دیکھا ہوگا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مسافر بستی سے دور کسی اُجڑے مقام میں رستہ بھول جائے تو اُسے دیکھ کر راہ معلوم کرلے خشکی کے سفر میں تو قطب نما سے زیادہ کام نہیں لیا جاتا۔ البتہ سمندر کے سفر میں اس کی بے حد ضرورت پڑتی ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ آج کل

اس کے بغیر سمندر کا سفر ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ ہر جہاز میں بڑے بڑے قطب نما جنہیں کمپاس کہتے ہیں لگے ہوتے ہیں اور اُنہیں کی مدد سے جہاز چلتا ہے۔

جب تک قطب نما ایجاد نہیں ہوا تھا جہازوں کو سفر کرنے میں بہت مشکلیں پیش آتی تھیں۔ وہ عام طور پر سمندر کے کنارے سفر کیا کرتے تھے اور صرف اس وقت کنارے سے دُور ہوتے تھے۔ جب آسمان پر ستارے نکلتے تھے۔ کیونکہ قطب نما کی ایجاد سے پہلے وہ ستاروں ہی کو دیکھ کر راستہ معلوم کیا کرتے تھے۔

اس طریق سے ان راتوں میں تو سفر ہو جاتا جب آسمان صاف ہوتا اور ستارے نکلے ہوتے لیکن اندھیری راتوں اور کہر اور طوفان میں سفر بالکل ناممکن تھا۔

اب تم خود اندازہ کر لو کہ قطب نما کی ایجاد سے جہاز والوں کو کس قدر فائدہ پہنچا۔ اور ان کی کتنی مشکلیں دُور ہو گئیں۔

شاید تم سمجھتے ہو گے کہ قطب نما آج کل کے زمانے کی ایجاد ہے۔ لیکن یہ تمہاری بھول ہے۔ اسے آج سے بہت مدت پہلے چین والوں نے ایجاد کیا تھا۔

پرانے زمانے کے چینی بے حد عقل مند تھے۔ اور نت نئی ایجادیں کرتے رہتے تھے چنانچہ کاغذ۔ شیشہ اور پریس کی طرح قطب نما بھی ان کی بے حد مفید اور کارآمد ایجاد ہے۔

کہتے ہیں کہ نیویارک (امریکہ) میں ایک شخص کے دماغ میں پندرہ سال تک چاقو کا پھل اٹکا رہا اور اسے پتہ نہ لگا۔ اب وہ پھل نکالا گیا ہے۔

سُورج کی دھوپ سانپ کے لئے سخت مہلک ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ تجربہ کے طور پر ایک سانپ کو سُورج کی تیز دھوپ میں کھلا چھوڑ دیا گیا۔ وہ ۷ منٹ کے اندر اندر مر گیا۔

ایک امیر اپنے اصطبل میں گیا۔ اُس کے سائیس کا چھوٹا سا بچہ کھڑا تھا آپ اُس بچہ سے کچھ پیار کی باتیں کرنے لگے۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے اچھا بیٹے تم جانتے

خاموشی

خموشی میں مزا بے انتہا ہے — عزیزو۔ اس میں بے حد فائدہ ہے

تمہیں زیبا ہے بس خاموش رہنا — جواب تلخ میں رکھا ہی کیا ہے
(واجب) (کڑوی بات)

جب آئے تم کو غصہ اس کو پی لو — یہی ارشاد محبوب خدا ہے

کرو تم گفتگو بے جا نہ ہرگز — یہ پہلے سوچ لو انجام کیا ہے
(پیارا) (نتیجہ)

نہیں ہے زندگانی کا بھروسہ — ہمیشہ کون دُنیا میں رہا ہے

کریگا کیا کوئی تعریف اس کی — یہ خاموشی کا رُتبہ ہی بڑا ہے

بنادے نیک خُو اس کو خدایا
عزیزِ زار کی تجھ سے دعا ہے

عزیز حیدرآبادی

لطیفے

(۱) ایک فقیر نے کسی امیر کے دروازے پر پہنچ کر روٹی کا سوال کیا اندر سے آواز آئی کہ گھر میں آدمی نہیں ہے فقیر بولا بابا دم بھر کیلئے تو ہی آدمی بن جا۔

(۲) ایک افیونی گن چوس رہے تھے۔ مکھیاں بار بار ناک پر بیٹھ جاتی تھیں یہ ہر چند اڑاتے تھے مگر وہ بیٹھنے سے باز نہ رہتی تھیں۔ غصہ جو آیا۔ تو نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اور نہ نفع سوچا نہ نقصان۔ جھٹ چاقو جیب سے نکال اپنی ناک کاٹ ڈالی اور بڑی شیخی سے کہنے لگے کہ اب تو یاروں نے اڈا ہی اڑا دیا ہے۔

بچوں کے لئے

تین ہزار سال کی پُرانی کہانیاں

سنسکرت کی قدیم کتابوں کی اخلاقی حکایتوں کے تین ہیرے میاں بچوں کے لئے پیش کئے جاتے ہیں

(از ظفر قریشی بی اے دہلوی)

(نمبر ۲)

برہمن اور اُس کی بکری!

ایک برہمن نے ایک بکری خریدی اور اُسے اپنے گاؤں کو لے جانے لگا۔ راستہ میں اُسے تین ٹھگوں نے دیکھ لیا اور انہوں نے سوچا کہ اس برہمن سے یہ بکری ٹھگنی چاہئے۔

کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں برہمن لوگ بڑے بھولے ہوا کرتے تھے۔ اور بہت جلد دھوکہ میں آجاتے تھے۔ ٹھگوں نے اس بھولے بھالے برہمن دیوتا کو دیکھ کر ٹھگی کا کام شروع کیا۔ اور تینوں ٹھگ راستہ میں ایک ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ جب برہمن پہلے ٹھگ کے قریب پہنچا تو اس نے کہا برہمن دیوتا آج یہ کتا کہاں سے لے آئے۔ برہمن نے ہنس کر کہا بھائی! تمہاری آنکھیں خراب ہوگئی ہیں۔ بھلا یہ بکری ہے یا کتا؟ اور یہ کہکر وہ آگے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں دوسرا ٹھگ ملا اس نے بھی یہی کہا کہ برہمن دیوتا! یہ کتا کتنے کو خریدا۔ اب تو بھولے برہمن کو اپنی آنکھوں پر شبہہ ہونے لگا اور اُنہوں نے آنکھیں مل کر اپنی بکری کی طرف دیکھا اور یہ سوچنے لگے کہ کیا فی الواقعہ یہ کتا تو نہیں ہے؟ لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ شخص غلط کہہ رہا ہے۔ وہ آگے بڑھ گئے اور کہنے لگے کتا نہیں یہ تو بکری ہے۔ آگے چل کر انہیں تیسرا ٹھگ ملا اس نے بھی برہمن دیوتا کو اسی طرح دھوکہ دیا۔ اب تو برہمن کو یقین ہوگیا کہ میں ہی غلطی پر ہوں اور میری آنکھیں ٹھیک کام نہیں کر رہی ہیں۔

کیونکہ راستہ میں جتنے لوگ ملتے ہیں وہ سب بکری کو کتا بتا رہے ہیں۔ تو میں یقیناً بکری کی بجائے کتا
خرید لایا ہوں۔ یہ سمجھ کر برہمن نے کہا کہ کتے نے میرے جسم کو ناپاک کر دیا اس نے اسے وہیں
راستہ میں چھوڑا اور قریب کی ندی میں جاکر نہایا۔ لیکن تینوں ٹھگوں نے مل کر اس بکری کو اُٹھا لیا
اور اپنے گھر لیجاکر پکاکر کھالیا اور برہمن کی عقل پر ہنستے رہے۔

نصیحت

پیارے بچو! دھوکہ دینے والوں سے ہوشیار رہو اور اپنی عقل استعمال کرنے کا سلیقہ
اور طریقہ سیکھو تاکہ نقصان نہ اُٹھاؤ۔

(نمبر ۲)

شیر اور بلّی

بندھیاچل کی پہاڑیوں میں ایک شیر رہتا تھا اور اس کے غار کے قریب ایک چوہیا بھی رہتی
تھی وہ کبھی کبھی نکل کر شیر کو بہت ستاتی تھی۔ اس کی دُم پکڑ کر گھسیٹتی تھی اور شیر حالانکہ اتنا بڑا
اور طاقتور جانور تھا۔ لیکن شریر چوہیا کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آخر کار اس نے شہر میں سے ایک
بلّی پکڑی اور کہا خالہ! ایک شریر چوہیا نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے ذرا میرے ساتھ چلو
اور اس کی گوشمالی کرو۔ چنانچہ خالہ بلّی اور شیر پہاڑی کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب چوہیا
نکلی اور اس نے شیر کو اُونگھتے ہوئے دیکھا تو چپکے سے نکلی اور اس کے جسم پر پھرنے لگی۔
اور خوب ستایا۔ خالہ بلّی تو تاک میں تھیں جھٹ نکل کر آئیں اور جھپٹا مار کر چوہیا کو پکڑ لیا
اور کھا گئی۔ دوسرے دن شیر نے دیکھا کہ اب چوہیا تو ہے نہیں اب مجھے کیا فکر ہے آزادی
سے رہو اور خالہ بلّی کو بھی دُور سے سلام کرو۔ چنانچہ اس روز سے شیر نے خالہ بلّی کی طرف
توجہ دینی چھوڑ دی۔ بلّی کو اس بات پر بڑا افسوس ہوا۔ اب وہ جنگل میں اکیلی رہتی تھی۔ اور

صحرائی الف لیلیٰ

حکایت چہارم

نیکی یا خُدا

(۱)

کوہ بندھیاچل کے دامن سے کچھ فاصلے پر دریائے نربدا کے کنارے ایک نشیب میں جہاں انسان کا گذر مشکل تھا چند جھونپڑیاں تھیں یہ وہ جگہ تھی جہاں چالیس پچاس آدمیوں کا ایک گروہ انسانی سرد مہریوں سے تنگ آکر اپنی پُرآشوب رُوح کو تسکین دینے کے لئے زندگی کے آخری دِن گذار رہا تھا۔ اس عجیب مجمع میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے اپنی گذشتہ زندگی میں اِنسانی فلاح کے لئے کبھی ایک منٹ بھی صرف کیا ہو۔ جب تک آبادی میں رہتے رہے ان کی کوششیں بنی نوع آدم کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانا تھیں۔ کوئی چور۔ کوئی سینہ زور۔ ڈاکو۔ قاتل۔ گٹھ کترا غرض ہر طرح کے قانون شکن اِس گروہ میں پائے جاتے تھے۔ اور اِن میں ہر ایک اپنے پیشے کا زبردست مشتاق تھا۔ تمام کے تمام تو نہیں لیکن تعداد کثیر ان لوگوں کی تھی جو قید کے ڈر سے شہر چھوڑ آئے تھے۔ اور اس سنسان جنگل میں اپنی زندگی کے دِن پُورے کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنا ایک سردار چُن لیا تھا۔ اور قانون شکن ہوتے ہوئے بھی اُس کے احکام پر نہایت سختی سے کاربند تھے۔ سردار نے جسکی زندگی میں تھوڑا سا رومان پایا جاتا تھا۔ اس بستی کا نام مفرُور آباد رکھا ہُوا تھا۔

(۲)

اس چالیس پچاس کے مجمع میں ایک عورت بھی تھی۔ ہر فردِ واحد اُس کی عزت کرتا تھا۔ اور یہ امر سب سے زیادہ تحیّر خیز ہے کہ ایسے گروہ میں صنفِ لطیف کو پُورے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُسے تمام بیگم کہا کرتے تھے۔

اس بستی میں تمام دن بھر سناٹا رہتا۔ یُوں معلوم ہوتا کہ برسوں کی برباد شدہ ہے۔ لیکن غرُوبِ آفتاب پر قیامتِ صغرائے کا نقشہ کھنچ جاتا۔

آج خلافِ معمُول شام کے وقت بھی "مفرور آباد" میں شور سنائی نہیں دیا۔ وجہ یہ تھی کہ بیگم بچّہ جننے والی تھی۔ سردار کو فکر تھا کہ زچّہ خانہ کے لئے کسی دوسری عورت کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ لیکن وہاں سوائے بیگم کے دوسری عورت نہ تھی۔ سردار کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا حیران تھا کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ کچھ غور و فکر کے بعد حکم دیدیا "بھائیو۔ اے مکانِ مفرور آباد! خُدا کے حضور میں جُھک جاؤ اور اپنی بیگم کے لئے دُعائے خیر کرو" یہ پہلا موقعہ تھا کہ مفرور آباد میں خُدا کا نام سُنا گیا۔ ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ خُدا۔ خُدا ایک وہم ہے۔ دل کو تسکین دینے کا ایک فرضی ڈھکوسلہ۔ سردار وفورِ غم سے بوکھلا گیا ہے۔ ہمیں اس حکم کی تعمیل سے اجتناب ہے"۔

سردار اپنے الفاظ کی تعمیل نہ ہوتے ہوئے دیکھ کر گرجا "بھائیو۔ وہ قسمیں یاد کرو جو تم نے مجھے انتخاب کرتے بوقت کھائی تھیں۔ کیا میرا حکم تم پر فرض نہیں"۔

ایک غریب الوطن بدمعاش اگرچہ پے در پے مصائب برداشت کرنے کے اہل ہو گیا ہو۔ تو اُس میں نیکی پھر ودیعت کر آتی ہے۔ ایفائے وعدہ کا اُسے سب سے زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ اپنے دوستوں کے لئے جان پر بھی کھیل جاتا ہے۔ لیکن مصائب شرط ہیں اور صرف مصائب۔

اس کے لئے بہترین نام ہے"۔

سب نے بیک زبان کہا۔ بجا ہے۔ آقا۔ بجا ہم اسے معصوم ہی کہ کر پکارا کرینگے اور وعدہ کرتے ہیں کہ اس کو پالنے کے لئے ہم اپنے بہترین ذرائع استعمال کرینگے"۔

بیگم خوش تھی کہ اُس کے لختِ جگر کی ولادت نے اُنکی دُنیا ہی بدل دی۔

(۵)

سادھو کی پیشینگوئی درست ثابت ہوئی۔ شام کے دُھندلکے میں جب سردار اپنی گود میں معصوم کو لئے ہوئے بیٹھا تھا مفرور آباد نے محشر کا نمونہ پیش کیا۔ "بھاگو۔ دوڑو۔ پانی۔ پانی ... وہ دیکھو طغیانی آگئی"۔ سردار چونکا اُس کی آنکھوں کے سامنے پانی پانی کی آواز سے سادھو کی تصویر آگئی۔ اگر اُسی دن اُسکی نصیحت پر عمل کیا جاتا تو کتنا بہتر تھا" اس نے فوراً ایک گھنٹی بجائی سب آدمی اکٹھے ہو گئے۔

بھائیو۔ ہم تباہ ہو رہے ہیں کوئی تجویز سوچو"

ایک شخص جو سب سے زیادہ تیراک تھا آگے بڑھا۔ "آقا بچہ مجھے دیدو۔ میں اسکو اور بیگم کو اپنی پیٹھ پر بیٹھا کے تین میل تک تیر سکتا ہوں۔ خدا کی مدد شاملِ حال چاہئیے بندھیا چل تو صرف ایک میل پر ہی ہے"۔

سوچنے کے لئے وقت تھا ہی نہیں۔ سردار نے بیگم اور بچّہ اُس کے حوالہ کر دیئے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جان بچانے کی فکر ہو گئی۔ خدا مصیبت کے وقت دہریوں کو بھی یاد آجاتا ہے سردار کے حُکم سے ہر ایک نے سر جھکا لیا۔ "اے خدا ہمیں اس مصیبت سے بچا۔ آئندہ ہم تیرے بندوں کی خدمت میں زندگی بسر کر دینگے۔ اگر تو پاکیزگیِ باطن کا دُوسرا نام ہے ... ہم دِل صاف رکھینگے کسی کو دھوکا نہ دینگے۔ چوری نہ کرینگے۔ جھوٹ نہ بولینگے" انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سادھو ان کے سامنے کھڑا ہے۔ اور اُن کے لئے دُعا کر رہا ہے۔

وُہ تمام ایک ایک کر کے پانی کی پُر شور لہروں میں کُود پڑے۔ ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

اور دِل خُدا کی طرف لگا ہُوا تھا۔

(۶)

سب بچ گئے۔ سب نے کہا" لیکن بیگم چلّا اُٹھی "میں ایک لاش پر بیٹھی ہوئی ہوں میرا بچّہ ڈر رہا ہے"۔
سردار جو آدمیوں کی گنتی کر رہا تھا۔ بیگم کی طرف رجُوع ہُوا۔
"کیا کہا؟ لاش پر بیٹھی ہو"۔
سردار نزدیک آیا۔ دیکھا کہ یہ تیراک وہی سادھو تھا جس نے انہیں ایمان کی تلقین کی تھی۔
نربدا کا پانی کم ہو رہا تھا۔ چار آدمیوں نے سادُھو کے جنازہ کو کندھوں پر اُٹھایا ہُوا تھا۔ اور رسم کے مطابق پانی میں بہانے کے لئے لے جا رہے تھے۔ پانی کے کنارے اُس کا جنازہ رکھ دیا۔ سردار بولا" بھائیو ہمیں بچانے کے لئے اِس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی آؤ ہم وعدہ کریں کہ ہم بھی آئندہ خُدا کو مانتے ہوئے اپنی جانیں فلاحِ اِنسان کے لئے صرف کر دینگے۔ خدا ہمارے رہنما کو جنّت میں بہترین جگہ دے"۔ ہر طرف سے آمین کی صدا بلند ہوئی۔
سردار نے سادھو کی لاش نربدا کی نذر کر دی۔ یُوں دکھائی دیتا تھا کہ سادُھو کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ اور نربدا کا پانی اُچھل اُچھل کر اُس کا استقبال کر رہا تھا۔
آج بھی نربدا کے کنارے اُسی مقام پر ایک چھوٹی سی بستی آباد ہے۔ جس کے باشندگان خُدا ترس اور ہمدردِ خلائق ہیں۔ وہاں چوری نام کو نہیں۔ بدی نایاب ہے۔
ہر سال سادھو بابا کی یاد میں وہاں ایک میلا لگا کرتا ہے۔ جس میں یہ کہانی ایک بھرے جلسہ میں ہر ایک کو سُنائی جاتی ہے۔

(دیوگن صحرائی۔ بی اے فرید کوٹ)

رہنمائے ریاضی

ریاضی کا ایک نیا طریقہ

(لالہ شیودیال صاحب فوق سروری ریاضی ٹیچر ہائی سکول لاہور چھاؤنی)

پیشتر ازیں ایک طریقہ رسالہ ہذا میں ایک ماہ پہلے بندہ نے آپ صاحبان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ بہت سے اصحابِ کرام نے چشمۂ ریاضی بھی طلب کیا ہے۔ میرے خیال میں ریاضی کی نئی نئی باتوں اور اصلاح طریقۂ تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ اگر زندگی باقی رہی تو ملاقی ہوا کریں گے۔ ذیل میں ایک طریقہ درج ہے امید ہے اسے مقبولیت کی نظروں سے دیکھا جائیگا اور ہر ایک طریقہ میں جو مناسب تبدیلی اور صفائی نظر آئیگی۔ وہ بھی پیشِ خدمت اقدس کی جائیگی۔

طریقہ زیر بحث کی مثال:۔ ایک باغ کے اضلاع ۵۵، ۳۵ کرم ہیں اس کے گرد چاروں طرف ۲½ کرم راستہ بنا ہوا ہے اس کا رقبہ معلوم کرو

نوٹ:۔ جس وقت شکل بنائی جاتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی اضلاع اندرونی اضلاع سے بقدر راستہ کی دگنی چوڑائی کے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور بیرونی پیرمیٹر سے اندرونی پیرمیٹر کی کمی راستے کے آٹھ گنا کے برابر ہوگی۔ (چار ضلعے کی شکل)

طریقہ۔ (دونو پیرمیٹروں کا مجموعہ × سڑک کی چوڑائی) ÷ ۲ (طریقہ ذوزنقہ سے لیا گیا ہے)

اندرونی پیرمیٹر = (۵۵ + ۳۵) ۲ = ۹۰ × ۲ = ۱۸۰ کرم۔

بیرونی " " = ۱۸۰ + ۸ × ۲½ = ۱۸۰ + ۲۰ = ۲۰۰ کرم۔　مجموعہ = ۲۰۰ + ۱۸۰ = ۳۸۰ کرم۔

سڑک کی چوڑائی = ۲½ کرم۔

" " رقبہ = (۳۸۰ × ۵) / (۲ × ۲) = ۹۵ × ۵ = ۴۷۵ مربع کرم۔

مثال ۲:۔ ایک باغ کے اضلاع میں ۸ : ۵ ہے اس کے گرد ۳ گز چوڑائی کی سڑک بنی ہوئی ہے۔ سڑک کا رقبہ = ۱۵۹۶ مربع گز ہے اضلاع معلوم کرو۔ سڑک کا رقبہ = ۱۵۹۶ مربع گز۔ سڑک کا عرض = ۳ گز

دونو پیرمیٹر = (رقبہ × ۲) / سڑک کا عرض } دونو پیرمیٹروں کا مجموعہ = (۲ × ۱۵۹۶) / ۳ = ۵۳۲ × ۲ = ۱۰۶۴ گز

" فرق = ۸ × ۳ = ۲۴ گز

اندرونی پیرمیٹر = (۱۰۶۴ − ۲۴) / ۲ = ۱۰۴۰ / ۲ = ۵۲۰ گز۔

طول + عرض = ۵۲۰ / ۲ = ۲۶۰ گز　　نسبت اضلاع = ۸ : ۵ ، مجموعہ = ۱۳

طول = (۸ × ۲۶۰) / ۱۳ = ۸ × ۲۰ = ۱۶۰ گز　　عرض = (۵ × ۲۶۰) / ۱۳ = ۵ × ۲۰ = ۱۰۰ گز

ریاضی

(از ماسٹر ناہر سنگھ صاحب ریاضی ٹیچر رائے پور)

یہ تڑپ میرے دل میں عرصہ دراز سے موجزن تھی کہ ان وجوہات پر غور کروں۔ جن کے باعث تعلیمی دُنیا میں ریاضی دن بدن کمزور ہو رہی ہے۔ مگر کئی ایک وجوہات سے آج تک اس اِرادے کو پورا نہ کر سکا۔ لیکن آج اپنے دلی اِرادے میں کامیاب ہونے کے لئے تیار ہُوا ہوں تاکہ پبلک پر روشن ہو جائے۔ کہ

عام طور پر دو مضمون انگریزی اور حساب ہی امیدواروں کی ناکامیابی کا باعث قرار دیئے جا سکتے ہیں لیکن اگر فی صدی نتیجہ مضمون وار نکالا جائے۔ تو سب سے زیادہ طلباء ریاضی کے شکار نظر آئینگے۔ کیوں کہ؟

(۱) سب سے بڑا سبب ریاضی کی ریاضیت نہ کرنا۔ یہ علم خاص کر قوتِ حافظہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے لئے محنت اور وقت دونو کی ضرورت ہے۔ بخلاف اس کے آجکل کے طلباء میں مستقل مزاجی کا نام نہیں۔ اور محنتِ شاقہ سے گریز کرتے ہیں۔

(۲) یہ علم نہایت سچا اور صحیح ہے۔ اس میں بہانہ اور دروغ یا قیافہ اور دلیل کو کچھ دخل نہیں۔ چھ اور دو آٹھ ہی ہونگے۔ خواہ ہزار دلائل پیش کرو۔ یا قیافہ سے کام لو۔ سوا آٹھ ایسے ہی غلط ہیں۔ جیسے پونے پندرہ۔ تھوڑی غلطی کا خمیازہ وہی اُٹھانا پڑتا ہے۔ جو کہ ایک بھاری اور اہم غلطی کا۔ دونو صورتوں میں صفر نمبر دیا جائے گا۔

(۳) ریاضی ٹیچر امیدواروں کو صرف امتحان میں پاس ہونے کا ہی مسالا دیتے ہیں۔ لیکن انکی دماغی لیاقت و ترقی کا خیال بعید از فرض سمجھتے ہیں۔ جس وقت جماعت میں کوئی نیا طریقہ سمجھاتے ہیں۔ تو اس طریقہ کے ہر ایک ٹائپ کو طلباء پر اچھی طرح واضح نہیں کرتے۔ بلکہ ان ہی ایک دو ٹائپوں پر جو کہ امتحان میں پچھلے ایک دو سال سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ الفاظ "ضروری۔ ضروری" کہہ کر اپنا کام ختم سمجھتے ہیں۔ بس پھر کیا۔ اگر امتحان میں ممتحن نے سوال کی رقم میں ذرا سی اِدھر اُدھر تبدیلی کر دی۔ تو بے چارے امیدواروں کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ اور آنکھیں وہیں کی وہیں رہ جاتی ہیں۔ اجی! اہم ریاضی ٹیچروں کا فرض طلباء کو ریاضی کے خفیہ رازوں سے اچھی طرح واقف کرانا اور ہر ایک قاعدے کا ہر ایک ٹائپ مکمل و سہل طریق سے واضح کرنا ہے۔

(۴) مندرجہ بالا وجہ نمبر ۲ کا ذمہ وار میں نہ صرف ریاضی ٹیچر کو ہی ٹھہراتا ہوں۔ بلکہ یونیورسٹی سلیبس کو بھی قابلِ اعتراض مانتا ہوں۔ محکمہ تعلیم نے سلیبس میں تو ہر ایک چیز بھر رکھی ہے۔ مگر اس کا زیادہ تر حصّہ ایسا ہے جس کو ممتحن نے چودہ چودہ پندرہ پندرہ سال سے چھوا تک بھی نہیں۔ اِسلئے ریاضی ٹیچر و امیدواران مفت کی بلا سر نہیں لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ طلباء کی ریاضی کی قابلیت صرف ایک دو قاعدوں پر ہی جس کو ممتحن عام پسند کرتے ہیں۔ محدود ہوتی

ہے - اور بے چاری ریاضی دن بدن سوئے عدم جا رہی ہے -

(۵) - ریاضی ٹیچر طلباء کے مختلف امتحانات کے پرچے لاپرواہی سے دیکھتے ہیں - صرف جوابات دیکھ کر ہی نمبر لگا دیتے ہیں - سوالات کے حل وعمل میں دلچسپی نہیں لیتے - صرف وقت کی بچت کی خاطر - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُستاد ہر ایک طالب علم کی اصلی کمزوری وخامی سے واقف نہیں ہونے پاتا - اور وہ کمزوری دن بدن طالب علم کو ناکامیابی کی طرف کھینچتی چلی جاتی ہے - حتیٰ کہ آخیر پر وہ امتحان میں فیل ہو جاتا ہے - آہ ریاضی! افسوس ہے تیرے ان ٹیچروں پر جو تیرے نمائندہ ہو کر بھی تیری اشاعت میں کمر بستہ نہ ہوں -

(۶) - ریاضی ماسٹر صاحب اپنا کام صرف پڑھانا اور سمجھانا خیال کرتے ہیں - خود پڑھنا اور سمجھنا کسرِ شان سمجھتے ہیں - شائد ان کو ریاضی کے ماہر مشہور ومعروف نیوٹن (NEWTON) کا قول بھول گیا جو کہتا تھا کہ "میں ایک نادان بچے کی طرح جو سمندر کے کنارے بیٹھا کنکروں سے کھیل رہا ہو - اور سمندر کے اندرونی وبیرونی حالات اور کیفیات سے بالکل بے بہرہ ہو - لعل اور صدف میں تمیز نہ کر سکتا ہو - اس عالم موجودات میں چھوڑ دیا گیا ہوں" - خیر میرا مطلب صرف یہ ہے کہ تمام عمر طالب علم رہنا ہر فرد بشر کے لئے خوش قسمتی کا نشان ہے اور ماسٹر کے لئے فرض منصبی ہے -

پس اگر ہم ریاضی کے سچے وفادار ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ مضمون ریاضی صرف امتحان کی غرض سے ہی نہ پڑھایا جائے بلکہ اس کے ہر اک نکتے پر مدلل و واضح بحث طلباء کے سامنے آسان وسہل طریق سے پیش کیا جائے - اور طلباء میں ہر ایک سوال کے جواب کی پڑتال خود کرنے کی عادت ڈالی جائے - تاکہ طلباء میں غور وغوض اور چھان بین کا مادہ ترقی کرے - اور یہ بے کس مضمون بھی دن دونی رات چوگنی ترقی کرے -　　　باقی پھر

حساب کے حل طلب سوالات

(از جناب صدر مدرس سکندر معین الدین تھانول اُردو سکول واڑہ ضلع تھانہ - بمبئی)

سوال نمبر (۱) - ایک مالی نے چند پھول اپنے باغیچہ سے اِس غرض سے توڑے کہ اپنے تینوں لڑکوں کو تقسیم کرے - پہلے اُس نے اپنے پھولوں کو پانی میں ڈبویا تو دوچند ہو گئے - تب اُن میں سے کچھ پھول پہلے لڑکے کو دے دیئے پھر پہلے کی طرح باقی ماندہ پھولوں کو پانی میں ڈبویا تو سہ چند ہو گئے تب اُن میں سے پہلے لڑکے کے برابر دوسرے لڑکے کو دیدیئے - پھر باقی ماندہ پھولوں کو پانی میں ڈبویا تو چار چند پھول ہو گئے - وہ سب کے سب تیسرے لڑکے کو دے دیئے - آخر میں معلوم کیا کہ تینوں لڑکوں کو برابر برابر پھول ملے تو یہ بتاؤ کہ مالی نے کتنے پھول باغیچے سے توڑے تھے -

سوال نمبر (۲)۔ موسم سرما میں دوسرے گاؤں سے طوطوں کے جھنڈ کے جھنڈ اُڑتے ہوئے ایک پیپل کے درخت پر آئے اور فی طوطا ایک پتے پر درخت کے تمام پتوں پر بیٹھ گئے۔ لیکن ایک طوطا اُڑتا رہا اُسے درخت پر بیٹھنے کے لئے پتہ باقی نہیں رہا۔ تب وہ سب طوطے اُڑ گئے اور یہ ارادہ کیا کہ ہر پتے پر دو طوطے بیٹھیں تب وہ سارے طوطے درخت کے ایک پتے پر دو دو کے حساب سے بیٹھ گئے۔ مگر اب ایک پتہ باقی رہا تو بتاؤ دوسرے گاؤں سے کتنے طوطے اُڑ کر آئے اور اُس درخت پر کتنے پتے تھے۔

سوال نمبر (۳)۔ کسی دوکاندار کو اپنی دُکان میں ایسے کون سے چار وزن رکھنا چاہئے کہ ایک سیر سے لیکر ۴۰ سیر تک ایک ہی دفعہ اور ایک وقت گاہک کو جتنے بھی سیر کی ضرورت ہو تول کر دے سکیں۔ وزن سیر سے کم نہ ہو اور آدھ سیر یا پاؤ بھی نہ ہو۔

تحفۂ سوالات معہ حل

(از ناہر سنگھ صاحب ریاضی ٹیچر رائے پور)

(۱) ایک سونے کے پیالے کی قیمت جس کا وزن ۳ سیر ۱۰ چھٹانک ۴ تولہ ۸ ماشہ ہے۔ بحساب ۱۹۵ روپے فی چھٹانک تجارت کے قاعدے سے معلوم کرو۔

	روپے	آنہ	پائی
قیمت ایک چھٹانک	۱۹۵	۰	۰
			۱۶
″ ایک سیر	۳۱۲۰	۰	۰
			۳
″ ۳ سیر	۹۳۶۰	۰	۰
″ ۱۰ چھٹانک	۱۹۵۰	۰	۰
″ ۴ تولے	۱۵۶	۰	۰
″ ۸ ماشے	۲۶	۰	۰
قیمت ۳ سیر ۱۰ چھٹانک ۴ تولے ۸ ماشے	۱۱۴۹۲	۰	۰

۴ تولے ایک سیر کا $\frac{۱}{۲۰}$ حصہ
۸ ماشے ۴ تولے کا $\frac{۱}{۶}$ حصہ

جواب

(۲) ۱۰ چیزوں کی قیمت خرید ۹ چیزوں کی قیمت فروخت کے برابر ہے۔ نفع فی صدی معلوم کرو۔

فرض کرو ایک چیز کی قیمت خرید = ۱ روپیہ

۱۰ چیزوں کی قیمت خرید ... = ۱۰ روپے

۹ چیزوں کی قیمت فروخت .. = ۱۰ روپے

۱۰ چیزوں کی قیمت فروخت .. = $\frac{۱}{۹}$ × ۱۰ = $\frac{۱۰۰}{۹}$ روپے

۱۰ روپے پر نفع ...... = $\frac{۱۰۰}{۹}$ − ۱۰ = $\frac{۱۰}{۹}$ روپے

۱۰۰ روپے پر نفع ... ... = $\frac{۱۰}{۹}$ × ۱۰ = $\frac{۱۰۰}{۹}$

فی صدی نفع .. = ۱۱ $\frac{۱}{۹}$

جواب

ناہر سنگھ

لطیفہ

ایک شخص کا گھوڑا ایسا دُبلا ہو گیا تھا کہ مالک نے اس کی دُم میں ایک پتھر باندھ دیا کیوں کہ اس کو شبہ ہو گیا تھا۔ کہ یونہی چرا گاہ میں کھلا چرتا پھرا تو اس کو کوئی اُٹھا لے جائیگا۔

ایس زیدی بھریلوی ٹیچر مڈل سکول منی مزرعہ ضلع انبالہ

بچوں کا دل بہلاوا

حل طلب انعامی معما

میرا نام آٹھ حرفوں سے مل کر بنتا ہے۔
اُس کے ۱+۲+۳+۴ حرفوں کو ملانے سے ایک پھل کا نام بن جاتا ہے۔
〃 〃 ۴+۵+۷ 〃 〃 〃 〃 شان بن جاتی ہے۔
〃 〃 ۶+۴+۷+۸ 〃 〃 〃 〃 چاند بن جاتا ہے۔
〃 〃 ۱+۲+۵ 〃 〃 〃 〃 بال کے معنی دیتا ہے
〃 〃 ۵+۴+۲ 〃 〃 〃 〃 ایک قیمتی کپڑا بنتا ہے۔
〃 〃 ۸+۴+۷ 〃 〃 〃 〃 خیرات کے معنی دیتا ہے۔
〃 〃 ۶+۷+۸ 〃 〃 〃 〃 غیر معین تعداد بن جاتا ہے۔

[illegible]

شرائط:۔ تمام حل ۲۰ نومبر تک مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جانے چاہئیں۔ انعام کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائیگا

انعام اول۔ سال بھر کے لئے گلدستہ اطفال مفت۔ دوم۔ سولہ بہترین افسانوں کا مجموعہ ایک جلد قیمتی ۱۲؍ سوم ممالک متحدہ امریکہ کے سنسنی خیز حالات ایک جلد قیمتی ۸؍ ۔ چہارم۔ بزرگوں کی سوانح عمریاں بانصویر ایک جلد قیمتی ۵؍

پتہ:۔ پی۔ سی۔ گپتا لوئر بازار سپاٹھو کینٹ (پنجاب)

پہیلیاں

(۱)۔ ساسو سسرو ن ہیں گئی ایک چھنچھالائی آنکھ ناک سب ثابت پائی پر منہ میں جیبھ نہ پائی۔
(۲)۔ بن کا پنچھی بن میں رہتا۔ بن نہیں دیکھا آنکھوں سے چار مہینے پانی برسا۔۔ پانی نہیں لگا پنکھوں سے۔
(۳) بھنترا اے بھنتر تو کونسی گلی میں رہتا ہے ڈھینکلی کا پانی پیتا پتوں میں چھُپ جاتا ہے۔
(۴) اسّی بیٹی بیس جنوائی پانچ خاوند ایک بہو۔
(۵) شام کو پیدا ہوتی آدھی رات کو جوان ہوتی صبح کو بڈھی ہوتی دوپہر کو مر جاتی ہے۔

(شمھون ہری چند۔ درجہ نہم سینٹ چارلس ہائی اسکول سردھنہ ضلع میرٹھ۔ صوبہ متحدہ)

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام بھنڈا ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

دسمبر ۱۹۳۴ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۲۹ — نمبر ۱۲

علمی - ادبی - اخلاقی - طبی - تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی

تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے - بی ٹی - ایم او جی اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیارام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

جناب طالب کاشمیری ایم اے - ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور - رام گلی بلڈنگ ۵۵۰

سالانہ چندہ للعہ

ششماہی ۳ روپے — فی پرچہ ۶ آنے

فہرست مضامین

یاد رکھنے والی بات

رہنمائے تعلیم کا جو پرچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نومبر اور دسمبر ۱۹۳۴ء کا مشترکہ نمبر ہے۔ اس کے بعد ریڈرز نمبر حاضر ہوگا۔ جو رسالہ جات جنوری اور فروری کی بجائے ہوگا۔ اور اپریل میں غالباً دل نمبر ہوگا۔ سالانہ چندہ صرف للعہ ہے۔ مگر دو خاص نمبروں کے لئے خاص مصارف کیوجہ سے اس سال بجائے للعہ کے للعہ کا وی۔ پی ہوگا۔ مہربانی فرماکر وی۔ پی وصول کر لیجئے گا۔ اگر کسی وجہ سے آپ سال ۱۹۳۵ء کے لئے رسالہ ہذا کے خریدار نہ رہنا چاہیں اور دو خاص سامی گرامی اچھوتے اور دلچسپ نمبروں کے مطالعہ سے محروم رہنا پسند کرتے ہوں۔ تو خدارا فوراً دفتر ہذا کو اطلاع دیدیں۔ کہ آپ کے نام وی۔ پی نہ کیا جائے۔ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔
مخفی نہ رہے کہ اگر آپ خریدار رسالہ نہ رہے تو پھر آپ کو ریڈرز نمبر عہ میں اور دل نمبر عہ میں خریدنا پڑیگا۔ کیونکہ ان دو خاص نمبروں کے خریدے بغیر آپ ہرگز نہ رہ سکیں گے۔ اسلئے خوب سوچ سمجھ لیں۔ مجھے تو عرض کرنا تھی۔ کردی۔

خادم جگت سنگھ

ضروری نوٹ: خط و کتابت کیوقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

"مینجر"

زر و زربفت مبارک تمہیں دولتمندو ہم کو کمبل ہی میں دوشالے کا مزا ملتا ہے

ہم نے آرٹیکل نمبر ا میں مغربی شائستگی کے پیروکاران کی جانب سے دیہاتی اور قصباتی زندگی کا مرقع پیش کیا تھا۔ آرٹیکل نمبر ۲ میں اس کا جواب "دیہاتی دنیا" کی طرف سے ہدیۂ ناظرین کیا گیا تھا۔ موجودہ آرٹیکل اسی سلسلۂ جواب کی ایک مزید کڑی ہے +

ہم مغربی شائستگی کے ثنا خواں اور موجودہ روشنی کی خیرہ کن جھلک کے زیر اثر اصحاب کی ہماری "حالت زار" کی جانب عامی اور ہمدردانہ توجہ کے ممنون ہیں۔ کہ وہ ہم کو اپنے ہم پلہ، ہم حال اور ہم خیال دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔ اور ہماری موجودہ حالت کو پس افتادہ اور قابلِ رحم تصور کر کے دیہاتی زندگی کی اصلاح و تعمیر پر مائل ہوئے ہیں۔ لیکن بقول کسے ؎

سرگزشتِ اہلِ محفل ہے بہت ناگفتنی شمع کو معلوم ہے سب کچھ مگر خاموش ہے

ہم اپنی طرزِ زندگی اور شائستگی کے کرشموں کا طویل تذکرہ اور رازہائے سربستہ کی تشریح کرنا عین مناسب سمجھتے ہیں۔ آپ کی ترقی کی ڈینگ پر "تھوتھا چنا باجے گھنا" کی مثل صادق آتی ہے۔ محض دماغی ترقی کی بار بار ہے ہنگام صدا کوسن کر ہم صیدِ حرص و ہوا ہونے کیلئے تیار نہیں۔ ہم ڈھول کا پول کو بجا ہی سمجھتے ہیں۔ اس "دماغی ترقی" کے بد اثرات یعنی جسمانی صحت کی بربادی، اخلاقی نقائص سے تباہی۔ خستہ مالی حالت، طریقہ نصاب کی کمزوری، سکولوں و کالجوں کے کرۂ ہوائی کے تباہ کن اثرات۔ اطوار حسنہ وغیرہ سے اجتناب، بزرگوں کے حقوق اور پڑوسیوں کے حقوق وغیرہ سے غفلت اظہر من الشمس ہے۔

ہم آپ کی توجہ عالی کے دل سے شاکر ہیں۔ مگر ہم بجلی کے پنکھے، موٹر کار، ہوائی جہاز، ریڈیو گراموفون۔ ٹاکی، وائرلیس (بے تار) کے گانے۔ زراعتی سائنٹفک آلات مشینری لے کر کیا کرینگے ؟ ہم قدرت کے دلدادہ ہیں۔ قدرت کے خوشگوار نظاروں۔ قدرتی طائروں کے سہانے راگ راگنیاں سن کر۔ سادہ خوراک۔ سادہ لباس۔ کھلی تازی ہوا۔ اعلیٰ صحت اور مضبوط جسم پر مطمئن ہیں۔ اور اس خالقِ کون و مکان کے ہزار دل سے شکر گزار ہیں۔ اگر ہمارے پاس کافی دولت، معقول سرمایہ اور قیمتی زیورات نہیں ہیں۔ تو ہم کو اُن کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ "ہماری بہترین خوشی، ہماری معصومیت اور اعلیٰ صحت ہے"۔ ہماری بہترین دولت یہ ہے کہ ہم دولت سے بے خبر ہیں +

کوئی زمانہ تھا کہ ہماری سب سے زیادہ قدر تھی - اور ہم کو سوسائٹی کی ریڑھ کی ہڈی یا پُشت پناہ سمجھا جاتا تھا- سب سے زیادہ ہماری حفاظت کی جاتی تھی - ہم پر کوئی بے جا سختی نہ تھی - ہم بیگار سے معاف تھے - مالگزاری - غلہ اور اناج کی صورت میں ادا کرتے تھے - جس سے ہم منڈیوں کے محتاج نہ تھے - روپے پیسے کے لئے شاہو کاروں پر انحصار نہ رکھتے تھے - ضروریات زندگی بالکل سادہ اور محدود تھیں - دیہات میں ضروریات پوری ہوجاتی تھیں - ہمارے ہندوستان میں بہت کم شہر اور قصبات تھے - لوگ دیہات اور دیہاتی زندگی کو پسند کرتے تھے - مصنوعی زندگی سے کوسوں دور تھے - بلکہ ان کا خواب وخیال تک نہ تھا - ہماری ضروریات اور حالات کے بموجب معمولی کاروبار سرانجام دینے اور مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے ہمارے بچوں کو تعلیم مل جاتی تھی - سال بھر میں معمولی مقدار اناج کی استاد مولوی یا پنڈت کو دیتے تھے - آج تعلیم کیلئے گھر سے باہر بھیجنے کا سوال ستاتا ہے - ادھر تعلیمی اخراجات کا بار کثیر دن بدن ناقابل برداشت ہو رہا ہے - تو اُدھر پڑھ لکھ کر گھر کے کاروبار سے عاری اور کرسی کی دیوانگی اور سرکاری ملازمت کا سودا سر میں سما جاتا ہے - سرکاری ملازمت کی کچھ نہ پوچھو ؎

ایک یوسف اور چاہنے والے صدہا سو خریداروں میں یوسف تیری حالت کیا ہے

ایک انار صد بیمار کا مضمون درپیش ہے - ہر شخص کو اپنے آبائی پیشہ سے نفرت ہے - وہ سادہ اور جفاکش زندگی سے متنفر ہے - آرام طلب ہے - فارغ البالی کا دلدادہ ہے - عیش پرستی کا شائق ہے - والدین کا مختصر سرمایہ تعلیم کی بھینٹ ہوا - صنعت وحرفت اور تجارت کے لئے سرمایہ درکار ہے - وہ کہاں سے لائے؟ معمولی ملازمت تک نہیں ملتی - ادھر دیگر ممالک کی "تہذیب اور تمدن" نے زبردستی معیار زندگی گراں کر دیا - بلکہ اس کا دن بدن گراں کرنا فخر سمجھا جاتا ہے اور اُسے ترقی و شائستگی کی بے نظیر کسوٹی خیال کیا جاتا ہے - ملک ہند عجب کشمکش و انقلاب عظیم کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے - تجارتی مقابلہ - تمدنی کشمکش - ملازمت کی کمی اور مغربی شائستگی وزندگی کی کشمکش نے نوجوانان ہند کو دھوبی کے کتے کیطرح نہ گھر کا چھوڑا ہے نہ گھاٹ کا - اس پر طرفہ یہ ہے کہ "چھوت کی بیماری" کیطرح اسکی پھیلاوٹ کی روک اب دیہاتی زندگی کی تعمیر کے بہانے سے ہم غریبوں کیطرف منعطف کیا جا رہا ہے " دیہاتی نوجوان" قصباتی اور شہری نوجوانوں کیطرح ان حالات کی چکا چوند کا شکار ہو رہے ہیں - اگر یہی حالت رہی - تو بقول ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا کارِ طفلاں تمام خواہد شد

ہم تو بار بار یہی کہیں گے - کہ ہم پر اس تہذیب کا بار گراں نہ ڈالا جائے - اور ہمیں اسکے گورکھ دھندوں سے معاف رکھا جائے - ہم یوں تو ہر طرح سے کمزور ہیں - مگر ہماری ناتواں اور کمزور پیٹھ پر نئے سے نئے بوجھ نہ ڈالے جائیں - ذرا سوچئے تو سہی - اگر گاؤں کے ساہوکار بُرے ہیں - تو ہم نے کب کہا - کہ ہمیں اُن سے امداد کی ضرورت نہیں، وہ ہماری کمزوری ونقائص کے پردہ پوش نہیں - اگر کسی وجہ سے ہماری زمین اُن کے ہاتھ میں چلی بھی جائے - تو اگر ہم پھر بھی

ان کو کاشت کرتے ہیں۔ اور اپنی گم کردہ جائیداد کو واپس حاصل کر لیتے ہیں۔ تو کسی کو اس سے کیا مطلب؟ نئی تہذیب کے پروردہ ہماری خیالی تکالیف کو کونسلوں اور کمیٹیوں میں پیش کر کے خواہ مخواہ ہم پر کوا پریٹو کریڈٹ سوسائٹی یا بنک کا جوا ڈالتے ہیں۔ اور ہماری رہی سہی عزت اور جائیداد کو چھیننے کے درپے ہیں۔ افسوس ہمارے نام نہاد خیر خواہ ہی ہمارے درپے آزاد ہیں ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کی آگ سے — اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

سرکاری عہدوں کے حاصل کرنے کے خواہشمند اپنی اولادوں کو اعلیٰ تعلیم دلا کر حکومت کا جزو بننے کے دیوانے، ہم میں سے نکلکر ہم پر حکومت کرنے کے دلدادگان ہماری ہی کمر پر دوستی کے پردے میں دشمنی کے تازیانے لگانا چاہتے ہیں ؎

جو دوستی کے پردے میں کرتا ہو دشمنی — اس سے عبث ہو کوئی طلبگار دوستی

ان نادان دوستوں کی بدولت پُرامن دیہاتی اور باہمی یگانگت کی زندگی کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اگر قصباتی اور دیہاتی میں دشمنی کا بیج ثمر آور ہو رہا ہے۔ تو خود دیہات میں 'بنیا' اور 'جاٹ' 'زمیندار' اور 'غیر زمیندار' کی تمیز کا دیمک ہم کو رینجک کیطرح چاٹ رہا ہے۔ جان و مال کی حفاظت نہیں۔ ہتھیار تک رکھنے کی اجازت نہیں۔ ہر طرح نہتے اور کمزور ہیں۔ امن و چین کا فور ہوا۔ ہمیں اپنے سنہری قدیم حالات مرغوب طبع ہیں۔ آپ اگر ہم پر کچھ احسان کیا چاہتے ہیں۔ تو براہِ مہربانی ہماری اس زندگی کا دوبارہ نقشہ بدل دیں۔ ہم دقیانوسی ہونگے۔ خواہ پس افتادہ۔ لیکن ہم کو اپنے حالات پر چھوڑ دیا جائے۔ تو بہتر ہے ؎

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو — تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

(حنیف ایڈیٹر)

فغانِ شعلہ

یہ ماننا پڑا کہ فغاں میں اثر نہیں — اگلا سا وہ حضور کا رنگِ نظر نہیں
واعظ یہ میکدہ ہی خدا کا یہ گھر نہیں — یعنی یہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں
وہ آگئے تو اور فزوں ہیں تجلیاں — دیکھوں تو آفتاب کدھر ہے کدھر نہیں
وہ سُن رہے ہیں غور سے افسانۂ فراق — پھر کیوں کہوں کہ سوزِ جگر میں اثر نہیں
تم میری آہِ سرد کو سُنتے ہو بار بار — یہ داستاں طویل سہی ہے مختصر نہیں
مجھ سا بھی کم نصیب نہ ہوگا شبِ فراق — گل ہو چکی ہے شمع نشانِ سحر نہیں
شعلہ شرارِ عشق سے اللہ کی پناہ — اسکے مآل کی ابھی تم کو خبر نہیں

(شعلہ لکھنوی)

حُسنِ اصلاح

(۳۱)

بسمل ؎ رحمت نے مجھ پہ حشر میں ایسی نگاہ کی — سر سے اُتر گئی مرے گٹھڑی گناہ کی
اصلاح ؎ رحمت نے مجھ پہ حشر میں ایسی نگاہ کی — سر سے اُتر کے گر پڑی گٹھڑی گناہ کی

مصرع اولیٰ میں (مجھ) موجود تھا۔ اس لئے مصرع ثانی میں (مرے) کی ضرورت نہ تھی۔ مصرع ثانی کی اصلاح سے لفظ (ایسی) میں خاص معنویت پیدا ہوگئی ۔

بسمل ؎ ہو گیا خاک تپِ عشق سے بیمارِ فراق — اے ستمگر ہُوا اب جا کے ترا دل ٹھنڈا
اصلاح ؎ ہو گیا خاک تپِ عشق سے بیمار فراق — اور اب بھی نہیں ہوتا ہے ترا دل ٹھنڈا

ہمارے عنایت فرما کے مصرع ثانی میں (ہوا اب) سے روانی و چستی کلام کا خون ہو رہا تھا۔ اصلاح سے یہ عیب دُور ہو گیا شعر میں جو ترقی پیدا ہو گئی۔ وہ ظاہر ہے۔ لفظ (اور) کے اضافے سے کیا حُسن آ گیا۔ سبحان اللہ ۔

بسمل ؎ لذتِ آزار اس سے پوچھ لے اے ہمنشیں — جو چھو لیتا ہو دل میں تیر اپنے ہاتھ سے
اصلاح ؎ لذتِ آزار اس سے پوچھ لے اے چارہ گر — جو چبھو لیتا ہو دل میں تیر اپنے ہاتھ سے

حضرت جانشین داغ مدظلہ نے اصلاح دے کر شعر زیر نظر کو زائد بلیغ بنا دیا۔

بسمل ؎ شرم آتی ہے کسی سے کیا کہیں کیا بن گئے — ہم تماشا گاہِ الفت میں تماشا بن گئے
اصلاح ؎ کیا بتائیں کیا جتائیں کیا کہیں کیا بن گئے — ہم تماشا گاہِ الفت میں تماشا بن گئے

ہمارے نزدیک بسمل صاحب کا شعر بالا ایک بہت بڑے عیب کا حامل تھا۔ لفظ (شرم) سے معلوم ہوتا تھا گویا شعر مذکور کسی حیا مند خاتون کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ بعض شعراء ایسے الفاظ استعمال کر جاتے ہیں کہ ان کے کلام میں ذم کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ درحقیقت الفاظ و تراکیب کا صحیح استعمال مشکل ہے۔ فصیح العصر حضرت نوح مدظلہ نے اس طرح شعر زیر بحث کے عیوب کو دور کیا۔ کہ حسنِ تکرار سے مصرعِ اولیٰ پُر لطف ہو گیا ۔

ہمارے کرم فرما جناب بسمل نے اپنی غزلیات کے منتخب اشعار لطف فرماتے وقت تین چار رباعیاں بھی عنایت کی تھیں۔ ہماری خواہش تھی۔ کہ عنایت فرمائے موصوف کی رباعیاں کافی تعداد میں دست یاب ہو جائیں۔ تو اُن کا اصلاحی کلام شریکِ مضمون کریں۔ اس کیلئے ہم نے کئی بار کوشش کی بلکہ ایک مدت تک ہم منتظرِ کرم رہے لیکن

ع ہرچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست - خیر - ع کجا بود مطلب کجا تا ختم - حضرت بسمل کی رباعیوں کی اصلاح کے دو ایک نمونے ملاحظہ فرمایئے :-

رباعی بسمل ؎ کرتا ہوں بیاں سنئے بیانِ ہستی کیا شان ہے کچھ بھی نہیں ہے شانِ ہستی
اس سانس کی بنیاد ہی کیا اے بسمل کنندہ ہے یہ ہوا کے ہے مکانِ ہستی

ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہٗ نے بسمل صاحب کے صرف دوسرے مصرع کو بنایا ہے۔ اصلاح کے بعد مصرع مذکور کی صورت حسب ذیل ہو گئی :- ع کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں شانِ ہستی - بعض ناظرین کو اصلاح بالا سے یہ خیال ہوگا کہ مصرع زیر بحث کے معنی کو موکد فرمانے کی غرض سے تاج الشعرا حضرت نوح مدظلہٗ نے الفاظ (کچھ بھی نہیں) کو مکرر رکھ دیا ہے - یہ خیال درست ہے لیکن اصلاحِ مذکور میں ایک اور نکتہ بھی شامل ہے - مصرع اول میں لفظ بیان دو مرتبہ آیا ہے لہذا اس لفظ کے مکرر استعمال کے بعد مصرع ثانی کے کسی جزو کی بھی صورت استفہامیہ نہیں ہونی چاہیئے تھی - جانشین حضرت داغؔ عالی جناب حضرت نوح مدظلہٗ نے اس وجہ سے کل مصرع مذکور کی صورت بیانیہ فرما دی :

بسمل صاحب کی ایک رباعی اور حاضر کی جاتی ہے ؎

پایا نہ کسی نے بھی سراغ ہستی دنیا نے پیا بھر کے ایاغ ہستی
چھوٹا جو قضا کا کہیں آیا بسمل گل کر گیا دم بھر میں چراغ ہستی

بعد اصلاح ؎

پایا نہ کسی نے بھی سُراغ ہستی دُنیا نے پیا بھر کر ایاغ ہستی
جھونکا جو کبھی موت کا آیا بسملؔ گُل ہو گیا دم بھر میں چراغ ہستی

حضرت بسمل کے مصرع ثالث میں (کا کہیں) گو تنافر کی حد تک نہیں پہنچا - پھر بھی برا معلوم ہوتا ہے - دوسرے یہ موقع لفظ (کہیں) کے استعمال کا نہیں ہے - حضرت نوح مدظلہ نے اسکی جگہ (کبھی) بنا دیا - آخری مصرع میں ایک لفظ اسلئے بدلا گیا ہے کہ اندازِ بیاں میں قدرے تنوع پیدا ہو جائے - رباعی کا چوتھا مصرع ایک خاص چیز ہوتی ہے اس امر کو ملحوظ رکھنے سے اصلاح مذکور کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے +

اپنے کرم فرما جناب منشی سکھ دیو پرشاد صاحب بسمل الہ آبادی کا شکریہ ہم پر واجب ہے - کہ جناب موصوف نے اپنے صلاحی نمونوں سے نوازا :

اب ہم اپنے مُحب دل نواز عالی جناب منشی محمد فیاض الدین احمد خاں صاحب فیاض حنفی سابق سیکرٹری بزم اردو "شکر دالیار" کا کلام فصاحت التیام مع اصلاح نذرِ ناظرین کرتے ہیں :

مطلع ؎ ستائے خوب تو بھی باغباں صیاد سے مل کے زبانیں رُک بھی جائیں دل تو تڑپیں گے عنادل کے

اصلاح ؎ چمن میں کیوں ستائے باغباں صیّاد سے مل کے زبانیں رک بھی جائیں دل تو تڑپیں گے عنادل کے

ہمارے عنایت فرما کے مطلع میں ہر دو جانب لفظ (بھی) موجود تھا۔ اسلئے ایک طرف کم کر دیا گیا۔ انداز بیان کے بدل جانے سے مصرعِ اولیٰ کے معنی مؤکد ہو گئے۔ اس کے ساتھ مرزا غالب کا مشہور مطلع ذیل پڑھیئے اور اصلاح بالا کے حسن سے لطف اندوز ہو جیئے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

مطلع ؎ نہیں صیّاد کے دامن پہ دھبّے خون بسمل کے کھِلے ہیں پھول یہ رستے میں آزادیٔ کامل کے

اصلاح ؎ نہیں شمشیر کے دامن پہ دھبّے خون بسمل کے کھِلے ہیں پھول یہ رستے میں آزادیٔ کامل کے

ہمارا خیال ہے کہ جناب فیاض نے (جلّاد) کی جگہ سہواً (صیّاد) لکھ دیا ہوگا۔ کیونکہ از روئے بلاغت (صیّاد) کے استعمال کا موقع نہ تھا۔ لیکن حضرتِ نوحؔ نے (دامن) کی نوعیّت بدل کر مطلع مذکور کو بہت بلند فرما دیا اسلئے کہ (شمشیر) کے (رستے) میں ایک نئی معنویّت پیدا ہو گئی۔ اُستادانہ اصلاح ہے۔ سبحان اللہ ؛

شعر ؎ لہو سے اپنے اپنا باغِ دل سینچیں تو مجرم ہوں یہاں تک ہیں ہمارے خون پر حق تیغ قاتل کے

اصلاح ؎ لہو سے اپنے سینچیں باغِ دل اپنا تو مجرم ہوں یہاں تک حق ہمارے خون پر ہیں تیغ قاتل کے

چُستیٔ و گرمیٔ ترکیب کے خیال سے صرف چند الفاظ کی ترتیب بدل دی گئی ہے ؛

(عابد مسیح)

مشاعرہ الہ آباد

مصرع طرح :۔ کیا دکھانا ہے ہمیں چاکِ گریباں دیکھیئے۔

کس میں ہے اعجاز کس میں سحر ہے کسمیں کشش چشم جاناں دیکھیئے چشم غزالاں دیکھیئے

آپ ہی کے خانۂ دل میں کسی دن آیئے اسمیں ہیں آباد کیسے کیسے ارماں دیکھیئے

فرق ہے دونوں میں کتنا یہ تو جب معلوم ہو دیکھکر ماہِ منوّر، روئے جاناں دیکھیئے

آپ کے بیمارِ فرقت کا ہے یہ حال اندنوں ننگیئے ہیں شوق و ارماں رنج و حرماں دیکھیئے

کیسی کیسی نعمتیں خالق نے بخشی ہیں ہمیں کیسے کیسے اسکے ہیں ہم سب پہ احساں دیکھیئے

پھر لئے آج شاکرؔ آپ کی وحشت نے پاؤں
پھر وہی صحرا، وہی کوہ و بیاباں دیکھیئے

(پنڈت شوناتھ کول شاکرؔ)

خمخانۂ ریاض

راہیٔ خلد ہوئے میکدے میں آج ریاض
خم کدھر سجدہ کریں کعبۂ ایماں نہ رہا

خمریاتِ ریاض کے دلدادوں اور اُن کے میخانۂ شعر سے لُطف اندوز ہونے والوں کے لئے ان کے انتقالِ پُر ملال کی خبر ایک صدمۂ عظیم نہ ہو تو کیا ہو۔ اس جلیل القدر شاعر کی بذلہ سنجی اور خوش مذاقی اور اس کے ساتھ رنگِ تغزل کا حُسنِ بیان تمثیلات و محاکات۔ ذوقِ سلیم رکھنے والوں کے دلوں سے محو ہو سکتے ہیں نہ ہونگے۔ میخانۂ اُردو کا یہ پیرِ مغاں جسے متفقہ طور پر اُردو کا حافظ اور خیام مانا گیا ہے۔ اپنی خصوصیاتِ شعری کو اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ بعض انسانوں میں بعض ایسے محاسن ہوتے ہیں کہ اُن کی ہستی کے ساتھ ہی وہ بھی مٹ جاتے ہیں اور ان کے بعد کسی اور میں وہ ڈھونڈے سے بھی نہیں مِل سکتے۔ یہی بات ریاض اور ان کی خمریات کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔ یوں تو ریاض مرحوم کے کلام میں اسرارِ حق۔ رموزِ تصوف۔ مضمون آفرینی۔ جدت طرازی۔ عاشقانہ راز و نیاز اور دیگر ہر قسم کے خیالات کی فراوانی ہے۔ وہ ہر رنگ میں بلندیٔ تخیل کا ثبوت دیتے ہوئے زبان کی چاشنی کو برقرار رکھتے ہیں۔ مگر جو لُطف انکی خمریات میں ہے وہ بعد ازیں کہیں اور نہ مِل سکے گا۔ یہ کہنا کہ حضرت ریاض کے ساتھ ان کا جوشِ رندانہ اور ان کا شوقِ سیہ مستی بھی چلا گیا تو بے جا نہ ہوگا۔ اس مختصر سے مضمون میں مجھے صرف یہی دکھانا مقصود ہے کہ شرابِ شعر کے اس بلانوش کے بعد گردشِ ساغر اور قلقلِ مینا کی حکائتیں بھی پُر لُطف نہ رہیں گی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ تردامنی کی آلائشوں سے تمام عمر پاک رہ کر بھی ریاضِ مرحوم نے رندانہ جوشِ طلب اور سرور و کیفیات کے ایسے دلکش مناظر پیش کئے ہیں کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے دیگر محاسنِ کلام پر نقد و تبصرہ کرنے کے لئے تو ایک وقت چاہئے میں تو یہاں صرف انکی اس خصوصیت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

خدمتِ شمع فروزی مرے دم تک تھی ریاضؔ
کیسی تاریک ہے بزمِ شعرا میرے بعد

یہ ایک حقیقت ہے کہ شعرائے اُردو میں اب ان کی جگہ پُر نہیں ہو سکتی۔

ادب سے وعظ کی صحبت میں ہم وُہ شے نہیں پیتے - ہمارے جام میں افشردۂ انگور رہتا ہے
تیرے فاقے ہمیں دانۂ انگور ملے ہم یہ سمجھے کہ بھرے ساغرِ بلور ملے

عید تک راہ پہ آجائیں گے ناصح رِندو رمضاں میں انہیں افشردۂ انگور ملے

پہلے اور تیسرے شعر میں آپ نے افشردۂ انگور کے جو پُر کیف مضامین پیدا کئے ہیں وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ دوسرے شعر میں دانۂ انگور کو ساغرِ بلور سے تشبیہ دی ہے۔ سبحان اللہ۔ کس قدر فصیح اور برمحل تشبیہ ہے اہلِ نظر خود جانچ سکتے ہیں کہ الفاظ کی اس قسم کی نشست سوائے ریاض مرحوم کے کون بٹھا سکتا ہے۔ باقی رہی ان اشعار کی معنوی شان۔ اس اعتبار سے ان کا خاص رنگِ سخن تینوں شعروں میں حدِّ کمال تک پہنچا ہُوا ہے۔

مر گئے پھر بھی تعلق ہے یہ میخانے سے میرے حصّے کی چھلک جاتی ہے پیمانے سے

میرے حق کی مجھے مِل جائیگی میخانے سے اڑ کے آجائے گی ساقی ترے پیمانے سے

ہر ایک مطلع مطلعِ آفتاب ہے۔ اس زمین میں ایسے اچھے شعر میں نے آج تک نہیں سُنے۔ یہ دونو شعر حاصل زمین ہیں۔ میخانے کے ساتھ جو تعلق اور اُس پر جو قدرتی حق ہے اس کی توضیح دیکھئے۔ دونو مطلعوں میں مصرع ثانی کتنا صاف بول رہا ہے۔ یہی جدّت طرازی اور یہی ندرت خیال ریاض مرحوم کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔

مفتیٔ شرع کو پینے میں تکلف نہ رہا ہوئی پانی یہ مئے ہوش رُبا میرے بعد

گزرے کتنے ہی جم وخسرو و پرویز کے دور کبھی خالی نہ رہا جام مرا میرے بعد

پہلے شعر کا مضمون بالکل اُچھوتا ہے۔ جب ہم نہ رہا تو شراب۔ شراب نہ رہی بلکہ فرطِ ندامت سے پانی ہوگئی۔ جب وہ پانی ہوگئی تو مفتیٔ شرع بھی اسے حرام کہنے کی بجائے بے تکلف پینے کے لئے تیار ہوگیا کیا طرزِ استدلال ہے۔ اس خوش مذاقی اور ظرافت کے قربان۔ دوسرے شعر میں اپنے جام کو کبھی خالی ہی نہیں ہونے دیتے اور اس کا رتبہ یا تقدس اس قدر بلند بیان کرتے ہیں کہ جمشید۔ خسرو اور پرویز سب اسی جام سے آکر پیتے رہے۔

حضرتِ ریاض ایک پیرانہ سال بزرگ تھے۔ اپنی ضعیفی اور بڑھاپے کی رعایت سے بہت سے اشعار لکھ گئے ہیں جو سُننے والوں میں ہمیشہ نئی رُوح پھونکتے رہیں گے۔

تھوڑی پیتا ہوں بڑھاپے میں بھی کہ سبب ہو یہ توانائی کا

تا میکدہ ریاض کا جانا محال تھا۔ کس طرح یہ بزرگ خمیدہ کمر گئے

کمر سیدھی کرنے ذرا میکدے میں عصا ٹیکتے کیا ریاض آرہے ہیں

پی لی اگر ذرا سی بڑھاپے میں اے ریاض محفل پکار اُٹھی کوئی رعنا جوان ہے

روکتی ہے مجھے پینے سے مری ریشِ سفید اب تو پیتے ہوئے مجھ کو بھی حجاب آتا ہے

دامن پر اب شباب کے وہ داغِ مے کہاں جب بال تک سفید مرے سر کے ہو گئے

لوٹا ثواب ۔ کھویا ثواب اس زمین میں دو شعر کیا لاجواب کہے ہیں ۔

راہ سے کعبہ کی ہم نے ریزۂ مینا چُنے — کیا عجب اس کی عوض ہم کو ملے حج کا ثواب

میکدے میں عید کے دن ہے کوئی ایسا ریاض — ایک چلّو دے کے لے لے تیس روزوں کا ثواب

زائرین کعبہ کی آسائش کے خیال سے کوئی ان کی راہ سے کانٹے چُنتا ہوگا ۔ کوئی اینٹ پتھر کے ٹکڑے اُٹھاتا ہوگا مگر حضرتِ ریاض ہیں کہ انہیں وہاں بھی مینا کے ریزے نظر آرہے ہیں ۔ راہ کعبہ میں یہ ریزے کس طرح آ گئے ۔ کتنا لطیف اور دلچسپ اشارہ ہے ۔ کیوں نہ ہو حضرت یہ بڑا بھاری کام ہے ! راہِ کعبہ سے ریزۂ مینا چُننا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ۔ حج کا ثواب آپ کو ضرور ملے گا آمین لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ یہ ثواب بھی اسی طرح ایک چلّو کے عوض دے بیٹھیں جس طرح اگلے شعر میں تیس روزوں کے ثواب سے دست بردار ہونے کا اعلان کرتے ہیں ۔ یہ دونو شعر ادب اُردو میں یادگار رہیں گے ۔ جب تک اُردو زبان کی شاعری ہے اس وقت تک ریاض اور ان کے یہ شعر کبھی مٹ نہیں سکتے ۔ ان بولتے ہوئے الفاظ کے طفیل ریاض آج بھی زندہ ہیں ۔ دوسرا پڑھئے اور سُر دھنئے ۔ جوشِ طلب میں اس سے بڑھ کر بیتابی کیا ہو سکتی ہے ۔

یوں تو ریاض کے ہاں ایسے اشعار کی کمی نہیں جن کے پُر کیف اسلوب بیان اور معنوی کیفیات سے وہ سننے والوں کو سرمست و مدہوش بنا دیں لیکن ذیل میں ان کے خاص رنگ کے کچھ اشعار بصورتِ انتخاب درج کئے جاتے ہیں ۔

مینائے سبز اور یہ جامِ زمردیں — کون ان کے ہوتے سیر کرے سبزہ زار کی

آئی بوتل بھی میکدے سے ریاض — جب گھٹا آسمان پہ آئی

شیخ نے مانگی ہے اپنی عمر کی — میکدے سے اب پرانی جائیگی

پینے آتے ہیں فرشتہ خُو ریاض — حُور کے دامن میں چھانی جائیگی

یہ کالی کالی بوتلیں جو ہیں شراب کی — راتیں ہیں ان میں بند ہمارے شباب کی

بزمِ ساقی ہو مرا گھر ہو کہ میخانہ ہو — جب اُڑانے کو ملے پھول تو جنت کیا ہے

کس درجہ مری روح کا باقی ہے تعلق — جب جاتی ہے میخانے سے پیاسی نہیں آتی

ہائے سبزے میں وہ سیہ بوتل — کبھی ایسی گھٹا اُٹھی ہی نہیں

ریاض اس میکدے میں بھی شرف ہے کچھ سیادت کو — نہیں ہم پیرِ میخانہ مگر ہیں میرِ میخانہ

آگیا شکر زبان پر جو کیا خُم خالی — پیٹ اپنا جو بھرا یادِ خدا بھی آئی

آئے میخانے میں جب مسجد جامع سے ریاض — آپ کے ساتھ ہی قبلے سے گھٹا بھی آئی

یہ ہے بہت نجات رہے گل کی فکر سے　　جب تک سبُو میں تھی غمِ فردا تو کچھ نہ تھا

دمِ وعظ کیسے مزے میں ہیں واعظ　　بھرے جام کوثر کے چھلکا رہے ہیں

نہ لوں راہ میخانہ کس طرح واعظ　　یہ بادل جو سر پر مرے چھا رہے ہیں

ساقیٔ شوخ ادا تھا کیوں نہ وُہ مجھ تک آسکا　　لعل لگے ہیں ایسے کیا ساغرِ زر نگار میں

مفت ہے گو ہے گراں پی کے کیا ہے امتحان　　نقد میں وہ مزا کہاں جو ہے مزا اُدھار میں

اُڑتے ہوئے میخانے چلے آتے ہیں لاکھوں　　اُٹھتی ہوئی ساون کی گھٹا اور ہی کچھ ہے

ہم رند اسے کہتے ہیں ساغر کی اُچھوتی　　اے شیخ مئے ہوش رُبا اور ہی کچھ ہے

جب تک نہ پئے کوئی اسے پانی ہے پانی　　پی لے تو مئے ہوش رُبا اور ہی کچھ ہے

اچھوتے جام الگ کچھ ہیں طاق پر رکھے　　کسے پلائیں کوئی پارسا نہیں ملتا

مری توبہ نے خرابات بنایا اس کو　　میکدہ باغِ جناں تھا مرے دم سے پہلے

آج سر پر لئے میخانہ ریاضؔ آتے ہیں　　کوئی کہہ آئے ذرا اہلِ حرم سے پہلے

دمِ صبح کہتا ہُوا یہی لئے جام پیرِ مغاں اُٹھا　　اٹھو میکدے کے پجاریو کہ حرم سے شورِ اذاں اٹھا

کوئی مستِ میکدہ آگیا مئے بیخودی وُہ پلا گیا　　نہ صدائے نغمۂ دیر اُٹھی نہ حرم سے شورِ اذاں اٹھا

یہ میکدے کی بھیڑ یہ انبوہ یہ ہجوم　　ہم تو نکل کے کھوئے گئے خانقاہ سے

اتنا ہجوم اس قدر انبوہ مے کشو　　محشر نہیں ہے یہ کوئی مے کی دُکان ہے

باغ میں جھومتے آتے نہیں کالے بادل　　خم چلے آتے ہیں اُڑتے ہوئے میخانے سے

مے پرستی کی خدا کو چھوڑ کر　　دین بھی نذرِ مے و مینا کیا

توبہ کرکے آج پھر پی لی ریاضؔ　　کیا کیا کمبخت تو نے کیا کیا

اُتری ہے آسمان سے جو کُل اُٹھا تو لا　　طاقِ حرم سے شیخ وہ بوتل اُٹھا تو لا

دھونا ہے داغِ جامۂ احرام صبح صبح　　حجرے سے شیخ پانی کی چھاگل اُٹھا تو لا

مجھ کو بھی انتظار تھا ابر آئے تو پیوں　　ساقی اگر یہ سچ ہے کہ بادل اُٹھا تو لا

اے شیخ میز سے دمِ افطار فرش پر　　پینے کو پھول کھانے کو کچھ پھل اُٹھا تو لا

طاقِ حرم میں شیخ گلابی ہے پھول کی　　اس کام کا ملے گا تجھے پھل اُٹھا تو لا

اس سنگلاخ زمین میں کیسے کیسے خوشنما پھول کھلائے ہیں۔ ان کا ایک اور شعر بہت مشہور ہے۔ (۵)

کون گرمائے تجھ کو اے دلِ سرد　　جرعۂ آبِ آتشیں بھی نہیں

مجھے انکی یہ غزل کچھ ایسی پسند آئی تھی کہ چند شعر آج تک حافظے میں محفوظ ہیں۔

چین مرکر تہِ زمین بھی نہیں — اب ٹھکانا مرا کہیں بھی نہیں

آہ کے ہوتے اشک کے چلتے — آسماں بھی نہیں زمین بھی نہیں

کل تو روتے تھے اپنے دامن پر — اے جنوں آج آستیں بھی نہیں

چُپ ہیں وُہ سُن کے میری عرض وصال — مُنہ سے ہاں بھی نہیں نہیں بھی نہیں

یہ شعر بھی مجھے عمر بھر نہیں بھولے گا۔ پسینا آگیا۔ جینا آگیا۔ زمین ہے۔

اے جنوں کچھ دھجیاں میرے گلے میں ڈال دے — جس میں کوپل پھوٹتی ہے وہ مہینا آگیا

جنابِ ریاض کی وفات کے بعد اب کوئی ایسا شاعر نظر نہیں آتا جو ان کے اس خاص رنگ کو پورے طور پر نباہ سکے۔ زبان اور روزمرہ کے محاورہ میں لکھنا آپ کا خاص حصہ ہے۔ سادہ اور صاف الفاظ میں خیالات کو ادا کرنے میں آپ پورے مشاق ہیں۔ مقام شکر ہے کہ غالب پرستی کے اس زمانہ میں جبکہ نوایجاد فارسی تراکیب مشاہیر کے کلام پر غالب ہیں حضرت ریاض کا کلام اس وقت پسندی اور پیچیدہ گوئی سے پاک رہا۔ بہت سے شعرا آج کل اسے خدمت ادب تصور کئے بیٹھے ہیں کہ من گھڑت تراکیب اور مہمل استعاروں کے بھاری پتھروں سے غریب اُردو کا دامن بھر دیں جب شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آتا ہو تو صفحات کے صفحات صرف ایک شعر کی تشریح میں فضول سیاہ کردیں۔ اور صاحب طرز کہلاتے ہوئے رنگ جدید میں لکھنے کے دعویدار بھی ہوں۔ کم از کم میرے نزدیک وہ کلام پسندیدہ نہیں جس میں مضمون آفرینی کی آڑ لے کر تمنا زاروں۔ ترنم زاروں اور نہ جانے کن کن زاروں کی بوسیدہ بنیادوں پر تخیل کے ہوائی قلعے تعمیر کئے جائیں۔

حضرت ریاض خوب کہتے تھے اور جو کہتے تھے نہایت صاف کہتے تھے۔ ضرورت ہے کہ قدردانان ادب ان کے کلام کی اشاعت کا معقول انتظام کریں تاکہ ان کے دستِ کمال کی گلکاریاں نقشِ دوام کی صورت میں ادبِ اُردو کے دامن پر نظر آئیں۔ ان کا کلام مجھے بہت کم میسر آسکا۔ یہ بھی پیامِ یار۔ کمالِ دہلی۔ عالمگیر اور رہنمائے تعلیم وغیرہ کی پرانی جلدوں کی ورق گردانی اور کچھ حافظہ کی مدد سے تھوڑا بہت لکھ دیا ہے۔

مرحوم نہایت بلند اخلاق واقع ہوئے تھے۔ والدِ بزرگوار کا کلام دیکھ کر وہ بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ مجھے تین چار دفعہ ان سے خط و کتابت کرنے کا موقع ملا ہے وہ خط کا جواب نہایت جلد اور پورے التزام سے دیتے تھے۔

مجھے انکی زندگی کے حالات مفصل معلوم نہیں ورنہ وہ بھی ضرور درج کرتا۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ کوئی اور صاحب اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اخیر میں مرحوم کا ایک شعر لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

یاد احباب کو آجاتے ہیں مرحوم ریاض — میکدے سے جو کوئی مستِ شراب آتا ہے

(بال مکند عرش ملسیانی)

مرثیہ حضرت ریاضؔ اعلی اللہ مقامہ

۱
اے دہر میں کیوں وقفِ ماتم ہو نہ ہر بزمِ سخن — یہ مسرت گاہِ عالم کیوں نہ ہو دار المحن
فرطِ غم سے کیوں نہ ہو ہر آنکھ مثلِ جوئے خوں — کیوں نہ ہر اک دل میں ہوں اندوہ و حسرت موجزن
کیوں شبستانِ معانی میں نہ ہو ماتم بپا — کیوں نہ پامالِ خزاں ہو بوستانِ علم و فن
کیوں نہ ہوں وقفِ الم لیل و نہارِ زندگی — شامِ غربت سے زبوں تر کیوں نہ ہو صبحِ وطن
کیوں فضائے بزمِ امکاں ہو نہ محرومِ ضیا — شمعِ مرقد بن گئی ہے شمعِ بالینِ سخن

قلبِ عالم کیوں ہؤا جاتا ہے محرومِ قرار
یاس و حسرت کا مرقع درد و غم کا شاہکار

۲
ہے کسلئے ہر دل میں غم کی بجلیاں لہرا گئیں — دفعتہً کیوں روح پر کالی گھٹائیں چھا گئیں
کس لئے تسکین کی دُنیا میں ہے محشر بپا — فرطِ غم کی کاوشیں کیوں قلب کو تڑپا گئیں
کس لئے افسانۂ ماتم کی دردِ انگیزیاں — دل میں اندوہ و الم کی لہر سی دوڑا گئیں
کس لئے ہنگامۂ حرماں کی حشر آرائیاں — بن کے نشترِ قلب کے جذبات کو برما گئیں
کس لئے جوشِ الم میں آہ کی چنگاریاں — ہم عنانِ نالہ ہائے آسماں پیما گئیں

چھا گئی افسردگی کیوں دفعتہً آفاق پر
شامِ غم کی تیرگی میں چھُپ گیا نورِ سحر

۳
چل دیا وُہ شاعرِ جادو بیاں افسوس ہے — چل دیا وُہ افتخارِ شاعراں افسوس ہے
خاک کے پردے میں اب اک جلوۂ محجوب ہے — اوجِ معنی کا وُہ مہرِ ضوفشاں افسوس ہے
جسکے دم سے تھیں نوائے عشق کی رنگینیاں — اُڑ گیا وہ بلبلِ معجز بیاں افسوس ہے
وائے محرومی کہ اب ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں — کارواں والوں کو خضرِ کارواں افسوس ہے

جس کی رونق تھی بہار افزائے بزمِ روزگار   ہو گیا تاراج اب وہ گلستان افسوس ہے

ہو گیا ہے آہ اُس کا انتقال پر ملال

جس کو دُنیا مانتی تھی شاعرِ شیریں مقال

۴؎ آہ وہ نقاش! تھا ہر نقش جس کا شاہکار   وہ مصور جس کی ہر تصویر پر مانی نثار

وُہ کہ جس کی قوتِ تخییل میں موجود تھی   حافظِ شیراز کی کیفیت گردوں وقار

وُہ کہ جس کے نغمۂ پرکیف کی ہر تان میں   کیف زار خلد کی سوزنہتیں تھیں آشکار

وُہ کہ جس کی شاعری کو صفحۂ کونین سے   محو کر سکتا نہیں ہے انقلابِ روزگار

وُہ کہ جس کے بادۂ رنگیں کا کیفِ سرمدی   ایک عالم کو کریگا تا ابد وقفِ خمار

ہاں! وہی جس کو کہیں سب ساقیٔ جامِ ادب

ہند میں چمکا ہے جس کے نام سے نامِ ادب

۵؎ آہ اب بزمِ سخن میں پھول برسائیگا کون   بادۂ فرحت اثر کے جام چھلکائیگا کون

ناز بنکر حُسن کی دُنیا پہ چھا جائیگا کون   درد بنکر عشق کے دل میں جگہ پائیگا کون

عشق بنکر عاشقِ مضطر کو تڑپائیگا کون   شاہدِ مفہوم کی زلفوں کو سلجھائیگا کون

وائے محرومی کہ اب بزمِ نیاز و ناز میں   دل کو تڑپائیگا۔ گرمائیگا۔ برمائیگا کون

شیشے پیمانوں کے مُنہ کو چومتے ہیں کس لئے   اب ہمیں یہ میکدے کے راز سمجھائیگا کون

ہجر کی راتوں کو سوزِ نالۂ شبگیر کو

کس سے ہم پوچھینگے حُسن و عشق کی تفسیر کو

۶؎ دل ہی پہلو میں نہ ہو تو جذبۂ دل پھر کہاں   زینتِ محفل نہ ہو تو رنگِ محفل پھر کہاں؟

خندۂ گل کی اگر موجِ سرور افشاں نہ ہو   گُلستاں میں لُطفِ گل بانگِ عنادل پھر کہاں!

ہو گئی ہو روح جب معمورِ جذباتِ لطیف   دردِ دل وہ پھر کہاں وہ کاوشِ دل پھر کہاں!

انجمن میں جب نہ ہو زیبِ بہارِ انجمن   گرمیٔ محفل کہاں وُہ رنگِ محفل پھر کہاں!

جب نہ کچھ گنجائشِ نظّارۂ محمل رہے نجد کیسا؟ قیس کا کیا ذکر؟ محمل پھر کہاں؟

آہ اُردو میں وُہ وارفتہ نگاری ہو چکی

اب وُہ تفسیرِ حدیثِ بے قراری ہو چکی

۵ ہونگے ہر بزمِ سخن کے ساز و ساماں دلفریب وقت آئیگا کہ ہوگی بزمِ امکاں دلفریب

ہم نے مانا ایک دن ہوگی فضائے شاعری دیدہ زیب انوار گستر کیف ساماں دلفریب

یہ مسلم ہے کہ بن جائیگی دنیائے ادب خلد منظر لطف پرور گل بداماں دلفریب

بھول جائیگا زمانہ شعر کا رنگِ قدیم اس قدر ہوگا کلامِ ہر سخنداں دلفریب

اور بھی ہونگے جہاں میں شاعرانِ خوش بیاں ہونگے جن کے شعر مثلِ حُسنِ خوباں دلفریب

لیگی دُنیا فخر سے پھر بھی مگر نامِ ریاضؔ

حشر تک چلتا رہیگا بزم میں جامِ ریاضؔ

۶ میری نظروں میں ہے جنت کے مناظر کا سماں نور بار و نور بیز و نور ریز و ضوفشاں

سرمدی نزہت کی اُس دُنیائے پُر انوار میں محو رقصِ ناز ہے روحِ شبابِ جاوداں

ذرے ذرے میں جوانی کی اُمنگیں رچ گئیں لے رہی ہے زندگی ہر پھول میں انگڑائیاں

حوریانِ خلد ہیں مینا بکف گیسو بدوش اُن کی آنکھوں میں شرابِ کوثری کی جھلکیاں

اُٹھ رہی ہیں ہائے کس اندازِ پُر اسرار سے بابِ جنت کی طرف ان کی حنائی انگلیاں

گا رہی ہیں بر لبِ کوثر یہ مصرع بار بار

دیکھو وُہ آئے ریاضِ شاعرِ جادو نگار

۴ ۳ ۱۹ عیسوی (کسرِ لے سیّدی (راولپنڈی)

نوٹ:۔ ہمارے کرم فرما جنابِ کسرلے نے یہ مرثیہ محنت اور توجہ سے کہا ہے۔ انکی محنت اور کاوش ہر لحاظ سے قابلِ داد ہے۔ بالخصوص پانچواں۔ چھٹا اور ساتواں بند بہت قابلِ قدر ہیں۔ مگر افسوس کہ مادۂ تاریخ کے عدد بجائے ۱۹۳۴ کے ۱۹۴۴ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے لفظ آئے کا ہمزہ جو یائے تحتانی ہی کی تبدیل شدہ صورت ہے شمار نہیں کیا اور اس کے دس عدد محسوب نہیں ہوئے۔ یہ ہمزہ بلاشبہ یائے تحتانی ہے سگئے اور گئی میں بھی ہمزہ یہی یائے تحتانی ہے۔ ملاحظہ ہو ملخص تسلیم سہسوانی یا افادۃ التاریخ حضرت جلال لکھنوی اُمید ہے کہ صاحب موصوف اس پر توجہ فرمائینگے۔

(جوشؔ ملسیانی مدیر حصّہ نظم و شعبہ ادبیات)

جذباتِ فضا

(سید دل محمد صاحب فضا منشی فاضل گورنمنٹ ہائی اسکول جالندھر)

رُکی جاتی ہے شرحِ رازِ دل پر اب زباں مری
نگاہِ بے خبر یہ آخری ہیں ہچکیاں میری

وفائے عشق میں لب کاوشِ دل کا یہ عالم ہے
جو اک اُف بھی نکل جائے تو جل جائے زباں میری

سراپا رنج و غم رُوداد ہے ناکامیِ دل کی
ستم پرور کلیجہ تھام کر سُن داستاں میری

سمجھ ہی میں نہیں آتا مآلِ کار کیا ہوگا
دمِ عرضِ تمنا آج رُکتی ہے زباں میری

ہر آہِ سرد میں مضمر ہے سوز و ساز کی دُنیا
توجہ سے کبھی تو آپ سُنتے داستاں میری

خموشی میں بھی رازِ عشق اے ہمدم نہیں چھُپتا
کہ تشریحِ غمِ پنہاں ہے چشمِ خونفشاں میری

کسی کے سنگِ در پر چند سجدے اور کر لیتا
اِجازت مجھ کو دے دیتی اگر عمرِ رواں میری

اِدھر گرتی ہیں پیہم بجلیاں شاخِ نشیمن پر
اُدھر مجھ کو قفس میں پھُنکنے دیتی ہے فغاں میری

نگاہِ حضرتِ دل کا تصرف اس کو سمجھا ہوں
کہ ہے مقبولِ عالم اے فضا شیریں زباں میری

از پنڈت اندرجیت صاحب شرما ماچھرہ

رہزنِ ہوش و خرد کو مہرباں سمجھا ہوں میں
دل کی بربادی کو تعمیرِ جہاں سمجھا ہوں میں

موت کی تخییل کو وہم و گماں سمجھا ہوں میں
زندگانی کو بہارِ بے خزاں سمجھا ہوں میں

ایسی بھی دلبستگی کیا ہے مجھے ضدین سے
دشمنِ نامہرباں کو مہرباں سمجھا ہوں میں

اہلِ دُنیا کی نظر میں حشر کا ساماں ہے
خامشی کو قلب کی لیکن زباں سمجھا ہوں میں

شاگردانِ حضرتِ نواب فصیح الملک داغ دہلوی

(از خسروِ سخن ہارون صاحب انصاف سیکرٹری بازار ٹیننٹس اسوسی ایشن رنگون برما)

مولانا عبدالحیٔ صاحب بے خود بدایونی جناب داغ دہلوی کے شاگرد گذرے ہیں۔ آپ کے دو دیوان شائع ہوئے لیکن اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ یہی حال حضرتِ اُستاذ تاج الشعرا زینت الملک نوح صدیقی ناروی مدظلہ جانشین حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی کے دیوان اوّل "سفینۂ نوح" کا ہے میرے اُستاد بھائی احمد دراز خاں صاحب عاجز عطائی پوری نے عرصہ گذرا "سفینۂ نوح" کا ایک نسخہ دس روپے میں میرے ہاتھ فروخت کیا۔ جسے میں نے ارزاں سمجھ کر فوراً خرید لیا۔ حضرت بے خود بدایونی اور جناب ہجر شاہ جہان پوری کے دیوان لکھنؤ کے ایک کتب فروش سے بارہ روپے میں دستیاب ہوئے۔ مولانا بے خود کا قیام۔ اندور۔ رتلام۔ ٹونک اور ریاست پور میں سالہا سال رہ چکا ہے۔ آپ نے قریباً ساٹھ برس کی عمر میں ملکِ عدم کی راہ لی۔ ابتدائی کلام خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی اور افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی کو دکھایا لیکن ان کی اصلاحیں پسند نہ آنے پر حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوگئے۔ حضرت کے اُستاد بھائی راقم الدین جناب ظہیر دہلوی کو بھی مولانا بے خود نے اپنا کلام دکھایا ہے۔ نواب عبداللہ خاں صاحب مطلب و نواب شمس الدین خاں صاحب عاشق اجمیری شاگردانِ حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی گذرے ہیں۔ اُن کے بہت سے شاگرد ابھی اجمیر شریف میں ہیں۔ عرصہ گذرا ان لوگوں کے اہتمام اور مولانا بے خود بدایونی کی صدارت میں عرس کے موقع پر دھوم دھام سے مشاعرہ ہوا تھا۔ میں بھی اس مشاعرے میں شریک تھا۔ پہلے پہل حضرت بے خود کی قدم بوسی کا شرف مجھے اسی مقدس مقام پر نصیب ہوا۔ جے پور میں بھی کئی بار مل چکا ہوں۔ جناب بے خود یہ جان کر کہ میں شاگردِ نوح ناروی مدظلہ ہوں بے حد خوش ہوئے اور دستِ مبارک میرے سر پہ پھیرا۔ حضرتِ نواب فصیح الملک داغ دہلوی کا جانشین مولانا بے خود بدایونی اپنے آپ کو بھی کہتے اور لکھتے تھے۔ میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو مرحوم نے نہایت سنجیدگی سے مجھے فرمایا کہ بھتیجے! باپ کی ملکیت کے سب بیٹے حق دار ہوتے ہیں۔

اللہ۔ اللہ۔ مرحوم کے اس جملے کو میں اب تک یاد کرتا ہوں۔ جناب بے خود بدایونی۔ حضرت نواب سائل مدظلہ دہلوی اور اُستادی قبلہ جناب نوح ناروی مدظلہ کے مداح تھے "خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"۔ ناظرین۔ اب کلام بے خود ملاحظہ فرمائیں۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ۔

از مولانا عبد الحئی صاحب بیخودؔ بدایونی شاگردِ حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی

جس دل دہی میں کچھ روشِ دل بری نہ ہو | محوِ ادا کی اُس سے تسلّی ہوئی۔ نہ ہو
واعظ کے دم قدم سے ہؤا میکدہ خراب | جنّت میں اور سب ہوں الٰہی یہی نہ ہو
مرتا رہا ہوں موت کی حسرت میں عمر بھر | میری طرح کسی کی بسر زندگی نہ ہو
زاہد یہیں سے ڈال لے عادت مری طرح | ایسا نہ ہو کہ تجھ سے وہاں مے کشی نہ ہو
واعظ ہمارے سامنے وصفِ مئے طہور | چھینٹے یہ اُس کو دے کبھی جس نے کہ پی نہ ہو

دعویٰ جو کروں وفا کا تو کہتے ہیں طعن سے
بیخودؔ تو وہ ہے نام کو جس میں خودی نہ ہو

تذکرہ بیخودؔ کا یارانِ وطن میں رہ گیا | کیا فسانہ حیف کیسی انجمن میں رہ گیا
یاد رکھنا بھول جاؤ گے یہ سارے چہچہے | میں اگر اے ہم صفیرو اس چمن میں رہ گیا ـه

ـه یہ دو شعر حضرت بیخود کے مجھے یاد تھے انہیں بھی شامل کر دیا گیا ہے (جوش ملسیانی)

مرزا اسلام اللہ بیگ صاحب فضاؔ الہ آبادی تلمیذ ناخدائے سخن حضرت نوحؔ ناروی

اندھیری رات سفر سخت دُور تر منزل | خبر نہیں مجھے کس سمت جا رہا ہوں میں
نگاہِ مست نے بدمست کر دیا شاہد | قدم قدم پہ یہ کیوں لڑکھڑا رہا ہوں میں
مآلِ محفلِ ہستی مری نگاہ میں ہے | کہ مثلِ شمعِ سحر جھلملا رہا ہوں میں
کسی کی یاد میں اب تک نظر کو بند کیے | تصورات کی دُنیا بنا رہا ہوں میں
وہ آرہے ہیں وہ آتے ہیں آنے والے ہیں | شبِ فراق یہ دل کو سُنا رہا ہوں میں
پس فنا بھی ہیں ذرات منتشر کیا کیا | تمام عالمِ امکان پہ چھا رہا ہوں میں

پُر لُطف نظارہ

مخدومی حضرت جوشؔ ملسیانی صاحب تسلیم۔

معترض لالہ نوہر یا رام صاحب دردؔ نکودری کا مضمون پُر لُطف مہملات کے عنوان سے پیش نظر ہو کر نظر انداز ہو چکا تھا۔ صرف جناب کی تحریک سے چند سطور حوالہ قلم کر کے پیش کرتا ہوں یہ صرف اُسی اعتراض کا جواب ہے جس کا تعلق میری ذات سے وابستہ ہے (غنی) آمدم برسر مطلب کا ذرا دھیان رہے۔ پیکر فلک بدلتا ہے۔ پرانا خلعت حضرت مضطر خیر آبادی مرحوم جو میرے قبلہ ہیں فرماتے ہیں۔　شعر ع

ہم کو اور آرام خاطر　زلف اور شب کا خیال　رات اور اتنی سی چھوٹی　چین اور بیمار صبح -

سنئے حضرت قبلہ مولانا مضطر خیر آبادی صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ ایک سید زادے مسلمان اور مسلمانی لائف کے شخص اور ہمارے اسلام کی طرز عمل کے موافق مداح رسولؐ اور عاشق رسولؐ تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میری ایک تخمیس۔ مرحبا سید مکی مدنی العربی پر بچشم نم فرمانے لگے کہ غنیؔ ذات رسولؐ کے ساتھ بڑے ادب کی ضرورت ہے تو تڑاق اس ذات گرامی کے ساتھ نازیبا ہے اور میں مدح رسولؐ پاک میں اس بات کا بڑا خیال رکھتا ہوں اور دیکھنے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت اُن کا نعتیہ کلام ان عیوب سے بالکل پاک اور مبرا ہے۔

یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ دردؔ نکودری صاحب دراصل ان اشعار کی معیار حقیقت کو نہیں پہونچے جن کو پُر لُطف مہملات کے نام سے منظر عام میں پیش کیا ہے یا اس میں پس پردہ کوئی دیگر راز ہے۔ لیکن ہاں بقول منشی کامتا پرشاد صاحب شادؔ میرٹھی (خواہ مخواہ کسی نہ کسی شخص سے اُلجھ بیٹھنا اور اُس پر جا وبیجا اعتراض کر دینا دنیوی شہرت اور معلومات کے لئے بڑا بہترین ذریعہ ہے) جس کو جناب شاد صاحب نے بمقام اجمیر ۱۹۱۰ء میں دوران سخن میں احقر سے بالمشافہ اظہار کیا تھا۔ لیکن دردؔ نکودری صاحب کو اس فارسی کے مشہور شعر کا مطالعہ کرنے کا شائد موقع دستیاب نہیں ہوا۔ شعر فارسی　این سعادت بزور بازو نیست　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خیر یہ قصہ تو طویل ہے حضرت مولانا مضطر خیر آبادی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس شعر میں اس رنگ معرفت کو آمیز کیا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

کہ اے نفس طالب دنیا تو جو دوسرے خیالات باطلہ میں ہماری جانب سے منہمک ہے یا ہماری نسبت مشاہدات ظاہر سے گمان لا طائل کر رہا ہے یہ خیال تیرا صریح غلط ہے۔ ہم کو اور اپنی خاطر کے راحت و آرام کا خیال ہو یا اپنی دلی منشاء دنیوی پوری کرنے کی نیت ہو نہیں اور ہرگز نہیں یا زُلف و گیسوئے

محبوب کا دھیان ہو یا شبِ وصل اور شبِ فراق کا تصور ہو۔ نہیں اور ہرگز نہیں . . . ہم کو تو وہ رات جس کو شام جوانی یا شام زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ خود اتنی مختصر اور چھوٹی دستیاب ہوئی جو چشم زدن میں ختم ہو گئی دُنیا اس رات کا افسوس کرتی ہے اور اس کے لمحات کے گذر جانے سے متاثر ہوتی ہے ہم کو اس کا بھی افسوس نہیں اور ہرگز نہیں ہم جیسے مضطر اضطراب پسند چین پائیں ممکن نہیں ہم کو چین آ ہی نہیں سکتا اِسلئے کہ ہم تو اُس صبح کے بیمار ہیں جو صبح کہ دیدار الہیٰ کی ہے۔ جب تک اُس صبح کے روئے صبیح کو (جس سے شام غم و الم ہستی کا فور اور ظلمت جرم ومعاصی کالعدم ہو) نہ دیکھ لینگے اور اس کے پُر لطف نظارے سے مستفید نہ ہو لینگے تیرے دُنیاوی مناظر سے راحت اندوز نہیں ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے آقائے نامدار مولا و سرور کائنات حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول ہے۔ طالب الدنیا جاہل وطالب العقبیٰ عاقل و طالب المولےٰ کامل۔

(برق مضطر غنی گوالیاری)

کلامِ ناظم

ابو العاصم محمد اسمعیل صاحب انصاری ناظم رتسری بلیاوی تلمیذ عمدۃ الشعراء لسان العصر حضرت مہر مدظلہ جانشین حضرت داغ دہلوی

کتنا مرا فسانۂ غم دل گداز ہے — تر آنسوؤں سے چشم بُتِ حیلہ ساز ہے

سَر میرا فرش پر ہے دماغ اُن کا عرش پر — ناز و نیاز کا یہ نشیب و فراز ہے

کیا اعتبار اُس کی قسم کا وہ شوخ تو — وعدہ خلاف۔ عہد شکن۔ حیلہ ساز ہے

ساحل کی آرزو نے دکھایا یہ دن مجھے — گرداب بحرِ عشق میں میرا جہاز ہے

دو روز کی بہار یہ حُسن و شباب ہیں — دو روز کی بہار پہ کیا تم کو ناز ہے

بندہ نواز ایک فقط آپ ہی نہیں — بندہ نواز اور بھی بندہ نواز ہے

بھرتے نہیں ہیں آپ کا دم غیر بے سبب — اِس میں بھی کوئی بھید ہے اس میں بھی راز ہے

اُس در سے جائے ناظمِ آشفتہ سر کہاں
وہ آستاں ہے اور جبین نیاز ہے

تذکرۂ خواتین

ستی النساء خانم

(سید محمود مورخ بی۔ اے)

فی زمانا یورپ کی کورانہ تقلید سے ہمارے ملک میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو رسم پردہ کا شدومد سے مخالف ہے۔ یہ گروہ ہمیشہ اسی بات کے لئے کوشاں رہتا ہے کہ خواتین ہند پردہ کی قید و بند سے آزاد ہو کر مردوں کے دوش بدوش چلتی پھرتی نظر آئیں۔ اور اپنی فطرتی شرم وحیا کو بالائے طاق رکھکر یورپین لیڈیوں کی طرح ڈل پھینک حضرات کی راحت دل کا سامان بنیں۔ حقیقت میں نظروں سے پوشیدہ نہیں کہ اگر ان لوگوں کی مراد بر آئے تو اس سے سوسائٹی میں کیا انقلاب نمودار ہوگا۔ اور اس غیر فطرتی عمل سے ہماری کیا حالت ہوگی۔ اس وقت میرا مقصد پردہ کی مخالفت یا حمایت کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر سینکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ اس قدر ضرور کہونگا کہ مخالفین پردہ کو قلم اُٹھاتے وقت یورپ کے تلخ تجربات اور انکی جلد بدوش کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔

مخالفین پردہ نے جہاں اور بہت سی لایعنی باتیں لکھی ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ پردہ کی موجودگی میں خواتین کے لئے علمی و ذہنی ارتقاء کی منازل طے کرنا امر غیر ممکن ہے۔ لیکن اگر انہوں نے تاریخ اسلام کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہوتا تو وہ اس لغو اور مہمل دلیل کو اس شدومد سے پیش نہ کرتے۔ خواتین اسلام میں ایک یا دو نہیں بلکہ ہزارہا مستورات نے علم و ادب میں کمال حاصل کیا تھا کہ آجکل کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بھی حاصل نہیں۔ میں سطور ذیل میں ایک ایسی ہی عصمت مآب اور فاضلہ خاتون کے مختصر حالات پیش کرتا ہوں تاکہ آپ پر واضح ہو جائے کہ مسلمان خواتین مکان کی چاردیواری میں بند رہکر بھی دماغی و ذہنی نشوونما کی کس بلندی پر پہنچ گئی تھیں۔

اس رشک زمانہ خاتون کا نام ستی النساء بیگم تھا۔ وہ اہالی ماژندران کی اولاد میں سے تھی۔ اس کے نامور بھائی کا نام طالب آملی تھا جو مقام اہالی آمل ملک ایران کا رہنے والا تھا۔ اور شہنشاہ اکبر کی قدردانیوں اور فیاضیوں کی داستان سُن کر وارد ہندوستان ہوا۔ اور جہانگیر کے زمانہ تک دربار مغلیہ میں حاضر رہا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر نے طالب املی کی بہت قدردانی کی۔ ۱۶۱۹ء میں اسے ملک الشعرا کا معزز خطاب عطا کیا۔ طالب املی نے ستر برس کی عمر پاکر ۱۶۲۵ء میں وفات پائی۔ اور اپنی یادگار ایک دیوان چھوڑا جس میں چودہ ہزار اشعار ہیں۔

ستی النساء کو قدرت کاملہ نے ذکی و ذہین پیدا کیا تھا اور اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی کہ میدان علم و ادب میں بآسانی ارتقائی منازل طے کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جب اس نے عالم شباب میں قدم رکھا تو اس زمانہ کے مشہور حکیم رکنا ولد حکیم نظام الدین احمد کاشی کے بھائی نصیرا سے اس کا عقد کر دیا گیا۔ مگر اس کی ازدواجی زندگی کا زمانہ بہت مختصر ثابت ہوا۔ اور وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد ملکہ ممتاز محل کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ چونکہ اسے زباندانی۔ ادب شناسی۔ مہمات خانہ داری اور علم طب میں خوب دسترس حاصل تھی۔ اسلئے وہ جلد ان تمام خواتین سے جن کو ملکہ ممتاز محل کی خدمت و ملازمت کا شرف حاصل تھا عالی مرتبہ ہو گئی۔ حتیٰ کہ مہرداری کی خدمت پر مامور کر دی گئی۔

ستی النساء خانم نے فارسی کتب کا نہایت وسیع مطالعہ کیا تھا۔ اور علوم تصوف و قرأت میں اسے کمال حاصل تھا۔ بدیں وجہ شہنشاہ شاہجہاں نے اسے شہزادی جہاں آرا بیگم کی اُستانی مقرر کر کے اعزاز جلیلہ سے سرفراز کیا۔ ملا عبدالحمید لاہوری نے "بادشاہ نامہ" میں لکھا ہے کہ ملکہ ممتاز محل کو ستی النساء خانم کے ساتھ انتہائی محبت تھی۔ چنانچہ ملکہ کو اس کی مفارقت کسی حالت میں بھی گوارا نہ تھی۔ ستی النساء خانم نے بھی بغایت سلیقہ شعاری۔ مزاجدانی۔ حُسنِ خدمت اور لُطف ادب سے اپنے جملہ فرائض کو انجام دیا۔

جب ملکہ ممتاز محل شہنشاہ شاہجہان کے ساتھ آگرہ سے برہانپور آئی تو اس وقت بھی ستی النساء خانم ملکہ کی مصاحبت میں حاضر تھی۔ جب ملکہ نے سفر عدم کیا تو اُس وقت بھی یہ عصمت مآب خاتون اپنی مرحومہ ملکہ کی تعزیت اور شہنشاہ کے رنج و غم میں شریک تھی۔ ملکہ ممتاز محل کی رحلت کے بعد بھی ستی النساء خانم نے مرحومہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ وہ چھ ماہ تک باغ زین آباد میں (جہاں ملکہ مرحومہ کی نعش بطور امانت سپرد زمین کر دی گئی تھی) مجاور بنکر رہی۔ اور جب برہانپور سے نعش آگرہ آئی تو ستی النساء خانم بھی اس کے ساتھ تھی۔

ملکہ ممتاز محل کی وفات کے بعد شاہجہاں نے بھی ستی النساء خانم کی اس کے فضل و کمال کی وجہ سے بیحد قدردانی کی اور اسے صدارت محل کی خدمت پر مامور کر دیا۔ جب ۱۰۳۵ھ میں اس کے بھائی ملک الشعرا طالب آملی نے انتقال کیا تو ستی النساء خانم نے اس کی دونو بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کا بار اپنے کندھوں پر لے لیا۔ اور جب وہ جوان ہوئیں تو بڑی کا عقد عاقل خان عنایت اللہ کے ساتھ کر دیا اور چھوٹی کو ضیاء الدین المعروف بہ رحمت خاں جو اس کے شوہر نصیرا کے بھائی قطبا کا بیٹا تھا۔ کی زوجیت میں دیدیا۔

۷ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ یوم یک شنبہ جب ستی النساء خانم شہنشاہ شاہجہاں کے ساتھ لاہور میں تھی۔ تو طالب آملی کی چھوٹی بیٹی نے وضع حمل کے وقت انتقال کیا۔ ستی النساء کو اس کے ساتھ بدرجہ غایت محبت تھی۔ وہ اس سانحہ ارتحال سے اس قدر متاثر ہوئی کہ جانبر نہ ہو سکی۔ اور گیارہ روز تک ماتم و سوگواری میں مصروف رہکر اپنے محل میں جو شہر لاہور کی فصیل سے باہر تھا انتقال کیا۔ جب شاہجہاں کو ستی النساء کی وفات کی اطلاع ملی تو اسے سخت رنج ہوا

اور اسی وقت ملا علاؤ الملک فاضل خاں توفی میر سامان کو بلا کر حکم دیا کہ دس ہزار روپیہ خزانہ عامرہ سے واسطے تجہیز و تکفین کے لیکر ستی انساء کی نعش کو کسی جگہ بطور امانت سپرد خاک کردیا جائے۔ اور اس کے ایک سال اور چند ماہ بعد شاہجہاں کے حکم سے مرحومہ کی نعش کو لاہور سے آگرہ لاکر روضہ ممتاز محل کے گوشہ جنوب مغرب میں چوک جلوخانہ کے متصل مدفون کر دیا گیا۔ شاہجہاں نے تیس ہزار روپیہ سرکاری خزانہ سے خرچ کر کے اس کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ جو ایک نہایت نفیس اور قابل دید عمارت ہے۔ اور جس کے اندرونی کمرے کا کل فرش اور تمام دیواریں ازارہ تک خالص سنگ مرمر کی ہیں۔ لداؤ میں سنگ سرخ کی استرکاری ہے۔ وسط کمرہ میں مرحومہ کا مزار نہایت صاف وشفاف سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ لوح مزار پر اعلیٰ درجہ کی منبت کاری ہے اور تعویذ قبر کے ہر دو جانب سنگ مرمر کی دو نازک اور نفیس بیلیں تراش کر عجیب دلفریب صنعت کا اظہار کیا گیا ہے۔ ملا عبدالحمید لاہوری نے "بادشاہ نامہ" میں لکھا ہے کہ شہنشاہ شاہجہاں نے مرحومہ کے مقبرہ کے عروس وغیرہ کے مصارف کے واسطے ایک موضع جس کا محاصل تیس ہزار روپیہ سالانہ تھا مرحمت فرمایا تھا۔

ستی انساء خانم بڑی خوبیوں والی خاتون تھی۔ مورخین نے باتفاق رائے اس کے اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کی تعریف کی ہے۔ اس نے اپنے فضل و کمال اپنی مزاج شناسی اور اپنے حسن خدمت کی بدولت ملکہ ممتاز محل اور شہنشاہ شاہجہاں کو اپنا مدح خواں بنا لیا تھا۔ اس نے تمام عمر ان دونوں کی بحسن وخوبی خدمت کرنے میں بسر کی اور وفات کے بعد بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مرحومہ نے آگرہ میں متصل محلہ راوت پاڑہ ایک محلہ موسومہ ستی خانم آباد کیا تھا جو اب تک موجود ہے لیکن افسوس ہے کہ انقلاب زمانہ عصمت مآب اور نیک نفس خاتون کے تمام کارنامے صفحہ ہستی سے محو ہو گئے اور اس کے آباد کردہ محلہ کا نام بھی بجائے ستی خانم کے چھتی خانہ مشہور ہو گیا

دلکش چٹکلے

(۱) صبر و استقلال سے کام کرنے والوں کا ہمیشہ اللہ مددگار ہوتا ہے۔

(۲) پست ہمت آدمی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(۳) چھوٹی چیزوں کو حقیر مت سمجھو۔

(۴) موقع اور اتفاق سے کامیابی حاصل کرو۔

(۵) علم کا رتبہ تمام رتبوں سے اعلیٰ ہے۔

(۶) لالچ سے انسان کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔

(۷) خوف خدا دل کو منور کر دیتا ہے۔

(۸) بے سوچے سمجھے جلدی کرنا انسان کی بربادی کا باعث ہے۔

(۹) اچھا ہمنشین ایک نعمت ہے۔

(۱۰) بردباری علم کی زینت ہے۔

(مرسلہ) محمد اسلم (ایف۔ اے) مسلم ہائی سکول ...

پنگل

یعنی

علم عروض سنسکرت اور بھاشا

از قلم خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم محقق علامۂ عصر رستم الشعرا مولانا محمد حبیب السبحان صاحب
المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی حال شہر لشکر گوالیار

اِس علم کے استخراج اور اُس کی وجہ تسمیہ کے متعلق ہم اول کچھ مختصراً حالات بیان کرتے ہیں کہ جو ہمارے ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

پنگل بکسر بائے پارسی و نون غنہ و کاف عجمی مفتوح مع لام آخر اس کے چودہ معنی ہیں (۱) مُنی یعنی ولی کا نام (۲) ہرتخ ستارہ (۳) بیسوا کی قسم (۴) سانپ کی ایک قسم (۵) ایک ساز کا نام (۶) ایک درخت زہریلا۔ (۷) بندر (۸) نبض کی ایک قسم (۹) نو نعمتوں میں سے ایک نعمت (۱۰) سرس کا درخت (۱۱) قانون ملکی (۱۲) وہ چیز کہ جو چراغ کے لو کا رنگ رکھے (۱۳) زہرہ ستارہ (۱۴) ایک سانپ کہ جس کے باپ کا نام کشّپ بفتح کاف تازی و شین معجمہ مشدّد مکسور و فتح بائے فارسی اور ماں کا نام کدرو بفتح کاف تازی و دال مہملہ مشدد مفتوح و رائے مہملہ و واؤ معروف۔

چونکہ اصل میں پنگل سانپ کا نام ہے اور اصطلاح میں علم عروض کو کہتے ہیں۔

شیش ناگ۔ ایک ناگوں یعنی سانپوں کا سردار اور اہل ہنود کا دیوتا ہے۔ اِس کی اولاد میں ایک سانپ پنگل نام رکھتا ہے جو پاتال لوک یعنی تحت الثرےٰ میں مسکن رکھتا ہے۔

گرڑ کاف فارسی مفتوح و رائے مہملہ مضموم مع رائے ہندی۔ آخر جس کے معنی طاؤس کے ہیں۔ اور قصہ خواناں فارس رُخ سے خطاب کرتے ہیں اور وشن دیوتا کی سواری کے کام آتا ہے اور اُس کی خوراک سانپ ہے۔ اور یہ پنگل کا علاتی بھائی ہے۔ گرڑ پنگل کے گھات میں تھا۔ کیونکہ سوتیا بھائی کی جو عداوت ہے وہ مشہور ہے۔

مورخین روایت کرتے ہیں کہ ایک اور پنگل پاتال لوک سے نکل کر اور اپنی صورت برہمنوں کی شکل میں بدل کر بنارس میں جا بیٹھا۔ گرڑ نے اُس کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ مگر برہمنوں کی شکل میں ہونے سے بہ تعظیم برہمن کچھ نہ بولا

مگر گرڑ پنگل کے تاک میں رہا۔

جب ناگ پنچمی کا زمانہ آیا تو بنارس والے حسب رواج مذہب ناگوں کو دودھ پلانے لگے۔ پنگل جو بشکل برہمن تھا اُس نے کہا کہ سانپوں کو دودھ پلانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ کسی برہمن کی خدمت کی جائے۔ اور اگر سانپوں پر ہی منحصر ہے تو ہم ابھی سانپ بنے جاتے ہیں۔ برہمن کا تصرف دیکھ لو یہ کہہ کر لوٹ پوٹ کر سانپ بن گیا۔ گرڑ نے چیل جھپٹے کی طرح اُس پر حملہ کر دیا۔

پنگل نے گرڑ سے کہا کہ میں نے ایک بہت بڑا علم ایجاد کیا ہے۔ تم پہلے اُس کو سیکھ لو پھر جو جی میں آئے کرنا بہت ردوکد کے بعد گرڑ راضی ہو گیا۔

پنگل پیچھے سرک کر کچھ نشان (لگھ یعنی (ایک حرف متحرک) اور گر یعنی ایک حرف متحرک اور دوسرا ساکن جس کو سبب خفیف کہتے ہیں بنانے لگا اور پھر اُنہیں نشانوں سے چھند یعنی بحور و اوزان بناتا گیا۔

گرڑ نے کہا کہ اگر تم دفعتاً کسی پانی میں گھس جاؤ تو میں تمہارا کیا بنالونگا اور علم۔ ادھورا رہ جائیگا پنگل بولا کہ میں جب جاؤنگا تو تم کو خبر کر دونگا۔

الغرض بنارس کے کنارے تک یہ دونوں پہنچ گئے۔ اُس وقت پنگل نے کہا کہ دیکھو اِس چھند کو بھجنگر پات کہتے ہیں اور دفعتاً سمندر میں گھس گیا۔

گرڑ کی آہ وزاری پر پنگل نے پانی سے سر نکال کر کہا کہ بھجنگر پات کے معنی یہی ہیں کہ سانپ اب جاتا ہے۔

چنانچہ گرڑ سے بھام اور بھام سے اگسٹ نے یہ علم سیکھا۔ لہٰذا یہ عروض پنگل کے نام سے مشہور ہوا۔ اور بھام اگسٹ وغیرہ اس کے مقلدین کہلاتے ہیں۔

بیاکرن یعنی علم صرف نحو

حسب ضرورت اس کے صرف نحو کا مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) **اکشر** کہ جس کو عوام اچھر بولتے ہیں یہ حروف تہجی ہے۔

(۲) **ماترا** فوقانی مفتوح جس کو عربی میں اعراب کہتے ہیں۔ ہندی میں اس کی سولہ قسم کی آوازیں ہیں اور جن کی جُدا گانہ شکلیں ہیں جس کو ہمارے ہندی خواں حضرات بخوبی جانتے ہیں۔ جیسے ک क پر ایک الف اور بڑھا کر کا۔ का بولتے ہیں اور جس کو بارہ کھڑی بھی بولتے ہیں۔

(۳) **بنجن** بکسر بائے موحدہ دنوں ساکن وجیم تازی مفتوح معہ نون آخر وہ حرف جن پر کوئی حرکت نہ ہو اور یہ بلاحرکت تلفظ میں نہیں آسکتے۔ اِنہیں عوام کو ہل بھی بولتے ہیں۔ جیسے عربی میں حروف تہجی کو حروف مصمت بولتے ہیں اور اُنکو

بول نہیں سکتے جبکہ اُن پر اعراب نہ لگائیں۔ اُس کو ہندی خواں مصوت بولتے ہیں۔ ہندی میں واو لین و واوِ غنہ وغیرہ بہت سے حروف ہیں جن کو ہم انشاءاللہ پھر کسی موقعہ پر بشرطیکہ ہمارے ناظرین کو اس سے دلچسپی ہوگی۔ تو آئندہ مشرح بیان کرینگے۔ صرف یہاں ہم کو اُن ضروری باتوں کا مختصراً اظہار کرنا ہے کہ جو ہندی اُردو میں اختلاف ہے۔

پنگل کے اصطلاحات

یہ بھی بہت سے ہیں مگر یہاں جو ضروری ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) **چھند** بفتح جیم تازی معہ ہائے مخلوط و نون ساکن و دال مہملہ موقوف فروع اور بحر کو کہتے ہیں۔ اکثر چھند چار مصرعوں کے ہوتے ہیں جیسے اشعار آل کھنڈ وغیرہ کے سولہ رُکنی ہیں۔

(۲) **چرن** ایک مصرع کو بولتے ہیں۔ اور اسی کو پد بھی کہتے ہیں۔

(۳) **کل اُن** ۔ سولہ ۔ ماتروں کا نام ہے اور اِن کو کلام بھی کہتے ہیں۔

(۴) **برن** جس کو اکشر بولتے ہیں خواہ ایک ماترا والے ہوں یا زیادہ۔

(۵) **برت** ماتراؤں یا برنوں کی ترتیب کو کہتے ہیں۔

(۶) **بشرام** جہاں چھند میں ٹھہراؤ ہو۔

(۷) **انپراس** قافیہ کو کہتے ہیں۔ یونانی کی طرح سنسکرت میں بھی قافیہ لازمی نہیں ہوتا اور کبھی ایک چرن کو بھی کہتے ہیں۔

(۸) **تکانت** بضم تائے فوقانی و کاف عربی معہ الف کشیدہ و نون ساکن و تائے ساکن و تائے فوقانی حسب قول مذہب تحفہ ردیف کو کہتے ہیں۔

(۹) **جمک** چرنوں یعنی ایک مصرع کے درمیان قوافی کو کہتے ہیں جس کا نام نظم عربی میں سجع ہے اور جو مسمط۔

اجزائے علم پنگل

برج بھاشا میں لفظ کا آخر ہمیشہ متحرک ہوا کرتا ہے۔ جب تک کہ آخر میں گرُ یعنی سبب خفیف یا ہل نہ ہو جس کا انشاءاللہ آگے ذکر آئیگا۔ اُردو میں تو یہ چھ اجزاء ہیں اور پنگل میں صرف دو جز ہیں۔ لگھُ یعنی ایک حرف متحرک اور گرُ یعنی پہلا متحرک دوسرا ساکن جس کو سبب خفیف کہتے ہیں۔ یہی لگھہ اور گرُ ہیں۔ نشان لگھ (ا) اور نشان گر (ء) یہ ہیں۔

تعریف لگھ ۔ صرف ایک متحرک کو کہتے ہیں۔ سنجوں میں پانچ سماماترائیں ملانے سے ہر سنجن اصطلاح پنگل میں

لگھ بولا جاتا ہے۔ اور اُسی کو بیاکرن میں ہرس برائے مہملہ مشدد کہتے ہیں جیسے کمل میں کاف اور میم اور لام تینوں بنجن تھے۔ ہر ایک میں اُ کی ماترا سے لگھ ہو گئے یا جیسے بہت بے بنجن کہلاتا تھا اَ کی ماترا سے بے ملفوظ ہوکر لگھ ہو گیا۔ تیسرے کسم اس میں بھی اُ کی ماترا لگانے سے اوائل دو حرف لگھ ہو گئے۔ اسی طرح پرتھوی میں پ (رکی) اترا سے لگھ ہو گیا۔ چونکہ یہ لفظ پرتھوی کا (پ) پر ہو گیا اور را کی آواز کم نکلتی ہے۔ اس لئے پ لگھ ہو گیا اور پ اور را کو ایک حرف سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح کلر پت کے کاف میں لر کا ماترا شامل ہو گیا جس سے لگھ ہو گیا۔ اب ک ل را تینوں ایک اکشر کہلائینگے اور یہ دونو ماترا سنسکرت کے لئے خاص ہیں۔

سپریہ دو لگھ متوالی کا نام ہے جس کو عروض عربی میں سبب ثقیل بولتے ہیں جیسے دِل

ناری تین لگھ متوالی کو کہتے ہیں جیسے چَوَر ۱۱۱

پرم پد چار لگھ متوالی کو کہتے ہیں جیسے بَھوَ بَھی ۱۱۱۱

پنگل میں لگھ کا نشان بشکل عمودی ایک (۱) الف سا ہوتا ہے اور لگھ ہمیشہ ایک ماترا کے برابر ہوتا ہے۔

گُرو بیاکرن میں اس کو دیرگھ یا پلٹ کہتے ہیں۔ اس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن یعنی عروض عربی میں اس کا نام سبب خفیف ہے۔ بھاشا میں اس کی بہت بڑی طول طویل تفصیل ہے۔ مگر بخوف طوالت بیان نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر ہمارے ناظرین آئندہ دلچسپی لینگے تو مفصل بیان کیا جائیگا۔ نشان گرء

کَرَن دو سبب خفیف یعنی دو گُر کو بولتے ہیں جیسے فعْلُن بسکون عین ــ ء ء

تومر بواؤ مجہول ایک لگھ پھر اُس کے بعد ایک گُرُ ہو ء ۱

کرتال دو لگھ کے بعد ایک گرُ ہو = جیسے کَمَلَا ء ۱۱

دہن دال مہملہ بالفتح وہائے ہوز مفتوح جب ایک گُر بعد دو لگھ متوالی آئیں جیسے جامر ۱۱ ء

آہت ایک لگھ کے بعد دو گُر آئیں جیسے پرانا ء ء ۱

مُرار ایک لگھ کے بعد ایک گُرُ ہو پھر ایک لگھ جیسے مُرارِ ۱ ء ۱

گرڑ درمیان دو گُر کے ایک لگھ واقعہ ہو جیسے کالکا ء ۱ ء

نشان لگھ سے یہاں تک جتنے نام بتائے گئے ہیں! اول ایک ایک کے چند اسما ہیں انکو مار مہرہ میں دیکھو۔ اور یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ ایک ایک گُرُ دو دو ماترا اُن کے برابر ہے۔ گرُ کی شکل یہ ہے (ء) اور لگھ کی صورت یہ ہے (N) مگر صفائی سے جب لکھا جائیگا تو اُس کی صورت (۱) یہ ہے۔ قبل ایک الف کے اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ بائیں جانب سے دائیں جانب کو برخلاف اُردو کے جائینگے اور دو لگھ دو ماترا کے برابر ہیں اور دو ماترا ایک گُرُ کے برابر ہوتا ہے۔ اگر لگھ ملایا جائے تو ایک گُرُ بن جاتا ہے۔

قاعدہ بنٹ یعنی تقطیع

بنٹت بفتح بائے موحدہ ونون غنہ وتائے ہندیہ مفتوح معہ تائے فوقانی واضح ہو کہ چھند کے اکشروں کو لگھ یا گُرو یا ماترا یا برن سے ملاکر برابر کرنا بھی بنٹت یعنی تقطیع ہے اور بنٹت کرنے میں جو حرف بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں ۔ ان کی بارہ قسمیں حسب ذیل ہیں ۔

(۱) پلٹ اگر وزن شعر کی وجہ سے نہ بڑھایا جائے تو لگھ ہوتا ہے ۔ ع ارے کانتھ تو چھانڑ دے ۔ میں جو دوسرا رے ہے وہ پلٹ تھا مگر اشباع نہ ہونے سے لگھ رہ گیا ۔

(۲) جو حرف سنجوگی ہوتا ہے اُس کے ماقبل کا حرف اگر ماترا کے ساتھ آئے تو وہ گُرو کہلاتا ہے ۔

(۳) اکثر واؤ جو اشباع نہیں بولے جاتے اُردو ہندی دونوں میں گِر جاتے ہیں ۔ یعنی وزن شعر میں اگر گُر کو کھینچ کر نہ بولا جائے تو وہ لگھ رہ جاتا ہے ۔ جیسے ع دُکھ جھرٹاے دبو دھام

دبو میں گُر تھا مگر اشباع نہ ہونے سے لگھ رہ گیا ۔

(۴) چرن کے آخر میں جو حرف ہوتا ہے ۔ وہ تلفظ کے موافق بھی بولا جاتا ہے ۔ یہ لگھ ہو یا گُر ہو ۔ اگر کھینچ کر بولا جائے گا تو لگھ اور اشباع کیا جائیگا تو گُرو کہلائیگا ۔

(۵) جن اکشروں پر ماترا نہیں ہوتا وہ ہمیشہ لگھ بولے جاتے ہیں ۔

(۶) (رَ) کلمہ کے مابین یا اواخر چھندوں میں آئیگا تو وہ بنٹ کرتے وقت ہمیشہ خارج از تقطیع ہو جائیگا ۔ جیسے کرپال اور کرشن میں را گِر کر کپال اور کشن رہ جائیگا ۔

مگر اُردو میں گرانا ناجائز قرار دیا جائیگا ۔ کیونکہ اُردو فارسی میں رے کا گرانا ناجائز ہے ۔ اِس کو ہم یہاں بالتفصیل بیان کرتے ہیں ۔

اُردو میں کرپال کا کاف متحرک اور رے ساکن مان کر بر وزن فع کے آئیگا ۔

اور پال میں اواخر دو ساکن ہیں ۔ اس لئے درمیان مصاریع ساکن دوم متحرک ہو کر دوسرے اجزاء میں شامل ہو کر دوسرا جزو بن جائیگا ۔

اور اگر آخر مصاریع ہوگا تو کرپال کے دونو ساکنین آخر میں بحال رہینگے ۔ یوں کرپال فعلانْ ۔

اِسی طرح برج اور پربت وغیرہ کو بھی سمجھو ۔

اور دوسرا لفظ کرشن بنایا گیا ہے ۔ اگر اُردو میں کرشن آئیگا تو ۔ ک متحرک را شین "نون" ساکن ہیں ۔ تو بقاعدہ تقطیع ساکن سیوم درمیان مصاریع ساقط اور ساکن دوم متحرک ہو جاتا ہے ۔ اور ساکن اول بحال

رہتا ہے۔ ع ہے دوست وہ جو دوست کی خاطر جلائے دل

یہاں دوست کی "ت" خارج اور سین جو ساکن دوم ہے متحرک اور واو جو ساکن اول ہے بحال - اس طرح

ہے دوس مفعول وہ جُ دوس فاعلات - ک خاطرج مفاعیل لائے دل فاعلن -

(۷) نون غنہ جو "سانُ ناسک" بولا جاتا ہے وہ بھی چرن کے آخر نبٹ میں خارج از تقطیع ہو جاتا ہے۔

اور اُردو میں بھی درمیان مصاریع گر جاتا ہے۔ مگر آخر مصرع بحال رہتا ہے -

(۸) سنجوگی۔ حرف کے ماقبل جو حرف ہوتا ہے وہ گرُو کہلاتا ہے۔ لیکن وہ اشباع نہ ہونے سے لگھ رہ

جاتا ہے -

(۹) اَ اِ اُ جو چھوٹے ہوتے ہیں وہ بنجن میں ملنے سے لگھ کہلاتے ہیں۔

(۱۰) بسرگ اور انسار ان میں ہمیشہ گرو ہوتا ہے۔ مثلاً رامئہ اور اَنک میں آخر ہائے اور نُون غُنہ گرو ہیں -

(۱۱) جب دو لگھ متوالی ایک جا واقعہ ہوتے ہیں اور دوسرے کو ساکن کرتے ہیں تو دوسرے لگھ سے

مل کر گرو بن جاتا ہے - مثلاً فَعِلُنْ بحرکت عین کے عین کو باسکون کیا جائیگا تو فَعْلُنْ بسکون عین گرو بن جائیگا ورنہ

چار لگھ متوالی ہے -

(۱۲) جب کسی حرف متحرک کے بعد (لام) آتا ہے تو چھندوں کے نبٹ کرنے میں وہ اکثر ساقط التقطیع ہو جاتا

ہے - جیسے "کلیش" کا لام خارج ہو کر کیش رہ جائیگا۔

اُردو فارسی عربی میں بھی الف ولام ماقبل حروف شمسی ہمیشہ خارج از تقطیع ہو جائیگا - یہ گیارہ حروف مخصوص

ہیں - ان گیارہ حروف شمسی کے ماقبل الف ولام ضرور ہونگے اور وہ دو تقطیع میں محسوب نہ ہونگے وہ یہ ہیں -

(۱) تائے فوقانی (۲) ثائے مثلثہ (۳) دال مہملہ (۴) ذال معجمہ (۵) رائے مہملہ (۶) زائے معجمہ (۷) سین مہملہ

(۸) شین معجمہ (۹) صاد مہملہ (۱۰) ضاد معجمہ (۱۱) طائے مطبقہ یہ گیارہ حروف شمسی کہلاتے ہیں -

اور حروف قمری کے سترہ ہیں۔ حروف قمری کے لام ہمیشہ محسوب التقطیع ہونگے۔ برخلاف حروف شمسی کے۔

حروف قمری کے سترہ حرف یہ ہیں - (۱) الف (۲) بائے موحدہ (۳) جیم تازی (۴) حائے حطی (۵) خائے

معجمہ (۶) ظائے منقوط (۷) عین مہملہ (۸) عین معجمہ (۹) فا (۱۰) قاف (۱۱) کاف تازی (۱۲) لام (۱۳) میم

(۱۴) نون (۱۵) واو (۱۶) ہائے ہوز (۱۷) یائے تحتانی -

یہ سترہ حروف قمری ہیں - مثلاً زین العابدین و عبد المجید وغیرہ میں لام زبان پر آتا ہے - اور تقطیع میں محسوب

ہونگے - یہ قمری ہے -

اور ضیاء الدین اور حبیب السبحان ہیں - الف ولام زبان پر نہیں آتے - یہ الف ولام خارج از تقطیع ہونگے

یہ حروف شمسی کہلاتے ہیں۔ لہذا مثل بھاشا اور سنسکرت کے اُردو میں بھی لام گر جائیگا۔ انہیں بارہ چیزوں پر بنٹ یعنی تقطیع کا بھاشا یا سنسکرت میں دارومدار ہے۔

اگر ہمارے ناظرین اور ہندی اشعار کہنے والے حضرات کو اس پنگل سے رغبت ہوگی تو آئندہ اس کی مفصّل تشریح کی جاویگی ورنہ ہم اسی پر اکتفا کرینگے۔ کیونکہ اتنا ہی بنٹ یعنی تقطیع کا گُر ہے۔ (ماخوذ)

لالہ جگن ناتھ صاحب کمال بی اے کرتارپوری

اِدھر ان کی وُہ طرزِ دامن افشانی نہیں جاتی
ادھر ناکامِ اُلفت کی پشیمانی نہیں جاتی

تمناؤں کی جب تک فتنہ سامانی نہیں جاتی
نہیں جاتی مرے دل کی پریشانی نہیں جاتی

مری شرمِ گُنہ نے اس کو لاکھوں بار دھویا ہے
مگر پھر بھی مری آلودہ دامانی نہیں جاتی

تمہیں کہدو کہ وُہ عرضِ تمنا کیا کرے تم سے
کہ جس بیکس کی کوئی بات بھی مانی نہیں جاتی

کیا ہے اس قدر چھلنی مجھے خارِ مغیلاں نے
کہ اب دشتِ جنوں کی خاک بھی چھانی نہیں جاتی

خدا جانے ترے جلووں کو کس عالم میں دیکھا تھا
کہ اب تک چشمِ آئینہ سے حیرانی نہیں جاتی

کبھی بڑھ جاتی ہے رنگینیٔ حُسنِ خیال اتنی
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

گراں بھی ہوگئی جنسِ وفا بازارِ عالم میں
مگر پھر بھی ترے جلووں کی ارزانی نہیں جاتی

مجھے تکمیلِ غم کی داد دی ظالم نے یہ کہ کر
ارے ظالم تری صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

وُہ سنگِ آستاں ہی کارفرما ہو تو مٹ جائے
کمالؔ سعی سے تحریرِ پیشانی نہیں جاتی

حُسن اَور زوال

(سر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کی نظم کا ترجمہ)

حُسن:- بار خدایا تو نے مجھے جہان کی دلچسپی کا ذریعہ بنا کر مجھے جو ہر دلعزیزی جو عزت اور جو سرافرازی بخشی ہے۔ خود اس کے شکریئے کا خیال گُستاخی ہے۔ لیکن مجھے اجازت ہو تو یہ سوال کرنے کی جرأت کروں کہ تو نے مجھے دُنیا میں لازوال کیوں نہیں بنایا؟

ندائے غیب:- نادان اپنی حقیقت کو پہچان اور اپنی ہستی کو جان۔ تو اپنی حقیقت سے کیسا بیگانہ اور اپنی اصلیت سے کیسا بےخبر ہے دیکھ اور غور کر کہ تو کیا ہے۔

ہم موجودات کے چہروں پر رنگ تغیر کا غازہ چھڑکتے ہیں اور اس کا نام رکھتے ہیں حُسن گویا تیرا اصلی نام حُسن نہیں تغیر ہے۔ پس تغیر حُسن ہے اور حُسن تغیر۔ جس کو زوال نہیں وہ حسین بھی نہیں۔

چاند:- اے دُنیائے فلک کے مکینو۔ اے محفلِ شب کے آسمانی نازنینو ذرا کان کھول کر سنو اور ندائے غیب کے آئینے میں اپنی حقیقت کے خط و خال دیکھو۔

اَخلقِ سحر:- آہ افسوس ہم کیا سمجھے ہوئے تھے۔ واقعی اگر ہم ہمیشہ دُنیا کی نظروں میں رہتے تو ہماری ہستی ایک حرفِ بےمعنی سے زیادہ وقیع نہ ہوتی کوئی ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتا بےشک بےشک نیرنگی ہی حُسن آفریں ہے۔ بلکہ نیرنگی جو تغیر کا اسم ثانی ہے خود حُسن ہے۔

قطرۂ شبنم:- اے گُلستانِ عالم کی زینت کے باعث۔ اے خوشرو گلعذارو۔ سنا ستارہ صبح کیا رازہائے حقیقت بیان کر رہا ہے۔ تمہاری ہستی چند ساعت کی مہمان ہے اور تمہارا حُسن کسی نئے حُسن کی تخلیق کی تمہید بننے والا ہے۔

غنچہ و گُل:- ارے سنبھالیو۔ پکڑیو۔ قیامت کا بگل پھونکا جا چکا خدارا ان رازدانانِ حقیقت کی زبان پر بھی کوئی انگلی رکھو ورنہ دُنیا کا نقشہ بدلتا ہے۔ اور ہمارا خاتمہ ہوتا ہے پھول یہ پڑھتا ہوا مرجھا کر گرتا ہے۔

ع

ہم آئے سیر کو تھے لیک سوگوار گئے۔

(از نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول مہالم کلاں)

غزل

(حضرت دعاؔ ڈبائیوی)

جلوہ فرما ہر گھڑی وہ خانۂ دل میں رہے
اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہم اُن کی محفل میں رہے

تیرِ جاناں کس لئے تکلیف و مشکل میں رہے
دل میں آئے دل میں آ بیٹھے مرے دل میں رہے

حضرتِ دل نے دیا اُلفت میں میرا خوب ساتھ
مجھ کو بھی مشکل میں رکھا خود بھی مشکل میں رہے

آپ سُنتے ہیں تو سُنئے میرے دل کا رازِ عشق
لیکن اتنی عرض ہے یہ آپ کے دل میں رہے

اور کیا ہے یہ جو اے ظالم نہیں تاثیرِ عشق
ہم بُرے بن کر سہی لیکن تیرے دل میں رہے

صحبتِ پیرِ مُغاں نے کر دیا کامل ہمیں
حضرتِ زاہد خیالِ حق و باطل میں رہے

مجھ کو اس سے کیا غرض میری طبیعت صاف ہے
آپ کے دل کی کدورت آپ کے دل میں رہے

ہم نہ قائل ہیں نہ ہوں گے عشقِ لیلیٰ کے کبھی
جنگلوں میں قیس سر پھوڑے وہ محمل میں رہے

اکثر اک دن گوہرِ مقصود ہاتھ آجائے گا
جذبۂ سعیِ عمل انسان کے دل میں رہے

آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اہلِ محفل نے ہمیں
اُن کی محفل میں بھی رہ کر حدِ فاصل میں رہے

بات والے ہیں تو لے جائیں اسے بھی اپنے ساتھ
وہ نہیں رہتے تو اُن کی یاد کیوں دل میں رہے

وہ دعاؔ کو دیکھ کر کہتے ہیں بزمِ ناز میں
سب رہیں محفل میں لیکن یہ نہ محفل میں رہے

۵۷ برس میں حُسنِ طبیعت ہزار آفریں ۔ مدیر حصّہ نظم ۔

حفظانِ صحت

عام بیماریاں اور بیمار کی تیمارداری

آنتوں کی بیماریاں

تپ محرقہ۔ یہ مرض اکثر غلاظت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے جراثیم خوراک یا بغیر جوش شدہ دُودھ یا ناقص پانی پینے سے جسم میں سرائت کرتے ہیں۔ مکھیاں پیشاب یا پاخانہ پر بیٹھ کر گندگی خوراک یا مٹھائی میں ملاتی ہیں۔ بیمار بھی پیشاب یا پاخانہ کے ذریعہ اس مرض کو پھیلاتا ہے جراثیم سرائت کر جانے کے ایک سے تین ہفتہ کی میعاد میں بخار اور اکثر اسہال کی شکایت نمودار ہوتی ہے۔ یہ بخار تین سے پانچ ہفتہ تک رہتا ہے۔ اور سخت ضعف پیدا کرتا ہے۔ آنتوں میں بڑے بڑے زخم ہونے پر خون برآمد ہوتا ہے جراثیم پیشاب اور پاخانہ میں شامل ہونے کی وجہ سے انکو یا تو فینائل ڈال کر گہری زمین میں دبا دینا یا جلا دینا چاہیئے۔ اور مریض کو بالکل علیحٰدہ رکھنا چاہیئے۔ اور اس کے کپڑے۔ بستر۔ کھانے کے برتن۔ پینے کے پیالے وغیرہ بالکل الگ رکھ کر کسی دوسرے کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ پیچش۔ دیگر انتڑیوں کی بیماری کے مانند اس کے بھی جراثیم پانی۔ خوراک اور گرد آلود سانس کے ذریعہ خاص کر مرطوب اور سرد موسم میں جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ پیٹ میں درد۔ پاخانہ کے ساتھ خون اور ریپ سخت مروڑ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ گندگی۔ نجاست۔ کوڑے کرکٹ سے بھی یہ بیماری ہوتی ہے۔ بیمار کے بول براز میں جراثیم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو جلانا چاہیئے یا فینائل ڈال کر دفن کر دینا چاہیئے۔

اِسہال۔ یہ سردی کے لگنے سے اور نیم پختہ خوراک کھانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ گرد اور مکھیوں کے ذریعہ یہ مرض پھیلتا ہے اور اگر بے پروائی برتی جائے تو بخار محرقہ بنا دیتا ہے۔

ہیضہ۔ یہ مرض اچانک شروع ہو جاتا ہے اور اگر فوراً علاج نہ کیا جائے تو بیمار موت کا شکار ہو جاتا ہے شروع میں بار بار اسہال اور قے ہوتی ہے۔ اور اُس کی رنگت میلے پانی یا چاول کے پانی کی مانند ہوتی ہے۔ مریض بہت ہی کمزور ہو جاتا ہے۔ اور پنڈلیوں میں سخت درد ہوتا ہے۔ جسم سرد اور نبض محسوس تک نہیں ہو سکتی۔ اس کے جراثیم پانی کے ذریعہ جسم میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اکثر کچا دُودھ۔ سبزی۔ ملائی۔ ناقص میوہ جات مثلاً خربوزہ۔ تربوز وغیرہ سے بھی یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ مریض کی قے یا دست اگر کسی کوئیں میں گر جائے تو کُل پانی فوراً زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور جراثیم بہت جلد بڑھتے ہیں۔ پوٹاش پرمنگنیٹ پانی پینے کے کوئیں۔ تالاب اور حوضوں میں ڈالنا چاہیئے۔ ایک کوئیں کے لئے چار یا چھ اونس کافی ہوتا ہے۔ مگر بارہ گھنٹے تک پانی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ مریض کے پیشاب۔ دست اور قے کو فوراً فینائل ڈال کر دفنانا چاہیئے یا بھوسا ملا کر جلا

دینا بہتر ہوگا۔ اس کے متعلق خاص احتیاط حسب ذیل ہے۔

(۱) پانی کی حفاظت اور پانی جو پینے کے لئے مخصوص ہو اس کو خوب جوش دیکر اُبال لیا جائے۔

(۲) ناقص بوسیدہ سبزیاں یا میوہ جات سے پرہیز کرنا۔

(۳) خوراک کو مکھیوں اور گرد سے محفوظ رکھنا چاہئے۔

(۴) جسمانی صفائی نہایت ضروری ہے۔

(۵) زکام سردی سے بچنا اور گرم قمیص کا استعمال کرنا۔

پھیپھڑوں کی بیماریاں

زکام۔ عام طور پر یہ کوئی سخت بیماری نہیں۔ مگر بے پروائی کی وجہ سے مہلک بیماری بن جاتی ہے۔ شروع ہی میں اس کا انسداد لازمی ہے۔ چھوٹے کمروں میں جہاں ہجوم ہو سونا یا بیٹھنا مضر ہے۔ اس مرض سے زود تر رہائی پانے کے لئے گرم لباس کا استعمال کرنا چاہئے۔ بالخصوص گلو بند گلے کے اردگرد لپیٹ دیا جائے۔ زود ہضم غذا تناول کی جائے اور ثقیل غذا سے پرہیز کرنا چاہئے۔ تازہ کھلی ہوا میں زیادہ وقت رہنا چاہئے اور بستر پر لیٹنے سے پیشتر جوش شدہ پانی میں تولیہ بھگو کر سینہ۔ ناک اور گلے وغیرہ کو خوب سینکنا چاہئے۔

نمونیا۔ یہ بیماری اچانک سخت بخار۔ لرزہ۔ زکام کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اور بیمار کو سانس لینے میں دقت معلوم ہوتی ہے اور ضعف طاری ہو جاتا ہے۔ اگر باقاعدہ فوری علاج نہ کیا جائے تو بیمار موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ یا اس کو تپ دق ہو جاتی ہے۔ اس کے جراثیم منہ اور بلغم میں پیدا ہوتے ہیں اور زکام یا سردی ہونے پر فوراً حملہ کرتے ہیں۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے کھلی ہوا میں رہنا چاہئے اور گنجان تنگ کمروں میں نہیں سونا چاہئے۔ سوتے وقت منہ پر کپڑا اوڑھ کر سونا بھی اس بیماری کو تقویت دیتا ہے۔ محنت یا ورزش کے بعد اگر پسینہ آئے تو فوراً ہوا کا جھونکا لگنے سے بچنا چاہئے۔ اور تر شدہ لباس بدل دینا چاہئے۔ ورنہ زکام اور نمونیا ہونے کا احتمال ہے۔

تپ دق۔ یہ بیماری ہندوستان میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ خاص کر پردہ دار عورتیں اس بیماری میں مبتلا پائی جاتی ہیں۔ یہ اس قدر آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے کہ مریض کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کو کوئی بیماری یا تکلیف ہے۔ مریض روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور قدرے بخار اور کھانسی بھی ہوتی ہے۔ گنجان مکان روشنی کی کمی۔ اور تازہ ہوا کا نہ ملنا اس بیماری کے اسباب ہیں۔ بیمار کو ہمیشہ کھلی ہوا میں رہنا چاہئے۔ اس کے بلغم اور پاخانہ کو فوراً رفع کرنا یا جلا دینا چاہئے ورنہ تمام کنبہ اور خاص کر بچوں کو یہ مرض لگ جائیگا۔

طاعون۔ در اصل یہ چوہوں کی بیماری ہے۔ ان کے پسو اس بیماری کے جراثیم مکان میں رہنے والوں کو کاٹ کر پھیلاتے ہیں۔ اچانک سخت بخار۔ اعضا شکنی۔ بغل یا کولہے میں گلٹی نمودار ہوتی ہے۔ مریض بالکل کمزور

اور قریب المرگ ہوجاتا ہے۔ بیمار کے خون۔ بلغم یا تھوک اور پیشاب اور پاخانہ میں جراثیم پھیلتے ہیں۔ لہٰذا انکو جلادینا چاہیئے۔ بیمار کو بالکل علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ اور مریض کے کمرے کو فینائل سے ہمیشہ صاف رکھنا چاہیئے۔ اور اس کا لباس ہر روز گرم پانی سے دھونا چاہیئے۔

چیچک۔ یہ بخار اور سردی سے شروع ہوتی ہے۔ جسم پر چھوٹے چھوٹے دانہ پھنسیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اور چند دنوں بعد ان میں سے مواد نکلنا شروع ہوتا ہے۔ جن سے جراثیم نکلتے ہیں اور بیماری پھیلاتے ہیں۔ اس مریض کو بالکل علیحدہ رکھنا چاہیئے اور صفائی کا زیادہ خیال ہونا چاہیئے۔ ٹیکہ لگانا مجرب علاج ہے۔ مگر یہ ہر چھ یا سات سال بعد لگانا چاہیئے۔ علے الخصوص جب بیماری پھیل رہی ہو۔

قبض۔ یہ تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ اس سے ہاضمہ اور اشتہا کم ہوجاتی ہے۔ دردسر۔ تکان۔ مالیخولیا۔ ہوجاتے ہیں۔ خون میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنے بقاء وجود میں تین بڑی اہم چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک قوت حیات یعنی مصفا خون۔ دوسرے عقل وشعور۔ تیسرے پرورش جسم حیات و زندگی کا تعلق قلب اور پھیپھڑوں سے ہے۔ عقل کا دماغ سے اور پرورش جگر اور گردوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قلب اعضاء رئیسہ میں سے ہے اس کو صحت جسمانی اور بقاء زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ لہٰذا ہر انسان پر واجب ہے کہ دل کی صحت کا سب سے زیادہ خیال رکھے۔ دوسرے دماغ ایک ایسا عضو ہے جس پر ضروریات زندگی۔ علم وہنر کسب کمال کا دارومدار ہے۔ قلب کے بعد یہ دوسرے درجہ کا رئیس عضو ہے۔ بینائی۔ سماعت سونگھنا۔ چکھنا۔ حس وحرکت ان سب افعال کا تعلق دماغ سے ہے۔ قوت تمیز۔ قوت خیال۔ قوت فکر۔ قوت وہم۔ قوت حافظہ یہ پانچ اس کی قوتیں ہیں۔ اس لئے دماغ کی صحت اور تقویت کا پورا پورا خیال رکھنا لازمی ہے۔ جگر یہ تیسرا عضو رئیس ہے۔ دائیں جانب پسلیوں کے نیچے معدہ سے ملحق ہے۔ خون۔ بلغم۔ سودا وصفرا اسی عضو میں تیار ہوتا ہے۔ اور بذریعہ وریدوں کے بدن میں تقسیم ہوکر اس کی پرورش کرتا ہے۔ اس میں چار قوتیں ہیں۔ اول قوت جاذبہ یہ معدہ میں سے پکی ہوئی غذا کے لطیف حصہ کو جذب کرتا ہے۔ دوم قوت ماسکہ۔ یہ جذب شدہ غذا کو جگر میں اتنی دیر تک روکتی ہے کہ تیسری قوت مطبخہ اپنا پورا فعل کرے اور خون اور دیگر اخلاط بن جائیں چہارم قوت دافعہ جو خون اور دیگر اخلاط کو رگوں میں دھکیل دیتی ہے۔ اور جگر کے فضلات کو گردوں کی طرف دفع کردیتی ہے۔ اس میں خلل پیدا ہونے سے تولید خون صالح میں ضرور تغیر ہوگا۔ اور جسم کی صحت خراب ہو جائیگی۔ جملہ علامات کمی خون کی نمایاں ہونگی۔

مگر کل اعضاء باطنی میں معدہ عجیب فوقیت رکھتا ہے۔ انسان جو کچھ کھاتا ہے۔ پہلے وہ معدہ میں پکتا ہے۔ پھر تمام جسم میں تقسیم ہوتا ہے۔ اگر معدہ کے فعل میں ذرا بھی نقص آجائے تو دوسرے اعضاء کو بھی اس کا خمیازہ

بھگتنا پڑتا ہے۔ اور طرح طرح کے امراض کا سامنا ہوتا ہے۔ عموماً صحت خراب ہونے کی ابتدائی علامت اور بڑی وجہ یہی ہوا کرتی ہے۔ معدہ اپنا کام باقاعدہ اور صحیح طور پر اسی حالت میں کر سکتا ہے۔ جب اس کی اصلی حرارت اعتدال پر ہو۔ رطوبت ہاضم کی کیمیائی ترکیب صحیح ہو۔ معدہ کی ساخت مضبوط ہو۔ قوت ہاضمہ قوی ہو۔ ان قوتوں اور رطوبتوں میں خرابی یا کمزوری پیدا ہو جانے پر معدہ کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔ غذا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتی۔ قبض شروع ہوتی ہے۔ اور مختلف بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور خون میں فساد برپا ہوتا ہے۔ منہ میں سے بدبو آنی شروع ہو جاتی ہے۔ دانتوں اور مسوڑوں میں سے خون آنے لگتا ہے۔ اور درد شروع ہو جاتا ہے۔ زبان کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے صفرا بڑھتا ہے۔ اور درد سر و درد شکم محسوس ہوتا ہے۔ اس کا آسان فطرتی علاج رات کو سونے کے پیشتر اور علی الصبح بستر سے اُٹھتے ہی ایک پیالہ یا پاؤ سیر نیم گرم پانی روزانہ پینا ہے۔ اس میں ایک کنکری سیاہ نمک اگر ملائی جائے تو بہتر ہوگا۔ ہلکی غذا۔ کثرت سے ساگ اور میوہ جات بھی اس کے رفع کرنے میں مدد دینگے۔

تیمارداری بیمار کی خدمت کرنے والوں کو مفصلہ ذیل ہدایات کو جاننا چاہئے اور ان پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح فینائل اور صابن سے بار بار گھس کر دھونا چاہئے۔

(۲) اپنے لباس اور بستر کو بیمار کے بستر اور کپڑوں کی طرح بدلنا چاہئے اور دھوپ میں رکھنا چاہئے یا دھونا چاہئے۔

(۳) طاعون یا چیچک کی بیماری میں تیماردار کسی تندرست شخص کے نزدیک نہ جائے اور اسے نہ چھوئے۔

(۴) بیمار کے برتن علیحدہ رکھے رہیں اور انکے کپڑے بستر وغیرہ دوسری چیزوں سے علیحدہ رکھے جائیں۔

(۵) بیمار کو ہر روز گرم پانی میں تولیہ بھگو کر اس سے اس کا جسم پونچھنا چاہئے۔ اور اس کا کمرہ حسب ذیل ترکیب سے دھونا چاہئے۔

ایک ہزار مکعب فٹ رقبہ کے لئے دو سیر گندھک درکار ہوگی۔ در و دریچے۔ روشندان وغیرہ کمرے کے بند کر کے دیواریں اور فرش پانی چھڑک کر تر کر لئے جائیں۔ گندھک کو باریک پیس کر ایک توے پر جو پانی کی بالٹی پر رکھا ہوا ہو جلاؤ۔ اگر گندھک پر تھوڑی سی میتھا لیٹڈ سپرٹ ڈالی جائے تو آسانی سے جل جائیگی۔ دروازے اور کھڑکیاں چھ گھنٹے بعد کھول سکتے ہیں۔

کپڑوں کی صفائی ہندوستان میں ہر ایک موسم میں زیادہ فرق ہوتا ہے۔ اور دن اور رات کی حرارت مختلف ہوتی ہے۔ لہذا موسم کے مطابق کپڑے کافی مگر ہلکے مہیا رکھے جائیں۔ اکثر سورج غروب ہونے پر ہوا سرد چلتی ہے۔ اور محنت یا ورزش کرنے کے بعد پسینے سے کپڑے بھیگ جاتے ہیں۔ اس حالت میں سرد ہوا لگنے سے زکام۔ بخار۔ کھانسی ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ لہذا گیلے کپڑے فوراً بدل لینا چاہئیں اور کئی گرم کپڑے اکپڑے نہیں اُتارتے یا دھو کر صاف کپڑے نہیں پہنتے یا سردیوں میں کافی کپڑے نہیں پہنتے جس کا نتیجہ زکام۔ سردی یا اور

قسم کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے۔ گرمیوں میں ڈھیلے ڈھالے کپڑے آرام دہ ہوتے ہیں۔ لباس بار بار کم از کم دن میں ایکبار ضرور تبدیل کرنا چاہئے۔ بالخصوص جسم کے نزدیک پہنے ہوئے کپڑے ہر روز دھوکر پہننے چاہئیں۔ پسینے کے بھرے ہوئے کپڑے صرف بدبو ہی نہیں پیدا کرتے بلکہ پھنسیاں۔ پھوڑے۔ خارش وغیرہ پیدا کرتے ہیں۔ سردیوں کے ایام میں اگر کپڑے تبدیل نہ کئے جائیں تو جوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے کئی قسم کے بخار پیدا ہوتے ہیں۔ جوئیں مار ڈالنے کا طریقہ کپڑوں کے جوڑوں میں یا تو استری پھیرنا چاہئے یا کپڑوں کو الٹا کر کے دھوپ میں سکھانا چاہئے۔ اگر بالوں میں جوئیں ہو جائیں تو مٹی کے تیل سے بالوں کو مالش کر کے صابن سے دھو ڈالیں۔ اور بال اگر ممکن ہو تو کتر ڈالیں کمبل اور رضائیاں اور بستر ممکن ہو تو ہر روز دھوپ میں ڈال رکھیں۔ اس طرح سے پسو کھٹمل اور جوئیں رفع ہو جائینگی چارپائیاں یا میز کرسیوں کو گرم پانی سے دھوکر مٹی کے تیل سے ہفتہ میں ایک بار صاف کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے کے تولئے یا بستر کا استعمال کرنا صحت کے لئے مضر ہے۔ لہٰذا ہر کسی کے بستر۔ تولئے اور لباس علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں۔ شب خوابی کا لباس مختلف ہو اور دن کا علیحدہ۔ اس ترکیب سے آخرالذکر لباس نہ صرف دیرپا ہوگا بلکہ صفائی اور تندرستی کے لئے مفید بھی ہونگے۔

(منشی) رشید احمد (صاحب) احمد نگر

حمد پاک

(نذیر احسن خاں صاحب احسن نعمانی کرن پوری تلمیذ عمدۃ الشعرا لسان العصر حضرت مہر جانشین حضرت داغ رح دہلوی)

الٰہی دیر و حرم ہی نہیں مقام ترا | ہر اک مقام ہر اک دل میں ہے قیام ترا
ہمیشہ لطف و کرم سے رہا ہے کام مجھے | ہمیشہ لطف و کرم ہی رہے گا کام ترا
بقا اگر ہے تو ہے ایک ذات کو تیری | وجود اگر ہے تو ہے دہر میں دوام ترا
نظر جو آیا تو آیا نظر ترا جلوہ | سنا جو ہم نے تو یارب سنا ہے نام ترا
کوئی رہے تری رحمت سے کس لئے محروم | الٰہی لطف و عطا و کرم ہے کام ترا
کہاں ہے تاب تجلی کسی کی آنکھوں کو | بجا تھا طور پہ موسےٰ سے وہ کلام ترا
گناہگار سراسر ہے بخشدے اس کو | نگاہِ مہر کا طالب ہے یہ غلام ترا

تری ہی یاد میں احسن کو موت آجائے
دمِ اخیر ہو اس کی زباں پہ نام ترا

عجائباتِ ایلورہ

آج سے صدیوں پہلے مُلک دکن میں پرچند رائے نام ایک نیک دل اور نہایت عادل مہاراجہ گزرا ہے مہاراجہ ہمیشہ موسم بہار کے آغاز میں ممالکِ محروسہ کے دورہ کے لیئے نکلتا تھا۔ اور جہاں مقام سرسبز و شاداب دیکھتا وہاں عالی شان عمارات اور تالاب بنواتا تھا۔ اُس زمانہ میں سنگتراشی اور نقاشی کا کام نہایت نفاست اور صفائی سے ہوتا تھا۔ چنانچہ اب تک تہخانوں کے نقش و نگار اُس زمانے کی دستکاریوں اور صناعیوں کی یادگاریں کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہزار ہا سال کی عمارتیں ہیں لیکن اُن کی خوبیوں میں آج تک کچھ تغیر رونما نہیں ہوُا۔

مہاراجہ کی راج دھانی شہر دھارانگرہ تھی۔ اس کے جانشین راجہ دیو رائے نے جو اسی خاندان سے تھا۔ دھارانگرہ کا نام بدل کر دیوگڑھ رکھا بعد میں یہی دیوگڑھ دیوگری کے نام سے مشہور ہوُا اور آخرکار ۱۳۲۶ء میں دارالخلافہ کی تبدیلی کے وقت محمدؐ تغلق نے اسے دولت آباد کا نام دیا اور فتح خان بن ملک عنبر نے فتح آباد لیکن محمدؐ شاہ عادل نے کچھ ایسی ساعتِ نیک میں اس کا نام رکھا کہ وہ اسی نام سے مقبولِ عام ہوُا اور آج تک اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

دولت آباد اُس زمانہ میں نہایت ہی سرسبز و آباد تھا۔ شہر کے اطراف میں چار چار میل تک انگور سیب۔ انجیر۔ نارنگی۔ کھرنی۔ اور آموں کے باغات کی کثرت تھی۔ یہاں کے ریشمی کپڑے دہلی۔ لاہور سمرقند۔ کاشغر اور چین و عرب کے بڑے بڑے بڑے تاجر یہاں آکر خریدتے اور اپنے اپنے ہاں بیچا کر اچھے خاصے داموں پر بیچتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دکن کی صنعت اور بادشاہ کی عدالت کی شہرت تمام عالم میں تھوڑے ہی عرصہ میں پھیل گئی اور دُور دُور سے بڑے بڑے عالم اور صاحبِ فن یہاں آنے لگے۔ اور مہاراجہ کی جوہر شناسی اور قدردانی دیکھ دیکھ کر یہیں رہ پڑے اور بادشاہ کا دربار مجموعۂ صاحبانِ علوم و فنون بن گیا۔

ایک روز مہاراجہ پرچند رائے کی محفل میں عمارات کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی۔ مہاراجہ نے کہا۔ یوں تو میں نے اپنی سلطنت میں بے شمار عمارتیں بنوائیں لیکن کوئی عمارت ایسی نہیں جو بطورِ یادگار صدیوں تک باقی رہے میں چاہتا ہوں کہ ایک ایسی عمارت تیار کراؤں حاضرین نے متفق ہو کر عرض کیا مہاراج آپ کی حدودِ سلطنت میں جو پہاڑ ہے وہ تمام روئے زمین کے پہاڑوں سے نرالا ہے۔ اِس کا پتھر نہایت

ملائم اور شفاف ہے بس اسی پہاڑ میں ایک ایسا عالی شان مکان بنانا چاہئے کہ اس میں آٹھ دس بادشاہ رہ سکیں۔ کسی کو دوسری عمارت کی ضرورت نہ ہو۔ ہر ایک کارخانے میں آدمی اور حیوانات کی مورتیں بنائیں اور شاہی دربار حرم سرائے مکان۔ لشکر وغیرہ تمام لوازمات پتھر سے تراشیں۔ آدمی اور حیوانات کی مورتیں ایسی ہوں کہ بعینہ انسان یا حیوانات نظر آئیں۔ یہ عمارتیں آپ کے زمانہ کی یادگار ہوں گی اور زمانہ مستقبل کے آنے والے انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں گے۔

مہاراجہ مہندسین اور صنّاعین کی تقریر سے نہایت متاثر ہوئے اور کہا اگر اس طرح ممکن ہو تو بے شک عجیب و غریب ہو گا لیکن اوّل اس کا نمونہ موم یا گچ سے تیار کریں چنانچہ واقفانِ کار نے مہاراجہ کے ملاحظہ کیلئے ایک عمارت چونہ اور مٹی سے مع تصاویر تیار کی۔ مہاراجہ نے دیکھ کر اظہارِ پسندیدگی کیا اور ایلورہ کے پہاڑ میں ایسی عمارتیں بنانے کی منظوری دیدی۔ حسب الحکم پہاڑ میں سنگتراشی اور نقاشی کا کام شروع ہوا اور سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد ختم ہوا۔ آج نہ مہاراجہ ہیں نہ اُن کے رفقائے کار لیکن انکی یادگار زبانِ حال سے دنیا کی ناپائیداری کا حال بیان کر رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ غارہائے ایلورہ عجائبات دنیا میں شمار کئے جاتے ہیں پہلے ان کا سلسلہ چھ میل تک تھا لیکن اب صرف بارہ عمارتیں موجود ہیں۔ اگر اعلیحضرت حضورِ نظام اسکی نگرانی نہ کرتے تو انسان کا گذر وہاں تک ممکن نہ ہوتا۔ اب یہ مقام محفوظ ہے۔ لوگ یہاں دُور و دراز سے آتے ہیں اور سیر و تماشے سے محظوظ ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ علاء الدین حسن بہمنی شاہِ دکن عجائبات ایلورہ کی سیر کو گیا تو بعض مقامات پر کتبے دیکھے سنسکرت جاننے والوں کو بلا کر کتبوں کو پڑھانا چاہا مگر استدادِ زمانہ سے جابجا سے خطوط مٹ گئے تھے۔ بصد مشکل بارگاہ کا ایک کتبہ پڑھا گیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ (بارگاہ کے کتبہ کا ترجمہ)

میں نے یہ عمارات نمونۂ دربارِ شاہی مع تصاویرِ لوازمِ دربار اس غرض سے تعمیر کرائی ہیں کہ زمانۂ آئندہ میں جو والیان ملک یہاں آئیں تو عمارات کو دیکھ کر ہمیں نیکی سے یاد کریں ہماری شان و شوکت ہمارے اقبال و زوال کی کیفیت کا معائنہ کر کے دنیائے ناپائیدار کی بیوفائی سے سبقِ عبرت لیں۔ اور دنیا کی آرائش و آسائش پر فریفتہ نہ ہوں۔ عدل و انصاف اور داد و دہش پر کاربند رہیں۔ اور دنیا میں نیکنامی اور عقبیٰ میں اپنے کردارِ پسندیدہ کا اجر حاصل کریں۔ اگر زمانۂ مستقبل میں کوئی حاکم عدل پرور ایسی عمارات بنانا چاہے تو اُس سے کہو کہ ایسی عمارات بنانے کیلئے بیس ہزار معمار مثل اُستاد سنمار جو فن سنگتراشی و نقاشی میں مہارت تامہ اور فنونِ تعمیر میں لیاقتِ کاملہ رکھتے ہوں جمع کرے اور ہزار سال برابر کام لیتا رہے۔ اس قسم کی عمارات کی تعمیر کیلئے خزانہ کا دروازہ کھول دے اور کئی قرون تک برابر کام جاری رکھے تو شائد تعمیر کر سکیگا اور اپنے زمانہ کی یادگار چھوڑ سکیگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ نے اس کا نظیر ممتنع الوجود سمجھا ہے +

(ماخوذ از تاریخِ دکن مولفۂ مولوی عبد الجبّار ملکاپوری) (حکیم ارنڈ ولی)

بر غزل پنڈت شیوناتھ صاحب کول شاکر از لشکر گوالیار

(سالانہ نمبر رہنمائے تعلیم جنوری و فروری ۱۹۲۳ء)

کریم پرسشِ عصیاں پہ شرمسار ہوں میں — گناہ گار ہوں بے شک گناہ گار ہوں میں

عیاں نہ کر انہیں محشر میں داورِ محشر — کہ خود ہی اپنے گناہوں سے شرمسار ہوں میں

کرم کا لطف کا مہر و وفا کا الفت کا — نگاہِ قہر و غضب سے امیدوار ہوں میں

خدا کرے کبھی مجھ سے وہ بے وفا یہ کہے — کہ تیرا دوست ہوں مونس ہوں غمگسار ہوں میں

قرار آئے تو کیا آئے آ نہیں سکتا — کسی کے ناوکِ دل دوز کا شکار ہوں میں

بنا دیا مجھے برقِ جمال نے بجلی — جسے قرار نہ آئے وہ بے قرار ہوں میں

مجھے وہ عشق و محبت میں کیوں مٹاتے ہیں — انہیں کے عشق و محبت کی یادگار ہوں میں

نگاہِ لطف ادھر آپ کیوں نہیں کرتے — کہ جاں نثار رہا اور جاں نثار ہوں میں

بہار آ گئی تاخیر اب نہ کر ساقی — لگا دے منہ سے کوئی خم کہ بادہ خوار ہوں میں

خیالِ ساقیٔ محفل کبھی نہ دل سے گیا — خدا کا شکر ہے پی کر بھی ہوشیار ہوں میں

مجھے تو بھیک بھی مانگے کوئی نہیں دیتا
خدا کا شکر ہے شاکر کہ دستکار ہوں میں

(شاکر بریلوی)

(۲)

(از لالہ رتن چند صاحب جین ایم۔اے۔بی کام)

بنک کا کاروبار روپیہ کے لین دین کے متعلق ہوتا ہے۔جو لوگ اپنا روپیہ بنک میں جمع کرانا چاہیں ان کو بنک سے سود ملتا ہے۔اور جو لوگ بنک سے قرضہ لیں انکو سود دینا پڑتا ہے۔روپیہ جمع کرانے سے پہلے یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ کس بنک میں حساب کھولا جائے۔بعض بنک سود زیادہ دیتے ہیں۔لیکن انکی مالی حالت اچھی نہیں ہوتی۔عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زیادہ سود دینے والے بنک کمزور ہوتے ہیں۔اس لئے روپیہ جمع کرانے والے کو زیادہ سود کے لالچ میں نہیں پڑنا چاہئیے بلکہ بنک کی مالی حالت کو دیکھ کر روپیہ جمع کرانا چاہئیے تاکہ روپیہ محفوظ رہے۔بنک میں روپیہ جمع کرانے کے دو فائدے ہیں۔ایک تو روپیہ چوری ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔دوسرے اس روپیہ پر آمدنی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ یہ روپیہ جب بنک میں جمع ہوگا تو بنک والے ضرورت مند اشخاص کو قرضہ دے سکینگے۔بعض لوگوں کے پاس روپیہ کافی ہوتا ہے۔مگر تجارت کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی اور بعض کے پاس قابلیت موجود ہے۔مگر روپیہ نہیں۔بنک ان دونو قسم کے لوگوں کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔جن کے پاس فالتو روپیہ پڑا ہے ان سے روپیہ لے کر تجارت پیشہ لوگوں کو قرضہ دیتا ہے۔اس سے ملک کی صنعت۔دستکاریوں اور کارخانوں کو بہت مدد ملتی ہے۔کیونکہ کارخانہ قائم کرنے کے واسطے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک اکیلا شخص اتنا روپیہ کارخانہ کو قرضہ نہیں دے سکتا۔اس لئے کارخانہ داروں اور تجارتی لوگوں کو بنک سے ہی قرضہ لینا پڑتا ہے۔جس ملک میں جتنے زیادہ بنک ہونگے اُس ملک میں اتنا ہی زیادہ روپیہ بنک والوں کے پاس جمع ہوگا اور اتنے ہی زیادہ کارخانے کھولے جا سکینگے۔دراصل کسی ملک کی صنعت اور بہتری کا دارومدار ہی بنکوں پر ہے۔جوں جوں کارخانے کھلینگے صنعت بڑھے گی۔لوگوں کو روزی مہیا ہوگی اور بیکاری دُور ہوگی۔ہندوستان میں بنک کم ہیں۔اس واسطے سرمایہ بھی تھوڑا ہے اور کارخانہ داروں کو یا نیا کام شروع کرنے والوں کو کافی امداد نہیں مل سکتی۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان معمولی چیزوں کے واسطے بھی غیر ملکوں کا محتاج ہے۔اگر انگلینڈ۔امریکہ۔جرمنی وغیرہ ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی قومی بنکوں کی تعداد کافی ہوتی۔تو آج یہاں پر اس قدر غریبی اور بیکاری نظر نہ آتی مگر اس ملک کے لوگوں نے بنک کھولنے کی طرف توجہ نہیں دی۔لوگوں کو بنکوں میں روپیہ جمع کرانیکی

عادت نہیں۔ وہ روپیہ کو زمین میں دبانا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ غیر تعلیم یافتہ لوگوں کا ذکر تو درکنار۔ تعلیم یافتہ اشخاص بھی بنکوں میں اپنا روپیہ نہیں رکھتے۔ یہ عادت نہ صرف ان کے لئے ہی بلکہ ملک کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔
بنک میں روپیہ جمع کرانے سے ان کی آمدنی بڑھے گی۔ بے فکری ہوگی اور سب سے زیادہ ثواب کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کو روزی مہیا کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔ انکا روپیہ بیکاروں کی تعداد میں کمی کا باعث ہوگا۔ ملک کی تجارت اور صنعت کو ترقی ہوگی۔ اور عام خوشحالی کے زمانہ میں انکی اپنی آمدنی بھی زیادہ ہو جائے گی۔

بنک میں روپیہ جمع کرانے کے کئی طریقے ہیں۔ تجارت پیشہ لوگ اپنا روپیہ چلنت حساب (Current account) میں جمع کراتے ہیں۔ حساب کھولنے سے پہلے مینجر کو ایک درخواست دی جاتی ہے۔ مگر اس درخواست پر بنک کے کسی پرانے حسابدار کی سفارش ضروری ہے۔ جمع کنندہ جب روپیہ داخل کرتا ہے تو اس کو ایک پاس بُک دی جاتی ہے جس میں اس کا جمع کردہ روپیہ درج ہو جاتا ہے۔ جو رقم وہ بنک سے نکلوائے وہ بھی اس میں درج کی جاتی ہے۔ حتےٰ کہ پاس بُک سے اس کے مکمل حساب کا پتہ چلتا ہے۔ پاس بُک جمع کنندہ کے پاس ہی رہتی ہے۔ اور وہ وقتاً فوقتاً اس کو بنک میں بھیجتا رہتا ہے۔ تاکہ تمام رقوم کا اندراج صحیح طور پر ہو جائے۔

پاس بُک کو جمع کراتے اور روپیہ لیتے وقت ہر دفعہ ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں جس وقت روپیہ جمع کرانا ہو ایک فارم پُر کیا جاتا ہے۔ اور فارم معہ روپیہ کے خزانچی کو دیکر اس سے رسید لی جاتی ہے۔ روپیہ جمع کرانے کے واسطے گاہک کا خود بنک میں جانا ضروری نہیں۔ وہ اپنے کسی ایجنٹ یا قاصد کو بھیج سکتا ہے۔ چلنت حساب کھولنے کے واسطے پہلی دفعہ خاص رقم جمع کرانی پڑتی ہے۔ اور جمع کنندہ کو اپنے دستخط بنک کو دینے پڑتے ہیں۔ مگر بعد میں روپیہ جمع کرانے کے لئے کوئی پابندی نہیں۔ گاہک اپنی مرضی کے مطابق جتنا روپیہ چاہے جمع کرا سکتا ہے۔ اسی طرح سے روپیہ نکلوانے کے واسطے بھی کوئی پابندی نہیں۔ ایک ہی وقت میں تمام روپیہ نکلوایا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تجارتی پیشہ لوگ چلنت حساب میں اپنا روپیہ رکھتے ہیں۔ تاکہ جس وقت ضرورت پڑے اسی وقت روپیہ بنک سے نکلوا سکیں۔ چونکہ بنک کو گاہک کے حکم کے مطابق جھٹ پٹ روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بنک والوں کو کافی روپیہ اپنے پاس رکھنا پڑتا ہے۔ وہ روپیہ کو قرضہ پر نہیں دے سکتے اور اس روپے سے زیادہ آمدنی پیدا نہیں کرسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ چلنت حساب پر شرح سود بہت کم ہے۔ اور بعض بعض معتبر اور مشہور بنک تو بالکل سُود نہیں دیتے۔ اور بعض بنک اس بنا پر اُلٹا کمیشن چارج کرتے ہیں۔ کہ اِن کو گاہک کا روپیہ اور حساب رکھنے میں بجائے کسی قسم کے فائدہ کے تکلیف اور خرچ کرنا پڑتا ہے۔ چلنت حساب پر شرح سُود بنک کی مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے۔

بنک سے چک کے ذریعے روپیہ نکلوایا جاتا ہے۔ چک ایک چھپا ہُوا فارم ہے۔ جس پر بنک کا نام لکھا ہونا

ہے۔ چیک بک بنک کے حساب داروں کو مفت دی جاتی ہے جس وقت روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے چیک فارم کو پُر کرنا پڑتا ہے اور حساب دار کو اپنے دستخط بھی کرنے پڑتے ہیں۔ اگر حساب دار کے دستخط اُس دستخط کے مطابق نہ ہوں جو بنک کو نمونہ کے طور پر پہلی بار دیئے تھے تو چیک کا روپیہ نہیں ملتا۔ اس لئے دستخط کرنے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ بنک سے روپیہ نکلوانے میں کوئی دِقت پیش نہیں آتی۔ اگر چیک کو پُر کرنے میں کوئی غلطی نہ ہوئی ہو تو بنک فوراً روپیہ ادا کر دیتا ہے۔ ورنہ بنک کو اپنا کاروبار اسی وقت بند کر دینا پڑتا ہے۔

بنک میں دوسری قسم کے حساب کا نام سیونگ حساب (Saving account) ہے۔ اس حساب میں روپیہ جمع کرانے اور نکلوانے پر بہت پابندیاں ہیں۔ یہ حساب عام طور پر وہ لوگ کھولتے ہیں۔ جن کی آمدنی تھوڑی ہوتی ہے۔ اور جو اُس آمدنی کا تھوڑا سا حصہ بچانا چاہتے ہیں۔ اور جن کو جمع شدہ روپیہ کو روزانہ نکلوانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ملازم پیشہ لوگوں کے واسطے یہ حساب بہت فائدہ مند ہے۔ غریب سے غریب آدمی بھی اس حساب کو کھول سکتا ہے۔ جو لوگ فضول خرچ ہیں وہ بھی اس حساب کو کھول کر اپنے آپ میں کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کی عادت پیدا کر سکتے ہیں۔ جس وقت حساب کھولا جاتا ہے رقم جمع کنندہ کو پاس بک دی جاتی ہے۔ یہ پاس بک روپیہ جمع کراتے اور نکلواتے وقت ساتھ ہونی ضروری ہے۔ سال میں ایک خاص رقم سے زیادہ روپیہ اس حساب میں جمع نہیں ہو سکتا۔ ہفتہ میں صرف ایک بار روپیہ نکلوانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اور وہ بھی خاص تعداد تک۔ اس پابندی کی وجہ سے تجارت پیشہ لوگ روپیہ اس حساب میں نہیں رکھتے۔ بمقابلہ چلنت حساب اس پر شرح سود زیادہ ہے۔ بنک والے اس روپیہ کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اور ضرورت مند اشخاص کو سود پر قرضہ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ بنک والوں کو یہ یقین ہوتا ہے۔ کہ جمع کنندہ ایک خاص رقم سے زیادہ روپیہ ایک ہفتہ میں واپس نہیں مانگ سکتا۔

ڈاک خانہ میں بھی پبلک کی سہولیت کے واسطے گورنمنٹ نے سیونگ بنک ڈیپارٹمنٹ کھول رکھا ہے۔ ہر ملازم پیشہ اصحاب کو یہ حساب کھولنا چاہیئے۔ اور ہر ماہ کچھ نہ کچھ رقم ضرور اس میں جمع کرانی چاہیئے۔ اس سے خرچ میں بھی کوئی تنگی نہ ہوگی۔ اور کچھ مدت کے بعد جمع شدہ رقم باعث خوشی و آمدنی ہو جائیگی۔

بنک میں تیسری قسم کے حساب کا نام میعادی حساب (Fixed Deposit account) ہے۔ یہ حساب ان لوگوں کے واسطے ہے۔ کہ جن کے پاس روپیہ کافی ہے اور اس روپیہ کو خرچ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی آمدنی سے گذارہ کرتے ہیں۔ یہ حساب عام طور پر مالدار آدمی کھولا کرتے ہیں۔ ایک خاص رقم سے کم روپیہ اس حساب میں جمع نہیں ہو سکتا۔ مگر زیادہ کے واسطے کوئی پابندی نہیں۔ روپیہ ایک خاص میعاد کے واسطے جمع کیا جاتا ہے۔ جمع کنندہ کو اس میعاد سے پہلے روپیہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اسی لئے اس کو میعادی حساب کہتے ہیں۔ بنک اس حساب پر سب سے زیادہ سود دیتا ہے۔ کیونکہ بنک خود بھی مقررہ میعاد کے واسطے اس روپیہ کو استعمال

کر کے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جمع کرانے والے کو ایک رسید دی جاتی ہے۔ اور وہ مقررہ میعاد کے بعد رسید کو واپس کر کے روپیہ لے سکتا ہے۔ مشرح سود کے متعلق ہر ایک بنک کی اپنی جُدا پالیسی ہے۔ زیادہ رقم زیادہ دیر کے لئے جمع کرانے پر شرح سُود بھی بڑھ جاتی ہے اور اس شرح کا فیصلہ منیجر سے ہو سکتا ہے۔

بنک میں حساب کھولنے سے نہ صرف مالی فائدہ ہی ہوتا ہے بلکہ جمع کنندہ کی سوسائٹی میں ساکھ اور عزت بڑھ جاتی ہے۔ لوگ اس پر اعتبار کرتے ہیں اور اس کو بوقت ضرورت بازار سے ادھار بھی مل سکتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کا روپیہ بنک میں جمع ہے۔ اگر حساب کھولنے والا اپنا تمام روپیہ تمام بنک میں رکھتا ہے اور تمام اخراجات چک کے ذریعے کرتا ہے تو بنک میں اس کی آمدنی اور خرچ کا مستقل ریکارڈ بن جاتا ہے۔ جب کبھی کسی رقم کی ادائگی کے متعلق جھگڑا ہو تو بنک سے شہادت اور ثبوت دستیاب ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ بنک میں حساب کھولنے سے اپنا بھی بھلا اور اپنے ملک کا بھی بھلا ہے *

جُرعات

بہے جاتے ہیں اشکوں میں دلِ دلگیر کے ٹکڑے
یہ ٹکڑے درحقیقت ہیں مری توقیر کے ٹکڑے

کبھی تو کارگر ہونگے، زمانے میں مرے ٹکڑے
کبھی تو کر سکونگا میں تیری تدبیر کے ٹکڑے

نہ کر دیں حشر اک برپا، قیامت سے کہیں پہلے!
سمائے ہیں زمیں میں جو دلِ دلگیر کے ٹکڑے

قتیلِ ناز کی برباد کر دے خاک بھی بالکل!
کہ بول اُٹھیں نہ محشر میں ترے نخچیر کے ٹکڑے

کبھی تو عشق اپنی شانِ استغنا میں اُٹھیگا!
اُڑا دیگا مثالِ طورِ چرخِ پیر کے ٹکڑے

بھلا میں! اور پابندِ سلاسل! کب یہ ممکن تھا!
مرے جوشِ جنوں نے کر دیئے زنجیر کے ٹکڑے

زمانے کو بتا دو ہو کے سرگرمِ عمل ساغر!
کہ کر سکتا ہے کوئی، دامنِ تقدیر کے ٹکڑے

(غیر مطبوعہ)

صاحبزادہ ساغر قریشی جالندھری
سابق ..... سب ایڈیٹر

یگانہ آرٹ

(میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی)

(۱)

کرتے ہو بزرگوں کی خطا سے انکار
صدیوں سے ہے تاویلِ غلط پر اصرار
پیچ کرنے سے کیا روح کو آئیگا قرار؟
ہشیار ہوا گلی لغزشوں سے ہشیار!

(۲)

کس منہ سے کہوں قہرِ خدا نے مارا
یا خلقِ خدا کی بددعا نے مارا
چنگیزی کی ہے خطا نہ انگریزوں کی
تجھ کو تو بزرگوں کی خطا نے مارا!

ریویو

بچوں کی رباعیاں — حضرت محمود اسرائیلی نے بچوں کے لئے یہ ۱۳ رباعیاں کتابی صورت میں شائع کی ہیں ہر صفحے پر دو دو رباعیاں جلی قلم سے لکھوائی گئی ہیں سرورق رنگین ہے۔ کتابت و طباعت اور کاغذ میں کفایت شعاری کا خیال مدِنظر نہ رکھنے کے باوجود قیمت صرف پانچ پیسے ہے ضخامت ۱۶ صفحہ کی ہے۔ تمام رباعیات اخلاقی اور بچوں کے لئے بہت سبق آموز ہیں۔ ہر ایک رباعی ایک ایک قیمتی نصیحت کے لئے وقف کی گئی ہے۔ مثلاً بیمار پرسی کا طریقہ ایک رباعی میں نظم کیا گیا ہے۔ سگرٹ اور پان استعمال نہ کرنے کے لئے ایک رباعی ہے۔ جلدی نہ کرو۔ اعتدال سے کام کرو۔ تندرستی کی قدر کرو وغیرہ وغیرہ عنوانات کے تحت قابلِ قدر خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ بچوں کے لئے یہ مختصر مجموعہ کلام بہت مفید ہے اور مصنف کی محنت اس قابل ہے کہ محکمہ تعلیم اس کی خاص حوصلہ افزائی کرے۔ ملنے کا پتہ۔ محمود اسرائیلی۔ جہانگیر بلڈنگ ۹ع۔ سانکلی سٹریٹ بمبئی (۸)

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم و شعبہ ادبیات

آیاتِ وجدانی

ہمارے مکرم و محترم جناب میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی یاس تخلص کا کلام بلاغت نظام آج سے چند سال پیشتر آیات وجدانی کے نام سے شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ حال میں میرزا صاحب موصوف نے اس کا دوسرا ایڈیشن باضافہ افکار جدید شائع فرمایا ہے جس کی ضخامت ۲۰۸ صفحے کی ہے۔ کتاب مجلد ہے اور قیمت دو روپے ہے۔ جو اسکی خوبیوں کے لحاظ سے زیادہ نہیں۔

کاغذ نہایت اچھا لگایا گیا ہے اور کتابت و طباعت میں اہتمام بلیغ سے کام لیا گیا ہے۔ ہر صفحے پر آٹھ آٹھ سطریں جلی قلم سے نہایت خوشخط لکھوائی گئی ہیں۔ اور ہر سطر ایک مصرع ہے۔ کتاب کے حسنِ ظاہر پر اس کی معنوی خوبیاں اور معنوی خوبیوں پر کتاب کا حُسنِ ظاہر بجا طور سے نازاں ہے۔

اِس کتاب میں کوئی دیباچہ یا تقریظ شامل نہیں اور ہمارے خیال میں اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت یاس ہندوستان کے اساتذہ مشاہیر میں سے ہیں۔ انکا کلام ملک کے طول و عرض میں اس قدر مقبول ہو چکا ہے کہ اب وہ کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ اور خود میرزا صاحب موصوف بھی یوپی۔ اودھ۔ پنجاب اور حیدرآبادی دکن کے بڑے بڑے مشاعروں میں شامل ہو کر تمام اہل ذوق سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اور یہ کہنا بالکل بجا ہے۔ کہ ہر ایک دل میں ان کی شاعرانہ عظمت کا سکہ بیٹھ چکا ہے۔ آج بلاشبہ انکا شمار درجہ اول کے اساتذہ میں ہے۔

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں نقد و تبصرہ کے طور پر جو ادبی مباحثات شامل کئے گئے تھے۔ اور جن میں انکے پایہ شناس اصحاب نے جابجا غالب اور ٹیگور سے ان کے تخیلات کا مقابلہ کیا تھا۔ دُنیائے ادب میں اس کتاب کا یہ حصہ ناپسند کیا گیا تھا اور اس پر مختلف رسائل میں صراحتاً بہت کچھ لے دے ہوتی رہی تھی۔ مقام مسرت ہے کہ جناب یاس نے موقع شناسی سے کام لے کر یہ حصہ اب قطعی خارج فرما دیا ہے۔ اگرچہ اب بھی بعض اشعار میں حضرت غالب مرحوم سے تقابل کا پہلو موجود ہے۔ لیکن یہ فخریہ اشعار محض سخن گسترانہ حیثیت رکھتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ بعض تنگ دل حضرات اس پر انگشت نما ہوں۔

آج سے چند سال پیشتر حضرت یاس پنجاب میں بھی کچھ مدت قیام پذیر رہے تھے۔ اور انہیں دنوں میں کپورتھلہ کے سالانہ مشاعروں کی تقریب پر نیاز مند مدیر حصہ نظم کو بھی دو تین دفعہ تعارف کا فخر حاصل ہوا تھا۔ وہ اچھے کلام کی داد دینے میں بہت فراخ دل ہیں۔ کہتے بھی خوب ہیں۔ اور پڑھنے کا انداز بھی ماشاء اللہ بہت دلکش ہے

پہلا ہی شعر سُنا کر تمام محفل پر چھا جاتے ہیں۔ بہت خود دار۔ بہت پابندِ وضع۔ بہت غیور۔ بہت متین۔ بہت سنجیدہ طبیعت کے آدمی ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ زورِ کلام کے سامنے خود کو عاجز پا کر بعض تنگدل حضرات نے انکی وہ قدر نہ کی جس کے وہ ہر طرح مستحق تھے۔ بجائے اس کے کہ پنجاب کے سربرآوردہ اہلِ ذوق اس گراں مایہ ہستی کو سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ حاسدانِ بدبین و کوتاہ نظر کے اغوا سے مذہبی عقائد کے اختلاف کو بہانہ بنا کر انہیں تنگ کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ مرزا صاحب کی غیور طبیعت نے اس قسم کی زہریلی آب و ہوا میں رہنا گوارا نہ کیا اور لکھنؤ کی طرح پنجاب کو بھی خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے۔ ورنہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ پنجاب کے مشاعروں کی وہ فضائیں کلام یاس کی بلند آہنگی سے اب تک گونج رہی ہیں۔ اور تمے مشاعروں کی سرزمین اب بھی اس آسمانِ معنی کا سایہ تلاش کرتی نظر آتی ہے۔

چونکہ جناب یاسؔ کے کلام کی قابلِ رشک شہرت ہر قسم کے تعارف سے بے نیاز اور بالاتر ہے۔ اور اسکی نوعیت کے لحاظ سے راقم الحروف کو بھی اس کے محاسن پورے طور سے بیان کرنے میں اپنی کم مائیگی کا احساس ہے۔ اس لئے صرف داد دینے کے خیال سے مختصر سا انتخاب یہاں درج کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ ؎

مجھے دل کی خطا پر یاسؔ شرمانا نہیں آتا	پرایا جُرم اپنے نام لکھوانا نہیں آتا
سراپا راز ہوں میں کیا بتاؤں کون ہوں کیا ہوں	سمجھتا ہوں مگر دنیا کو سمجھانا نہیں آتا
مصیبت کا پہاڑ آخر کسی دن کٹ ہی جائیگا	مجھے سر مار کر تیشہ سے مرجانا نہیں آتا
اسیرو شوقِ آزادی مجھے بھی گدگداتا ہے	مگر چادر سے باہر پاؤں پھیلانا نہیں آتا
مجھے اے ناخدا آخر کسی کو مُنہ دکھانا ہے	بہانہ کر کے تنہا پار اُتر جانا نہیں آتا

اہلِ نظر خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ پانچوں شعر کس پائے کے ہیں۔ اندازِ بیان کس قدر شگفتہ و برجستہ ہے۔ تکلف اور تصنع کا شائبہ تک موجود نہیں۔ اوٗرد کا کہیں نشان تک نہیں پایا جاتا۔ بندش بالکل صاف۔ ہموار سلجھی ہوئی اور استادانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ مطلع کس قدر شاندار اور کتنا محبوب و مرغوب ہے۔ دل کو اسکی ناقابلِ معافی خطاؤں کی وجہ سے بیگانہ قرار دیکر خود کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے اور حق یہ ہے کہ اس کوشش میں حضرت یاسؔ بالکل کامیاب ہیں۔ دوسرے شعر کو دیکھئے۔ اہل دُنیا کو راز کی باتیں سمجھانا محض دردِ سر ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا مصرع ہے۔ ع سمجھتا ہوں مگر دُنیا کو سمجھانا نہیں آتا

تیسرے شعر میں فرہاد کی موت کو بُزدلی کی موت اور دون ہمتی قرار دیا ہے۔ جادۂ استقلال و تحمل پر ثابت قدم رہنے کے لئے ایسی ہمتِ مردانہ کا اظہار فرمایا ہے۔ جسے فوق العادۃ کہنا چاہئے۔

چوتھا شعر غالباً اس زمانے کی یادگار ہے۔ جسے سیاسیات ہند کا پُرآشوب زمانہ کہنا چاہئے اور جس میں قید و

بند کو دعوت دینا طرۂ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ پانچویں شعر میں نہایت شریفانہ جذبہ کا اظہار کیا ہے۔ اور رفیقانِ سفر سے غافل و بے پرواہ ہو کر منفعتِ ذاتی یا خود مطلبی سے سخت بیزاری و نفرت ظاہر کی ہے۔ اور صاف کہدیا ہے کہ مصیبت میں رفاقت چھوڑ جانے والے کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہتے۔ ؎

قفس کو جانتے ہیں یاسؔ آشیاں اپنا مکاں اپنا زمیں اپنی آسماں اپنا

جرس نے مژدۂ منزل سُنا کے چونکایا نکل چلا تھا دبے پاؤں کارواں اپنا

بس ایک سایۂ دیوار یار کیا کم ہے اُٹھائے سر سے مرے سایہ آسماں اپنا

خدا کسی کو بھی یہ خواب بد نہ دکھلائے قفس کے سامنے جلتا ہے آشیاں اپنا

ہمارا رنگِ سخن یاسؔ کوئی کیا جانے سوائے آتشؔ ہے کون ہم زباں اپنا

مطلع کیا ہے۔ مطلع آفتاب ہے۔ اس کی داد کون دے سکتا ہے۔ قفس کو آشیاں ثابت کرنے کے لئے ایک نہیں تین ثبوت مہیا کر دیئے ہیں۔ استدلالِ شعری اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ دونو مصرعوں کی ساخت بھی قابلِ غور ہے۔ سبحان اللہ کس قدر بے ساختہ ہیں۔ دوسرے شعر میں محویتِ سفر کو کس انداز سے بیان کیا ہے۔ اس محویت کا کیا ٹھکانا کہ منزل پر پہنچ جانے کی حقیقت بھی جرس ہی کی آواز سے معلوم ہوئی۔ ورنہ خدا جانے۔ یہ سفر کب تک جاری رہتا۔ لفظ چونکایا کس قدر برمحل اور کس قدر معنوی وسعت لئے ہوئے ہے۔ مصرعِ ثانی میں دبے پاؤں بجائے خود دفترِ معانی ہے۔ تیسرے شعر میں ہو بہو حضرت آتشؔ کا انداز ہے۔ جس کا اشارہ مقطع میں کیا گیا ہے۔ اللہ اللہ مصرعِ ثانی کس بلا کا ہے۔ آسمان کے سائے کو کس استغنا سے ٹھکرایا ہے۔ چوتھا شعر سحرِ حلال سے کم نہیں۔ قفس کے سامنے آشیاں کا جلنا۔ اس سے بڑھ کر اشتدادِ جفا کا بیان اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسیرِ قفس انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اس نادر الوجود شقاوت وسفاکی کو ناقابلِ یقین سمجھ کر خوابِ بد سے تعبیر کرتا ہے۔ مصرعِ اول کی کتابت خوابِ بد (روزِ بد) نہ دکھلائے کی صورت میں درج کتاب ہے۔ مگر ہمارے خیال میں یہاں خوابِ بد سے معنوی وسعت بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے بہ مقابلہ روزِ بد کے۔ پانچواں شعر یعنی مقطع فخریہ انداز میں ہے۔ اور خوب کہا ہے۔ مگر مصرعِ ثانی کی بندش پر ہم جناب یاسؔ اور دیگر اساتذۂ وقت کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ تسکینِ اوسط اگرچہ عروضیوں کے نزدیک روا ہے۔ اور یہ مصرع اسی قاعدہ کے تحت میں آتا ہے۔ نیز بعض اور اشعار میں بھی جناب یاسؔ نے اس رعایت سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ مثلاً بحرِ رجز مجنون و مقبوض میں ؎

سجدۂ اولیں میں یاسؔ پا گئے دادِ بندگی شادیٔ مرگ ہو گئے عید کے دن نماز میں

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ تسکینِ اوسط فی الواقع مصرع کی روانی میں خللِ انداز ہوتی ہے۔ عروض سے ناواقف اصحاب تو اسے سکتہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس تعبیر کو اگر ناقابلِ التفات سمجھ لیا جائے۔ تو بھی

اہلِ موسیقی کا یہ عذر ضرور قابلِ التفات ہے کہ مصرع راگ کی لَے کو ناہموار بنائے دیتا ہے اور نیز یہ کہ زبان پر نہیں چڑھتا۔ علاوہ ازیں یہ عروضی رعایت آخر رعایت ہی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس رعایت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش مصرع کی ہموار موزونیت سے عاجز رہنے کا اقرار ہے۔ بحر مجتث مخبون ہو یا بحر رجز مخبون و مقبوض۔ بحر مضارع اخرب مکفوف ہو یا بحر رمل مخبون و محذوف۔ ہر جگہ یہ رعایت اگرچہ روا اور بالکل بجا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا خرابی کی بنا پر اگر اس رعایت سے فائدہ اُٹھانا مشاہیر اُردو قابلِ ترک قرار دیں۔ تو یہ مناسب بلکہ انسب معلوم ہوتا ہے۔ آخر یہ کوئی ضروری امر تو نہیں کہ ہر ایک رعایت سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ خاص کر اُس صورت میں جبکہ وہ رعائت ایک خرابی سے بچا کر دوسری خرابی پیدا کرنے والی ہو۔ ؎

اشکِ خوں سے زرد چہرے پر ہے کیا طرفہ بہار　　دیکھئے رنگِ جنوں کیسا مرے منہ پر کھلا
صحبتِ واعظ میں بھی انگڑائیاں آنے لگیں　　راز اپنی مے کشی کا کیا کہیں کیونکر کھلا

پہلے شعر میں مضمون کی طرفہ بہار اور اس پر ردیف کی شگفتگی قابلِ داد ہے۔ اشکِ خوں کی سُرخی اور چہرے کی زردی کو ترکیب دے کر رنگِ جنوں پیدا کیا گیا ہے۔ اسے خیال آرائی کا طلسم کہنا چاہئے۔ حسنِ بیاں کا یہ بانکپن نادرالوجود ہے۔ دوسرے شعر میں مے کشی کا راز فاش ہو جانے کی جو صورت بیان کی گئی ہے اس سے بہتر اسلوب بیان اور کیا ہو گا۔ یہ راز کم بخت اسی جگہ فاش ہوا۔ جہاں خاص طور سے محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ اس ندامت کو مصرع ثانی میں بہت واضح کیا گیا ہے۔ ؎

خاک کا پتلا بگولا دشت کا ہو جائیگا　　مٹ کے بھی اک پیکرِ نشو و نما ہو جائیگا
یہ دلِ بے مدعا بیگانۂ امید و بیم　　غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائیگا

دونوں شعر فلسفۂ روحانیت کے ادق مسائل پر حاوی ہیں۔ ان کی تشریح آسان نہیں۔ ہر ایک شعر بجائے خود دفترِ معانی ہے۔ پیکرِ نشو و نما۔ دلِ بے مدعا۔ بیگانۂ اُمید و بیم کی ترکیبیں بالکل استادانہ انداز کی ہیں۔ ؎

پیدا نہ ہو زمیں سے نیا آسماں کوئی　　دل کانپتا ہے آپ کی رفتار دیکھ کر
دل مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو کس طرف کو ہے　　جوشِ جہاد کا فرو دیندار دیکھ کر

غالب مرحوم کی پامال زمین میں اس پائے کے شعر نکالنا حضرت یاس ہی کا کام تھا۔ پہلا شعر وہ شاہکار ہے جس پر اُردو زبان جس قدر بھی ناز کرے کم ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا شعر ہے۔ کیا بندش ہے۔ گرمیٔ رفتار یا شوخیٔ رفتار سے جو فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ انکی مزید نشو و نما کو اشتدادِ جفا کے لحاظ سے آسمان اور وہ بھی نئے آسمان سے (یک نہ شد دو شد) منسوب کرنا پروازِ تخیل کی نمایاں مثال ہے۔ پھر خوبی یہ ہے کہ وہ نیا آسمان زمین سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ جدت بھی قابلِ غور ہے۔ اور دل کا نپتا ہے سے جو ہیبت ناک منظر سامنے آتا ہے۔ اس کی نوعیت و وسعت کا

اندازہ کیجئے۔ دوسرے شعر میں کافر و دیندار کی معرکہ آرائی کو جہاد بلکہ جوشِ جہاد کی صورت میں نمایاں کر کے منظرِ عام پر لانا معجز بیانی کا بہت بڑا مظاہرہ ہے۔ اس سے جو نفرت و بیزاری پیدا ہوئی ہے۔ اسے پہلے مصرع کے اندازِ بیان میں تلاش کیجئے۔ یہ معنوی پہلو جناب یاسؔ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کہ وہ شاہدِ معنی کا جمال بالکل عریاں نہیں کر دیتے۔ بلکہ ایک نازک سا پردہ حجاب کے لئے ضرور چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ جمالِ جہاں آرا اور بھی دلکش ہو جاتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ سخن فہم حضرات کو یہ نازک پردہ اٹھا دینے میں کوئی زحمت نہیں ہوتی۔ ان کی مشتاق نگاہیں سیر ہو کر یوں اٹھتی ہیں کہ ؎

نقابِ روئے روشن سے رخِ پرنور کا جلوہ جو چھن چھن کر نکلتا ہے تو یہ کیا کم نکلتا ہے

کبھی نہ پرورشِ نخلِ آرزو کرتے نمو سے پہلے جو اندیشۂ نمو کرتے
گناہ تھا بھی تو کیسا گناہِ بے لذت قفس میں بیٹھ کے کیا یادِ رنگ و بو کرتے
پناہ ملتی نہ امیدِ بے وفا کو کہیں ہوس نصیب اگر ترکِ آرزو کرتے
مزارِ یاسؔ پہ کرتے ہیں شکر کے سجدے دعائے خیر تو کیا اہلِ لکھنؤ کرتے

مطلع کو پڑھ کر حضرتِ ذوق کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔ ؎

اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

اس شعر کے بعد یہ شعر پیدا کرنا جس کا اندازِ بیاں اس شعر سے بالکل مختلف ہے۔ حضرت یاس ہی کا حصہ ہے اور پھر خوبی یہ کہ مطلع ہے۔ دوسرا شعر ان تمام دنیاداروں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔ جو محالات کی تمنا میں خیالی طلسم خانے تیار کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی بیکار مصروفیت اور بے سود محویت کو گناہ اور وہ بھی گناہِ بے لذت کہنا انتہائے بلاغت ہے۔ تیسرا شعر بھی جدتِ ادا اور ندرتِ بیان سے خالی نہیں۔ اور پھر اس پر حسنِ بندش نور ؑ علےٰ نور۔ مقطع اہلِ لکھنؤ کی ناشناسی ہی کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے مصرع اول سے حد درجہ کی دنائت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ خدا جانے اہلِ لکھنؤ نے یہ شعر کس دل سے سنا ہوگا۔ اور اس کے نہ مٹنے والے اثر کا کہاں تک اندازہ کیا ہوگا۔ شعرا کی قدردانی و پرورش میں لکھنؤ کی شہرت مسلّمہ ہے۔ مگر حضرت یاس نے یہ مقطع کہکر اس کا وہ بھرم مٹا ڈالا۔ کیونکہ اس کے دامنِ شہرت پر یہ مقطع ایسا دھبّا ہے۔ جو کبھی نہیں دھویا جا سکتا۔ پنجاب والوں کو شکر گزار ہونا چاہئے۔ کہ انکی حاسدانہ تنگ دلی کا جواب حضرت یاسؔ نے خاموشی اور صبر و شکر کے سوا کچھ نہیں دیا۔ خدا کرے کہ وہ اسی جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہیں۔ ورنہ اِس قسم کا شعر اہلِ پنجاب کی شان میں تصنیف ہو جائے۔ تو یہ پنجاب کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہوگا۔ کیونکہ آنے والی نسلیں اس قسم کے اشعار کو پڑھ کر پنجاب کو بھی اسی زمرہ میں شمار کرینگی۔ جس زمرہ میں لکھنؤ کو اس مقطع نے شامل کر دیا ہے۔

غزلیات کے علاوہ اس مجموعہ کلام میں چند مثلث اور متعدد رباعیات بھی ہیں ۔ رباعیات میں بھی حضرت یاسؔ کو بلاشبہ امتیازی درجہ حاصل ہے ۔ چونکہ اس کا نمونہ ناظرین رسالہ ہذا اکثر مطالعہ فرماتے رہتے ہیں ۔ اس لئے مثالیں درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ تقریباً تیس صفحات فارسی کلام کے لئے وقف کئے گئے ہیں ۔ ایک مذہبی گیت بھی ہے اور خوب کہا ہے ۔ غرض کہاں تک لکھا جائے ۔ مختصر یہ ہے کہ جناب یاسؔ کا دامنِ سخن دولتِ معنی سے مالا مال ہے ۔ اِن کی شاعری سطحی نہیں ۔ بلکہ دور رس خیالات ۔ دلکش تاثرات ۔ فلسفیانہ مکاشفات اور عمیق جذبات سے پُر ہے ۔ ابتذال لفظی یا معنوی کا نشان تک نہیں پایا جاتا ۔ حشو و زوائد سے بالکل پاک ہے ۔ برجستہ الفاظ اور برمحل فارسی ترکیبوں سے انھوں نے جابجا استادانہ کمالات کا ثبوت بہم پہنچایا ہے ۔ ان کا ذوقِ سخن بھی بہت شستہ اور نہایت پاکیزہ ہے ۔ بعض جگہ یاں ۔ واں ۔ تلک ۔ دکھلاتے ۔ بتھلاتے وغیرہ متروک الفاظ آئے ہیں ۔ مگر یہ شاذ و نادر ہیں ۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یاسؔ ان کو ترک کئے جانے کے خلاف ہیں ۔ بہرحال بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت یاسؔ کا یہ مجموعہ کلام اپنے نام کے لحاظ سے اسم بامسمےٰ اور قدرشناسانِ سخن و صاحبانِ ذوق کے لئے ایک نادر اور بیش بہا نعمت ہے ۔ خدا حسنِ قبول روزی کرے ۔ کتاب کے ملنے کا پتہ یہ ہے ۔

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی سب رجسٹرار (لاتور ۔ ریاست حیدر آباد دکن)

جوشؔ ملسیانی مدیر حصہ نظم و شعبہ ادبیات

زرّیں نصائح

(۱) صفائی سے شرافت اور گندگی سے نفرت پیدا ہوتی ہے ۔
(۲) صبح سویرے اُٹھنا باعثِ سعادت ہے ۔
(۳) تعلیم کا مقصد تہذیب و تمدّن ہے ۔
(۴) ہمیشہ نیکی کرو ۔ نیک کام کبھی ضائع نہیں ہوتے ۔
(۵) بہادر ہمیشہ آزاد رہتے ہیں ۔
(۶) سچے اشخاص مفلسی میں بھی معزز و ممتاز مانے جاتے ہیں ۔
(۷) فتح کا دارومدار ارادے کی مضبوطی پر موقوف ہے ۔
(۸) کام کرنا انسان کا فرض ہے لیکن نتیجہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے
(۹) نفرت کرنا شیطان کا کام ہے ۔ معاف کرنا نیک انسان کی خصلت ہے
(۱۰) محبّت گنہگاروں کو بھی سدھار دیتی ہے ۔

(از ایچ ۔ آئی ۔ مومن ۔ ٹیچر)
متوطن شہر ہُبلی کرناٹکی

ضروری اطلاع (۱) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئیں ۔ بغیر اس کے کوئی صاحب جواب کی توقع نہ رکھیں ۔ (۲) خط و کتابت میں چٹ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا جائے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت ہرگز نہ سُنی جائیگی !　　(منیجر)

آئینہ آئینے میں ہے

جس میں ہو دوزخ کا ڈر کیا لطف اُس جینے میں ہے
وہ کہاں توبہ میں حاصل جو مزا پینے میں ہے

اے نگاہِ شوق یہ کیسا فریبِ جستجو
عکس اُس آئینہ رُو کا دل کے آئینے میں ہے

بجھ چکی تجھ سے مرے دل کی لگی اے چشمِ تر
جس سے جل جائے یہ دُنیا آگ وہ سینے میں ہے

کاش اک ہوا نہ بنتی موت بزمِ زیست میں
کاش مرنے میں بھی ہوتا جو مزا جینے میں ہے

زندگی کیا ہے فقط اک خوابِ شیریں کا خیال
راز جو مرنے میں مضمر ہے وہی جینے میں ہے

میں تری تحقیر کر سکتا نہیں اے ضبطِ شوق
لیکے سینے میں مروں گا راز جو سینے میں ہے

عکس اے آئینہ رُو تیرا ہے خود اک آئینہ
تُو ہے آئینے میں تو آئینہ آئینے میں ہے

وادیٔ سینا کا جلوا طور کی برقِ جمال
چیر کر دیکھو تو ہر اک سنگ کے سینے میں ہے

عرش پر دیکھا جو تو نے اے نگاہِ دُور بیں
آ دکھاؤں میں وہی جلوا مرے سینے میں ہے

بال مکند عرش ملسیانی

غزل

میری میت پہ آ کے روتے ہیں
مُفت وہ اپنی جان کھوتے ہیں

اشکِ پیہم کے ہم بھروسے پر
تخمِ اُلفت کو دل میں بوتے ہیں

یاد آیا ہے نوکِ خار کا لُطف
آبلے پھُوٹ کر جو روتے ہیں

دل لگاتے ہیں جو بھی اے ناصح
جان سے پہلے ہاتھ دھوتے ہیں

ناخدا سے ہمیں نہیں شکوہ
اپنی کشتی کو خود ڈبوتے ہیں

کوئی آتا ہے اِس طرف شائد
کچھ عجب اہتمام ہوتے ہیں

یادِ رنگیںؔ جب اُن کو آتی ہے
قبر سے وہ لپٹ کے روتے ہیں

رنگیںؔ

ناظرین رسالہ رہنمائے تعلیم کیلئے

نہایت ضروری اطلاعات

نہایت ضروری اطلاع

چونکہ شروع سال میں ریڈکراس نمبر نہایت آب وتاب کے ساتھ شائع ہونے والا ہے۔ اس لئے جملہ ان خریدار اصحاب سے گزارش ہے (جن کے نام سالانہ چندے بقایا ہیں۔) کہ وہ اپنے چندے جلد ادا کردیں۔ نیز جن اصحاب کے ہاں بل گئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی بل پاس کرکے رقم چندہ دسمبر کے مہینے میں ضرور ادا کردیں۔ اگر وہ میری اس درخواست کیطرف توجہ نہ دینگے۔ تو ریڈکراس نمبر انکی خدمتمیں اسوقت تک حاضر نہو گا۔ جبتک وہ سابقہ چندہ اور سال ۳۵ء کا چندہ ادا نہ کرلیں گے

"مینیجر"

اگر آپ ۳۵ء میں رسالہ رہنمائے تعلیم کے شائع ہونیوالے دو عظیم الشان نمبر یعنی ریڈکراس نمبر اور دل نمبر محفوظ طریقہ پر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی ۸ر کے ٹکٹ دفتر رسالہ ہذا میں ارسال فرمائیں۔ تاکہ یہ نمبر اپنے اپنے موقعہ پر آپکو بصیغہ رجسٹری بھیجے جائیں بصورت دیگر ان کے راستہ میں گم ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ "مینیجر"

(غیر مطبوعہ)

نقشِ پا

(خاص رہنمائے تعلیم کیلئے)

(از حضرت عابد شاہجہانپوری)

وہ ہر قدم پہ شکوۂ خاموشِ نقشِ پا
اک محشرِ خیال تھا آغوشِ نقشِ پا

اُٹھے کہیں یہ پردۂ حائل نگاہ سے
اک راز ہے تبسّمِ خاموشِ نقشِ پا

اے شوق کوئے دوست تڑپنے لگی جبیں
محسوس ہو چلا اثرِ جوشِ نقشِ پا

بیگانہ گو اس دل راز دار ہے!
تڑپا گیا فسانۂ خاموشِ نقشِ پا

کیا جوشِ آرزو کا ہے یہ بھی کوئی فریب
اے دل مری جبیں ہے سرِ دوشِ نقشِ پا

چھایا ہوا تھا ہر طرف اک جلوۂ لطیف
نظروں میں ہے وہ عالمِ آغوشِ نقشِ پا

جوشِ نیازِ عشق کا عالم تو دیکھئے
سر رکھ دیا کسی نے سرِ دوشِ نقشِ پا

راز آشنا نگاہ حقیقت شناس ہے
دیکھا کئے تبسّمِ خاموشِ نقشِ پا

شکلِ مآلِ کار نگاہوں میں پھر گئی
بیٹھا ہوں سر جھکائے سرِ دوشِ نقشِ پا

پامالیوں کے بعد مٹا شکوۂ فراق
عابدؔ مرا غبار ہے ہمدوشِ نقشِ پا

ایک نہایت ضروری اطلاع

جن خریدار اصحاب کا چندہ دسمبر سنہ ۳۴ء تک وصول ہے۔ ان جملہ اصحاب کے نام ریڈ کراس نمبر سالانہ چندہ معہ رجسٹری خرچ وغیرہ للعہ کا وی پی ہوگا۔
چونکہ یہ اطلاع قبل از وقت دی جا رہی ہے۔ اسلئے ہر خریدار کا اخلاقی فرض ہوگا کہ وہ سال سنہ ۳۵ء کیلئے ریڈ کراس نمبر کا وی۔ پی قیمتی للعہ فوراً وصول کرلے۔ تاکہ میری محنت اکارت نہ جائے۔ اگر کسی وجہ سے وہ وی۔ پی وصول کرنا نہیں چاہتے۔ تو خدارا دفتر کو بواپسی اطلاع دیں۔ تاکہ دفتر مزید مصارف ڈاک سے بچ سکے۔

(مینجر)

نمبر ۲۲۲ - ۱۴۲۲۲ مورخہ ۳۰ رجولائی سنہ ۱۹۳۴ء

ورنیکلر فائنل امتحان کے مندرجہ ذیل ترمیم شدہ قواعد عام اطلاع کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جدید اسکیم کے مطابق جس کی تفصیل ان قواعد میں درج ہے۔ پہلا امتحان سنہ ۱۹۳۶ء میں ہوگا۔

ورنیکلر فائنل امتحان کے ترمیم شدہ قواعد

۱ - یہ امتحان ورنیکلر فائنل اور مڈل اسکول امتحان کہلائیگا۔ اور ہر سال پنجاب کے ہر ضلع کے صدر مقام اور دیگر ایسے مقامات میں ہوا کرے گا۔ جنہیں صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتۂ تعلیم پنجاب وقتاً فوقتاً نامزد فرمائیں۔

۲ - امیدواروں کو اسی امتحان گاہ میں امتحان دینا ہوگا۔ جو ان کی جائے تعلیم سے قریب ترین ہو۔ دوسری جگہ امتحان دینے کے لئے صاحب ڈائرکٹر بہادر کی خاص منظوری لینی ضروری ہے۔

امتحان گاہ کی تبدیلی کی درخواست پر بغیر معقول وجوہ کے غور نہیں کیا جائیگا۔ اور ایسی درخواست کا ۱۲ - اکتوبر تک صاحب ڈائرکٹر بہادر کی خدمت میں پہنچ جانا لازمی ہے۔

۳ - یہ امتحان عموماً فروری کے پہلے ہفتے میں شروع ہوا کرے گا۔

۴ - اس امتحان میں مندرجہ ذیل امیدوار شامل ہو سکتے ہیں :-

---

۵ - صاحب ڈائرکٹر بہادر ایسی درخواست پر جو کسی جدید امتحان گاہ مقرر کرنے کے لئے پیش ہو۔ غور فرمائینگے۔ بشرطیکہ اس درخواست میں یہ یقین دلایا گیا ہو، کہ وہاں تسلی بخش انتظامات ہو سکتے ہیں۔ اور وہ درخواست سال ما قبل کی ۱۵ - اگست سے پیشتر وصول ہوئی ہو۔

(ا) منظور شدہ اسکول کا وہ طالب علم ؎۱

(۱) جس کا نام صاحب ڈائرکٹر بہادر کی خدمت میں ایسے منظور شدہ اسکول کے مینجر یا ہیڈ ماسٹر کی معرفت پہنچے۔ جس میں اس نے امتحان سے پہلے تعلیم پائی ہو ؎۲

(۲) جو ضابطہ تعلیم پنجاب ۔ طبع یازدہم (مطبوعہ ۱۹۳۲) کی دفعہ ۲۱۰ کے ماتحت چال چلن اور حاضریوں کی فی صدی کے متعلق جو شرائط ہیں ۔ انہیں پورا کرتا ہو ؎۳

(ب) ہر ایک پرائیویٹ امیدوار جو مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ پیش کر سکے ۔ جن پر کسی ایسے سول افسر کے جو تحصیلدار سے عہدے میں کم نہ ہو ۔ یا اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے یا سررشتہ تعلیم کے کسی اعلیٰ افسر کے یا کسی ایسے منظور شدہ سکول کے ہیڈ ماسٹر کے دستخط ہوں ۔ جہاں کم از کم ورنیکلر فائنل اور مڈل سکول امتحان تک تعلیم دیجاتی ہو اور دیسی ریاستوں کی صورت میں کسی ایسے افسر کے دستخط ہوں ۔ جس کا عہدہ تحصیلدار کے عہدے کے برابر ہو :-

(۱) اچھے چال چلن کا ؛

(۲) اس بات کا کہ اس نے امتحان سے نو ماہ پیشتر کبھی کسی منظور شدہ سکول یا سکولوں میں تعلیم نہیں پائی ؛

؎۱ (۱) ایسے اینگلو ورنیکلر مڈل یا ہائی سکول بھی جن کو صاحب سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن ۔ دہلی یا پنجاب کی دیسی ریاستوں کے محکمہ تعلیم نے منظور کیا ہو ۔ اس قاعدہ کے لئے محکمہ تعلیم پنجاب کے منظور شدہ سکول تصور کئے جائینگے ؛

(۲) حصہ ہائی میں فوجی وظائف کے امیدواروں کیلئے ورنیکلر فائنل اور مڈل اسکول کا امتحان بطور اینگلو ورنیکلر امیدواران پاس کرنا لازمی ہے ۔ جو لڑکے انگریزی میں ۴۰ فیصدی سے کم نمبر حاصل کریں گے ۔ وہ ان وظائف کے حقدار نہیں ہونگے ۔ اینگلو ورنیکلر سکولوں کے جو امیدوار ہائی سکول اسکالرشپس کیلئے مقابلہ کرنا چاہیں ۔ ان کے لئے بھی ورنیکلر فائنل اور مڈل اسکول کے امتحان میں شامل ہونا ضروری ہے ۔ کیونکہ اسی امتحان کے نتائج پر یہ وظائف دئے جائینگے ؛

؎۲ اگر کوئی امیدوار جس کا نام پہلے بھیجا جا چکا ہے ۔ کسی دوسرے منظور شدہ اسکول میں داخل ہو جائے ۔ تو اس کے متعلق صاحب ڈائرکٹر بہادر کی خدمت میں اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی طرف سے جہاں سے اس کا نام بھیجا گیا تھا فوراً رپورٹ ہونی چاہئیے ؛

؎۳ (۱) اگر کسی طالب علم کی حاضریاں بیماری یا ایسے حالات کے باعث جن پر اس کا کوئی اختیار نہ تھا مقررہ حاضریوں کی اقل تعداد سے کم ہو جائیں تو صاحب ڈائرکٹر بہادر صاحب انسپکٹر کی سفارش پر اس کمی کو نظر انداز فرما سکتے ہیں بشرطیکہ بیماری کی صورت میں کسی سند یافتہ ڈاکٹر یا طبیب کا سرٹیفکیٹ پیش کیا جائے ؛ (۲) اگر کسی امیدوار کا نام امتحان میں بھیجے جانے کے بعد سکول کے رجسٹر سے خارج ہو جائے ۔ تو وہ امتحان میں شامل نہیں ہو سکے گا ؛

؎۴ (۱) اس سرٹیفکیٹ پر والد یا سرپرست کے دستخط ہونے چاہئیں ۔ اور جن افسروں کا اس قاعدہ میں ذکر ہے ۔ ان میں سے کسی ایک کی تصدیق ہونی ضروری ہے ۔ والد یا سرپرست کو چاہئیے کہ اس سرٹیفکیٹ پر اپنے دستخط ثبت کرنے سے پہلے اپنے بیان کی صحت کے متعلق پورا پورا اطمینان کرے اگر بعد ازاں یہ بیان غلط ثابت ہوا تو صاحب ڈائرکٹر بہادر کو اختیار ہوگا ۔ کہ تسلی بخش جواب نہ ملنے کی صورت میں اس امیدوار کا نام ۔ اگرچہ وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا ہو ۔ فہرست پاس شدگاں سے خارج کر دیں ۔ اور اگر ضروری خیال فرمائیں تو اسے کسی آئندہ امتحان میں شامل ہونے سے بھی روک دیں ؛

(باقی اگلے صفحہ پر)

صاحب ڈائرکٹر بہادر کو اختیار رہے۔ کہ ایسے سرٹیفکیٹ پیش کرنے پر بھی کسی ایسے امیدوار کو امتحان میں شریک نہ ہونے دیں۔ جن کے متعلق انہیں وثوق ہو کہ وہ امتحان میں شامل کئے جانے کے لائق نہیں ملہ

۵۔ نقشہ (ا) میں منظور شدہ سکولوں کے امیدواروں کی فہرستیں مینیجر یا ہیڈ ماسٹر کے دستخطوں سے (جیسی کہ صورت ہو) اور نقشہ (ب) میں پرائیویٹ امیدواروں کی درخواستیں مذکورہ بالا افسروں میں سے کسی ایک کے یا اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے دستخطوں سے مع رسید خزانہ بابت فیس داخلۂ امتحان دفتر صاحب ڈائرکٹر بہادر میں ۱۴ ستمبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ منظور شدہ سکولوں کے امیدواروں کی فہرستوں کی دو نقلیں نقشہ (ج) میں بھی تیار کرکے نقشہ (ا) کے ہمراہ بھیجی جائیں۔ جو درخواست تاریخ مقررہ کے بعد پہنچیگی۔ اس پر غور نہیں ہوگا۔ تاوقتیکہ یہ اچھی طرح ظاہر نہ کردیا جائے کہ تاخیر کی وجوہات معقول ہیں۔ جو درخواستیں ۱۴ اکتوبر کے بعد وصول ہوں گی۔ ان پر مطلق غور نہیں کیا جائے گا ملہ

۶۔ فیس داخلۂ امتحان مندرجہ ذیل شرح سے لی جائے گی:۔

	ورنیکلر امیدوار	انگلو ورنیکلر امیدوار
منظور شدہ سکولوں کے امیدوار۔ ان سکولوں کے امیدوار جن کو امتحان میں امیدوار بھیجنے کی اجازت دی گئی ہے۔	۶ روپیہ	۸ روپیہ
اور مدرسین پرائیویٹ امیدوار	۹ روپیہ	۱۰ روپیہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) (۲) جو طلبا کسی سکول میں ایک ہی مضمون یا مقررہ نصاب کے چند مضامین پڑھتے ہوں۔ وہ اس سکول کے مندرجہ رجسٹر طلبا میں شمار کئے جائینگے۔

(۳) غیر منظور شدہ سکولوں اور نیز منظور شدہ سکولوں کی غیر منظور شدہ جماعتوں کے امیدوار پرائیویٹ امیدواروں کی حیثیت سے شامل امتحان ہوسکینگے۔ بشرطیکہ ان کی درخواستیں متعلقہ ڈویژنل انسپکٹر کی معرفت وصول ہوں۔

ملہ مقصود یہ ہے کہ یہ شرط ایسی بدخلقی پر بھی حاوی ہوگی۔ جیسے ضبط مدرسین صریح خلل اندازی وغیرہ۔

ملہ مدرسین کی درخواستوں کا اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی معرفت آنا لازمی ہے۔

ملہ (۱) نقشہ جات (ا) و (ج) میں امیدواروں کی فہرستیں ورنیکلر امیدواروں کے لئے علیحدہ علیحدہ مرتب کرنی چاہئیں۔

(۲) امیدواروں کے نام جس ترتیب سے ایک فہرست میں درج ہوں۔ وہی ترتیب دوسری فہرستوں میں لازمی طور پر ملحوظ رکھی جائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان ہر لحاظ سے ان فہرستوں کی صحت کے ذاتی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔

(۳) داخلے کے فارموں میں امیدواروں کے مضامین اور میڈیم کی خانہ پُری نہایت احتیاط سے کی جائے۔ کیونکہ جو اندراج ایک بار کردیئے جائیں گے۔ ان میں بعدازاں تبدیلی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۴) داخلے کے فارم صاحب ڈائرکٹر بہادر کے دفتر سے درخواست کرنے پر حاصل ہوسکیں گے۔

فیس نہ نقد وصول کی جائے گی۔ نہ بذریعہ منی آرڈر۔ بلکہ یہ سرکاری خزانے میں " ۲۱ (ب) تعلیم۔ عام۔ متفرق فیس امتحان" کی مد میں جمع کرائی جائے۔ اور خزانے کی رسید داخلے کی درخواست کے ہمراہ شامل کی جائے ؛

۷۔ (۱) امتحان کی فیس کی واپسی یا اس کا اگلے امتحان کے لئے مجرا دیا جانا تاکہ امیدوار اگلے سال کے امتحان میں بغیر نئی فیس ادا کئے شامل ہو سکے۔ صرف مصدقہ بیماری کی صورت میں ممکن ہوگا بشرطیکہ

(۱) امیدوار کی درخواست صاحب ڈائرکٹر بہادر کی خدمت میں متعلقہ ڈویژنل انسپکٹر کی معرفت امتحان شروع ہونے سے پہلے پہلے روانہ کر دی جائے ؛

(ب) امیدوار کی درخواست رجسٹرڈ ڈاکٹر (اسسٹنٹ سرجن یا سب اسسٹنٹ سرجن) کی تصدیق شدہ ہو، خواہ وہ ڈاکٹر کسی شفاخانے کا انچارج ہو۔ یا پرائیویٹ طور پر پریکٹس کرتا ہو[1]۔

جن امیدواروں کی درخواستیں محکمہ اس بنا پر مسترد کر دے۔ کہ وہ موجودہ قواعد کے رو سے شامل امتحان نہیں ہو سکتے۔ ان کی فیس داخلہ بھی واپس ہو سکے گی ؛

(۲) امیدوار کی موت واقع ہونے پر یا امتحان کا خیال ترک کر دینے پر یا حاضریوں میں کمی کے باعث جسے محکمے نے نظر انداز نہ کیا ہو۔ درخواست مسترد کئے جانے پر فیس واپس نہ کی جائے گی ؛

۸۔ امتحان سوالات کے پرچوں کے ذریعہ ہوگا۔ وہی سوالات ہر امتحان گاہ کے لئے ہوں گے ؛

۹۔ امیدوار کو اختیار ہے۔ کہ وہ اردو، ہندی یا پنجابی میں سے کسی ایک زبان میں اپنے جوابات لکھے ؛

۱۰۔ مضامین امتحان مندرجہ ذیل ہیں، ہر ایک مضمون کے سامنے اس کے پرچوں کی تعداد، وقت اور مقررہ نمبر بھی درج ہیں ؛

فہرست مضامین اینگلو ورنیکلر امیدواروں کے لئے

مضمون	مقررہ نمبر
۱۔ ورنیکلر :- ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دو پرچے۔	۱۵۰
۲۔ ریاضی :- ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دو پرچے۔	۱۵۰
۳۔ انگریزی :- ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دو پرچے۔	۲۰۰
۴۔ تاریخ اور جغرافیہ۔ " " دو گھنٹے کے دو پرچے	۱۰۰
۵۔ مندرجہ ذیل میں سے ایک :-	
(۱) عربی، فارسی، یا سنسکرت :- ڈھائی گھنٹے کا ایک پرچہ	۱۰۰
(ب) دوسری ورنیکلر (اردو، ہندی یا پنجابی) :- ڈھائی گھنٹے کا ایک پرچہ	۱۰۰

[1] اس ڈاکٹری سارٹیفکیٹ میں ڈاکٹر صاحب کا رجسٹرڈ نمبر اور امیدوار کا عرصہ بیماری معہ تاریخہائے درج کیا جانا ضروری ہے

(ج) شہریت۔ صفائی اور حفظان صحت :۔ ڈھائی گھنٹے کا ایک پرچہ ۱۰۰
(د) ابتدائی سائنس :۔ ایک عملی پرچہ اور دو گھنٹے کا ایک تحریری پرچہ ۱۰۰
(ہ) زراعت :۔ ڈھائی گھنٹے کا ایک پرچہ ۱۰۰
(و) ڈرائنگ :۔ دو دو گھنٹے کے دو پرچے ۱۰۰

فہرست مضامین ورنیکلر امیدواروں کیلئے

۱۔ ورنیکلر :۔ ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دو پرچے ۱۵۰
۲۔ ریاضی :۔ ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دو پرچے ۱۵۰
۳۔ دیہاتی سائنس (زراعت، سائنس، امداد باہمی، شہریت اور حفظان صحت) ڈھائی ڈھائی گھنٹے کے دو پرچے اور ایک عملی پرچہ ۲۰۰
۴۔ تاریخ اور جغرافیہ :۔ دو دو گھنٹے کے دو پرچے ۱۰۰
۵۔ مندرجہ ذیل میں سے ایک :۔
(ا) عربی، فارسی یا سنسکرت :۔ ڈھائی گھنٹے کا ایک پرچہ ۱۰۰
(ب) دوسری ورنیکلر (اردو، ہندی یا پنجابی) ڈھائی گھنٹے کا ایک پرچہ ۱۰۰
(ج) ڈرائنگ :۔ دو دو گھنٹے کے دو پرچے ۱۰۰

تنبیہ :۔ دیہاتی سائنس کا امتحان پہلی مرتبہ ۱۹۳۷ء میں ہوگا ؛

۱۱۔ کسی امیدوار کو پانچ سے زیادہ مضامین لینے کی اجازت نہ ہوگی [۱]

استثنا :۔

۱۹۳۶ء میں ورنیکلر امیدواروں کو دیہاتی سائنس کی بجائے دو انتخابی مضمون لینے ہوں گے۔ جن میں سے ایک تو ابتدائی سائنس ہوگا۔ اور دوسرا مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک :۔
(ا) عربی، فارسی یا سنسکرت
(ب) دوسری دیسی زبان (اردو، ہندی یا پنجابی)
(ج) شہریت۔ صفائی اور حفظان صحت ؛
(د) زراعت
(ہ) ڈرائینگ

امتحان میں کامیابی کے لئے ان ہر دو مضامین میں پاس ہونا ضروری ہوگا۔ اس طرح ۱۹۳۶ء میں ورنیکلر امیدواروں کو چھ مضامین میں امتحان دینا ہوگا۔ اس کے مابعد سالوں میں بھی۔ جن سکولوں میں دیہاتی سائنس کے اجرا کا انتظام نہ ہو سکیگا۔ وہاں کے امیدواروں کو چھ مضامین میں امتحان دینا ہوگا ؛

---

[۱] سکولوں میں پانچ سے زیادہ مضامین کی اجازت دیجا سکتی ہے ؛

۱۲- امتحان میں کامیابی کیلئے دیسی زبان - ریاضی - انگریزی اور دیہاتی سائنس میں کم از کم ۳۳ فیصدی نمبر حاصل کرنے ہونگے -

۱۳- جو امیدوار (۱) دیسی زبان (۲) ریاضی (۳) انگریزی یا دیہاتی سائنس اور (۴) باقی مضامین میں سے ایک مضمون میں پاس ہوجائینگے وہ امتحان میں کامیاب تصور کئے جائینگے - اور ان کو محکمے کی طرف سے سند عطا ہوگی - ورنیکلر اور اینگلو ورنیکلر امیدواروں کے لئے علیحدہ علیحدہ سندیں ہوں گی ۔

۱۴- اگر کسی امیدوار نے ورنیکلر فائنل اور مڈل سکول امتحان بطور ورنیکلر امیدوار پاس کر لیا ہو - تو اسکو کسی آئندہ سال صرف انگریزی کا امتحان دینے کی اجازت ہوگی - اگر وہ اس مضمون (انگریزی) میں کامیاب ہوگیا - تو وہ اینگلو ورنیکلر امیدوار کی حیثیت سے کامیاب تصور ہوگا - اسی طرح اگر کوئی امیدوار امتحان میں بطور اینگلو ورنیکلر امیدوار کامیاب ہوا ہو - تو ورنیکلر سند حاصل کرنے کے لئے اسکو دیہاتی سائنس میں امتحان دینے کی اجازت مل سکیگی ۔ اگر کسی اُمیدوار نے امتحان میں بطور ورنیکلر یا اینگلو ورنیکلر امیدوار کامیابی حاصل کر لی ہو - تو وہ ایک یا زیادہ مضامین کیلئے جو اس نے ابھی تک پاس نہ کئے ہوں کسی آئندہ سال کے امتحان میں شامل ہوسکتا ہے - اگر وہ کامیاب ہوگیا - تو اسے اس کامیابی کی سند دیجائے گی ۔

ایسے امیدواروں سے بھی پورے امتحان کی فیس وصول کی جائے گی ۔

۱۵- کامیاب امیدوار جو ۴۲۰ نمبر یعنی کل نمبروں کا ۶۰ فیصدی یا زیادہ نمبر حاصل کرینگے - وہ فرسٹ ڈویژن میں رکھے جائینگے - اور دوسرے سیکنڈ ڈویژن میں - جس مضمون میں امیدوار فیل ہوگا - اسکے نمبر شمار نہیں کئے جائینگے ۔

۱۶- صرف عربی اور سنسکرت کے مضامین کیلئے کتابیں مقرر کیجائیں گی - اور دوسرے مضامین میں امیدوار محکمے کی کسی منظور شدہ کتاب کا مطالعہ کرسکتے ہیں - عربی اور سنسکرت کا امتحان مقررہ کتب میں سے ہوگا - دوسرے مضامین سوالات منظور شدہ کتب کے معیار کے مطابق تو ہونگے - لیکن محکمے کی کسی منظور شدہ کتاب میں سے نہیں دیئے جائینگے ۔

۱۷- جیومیٹری، الجبرا، سائنس اور جغرافیہ کے پرچوں میں ورنیکلر اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ خطوط وحدانی میں انگریزی اصطلاحیں بھی دیجائینگی ۔

۱۸- ہر مضمون کے سلیبس کا خاکہ ضمیمے میں دیا گیا ہے ۔

۱۹- اگر کوئی امیدوار کمرۂ امتحان میں مدد دیتے یا لیتے ہوئے یا کاغذ - کتاب یا کوئی یادداشت اپنے ہمراہ کمرہ امتحان میں لاتے ہوئے یا امتحان میں کوئی اور ناجائز ذریعہ استعمال کرتے یا استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پکڑا جائیگا - تو اس کا امتحان منسوخ کردیا جائیگا - اور اگر مناسب سمجھا گیا - تو اسے آئندہ ایک یا زیادہ امتحانوں میں شامل ہونے سے بھی محروم کردیا جائیگا ۔

۲۰- امتحان کے ختم ہونے کے تقریباً دو ماہ بعد نتیجہ شائع کیا جائیگا ۔

(باقی پھر)

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

ٹیچرس ایسوسی ایشن راولپنڈی

یہ ایسوسی ایشن عرصہ آٹھ سال سے قائم ہے۔ تمام لوکل سکولوں کے ہیڈ ماسٹر اور ممبران سٹاف اسکے ممبر ہیں۔ ہر ماہ آخیر ہفتہ اس کا جنرل اجلاس کسی نہ کسی لوکل سکول میں منعقد ہوتا ہے۔ اسمیں شمولیت کے لئے اس روز تمام سکول بند ہو جاتے ہیں۔ انجمن اپنے اساتذہ تلامذہ اور عام خلائق کی بذریعہ تحریر اور تقریر اور مالی امداد کے کافی سے زیادہ خدمت سرانجام دے چکی ہے۔ حکام سررشتہ تعلیم کی سرپرستی کا اسے فخر حاصل ہے اور وہ پنجاب ٹیچر ایسوسی ایشن سے ملحقہ انجمنوں سے ایک انجمن ہے، نیز مدرسین میں بیداری پیدا کرنا اور اعلیٰ حکام سے انکے حقوق تسلیم کرانے کی ذیل میں خاصہ کام کر رہی ہے۔ ایسوسی ایشن ہذا کے اجلاس مورخہ ۳۰۔ جون سنہ ۴۲ء میں جو لوکل مشن ہائی سکول میں دیوان گوپال داس صاحب بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر سناتن دھرم ہائی سکول و پریزیڈنٹ انجمن ہذا کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پنڈت دیوان چند صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر ڈی۔ اے وی اسکول کا عالمانہ لیکچر "تہذیب حاضرہ میں استاد کا درجہ" کے عنوان پر ہوا۔ صاحب لیکچرار نے اپنے وسیع مطالعہ مدلل اور جامع خیالات کے مطابق مضمون نہ صرف وضاحت سے ہی سرانجام دیا بلکہ چند عملی تجاویز بھی استاد کے درجہ کو بلند کرنے کے متعلق بتائیں۔ جنہیں حاضرین نے جنکی تعداد دو سو سے کم نہ تھی نہایت دلچسپی سے سنا۔ آپکے بعد فخر الشعرا منشی تلوک چند صاحب محروم ہیڈ ماسٹر کنٹونمنٹ بورڈ سکول راولپنڈی اور لالہ دونی چند صاحب ٹیچر مشن سکول کی نظمیں ہوئیں اور مفصلہ ذیل ریزولیوشن کثرت آراء سے پاس ہو کر قرار پایا کہ انہیں مختلف اخبارات و جرائد میں شائع کرایا جائے۔ اور ضروری ریزولیوشنوں کی ایک ایک نقل افسران سررشتہ تعلیم کیجذمت میں بھیجی جائے:۔

(۱) یہ اجلاس متفقہ طور پر لوکل سکولوں کے تمام منیجر اصحاب اور ہیڈ ماسٹر صاحبان سے باادب ملتجی ہے کہ جیسے بہت سی لوکل مفصل درسگاہوں میں اساتذہ کے محکمانہ حقوق کا خیال رکھتے ہوئے ان کے بچوں کی فیس کے متعلق مکمل مراعات دیگئی ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اپنے اپنے سکولوں میں ممبران سٹاف کے لئے ایسی مراعات محفوظ کریں۔ یعنی جن استادوں کی تنخواہ یکصد روپیہ ماہوار سے کم ہے۔ ان کے بچوں کی فیس سالم معاف اور جنکی تنخواہ ایک سو روپیہ سے زائد اور فرسٹ گریڈ کے معیار سے کم ہے۔ ان کی سر دست نصف معاف کیجائے۔

(۲) قرار پایا کہ استادوں کے بچوں کی فیس کی معافی کے متعلق ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب سے ملاقی ڈیپوٹیشن کی کارروائی اور خط و کتابت جس جگہ بند ہوئی تھی۔ اس سے آگے مزید سلسلہ چلایا جائے۔ اور تا حصول مقصد اس جد و جہد کو جاری رکھا جائے۔ نیز ٹیچرز ایسوسی ایشن لدھیانہ لاہور۔ لائلپور وغیرہ کو لکھا جائے۔ کہ وہ بھی اس قسم کی جد و جہد اپنے ہاں سے جاری کریں۔

(۳) ایسوسی ایشن ہذا کی متفقہ رائے ہے کہ ترمیم ضابطہ تعلیم پنجاب سال سنہ ۳۲ء کی دفعہ ۱۲۸ میں جو بندش متعلقہ تقسیم وظائف یہ آئی ہے کہ جن بچوں کے والدین کی آمدنی دو ہزار روپیہ سالانہ سے زائد ہو۔ انہیں وظیفہ نہیں دیا جائیگا۔ قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ ایسے بچے وہ وظیفہ اپنی ذاتی محنت اور قابلیت سے حاصل کرتے ہیں نہ کہ والدین کی دولت مندی سے۔ مزید برآں جو تصدیقی سرٹیفکیٹ والدین سے طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بے عزتی کا موجب ہے۔ یقیناً ایسی بندشیں قابلیت کے معیار کو کم کرنیوالی اور اوسط درجہ کے والدین کیلئے اپنے بچوں کو مقابلہ کے امتحان میں بٹھانے کی رکاوٹ ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہوشیار طالب علم جو ان وظیفوں سے اپنی تعلیم جاری رکھ سکتے ہیں۔ مایوس ہو کر اس دفعہ کی رو سے اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکیں گے۔

(۴) یہ ایسوسی ایشن جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور ڈویژنل انسپکٹر صاحبان سے باادب درخواست کرتی ہے۔ کہ موسم گرما میں ہائی سکولوں کی موجودہ بڑھتی ہوئی تعداد۔ کمروں کے اندر ہجوم۔ گرمی کی شدت اور بعض جگہ پانی کی سخت ترین قلت سے صحیح طور پر تعلیم کا کام نہیں ہو سکتا۔ نیز جسمانی طور پر بچوں کے کمزور ہو جانے سے اکثر طالب علم بیہوش بھی ہو جاتے ہیں۔ لہذا بچوں اور استادوں کی تکلیفات اور مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے لاہور کی طرح صوبہ کے تمام ہائی سکول موسم گرما میں مکمل دو ماہ کے لئے بند ہونے چاہئیں۔

IV اجلاس منعقدہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۴ء - آج بموجب پروگرام جناب لالہ دیوانچند صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا لیکچر ہونا تھا لیکن آپکی ناگہانی علالت کیوجہ سے لالہ کنور بھان صاحب بی اے ٹیچر سناتن دہرم ہائی سکول کا لیکچر "بچوں کے اخلاق اور فطرت میں تربیت کی ضرورت" کے عنوان پر ہوا - آپنے تیاری اور ادائیگی مضمون میں خاص عرقریزی سے کام لیا - اور عملی طور پر بہت سی نئی تجاویز بچے کی عادات درست کرنیکے متعلق ایسی بتائیں جنہیں اگر مدرسین شاہراہ عمل بناکر کام میں لائیں تو بہت کچھ فائدہ متصور ہوسکتا ہے - لالہ دونی چند صاحب کی تصوف سے لبریز نظم کے بعد صاحب صدر نے ذیل کا ریزولیوشن پیش کیا - جو اتفاق رائے سے پاس ہوا اور فیصلہ ہوا کہ خود صاحب صدر (دیوان گوپال داس صاحب) محکمہ سے خط و کتابت کرکے اس عایت کی منظوری حاصل کرکے سب کو مستفید کریں - "ٹیچرز ایسوسی ایشن راولپنڈی کا یہ اجلاس سررشتہ تعلیم سے بادب درخواست کرتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل تجویز شدہ ضرورت مناسب ترمیم کے ساتھ عمل میں لائے جس سے معلمین کے پراویڈنٹ فنڈ روپیہ کا جو آجکل یونہی سیونگ بنک میں جمع ہوتا رہتا ہے - زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے - **تجویز** :- اگر کوئی معلم اپنی زندگی کا بیمہ گورنمنٹ کی کسی منظور شدہ کمپنی یا پوسٹل انشورنس میں کرانا چاہے اور وہ کمپنی بیمہ کرنا منظور کرلے تو اس بیمہ کے پریمیم کی ادائیگی حسب ذیل شرائط کے ساتھ اس روپیہ میں سے کی جاسکا کرے - جو معلمین کی اپنی تنخواہ سے کاٹ کر پراویڈنٹ فنڈ میں شامل کیا جاتا ہے :- (ا) پریمیم کی ادائیگی کی رقم معلم کی تنخواہ کی اپنی کٹوتی کی رقم سے ہرگز زیادہ نہ ہو - (ب) یہ بیمہ کرانا لازمی نہ ہو بلکہ معلم کی اپنی مرضی پر منحصر ہو - (ج) جسطرح یہ روپیہ گورنمنٹ کے منظور شدہ بنک میں رکھا جاتا ہے - اسی طرح بیمہ بھی گورنمنٹ کی منظور شدہ کمپنی میں کرایا جائے (خوشحال چند سیکرٹری)

نوٹ رہنمائے تعلیم :- سیکرٹری صاحب اگر مہربانی کرکے کارروائی اجلاس کے ساتھ وہ مضامین اور نظمیں جو ان کے اجلاس میں پڑھی جایا کریں بغرض اشاعت ارسال کردیا کریں - تو رہنمائے تعلیم انہیں بڑے شوق سے شائع کیا کریگا - تاکہ صوبہ کے تمام مدرسین ان سے محفوظ ہوسکا کریں (ایڈیٹر)

ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول کرک ضلع کوہاٹ

۳۰ ستمبر ۱۹۲۴ء بتقریب افتتاح جماعت نہم یوم سرپرستان بڑی شان و شوکت سے منایا گیا - ایک ہفتہ پہلے تمام اکابرین قوم علاقہ خٹک کی خدمتمیں سکول کیطرف دعوت نامے جاری کئے گئے تھے - مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۲۹ ستمبر سے شروع ہوا - اور یوم مقررہ کو بھی دیر تک یہ آمد جاری رہی - ایک بجے بعد دوپہر معزز مہمانوں کی تواضع چائے سے کیگئی - اور صوبیدار صاحب گل خانصاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ جوائنٹ سیکرٹری سولجرز بورڈ کوہاٹ کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا - جلسے کا افتتاح حمدیہ نظم سے ہوا - ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی جس میں تمام معاملات پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے جلسے کے مقاصد کو واضح کیا - اور غریب فنڈ کیلئے پردرد اپیل کی - ملک حکیم خاں صاحب ساکن میٹھا خیل نے ایک مختصر مگر پاکیزہ تقریر پشتو میں کی - اور حاضرین کو ان کے قومی فرائض سے روشناس کرایا - آپنے واضح کیا کہ کرک ہائی سکول حکومت عالیہ کی عدیم المثال مہربانی ہے - باشندگان علاقہ کا فرض تھا کہ سکول کی تن من دھن سے نگہداشت کرتے تاکہ سکول کے اجرا کا مقصد فوت نہ ہوجائے - اور اس طرح علاقہ کے طلبا کی تعلیم کا احسن طریق پر انتظام کرلیا جائے - ماسٹر راجن لعل صاحب کی نظم حاضرین کی خورسندی کا موجب ہوئی - جن کے بعد ملک حب اللہ خاں صاحب نے بامعنی تقریر پشتو میں کی - ہیڈ ماسٹر صاحب اور ملک حکیم خاں صاحب کیطرح آپنے بھی معزز حاضرین کو نہایت پردرد اور موثر الفاظ میں قومی فرائض سے خبردار کیا - مسٹر امیر شاہ جماعت ہشتم نے مولینا عبدالغنی صاحب ساکنہ ٹیری کی ایک پرکیف و موثر نظم پشتو میں سنائی - مولینا موصوف خود بھی حاضر جلسہ تھے - نظم حسب موقع اور حسب حال تھی - آپنے ہائی سکول کے اجرا پر باشندگان علاقہ کی خورسندی کا اظہار کیا - اور اس امر کو اپنی قسمت سرافرازی، خوش اقبالی اور خوش قسمتی کا موجب مانا - نظم میں خاص طور پر معلے القاب آنریبل سر نواب صاحب زادہ عبدالقیوم خاں صاحب بہادر کے سی آئی ای وغیرہ وغیرہ، جناب نواب صاحب بہادر علاقہ خٹک اور جناب والاشان خانصاحب میر کریم بخش خاں صاحب انسپکٹر ورنیکلر ایجوکیشن کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا گیا - مسٹر روشنداس ایک معصوم اور خوردسال طالبعلم نے حاضرین کی تواضع ایک نفیس اخلاقی نظم سے کی - ملک حکیم خانصاحب کی پیشکردہ قراردادوں میں سے پہلی قرارداد میں محکمہ تعلیم صوبہ سرحد کا عام طور پر غریب علاقہ خٹک کے سے ہائی سکول کے اجرا پر دلی شکریہ ادا کیا گیا - دوسری قرارداد کی رو سے جو متفقہ طور پر نہایت خلوص اور جوش کے ساتھ منظور ہوئی - مختلف اخبار و جرائد اور افسران محکمہ جات کو فرداً فرداً شکریہ بھیجنا قرار پایا +

(۱) جناب معلی القاب خان بہادر نواب کپتان باز محمد خاں صاحب چیف آف خٹک ٹیری کوہاٹ۔
(۲) جناب والاشان صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع کوہاٹ
(۳) جناب چودھری محمد عبداللہ خانصاحب بی اے پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کوہاٹ
(۴) جناب خان بہادر محمد قلیخاں صاحب ریٹی ای پبلیسٹی آفیسر صوبہ سرحد۔
(۵) جناب خان صاحب میر کریم بخش خاں صاحب انسپکٹر آف ورنیکلر ایجوکیشن صوبہ سرحد۔
(۶) جناب والاشان ڈی سی ارگل صاحب بہادر ایم اے آئی ای ایس ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم صوبہ سرحد۔
(۷) جناب والاشان آنریبل سر جارج کننگھم صاحب بہادر سی آئی ای ہوم ممبر صوبہ سرحد۔
(۸) جناب معلی القاب آنریبل خان بہادر سر نواب صاحبزادہ عبدالقیوم خاں صاحب بہادر وزیر محکمہ جات منتقلہ صوبہ سرحد۔

غریب فنڈ کے چندہ کی اپیل پر ۲/۱۲ نقد اور ۳۵ بقایا چندہ جمع ہوا۔ ملک محمد امید خاں صاحب کرسی نشیں نے غریب فنڈ کی کمیٹی بنانے کی تجویز کی جسکی تائید بڑے جوش اور اخلاص سے کیگئی۔ اور متفقہ طور پر پاس ہوئی۔ اس کمیٹی کے قواعد وضوابط حاضرین کو سنائے گئے تنظیم و تشکیل کمیٹی بعد از اجازت محکمہ تعلیم ظہور پذیر ہوگی۔ اس ضمن میں ہیڈ ماسٹر صاحب محکمہ سے خط و کتابت کرینگے (شیر عالم)

سری گورو نانک سکول ابوہر منڈی ضلع فیروزپور یہ درسگاہ عرصہ تقریباً ۲۰ سال سے نہایت خوش اسلوبی سے پبلک کی تعلیمی خدمت کر رہی ہے تعلیم محنت اور جانفشانی سے دیجاتی ہے چنانچہ افسران معائنہ سکول کو نمونہ کا سکول بتلاتے ہیں۔ سکول آئے سال دو تین وظیفے حاصل کرتا ہے۔ گزشتہ سال تین لڑکوں نے وظیفے حاصل کئے۔ اس سال بھی اپنی روایت کو قائم رکھا ہے جسکے لئے گیانی جگت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور انتظامیہ کمیٹی مبارکباد کی مستحق ہے (شیو اندر سنگھ)

محکمہ تعلیم کے ہر ایک ہر دلعزیز افسر کے تبادلہ پر پبلک مظاہرے ایم مشتاق احمد خانصاحب اے ڈی آئی موگا میں دو سال مقیم رہے ہے۔ اس عرصہ میں آپنے اپنے حسن اخلاق اور تالیف قلوب سے پبلک کو اپنا گرویدہ کر لیا کسی کمیونٹی کو شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ ایسے ہر دلعزیز افسر کے تبادلہ کو بندگان علاقہ نے دل سے محسوس کیا ہے۔ اور آپکی خدمات اور عنایات کے اعتراف کا عملی ثبوت دیا ہے یعنی رائے بہادر ڈاکٹر متھرا داس صاحب آنریری اسسٹنٹ سرجن ٹو ہز ایکسلنسی حضور وائسرائے بہادر نے ۱۹ اگست کو۔ چودھری درگا داس صاحب میونسپل کمشنر۔ خان زادہ بشیر محمد خانصاحب اور مسٹر دین لال مہتہ نے اور ۱۲ اگست کو شیخ کاکا اور لالہ فقیر چند صاحب نے عظیم الشان گارڈن پارٹیاں دیں۔ ۲۰ اگست مسٹر للت چند نواسہ رائٹ آنریبل سر شادی لعل صاحب سابق چیف جسٹس ہائیکورٹ پنجاب اور بابو مہر علی صاحب منشنر ملایا پولیس نے اور ۲۱ اگست کو شیخ عنایت اللہ صاحب جنرل مرچنٹ نے ڈنر دیئے۔ وقت کی قلت کیوجہ سے یہ سلسلہ جلد ختم ہوگیا۔ ورنہ کئی مشتاق اظہار عقیدت کو چاہتے تھے۔ دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں۔ خوش و خرم رہیں۔ (پروفیسر محمد لطیف انصاری)

میر خورشید الحسن صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور حال ہی میں آپ ضلع جالندھر سے لاہور تبدیل ہوئے ہیں۔ آپ سال ۱۹۲۰ء میں جگراؤں گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہو کر آئے۔ تقریباً ایک سال وہاں رہے اور اس قلیل عرصہ میں سکول کو معراج کمال پر پہنچا دیا۔ سکول۔ اہل شہر اور اہل علاقہ دونوں میں اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر کا چارج لیا۔ اور اس کو بھی ہر شعبہ میں بہتر سے بہترین صورت دی۔ نتائج میٹرک خاص طور پر بہتر ہو گئے۔ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء میں آپ افسران معائنہ کی ذیل میں ترقی پاکر ڈسٹرکٹ انسپکٹر جالندھر ہوئے۔ جہاں آپکی ہیڈ ماسٹری کا زمانہ اپنی اپنی سکولوں میں یادگار رہیگا۔ وہاں ڈسٹرکٹ انسپکٹری کا چارج لیتے ہی آپکے حسن سلوک نے آپکی ہر دلعزیزی اور فرشتہ سیرتی کو چار چاند لگا دیئے۔ ضلع جالندھر کے تعلیم سے وابستہ اصحاب آرزومند تھے کہ آپ ضلع جالندھر میں مقیم رہکر انکی رہنمائی کرتے رہیں۔ تمام حکام سررشتہ و ضلع آپکے زریں کاموں سے بیحد خوش اور تمام مدرسین آپکے قیام کو اپنی خوش قسمتی جانتے تھے۔ مگر خلاف توقع تبادلہ نے سب کو مایوس کر دیا ہے۔ ہاں خوشی ہے تو اس امر کی کہ آپ صوبہ کے صدر مقام میں تشریف لیجا رہے ہیں۔ اور سب متعلقین کی دلی خواہش ہے کہ آپ اپنے مقاصد صوری و معنوی میں کامیاب ہوں۔ اور سررشتہ تعلیم آپکی گرانقدر خدمات کا اجر آپکو پی ای ایس کے گریڈ میں ترقی کی صورت میں دے۔ (جالندھری نامہ نگار)

لوئر مڈل سکول مانکی ضلع لدھیانہ — ۲۹۔ اگست سردار جگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے بمراہی چوہدری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی سکول کا معائنہ فرمایا۔ آپ سکول اور طلبا کی صفائی صحن مدرسہ کی آراستگی اور باغیچہ سکول کی عمدہ حالت سے بہت محظوظ ہوئے۔ سکول کی ۹۸ فیصدی حاضری اور تعداد طلبا میں زیادتی بھی آپکی خوشنودی کا موجب ہوئی۔ چھوٹے بچوں کی صفائی اور آنکھوں کے معائنہ کی ہدایات دیکر آپنے جماعتوں کا معائنہ کیا۔ اور لاگ بک میں درج فرمایا کہ سکول کے طلبا مودب ہیں تعلیم تسلی بخش ہے۔ ضبط مدرسہ دنظم ونسق قابل اطمینان ہے۔ چوہدری صاحب کی ہدایات بموجب مدرسین کے پروپیگنڈا نے عوام میں بیداری پیدا کردی ہے منشی غلام محمد صاحب ہیڈ ماسٹر اور سٹاف کی کوششیں قابل داد ہیں اہلیان دیہہ کا ایک جلسہ سردار صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ سردار کیپر سنگھ صاحب سینیئر وائس پریزیڈنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ بھی رونق بخش تھے جلسہ کی خبر سے زبردست ہجوم جمع ہوگیا۔ چوہدری احمد خاں صاحب کا اشاعت تعلیم پر موزوں لیکچر ہوا۔ حاضرین نے سکول کو اپر مڈل بنانے کی درخواست کی جس کیلئے چوہدری صاحب افسر علاقہ نے ایک کمرہ کی ایزادی کیلئے چندہ کی اپیل کی۔ چنانچہ چھ سو روپیہ تک مقدار پہنچ گئی۔ اور صاحب صدر نے اپر مڈل بنانیکا وعدہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ایسا دور دراز علاقہ تعلیم کے کام میں گہری دلچسپی لے رہا ہے۔ سردار جگندر سنگھ صاحب ادور سیر مانکی اور سردار بسنت سنگھ صاحب رئیس مانکی قابل ستائش ہیں۔ (غلام محمد)

ڈی بی لوئر مڈل سکول مجھول ضلع شملہ — ۱۹ ستمبر۔ دیہات سدھار ڈرامہ سکول میں دکھایا گیا۔ زمینداران علاقہ بکثرت جمع ہوئے۔ بھرولی مڈل سکول پہاڑ۔ چھاؤنی شہ۔ دیلگی اور کدہ ر سکولوں کے استاد صاحبان بھی تشریف فرما تھے۔ طلبا اور ممبران سٹاف کے عملی طور پر اتفاق نے خاص کامیابی دکھائی۔ ڈرامہ کا مطلب عام فہم الفاظ میں حاضرین کے گوشگذار کیا گیا۔ جو خاص متاثر ہوئے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جو اس قسم کے اجلاس اور پروپیگنڈا ورک کے روح رواں ہیں۔ بامر مجبوری کار خاص ذاتی افروز نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے آپ کی غیر حاضری میں صدارت کے فرائض سردار بھگوان سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر سپاٹو نے سرانجام دیئے۔ اور ایکٹروں میں انعام تقسیم کئے۔ آپنے ٹھاکر رام سنگھ ہیڈ ماسٹر کی سرگرمیوں کی داد دی۔ اور ڈرامہ کی کامیابی کا فخر سے ذکر کیا (رام مہر)

آر۔ ایس خالصہ ہائی سکول بنوں — ۱۴ اکتوبر جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت خان بہادر ایم سعداللہ خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے فرمائی آپکی تشریف آوری پر مہمانوں کی تواضع چائے اور شیرینی سے کیگئی۔ ڈرل اور سکاؤٹس کی کھیلوں اور مختلف ڈراموں سے مہمانوں کو محظوظ کیا گیا۔ سردار دیوان سنگھ صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ گذشتہ چند سالوں میں کیونکر سکول اپنے ہر پہلو میں ترقی کی۔ اور ہر مذہب و ملت کیلئے یکساں چشمہ فیض بنا ہوا ہے مسز شیوج صاحبہ نے انعامات تقسیم فرمائے۔ صاحب صدر نے سکھ قوم کی فراخدلی و قربانی۔ پریزیڈنٹ و ممبران مینجنگ کمیٹی کی دلچسپی اور ہیڈ ماسٹر صاحب و سٹاف کے اچھے نظم ونسق کی خاص تعریف کی۔ (ایچ سنگھ فار ہیڈ ماسٹر)

حل طلب سوال — تجربی ہندسہ مولفہ مسٹر گولکناتھ چیٹرجی کی آخری متفرق نمبر کا اٹھترواں سوال اس طرح سے ہے " ا ب ج د ایک چوکور کسی دائرے کے اندر بنائی گئی ہے جس کا وتر ا ج ہے۔ ا ب = ۲ فٹ ۴ انچ، ب ج = ۵ فٹ۔ اور ج د = ۸ فٹ ۴ انچ۔ چوکور کا رقبہ بتاؤ "

کوئی صاحب حل بذریعہ رہنمائے تعلیم لکھ کر میری امداد کا موجب ہوں۔ (امیرالدین جماعت ہشتم ورنیکلر مڈل سکول ڈالہ ریاست کپورتھلہ)

رہنمائے تعلیم لاہور
۶۸
اشتہارات
نہایت مفید و نادر کتب
مجموعہ مضامین
جواب مضمونوں کی کتاب مڈل نارمل ٹریننگ کالج اور انٹرنس کے طلباء کیلئے نہایت مفید اور کارآمد ذخیرہ مضامین ہے
قیمت ایک روپیہ
رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر
عہ
علمی کہانیاں باتصویر
اس کتاب کی خوبیوں سے متاثر ہو کر پنجاب سرکار نے ہمیں یک صد روپیہ نقد انعام دیا تھا۔ قیمت ۸ر
رہنمائے تعلیم کا افسانہ نمبر
عہ
مخزن التشریح
لغت کی نادر کتاب۔ طلبائے مڈل و نارمل ایس وی انٹرنس وغیرہ سبھی کیلئے مفید ہے
قیمت ۸ر
رہنمائے فارسی
ابتدائی جماعت کیلئے بول چال فارسی سکھانیوالی کتاب۔
قیمت ۶ر رعایتی ۱ر
گلدستۂ ادب
پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی سفارش سے جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بموجب سرکلر نمبر B ۲۰۴۳ مورخہ ۱۱ گلدستہ ادب نامی کتاب جو اردو محاورات اور ترکیب نحوی وغیرہ کا ایک نادر مجموعہ ہے۔ لائبریری کیلئے منظور فرمائی ہے۔ امید ہے کہ کوئی سکول لائبریری اس مفید و نادر کتاب سے خالی نہ رہیگی۔ قیمت ۱۲ر
رہنمائے ریاضی
مڈل۔ نورمل اور ایس وی کے لڑکوں کیلئے مفید ہے
قیمت ۶ر
خلاصہ باغبانی و زراعت
مڈل اور نارمل اور ایس وی کے لڑکوں کے لئے مفید ہے
قیمت چھ آنے
مجموعہ پرچہ جات امتحان ایس وی کلاس
سالانہ امتحانات کے پرچوں کا مجموعہ قیمت ۸ر رعایتی ۶ر
آئینہ مسدس
مسدس حالی کی نہایت مفید شرح اور فرہنگ قیمت ۱۲ر رعایتی ۸ر
گلدستہ جغرافیہ پنجاب
جغرافیہ پنجاب کا عجیب و غریب خلاصہ
معہ نقشہ
قیمت فی جلد تین آنے
سنہری گیت
نہایت مفید اور دلچسپ نرالے الفاظ اور گیتوں کا مجموعہ قیمت صرف ۲ر
اخلاقی حقیقی امتحان کی تیاری قیمت ۲ر
امتحان پاس کرنے کے گر قیمت ۲ر
ملنے کا پتہ:۔ گلاب چند اینڈ سنز تاجران کتب۔ انارکلی لاہور

بچوں کا اخبار

یعنی گلدستۂ اطفال

اسسٹنٹ ایڈیٹر مسٹر پریم چند پیاسالوی

سالانہ چندہ ۔/۲ عہ
فی پرچہ ۔/۱

نمبر ۱۲	بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء	جلد ۱۴

عزیز بچو!

تم نے گلدستہ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۸ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔ تاکہ یہ نادر اور با تصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ عُمدہ کہانیوں لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے۔

ملنے کا پتہ
مینیجر رہنمائے تعلیم رام گلی نمبر ۵۵ لاہور

دلچسپ معلومات

موضع کاندہ دنی تحصیل کولہ گام میں ایک زمیندار کی گائے نے بچھڑا دیا ہے جس کی ۸ ٹانگیں دو ناک اور دو کوہانیں ہیں۔ بچھڑا زندہ ہے۔ اور لوگ جوق در جوق اسے دیکھنے آرہے ہیں۔

پریڈ گراؤنڈ جموں میں ایک شخص کے پاس سانپ دیکھا گیا جس کا وزن ایک من کے قریب تھا۔ کہتے ہیں یہ سانپ کسی دُکان سے پکڑا گیا ہے

ایک سائنس دان کا بیان ہے کہ اگر دُنیا میں سانپ نہ ہوں تو ۵۷۸۴۲ آدمی ہر روز مر جائیں

کیونکہ ہر ایک سانپ ایک سال میں قریباً آدھ من ایسی زہریلی گیس کھاتا ہے۔ جو آدمی کے لئے نہایت خطرناک ہوتی ہے۔

اگر سانپ کے جسم پر دو تین قطرے کاربالک ایسڈ کے ڈال دیئے جائیں۔ تو وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔

ایک نئی قسم کی دوربین۔ امریکہ میں اس وقت ایک نئی دوربین تیار کی جا رہی ہے۔ جس کی مدد سے ہم عام ستاروں کو اسی طرح دیکھ سکینگے جس طرح ہم اپنے سامنے چند گز کے فاصلے پر پڑی ہوئی چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔

سمندر کا پانی دیکھ سکیں گے۔ آسٹریلیا کے سائنس دانوں نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعے جہاز میں بیٹھ کر انسان جہاز کے نیچے ۲۰ میل کی گہرائی تک پانی کے اندر ہر ایک چیز صاف دیکھ سکتا ہے۔

نئی آنکھیں لگا دیں۔ ایک عورت ۲۵ سال سے اندھی تھی۔ اب لندن کے ہسپتال میں ایک عجیب اپریشن کر کے اس کے نئی آنکھیں سی کر لگا دی گئی ہیں۔

پیرس میں کتوں کا ایک قبرستان ہے۔ جس میں اس وقت تک ۲۰ ہزار کتے دفنائے جا چکے ہیں۔

بوڈاپسٹ میں ایک عجیب و غریب رواج ہے۔ جب ساس اپنے داماد کے گھر جائے تو اُسے صرف چار الفاظ بولنے کی اجازت ہوتی ہے۔ وہ صبح کے وقت "گڈ مارننگ" اور شام کے وقت "گڈ ایوننگ" کہہ سکتی ہے۔ باقی وقت میں وہ اسی حالت میں بول سکتی ہے جبکہ اُسے بلایا جائے۔

سمندر کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس میں سونے کا بڑا بھاری ذخیرہ بھی ہے۔ حال ہی میں حساب لگایا گیا ہے کہ سمندروں میں ۱۹ لاکھ ۲ ہزار ساڑھے سات سو من سونا ہے۔ کہتے ہیں کہ سمندر کا کُل سونا اگر کسی طرح نکال لیا جائے تو دُنیا کے ہر ایک مرد عورت اور بچے کو ۰۵ ۲ چھٹانک یعنی موجودہ نرخ کے مطابق ۴ ہزار ۵ سو پونڈ کا سونا آ سکتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ سمندر سے سونا نکالا نہیں جا سکتا۔

نااتفاقی کی خرابیاں

نااتفاقی ایک ایسی بُری چیز ہے کہ گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ اور یہ صرف تباہی کا ہی باعث نہیں ہوتی بلکہ انسان کو ذلیل و رسوا بھی کرتی ہے۔ اور جس قوم میں جس مُلک میں ایسے اِنسانوں کا گذر ہوتا ہے لوگ اُن کے نام سے بھاگتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ایسی بُری مجلسوں سے بچاتے ہیں۔

یہ اتفاق ہی کا نتیجہ ہے کہ سلطنتیں برقرار و قائم ہیں۔ اور اِسی کی برکت سے اُس سلطنت کے ستون مضبوط رہتے ہیں۔ لیکن نفاق ایک ایسی بُری چیز ہے کہ جہاں یہ پیدا ہوُا بس پھر کیا وہ اودھم مچتا ہے کہ "الاماں"۔

ایک سلطنت ہے کہ مُتحد ہو کر آرام سے کسی دُشمن کے خوف کے بغیر حکمرانی کر رہی ہے۔ اور بادشاہ بھی بڑے جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اُس بچارے کو یہ معلوم نہیں کہ اُس کی حکومت کے دن آ رہے ہیں۔ اور اُس کے اپنے ہی درباریوں میں کسی بات پر اَن بَن ہو جاتی ہے اور آخر کار وہ معقول آدمی جو ایک دوسرے کے لئے اپنی جان تک قُربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے بغیر اُن کا گذارہ نہیں تھا۔ اور اب وہ وقت ہے کہ ایک دوسرے کے جانی دُشمن ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن میں سے ایک دوسری حکومت سے جا ملتا ہے جس کا انجام سوائے تباہی اور کچھ بھی نہیں۔ دوسری حکومت اُس فتنہ انگیز یا اُس غدّار آدمی کے اپنی سلطنت کے ساتھ شامل ہونے کو فخر جانتی ہے اور وہ غدّار اپنے دُشمن سے بدلہ لینے کی خاطر نئی حکومت کو اُن کے خلاف پھسلاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ حکومت خاک میں مِل جاتی ہے۔ خُدا ایسی نااتفاقی سے بچائے کہ جس سے نہ صرف قوم کی قوم بلکہ بڑی بڑی جاہ و

جلال والی حکومتیں فنا و برباد ہو گئی ہیں۔

لیکن اتفاق اس کے مقابلہ میں ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے قوم معزز۔ ہر دلعزیز۔ با اعتبار مدبر اور طرح طرح کی خوبیوں کا پتلا بنا کر اپنے آپ کو دنیا میں بطور ایک نمونہ پیش کر دیتی ہے اور اسکی برکت سے کسی گھر کی برکت کسی قوم کی عزت اور کسی سلطنت کی حکومت قائم اور برقرار رہتی ہے جہاں اتفاق ہے وہاں سب کچھ ہے اور جہاں نا اتفاقی ہو وہاں سمجھنا چاہئے کہ کچھ بھی نہیں۔ اسلئے اکثر تو بزرگ لوگ مرتے وقت اپنی اولاد کو نصیحت کر جاتے ہیں کہ بچو! ہماری زندگی جیسی تھی گذر گئی اب تم اتفاق سے رہنا کسی بات میں بھی آپس میں نا اتفاقی پیدا نہ کرنا ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے" جو لوگ اپنے بڑوں کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہیں وہ حقیقت میں لطف کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اتفاق سے ساری عمر اکٹھے رہتے ہیں۔

اتفاق کا نام لینے سے مجھے ایک کہانی یاد آگئی۔ کہ ایک دفعہ کسی کسان نے اپنے لڑکوں کو اتحاد کا سبق سکھانے کے لئے ایک عجیب تجویز سوچی۔ اور لکڑیوں کا ایک گٹھا منگوا کر ان کے سامنے رکھا۔ اور کہا کہ بچو! اس لکڑیوں کے گٹھے کو اگر ذرا توڑ دو"۔ سب لڑکوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ کہ حیران تھے کہ کس طرح توڑیں۔ آخر ان کے سب سے چھوٹے بھائی نے جو سب سے عقلمند معلوم ہوتا تھا۔ لکڑیوں کے گٹھے کو کھول کر ایک ایک لکڑی کر کے سب لکڑیوں کو توڑ ڈالا۔ بھائی حیران کھڑے دیکھتے رہ گئے اور باپ اس پر بہت خوش ہوا۔ دوسرے لڑکوں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ کہ دیکھو جب تک کہ لکڑیاں گٹھے میں اکٹھی بندھی ہوئی تھیں کسی کو انکے توڑنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن جونہی کہ ان کو کھول دیا گیا سب کی سب ٹوٹ گئیں۔ اسی طرح تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم میری موت کے بعد لکڑیوں کے گٹھے کی طرح اتحاد اور اتفاق سے رہنا۔ ورنہ اگر تم لکڑیوں کی طرح بکھر گئے تو سمجھ لو کہ تم بھی انکی طرح ٹوٹ کر ویران اور برباد ہو جاؤ گے"۔

یہ سب نا اتفاقی کی خرابیاں ہیں کہ جن سے تباہی اور بربادی نظر آتی ہے۔ خدا ہر قوم کو اتفاق سے رکھے اور نا اتفاقی کی ذلت سے محفوظ رکھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ نا اتفاقی کی حالت میں ہم کبھی سوراج کے زینے پر نہیں چڑھ سکتے۔ (ظفر علی خاں ٹیپ رڈ لاہور)

کھچڑی

کہانیوں میں جانوروں کا بات چیت کرنا - دیو جن اور پریوں کا نمودار ہونا اور محیر العقول (حیران کرنیوالے) کام کرنا جو انسانی سمجھ اور طاقت سے بالاتر ہوں - پہلے زمانہ میں کہانیوں کا جزو سمجھے جاتے تھے - مگر موجودہ سائنس نے تمام باتوں کو مضحکہ خیز (ہنسی مذاق) بنا دیا ہے -

باوجود اس کے ہمارے بچوں کے لئے ولایت سے جو درسی کتب آتی ہیں وہ اس قسم کی کہانیوں سے بھری ہوتی ہیں - مفصلہ ذیل کہانی بھی اسی قسم کی کتاب سے ماخوذ ہے جسے ہم بچوں کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں - (ایڈیٹر)

صدیوں کا ذکر ہے - کہ کسی شہر میں ایک بوڑھا لکڑہارا رہتا تھا - اس کی بوڑھی بیوی بہت ہی ظالم اور بدمزاج تھی - انکی جھونپڑی کے برابر ایک امیر کا مکان تھا - وہاں ایک سیب کا درخت اتنا بڑا تھا کہ اس کی شاخیں انکی جھونپڑی میں جھکی ہوئی تھیں - امیر نے انکی غریبی پر ترس کھا کر اجازت دے رکھی تھی کہ جو سیب تمہارے آنگن میں گرے تم اسے کھا سکتے ہو - بوڑھے میاں بیوی سیبوں کے پکنے کی دعائیں مانگ رہے تھے - اور جب سیب پک جاتے تھے تو آندھی چلنے کی دعائیں مانگتے تھے تاکہ سیب ٹوٹ کر انکے آنگن میں گریں -

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا - کہ آندھی بالکل نہ چلی - دونو للچائی ہوئی نظروں سے سیبوں کو دیکھنے اور کلیجے پر پتھر کی سل رکھ کر بیٹھ رہتے - ادھر بیوی کا اصرار تھا کہ بہت سی لکڑیاں کاٹ کر لاؤ ورنہ روٹی نہیں ملے گی - لکڑہارے غریب کو بڑی مشکل کا سامنا پڑا - آخر ایک دن اس نے کہا کہ آج میں کھچڑی کھاؤنگا - نہیں تو لکڑیاں کاٹنے ہی نہیں جاؤنگا -

بوڑھی نے بہت کچھ بُرا بھلا کہہ کر دال اور چاول نکالے - پھر ان میں دہی - گرم وغیرہ ڈال کر چولہے پر رکھ دیا - جب کھچڑی پک گئی - تو اس کی خوشبو ایسی تھی کہ لکڑہارا بلیوں اچھلنے لگا - دوڑ کر چولہے کے پاس گیا - اور دیگچی کو کھولنا ہی چاہتا تھا کہ ظالم

ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ پہلے جا کر لکڑیوں کا ایک بڑا سا گٹھہ لاؤ۔ پھر کھچڑی ملے گی۔ کھچڑی کی خوشی نے لکڑہارے کے بدن میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ وہ جلدی سے کلہاڑی لے کر جنگل گیا۔ اور ذرا سی دیر میں ایک بڑا گٹھہ تیار کر لیا۔

وہ لکڑیوں کو سر پر رکھنا ہی چاہتا تھا۔ کہ سامنے سے ایک بڑا سا ریچھ آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے آتے ہی لکڑہارے سے علیک سلیک کی اور کہنے لگا کیوں میاں لکڑہارے آج تم نے معمول سے زیادہ لکڑیاں کیوں کاٹی ہیں؟ لکڑہارے نے جواب دیا "بھائی کیا کروں۔ مجبور ہوں (ریچھ کے کان میں) بھائی سچ پوچھو تو وجہ یہ ہے کہ آج میری بیوی نے کھچڑی پکائی ہے۔ اگر میں بہت سی لکڑیاں لے جاؤں تو مجھے بہت سی کھچڑی ملے گی۔ مگر دوست کھچڑی بھی ایسی ہے کہ اگر تم صرف خوشبو ہی سونگھ لو۔ تو مست ہو جاؤ۔"

ریچھ کے منہ میں کھچڑی کی اتنی تعریف سُنکر پانی بھر آیا۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا "کیوں یار! اگر میں بھی لکڑیاں لے جاؤں۔ تو کیا تمہاری بیوی مجھے بھی کھچڑی دے دیگی؟ لکڑہارے نے سر ہلا کر جواب دیا "ہاں اگر تم بہت سی لکڑیاں لے جاؤ۔ تو شائد تمہیں دیدے"۔

ریچھ بولا "اچھا تو دس من لکڑیاں لے جاؤں۔ کیا؟" لکڑہارے نے کہا "بھائی دس من تو تھوڑی ہیں۔ تم خود ہی خیال کرو۔ کہ کھچڑی میں چاول ہوتے ہیں۔ اور دال بھی۔ ۔ ۔ ۔"

ریچھ بات کاٹ کر بولا "اچھا پندرہ من پر راضی ہو؟" لکڑہارے نے فوراً کہا "اور کھچڑی میں گرم مصالحہ بھی ڈالا ہے"۔

ریچھ نے اور زیادہ بے چین ہو کر کہا "میرے خیال میں بیس من کافی ہونگی" لکڑہارے نے پھر ٹھوڑھی کھجلاتے ہوئے کہا "یار تم بھی غضب کرتے ہو۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ کھچڑی میں دہی بھی تو پڑا ہوگا۔ تیس من لکڑیاں لے آنا۔ ریچھ نے کہا "بھائی یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ لکڑہارے نے جلدی سے

کہا "ہاں ایک بات تو بھول گیا۔ میری بیوی نے کھچڑی میں زعفران بھی ڈالا ہے"۔ ریچھ نے کہا "اچھا تم جاؤ۔ میں لکڑیاں لے کر آتا ہوں مگر تم کھچڑی گرم رکھنا"۔

لکڑ ہارا خوش خوش گھر پہنچا۔ اور اپنی بیوی کو تمام ماجرا سُنایا۔ وہ دل میں تو بہت خوش ہوئی مگر ظاہر میں لکڑ ہارے کو بہت بُرا بھلا کہا۔ آخر انہوں نے یہ صلاح کی۔ کہ ہم پہلے سے کھچڑی کھانے لگیں۔ کیونکہ اگر ریچھ آ گیا۔ تو جلدی سے سب کھا جائیگا"۔ غرض انہوں نے کھچڑی نکال کر ایک رکابی میں رکھ لی۔ اور کھانا شروع کر دیا۔ تھوڑا کھا چکنے کے بعد لکڑ ہارے نے کہا "ریچھ کے واسطے بھی کھچڑی چھوڑ دینا"۔ بیوی بڑا سا نوالہ لے کر بولی "ضرور ضرور"۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بوڑھی نے کہا "ارے بھئی ریچھ کا بھی کچھ خیال ہے"؟ لکڑ ہارا بولا "ہاں ہاں ہاں! ہے کیوں نہیں"!

غرض یہی کہتے کہتے تمام کھچڑی ختم ہوگئی۔ لکڑ ہارے نے کہا "تم نے کیا غضب کیا؟ ریچھ کے واسطے بالکل کھچڑی نہیں چھوڑی"۔ بڑھیا نے بگڑ کر کہا "تم مجھ سے کیا کہتے ہو؟ تم نے کیوں نہیں چھوڑی"؟ بوڑھے نے کہا "لیکن تم نے مجھ سے زیادہ کھچڑی کھائی ہے"۔ بڑھیا بولی "تم بکتے ہو۔ میں نے تم سے آدھی کھچڑی بھی نہیں کھائی"۔ اس طرح دونو بہت دیر تک لڑتے رہے۔ آخر یہ طے پایا۔ کہ تمام سامان کمرہ میں بند کر کے خود بھی چھپ جائیں اور دیگچی چولہے پر رکھدی۔ ریچھ جب آئیگا تو بہت تھکا ہُوا ہوگا۔ اور لکڑیاں یہیں چھوڑ جائیگا۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر میں ریچھ آیا۔ اس نے لکڑیاں زمین پر ڈال دیں اور خود جلدی سے دیگچی کی طرف بڑھا۔ کھول کر دیکھا۔ تو خالی تھی۔ بہت غصہ آیا۔ اور واپس جانے لگا اور دیگچی اور لکڑیاں لے جانے لگا۔ میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

اچانک ریچھ کی نظر سیب کے درخت پر پڑ گئی۔ لکڑیوں کو درخت کی جڑ میں چھوڑا اور دیگچی لے کر اوپر چڑھ گیا۔ کچے سیب تو وہ کھاتا رہا۔ اور پکے پکے سیب دیگچی میں رکھتا گیا۔ کہ جنگل میں

جاکر خوب اطمینان سے کھاؤنگا۔ جب دیگچی بھر گئی۔ تو وہ اُترنے لگا۔

ادھر بوڑھے میاں بیوی کو بہت افسوس ہو رہا تھا۔ کہ جتنے پکے پکے سیب تھے وہ تو ریچھ لے جا رہا ہے۔ اب اگر آندھی چلی بھی تو کیا ہو گا۔ دیگچی جانے کا بھی دونو کو بہت قلق تھا۔

یکایک بوڑھے کو بڑے زور کی چھینک آئی۔ بوڑھیا نے بڑا ضبط کیا مگر... مگر... آ... آ... آ... آچھیں۔

چھینک کی آواز سُنکر ریچھ چونک پڑا۔ اور گھبراہٹ میں جو اس کا پاؤں پھسلا تو دھم سے لکڑیوں کے گٹھے پر آ رہا۔ جب اس کے حواس ٹھکانے ہوئے۔ تو جنگل کو بھاگ گیا۔ بوڑھا اور اسکی بیوی اب باہر نکل آئے۔ اور سب سیب اُٹھائے۔ لکڑیوں کا گٹھہ بھی انکے حصہ میں آیا۔ غرض وہ بہت فائدہ میں رہے۔ لیکن ریچھ بیچارہ اتنی محنت سے لکڑیاں لایا۔ پھر بھی کچھڑی نہیں ملی۔ درخت سے گرا۔ اور کچے سیب کھانے سے جو پیٹ میں درد ہوا۔ وہ نفع میں رہا۔

طاہر غلام ناصر خاں تھرڈ ایر کلاس گورنمنٹ کالج لاہور

لطیفہ

اکرم نے ایک بکری پانچ روپیوں میں بکتی ہوئی دیکھی تو وہ اپنی ماں کے پاس دوڑتے ہوئے آکر کہنے لگا۔ ماں بکری کی قیمت پانچ روپے ہے۔ بتاؤ میری قیمت کیا ہے؟ میرے لال تمہاری قیمت کروڑوں روپے ہے۔ ماں نے محبت سے جواب دیا۔

اکرم۔ جب میری قیمت کروڑوں روپے ہے تو اُس قیمت میں سے ابا کے ساتھ سنیما جانے کے لئے ایک روپیہ دیجئے۔ ماں نے اکرم کو چھاتی سے لگایا اور پیشانی چُوم لی۔

شیخ منہاج الدین شیخ قمرالدین اُردو پریکٹسنگ اسکول پونہ جماعت سوم

شہنشاہ اکبر

(از عبداللہ میاں قریشی وھولیا)

جس وقت شہنشاہ ہمایوں شیر شاہ سوری سے قنوج کی جنگ میں شکست کھا کر بے یار و مددگار بھاگا تو بادشاہ کی بیگم حمیدہ بانو ہمراہ تھیں۔ بمقام امرکوٹ (سندھ) ۱۵۴۲ء میں شہنشاہ اکبر پیدا ہوا۔ ہمایوں اس بے سروسامانی کے عالم میں اظہار خوشی کا کوئی سامان نہ رکھتا تھا۔ اتفاقاً ایک مشک نافہ کمر میں نکل آیا حاضرین میں تقسیم کر دیا گیا۔ جائے پناہ کی تلاش میں ہمایوں نے ایران کا رخ کیا۔ اثنائے راہ میں بے وفا بھائیوں نے ہمایوں سے اس بچے کو چھین لیا۔ ہمایوں شہنشاہ ایران سے امداد حاصل کر کے واپس لوٹا۔ بھائیوں سے جنگ کر کے اپنے پیارے بیٹے کو لیا اور دہلی کی سلطنت پر دوبارہ قابض ہوا اور ۱۵۵۶ء تک بادشاہت کر کے عالم جاودانی کی راہ لی۔

اکبر ۱۵۵۶ء میں ہندوستان کا تیسرا مغل بادشاہ ہوا۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت پر بیٹھا۔ چونکہ اس کی پیدائش نہایت پریشانی کے عالم میں ہوئی تھی۔ اور ابتدائے عمر میں تعلیم و تربیت کا کافی موقع نہ ملا تھا اور تیرہ ہی سال کی عمر میں ایک بڑی سلطنت کا بوجھ سر پر آپڑا۔ اس وجہ سے شہنشاہ اکبر اپنے وزیر باتدبیر بیرم خاں کے مشورے سے کاروبار سلطنت کو طے کرنے پر مجبور رہا۔ پانچ برس اسی حالت میں گزارے۔ جب اٹھارہ سال کے سن تمیز کو پہنچا تو شاہ موصوف نے عنان حکومت پورے طور پر اپنے ہاتھ میں لی۔

اکبر کی تخت نشینی کے وقت سلطنت مغلیہ صرف دہلی اور پنجاب تک محدود تھی بیرم خاں

نے عادل شاہ کے سردار ہیموں کو ۱۵۵۶ء میں پانی پت کے مقام پر شکست دیکر مار ڈالا۔ اکبر نے اپنی زندگی میں کشمیر جنت نظیر کو فتح کر لیا تھا مگر صوبجات بنگالہ جونپور۔ سندھ۔ گجرات۔ مالوا اور خاندیس میں پٹھانوں کی زبردست سلطنتیں موجود تھیں۔ اور راجپوتانے میں راجپوت شہزادے حکمران تھے۔ ان سب کو اکبر نے اپنا مطیع کر کے دکن کے ایک بڑے حصے پر بھی اپنا تسلط جما لیا۔ اکبر نے مصلحتاً مغلوں کو خوش رکھ کر ہندوؤں کی دوستی اور راجپوتوں کی مدد سے یکے بعد دیگرے ملک فتح کرنا شروع کئے۔ ۱۶۰۵ء تک سلطنت مغلیہ کو کشمیر سے خاندیس تک اور کابل۔ قندھار سے بنگال تک وسیع کر چھوڑا اور جہان فانی سے رخصت ہوا۔ شہنشاہ کے عہد سلطنت میں جن لوگوں نے ناموری حاصل کی۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

امرائے دربار میں ابوالفضل نہایت قابل۔ رحم دل۔ نیک مزاج اور عالم تھا۔ اکبر ہر لڑائی میں اس کی رائے لیتا تھا۔ اس نے آئین اکبری نامی ایک کتاب لکھی۔ جس میں اکبر کے حالات قلمبند ہیں۔ فیضی ابوالفضل کا بھائی شیخ مبارک کا لڑکا ایک بڑا لائق اور نامور شاعر تھا۔ ٹوڈرمل سب سے بڑا ہندو افسر تھا۔ یہ پہلے بہت روز تک شیر شاہ کے دربار میں ملازم رہ چکا تھا۔ اکبر کو بہت امداد دیتا تھا۔ اس کے سپرد صیغۂ مال تھا۔ راجہ مان سنگھ اکبر کا سب سے بڑا سپہ سالار تھا۔ اس کی بہن جودھا بائی شہزادہ سلیم سے بیاہی تھی۔

اکبر کچھ دن دلی رہا اور آگرے چلا گیا اور اس شہر کے قلعے اور خصوصاً فتح پور سکری کی سی جگہ کو اس نے آباد کرنا شروع کیا تو دلی کس مپرسی کے عالم میں پڑ گئی۔ اس نے آگرے کو وہ رونق بخشی کہ جس کی وجہ سے آگرہ آج تک اکبر آباد کہلاتا ہے۔ اس کے عہد میں رعایا بہ نسبت زمانۂ سابق کے بہت خوشحال تھی۔ پٹھان بادشاہوں کی بہ نسبت بہت کم محصول دینا پڑتا تھا۔ جزیہ بند کرا دیا۔ ہر شخص اپنے مذہب کے رسم و رواج ادا کرنے میں آزاد تھا۔ مگر رسم ستی بند کرا دی گئی۔ ہندو

مذہب سے انس رکھنے کی وجہ سے پیر کے روز ذبیحۂ گاؤ کی ممانعت تھی + اکبر علم دوست منصف مزاج انصاف پسند، رحمدل، کریم النفس اور بے تعصب دین الٰہی کا موجد تھا۔ سنسکرت زبان کا ماہر تھا۔ سپاہ کی تنخواہ نقد روپیہ مقرر تھی۔ اکبر بہادر اور شکار کا شوقین تھا۔ پیدل شکار کھیلتے کھیلتے میلوں دور چلا جاتا تھا۔ اکبر نے ۱۶۰۵ء میں ۶۳ سال کی عمر پا کر پچاس سال سلطنت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلیم تخت نشین ہوا۔ ہندو اور راجپوت عورتوں کو حرم سرائے شاہی میں داخل کرنا اکبری سلطنت کی ایک خاص بات سمجھی جاتی تھی +

اقوال زریں

(۱) اپنے دستخطوں میں کوئی نہ کوئی پوشیدہ راز ضرور رکھو۔ کبھی کام آئیگا۔

(۲) موت کو سر پر کھڑا سمجھو۔

(۳) جب تک تم کسی کا صحیح تجربہ نہ کرلو۔ اُس پر کسی قسم کا بھروسا مت کرو۔

(۴) خود تجربہ کئے بغیر کسی کی شکایت پر غور نہ کرو۔

(۵) بے وقوف دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔

(۶) جو شخص اپنی مدد آپ نہیں کرتا وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا

(۷) علم کی بُنیاد اُستاد ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کو ہر وقت خوش رکھو۔

(۸) کسی دوسرے کا دل مت دُکھاؤ۔

(۹) اپنی بات پر خود ہنس دینا بیوقوفی ہے۔

(۱۰) قسم مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ بے اعتباری کی علامت ہے۔

(۱۱) کبھی کسی کی بیجا خوشامد نہ کرو۔

(۱۲) دشمن کو کبھی دوست نہ سمجھو ورنہ بعد میں خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔

(۱۳) آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔

سری گوپال جماعت ہشتم
مدرسہ باولی

گلاب کا پھُول

یہ جو کانٹوں دار درخت کی ہری بھری نازک لچکنے والی شاخوں پر چند ہلکے اور گہرے رنگ پتوں کا گچھا ہنستا ہؤا نظر آرہا ہے۔ کتنا خوبصورت اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔ تم نے کبھی اِس صورت کی پتیوں کو پہلے بھی دیکھا ہوگا۔ اور اگر کسی نے بتلایا ہوگا تو ان کا نام گلاب کا پھُول بتلایا ہوگا۔ اور ان پتیوں کو پنکھڑی کہا ہوگا۔

مگر تم نے کبھی اِس پھول کو ناک تک لیجا کر سونگھا بھی ہے؟ ہاں! ہاں! ضرور سونگھا ہوگا۔ تو تم نے اِس میں نہایت عُمدہ خوشبو پائی ہوگی۔ بس ان چند پنکھڑیوں والے پھُولوں میں کچھ ایسی عجیب اور پیاری خوبیاں ہیں۔

ایک رنگتؔ۔ دوسرے خوشؔبو جن کے اثر سے ہمارا تمہارا دماغ خوشبو سے بسا ہؤا اور دل خوشی سے بھرا ہؤا رہتا ہے۔ اور آنکھوں میں ٹھنڈک معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی خوبیاں بُلبل جیسی ننھی چڑیا کو بھی جی جان سے اپنا دیوانہ بنائے ہوئے ہے۔ ذرا دل میں سوچو اور غور کرو کہ یہ کیا بات ہے؟ گنتی کی آٹھ دس گلابی سُرخ پنکھڑیوں میں کیا جادو ہے۔ جس نے دلوں کو لبھا رکھا ہے اور دل بھی وہ جو غیر جنس ہو۔

بچّو! تم میں بھی کوئی ایسی خُوبی ہے جس سے تم نے کسی کو اپنا کر لیا ہو؟ ہاں! ہاں تمہارا بھولا پن تمہاری پیاری پیاری باتیں دل لبھانے والی خوشبو اور رنگ کے ہم معنے ہیں۔ مگر جس طرح پھُول کی رنگت اور بو چند منٹوں کی مہمان ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری بچپن کی باتیں بھی بچپن ہی میں بھلی لگتی ہیں۔ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ نہ پھر یہ باتیں رہیں گی اور نہ تم ان کو پسند کرو گے۔

گُلاب کا پھُول اگر بلُبل کا منظورِ نظر ہے۔ تو تم بھی اپنے ماں باپ کے منظورِ نظر اور ان کے پھول ہو وہ تمہاری خوشی کے ہر وقت طالب ہیں۔ تم کو اپنے میں وہ خُوبی پیدا کرنی چاہئیے جس کا اثر تمہارے ماں باپ ہی کے دلوں کو نہ کھینچے بلکہ جو شخص بھی تم سے ملے وہ بُلبل کی طرح تمہارا دوست ہو جائے اور تمہاری دوستی پر ناز کرے ؎

جس طرح ممکن ہو حاصل کیجئے علم و ہنر
تاکہ بُلبل کی طرح چاہئیے تمہیں ہر اک بشر (اسد حسین قدوائی)

گفتگو

ہمارے الفاظ ہمارا خزانہ ہیں مگر اس وقت تک جب کہ ہم ان کا استعمال صحیح طور پر کریں۔ اور ان کو قیمتی خیال کر کے انہیں بے محل نہ بولیں ان سے ہم عزت قدر اور محبت خرید سکتے ہیں مگر جہاں ان کو بے موقع بے فائدہ اور ناجائز طریقہ پر برتیں وہ ہمارے لئے بے قدری بے وقعتی اور نفرت پیدا کرتے ہیں

ہمارے بھید ہماری طاقت ہیں اسی طاقت سے ہم دوسروں پر اپنے اقتدار اور برتری کا سکہ جما سکتے ہیں۔ عوام کی نظروں سے اپنے عیوب و نقائص پوشیدہ رکھ سکتے ہیں اور خودداری جیسے بے نظیر جوہر کو برقرار اور قائم رکھتے ہیں۔ مگر جس خزانہ میں یہ طاقت بند ہے اس کی کنجی ہمارے الفاظ ہیں۔ اس لئے انہیں اس طرح استعمال کرنا چاہئیے کہ جذبات اور خیالات ان کے ماتحت رہیں یعنی دورانِ گفتگو میں بولنے سے پہلے ان پر غور کر لینا چاہئیے۔ بولتے وقت اپنی قدرتی آواز کو چھوڑ کر تصنع یا بناوٹ اور الفاظ میں تکلف نہ برتنا چاہئیے۔

نہ اس قدر جلدی بولنا چاہئیے کہ الفاظ ایک دوسرے سے مخلوط ہو جائیں اور نہ اتنا ٹھہر ٹھہر کر کہ

فقرہ ٹوٹ جائے بلکہ اس طرح کہ الفاظ زبان سے صاف صاف ادا ہوں۔ گویا قدرتی طریق کا اظہار پورے طور سے ہوتا رہے۔

دورانِ گفتگو میں بھدّے بے معنی اور نامناسب الفاظ کا استعمال نہیں چاہئے۔ مشکل الفاظ جو حاضرین یا عوام کے فہم و ادراک سے بالاتر ہوں نہیں بولنے چاہئیں۔ کیونکہ وہ گفتگو جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا بے معنی فضول اور سر کا کھپانا ہے۔

گفتگو کرتے وقت آنکھ ہاتھ یا منہ سے کسی قسم کی حرکت کرنا چھچھورا پن ہے۔

دخل در معقولات یعنی دوسرے کی بات ختم ہونے سے پہلے اپنی بات شروع کرنا بڑی سخت غلطی ہے۔

پاک اور مقدس مضامین پر سنجیدگی سے بات کرنی چاہئے اور رفتگان کو ہمیشہ باعزت الفاظ سے یاد کرنا چاہئے۔

ایسے معاملہ پر بحث جو سامعین یا مخاطب کو ناگوارِ خاطر ہونا جائز ہے۔ جب تم کو معلوم ہو جائے کہ آئندہ اس موضوع پر گفتگو کرنا مخاطب کی آزردگی کا موجب ہے تو فوراً اپنی گفتگو کا رخ کسی اور مضمون کی طرف بدل دو۔

دورانِ گفتگو میں آپ قسم کھانا یا دوسرے کو کسی قسم کی قسم کھانے پر مجبور کرنا نہایت بُرا ہے دوسرے کو قسم دلانے کے یہ معنی ہیں کہ تم کو اس پر اعتبار نہیں۔ اور خود قسم کھانے کے معنی یہ کہ تم اپنے آپ کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہو۔

جب بڑوں سے گفتگو کر رہے ہو تو گفتگو میں ایسی چوٹ یا نکتہ چینی بھری ہوئی نامناسب اور پھبتی ہو نہیں کرنی چاہئے۔

بڑوں کے سامنے بات کرتے وقت آنکھوں کو جھکائے رکھنا اور انکی عزت کا خیال رکھنا سعادتمندی کی نشانی ہے۔

اُستاد کے سامنے بغیر پوچھے بولتے جانا گستاخی اور بے حیائی ہے۔ ایم۔ ڈی خالد سنٹرل ماڈل سکول

رہنمائے ریاضی

دلچسپ سوالات معہ حل

(۱) ۶۵۶ روپے اس طرح سود مفرد پر دیئے گئے۔ کہ کچھ ۴ فیصدی سالانہ شرح سے ۴ سال کے لئے باقی ۵ فیصدی سالانہ شرح سے ۵ سال کے لئے اگر دونو رقموں کا سود یکساں وصول ہوا ہو۔ تو بتاؤ ۴ فیصدی سالانہ شرح پر کتنے روپے دیئے گئے تھے۔

فرض کرو دونو صورتوں میں سود ایک روپیہ وصول ہوا۔

پہلی صورت میں اصل زر $= \frac{1 \times 100}{4 \times 4} = \frac{25}{4}$ روپے ۔ دوسری صورت میں اصل زر $= \frac{1 \times 100}{5 \times 5} = 4$ روپے

دونو اصل زر میں نسبت $= \frac{25}{4} : 4 = 25 : 16$ ۔ مجموعہ نسبت $= 25 + 16 = 41$ ۔ کل روپیہ $= 656$

۴ شرح سے اصل زر $= 41 : 656 :: 25 :$ جواب $= \frac{25 \times 656}{41} = 400$ روپے جواب

(۲) ایک سکول میں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں جن کی تعداد ۵۳۸ ہے۔ لڑکیوں کی تعداد لڑکوں کی تعداد کا ۳۴۵. ہے۔ بتاؤ لڑکے کتنے ہیں؟ ۔ فرض کیا لڑکا $= 1$ ۔ $\therefore$ لڑکیاں $= .345 = \frac{345}{1000} = \frac{69}{200}$

لڑکے اور لڑکیوں میں نسبت $= 1 : \frac{69}{200} = 200 : 69$ ۔ مجموعہ نسبت $= 200 + 69 = 269$

کل تعداد $= 538$ ۔ لڑکے $= 269 : 538 :: 200 :$ جواب $= \frac{200 \times 538}{269} = 400$ جواب

کلول شرما ریاضی ٹیچر بی۔ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

تحفۂ سوال معہ حل

(۱) ایک کمرہ ۳۰ فٹ مربع ہے۔ اس کے عین مرکز میں ایک مربع دری بچھی ہوئی ہے۔ باقی فرش پر روغنی کپڑا بچھا ہوا ہے۔ دری اور روغنی کپڑے کا نرخ بالترتیب ۱۴ شلنگ ۶ پنس اور ۶ شلنگ ۸ پنس فی مربع گز ہے۔ اور دونو کا کل خرچ ۶۵ پونڈ ۱ شلنگ ۲ پنس ہے۔ تو روغنی کپڑے کے کنارے کی چوڑائی معلوم کرو۔

مربع کمرے کا رقبہ $= \frac{30 \times 30}{9} = 100$ مربع گز ۔ دری کا نرخ فی مربع گز $=$ ۱۴ شلنگ ۶ پنس $= \frac{29}{40}$ پونڈ

روغنی کپڑے کا نرخ فی مربع گز $=$ ۶ شلنگ ۸ پنس $= \frac{1}{3}$ پونڈ ۔ کل خرچ $=$ ۶۵ پونڈ ۱ شلنگ ۲ پنس $= \frac{7813}{120}$ پونڈ

فرض کرو سارے کمرے میں روغنی کپڑا بچھایا۔ اس لئے کل خرچ جو اس طرح آئے گا۔

$= 100 \times \frac{1}{3} = \frac{100}{3}$ پونڈ ۔ خرچ میں کل کمی $= \frac{7813}{120} - \frac{100}{3} = \frac{3813}{120}$ پونڈ

خرچ میں کمی فی مربع گز $= \frac{29}{40} - \frac{1}{3} = \frac{47}{120}$ پونڈ ۔ دری کا رقبہ $= \frac{3813}{120} \div \frac{47}{120} = \frac{3813}{120} \times \frac{120}{47} = 81$ مربع گز

دری کا ضلع $= \sqrt{81} = 9$ گز ۔ روغنی کپڑے کے کنارے کی چوڑائی $= \frac{10-9}{2} = \frac{1}{2}$ گز جواب

(از ناہر سنگھ ریاضی ٹیچر خالصہ ہائی سکول رائے پور)

بچوں کا دل بہلاوا

علمی مقابلہ

مبلغ بیس روپیہ نقد انعام

صرف پرائمری اور مڈل جماعتوں کے طلبا حصہ لے سکتے ہیں

شرائط (۱) جو طالب علم اپنے سکول کے ہیڈ ماسٹر کی تصدیق کے ساتھ کوئی خود نوشتہ کہانی لکھ کر بھیجیں گے وہ اس مقابلہ میں شریک ہو سکینگے۔ نقل یا ترجمہ کرنیوالے کسی انعام کے مستحق نہ ہونگے۔ کہانی کا پلاٹ کتابی ہو۔

(۲) سب سے عمدہ کہانی لکھنے والے طالب علم کو مبلغ پانچ روپیہ نقد انعام دیئے جائینگے۔

(۳) باقی پندرہ روپے تیس اُن طالب علموں میں بحساب ۸/ فی طالب علم تقسیم کئے جائینگے۔ جنکی کہانیاں دیگر طلبا کے مقابلے میں بہتر قرار دی جائینگی۔ ایسے طالب علم اگر چاہیں تو بجائے ۸/ نقد کے اپنے نام گلدستہ اطفال چھ چھ ماہ کے لئے جاری کرا سکتے ہیں۔

(۴) مقابلہ میں حصہ لینے والے اور انعام حاصل کرنے والے تمام طلبا کے نام گلدستہ اطفال میں شائع کئے جائینگے۔

(۵) بہترین انعامی کہانی گلدستہ اطفال میں شائع کی جائینگی اور تمام انعامی و دیگر عمدہ لکھی ہوئی کہانیاں کتابی صورت میں شائع کردی جائینگی۔ تمام موصول شدہ کہانیوں کو کتابی یا دیگر صورت میں شائع کرنیکے مکمل حقوق راقم الحروف کو ہونگے۔

(۶) کوئی کہانی فلسکیپ سائز کے دو صفحے سے زیادہ نہ ہونی چاہئے اور کاغذ کے ایک طرف خوشخط لکھی ہونی چاہئے۔

(۷) انعام کا فیصلہ ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم کرینگے اور انکا فیصلہ ناطق ہوگا۔

(۸) ایک طالب علم کی ایک سے زیادہ کہانی اس مقابلہ یا کتابی مجموعہ میں شامل نہ کی جائے گی۔

(۹) انعام کا فیصلہ کم از کم ایک صد کہانیاں وصول ہونے کے بعد کیا جائیگا۔

(۱۰) جو طالب علم اپنی کہانی کتابی مجموعہ میں شامل کرانا چاہیں وہ اس امر کا خط ساتھ لکھ بھیجیں۔ انکی کہانی بشرط ضرورت بعد از اصلاح کتاب مذکور میں شامل اشاعت کردی جائیگی۔

(۱۱) ہر کہانی کے ساتھ ایک آنہ کا ٹکٹ بطور فیس داخلہ آنا چاہئے۔ غریب طالب علم بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر سکول متعلقہ اس شرط سے مستثنےٰ قرار دیئے جائینگے۔

(۱۲) تمام کہانیاں جو اس علمی مقابلہ میں شرکت کی غرض سے بھیجی جائیں پتہ ذیل پر ارسال کرنی چاہئیں۔ بیرنگ خطوط واپس کردیئے جائینگے۔ خط و کتابت کا پتہ: **پریم چند پریم اسسٹنٹ ایڈیٹر گلدستہ اطفال**

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

گلِ صد رنگ

(دو جلدیں مجلد)

یعنی

ادبی، علمی، تاریخی، تعلیمی، صنعتی اور حفظانِ صحت کے متعلق بہترین مضامین کا بہترین مجموعہ

حیرت انگیز فسانے، دلچسپ ڈرامے، پاکیزہ نظمیں

نظم و نثر کے ۴۳ نادر مضامین، قدیم و موجودہ انشا پردازوں کے ایک سو نایاب فوٹو، متعدد رنگین تصاویر، مشاہیر ادب اردو کے ہاتھ کی تحریروں کے عکس اس مجموعہ کی زینت ہیں۔

ملک کے قریباً ڈیڑھ سو فاضلوں اور ادیبوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔

سائز ۲۲×۳۰ صفحات قریباً ۵۰۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی بہترین۔ متعدد صفحات رنگین۔

ہمارا پُر زور دعویٰ ہے کہ

اس سے زیادہ شاندار اور ضخیم مجموعہ مضامین اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا!

اس کی تیاری میں آٹھ ہزار روپیہ نقد خرچ کیا گیا ہے۔

اگر آپ نے

ادب اردو کی اس انسائیکلوپیڈیا کو فوراً نہ منگوایا تو یقیناً آپ پچھتائیں گے۔

کسی وجہ سے بھی ناپسند ہو تو بلا تامل واپس فرما دیں۔

قیمت باوجود اتنی بڑی ضخامت اور اس قدر فوٹوؤں کے صرف دو روپے آٹھ آنے مجلد ۲/۸ ہے۔

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ پرنٹر پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور، رام گلی نمبر ۵۵